

تفسیر مدارک

پا (اُردو)

مدارک التشریل وحقائق التأویل

جلد دوم

مؤلف

الشیخ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمد النبی

مترجم

استاذ تفسیر الحدیث مولانا شمس الدین ظیل

www.ahlehaq.org

مکتبۃ المسلم

۱۸- اردو بازار لاہور، پاکستان
فون: 37231788 , 37211788

تفسیر مدارک للنسفی اردو

مدارک التشریل وحقائق التأویل

جلد دوم

از پاره 11 تا 20

تألیف:

ابن البرکات رحمہ اللہ بن محمد بن محمود النسفی

(ت ۷۱۰ھ)

رابعہ و قد مرلہ

محمی الدین دیب مستو

مترجمہ

محققہ و مخرج احادیثہ

یوسف علی بدیوی

استاذ تفسیر و الحدیث مولانا شمس الدین ظہ

فقہ حنفی کی مشہور تفسیر کا مستند اردو ترجمہ جس میں الفاظ قرآنی کی لغوی و شرعی تشریح کی گئی ہے۔ ہر آیت کے بارے میں قراء کرام کے اقوال عربی ضرب الامثال کا ذکر، ملحدین کے اعتراضات کے جوابات اور احکام قرآنی کا فقہی استنباط اور متقدمین کے اقوال سے استدلال ہے۔

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph: 37211788 - 37231788

مکتبۃ المسلم

جملہ حقوق ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں۔
کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

نام کتاب تفسیر مدارک للنفسی اردو

تالیف: الشیخ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمد النفسی

مترجم استاذ تفسیر الحدیث مولانا شمس الدین غلام

ناشر خالد مقبول

مطبع آر آر پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقرآن سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقدس سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸- اردو بازار ۵ لاہور ۵ پاکستان 37211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے 'انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت'
طباعت تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ
کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر
گزار ہوں گے۔
(اوا۔ ۰)

فہرست

- ۴۲----- مالک وہی ہے اس کی کار سازی کے بغیر چارہ نہیں
- ۴۳----- تین صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی توجہ رحمت کا چھینٹا پڑا
- ۴۴----- بچوں کا ساتھ دو
- ۴۵----- اپنی جان کو عزیز سمجھ کر جہاد سے پیچھے نہ رہنا چاہئے
- ۴۶----- اخلاص والے ہر چھوٹے بڑے عمل کا بدلہ ہے
- ۴۷----- کچھ جہاد میں جائیں تو دوسرے دین کا فہم حاصل کریں
- ۴۸----- کفار کے ساتھ اقرب فالاقرب کے لحاظ سے قتال کیا جائے
- منافقین کا قرآن سے استہزاء اور اس کا جواب
- منافق سال بسال آفات میں ڈالتے جاتے تاکہ توبہ کر لیں مگر
- کہاں
- منافقین کی نظر بازیاں
- عظیم الشان رسول کی رفیع الشان صفات

سُورَةُ يُونُسُ ۱۰

- ۵۲----- آپ کی نبوت قابل تعجب کیوں ہے؟
- قدم صدق کی مراد
- ۵۳----- قضاء و قدر کا وہی مالک
- شرک نہ کرنے والے متصف ہیں
- ۵۴----- نمونہ قدرت
- دوسرا نمونہ
- ۵۵----- نمونہ نمبر ۳
- دنیا پر خوش اور آخرت سے غافل آگ میں
- ۵۶----- جنت ایمان سے ملی
- جنت والوں کی دعا و سلام
- ۵۷----- جلد عذاب نہ آنے میں حکمت

پانچواں باب

- ۲۵----- جھوٹی معذرت والے
- وہ جان چھڑانے کے لئے قسمیں اٹھائیں لگے تم ان سے اعراض
- ۲۶----- کرو
- اگر تم راضی ہو بھی گئے مگر اللہ راضی نہ ہوگا
- ۲۷----- دیہاتی کفر و نفاق میں بڑھ کر ہیں
- ۲۸----- انفاق کو چٹی کہنے والا اولہ
- ۲۹----- سابقون الاولون کا تذکرہ
- ۳۰----- مدینہ کے گرد و پیش کے منافق
- آپ ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں
- ۳۱----- معترف گناہ مؤمن
- ۳۲----- قبولیت توبہ
- تکمیل توبہ کے لئے صدقہ و دعا
- مالک قبولیت اللہ ہی ہے
- ۳۳----- وعید برائے مستقبل
- ۳۴----- مسجد ضرار کے بانی منافقین
- ۲۵----- ایسی مسجد میں قیام کی ممانعت
- مسجد قباء میں قیام کا حکم اور ان کے بانیوں کی تعریف
- ۳۶----- دونوں میں تقابلی فرق
- ۳۷----- منافقین کے خبیث مقاصد کی نشاندہی
- ۳۸----- نفع بخش تجارت جس میں اقالہ نہیں
- ۴۰----- مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت
- استغفار ابراہیم علیہ السلام کا جواب
- ۴۱----- گناہ کو جان بوجھ کر کرنے سے مواخذہ ہوگا

- کافر کا دکھ سکھ میں حال ۵۸
- مکذبین کا انجام ہلاکت ۵۹
- ماضی سے عبارت پکڑو نہ اکڑو "
- اور قرآن کا مطالبہ اور اس کا جواب ۶۰
- عظیم فائدہ ۶۱
- اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک موجود ہی نہیں ۶۳
- سب کا ایک دین "
- دنیا امتحان گاہ ہے نہ کہ فیصلہ گاہ "
- مُنہ مانگی نشانی کا مطالبہ "
- مکہ والوں کے عداوتی منصوبے ۶۴
- وقتی وصیت پر توبہ پھر سرکشی ۶۵
- نو چیزیں ۶۶
- دنیا کی مثال ۶۷
- دارالسلام ۶۹
- زیادۃ کی تفسیر دیدار الہی "
- بروں کا انجام ۷۰
- منظر حشر ۷۱
- سب کی جانچ "
- دلائل قدرت ۷۲
- کفار کی ضد ۷۳
- معبودان باطلہ کی بے بسی ۷۴
- حق کی طرف راہنمائی کرنے والے اور کافر بے راہ کے ۷۴
- پیر و کار ۷۴
- قرآن من گھڑت نہیں بلکہ بلا ریب ہے ۷۵
- کفار کو چیلنج ۷۶
- جھٹلانا عناد کی بنیاد پر ہے "
- کفار اندھے بہرے ہیں ۷۸
- حشر میں کفار کا حال ۷۹
- آپ کی زندگی میں ان پر عذاب لازم نہیں ۸۰
- میں رسول ہوں عذاب کا اختیار نہیں رکھتا "
- عذاب تو ذرا سا بھی برا ہے ۸۱
- عذاب کے وقت حال ۸۲
- اب تو استہزاء کرتے ہیں مگر وہاں ڈر سے مَنہ چھپائیں گے "
- قرآن عظمت و شفاء و رحمت ہے ۸۴
- حلال و حرام تمہارا کام نہیں ۸۵
- ہم تمہارے ہر حال سے واقف ہیں ۸۶
- ولی اور اس کی پہچان اور نشانی ۸۷
- تسلی رسول ﷺ ۸۹
- کفار گمان کے پیروکار ہیں "
- قوت باری تعالیٰ ۹۰
- اللہ مالک ہے اسے بیٹوں کی محتاجی نہیں "
- واقعہ نوح علیہ السلام ۹۱
- نتیجہ تکذیب ۹۲
- واقعہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون ۹۴
- قومہ کی ضمیر کا مرجع ۹۶
- بنی اسرائیل کا دلا سے ۹۷
- بنی اسرائیل کو ہدایات "
- شیخ ابو منصور رحمہ اللہ ۱۰۰
- دعائے موسیٰ علیہ السلام "
- بنی اسرائیل کی آزادی اور فرعون کا غرق ۱۰۱
- جیسی توبہ ایسی نجات ۱۰۲
- بنی اسرائیل کو عمدہ ٹھکانہ دیا ۱۰۳
- آیات میں شک کرنے والے ۱۰۴
- آیات کی تکذیب مت کرو "
- قوم یونس علیہ السلام کا واقعہ اور ان کی قابل رشک حالت ۱۰۵
- کمال قدرت و نفوذ مشیت ۱۰۷
- آخر میں نجات ایمان والوں کی ۱۰۸
- قراءت: علی و حفص نے نجی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔۔۔ "

۱۳۰	قوم عاد اور ہود علیہ السلام
"	برکات استغفار
۱۳۲	قوم کو چیلنج
۱۳۳	عذاب کی آمد اور ایمان والوں کی نجات
۱۳۶	قوم ثمود اور صالح علیہ السلام
۱۳۷	ادنیٰ کا معجزہ
۱۳۸	قوم ثمود کی چیخ سے ہلاکت
۱۳۹	ابراہیم علیہ السلام اور بشارت والے فرشتے
۱۴۰	بشارت اسحاق و یعقوب
۱۴۱	تعجب کا جواب
۱۴۲	لوط علیہ السلام اور فرشتے
۱۴۳	قوم کا کردار اور لوط علیہ السلام کا طرز عمل
۱۴۵	ہدایات برائے عذاب
"	انجام قوم
۱۴۶	قوم شعیب علیہ السلام
۱۴۷	ایک معاشرتی مرض
۱۴۸	جواب شعیب علیہ السلام
۱۴۹	قوم کا آخری جواب
۱۵۰	نفاذ عذاب
۱۵۱	موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ
۱۵۲	فرعونیوں کا انجام
"	عذاب کے وقت کسی معبود نے کام نہ دیا
۱۵۳	تذکرہ آخرت اور استدراج مجرم
"	دو قسمیں شقی و خوش نصیب اور انجام
۱۵۴	معتزلہ کی عبرتناک حرکت
"	مشرکوں کو ضرور سزا ملے گی
۱۵۵	قول زہری رحمہ اللہ
"	صاحب ایجاز کا قول
"	کسانی کا قول

۱۰۹	دین کی تعریف بزبان رسول
۱۱۱	تم مانو نہ مانو میں نے تو وحی کی اتباع کر دی

پانچواں باب: ۱۲

سورۃ ہود ۱۱

۱۱۲	قرآن محکم و مفصل
۱۱۳	توحید و استغفار کا حکم
"	نفاق و انحراف کو اللہ جانتے ہیں
۱۱۵	عذاب آجائے گا تو نہ ملے گا
۱۱۶	عام انسانی مزاج ناشکر و نخریلا
۱۱۷	ان کے تکبر و حماقت کو نہ دیکھیں وحی پہنچائیں
۱۱۸	دس سورتوں سے چیلنج
۱۲۰	طالب دنیا کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا
۱۲۱	مفتری آخرت میں دو گنا عذاب کا شکار ہوگا اور خسارہ پائیگا
۱۲۳	مؤمنوں کو جنت ملے گی
"	مؤمن و کافر کی مثال
"	دعوت نوح علیہ السلام
۱۲۴	دنیا پرستوں کی رائے میں مسلمان تدبر سے خالی ہیں
۱۲۹	ان کے ایمان کی توقع نہ کریں
"	کشتی بناؤ
۱۳۰	کشتی نوح، عرض و طول
۱۳۱	عذاب آن پہنچا
۱۳۲	کشتی میں سواری کی دعا
۱۳۳	بیٹے سے گفتگو
"	ابن نوح کی ہلاکت
۱۳۶	بیٹے کے متعلق سوال
۱۳۸	استغفار نوح علیہ السلام
۱۳۹	قصہ نوح علیہ السلام من جملہ اخبار غیب سے ہے

۱۹۸	بے گناہ کی جیل کا فیصلہ
"	جیل کے دونو جوانوں کے خواب
۲۰۲	تعبیر خواب
۲۰۴	بادشاہ کا خواب
"	ساقی کا بیان
۲۰۶	تعبیر یوسف علیہ السلام
۲۰۸	بادشاہ کی طرف سے رہائی کا پروانہ اور آپ کا انکار
۲۰۹	شاہی تفتیش
"	براءت یوسف علیہ السلام

پانچواں باب: ۱۳

۲۱۲	شاہی حکم نامہ
۲۱۳	مطالبہ یوسف علیہ السلام
"	انتقال اقتدار اور عدل و مساوات یوسف علیہ السلام
۲۱۵	پہلی بار بھائیوں کی مصر آمد
۲۱۹	دوسری مرتبہ سفر مصر کیلئے روانگی
۲۲۱	بنیامین کی امید برآئی
۲۲۲	قافلہ کی واپسی
۲۲۴	بھائیوں کی غصہ میں بیجا بات
۲۲۵	منت و سماجت پر اتر آئے
۲۲۷	واپسی کا مشورہ
۲۲۹	والد کو اطلاع پر غم کی تازگی
"	بیٹوں کی ملامت
۲۳۰	تیسری بار مصر کی روانگی کی ہدایات
۲۳۲	افشائے راز
"	طلب معافی
"	اعلان معافی
۲۳۳	اظہار معجزہ
۲۳۴	بصارت یعقوب کی واپسی

"	استقامت کا حکم
۱۷۱	ظالموں کی طرف جھکنے کی سزا آگ
"	اقوال علماء ربانیہ
۱۷۲	نماز کے قیام اور نیکی کرتے رہنے کا حکم
"	اصلاح والے لوگ ضروری ہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا
۱۷۳	فریضہ ادا ہو
۱۷۵	تم مانتے نہیں اب عذاب کا انتظار کرو

سورۃ یوسف (۱۲)

۱۷۷	عظمت قرآن
"	احسن کی وجہ
۱۷۸	قصہ یوسف علیہ السلام اور اس کا خواب
۱۸۱	بھائیوں کا حسد
۱۸۲	فیصلہ قتل
۱۸۳	والد سے بات چیت
۱۸۵	تسلی یوسف
"	جھوٹا رونا
۱۸۷	یوسف علیہ السلام اور قافلہ
۱۸۸	مصر پہنچنا
۱۸۹	مرحبیہ کا غلط طرز عمل
۱۹۱	باطل تفسیر
"	تردید
"	آخری بات
۱۹۲	برائی سے فرار اور اس میں کامیابی
۱۹۳	گھر کا گواہ اور اس کی درست بیانی
۱۹۴	شہری عورتوں کا پروپیگنڈا
۱۹۵	پروپیگنڈے کا جواب
۱۹۶	فریب کاری کا تباہی
۱۹۷	دعائے مستجاب

سُورَةُ اِبْرٰهِيْمَ ۱۲

- ہر رسول اپنی قومی زبان میں اللہ کا پیغام لایا۔ ۲۷۰
 موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ۔ ۲۷۱
 ارشاد موسیٰ علیہ السلام۔ ۲۷۳
 انبیائے علیہم السلام کا ارشاد۔ ۲۷۶
 کفار کی دھمکی۔ ۲۷۷
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب۔ ۲۷۸
 فیصلہ مانگے تو فیصلہ نافذ کر دیا جائے گا۔ ۲۷۸
 ہمیشہ کا عذاب۔ ۲۷۹
 کفار کے اعمال کی مثال۔ ۲۸۰
 قدرت الہی۔ ۲۸۰
 بروز کا مطلب۔ ۲۸۱
 ضعفاء اور متکبرین کی گفتگو۔ ۲۸۲
 شیطان کا خطاب۔ ۲۸۳
 قول معترکہ۔ ۲۸۳
 نیکوں کا انجام۔ ۲۸۴
 کلمہ طیبہ کی مثال۔ ۲۸۴
 خبیث کلمے کی مثال۔ ۲۸۵
 کفار مکہ کو تنبیہ۔ ۲۸۶
 ایمان والوں کا شرف۔ ۲۸۷
 انعامات باری تعالیٰ بے شمار ہیں۔ ۲۸۸
 ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں۔ ۲۸۹
 آپ انہیں ڈرائیں اللہ تعالیٰ ان کی حالت سے واقف ہے وہ انہیں سمجھ لے گا۔ ۲۹۳
 کفار کے بڑے منصوبے۔ ۲۹۵
 اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ ۲۹۶
 احوال قیامت۔ ۲۹۶
 قیامت جزائے اعمال کیلئے ہے۔ ۲۹۷

بیٹوں کا معافی طلب کرنا۔ ۲۳۶

تعبیر خواب کی تکمیل۔ ۲۳۶

دعائے مستجاب۔ ۲۳۷

نشانہائے عبرت تو بہت ہیں مگر عبرت حاصل کرنے والے کم ہیں۔ ۲۳۹

عقیدہ توحید کا اعلان۔ ۲۴۰

فضائل۔ ۲۴۲

قدرت الہی کے نمونے۔ ۲۴۲

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ ۵۵

قدرت الہی کے نمونے۔ ۲۴۳

اگر ان سب کا خالق ہے تو اعادہ انسان کیوں ناممکن۔ ۲۴۵

مطالبہ عذاب کا جواب۔ ۲۴۶

علم الہی بے پایاں ہے۔ ۲۴۷

قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ۲۴۹

حجی پکارا اللہ تعالیٰ کی۔ ۲۵۱

سب اللہ کے مطیع۔ ۲۵۲

حق و باطل کی مثال۔ ۲۵۳

ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا انجام۔ ۲۵۵

اولوالالباب کی صفات۔ ۲۵۶

وعدہ توڑنے والوں کا انجام۔ ۲۵۸

کفار کا اعتراض۔ ۲۵۹

قرآن سے ناممکن کام کر دیئے جائیں تب بھی نہ مانیں۔ ۲۶۱

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲۶۳

جنت کا حال۔ ۲۶۳

نبوت محمدی کا انکار اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار ہے۔ ۲۶۵

انبیاء علیہم السلام کی اولاد و ازواج تھیں۔ ۲۶۸

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اللہ گواہ کافی ہے۔ ۲۶۸

پانچواں باب: ۱۴

سورۃ الحجۃ (۱۵)

- انکارِ ابلیس
 ۳۱۰۔ ابلیس سے سوال
 ابلیس کا شکار پر اصرار
 ۳۱۱۔ سزائے انکار
 طالبِ مہلت کو مہلت تا قیامت
 ۳۱۲۔ اغرائے انسانی پر قسم
 شیطانی پیروکاروں کی سزا و جہنم
 ۳۱۳۔ ذرا تفصیل جہنم
 جنت اور اس کے انعامات کا تذکرہ
 ۳۱۴۔ سینے کی کینے سے صفائی
 اعلانِ بخشش
 ۳۱۵۔ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مہمانانِ گرامی
 بڑھاپے میں بیٹے کی بشارت
 ۳۱۶۔ رحمتِ رب سے کافر مایوس ہیں
 قومِ لوط کے عذاب کا واقعہ
 ۳۱۷۔ لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد
 رات کو یہاں سے نکل چلو
 ۳۱۸۔ قومِ لوط کا طرزِ عمل
 لوط علیہ السلام کی امکانی حفاظت
 ۳۱۹۔ گمراہی کے نشہ میں صحیح غلط کا امتیاز ہی نہیں رہتا
 نفاذِ عذاب
 آثارِ دیدہ عبرت ہیں
 ۳۲۰۔ تذکرہ قومِ شعیب علیہ السلام اور ان کی ہلاکت
 قومِ صالح کا تذکرہ
 ۳۲۱۔ دنیاوی حالت
 عذاب سے ہلاکت
 ۳۲۲۔ تخلیق کائنات فضول نہیں
 سورۃ فاتحہ کی عظمت
 ۳۲۳۔ قرآن کی نعمت دنیا کی نعمت سے بے نیاز کرنے والی ہے۔۔

- عظمتِ قرآن ۳۹۹
 قیامت کے دن کفار کی حسرت
 ۳۰۰۔ ایک وضاحت
 معاند سے ایمان کی طمع مت کریں
 ہر ایک کی ہلاکت کا وقت ہے
 ۳۰۱۔ وقت سے آگے پیچھے نہ ہوگا
 آپ ﷺ پر طعنہ جنون
 گواہی والے فرشتے ساتھ ساتھ
 ۳۰۲۔ نزولِ ملائکہ پر مہلت ختم ہو جاتی ہے
 قرآن کے ہم محافظ
 نبوت کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے ۳۰۳
 مجرموں میں تکذیب چلی آ رہی ہے
 مکہ والوں کی تکذیب پر وعید
 ۳۰۴۔ واضح ترین نشانی دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے
 آسمانی برج بنا کر شیاطین سے حفاظت کر دی ۳۰۵
 زمین بچھا کر اس میں پہاڑ گاڑ دیئے ۳۰۶
 انسانی رزق زمین میں رکھے
 ہمارے پاس ہر چیز کا خزانہ ہے
 ۳۰۷۔ رس بھری ہواؤں سے بارش اتاری
 ہم اگلے پچھلے سب کو جانتے ہیں
 تمام کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے
 ۳۰۸۔ تخلیق آدم علیہ السلام
 جنات کے باپ کی پیدائش ۳۰۹
 فرشتوں کو حکم سجدہ
 ملائکہ کا جود

قیامت میں ہر ایک اپنی طرفداری کرے گا۔-----"

۳۸۲۔-----نعمتیں اور اہل مکہ کی ناشکری

۳۸۳۔-----حلال و طیب کھاؤ

۳۸۴۔-----محرمات سے بچو جو یہ ہیں

۳۸۵۔-----خود تحریمات مت ایجاد کرو

"-----فصح ترین جملہ

"-----یہود پر تحریم مزا کے طور پر تھی

۳۸۶۔-----نادانی اور کفارہ بشرط اصلاح معاف ہے

"-----ابراہیم علیہ السلام عظیم مقتداء تھے وہ مشرک نہ تھے

۳۸۷۔-----سب ملّتِ ابراہیمی میں نہیں

۳۸۸۔-----طریق دعوت حکمت و مواعظت

۳۸۹۔-----برابر کا بدلہ جائز

"-----تقلین صبر

۳۹۰۔-----متقی اللہ کی معیت میں

"-----واقعہ اسراء

١٥

سُورَةُ الْاِنشِرَاقِ ١٤

قول جمہور ۳۹۲

۳۹۴ ----- موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا تذکرہ
 ۳۹۵ ----- سرکشی بنی اسرائیل
 " ----- سرکشی اول سزا
 ۳۹۶ ----- دوبارہ درستی
 " ----- دوسرا موقع سزا
 ۳۹۷ ----- غنچائش توبہ
 " ----- قرآنی دوست و راہنما
 " ----- ردِ اعتزال
 ۳۹۸ ----- انسان بد دعا میں جلد باز ہے

۳۶۱۔ ازواج اور عظیم نعمت

۳۶۲۔ اللہ بے مثل ہے

" مخلوق کو اللہ کا شریک بنانے کی پہلی مثال

دوسری مثال اللہ نعمتوں کے فیضان والا اور دوسروں کے پاس کچھ بھی نہیں

۳۶۳۔ اللہ قیامت کے علم والا اور ایک لمحہ میں لانے کی قدرت

والا

۳۶۴۔ نمونہ ہائے قدرت آیت نمبر ۸ تک

۳۶۵۔ ان انعامات کو دیکھ کر تو منعم حقیقی کو پہچانا چاہئے

۳۶۷۔ قیامت کے مناظر

۳۶۸۔ دو عذابوں کا حقدار

۳۶۹۔ چوتھا منظر

۳۷۰۔ قرآنی تبیان ہے

" جامع ترین آیت

۳۷۱۔ عہد پورا کرو

۳۷۲۔ عہد کو کچے دھاگے کی طرح مت خیال کرو

" قسم کو فساد کا ذریعہ مت بناؤ

۳۷۳۔ دنیا کے بدلے قسم فروخت نہ کرو

۳۷۴۔ حیات طیبہ کیا ہے؟

۳۷۵۔ قراءت سے قبل تعوذ

۳۷۶۔ نسخ ہماری حکمت سے ہے

۳۷۷۔ قرآن لانے والے جبریل علیہ السلام ہیں

" کفار کا الزام اور اس کا جواب

۳۷۸۔ دوسرا جواب

" چار تراکیب

۳۷۹۔ صورتِ اکراہ

" واقعہ عمار و یاسر رضی اللہ عنہما

۳۸۰۔ کافر یقیناً نقصان میں ہیں

" ایمان والوں کی سرخروئی

۳۸۱۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ----- ۳۹۸
 کفار مکہ کو خطاب -----
 باوجود نصیحت میں تو کی نہیں مگر اوہ نفرت میں اضافہ ہے ----- ۳۹۹
 اور معبود ہوتے تو کبھی مل کر غلبے کی کوشش کرتے -----
 معلوم ہوا وہ ایک ہی سجان ہے ----- ۴۰۰
 قرآن اور منکروں کے درمیان پردے پڑے ہیں ----- ۴۰۱
 ان کے دلوں پر بھی پردے -----
 قرآن استہزاء وغیرہ اغراض کے لئے سنتے ہیں پھر قرآن کو سحر
 ہیں ----- ۴۰۲
 استبعاد قیامت کے لئے کفار کا قول -----
 کفار کا جواب -----
 قیامت اپنا وجود خود منوائے گی -----
 اچھی بات کئے جاؤ ----- ۴۰۳
 جس کی قسمت میں ایمان مل جائے گا -----
 اللہ تمام کائنات کی اہلیت سے واقف ہے، نمونہ اہلیت ----- ۴۰۴
 جن کو تم پکارتے ہو وہ خود اللہ کا قرب ڈھونڈتے ہیں ----- ۴۰۵
 قیامت بستیوں کو فنا کر دے گی -----
 مطلوبہ نشانی کیوں نہیں؟ کا جواب ----- ۴۰۶
 الروایہ سے مراد ----- ۴۰۷
 شجرہ ملعونہ زقوم کا درخت ----- ۴۰۸
 واقعہ آدم علیہ السلام والیس ----- ۴۰۹
 استغفر از کا مطلب ----- ۴۱۰
 شراکت اموال -----
 اعلان باری تعالیٰ ----- ۴۱۱
 سمندروں میں جہاد چلانے والا وہی تو ہے پھر اس کی پکڑ سے کیسے
 بچ سکتے ہو ----- ۴۱۲
 بنی آدم کو عزت دی ----- ۴۱۳
 قیامت کا ایک منظر ----- ۴۱۴
 دنیا میں کفر آخرت کا اندھا پن -----

قدرت کی دونشیاں ----- ۳۹۸
 ہر انسان اپنا عمل ساتھ لئے پھرتا ہے جو قیامت کو ظاہر ہوگا -----
 ہدایت کے اپنے فائدے ----- ۳۹۹
 ہلاکت تکمیل حجت کے بعد ہے -----
 پہلوں سے عبرت پکڑو -----
 دنیا چاہنے والے کو دینا ----- ۴۰۰
 آخرت کے لئے مؤمن کی محنت قابل قدر ہے ----- ۴۰۱
 قول بعض سلف -----
 عطیہ رزق ہر ایک کو -----
 دنیا میں درجے ہم نے دیئے -----
 آخرت پھر آخرت ہے -----
 اللہ کے ساتھ اور معبود مت بناؤ یہ اللہ کا فیصلہ ہے ----- ۴۰۲
 والدین کے ساتھ حسن سلوک -----
 عندک کا فائدہ ----- ۴۰۳
 قرابت دار کا حق ----- ۴۰۴
 تبذیر کی ممانعت -----
 بخل و اسراف کی ممانعت ----- ۴۰۵
 رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے -----
 قتل اولاد کی ممانعت ----- ۴۰۶
 زنا کے قریب مت جاؤ ----- ۴۰۷
 قتل مت کرو -----
 قصاص میں برابری -----
 یتیم کا مال مت کھاؤ -----
 ماپ تول پورا کرو ----- ۴۰۸
 جھوٹی گواہی مت دو -----
 اکڑ کر مت چل ----- ۴۰۹
 شرک سے اکڑ تک تمام ناپسندیدہ کام ہیں -----
 اعتراض ----- ۴۱۰
 شرک کی بار بار مذمت -----

وقت موعود تک رحمت سے بچے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔"

۳۸۵۔۔۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ

۳۸۶۔۔۔۔۔ مجمع البحرین میں پہنچنا

۳۸۷۔۔۔۔۔ مچھلی غائب

"۔۔۔۔۔ مقام کی علامت سے نشاندہی

"۔۔۔۔۔ ہماری تلاش

۳۸۹۔۔۔۔۔ جس چیز کا علم نہ ہو اس پر جماؤ نہیں

"۔۔۔۔۔ اقرا اے موسویٰ

"۔۔۔۔۔ شرط خضریٰ

۳۹۰۔۔۔۔۔ سفر پر روانگی

۳۹۱۔۔۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام کا سوال



۴۹۲-----خضر علیہ السلام کی یاد دہانی
 "-----یہ بھولی ہوئی اس پر مؤاخذہ نہ ہوگا
 "-----موسیٰ تو نے انوکھا کام کر دیا
 "-----خضر کی یاد دہانی
 "-----موسیٰ علیہ السلام اگر اب اعتراض کروں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا
 "-----تیسرا سفر
 "-----ان سے کھانا طلب کیا
 ۴۹۳-----موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ اس پر مزدوری لیتے
 "-----خضر تیری میری جدائی ہے
 ۴۹۴-----تینوں معاملات کی حقیقت کا انکشاف
 ۴۹۶-----یہ میں نے اپنے اختیار سے نہیں کئے، کرائے گئے ہیں
 ۴۹۷-----ذوالقرنین کا واقعہ
 ۴۹۸-----پہلا سفر مغربی جانب اور اس کے احوال
 ۴۹۹-----دوسرا سفر مشرقی جانب اور اس کے احوال
 ۵۰۱-----تیسرا سفر بجانب شمال اور اس کے احوال
 ۵۰۲-----تذکرہ ماجوج ماجوج

غار میں تین سو نو سال قیام ----- ۴۶۵
حقیقی مدت کا علم اللہ کے پاس ہے -----
کفار کا جواب ----- ۴۶۶
غیر مسلموں کا مقام -----
قبول حق میں اختیار البتہ کافر کا انجام برا اور مؤمن کا بہت خوب
ہے ----- ۴۶۸
اچھے برے انجام کی مثال دو بھائیوں کا واقعہ ----- ۴۷۰
امیر کا قول ----- ۴۷۲
انکار قیامت -----
دوسرے کا جواب -----
قرأت و نحو ----- ۴۷۳
مجھے باغِ جنت ملے گا -----
تیرا باغ تباہ ہوگا -----
نتیجہ کفر و شرک میں تباہی ----- ۴۷۵
اصل مدد کا اختیار اللہ کو -----
بے ثباتی دنیا کی مثال ----- ۴۷۷
مال و اولاد قبر کا زادِ راہ نہیں بلکہ نیک عمل ہیں ----- ۴۷۸
قیامت کا منظر -----
پیشی بارگاہ -----
تامہ عمل کا کھلنا ----- ۴۷۹
سجدہ ملائکہ اور سرکشی شیطان ----- ۴۸۰
سب کو دوست مت بناؤ -----
مجرم کو آگ کا یقین ہو جائے گا ----- ۴۸۱
قرآن کے مضامین عمدہ ہیں ----- ۴۸۳
مگر ایمان سے رکاوٹ یہ ہے کہ وہ پہلے لوگوں کی طرح منتظر
عذاب ہیں -----
رسول تو صرف مبشر و منذر ہیں -----
کافر حق کو مٹانے کے لئے ان سے ناحق جھگڑتے ہیں -----
قرآن سے نصیحت کی جاتی ہے مگر یہ منہ موڑنے والے ہیں ----- ۴۸۴

۵۲۵	یوم حسرت
۵۲۶	ابراہیم علیہ السلام کی والد کے ساتھ گفتگو
۵۲۹	ابراہیم علیہ السلام کا ملاطفت سے 'پر جواب
"	انعامات الہیہ
۵۳۰	تذکرہ موسیٰ علیہ السلام
۵۳۱	اسماعیل علیہ السلام کی صفات کا تذکرہ
۵۳۲	ایک تحقیق
"	مراد رفع
۵۳۳	اعلیٰ جماعت کا ذکر
۵۳۴	نالائق لوگ
۵۳۵	تاہین کیلئے خصوصی انعام
۵۳۶	اعمال کی میراث
۵۳۸	منکرین بعثت کو جواب
۵۳۹	بڑے سرکش
"	خلیل علیہ السلام کا قول
۵۴۰	جہنم پر ورود
"	حضرت حسن علیہ السلام و قتادہ علیہ السلام کا قول
"	مجاہد کا قول
۵۴۲	مشرکین کا فقر و صحابہ علیہم السلام کو استہزاء
"	استدراج اور اس کا طریقہ
۵۴۳	کافروں کے بڑے بول کا جواب
۵۴۵	معبودین کی بیزاری
۵۴۷	متقین کا اعزاز اور مجرمین کی ذلت
۵۴۸	ایک روایت
"	اللہ تعالیٰ کا بیٹا ماننا بدترین حرکت ہے
۵۴۹	سب رحمٰن کے عاجز بندے
۵۵۰	رحمٰن کی حجت
۵۵۱	تحویف کفار

۵۰۳	مرحلہ قیامت کی ابتداء
"	جہنم سامنے
۵۰۵	بندوں کو کارساز بنانے والے کافر ہیں
۵۰۶	سب سے زیادہ گھائے والے کافر ہیں
"	مؤمن اور فردوس کی ضیافت
۵۰۷	علم الہی کی انتہاء نہیں
	میں بشر رسول ہوں میرا معبود اللہ ہے جو اللہ کی بارگاہ میں حاضری
"	چاہے وہ شرک نہ کرے

سورۃ مہم (۱۹)

۵۰۹	حضرت زکریا علیہ السلام کی بڑھاپے میں دُعا
۵۱۰	ہڈیوں کے تذکرہ کی وجہ
۵۱۱	میں کبھی نامراد نہ ہوا
۵۱۲	وارث علم کی طلب
۵۱۳	وراثت نبوت
"	ایک بے مثال لڑکا
۵۱۴	یکجی علیہ السلام کی صفات
"	پردانہ سلامتی
۵۱۵	حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ
۵۱۶	حضرت جبریل علیہ السلام کی گفتگو
۵۱۷	حمل مریم کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول
۵۱۸	تسلٰی جبریل علیہ السلام
۵۱۹	ندی کا جاری ہونا
"	ہدایات
۵۲۱	اشارہ مریم
"	معجزانہ خطاب عیسیٰ علیہ السلام
۵۲۳	احزاب کا مراد
۵۲۴	جمہور کی رائے
"	قول قتادہ علیہ السلام

سُورَةُ طه

- موسیٰ علیہ السلام کی واپسی اور ان کی فہمائش ----- ۵۸۶
- سامری کی شرارت ----- ۵۸۸
- ہارون علیہ السلام سے باز پرس ----- ۵۸۹
- ہارون علیہ السلام حقیقی بھائی تھے ----- ۵۹۰
- سامری سے باز پرس ----- ۵۹۱
- سامری کے معبود کا حشر ----- ۵۹۲
- قرآن سے منہ موڑنے والے کا حکم ----- ۵۹۳
- قیامت کا ایک منظر ----- ۵۹۴
- بہار کے متعلق سوال و جواب ----- ۵۹۵
- قصہ آدم علیہ السلام و ملائکہ و ابلیس ----- ۵۹۶
- عصیان کا معنی ----- ۵۹۷
- تنگی کا جینا ----- ۶۰۰
- ابن جبیرؒ کا قول ----- ۶۰۱
- دین سے اندھا پن آخرت کا اندھا پن ----- ۶۰۲
- صبر و نماز کی تلقین ----- ۶۰۳
- ٹھاٹھ بانٹھ کو دیکھنے کی ممانعت ----- ۶۰۴
- ماتحتوں کو نماز کا حکم ----- ۶۰۵

پَا لہ : ۱۴

سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ

- قرب قیامت اور لوگوں کی غفلت ----- ۶۰۶
- معجزے کو جادو کہا ----- ۶۰۸
- قرآن کو پریشان خیال کہنا ----- ۶۰۹
- مطالباتی معجزات والے مانا نہیں کرتے ----- ۶۱۰
- اعتراض بشریت کی تردید ----- ۶۱۱
- قرآن مانتے ہیں تمہاری عظمت ----- ۶۱۲
- مشاہدہ عذاب کے وقت رات ----- ۶۱۳
- استعارہ لطیفہ ----- ۶۱۴

- قرآن مشقت کے لئے نہیں اتارا ----- ۵۵۲
- استواء کے متعلق قول علیؑ ----- ۵۵۳
- کفار کے تقویٰ کی تردید ----- ۵۵۴
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ ----- ۵۵۶
- واقعہ طور اور نبوت کا ملنا ----- ۵۵۷
- اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر ان کا جواب مرحمت فرمایا ----- ۵۶۲
- ولادت کے وقت احسانات کا تذکرہ ----- ۵۶۳
- قبطی کا قتل اور پھر مدین جانا ----- ۵۶۵
- دو بنیادی مطالبات اور ان کے پیش کرنے کا طریقہ ----- ۵۶۸
- قرآن میں ارجی آیت ----- ۵۶۹
- فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا آغاز ----- ۵۷۰
- دلائل توحید ----- ۵۷۱
- سہولیات انسانی اور زمین ----- ۵۷۲
- نشانات ----- ۵۷۳
- فرعون کا خوف اور جادو گروں کے مقابلہ کی تیاری ----- ۵۷۴
- یوم زینت کی مراد ----- ۵۷۵
- جادو گروں کا اختلاف اور مشورہ ----- ۵۷۶
- ان کے سوانگ کو نگل جائے گا ----- ۵۷۷
- اخفش کا قول ----- ۵۷۸
- ساحروں کے ایمان پر فرعونی تقریر ----- ۵۷۹
- ساحروں کا جواب ----- ۵۸۰
- شریعت سے ناواقفی بد بختی ہے ----- ۵۸۱
- موسیٰ علیہ السلام کورات کو نکلنے کا حکم ----- ۵۸۲
- غرق فرعون ----- ۵۸۳
- ہلاکت فرعون کے بعد والے انعامات ----- ۵۸۴
- ستر افراد کے ساتھ طور ----- ۵۸۵
- آزمائش بنی اسرائیل ----- ۵۸۶

تذکرہ سلیمان اور داؤد کی ایک کھیتی کا فیصلہ	اللہ مالک اور کائنات اس کی ملوک ہے
۶۳۱- شریعت محمدیہ	۶۱۶- توبخ مشرکین
۶۳۲- قول مجاہد <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۶۱۷- دلیل تبالغ
۶۳۳- پہاڑوں اور پرند کی تسبیح	۶۱۸- ام کو مزید افادہ کے لئے لائے
۶۳۴- تسخیر ریح اور تسخیر شیطین	۶۱۹- رقی کا معنی اور مطلب
۶۳۵- واقعہ ایوب <small>علیہ السلام</small>	۶۲۰- قول اول
۶۳۶- قبولیت دعا	۶۲۱- دوسرا قول
۶۳۷- تذکرہ اسماعیل <small>علیہ السلام</small> و ادريس <small>علیہ السلام</small>	۶۲۲- تیسرا قول
۶۳۸- مچھلی والا پیغمبر	۶۲۳- ہر جاندار پانی سے
۶۳۹- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما	۶۲۴- راستوں کی کیفیت
۶۴۰- وقت مصیبت کی دعا	۶۲۵- خمیر میں جلد بازی
۶۴۱- ایک اور قول یہ ہے	۶۲۶- دلائل قدرت
۶۴۲- زکریا <small>علیہ السلام</small> کا تذکرہ	۶۲۷- جو اپنی مدد کی قدرت نہیں رکھتا وہ تمہاری کیا کرے گا
۶۴۳- تذکرہ مریم <small>علیہا السلام</small>	۶۲۸- طویل مہلت
۶۴۴- واپس لوٹنا ممکن	۶۲۹- فائدہ عجیبہ
۶۴۵- تذکرہ یاجوج ماجوج	۶۳۰- میزان عدل رکھنا
۶۴۶- قیامت اور اس کا منظر	۶۳۱- صفات تورات
۶۴۷- اطاعت والے جہنم سے محفوظ	۶۳۲- ایک قول
۶۴۸- آسمان کا لپٹنا	۶۳۳- قرآن خیر کثیر کا جامع
۶۴۹- دوسرا قول	۶۳۴- ابراہیم <small>علیہ السلام</small> اور ان کی قوم
۶۵۰- جنت ایمان والوں کو	۶۳۵- یہ حقیقت یا تفریح
۶۵۱- رسول رحمت	۶۳۶- بتوں کا شر
۶۵۲- طلب فیصلہ	۶۳۷- قومی فیصلہ
	۶۳۸- ایک قول
	۶۳۹- آگ کو حکم
	۶۴۰- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
	۶۴۱- قوم کی ناکامی اور ابراہیم <small>علیہ السلام</small> کی کامیاب ہجرت
	۶۴۲- واقعہ نوح <small>علیہ السلام</small>
	۶۴۳- ری قوم کی ہلاکت

سُورَةُ الْحَجِّ (۲۲)

۶۵۷- قیامت کی ہولناکی
۶۵۸- ایک قول
۶۵۹- بنو مصطلق
۶۶۰- شیطان کے متعلق فیصلہ

- ۶۸۸----- طعن کے لئے دوڑ دھوپ
۶۹۰----- تمنی قراءت کے معنی میں ہے
۶۹۱----- کفار کی ضد بازی
۶۹۲----- بلا مثال پیدا کرنے والا بلا ملال دے گا
۶۹۳----- نمونہ ہائے قدرت
۶۹۶----- قدرت کے مزید نمونے
۶۹۷----- قول امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ
۶۹۷----- ہر امت کی ایک شریعت
۶۹۹----- تلاوت پر کفار کا غصہ
۷۰۰----- معبودان باطلہ کی تحقیر
۷۰۱----- عاجز عزیز کا مقابل کیسے
۷۰۲----- اصطفاۓ الہی
۷۰۳----- اصول کامیابی

پارہ ۱۸:

سورۃ المؤمنین (۲۳)

- ۷۰۵----- ایمان والوں کی متوقع بشارت
۷۰۶----- شرع میں ایمان
۷۰۷----- اضافتِ صلاۃ
۷۰۷----- مفسر کی رائے
۷۰۸----- وجہ اعادۃ صلاۃ
۷۰۸----- قطرب کا قول یہ ہے
۷۰۹----- تخلیق آدم علیہ السلام
۷۰۹----- نسل کے مراحل تخلیق
۷۱۰----- قول احناف
۷۱۰----- ایک قول
۷۱۰----- دوسرا قول
۷۱۱----- آسمانی مہد کے تخلیقی نمونے
- ۶۶۰----- منکرینِ بعث کے خلاف دلیل
۶۶۲----- بعض مجادلین
۶۶۳----- دین میں مضطرب لوگ
۶۶۳----- کافر حماد کا عابد
۶۶۵----- کفار کا غصہ بے فائدہ ہے
۶۶۶----- حقیقی فیصلہ قیامت کو
۶۶۷----- ایک قول
۶۶۷----- دوسرا قول
۶۶۷----- ردِ معتزلہ
۶۶۸----- کفار کا حال
۶۶۸----- قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۶۷۰----- ایمان والوں کا حال
۶۷۱----- مراد مسجد حرام
۶۷۲----- تذکرہ ابراہیم علیہ السلام اور شعائر اللہ کا تذکرہ
۶۷۳----- منافع حج
۶۷۴----- افاضہ عرفات
۶۷۵----- بیت اللہ العتیق
۶۷۶----- اول احرام
۶۷۶----- دوسرا وقوف عرفات
۶۷۷----- تعظیم حرمت
۶۷۸----- شرک و مشرک کی تشبیہ
۶۷۸----- تشبیہ مفرق
۶۷۹----- ہم نے منک بنایا
۶۷۹----- محبت کون
۶۸۱----- فلسفہ قربانی
۶۸۲----- مدافعت کا وعدہ
۶۸۳----- اجازتِ قتال اور اس کے اسباب
۶۸۴----- مہاجرین کو اقتصادی خوشخبری
۶۸۵----- سابقہ اقوام کے حالات سے عبرت پکڑو

انعامات سے یاد دہانی	۷۱۲	قول مقاتل
پرانی اثر پر قائم	۷۳۳	وجہ تخصیص
اعتراض و دلائل	۷۳۵	چوپاؤں کا تذکرہ
دوسرا قول	۷۳۶	حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ
اللہ اولاد سے پاک ہے	۷۳۷	قوم کے بڑے
الموں کو عذاب دیتے وقت اپنے میں رکھنا	۷۳۸	کشتی سامنے بنانے کا مطلب
درگزر و احسان سے کام لیں	۷۳۹	کشتی
قیامت کے وقت حسرت و ندامت کا کلمہ	۷۴۰	قوم عاد و ثمود کا تذکرہ
قول قتادہ رحمہ اللہ	۷۴۱	واؤ کو مقدم کرنے کی وجہ
نفخ صور اور قیامت کا منظر	۷۴۲	نبی بھی تمہاری مثل بشر ہیں
ایک حل	۷۴۳	کفار کی حمایت
خسارے والوں کا ذکر اور انکار اعتراف	۷۴۴	کفار کا استبعاد قیامت
اہل تاویل کا قول	۷۴۵	وجہ عجیبہ
آخری کلام	۷۴۶	پیغمبر پر دروغ گوئی کا الزام
نیکوں سے تمسخر کا نتیجہ	۷۴۷	جہنم کے ہلاکت
دنیا کی قلیل مدت	۷۴۸	دیگر اقوام اور رسولوں کی آمد
اپنے کو بیکار سمجھنا	۷۴۹	وجہ اضافت
وہ جس کی مملکت کو زوال نہیں	۷۵۰	ہلاکت میں نمبر لگا دیا
باطل کی سرے سے دلیل ہی نہیں	۷۵۱	بعثت موسیٰ و ہارون علیہما السلام
آغاز و انتہائے سورت	۷۵۲	مریم اور ابن مریم علیہما السلام کا تذکرہ اور ان کا ٹھکانہ
انجام بد سے بچانے کے لئے رحمت و مغفرت کا سوال	۷۵۳	ہر رسول کو خطاب
	۷۵۴	لوگوں کا کتابوں سے سلوک
	۷۵۵	استدلال آیت
	۷۵۶	اولیاء کی صفات کا دوبارہ تذکرہ
	۷۵۷	کفار و مشرک غفلت
	۷۵۸	کفار کا انکار چہ معنی دارد وہ ذاتی غیرت کی وجہ سے نہیں
	۷۵۹	مانتے
	۷۶۰	کفار کی ضد کا حال
	۷۶۱	قسط سے پکڑ
	۷۶۲	
	۷۶۳	

سُورَةُ النَّبَاِ (۳۳)

زانی کی سزا	۷۶۴
شرائط احسان	۷۶۵
سزا کے وقت لوگوں کی موجودگی	۷۶۶
شفاعت میں اضافہ کے لئے قرین مشرک بنانا	۷۶۷
تحریم کا معنی	۷۶۸
تہمت لگانے والوں کا حکم	۷۶۹

- ۷۷۵۔۔۔۔۔ ایک محسوس مثال
- ۷۷۶۔۔۔۔۔ فی بیوت کا تعلق مشکاة سے ہے
- ۷۷۷۔۔۔۔۔ صالحین کی صفات کا تذکرہ
- ۷۷۸۔۔۔۔۔ کفار کے اعمال کی دو مثالیں
- ۷۷۹۔۔۔۔۔ حاصل آیت
- ۷۸۰۔۔۔۔۔ قول زجاج رحمہ اللہ
- ۷۸۲۔۔۔۔۔ آیات کا ربط
- ۷۸۳۔۔۔۔۔ داپہ کی مراد
- ۷۸۴۔۔۔۔۔ طریق استدلال
- ۷۸۵۔۔۔۔۔ قول بعض علماء
- ۷۸۶۔۔۔۔۔ پیٹ پر چلنے والے جاندار
- ۷۸۷۔۔۔۔۔ ترتیب عجیب
- ۷۸۸۔۔۔۔۔ تین گروہ
- ۷۸۹۔۔۔۔۔ اعراض کی تین وجوہ
- ۷۹۰۔۔۔۔۔ منافقین کا طرز عمل
- ۷۹۱۔۔۔۔۔ انکی طاعت سے اعراض پر آپ کا کچھ نقصان نہ ہوگا
- ۷۹۲۔۔۔۔۔ آپ کی ذمہ داری پہنچا دینا ہے
- ۷۹۳۔۔۔۔۔ آیت تمکین فی الارض
- ۷۹۴۔۔۔۔۔ منکر بن نعمت خلافت کو فاسق کہا
- ۷۹۵۔۔۔۔۔ واضح استدلال
- ۷۹۶۔۔۔۔۔ تین آیات کے درجات
- ۷۹۷۔۔۔۔۔ عدم استیذان کی علت
- ۷۹۸۔۔۔۔۔ حکم بلوغت
- ۷۹۹۔۔۔۔۔ تین اوقات کے علاوہ بچوں کا بلا اجازت داخلہ
- ۸۰۰۔۔۔۔۔ تبرج کی حقیقت
- ۸۰۱۔۔۔۔۔ معذورین کا حکم
- ۸۰۲۔۔۔۔۔ بلا تکلف کھانے کے مقامات
- ۸۰۳۔۔۔۔۔ عظیم جنایت
- ۸۰۴۔۔۔۔۔ مجلس کے استیذان کے ساتھ جانا

- ۷۷۵۔۔۔۔۔ شروط احسان القذف
- ۷۷۶۔۔۔۔۔ بیوی پر تہمت کا حکم لعان
- ۷۷۷۔۔۔۔۔ وجہ تخصیص
- ۷۷۸۔۔۔۔۔ الاصل
- ۷۷۹۔۔۔۔۔ واقعہ افک
- ۷۸۰۔۔۔۔۔ مقولہ عمر رضی اللہ عنہ
- ۷۸۱۔۔۔۔۔ حسن ادب
- ۷۸۲۔۔۔۔۔ فائدہ تقدیم ظرف
- ۷۸۳۔۔۔۔۔ تعجب فی التبیح کا مطلب
- ۷۸۴۔۔۔۔۔ برائی کی اشاعت کرنے والوں کی سزا
- ۷۸۵۔۔۔۔۔ فضل کے مستحقین پر احسان میں کمی نہ کریں
- ۷۸۶۔۔۔۔۔ پاکدامن پر تہمت لگانے والے ملعون ہیں
- ۷۸۷۔۔۔۔۔ معاملہ افک
- ۷۸۸۔۔۔۔۔ براءت عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن سے
- ۷۸۹۔۔۔۔۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
- ۷۹۰۔۔۔۔۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی توفیقات
- ۷۹۱۔۔۔۔۔ گھروں میں داخلے کے احکامات
- ۷۹۲۔۔۔۔۔ غیر رہائشی مکانات کا حکم
- ۷۹۳۔۔۔۔۔ غصہ بصر کا حکم
- ۷۹۴۔۔۔۔۔ غصہ بصر کا حکم عورتوں کو
- ۷۹۵۔۔۔۔۔ اظہار زینت کی ممانعت
- ۷۹۶۔۔۔۔۔ ایک قول
- ۷۹۷۔۔۔۔۔ رائیوں کے نکاح کا حکم
- ۷۹۸۔۔۔۔۔ نکاح کی توفیق نہ ہو تو پاکدامنی کو تھامے رکھیں
- ۷۹۹۔۔۔۔۔ اوامر کی عجیب ترتیب
- ۸۰۰۔۔۔۔۔ غلاموں کی اقسام
- ۸۰۱۔۔۔۔۔ اول کی مثال
- ۸۰۲۔۔۔۔۔ وقتی سبب بتا کر ڈانٹ پلائی
- ۸۰۳۔۔۔۔۔ نور ایمان یا نور وجود

- ظالم کا افسوس ----- " ۸۱۶
- شیطان کی گمراہی ----- " ۸۱۷
- شکایت رسول ----- " ۸۱۸
- قرآن اکٹھا کیوں نہ اُترا ----- " ۸۱۹
- حشر کی تین قسمیں ----- " ۸۲۰
- موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی فرعون کی طرف بعثت ----- " ۸۲۱
- تکذیب کی وجہ سے فرعونوں کو ہلاک کر دیا ----- " ۸۲۲
- قوم نوح اور دیگر ہلاک شدہ اقوام کی طرف اشارہ ----- " ۸۲۳
- استہزائے کفار ----- " ۸۲۴
- یہ خواہشات کے پجاری ہیں ----- " ۸۲۵
- تفصیل اعراض ----- " ۸۲۶
- سورج سے سایہ کی پہچان ----- " ۸۲۷
- نیند و بیداری موت و حیات کے مشابہ ہے ----- " ۸۲۸
- ماء طہور کا ذکر ----- " ۸۲۹
- تقدیم ارض کی وجہ ----- " ۸۳۰
- بارش کو پھیرنے کا معنی ----- " ۸۳۱
- ہر بستی کی بجائے ساری کائنات میں ایک ہی منذر بھیج دیا ----- " ۸۳۲
- جامع مجاہدہ اور جامع رسول ----- " ۸۳۳
- قدرت کا عجیب نظارہ ----- " ۸۳۴
- انسانوں کی دو قسمیں ----- " ۸۳۵
- تبلیغ پر اجرت نہیں مانگتا ----- " ۸۳۶
- اجرت کے استثناء کی مثال ----- " ۸۳۷
- رحمن کی صفت کا تذکرہ ----- " ۸۳۸
- آسمان میں برج بنائے ----- " ۸۳۹
- بروج کی وجہ تسمیہ ----- " ۸۴۰
- رات دن کا انعام ----- " ۸۴۱
- رحمن کے بندوں کی صفات ----- " ۸۴۲
- عدم مشارکت ----- " ۸۴۳
- جہنم بدترین قرار گاہ ----- " ۸۴۴

- آپ کا نام عظمت لو ----- " ۸۴۵
- مالک عالم الغیب وہی ہے اس سے کسی کی جہالت کیسے چھپ سکتی ہے ----- " ۸۴۶
- خطاب و غیبت ----- " ۸۴۷

سُورَةُ الْفُرْقَانِ ﴿٢٥﴾

- تبارک اور فرقان کا معنی ----- " ۸۴۸
- ہر چیز کا ایک موجد ----- " ۸۴۹
- عاجز بندوں کو اس کی ذات پر ترجیح دی ----- " ۸۵۰
- کفار نے قرآن کو مفتری کہا ----- " ۸۵۱
- بے سند باتیں قرار دیا ----- " ۸۵۲
- اس کو کائنات کے راز دان نے اُتارا ----- " ۸۵۳
- رسالت پر اعتراض ----- " ۸۵۴
- اجمال جواب ----- " ۸۵۵
- مال والے اعتراض کا جواب ----- " ۸۵۶
- اصل قیامت کو جھٹلایا ہے ----- " ۸۵۷
- مناظر قیامت ----- " ۸۵۸
- اندازِ توبیخ ----- " ۸۵۹
- یہ سوال تذلیل کیلئے ہوگا ----- " ۸۶۰
- غیبت سے مخاطب ----- " ۸۶۱
- رسالت پر اعتراض کا جواب ----- " ۸۶۲
- دلاسہ رسول ----- " ۸۶۳

پَاۡلِیٰ : ﴿١٩﴾

- ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے ----- " ۸۶۴
- جب فرشتے سامنے آئیں گے تو وہ ان کے غم کا دن ہوگا ----- " ۸۶۵
- بادشاہ کی مخالفت کی تمثیل ----- " ۸۶۶
- قیامت کا ایک منظر ----- " ۸۶۷
- کفار کی حسرت و غیظ ----- " ۸۶۸

- ۸۵۲۔ سرداروں کا فتویٰ
 "جادوگر کے مقابلے میں
 ۸۵۳۔ سحر کے اثرات
 ۸۵۴۔ اژدھاسب کچھ نکل گیا
 ۸۵۵۔ فرعون کی دھمکی اور ساحروں کا مؤمنانہ جواب
 ۸۵۶۔ بنی اسرائیل کو رات نکلنے کا حکم
 ۸۵۷۔ فرعون کا شدید غم و غصہ
 ۸۵۸۔ فرعون کا تعاقب
 ۸۵۹۔ بنی اسرائیل کا لشکر سمندر کے درمیان
 ۸۶۰۔ ہلاکت فرعون
 ۸۶۱۔ فائدہ عظیمہ
 ۸۶۲۔ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ
 ۸۶۳۔ قوم اور والد کے ساتھ پیش آنے والے حالات
 ۸۶۴۔ تعبیر کی خوبصورتی
 ۸۶۵۔ تسم اور فاء کا فرق
 ۸۶۶۔ دعائے ابراہیم علیہ السلام
 ۸۶۷۔ قلب سلیم
 ۸۶۸۔ حسن ترتیب
 ۸۶۹۔ متقین کا انجام
 ۸۷۰۔ غاوین کا تذکرہ
 ۸۷۱۔ اعتراف جرم
 ۸۷۲۔ حکیم کا قول
 ۸۷۳۔ تذکرہ نوح علیہ السلام
 ۸۷۴۔ علت اول
 ۸۷۵۔ علت دوم
 ۸۷۶۔ ایک قول یہ ہے
 ۸۷۷۔ مؤمنوں کو نکالنے کا مطالبہ
 ۸۷۸۔ طلب فیصلہ
 ۸۷۹۔ غرقابی قوم نوح علیہ السلام

- ۸۳۵۔ اسراف کی تعریف
 ۸۳۶۔ قوام جو غفوقصیر کے مابین ہو
 ۸۳۷۔ حق سے قتل پانچ قسم
 ۸۳۸۔ تائبین کی صفات
 ۸۳۹۔ آنکھوں کی ٹھنڈک اولاد
 ۸۴۰۔ دین میں مقتدا
 ۸۴۱۔ صلہ آخرت
 ۸۴۲۔ اگر تمہیں اسلام کی طرف دعوت دینا نہ ہوتا
 ۸۴۳۔ قول ضحاک

سُورَةُ الشُّعَرَاءِ ۲۶

- ۸۴۴۔ ان کے ایمان لانے پر اپنے کونہ کوئیں
 ۸۴۵۔ ان کا اعراض بڑھ گیا عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا
 ۸۴۶۔ کمال قدرت
 ۸۴۷۔ خطرہ تکذیب
 ۸۴۸۔ دعویٰ گناہ کو گناہ کہا
 ۸۴۹۔ تسلی باری تعالیٰ
 ۸۵۰۔ استعمال استماع
 ۸۵۱۔ گویا دونوں ایک رسول تھے
 ۸۵۲۔ تربیت کا احسان
 ۸۵۳۔ جواب موسیٰ علیہ السلام
 ۸۵۴۔ تمام وزرائے فرعون مشورہ قتل میں شریک تھے
 ۸۵۵۔ فرعون کا سوال
 ۸۵۶۔ جواب موسیٰ علیہ السلام
 ۸۵۷۔ فرعون کا شیشانا
 ۸۵۸۔ موسیٰ علیہ السلام کی ایک اور دلیل
 ۸۵۹۔ فرعون کی دھمکی
 ۸۶۰۔ ظہور معجزہ
 ۸۶۱۔ فرعون کی سیاسی چال

عذاب آنے پر طویل عمر کا فائدہ نہ ہوگا	۸۷۱	قوم عاد کا تذکرہ	۸۷۱
چھ تراکیب	۸۸۷	حضرت ہود علیہ السلام کی تقریر	"
اقرب کو خاص کرنے کی وجہ	۸۸۸	قوم کا جواب	۸۷۲
تواضع کی مثال	"	تعمیر و تخریب تو پہلے سے چلتی رہی ہے	"
توکل	۸۸۹	تکذیب اور اس کا نتیجہ	"
خصوصی رحمتیں	"	قوم ثمود کا تذکرہ	۸۷۳
قول مقاتل رحمہ اللہ	"	صالح علیہ السلام کی تقریر	"
عبادت کی مشقت آسان کر دی	۸۹۰	قوم کا جواب	۸۷۴
قول دیگر	۸۹۱	اونٹنی کو حکومت دو	۸۷۵
جدایان کی حکمت	"	حکم کی خلاف ورزی	"
شعراء کے پیروکار گمراہ	"	سزا کا تسلط	"
قول ابوزید	۸۹۲	قوم لوط کا تذکرہ	۸۷۶
اختتام سورت	۸۹۳	قوم کا جواب	۸۷۷
		ان کی حرکت پر شدید نفرت	"
		قوم کی ہلاکت	۸۷۸
مبین کا معنی	۸۹۳	قوم شعیب علیہ السلام	۸۷۹
وجہ تنکیر	۸۹۵	قول خلیل رحمہ اللہ	"
ایک قول	"	قول فیصل	"
ایک قول	"	وعظ شعیب علیہ السلام	۸۸۰
تکرار ضمیر کا فائدہ	"	خیانت کا مرض	"
تمہیدی آیت	۸۹۶	یوم ظہ کا عذاب	۸۸۱
واقعہ موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر واپسی	۸۹۷	سورت ایک بلغ وعظ	۸۸۲
ایک نکتہ	۸۹۸	عربی زبان میں اتارنے کا بیان	۸۸۳
لفظ او کا فائدہ	"	استدلال مفسر	۸۸۴
نرمی برکت	"	نحو و قراءت	"
واضح آیات	۹۰۰	عجمی و اعجمی کا فرق	"
اعتراف نعمت	۹۰۲	عجمی پر اتارنے میں نہ مانتے	۸۸۵
قول علماء	"	قریش انکار پر قائم رہیں گے	"
نمونہ گفتگو	"	بڑا غافل، یحییٰ بن معاذ کا قول	۸۸۶

سُورَةُ النَّازِعَاتِ (۲۷)

- ۹۲۳ قطار کی اصل
 ۹۲۴ شمود کے مقصد
 " قول ابن درید رحمۃ اللہ علیہ
 " قول حسن رحمۃ اللہ علیہ
 ۹۲۵ صالح علیہ السلام کے خلاف سازش قتل
 " قوم کی ہلاکت
 ۹۲۶ مجالس میں بے حیائی
 ۰۹۲۷ ایک قول یہ ہے
 ۹۲۸ عمل نبوت

پارا ۲۰:

- ۹۳۲ فرمان عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
 " ایک قول یہ ہے
 ۹۳۳ حسن بصریؒ کا قول
 ۹۳۵ لطیف نکتہ
 ۹۳۴ ایک قول یہ ہے

سورۃ القصص (۲۸)

- ۹۴۶ وجہ ذبح اطفال
 ۹۴۹ دواہم باتیں
 " بشارتیں
 " ایک روایت ہے
 " روایت میں ہے
 ۹۵۰ قول زجاجؒ
 " صاحب کشافؒ کا قول
 ۹۵۱ ایک قول یہ ہے
 " قول دیگر
 ۹۵۲ روایت میں ہے
 ۹۵۳ قول زجاجؒ

- ۹۰۳ لشکر سلیمان علیہ السلام
 ۹۰۴ چیونٹی کا واقعہ
 ۹۰۵ دعائے سلیمانی
 " واقعہ ہدہد
 ۹۰۶ ایک تذکرہ
 ۹۰۷ ایک اشکال
 " بلقیس کا سلسلہ نسب
 ۹۱۰ ہدایت سے عاری قوم
 ۹۱۱ خط سلیمانی
 " ہدہد کی پیغام رسانی
 " کتاب کریم کا مضمون
 ۹۱۲ ملکہ کی مشاورت
 " مشورہ جنگ
 ۹۱۳ مزاج شاہان
 " ملکہ کی عاقلانہ رائے
 ۹۱۴ ہدہد کی آگاہی کی صورت
 " جواب سلیمان علیہ السلام تم دنیا پر اترانے والے ہو
 ۹۱۵ لغوی نکتہ
 ۹۱۶ اظہار معجزہ
 ۹۱۷ کرامت آصف خیار
 " ایک قول یہ ہے
 ۹۱۸ شکر کا فائدہ
 " بعض کا مقولہ ہے
 " واسطی کا قول ہے
 ۹۱۹ عجیب سوال و جواب
 " ملکہ کا اعتراف
 ۹۲۰ اسے کس چیز نے روکا
 ۹۲۱ قول محققین
 ۹۲۲ قوم شمود کا ذکر

- ۹۸۸ قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ
 ۹۹۱ ایک قول یہ ہے
 " ایک قول یہ ہے
 ۹۹۲ ایک قول یہ ہے
 " قول بہل رحمۃ اللہ علیہ
 ۹۹۳ ایک قول یہ ہے
 " فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم
 ۹۹۶ سیبویہ کا قول
 ۹۹۷ فرمان علی رضی اللہ عنہ
 " فرمان فضیل
 " عمر بن عبدالعزیز
 ۹۹۸ بعض علماء کا قول یہ ہے
 " فضل اللہ العظیم
 ۱۰۰۰ قول مجاہد

سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ (۲۹)

- ۱۰۰۲ روایت ہے
 " علم باری تعالیٰ
 " قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ
 ۱۰۰۳ بعض کا قول
 ۱۰۰۴ قول زجاج
 ۱۰۰۵ روایت میں ہے
 ۱۰۰۸ نوح علیہ السلام
 " وہب
 ۱۰۲۳ قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ

- ۹۵۵ قول ابن جریج
 ۹۵۶ قول ابن عطاء
 ۹۵۹ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 " روایت میں ہے
 ۹۶۰ ترک مفعول
 " شعیب علیہ السلام کا عمل
 " ایک قول یہ ہے
 " ایک احتمال
 ۹۶۲ ایک قول
 " قول ابن مسعود
 ۹۶۳ شرط وعدہ
 " قول مبرد
 ۹۶۵ قول ابن عطاء
 " قول جعفر
 ۹۶۶ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما
 ۹۶۷ تصدیق کا مفہوم
 ۹۷۱ قول ابن عطاء
 ۹۷۵ ایک قول یہ ہے
 " ایک قول یہ ہے
 ۹۷۸ زجاج رحمۃ اللہ علیہ
 " رد معتزلہ
 ۹۸۱ قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 ۹۸۴ ایک قول یہ ہے
 ۹۸۶ اہم تنبیہ
 " ایک اور غلطی کی تردید

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُونَ لَكُمْ

وہ لوگ جو آپ کے پاس عذر پیش کریں گے جب آپ ان کی طرف واپس ہوں گے آپ فرما دیجئے عذر پیش نہ کرو ہم ہرگز تمہاری بات کو سچی نہ مانیں گے۔

قَدْ نَبَأْنَا اللَّهَ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ

اللہ نے تمہاری خبریں ہمیں بتا دی ہیں اور عنقریب اللہ تمہارے عمل کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول بھی۔ پھر تم اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ

إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۹۴ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ

گے جو چھپی ہوئی اور ظاہری باتوں کا جائے والا ہے سو وہ تمہیں ان کاموں سے باخبر فرما دے گا جو تم کیا کرتے تھے وہ عنقریب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں

لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِيُغَرِّضُوا عَنْهُمْ ۝۹۵ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رَجُوسٌ مُمِئِسُونَ

گے جب تم ان کی طرف واپس جاؤ گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو سو آپ ان سے اعراض کریں بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ

جَهَنَّمَ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۹۶ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا

دور ہے۔ ان کو ان کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اگر تم ان سے

عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝۹۷

راضی ہو جاؤ
سو اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا

جھوٹی معذرت والے:

آیت ۹۴: يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ (یہ لوگ آپ کے سامنے پیش کریں گے) اپنے نفوس کیلئے ایک باطنی عذر بناتے ہیں۔ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ (جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے) اس سفر سے قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا (آپ کہہ دیں کہ یہ عذر مت پیش کرو) جھوٹے لَنْ تَوْمِنَ لَكُمْ (ہم ہرگز تم پر اعتماد نہ کریں گے) ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہ کریں گے یہ اعتذار کی ممانعت کی علت ہے کیونکہ عذر کرنے والے کی اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس سلسلہ میں اس کی بات سچی تسلیم کر لی جائے۔ قَدْ نَبَأْنَا اللَّهَ مِنْ أَخْبَارِكُمْ (اللہ تعالیٰ نے تمہاری کچھ خبریں ہمیں بتا دی ہیں) یہ ان کی تصدیق کے قبول نہ کرنے کی علت ہے جب اللہ تعالیٰ ان کے حالات اور ضمائر کے متعلق اپنے رسول کو وحی کرتے ہیں تو مناسب نہیں کہ ان کی معذرتوں میں ان کی تصدیق کی جائے وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ (اور آئندہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے) کیا تم اپنے کفر پر قائم رہتے ہو یا اس سے رجوع کرتے ہو۔ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (پھر تمہیں لوٹایا جائے گا اس ذات کی طرف جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے) تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ ہر ظاہر و باطن کا بینا ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

(پھر وہ تم کو بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے) پس وہ اس کے مطابق تمہیں بدلہ دے گا۔

وہ جان چھڑانے کے لئے قسمیں اٹھائیں لگے تم ان سے اعراض کرو:

آیت ۹۵: سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لَتُعْرِضُوا عَنْهُمْ (ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو) تاکہ تم ان کو چھوڑ دو اور تو بیخ بالکل نہ کرو۔ فَاَعْرِضُوا عَنْهُمْ (پس تم ان سے اعراض کرو) ان کی طلب پوری کر دو۔ اِنَّهُمْ رِجْسٌ (وہ لوگ بالکل گندے ہیں) یہ ترک عتاب کی علت ہے یعنی عتاب ان کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں۔ اور ان کے مناسب نہیں کیونکہ وہ پلیدی ہے جس کی تطہیر کی کوئی صورت نہیں۔ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ (اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے) ان کا انجام جہنم ہے ان کی تو بیخ و عتاب کیلئے جہنم کافی ہے ان کو ڈانٹ ڈپٹ کی تکلیف نہ کرو۔ جَزَاءٌ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (ان کاموں کے بدلے میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے) ان کو ان کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔

اگر تم راضی ہو بھی گئے مگر اللہ راضی نہ ہوگا:

آیت ۹۶: يَحْلِفُونَ لَكُمْ لَتَرْضَوْا عَنْهُمْ (وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ) اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھانے سے ان کا مقصد صرف تمہیں راضی کرنا ہے تاکہ اس سے ان کو دنیوی فائدہ پہنچ جائے۔ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ ایسے شریر لوگوں سے راضی نہ ہوگا) فقط تمہاری رضامندی ان کے لئے کافی نہ ہوگی جبکہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہیں اور وہ جلد ملنے والی یا بدیر آنے والی سزا کی زد میں ہیں۔

مَسْئَلَةٌ: یہ اس لئے فرما دیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ مومنین کی رضامندی میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی نہیں۔ جب ان کا عمل اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے مناسب ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور اس لائق ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر جو احکام نازل فرمائے ہیں ان سے

عَلَى رَسُولِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۹۷ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ

واقف نہ ہوں اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے اور دیہاتیوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنے خرچ کرنے کو تاوان

مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُّ بِكُمُ الدَّوَائِرَ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۹۸

بکھتے ہیں اور تمہارے لئے مصیبتوں کے آنے کے منتظر رہتے ہیں۔ ان پر بری گردش ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا

اور دیہاتیوں میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کی

عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ إِلَّا إِنْهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ

نزدیکی کا اور رسول ﷺ کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ خبردار یہ ان کے لئے نزدیکی کا سبب ہے اللہ عنقریب انہیں اپنی رحمت میں

فِي رَحْمَتِهِ ۹۹ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۱۰۰

داخل فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

دیہاتی کفر و نفاق میں بڑھ کر ہیں:

آیت ۹۷: الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا (دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں) شہریوں کی نسبت کیونکہ ان کی طبیعت میں سختی اور درشتی ہوتی ہے وہ علماء اور علم کی محفل سے دور ہوتے ہیں۔ وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا (اور وہ اسی لائق ہیں کہ وہ نہ جانیں) وہ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ نہ جانیں حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ (ان احکام کو جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے) یعنی احکام و شرائع جو اللہ تعالیٰ نے اتارے اور دین کی حدود۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ان الجفاء والقسوة فی الفدادین۔ سختی اور جفاء ان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے جو کھیتوں اور مویشیوں میں آوازیں بلند کرتے ہیں۔ الفدیہ چیخا اور آواز دینا۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے) ان کے حالات کو حَکِيمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) ان کو مہلت دینے میں حکمت والے ہیں۔

انفاق کو چٹی کہنے والا ٹولہ:

آیت ۹۸: وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ (اور بعض بدو ایسے ہیں جو قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں) صدقہ کرتا ہے مَغْرَمًا (جرمانا) چٹی سمجھ کر اور نقصان قرار دیکر کیونکہ وہ مسلمانوں سے تقیہ کرتے ہوئے خرچ کرتا ہے اور محض دکھانے کی خاطر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا اس کو مقصود نہیں ہوتی اور نہ ہی ثواب حاصل کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ وَ يَتَرَبَّصُّ بِكُمُ الدَّوَابُّ (اور تمہارے متعلق گردشوں کے منتظر ہیں) وہ حوادث زمانہ اور تبدل احوال کے منتظر ہیں کہ تمہارا غلبہ ختم ہو جائے، صدقہ دینے سے ان کی جان چھوٹ جائے۔ عَلَيْهِمْ ذَايِرَةُ السُّوءِ (برا وقت انہی پر پڑنے والا ہے) ان پر مصائب و لڑائیوں کے اثرات پہنچیں گے۔ جنکے پہنچنے کی وہ مسلمانوں کے متعلق توقع رکھے ہوئے ہیں۔

قراءت: مکی، ابو عمرو، نے السُّوء پڑھا۔ اس کا معنی عذاب ہے اور حفص نے فتح سے پڑھا ہے اس کا معنی مطلق برائی ہے مذلت ایام جیسا کہتے ہیں رجل سوء رجل صدق کے مقابلہ میں وَاللَّهُ سَمِيعٌ (اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں) جب صدقہ کے لیے ان کو کہا جاتا ہے۔ تو جو کچھ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کو سننے والے ہیں۔ عَلَيْهِمْ (جانتے ہیں) ان باتوں کو جو وہ چھپانے والے ہیں۔

آیت ۹۹: وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ (اور بعض دیہاتی ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو وہ خرچ کرتے ہیں) جہاد و صدقات میں قُرْبًا (قرب کا ذریعہ) قربت الہی کے اسباب عِنْدَ اللَّهِ (اللہ کے ہاں) یہ يَتَّخِذُ کا دوسرا مفعول ہے۔ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ (اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ) رسول اللہ ﷺ کی دعائیں لینا مقصود ہے کیونکہ آپ ﷺ ان کیلئے دعائیں فرماتے کہ اللہ تعالیٰ برکت دے۔ اور تمہارے گناہ معاف فرمائے جیسا کہ اس ارشاد میں اللھم صل علی ال ابی اوفی (بخاری، ۱۳۹۷۔ مسلم ۱۰۷۸) اَلَا اِنَّهَا (یاد رکھو بے شک ان کا یہ خرچ کرنا) یہ خرچ کرنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینا قُرْبًا لَّهٖمْ (ان کے لئے قرب کا ذریعہ ہے)

قراءت: نافع نے قُرْبًا پڑھا۔

مَسْئَلہ: جس نے صحیح طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا مندیوں اور رسول اللہ ﷺ کی دعائیں حاصل کرنے کیلئے صدقہ کیا یہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کی گواہی اور تصدیق ہے کہ اس کی امید بار آور ہوگی اس کو جملہ مستاتفہ کے طور پر ذکر کیا اور اَلَا، حرف تنبیہ اور حرف تحقیق ساتھ ساتھ لائے تاکہ بات کی پختگی اور اس پر پورے اختیار کا اظہار کر دیا جائے کہ ان کی یہ امیدیں ضرور بار آور ہوگی) اور اسی طرح سَيِّدُ خَلْقِهِمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ (ضرور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں داخل کریں گے) رحمت سے مراد جنت ہے سین کو مضارع پر وعدہ کی پختگی کیلئے داخل کیا۔

مَسْئَلہ: اس کلام میں صدقہ کرنے والوں کیلئے کیا خوب انداز سے رضا مندی کا اظہار کیا گیا اور جب صدقہ کرنے والے کی نیت مخلصانہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا کیا کچھ مرتبہ اور مقام ہے اِنَّ اللہَ غَفُورٌ (اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے) خلل والوں کے عیوب کو چھپانے والے رَحِيمٌ (بڑی رحمت والے ہیں) قلیل محنت کرنے والے کی کوشش کو بھی قبول فرما لیتے ہیں۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ ۖ

اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ سبقت لے جانے والے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ

فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۱۰۰ وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ ۚ

رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور تمہارے گرد و پیش جو دیہاتی ہیں ان میں منافق ہیں

وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَى النَّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ

اور اہل مدینہ میں بھی ایسے لوگ ہیں جو منافقت پر اڑ گئے ہیں آپ انہیں نہیں جانتے۔ ہم انہیں جانتے ہیں

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يَرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ۝۱۰۱

ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر وہ عذاب عظیم کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

سابقون الاولون کا تذکرہ:

آیت ۱۰۰: وَالسَّابِقُونَ (اور سبقت کرنے والے) یہ مبتداء ہے۔ الْأَوَّلُونَ (پہلے) یہ مبتداء کی صفت ہے مِنَ الْمُهَاجِرِينَ (جو مہاجر) من بیان یہ ہے۔ نمبر ۱۔ اس سے مراد وہ لوگ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ نمبر ۲۔ جو بدر میں حاضر ہوئے۔ نمبر ۳۔ بیعت رضوان میں جو موجود تھے۔ وَالْأَنْصَارِ (اور انصار ہیں) اس کا عطف المہاجرین پر ہے ای ومن الانصار یہ بیعت عقبہ اولیٰ والے ہیں جنکی تعداد سات تھی اور بیعت عقبہ ثانیہ والے جنکی تعداد ستر۰ تھی۔ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ (اور جننے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں) مہاجرین انصار میں سے نمبر ۱۔ اس سے تمام صحابہ کرام مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ اس سے قیامت تک آنے والے لوگ مراد ہیں جنہوں نے اطاعت و ایمان کے ساتھ ان کی اتباع و پیروی کی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (اللہ ان سب سے راضی ہو گیا) یہ خبر ہے ان کے اعمال حسنہ کی وجہ سے وَرَضُوا عَنْهُ (اور وہ سب اس سے راضی ہو گئے) ان دنیوی اور اخروی انعامات کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء فرمائے وَأَعَدَّ لَهُمْ (اور ان کے لئے مہیا کر دیئے) اس کا عطف رَضِيَ پر ہے۔ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (ایسے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی)

قرأت: مکی نے تَحْتِهَا پڑھا ہے۔ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے)

مدینہ کے گرد و پیش کے منافق:

آیت ۱۰: وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ (اور ان لوگوں میں سے جو تمہارے گرد و پیش ہیں) یعنی مدینہ کے ارد گرد مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ (یعنی بدوؤں میں سے کچھ منافق ہیں) وہ جہینہ، اسلم، اشجع، غفار، کے منافق لوگ ہیں۔ یہی مدینہ کے اطراف میں آباد تھے۔ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ (اور مدینہ کے رہنے والوں میں سے بھی) اس کا عطف مِمَّنْ حَوْلَكُمْ پر ہے جو مبتداء کی خبر ہے۔ جبکہ تقدیر عبارت یہ مائیں ومن اهل المدينة قوم مَرَدُّوْا عَلٰی النِّفَاقِ (وہ نفاق کی حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں) اکمیں ماہر ہیں یہ اس صورت میں معنی ہے جبکہ مردو اکو محذوف کی صفت مانا جائے اور پہلی صورت میں۔ نمبر ۱۔ یہ جملہ ابتدائیہ ہے نمبر ۲۔ منافقین کی صفت ہے اور ان کے مائیں خبر پر عطف ڈال کر فاصلہ کر دیا اور ان کی مہارت پر دلالت اس قول سے ہے۔

آپ ان کو نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں:

لَا تَعْلَمُهُمْ (آپ ان کو نہیں جانتے) آپ کی فطانت اور ذہانت کے باوجود وہ آپ پر مخفی ہیں۔ اور فراست کاملہ کے باوجود آپ ان کو نہیں پہچان سکتے کیونکہ وہ ایسے کاموں سے ہوشیاری کے ساتھ بہت محتاط رہتے ہیں جن کی وجہ سے آپ ان کے متعلق شک میں پڑیں۔ پھر فرمایا نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (ہم ان کو جانتے ہیں) ان کو اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی نہیں جانتا۔ اور ان کی پوشیدہ حالت پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اپنے دلوں کے پردوں میں کفر چھپانے والے ہیں اور تمہارے سامنے اسی طرح ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ مخلص مسلمان ظاہر ہوتے ہیں۔ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ (ہم ان کو دوبار عذاب دیں گے) نمبر ۱۔ قتل اور عذاب قبر۔ نمبر ۲۔ ذلت و رسوائی اور عذاب قبر۔ نمبر ۳۔ اموال سے صدقات کی وصولی اور ابدان پر پھوڑے ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِيْمٍ (پھر ان کو بڑے عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا) یعنی عذاب نار۔

وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَىٰ اللَّهُ أَن

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا انہوں نے ملے جلے عمل کئے جن میں نیک عمل بھی ہیں اور برے اعمال بھی۔ غنقریب اللہ

يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ١٢ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

ان کی توبہ قبول فرما لے گا۔ بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ آپ ان کے اموال سے صدقہ لے لیجئے جو انہیں

وَتُزَكِّيَهُمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ١٣

پاک کرے گا اور ان کو دعا دیجئے۔ بے شک آپ کی دعا ان کے لئے باعث تسکین ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ

کیا ان لوگوں نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات قبول فرماتا ہے اور بلاشبہ

اللَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ١٤ وَقُلْ أَعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ

اللہ خوب زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے اور آپ فرما دیجئے کہ عمل کرتے رہو سو غنقریب اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول بھی

وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَيُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ١٥

اور اہل ایمان بھی اور غنقریب تم اس ذات پاک کی طرف لوٹائے جاؤ گے جسے چھپی ہوئی چیزوں کا اور کھلی ہوئی چیزوں کا علم ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو عمل تم کیا کرتے تھے

وَآخَرُونَ مُّرْجُونَ إِلَى اللَّهِ أَمَّا يَعِدُ بِهِمْ وَمَا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ١٦

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک مؤخر کیا ہوا ہے وہ انہیں عذاب دے یا ان کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔

معترف گناہ مومن:

آیت ۱۰۲: وَآخَرُونَ (اور کچھ اور لوگ ہیں) ان مذکورہ لوگوں کے علاوہ اور لوگ اعترفوا بذنوبہم (جو اپنی خطا کے معترف ہو گئے) اپنے پیچھے رہ جانے پر جھوٹے عذر پیش نہیں کئے بلکہ انہوں نے ندامت سے اس فعل کا اعتراف و اقرار کر لیا کہ انہوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے ان کی تعداد دس تھی۔ ان میں سے سات نے ان آیات کو سنکر جو مختلفین کے متعلق اتری تھیں اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا۔ آپ ﷺ اشریف لائے اور عادت مبارکہ کے مطابق سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آپ نے جب ان کو بندھا ہوا دیکھا تو ان سے سوال کیا انہوں نے ذکر کیا کہ ہم نے قسم اٹھائی ہے کہ اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ خود کھولیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی قسم اٹھاتا ہوں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوگا تمہیں نہیں کھولوں گا پس یہ آیت اتری آپ نے ان کو آزاد فرمادیا۔

پھر انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ ہمارے اموال ہیں جو آپ سے پیچھے رہنے کا باعث بنے۔ آپ ان کو صدقہ کر دیں اور ہمیں پاک کریں۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اموال میں سے کسی چیز کے لینے کا حکم نہیں ہوا۔ اس وقت یہ آیت اتری۔ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (۱۰۳: التوبہ)

خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا (انہوں نے ملایا بھلے عمل کو) جہاد کی طرف جانا وَ الْآخَرَ سَيِّئًا (اور کچھ برے عمل کو)۔ نمبر ۱۔ جہاد تبوک سے پیچھے رہ جانا۔ نمبر ۲۔ توبہ اور گناہ پھر یہ اس قول کی طرح ہے بعت الشاة شاة و درهما ای شاة بدوہم۔ میں نے بکری کو ایک درہم کے بدلے فروخت کر دیا۔ پس واؤ بمعنی با ہے کیونکہ واؤ جمع کیلئے ہے اور بالصاق کا معنی دیتی ہے پس دونوں میں مناسبت واضح ہے۔ نمبر ۳۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے سے مل گیا پس ہر ایک ان میں سے مخلوط اور مخلوط بہ ہے جیسا کہتے ہیں خلطت الماء واللبن اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے سے ملا دیا۔ البتہ اگر خلطت الماء باللبن کہا جائے تو اس میں پانی کو تم نے مخلوط اور دودھ کو مخلوط بہ قرار دے دیا اور جب واؤ سے کہا جائے گا تو پانی اور دودھ میں سے ہر ایک مخلوط اور مخلوط بہ ہوگا۔ گویا اس طرح کہا خلطت الماء باللبن واللبن بالماء کہ میں نے پانی کو دودھ اور دودھ کو پانی سے ملا دیا۔ حاصل یہ ہوا کہ انکے اچھے برے اعمال گڈمڈ ہو گئے۔

قبولیت توبہ:

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (اللہ سے امید ہے کہ وہ ان پر توبہ فرمائینگے بے شک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں) اس میں انکی توبہ کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ اعتراف ذنوب کا تذکرہ پہلے کر دیا گیا تھا یہی بات انکی توبہ کی قبولیت کی دلیل ہے۔ تکمیل توبہ کے لئے صدقہ و دعا:

آیت ۱۰۳: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیں) نمبر ۱۔ ان کے گناہوں کا کفارہ نمبر ۲۔ بعض کے بقول زکوٰۃ مراد ہے تطہرہم (آپ ان کو پاک کر دیں گے) گناہوں سے۔ یہ صدقہ کی صفت ہے۔ اور قات۔ نمبر ۱۔ خطاب کی ہے۔ نمبر ۲۔ واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے وَ تَزَكِّيهِمْ (اور ان کو صاف کر دیں گے) اس میں تا یقیناً خطاب ہی کیلئے ہے۔ بہا (جس کے ذریعہ) صدقہ کے ذریعہ التزکیہ، نمبر ۱۔ تطہیر و پاکیزگی میں مبالغہ اور اضافہ نمبر ۲۔ مال میں برکت و نمو و وصل علیہم (اور ان کے لئے دعا کریں) دعا کے ساتھ ان پر مہربانی فرما کر۔ رحم کر کے۔

مَسْكِنًا لَهُمْ: صدقہ لینے والے کو چاہیے کہ صدقہ دینے والے کو دعا دے۔ یہی سنت ہے۔ إِنَّ صَلَاتَكَ (بلاشبہ آپ کی دعا) قراءت: کوئی قراء ابو بکر کے علاوہ لَوْ أَنَّكَ پڑھتے ہیں بعض نے کہا الصلوة، الصلوات سے زیادہ مناسب ہے کیونکہ جنس کا معنی دیتا ہے۔ سَكَنَ لَهُمْ (ان کیلئے سکون کا باعث ہے) ان کو سکون خاطر حاصل ہوتا ہے اور انکے دل مطمئن ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ کو قبول کر لیا۔ وَاللَّهُ سَمِيعٌ (اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے) نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو سننے والے نمبر ۲۔ ان کی دعاؤں اور گناہوں کے اعتراف کو جاننے والے ہیں عَلِيمٌ (جانتے ہیں) جو انکے دلوں میں غم، شرمندگی پائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں جو کہ ان سے سرزد ہوا۔

مالک قبولیت اللہ ہی ہے:

آیت ۱۰۴: أَلَمْ يَعْلَمُوا (کیا انکو یہ خبر نہیں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنکی توبہ قبول کی گئی یعنی کیا انکو قبول توبہ اور قبول صدقات سے قبل معلوم نہیں۔ أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ (کہ اللہ تعالیٰ ہی توبہ کو قبول کرتا ہے اپنے بندوں سے) بشرطیکہ وہ صحیح

طریق سے ہو ویا خُذُ الصَّدَقَاتِ (اور وہی صدقات کو قبول کرتا ہے) اور انکو قبول فرماتے ہیں جبکہ خلوص نیت سے دیئے جائیں۔
نکتہ: هُوَ، کالفظ تخصیص کو بتلارہا ہے کہ یہ کام رسول اللہ کے حوالے نہیں بیشک اللہ تعالیٰ ہی توبہ کو قبول کرنے والے اور مسترد کرنے والے ہیں پس توبہ میں اسی ہی کا قصد کرو اور اسی ہی کی طرف اسکی نسبت کرو۔ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ (اور بے شک اللہ ہی توبہ کو قبول کرنے والے ہیں) بہت زیادہ توبہ قبول فرمائیوالے ہیں۔ الرَّحِيمُ (رحمت کرنے والے ہیں) اور گناہ کو معاف کر دیتے ہیں۔
وعید برائے مستقبل:

آیت ۱۰۵: وَقُلْ (اور آپ کہہ دیں) ان توبہ کرنے والوں کو اَعْمَلُوا فَيَسِيرَ لِي اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ (عمل کئے جاؤ پس اللہ دیکھ لیگا تمہارے عمل کو اور اسکا رسول اور مؤمنین بھی)۔ نمبر ۱۔ تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں خواہ خیر ہو یا شر اللہ تعالیٰ پر اور نہ اسکے بندوں پر جیسا کہ تم نے دیکھ لیا اور تمہارے سامنے ظاہر ہو گیا۔ نمبر ۲۔ غیر تائبین کو توبہ کی ترغیب کیلئے یہ فرمایا۔ روایت میں وارد ہے جب انکی توبہ قبول کر لی گئی تو ان لوگوں نے کہا جنہوں نے توبہ نہ کی تھی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کل گزشتہ ہمارے ساتھ نہ کلام کرتے اور نہ بیٹھتے تھے۔ انکو کیا ہو گیا پس یہ آیت اتری اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد فسیری اللہ یہ انکے حق میں وعید ہے اور اصرار کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ اور توبہ کے متعلق غفلت برتنے سے خوف دلایا گیا۔ وَاسْتَرْدُونِ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ (اور ضرورت تم کو اس ذات کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی) جو لوگوں سے پوشیدہ ہے وَالشَّهَادَةِ (اور کھلی چیزوں کو جاننے والا ہے) جس کا وہ مشاہدہ کرتے ہیں فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (پس وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا) یہ تنبیہ و تذکیر اور اس پر مجازات کا ذکر ہے۔
التواء والے لوگ:

آیت ۱۰۶: وَآخَرُونَ مُّوجُونَ لِأَمْرِ اللَّهِ (اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ اللہ کے حکم آنے تک ملتوی کر دیا گیا ہے) مدنی، کوئی قراء سوائے ابو بکر نے بلا ہمزہ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے مُّوجُونَ پڑھا ہے یہ ارجیتہ ارجاتہ سے ہے۔ جب کہ اس کو مؤخر کیا جائے۔ اور اسی سے المرجئہ ہے۔ مطلب اس طرح ہے وَاخَرُونَ مِنَ الْمُتَخَلِّفِينَ موقوفون الی ان یظهر امر اللہ فیہم۔ متخلفین میں سے دوسرے روک دیئے گئے یہاں تک کہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہو۔
إِمَّا يَعِذُّ بِهِمْ (خواہ وہ ان کو سزا دے) اگر وہ اصرار کریں اور توبہ نہ کریں۔ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ (یا ان کی توبہ قبول کر لے) اگر وہ توبہ کر لیں ان کی تعداد تین تھی نمبر ۱۔ کعب بن مالک نمبر ۲۔ ہلال بن امیہ نمبر ۳۔ مرارہ بن الربیع۔ یہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے یہی وہ لوگ ہیں جنکا تذکرہ اس آیت میں ہے وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ (اور اللہ خوب جاننے والا) ان کے مؤخر کرنے کو حَکِيمٌ (برا حکمت والا ہے) اور ان کو مؤخر کرنے میں اَمَّا کالفظ شک و تردد کے لئے آتا ہے۔ بندوں کا لحاظ کر کے اَمَّا کا استعمال کیا گیا یعنی ان کو عذاب کا خطرہ ہے اور مجھے ان پر رحمت کی امید ہے روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ان کے ساتھ سلام و کلام سے منع فرمادیا ان حضرات نے اپنے آپ کو ستونوں سے بھی نہ باندھا اور نہ ہی گھبراہٹ و غم کا اظہار کیا۔ جب انہیں بایکٹ کا علم ہوا تو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور اپنی نیتوں کو خالص کر لیا۔ ان کی توبہ مخلصانہ تھی ان کو اللہ تعالیٰ نے خوش کر دیا۔ (واقعہ روایت کعب سے بخاری و مسلم میں مذکور ہے)

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِصَادًا

اور جن لوگوں نے اس لئے مسجد بنائی کہ ضرر پہنچائیں اور کفر اختیار کئے رہیں اور مؤمنین کے درمیان بھوٹ ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا انتظام کریں جس

لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلِيَحْلِفْنَ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ

نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی اور البتہ وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو صرف بھلائی ہی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ

يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٧﴾ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لِمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ

گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں۔ البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر

مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ

رکھی گئی ہو وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ

يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ﴿١٨﴾ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ

خوب پاک ہونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی ہو وہ بہتر ہے

أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا حَرْفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا

یا وہ بہتر ہے جس کی بنیاد کسی گھاٹی کے کنارے پر رکھی گئی ہو جو گرنے والی ہے پھر وہ اسے لے کر دوزخ کی آگ میں گر پڑے اور اللہ

يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ انہوں نے جو عمارت بنائی وہ ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی۔ الا

أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٠﴾

یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

مسجد ضرار کے بانی منافقین:

آیت کے ۱۰: وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا (اور بعض ایسے لوگ ہیں جنہوں نے مسجد بنائی) تقدیر عبارت اس طرح ہے ومنہم الذین اتخذوا۔ مدنی اور شامی قراء نے والذین کو بغیر واؤ پڑھا ہے وہ مبتداء جس کی خبر محذوف ہے ای جازیناہم جن کو ہم نے بدلہ دیا۔ روایت میں ہے کہ بنی عمرو بن عوف نے مسجد قباء مکمل کر لی تو رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ تشریف لائے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (اور ہجرت کے وقت آپ نے پہلا قیام قباء میں فرمایا اور ۱۳ روز قیام فرما کر اس مسجد کی بنیاد خود

دست اقدس سے رکھی اور وہاں نمازیں ادا فرمائیں) ان کے بھائی بند بنو غنم بن عوف کو حسد پیدا ہوا کہنے لگے ہم بھی مسجد بنائیں گے اور رسول ﷺ کو نماز کی اس میں دعوت دیں گے اور ابو عامر راہب جب شام سے آئے گا تو وہ بھی اس میں نماز پڑھا کرے گا یہ ابو عامر وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو احد کے دن کہا آپ کے مقابلہ میں جو بھی لڑے گا میں اس کا ساتھ دوں گا حنین تک مختلف لڑائیوں میں شریک رہا۔ چنانچہ مسجد قباء کے قریب انہوں نے ایک مسجد بنائی۔ اور رسول ﷺ کو کہا ہم نے بیمار اور حاجت مند لوگوں کی خاطر ایک مسجد بنائی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس میں نماز پڑھیں آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت میں سفر پر جا رہا ہوں۔ تبوک سے واپسی پر انشاء اللہ ہم اس میں نماز ادا کریں گے۔

جب تبوک سے آپ واپس لوٹ آئے انہوں نے مسجد میں آنے کا سوال کیا اس پر یہ آیات اتریں۔ آپ ﷺ نے وحشی اور معن بن عدی وغیرہ کو حکم دیا اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے بنانے والے ظالم ہیں اور اس کو جلا دو۔ پس ایسا کر دیا گیا اس جگہ کوڑا کرکٹ مردار اور فضلات ڈالنے کا حکم فرمایا۔ ابو عامر فاسق شام میں اپنی موت مر گیا۔ ضَرَارًا (ضرر پہنچانے) یہ مفعول لڑ ہے۔ اسی طرح اس کا مابعد بھی۔ تقدیر عبارت یہ ہے مضارۃ لاخوانہم اصحاب مسجد قباء کے ساتھیوں کو نقصان پہنچانے کیلئے۔ وَكُفِّرًا (اور کفر کی باتیں کرنے کے لئے) منافقت کو مضبوط کرنے کیلئے وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ (اور ایمان والوں میں تفریق ڈالنے کیلئے) کیونکہ وہ اکٹھے مسجد قباء میں نماز ادا کرتے انہوں نے چاہا کہ ان میں انتشار پیدا ہو جائے۔ وَارْصَادًا لِّمَنْ (اور اس شخص کے قیام کا سامان کرنے کیلئے) اس شخص کے قیام کا سامان بنانے کیلئے حَارَبَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ (جو اللہ اور اس کے رسول کا مخالف رہا ہے) وہ ابو عامر راہب تھا جس کے نماز ادا کرنے اور رسول اللہ ﷺ پر غلبہ پانے کیلئے یہ مرکز بنایا گیا تھا۔

بعض کا قول یہ ہے کہ فخر و مباہات اور ریاکاری یا شہرت کیلئے بنائی جانے والی مسجد اسی حکم میں ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے علاوہ کسی بھی غرض کیلئے بنائی جانے والی مسجد یا ناپاک مال سے بنائی جانے والی مسجد بھی مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔ مِنْ قَبْلُ (پہلے سے) یہ حَارَبَ کے متعلق ہے یعنی اس مسجد کی تعمیر سے پہلے خندق کے دن وَلِيَحْلِفُنَّ (اور یہ ضرور قسمیں کھائیں گے) جھوٹے اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰی (کہ ہم نے تو صرف بھلائی ہی کا ارادہ کیا تھا) ہم اس مسجد کی تعمیر سے اچھی غرض ہی رکھتے تھے مثلاً نماز، ذکر اللہ، نمازیوں کی آسانی وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں) اپنے اس حلف میں۔

ایسی مسجد میں قیام کی ممانعت:

آیت ۱۰۸: لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا (آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں) نماز کیلئے لِمَسْجِدٍ اُنْتَسَى عَلٰی التَّقْوٰی۔ (البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے)

مسجد قباء میں قیام کا حکم اور ان کے بانیوں کی تعریف:

لام ابتداء یہ ہے اُنْسُ یہ مسجد کی صفت ہے نمبر ۱۔ مراد اس سے مسجد قباء ہے جس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے قباء کے زمانہ

قیام میں اپنے دست اقدس سے رکھی۔ نمبر ۲۔ مسجد نبوی جو مدینہ میں ہے وہ مراد ہو۔ مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ (اول دن سے) اس کی تعمیر کے پہلے دن سے۔ ایک قول یہ ہے کہ تقاضہ قیاس تو یہ ہے کہ یہاں مَذَّ آتا کیونکہ وہ ابتداء غایت فی الزمان کیلئے آتا ہے اور یہاں مَنْ لائے جو کہ ابتداء غایت فی المكان کیلئے ہے۔ الجواب مَنْ کا لفظ زمان و مکان دونوں کیلئے آتا ہے۔

اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ (وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں) نماز کیلئے فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِيْنَ (اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے) جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی جماعت کے ساتھ قباء میں تشریف لائے اور مسجد قباء کے دروازے پر کھڑے ہو گئے انصار مسجد میں بیٹھے تھے۔ آپ نے آواز دیکر فرمایا۔ اَمْؤْمِنُوْنَ اَنْتُمْ؟ کیا تم ایمان والے ہو؟ تمام خاموش رہے پھر آپ نے اس بات کو دہرایا اس پر حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! بلاشبہ وہ مؤمن ہیں اور میں بھی ان کے ساتھ۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم فیصلے پر راضی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! فرمایا کیا تم آزمائش پر صبر کرنے والے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! فرمایا کیا تم خوشحالی میں شکر گزار ہو۔ انہوں نے جواب دیا جی ہاں حضور! آپ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم تم مؤمن ہو۔ پھر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا اے گروہ انصار! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے تم بوقت وضو کیا عمل کرتے ہو اور پاخانے کے وقت تمہارا کیا عمل ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم پاخانہ سے فارغ ہو کر تین ڈھیلے استعمال کرتے ہیں پھر پتھروں کے استعمال کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تمام نجاسات سے تطہیر کیلئے یہ آیت عام ہے۔ تیسرا قول اس تطہیر سے گناہوں کی توبہ کے ذریعہ تطہیر مراد ہے۔ یحبون ان يتطهروا میں محبت سے مراد طہارت کو ترجیح دینا اور اس کی اس طرح حرص کرنا جیسا کہ محبت کسی محبوب چیز کی حرص کرتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہے اور ان پر احسان فرمانے والے ہیں جیسا کہ محبت محبوب کے ساتھ کرتا ہے۔

دونوں میں تقابلی فرق:

آیت ۱۰۹: اَقْمِنُ اَسَسَ بُنْيَانَهُ (کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی) تعمیر کی بنیاد رکھتا ہے۔ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَنْ اَسَسَ بُنْيَانَهُ عَلٰی شَفَا جُرْفٍ هٰذَا (تقویٰ پر اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر وہ زیادہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی کھائی کے گرنے والے کنارے پر رکھی ہو) یہ استفہام تقریری ہے اور واضح ہونے کی وجہ سے جواب ذکر نہیں کیا گیا، مطلب یہ ہے۔ جس نے اپنے دین کی بنیاد مضبوط اساس پر رکھی ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور رضا مندی ہے۔ خیر اَمْ مَنْ جس نے اپنی عمارت کی تعمیر کمزور بنیادوں پر رکھی ہو۔ وہ بنیادیں باطل اور منافقت ہے جس کی مثال قلت ثبات اور استمساک میں، گرنے والے گڑھے کے گرنے والے کنارے کی ہے گرنے والا گڑھے کا کنارہ تقویٰ کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا کیونکہ گرنے والے گڑھے کے کنارے کو اس چیز سے مجاز قرار دیا جو تقویٰ کے مخالف ہے۔

الشفاء کنارہ، جرف الواردی وادی کی وہ جانب جس کو پانی نے نیچے سے کھود ڈالا ہو۔ سیلاب اس کو کھود ڈالیں جس سے

وہ کمزور ہو جائے الہار کرنے والا، پھٹنے والا جو گرا چاہتا ہو۔ اس کا وزن فَعَلَ ہے جو فاعل سے قصر کر کے پڑھا جیسا کہ خلف کو خالف سے پڑھا ہے۔ اس کا الف فاعل کا الف نہیں بلکہ اصلی ہے یہ اصل هَوَزٌ ماقبل فتح کی وجہ سے واو کو الف سے بدل دیا۔ یہ انتہائی بلیغ کلام ہے۔ جو باطل کی حقیقت و اصلیت کو طشت از بام کر رہا ہے۔

قراءت: شامی، نافع، نے افمن اسس بنیانه کو آمنُ اسس بنیانه پڑھا ہے۔ شامی، حمزہ اور یحییٰ نے جُوف کو جُوفِ راء کے سکون سے پڑھا۔ ابو عمرو نے ہار کو امالہ سے پڑھا جبکہ حمزہ نے ایک روایت کے مطابق اور یحییٰ نے امالہ کیا ہے۔

فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ (پھر وہ اس کو لے کر دوزخ کی آگ میں گر پڑے) باطل اس کو لیکر جہنم میں گر پڑا۔ جب آیت میں حرف ہائر کو باطل کیلئے بطور مجاز استعمال کیا گیا تو جرف کیلئے انہار کا لفظ لائے جو اس کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ نیز یہ تصور دیا کہ باطل پرست نے اپنی تعمیر کی بنیاد جہنم کی وادی کے گرنے والے گڑھے کے کنارہ پر رکھی ہے وہ کنارہ اس کو لیکر جہنم کی گہرائی میں جا گرا ہے۔

جابر کہتے ہیں میں نے مسجد ضرار سے اس وقت دھواں نکلتا ہوا دیکھا جب وہ جہنم میں گری۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا) ان کو نفاق کی سزا کے طور پر خیر کی توفیق نہ دے گا۔

منافقین کے خبیث مقاصد کی نشاندہی:

آیت ۱۱۰: لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ (یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے۔ ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی) اس کا گرانا ان کے نفاق و شک میں اضافہ کا باعث بنا رہے گا کیونکہ اس سے ان کو مزید غصہ آئے گا اور وہ ان پر گراں گزرے گی۔ اِلَّا اَنْ تَقْطَعَ قُلُوبُهُمْ (مگر یہ کہ ان کے دل ہی فنا ہو جائیں) شامی، حمزہ اور حفص نے تَقْطَعَ پڑھا جو اصل میں تَقَطَّعَ ہے۔ دیگر قراء نے تَقْطَعَ۔ پڑھا ہے جس کا معنی ان تَقْطَعَ قُلُوبُهُمْ قطعاً و تفرق اجزاء ان کے دلوں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر اجزاء الگ کر دیئے جائیں اس وقت ان کو تسلی ہوگی البتہ جب تک ان کے دل صحیح سالم اور اکٹھے ہیں ان میں شک باقی رہے گا اور مضبوطی سے جمار ہے گا۔ پھر یہ درست ہے کہ شک کے زائل کرنے کی تصویر بٹھانے کیلئے کیا گیا ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ حقیقت کتنا مراد ہو۔ جو کہ ان کے قتل سے ممکن ہے۔ یا قبور میں پہنچ کر یا آگ میں داخل ہو کر۔

ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے دل تو بہ وندامت سے اپنی اس زیادتی پر کٹ جائیں نڈھال ہو جائیں۔ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے) ان کے عزائم سے حَكِيمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) ان کے جرائم کی سزا میں حکمت والے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ ط

بے شک اللہ نے مؤمنین سے اس بات کے عوض ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا کہ ان کے لئے جنت ہے۔

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ

وَدِ اللَّهِ تَعَالَى كِي رَاه مِی لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کر دیئے جاتے ہیں اس پر اللہ کا وعدہ ہے جو تورات

وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمْ

انجیل اور قرآن میں ہے اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے۔ سو تم لوگ اپنی اس بیع پر خوش ہو جاؤ

الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ط وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ التَّائِبُونَ الْعِبَدُونَ الْحَمْدُونَ

جس کا تم نے معاملہ کیا ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ یہ لوگ توبہ کرنے والے ہیں۔ عبادت کرنے والے ہیں حمد کرنے والے ہیں۔

السَّائِحُونَ الرُّكَّعُونَ السَّجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ

روزہ رکھنے والے ہیں رکوع کرنے والے ہیں۔ سجدہ کرنے والے ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دینے والے ہیں اور بری باتوں سے روکنے

الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

والے ہیں اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں اور آپ مؤمنین کو خوشخبری سنا دیجئے۔

نفع بخش تجارت جس میں اقالہ نہیں:

آیت ۱۱: إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے۔ کہ ان کو جنت ملے گی) اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی ثابت قدمی اور اس کی راہ میں مال خرچ کرنے کو جنت کے بدلے خریدنے سے تشبیہ دی اور روایت میں آیا ہے کہ ان سے تجارت کا معاملہ کیا مگر دشمن کو بہت مہنگا کر دیا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے نفوس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اموال عنایت کرنے والے بھی وہی ہیں۔ ایک اعرابی کا گزر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایسی حالت میں ہوا جبکہ آپ یہ تلاوت فرما رہے تھے تو وہ منکر کہنے لگا اللہ کی قسم بڑی نفع بخش بیع ہے ہم اس میں نہ اقالہ کرتے اور نہ اقالے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ ایک غزوہ میں نکلا اور شہید ہو گیا۔ یُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں) سپردگی کا محل بیان فرمایا فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ (وہ جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں) یعنی کبھی وہ دشمن سے لڑتے ہیں کبھی تو دشمن ان کو قتل کر دیتا ہے۔

قراءت: فَيُقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ حمزہ اور علی نے پڑھا۔ وَعْدًا عَلَيْهِ (اس پر وعدہ کیا گیا ہے) یہ مصدر ہے یعنی وعدہم بذلک وعداً ان سے وعدہ کیا وعدہ کرنا۔ حَقًّا (سچا) یہ وعدہ کی صفت ہے اس میں اطلاع دی کہ مجاہدین سے کیا جانے والا وعدہ پختہ وعدہ ہے جس کو میں نے لکھ دیا ہے۔ فِي التَّوْبَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ (توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں)

مَنْبِتْلَهُ: یہ دلیل ہے کہ ہر ملت والوں کو قتال کا حکم دیا گیا اور اس پر ان سے وعدے کئے گئے پھر فرمایا وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون وعدے کو پورا کرنے والا ہے) کیونکہ وعدہ خلافی فتنہ چیز ہے۔ جب اس کا ارتکاب کوئی شریف آدمی نہیں کرتا تو اکرم الاکریم کیونکہ وعدہ کی خلاف ورزی فرمانے والے ہیں۔ اس سے زیادہ بہتر اور بلیغ انداز میں جہاد کی ترغیب نہیں دی جاسکتی۔ فَاسْتَبَشِرُوا بَبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ (تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا معاملہ تم نے ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ) تمہیں انتہائی خوش ہونا چاہیے کہ تم فانی دیکر باقی کا سودا کر رہے ہو۔ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (اور یہ بڑی کامیابی ہے) صادق رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ تمہارے ابدان کی قیمت صرف جنت ہے۔ پس ان کو صرف اسی کے بدلے میں فروخت کرو۔

آیت ۱۱۲: التَّائِبُونَ (وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں) نمبر ۱۔ یہ مدح کی بناء پر مرفوع ہے ای هم التائبون یعنی یہ مذکور مومنین ہی تائب ہیں یا۔ نمبر ۲۔ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر العابدون ہے۔ الْعَبْدُونَ (عبادت کرنے والے) وہ لوگ جو فقط اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے والے ہیں اور عبادت اسی کے لئے خالص کرنے والے ہیں اس کا مابعد خبر کے بعد خبر ہے۔ یعنی التائبون من الکفر علی الحقیقة الجامعون لهذه الخصال۔ کہ حقیقت کفر سے توبہ کرنے والے وہ ان خصال کے جامع ہیں۔

حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے شرک سے توبہ کی۔ اور نفاق سے براءت کا اظہار کیا۔ الْحَمْدُونَ (حمد کرنے والے) اسلام کی نعمت پر السَّائِحُونَ (روزہ رکھنے والے) نمبر ۱۔ روزہ رکھنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ سیاحۃ امتی الصیام (رواہ ابن جریر) نمبر ۲۔ طلباء علم مراد ہیں کیونکہ وہ زمین میں سفر کرتے ہیں اور منابل علم سے علم حاصل کرتے ہیں نمبر ۳۔ عبرت کیلئے زمین میں سفر کرنے والے ہیں۔ الرَّكْعُونَ السَّجْدُونَ (اور رکوع اور سجدہ کرنے والے) نمازوں کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ (اور نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے) ایمان اور معرفت و اطاعت کے ذریعہ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور بری باتوں سے باز رکھنے والے) شرک و معاصی سے واؤ کو درمیان میں لا کر بتلایا کہ یہ سات پوری لڑی ہے جو پروٹی ہوئی ہے۔ نمبر ۲۔ امر و نہی کے مابین تضاد ظاہر کرنے کے لئے واؤ لایا گیا جیسا کہ اس ارشاد میں ثبات و ابکاراً (اتحریم: ۵) وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ کی حدوں کا خیال رکھنے والے) اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی۔ نمبر ۲۔ شریعت کے نشانات وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (اور آپ ایسے مومنین کو خوشخبری سنا دیں) جو ان صفات کے ساتھ متصف ہیں۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا

نبی کو اور دوسرے مسلمانوں کو یہ جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اگرچہ وہ

أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝۱۳ وَمَا كَانَ

رشتہ دار ہی ہوں۔ اس بات کے ظاہر ہو جانے کے بعد یہ لوگ دوزخی ہیں اور ابراہیم کا

اسْتَغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ

اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف اس لئے تھا کہ انہوں نے اپنے باپ سے ایک وعدہ کر لیا تھا۔ پھر جب ابراہیم پر یہ بات واضح ہو گئی

أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ۝۱۴

کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔ بے شک ابراہیم بڑے رحم دل برواشت کرنے والے تھے۔

مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت:

آیت ۱۱۳: آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ ابوطالب کیلئے استغفار کریں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ (پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں) اللہ تعالیٰ کے قانون اور حکمت کے مطابق استغفار اس کے لئے حلال نہیں مگر بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (اس بات کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں) اس بات کے ظاہر ہو چکنے کے بعد کہ ان کی موت شرک پر واقع ہوئی۔ پھر اگلی آیت میں ابراہیم علیہ السلام کا عذر ذکر فرمایا۔

استغفار ابراہیم علیہ السلام کا جواب:

آیت ۱۱۴: وَمَا كَانَ اسْتَغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ (اور ابراہیم کا اپنے باپ کیلئے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اسی سے وعدہ کر لیا تھا)۔ نمبر ۱۔ ان کے والد نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ اسلام لے آئیگا۔ نمبر ۲۔ ابراہیم علیہ السلام نے والد سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے لئے استغفار کرے گا۔ جیسا اس ارشاد میں ہے لَا تَسْتَغْفِرُونَ لَكَ (المختص: ۴) اس کی دلیل حسن رحمہ اللہ کی قراءت ہے۔ وعدہ ایاہ۔ استغفار کا معنی مغفرت کا سوال کرنا اسلام لانے کے بعد نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے اسلام لانے کی دعا کرنا جو کہ مغفرت کا سبب ہے۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ (پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی) وحی کے ذریعہ کہ ابراہیم علیہ السلام کو اَنَّهُ (کہ وہ) کہ ان کا والد عَدُوٌّ لِلَّهِ (اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے) کا فرمے گا تو ان کی امید منقطع ہو گئی تَبَرَّأَ مِنْهُ (تو وہ اس سے بالکل بے تعلق ہو گئے) استغفار منقطع کر دیا۔ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ (بیشک ابراہیم بڑے رحیم المزاج) وہ شفقت اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت آہیں کھینچنے والے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ شدید رحمت و رقت سے اپنے باپ کا فرپر

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ ط

اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دے جب تک کہ ان چیزوں کو واضح طور پر بیان نہ فرمادے جن سے وہ بچتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۱۵﴾ إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي

بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے بے شک اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا ' وہ زندہ کرتا ہے

وَيُمِيتُ ط وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۱۱۶﴾

اور موت دیتا ہے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی یار اور مددگار نہیں۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ

بلاشبہ اللہ نے نبی پر اور مہاجرین پر اور انصار پر مہربانی فرمائی جنہوں نے اس کے بعد جنگی کے وقت میں نبی کا

الْعُسْرَةَ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ

ساتھ دیا جبکہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں تزلزل ہو چلا تھا ' پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی۔ بلاشبہ اللہ

بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ

ان پر مہربان ہے رحم فرمانے والا ہے اور اللہ نے ان تین شخصوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین

عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنْ

اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ سے بچ کر کہیں پناہ نہیں مل سکتی سوائے اس کے کہ

اللَّهُ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۱۸﴾

اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی تاکہ وہ..... رجوع کریں بے شک اللہ خوب توبہ قبول فرمانے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔

مہربانی کرتے حلیم (حلیم الطبع تھے) تکالیف پر صبر کرنے والے۔ تکلیف پر درگزر کرنے والے تھے۔ وہ باپ کے لئے ہدایت و استغفار کے طالب تھے۔ اور باپ لا رحمتک کا پیغام سناتا تھا۔

گناہ کو جان بوجھ کر کرنے سے مواخذہ ہوگا:

آیت ۱۱۵: وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ (اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرنے کے بعد گمراہ کر دے جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچتے رہیں) جس سے

بچنے اور پرہیز کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جیسا کہ مشرکین کیلئے استغفار وغیرہ اور دیگر منہیات اور وہ چیزیں جن کا محظور ہونا واضح کر دیا۔ اور اس پر وہ اپنے ان بندوں سے جن کی راہنمائی اسلام کی طرف کر دی مؤاخذہ بھی نہیں فرماتا۔ اور نہ رسوا کرتا ہے مگر جبکہ اس کا اقدام جان بوجھ کر کریں اور وہ جانتے ہوں کہ اس کا ماننا ضروری ہے۔ باقی وضاحت و اطلاع سے پہلے مؤاخذہ نہیں۔ دراصل اس آیت میں ان صحابہ کے عذر کا بیان ہے جن کو خدشہ ہوا کہ استغفار مشرکین کے سلسلہ میں کہیں مؤاخذہ نہ ہو جائے۔ مایتقون سے مراد وہ چیز ہے کہ ممانعت کی بناء پر جس سے بچنا ضروری ہے باقی عقل سے معلوم ہونے والی چیز کا دار و مدار اس پر نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں)

مالک وہی ہے اس کی کار سازی کے بغیر چارہ نہیں:

آیت ۱۱۶: اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيِیْ وَيُمِیْتُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَلٰیٍّ وَلَا نَصِیْرٍ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اور وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ یار ہے اور نہ مددگار ہے)

آیت ۱۱۷: لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلٰی النَّبِیِّ (اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر منافقین کو پیچھے رہنے کی اجازت دینے پر رجوع فرمایا۔ جیسا دوسرے ارشاد میں ہے۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لَمَ اَذْنٰتْ لِّهٖمُ (التوبہ: ۴۳) وَالْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ (اور مہاجرین و انصار کے حال پر بھی) اس میں مسلمانوں کو توبہ پر آمادہ کیا گیا۔ ہر مؤمن توبہ و استغفار کا محتاج ہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار بھی۔

الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا) غزوہ تبوک کے موقع پر۔ اس کا معنی وقت العسرة ہے۔ الساعۃ کاللفظ مطلق وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے صحابہ کرام جنہم کو سوار یوں کی تنگی تھی دس دس صحابہ ایک ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ سفر کا زاد راہ ردی قسم کی کھجور بھوسی دار جو، مہک والی چرب تھی۔ بھوک اس حد تک پہنچ گئی کہ دودو کو ایک کھجور ملنے لگی اور بعض اوقات ایک جماعت اس ایک کھجور کو چوس کر پانی پی لیتی اور پانی کی قلت کا حال یہ تھا کہ اونٹوں کو ذبح کر کے ان کی اوجریاں بعض اوقات نچوڑ کر پینی پڑیں۔ ادھر موسم شدید گرمی اور تمازت والا۔ اور قحط و خشک سالی اپنے جوش میں۔

مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ (اس کے بعد کہ ان میں سے ایک جماعت کے دل میں کچھ تزلزل پیدا ہو چلا تھا) نمبر ۱۔ ایمان پر ثابت قدمی میں۔ نمبر ۲۔ اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے میں

نَحْوٌ: کاد میں ضمیر شان ہے اور اس کے بعد والا جملہ منصوب ہے یہ اسی طرح ہے جیسا کہا جاتا ہے لیس خلق اللہ مثلہ ای لیس الشان خلق اللہ مثلہ اللہ تعالیٰ نے اس جیسا بنایا نہیں۔

قراءت: حمزہ اور حفص نے یزیغ پڑھا ہے۔

ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی) دوبارہ تاکید کیلئے لائے۔ اِنَّہٗ بِہُمْ رَءُوفٌ رَّحِیْمٌ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق و مہربان ہے)

تین صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی توجہ رحمت کا چھینٹا پڑا:

آیت ۱۱۸: وَعَلَى الثَّلَاثَةِ (اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی) ای و کتاب علی الثلاثة۔ اس کا عطف النبی پر ہے۔ اور تینوں پر رجوع فرمایا۔ الَّذِينَ خَلَفُوا (جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا) غزوہ سے پیچھے رہ گئے۔ حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی) مارحمت میں ما مصدر یہ ہے ہر جہا۔ وسعت کے باوجود۔ دراصل یہ حیرانی کو تمثیل سے ذکر فرمایا۔ گویا وہ زمین میں کوئی جگہ ہی نہیں پارہے تھے کہ جہاں قلق اضطراب اور گھبراہٹ سے بھاگ کر چلے جائیں۔ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ (وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے) نفس سے مراد قلوب ہیں ان کے دلوں میں انس و سرور نہ رہا گویا وہ فرط وحشت و غم سے نکل نکل گئے۔ وَظَنُوا أَنَّ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ (اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی مگر اس کے ہاں) انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے نکلنے کا راستہ معافی و استغفار کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ (پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی) پچاس ایام کے بعد لِيَتُوبُوا (تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع رہا کریں) تاکہ وہ بھی توابین میں شامل ہو جائیں۔ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں) ابو بکر و راق کہتے تھے خالص توبہ یہ ہے کہ تائب کو زمین باوجود وسعت کے تنگ نظر آئے اور خود اس کا اپنا نفس بھی اس پر تنگ ہو۔ جیسا کہ یہ تین صحابہ کرام۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ

مدینے والے اور ان کے آس پاس کے رہنے والے دیہات کے لوگوں کے لئے یہ زیبا نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے سے

رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرِغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ

پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ بات کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اپنی جانوں کو لے کر بیٹھ جائیں، یہ اس وجہ سے کہ انہیں جو بھی کوئی پیاس

ظَمًا وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطْئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ

یا تھکن یا بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے اور وہ کسی جگہ جو قدم رکھتے ہیں جس سے کافروں کو جلن ہوتی ہے

وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نِيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ

اور دشمن سے جو بھی کوئی چیز لے لیتے ہیں تو اس سب کی وجہ سے ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بلاشبہ اللہ اچھے کام کرنیوالوں کا

أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يَنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ

اجر ضائع نہیں فرماتا۔ اور وہ لوگ جو بھی کوئی چھوٹا بڑا خرچہ کرتے ہیں اور جس کسی میدان کو قطع کرتے

وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِحَازِنِهِمْ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

ہیں تو یہ ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے عمل کا اچھے سے امجا بدلہ عطا فرمائے۔

سچوں کا ساتھ دو:

آیت ۱۱۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ

رہو) نمبر ۱۔ ایمان والوں کے ساتھ نہ کہ منافقین کے ساتھ۔ نمبر ۲۔ ان ایمان والوں کے ساتھ جو پیچھے نہیں رہے۔ نمبر ۳۔ ان

لوگوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے دین میں اور قول و نیت و عمل میں سچ اختیار کرنے والے ہیں۔

مَسْتَنَدٌ: یہ آیت اجماع کی حجت پر دلیل ہے کیونکہ صادقین کا ساتھ دینے کا حکم دیا گیا پس ان کا قول قبول کرنا ضروری ہوا۔

اپنی جان کو عزیز سمجھ کر جہاد سے پیچھے نہ رہنا چاہئے:

آیت ۱۲۰: مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ (مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش ہیں یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں) یہاں نفی بمعنی نہیں ہے ان لوگوں کو خصوصاً ذکر کیا اگرچہ تمام لوگ اس معاملے میں برابر ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بالکل قریب رہتے تھے۔ اور آپ کا نکلنا ان کے سامنے واضح تھا۔

وَلَا يَرْغَبُوا (اور نہ اپنی جان کو عزیز سمجھیں) اور نہ یہ چاہیے کہ وہ بخل کریں بِنَفْسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ (ان کی جان کے مقابلہ میں) جو کچھ بھی پہنچتا رہے آپ کو۔ یعنی ان کو نہ چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کی ذات کے مقابلے میں ترجیح دیں بلکہ پریشانی اور تکلیف میں آپ کا ساتھ دیں اور ساتھ رہیں اور ہر سختی میں اپنے آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ ذَلِكَ (یہ) پیچھے رہنے کی ممانعت بَانَهُمْ (اس سبب سے) اس وجہ سے ہے لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ (ان کو جو پیاس لگتی ہے) پیاس وَلَا نَصَبٌ (اور جو تھکاوٹ پیش آتی ہے) تھکاوٹ وَلَا مَخْمَصَةٌ (اور جو بھوک لگتی ہے) بھوک فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ کی راہ میں) جہاد میں وَلَا يَكُونُونَ مَوْطِنًا (اور جو چلنا وہ چلے) اپنے گھوڑوں کے سموں سے کفار کی جس زمین کو وہ روندتے ہیں اور اپنے اونٹوں کے قدموں اور پاؤں سے لتاڑتے ہیں۔ يَغِيظُ الْكُفَّارَ (جو کفار کیلئے غصہ کا باعث ہوا) ان کو ناراض کرے اور ان کے سینوں کو تنگ کرے۔ وَلَا يَسْأَلُونَ مِنْ عَدُوٍّ نِيْلًا (اور انہوں نے دشمن کی جو کچھ خبر لی) ان کو قتل کی جو مصیبت پہنچتی ہے نمبر ۲۔ قید و بند نمبر ۳۔ زخم نمبر ۴۔ ہڈی ٹوٹنا نمبر ۵۔ شکست وغیرہ لَا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ (ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک عمل لکھا گیا) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر گھبراہٹ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ملتی ہیں کہا جاتا ہے نال منہ جب اس کو تکلیف پہنچائے اور اس کو کم کرے۔ یہ ہر ایسی چیز کے متعلق عام ہے جو پریشانی کا باعث بنے۔

مَسْئَلَةٌ: نمبر ۱۔ جو آدمی کسی کام کا قصد کرتا ہے تو اس کے لئے اس کی نقل و حرکت، قیام و قعود، کلام، مشی، رکوب وغیرہ تمام قابل بدلہ اور صلہ ہیں۔ نمبر ۲۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد مدد و لشکر کے ساتھ مال غنیمت میں برابر کی شریک ہے کیونکہ کفار کے علاقوں کو روندنے سے ان کو غصہ آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے عامر کے دونوں بیٹوں کو حصہ عنایت فرمایا۔ حالانکہ وہ دونوں لڑائی کے ختم ہونے کے بعد پہنچے تھے۔

الموطی نمبر ۱۰۰ یہ مورد کی طرح مصدر ہے نمبر ۲۔ ظرف مکان ہے۔ اگر ظرف مکان مائیں تو پھر يَغِيظُ الْكُفَّارَ کا معنی (اس کا روندنا کفار کو غصہ دلانے والا ہے، یہ مصدری معنی ہے) روندنے کی جگہ کفار کو غصہ دلانے والی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (یقیناً اللہ تعالیٰ محصلین کا اجر ضائع نہیں کرتے) یعنی بیشک وہ مخلص ہیں اللہ تعالیٰ ان کا ثواب باطل نہ کریں گے۔

اخلاص والے ہر چھوٹے بڑے عمل کا بدلہ ہے:

آیت ۱۲۱: وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً (اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا) اللہ تعالیٰ کی راہ میں صَغِيرَةً (چھوٹا) خواہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو وَلَا كَبِيرَةً (بڑا) جیسا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جیش عسره میں دیا۔ وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا (جتنے میدان ان کو طے کرنے

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۖ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ

”اور مؤمنین کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں، کیوں نہ نکلی چھوٹی جماعت بڑی جماعت میں سے

لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝۴

تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو ڈرائیں۔ جبکہ وہ اگلے پاس واپس آجائیں۔“

پڑے) آنے جانے میں جس زمین سے ان کا گزر ہوا۔ وادی پہاڑوں کے درمیان کھلی جگہ۔ اور ٹیلوں کے مابین وسیع جگہ۔ جس میں ٹیلوں سے اترنے والا پانی بہتا ہو۔ یہ اصل میں فاعل ہے اصل وادی جبکہ بہنے لگے اسی سے الوادی ہے اور الوادی بھی اسی سے ہے اب وادی مطلق زمین کیلئے بولا جانے لگا۔ اَلَا كُتِبَ لَهُمْ (یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا) وہ خرچ کرنا اور وادی عبور کرنا لِيَجْزِيََهُمُ اللَّهُ (تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے) یہ کُتِبَ سے متعلق ہے یعنی ان کے نامہ عمل میں بدلے کیلئے لکھ دیا گیا۔ اَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا) یعنی ان کے ہر عمل پر بہترین جزاء عنایت فرمائیں گے اور احسن سے کم درجہ عمل کو بھی احسن کے ساتھ کثرت اجر کیلئے شامل کر لیا جائے گا۔

کچھ جہاد میں جائیں تو دوسرے دین کا فہم حاصل کریں:

آیت ۱۲۲: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً (مؤمنوں کو یہ نہ چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں) لام تاکید نفی کیلئے ہے تمام مسلمانوں کا طلب علم کیلئے اپنے وطنوں سے کوچ کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ فَلَوْلَا نَفَرَ (کیوں نہ نکلی چھوٹی جماعت) جب تمام کا کوچ نہیں تو پھر ایک گروہ کیونکر ایسا نہیں مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ (ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت) ہر بڑی جماعت میں سے چھوٹی جماعت تاکہ ان کا کوچ کرنا کفایت کر جائے۔ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں) تاکہ وہ انہیں خوب گہرائی کو بتکلف حاصل کریں اور اس کے حصول میں مشقت اٹھائیں۔

وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ (تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو ڈرائیں) ان کو اپنی ہمتوں کا مقصود دعوت و ارشاد دین اور انذار بنانا چاہیے۔ اِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ (جبکہ وہ ان کے پاس آویں) اور کوئی خسیس اغراض جیسے سرداری، صدارت حاصل کرنا اور لباس اور سواریوں میں ظالموں سے مشابہت نہ ہونی چاہیے۔ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (تاکہ وہ احتیاط رکھیں) جس سے بچنا ضروری ہے کہا گیا ہے کہ غزوہ تبوک کے بعد جب آپ ﷺ کسی لشکر کو روانہ فرماتے جبکہ متخلفین کے بارے میں سخت عذاب کی آیات اتر چکیں تو تمام مؤمن اس لشکر میں جانے کیلئے سبقت کرتے۔ اور تفقہ فی الدین سے منقطع رہتے اس پر حکم ہوا کہ ایک گروہ کو جہاد کی طرف بھیجا جائے۔ اور باقی تمام تفقہ فی الدین میں مصروف رہیں۔ تاکہ اس جہاد اکبر سے منقطع نہ رہیں۔ اسلئے کہ قصد کرنے والوں کے ساتھ جہاد و کوشش جہاد بالنبل سے (ایک اعتبار سے) بڑھ کر ہے لیتفقہوا میں ضمیر ان باقی گروہوں کیلئے ہے جو کوچ کر نیوالوں کے بعد رہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ

اے ایمان والو! ان کافروں سے قتال کرو جو تمہارے آس پاس ہیں اور وہ تمہارے اندر سختی محسوس

غِلْظَةً وَعَلِمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٢٣﴾ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ

کریں، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے، اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے

مَنْ يَقُولُ آيُكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيْمَانًا فَآمَنَ الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے تم میں سے کس کے ایمان کو بڑھایا، سو جو لوگ اہل ایمان ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو

إِيْمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٢٤﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ

بڑھا دیا اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے سو اس سورت نے انکی

رَجَسًا إِلَىٰ رَجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿٢٥﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ يُفْتَنُونَ

گندگی پر گندگی بڑھا دی۔ اور وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر ہیں، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال

فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذْكُرُونَ ﴿٢٦﴾ وَإِذَا

ایک یا دوبار کسی نہ کسی مصیبت میں ڈالے جاتے ہیں پھر وہ رجوع نہیں کرتے اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں، اور جب

مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرِيكُمْ مِنْ أَحَدٍ ثُمَّ

کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ تمہیں کوئی شخص دیکھ تو نہیں رہا، پھر

انصَرَفُوا صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٢٧﴾

چل دیتے ہیں، اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا، اس وجہ سے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔

جائیں۔ اور لیندروا قومہم تاکہ وہ باقی جماعتوں اور کوچ کرنے والوں کو جب وہ لوٹ کر آئیں وہ علوم سکھائیں جو ان کی غیر موجودگی میں حاصل کئے ہیں۔ اور پہلی صورت میں مدینہ کی طرف دین کی سمجھ حاصل کرنے کیلئے آنے والی جماعتیں مراد ہیں (کہ وہ لوٹ کر اپنے اپنے شہروں اور اقوام کو دین کی باتیں سکھائیں)۔

کفار کے ساتھ اقرب فالاقرب کے لحاظ سے قتال کیا جائے:

آیت ۱۲۳: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ (اے ایمان والو! ان سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں) تم سے جو قریب ہیں مِنَ الْكُفَّارِ (کفار سے) قتال تمام کفار کے خلاف خواہ وہ قریب ہوں یا بعید واجب ہے لیکن وجوب اقرب فالاقرب کے لحاظ سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی قوم سے لڑائی کی پھر حجاز کے دیگر کفار سے۔ پھر شام۔ کیونکہ شام عراق کی نسبت مدینہ سے زیادہ قریب ہے اسی طرح ہر طرف میں لازم یہ ہے کہ قریب تر سے لڑیں۔ وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً (اور ان کو تمہارے اندر سختی پانی چاہئے) تم میں قتال سے قبل ان کے ساتھ بات میں سختی و درشتی ہونی چاہئے۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے) نصرت و غلبہ کے ذریعہ۔

منافقین کا قرآن سے استہزاء اور اس کا جواب:

آیت ۱۲۴: وَإِذْ مَا أَنزَلْتُ سُورَةَ (اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے) مَا مَوْصُولَةٌ (جو تاکید کیلئے ہے فَمِنْهُمْ) (تو بعض منافقین) منافقین میں سے مَنْ يَقُولُ (کہتے ہیں) ایک دوسرے کو کہتے ہیں اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ (اس سورت نے تم میں سے کس کے ترقی دی ہے) اس سورت نے اِيْمَانًا (ایمان میں) ایمان والوں کا استہزاء اور سورت کا انکار کرتے ہوئے اَيُّكُمْ یہ مبتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَرَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (سو جو لوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے)

آیت ۱۲۵: وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ (اور جن کے دلوں میں بیماری ہے) شک و نفاق۔ یہ ایسا بگاڑ ہے جو بدن کی بیماری کی طرح علاج کے لائق ہے۔ فَرَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ (تو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھادی) ایسا کفر جو ان کے کفر کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ (اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے) اس میں ان کے کفر پر اصرار کرنے کی اطلاع دی گئی ہے۔ (جو کہ یقیناً سچی ثابت ہوئی)

منافق سال بسال آفات میں ڈالتے جاتے تاکہ توبہ کر لیں مگر کہاں.....:

آیت ۱۲۶: أَوْ لَا يَرَوْنَ (کیا ان کو دکھائی نہیں دیتا) منافقین کو

قراءت: حمزہ نے تَرَوْنَ پڑھا ہے اور خطاب ایمان والوں کو ہے۔ اِنَّهُمْ يُفْتَنُونَ (کہ یہ آفت میں پھنستے رہتے ہیں) قحط امراض وغیرہ میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ (ہر سال میں ایک یا دو بار پھر بھی باز نہیں آتے) اپنی منافقت سے وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ (اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں) نمبر ۱۔ نہ عبرت حاصل کرتے ہیں۔ نمبر ۲۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملکر جہاد کے ذریعہ نہ توبہ کرتے ہیں حالانکہ اسلام کا دبدبہ دیکھتے بھی ہیں۔ اور نہ صدقات سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ

بلاشبہ تمہارے پاس رسول آیا ہے، جو تم میں سے ہے۔ تمہیں جو تکلیف پہنچے وہ اس کے لئے نہایت گراں ہے وہ تمہارے نفع کے لئے حریص ہے۔

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۱۲۸ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا

مؤمنین کے ساتھ بڑی شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرنے والا ہے۔ سو اگر لوگ روگردانی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی

هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۱۲۹

عبادت کے لائق نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

منافقین کی نظر بازیاں:

آیت ۱۲۷: وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ (اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں) وحی کا انکار کرتے ہوئے ایک دوسرے کو آنکھوں سے طعنے دیتے ہیں اور اسلام کا مذاق اڑانے کیلئے اور زبان سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ هَلْ يَرَأِيكُمْ مِنْ أَحَدٍ (تم کو کوئی دیکھ نہیں رہا) مسلمانوں میں سے تاکہ ہم واپس لوٹ چلیں۔ ہم اس کو سن کر صبر نہیں کر سکتے اور نہ رک سکتے ہیں۔ ہمیں تو اتنی شدید ہنسی آرہی ہے جس کی وجہ سے ان کے درمیان ہمیں ٹھہرنے کی صورت میں رسوائی کا خدشہ ہے۔

نمبر ۲۔ جب کوئی سورت منافقین کے عیوب ظاہر کرنے کیلئے اترتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو اشارے کرتے ہیں۔ اگر تم آپ کے پاس سے اٹھے ہو تو تمہیں کسی نے اٹھتے دیکھا تو نہیں تُم انصَرَفُوا (پھر وہ چل دیتے ہیں) پھر رسوائی کے خطرہ کے پیش نظر آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ (اللہ تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے) قرآن کے سمجھنے سے بَانَهُمْ (اس سبب سے کہ وہ) قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ (بالکل بے سمجھ لوگ ہیں) وہ تدبر ہی نہیں کرتے کہ بات کو سمجھیں۔

عظیم الشان رسول کی رفیع الشان صفات:

آیت ۱۲۸: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ (تمہارے پاس آئے ایک عظیم الشان رسول) مُحَمَّدٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ (جو تمہاری جنس سے ہیں) تمہاری جنس تمہارے نسب سے، عربی، قرشی تمہاری طرح عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (جن کو تمہاری مشقت والی بات نہایت ہی گراں گزرتی ہے) ان پر گراں گزرتی ہے کیونکہ وہ تمہیں میں سے ایک ہیں۔ عنتکم تمہاری تکلیف اور تمہیں ناپسند بات کا پہنچنا پس وہ تمہارے عذاب میں پڑنے اور مبتلا ہونے سے ہر وقت ڈرتے ہیں۔

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ (تمہارے فائدے کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں) تمہارے ایمان کے متعلق بِالْمُؤْمِنِينَ (اور ایمان والوں کے ساتھ) جو تم میں سے ہیں یا تمہارے علاوہ میں سے ہیں۔ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (بڑے شفیق مہربان ہیں) کہا گیا ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے اور کسی کیلئے اس کے ناموں میں دو نام ایک جگہ اکٹھے نہیں ذکر فرمائے صرف حضرت محمد ﷺ کیلئے رؤف رحیم دو نام جمع کر کے ذکر فرمائے۔

آیت ۱۲۹: فَإِنْ تَوَلَّوْا (پھر اگر یہ روگردانی کریں) اگر آپ پر ایمان لانے سے اعراض کریں اور علیحدگی اختیار کریں۔ فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ (تو آپ کہہ دیں کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے) پس اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور اپنے امور اس کے سپرد کرو اس کی ذات ان کے تمام حملوں کی طرف سے کافی ہے وہ ذات ان کے خلاف تمہاری مدد فرمانے والی ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ (اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا) میں نے اپنا معاملہ اس کے سپرد کیا وہو رَبُّ الْعَرْشِ (اور وہ مالک ہے عرش کا) مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق عرش الہی ہے۔ اہل سماء کے طواف کیلئے اس کو پیدا فرمایا اور ان کے لئے دعا کا قبلہ بنا دیا۔ الْعَظِيمِ (بڑی عظمت والا ہے) قراءت: یہ جر کے ساتھ ہے اور مرفوع ماننے کی صورت میں رب عزوجل کی صفت ہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔

تمت ترجمة التوبة ليلة الخميس من شهر جمادى الاخرى ۱۳۲۳ھ، ۲۸ اگست ۲۰۰۲ء الحمد لله اولاً و آخراً

اللَّهُمَّ وفقني توبة نصوحاً كما فعلت بفضلِكَ مع اصحاب نبيكَ ﷺ۔

سُوْرَةُ يُوْسُفُ مَاءِ تَبَرُّجٍ آيَاتِ اِحْدَ عَشْرٍ كُوْنًا

سورة یوسف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۰۹ آیات اور الکرع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الرَّافِقُ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ

الترافق یہ آیات ہیں کتاب حکیم کی، کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے انہیں میں سے ایک شخص کی طرف وحی بھیجی

اَنْ اَنْذِرَ النَّاسَ وَبَشِّرَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا اَنْ لَهُمْ قَدَمٌ صَدَقَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ قَالَ الْكَافِرُوْنَ

کہ لوگوں کو ڈرائے اور ان لوگوں کو بشارت دیجئے جو ایمان لائے یہ کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس بڑا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا

اِنَّ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ② اِنَّ رَبَّكُمْ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ

کہ بے شک یہ کھلا جادوگر ہے، بلاشبہ تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں

اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۚ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۚ

پیدا فرمایا پھر اودھ عرش پر مستوی ہوا، وہ ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کرنے والا نہیں،

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۚ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ③ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا ۚ وَعَدَ اللّٰهُ

وہ اللہ تمہارا رب ہے سو تم اسکی عبادت کرو، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، اسی کی طرف تم سب کو لوٹ جانا ہے، اس نے سچا وعدہ

حَقًّا ۚ اِنَّهٗ یَبْدُوْا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کر رکھا ہے بلاشبہ وہی مخلوق کو ابتداء پیدا فرماتا ہے پھر وہ اسے دوبارہ لوٹا دے گا تا کہ وہ ان لوگوں کو انصاف کیساتھ

بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌ ۚ بِمَا كَانُوْا

بدلہ دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے پینے کو کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ

یَكْفُرُوْنَ ④

کفر کرتے تھے۔

الرّا۔ تِلْكَ اَيُّ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرَ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ لَهُمْ قَدَمٌ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔

آپ کی نبوت قابل تعجب کیوں ہے؟

۲۰۱: الرّا اور ان کی مثل ایمالہ ہے حمزہ، علی اور ابو عمر و رحمہم اللہ کے نزدیک۔ یہ حروف تحدی کیلئے شروع سور میں لائے گئے ہیں۔ تِلْكَ اَيُّ الْكِتٰبِ (جو اس کتاب کی آیتیں ہیں) تِلْكَ سے اشارہ ان آیات کی طرف ہے جو سورت میں پائی جاتی ہیں کتاب سے یہ سورۃ مراد ہے۔ الْحَكِيْمِ (جو پر حکمت ہے) نمبر ۱۔ حکمتوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے کتاب کی صفت حکیم لائی گئی ہے۔ نمبر ۲۔ کذب اور من گھڑت ہونے سے محفوظ ہے۔ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا (کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا) اس میں حمزہ استفہام انکاری تجھی ہے۔ لوگوں کے اس کے متعلق تعجب کرنے پر انکار و تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔

يَحْكُوْنَ: اَنْ اَوْحَيْنَا (کہ ہم نے وحی بھیج دی) یہ کان کا اسم اور عجبنا اسکی خبر ہے اور للناس کا لام محذوف کے متعلق ہے جو کہ عجبنا کی صفت ہے جب وہ مقدم ہے تو حال بن گیا۔ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرَ النَّاسَ (انہی میں سے ایک شخص کے پاس کہ سب آدمیوں کو ڈرائے)۔ نمبر ۱۔ ان سے پہلے با مقدر ہے بان اندر۔ نمبر ۲۔ ان مفسرہ ہے کیونکہ ایحاء میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ لَهُمْ (اور ایمان والوں کو خوشخبری سنائے کہ ان کو) اَنْ سے پہلے با محذوف ہے بان لہم۔ للناس میں لام کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کو ایک عجب و قرار دیا جس پر وہ تعجب کرتے تھے کہ ایک انسان کی طرف وحی آئی اور وہ انسان بھی ایسا جو ان کے متوسط طبقے میں سے ہے نہ کہ ان کے مالدار سرداروں میں سے۔ اسی لئے وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو رسالت کے لئے ابوطالب کے یتیم بھتیجے کے سواء اور کوئی نہ ملا۔ اور وہ آگ سے ڈراتا اور جنت کی خوشخبری سناتا ہے۔ حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی تعجب انگیز نہیں ہے کیونکہ اُمم کی طرف مبعوث رسل انہی جیسے انسان ہوتے ہیں اور یتیم اور بے مایہ کا بھیجنا بھی تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ نبوت کیلئے وہ منتخب کیا جاتا ہے۔ جو اسباب نبوت کا جامع ہو اور مالدار کی اور دنیا میں مرتبہ و درجہ والا ہوتا یہ اسباب نبوت سے قطعاً نہیں ہے اور جزاء اور سزا کیلئے دوبارہ اٹھانا یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت عظمیٰ کا تقاضہ ہے پس یہ کیونکر قابل تعجب ہوا؟ بلکہ تعجب انگیز اور قابل انکار تو صحیح عقل و فکر میں جزاء کا انکار ہے۔

قدم صدق کی مراد:

قَدَمٌ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (پورا مرتبہ ملے گا ان کے رب کے ہاں) نمبر ۱۔ قدم کا معنی سابقیت اور فضیلت اور بلند مرتبہ و مقام ہے۔ کیونکہ تگ و دو اور سبقت قدم سے حاصل ہوتی ہے اس لئے اچھی کوشش اور اس کے مقام اور اس میں سابقیت کو قدم سے تعبیر فرمایا گیا۔ جیسا کہ نعمت کو دید، باع کہتے ہیں کیونکہ وہ مال ہاتھ سے ادا کیا جاتا ہے اور دینے والا اپنے بازو اس کے لئے دراز کرتا ہے محاورہ میں کہتے ہیں۔ لفلان قدم فی الخیر۔ قدم کی نسبت صدق کی طرف کر کے زیادت فضل کی طرف اشارہ کر دیا۔ اور یہ بتلادیا کہ یہ عظیم انعامات سے ہے۔ نمبر ۲۔ قدم کا معنی مقام صدق ہے۔ نمبر ۳۔ سعادت میں سبقت کا میسر آنا مراد ہے۔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ (کافر کہنے لگے بلاشبہ یہ تو کھلا جادو گر ہے)

قراءت: مدنی، بصری، شامی نے لِسْحَرُ پڑھا ہے۔ جنہوں نے لِسَا حَرْ پڑھا ہے۔ اس سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی مراد لی ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ وہ لوگ اس بات سے عاجز تھے کہ آپ کو کاذب و ساحر ثابت کر سکیں اور آپ کے سچے ہونے کے معترف تھے۔

قضاء و قدر کا وہی مالک:

۳: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا فرمایا پھر عرش پر قائم ہوا) استوی کا معنی استیلاء و غلبہ ہے کیونکہ دِثَان مکان سے پاک اور معبود و حدود سے واء الراء ہے۔

يُدَبِّرُ (وہ تدبیر کرتا ہے) حکمت کے مطابق اندازہ کرتا اور فیصلہ فرماتا ہے۔ الْأَمْرُ (ہر کام کی) تمام مخلوقات کا معاملہ اور آسمان زمین اور عرش کا معاملہ۔ اَوَّلًا اللہ تعالیٰ کی عظمت و ملکیت کا تذکرہ آسمان و زمین اور عرش کی پیدائش سے کیا۔ اور پھر تدبیر الامر کا جملہ لا کر عظمت کو مزید واضح کر دیا۔ اور یہ بتلادیا کہ اسکی شان یہ ہے کہ قضاء و قدر کا کوئی امر ان کے حکم سے باہر نہیں ہے۔ اسی طرح مَا مِنْ شَيْءٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ (کوئی سفارش کرنے والا نہیں بغیر اس کی اجازت کے) میں اللہ تعالیٰ کی عزت و کبریائی کی دلیل مزید دے دی ذَلِكُمْ (ایسا) اس سے اشارہ عظمتوں کے ساتھ متصف ذات کی طرف کیا جو عظمتیں مدح و ثناء ہوئیں۔ اللہ وَ رَبَّكُمُ (اللہ تمہارا رب ہے) وہی تو مستحق عبادت ہے فَاعْبُدُوْهُ (پس تم اسی کی عبادت کرو) اس کو وحدہ لا شریک جانو اور اسکی مخلوقات میں سے انسان اور فرشتوں کو بھی اس کا شریک مت بناؤ۔ چہ جائیکہ وہ جمادات بت وغیرہ جو ذرہ بھر نفع و نقصان پر بھی قدرت نہیں رکھتے اَقْلًا قَدْ تَكْرُوْنَ (کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے) کیا تم تدبیر نہیں کرتے کہ جس سے تم مصالح اور منافع کے پائے جانے سے نافع و مصلح کی ذات پر استدلال کر سکو۔

۴: اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا (تم تمام نے اسی ہی کی بارگاہ میں لوٹنا ہے) جمیعاً حال ہے مطلب یہ ہے کہ تم بالآخر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پس اسکی ملاقات کی تیاری کرلو۔ نمبر ۱۔ المرجع کا معنی رجوع کرنا۔ نمبر ۲۔ رجوع کی جگہ وَعْدَ اللّٰهِ (اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے) یہ الیہ مرجعکم کیلئے مصدر بطور تاکید لایا گیا ہے۔ حَقًّا (سچا) یہ وعدہ اللہ کیلئے مصدر مؤکد ہے۔ اِنَّهٗ یَبْدُوْا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ (وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا) یہ جملہ مستأنفہ ہے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کی علت بیان کرنا ہے۔

شرک نہ کرنے والے منصف ہیں:

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ (تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ جزاء دے) یعنی تخلیق اور اعادہ کی حکمت یہ ہے کہ مکلفین کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔ بِالْقِسْطِ (انصاف کے ساتھ) **تَحْکُوْمٌ**: بالقسط یہ یجزی کے متعلق ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے لیجزیہم بقسطہ۔ نمبر ۱۔ تاکہ اپنے انصاف سے انکو بدلہ دے اور انکو انکا پورا پورا اجر عنایت کرے یا نمبر ۲۔ ان کے انصاف کا بدلہ دے۔ یعنی جو انہوں نے انصاف اور عدل کیا اور ظلم نہ کیا۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ

اللہ وہ ہے جس نے سورج کو روشنی بنایا اور چاند کو نور بنایا، اور اس کے لئے منزلیں مقرر فرما دیں تاکہ تم

السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۵﴾

برسوں کی گنتی جان لو اور حساب کو معلوم کرلو، یہ چیزیں اللہ نے حق ہی کے ساتھ پیدا فرمائی ہیں، وہ جاننے والوں کے لئے تفصیل کے ساتھ نشانیاں بیان فرماتا ہے

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ

بے شک رات اور دن کے ایک دوسرے کے بعد آنے جانے میں اور جو کچھ اللہ نے آسمان اور زمین میں پیدا فرمایا ہے ان میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں

يَتَّقُونَ ﴿۶﴾

جو ڈرتے ہیں۔

جبکہ وہ ایمان لائے اسلئے کہ شرک بڑا ظلم ہے جیسا کہ (سورہ لقمان ۱۳) میں فرمایا ان الشُّرَكَاءَ لظُلْمٌ عَظِيمٌ اور یہ وجہ سب سے بہتر ہے کیونکہ اس ارشاد کے مقابلہ میں وارد ہے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ (اور جن لوگوں نے کفر کیا انکو کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا انکے کفر کی وجہ سے) اور میرا کلام بھی ایک وجہ ہے۔

نمونہ قدرت:

۵: هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً (وہی ذات جس نے سورج کو تیز روشنی والا بنایا) یہ ضواء سے ضیاء بنا ہے۔ ضیاء میں یا اصل میں واؤ ہے ماقبل کسرہ کی وجہ سے یا بنی ہے۔ اور ہمزہ سے قبل یہ تبدیلی لائی گئی کیونکہ یا حرکت کیلئے زیادہ مناسب ہے۔

دوسرا نمونہ:

وَالْقَمَرَ نُورًا (اور چاند کو نورانی بنایا) ضیاء، نور کی بنسبت تیز روشنی کو کہتے ہیں۔ اسی لئے چاند کے لئے نور (دھیمی روشنی) اور سورج کیلئے ضیاء (تیز روشنی) کا لفظ لایا گیا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ (اور اس کے لئے مقرر کر دیا منازل کا اندازہ) اور چاند کا اندازہ کیا یعنی اس کے چلنے کی منازل مقرر فرمائیں۔ نمبر ۲۔ ذامنازل۔ اس کو منازل والا بنایا۔ جیسا کہ سورت یس ۳۹۔ میں فرمایا والقمر قدرناہ منازل۔

لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ (تاکہ تم سالوں کی گنتی جان لو) یعنی سالوں کی تعداد اور مہینوں کی، ذکر صرف سنین کا فرمایا کیونکہ مہینے ان میں خود شامل ہیں وَالْحِسَابَ (اور حساب کو) اور مدتوں کا حساب اور مقررہ اوقات سالوں اور مہینوں کے ساتھ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ كَمَا مَشَارَالِیہ مذکورہ چیزیں ہیں (کہ اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ چیزوں کو نہیں بنایا) إِلَّا بِالْحَقِّ (مگر حق کے ساتھ) اس حکمت بالغہ سے یہ متصل ہیں۔ بے کار پیدا نہیں کئے گئے۔ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ (وہ نشانیاں کو کھول کر بیان کرتا ہے)

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا وَالَّذِينَ

بلاشبہ جو لوگ ہمارے پاس آنے کی امید نہیں رکھتے اور وہ دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور وہ لوگ

هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَفُلُونَ ۖ أُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ

جو ہماری آیات سے غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے، بے شک جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ

ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کا رب انکے ایمان کی وجہ سے انہیں راہ بتا دے گا، ان کے نیچے نہریں جاری

الأنهرُ فِي جَنَّةٍ النَّعِيمِ ۚ دَعَوْهُمْ فِيهَا سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۚ

ہوں گی۔ نعمت کے باغوں میں ہوں گے، ان میں انکی یہ بات ہوگی کہ اے اللہ تو پاک ہے، اور اس میں ان کا تحیہ سلام ہو گا

وَأٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنْ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور ان کی آخری بات الحمد للہ رب العلمین ہوگی۔

قراءت: مکی، بصری، حفص نے یا سے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے نون سے پڑھا ہے۔ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (جاننے والے لوگوں کیلئے) پس وہ ان میں غور کر کے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

نمونہ نمبر ۳:

۶: إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ (بیشک رات دن کے آگے پیچھے آنے میں) نمبر ۱۔ ان میں سے ہر ایک کے دوسرے کے پیچھے آنے میں۔ نمبر ۲۔ ان کے باہمی رنگوں کے مختلف ہونے میں۔ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اور ان چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں) یعنی تمام مخلوقات میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (بڑے دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں) ڈرنے والوں کا خاص طور پر تذکرہ فرمایا کیونکہ آخرت کا کھٹکا اور ڈراٹھی لوگوں کو ہے پھر یہ ڈران کو غور و فکر کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

دنیا پر خوش اور آخرت سے غافل آگ میں:

۷: إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا (جن لوگوں کو ہمارے سامنے پیش ہونے کا ڈر کھٹکا نہیں ہے) نمبر ۱۔ بالکل اسکی توقع ہی نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی اس کا خیال اپنے دلوں میں لاتے ہیں کیونکہ حقائق کو سمجھنے سے وہ غفلت کا شکار ہیں۔ یا نمبر ۲۔ ہماری بہتر ملاقات کی امید نہیں کرتے جیسا کہ سعادت مند لوگ امید کرتے ہیں۔ یا نمبر ۳۔ ہمارے سامنے بری حاضری سے نہیں ڈرتے۔ وہ

بری ملاقات جس سے ڈرنا ضروری ہے۔

وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا (اور وہ دنیا کی زندگی سے خوش ہیں) آخرت کے مقابلہ میں اور انہوں نے قلیل فانی کو کثیر باقی پر ترجیح دی ہے۔ وَأَطْمَأَنُّوا بِهَا (اسی پر مطمئن ہیں) وہ اس میں اس طرح رہ رہے ہیں جیسے اس سے زائل نہ ہونگے اسی لئے انہوں نے مضبوط تعمیرات کی ہیں اور لمبی امیدیں باندھ رکھی ہیں۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غِفلُونَ (اور جو لوگ کہ ہمارے دلائل سے غفلت برتنے والے ہیں) ان میں سوچ و بچا نہیں کرتے۔

يَخْشَوْنَ: اس پر وقف نہیں کیونکہ ان کی خبر اُولَئِكَ مَاوَاهُمُ النَّارُ ہے۔
۸: اُولَئِكَ مَاوَاهُمُ النَّارُ (ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے)

يَخْشَوْنَ: اُولَئِكَ مبتداء اول، ماوہم مبتدا ثانی النار اسکی خبر اور دونوں مل کر اُولَئِكَ کی خبر اور یہ ان کی خبر ہے۔ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (اس کمائی کے بدلے میں جو وہ کماتے تھے) بما کی باکا متعلق جوڑو امحذوف کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔

جنت ایمان سے ملی:

۹: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے انکارب ان کو ان کے ایمان کی وجہ سے ان کے مقصد تک پہنچائے گا) ان کے ایمان کے سبب ان کا رب ان کو ثواب تک پہنچانے والا ہے کیونکہ انہوں نے سیدھے راستہ پر استقامت اختیار کی۔ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ (اس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی) اس کا بیان اور تفسیر ہے۔ کیونکہ سعادت کے سبب کو مضبوطی سے تھام لینا یہ سعادت تک پہنچنے کی طرح ہی ہے۔ نمبر ۲۔ آخرت میں جنت کے راستہ کی طرف ان کے نور ایمان کے سبب ان کی راہنمائی کرے گا۔ اور اس حدیث میں اس بات کا ذکر ہے ان المومن اذا خرج من قبره صور له عمله في صورة حسنة۔ فيقول له انا عملك فيكون له نورا و قائد الى الجنة والكافر اذا خرج من قبره صور له عمله في صورة سيئة فيقول له انا عملك فينطلق به حتى يدخله النار (ابن جریر بن الطبری) کہ مومن کا عمل اچھی شکل میں جنت کا راہنما ہوگا اور کافر کا عمل بری شکل میں جہنم کا راہنما بنے گا۔

مَنْسَلَةً: اس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ مجرد ایمان نجات کا باعث ہے اسی لئے بائیمانم فرمایا گیا۔ عمل صالح کو اس کے ساتھ نہیں ملایا۔ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ (نعمتوں والے باغات میں) یہ نمبر ۱۔ تخری کے متعلق ہے نمبر ۲۔ الا تھا رسے حال ہے۔

جنت والوں کی دعا و سلام:

۱۰: دَعُوهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ (ان باغات میں ان کی پکار ہوگی اے اللہ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے) دعویٰ یہاں دعا کے معنی میں ہے کیونکہ اللہم نداء ہے کہ اے اللہ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں یعنی سبحانک اللہم کہہ کر وہ اپنے رب کو پکاریں گے یہ ذکر الہی تلمذ کیلئے ہوگا عبادت کیلئے نہیں۔ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ (اور سلام آپس میں السلام علیکم ہوگا) نمبر ۱۔ سلام سے وہ ایک دوسرے کو مبارک باد دیں گے۔ نمبر ۲۔ فرشتے اس طرح ان کو سلام کریں گے گویا مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔ نمبر ۳۔ اللہ تعالیٰ کا ان کو سلام ہوگا۔ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ (اور ان کی آخری بات) اور ان کی دعا کا اختتام تسبیح ہوگی۔ اِنَّ الْحَمْدَ

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ

اور اگر اللہ لوگوں پر نقصان واقع کرنے میں جلدی کرتا جیسے کہ وہ بھلائی کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ پورا ہو چکا ہوتا، سو جو لوگ

الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝۱۱ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ

ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہم انکی سرکشی میں انہیں سرگرداں چھوڑ دیتے ہیں، اور جب انسان کو

الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَالِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَانُ

کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے لیٹے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے، پھر جب ہم اس کی تکلیف ہٹا دیتے ہیں تو وہ اس حال میں گزر جاتا ہے کہ گویا

لَمْ يَدْعُنَا إِلَى ضُرِّ مَسَّهُ ۖ كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۲ وَلَقَدْ

اس نے ہمیں کسی تکلیف کے پہنچ جانے پر پکارا ہی نہ تھا، اسی طرح حد سے بڑھ جانے والوں کے لئے انکے اعمال مزین کر دیئے گئے ہیں اور ہم نے

أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكَ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا

تم سے پہلے بہت سی جماعتوں کو ہلاک کیا جبکہ انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس انکے رسول کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے، اور وہ لوگ

كَانُوا الْيَوْمِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝۱۳ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي

ایمان لانے والے نہ تھے، ہم اسی طرح مجرموں کو سزا دیا کرتے ہیں۔ پھر ہم نے تمہیں زمین میں

الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝۱۴

ان کے بعد خلیفہ بنا دیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟

لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (کہ سب تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں) وہ کہیں گے الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ یہ ان مخففہ من المثلہ ہے اور اصل عبارت یہ ہے انہ الحمد للہ رب العالمین۔ یہ ضمیر شان ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے کلام کی ابتداء تسبیح اور آخر تحمید سے ہوگی پس اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس سے ابتداء کر کے شکر و ثناء پر اختتام ہوگا۔ اور اس کے درمیان میں اپنے ارادے سے جو گفتگو چاہیں گے وہ کریں گے۔

جلد عذاب نہ آنے میں حکمت:

۱۱: وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر برائی بھیجنے میں جلدی کیا کرتا جیسا لوگ بھلائی مانگنے میں جلدی کرتے ہیں) اصل اس طرح ہے اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو شر بھی اس طرح جلدی پہنچا دیتے جیسا وہ بھلائی میں جلدی

مانگتے ہیں۔ پس آیت میں استعجال بالخیر کو تعجیل خیر کی جگہ رکھ کر اس کے جلد قبول ہونے کی اطلاع دی ہے۔ ہم سے مراد اہل مکہ ہیں۔ استعجال سے ان کے قول فامطر علينا حجارة من السماء۔ [الانفال: ۳۲] کی طرف اشارہ ہے کہ اگر ہم ان کو شر بھی جلدی سے پہنچا دیں جیسا کہ ہم خیر ان کو جلدی دیتے اور اس سلسلہ میں ان کی دعا قبول کرتے ہیں۔ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجْلُهُمْ (تو ان کا وقت مقررہ کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا) تو وہ مر چکے اور ہلاک ہو چکے ہوتے۔

قراءت: لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجْلُهُمْ شامی نے معروف پڑھا۔ اور فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات کو بنایا ہے۔

فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَافِي طُغْيَانِهِمْ (پس ان لوگوں کو جو ہمارے پاس آنے سے ڈر نہیں رکھتے ان کے حال پر چھوڑتے ہیں وہ اپنی سرکشی میں) یعنی اپنے شرک اور گمراہی میں يَغْمَهُونَ (حیران ہیں) یعنی متردد ہیں۔ ماقبل سے اس کے اتصال کی وجہ یہ ہے کہ لو تعجل اللہ کارشاد تعجیل کی نفی کو اپنے اندر شامل کرنے والا ہے۔ گویا تقدیر اس طرح ہے ولا تعجل لهم الشر ولا نقضى اليهم اجلهم فنذرهم فى طغيانهم يعنى نمهلهم و نفيض عليهم النعمة مع طغيانهم الزما للحجة عليهم۔ نہ ہم ان کو جلد شر پہنچاتے ہیں اور نہ ہی ان کی مدت مقررہ کو ختم کرتے ہیں بلکہ ان کی سرکشی میں مہلت دیکر اور سرکشی کے باوجود انعامات دیکر ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے۔

کافر کا دکھ سکھ میں حال:

۱۲: وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَا (جب انسان کو پہونچتی ہے) مس کا معنی پہنچنا اور انسان سے کافر انسان مراد ہے الضُّرُّ دَعَا (تکلیف تو وہ ہمیں پکارتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تاکہ وہ اس تکلیف کا ازالہ کر دے لِجَنِّبَهُ (اپنے پہلو پر) یہ حال ہے کیونکہ بعد والے حال کا یہ معطوف علیہ ہے۔ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَانِمًا (بیٹھے یا کھڑے) یعنی لیٹے ہوئے بھی ہمیں پکارتا ہے۔ ان تینوں حالتوں کو ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے۔ کہ تکلیف زدہ کے بارے ظاہر کر دیا جائے کہ وہ ہمیں مسلسل پکارتا ہے۔ نہ پکارنے سے اکتاتا اور نہ منقطع کرتا ہے جب تک کہ ضرورت تکلیف اس سے دور نہیں ہو جاتی۔ وہ تمام حالتوں میں ہمیں پکارتا رہتا ہے۔ خواہ اس طرح لیٹنے کی حالت ہو کہ وہ اٹھ بھی نہ سکے یا بیٹھنے کی حالت ہو کہ قیام کی سکت نہ پاتا ہو یا قیام کی حالت ہو کہ چلنے کی مطلق قدرت نہ ہو۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ (جب ہم اس کی تکلیف کا ازالہ کر دیتے ہیں) یعنی اس تکلیف کو زائل کر دیتے ہیں جس میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ مَرَّكَانَ لَمْ يَدْعُنَا إِلَى ضُرِّ مَسَّةٍ (تو وہ ایسا گزر جاتا ہے گویا اس نے کسی تکلیف کے پہنچنے میں ہمیں کبھی بلایا ہی نہیں)۔ نمبر ۱۔ یعنی وہ اپنے تکلیف پہنچنے سے پہلے والے راستہ پر چل پڑتا ہے۔ اور مشقت و تکلیف والی حالت یکسر بھلا دیتا ہے۔ یا نمبر ۲۔ گزر گزرنے اور تضرع کے مقام سے گزر جاتا ہے اور اس کی طرف لوٹ کر نہیں آتا۔ گویا کہ وہ تضرع کے مقام سے واقف بھی نہیں۔ کان لم يدعنا اصل میں کانہ لم يدعنا تھا تخفیف کی بناء پر ضمیر شان کو حذف کر دیا۔ مَكَذَلِكَ (اسی طرح) اس تزیین کی طرح زَيْنَ الْمُسْرِفِينَ (خوشنما کر دیئے جاتے ہیں حد سے بڑھنے والوں کیلئے) کفر کی طرف حدود میں تجاوز کرنے والوں کیلئے شیطان اپنے وساوس سے بُرے اعمال کو مزین کرتا ہے۔ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان کے ان اعمال کو جو وہ کرتے تھے) اعمال

سے یہاں اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض اور اتباع کفر مراد ہے۔

مکذبین کا انجام ہلاکت:

۱۳: وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِكُمْ (بیشک ہم نے تم سے پہلے بہت سے اہل زمانہ کو ہلاک کیا) کہم سے اہل مکہ کو مخاطب فرمایا گیا ہے لَمَّا ظَلَمُوا (جب انہوں نے ظلم کیا) ظلم سے یہاں شرک مراد ہے یہ اہلکنا کا ظرف ہے۔ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ وَأَوْحَاهِیْہِ (حالانکہ ان کے رسول ان کے پاس) مطلب یہ ہے کہ تکذیب کر کے انہوں نے ظلم کیا حالانکہ ان کے رسول ان کے پاس بِالْبَیِّنَاتِ مَعْجَزَاتِ لَآئِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا (وہ نہ تھے ایسے کہ مانتے) اگر وہ باقی رہتے اور ہلاک نہ کئے جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ کفر پر اصرار کرتے رہیں گے۔

مُحْجَوً: اس کا عطف ظلموا پر ہے یا یہ جملہ معترضہ ہے اور اس میں لام نفی تاکید کیلئے ہے مطلب یہ ہوا کہ ان کی ہلاکت کا اصل سبب انکار رسولوں کی تکذیب کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی سے جانتے ہیں کہ ان کو مہلت دینے میں کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ نبوت کے ذریعہ ان پر اتمام حجت کر دی گئی ہے۔ كَذَلِكَ (اسی طرح) ہلاکت جیسی سزائے جزائی الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ (ہم سزا دیا کرتے ہیں مجرمین کو) اس میں اہل مکہ کو رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کے جرم پر ڈرایا گیا ہے (کہ باز آؤ ورنہ تمہارا انجام ان لوگوں سے مختلف نہ ہوگا)۔

ماضی سے عبارت پکڑو نہ اکڑو:

۱۴: ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلِيفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ (پھر ان قوموں کے بعد ہم نے تمہیں ان کا جانشین بنایا) یہ ان لوگوں کو خطاب ہے جنکی طرف حضرت محمد ﷺ کو براہ راست مبعوث فرمایا کہ ہلاک شدہ اقوام کے بعد ہم نے اے مخاطبین تمہیں زمین میں ان کا نائب بنایا۔ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ (تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو) یعنی تاکہ ہم دیکھیں کیا تم خیر کے اعمال بجا لاتے ہو یا شر کا ارتکاب کرتے ہو۔ پھر ہم تمہارے اعمال کے مطابق تم سے سلوک برتیں گے۔

مُحْجَوً: و کیف یہ تعملون کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ لِنَنْظُرَ کی وجہ سے نہیں کیونکہ استفہام کا معنی اس سلسلہ میں رکاوٹ ہے اس کا عامل اس سے مقدم ہے۔ مطلب اس طرح بنا۔ تم ہماری نگاہ میں ہو۔ اب غور کر لو کہ کس طرح کے اعمال تم کر رہے ہو۔ ماضی کو نگاہ عبرت سے دیکھنے والے ہو یا اس کو نظر انداز کر کے حال کے غرور میں مبتلا ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (فداہ ابی دانی) الدنیا حلوة خضرة وان الله مستخلفكم فيها فناظر كيف تعملون دنیا شیریں سرسبز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بعد وہ تمہیں دینے والے ہیں تاکہ آزمائیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

وَإِذَا تَتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۚ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا انْتِ بِقُرْآنٍ

اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے یوں کہتے ہیں کہ آپ اس قرآن کے علاوہ

غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَائِي نَفْسِي ۚ إِنْ

دوسرا قرآن لے آئے یا اس کو بدل دیجئے، آپ فرما دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اسے اپنے پاس سے بدل دوں، میں تو

أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۚ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝

بس اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، بے شک میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں،

قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ

آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تم لوگوں پر اسکی تلاوت نہ کرتا اور نہ تمہیں اللہ اسکی اطلاع دیتا، سو میں تمہارے درمیان اس سے پہلے عمر کے ایک بڑے حصہ تک

قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ

وہ چکا ہوں، کیا تم سمجھ نہیں رکھتے، سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے یا اسکی آیات

بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ۝

کو جھٹلائے، بے شک بات یہ ہے کہ مجرم کامیاب نہیں ہوتے۔

اور قرآن کا مطالبہ اور اس کا جواب:

۱۵: وَإِذَا تَتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ (اور جب ان کو ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں) بینات، حال ہے۔ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا (وہ لوگ کہتے ہیں جن کو ہماری ملاقات کی امید نہیں) جب کہ ان کو قرآن میں بتوں کی عبادت کی مذمت اور سرکش لوگوں کے متعلق وعید پر غصہ آتا ہے۔ انْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَذَا (تو اس قرآن کے سواء اور قرآن لے آ) اس میں وہ چیزیں نہ ہوں جو ہمیں غصہ دلائیں۔ تو ہم آپ کی اتباع کر لیں گے۔ أَوْ بَدِّلْهُ (یا اسی کو بدل دے) اس طرح کہ آیت عذاب کی جگہ رحمت کی آیات اور ہمارے معبودوں کا تذکرہ اور ان کی عبادت کی مذمت نکال دو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ آیت عذاب کی جگہ آیت رحمت رکھ دینا اور معبودوں کی مذمت نکال دینا چونکہ انسانی قدرت کے تحت ہے۔ اس کے جواب میں اس طرح فرمادیں۔

قُلْ مَا يَكُونُ لِي (آپ کہہ دیں مجھے حق نہیں) یعنی میرے لئے حلال نہیں۔ اَنْ اُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَائِي نَفْسِي (کہ میں اس قرآن میں اپنی طرف سے کوئی رد و بدل کر سکوں) تلقاء نفسی کا معنی من قبل نفسی اپنے نفس و ذات کی جانب سے۔ اِنْ

اتَّبِعْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ (میں تو صرف اسی حکم کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے) یعنی میں بلا کم و کاست وحی الہی کی اتباع کرتا ہوں اس میں کوئی تبدیلی اپنی طرف سے نہیں لاتا کیونکہ میں یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے لاتا ہوں۔ اپنی طرف سے نہیں کہ تبدیلی کا مجاز ہوں۔ (جب وحی میرے اختیار میں نہیں تو تبدیلی کیسے میرے اختیار میں ہو سکتی ہے) اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ عَصَيْتُ رَبِّیْ عَذَابَ (اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے اپنے رب کے عذاب کا خطرہ ہے) اپنی طرف سے اس میں تبدیلی کرنے پر یَوْمَ عَظِیْمٍ (بڑے دن میں) یَوْمَ عَظِیْمٍ سے قیامت کا دن مراد ہے۔

عظیم فائدہ:

اور قرآن لانے پر کسی انسان کو قدرت و طاقت نہیں۔ ان کا عجز تو ظاہر ہو چکا تھا مگر ضد کی بناء پر اپنا عجز تسلیم نہ کرتے تھے بلکہ اس طرح کی ڈینگیں مارتے۔ لو نشاء لقلنا مثل هذا [الانفال: ۳۱] (مگر چیلنج کے باوجود نہ کرنا اس بات کو واضح کر رہا تھا کہ وہ کر ہی نہیں سکتے) انت بقرآن غیر هذا او بدله کہ اس کے علاوہ اور قرآن لے آ، یا اس کو بدل دے، کا مقصد ان کے نزدیک ہرگز یہ نہیں تھا کہ وحی کے ذریعہ اس کو بدل دے کیونکہ اس کے متعلق تو آپ فرما چکے انی اخاف ان عصیت (الایۃ) مجھے تو خود نافرمانی کی صورت میں بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔ اب ان کی غرض انت بقرآن سے اس کے سواء اور کوئی نہیں تھی کہ وہ آپ سے فریب کرنا چاہتے تھے اور تبدیلی قرآن والی بات میں یہ غرض بھی پنہاں تھی کہ یہ قرآن تم خود بنا کر لائے ہو۔ اور اس جیسا اور لا سکتے ہو۔ پس اس میں تبدیلی کر کے اور لے آؤ۔ یہ تبدیلی والی بات بھی آپ کی آزمائش کیلئے ایجاد کی گئی تھی کہ اگر وہ تبدیلی کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا۔ پس ہمیں ان سے نجات مل جائے گی۔ اور اگر ہلاک نہ بھی ہوئے تو مسخری کا موقع مل جائے گا۔ پس یہ تبدیلی آپ کے خلاف مستقل دلیل مل جائے گی اور مفتری ہونا (نعوذ باللہ) صحیح قرار پائے گا۔

۱۶: قُلْ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَكَلَّمْتُمْ عَلَیْكُمْ (کہہ دیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو میں تم کو یہ پڑھ کر نہ سناتا) یعنی قرآن مجید کی تلاوت فقط اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے اور اس کا اظہار ایک خارجی معاملہ ہے جو عادت کے اعتبار سے عجیب ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک امی آدمی جس نے کسی سے پڑھنا نہ ہو۔ اور نہ علماء کی مجلس میں بیٹھا ہو مگر وہ تمہارے سامنے ایک فصیح و بلیغ کتاب پیش کرے جو ہر فصیح کلام پر غالب ہو اور ہر نثری اور شعری کلام پر فوقیت رکھے اور اصول و فروع کے علوم سے پُر ہو۔ اخبار بالغیب بھی اس میں اس طرح دیئے گئے ہوں کہ جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

وَلَا اَدْرَاكُمْ بِہِ (اور نہ اللہ تعالیٰ تمہیں قرآن مجید کی خبر دیتا) اللہ تعالیٰ میری زبان سے قرآن کا علم جاری نہ کرتا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہِ (بیشک اس قرآن سے پہلے بھی میں تم میں زندگی کا ایک بڑا حصہ گزار چکا ہوں) قبل سے نزول قرآن سے قبل کا زمانہ مراد ہے۔ یعنی میں تمہارے مابین چالیس برس رہا۔ اور اس عرصہ میں اس قسم کی کسی چیز کو تم میرے بارے میں نہیں جانتے اور نہ ہی یہ میری قدرت میں ہے نہ میں علم اور بیان سے موصوف رہا ہوں۔ کہ تم مجھ پر اختراع کی تہمت لگاؤ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ہو) پس تم جان لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مجھ جیسے انسانوں کی طرف سے نہیں۔ یہ اس الزام تراشی کا جواب ہے جو انت بقرآن [یونس: ۱۵] کہہ کر انہوں نے کی تھی کہ تو افتراء کرنے والا ہے (نعوذ باللہ)

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ

اور وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان دے سکیں اور نہ نفع پہنچا سکیں، اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ

شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ طُلُوقُ أَتَيْنُوهُمْ اللَّهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي

اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں، آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ نہیں جانتا آسمانوں اور

الْأَرْضِ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۱۸ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً

زمینوں میں، وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے، اور برتر ہے، اور لوگ پہلے ایک ہی امت

وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا

تھے پھر انہوں نے آپس میں اختلاف کر لیا، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان اس چیز میں فیصلہ ہو چکا

فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۱۹ وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَقُلْ

ہوتا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کی گئی، سو آپ فرما دیجئے

إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ۲۰

کہ غیب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے، سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

۱۷: فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا (اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھے) نمبر ۱۔ افتراء سے یہاں اللہ تعالیٰ کا شریکوں والا اور اولاد والا ہونا مراد ہو۔ نمبر ۲۔ آپ کی طرف افتراء کی جو نسبت انہوں نے کی اس سے بچنا مقصود ہو۔ اَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ (یا اسکی آیات کی تکذیب کرے) آیات سے قرآن مراد ہے۔

مَنْ سَأَلَ: اس میں وضاحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والا اور اسکی آیات کو جھٹلانیوالا دونوں کفر میں برابر ہیں۔ اِنَّهُ لَا يَفْلَحُ الْمُجْرِمُونَ (بلاشبہ ایسے مجرموں کو کبھی فلاح میسر نہیں آتی)

۱۸: وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ (اور وہ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوائے ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو کچھ نقصان دے سکتے ہیں) اگر وہ ان کی عبادت کو ترک کر دیں۔ وَلَا يَنْفَعُهُمْ (اور نہ ان کو نفع دے سکتے ہیں) اگر وہ ان کی عبادت کریں۔ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ (اور وہ کافر اس طرح کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں) ہؤلاء سے اصنام کی طرف اشارہ ہے عند اللہ سے دنیا اور اس کے دوران زندگی مراد ہے کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے قائل نہ تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں اٹھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرنے والوں کو بالکل نہ اٹھائے گا۔ [النحل: ۳۸] نمبر ۲۔ قیامت کے دن سفارشی

ہو گئے اگر بعث و نشور ہو۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک موجود ہی نہیں:

قُلْ أَتَسْتَبْتُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ط (کہہ دیں کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے مطلع کرنا چاہتے ہو جس کے آسمان و زمین میں موجود ہونے کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں) کیونکہ وہ شئی موجود ہی نہیں کیا تم اللہ تعالیٰ کو ان کے سفارشی ہونے کی اطلاع دیتے ہو حالانکہ وہ ایسی خبر ہے جو معلومات الہی میں نہیں۔ جب وہ معلومات الہی میں نہیں حالانکہ وہ تو تمام معلومات کا عالم و جاننے والا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ موجود ہی نہیں۔ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ یہ اس نفی کی تاکید ہے۔ کیونکہ جو چیز آسمانوں اور زمین پر نہیں پائی جاتی وہ معدوم ہے۔ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ (اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے) اس میں اس نے اپنی ذات کو شرک سے پاک قرار دیا ہے۔

قراءت: حمزہ و علی نے تشرکون تا سے پڑھا ہے۔ اور ما موصولہ ہے یا مصدر یہ ہے یعنی ان شرکاء سے جن کو وہ شریک قرار دیتے ہیں یا ان کے شریک کرنے سے پاک ہے۔

سب کا ایک دین:

۱۹: وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً (پہلے انسان ایک ہی جماعت تھے) سب سے کٹ کر ایک اللہ تعالیٰ کے متقی بندے ایک ملت پر قائم تھے۔ ان میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ یہ آدم علیہ السلام کے زمانہ کی بات ہے جب تک کہ ہاتیل کا قتل پیش نہ آیا۔ نمبر ۲۔ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جبکہ فقط مومن باقی رہ گئے کوئی کافر نہ رہا۔ اس وقت لوگ ایک دین پر تھے۔

دنیا امتحان گاہ ہے نہ کہ فیصلہ گاہ:

فَاخْتَلَفُوا (پھر وہ الگ الگ ہو گئے) پس وہ مذاہب میں بٹ گئے۔ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ (اگر آپ کے رب کی طے شدہ بات پہلے سے نہ ہوتی) وہ بات حکم کو قیامت تک کیلئے مؤخر کرنا ہے۔ لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ (تو ان کے مابین کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا) یعنی جلدی سے فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (جس چیز میں وہ اختلاف کرتے تھے) اس بات میں جس میں انہوں نے اختلاف کیا۔ تاکہ حق پرست اور باطل پرست میں امتیاز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی بات اس حکمت کی بناء پر پہلے سے طے ہو چکی کہ یہ دنیا دار التكليف ہے اور اگلا جہاں ثواب و عقاب کا مقام ہے۔

منہ مانگی نشانی کا مطالبہ:

۲۰: وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ (اور یہ اس طرح کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اترتا) آیت سے وہ نشانی مراد ہے جس کا وہ مطالبہ کرتے تھے۔ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ (کہہ دیں کہ بیشک غیب کی خبر تو اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے) یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات علم غیب کے ساتھ خاص ہے وہی جانتا ہے کہ مطلوبہ آیات سے کوئی چیز رکاوٹ ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ فَانْتَظِرُوا (تم بھی انتظار کرو) اس تجویز شدہ نشانی کے اترنے کا۔ إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ (میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں) جو اللہ تعالیٰ تمہارے انکار آیات اور دشمنی پر کرنے والے ہیں۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَّسَّتْهُمْ إِذَا لَّهُمْ مَكْرٌ فِي آيَاتِنَا قُلِ اللَّهُ

اور لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد جب ہم انہیں اپنی رحمت چکھا دیں تو اچانک ہماری آیتوں کے بارے میں مکر کرنے لگتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ

أَسْرَعُ مَكْرًا إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

مکر کی سزا جلد ہی دینے والا ہے، بلاشبہ ہمارے فرشتے تمہارے مکر کے کاموں کو لکھ لیتے ہیں، اللہ وہ ہے جو تمہیں سمندر اور خشکی میں چلاتا ہے

حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ وَجَرِينَ بِيَمِينِ طَيْبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رَيْحٌ

یہاں تک کہ جب تم کشتی میں موجود ہو اور وہ کشتی اچھی ہوا کے ساتھ چلنے لگے اور جو لوگ اس میں سوار ہوں وہ اس پر خوش ہو جائیں تو اس کشتی پر ایک سخت ہوا

عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُم أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ

آ جائے اور ہر جگہ سے ان پر موجیں آنے لگیں اور وہ یقین کر لیں کہ انہیں گھیر لیا گیا ہے تو اللہ کو پکارنے لگتے ہیں

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ؕ لَّيْنِ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّا

اس کے لئے خالص اعتقاد کر کے اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور ضرور شکر گزاروں میں سے ہوں گے، پھر جب

أَنْجَاهُمْ إِذْ هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يَأْتِيهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغَيْكُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ

اللہ انہیں نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ زمین میں باحق بغاوت کرنے لگتے ہیں، اے لوگو تمہاری سرکشی تمہاری ہی جانوں پر ہے

مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا زُتُمْ إِلَى النَّامِرِ جَعَلَكُمْ فِتْنَةً لِّكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾

دنیاوی زندگی میں فائدہ اٹھا رہے ہو پھر ہماری طرف تم کو لوٹ کر آنا ہے، سو ہم تمہیں بتا دیں گے جو تم کرتے تھے۔

مکہ والوں کے عداوتی منصوبے:

۲۱: وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ (جب ہم لوگوں کو چکھاتے ہیں) الناس سے اہل مکہ مراد ہیں۔ رَحْمَةً (مہربانی) خوشحالی و وسعت مِّنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَّسَّتْهُمْ (اس دکھ کے بعد جو ان کو پہنچا) ضراء یعنی قحط، بھوک إِذَا لَّهُمْ مَكْرٌ فِي آيَاتِنَا (اسی وقت وہ ہماری آیات کے متعلق تدابیر کرنے لگتے ہیں) یعنی ان آیات کے انکار اور دفع کی تدابیر کرنے لگتے ہیں روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر سات سال قحط کو مسلط کر دیا یہاں تک کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے پھر بارش دیکر ان پر مہربانی فرمائی۔ جب مہربانی ہوئی تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کی آیات پر طعنہ زنی شروع کر دی اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق دشمنی اور عداوت کے منصوبے کا نٹھنے لگے۔

اذا پہلا شرط کا معنی دے رہا ہے اور دوسرا اسکے جواب میں ہے۔ اور وہ مفاجات کا معنی دے رہا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ وَاِنْ تَصْبَهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدِمَتْ اِيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ [الروم: ۳۶] یعنی اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو مایوس ہو جاتے ہیں اور جب ہم لوگوں کو مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں تو منصوبے باندھنا شروع کر دیتے ہیں۔ الْمَكْرُ تدبیر کو چھپا کر رکھنا

الجاریۃ المکسورہ بد اخلاق لوٹدی کو کہتے ہیں۔ مَسْتَهْمٌ کا معنی یہ ہے کہ وہ تکلیف ان میں اس قدر رچ جاتی ہے کہ اس کا برا اثر ان میں محسوس نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا (کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر تیز ہے) مگر ان کے متعلق نہیں فرمایا کیونکہ کلمہ اذا اس بات پر دلالت کر رہا ہے گویا اس طرح فرمایا جب ہم تکلیف کے بعد ان پر مہربانی کرتے ہیں تو اچانک وہ فریب کاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جلدی سے انکار کا ارتکاب کرتے ہیں اس سے پہلے کہ تکلیف کے بقیہ اثرات سے اپنے کو محفوظ کریں۔ اِنَّ رُسُلَنَا (بیشک ہمارے قاصد) حفاظتی فرشتے يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ (تمہاری وہ مکاریاں لکھتے رہتے ہیں) اس میں اس بات سے خبردار کیا گیا کہ جس کو تم مخفی سمجھتے ہو وہ اللہ تعالیٰ سے چھپایا نہیں جاسکتا۔ وہ خود انکا بدلہ تم سے چکا لے گا۔

قراءت: یا سے وارد ہے۔

وقتی وصیت پر توبہ پھر سرکشی:

۲۲: هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (وہ اللہ تعالیٰ جو تمہیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے) اس نے تم کو پاؤں سے چلنے اور چوپاؤں اور کشتیوں کے ذریعہ مسافت طے کرنے کی ہمت بخشی ہے یا وہ چلنے کو تم میں پیدا کرتا ہے۔

قراءت: ینشرکم شامی نے پڑھا ہے۔

حَتَّىٰ اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِّ (یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو) فُلُكْ کشتیاں، جمع ہے۔ وَجَرَيْنَ (وہ کشتیاں چلتی ہیں)۔ بِهِنَّ (ان کے ساتھ) یعنی ان کو لیکر جوان میں ہیں مبالغہ کی خاطر خطاب سے غیب کی طرف رجوع کیا بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ (موافق ہوائیں) آہستہ مناسب چلنے والی جو آندھی نہ ہو اور نہ بہت ہلکی ہو وَفَرِحُوا بِهَا (اور اس ہوا سے وہ لوگ بہت خوش ہیں) نرمی کی وجہ سے اس ہوا سے وہ خوش ہیں اور مسلسل چلنے کی وجہ سے جَاءَتْهَا (اس کشتی پر آ جاتا ہے) اس کشتی پر یا موافق ہوا پر آ جاتا ہے۔

رِيْحٌ عَاصِفٌ (تیز جھونکا) تیز چلنے والی آندھی وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ (اور ان پر موجیں بلند ہوتی ہیں) الموج پانی پر جو بلند ہوا سکو موج کہتے ہیں۔ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ (ہر طرف سے) سمندر سے یا موج کے تمام امکانی مقامات سے وَظَنُوا اَنَّهُمْ اُحِيطَ بِهِنَّ (وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہر طرف سے ان کو گھیر لیا گیا) وہ ہلاک ہو گئے گھیر میں آ جانے سے ہلاکت کو بطور تمثیل گھیرے میں آ جانے سے تعبیر کیا۔

دَعَا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (اس وقت خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کر کے اس کو پکارتے ہیں) بغیر شریک ٹھہرانے کے کیونکہ اس وقت وہ اس کے ساتھ کسی اور کو نہیں پکارتے بلکہ کہتے ہیں۔ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهِ (اے اللہ اگر تو ہمیں اس سے بچالے گا) ہذا کا اشاریہ احوال ہیں یا رتج ہے لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ (تو ہم ضرور تیرے شکر گزار رہیں گے) یعنی تیری نعمتوں پر شکر گزار اور تجھ پر یقین کرنے والے اور تیری طاعت کو مضبوطی سے تھامنے والے ہونگے۔

فَاَنْذَرْنَا: آیت میں اگرچہ کشتی میں سوار ہونے کو سمندر میں سفر کی غایت قرار نہیں دیا گیا۔ لیکن جملہ شرطیہ کا مضمون حتی کے مابعد تمام چیزوں کو اپنے اندر سمیٹنے والا ہے گویا اس طرح فرمایا گیا ہے وہ تمہیں چلاتا ہے یہاں تک کہ یہ حادثہ وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اور

اس طرح تیز ہوا کی آمد، تلاطم امواج، ہلاکت کا یقین نجات کی دعائیں پیش آتی ہیں۔ اذاکا جواب جاء تھا ہے اور دَعَا یہ ظَنُّوا کا بدل ہے کیونکہ ان کی دعائیں ہلاکت کے یقین کے لوازمات میں سے ہیں اور ان سے ملی ہوئی ہیں۔

۲۳: فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ (جب اللہ تعالیٰ ان کو اس طوفان سے نجات دے دیتا ہے تو وہ زمین میں بے جا سرکشی اختیار کرتے ہیں۔) فساد مچاتے ہیں بَغِيرَ الْحَقِّ (ناحق) باطل یعنی باطل پرستی اختیار کرنے والے ہیں۔ يَأْتِيهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ (اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تم پر پڑنے والا ہے) یعنی تمہارا ظلم تمہاری طرف لوٹ آئے گا جیسا کہ فصلت ۴۶ میں فرمایا۔ من عمل صالحاً فلنفسه ومن اساء فعليها۔ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (تم دنیا کے ساز و سامان سے فائدہ اٹھا لو) یہ حفص کی قراءت کے مطابق ہے یعنی وہ نفع اٹھاتے ہیں جو نفع دنیا کی زندگی تک ہے۔

مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا اور علی انفسکم یہ بغیکم کی خبر ہے دیگر قراء نے رفع کے ساتھ پڑھا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ بغیکم کی خبر ہے اور علی انفسکم اس کا صلہ ہے جیسا کہ اس آیت میں فَبَغَى عَلَيْهِمْ [القصص: ۷۶] مطلب اس طرح ہے تمہاری سرکشی ان لوگوں پر ہے جو تمہاری طرح ہیں۔ یا یہ خبر مانیں اور مَتَاعُ کو دوسری خبر مانیں یا مَتَاعُ مبتداء محذوف ہو کی خبر ہے۔ یعنی وہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے "حدیث نبوی علی صاحبہا السلام میں ہے سب سے زیادہ جلد جس نیکی کا ثواب ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے۔ اور سب سے جلد جس شر کا وبال پہنچتا ہے وہ سرکشی ہے اور دوسرے نمبر پر جھوٹی قسم ہے۔

نو چیزیں:

روایت میں ہے کہ دو چیزیں ہیں جن کا دنیا میں جلد بدلہ ملتا ہے نمبر ۱۔ سرکشی نمبر ۲۔ والدین کی نافرمانی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ پر سرکشی اختیار کرے تو باغی کو پیس ڈالا جائے۔ محمد بن کعب سے مروی ہے کہ جس میں تین خصلتیں پائی جائیں اس میں بغاوت پائی جاتی ہے نمبر ۱۔ سرکشی نمبر ۲۔ نکتہ چینی وعدہ توڑنا نمبر ۳ فریب کاری۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما بغیکم علی انفسکم [یونس: ۲۳] وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ [فاطر: ۴۳] فَمَنْ نَكَثَ فَاِنْمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ [الفتح: ۱۰] ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (پھر تم نے ہماری ہی طرف واپس لوٹنا ہے ہم تمہیں ان کاموں کی حقیقت سے مطلع کریں گے جو تم کرتے تھے) پس ہم تمہیں ان کی اطلاع دیں گے اور اس پر بدلہ دیں گے۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ

دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی اتارا، پھر اس پانی کی وجہ سے زمین سے نکلنے والی ہری بھری چیزیں جنہیں انسان اور مویشی

مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَاتَّزَيْنَتْ وَأَظْنٰ

کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی رونق کا پورا حصہ لے لیا اور اسکی خوب زیبائش ہو گئی اور زمین والوں نے

أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَدِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا

خیال کر لیا کہ ہم اس پر صاحب قدرت ہو چکے ہیں تورات کو یاد دل کو ہمارا حکم آ گیا۔ سو ہم نے اسے ایسا بنا دیا جیسے کٹا ہوا ڈھیر ہو

كَانَ لَمْ تَغْنِ بِالْأَمْسِ كَذٰلِكَ نَفِصِّلُ الْآيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۵

گویا کہ کل اس کا وجود ہی نہ تھا، ہم اسی طرح آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں۔

دُنیا کی مثال:

۲۴: إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ (دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی اتارا) بادلوں سے فَاخْتَلَطَ بِهِ (اس پانی کے ساتھ مل گیا) نَبَاتُ الْأَرْضِ (زمین کا سبزہ) یعنی اسکی وجہ سے گنجان ہو کر نکلا جو ایک دوسرے میں گھسا ہوا ہے۔ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ (جس سے لوگ کھاتے ہیں) یعنی غلہ، پھل، سبزیات وَالْأَنْعَامُ (چوپائے) یعنی گھاس وغیرہ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا (یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی زینت لے لی) یعنی نباتات سے اس کو زینت دی جس نبات کی رنگتیں الگ الگ ہیں۔ وَاتَّزَيْنَتْ زمین اس سے مزین ہوئی۔ یہ اصل میں تزینت ہے تا کو زای میں زاکر کے ادغام کر دیا۔ اور یہ زیادہ فصیح ہے۔ زمین کے مزین ہونے کو تمثیل کے طور پر دلہن قرار دیا جب کہ وہ شاندار قسم کے رنگ برنگ کپڑے پہن لے اور مختلف رنگ کی زینتوں سے زینت حاصل کر لے۔ وَأَظْنٰ أَهْلُهَا (اور زمین کے مالکوں نے یہ سمجھ لیا) اہل سے مراد اہل زمین ہیں۔ أَنَّهُمْ قَدِرُونَ عَلَيْهَا (کہ وہ اس کھیتی پر قابو پانے والے ہیں) اسکی منفعت پر پوری قدرت پانیوالے اور اس کے ثمرات کو حاصل کرنے والے ہیں۔ اور اس کا غلہ اٹھانے والے ہیں۔

أَتَاهَا أَمْرُنَا (اچانک ہمارا امر عذاب پہنچ گیا) امر سے عذاب مراد ہے اور یہ عذاب کھیتی میں کوئی بیماری پیدا کرنے کی صورت میں ہوتا ہے جبکہ وہ اسکی سلامتی پر یقین کر چکے ہوں۔ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا (دن یا رات کو پھر ہم نے اس پیداوار کو کر دیا) اس کھیتی کو کر دیا۔ حَصِيدًا (کٹا ہوا) اس کے کٹنے اور تباہی کو کھیتی سے تشبیہ دی۔ كَانَ لَمْ تَغْنِ (گویا وہاں کل کچھ اگانہ تھا) گویا کھیتی اگی ہی نہ تھی قائم اور ٹھہری ہی نہ تھی اس قسم کے مواقع پر مضاف محذوف مانا جاتا ہے تاکہ معنی کلام درست ہو سکے۔ بِالْأَمْسِ (کل گزشتہ) یہ قریب وقت کو بطور تمثیل ذکر کیا۔ گویا اس طرح کہا کہ گویا کبھی اب تک قائم ہی نہیں ہوئی۔ كَذٰلِكَ

نَفَصِلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (اسی طرح نشانیاں ان لوگوں کیلئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں) وہ بیان امثلہ سے نفع اٹھاتے ہیں یہ تشبیہ مرکب ہے۔ دنیا کے تیزی سے زوال پذیر ہونے اور اس کے نعمتوں کے سمیٹنے کو زمین کی نباتات کے خشک ہونے اور ریزہ ریزہ ہونے سے تشبیہ دی حالانکہ وہ نبات پہلے گنجان، باہم لپٹی ہوئی۔ زمین کو اپنے سبزہ سے مزین کرنے والی، پتوں سے پُر تھیں۔

حکمت: اس تشبیہ سے اس بات پر متنبہ کیا کہ دنیا کی زندگی کا صاف حصہ بھی ملاوٹ والا ہے جبکہ گدلا تو پہلے ہی ملاوٹ سے خالی نہیں۔ جیسا کہ صاف پانی پیالے کے بالائی حصہ میں ہوتا ہے۔ شاعر نے خوب کہا عمر ایک پانی کا بچا ہوا پیالہ ہے۔ پہلا حصہ صاف اور پچھلا گدلا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ مٹی کے جسم کو دنیا اور دین کی مصلحتوں سے مزین کر دیا۔ جیسا کہ مختلف رنگوں کے باوجود ملی جلی نبات۔ پس زر خیز مٹی انسانوں کے باغات کو اگاتی ہے اور ارواح کے پھول پیدا کرتی اور زہد کی کلیاں نکالتی ہے اور سخاوت کی بلیں اور محبت الہی کے غلہ جات اور حقیقت کے باغیچے لہلہاتی ہے۔ جبکہ راستے کی بد بختیاں اور خباثتیں مخالفتوں کا اختلاف اور گناہوں کے پیاز، شرک کے کانٹے اور بخل کے کانٹے دار پودے اور ہلاکت کی لکڑیاں، کھیل کی ہریاؤں پیدا کرتے ہیں۔ پھر اسکی دشمنی پر اسی طرح اتر آتے ہیں جیسے کھیتی کہ جس کے کٹنے کا وقت قریب ہو۔ پس دھوکے کی حالت میں اسکی زندگی کو زائل کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ کھیتی پیلی پڑ جاتی ہے۔ پس اس آدمی کا وجود قبر میں اس طرح غائب ہو جاتا ہے گویا کل وہ دنیا میں آیا ہی نہ تھا۔ اور یہ اس وقت تک رہے گا کہ بعثت کی بہاری اسکو اُگادے اور پیشی کا نشانہ اپنے مقام پر لگ جائے اور بحث و کرید کی گھڑی آن پہنچے۔ دنیا کا حال پانی کی طرح ہے کہ تھوڑا تو فائدہ دیتا ہے۔ زیادہ سیلاب سے ہلاک کر دیتا ہے پس زیادہ کا چھوڑنا ضروری ہے۔ سفر میں جس طرح زاہد راہ کے سواء چارہ نہیں۔ اسی طرح تھوڑے مال کے بغیر گزارہ نہیں مال کا حصول لغزش سے اسی طرح خالی نہیں جیسا کہ پانی میں گھسنے والا تری سے بچ نہیں سکتا۔ مال کا جمع کرنا مال والے کیلئے ضیاع اور اہلاک ہے۔ نصاب سے کم مال تو پایاب پانی کی طرح ہے کہ اس میں سے بے پروائی سے گزر جاتے ہیں اور نصاب کی مقدار اس دریا کی طرح ہے جو گزرنے والے کے راستے اور مقصود کے درمیان حائل ہو۔ اور کامیابی کے مقام کی طرف گزرنا پل کے بغیر ممکن نہیں۔ اور وہ پل زکوٰۃ ہے اور پل کی تعمیر عطیات ہیں۔ جب پل خراب ہو جائے گا تو جمع شدہ خزانوں کی موجیں اس کو ڈبو دیں گی۔ اسی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الزکاة قنطرة الاسلام۔ اسی طرح مال ضعیف العقل کا معاون ہے۔ بزرگوں کا نہیں جیسا کہ پانی گڑھوں میں جمع ہوتا ہے ٹیلوں پر نہیں۔ اسی طرح مال بخل کی مشقت سے اکٹھا ہوتا ہے جبکہ پانی گزرگاہ میں بند لگانے سے جمع ہوتا ہے پھر فنا اور ہلاکت کا شکار ہوتا ہے جیسا کہ چلو میں لیا ہوا پانی چلو میں باقی نہیں رہتا۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۵ لِلَّذِيْنَ

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے جن لوگوں نے اچھائی کے کام کئے

اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۚ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ

ان کے لئے خوبی ہے اور اس سے زائد بھی ہے، اور ان کے چہروں پر نہ کدورت چھائے گی اور نہ ذلت، یہ لوگ جنت

الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۶ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۚ

والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور جن لوگوں نے برے کام کئے ان کی برائی کی سزا برائی کے برابر ملے گی

وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَانَمَّا اُغْشِيَتْ وُجُوْهُمْ قِطْعًا

اور ان پر ذلت چھا جائے گی، انہیں اللہ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا، گویا کہ انکے چہرے اندھیری رات کے گھڑوں سے ڈھانک

مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۷

دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

دارالسلام:

۲۵: وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ (اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے) وہ جنت ہے، السلام جنت کا نام ہے اور اسکی اضافت نام کی طرف کر کے اسکی عظمت کو بیان کیا۔ نمبر ۲۔ السلام کا معنی سلامتی ہے کیونکہ اہل جنت ہر ناپسند چیز سے محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ نمبر ۳۔ ان کے مابین السلام علیکم بہت کہا جائے گا۔ اور فرشتے بھی ان کو سلام کریں گے۔ جیسا کہ الواقعہ ۲۶ میں اِلَّا قَلِيْلًا سَلَامًا سَلَامًا ہے۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (اور جس کو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے)۔ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سیدھے راستے کی طرف)۔ نمبر ۱۔ یعنی اسلام کی طرف یا نمبر ۲۔ سنت کے راستے کی طرف۔

نکتہ: راہنمائی کے ذریعہ زبان نبوت سے دعوت کو عام کر دیا۔ مگر بھیجنے والے کی مہربانی سے عنایت و توفیق کے ذریعہ ہدایت کو خاص کر دیا۔ مطلب آیت کا یہ ہوا کہ دارالسلام کی طرف اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو دعوت دے رہے ہیں مگر انہیں داخلہ ہدایت یافتہ لوگوں کو ملے گا۔

زیادۃ کی تفسیر دیدار الہی:

۲۶: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا احسان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا مراد ہے۔ الْحُسْنٰى خوبی ہے عمدہ ثواب اور وہ جنت ہے۔ وَزِيَادَةٌ (اور زائد) وہ دیدار الہی ہے حضرت ابوبکر، حذیفہ، ابن عباس، ابوموسیٰ اشعری، عبادہ بن الصامت رضی اللہ

عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔

بعض تفاسیر میں اس بات پر مفسرین کا اتفاق نقل کیا ہے کہ زیادہ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا دیدار ہی ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جب جنت والے جنت میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم ایسی چیز چاہتے ہو جو میں ان نعمتوں پر اضافہ کروں۔ وہ کہیں گے کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا اور آگ سے نجات نہیں دی؟ آپ نے فرمایا پھر حجاب اٹھایا جائے گا۔ تمام اہل جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار پالیں گے اس سے بڑھ کر آج تک ان کو کسی نعمت میں اتنا مزہ نہ آیا ہوگا۔ جتنا دیدار الہی میں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لِلَّذِينَ احْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زَیَادَہ۔

(رواہ احمد و مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

صاحب کشف: کی حالت قابل تعجب ہے کہ اس نے اس روایت کو ذکر کیا مگر ان الفاظ سے نہیں جو اوپر ذکر ہوئے اور پھر تنقید کرتے ہوئے کہہ گئے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے۔ حالانکہ یہ مرفوع روایت ہے۔ اس کو صاحب مصابیح نے صحاح میں ذکر کیا۔ دوسری تفسیر الزیادۃ کی بندوں کے دلوں میں محبت سے کی گئی، تیسری تفسیر اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رضوان سے بھی کی گئی ہے۔

وَلَا یَرٰہُمْ (نہ دھانپے گی ان کو) فَتَرٰ (سیاہی) ایسا غبار جس میں سیاہی ہو وَلَا ذِلَّةٌ (نہ ذلت) کا اثر مطلب یہ ہے کہ ان کے چہروں پر وہ چیز نہ چھائے گی جو اہل نار کے چہروں پر چھا رہی ہوگی۔ اُولَئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ ہُمْ فِیْہَا خَالِدُوْنَ (وہ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

بروں کا انجام:

۲۷: وَالَّذِیْنَ کَسَبُوا اسکا عطف للذین احسنوا پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی وللذین کسبوا۔ السَّیِّئَاتِ (رنگارنگ کے شرک) جَزَاءٌ سَیِّئَةٍ بِمِثْلِہَا (برائی کا بدلہ اس کے مثل سے ہے) اس میں یا اسی طرح زائد ہے جیسا اس ارشاد میں جزاء سِیئۃ سِیئۃ مِثْلِہَا [الشوری: ۴۰] یا تقدیر عبارت اس طرح ہو جزاء سِیئۃ مقدر بمِثْلِہَا۔ برائی کا بدلہ طے شدہ ہے اس کے مثل سے وَتَرٰہُمْ ذِلَّةً ذِلَّةً ورسوائی مَا لَہُمْ مِّنَ اللّٰہِ (انہیں اللہ سے بچانے والا) اسکی سزا سے مِّنْ عَاصِمٍ (کوئی نہیں ہوگا) یعنی اسکی ناراضی اور سزا سے ان کو کوئی نہ بچائے گا۔ کَانَہَا اُغْشِیَتْ وَجُوْہُہُمْ قِطْعًا مِّنَ الْیَلِ مُظْلِمًا ان پر رات کی سیاہی کا پردہ لٹکا دیا گیا ہے یعنی ان کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ قِطْعًا جمع قطعۃ یہ اغشیت کا مفعول ثانی ہے۔

قراءت: مکی، علی، نے قِطْعًا پڑھا ہے۔ یہ اس آیت کی طرح ہے۔ بِقِطْعٍ مِّنَ الْیَلِ [ہود: ۸۱] اس قراءت کے مطابق مظلمًا یہ قطع کی صفت ہے۔ اور پہلی قراءت کے مطابق یہ الیل سے حال ہے اور اسمیں عامل اغشیت ہے کیونکہ من الیل، قطعاً کی صفت ہے۔ پس اس کا موصوف تک پہنچنا صفت تک پہنچنے کی طرح ہے یا مِّنَ الْیَلِ میں معنی فعل عامل ہے۔ اُولَئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ ہُمْ فِیْہَا خَالِدُوْنَ (وہ دوزخی ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے)۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاءُكُمْ

اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے شرک کیا کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو،

فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاءُؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِلَّا نَا تَعْبُدُونَ ﴿۲۸﴾ فَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا

پھر ہم ان کے آپس میں جدائی کر دیں گے، اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ سو اللہ ہمارے تمہارے درمیان گواہ کافی ہے

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لِغَفْلِينَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّا

بے شک بات یہ ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے غافل تھے، اس موقع پر ہر شخص اپنے ان کاموں کو جلیج لے گا جو اس نے پہلے

أَسْلَفَتْ وَرُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۰﴾

کئے تھے، اور وہ اپنے مالک حقیقی کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے اور جو کچھ جھوٹ تراش رکھا تھا وہ سب غائب ہو جائے گا۔

منظر حشر:

۲۸: وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ - ہُم سے کفار وغیرہ مراد ہیں۔ جَمِيعًا (تمام) یہ حال ہے۔ ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ ترجمہ: یعنی تم اپنی جگہ رک جاؤ۔ اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹو جب تک اپنا انجام نہ دیکھ لو۔ اَنْتُمْ (تم)۔ اس سے مکاتم کی ضمیر کی تاکید کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ الزمو کے قائم مقام استعمال ہوا۔ وَشُرَكَاءُؤُهُمْ (اور تمہارے شرکاء) ماقبل پر معطوف ہے۔ فَزَيَّلْنَا (ہم تفریق کر دیں گے)۔ بَيْنَهُمْ (ان کے درمیان) ان کے ساتھیوں کو الگ کر دیں گے۔ اور وہ تعلق کاٹ دیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان تھا۔ وَقَالَ شُرَكَاءُؤُهُمْ (کہیں گے ان کے شریک) جنکی اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کی ہوگی اور وہ عقلاء میں سے ہونگے (جن و انس میں سے) یا بتوں کو اللہ تعالیٰ بولنے کی زبان دے گا۔

مَا كُنْتُمْ إِلَّا نَا تَعْبُدُونَ (تم ہماری پوجا تو نہ کرتے تھے) تم تو شیاطین کی عبادت کرتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے تمہیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک بناؤ۔ پس تم نے ان کی اطاعت کی جیسا سورہ سباء۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ویوم یحشرہم جمیعاً۔ الی، بل کانوا یعبدون الجن میں مذکور ہے۔

۲۹: فَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ کافی ہے گواہی کے لحاظ سے شہیداً یہ تمیز ہے۔ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لِغَفْلِينَ إِنْ یہ مخففہ من المشغلہ ہے لام اسکی دلیل ہے۔

سب کی جانچ:

۳۰: هُنَالِكَ (وہاں) اس جگہ میں یا اس وقت میں۔ اس صورت میں اسم مکان زمانہ کیلئے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ (آزمائے گا اور چکھے گا) ہر شخص مَّا أَسْلَفَتْ (جو اس نے پیچھے چھوڑا) یعنی عمل۔ پس پہچان لے گا کہ اس عمل کی کیفیت کیا۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ

آپ فرمادیجئے وہ کون ہے جو تمہیں آسمان سے اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے اور وہ کون ہے جو

الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ

زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر فرماتا ہے۔ سو وہ ضروریوں کہیں گے کہ اللہ ہی ہے

فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝۳۱ فَذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ۝۳۲

تو آپ فرمادیجئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے ہو، سو وہ اللہ تمہارا حقیقی رب ہے۔ سو پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟

فَأَنِّي تُصْرَفُونَ ۝۳۲

پھر کہاں پھرے جا رہے ہو۔

ہے اچھایا برا نفع بخش یا نقصان دہ، مقبول یا مردود، زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں اسلفت کا معنی قدمت ہے جو اس نے آگے بھیجا۔
قراءت: حمزہ، علی نے تلو پڑھا ہے۔ یعنی وہ پیروی کرے گا اس عمل کی جو اس نے آگے بھیجا کیونکہ اس کا عمل ہی اس کو جنت و
دوزخ کی راہ دکھائیگا۔ یا اپنے نامہ عمل میں وہ پڑھ لے گا جو اس نے خیر و شر کا عمل آگے بھیجا ہوگا۔ یہ انفس کا قول ہے۔ وَرُدُّوْا اِلٰی
اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقُّ ان کا سچا رب جو اپنی ربوبیت میں سچا ہے کیونکہ یہ لوگ ان کی دوستی کا دم بھرتے تھے جنکی ربوبیت کی کوئی
حقیقت نہیں۔ یا نمبر ۲۔ وہ جو ان کے ثواب و حساب کا متولی ہے اور ایسا عادل ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا
يَفْتَرُوْنَ اور ان سے وہ تمام معبود گم ہو جائیں گے جن کے متعلق ان کو دعویٰ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ یا نمبر ۲۔ جو جھوٹ
وہ گھڑا کرتے تھے وہ بے کار ہوئے کہ ان کے شفعا اور الہہ ان کی سفارش کر کے زبردستی چھڑالیں گے۔

دلائل قدرت:

۳۱: قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ (آپ فرمادیجئے وہ کون ہے جو تمہیں رزق دیتا ہے آسمان سے) بارش کے ذریعہ
وَالْأَرْضِ (اور زمین سے) (نبات کے ذریعہ) أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ (یا کون مالک ہے کانوں اور آنکھوں کا) کون
ان کو بنانے اور اس انداز سے فٹ کرنے کی طاقت رکھتا ہے جس طرح سے یہ فٹ ہیں یا۔ نمبر ۲۔ کون ان کی ان آفات کثیرہ سے
عرصہ دراز تک حفاظت کرتا ہے حالانکہ یہ دونوں بڑی لطیف ہیں ان کو معمولی چیز بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ یعنی حیوان، چوزے، کھیتی، مومن، عالم کو نطفہ، اندا، دانہ،
کافر، جاہل سے اور اس کا عکس وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ (اور کون معاملات کی تدبیر کرتا ہے) تمام عالم کے معاملات کا مدبر کون ہے پہلے
خاص کا ذکر کیا اور اسکے بعد عام کو لائے۔ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ترجمہ وہ عنقریب آپ کے سوال کے جواب میں کہیں گے کہ ان تمام

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْا اِنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ هَلْ

اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات نافرمانوں کے بارے میں ثابت ہو چکی ہے کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ آپ فرما دیجئے کیا

مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَّبْدُوْا الْخَلْقَ ثُمَّ يَّعِيْدُهُ ۥ قُلِ اللّٰهُ يَبْدُوْا الْخَلْقَ ثُمَّ يَّعِيْدُهُ ۥ

تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو مخلوق کو پیدا فرمائے پھر اسے دوبارہ زندہ کرے؟ آپ فرما دیجئے کہ اللہ مخلوق کو ابتداء پیدا فرماتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا۔

فَاَنْتِ تُوفِّكُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۥ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ

سو تم کہاں پھرے جارہے ہو؟ آپ فرما دیجئے کہ تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی امر حق کا راستہ

لِلْحَقِّ ۥ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُتَّبَعَ اَمَّنْ لَا يَّهْدِيْٓ اِلَّا اَنْ يُّهْدٰى ۥ

بتلاتا ہے، سو جو حق کی راہ بتاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جو ہدایت نہیں پاتا مگر جبکہ اسے راہ بتائی جائے،

فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۚ اِنَّ الظَّنَّ لَا يَغْنٰى مِنَ الْحَقِّ

سو تمہیں کیا ہوا تم کیسی تجویزیں کرتے ہو، اور ان میں سے اکثر لوگ صرف اٹکل کے پیچھے چلتے ہیں بلاشبہ اٹکل حق کے بارے میں ذرا بھی مفید

شَيْءٌ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

نہیں ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جاننے والا ہے جن کاموں کو وہ کرتے ہیں۔

پر قدرت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (پس کہہ دیں پھر تم کیوں ڈرتے نہیں ہو۔) عبادت میں شرک سے جبکہ تم ربوبیت کا اعتراف بھی کر چکے۔

۳۲: فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ (سو وہ اللہ تعالیٰ ہے) یعنی وہ ذات جس کی یہ قدرت ہے وہی تو اللہ تعالیٰ ہے۔ رَبُّكُمْ الْحَقُّ (تمہارا سچا رب) جس کی ربوبیت ایسی ثابت ہے جس میں اس کو کوئی شک نہیں ہو سکتا جو حقیقت کی نگاہ ڈالے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (سو پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے) یعنی حق و باطل کے درمیان کوئی واسطہ نہیں جو حق راستہ سے ہٹا وہ گمراہی میں جا پڑا۔ فَاَنْتِ تُصْرَفُوْنَ (تم کدھر پھرے جارہے ہو) حق چھوڑ کر گمراہی کی طرف اور تو حید کو ترک کر کے شرک کی طرف۔

کفار کی ضد:

۳۳: كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس حق کی طرح حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (تیرے رب کی بات ثابت ہو گئی۔) قراءت: شامی، مدنی نے كَلِمَتُ پڑھا ہے یعنی جیسا کہ حق و ثابت ہوا کہ حق کے بعد گمراہی ہے۔ نمبر ۲۔ جیسا ثابت ہوا کہ وہ حق سے پھرے ہوئے ہیں پس اسی طرح تیرے رب کی بات سچی ہو گئی۔ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْا (ان لوگوں کے متعلق جو فاسق ہیں) یعنی جو اپنے کفر میں سرکشی

تک پہنچنے والے اور اسکی انتہائی حد تک نکلنے والے ہیں۔ اُنھُمْ لَا یُوْمِنُوْنَ (کہ یہ ایمان نہ لائیں گے) یہ کلمہ سے بدل ہے یعنی ایمان کی نفی ان پر ثابت ہو چکی یا نمبر ۲۔ اللہ کی بات ان پر ثابت ہو چکی کہ ان کا ایمان ثابت نہ ہوگا۔ نمبر ۳۔ کلمہ سے عذاب والا وعدہ مراد ہے اور انھم لَا یُوْمِنُوْنَ اسکی تعلیل ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی لَا نھم لَا یُوْمِنُوْنَ اسلئے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

معبودانِ باطلہ کی بے بسی:

۳۴: قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَدْعُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ (آپ فرمادیجئے کہ تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امرحق کا راستہ بتلاتا ہو) تم یعیدہ کو یہاں ذکر کیا حالانکہ وہ اعادہ کے قائل نہ تھے۔ کیونکہ اعادہ کے دلائل اس قدر ظاہر ہیں کہ گویا یہ مسلمہ معاملہ ہے کہ وہ اعادہ کے قائل ہیں۔ نمبر ۲۔ انسانوں کے علاوہ اور چیزوں کا اعادہ مراد لیا جائے جیسے دن، رات، پانی اتارے، اور نبات اگائے۔ قُلِ اللّٰهُ يَدْعُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ (آپ فرمادیجئے کہ اللہ مخلوق کو ابتداء پیدا فرماتا ہے پھر اس کو دوبارہ فرمائے گا) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ جواب میں ان کی نیابت کریں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو ان کا تکبر کلمہ حق کہنے نہ دے گا۔ پس آپ ان کی طرف سے سچی بات کہہ دیں۔ فَآتٰنِیْ تَوْفِیْکُوْنَ ت پس کس طرح سیدھے راستہ سے پھرے جارہے ہو؟

حق کی طرف راہنمائی کرنے والے اور کافر بے راہ کے پیروکار:

۳۵: قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ (آپ فرمادیجئے کہ تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امرحق کا راستہ بتلاتا ہو) اسکی طرف راہنمائی کرنے قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ اَفَمَنْ يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُتَّبَعَ اَمَّنْ لَا يَهْدِيْ اِلَّا اَنْ يُّهْدٰی عربی میں ہداهہ للحق، الی الحق دو آتے ہیں۔ یہاں دونوں لغات کو جمع کر دیا۔ اور اسی طرح ہدی بنفسہ بمعنی اہتدی کے آتا ہے جیسا کہ شری بمعنی اشتراکی اور اسی سے۔

قراءت: حمزہ و علی آمن لا یہدی بمعنی بھتدی ہے۔ اور لا یہدی ملی، شامی اور ورش کی قراءت میں ہے۔ جبکہ ابو عمرو نے اس ہا کے فتح کو اشام سے پڑھا اور عاصم نے یحییٰ کے علاوہ ہا کے کسرہ اور یا کے فتح کے ساتھ پڑھا۔ اور اصل بھتدی ہے۔ اور عبد اللہ کی قراءت یہی ہے۔ تا کو دال میں ادغام کیا اور ہا کا فتح وہی تا کو دے دیا یا اتقاء ساکنین کی وجہ سے کسرہ دیا مگر یحییٰ نے یا اور ہا کے کسرہ اور دال کی تشدید سے پڑھا ہے مابعد کی اتباع کی وجہ سے البتہ ورش کے علاوہ مدنی قراء نے ہا کے سکون اور دال کی تشدید سے پڑھا ہے۔

مطلب یہ ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی صرف حق کی طرف راہنمائی کرنے والی ہے اس طرح کہ مکلفین میں عقلیں رکھ دیں اور ان کو دلائل پر غور کی قدرت عنایت فرمائی۔ اور دلائل خود اپنی طرف سے مہیا فرمائے اور نور تو فوق بخش دیا اور دلوں میں بھلائی ڈال دی اور رسولوں کو بھیج کر شرائع و احکام کی اطلاع دے دی۔ پس جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے ان میں کوئی ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس راہنمائی کی طرح راہنمائی کرنے والا ہو۔

پھر فرمایا تم بتلاؤ کہ جو حق کی طرف راہنمائی کرے وہ پیروی کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے یا وہ جو بذات خود راستہ ہی نہ پاسکتا ہو۔ یا دوسرے کی راہنمائی نہ کرسکتا ہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسکو ہدایت نہ دے۔ دوسرا قول یہ ہے یا وہ جو کسی دوسری جگہ کی طرف راہ نہ پاسکتا ہو۔ یعنی منتقل نہ ہو سکتا ہو جب تک کہ اس کو منتقل نہ کیا جائے۔ یا وہ راہ نہ پائے اور نہ ہی اسکا راستہ پانا درست ہو مگر

وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ

اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے جو افتراء کیا گیا ہو اللہ کی طرف سے نہ ہو۔ بلکہ وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے

يَدِيهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٧﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ

پہلے ہیں، اور احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس کو آپ نے اپنے پاس سے بنالیا ہے۔

قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَإِذْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ

آپ فرما دیجئے کہ تم اس جیسی سورت لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جن لوگوں کو بلا سکتے ہو انہیں بلا لو اگر تم

صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَلِكَ

کچھ ہوں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے اسے جھٹلایا جسے اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے اور ابھی اس کا نتیجہ ان کے سامنے نہیں آیا، ایسے ہی

كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٣٩﴾ وَمِنْهُمْ مَنْ

جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔ سو دیکھ لیجئے ظالموں کا کیا انجام ہوا اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو

يُؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٤٠﴾ وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ

اس پر ایمان لائیں گے اور بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ فرما دیجئے

لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٤١﴾

کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم اس سے بری ہو جو میں کام کرتا ہوں، اور جن کاموں کو تم کرتے ہو میں ان سے بری ہوں۔

اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس حالت سے منتقل کر کے حیوان ناطق بنائے تو پھر وہ راہنمائی کر سکے۔ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ غلط فیصلہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک گمان کرتے ہو۔

۳۶: وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ بُتُونَ کے متعلق اس بات میں کہ وہ معبود ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زبردستی چھڑالیں گے۔ اکثر سے مراد تمام ہیں۔ اِلَّا ظَنًّا (مگر محض گمان) بلا دلیل وہ اپنے آباء سلف کی اتباع و اقتداء ہے جو اس گمان سے کرتے تھے کہ وہ درست راستے پر تھے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ وَهُوَ علم ہے۔ شَيْئًا (ذره بھر) یہ مصدر کی جگہ پر ہے اصل اس طرح اغناء شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ (اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ کرتے ہیں) یعنی اتباع ظن اور ترک حق۔

قرآن من گھڑت نہیں بلکہ بلا ریب ہے:

۳۷: وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ (اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے جو افتراء کیا گیا ہو اللہ کی طرف سے نہ ہو)

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی طرف سے گھڑنا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح اور درست نہیں کہ اس جیسا بلند کلام اور حد اعجاز تک پہنچا ہوا من گھڑت کلام ہو۔ وَلٰیٰکِنْ (لیکن) یہ تَصْدِیْقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ (تصدیق ہے اسکی جو اس سے پہلے ہے) جو کتابیں اس سے قبل نازل ہو چکیں۔

وَتَفْصِیْلُ الْکِتٰبِ (اور کتاب کی تفصیل ہے) جو فرائض و احکام لازم و فرض کئے گئے ان کی تشریح ہے یہ معنی اس آیت النساء ۲۴ کتاب اللہ علیکم کی روشنی میں ہے۔ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اس کے رب العالمین کی طرف سے ہونے میں شک نہیں ہے) یہ استدراک کے مواقع میں داخل ہے گویا اس طرح کہا گیا لیکن یہ ایسی تصدیق اور تفصیل ہے جو رب سے خالی ہے اور رب العالمین کی طرف سے آئی ہے۔

دوسری تفسیر یہ مراد لینا بھی درست ہے کہ رب العالمین کی طرف سے تصدیق شدہ ہے اور اسکی طرف سے اسکی تفصیل کی گئی ہے اس بات میں کوئی اشتباہ نہیں۔ اس صورت میں من رب العالمین تصدیق و تفصیل سے متعلق ہے اور لا ریب فیہ یہ جملہ معترضہ ہے جیسا تم کہو زید لاشک فیہ کریم۔

کفار کو چیلنج:

۳۸: اَمْ یَقُوْلُوْنَ اَفْتَرٰہُ (کیا وہ کہتے ہیں کہ اس کو گھڑ لیا ہے) ام یہاں بل کے معنی میں ہے کیا وہ کہتے ہیں اس کو گھڑ لیا ہے؟ قُلْ (کہہ دیں) اگر بات اسی طرح ہے جس طرح تم کہتے ہو فَاْتُوْا (تو تم لاؤ) تو تم بھی گھڑ لاؤ بِسُوْرَةٍ مِّثْلِہِ (ایک سورت اس جیسی) یعنی جو بلاغت میں اس کے مشابہ ہو اور حسن نظم میں اس جیسی ہو تم بھی میری طرح عربیت جانتے ہو۔ وَاذْعُوْا مِّنْ اَسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (اور ان کو بلا لوجن کو اللہ تعالیٰ کے سوا بلا لانے کی تم میں طاقت ہے) یعنی عبارت اس طرح ادعوا من دون اللہ۔ من استطعتم۔ بلاؤ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو بلا لانے کی مخلوق سے تم طاقت رکھتے ہو۔ تاکہ اسکی مثل لانے میں وہ تمہاری امداد کریں۔ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ یہ قرآن من گھڑت ہے۔

جھٹلانا عناد کی بنیاد پر ہے:

۳۹: بَلْ کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یَحِیْطُوْا بِعِلْمِہِ وَلَمَّا یَاْتِیْہُمْ تَاْوِیْلُہُ (بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کے علم کا احاطہ انہوں نے نہیں کیا اور ابھی ان کو اسکی حقیقت معلوم نہیں ہوئی) بلکہ انہوں نے قرآن کی تکذیب میں جلدی کی ہے کہ جو نبی اسکی آواز کانوں تک پہنچی بلا سوچے سمجھے اس کو جھٹلا دیا۔ قرآن مجید کی حقیقت کو نہ پہچانا اور نہ اسکی تدبیر کیا کہ اس کے معنی اور نتائج سمجھتے اور اسکا بڑا سبب یہ ہے کہ جو چیز ان کے دین کے مخالف ہے اس سے دور بھاگ رہے ہیں ان کو اپنے آبائی دین کا ترک کرنا گراں گزرا ہے۔ لَمَّا یَا تِہُمْ تَاْوِیْلُہِ میں توقع کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے سوچنے سے پہلے ہی فی البدیہہ اس کا انکار کر دیا۔ اس کا معنی نہیں سوچا اور یہ آباؤ اجداد کی تقلید میں کیا۔ اور غرور و تدبر کے بعد تکذیب سرکشی اور عناد و ضد کی وجہ سے اختیار کی۔ پس ان آیات میں جاننے سے قبل جلد تکذیب کرنے کی مذمت فرمائی اور لَمَّا جو کلمہ توقع ہے اس کو ذکر کیا تاکہ اعلان کر دیا جائے کہ کفار نے قرآن کے علوشان اور اعجاز اچھی طرح جان لیا کیونکہ ان کو بار بار چیلنج کیا اور انہوں نے اپنی قوتوں کو خوب آزمایا اور اسکی مثل لانے سے

اپنا عجز اظہر من الشمس ہو گیا تو ضد و حسد سے قرآن کو جھٹلا دیا۔

كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس تکذیب کی طرح كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی امم ماضیہ کے کفار نے رسولوں کے معجزات میں غور و فکر کرنے کے بغیر عناد اور تقلید آباء کی وجہ سے ان کو جھٹلا دیا۔ دوسری تفسیر لما یاتہم تاویلہ کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابھی تک ان کے سامنے اخبار بالغیب کی تعبیر ظاہر نہیں ہوئی۔ تعبیر سے انجام مراد ہے جس سے اس کا سچا، جھوٹا ہونا ظاہر ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ کتاب دو لحاظ سے معجز ہے نمبر ۱۔ نظم کا اعجاز، نمبر ۲۔ اخبار غیب کا اعجاز تم نے اس کے نظم پر غور سے قبل ہی تکذیب کر دی حالانکہ وہ حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہے اور اسکی دی ہوئی اطلاعات کا صدق و کذب ظاہر ہونے سے پہلے ہی تم نے انکار کر ڈالا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِيْنَ (پس غور کرو کس طرح ظالموں کا انجام ہوا)

۴۰: وَمِنْهُمْ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ (اور بعض ان میں سے آپ پر ایمان لاتے ہیں) اے کی ضمیر نبی اکرم ﷺ یا قرآن کی طرف راجع ہے۔ اپنے دل میں تصدیق کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ آپ نبی برحق ہیں لیکن عناد کی وجہ سے تکذیب کرتے ہیں۔ وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ (اور ان میں بعض وہ ہیں جو آپ پر ایمان نہیں لاتے) آپ کی تصدیق نہیں کرتے اور آپ کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ یا اس کا معنی استقبال والا ہو۔ کہ ان میں بعض ایسے ہونگے جو عنقریب آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بعض ایسے ہونگے جو کفر پر اصرار کریں گے۔ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ (اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو خوب جانتے والا ہے) مفسدین سے معاند یا اصرار کرنے والے مراد ہیں۔

۴۱: وَاِنْ كَذَّبُوْكَ (اور اگر وہ آپ کو جھٹلا دیں) اگر وہ آپ کی تکذیب پر اتر آئیں اور تم ان کی قبولیت سے مایوس ہو جاؤ۔ فَقُلْ لِّیْ عَمَلٍی (پس کہہ دیں کہ میرے لئے میرا عمل) مراد جزاء عمل ہے۔ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ (اور تمہارے لئے تمہارا عمل) تمہارے اعمال کا بدلہ۔ اَنْتُمْ بَرِیُّنَ مِمَّا اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیٌّ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (تم اس سے بری جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بیزار جو کچھ تم کرتے ہو) پس ہر ایک سے اس کے عمل کا مواخذہ ہوگا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تَسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٦﴾ وَمِنْهُمْ

اور ان میں بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے اگرچہ وہ سمجھ بھی نہ رکھتے ہوں، اور ان میں سے

مَنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْى وَلَوْ كَانُوا لَا يَبْصِرُونَ ﴿٤٧﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ

بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں، کیا آپ اندھوں کو راہ بتا دیں گے اگرچہ وہ دیکھتے بھی نہ ہوں، بلاشبہ اللہ لوگوں پر

النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٤٨﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ كَانُ لَمْ يَلْبَسُوا

ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، اور جس دن اللہ انہیں جمع فرمائے گا گویا کہ وہ دن کے حصہ میں سے

الْأَسَاعَةِ مِنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا

صرف ایک گھڑی ٹھہرے ہیں، وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے، بے شک وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور وہ

كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿٤٩﴾ وَإِنَّمَا نُرِيكَ بِعَضِّ الذِّبْنِ نَعِدُهُمْ وَأَوْتَوْفِيكَ فَإِنَّمَا رَجِعَهُمْ

ہدایت پانے والے تھے اور اگر تم اس میں سے کچھ حصہ آپ کو دکھادیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو ہماری طرف ان سب کو لوٹنا ہے

ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٥٠﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ

پھر اللہ اس پر گواہ ہے جو کام وہ لوگ کرتے ہیں، اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے سو جب ان کے پاس ان کا رسول آ جاتا ہے تو ان کے درمیان

بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يَظْلِمُونَ ﴿٥١﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ

انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم

صَادِقِينَ ﴿٥٢﴾ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ

سچے ہو، آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کے لئے کسی بھی ضرر یا نفع کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ ہر امت کے لئے ایک وقت

أَجَلٌ ۖ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٥٣﴾

مقرر ہے جب ان کا وقت مقرر آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں

کفار اندھے بہرے ہیں:

۴۲: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ (اور ان میں بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگا لگا بیٹھتے ہیں) بعض لوگ ان میں آپ کی قراءت پر کان دھرتے ہیں اور احکام شرائع کے وقت بھی متوجہ ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ان باتوں کو یاد نہیں رکھتے اور نہ قبول

کرتے ہیں اسلئے وہ بہروں کی طرح ہیں اَفَانتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ (کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں گوان کو سمجھ بھی نہ ہو) کیا تم یہ طمع رکھتے ہو کہ بہرے کو سنانے پر تمہیں قدرت ہے جبکہ بہرہ بے عقل بھی ہو؟ کیونکہ عقلمند بہرہ تو فراست سے یا کان میں گونج کے پڑ جانے سے استدلال کر کے بات سمجھ سکتا ہے مگر کیا کیجئے جب سلب عقل اور فتور سمع دونوں جمع ہوں تو سارا کھاتہ ہی گل ہے۔

۴۳: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ (ان میں بعض لوگ آپ کی طرف دیکھتے ہیں) اور سچائی کے دلائل کھلے بندوں معاند کرتے اور نبوت کے نشانات ظاہر پاتے ہیں لیکن وہ تصدیق نہیں کرتے۔ اَفَانتَ تَهْدِي الْعُمْى وَلَوْ كَانُوا لَا يَبْصِرُونَ (پھر کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھانا چاہتے ہیں گوان کو بصیرت بھی نہ ہو) کیا تمہارا خیال ہے کہ آپ اندھوں کو راہ دکھلائیں گے جب بصارت کے ساتھ وہ بصیرت سے بھی محروم ہو۔ کیونکہ وہ اندھا جس کے دل میں بصیرت ہو وہ کبھی عقل سے جانچ لیتا ہے۔ باقی احمق اندھا تو نری مصیبت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قبول کرنے اور تصدیق سے ناامیدی کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں جیسا کہ وہ بہرے اور اندھے جن میں عقل و بصیرت نہ ہو۔

۴۴: إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا۔ لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں) قراءت: حمزہ وعلی نے ولكن الناس پڑھا ہے۔ یعنی استدلال کے آلات کو سلب کر کے اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے استدلال کو ترک کر کے اپنے اوپر خود ظلم کیا۔ خود زندہ ہو کر جمادات کو معبود بتالیا۔

حشر میں کفار کا حال:

۴۵: وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ (اور اس دن گویا درکھو جب وہ ان کو جمع کرے گا) قراءت: حفص نے یا سے پڑھا۔ جبکہ ابن عامر و ابن کثیر نے نون سے پڑھا ہے۔ كَانْ لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا مَسَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ (گویا وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک گھڑی دن کی) دنیا میں قرار کی مدت کو انہوں نے بہت چھوٹا قرار دیا یا قبور میں ٹھہرنے کی مدت کو اہوال آخرت کی وجہ سے قلیل قرار دیں گے۔ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ (آپس میں پہچانیں گے) ایک دوسرے کو جانتے ہوئے گویا کہ وہ بہت تھوڑا وقت آپس میں جدار ہے اور یہ قبور سے نکلنے کے وقت ہوگا۔ پھر قیامت کے اہوال کی شدت سے تعارف منقطع ہو جائے گا۔

يَتَعَارَفُونَ: کان لم يلبثوا یہ ہم سے حال ہے یعنی ہم ان کو اس حالت میں اٹھائیں گے کہ ان کی حالت ان لوگوں کے مشابہ ہوگی جو ایک گھڑی ٹھہرے ہوں۔ کان یہ گان ہے اور اس کا اسم محذوف اور لم يلبثوا خبر ہے يتعارفون بینہم یہ دوسرا حال ہے۔ یا جملہ مستأنف ہے اور ہم مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ (تحقیق خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا) یہ يتعارفون کی ضمیر فاعلی کا مقولہ قرار دیا جائے کہ اپنے مابین تعارف یہ کہتے ہوئے کرائیں گے قد خسر الذين (الایۃ) یا یہ اللہ

تعالیٰ کا مقولہ ہے جو ان کے خسران پر شہادت ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے اپنی تجارت و بیع میں ایمان کو کفر کے بدلہ میں رکھ دیا۔ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ (وہ ہدایت یافتہ نہ تھے) جانتے ہوئے بھی وہ تجارت میں راہ پانے والے نہیں۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس میں تعجب کا معنی ہے گویا اس طرح فرمایا وہ کس قدر خسارہ میں ہیں؟

آپ کی زندگی میں ان پر عذاب لازم نہیں:

۳۶: وَمَا نُرِيكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُّهُمْ (اور جس کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا اگر ہم آپ کو دکھلا دیں) یعنی عذاب اُونْتَوْ فَيُنَّكَ (یا آپ کو وفات دے دیں) ان کے عذاب دینے سے پہلے فَاَلَيْنَا مَرْجِعَهُمْ (پس انہوں نے ہمارے پاس لوٹنا ہے) یہ نطفینک کا جواب ہے اور نرینک کا جواب محذوف ہے یعنی واما نرینک بعض الذی نعدہم فی الدنیا فذاک اونتو فینک قبل ان نریکہ فنحن نریکہ فی الآخرة اور اگر دکھا دیں بعض حصہ اس عذاب کا جس کا ہم ان سے دنیا میں وعدہ کرتے تو یہ مطلوب ہے یا اگر ہم آپ کو وفات دے دیں آپ کو ان کا عذاب دکھانے سے پہلے تو ہم آپ کو آخرت میں دکھلا دیں گے۔ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ (پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے ان کاموں پر جو وہ کرتے ہیں) یہاں ذکر تو شہادت کا ہے مگر مراد اس کا مقتضی ہے اور وہ عذاب ہے گویا اس طرح فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں پر ان کو سزا دینے والے ہیں۔ بعض نے کہا تم یہاں واؤ کے معنی میں ہے۔

میں رسول ہوں عذاب کا اختیار نہیں رکھتا:

۳۷: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ (ہر امت کیلئے ایک رسول ہے) جس کو ان کی طرف اللہ تعالیٰ مبعوث فرماتے ہیں تاکہ وہ ان کو توحید کے بارے میں خبردار کرے اور دین حق کی طرف ان کو دعوت دے۔ فَاِذَا جَاءَ رَسُوْلُهُمْ (جب ان کا رسول آچکتا ہے) دلائل لیکر اور وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اسکی اتباع نہیں کرتے۔ قُضِيَ بَيْنَهُمْ (ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا ہے) نبی اور اس کے جھٹلانیوالوں کے درمیان بِالْقِسْطِ (انصاف کے ساتھ) پس رسول کو نجات دی جاتی ہے اور مکذب کو عذاب دیا جاتا ہے۔

دوسری تفسیر۔ قیامت کے دن ہر امت کیلئے رسول ہوگا جس کی طرف اس امت کی نسبت کی جائے گی اور اسی کے نام سے ان کو پکارا جائے گا۔ جب رسول موقف پر ان کے متعلق کفر و ایمان کی گواہی دینے کیلئے حاضر ہو جائیں گے تو ان کے مابین انصاف سے فیصلہ کر دیا جائیگا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا) بغیر گناہ کے کسی کو سزا نہ دی جائے گی۔

۳۸: تو فرمایا اگر ہم آپ کو بعض حصہ اس عذاب کا دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں جب کفار نے عذاب مانگنے میں جلدی کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هٰذَا الْوَعْدُ (وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ) یعنی وعدہ عذاب اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ عذاب اترنے والا ہے۔ یہ منہم کا خطاب نبی اکرم ﷺ اور مومنین تمام سے ہے۔

۳۹: قُلْ (کہہ دیں اے محمد ﷺ) لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا (میں مالک نہیں ہوں اپنے نفس کیلئے ذرہ بھر نقصان) جیسے مرض یا فقر و لَا نَفْعًا (اور نہ نفع کا) یعنی صحت یا مالداری اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ (مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ) یہ متشبی منقطع ہے یعنی مگر جس کے

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۝۵۰

آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر اللہ کا عذاب رات کے وقت آجائے یا دن کے وقت آجائے تو اس میں وہ کون سی چیز ہے جس کی بحرین جلدی مچا رہے ہیں

أَتُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ أَمْنْتُمْ بِهِ ۖ أَلَمْ نَكُنْ وَاقِعًا وَكُنْتُمْ بِهِ كَافِرِينَ ۝۵۱

کیا پھر جب وہ واقع ہوئی تو اس پر ایمان لاؤ گے۔ اب ایمان لاتے ہو حالانکہ تم اس کے جلدی آنے کا تقاضا کرتے تھے،

ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ ۖ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ

پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا جنہوں نے ظلم کیا کہ بیشکی کا عذاب چکھ لو، تمہیں انہیں اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جن کی تم کمائی کرتے تھے۔

تَكْسِبُونَ ۝۵۲ وَيَسْتَبْشِرُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝۵۳

اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا یہ حق ہے؟ آپ فرما دیجئے ہاں میرے رب کی قسم بلاشبہ وہ حق ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ ہو۔ پس کس طرح میں تمہارے لئے نقصان اور عذاب کھینچ کر لاسکتا ہوں۔ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (ہر امت کا ایک وقت مقرر ہے جب ان کا وقت مقررہ آجاتا ہے تو ایک گھڑی کیلئے وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتے اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں) ہر امت کیلئے عذاب کا ایک وقت معلوم مقرر ہے اور وہ لوح محفوظ میں لکھا جا چکا جب ان کے عذاب کا وقت آجاتا ہے۔ تو ایک گھڑی کیلئے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں پس تم جلدی نہ مانگو۔

عذاب تو ذرا سا بھی برا ہے:

۵۰: قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ (آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب آپڑے) جس کو تم جلد مانگتے ہو۔ بَيَاتًا (رات کو) یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے یعنی سونے کے وقت میں اور وہ رات ہے۔ اس حال میں کہ تم غافل بے پرواہ سوئے ہوتے ہو۔ اَوْ نَهَارًا (یا دن کو) اس حال میں کہ طلب معاش میں تم مشغول ہو۔ اور کام کر رہے ہو۔ مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ (کیا جلدی کریں گے اس سے مجرم) اس عذاب سے مطلب یہ ہے کہ عذاب تمام کا تمام برا ہے اور نفرت و بھاگنے کے قابل ہے۔ پس تم اس میں سے کوئی چیز جلد مانگتے ہو۔ اس میں تو کوئی چیز بھی جلد مانگنی ضروری نہیں۔ مَّاذَا كَا اسْتَفْهَامِ اَرَاءَ يَتَمَّ سے متعلق ہے۔ کیونکہ مطلب یہ ہے مجھے تم بتلاؤ اس سے مجرم کوئی چیز جلدی مانگتے ہیں۔ شرط کا جواب محذوف ہے اور وہ یہ ہے تندموا على الاستعجال یا تعرّفوا الخطأ فیہ۔ اس وقت تم جلد مانگنے پر شرمندہ ہو گے یا اس میں اپنی غلطی محسوس کرو گے (مگر بے وقت بے فائدہ)

نکتہ: مَّاذَا يَسْتَعْجِلُونَ مِنْهُ نہیں فرمایا کیونکہ مَّاذَا يَسْتَعْجِلُونَ کہہ کر اس بات پر دلالت کی جا رہی ہے کہ ترک استعجال لازم

ہے اور وہ اجرام ہے۔ یا ماذا يستعجل کو جواب شرط قرار دیا جائے جیسے ان اتيتك ماذا تطعمني؟ پھر یہ سارا جملہ اَرَاءَ يَتَمُّ سے متعلق ہے یا اثم اذا ما وقع جواب شرط ہے اور ماذا يستعجل جملہ معترضہ ہے۔

عذاب کے وقت حال:

۵۱: اَنتُمْ اِذَا مَا وَقَعَ (کیا پھر جب وہ واقع ہو جائیگا) یعنی عذاب اَمَنْتُمْ بہ (کیا تم اس وقت ایمان لاؤ گے) یہ جواب شرط ہے اور ماذا يستعجل منہ المجرمون جملہ معترضہ ہے۔ مطلب یہ ہوگا اگر تمہارے پاس اسکا عذاب آجائے تو تم اس پر ایمان لاؤ گے اس عذاب کے واقع ہونے کے بعد جبکہ ایسے وقت کا ایمان مفید نہ ہوگا۔

نَحْوُ: حرف استفہام کو ثم پر لانا اسی طرح ہے جیسا کہ اس کو واو اور فا پر داخل کیا جائے۔ جیسا (اعراف: ۹۷) میں افا من اهل القرى، ۹۸ میں او امن اهل القرى۔ اَلْنَّ (کیا اب ایمان لاتے ہو) اس کو قول کا مقولہ مان کر گویا ان کو کہا جائے گا جبکہ وہ عذاب آجائے کے بعد ایمان لائیں گے کیا اب تم ایمان لاتے ہو۔ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (حالانکہ تم تو اس کو جلدی مانگا کرتے تھے) یعنی عذاب کو تکذیب اور استہزاء کے طور پر۔ اَلان میں لام کے بعد والے ہمزہ کو حذف کر دیا اور اسکی حرکت لام کو دیدی۔ نافع کے نزدیک اسی طرح ہے۔

۵۲: ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (پھر ان کو کہا جائے گا جنہوں نے ظلم کیا) اس کا عطف اس قیل پر ہے جو اَلْنَّ سے پہلے محذوف مانا گیا ہے۔ ذُوْقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ (تم ہمیشہ کا عذاب چکھو) ہمیشگی ہل تجزؤن اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (نہیں تمہیں جزاء دی جائے گی مگر وہ جو تم کماتے تھے) یعنی شرک، تکذیب

اب تو استہزاء کرتے ہیں مگر وہاں ڈر سے منہ چھپائیں گے:

۵۳: وَيَسْتَنْبِئُوْكَ (اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں) آپ سے خبر پوچھتے ہوئے کہتے ہیں۔ اَحَقُّ هُوَ (کیا وہ برحق ہے) یہ استفہام ان کاری ہے بطور استہزاء کے وہ کہتے تھے ہو ضمیر کا مرجع موعودہ عذاب ہے۔ قُلْ (کہہ دیں) اے محمد ﷺ وَرَبِّيْ (ہاں اور مجھے اپنے رب کی قسم ہے) اِنَّهٗ لَحَقُّ (بلاشبہ وہ حق ہے) بیشک عذاب ہر صورت ہونے والا ہے۔ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (اور تم عاجز کر نیوالے نہیں ہو) عذاب سے نکلنے والے نہیں ہو وہ ہر صورت میں تمہیں آلے گا۔

وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۖ وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۚ

ہر وہ شخص جس نے ظلم کیا اگر اس کے لئے وہ سب کچھ موجود زمین میں ہے تو وہ اپنی جان کو عذاب سے چھڑانے کیلئے اس سب کو خرچ کر ڈالے گا۔ اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو پشیمانی کو

وَقَضَىٰ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝۵۴ إِلَّا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ

پیشہ رکھیں گے، اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ خبردار بے شک اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے

إِلَّا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۵۵ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلِلَّهِ

خبردار بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے، وہی زندہ فرماتا ہے وہی موت دیتا ہے اور اسی کی طرف

تَرْجَعُونَ ۝۵۶

لوٹائے جاؤ گے۔

۵۴: وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ (اور اگر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا ہو کہ) اگر ظلم کا معنی کفر و شرک ہے تو یہ نفس کی صفت ہے یعنی اگر ہر ظالم نفس کو میسر آئے مَا فِي الْأَرْضِ (جو کچھ زمین میں ہے) دنیا میں آج جو اس کے خزانے و اموال موجود ہیں۔ لَافْتَدَتْ بِهِ (تو وہ ضرور فدیہ میں دے ڈالے) وہ اپنے نفس کا اس کو فدیہ بنا لے۔ محاورہ عرب ہے فداہ فاندی اور کہا جاتا ہے افتداه یعنی فداہ آتا ہے۔ وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ (اور وہ شرمندگی کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے) اور وہ شرمندگی کو ظاہر کریں گے، عرب کہتے ہیں اسرا شئ اذا اظهر الشئ۔ جب وہ چیز کو ظاہر کرے نمبر ۲۔ دوسری تفسیر: وہ چھپائیں گے شرمندگی کو کیونکہ وہ شدت ہول کی وجہ سے بولنے سے عاجز ہونگے۔ اس کا لفظ اضداد میں سے ہے۔ وَقَضَىٰ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ (ان کے مابین انصاف سے فیصلہ کر دیا جائیگا) ظالموں اور مظلوموں کے مابین۔ اس پر ظلم کے لفظ کا تذکرہ دلالت کرتا ہے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا)

۵۵: پھر اس خبردار کرنے کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت تامہ کا ذکر کیا۔ إِلَّا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ (خبردار بیشک اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں اور زمین میں ہے) پس وہ کیوں کر فدیہ قبول کریگا جبکہ وہ سزا دینے میں برحق ہے اور اس نے جو عذاب و ثواب کا وعدہ فرمایا وہ برحق ہے اس فرمان کی وجہ سے إِلَّا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ (خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ) ثواب و عذاب کا حق (برحق ہے) ثابت ہونے والا ہے۔ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (لیکن انکی اکثریت نہیں جانتی)

۵۶: هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ (وہ زندہ کرتا اور موت دیتا ہے) زندگی بخشنے اور موت دینے پر اسے قدرت ہے اس کے علاوہ کسی کو بھی اس پر قدرت نہیں۔ وَلِلَّهِ تَرْجَعُونَ (اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) اسی کے حساب و جزاء کی طرف لوٹنا ہے پس اس کا خوف اور امید دونوں باندھنی چاہئیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے اور ایسی چیز آئی ہے جس میں سینوں کے لئے شفا ہے اور ہدایت ہے

وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ

اور رحمت ہے مومنین کے لئے۔ آپ فرمادیتے ہیں اللہ کے فضل اور اللہ کی رحمت سے خوش ہو جاؤ۔ سو وہ اس پر خوش ہوں، یہ اس سے بہتر ہے جو

مَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾

وہ جمع کرتے ہیں۔

قرآن عظمت و شفاء و رحمت ہے:

۵۷: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ (اے لوگو! تمہارے پاس ایک نصیحت تمہارے رب کی طرف سے آچکی) یعنی تمہارے پاس ایسی کتاب آچکی جو نصائح کے فوائد سے مالا مال ہے۔ اس میں توحید پر متنبہ کیا گیا۔

الموعظة اس چیز کو کہتے ہیں جس میں ہر مرغوب کی دعوت اور ہر مرہوب سے ڈراوا موجود ہو۔ اسلئے کہ امر مامور بہ کے حسن کا تقاضا کرتا ہے پس وہ مرغوب ہونا چاہئے اور جس کا حکم نہ ہو وہ ممنوع ہونا چاہئے اور نہی مامور بہ کے قبح کو چاہتی ہے۔ اور نہی میں بھی اسی طرح حکم ہے۔ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ (اور شفاء ہے اس چیز کیلئے جو سینوں میں ہے) یعنی جو تمہاری سینوں میں عقائد فاسدہ ہیں وَهُدًى (اور ہدایت ہے) گمراہی سے وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (اور مومنوں کیلئے رحمت ہے) جو تم میں سے اس پر یقین کرنے والے ہونگے۔

۵۸: قُلْ (کہہ دیں) اے محمد ﷺ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا (اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ پس اس کے ساتھ ان کو خوش ہونا چاہیے) اصل کلام اس طرح ہے بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَلْيَفْرَحُوا بِذَلِكَ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ساتھ چاہیے کہ وہ خوش ہوں اس پر، تکریر کا مقصد تاکید اور پختگی ہے اور اس بات کو خاص کر ثابت کرنا ہے کہ فضل و رحمت ہی فرح کے لائق ہیں ان کے علاوہ فوائد دنیا لائق فرح نہیں۔ ایک فعل کو دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔ اور فاعل کو اس لئے داخل کیا کیونکہ شرط کا مفہوم پایا جاتا ہے گویا اس طرح فرمایا۔ اگر وہ کسی چیز پر خوش ہوں تو ان کو اپنی فرح ان دو چیزوں سے مخصوص کر لینی چاہیے۔ یا ان کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی طرف توجہ دینی چاہئے اور چاہئے کہ وہ اس پر خوشی کا اظہار کریں اور یہ فضل و رحمت کتاب اللہ اور اسلام ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف ہدایت دے دی پھر قرآن کا علم دے دیا۔ پھر اس نے فاقہ کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ فقر کو اس کے ماتھے پر ملاقات کے دن تک لکھ دیتے ہیں (درمنثور) اور آپ نے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (وہ اس سے بہت بہتر ہے جس کو وہ جمع کرتے ہیں) شامی نے یا سے پڑھا ہے یعقوب نے فلتفرحوا پڑھا ہے۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ اللَّهُ أَذِنَ

آپ فرمادیجئے کہ تم بتاؤ جو رزق اللہ نے تمہارے لئے نازل فرمایا تم نے اس میں سے خود ہی بعض کو حرام اور بعض کو حلال تجویز کر لیا۔ آپ فرمادیجئے کیا اللہ نے

لَكُمْ أَمْرًا عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ ۝۵۹ وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا اللہ پر افتراء کرتے ہو، اور قیامت کے دن کے بارے میں ان لوگوں کا کیا گمان ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝۶۰

بلاشبہ اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے اور لیکن ان میں سے بہت لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

حلال و حرام تمہارا کام نہیں:

۵۹: قُلْ أَرَأَيْتُمْ (آپ کہیے یہ تو بتلاؤ) مجھے خبر دو مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ (کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا) یہ انزل کے ساتھ منصوب ہے یا أَرَأَيْتُمْ کے ساتھ یعنی تم مجھے اسکی خبر دو۔ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا (پس تم نے اس میں سے حرام و حلال بنالیا) پس تم نے اس کے حصے کر کے کہا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے جیسا کہ سورہ انعام: ۱۳۹ آیت میں ہے مافی بطون هذه الانعام خالصة لذكورنا و محرم علی ازواجنا ہاں زمین سے تمام ارزاق نکلتے ہیں لیکن جب اس رزق کے اسباب کو آسمان سے جوڑ دیا۔ جیسا کہ بارش جس سے نبات اگتی ہے اور سورج جس سے فصل پکتی ہے اور پھل تیار ہوتے ہیں تو اس کے اتارنے کی نسبت اسی لئے آسمان کی طرف کردی گئی۔ قُلْ أَللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ (کہہ دیں کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسکی اجازت دی) یہ أَرَأَيْتُمْ سے متعلق ہے۔ قُلْ یہ تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ مطلب یہ ہے کہ تم مجھے بتلاؤ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی کہ تحلیل و تحریم کرو۔ پس تم اسکی اجازت سے کر رہے ہو۔ اَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ (یا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو) یا تم اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر کے جھوٹ بول رہے ہو۔ یا ہمزہ انکار کیلئے اور ام منقطعہ بمعنی بل ہے۔ اور اتفترون علی اللہ یہ افتراء کی پختگی کو ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا۔

فَاذْكُوكَ: اس آیت میں زجر ہے ان احکام کے متعلق جو کسی سے پوچھے جائیں۔ جب تک کسی چیز کے متعلق یقین نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے جائز و ناجائز کا حکم نہ لگادینا چاہیے۔ اور یہ آیت احتیاط کے وجوب کو ظاہر کر رہی ہے۔ اگر بتانے والا اس کا خیال نہ کرے گا تو وہ دین پر افتراء باندھنے والا شمار ہوگا۔

۶۰: وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ (اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء باندھتے ہیں) کذب کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں یَوْمَ الْقِيَمَةِ (قیامت کے دن) یہ ظن کی وجہ سے منصوب ہے اور وہ گمان اس دن میں واقع ہونے والا ہوگا۔ یعنی مفتری لوگ اس دن کے متعلق کیا گمان کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ حالانکہ وہ تو احسان و برائی پر بدلے کا دن ہے۔ اس آیت میں معاملے کو مبہم رکھ کر سخت وعید کی گئی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ (بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ

اور آپ جس کسی حال میں بھی ہوں اور قرآن مجید کا جو بھی کوئی حصہ تلاوت کر رہے ہوں اور تم لوگ جو بھی کوئی عمل کرتے ہو ہم ضرور اس سے باخبر

شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا

ہوتے ہیں جبکہ تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو اور زمین اور آسمان میں ذرہ کے برابر کوئی چیز ایسی نہیں جو تیرے رب کے

فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۶۱﴾

علم میں نہ ہو۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو جو کتاب مبین میں نہ ہو۔

کرنے والے ہیں) اس طرح کہ ان پر عقل کا انعام کیا اور وحی کی رحمت عنایت کی اور حلال و حرام کی تعلیم دے کر مہربانی فرمائی وَلَٰكِنْ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ (اور لیکن اکثریت ان کی شکر گزاری نہیں) اس نعمت کا شکر اور نہ ہی وہ اس چیز کی اتباع کرتے ہیں جس کی طرف ان کی راہنمائی کی گئی۔

ہم تمہارے ہر حال سے واقف ہیں:

۶۱: وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ (نہیں ہوتے آپ کسی حالت میں) مَا نَافِيہ ہے اور تَکُونُ کا خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے۔ اَلشَّانُ معاملہ اور حالت وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ (اور نہیں پڑھتے آپ اس میں سے) اے کی ضمیر قرآن مجید کی طرف ہے گویا اس طرح کہا گیا مَا تَتْلُوا مِنَ التَّنْزِيلِ، مِنْ قُرْآنٍ (قرآن میں سے) کیونکہ قرآن کا ہر جزء قرآن ہے۔ ذکر سے قبل ضمیر عظمت شان کیلئے لائی گئی ہے یاہ کی ضمیر کا مرجع اللہ عزوجل کی ذات ہے۔

وَلَا تَعْمَلُونَ (اور تم نہیں کرتے) تم تمام مِنْ عَمَلٍ (کوئی عمل) جو عمل بھی ہو إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا (مگر کہ تم پر ہم حاضر و ناظر ہوتے ہیں) مشاہدہ کر رہے اور نگرانی کر رہے ہوتے ہیں اور ایک ایک چیز شمار کرتے ہیں۔ إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ (جبکہ تم اس میں مصروف ہوتے ہو) مشغول ہوتے ہو۔ یہ افاض فی الامر سے ہے۔ جبکہ اس میں ہمہ تن مصروف ہو۔ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ (نہیں غائب تیرے رب سے) دور نہیں، غائب نہیں۔

قراءت: علی نے اس کو ہر جگہ زاء کے کسرہ سے یَعْزُبُ پڑھا ہے۔ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ (ایک ذرہ کی مقدار) ذرہ چھوٹی چھوٹی چیز اور نہ اس سے بڑی چیز) قراءت: حمزہ نے اصغر اور اکبر پر ضمہ ابتداء کی وجہ سے پڑھا اور اَلَا فِی کِتَابٍ مُبِیْنٍ کو خبر قرار دیا ہے۔ اَلَا فِی کِتَابٍ مُبِیْنٍ (مگر کہ وہ لوح محفوظ میں ہے) کتاب مبین سے لوح محفوظ ہی مراد ہے۔ دیگر قراء نے اصغر اور اکبر کو نصب کے ساتھ پڑھا اور لا کو نفی جنس کا قرار دیا ہے۔

قَالَ تَذَكَّرْ: یہاں زمین کو آسمان سے مقدم ذکر کیا۔ جبکہ سورہ سباء میں آسمان کو پہلے لائے۔ کیونکہ عطف واؤ کے ساتھ ہے اور اس

الْاٰنَ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۲ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

خبردار بلاشبہ جو اولیاء اللہ ہیں ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے جو ایمان لائے اور

كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝۶۳ لَّهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ

تھوئی اختیار کرتے تھے، ان کے لئے بشارت ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ کے کلمات میں کوئی

لِكَلِمٰتٍ اللّٰهِ ۝۶۴ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْنُ الْعَظِيْمُ ۝۶۵

تبدیلی نہیں، یہ بڑی کامیابی ہے۔

عطف کا حکم تشبیہ جیسا ہے۔

ولی اور اس کی پہچان اور نشانی:

۶۲: اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ (خبردار! بیشک اللہ تعالیٰ کے دوست) نمبر ۱۔ وہ وہی لوگ ہیں جو طاعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کرم نوازی سے ان کے ساتھ مہربانی فرمانے والے ہیں۔ نمبر ۲۔ وہ وہ لوگ ہیں کہ اپنی خاص دلیل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنے والے اور اسکی مخلوق پر رحمت کرنیوالے ہیں۔ نمبر ۳۔ وہ لوگ جنکی محض اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت ہے۔ حالانکہ ان کی آپس میں کوئی رشتہ داری نہیں۔ اور نہ ہی اموال کا لین دین ہے۔ نمبر ۴۔ وہ متقی مومن ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں اللّٰذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۔

لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ (ان پر خوف نہ ہوگا) جبکہ لوگ خوف زدہ ہونگے وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے) جبکہ لوگ محزون ہونگے۔

۶۳: الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (وہ لوگ جو ایمان لائے) یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے وہ اَعِيْنِيْ ہے۔ نمبر ۲۔ اولیاء کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے گویا اِنَّ کا اسم ہے۔ نمبر ۳۔ هُمْ مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے عبارت اس طرح ہوگی۔ ہم اللّٰذِيْنَ اٰمَنُوْا، وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ (وہ تھے بچنے والے) شرک و معاصی سے

۶۴: لَّهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (انہی کیلئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں) نمبر ۱۔ ان چیزوں کی جنکی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے مومن متقی لوگوں کو قرآن مجید میں کئی مقامات پر دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ وہ نیک خواب ہیں جو مسلمان دیکھتا ہے یا اسکو دکھائے جاتے ہیں۔ (الترمذی) نبوت ختم ہوگئی اور اچھے خواب اس میں سے باقی رہ گئے۔ [ابن ماجہ] نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ [الترمذی]

نکتہ: اس آخری روایت میں نکتہ یہ ہے کہ مدت وحی ۲۳ سال اور پہلے چھ ماہ میں نیند و خواب میں آپ کو انداز کے متعلق ہدایات دی جاتی تھیں۔ اور چھ مہینے تیس سال کا چھیالیسواں حصہ بنتا ہے (یہ توجیہ تو بہت خوب ہے) نمبر ۲۔ بشریٰ سے مراد لوگوں میں

وَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۱۵

اور آپ کو ان کی بات رنجیدہ نہ کرے، بلاشبہ ہماری عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ سنے والا ہے اور جاننے والا ہے۔ خبردار اس میں شک نہیں کہ اللہ ہی کے لئے ہیں

مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ

جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسرے شرکاء کو پکار رہے ہیں وہ کس چیز کا اتباع

اللَّهِ شُرَكَاءُ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝۱۶ هُوَ الَّذِي

کر رہے ہیں۔ یہ لوگ صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور صرف اٹکل پچو گمان کرتے ہیں۔ اللہ وہی ہے

جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

جس نے تمہارے لئے رات کو پیدا فرمایا تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو دیکھنے کا ذریعہ بنایا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے

لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝۱۷ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ هُوَ الْغَنِيُّ لَهُ مَا

نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے وہ اس سے پاک ہے وہ غنی ہے، اسی کے لئے ہے جو

فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَنِ بِهَذَا أَتَقُولُونَ

کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیا تم اللہ کے

عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝۱۸ قُلْ إِنْ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ

ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔ آپ فرما دیجئے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں

لَا يُفْلِحُونَ ۝۱۹ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نَذِقُهُمُ الْعَذَابَ

وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے پھر ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہے پھر ہم انہیں ان کے کفر کی وجہ سے

الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝۲۰

سخت عذاب چکھائیں گے۔

اچھا تذکرہ اور محبت نمبر ۳۔ وقت نزع میں ان کو مقام جنت دکھا کر خوشخبری سنائی جاتی ہے وَفِي الْآخِرَةِ (اور آخرت میں) یہ آخرت کی بشری تو جنت ہے۔ نمبر ۱۔ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی باتوں میں تبدیلی نہیں) اس کے اقوال میں تبدیلی نہیں اور اس کے وعدوں میں خلاف ورزی نہیں۔ ذَلِكَ (یہ) اس کا مشارالیه ان کا دارین میں مبشر بالجنة ہونا ہے۔ نمبر ۲۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (وہ بڑی کامیابی ہے) یہ دونوں جملے معترضہ ہیں اور اس کے بعد کلام کا ہونا ضروری نہیں جیسے تم کہو فلان ينطق

بالحق والحق ابلج اور یہ کہہ کر خاموش ہو جائے۔ اسی طرح یہاں بھی۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

۶۵: وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (آپ کو ان کی بات غم میں نہ ڈالے) یعنی تکذیب اور تہدید اور آپ کو ہلاک کرنے کی تدابیر اختیار کرنا اور آپ کی نبوت والے معاملے کو فیل کرنے کی کوششیں۔ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا (بیشک عزتیں تمام کی تمام اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں) یہ جملہ مستانفہ ہے جو تعلیل بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے گویا اس طرح کہا گیا ہے میں کیوں غم زدہ نہ ہوں؟ تو جواب دیا اسلئے کہ عزت یعنی غلبہ اور اقتدار حقیقی تمام مملوکہ چیزوں میں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ کسی کو اس میں سے ذرہ بھر حاصل و میسر نہیں۔ نہ ان کفار مکہ کو اور نہ کسی دوسرے کو پس وہ اللہ تعالیٰ آپ کو غالب اور ان کو مغلوب کرے گا اور ان کے خلاف آپ کی مدد فرمائے گا۔ جیسا کہ سورۃ المجادلہ: ۲۱ میں ہے ۵ کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی۔ سورۃ غافر: ۵۱ میں انا لنصر رسولنا فرمایا گیا ہے۔

نمبر ۲۔ ہر عزت والا اسی سے عزت حاصل کرتا ہے وہ آپ کو اور آپ کے دین کو اور ماننے والوں کو غلبہ دے گا۔

قراءت ونحو: قولہم پر وقف لازم ہے۔ تاکہ ان العزۃ کفار کا مقولہ نہ بن جائے۔ جَمِيعًا یہ ماقبل سے حال ہے هُوَ السَّمِيعُ (وہی سننے والا ہے) ان کے اقوال الْعَلِيمُ (جاننے والا ہے) جو عزائم رکھتے اور تدابیر وہ اختیار کرتے ہیں وہ ان سے خود نیٹ لے گا۔

۶۶: اَلَا اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (خبردار بیشک اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو آسمان اور جو زمین میں ہے) مَنْ سے مراد عقلاء اور وہ فرشتے اور جن وانس ہیں۔

نکتہ: عقلاء کو خاص اس لئے کیا کہ جب یہ اسکی ملک ہیں اور اس کے مملوک ہیں اور ان میں سے کوئی ربوبیت کے لائق نہیں اور نہ ہی اس کا شریک بن سکتا ہے۔ تو اس کے بعد جو غیر عقلاء ہیں وہ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک اور ساجھی نہ ہوں۔

کفار گمان کے پیروکار ہیں:

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ (نہیں پیروی کرتے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں شرکاء کی) اکسیں ما۔ تافیہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقت میں شرکاء کی اتباع نہیں کرتے۔ اگرچہ ظاہراً ان کا نام شرکاء رکھتے ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں تو ربوبیت باری تعالیٰ میں شرکت محال ہے۔ اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ (وہ نہیں اتباع کرتے مگر صرف گمان کی) مگر صرف ان کا اپنا خیال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُونَ (وہ نہیں ہیں مگر محض انکل کے تیر چلاتے) نمبر ۱۔ وہ اندازہ کرتے اور ان کے شرکاء ہونے کا غلط اندازہ کرتے ہیں۔ نمبر ۲۔ یا ما۔ استفہامیہ ہے کہ وہ کس چیز کی اتباع کرتے ہیں شُرَكَاءَ اس صورت میں يدعون کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ اور پہلی صورت میں يتبع کی وجہ سے۔ اور حقیقت میں یہ اس طرح ہے وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو پکارتے

ہیں وہ شرکاء شرکاء کی اتباع نہیں کرتے۔ ایک کو حذف کر دیا کیونکہ اس پر دلالت موجود ہے اور محذوف یدعون کا مفعول ہے۔
نمبر ۳۔ ما۔ موصولہ ہے اور اس کا عطف من پر ہے۔ گویا اس طرح فرمایا واللہ ما یبعث الذین یدعون من دون اللہ
شرکاء ای ولہ شرکاء وہم اور اللہ کی قسم کوئی وہ چیز ہے جس کی اتباع کرتے ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سواء اور شرکاء کو
پکارتے ہیں یعنی اس کے لئے انہوں نے شرکاء بنا رکھے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور تمام بندوں پر اسکی نعمت عامہ کو ذکر کر
کے متنبہ کیا اس ارشاد سے وهو الذی جعل لکم الیل (الایۃ)

قوت باری تعالیٰ:

۶۷: هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ (وہ ذات جس نے تمہارے لئے رات کو بنایا تاکہ تم اس میں سکون لے سکو)
اس نے تمہارے لئے رات کو اندھیر بنایا تاکہ اس میں دن کے ادھر ادھر آنے جانے اور کام کاج کی تھکاوٹ سے آرام پاسکو۔
وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (دن کو روشن بنایا) تاکہ اس میں رزق کے حصول کے مقامات کو دیکھ سکو۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ
(بیشک اس میں سننے والے لوگوں کیلئے البتہ نشانیاں ہیں) سننے سے مراد ایسا سننا جو قبولیت و عبرت کا باعث ہو۔

اللہ مالک ہے اسے بیٹوں کی محتاجی نہیں:

۶۸: قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ (انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا ہے وہ سبحان ہے) بیٹا بنانے سے اس کا پاک ہونا
بیان کرنا مقصود ہے۔ اور ان کے اس احمقانہ کلمہ پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ هُوَ الْغَنِيُّ (وہ غنی ہے) یہ نفی ولد کی علت ہے لیکن لڑکے
کا وہ طالب ہوتا ہے جو ضعیف ہوتا کہ لڑکے کے ذریعہ قوت حاصل کر لے یا محتاج ہوتا کہ اس سے مدد حاصل کرے یا وہ ذلیل ہوتا
کہ اس سے اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لے۔ اور یہ تمام حاجت کی علامات ہیں پس جو غنی ہو وہ محتاج نہیں ہوتا۔ پس لڑکا اس کے لئے ثابت
نہ ہوا اور اس لئے کہ لڑکا، والد کا بعض حصہ ہوتا ہے۔ پس اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مرکب ہو اور مرکب ممکن ہے اور ہر ممکن غیر کا محتاج
ہوتا ہے۔ پس اس کا حدوث ظاہر ہوا۔ پس قدیم کیلئے لڑکے کا ہونا محال ہوا۔ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اسی ہی کیلئے
ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) بطور ملک کے اور بنوت اور ملکیت دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اِنْ عِنْدَکُمْ مِّنْ
سُلْطٰنٍ بِهٰذَا (نہیں ہے تمہارے پاس اسکی کوئی دلیل) تمہارے پاس اس بات کی کوئی (معقول) دلیل نہیں ہے۔ با کا حق یہ
ہے کہ وہ ان عندکم سے متعلق ہو۔ وہ اس طرح کہ قول کو سلطانا کا ظرف مکان مانا جائے جیسے کہتے ہیں۔ ما عندکم بار
ضکم موز (تمہارے ہاں کوئی کیلا نہیں) گویا یہاں اس طرح کہا گیا ہے جو کچھ تم کہتے ہو اسکی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔
جب ان سے دلیل کی نفی کی تو ان کو بے علم قرار دیا پس فرمایا۔ اَتَقُوْلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (کیا تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ
بات کہتے ہو جو جانتے نہیں)

۶۹: قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبَ (کہہ دیں بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) اسکی طرف بیٹے
کی نسبت کر کے لَا یُفْلِحُوْنَ (وہ کامیاب نہ ہونگے) وہ آگ سے کبھی نجات نہ پائیں گے اور نہ جنت کی کامیابی سے ہمکنار
ہونگے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ إِنَّ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي

اور آپ ان کو نوح کا قصہ پڑھ کر سنائیے، جبکہ نوح نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم اگر میرا قیام کرنا اور اللہ کی آیات کی

بایات اللہ فعلی اللہ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ

یاد دہانی کرنا تم پر بھاری ہے تو میں نے صرف اللہ پر بھروسہ کیا سو تم سب مل کر اپنے شرکاء کے ساتھ اپنی تدبیر کر لو، پھر وہ تمہاری تدبیر ڈھکی

غُمَّ ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تَنْظُرُونِ ۖ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجِرِيَ

چھپی نہ رہے، پھر تم میرے بارے میں جو چاہو فیصلہ کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔ سو اگر تم روگردانی کرو تو میں نے تم سے کسی معاوضہ کا سوال تو کیا نہیں ہے۔ میرا اجر

إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۖ فَكَذَّبُوهُ فَجَعَلْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ

تو صرف اللہ پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں۔ سو انہوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے

فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلِيفَ وَأَعْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

نجات دے دی، اور ہم نے انہیں پہلے لوگوں کے بعد زمین کا آباد کرنے والا بنادیا، اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، سو اے مخاطب دیکھ لے

عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ۖ

جن کو ڈرایا گیا تھا ان کا کیسا انجام ہوا۔

۷۰: مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا (دنیا میں فائدہ اٹھاتا ہے) یعنی ان کا یہ افتراء دنیا کا معمولی سانس ہے کہ اس سے وہ کفر میں اپنی سربراہی جمائے ہوئے ہیں اور اسکی پشت پناہی کر کے حضور علیہ السلام کو تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نَذِقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ (پھر انہوں نے ہمارے ہاں لوٹ کر آنا ہے پھر ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے) ہمیشہ رہنے والا بما گناہوا يَكْفُرُونَ (اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے) ان کے کفر کے سبب۔

واقعة نوح علیہ السلام:

۷۱: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ (ان کو پڑھ کر سنائیں) نَبَأَ نُوحٍ (نوح علیہ السلام کا واقعہ) وہ واقعہ جو قوم کے ساتھ ان کو پیش آیا۔ اس پر وقف لازم ہے۔ اگر ایسا نہ کریں تو اذ، اتل کا ظرف بن جائے گا۔ حالانکہ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اذ کر اذ قال اذ قال لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ إِنَّ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ جب انہوں نے اپنی قوم کو کہا اے میری قوم اگر تمہیں گراں گزرا ہے (بھاری و گراں معلوم ہوا جیسا کہ البقرہ۔ ۳۵ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین۔ مقامی (میرا کھڑا ہونا) نمبرا۔ میرا مرتبہ یعنی میری ذات جیسا کہ اس آیت ۳۶ سورت الرحمن میں ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنی وہ اپنے رب کی ذات سے ڈرا۔ یا نمبرا۔ میرا ٹھہرنا اور

تمہارے درمیان قیام کرنا ساڑھے نو سو سال یا۔ نمبر ۳۔ کھڑا ہونا وعظ و نصیحت کیلئے۔

وَتَذَكِّرُنِي بِاللَّهِ (اور میرا اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعہ ڈرانا) کیونکہ وہ جب ایک جماعت کو وعظ کرتے تو وہ کھڑے ہو کر ان کو نصیحت کرتے تاکہ ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ان کے سامنے آجائے اور ان تک بات پہنچ جائے۔ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ (پس اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر میں نے بھروسہ کیا) یعنی میں نے اپنا معاملہ اس کے سپرد کیا۔ فَاجْمَعُوا أَمْرَكُمْ (تم اپنے معاملے کو جمع کرو) اجمع الامر کام کا عزم اور پختہ نیت کرنا۔ وَشُرَكَاءَ كُمْ (اور اپنے شرکاء کو) اس میں واؤ مع کے معنی میں ہے۔ یعنی اپنے شرکاء کے ساتھ مل کر بات طے کرلو۔ قرار داد پاس کرلو۔

ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً (پھر تمہارا معاملہ تم پر مخفی بھی نہ رہے) یعنی تم پر غم ورنج کا باعث نہ ہو۔ الغم اور الغمہ دونوں کا معنی کرب و کرہ کی طرح ایک ہی ہے یا خفاء میں التباس ہو۔ الغمہ سُزَّہ کو کہتے ہیں یہ غمہ اذا سترہ سے ہے اور یہی معنی اس روایت میں ہیں۔ فرائض میں اخفاء نہیں (لا غمہ فی فرائض اللہ) کوئی اخفاء نہیں بلکہ انکو ظاہر کیا جائیگا۔ مطلب آیت کا یہ ہے۔ میرے ہلاک کرنے کا قصد و ارادہ تم پر مخفی نہ رہے لیکن اس کو کھلے طور پر تم مجھے بتلانے والے ہو۔ ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ (پھر تم میرے بارے میں فیصلہ کرو۔) وہ بات جس کا تم ارادہ رکھتے ہو یعنی میری ہلاکت کے بارے میں جو تمہارے ہاں برحق ہے کر ڈالو۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آدمی اپنے غریم کا حق ادا کر دے۔ نمبر ۲۔ جو تم سے بن پڑے وہ میرے متعلق کرلو۔ وَلَا تَنْظُرُونَ (اور تم مجھے مہلت نہ دو)

۷۲: فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ (پس اگر تم منہ موڑو) اگر تم میری نصیحت سے اعراض کرو۔ اور میری خیر خواہانہ باتوں سے رخ موڑو۔ فَمَا سَأَلْتُمْ مِنْ أَجْرٍ (پس میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا) نمبر ۱۔ کہ جس سے لازماً منہ موڑا جائے۔ یا نمبر ۲۔ میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا کہ تمہارے منہ موڑنے سے وہ رہ جائے گی اور میں اس سے محروم رہ جاؤنگا۔ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ (میرا اجر اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے) اور وہ میرا اجر و ثواب آخرت ہے جو مجھے آخرت میں مل جائے گا۔ یعنی میں نے تمہیں یہ نصیحت فقط اللہ تعالیٰ کی خاطر کی کسی دنیاوی غرض کی بناء پر نہیں کی۔

تکلمہ: اس میں دلالت ہے کہ تعلیم قرآن اور علم دین پر اجر لینا منع ہے۔ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں) یعنی جو اس کے حکموں کی پابندی کرتے ہیں خواہ وہ مشروعات سے ہو یا ممنوعات سے۔ قراءت: إِنْ أَجْرِيَ فَتَحَ کے ساتھ حفص، ابو عمرو، مدنی و شامی نے پڑھا ہے۔

نتیجہ تکذیب:

۷۳: فَكَذَّبُوهُ (پس انہوں نے جھٹلادیا) انہوں نے ان کی تکذیب پر مداومت اختیار کی فَتَجَنَّبْهُ (پس ہم نے اس کو بچالیا) ڈوبنے سے وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلِّ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلْفَ (اور ان کو جو کشتی میں ان کے ساتھ تھے، نائب بنایا) غرق سے ہلاک ہونے والوں کے یہ نائب بنے۔ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ (اور ڈوب دیا ان لوگوں کو جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا پس غور کرو کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا) اسمیں کفار پر گزرنے والے معاملے کو بڑا بنا

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا

پھر ہم نے نوح کے بعد کتنے ہی پیغمبر بھیجے جو اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوئے۔ سو وہ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے۔ سو وہ ایسے نہ تھے کہ

بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۖ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۖ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ

جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لے آئیں۔ ہم اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ پھر ان کے بعد ہم نے

بَعْدِهِمْ مُّوسٰى وَهٰرُونَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَٲِيْهِ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا

موسیٰ اور ہارون کو اپنی آیات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کی طرف بھیجا، سو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم

مُجْرِمِيْنَ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۖ قَالَ

لوگ تھے۔ سو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ گیا تو کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ موسیٰ نے

مُوسٰى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ ۖ اَسِحْرُ هٰذَا ۙ وَلَا يُفْلِحُ السَّحِرُوْنَ ۗ قَالُوْٓا

کہا کہ جب تمہارے پاس حق آ گیا تو کیا تم اس کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو؟ کیا یہ جادو ہے؟ اور جادو کرنا اے کامیاب نہیں ہوتے۔ وہ کہنے لگے

اٰجِئْنَا لِنُلْفِتَنَ اَعْمَآءًا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنُ لَكُمُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَا

کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ جس چیز پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے تو ہمیں اس سے ہٹا دے۔ اور زمین میں تم دونوں کو سرداری مل جائے۔ اور ہم

نَحْنُ لَكُمْ اَبْمُؤْمِنِيْنَ ۗ وَقَالَ فِرْعَوْنُ اَنْتَوْنِىۦ بِكُلِّ سِحْرِ عَلِيْمٍ ۖ فَلَمَّا جَاءَ السَّحْرَةُ

تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس ہر جادوگر کو لے آؤ جو خوب جاننے والا ہو۔ سو جب جادوگر آئے

قَالَ لَهُمْ مُّوسٰى الْقُوٰمَآءَ اَنْتُمْ مُّلَقُوْنَ ۚ فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُّوسٰى مَا جِئْتُمْ بِهٖ ۙ

تو موسیٰ نے ان سے کہا ڈال دو تم جو کچھ ڈالنے والے ہو۔ سو جب انہوں نے ڈالا تو موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو

السَّحْرُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُھُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۚ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ

یہ جادو ہے بلاشبہ عنقریب اللہ اسے باطل کر دے گا بے شک اللہ فساد کرنے والوں کا کام نہیں بنے دیتا، اور اللہ اپنے وعدوں کے موافق حق کو ثابت

بِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۚ

فرماتا ہے اگرچہ مجرمین پر مانیں۔

کر پیش کیا گیا ہے اور کفار مکہ جو رسول اللہ ﷺ کے مخاطب تھے ان کو ڈرایا گیا اور آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی۔

۷۴: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْهُ بَعْدَهُ (پھر ہم نے ان کے بعد بھیجا) یعنی نوح علیہ السلام کے بعد رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ (انبیاء علیہم السلام کو ان کی قوموں کی طرف) یعنی ہود، صالح، ابراہیم، لوط، شعیب علیہم الصلوٰت والسلام فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ (وہ ان کے پاس دلائل لائے) ایسی واضح دلیلیں جو ان کے دعویٰ کو ثابت کر رہی تھیں۔ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا (مگر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے اس پر) پس انہوں نے کفر پر اصرار کیا ان انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کے باوجود يَمَّا كَذَّبُوا بِهٖ مِنْ قَبْلُ (جس کو انہوں نے پہلے جھٹلایا) ان کی آمد سے قبل مقصد یہ ہے کہ رسول کی آمد سے قبل اہل جاہلیت تھے حق کی تکذیب ان کا شیوہ تھا۔ مگر بعثت کے بعد ان کی حالت میں تبدیلی نہ آئی اور وہ ایسی تکذیب پر قائم رہے گویا ان کی طرف کوئی پیغمبر مبعوث ہی نہیں ہوا۔ كَذٰلِكَ نَطْعُ (اسی طرح ہم مہر لگاتے) اس مہر کی طرح ہم مہر لگاتے ہیں عَلٰی قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ (حد سے تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر) یعنی تکذیب میں جو حدود کو پھاند جاتے ہیں۔

واقعہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون:

۷۵: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْهُ بَعْدَهُمْ (پھر ہم نے ان کے بعد بھیجا) ان رسولوں کے بعد مُوسٰی وَ هٰرُونَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِہٖ بِاٰیٰتِنَا (موسیٰ و ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی آیات دیکر) آیات سے وہ نو آیات مراد ہیں۔ فَاسْتَكْبَرُوْا (پس انہوں نے تکبر کیا) ان آیات کو تسلیم کرنے سے اور سب سے بڑا تکبر یہ ہے کہ بندے اپنے رب کے قاصد کو ماننے میں سستی کریں جبکہ رسالت کو واضح بھی کر دیا گیا اور اس کو قبول کرنے سے بڑائی اختیار کریں۔ وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (اور وہ مجرم لوگ تھے) بڑے جرائم پیشہ کفار تھے اسی لئے انہوں نے اس کو قبول کرنے سے تکبر کیا اور اس کو مسترد کرنے کی جرأت کی۔

۷۶: فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا (پس جب ان کے پاس حق آچکا ہماری طرف سے) جب انہوں نے پہچان لیا کہ وہ حق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ قَالُوْا (تو انہوں نے کہا) شہوت پرستی کی وجہ سے اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ (بیشک یہ کھلا ہوا جادو ہے) حالانکہ وہ جانتے تھے کہ جادو سے سب سے زیادہ دور چیز جو ہے وہ حق ہی ہے۔

۷۷: قَالَ مُوسٰی اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم حق کو کہتے ہو جبکہ وہ تمہارے پاس آچکا ہے) یہ استفہام انکاری ہے اور ان کا مقولہ محذوف ہے یعنی ہذا سحر کیا یہ جادو ہے پھر انکار کو دوسری مرتبہ لوثا یا اور کہا اِسْحَرْ هٰذَا (کیا یہ جادو ہے) یہ خبر اور مبتداء ہے۔ وَلَا يَفْلِحُ السَّحَرُوْنَ (اور جادو گر کامیاب نہیں ہوتے) یعنی وہ کامیاب نہ ہونگے۔

۷۸: قَالُوْا اَجِئْنَا لِنُلْفِتَنَّا (وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس آئے ہوتا کہ تم ہٹا دو) ہمیں پھیر دو۔ عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰتَاءَنَا (اس سے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا) یعنی بتوں کی عبادت یا فرعون کی عبادت وَ تَكُوْنُ لَكُمْ اَلْكُبْرٰیآءُ (اور ہو جائے تم دونوں کیلئے بڑائی) یعنی بادشاہت کیونکہ بادشاہوں ہی کی صفات بڑائی عظمت، بلندی ہوتی ہیں فِی الْاَرْضِ (زمین میں) یعنی سر زمین مصر میں۔ وَمَا نَحْنُ لَكُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (ہم تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں) اس میں تصدیق کرنے والے جو کچھ تم لے کر آئے ہو۔

قرأت: حماد و یحییٰ نے یکون پڑھا ہے۔

۷۹: وَقَالَ فِرْعَوْنُ اَتُنَزِّلُ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ (اور فرعون نے کہا تم میرے پاس ہر پڑھے لکھے جادوگر کو لاؤ)
قراءت: حمزہ، علی نے سحر پڑھا ہے۔

۸۰: فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَى اَلْقُوا مَا اَنْتُمْ مُلْقُونَ (جب جادوگر آگئے تو انہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم
ڈالو! جو تم نے ڈالنا ہے)

۸۱: فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوسَى مَا جِئْتُمْ بِهٖ السِّحْرِ (جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ تم لائے ہو وہ
جادو ہے)

تَحْوِيلٌ: مَا مَوْصُولٌ ہے اور مبتداء ہے جنتم بہ اس کا صلہ ہے اور السحر خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے الذین جنتم بہ
هو السحر جو تم لائے ہو وہ جادو ہے۔ نہ کہ وہ جس کو فرعون اور اسکی قوم نے جادو قرار دیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔

قراءت: السحر پر وقف ہے ابو عمرو نے اسی طرح پڑھا ہے۔ استفہام کی صورت میں۔ اس قراءت کے مطابق ما استفہامیہ ہے۔
تقدیر عبارت یہ ہے۔ ای شیء جنتم بہ۔ تم کوئی چیز لائے ہو کیا وہ جادو ہے؟ اِنَّ اللّٰهَ سَيُطْلِعُ (بیشک اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو
باطل کر دیں گے) اس کا باطل ہونا کھول دیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِلُّ عَمَلُ الْمُفْسِدِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ نہیں درستی کرتے
مفسدوں کے عمل کی) اس کو قائم نہیں رہنے دیتے بلکہ تمہیں نہیں کر دیتے ہیں۔

۸۲: وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ (اور اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کر دیں گے) اور اس کو قائم و مضبوط کر دیں گے بِكَلِمَتِهِ (اپنے کلمات کے
ذریعہ) اپنے اوامر و قضایا کے ساتھ یا اسلام کو اپنی نصرت سے غلبہ دیں گے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (اگرچہ مجرموں کو ناپسند ہو)
یہ بات -

فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمَ ۖ إِنَّ يَفْتِنَهُمْ

سوموسی پر ان کی قوم میں سے تھوڑے سے لوگ ایمان لائے وہ بھی فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ انہیں فتنے میں نہ ڈالے،

وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ۝۸۳ وَقَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ

اور بلاشبہ فرعون اس زمین میں بلندی والا تھا، اور اس میں شک نہیں کہ وہ حد سے آگے بڑھ جانے والوں میں سے تھا، اور موسیٰ نے کہا کہ اے میری قوم

إِن كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا ۖ وَإِن كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ ۝۸۴ فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ

اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم فرمانبردار ہو، انہوں نے کہا کہ ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝۸۵ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝۸۶

اے ہمارے رب تو ہمیں ظالم قوم کے لئے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر قوم سے نجات دے،

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَنْ تَبَوَّآ الْقَوْمَ مِثْرًا بِمَصْرَ ۖ يَوْمَئِذٍ أَجْعَلُوا

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ تم اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر برقرار رکھو اور اپنے گھروں کو

بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۖ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝۸۷

نماز پڑھنے کی جگہ بنالو، اور نماز قائم کرو اور مومنین کو خوشخبری دو۔

قومہ کی ضمیر کا مرجع:

۸۳: فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ (پس ایمان نہ لائے موسیٰ پر) ان کے ابتداء بعثت میں إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ (مگر ان کی قوم میں سے بعض اولاد، فرعون کے خطرے کے باوجود) مگر ایک جماعت جن کا تعلق اولاد بنی اسرائیل سے تھا۔ گویا تقدیر کلام یہ ہے الا اولاد من اولاد قومہ مگر کچھ اولاد ان کی قوم کی اولاد میں سے۔ اور اس کا واقعہ یہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے بڑوں کو بلایا تو انہوں نے فرعون کے خوف کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیا۔ مگر نو جوانوں کی ایک جماعت نے فرعون کی خوف کے باوجود آپ کی دعوت پر لبیک کہی (اس قومہ کا مرجع موسیٰ علیہ السلام) نمبر ۲۔ قومہ کی ضمیر فرعون کی طرف لوٹائیں تو ذریعہ سے ذریت فرعون مراد ہونگے اس صورت میں مومن آل فرعون۔ آسیہ امراۃ فرعون۔ خازن فرعون، خازن کی بیوی، فرعون کے گھر کی مشاطہ (بال سنوارنے والی)۔

وَمَلَائِهِمْ (اور اس کے سرداروں کے) ہُم، کی ضمیر فرعون کی طرف آل فرعون کے معنی کے لحاظ سے لوٹتی ہے جیسا کہتے ہیں ربیعہ و مضمر۔ نمبر ۲۔ اس طور پر کہ وہ دوست و اصحاب والا تھا۔ جو اس کا حکم چلاتے تھے۔ اس لئے ان کا لحاظ کر کے ضمیر لوٹا دی۔

نمبر ۳۔ ہُم کا مرجع ذریت ہو تو معنی یہ ہوگا۔ فرعون کے خوف کے باوجود اور بنی اسرائیل کے سرداروں کے خوف کے باوجود کیونکہ وہ سرداران بنی اسرائیل اپنے اس انجام سے ڈرتے تھے۔ جو فرعون کی طرف سے متوقع تھا۔ اپنے متعلق اور ان نوجوانوں کے متعلق۔ اسکی دلیل اَنْ یَّقْتَنِبَهُمْ کا لفظ ہے جو آگے آتا ہے (کہ کہیں وہ ان کو فتنہ میں مبتلا نہ کر دے) مراد اس سے فرعون کا سزا دینا ہے۔ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ (اور بیشک فرعون زمین میں غالب تھا) غالب اور زبردست تھا وَاِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ (اور بیشک وہ البتہ حد سے نکلنے والوں میں سے تھا) ظلم و فساد اور تکبر و بڑائی سے کیونکہ وہ اپنے متعلق خدائی کا دعویٰ دار تھا۔

بنی اسرائیل کا دلا سہ:

۸۴: وَقَالَ مُوسٰی یَقُوْمُ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ (اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو) اگر تم نے سچے دل سے تصدیق کی اور اسکی آیات پر یقین کیا۔ فَعَلِیْهِ تَوَكَّلُوْا (تو اس پر ہی بھروسہ کرو) فرعون سے حفاظت کیلئے اپنے معاملے کو اسی ہی کے سپرد کرو۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ (اگر تم فرمانبردار ہو) اسلام میں توکل کی شرط ہے اور اسلام اس بات کا نام ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں۔ یعنی اپنے نفوس کو سالم و خالص اللہ تعالیٰ ہی کیلئے کر دیں کہ اس میں نفس و شیطان کا قطعاً حصہ نہ ہو۔ کیونکہ توکل ملاوٹ کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں۔

۸۵: فَقَالُوْا عَلٰی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (پس انہوں نے کہا ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا) انہوں نے یہ کہا کیونکہ وہ لوگ اس میں مخلص تھے یقیناً باری تعالیٰ نے ان کے اس توکل کو منظور فرمایا۔ اور ان کی دعا کو قبول کیا اور ان کو نجات عنایت فرمائی اور ان کو ہلاک کر دیا جو فرعون سے ڈرتے تھے اور ان کا میاب لوگوں کو اپنی زمین میں ناسب بنایا۔

نکتہ: جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل میں درست و خالص ہو اس کو چاہیے کہ وہ ملاوٹ چھوڑ دے اور ایک اللہ تعالیٰ ہی کا ہو جائے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ (اے ہمارے رب ہمیں ظالمین قوم کا تختہ مشق نہ بنا) فتنہ سے پہلے مضاف محذوف ہے یعنی فتنہ کی جگہ یعنی عذاب کی جگہ نہ بنا کہ وہ ہمیں عذاب دیتے رہیں یا ہمارے دین کے متعلق وہ ہمیں فتنے میں مبتلا کر دیں یعنی گمراہی میں مبتلا کر دیں۔ الفاتن حق سے گمراہی میں مبتلا کرنے والا۔

۸۶: وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ (اور تو اپنی رحمت کے ساتھ کافر قوم سے نجات دے) یعنی اسکی غلامی اور ماتحتی سے۔

بنی اسرائیل کو ہدایات:

۸۷: وَاَوْحٰیْنَا اِلٰی مُوسٰی وَاَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّآ لِقَوْمِکُمْ بِمِصْرَ بَیُّوْتًا (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کی طرف وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کیلئے مصر میں گھر بناؤ)۔ تبوء المکان کا معنی مکان کو رہائش کیلئے مقرر کرنا جیسے کہتے ہیں۔ توطنہ کا معنی وطن بنانا۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ مصر میں ایسے مکان بناؤ جو خصوصی تمہاری قوم کی رہائش کیلئے ہوں۔ اور ایسے مکان بناؤ جو

عبادت کیلئے لوٹنے اور نماز ادا کرنے کیلئے ہوں۔

وَأَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً (اور بناؤ اپنے گھروں کو قبلہ رخ) یعنی مساجد جن کا رخ قبلہ یعنی کعبہ کی طرف ہو۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ والے کعبہ کی طرف نماز ادا کرتے تھے۔ پہلے پہل گھروں میں کفار سے خفیہ طور پر عبادت کا حکم تھا۔ تاکہ وہ ان پر غلبہ کر کے ان کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اور دین کے متعلق فتنہ میں مبتلا نہ کریں۔ جیسا کہ ابتداء اسلام میں مسلمان مکہ میں نماز ادا کرتے تھے۔ وَأَقِمْوَا الصَّلَاةَ (اور نماز قائم کرو) اپنے گھروں میں نماز ادا کر لو تاکہ کفار سے مامون رہو۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیں) اے موسیٰ

نکتہ: اولاً خطاب تثنیہ پھر جمع اور آخر میں واحد کے صیغہ سے فرمایا کیونکہ عبادت کے مقامات کا انتخاب موسیٰ و ہارون علیہم السلام کو تفویض کیا گیا تھا۔ پھر جمع لائے کیونکہ مساجد کی تعمیر اور ان کی آبادی جمہور امت کا فریضہ تھا۔ پھر آخر میں موسیٰ علیہ السلام کو خطاب فرمایا۔ یہ موقعہ بشارت تھا تاکہ ان کی عظمت سب پر ظاہر ہو جائے۔ اور جنگلے حق میں بشارت دی گئی ان کا مرتبہ معلوم ہو۔

وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ

اور موسیٰ نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! بے شک آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا والی زندگی میں زینت اور اموال

الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی

دینے ہیں اے ہمارے رب! یہاں لئے ہیں کہ وہ آپ کے راستے سے ہٹا کر لیں، اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو

قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰی يَرُوْا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا

سخت کر دیجئے۔ سو وہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ درد ناک عذاب کو دیکھ لیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی

فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعَنَّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجُوزْنَا بِبَنِي إِسْرَءٰٓءِيلَ

سو تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کے راستہ کا ہرگز اتباع نہ کرو جو نہیں جانتے، اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے

الْبَحْرِ فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدُوًّا حَتّٰی اِذَا اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ﴿۹۰﴾ قَالَ

گزار دیا پھر بغاوت اور زیادتی کرتے ہوئے فرعون اور اس کا لشکر ان کے پیچھے ہو لیا، یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو کہنے لگا

اٰمَنْتُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْ اٰمَنْتُ بِهٖ بَنُوْا اِسْرَءٰٓءِيلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾

کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں،

اَلْعَنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ

کیا اب ایمان لاتا ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا اور تو فساد کرنے والوں میں سے ہے۔ سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے

لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلَفَكَ اٰيَةً وَّاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنِ اٰيَتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۳﴾

تاکہ تو ان کیلئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد موجود ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری نشانوں سے غافل ہیں

۸۸: وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً (اور موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار! بیشک آپ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو زینت دی ہے) زینت ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جس سے انسان اپنے آپ کو مزین کرتا ہے جیسے لباس زیورات، قالین، اثاث البیت وغیرہ وَاَمْوَالًا (اور مال) یعنی نقدی، نعمتیں، زمینیں فِی الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ (دنیا کی زندگی میں اے ہمارے پروردگار جس کا نتیجہ یہ کہ وہ لوگوں کو تیرے راستہ سے ہٹا رہے ہیں) تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی اطاعت سے برگشتہ کریں۔

قراءت: کوئی کے نزدیک دنیا پر وقف نہیں کیونکہ لیضلوہ اقیات کے متعلق ہے۔ رہنا کو دوسری مرتبہ تضرع میں الحاج و اصرار کیلئے لائے۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ:

فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے جانا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں گے تو ان کو وہ سب کچھ دیا تا کہ وہ گمراہی میں زور لگالیں اور یہ اسی طرح ہے جیسے آل عمران ۷۸ میں فرمایا انما نملیٰ لہم لیزدادوا انما۔ پس یہ آیت معتزلہ کے خلاف قوی حجت ہے۔
دعائے موسیٰ علیہ السلام:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِنَا (اے ہمارے پروردگار ان کے اموال کو مٹا دے) یعنی اموال کو ہلاک و تباہ کر دے اور اس کے آثار کو زائل کر دے۔ کیونکہ یہ تیری نعمتوں سے تیری معصیت پر معاونت حاصل کر رہے ہیں۔ الطمس کا معنی مٹانا اور ہلاک کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے نمبر ۱۔ ان کے دراہم و دنانیر پر نقش نگار تو وہی تھا مگر وہ پتھروں میں بدل گئے۔ نمبر ۲۔ دوسرا قول تمام اموال اسی طرح بن گئے۔ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (اور ان کے قلوب کو سخت کر دے) ان کے دلوں پر مہر لگا دے اور ان کو سخت کر دے۔ فَلَا يُؤْمِنُوْا (پس وہ ایمان نہ لائیں) یہ اشد کا جواب ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہو گا وہ ایمان نہ لائیں گے حتیٰ یروا العذاب الالیم (یہاں تک کہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں) یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں گے اور یہ اسی طرح ہوا چنانچہ فرعونؑی ڈوبنے تک ایمان نہیں لائے۔ اور ایسے وقت اگر وہ ایمان لاتے بھی تو قابل قبول نہ تھا کیونکہ یہ ایمان یا اس تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے متعلق یہ بددعا اس وقت فرمائی جب ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور وحی سے ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ ایمان نہ لائیں گے وحی سے علم کے بغیر تو ان کو یہ دعا کرنے کا حق نہیں کہ وہ ایمان نہ لائیں گے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف دعوت ایمان دیکر ہی تو مبعوث کیا گیا تھا۔

نکتہ: یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ کسی کیلئے کفر پر موت کی بددعا کفر نہیں ہے۔

۸۹: قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکُمْ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی) کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا فرما رہے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہنے والے تھے۔ نکتہ: اس سے یہ ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے پس اس کا مخفی کہنا اولیٰ ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ تمہاری دعا مستجاب ہے۔ اور جو تم نے طلب کیا وہ ہو کر رہے گا۔ لیکن اس کا ایک وقت ہے۔ فَاسْتَقِیْمَا پس تم دونوں استقامت اختیار کرو) تم دونوں دعوت و تبلیغ کے فریضہ پر مستقیم رہو۔ وَلَا تَتَّبِعِیْ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (تم دونوں بے علموں کے راستہ پر مت چلو) جاہلوں کے راستہ کی اتباع نہ کرو جو قبولیت دعا کی سچائی اور حکمت امہال سے واقف نہیں ہیں۔ دعا اور قبولیت میں چالیس سال کا فاصلہ تھا۔

نحو و قراءت: لا تتبعان۔ نون کی تخفیف اور کسرہ کے ساتھ کیونکہ نون تشبیہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے التقاء ساکنین ہوا۔ یہ شامی کا قول ہے۔ دیگر قراء نے ان کو غلطی پر قرار دیا کیونکہ نون خفیفہ کا سکون خود واجب ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ نہیں بلکہ مضارع منفی ہے، یا حال ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ فَاسْتَقِیْمَا غیر متبعین۔

بنی اسرائیل کی آزادی اور فرعون کا غرق:

۹۰: وَجَوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَآءَ يِلَّ الْبَحْرَ (ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار گزار دیا) نکتہ: یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ (پس ان کا پیچھا فرعون اور اس کے لشکر نے کیا) پس ان کو جالیا۔ کہا جاتا ہے تبعہ، حتیٰ اتباعہ۔ میں نے اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ میں اس کو جالیا۔ بَغْيًا (سرکشی کے طور پر) وَعَدُوًّا (دشمنی کے طور پر) ظلم کے طور پر

نَحْنُ: یہ دونوں حال ہونے کی بناء پر منصوب ہیں۔ یا مفعول لہ ہیں۔ حَتَّىٰ اِذَا اَدْرَاكَهُ الْغَرَقُ (یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا) اس پر وقف نہیں کیونکہ قَالَ اٰمَنْتُ، اِذَا كَا جَوَابُ هُے قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهُ (اس نے کہا میں ایمان لایا تحقیق شان یہ ہے)۔ یہ اذا کا جواب ہے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے اِنَّہ پڑھا اور اس کو جملہ مستانفہ قرار دیا۔ اور اٰمَنْتُ کا بدل بنایا ہے۔ دوسرے قراء نے اَنَّهُ پڑھا ہے۔ اور ایمان کے صلہ با کو حذف مانا ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْ اٰمَنْتُ بِہِ بَنُوْا اِسْرَآئِیْلَ وَاٰمَنَ الْمُسْلِمِیْنَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی کہ جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں)

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام دونوں ایک چیز ہیں اسلئے کہ اس نے کہا امنت پھر کہا وانا من المسلمین۔ فرعون نے ایک معنی کو تین مرتبہ تین عبارتوں میں دھرایا۔ تاکہ قبولیت ہو جائے۔ پھر بھی قبولیت نہیں ہوئی کیونکہ اس کا وقت گزر چکا تھا۔ ورنہ حالت اختیاری میں تو ایک مرتبہ بھی کافی تھا۔

۹۱: اَلْثَّنَّ (کیا اب) تو اضطرار کی گھڑی میں ایمان لاتا ہے۔ جبکہ تو غرق ہو رہا ہے۔ اور اپنے بچنے کی امید ٹوٹ چکی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب پانی نے اس کو ڈوبنے کی لگام چڑھائی تو یہ کہہ اٹھا۔ اَلْثَّنَّ کا عامل اَنْتُمْ مَنْ مَحْذُوف ہے۔ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (حالانکہ تو نے اس سے قبل نافرمانی کی اور تو مفسدین میں سے تھا) ان گمراہوں میں سے تھا جو ایمان سے برگشتہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اس سے ایک استفتاء طلب کیا۔ ماقول الا میر فی عبد لرجل نشأ فی ماله و نعمته فكفر نعمته و جحد حقه و ادعى السیادة دونہ۔ امیر کیا کہتے ہیں ایسے غلام کے متعلق جو ایسے آدمی کا ہو جس کے مال و نعمت میں اس نے پرورش پائی ہو مگر وہ غلام اپنے آقا کی نعمتوں کی ناشکری کرے اور اس کے حقوق کا منکر ہو جائے اور خود آقا کی جگہ سرداری کا دعوے دار بن بیٹھے۔

پس اس نے اس سوال کا جواب یہ لکھا: یقول ابو العباس الولید بن مصعب۔ جزاء العبد الخارج علی سیدہ، الکافر نعماء ہ ان یغرق فی البحر۔ ابو العباس الولید بن مصعب کہتا ہے کہ ایسے غلام کی سزا کہ جو اپنے آقا کے خلاف خروج کرنے والا اور اسکی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہو۔ اس کو سمندر میں ڈبو دیا جائے۔ چنانچہ جب وہ ڈوبنے لگا تو جبرئیل علیہ السلام نے اسکی اپنی تحریر اس کے ہاتھ میں تھما دی اس نے پہچان لی۔

جیسی تو بہ ایسی نجات:

۹۲: فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ (آج ہم تمہیں نجات دیتے ہیں) تمہیں اونچی زمین پر ڈالتے ہیں اس کو پانی نے اس طرح ساحل پر پھینکا جیسا کہ وہ تیل ہے۔ بِبَدَنِكَ (تمہارے بدن کو) یہ حال ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی فی الحال التی لا روح فیک وانما انت بدن۔ ایسی حالت میں کہ تجھ میں روح نہ ہوگی۔ بیشک تو فقط ایک بدن ہوگا۔ یا نمبر ۲۔ اپنے بدن کے ساتھ کامل درست ہوگا اس میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔ اور نہ متغیر ہوگا۔ نمبر ۳۔ ننگا بلا لباس ایک بدن ہوگا۔ نمبر ۴۔ اپنی درع سمیت ہوگا اسکی سونے کی بنی ہوئی ایک زرہ تھی۔ جس سے وہ پہچانا جاتا تھا۔

قراءت: ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بَابُ دَانِكَ پڑھا ہے اور یہ اس طرح جیسا کہ عرب کہتے ہیں باجرامہ مطلب یہ ہوا اپنے تمام بدن کے ساتھ اسمیں کسی جزو کی کمی نہ ہوگی۔ یا اپنی زرہوں کے ساتھ کیونکہ وہ ان کے ذریعہ ظاہر ہونے والا تھا۔ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً (تا کہ تو بعد والوں کیلئے ایک نشانی بن جائے) پیچھے آنے والے لوگوں کیلئے علامت ہو۔ مَن سے مراد بنی اسرائیل تھے۔ ان کے دلوں میں یہ بات تھی کہ فرعون اس سے بڑھ کر حالت والا تھا کہ سمندر میں ڈوبے ایک قول یہ ہے کہ ان کو موسیٰ علیہ السلام نے اسکی ہلاکت کی اطلاع دی مگر انہوں نے تصدیق نہ کی اللہ تعالیٰ نے اس کا بدن ساحل پر ڈال دیا۔ جس کو انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ایک قول یہ بھی ہے مَن خَلَقَ سے مراد جو تیرے بعد اہل زمانہ ہونگے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے اسکی غلامی ظاہر ہو جائے اور اس کا ناحق دعویٰ خدائی وہ محالات سے ہے۔ عظیم سلطنت کے باوجود نافرمانی کی وجہ سے اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور اس کا دعویٰ ربوبیت ناممکنات میں سے ہے۔ اور اسکی اتنی بڑی سلطنت کے باوجود نافرمانی کی وجہ سے اس کا انجام وہ ہوا جو تم نے دیکھا پس اور کسی کے متعلق کیا خیال ہے؟ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنِ أَيْسَارِ الْغَفْلُونَ (بیشک بہت لوگ ہماری آیات سے البتہ غفلت برتنے والے ہیں)

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَءِیْلَ مُبَوَّأٰ صِدْقٍ وَرَزَقْنَهُمْ مِّنَ الطَّیِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کا اچھا ٹھکانا دیا اور انہیں پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں، سو انہوں نے اختلاف نہیں کیا

حَتّٰی جَآءَهُمُ الْعِلْمُ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیَمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ

یہاں تک کہ ان کے پاس علم پہنچ گیا۔ بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان چیزوں میں ان کے درمیان فیصلے فرمائے گا جن میں وہ

یَخْتَلِفُوْنَ ۝۹۴ فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ

اختلاف کرتے تھے۔ سو اگر آپ کو اس میں شک ہے جو ہم نے آپ کی طرف اتارا تو آپ ان لوگوں سے دریافت کر لیجئے جو آپ سے

الْکِتٰبِ مِنْ قَبْلِکَ لَقَدْ جَآءَکَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّکَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝۹۵

پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ آپ کے رب کے پاس سے آپ کے پاس حق آ گیا ہے۔ سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں،

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا بِآیٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝۹۶ اِنَّ

اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ ہو جائیے جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا ورنہ آپ جاہ کاروں میں سے ہو جائیں گے، بے شک

الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۹۷ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ کُلُّ اٰیَةٍ

جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اگر چہ ان کے پاس تمام دلیلیں آجائیں۔

حَتّٰی یُرُوْا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ۝۹۸

جب تک کہ وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔

بنی اسرائیل کو عمدہ ٹھکانہ دیا:

۹۳: وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَءِیْلَ مُبَوَّأٰ صِدْقٍ (تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانہ دیا) عمدہ پسندیدہ رہنے کی جگہ اور وہ مصر اور شام تھی۔ وَرَزَقْنَهُمْ مِّنَ الطَّیِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا (ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا پس انہوں نے اختلاف نہ کیا) اپنے دین میں حتی جَاءَهُمُ الْعِلْمُ (یہاں تک کہ ان کے پاس علم آچکا) یعنی تورات اور انہوں نے اسکی تعبیر میں اختلاف کیا۔ جس طرح امت محمدیہ نے قرآن مجید کی آیات کی تعبیر میں اختلاف کیا۔ یا نمبر ۲۔ مراد حضرت محمد ﷺ کے متعلق علم ہے اور اختلاف بنی اسرائیل حالانکہ وہ اہل کتاب تھے۔ آپ کی صفات میں اختلاف کیا کہ آیا آپ وہی نبی آخر الزمان ہیں یا نہیں ہیں۔ اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا کہ آپ وہی نبی آخر الزمان ہیں۔ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیَمَةِ فِیْمَا کَانُوْا

فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (بیشک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن ان چیزوں میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے) اور سچے اور جھوٹے کو الگ کرے گا اور ہر ایک کو اس کا بدلہ دیگا۔

آیات میں شک کرنے والے:

۹۴: فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَأُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ (اگر تمہیں شک ہے اس چیز میں جو ہم نے آپ کی طرف اتاری تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو کتاب آپ سے پہلے پڑھتے ہیں) جب بنی اسرائیل کا پہلے تذکرہ ہوا۔ اور وہ کتاب کو پڑھنے والے تھے۔ بنی اسرائیل کے متعلق بتلایا کہ علم ان کے پاس آچکا کیونکہ رسول ﷺ کا معاملہ تورات و انجیل میں لکھا ہوا ہے اور وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں۔ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ تو ان کے علم کی تاکید صحت قرآن اور صحت نبوت ﷺ سے کردی اور اس میں مبالغہ کیا اور فرمایا اگر بالفرض والتقدیر آپ کو شک واقع ہو۔ اور جس کو کوئی شبہ گزرے تو اس کے حل کا طریق کار یہی ہے۔ کہ اس کے حل کی طرف جلدی کی جائے اور اصول دین کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور اس کے دلائل سے راہنمائی لی جائے۔ یا علماء سے بات چیت کی جائے۔ پس آپ علماء اہل کتاب سے پوچھیں وہ قرآن مجید کی صحت کو پوری طرح جاننے والے ہیں۔ اس طور پر کہ اور تو اور ہے آپ جیسی شخصیت بھی ان کی طرف اس سلسلہ میں مراجعت کر سکتی ہے۔ پس اس سے مقصود قرآن مجید کی صحت کے متعلق احبار کے رسوخ علم کا بیان ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کے متعلق کوئی شک ہے۔ پھر فرمایا لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ (تحقیق تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آچکا) یعنی واضح آیات سے تیرے ہاں ثابت ہو چکا اور چمکدار براہین سے روشن ہو گیا۔ کہ آپ کو جو ملا ہے وہ برحق ہے جس میں شک کی کوئی مجال نہیں۔ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (پس تم ہرگز نہ بنو شک کرنے والوں میں سے) ممترین کا معنی شک کرنے والے۔ اور اس پر وقف نہیں کیونکہ وَلَا تَكُونَنَّ كَالْأَشْعَرِ عَرَفٍ ہے۔

آیات کی تکذیب مت کرو:

۹۵: وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونُوا مِنَ الْخَاسِرِينَ (اور ہرگز نہ ہو ان لوگوں میں سے جنہوں نے آیات اللہ کو جھٹلایا پس ہو جاؤ گے نقصان کرنے والوں میں سے) پس ثابت قدم رہ اور اپنے سے شک کی نفی میں مداومت کرو اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی نفی میں ہمیشگی اختیار کرو۔ یا نمبر ۲۔ اس انداز سے آپ کو جوش دلانا اور بھڑکانا مقصود ہو جیسا کہ سورۃ القصص کی آیت ۸۶ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِلْكَافِرِينَ اور القصص آیت ۸۷ وَلَا يَصْدَنُكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ أَنْزَلْتَ إِلَيْكَ۔ اور ثابت قدمی اور عصمت میں اضافہ کیلئے فرمایا گیا اسی لئے آپ علیہ السلام نے اس آیت کے نزول کے وقت فرمایا۔ لَا أَشْكُ وَلَا أَسْأَلُ، بَلْ أَشْهَدُ أَنَّهُ الْحَقُّ۔ (ابن جریر فی تفسیرہ) میں نہ شک کرتا ہوں اور نہ ہی کسی سے پوچھتا ہوں۔ بلکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ برحق ہے۔ یا نمبر ۳۔ خطاب آنحضرت ﷺ کو فرمایا مگر مراد آپ کی امت ہے تقدیر اس طرح ہوگی ان کنتم فی شک مما أنزلنا إليكم (اگر تمہیں شک ہے اس میں جو ہم نے تمہاری طرف اتارا ہے) یہ سورت النساء ۷۴ کی طرح ہے وأنزلنا إليكم نوراً مبيناً نمبر ۴۔ خطاب ہر سامع کو ہے اور اس کے متعلق شک جائز و درست ہے جیسے عرب کہتے ہیں۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَفَفَعَهَا إِيْمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ

سو کوئی بستی ایمان نہ لائی جس کا ایمان لانا اسے نفع دیتا مگر یونس کی قوم کہ جب وہ لوگ ایمان لائے تو ہم نے رسوائی والا عذاب

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۹۸﴾

دنیا والی زندگی میں ان سے ہٹا دیا۔ اور انہیں ہم نے ایک وقت تک فائدہ پہنچایا۔

اذا اخوك فهن۔

نمبر ۵۔ ان نافیہ ہے یعنی آپ شک میں نہیں کہ سوال کریں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کو سوال کا اسلئے حکم نہیں دے رہے کہ آپ شک کرنے والے ہیں۔ لیکن سوال کا حکم اسلئے ہے تاکہ آپ کے یقین میں اضافہ ہو جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو احیاء موتی کا معائنہ کر کے اطمینان ہوا۔

سوال: ان نافیہ تو اس مقام پر آتا ہے جہاں اس کے بعد اَلَا ہو جیسا کہ سورت الملک آیت ۲۰ میں ان الکافرون الا فی غرور
جواب: یہ لازم نہیں قرآن مجید سورہ فاطر آیت ۴۱ میں ہے ان امسکھما من احد من بعدہ یہاں ان نافیہ ہے اور اس کے بعد
اَلَا نہیں ہے۔

۹۶: اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ (بیشک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی) ان پر وہ بات ثابت ہو چکی جو لوح محفوظ میں ہے اور اسکی خبر ملائکہ کو دے دی گئی کہ ان کی موت کفر پر ہوگی یا نمبر ۲۔ کلمۃ ربک سے سورہ اعراف ۱۸ لا ملئن جہنم مراد ہے۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ (وہ ایمان نہیں لانے کے) اس پر وقف نہیں ہے کیونکہ ان کا ماقبل سے تعلق ہے۔
۹۷: وَلَوْ جَاءَ تَہُمْ کُلُّ اٰیۃٍ حَتّٰی یَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ (اور اگر ہر نشانی ان کے پاس آ جائے یہاں تک کہ عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں) یعنی ناامیدی کے وقت پس وہ ایمان لائیں اور ان کو وہ ایمان نفع نہ دے گا۔ نمبر ۲۔ قیامت میں اس وقت کسی کا ایمان قابل قبول نہ ہوگا۔

قوم یونس علیہ السلام کا واقعہ اور ان کی قابل رشک حالت:

۹۸: فَلَوْلَا کَانَتْ قَرْیَۃٌ اٰمَنَتْ (کیوں نہ کوئی ایسی بستی ہوئی جو ایمان لاتی) کیونکہ ان بستیوں میں سے جو کفر پر قائم رہیں اور ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ کوئی بستی ایسی نہ ہوئی جو معاینہ سے قبل مخلصانہ ایمان لاتی اور اس کو اس طرح مؤخر نہ کیا جاتا جیسا کہ فرعون کو گلا گھونٹنے تک مؤخر کیا گیا۔

فَفَفَعَهَا اِیْمَانُہَا (پس ان کو ان کا ایمان فائدہ دیتا) اس طرح کہ وقت اختیار میں ایمان لانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو قبول کر لیا۔ اِلَّا قَوْمَ یُونُسَ (مگر قوم یونس علیہ السلام) نمبر ۱۔ یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ یعنی لیکن قوم یونس (ایمان لائی اور اس کو اس کے ایمان نے فائدہ دیا) یا نمبر ۲۔ مستثنیٰ متصل ہے۔ اور جملہ نفی کے معنی میں ہے گویا کلام اس طرح تھا۔ ما امنت قریۃ



وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا ۖ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو زمین میں جتنے بھی لوگ ہیں سارے کے سارے ایمان لے آتے، کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے تاکہ

يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿ ۹۹ ﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُوْثِقَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَيَجْعَلُ الرَّجْسَ

وہ مومن ہو جائیں، اور کسی شخص سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لے آئے، اور اللہ ان لوگوں پر گندگی واقع

عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿ ۱۰۰ ﴾ قُلْ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا تُغْنِي

فرماتا ہے جو سمجھ نہیں رکھتے! آپ فرما دیجئے دیکھ لو آسمانوں میں اور زمین میں کیا چیزیں ہیں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے انہیں

الْآيَاتِ وَالنَّذْرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿ ۱۰۱ ﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ

دلائل اور ڈرانے والی چیزیں نفع نہیں دیتیں، سو کیا وہ یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس انہیں لوگوں کے واقعات آجائیں جو ان سے پہلے

خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ قُلْ فَانْظُرُوا إِلَيَّ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿ ۱۰۲ ﴾ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا

گزر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ تم انتظار کر لو میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں، پھر ہم اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں

وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ ۖ حَقًّا عَلَيْنَا نُنَجِّي الْمُؤْمِنِينَ ﴿ ۱۰۳ ﴾

اور اسی طرح ان لوگوں کو جو ایمان لائے، ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیں گے۔

کمال قدرت و نفوذ مشیت:

۹۹: وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ (اور اگر آپ کا رب چاہتا تو ضرور ایمان لے آتے اہل زمین) جس میں سے کوئی شخص و فرد باہر نہ رہتا۔ جَمِيعًا (تمام) یہ حال ہے اس حال میں کہ وہ اجتماع کرنے والے ہوتے ایمان پر اور اس پر اکٹھے ہوتے اختلاف نہ کرتے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور نفوذ مشیت کی خبر دی۔ کہ اگر وہ چاہتا تو تمام اہل زمین ایمان لاتے۔ مگر اس نے چاہا کہ لوگ اختیاری ایمان لائیں اور اس کیلئے کفر کو چاہا جس کے متعلق اپنے علم سے جانا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے بلکہ کفر کا چناؤ کریں گے۔

معزلہ کہتے ہیں کہ مشیت سے مراد قہر و الجاء کی مشیت ہے یعنی اگر ان میں جبراً ایمان پیدا کرتا تو وہ ایمان لاتے۔ لیکن اس نے چاہا کہ وہ اختیاری ایمان لائیں۔ مگر وہ ایمان نہ لائے اسکی دلیل میں یہ آیت پیش کی افاقت تکرہ الناس حتیٰ یكونوا مؤمنین۔ یعنی آپ کو ایمان میں جبر و اکراہ کی مشیت حاصل نہیں یہ میرے پاس ہے۔

حجاب: یہ خیال فاسد ہے کیونکہ ایمان بندے کا فعل ہے اور بندے کا فعل وہی ہو سکتا ہے جو اسکی اپنی قدرت و طاقت سے حاصل

ہو۔ اور یہ بلا اختیار ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔ باقی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں۔ اگر اپنی مہربانی ان کو دے دیتا تو وہ اپنے اختیار سے ایمان لے آتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جانا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے تو ان کو توفیق نہ دی۔ اَقَانَتْ میں استفہام نفی کے معنی میں ہے مطلب اس طرح ہے کہ اے محمد ﷺ آپ مالک نہیں کہ ان کو ایمان پر مجبور کریں کیونکہ ایمان تصدیق و اقرار سے ہوتا ہے اور تصدیق پر اکراہ ممکن نہیں۔ اَقَانَتْ تَكْرِهُ النَّاسِ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (سو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس میں وہ ایمان ہی لے آویں)

۱۰۰: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (کسی نفس کیلئے مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہ ایمان لائے) اذن سے یہاں۔ نمبر ۱۔ مشیت مراد ہے یا نمبر ۲۔ قضاء و قدر مراد ہے۔ یا نمبر ۳ توفیق و تسہیل مراد ہے۔ یا نمبر ۴۔ علم مراد ہے۔ وَيَجْعَلُ الرَّجْسَ (اور عذاب کو مقرر کرے) یعنی عذاب یا ناراضی یا شیطان یعنی شیطان کو مسلط کر دے۔ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ (ان لوگوں پر جو بے عقل ہیں) اپنی عقلوں سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ قراءت: حماد و یحییٰ نے نَجْعَلُ پڑھا ہے۔

۱۰۱: قُلْ اَنْظُرُوا (کہہ دیں تم دیکھو) استدلالی نگاہ سے اور عبرت کی نظر سے مَا ذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کہ آسمان و زمین میں کیا ہے) آیات اور عبرت جو دن رات کے اختلاف سے ظاہر ہوتی ہیں اور کھیتوں اور پھلوں کے ظہور سے سامنے آتی ہیں۔ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ (اور آیات فائدہ نہیں دیتیں) مآ نافیہ ہے۔ وَالنَّذْرُ (اور ڈرانے والے) انبیاء جو ڈراتے رہے۔ یا ڈراوے عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُوْنَ (ایمان نہ لانے والی قوم کو) جنکے ایمان کی توقع نہیں۔ وہی تو بے عقل ہیں۔

۱۰۲: فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ (پس وہ انتظار نہیں کر رہے مگر ان لوگوں کے دنوں جیسے جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی جن میں بڑے بڑے واقعات پیش آئے جیسا کہا جاتا ہے۔ ايام العرب لو قائعها۔ قُلْ فَانْتَظِرُوا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (کہہ دو پس تم انتظار کرو بیشک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں)

آخر میں نجات ایمان والوں کی:

۱۰۳: ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا (پھر ہم نجات دیتے ہیں اپنے رسولوں کو) اس کا عطف کلام محذوف پر ہے۔ جس پر الامثل ايام الذين خلوا من قبلهم دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا نهلك الامم، ثم ننجي رسلنا ہم امتوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ پھر اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں۔ احوال ماضیہ کی حکایت کے طور پر یہ فرمایا وَاللَّيْنِ اٰمَنُوْا (ان لوگوں کو جو ایمان لائے) اور جو ان انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے۔ كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنَجِّ الْمُؤْمِنِيْنَ (اسی طرح ہم پر ایمان والوں کی نجات لازم ہے) یعنی اس نجات دینے کی طرح ہم تم میں سے جو ایمان والے ہیں ان کو نجات دیں گے اور مشرکین کو ہلاک کریں گے۔ اور حقا علینا یہ جملہ معترضہ ہے یہ لازم ہے ہم پر لازم ہوتا۔

قراءت: علی و حفص نے نُنَجِّيْ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّن دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو سو میں ان لوگوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم

مِن دُونِ اللَّهِ وَلَكِن أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ

اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن میں اسی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان والوں میں سے

الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۴ وَأَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۵

ہو جاؤں، اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اپنی ذات کو اس دین کی طرف اس طرح سے متوجہ رکھوں کہ دوسرے سب طریقوں سے علیحدہ ہوں اور یہ کہ ہرگز مشرکوں میں سے مت ہو جانا،

وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا

اور تو اللہ کے سوا کسی کو مت پکار جو تجھے نفع نہ دے سکے اور نہ ضرر دے سکے۔ سو اگر تو نے ایسا کیا تو بلاشبہ تو ظالموں

مِّنَ الظَّالِمِينَ ۝۱۶ وَإِنْ يَمَسُّكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ

میں سے ہو جائیگا، اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچا دے تو اللہ کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر

يُرِيدَكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۖ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِّنْ عِبَادِهِ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝۱۷

وہ تیرے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو اس کے فضل کو کوئی بھی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنے فضل سے نواز دے۔ اور وہ غفور ہے رحیم ہے۔

دین کی تعریف بزبان رسول:

۱۰۴: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ (کہہ دو اے لوگو!) یعنی اے اہل مکہ! اِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّن دِينِي (اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے) میرے دین کے صحیح اور درست ہونے کے متعلق۔ پس یہ میرا دین ہے جس کی تعریف تم سن لو۔ اب آگے دین کی تعریف بیان فرمائی۔ فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِّن دُونِ اللَّهِ (میں ان کی عبادت نہیں کرتا جنکی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو) یعنی اصنام وَلَكِن أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ (اور لیکن میں تو اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جس کے قبضہ میں تمہاری موت ہے) وہ تمہیں موت دے گا۔ موت کو تو فی سے تعبیر کیا تا کہ ان کو بتلا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ڈرنے اور تقویٰ کے لائق ہے۔ اور عبادت کی حقدار ہے نہ وہ جو کہ کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے۔ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں مؤمنین میں سے ہو جاؤں) ان اکون سے پہلے بامحذوف ہے مطلب اس طرح ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا حکم دیا بسبب اس کے کہ اس نے مجھ میں عقل رکھ دی اور اس سبب سے کہ اس نے اپنی کتاب میں میری طرف وحی فرمائی۔

۱۰۵: وَأَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ (اور یہ کہ تو سیدھا کر اپنا چہرہ دین کیلئے) یعنی مجھے یہ بھی وحی کی کہ تو سیدھا کر اپنا چہرہ (الایۃ)

امرت کے ہم شکل کرنے کیلئے ان اقم فرمایا نمبر ۱۔ مطلب یہ ہے تو پورے طور پر اس پر متوجہ ہو کر جو اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا تو استقامت اختیار کر۔ نمبر ۲۔ اسکی طرف سیدھا رخ کر دائیں بائیں مت رخ پھیر۔ حَنِيفًا (یکسو ہو کر)۔ یہ للہ دین سے حال ہے یا الوجه سے حال ہے۔ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اور ہرگز تم مشرکین میں سے مت بنو)

۱۰۶: وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ (اور نہ تم پکارو اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو جو تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتے) اگر تم ان کو پکارو۔ وَلَا يَضُرُّكَ (اور نہ نقصان دے سکتے ہیں) اگر تم ان کو چھوڑو۔ فَإِنْ فَعَلْتَ (اگر تم نے ایسا کیا) یعنی اگر تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا جو تمہیں نہ نفع دے سکتے اور نہ نقصان دے سکتے ہیں۔ پکارنے کو بطور اختصار فعل سے تعبیر کیا۔ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ (پس بیشک اس وقت ہو جاؤ گے ظالموں میں سے) اذایہ جزاء ہے شرط اسکی محذوف ہے۔ یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ گویا کہ سائل کہہ رہا ہے کہ بتوں کی عبادت کا انجام کیا ہے اور اس کو ظالمین میں سے قرار دیا کیونکہ شرک سے بڑا کوئی ظلم نہیں۔ ۱۰۷: وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ (اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے) پہنچائیں مرض وغیرہ۔ فَلَا كَاشِفَ لَهُ (اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں) یعنی اس تکلیف کا اَلَا هُوَ (مگر وہی) یعنی اللہ تعالیٰ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ (اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے) خیر سے عافیت مراد ہے فَلَا رَآدَ لِفَضْلِهِ (اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں) اسکی مراد کو کوئی رد نہیں کر سکتا يُصِيبُ بِهِ (وہ پہنچاتا ہے اس کو) یعنی خیر کو مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (جن کو وہ چاہے گا اپنے بندوں میں سے) اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ طریق رغبت و رہبت اسی ہی کی طرف ہے اور اعتماد بھی اسی ہی پر ہے۔ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) مصیبت سے گناہ مٹانے والا اور عطاء سے معافی دینے والا۔

نکتہ: عبادت اوٹان کا ذکر کرنے کے بعد نہی لائے اور ان بتوں کے متعلق ذکر کیا کہ وہ نہ نقصان دے سکتے ہیں اور نہ نفع اور اللہ تعالیٰ ہی نافع و ضار ہیں۔ وہ ایسی ذات ہے کہ اگر وہ تمہیں تکلیف دے تو اس کے ازالہ پر سوائے اس کے کسی کو قدرت نہیں ہے۔ تو سوچو! بے شعور، جماد کو کیونکر قدرت ہو سکتی ہے۔ اور اسی طرح اگر وہ خیر کا ارادہ فرمائیں۔ خواہ ساری کائنات نہ چاہتی ہو وہ ضرور فضل و احسان پہنچا کر رہتے ہیں۔ جب دوسرے سارے انسان اس خیر کو روک نہیں سکتے تو بت کیا روکیں گے۔ پس وہی اس بات کے لائق ہے کہ عبادت میں اس کو کعبہ توجہ بنایا جائے۔ یہ طرز اس آیت سے زیادہ بلیغ ہے جو سورۃ الزمر ۳۸ میں ہے اِنْ اَرَادَ نَبِيُّ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ اَوْ اَرَادَ نَبِيٌّ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ اس آیت میں ارادہ کا ذکر ایک میں اور مس کا دوسرے میں گویا یوں معلوم ہوتا ہے کہ دو امور کے ذکر کرنے کا ارادہ ہے۔ نمبر ۱۔ ارادہ نمبر ۲۔ خیر و شر میں سے ہر ایک میں پہنچنا اور یہ کہ ان میں سے جس کا وہ ارادہ کرے اسکو کوئی واپس نہیں کر سکتا۔ اور جو وہ پہنچائے اس کو زائل کرنے کی کسی میں طاقت نہیں پس مختصر کرتے ہوئے مس کا ذکر کیا اور دونوں میں سے کسی ایک کے پہنچنے کو کہتے ہیں۔ اور دوسرے میں ارادہ کا ذکر کیا تاکہ مذکور سے محذوف پر دلالت ہو سکے۔ اس کے باوجود کہ اصابہ کو خیر سے موصوف کر کے یصیب بہ من یشاء من عبادہ میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ گیا ہے سو جو شخص ہدایت پائے وہ اپنی ہی جان کے لئے

لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ۝۱۰۸ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ

ہدایت پاتا ہے اور جو شخص گمراہی میں رہے تو اس کی گمراہی اسی کے نفس پر پڑنے والی ہے۔ اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا، اور آپ اس کا اتباع کیجئے،

إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝۱۰۹

جس کی آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے، اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

تم مانو نہ مانو میں نے تو وحی کی اتباع کر دی:

۱۰۸: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ (کہہ دیں اے لوگو) اے اہل مکہ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ (تحقیق تمہارے پاس حق آچکا) یعنی قرآن یا رسول مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَىٰ (تمہارے رب کی طرف سے پس جس نے ہدایت کو اختیار کیا) ہدایت کو چنا اور حق کی اتباع کی فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ (بیشک اس نے ہدایت کو اپنے فائدے کیلئے اختیار کیا) اس چناؤ سے اس نے اپنے نفس کو فائدہ پہنچایا۔ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا (اور جو شخص گمراہ ہوا پس اس کی گمراہی کا وبال اس پر ہے) گمراہی کے آثار سے نقصان اسی کی ذات کو ہوگا اس میں علی، ضرر اور لام انتفاع کا معنی دے رہے ہیں۔ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ (اور میں تم پر کوئی داروغہ نہیں ہوں) حفاظتی کہ جس کے سپرد تمہارا معاملہ ہو بلکہ میں فقط بشیر و نذیر ہوں۔

۱۰۹: وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ (تم اتباع کرو اس کی جو تمہاری طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کرو) ان کی تکذیب اور ایذا پر حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے) تمہارے حق میں ان کے خلاف مدد و غلبہ کا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ (اور وہ سب سے بہتر حاکم ہے) کیونکہ وہ سرائے سے بھی خبردار ہے۔ اس کو کسی دلیل و گواہ کی حاجت نہیں۔

بحمد اللہ تمت ترجمة سورة يوسف ليلة الجمعة ۱۵ رجب، ۱۴۲۳ ھ

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُ وَعِشْرُونَ آيَةً وَعِشْرُونَ حَرْفًا

سورہ ہود مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۳ آیات اور ۲۰ حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الرَّكِتُ أَحْكَمَتْ آيَتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ۝۱ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا

الّٰهَ ۚ إِنَّنِیْ لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ۝۲ وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ

مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۖ وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّیْ

أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ ۝۳ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۖ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۴

إِلَّا أَنَّهُمْ یَتَّبِعُونَ صُدُورَهُمْ لَیْسَتْ خُفُوفًا مِنْهُ ۖ الْآحِیْنَ یَسْتَغْشُونَ ثِیَابَهُمْ ۖ یَعْلَمُ

مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

مَّا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ إِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

قرآن محکم و مفصل:

۱: الرِّكِتُ (یعنی یہ کتاب ہے) کتاب خبر ہے اور مبتداء ہذا محذوف ہے۔ اُحْكَمَتْ آيَتُهُ (اسکی آیات محکم ہیں) یہ کتاب کی صفت ہے۔ یعنی مضبوط و محکم لڑی میں پرویا گیا اس میں کوئی کمی و خلل واقع نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ مضبوط عمارت ثُمَّ فُصِّلَتْ (پھر اسکی تفصیل کر دی گئی) جیسا کہ یکتا روزگار موتیوں سے ہار جدا کئے جاتے ہیں۔ یعنی دلائل توحید اور احکام، مواعظ، قصص سبھی پر

مشتمل ہے۔

یا نمبر ۲: ایک ایک سورت سے اسکی فصلیں بنادیں اور ایک ایک آیت الگ کر دی یا نمبر ۳۔ اکٹھا نہیں اتارا تھوڑا تھوڑا متفرق طور پر اتارا یا نمبر ۴۔ جن چیزوں کی بندوں کو ضرورت پڑتی ہے وہ اس میں تفصیل سے بیان کر دیا اور ان کا نچوڑ نکال دیا۔ تم کا لفظ تراخی فی الوقت کیلئے نہیں ہے بلکہ تراخی فی الحال کیلئے ہے۔ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ (حکمت والی خبردار ذات کی طرف سے ہے) نمبر ۱۔ یہ کتاب کی صفت دوم ہے یا نمبر ۲۔ دوسری خبر ہے یا نمبر ۳۔ حکمت اور فصاحت کا صلہ ہے مطلب اس طرح ہے کہ اسی ہی کی طرف سے اس کے احکام اور تفصیل ہے۔

توحید و استغفار کا حکم:

۲: اَلَا تَعْبُدُوا اِلَّا اللّٰهَ (یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو) نمبر ۱۔ یہ مفعول لہ ہے یعنی لنلا تعبدوا تا کہ تم عبادت نہ کرو۔ نمبر ۲۔ ان مفسرہ ہے کیونکہ تفصیل آیات میں قول کا معنی پایا جاتا ہے گویا کلام اس طرح ہے قال لا تعبدوا الا اللہ اس نے فرمایا کہ نہ عبادت کرو مگر اللہ تعالیٰ ہی کی۔ نمبر ۳۔ امر کم الا تعبدوا الا اللہ اس نے تمہیں حکم دیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَبَشِیْرٌ (بیشک میں تمہارے لئے اسکی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

۳: وَاَنْ اَسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ (اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو) یعنی اس نے تمہیں توحید و استغفار کا حکم دیا۔ ثُمَّ تَوْبُوْا اِلَیْهِ (پھر اسی ہی کی طرف رجوع کرو) یعنی شرک سے استغفار کرو اور پھر طاعت سے اس کی طرف رجوع کرو وَمَتَّعْکُمْ مَّتَّعًا حَسَنًا (وہ تمہیں اچھا نفع دے گا) دنیا میں عمدہ پسندیدہ منافع سے تمہارے نفع کو طویل کر دے گا۔ اور مسلسل نعمتیں عنایت کرے گا اِلَیْ اَجَلٍ مُّسَمًّی (ایک مقررہ مدت تک) یہاں تک کہ تمہیں وفات دے وَّیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهُ (اور ہر فضل والے کو اس کا زائد عنایت فرمائے گا) آخرت میں ہر ایسے انسان کو جو عمل میں بڑھنے والا ہوگا اس کے اضافہ عمل کا ثواب عنایت فرمائے گا اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا (اور اگر تم منہ موڑ لو) اور اگر تم بے رخی اختیار کرو۔ فَاِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ (مجھے تمہارے متعلق بڑے دن کے عذاب کا خدشہ ہے) بڑے دن سے قیامت کا دن مراد ہے۔

۴: اِلَیْ اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ (اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم نے لوٹنا ہے) مرجع بمعنی لوٹنا (مصدر مسمی) وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (وہ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) اس کو تمہارے دوبارہ لوٹانے پر بھی قدرت ہے۔

نفاق و انحراف کو اللہ جانتے ہیں:

۵: اَلَا اِنَّهُمْ یَفْتَنُوْنَ صُدُوْرَہُمْ (خبردار وہ اپنے سینوں کو دھرا کرتے ہیں) حق سے مڑتے اور منحرف ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو آدمی کسی شئی کی طرف متوجہ ہو تو وہ سینے سے اس چیز کا سامنا کرتا ہے اور جو کسی چیز سے مڑتا ہے تو اپنے سینے کو اس چیز کی طرف کرنے سے پھیر لیتا ہے اور اعراض کرتا ہے۔ لَیْسَتْ خُفُوْا مِنْہُ (تاکہ وہ اس سے چھپ سکیں) تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے چھپ جائیں اللہ کے رسول اور مومنوں کو اسکی اطلاع نہ ہو کہ وہ منحرف ہو گئے ہیں۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا

اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانہ کو جانتا ہے وہ ٹھکانہ زیادہ غرض رہنے کا ہو یا چند دن رہنے کا ہو،

كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝۶ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

سب کچھ کتاب مبین میں ہے اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ ۶ دن میں پیدا فرمایا

وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ

اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے اور اگر آپ ان سے کہیں کہ بیشک تم موت کے بعد

مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝۷ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا

اٹھائے جاؤ گے تو کافر لوگ ضرور یوں کہیں گے کہ بس یہ تو کھلا ہوا جادو ہے، اور اگر ہم تھوڑی سی مدت تک

عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِلَى أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَيَقُولَنَّ مَا يَجِبُ سُهُ ۥ إِلَّا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ

ان سے عذاب کو مؤخر کر دیں تو وہ ضرور یوں کہیں گے کہ عذاب کو کون سی چیز روک رہی ہے، خبردار جس دن انکے پاس

مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝۸

عذاب آجائے گا تو وہ ان سے ہٹایا نہ جائے گا اور جس کا وہ مذاق بنایا کرتے تھے وہ ان کو گھیر لے گا۔

الْأَحْيَيْنَ يَسْتَغْفِرُونَ لِيَابَهُمْ (خبردار! جبکہ وہ اپنے کپڑوں کو اپنے اوپر لپیٹتے ہیں) ان کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام سننے سے نفرت کرتے ہوئے اپنے اوپر کپڑے ڈال لیتے ہیں کہ کہیں وہ کلام ان کے کان میں پڑ نہ جائے جیسا کہ نوح علیہ السلام کا ارشاد سورہ نوح: ۷۱ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ۔ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ (وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں) یعنی اس کے علم میں ان کے اسرار و اعلان کا کوئی فرق نہیں ان کو ان چیزوں کا سہارا لینے سے کیا فرق پڑتا ہے جن سے اپنے آپ کو وہ چھپانا چاہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کے دھرا کرنے اور کپڑوں میں لپٹنے کو جانتا ہے ان کا نفاق اس کے ہاں کوئی فائدہ مند نہیں۔ نمبر ۲۔ کہا گیا ہے کہ یہ منافقین کے متعلق اتری آیت عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (بیشک وہ سینے کی باتوں سے واقف ہے) جو کچھ ان کے سینوں میں ہے۔

۶: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (کوئی جاندار زمین میں ایسا نہیں مگر کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کا رزق ہے) محض فضل کے طور پر نہ کہ وجوب کے طور پر وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا (وہ اس کا مستقر جانتے ہیں) زمین میں اس کے ٹھہرنے کا مقام اور مَسْكَنَ وَمُسْتَوْدَعَهَا (اور اسکی امانت کی جگہ) جہاں وہ بطور امانت رکھا گیا تھا اس سے قبل کہ صلب میں قرار پکڑتا یا نمبر ۲۔ رحم

مادر نمبر ۳۔ بیضہ، پدر کُلُّ فِیْ یَکْتُبُ مُبِیْنٍ (ہر چیز واضح کتاب میں ہے) ہر جاندار اور اس کا رزق، اس کا مستقر اور مستودع لوح محفوظ میں واضح طور پر مندرج ہے۔

۷: وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (وہی ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا) اور جو کچھ ان کے مابین ہے فِیْ سِتِّ اَیَّامٍ (چھ دنوں میں) اتوار سے جمعہ تک مخلوق کو معاملات میں ترتیب سکھانے کیلئے وَتَمَّانَ عَرْشُهُ عَلٰی الْمَآءِ (اور اس کا عرش پانی پر تھا یعنی پانی کے اوپر) آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے عرش کے نیچے کوئی مخلوق نہ تھی سوائے پانی کے۔
تِلْكَ اٰیٰتُہٗ: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عرش و پانی دونوں کی پیدائش آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اس کو سبزی قوت بنایا پھر ہیبت کی تجلی اس پر ڈالی تو وہ پانی بن گیا۔ پھر ہوا کو پیدا کیا پانی کو اسکی پشت پر بٹھرا دیا۔ پھر اپنے عرش کو پانی پر قائم فرمایا۔ عرش کے پانی پر بٹھراؤ میں اہل فکر کے لئے عبرت کا بہت بڑا سامان ہے۔ لَیَّبَلُوْکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے) یعنی تاکہ وہ تمہارے ساتھ وہ سلوک کرے جو تمہیں تمہارے حالات میں مبتلا کرتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ وَلَیْنِ قُلْتُ اِنَّکُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (اور اگر تم کہو بیشک تمہیں اٹھایا جائیگا۔ موت کے بعد۔ کافر ضرور کہہ اٹھیں گے۔ یہ تو کھلا جادو ہے) اس میں انہوں نے قرآن کی طرف اشارہ کیا کیونکہ قرآن ہی بعث بعد الموت کی بات کہنے والا ہے۔ جب اس کو سحر کہا تو جس میں بعث کا ذکر ہوا اسکا انکار خود انہیں آگیا۔

قراءت: حمزہ، علی نے ساحر پڑھا ہے۔ مراد اس سے ان کی رسول اللہ ﷺ ہیں اور الساحر باطل پرست جھوٹے کو بھی کہتے ہیں۔

عذاب آجائے گا تو نہ ٹلے گا:

۸: وَلَیْنِ اٰخَرْنَا عَنْہُمْ الْعَذَابَ (اور اگر ہم ان سے عذاب کو مؤخر کر لیں) عذاب سے آخرت کا عذاب مراد ہے یا یوم بدر کا عذاب الیٰ اُمّیۃ (ایک وقت) اوقات میں سے ایک مجموعہ وقت تک مَعْدُوْدَۃً (مقررہ تک) معلوم یا قلیل مطلب یہ ہے معلوم گھڑی تک لَیَقُوْلَنَّ مَا یَحْبِسُہٗ (ضرور وہ کہیں گے کوئی چیز اس کو روکے ہوئے ہے) اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْہُمْ (خبردار جس دن وہ ان پر آن پہنچے گا) یعنی عذاب لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْہُمْ (وہ ان سے پھیرا نہ جائے گا) عذاب ان سے موڑا نہ جائے گا۔

نحو: یوم، مصروفاً کی وجہ سے منصوب ہے، تقدیر عبارت یہ ہے لیس العذاب مصروفاً عنہم یوم یاتہم جس دن ان پر عذاب اتر پڑے گا تو ٹالے سے بھی نہ ٹلے گا۔ وَحَاقَ بِہُمْ (اور ان کو گھیر لے گا) مَا کَانُوْا بِہِ یَسْتَهْزِءُوْنَ (جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے) وہ عذاب جس کو وہ جلد مانگتے تھے۔

نکتہ: یہاں یستہزاء ون کو يستعجلون کی جگہ لایا گیا کیونکہ وہ جلدی آمد کا مطالبہ بطور استہزاء ہی کرتے تھے۔

وَلَيْنٌ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَكَفُورٌ ۙ وَلَيْنٌ

اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت چکھا دیں، پھر ہم اسے اس سے چھین لیں تو وہ ناامید ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر

أَذَقْنَاهُ نِعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَاءٍ مَّسَّتْهُ لَيَّقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي إِنَّهُ لَفَرِحٌ

کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی ہم اسے نعمت چکھا دیں تو وہ کہتا ہے کہ میری ساری بدحالیاں دفع ہو گئیں بے شک وہ اترانے لگتا ہے

فَخُورٌ ۙ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۙ

شخی بگھارتا ہے، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کو اختیار کیا اور نیک کام کرتے رہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے۔

عام انسانی مزاج ناشکرا و خریلا:

۹: وَلَيْنٌ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ (اور اگر ہم انسان کو چکھائیں) انسان سے جس انسان مراد ہے۔ مِنَّا رَحْمَةً (اپنی طرف سے رحمت) نعمت جو صحت و امن و مال کی قسم سے ہو۔ لَئِنْ میں لام تمہید قسم کیلئے ہے۔ ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ (پھر وہ اس سے کھینچ لیں) پھر وہ نعمت سلب کر لیں اور اِنَّهُ لَكَفُورٌ (بیشک وہ ناامید) وہ اس سے سخت مایوس ہو جاتا ہے کہ اس سلب کی ہوئی نعمت کی طرح نعمت اسکو ملے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور وسعت رحمت سے اپنی امیدیں توڑنے والا بن کر بے صبر ہو جاتا ہے اور قضاء کو تسلیم نہیں کرتا۔ كَفُورٌ (بہت ناشکرا ہے) گزشتہ وقت میں اللہ تعالیٰ کی جس نعمت سے نفع اٹھاتا رہا اسکی سخت ناشکری کرنے والا اور اس کو بالکل بھلانے والا ہے۔

۱۰: وَلَيْنٌ أَذَقْنَاهُ نِعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَاءٍ مَّسَّتْهُ (اگر ہم اسے نعمتیں چکھائیں اس تکلیف کے بعد جس نے اس کو چھو لیا) فقر و موجود کے بعد نعمت میں وسعت کر دیں۔ لَيَّقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي (تو ضرور کہنے لگے گا مجھ سے برائیاں دور ہو گئیں) سیئات سے وہ مصائب مراد ہیں جنہوں نے میری حالت کو بگاڑ دیا تھا۔ اِنَّهُ لَفَرِحٌ (بیشک وہ اترانے لگتا ہے) تکبر و شخی فخور (فخر کرنے والا) ان نعمتوں پر جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دی ہیں مگر اس کو فخر اور فخر شکر کرنے سے باز رکھتا ہے۔

۱۱: إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا (مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا) مشقت و مصیبت میں وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (اور نیک عمل کرتے رہے) نعمتوں اور خوشحالی میں شکریہ ادا کیا۔ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ (ان لوگوں کے لئے مغفرت ہے) ان کے گناہوں سے وَأَجْرٌ كَبِيرٌ (اور بڑا اجر ہے) یعنی جنت

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا

سوایا ہونے والا تو نہیں ہے کہ آپ ان احکام میں سے بعض احکام کو چھوڑ دیں جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں اور اس بات سے آپ کا دل تنگ ہو رہا ہے کہ وہ

أَنْزَلَ عَلَيْهِ كَنْزًا وَجَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ

یوں کہہ رہے ہیں کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں کیا گیا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا، آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا اختیار

شَيْءٍ وَكِيلٌ ۚ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرِيَاتٍ ۖ وَادْعُوا

رکھنے والا ہے، کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ اس نے خود سے بنالیا ہے، آپ فرما دیجئے کہ تم اس جیسی دس سو رتیں لے آؤ جو بتائی ہوئی ہوں اور اللہ کے سوا

مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ ۚ فَاَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَأَعْلَمُوا

جس کو بھی بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو، سو اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو یقین کر لو

إِنَّمَا أَنْزَلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَإِنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۚ

کہ یہ اللہ کے علم کے مطابق اتارا گیا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم اسلام قبول کرنے والے ہو۔

۱۲: کفار آپ سے آیات کا سہا ال کرتے مگر ہدایت کیلئے نہیں بلکہ ضد کی وجہ سے کیونکہ اگر وہ رشد و ہدایت کے طالب ہوتے تو لائی جانے والی آیات میں سے ایک بھی راہنمائی کے لئے کافی تھی۔ ان کے بے جا مطالبات میں سے ایک یہ تھا کہ اس کے پاس خزانہ کیوں نہیں یا اس کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں وہ قرآن مجید کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے متعلق بحکف سستی کا اظہار کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کا سینہ مبارک اس بات سے تنگی محسوس کرتا آپ پر وہ چیز ڈالی جا رہی ہے جس کو وہ قبول نہیں کرتے بلکہ اس سے ہنستے ہیں اس آیت میں آپ کو فریضہ رسالت کی ادائیگی پر آمادہ کیا گیا اور ان کے قرآن مجید کو مسترد کرنے کی بالکل پرواہ نہ کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ ان کے مطالبات جدیدہ اور استہزاء کو خاطر میں نہ لائیے۔

ان کے تکبر و حماقت کو نہ دیکھیں وحی پہنچائیں:

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ (شاید کہ آپ چھوڑ بیٹھنے والے ہیں ان بعض چیزوں کو جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہیں) یعنی شاید کہ آپ چھوڑ بیٹھیں ان کی طرف ڈالنا اور پہنچانا ان آیات کا جو آپ پر اتاری جاتی ہیں اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ تردید کریں اور اس کے قبول کرنے میں سستی کر رہے ہیں۔ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ (اور آپ کے سینے میں اس سے تنگی ہوتی ہے) کہ وہ آیات ان کو پڑھ کر سنائیں۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے لعل فرمایا اور ضیق نہیں فرمایا بلکہ ضائق فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ تنگی ایک عارضہ ہے جو قائم رہنے والا نہیں؟ آپ ﷺ سینہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ وسیع تھے مگر یہ چھوڑنے جیسا معاملہ تھا اس لئے مشاکلت کیلئے تارک کا لفظ

بول دیا گیا۔ اَنْ يَقُولُوا (کہیں وہ یہ نہ کہیں) اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ کہنے لگیں۔ لَوْ لَا اَنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ (کہ وہ یوں کہہ رہے ہیں کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں کیا گیا) اس پر خزانہ کیوں نہ اترا جس کا ہم نے مطالبہ کیا تاکہ ہم خرچ کریں اور فرشتے ساتھ کیوں نہیں جو اسکی تصدیق کریں اس پر وہ قرآن کیوں اتارا جا رہا ہے جس کو ہم چاہتے نہیں اور نہ ہی ہم مطالبہ کرتے ہیں۔

اِنَّمَا اَنْتَ نَذِيرٌ (بیشک آپ تو نذیر ہیں) یعنی آپ کے ذمہ کوئی الزام نہیں اگر وہ قرآن مجید کو رد کر دیں یا اس کے ماننے میں سستی دکھائیں۔ آپ کے ذمہ صرف ہماری وحی کو پہنچانا ہے۔ اور اس پیغام کو دینا ہے جس کے دینے کا آپ کو حکم دیا گیا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيلٌ (اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے) وہ ان کے اقوال کو محفوظ کرنے والا ہے اور اس کے مناسب ان سے سلوک کرے گا۔ آپ اسی پر ہر دوسرے کریں اور اپنا معاملہ اس کے حوالہ کر دیں۔ آپ کی ذمہ داری کھلے دل سے وسیع سینے کے ساتھ وحی کو پہنچانا ہے ان کے تکبر کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوں اور نہ حماقت و استہزاء کی پرواہ کریں۔

دس سورتوں سے چیلنج:

۱۳: اَمْ يَقُولُونَ (کیا وہ یہ کہتے ہیں) آم منقطع ہے۔ اَفْتَرَاهُ (اس کو بنالیا ہے) ہ کی ضمیر وحی کی طرف جارہی ہے۔ قُلْ فَاتُوا بِعَشْرِ سُورٍ (ان کو کہہ دو تم دس سورتیں لے آؤ) پہلے دس سورتوں سے ان کو چیلنج دیا پھر ایک سورت سے جیسا خط میں مقابلہ کرنے والا اپنے مقابل کو کہے دس سطر اس طرح کی لکھو جیسی میں نے لکھی ہیں۔ جب اس کا بحر معلوم ہو جاتا ہے تو پھر اسکو کہتا ہے میں تیرے متعلق ایک سطر پر اکتفاء کرتا ہوں کہ وہ تو لکھ کر دکھا دے۔ دس نہ سہی۔

مِثْلِهِ (جو اسکی مثل ہو) حسن و خوبی میں اور مشلہ کا معنی امثالہ ہے ان میں سے ہر ایک مماثلت کی طرف بہت زیادہ جانے والی ہو۔ یعنی بہت مماثل ہو مُفْتَرٰتٍ (بنائی ہوئی) یہ عشر سور کی صفت ہے جب کفار نے یہ الزام لگایا کہ تم نے قرآن خود بنایا ہے اور اپنے ہاں سے گھڑ لیا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی لگام ڈھیلی کر دی اور فرمایا فرض کر لو کہ میں نے اس کو اپنی طرف سے گھڑا ہے تو تم بھی اس جیسا کلام اپنی طرف سے گھڑ کر لے آؤ۔ تم بھی تو میرے جیسے فصیح عرب ہو۔ وَاِذْ عَوَّاهُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ (اور ان کو بلاؤ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو بلانے کی طاقت رکھتے ہو) تاکہ وہ معارضہ میں تمہاری معاونت کر سکیں۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ وہ من گھڑت ہے۔

۱۴: فَاَلَمْ يَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْا اِنَّمَا اَنْزَلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اگر وہ آپ کا چیلنج قبول نہ کریں تو یقین کر لو بیشک آپ پر اللہ تعالیٰ کے علم سے اتاری جارہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔) یعنی وہ ایسی چیزوں کے ساتھ اتارا گیا جنکا علم سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں جیسے مخلوق کو عاجز کرنے والے الفاظ، غیب کی اطلاعات جنکی طرف معلومات کا بندوں کے پاس کوئی راستہ نہیں۔ اس وقت جان لو کہ اس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور اس کو وحدہ لا شریک ماننا ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا ظلم عظیم ہے۔

نکتہ: اولاً خطاب انفرادی کیا اور پھر جمع لائے۔ وہ لکم، اعلموا اور شروع میں قل، درحقیقت جمع کے صیغہ عظمت رسول اللہ ﷺ

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا

جو شخص دنیا کو اور اسکی زینت کو چاہتا ہے ہم اس کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں پورا پورا دے دیں گے۔ اور اس میں

لَا يَبْخَسُونَ ۝۱۵ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحِطَّ مَا

ان پر ظلم نہ ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور دنیا میں انہوں نے جو کچھ کیا ہے

صَنَعُوا فِيهَا وَبَطُلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۶ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ يُدْعَوُ

وہ سب برباد ہو گیا۔ اور جو کچھ کرتے تھے وہ سب باطل ہو گیا۔ جو شخص قرآن پر قائم ہے جو اس کے رب کے پاس سے آیا ہے اور اس کے ساتھ

شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَنْ

اسی میں سے گواہ بھی ہے اور اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی، کیا منکر آدمی اس کے برابر ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، اور

يَكْفُرُ بِهِ ۚ مِنَ الْأَحْزَابِ ۚ فَالْنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ

جماعتوں میں سے جو شخص اس کا منکر ہو سو دوزخ اسکی جگہ ہے جس میں اس کے بھیجنے کا وعدہ ہے۔ سوائے مخاطب تو اس کے بارے میں شک میں نہ پڑے، بے شک وہ

مِنْ رَبِّكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۱۷

تیرے رب کی طرف سے حق ہے، اور لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔

کو ظاہر کرنے کیلئے یا رسول اللہ ﷺ اور ایمان والے ان کو بیان کرتے ہیں یا خطاب مشرکین کو ہے۔ ضمیر لم يستجیبوا اور استطعت جمع ہیں تو ان کی مناسبت سے دوسری ضمائر جمع لائی گئی ہیں۔ مطلب اس کا اس طرح ہوا کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سواء مدد کیلئے اور اپنی پشت پناہی کیلئے پکارتے ہو وہ اس مقابلہ میں مدد کیلئے تمہاری دعوت قبول نہ کریں کیونکہ ان کو اپنا عجز بخوبی معلوم ہے تو تم بھی جان لو کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے علم سے اتارا گیا ہے۔ اور علم سے یہاں اذن یا امر مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم و اذن سے اتارا گیا ہے۔

فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (پھر تم کیوں مسلمان نہیں ہوتے ہو) اس قطعی دلیل کے بعد اسلام کی اتباع کیوں نہیں کرتے۔ جنہوں نے اس کا مخاطب مسلمانوں کو بنایا۔ تو ان کے ہاں معنی یہ ہوگا اے مسلمانو! تم اس علم پر قائم رہو۔ جس پر تم ہو اور اپنے یقین میں مزید اضافہ کر لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اور توحید پر اور یقین پختہ کرو۔ اور فہل انتم مسلمون کا معنی یہ ہوگا کہ تم اخلاص کیوں اختیار نہیں کرتے یعنی پورا اخلاص اختیار کرو۔

طالب دنیا کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا:

۱۵: مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَّتْهَا نُوفٌ إِلَيْهِمْ أَعْمَالُهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ (جس شخص نے دنیا کی زندگی اور اسکی زینت کا ارادہ رکھا ہو، ہم ان کو ان کے اعمال اس دنیا میں پورے دے دیں گے اور ان کے حق میں کمی نہ کی جائے گی) ہم ان کو ان کے اعمال کا اجر کامل و مکمل بلا کم و کاست دنیا میں دے دیں گے۔ یہ بدلہ صحت، رزق کی شکل میں ہے اور یہ کفار یا منافقین ہیں (جن کا بدلہ دنیا میں ہی چکا دیا جاتا ہے)

۱۶: أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا (یہ وہ لوگ ہیں جنکے لئے آخرت میں آگ ہی ہے اور جو انہوں نے دنیا میں کیا وہ ضائع ہو گیا) جو انہوں نے کیا وہ آخرت میں ضائع ہو گیا یا ان کا عمل ضائع ہو گیا۔ یعنی ان کے عمل کا ثواب نہ ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے آخرت کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ بلاشبہ انہوں نے دنیا ہی کا ارادہ کیا اور وہ ان کو پورا پورا دے دیا گیا۔ وَبَطِلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (اور باطل ہوا وہ جو وہ کرتے رہے) یعنی ان کا عمل ذات کے لحاظ سے ہی باطل تھا کیونکہ اسکی غرض صحیح نہ تھی اور باطل عمل کا کوئی ثواب نہیں۔

۱۷: أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ (کیا آیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو) کیا وہ جو دنیا کا ارادہ رکھتا ہو پھر وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو۔ یہ دونوں مرتبہ میں برابر تو کیا قریب بھی نہیں ہو سکتے۔ یعنی ان دونوں کے درمیان واضح فرق ہے۔ أَفَمَنْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (وہ لوگ مراد ہیں جو یہود میں سے اسلام لائے۔ جیسا عبد اللہ بن سلام وغیرہ وہ اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہے اس میں وضاحت ہے کہ دین اسلام برحق ہے اور رب کی طرف سے ہے اور یہ عقلی دلیل ہے۔ وَيَتْلُوهُ (اور اس برہان کی اتباع کرتا اور پیچھے آتا ہے۔ شَاهِدٌ (ایک گواہ) جو اسکی صحت کا گواہ ہے اور یہ شاہد قرآن ہے۔ مِّنْهُ (اسکی طرف سے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا قرآن کی طرف سے (جس کو اوپر ذکر کیا) وَمِنْ قَبْلِهِ (اور اس سے قبل) یعنی قرآن سے پہلے كِتَابُ مُوسَىٰ (موسیٰ علیہ السلام کی کتاب) ہے۔ وہ تورات ہے اور اس برہان کے پیچھے ہے قرآن مجید سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب اِمَامًا (مقتدا) جو دین میں قابل اقتداء اور نمونہ ہے۔ وَرَحْمَةً (اور رحمت ہے) جنکی طرف اتارا گیا ان کے لئے عظیم نعمت ہے۔

مُحْجَوْنَ: یہ دونوں حال ہیں۔ أُولَئِكَ (وہ) یعنی وہ جو بینہ و دلیل پر ہوں۔ يُؤْمِنُونَ بِهِ (وہ اس پر ایمان لانے والے ہیں) یعنی قرآن مجید پر وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ (اور جو آدمی انکار کرے اس کا) یعنی قرآن کا۔ مِنَ الْآخِرَاتِ (ان گروہوں میں سے) یعنی اہل مکہ اور جو ان کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف محاذ بنانے والے ہیں۔ فَالْنَّارُ مَوْعِدُهُ (پس آگ اس کے وعدہ کی جگہ ہے) انجام، گھاٹ ہے۔ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ (پس تم مت پڑو شک میں) مریۃ شک کو کہتے ہیں۔ مِّنْهُ (اس کے متعلق) إِنَّهُ الْحَقُّ مِّن رَّبِّكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ (بے شک وہ برحق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں کرتے)

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا، یہ لوگ اپنے رب پر پیش کئے جائیں گے اور گواہی

الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾

دینے والے کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف نسبت کر کے جھوٹ بولا، خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ

جو اللہ کی راہ سے روکتے رہے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہے اور یہ لوگ آخرت کے

كٰفِرُوْنَ ﴿١٩﴾ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ

منکر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو زمین میں عاجز نہ تھے اور اللہ کے سوا ان کا

دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ يُضَعِفُ لَهُمْ الْعَذَابُ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا

کوئی مددگار نہیں ہے۔ ان کو دوبرا عذاب کر دیا جائے گا۔ یہ لوگ سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ

كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿٢٠﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

دیکھتے تھے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں کو برباد کر بیٹھے اور جو کچھ انہوں نے جھوٹ بتایا تھا وہ سب

يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَاجِرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

غائب ہو گیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں ہوں گے، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل

الصَّٰلِحٰتِ وَآخَبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ

کئے اور اپنے رب کی طرف بھگے یہ لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ دونوں فریق کی

الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمٰى وَالْأَصْمٰى وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيْنَ مَثَلًا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾

مثال ایسی ہے جیسا اندھا ہو اور بہرا ہو، اور دیکھنے والا ہو اور سننے والا ہو، کیا دونوں حالت کے اعتبار سے برابر ہوں گے؟ کیا تم نہیں سمجھتے!

مفتری آخرت میں دو گنا عذاب کا شکار ہو گا اور خسارہ پائے گا:

۱۸: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ (اور کون بڑا ظالم ہے اس سے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ان لوگوں کو اپنے رب کے ہاں پیش کیا جائے گا) موقف میں ان کو روک لیا جائے گا اور ان کے اعمال

پیش کیے جائیں گے۔ وَيَقُولُ الشَّهَادَةُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلٰی رَبِّهِمْ (گواہ کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا) ان پر گواہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام گواہی دیں گے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والے ہیں کہ اس کے متعلق کہتے رہے کہ اس نے بیٹا اور شریک بنالیا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی الظّٰلِمِیْنَ (خبردار اللہ تعالیٰ کی ظالموں پر لعنت ہو) جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والے ہیں۔ الا شہاد جمع شاہد ہے جیسے اصحاب جمع صاحب یا شہید و اشہاد شریف و اشرف۔

۱۹: الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ (وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے رہے) لوگوں کو اس کے دین سے پھیرتے رہے۔ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا (اور اس میں ٹیڑھ تلاش کرتے رہے) نمبر ۱۔ اس کو ٹیڑھا بتلاتے رہے حالانکہ وہ سیدھا راستہ ہے یا۔ نمبر ۲۔ اس راستے پر چلتے والوں کے متعلق ارتداد کی کوشش کرتے رہے۔ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے تھے) دوسرا ہم تاکید کیلئے لائے تاکہ ان کا آخرت کے متعلق انکار اور خاص طور پر اس عقیدے کا انکار خوب ثابت ہو جائے۔

۲۰: اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا (یہ لوگ نہیں ہیں) یعنی نہیں تھے۔ مُّعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ (زمین میں عاجز کرنے والے نہ تھے) دنیا میں اللہ کو عاجز کرنے والے نہ تھے کہ اگر وہ ان کو سزا دینا چاہے تو سزا دے (اور یہ اس سے بھاگ جائیں) وَمَا كَانَ لَّهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ (اور نہیں تھا ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز) جو ان کی دوستی اختیار کر کے اللہ تعالیٰ سے ان کا بدلہ لے۔ اور اسکی پکڑ سے ان کو محفوظ کر لے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت دینا چاہی اور اس دن تک عذاب کو مؤخر کر دیا۔ یہ گواہوں کا کلام ہے۔ یُضَعَّفُ لَهُمُ الْعَذَابُ (ان کو دو گنا عذاب دیا جائے گا) کیونکہ انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے گمراہ کیا۔

قراءت: مکی و ثنائی نے یُضَعَّفُ پڑھا ہے۔ مَا كَانُوا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ (وہ سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔) یعنی حق بات سننے کی وَمَا كَانُوا یُبْصِرُوْنَ (اور نہ وہ دیکھتے تھے) حق کو۔

۲۱: اُولٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ (ان لوگوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا) اس طرح کہ غیر اللہ کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مقابلہ میں خرید لیا۔ وَصَلَّ عَنْهُمْ (اور ان سے گم ہو گئے) باطل ہو گئے اور ضائع ہو گیا وہ جس کو انہوں نے خریدا اور وہ مَا كَانُوا یَفْقَرُوْنَ (وہ چیز ہے جس کو وہ باندھا کرتے تھے) یعنی معبود اور ان کی شفاعت

۲۲: لَا جَرَمَ اِنَّهُمْ فِی الْآخِرَةِ هُمْ الْاٰخَسَرُوْنَ (یقیناً وہ آخرت میں وہی نقصان اٹھانے والے ہیں) روکنے اور رکھنے کی وجہ سے۔ لا جرم میں کئی اقوال ہیں نمبر ۱۔ لا سابقہ کلام کی تردید کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے لیس الامر کما زعموا۔ معاملہ اس طرح نہیں جیسا انہوں نے گمان کیا اور جرم کا معنی کسب ہے (کمایا) اس کا فاعل ضمیر ہے اور انہم یہ محل نصب میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ان کے قول کی کمائی آخرت کا خسارہ ہے۔ نمبر ۲۔ لا جرم یہ مرکب ہے۔ اس کا معنی حَقًّا ہے۔ انہم میں اَنَّ محل رفع میں حق کا فاعل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ حق خسر انہم۔ ان کا خسارہ ثابت ہے۔ نمبر ۳۔ لا جرم کا معنی بہر صورت اور بہر طور ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۚ ۲۵ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا انہوں نے کہا کہ میں تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو،

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمِ الْيَوْمِ ۚ ۲۶ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ

بلاشبہ میں تمہارے بارے میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں، اس پر سرداروں نے کہا جو کافر تھے

مَا نَرِيكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرِيكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَادُوا أَنْ يُبَادِيَ

کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھ رہے ہیں اور جو لوگ تمہارا اتباع کرنے والے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ ہم میں رذیل ترین لوگ ہیں جو سرسری رائے میں

الرَّأْيِ وَمَا نَرِي لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ۚ ۲۷

تمہارے ساتھ ہوئے ہیں۔ اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں،

مؤمنوں کو جنت ملے گی:

۲۳: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآخَبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ (بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیئے اور رجوع کیا اپنے رب کی طرف) آخبتوا کا معنی اسکی طرف مطمئن ہوا اور اسکی عبادت خشوع و تواضع کے ساتھ یکسوئی سے کی۔ یہ الخبت سے لیا گیا اور وہ نرم پست زمین کو کہتے ہیں۔ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (وہ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں)

مومن و کافر کی مثال:

۲۴: مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ (دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے اور سننے والے جیسی ہے) کافروں کو اعمیٰ اور اصم سے تشبیہ دی۔ جبکہ ایمان والے فریق کو سمیع اور بصیر سے۔ هَلْ يَسْتَوِينَ (کیا یہ دونوں برابر ہیں) یہ فریقین مَثَلًا (مثال و حالت میں) مشابہت میں۔

تَحْقِيقًا: یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے) کہ مثال بیان کرنے سے فائدہ اٹھاتے۔

دعوت نوح علیہ السلام:

۲۵: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ (تحقیق ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (انہوں نے قوم کو خطاب کر کے فرمایا) بیشک میں تمہارے لئے کھلا ڈرانے والا ہوں) اِنِّیْ اَصْلٌ مِّمَّنْ بَآتِیْ ہِیَ اسلئے کہ مطلب اس

طرح ہوا۔ ہم نے ان کو بھیجا کہ وہ کہہ رہے تھے۔ انی لکم نذیر مبین۔ اِنّی یہ کسرہ کے ساتھ ہے۔ جب حرف جار اس کے ساتھ مل گیا تو کان کی طرح اس کو مفتوح پڑھیں گے اِنّی۔

قراءت: شامی، نافع اور عاصم، حمزہ و علی نے کسرہ کے ساتھ پڑھا۔ قال کا قول قرار دیکر۔

۲۶: اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ (تم نہ عبادت کرو مگر اللہ تعالیٰ ہی کی) اَنْ مفسرہ ہے۔ اور نمبر ۱۔ ارسلنا کے متعلق ہے۔ نمبر ۲۔ نذیر کے متعلق ہے۔ اِنّی اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمِ الْاِیْمِ (مجھے ڈر ہے تمہارے متعلق دردناک دن کے عذاب کا) یوم کی صفت الیم لائی گئی اس میں اسناد مجازی ہے۔ کیونکہ دکھ اس دن میں واقع ہوا۔

۲۷: فَقَالَ الْمَلَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ (پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا) ملأ سے مراد سرداران قوم ہیں کیونکہ ان کی ہیبت سے دل بھر جاتے اور مجالس پر ہو جاتیں۔ نمبر ۲۔ ان کو ملأ۔ اس لئے کہا کیونکہ وہ خیالات سے بھرے ہوتے تھے۔ درست آراء سے مَانَرُکَ اِلَّا بِشَرٍّ اَمَلْنَا (ہم تمہیں اپنے جیسا انسان خیال کرتے ہیں) انکا مقصد یہ تھا کہ پیغمبر کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ فرشتہ ہو یا بادشاہ ہو۔ وَمَانَرُکَ اَتَّبَعْتَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَادُوْا لَنَا (اور ہم نہیں دیکھتے تجھے مگر کہ تیری اتباع ان لوگوں نے کی ہے جو ہم سے رذیل ہیں) کم درجہ حقیر جمع ارذل۔

دُنیا پرستوں کی رائے میں مسلمان تدبر سے خالی ہیں:

بَادِی الرَّأٰی (ظاہر رائے والے) بادی کو ابو عمرو نے حمزہ سے پڑھا الرای کو بلا حمزہ پڑھا۔ مطلب یہ ہے نمبر ۱۔ تیری اتباع ظاہر رائے والوں نے کی۔ نمبر ۲۔ ابتدائی رائے والوں نے کی یہ بادی بداء، بدو، اذا ظہر سے لیا جائے۔ یا بدعیدہ جب کہ کسی چیز کو ابتداء سے کیا جائے۔

مَنْحُوْرٌ: یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ اسکی اصل یہ ہے وقت حدوث ظاہر اسہم۔ ان کی ظاہری رائے کے سامنے آنے کے وقت یا ان کی پہلی رائے۔ پس مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام رکھ دیا۔ مقصد اس بات کا یہ تھا کہ تیری اتباع انہوں نے بلا سوچے سمجھے اور غور و تدبر کے سرسری طور پر کر لی ہے۔ اگر وہ سوچتے تو تیری اتباع نہ کرتے۔ درحقیقت انہوں نے ایمان والوں کو اسلئے رذیل قرار دیا کیونکہ وہ غریب اور اسباب دنیویہ میں ان سے کم تھے۔ کفار اپنی جہالت کی وجہ سے دنیا کو اپنا قبلہ مقصود سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک معزز وہ تھا جس کے پاس مال ہو، جیسا کہ اس دور میں اسلام میں اشتباہ رکھنے والے لوگ خیال کرتے ہیں حالانکہ ان کو غلطی لگی کیونکہ دنیا میں ترقی کسی کو اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں کر سکتی۔ بلکہ دور کرتی ہے۔ بلند نہیں کرتی بلکہ گراتی ہے۔

وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ (ہم نہیں دیکھتے تم میں اپنے اوپر کوئی بزرگی) مال میں اور رائے میں کُم سے نوح علیہ السلام اور ان کے قبیعین مراد ہیں۔ بَلْ نَظُنُّکُمْ کَذِبِیْنَ (بلکہ ہم تمہیں جھوٹا گمان کرتے ہیں) یعنی نوح علیہ السلام کو دعوت میں۔ اور ان کے قبیعین کو تصدیق میں۔ یعنی تم نے دعوت و اجابت میں ایک دوسرے کی موافقت حکومت حاصل کرنے کیلئے کی ہے۔

قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَآتَانِي رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِ فَعَمِيتَ

انہوں نے جواب میں کہا کہ اے میری قوم بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل برہوں اور اس نے مجھے اپنے ماس سے رحمت عطا فرمائی ہو پھر وہ تم کو دکھائی

عَلَيْكُمْ أَنْزِلُكُمْ مَوْهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَرِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَقَوْمِ لَا آسَأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَا لَاءِ

ندی ہو تو کیا ہم اسے تم پر چکاویں گے حالانکہ تم اس سے نفرت کرنے والے ہو حالانکہ تم اسے برا جان رہے ہو اور اے میری قوم میں تم سے اس پر کوئی مال طلب نہیں کرتا

إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُمْ مُلَقَوْنَ رَبَّهُمْ وَلَكِنِّي

میرا اجر صرف اللہ ہی پر ہے اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں میں انکو ہٹانے والا نہیں ہوں۔ بیشک وہ اپنے رب سے طاقات کرنے والے ہیں، لیکن میں

أَرْبُكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٩﴾ وَيَقَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتُهُمْ أَفَلَا

تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم جہالت کر رہے ہو اور اے میری قوم اگر میں ان کو ہٹا دوں تو مجھے اللہ کے مواخذہ سے کون بچائے گا۔ کیا تم

تَذَكَّرُونَ ﴿٣٠﴾ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي

نہیں سمجھتے ہو؟ اور میں یہ نہیں کہتا کہ میرے ماس اللہ کے خزانے ہیں اور میں غیب کو نہیں جانتا میں یہ نہیں کہتا کہ میں

مَلِكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ أَعْلَمُ

فرشتہ ہوں اور جن لوگوں کو تمہاری آنکھیں حقارت کے ساتھ دیکھ رہی ہیں میں ان کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہرگز انہیں خیر عطا نہ فرمائے گا جو کچھ ان کے دلوں میں

بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ إِنِّي إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٣١﴾

ہے۔ اللہ خوب جاننے والا ہے اگر میں ایسا کروں تو میں بیشک ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔

۲۸: قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ (کہا اے میری قوم تم مجھے بتلاؤ) خبر دو ان کُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ (اگر میں ہوں دلیل پر) مِّنْ رَبِّي (اپنے رب کی طرف سے) اور اسکی طرف سے ایک گواہ بھی اسکی شہادت دیتا ہے کہ میں اپنے دعویٰ میں سچا ہوں۔ وَآتَانِي رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهِ (اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت دی ہے۔) اور رحمت سے مراد نبوت ہے۔ فَعَمِيتَ عَلَيْكُمْ (پس وہ تم پر مخفی کر دی گئی) یعنی مخفی رہے تم پر۔

قراءت: حمزہ، علی وحفص کی قراءت یہ ہے اور عَمِيتَ، نافع، ابن کثیر ابن عامر کی قراءت میں ہے۔

مطلب یہ ہے تم پر دلیل مخفی ہو گئی اور اس دلیل نے تمہاری راہنمائی نہیں کی۔ جیسا کہ اگر قوم کا راہنما چھپ جائے تو وہ جنگل میں بغیر ہادی کے پڑے رہتے ہیں۔ اسکی حقیقت یہ ہے کہ دلیل جسطرح دیکھی جانوالی اور سامنے کی چیز ہے۔ اسی طرح اندھی اور پوشیدہ بھی ہے۔ کیونکہ اندھا راہ پا نہیں سکتا اور نہ غیر کی راہنمائی کر سکتا ہے۔ أَنْزِلُكُمْ مَوْهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَرِهُونَ (کیا وہ تمہارے

سر تھوپ دیں اس حال میں کہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو (اھا سے مراد رحمت ہے۔ کارہوں کا معنی تم چاہتے نہیں ہو۔ اس میں واؤ میم کی تکمیل کیلئے لائی گئی ہے۔

قراءت: ابو عمرو نے سکون میم سے پڑھا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حرکت اختلاس و تخفیف کے طور پر ہوتی ہے۔ مگر راوی نے اس کو سکون خیال کیا۔ حالانکہ سکون کی صورت میں یہ لُحْن بن جاتی ہے۔ کیونکہ حرکت اعرابیہ ضرورت شعری میں ڈالی جاتی ہے۔
۲۹: وَيَقُومُ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ (اور اے میری قوم میں تم سے اس پر نہیں مانگتا) تبلیغ رسالت پر۔ کیونکہ انی لکم نذیر کا مدلول یہی ہے۔ مَالًا (مال) یعنی بدلہ جس کی ادائیگی تم پر گراں ہو رہی ہو۔ اگر تم ادا کرو یا مجھ پر اگر تم انکار کرو۔ اِنْ اَجْرِي (نہیں ہے میری مزدوری)

قراءت: مدنی، شامی، ابو عمرو، حفص نے نصب یا سے پڑھا ہے۔

اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَا اَنَا بِطَارِدٍ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (مگر اللہ تعالیٰ پر اور میں ان لوگوں کو ہٹانے والا نہیں ہوں جو ایمان لائے ہیں) یہ کفار کے اس مطالبے کا جواب ہے کہ ان غرباء کے ساتھ ہم نہیں بیٹھ سکتے ان کو نکال دو تو تب تمہارے پاس بیٹھیں گے تو ان کے جواب میں فرمایا مَا اَنَا (الایہ) وَلٰكِنِّيْ اَرٰكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ (لیکن میں تمہیں جاہل قوم خیال کرتا ہوں) تم مسلمانوں پر بیوقوفی کا الزام دھرتے اور ان کو ذلیل کہہ کر پکارتے ہو یا تم اپنے رب کی ملاقات سے جاہل و بے خبر ہو۔ یا اس سے تم جاہل ہو کہ وہ تم سے بہتر ہیں۔

۳۰: وَيَقُومُ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللّٰهِ (اے میری قوم کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کیلئے) یعنی اس کے انتقام سے کون بچائے گا۔ اِنْ طَرَدْتَهُمْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (اگر میں نے ان کو اپنے ہاں سے نکال دیا کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے ہو) تذکرہ کا معنی وعظ و نصیحت حاصل کرنا۔

۳۱: وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۤئِنُ اللّٰهِ (اور نہ میں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں) کہ مال داری کی وجہ سے تم پر مال داری کا دعویٰ کروں یہاں تک کہ تم یہ کہہ کر میری فضیلت کا انکار کرو۔ مانری لکم علینا من فضل (ہود۔ ۲۷) (ہم تم میں اپنے سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں دیکھتے) وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبُ (اور نہ میں غیب جانتا ہوں) یہاں تک کہ مجھے اطلاع ہو جائے دلوں کے اندر اور نفوس میں جو میری اتباع ہے۔ (تمہارے ظاہر کرنے سے معلوم ہوگی) اس کا عطف عندی خزان اللہ پر ہے۔ اے لا اقول عندی خزان اللہ ولا اقول انا اعلم الغیب، وَلَا اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ (نہ میں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں) یہاں تک کہ تمہیں کہنا پڑے کہ تو تو ہمارے جیسا انسان ہے ما انت الالبشر مثلنا [الشعراء: ۱۵۳] وَلَا اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزِدُّرِيْ اَعْيُنُكُمْ (اور نہ میں کہتا ہوں ان لوگوں کو جن کو تمہاری آنکھیں حقیر قرار دیتی ہیں) میں حکم نہیں لگاتا ان ایمان والوں پر جن کو تم فقر کی وجہ سے حقیر قرار دیتے ہو لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا (کہ ہرگز اللہ تعالیٰ ان کو کوئی بھلائی نہ دے گا) دنیا اور آخرت میں اس کے ہاں ذلیل ہونے کی وجہ سے اور تمہاری معاونت اور تمہاری خواہشات کی مطابقت کرتے ہوئے۔۔۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ اَنْفُسِهِمْ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو ان کے دلوں میں ہے) سچا اعتقاد، بیشک میرے ذمہ تو ظاہری اقرار کو قبول کرنا ہے کیونکہ میں

قَالُوا يَنْوُحُ قَدْ جَدَلْنَا فَاكْثَرْتَ جِدَالَنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۳۲

وہ کہنے لگے کہ اے نوح تم ہم سے جھگڑے اور تم نے ہم سے زیادہ جھگڑا کر لیا۔ لہذا ہمارے پاس وہ لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے ہو۔

قَالَ اِنَّمَا يَأْتِيَكُمْ بِهٖ اللّٰهُ اِنْ شَاءَ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۳۳ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نَصِيحِيْ

نوح نے جواب دیا کہ اس چیز کو تمہارے پاس اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے، اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور میری خیر خواہی تمہیں فائدہ نہیں دے سکتی

اِنْ اَرَدْتُ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَيْهِ

اگر میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کروں اگر اللہ کا یہ ارادہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کرے، وہ تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف

تَرْجِعُوْنَ ۝۳۴

لوٹائے جاؤ گے۔

ان کے مخفی اسرار کی اطلاع نہیں پاسکتا۔ اِنِّیْ اِذَا لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (بیشک میں اس وقت ہو جاؤنگا ظالموں میں سے) اگر میں ان میں سے کوئی چیز اپنے متعلق کہوں۔ الا زوراء یہ زری علیہ سے باب افعال ہے اس کے معنی عیب لگانا ہے اور اس کا اصل تترتری ہے تاکہ وہ بدل دیا گیا ہے۔

۳۳۲: قَالُوا يَنْوُحُ قَدْ جَادَلْتَنَا (انہوں نے کہا اے نوح تو نے ہم سے مجادلہ کیا) ہم سے مخالفت کی فَاکْثَرْتَ جِدَالَنَا بِمَا تَعِدُنَا (تو نے ہم سے بہت جھگڑا کیا پس تو لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے) یعنی عذاب اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اگر تو سچا ہے) اپنے وعدے میں۔

۳۳۳: قَالَ اِنَّمَا يَأْتِيَكُمْ بِهٖ اللّٰهُ اِنْ شَاءَ (کہا بیشک وہ اللہ تعالیٰ تم پر لائیں گے اگر وہ چاہیں گے) عذاب لا تا میرے اختیار میں نہیں۔ وہ اس کے اختیار میں ہے جس کا تم انکار کرتے ہو۔ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (اور تم اسکو عاجز کرنے والے نہیں ہو) یعنی تم اس سے کہیں بھاگ نہیں سکتے۔

۳۳۴: وَلَا يَنْفَعُكُمْ نَصِيحِيْ (اور تمہیں میری نصیحت فائدہ نہ دے گی) اس میں گمراہی کے مقام کی نشاندہی کی گئی تاکہ اس سے بچا جائے اور رشد کی راہنمائی کی گئی تاکہ اسکی پیروی کی جائے قراءت: ابو عمرو وادردنی نے وَلَکِنِّیْ، اِنِّیْ نَصِيحِيْ پڑھا ہے۔

اِنْ اَرَدْتُ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُغْوِيَكُمْ۔ (اگر چہ میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کروں اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے گمراہ کرنے کا ہو) یغویکم کا معنی گمراہ کرنا ہے۔

یہ شرط شرط پر داخل ہے۔ پس دوسری شرط حکم میں مقدم ہوگی جیسا کہ معروف و معلوم ہے تقدیر عبارت یہ ہے ان کان یوید

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَجْرُمُونَ ۝۳۵

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو اپنے پاس سے بنالیا آپ فرمادیتے اگر میں نے اس کو اپنے پاس سے بنالیا ہے تو مجھ ہی پر اس کا جرم ہے لہٰذا میں اس سے بری ہوں جو جرم تم کرتے ہو۔

ان یغویکم لاینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ کرنا چاہیں تو میری نصیحت تمہارے کچھ کام نہیں آسکتی خواہ میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کروں (کیونکہ واللہ غالب علی امرہ، لا معقب لحکمہ) نکتہ: ارادہ معاصی کے متعلق یہ ہماری واضح دلیل ہے۔

هُوَ رَبُّكُمْ (وہ تمہارا رب ہے) پس وہ تم میں اپنے ارادہ کے فیصلہ کے مطابق تصرف کرتے ہیں وَاللّٰہِ تَرْجِعُونَ (اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا) پس وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دے گا۔

۳۵: أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ (کیا وہ کہتے ہیں اس کو گھڑ لیا ہے) اَمْ، هَلْ کے معنی میں ہے، ہمزہ استفہام کا محذوف ہے، بلکہ کیا وہ کہتے ہیں اس کو گھڑ لیا ہے۔ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي (کہہ دیں اگر میں نے اس کو گھڑا ہے تو مجھ پر میرا جرم) یعنی اگر صحیح ہے کہ میں نے افتراء کیا ہے تو مجھ پر میرے جرم کی سزا ہے یعنی افتراء کی۔ کہا جاتا ہے: اجرم الرجل، اذا اذنب۔ جب وہ گناہ کرے۔ وَأَنَا بَرِيءٌ (اور میں بری ہوں) یعنی یہ بات ثابت نہیں اور میں اس سے بری الذمہ ہوں مِمَّا تَجْرُمُونَ تمہارے اس جرم سے کہ میری طرف افتراء کی نسبت کرتے ہو۔ پس تمہاری دشمنی اور اعراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ بلاشبہ تمہاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے علاوہ اور کوئی شخص ہرگز ایمان نہ لائے گا، سو یہ لوگ جو کام کرتے تھے آپ انکی

كَانُوا يَفْعَلُونَ ۖ وَاصْنَعِ الْفُلَكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحِّينَا وَلَا تَخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ

ہجہ سے رنجیدہ نہ ہوں، اور ہمارے حکم سے کشتی بنا لیجئے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے خطاب

ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُّغْرَقُونَ ۖ وَيَصْنَعِ الْفُلَكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأَ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا

نہ کرنا، بلاشبہ یہ لوگ غرق کئے جانے والے ہیں اور وہ کشتی بنا رہے تھے اور جب انکی قوم کے سردار ان پر گزرتے تھے تو ان سے ہنسی کرتے

مِنْهُ ۖ قَالَ إِن تَسْخَرُونَ مِنِّي فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ

تھے، وہ جواب دیتے تھے کہ اگر تم ہم پر ہنس رہے ہو تو بلاشبہ ہم تم پر نہیں گے جیسا کہ تم ہنسی کر رہے ہو، سو عنقریب تم جان لو گے

مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۚ

کہ کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔

ان کے ایمان کی توقع نہ کریں:

۳۶: وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ (اور نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ ہرگز تمہاری قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا) ان کے ایمان سے ناامیدی کا اظہار کیا گیا اور اس بات کا بھی کہ ان کے ایمان کی توقع چھوڑ دیں۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ ایمان کیلئے تہجد کا حکم ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ بیشک جو ایمان لایا ہے وہ ایمان لاتا ہے نئے وقت میں اور ایمان بالقرآن میں جس اضافہ کا ذکر ہے اسکا مطلب بھی تہجد پر ایمان اور پختگی ایمان لیا جائے گا۔ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (پس تو رنجیدہ نہ ہو جو کچھ وہ کر رہے ہیں) تو غمزدہ پریشان کی طرح غمزدہ نہ ہو۔ الا بتیاس یہ البؤس سے افعال ہے۔ اس کا معنی غم و فقر ہے۔ اب آیت کا یہ مطلب ہوا۔ انہوں نے تیری جو تکذیب کی ہے اس پر غمزدہ نہ ہو اور جو تمہیں تکلیف پہنچائی اس پر رنجیدہ نہ ہو، تیرے دشمنوں سے انتقام لے گا۔

کشتی بناؤ:

۳۷: وَاصْنَعِ الْفُلَكَ بِأَعْيُنِنَا (تو ہماری نگرانی میں کشتی بنا) یہ موضع حال میں ہے۔ یعنی اس کو بنا اس حال میں کہ وہ محفوظ ہو۔ اور حقیقت یہ ملتبسا باعیننا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ نگران مقرر تھے جو اس بات کی نگرانی کرتے تھے کہ اس

کی بناوٹ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہونے پائے۔ وَوَحَيْنَا (اور ہماری وحی سے) پس ہم تیری طرف وحی کو الہام کرتے ہیں کہ تم نے کس طرح اس کام کو انجام دینا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہیں کشتی کی صنعت معلوم نہ تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ پرندے کے سینے کی طرح۔

وَلَا تُخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا (اور مت مجھے خطاب کرنا ان لوگوں کے متعلق جو ظالم ہیں) اپنی قوم کی حالت کے متعلق تم مجھے نہ پکارنا اور نہ عذاب کے دور کرنے کی شفاعت کرنا۔ إِنَّهُمْ مُّغْرَقُونَ (بیشک ان کو ہم ڈبوئیں گے) ان پر غرق کا حکم لگ چکا اور فیصلہ ہو چکا۔ قلم خشک ہو چکا اب اس کے رکنے کا کوئی راستہ نہیں۔

۳۸: وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ (وہ کشتی بنا رہے تھے) ماضی کی حالت کو بیان کیا گیا ہے۔ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأَ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ (جب بھی ان کے پاس سے ان کی قوم کے سردار گزرتے تو ان سے وہ تمسخر کرتے) کشتی بنانے پر وہ پانی سے دور جنگل میں بنا رہے تھے۔ پس وہ ان پر ہنستے اور کہتے اے نوح! تو پیغمبر بننے کے بعد بڑھئی بن گیا ہے۔ قَالَ إِنْ تَسْخَرُونَ مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ (نوح علیہ السلام کہتے ہیں اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو ہم بھی تم سے مذاق کریں گے) جب تمہاری ہلاکت کو دیکھیں گے گما تَسْخَرُونَ (جیسا تم مذاق اڑاتے ہو) ہمارا کشتی بنانا دیکھ کر۔

کشتی نوح، عرض و طول:

روایت میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے ساج کی لکڑی سے دو سال میں کشتی تیار کی۔ اسکی لمبائی تین سو ہاتھ تھی یا ۱۰۰۲ ہاتھ اسکی چوڑائی ۵۰ ہاتھ یا ۶۰۰ ہاتھ۔ بلندی ۳۰ ہاتھ، اس کے تین طبقات بنائے۔ سب سے نچلے حصے میں وحشی جانور، درندے، حشرات الارض۔ درمیانے طبقے میں چوپائے، پالتو جانور، تیسری بالائی منزل میں نوح علیہ السلام بمع ایمان والوں کے اور زادراہ سمیت سوار ہوئے اور آدم علیہ السلام کا جسد بھی ساتھ لیا اور اس کو مردوں اور عورتوں کے درمیان روک بنا دیا۔

۳۹: فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ يَأْتِيهِ (اور عنقریب تم جان لو گے کہ جس کے پاس عذاب آئیگا) تعلمون کی وجہ سے من یاتیه کل نصب میں ہے۔ ای فسوف تعلمون الذی یاتیه۔ عنقریب تم جان لو گے اس کو جس پر عذاب آئے گا۔ عَذَابٌ يُخْزِيهِ عذاب اس کو رسوا کر دے گا۔ یعنی ان کو عذاب غرق سے دنیا میں رسوا کر دے گا۔ وَيَجْلُ عَلَيْهِ (اور اس پر اتر پڑے گا) نازل ہوگا۔ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (قائم رہنے والا عذاب) اور وہ عذاب آخرت ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۖ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور سے پانی ابلنے لگا تو ہم نے کہا اس کشتی میں ایک ایک ذریعہ ایک ماہ (یعنی ہر جنس سے دو عدد) سوار کرو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کرو

الْأَمْنِ سَبْقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۖ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٤١﴾ وَقَالَ ارْكَبُوا

سوائے اس کے جس کے بارے پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے، اور ان لوگوں کو بھی سوار کرو جو ایمان لائے ہیں اور ان کے ساتھ کم آدمی ایمان لائے، اور نوح نے کہا کہ اکیس

فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِبَهَا وَمُرسِهَا ۖ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٤٢﴾ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ

سوار ہو جاؤ۔ اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا، بلاشبہ میرا رب بالیقین بخشنے والا ہے۔ مہربان ہے۔ اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑوں جیسی

فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۖ وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يُبْنَىٰ ارْكَبْ مَعَنَا

موجوں میں چلنے لگی اور نوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور وہ اٹھ ہٹا ہوا تھا کہ اے میرے چھوٹے سے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ

وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ ﴿٤٣﴾ قَالَ سَاوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ ۖ قَالَ لَا

اور کافروں کے ساتھ مت ہو، وہ کہنے لگا کہ میں عنقریب کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا، نوح نے جواب دیا کہ آج

عَاصِمَ الْيَوْمِ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ ۖ وَحَالٌ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ﴿٤٤﴾

اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں مگر وہی جس پر وہی رحم فرمائے اور ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی۔ سو وہ غرق کئے جانے والوں میں سے ہو گیا۔

۴۰: حَتَّىٰ (یہاں تک کہ) تَنْخَرُ: یہ ابتداء کلام میں آتا ہے۔ یہ شرط و جزاء والے جملے پر داخل ہوتا ہے۔ یصنع الفلک کی غایت ہے یعنی وہ کشتی بناتے رہے یہاں تک کہ وہ وعدہ کا وقت آگیا۔ درمیان والا کلام یصنع سے حال ہے یعنی یصنعها والحال انه كلما مر عليه ملاء من قومه سخروا منه آپ کشتی بنا رہے تھے حالت یہ تھی کہ جب بھی آپ کی قوم کے سردار آپ کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ سے مذاق کرتے۔ اور کلمہ کا جواب سخر و ا ہے اور قال یہ جملہ مستأنفہ ہے اس کو سوال مقدر کے جواب میں لایا گیا ہے۔ یا قال سخر و ا کے جواب میں ہے۔ اور سخر و ا یہ مرّا کا بدل ہے یا ملاء کی صفت ہے۔

عذاب آن پہنچا:

إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا (جب ہمارا حکم آگیا) امر سے عذاب مراد ہے۔ وَفَارَ التَّنُّورُ (اور تنور نے جوش مارا) یہ معاملے کی سختی اور صعوبت سے کنایہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ روٹی کے تنور سے پانی نے جوش مارا۔ یہ پتھروں کا تنور تھا جس کو حواء نے بنایا تھا۔ اس زمانہ سے نوح علیہ السلام تک پہنچا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تنور، سطح زمین کو کہتے ہیں۔ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا (ہم نے کہا اس میں سوار کرو) یعنی کشتی میں مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (ہر جوڑے میں سے دو دو) اسکی تفسیر سورۃ المؤمنون میں ہے۔

وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ (اور اپنے اہل کو مگر وہ جنکے بارے میں بات پہلے کہی جا چکی) اس کا عطف اثنین پر ہے اور اسی طرح ومن امن کا بھی وَمَنْ آمَنَ (اور وہ جو ایمان لائے)۔ یعنی سوار کرو تم اپنے اہل کو اور غیر میں سے ایمان والوں کو اہل سے من سبق علیہ القول کو متنبی کر دیا۔ اس لئے کہ وہ اہل نار میں سے ہے اور اس کے متعلق بات پہلے اس لئے کہہ دی کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق جانتے ہیں کہ وہ کفر کو اپنے ارادہ و تقدیر سے اختیار کریں گے اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے۔ کہ کائنات میں اس کے ارادہ کے خلاف کوئی چیز وقوع پذیر ہو۔

وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ (اور ان پر ایمان نہ لائے مگر بہت قلیل) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کی تعداد آٹھ تھی۔ نوح اور ان کے گھر والے، ان کے تین بیٹے اور ان کی بیویاں (یہ روایت مرفوعاً ثابت نہیں ہے۔ ابن حجر) ایک قول یہ ہے وہ دس تھے پانچ مرد اور پانچ عورتیں۔ نمبر ۳۔ ایک قول بہتر مرد اور عورتیں اور اولاد نوح علیہ السلام سام، حام، یافث اور ان کی بیویاں اس طرح کل تعداد ۷۸ ہو گئی آدھے مرد اور آدھی عورتیں۔

کشتی میں سواری کی دعا:

۴۱: وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا (کہا تم اس پر سوار ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کا چلنا اور رکنا ہے) بسم اللہ، ارکبوا سے متصل ہے۔ واؤ سے حال ہے۔ یعنی تم اس میں سوار ہو جاؤ اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے والے ہو۔ یا اس حال میں کہ اس کے چلانے اور ٹھہرانے کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے والے ہو۔ اس وجہ سے کہ البحر ی، المری اسماء ظروف ہیں اور وقت کا معنی دیتے ہیں یا اس لئے کہ یہ دونوں مصدر میمی ہیں جیسا اجراء وارساء اور ان کا مضاف وقت کا لفظ حذف کر دیا جیسا کہتے ہیں: خفوق النجم اے وقت خفوق النجم۔

یہ بھی درست ہے کہ بسم اللہ مجرہا و مرسلہا بذات خود جملہ ہو ماقبل سے متعلق نہ ہو بلکہ مبتداء خبر ہو۔ مطلب یہ ہے کہ نوح علیہ السلام نے ان کو سوار ہونے کا حکم دیا پھر ان کو بتلایا کہ ان کا چلنا اور رکنا اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے ہے۔ اے بسم اللہ اجراء ہا وارساؤھا چنانچہ جب کشتی چلاتے تو کہتے باسم اللہ کشتی چل پڑتی اور کھڑا کرنا چاہتے تو باسم اللہ کہتے کشتی لنگر انداز ہو جاتی۔

قراءت: مجرہا مایم مفتوح اور راء مکسور ہے یہ جزی سے ہے یا مصدر ہے یا وقت محذوف ہے یہ حمزہ، علی، حفص نے پڑھا ہے۔ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے) ان کے لئے جو مخلصانہ ایمان لانے والے ہیں۔ ۴۲: وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ (وہ کشتی ان کو لیکر چل رہی تھی) یہ فعل محذوف سے متصل ہے۔ اس پر ارکبوا فیہا باسم اللہ دلالت کر رہا ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے۔ فرکبوا فیہا یقولون بسم اللہ وہی تجری بہم ای السفینۃ وہم فیہا۔ پس وہ اس میں بسم اللہ کہتے ہوئے سوار ہو گئے وہ کشتی ان کو لیکر چل پڑی اس حال میں کہ وہ کشتی میں تھے۔

فِيْ مَوْجٍ کَالْجِبَالِ (ایسی موجوں میں جو پہاڑوں جیسی تھیں) اس سے مراد طوفان کی موجیں ہیں۔ موج جمع موجہ ہے جیسا تمر جمع تمرۃ۔ موج اس پانی کو کہتے ہیں جو تیز ہواؤں کے پانی کے اندر داخل ہونے سے اضطراب کے وقت بلند ہو۔ بلندی اور

تہہ تہل جانے کی وجہ سے ہر مہج کو پہاڑ سے تشبیہ دی ہے۔

بیٹے سے گفتگو:

وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ (اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو آواز دی) کنعان بعض نے کہا یا ام۔ جمہور کے ہاں یہ آپ کا صلیبی بیٹا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی بیوی کا سابقہ خاوند سے بیٹا تھا۔ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ (وہ الگ تھلگ مقام میں تھا) اپنے والد اور کشتی سے۔ معزل یہ مفعول کا وزن ہے۔ یہ عزلہ عنہ سے جبکہ دور کر دیا جائے اور ہٹا دیا جائے یا اپنے والد کے دین سے الگ تھلگ تھا۔ یٰبْنِیَّ (اے میرے بیٹے)

قراءت: یٰ کے فتح سے عاصم نے پڑھا ہے۔ یا اضافت سے الف مبدلہ پر اکتفاء کرتے ہوئے جیسے یا بنیاد دیگر قراء نے کسرہ یا سے یا، یٰ اضافت سے اس پر اکتفاء کرتے ہوئے اُرْتُكِبْ مَعَنَا (تو ہمارے ساتھ سوار ہو جا) کشتی میں یعنی ماسلام لا اور کشتی میں بیٹھو وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ (اور تو کافروں کے ساتھ مت ہو)

۴۳: قَالَ سَاوِي (کہا اس نے میں پناہ لوں گا) اِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ (پہاڑ پر جو مجھے پانی سے بچائے گا) ڈوبنے سے محفوظ کر دے گا۔ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ (کہا آج کوئی پناہ دینے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مگر جس پر وہ رحم کرے) مگر رحم کرنے والا بچا سکتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ ہے یا آج کوئی طوفان سے بچنے والا نہیں۔ مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے اور وہ مومنین ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے پہاڑ کو طوفان سے بچانے والا بتایا تو آپ نے اس کو فرمایا آج تمہیں کوئی بچنے کی جگہ بچانہ سکے گی خواہ پہاڑ وغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔ سوائے ایک بچنے کی جگہ کے اور وہ جگہ ان لوگوں کا مقام ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور ان پر رحم فرمایا وہ مقام کشتی ہے یا یہ استثناء منقطع ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ لکن من رحم الله فهو المعصوم۔ لیکن وہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا وہ بچا ہوا ہے یہ اس طرح ہے جیسے فرمایا: مالهم به من علم الا اتباع الظن۔ [النساء: ۱۵۷]

ابن نوح کی ہلاکت:

وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ (اور حائل ہو گئی ان کے درمیان موج) بیٹے اور پہاڑ کے درمیان یا نوح علیہ السلام اور بیٹے کے درمیان فَكَانَ مِنَ الْمَغْرَقِينَ (پس وہ ہو گیا ڈوبے ہوؤں میں سے) کان یہاں صار کے معنی میں ہے یا کان اپنے معنی میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ڈوبنے والوں میں سے تھا۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَسْمَأْ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ

اور حکم ہوا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان تھم جا، اور پانی کم ہو گیا اور فیصلہ کر دیا گیا

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٤﴾ وَنَادَى نُوحٌ رَبَّهُ

اور کشتی جو دی پر ٹھہر گئی، اور کہہ دیا گیا کہ کافروں کے لئے دوری ہے، اور (نوح علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا

فَقَالَ رَبِّ إِنِّي ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَكَمِينَ ﴿٤٥﴾

اور عرض کیا اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو احکم الحاکمین ہے،

قَالَ يُنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح بلاشبہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ بیشک اس کا عمل درست نہیں سو تو مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کر جس کا تجھے

لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعْطُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٤٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ

علم نہیں، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں شامل نہ ہونا، نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب بیشک میں اس بات کی آپ سے پناہ چاہتا ہوں

أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿٤٧﴾

کہ میں آپ سے وہ سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر آپ نے میری بخشش نہ فرمائی تو میں خسارہ والوں میں سے ہو جاؤں گا،

قِيلَ يُنُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَى أُمَمٍ مِمَّنْ مَعَكَ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ

حکم ہوا کہ اے نوح تم اتر جاؤ سلامتی کے ساتھ جو ہماری طرف سے ہے اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر ہو، اور جماعتوں پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں مگر بہت سی جماعتیں ایسی ہیں جنہیں

ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٨﴾

ہم نفع پہنچائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

۱۳۴: وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ (اور کہا گیا اے زمین تو نگل اپنے پانی کو) تو پھٹ جا اور پانی پی جا۔ ابلع کا معنی چوسنا اور جذب کرنا۔ وَيَسْمَأْ أَقْلِعِي (اور اے آسمان تھم جا) پانی برسانا روک لے۔ وَغِيضَ الْمَاءُ (اور پانی کم کر دیا گیا) غیض کا معنی کم ہونا اور کرنا۔ یہ غاض بمعنی نقص سے ہے۔ یہاں متعدی آیا ہے۔ وَقُضِيَ الْأَمْرُ (اور کام تمام کر دیا گیا) اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے ساتھ قوم کی ہلاکت کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کر دیا۔ وَاسْتَوَتْ (اور کشتی ٹھہری) چھ ماہ تمام زمین کا چکر کاٹنے کے بعد کشتی ٹھہر گئی۔ عَلَى الْجُودِيِّ (جو دی پہاڑ پر) یہ موصل کا ایک پہاڑ ہے۔ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (اور کہا گیا کہ ظالم قوم کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے) دور ہو قوم نوح جن کو ڈبویا گیا کہا جاتا ہے کہ بعد بَعْدَ وَبَعْدًا جبکہ انتہائی دور

کرنے کا ارادہ ہو جیسے ہلاکت و موت اسی لئے یہ لفظ بد دعا کیلئے خاص ہے۔

فائدہ جلیلہ: اس آیت کو چار اطراف سے دیکھو کہ علم بیان کا کتنا شاندار مرقع ہے اس میں مجاز، استعارہ اور کنایہ اور اس کے متعلقات ہم عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ اس مطلب کو بیان کیا جائے۔ ہم نے زمین سے پھوٹے ہوئے پانی کو لوٹانے کا ارادہ کیا کہ جو نکلا ہے وہ واپس تہہ زمین میں چلا جائے۔ اور آسمان سے طوفان کو منقطع کرنا چاہا وہ منقطع ہو گیا۔ اترنے والے پانی کو سوکھانا چاہا تو وہ جذب ہو کر خشک ہو گیا۔ اور نوح علیہ السلام کے معاملے کا فیصلہ کر دیں اور وہ قوم کے غرق والے فیصلہ کو نافذ کرنا تھا۔ وہ بھی کر دیا گیا کشتی کو روکنا چاہا وہ جو دی پر رک گئی ظالموں کو غرق کر دیا۔

تو کلام کی بنیاد اس پر بھی کہ مراد کو ایسے امور سے تشبیہ دی جس سے نافرمانی ہو ہی نہیں سکتی (کیونکہ اللہ تعالیٰ ہیبت و رعب میں کامل ہے) اور تکوین مراد کو ایسے امر قطعی سے تشبیہ دی جو مقصود کے بننے میں بطور تصویر کے نافذ العمل ہے کیونکہ وہ ذات عظیم اقتدار والی ہے۔ اور آسمان زمین میں جو چاہے کرے وہ اس کی تکوین کے مطیع ہیں۔ اس کے ارادے کو کسی تغیر و تبدل سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ گویا کہ وہ عقلاء ہیں اور امتیاز کرنے والے ہیں اسکی پہچان کا جو حق ہے اسی طرح اس کو پہچانتے ہیں اور اس کے حکم کی اطاعت میں جو چیز ان پر لازم ہے اس کو بخوبی جاننے والے ہیں اور اس کے حکموں پر یقین کرنے والے ہیں۔ اور اسکی مراد کے حصول میں اپنی پوری ہمت صرف کرنے والے ہیں۔ پھر نظم کلام کی بنیاد اسی تشبیہ پر رکھی چنانچہ فرمایا و قیل ارادہ سے بطور مجاز استعمال کیا کیونکہ قائل کا قول اسی سے واقع ہوتا ہے۔ مجاز کیلئے قرینہ جماد کو خطاب یا ارض اور یا سماء کو بنایا۔ پھر ان کو خطاب کر کے یا ارض اور یا سماء کہہ کر اس تشبیہ سے استعارہ کر دیا۔

پھر زمین میں پانی کی گہرائی کیلئے بطور استعارہ الملع کا استعمال فرمایا ملع کھائی ہوئی چیز سے پانی کا چوسنا۔ تو پانی بھی مخفی ٹھکانے میں پہنچ گیا۔ تو اس مناسبت سے ملع کو ذکر کر دیا۔ پھر الماء کو استعارۃ غذا کیلئے استعمال کیا کیونکہ دونوں کے مابین قوت کی مشابہت پائی جاتی ہے زمین بھی پانی سے طاقت پاتی ہے۔ جیسا کھانے والا طعام سے قوت پاتا ہے۔ پھر فرمایا۔

مَاءٌ لِّكَ پانی کی نسبت زمین کی طرف فرمائی بطور مجاز کیونکہ پانی زمین سے متصل ہوتا ہے جیسے ملک مالک سے متصل ہوتی ہے۔ پھر احتباس بارش کیلئے افلاک کا لفظ اختیار کیا۔ افلاک ترک فعل کو کہتے ہیں کیونکہ عدم تاخیر کی مشابہت دونوں میں پائی جاتی ہے۔ پھر فرمایا و غیض الماء و قضی الامر و استوت علی الجودی و قیل بعداً اس میں تصریح نہیں فرمائی کہ کس نے پانی کو خشک کیا اور نہ اس کا جس نے حکم کو نافذ کیا اور کشتی کو ٹھہرایا آخر میں فرمایا بَعْدًا دور کرنے والے کی تصریح نہیں کی جب کہ یا ارض، یا سماء میں قائل کی تصریح نہیں کی۔ ان میں کنایہ کا راستہ اپنایا کہ یہ تمام امور عظیمہ کسی فاعل قادر، مکون قاہر کی تکوین سے ہی ممکن ہیں اور ان کا کرنے والا اکیلا ہے اس کے حکم میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں ہے۔

وہم و خیال کا کوئی گوشہ یہ نہیں کہتا کہ کوئی دوسرا یہ آرڈر دے سکتا ہو یا ارض ابلعی ماء لک و یا سماء اقلعی۔ اور نہ یہ خیال میں آسکتا ہے کہ غائض القاضی، المسوی اس کے سواء کوئی اور ہو۔ پھر کلام کو تعریض سے ختم کیا تا کہ ان مکذبین کو خبردار کر دیا جائے جو انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والے ہیں وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں اور یہ سخت عذاب ان کے اپنے ظلم ہی کا نتیجہ تھا۔

نمبر ۲۔ علم معانی کے اعتبار سے۔ ہر کلمہ کا فائدہ اور تقدیم و تاخیر جملوں پر غور کریں۔ نمبر ۱۔ یا حروف نداء میں سے لایا گیا کیونکہ وہ کثیر الاستعمال ہے اور منادی کے بعد پر بھی دلالت کر رہا ہے۔ اور یہاں اس سے اظہار عظمت اور ملکوت ابداء عزت و جبروت کا مقصد حاصل کیا گیا اور وہ منادی کے دور ہونے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے جس کے معمولی ہونے کو ظاہر کیا گیا اور یا اَرْضِی نہیں کہا کیونکہ اس میں تہا ون بڑھتا ہے کیونکہ اضافت قرب کو چاہتی ہے۔ یا ایتھا الارض نہیں کہاتا کہ اختصار ہو۔ اور لفظ ارض اور سماء کے استعمال لئے کیونکہ خفیف اور عام مستعمل ہیں۔ ابلعی کو اختیار کیا ابلعی نہیں کہاتا کہ اختصار ہو۔ دوسرا قلعی اور اس کے درمیان صفت تجانس ہے۔ اور اقلعی کہا عن المطر ساتھ نہیں کہا۔ اسی طرح یا ارض ابلعی ماء ک فبلعت اور یا سماء اقلعی فاقلعت نہیں کہا بطور اختصار نتائج ذکر نہیں فرمائے۔ غیض الماء کو غیض کی بجائے لائے اور الماء کہا ماء الطوفان نہیں کہا۔ الامر کہا اور امر نوح و قومہ نہیں کہا۔ یہ بطور اختصار فرمایا اور الف لام عہدی نے ضرورت پوری کر دی۔

اسی طرح سویت علی الجودی نہیں فرمایا جیسا کہ پہلے قیل، غیض مجہول کے صیغے تھے ہی تجری معروف کی رعایت سے استوت فرمایا گیا۔ تاکہ مطابقت ہو جائے پھر بعداً فرمایا بعداً للقوم یا یبعد القوم نہیں فرمایا تاکہ اختصار و تاکید دونوں مقصود حاصل ہوں۔ نمبر ۳۔ جملوں کا تسلسل: یہ تو کلمات کی ترکیب کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اگر جملوں کی ترتیب پر غور کریں نمبر ۱۔ امر سے نداء کو مقدم کیا یا ارض ابلعی و یا سماء اقلعی۔ اسی طرح ابلعی یا ارض، اقلعی یا سماء نہیں فرمایا۔ تاکہ جن کو اصل خطاب کیا ہے وہ مقدم ہوں تاکہ امر و اراد منادی کے نفس میں خوب جاگزین ہو جائے۔

نمبر ۲: پھر زمین کو آسمان سے پہلے لائے۔ کیونکہ طوفان زمین سے شروع ہوا۔ پھر پیچھے غیض الماء کو لائے۔ تاکہ قصہ ماء سے یہ متصل ہو اور اپنے مقام پر پہنچ جائے۔ نمبر ۳۔ واقعہ کا مقصد آخر میں لائے۔ جو قضی الامر ہے کہ نوح علیہ السلام سے ہلاکت کفار کا جو وعدہ تھا وہ پورا کر دیا گیا اور وہ ہلاکت کفار اور نجات نوح علیہ السلام اور مومنین تھی پس اس سے عبرت حاصل کرو۔

نمبر ۴: فصاحت لفظیہ پر غور کرو تمام الفاظ فصیح، سہل الاستعمال تا فر سے دور، بشاعت سے دور، انتہائی لذیذ و شیریں، عمدہ چلا و پانی جیسا بہاؤ، شہد جیسی حلاوت، نسیم سحری جیسی رقت۔

اعجاز قرآنی: اسی لئے تو معاندین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس جیسی آیات لانے سے طاقت بشر قاصر ہے۔ قرآن مجید کی کیا عجیب شان ہے۔ جب کوئی عالم اسکی کسی آیت میں غور کرے گا تو وہ ایسے بے شمار لطائف پائے گا۔ جن کو شمار میں نہیں لایا جاسکتا۔ جو کچھ ہم نے لکھا وہ تو اس سے بہت کم ہے جو اس آیت میں لطائف ہیں یہ بحر ذخار ہے جس کی تہہ نہیں کلام الملوك، ملوك الکلام۔

بیٹے کے متعلق سوال:

۴۵: وَ نَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ (نوح علیہ السلام نے پکارا اپنے رب کو اور کہا اے میرے رب) اس میں نوح علیہ السلام کی دعا و نداء کا ذکر فرمایا جو ان الفاظ سے تھی۔ رب اے میرے رب اپنے اہل کے متعلق وعدہ پورا کرنے کا تقاضا ہے کہ آپ میرے اہل کو نجات دیں گے۔ اِنَّ اٰیٰتِیْ مِنْ اٰهْلِیْ (بیشک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے) یعنی اہل میں سے کیونکہ وہ آپ کا

صلیٰ بنیایا ربیب تھا۔ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ (اور آپ کا وعدہ بلاشبہ سچا ہے) آپ جو وعدہ فرماتے ہیں وہ برحق و ثابت ہے جس کے پورا ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور پورا کرنے میں اور آپ نے میرے اہل کونجات دینے کا وعدہ فرمایا پس میرے بیٹے کا کیا معاملہ ہے؟ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحَكَمِیْنَ (حالانکہ آپ تو سب سے بڑے حاکم ہیں) آپ تمام حکام سے زیادہ علم والے اور زیادہ عدل والے ہیں۔ کیونکہ حاکم کو دوسرے حاکم پر علم و عدل ہی کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ آج کے زمانہ میں بہت سے حکام اعلیٰ حکام کہلانے والے جہل و ظلم کا مجسمہ ہیں اور احکم الحاکمین کا یہی معنی ہے۔ پس تم کو اس حال سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور آنسو بہانے چاہئیں۔

۴۶: قَالَ يٰ نُوحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ (فرمایا اے نوح وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے) پھر اہل میں نہ ہونے کی تعلیل بیان فرمائی۔ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (اس کے عمل درست نہیں ہیں) مَسْتَنْکَلٌ: اس میں اعلان کر دیا کہ قرابت دینی قرابت نسبی کو ڈھانپنے والی ہے۔ تیرا ہم نسب وہ جو تیرے دین میں متفق ہے۔ اگرچہ وہ حبشی اور تو قریشی اور جو تیرے دین پر نہ ہو۔ اگرچہ وہ تیرا قریبی رحم کارشتہ دار ہو۔ وہ تجھ سے بہت ہی دور ہے۔ نمبر ۱۔ اس آیت میں خود اس لڑکے کا عمل غیر صالح قرار دیا تا کہ مذمت میں مبالغہ ہو جائے۔ جیسا شاعر کا قول ہے۔

ع فانما هی اقبال و ادبار

کہ زمانہ تو دوران کا نام ہے۔

نمبر ۲: تقدیر عبارت یہ ہو۔ ذو عمل۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ تیرے اہل میں سے جن کونجات دی گئی وہ ان کی صلاح و پھلائی کی وجہ سے دی گئی اس بناء پر نہیں کہ وہ تیرے رشتہ دار ہیں۔ اور اس وجہ سے جب اس میں صلاح نہیں پائی جاتی تو ابوت اس کے لئے چنداں نفع رساں نہیں۔

قراءت: عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ علی نے پڑھا ہے

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے فرمایا، نوح علیہ السلام کے ہاں یہ بات تھی کہ وہ آپ کے دین پر ہے۔ کیونکہ وہ منافقت کرنے والا تھا۔ ورنہ نوح علیہ السلام سے سوال نجات کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ سوال کی ممانعت تو پہلے کی جا چکی تھی۔

منافقت کی وجہ سے اس کو اہل میں شمار کر کے نجات کا سوال کر دیا پس اس قسم کی ممانعت و لا تخاطبونی فی الذین ظلموا انہم مغفون [ہود: ۳۷] کے بعد آپ کا سوال اس کے اس ظاہر کے لحاظ سے تھا۔ جو آپ کو اس کے متعلق معلوم تھا۔ جیسا کہ بہت سے منافقین نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ظاہری موافقت کا اظہار کرتے رہے اور باطنی طور پر مخالفت کرتے رہے۔ اور آپ کو ان کے متعلق معلوم نہ ہوا یہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا۔ اور ارشاد الہی لیس من اہلک کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جنکے متعلق نجات کا وعدہ کیا تھا اور وہ وہی لوگ ہیں جو ظاہر و باطن میں مؤمن ہیں۔

فَلَا تَسْئَلْنِ (پس تو مجھ سے سوال نہ کر) قراءت: کوفی نے فَلَا تَسْئَلْنِ یا کی بجائے کسرہ، بھری نے تَسْأَلْنِ پڑھا جبکہ مدنی نے تَسْأَلْنِ پڑھا۔ اور شامی نے تَسَاءَ لَنْ حذف یاء و نون تاکید کے ساتھ پڑھا مکی نے تَسْأَلْنِ پڑھا ہے۔ ما

لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (اس بات کا جس کا تجھے علم نہیں) اس کے متعلق سوال کے جواز کا۔ اِنِّیْ اَعْظُکَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ (بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں سے مت ہو جاؤ) یہ اسی طرح ہے جیسا کہ ہمارے رسول ﷺ کو اس قول میں فرمایا فلا تکونن من الجاهلین [الانعام: ۳۵]

استغفارِ نوح علیہ السلام:

۴۷: قَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبْکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهِ عِلْمٌ (کہا اے میرے رب بیشک میں وہ چیز جس کا مجھے علم نہ ہو اس کے متعلق سوال کرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں) یعنی کہ مستقبل میں میں وہ چیز طلب کروں جس کے صحیح ہونے کا مجھے علم نہیں تیرے ادب کا پاس کرتے ہوئے اور تیری نصیحت کو قبول کرتے ہوئے وَاَلَّا تَغْفِرْ لِّیْ (اور اگر تو نے مجھے نہ بخشا) جو سبقت مجھ سے ہو گئی وَتَرْحَمْنِیْ (اور مجھ پر رحم نہ فرمایا) اس جیسی بات کی طرف لوٹنے سے بچا کر اُکُنْ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤنگا)

۴۸: قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا (اے نوح کشتی سے اتر دو ہماری طرف سے سلامتی لیکر) ہمارے تحفوں اور سلاموں کے ساتھ غرق سے سلامت رہنے کے سبب وَبَرَکٰتٍ عَلَیْکَ (اور برکات لیکر جو تم پر اتریں گی) برکات ان بھلائیوں کو کہا جاتا ہے جو بڑھنے والی ہوں ان کے حق میں وہ کثرت اولاد اور کثرت قبیعین۔ اللہ تعالیٰ نے اکثر انبیاء علیہم السلام کو ان کی نسل سے پیدا فرمایا اور دین کی تکمیل ان کی ماقی نسل میں فرمائی۔ وَعَلٰی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَکَ (اور ان امتوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں) من بیان یہ ہے امم سے وہ مراد ہیں جو ان کے ساتھ کشتی میں تھیں کیونکہ وہ جماعتیں تھیں۔ نمبر ۲۔ ان کو امم اس لئے کہا گیا کیونکہ ساری امتیں ان سے پھوٹیں۔ نمبر ۳۔ من ابتداء غایت کیلئے ہے یعنی ان امتوں پر جو ان لوگوں سے پیدا ہو گئی جو تیرے ساتھ ہیں یہ آخری زمانہ تک امتیں ہیں اور یہ سب سے بہتر قول ہے۔ وَاُمَمٌ یہ مبتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ سَنُمَتُّعُهُمْ (اور کچھ جماعتوں کو ہم دنیا میں فائدہ دیں گے) دنیا میں وسعت رزق اور زندگی کی سہولیات۔

یٰحٰجُوْر: یہ صفت ہے خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وَمِمَّنْ مَّعَکَ اُمَمٌ سَنُمَتُّعُهُمْ حذف اسلئے کیا کیونکہ مِمَّنْ مَّعَکَ اس پر دلالت کرتا ہے۔ ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ (پھر ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا) یعنی آخرت میں مطلب یہ ہے کہ سلام ہماری طرف اور برکات تجھ پر اور ان مومنوں پر جو ان کی نسل سے ہونگے جو تمہارے ساتھ ہیں ان کی نسل میں کچھ جماعتیں دنیا میں نفع اٹھائیں گی پھر آگ کی طرف منتقل کر دی جائیں گی۔

حضرت نوح علیہ السلام ابوالانبیاء ہیں اور طوفان کے بعد والی ساری مخلوق ان کی نسل سے ہے۔ اور ان کی نسل سے ہے جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں۔ اس سلام میں قیامت تک آنے والا ہر مومن و مومنہ داخل ہے اور جو اس کے بعد متبع دنیا اور عذاب آخرت ہے اس میں قیامت تک آنے والے کافر شامل و داخل ہیں۔

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا

یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔ اس سے پہلے آپ ان کو نہیں جانتے تھے اور نہ

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ۝۱۱ وَالْإِلٰهَ عَادِ

آپ کی قوم مانتی تھی، سو آپ صبر کیجئے، بلاشبہ انجام کار متقین ہی کے لئے ہے۔ اور قوم عاد کی طرف

أَخَاهُمْ هُودًا ۝ قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهِ غَيْرُهُ ۝ إِنْ أَنْتُمْ

ہم نے انکے بھائی ہود کو بھیجا انھوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں تم صرف

الْأُمُفْتَرُونَ ۝ يَقَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي ۝

جھوٹ بولتے ہو، اے میری قوم میں تم سے اس پر کوئی مزدوری طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر صرف اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَيَقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ

کیا تم سمجھ نہیں رکھتے، اور اے میری قوم تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور میں توبہ کرو وہ تم پر خوب بارشیں

مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝۱۲ قَالُوا يٰهُودُ

بھج دے گا اور تمہیں جو قوت حاصل ہے اس سے زیادہ قوت عطا فرمائے گا اور تم مجرم بن کر روگردانی کرنے والے نہ بنو، وہ کہنے لگے کہ اے ہود

مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ

تم ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں لاتے اور ہم تمہارے کہنے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم تم پر ایمان

بِمُؤْمِنِينَ ۝۱۳ إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ۝ قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ

لانے والے نہیں، ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کوئی خرابی پہنچا دی ہے۔ ہود نے کہا کہ بیشک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں

وَأَشْهَدُ وَأَنْتَ بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ۝۱۴ مِنْ دُونِهِ فَكِدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظَرُونَ ۝۱۵

اور تم گواہ ہو جاؤ کہ بیشک میں ان چیزوں سے بری ہوں جنہیں تم اللہ کے علاوہ شریک قرار دیتے ہو، سو تم سب مل کر میرے بارے میں تدبیریں کر لو پھر مجھے مہلت نہ دو

قصہ نوح علیہ السلام من جملہ اخبار غیب سے ہے:

۱۳۹: تِلْكَ (یہ) مقصد نوح علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور وہ جملے جو اس کے بعد ہیں۔ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ (غیب کی خبریں ہیں جو ہم وحی کر رہے ہیں آپ کی طرف۔

نہ آپ ان کو جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم (خبریں یعنی یہ قصہ غیب کے خبروں میں سے کچھ ہے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا۔ تمہیں معلوم نہ تھا اور نہ ہی تیری قوم کو۔ مِنْ قَبْلِ هَذَا (اس سے پہلے) اس وقت سے پہلے یا میرے وحی بھیجنے سے پہلے اور اسکی اطلاع دینے سے پہلے فَاصْبِرْ (پس تم صبر کرو) تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں ان ایذاؤں پر جو آپ کو آپ کی قوم کی طرف سے آتی ہیں۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام نے صبر کیا۔ اور مکذبین کے متعلق اسی طرح کے انجام کی توقع رکھو جو قوم نوح کے ساتھ پیش آیا۔ اور اپنے متعلق اسی طرح کے نتیجہ کی جو نوح علیہ السلام کے سامنے آیا۔ إِنَّ الْعَاقِبَةَ (بیشک انجام) کامیابی و نصرت و غلبہ میں۔ لِلْمُتَّقِينَ (متقین کیلئے ہے) جو شرک سے بچنے والے ہیں۔

قوم عاد اور ہود علیہ السلام:

۵۰: وَالْإِلَهِ عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا (اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا) اخاہم سے مراد ان کی قوم میں سے ایک۔

نحو: اخاہم کا نصب ارسلنا نوحا پر عطف کی وجہ سے ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وارسلنا الی عاد اخاہم ہودا یہ عطف بیان ہے اخاہم کا قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ (کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) اس کو اکیلا مانو۔ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرُهُ (تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں)

قراءت: نافع نے مرفوع پڑھا جارو مجرور کے محل پر عطف قرار دیکر۔ مگر علی نے لفظ کے لحاظ سے مکسور غیرہ پڑھا۔ اِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ (تم تو افتراء کرنے والے ہو) تم اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہو اس طرح کہ تم نے اوٹان کو اس کا شریک بنالیا۔

۵۱: يَقَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا اِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي (اے میری قوم میں اس پر تم سے اجر نہیں مانگتا میری مزدوری تو اس اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا) جتنے بھی انبیاء علیہم السلام گزرے تمام کو ان کی قوموں نے اسی قسم کی بات کہی۔ کیونکہ وہ نصیحت کرنے آئے تھے۔ نصیحت مخلصانہ وہی کر سکتا ہے جو مطامع کو مٹائیوا لا ہو۔ اور جب تک ان میں سے کسی چیز کی طمع رکھتا ہے کامیابی نہیں ہوتی۔ اور نہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (کیا تم سمجھتے نہیں ہو) جبکہ تم اس شخص کی نصیحت مسترد کر رہے ہو جو اس پر تم سے کسی بدلے کا طالب نہیں وہ تو صرف خدائے ذوالجلال سے بدلہ چاہنے والا ہے۔ اور وہ بدلہ ثواب آخرت ہی ہے۔ اور تہمت کو دور کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

برکات استغفار:

۵۲: وَيَقَوْمِ اسْتَغْفِرُ وَارْبَعَكُمْ (اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو) اس پر ایمان لاؤ۔ ثُمَّ تَوَبُّوا إِلَيْهِ (پھر اسکی بارگاہ میں توبہ کرو) غیر اللہ کی عبادت سے یُرْسِلِ السَّمَاءَ (وہ آسمان کو مقرر کر دے گا) بارش کیلئے عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا (تم پر مسلسل) یہ مِدْرَارًا حال ہے اس حال میں کہ وہ کثرت سے کوٹنے والی ہو۔ وَيَزِدُّكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ (وہ تمہاری قوت میں مزید ترقی دے گا) انہوں نے کثرت امطار سے ان کو ایمان کی طرف مائل کرنا چاہا۔ اور اس طرح اضافی قوت سے بھی کیونکہ ان لوگوں کو اپنے کھیتوں اور باغات کیلئے پانی کی سخت ضرورت تھی۔ ان کو اپنی قوت و زور پر ناز تھا۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قوت سے مال مراد ہے۔ یا نکاح کی قوت نمبر ۳۔ ان سے بارش تین سال سے رکی ہوئی تھی اور عورتیں بانجھ پن کا شکار ہو چکی تھیں پس ہود علیہ السلام نے ان سے بارش اور اولاد کا وعدہ استغفار کی شرط پر فرمایا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے جب وہ وہاں سے نکلے تو ان کو بعض حاجیوں نے کہا کہ میں مالہ ارہوں مگر اولاد نہیں، مجھے کوئی چیز بتلا دیں شاید اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا دے دیں۔ اس پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا استغفار کو لازم پکڑو۔ چنانچہ وہ کثرت سے استغفار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک دن میں سات سات سو مرتبہ وہ استغفار کر ڈالتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دس بیٹے عنایت فرمائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا تو نے ان سے دریافت کیوں نہ کر لیا۔ جنہوں نے یہ بتلایا؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ دوسری مرتبہ تشریف لائے تو اس آدمی نے سوال کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا تم نے ہود علیہ السلام کا قول نہیں سنا ویزدکم قوۃ الی قوتکم اور نوح علیہ السلام کا قول و یمددکم باموال و بنین [نوح: ۱۲] وَلَا تَتَوَلَّوْا (اور تم منہ نہ موڑو) اعراض نہ کرو اس سے جس کی طرف میں بلاتا ہوں مُجْرِئِیْن (مجرم بکر) اپنے جرائم اور گناہوں پر اصرار کر نیوالے نہ بنو۔

۵۳: قَالُوا يَهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ (انہوں نے کہا اے ہود تو ہمارے لئے کوئی دلیل لیکر نہیں آیا) یہ کذب و جھوٹ کی وجہ سے انہوں نے کہا جیسا کہ قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو کہا اور لولا انزل علیہ ایت من ربہ [الرعد: ۷] ان آیات کو فوت کرنے کی وجہ سے (جو ہم مطالبہ کرتے ہیں) وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي الْهَيْئَةِ عَنْ قَوْلِكَ (ہم تیری بات سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں) یہ قار کی الہتیا کی ضمیر سے حال ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے وما نترك الهتنا صادرين عن قولك۔ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اس حال میں کہ تیری بات سے واپس لوٹنے والے ہیں۔ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ (اور نہ ہی ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں) ہمارے لئے یہ درست نہیں کہ تیرے جیسے آدمی کی تصدیق کریں اس بات میں جس کی طرف وہ دعوت دیتا ہے۔ اس سے مقصود آپ و ایمان سے ناامید کرنا ہے۔

۵۴: اِنْ نَقُولُ اِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ الْهَيْئَةِ بَسُوْءٍ (ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تمہیں ہمارے بعض معبودوں کی مار پڑی ہے) اِنْ حرف نفی ہے ایک بات کے سواء ہر بات کی نفی کی اور وہ اعتراف پہنچ جانا بعض الہتنا بسوء سوء سے جنون و بدحواسی مراد ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ ما نقول قولا الا هذه المقالة۔ ہم تو صرف یہ بات کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں نے تمہیں برائی سے چھو لیا ہے۔ قَالَ اِنِّيْ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاُشْهِدُوكُمْ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (کہا بیشک میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ ہو جاؤ کہ میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو)

۵۵: مِنْ دُوْنِهِ (اس کے سواء) تمہارے اس کے ساتھ الہہ کو شریک ٹھہرانے سے۔ مطلب یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں تمہارے معبودوں سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو بری ہوں اور تم گواہ ہو جاؤ کہ میں اس سے بری ہوں اور شہادت کو لفظ امر سے ذکر کیا جس طرح وہ آدمی کہتا ہے جسکے درمیان ناراضگی ہو جائے۔ مجھے تم سے محبت نہیں اسکی تذلیل اور شرمندہ کرنے کیلئے۔

إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي

بیشک میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اسکی گرفت میں نہ ہو، بیشک میرا رب

عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۵۶ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ

صراط مستقیم پر ہے، سو اگر تم روگردانی کرو تو میں سب کچھ پہنچا چکا ہوں جو پیغام دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور میرا رب تمہارے سوا

رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا إِنَّ رَبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِیْظٌ ۝۵۷ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا

کسی دوسری قوم کو تمہارے قائم مقام کر دے گا، اور تم اسے کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکو گے، بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے اور جب ہمارا حکم آپہنچا

نَجَّيْنَاهُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَنَجَّيْنَهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝۵۸ وَتِلْكَ

تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود کو اور ان لوگوں کو نجات دے دی جو ایمان لا کر ان کے ساتھ تھے اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے نجات دے دی اور یہ تھے

عَادٌ تَجَادُّوْا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝۵۹ وَاتَّبِعُوا فِي

قوم عاد کے لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش ضدی کی بات کا اتباع کیا اس دنیا میں ان کے

هَذِهِ الدُّنْيَا لَعَنَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ الْإِنَّا عَادٌ أَكْفَرُوا رَبَّهُمْ ۖ أَلَا بَعْدَ الْعَادِ قَوْمٌ هُودٌ ۖ

نیچے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی، خبردار بلاشبہ قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خبردار عاد کے لئے دوری ہے جو ہود کی قوم ہے۔

قوم کو چیلنج:

فَكَيْدُوْنِي جَمِيْعًا (پس تم تمام میرے خلاف تدبیر کرلو) تم اور تمہارے معبود تم لا تُنْظَرُوْنَ (پھر تم مجھے مہلت بھی نہ دو) نہ مہلت دو۔ مجھے تمہاری اور تمہاری تدبیر کی کوئی پرواہ نہیں اور نہ ہی تمہارا بے چڑھ دوڑنے کا خطرہ ہے خواہ تم میرے خلاف ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ تمہارے معبود مجھے کیسے نقصان دے سکتے ہیں۔ جبکہ وہ جماد ہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں نہ نفع اور کس طرح وہ مجھ سے انتقام لے سکتے ہیں جبکہ میں ان کے متعلق یہ باتیں مخالفت میں کہہ رہا ہوں اور ان کی عبادت سے ہٹا اور رکا ہوا ہوں کہ وہ مجھے انتقام پاگل کر دیں۔ یا عقل دور کر دیں۔

۵۶: إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا (بیشک میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے کوئی جاندار ایسا نہیں مگر وہ اسکی پیشانی کے بالوں سے پکڑنے والا ہے) اس کا مالک ہے جب ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر اپنے توکل اور اسکی حفاظت پر یقین اور ان کے مکر سے حفاظت کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کا ذکر لائے جو اسکی

ذات پر توکل کو لازم کرتا ہے جیسے اسکی ربوبیت جو اس پر اور ان کو شامل ہے اور ہر جاندار پر اسکا قبضہ اور ملک اور اسکی قوت قاہرہ اور سلطانی کے سامنے ہر ایک کی مغلوبیت الاخذ بالناصیۃ یہ درحقیقت ایک تمثیل ہے۔ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے) میرا رب حق پر ہے اس سے عدول نہیں کرتا۔ یا میرا رب صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

۵۷: فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّا اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَيْكُمْ (اگر تم منہ پھیرو تو وہ پیغام پہنچا چکا جو میں تمہاری طرف دیکر بھیجا گیا ہوں) وہ اس حیثیت میں ہے کہ جس سے تم پر حجت قائم ہوگئی وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ (اور میرا رب تمہارے علاوہ دوسری قوم کو تمہارا نائب بنائے گا) یہ جملہ مستانفہ ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کر دے گا اور دوسری قوم کو لے آئے گا جو تمہارے شہروں میں تمہاری جگہ ہونگے اور تمہارے اموال میں بھی۔ وَلَا تَضُرُّوْهُ (تم اس کو نقصان نہ پہنچا سکو گے) تمہارے اعراض کر دینے کی وجہ سے شینا (ذرہ بھر) بالکل ذرا سا نقصان اس لئے کہ مضار اس کو پہنچایا جا ہی نہیں سکتا۔ بلکہ تم اپنے آپ کو نقصان پہنچاؤ گے۔

اِنَّ رَبِّيْ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ (بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے) رقیب و نگہبان ہے۔ تمہارے اعمال اس سے مخفی نہیں رہ سکتے اور وہ تمہارے مواخذہ سے بے خبر نہیں۔ یا جو ذات تمام چیزوں پر نگران ہو وہ ان کا محافظ ہوتا ہے اور تمام چیزیں نقصان سے بچنے کیلئے اسکی حفاظت کی محتاج ہوتی ہیں تم جیسے ایسی ذات کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

عذاب کی آمد اور ایمان والوں کی نجات:

۵۸: وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (جب ہمارا عذاب والا حکم آگیا تو ہم نے ہود (علیہ السلام) اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے تھے نجات دی) ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا (اپنی مہربانی سے) نہ کہ ان کے علم کے سبب یا نمبر ۲۔ ایمان کے ذریعہ ہم نے ان پر انعام کیا وَنَجَّيْنَاهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ (ہم نے ان کو سخت عذاب سے نجات دی) نجینا کو دوبارہ تاکید کیلئے لائے۔ نمبر ۲۔ آخرت کے عذاب سے اور آخرت کے عذاب سے زیادہ کوئی عذاب سخت نہیں۔

۵۹: وَتِلْكَ اَعَادُ (یہ قوم عاد) ان کی قبور و آثار کی طرف اشارہ فرمایا گویا کہنے والا کہہ رہا ہے تم زمین میں چلو اور ان کی طرف عبرت کی نگاہ سے دیکھو۔ پھر ان کے حالات کے بیان کو دہرایا اور فرمایا جَعَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی) کیونکہ جب انہوں نے اپنی طرف مبعوث رسول کی نافرمانی کی تو گویا تمام رسل اللہ کی نافرمانی کر دی۔ ارشاد الہی ہے لَا تَفْرُقْ بَيْنَ رُسُلِهِ [البقرہ: ۲۸۵] وَاتَّبِعُوْا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ (ہر ظالم ہر سرکش کے حکم کی اتباع کی) مراد اس سے رُو ساء اور تکذیب رسل کی طرف بلانے والے داعی ہیں کیونکہ یہی لوگ تو لوگوں کو مختلف کاموں پر ظلم سے مجبور کرتے اور اپنے رب سے عناد رکھتے ہیں۔ اتباع امر سے ان کی اطاعت مراد ہے۔

۶۰: وَاتَّبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اور ان کے پیچھے اس دنیا کی زندگی میں لعنت اور قیامت کے دن لعنت لگا دی گئی) جب وہ رسولوں کے علاوہ دوسروں کی اطاعت کرنے والے تھے تو لعنت کو دونوں جہانوں میں ان کا تابع بنا دیا۔ اَلَا

اِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ (خبردار عادنے اپنے رب کا انکار کیا خبردار دوری ہو قوم عاد کیلئے) اَلَا کو دو مرتبہ لائے تاکہ ان کے معاملے کی خوفناکی ظاہر ہو نیز ان کے کفر کا اعلان اور ان کے متعلق بددعا۔ ان سے عبرت حاصل کرنے پر آمادہ کیا گیا اور ان کی حالت سے بچنے پر آمادہ کیا گیا۔ ہلاکت کے بعد ان کی دوری کی بددعا کی گئی حالانکہ یہ تو دعائے ہلاکت ہے۔ اس پر دلالت یہ ہے کہ وہ اس کے مستحق و اہل تھے۔

قَوْمِ هُوْدٍ (ہود کی قوم) یہ عاد کا عطف بیان ہے۔ اس میں ایک اور فائدہ پیش نظر ہے کیونکہ قوم عاد دو ہیں۔ عاد اولی۔ قدیم عاد یہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ہے۔ اور یہ انہی کا واقعہ ہے۔ نمبر ۲ عاد ارم اس کو عاد ثانیہ کہتے ہیں۔ آئندہ آیات انہی کے واقعہ سے متعلق ہیں۔

وَقُلْ لِّاٰدِمْ

وَالِی ثَمُوْدَ اٰخَاهُمْ صٰلِحًا ۚ قَالَ یٰقَوْمُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهُ ۚ هُوَ

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف انکے بھائی صالح کو بھیجا، انھوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، اس نے

اَنْشَاکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَغْمَرْکُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تَوْبُوْا اِلَیْهِ ۚ اِنَّ رَبِّیْ

تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور تمہیں اس میں آباد فرمایا سو تم اس سے مغفرت طلب کرو پھر اس کے حضور میں توبہ کرو۔ بیشک میرا رب

قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۙ ۱۱ ۚ قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا اَتَنْهٰنَا اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ

قریب ہے قول کرنے والا ہے ۱۱ کہنے لگے کہ اے صالح اس سے پہلے تو ہمیں تم سے بڑی امیدیں تھیں کیا تم ہمیں ان چیزوں کی عبادت کرنے سے روکتے ہو جن کی عبادت

اٰبَاؤُنَا وَاِنَّا لَفِیْ شَکٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ مُرِیْبٌ ۙ ۱۲ ۚ قَالَ یٰقَوْمُ اَرَعِیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی

ہمارے باپوں کا کیا کرتے تھے بلاشبہ ہم شک کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو بیشک تم میں شک نہ لگتا ہے صالح نے کہا اے میری قوم تم کو

بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ وَاِنِّیْۤ اَمِّنٌۭ بِرَحْمَةِ رَبِّیْ ۙ ۱۳ ۚ فَمَنْ یَنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصٰیْتُهُ ۚ فَمَا

اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہے، پھر وہ کون ہے جو مجھے اللہ سے بچائے گا اگر میں اسکی نافرمانی کروں؟ سو تم

تَزِیْدُوْنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرِ ۙ ۱۴ ۚ وَیَقُوْمُ هٰذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ لَکُمْ اٰیَةٌ ۚ فَذُرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْ اَرْضِ

میرے لئے نقصان ہی کو بڑھا رہے ہو اور اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے یہ بطور نشانی کے ہے سو تم اسے چھوڑے رکھو اللہ کی زمین میں کھاتی

اللّٰهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ ۚ فَاِخْذْکُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ ۙ ۱۵ ۚ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ

پھرے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا پھر تمہیں جلد آنے والا عذاب پکڑ لے گا۔ سو انھوں نے اس کو مار ڈالا، اس پر صالح نے کہا کہ تم تمہیں دن اپنے

دَارِکُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ ۚ ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ ۙ ۱۶ ۚ فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا بَنَجْنَا صٰلِحًا وَالَّذِیْنَ

گھروں میں بسر کر لو یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا ہونے والا نہیں ہے پھر جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ اہل ایمان تھے

اٰمَنُوْا مَعَهُۥ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَهِنَ خِزٰی یَوْمَیْذٍ ۚ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ۙ ۱۷ ۚ وَاخْذْ

اپنی رحمت سے نجات دے دی اور اس دن کی رسوائی سے نجات دی، بیشک تیرا رب قوت والا ہے اور زبردست ہے اور جن لوگوں نے

الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا الصّٰیحَةَ فَاصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جَثِمٰیْنَ ۙ ۱۸ ۚ کَانَ لَمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۚ اِلَّا اِنَّ

ظلم کیا انہیں جمع نے پکڑ لیا۔ سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے رہ گئے جیسا کہ ان گھروں میں کبھی بے ہی نہ تھے، خبردار

ثَمُوْدَ اَکْفَرُوْا رَبَّهُمْ ۚ اِلَّا بَعْدَ الثَّمُوْدِ ۙ ۱۹ ۚ

قوم ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خبردار دوری ہے ثمود کے لئے۔

۱۱

قوم ثمود اور صالح علیہ السلام:

۶۱: وَالْإِلَهِ إِلَهُكُم مِّنْ إِلَهِ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ (اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا) نہیں پیدا کیا اس زمین سے مگر اسی نے اُنشأ سے مراد آدم علیہ السلام کی مٹی سے تخلیق کی طرف اشارہ ہے۔ پھر آدم علیہ السلام کی نسل سے ان کو پیدا کیا۔ وَاسْتَعْمَرُوا فِيهَا (اور تمہیں زمین میں آباد کیا) یعنی زمین کو آباد کرنے والا بنایا۔ اور تمہارے ذریعہ اس کو آباد کروایا۔ یا نمبر ۲۔ استعمر یہ عمر سے لیا گیا تمہیں طویل عمریں عنایت کیں۔ ان کی عمر تین سو سے ایک ہزار سال تک ہوتی تھی وہ فارس کے بادشاہ تھے انہوں نے بہت نہریں نکالیں درخت بوئے اور طویل عمریں گزاریں مگر اس کے ساتھ ساتھ ان میں ظلم پایا جاتا تھا۔ ان کے زمانہ کے ایک پیغمبر (علیہ السلام) نے ان کی تعمیر کی وجہ دریافت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ انہوں نے میرے ملکوں کو آباد کیا پس میرے بندے اکمیں زندگی گزار رہے ہیں۔ فَاسْتَغْفِرُوا (پس اسی ہی سے معافی طلب کرو) ایمان لا کر اسکی بخشش طلب کرو ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ (پھر اسکی طرف رجوع کرو بیشک میرا رب قریب ہے) قریب رحمت والا ہے۔ مُجِيبٌ (جواب دینے والا ہے) جو اس کو پکارے۔

۶۲: قَالُوا يَصْلِحْ قَدْ كُنْتَ فِينَا (کہنے لگے اے صالح تو ہم میں ہونہار معلوم ہوتا تھا) ہمارے درمیان مَوْجُوعًا قَبْلَ هَذَا (تم پر امیدیں تھیں) نمبر ۱۔ سرداری اور معاملات میں مشورہ کی یا نمبر ۲۔ ہم امید کرتے تھے کہ تو ہمارے دین میں داخل ہو جائے گا اور اس میں ہماری موافقت کرے گا۔

اتَّهِنَّا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا (کیا تم منع کرتے ہو ان معبودوں کی پوجا سے جنکی پوجا ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے) یہ ماضی کی حکایت حال ہے۔ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ (اور ہمیں قطعی طور پر شک ہے اکمیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو) یعنی توحید باری تعالیٰ مُرِيبٌ (تردد میں ڈالنے والا) اشتباہ میں ڈالنے والا یہ ارابہ سے لیا گیا جس کا معنی شک میں مبتلا کرنا ہے۔ ریب اضطراب نفس کو کہتے ہیں جس میں طمانیت اٹھ جائے۔

۶۳: قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَآتَيْنِي مِنْهُ رَحْمَةً (آپ نے فرمایا اے میری قوم اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلائل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی خاص رحمت سے نوازا ہے) رحمت سے یہاں نبوت مراد ہے۔ اِن جوشک کا لفظ ہے اس سے ذکر کیا حالانکہ یقینی طور پر وہ دلیل پر تھے۔

حباب: آپ شدید منکرین کو خطاب فرماتے ہیں گویا اس طرح فرمایا فرض کرو کہ میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور واقعتاً میں نبی برحق ہوں تو غور کرو اگر اس صورت میں میں تمہاری اتباع کروں اور اپنے رب کے حکموں کی نافرمانی کروں تو فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ (تو کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) پھر مجھے کون بچائے گا اِنْ عَصَيْتُهُ (اگر میں اسکی نافرمانی کروں) تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں اور بتوں کی عبادت سے تمہیں منع کرنے میں) فَمَا تَزِيدُ وَنَبِيٌّ (پس تم نہیں بڑھاؤ گے) اپنی اس بات سے کہ اتھانا ان نعبد ما يعبد اباؤنا۔ غَيْرَ تَخْسِيرٍ (سوائے نقصان کے اور کوئی چیز) کہ میری

نسبت خسارے کی طرف کر رہے ہو، یا میں تمہاری نسبت خسارے کی طرف کروں۔

اونٹنی کا معجزہ:

۶۴: وَيَقَوْمٌ هَبْ نَاقَةَ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً (اے میری قوم یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے) **تجوید:** آیت یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اسمیں معنی فعل عامل ہے اسم اشارہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ لکم یہ آیت حال مقدم کے متعلق ہے اگر اسکو مؤخر کر دیتے تو صفت بن جاتا جب مقدم کیا تو حال کی وجہ سے منصوب ہو گیا۔ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ (اس کو چھوڑ دو) (گھومتی پھرتی) اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرتی پھرتی) تمہارے ذمہ اس کے لئے چارہ نہیں۔ اس کے باوجود کہ تمہارا اس میں فائدہ ہے۔ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوءٍ (اسکو برائی سے ہاتھ مت لگاؤ) ذبح کرنا یا کونچیں کاٹنا فیما خذْكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ (تمہیں قریبی عذاب آئے گا) قریب کا معنی جلد ملنے والا۔

۶۵: فَعَقَرُوْهَا (پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں) بدھ کے دن فَقَالَ (پس صالح علیہ السلام نے کہا) تَمَتَّعُوا (زندگی سے نفع اٹھاؤ) فِيْ ذٰرِكُمْ (اپنے گھروں میں) شہروں میں بلاد کو دیار فرمایا کیونکہ اسی میں گھوما آیا جایا جاتا ہے یعنی اپنی مرضی سے تصرف کیا جاتا ہے۔ یا دنیا کے گھروں میں ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ (تین دن) پھر تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا پس وہ ہفتے والے دن ہلاک ہوئے۔ ذٰلِكَ وَعَدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ (یہ ایسا وعدہ ہے جس میں جھوٹ نہیں) اسمیں جھوٹ نہیں حرف کو حذف کر کے ظرف میں وسعت پیدا کر دی اور مفعول بہ کے قائم مقام لائے یا وعدہ جھوٹ بولنا نہیں اس طرح کہ مکذوب مصدر ہے جیسا معقول۔

۶۶: فَلَمَّا جَاءَ اٰمُرُنَا (جب ہمارا حکم آیا) عذاب والا یا ہمارا عذاب آيَا نَجِيْنًا صٰلِحًا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا (ہم نے بچایا صالح (علیہ السلام) اور ان لوگوں کو جو ان پر ایمان لائے اپنی مہربانی سے) شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ جن کو نجات ملی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملی نہ کہ اپنے عمل سے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا یدخل احد الجنة الا برحمة اللہ۔ کوئی آدمی جنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر داخل نہ ہوگا۔ وَمِنْ خِزْيٍ يَوْمَئِذٍ (اور اس دن کی رسوائی سے) اس رسوائی کی نسبت یوم کی طرف کی اور یوم اضافت سے مجرور ہے)

قراءت: مدنی و علی نے یوم کو فتح سے پڑھا ہے۔ کیونکہ یہ اذ کی طرف مضاف ہے اور وہ مثنیٰ ہے ظرف زمان کی اضافت جب اسمائے مبہمہ کی طرف اور افعال ماضیہ کی طرف کر دی جائے تو مثنیٰ بن جاتے ہیں اور مضاف الیہ سے بناء حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسا نابغہ کا شعر، علی حین عاتبت المشیب علی الصبا واذا عطفہ ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے ونجیناہ من خزی یومئذ یعنی ذلت و رسوائی سے بچالیا اور اس سے بڑی رسوائی اور کیا ہوگی کہ غضب الہی کا شکار بن جائے اور انتقام خداوندی کا نشانہ بنے۔ یَوْمَئِذٍ سے قیامت کا دن بھی مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ عذاب غلیظ کی تفسیر عذاب آخرت سے کی گئی اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ (بیشک آپ کا رب ہی طاقت ور ہے) اپنے اولیاء کو نجات دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ الْعَزِيزُ (زبردست ہے) اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے میں غلبہ پانے والا ہے۔

قوم ثمود کی چیخ سے ہلاکت :

۶۷: وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ (اور ظالموں کو چیخ نے آیا) جبریل علیہ السلام کی چیخ فَاَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ (وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں) اپنے منازل میں ہی جثیمین (اوندھے منہ) مردہ ہو گئے مرے مرے رہ گئے۔

۶۸: كَانَ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا (گویا گھروں میں رہتے ہی نہ تھے) ان میں اقامت ہی اختیار نہ کی۔ اَلَا اِنَّ ثَمُوْدًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ (خبردار! قوم ثمود نے اپنے رب کی نافرمانی اختیار کی)

قراءت: حمزہ حفص نے ثمود بغیر الف پڑھا ہے۔ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ (خوب سن لو قوم ثمود کیلئے دوری ہے)۔

قراءت: علی نے ثمود پڑھا ہے۔ ثمود کو منصرف قبیلہ کی طرف نسبت کرنے یا بڑے جد کی طرف نسبت سے پڑھا گیا ہے اور غیر منصرف خاندان کی نسبت ماننے کی وجہ سے ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے، انھوں نے سلام کے الفاظ بولے، ابراہیم نے سلام کا جواب دیا پھر دیر نہ لگائی کہ ایک

يَعِجِّلُ خَبِيرٌ ۖ فَلَمَّا رَأَى أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا

تلا ہوا پھر اے آئے۔ سو جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اسکی طرف نہیں پہنچ رہے ہیں تو ان کی طرف سے خوفزدہ ہو گئے انھوں نے کہا

لَا تَخَفْ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَى قَوْمِ لُوطٍ ۖ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَلَبَسَ نَهَابًا اسْحَقُ

آپ ڈریں نہیں بیشک ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اسکی بیوی کھڑی ہوئی تھی سو وہ ہنس پڑی سو ہم نے اسے اسحاق کی

وَمِنْ وَرَاءِ اسْحَقَ يَعْقُوبُ ۖ قَالَتْ يُوَيْلَتِي ۖ أَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي

اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی وہ کہنے لگی ہائے خاک پڑے، میں بچہ جنوں کی حالانکہ میں بڑھیا ہوں، اور یہ میرے شوہر

شَيْخًا إِنَّ هَذَا الشَّيْءُ عَجِيبٌ ۖ قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحِمَتُ اللَّهِ

بڑے میاں ہیں، بیشک یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ وہ کہنے لگے کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت ہو

وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۖ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ

اور اسکی برکتیں ہوں، بلاشبہ اللہ مستحق حمد ہے بڑائی والا ہے، پھر جب ابراہیم کا خوف جاتا رہا

وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۖ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ۖ

اور اس کے پاس خوشخبری آگئی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں جدال شروع کر دیا بیشک ابراہیم بردبار رحمدل، رجوع کرنے والے تھے،

لَا بُرْهِيمَ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ لَفِي عَذَابٍ غَيْرِ مُرْدُوْدٍ ۖ

اے ابراہیم اس بات سے اعراض کرو، بیشک تمہارے رب کا حکم آ چکا ہے اور بیشک ان پر عذاب آنے والا ہے جو واپس نہ ہوگا۔

ابراہیم علیہ السلام اور بشارت والے فرشتے:

۶۹: وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا (تحقیق ہمارے قاصداً آئے) جبرئیل، میکائیل، اسرافیل علیہ السلام یا نمبر ۲۔ جبرئیل گیارہ فرشتوں کے ساتھ (علیہم السلام) ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لیکر (لڑکے کی بشارت یا قوم لوط کی ہلاکت کی بشارت مگر اول قول راجح ہے۔ قَالُوا سَلَامًا) فرشتوں نے کہا ہم آپ کو سلام کرتے ہیں) ہم آپ کو سلام کرتے ہیں، سلام کرنا۔

قَالَ سَلَمٌ (آپ نے کہا تم پر سلام ہو) تمہارا کام سلامتی ہے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے سَلَمٌ پڑھا معنی اس کا بھی سلام ہے۔ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ (وہ زیادہ دیر نہ ٹھہرے کہ ان کے پاس بچھڑا لائے) لانے میں دیر نہ کی بلکہ جلدی کی یا ان کی آمد نہ رکی۔ الْعَجَلُ بچھڑا، ابراہیم علیہ السلام کا مال گائیں تھیں۔ حَتِيذٌ (بھنا ہوا)۔ گرم پتھروں کے ذریعہ بھنا ہوا۔

۷۰: فَلَمَّا رَأَوْا أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ (جب دیکھا ان کے ہاتھوں کو کہ وہ نہیں پہنچ رہے کھانے کو تو اوپر محسوس کیا ان کو) نکرو انکر کا معنی ناگوار ہونا۔ ان کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی مہمان ان کا کھانا چھو لیتا تو اس سے مطمئن ہو جاتے ورنہ خطرہ محسوس کرتے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ملائکہ ہیں اور اوپر اس لئے محسوس کیا کیونکہ ان کو خطرہ ہوا کہ ان کا نزول کسی ایسے معاملے کی وجہ سے ہوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ہے۔ یا میری قوم کو عذاب دینے کیلئے اسکی دلیل ان کا یہ قول ہے وَأَوْسَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً أَنْ كَيْفَ يَخْفَوْنَ قَالَوْا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمٍ لُّوطٍ (انہوں نے کہا ڈرو نہیں بیشک ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں) عذاب دینے کیلئے اور یہ ان کو کہا جاتا ہے جن کو پہچان تو لیا جائے مگر ان کے آنے کا مقصد معلوم نہ ہو۔ فرشتوں نے لا تخف کہا کیونکہ خوف کے آثار اور تغیر ان کے چہرے پر محسوس کیا۔

۷۱: وَأَمْرَاتُهُ قَائِمَةٌ (ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی ہوئی تھی) پردے کے پیچھے جو ان کی گفتگو کو سن رہی تھی یا ان کے سروں پر کھڑی خدمت کر رہی تھی۔ فَضْجَتْ (پس وہ ہنس دئی) زوال خوف پر خوش ہو کر یا اہل خباثت کی ہلاکت پر یا قرب عذاب کے باوجود قوم لوط کی غفلت پر یا ان کو اسی وقت حیض آگیا (جیسا ضحکت الارنب۔ خرگوش کو حیض آیا)

بشارت اسحق و یعقوب:

فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ (ہم نے ان کو اسحاق کی خوشخبری دی) سارہ کو بشارت کے ساتھ خاص اس لئے کیا کیونکہ عورتیں لڑکے کی بشارت پر بہت خوش ہوتی ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ اس کے ہاں لڑکا نہ تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کا دوسرا لڑکا اسماعیل دوسری بیوی سے تھا۔ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ (اور اسحاق کے بعد یعقوب کی)

قراءت: یعقوب منصوب، شامی، حمزہ، حفص نے فعل مضمرب کی وجہ سے پڑھا۔ جس پر دلالت موجود ہے۔ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ ای فبشرناھا بإسحاق و وہبنا لھا یعقوب من وراء إسحاق ہم نے اس کو اسحاق کی خوشخبری دی اور یعقوب عنایت کیا اسحاق کے بعد۔ دوسرے قراء نے ابتداء کی وجہ سے مرفوع پڑھا ہے۔ اور ظرف من وراء جو اس سے پہلے ہے اس کو خبر مانا ہے۔ جیسا کہتے ہیں فی الدار زید۔

۷۲: قَالَتْ يَوْنِلْتَنِي (اس نے کہا کیا خوب بھلا) الف یا اضافت سے تبدیل ہو کر بنی ہے۔

قراءت: حسن نے یَوْنِلْتَنِي اصل پر یا کو پڑھا ہے۔ ءَا لِدُوْنَا عَجُوزٌ (کیا میں بڑھیا بچے جنوں گی) ان کی عمر نوے سال تھی۔ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا (اور یہ میرے خاوند بوڑھے ہیں) ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔

مُحْجَرٌ: هَذَا مَبْتَدَأٌ اور بعلی اکی خبر ہے۔ شیخا حال ہے۔ اس میں عامل معنی اشارہ ہے۔ جس پر ذالالت کر رہا ہے۔ یا تنبیہ کا معنی

عامل ہے جس پر ہذا دلالت کرتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ (بیشک یہ عجیب بات ہے) کہ دو بوڑھوں سے اولاد ہو۔ یہ عادت کے لحاظ سے استبعاد کا اظہار ہے

تعجب کا جواب:

۷۳: قَالُوْا اَتَعْجِبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (انہوں نے کہا کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ تعالیٰ کے حکم سے) امر سے حکمت و قدرت مراد ہے فرشتوں نے سارہ کے تعجب کو عجیب خیال کیا۔ کیونکہ وہ ایسے گھر میں تھیں جس میں آیات قدرت اور معجزات ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ فارق عادت امور کا وہ مہبط تھا۔ پس ان کو مناسب تھا کہ وہ توقیر کرتیں اور اس میں دیگر عورتوں کی طرح اظہار تعجب نہ کرتیں جو کہ بیت نبوت میں نہیں رہتیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہجد کرتیں بجائے اس کے تعجب کرنے لگیں۔ اسی طرف فرشتوں نے یہ کہہ کر اشارہ کیا۔ رَحِمَتْ اللّٰهُ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ (اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر اے گھر والو!) ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ اور اسکی نوازشات ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں معزز فرماتے رہتے ہیں۔ اور اس کا انعام کرنے میں اے اہل بیت نبوت تمہیں خاص کرتے ہیں پس یہ تعجب کا مقام نہیں۔ یہ جملہ مستانفہ جو انکار تعجب کا سبب بیان کر رہا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا اِيَّاكَ وَالتَّعَجُّبُ فَاِنَّ امثال هذه الرحمة والبركة متكاثره من اللّٰه عليكم تو اپنے آپ کو تعجب سے محفوظ کرو۔ اس رحمت و برکت کی مثالیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت زیادہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ رحمت سے نبوت اور البرکات سے اسباط بنی اسرائیل مراد ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام ان میں سے ہوئے اور تمام اولاد ابراہیم علیہ السلام سے تھے اور اہل البیت نداء کی وجہ سے منصوب ہے یا فعل تخصیص مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اِنَّهُ حَمِيْدٌ (بیشک وہ تعریفوں والا ہے) تعریف کیا ہوا شان والا جلد انعامات کی وجہ سے مَجِيْدٌ (مستحق ستائش ہے) ظاہری کرم والا ہے جلد انتقام کے سبب۔

۷۴: فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ (جب ابراہیم علیہ السلام کے دل سے خوف جاتا رہا اور گھبراہٹ دور ہو گئی) الروع وہ گھبراہٹ جو اس خوف کی وجہ سے پیدا ہوئی جب مہمانوں کو اوپر اخیال کیا۔ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرٰى (اور خوشخبری ان کے پاس آ گئی) لڑکے کی بَیْجَادٍ لَّنَا فِى قَوْمٍ لُّوْطٍ (وہ قوم لوط کے متعلق ہم سے جھگڑنے لگے) جب ان کا دل مطمئن ہو گیا اور خوف رفع ہو گیا۔ اور بشارت کی وجہ سے دل خوشی سے لبریز ہو گیا تو مجادلہ کیلئے فارغ ہوئے۔

نَحْوُ: لَمَّا کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اقبل بجداد لنا۔ لگے ہم سے جھگڑنے یا خود بجداد لنا، لما کا جواب ہے۔ حکایت حال کیلئے مضارع لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوگا وہ ہمارے قاصدوں سے جھگڑنے لگے۔ ان کا مجادلہ ان سے اس بات میں تھا کہ انہوں نے کہا انا مہلکوا اهل هذه القرية ہم ان بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا خیال ہے تمہارا اگر اس میں پچاس ایمان والے ہوں تو تب بھی ہلاک کرو گے انہوں نے جواب میں کہا۔ نہیں ابراہیم نے کہا چالیس۔ انہوں نے کہا نہیں ابراہیم نے کہا تیس۔ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ یہاں تک کہ دس تک پہنچے تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ اس وقت ابراہیم نے کہنے لگے۔ قال ان فيها لوطا قالوا نحن اعلم بمن فيها لننجينه واهله [العنکبوت: ۳۲]

۷۵: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ (بیشک ابراہیم بڑے حلیم الطبع) جو سوء ادب سے پیش آتا اس کے ساتھ جلد بازی کرنے والے نہ تھے

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سَيِّئًا بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۖ

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ انکی وجہ سے رنجیدہ ہوئے۔ اور ان کی وجہ سے تنگ دل ہوئے۔ اور کہنے لگے آج کا دن مصیبت کا دن ہے

وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَقَوْمِ

اور انکی قوم کے لوگ ان کے پاس جلدی جلدی دوڑتے ہوئے آگئے، اور وہ اس سے پہلے برے کام کیا کرتے تھے، لوط نے کہا اے میری قوم

هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ

یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لئے پاکیزہ ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی

رَجُلٌ رَشِيدٌ ۚ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ

بھلا مانس نہیں ہے، کہنے لگے کہ تمہیں تو معلوم ہے کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے اور تم تو جانتے ہو

مَا نُرِيدُ ۚ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ۝

ہمارا کیا مطلب ہے لوط نے کہا کاش میرا تم پر زور چلتا ہوتا یا میں کسی مضبوط پائے کی پناہ لے لیتا۔

یا ایذا کو بہت برداشت کرنے والے تھے۔ نافرمانوں کو بہت معاف کرنے والے تھے۔ اَوَّاهُ (رحیم المزاج) اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت آہ بھرنے والے تھے۔ مُنِيبٌ (رجوع کرنے والے) توبہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے یہ تمام صفات رقت قلبی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور رافت و رحمت کا منبع ہیں۔

حاصل: اس سے یہ واضح ہوا کہ یہ وہ صفات تھیں جنہوں نے ان کو مجادلہ پر آمادہ کیا اس امید سے کہ ان سے عذاب کو اٹھالیا جائے۔ اور ان کو مہلت مل جائے کہ شاید وہ تائب ہو جائیں۔ جیسا کہ اسی چیز نے ان کو باپ کیلئے استغفار پر آمادہ کیا۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا۔

۶: يَا اِبْرَاهِيمُ اَعْرِضْ عَنْ هَذَا (اے ابراہیم اس بات کو چھوڑیے) یعنی یہ جھگڑا، اگرچہ مہربانی آپ کی عادت و طبیعت ہے۔ اِنَّهٗ قَدْ جَاءَ اَمْرٌ رَبِّكَ (بیشک تیرے رب کا فیصلہ آچکا) اس کا فیصلہ اور حکم وَ اَنَّهُمْ اَتَتْهُمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ (بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو لوٹا یا نہیں جاسکتا) جھگڑے سے لوٹا یا نہ جائے گا۔ عَذَابٌ یہ اسم فاعل کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور وہ اتيہم ہے تقدیر عبارت یہ ہے و اتيہم یا تيہم بیشک وہ عذاب ان پر آئے گا۔

لوط علیہ السلام اور فرشتے:

۷: پھر وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے نکل کر قوم لوط کی طرف متوجہ ہوئے، ابراہیم علیہ السلام اور قوم لوط کے مابین چار فرسخ

کا فاصلہ تھا۔ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا (اور جب ہمارے قاصد لوط علیہ السلام کے پاس آئے) ان کے پاس آئے اور آپ نے ان کی ہیئت اور خوبصورتی کو دیکھا۔ سِیْءَ بِیْهِمْ (تو ان کو ناگوار ہوا) ان کو غمزہ کر دیا، کیونکہ انہوں نے گمان کیا کہ وہ انسان ہیں۔ پس ان کے متعلق اپنی قوم کی خباثت کا خطرہ محسوس کیا اور اس وجہ سے بھی کہ وہ ان کی مدافعت اور قوم کے مقابلے سے عاجز تھے۔ وَضَاقَ بِیْهِمْ ذَرْعًا (ان کا دل تنگ ہوا) ذرعا یہ تمیز ہے۔ یعنی ان کی آمد سے آپ کا دل تنگ ہوا وَقَالَ هَذَا یَوْمَ عَصِیْبٍ (اور کہنے لگے یہ دن بڑا سخت ہے) روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو ہلاک نہ کرو جب تک لوط چار مرتبہ گواہی نہ دیں۔ چنانچہ ان کو گھر لیکر چلے تو انہیں فرمایا کیا تمہیں اس شہر والوں کا رویہ معلوم نہیں۔ انہوں نے کہا ان کا معاملہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ سطح زمین پر عمل کے لحاظ سے یہ بدترین بستی ہے۔ آپ نے یہ بات چار مرتبہ دہرائی۔ فرشتوں کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے اور کسی کو کان و کان خبر تک نہ ہوئی۔ لوط علیہ السلام کی بیوی نکلی اور اپنی قوم کو ان کی اطلاع دی۔

قوم کا کردار اور لوط علیہ السلام کا طرز عمل:

۷۸: وَجَاءَهُ قَوْمُهُ یُہْرَعُونَ اِلَیْهِ (اور لوط علیہ السلام کے پاس ان کی قوم تیز تیز آئی) تیزی کرتے ہوئے گویا ان کو کوئی پیچھے سے دھکیل کر لا رہا ہے۔ وَمِنْ قَبْلُ کَانُوا یَعْمَلُونَ السَّیِّئَاتِ (اس سے پہلے وہ برے کام کرتے تھے) اس وقت سے پہلے وہ بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ یہاں تک وہ اس کے عادی ہو چکے اور اسکی برائی ان کے ہاں سے اڑ چکی۔ اسی لئے سرعام دوڑتے ہوئے آئے ان کو حیاء مانع نہ ہوا۔ قَالَ یٰلَقَوْمٍ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِیْ (کہا اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں) پس تم ان سے نکاح کر لو انہوں نے اپنے مہمانوں کو اپنی بیٹیوں کے ذریعہ پہچانا چاہا اور یہ انتہائی مہربانی کی بات ہے۔ مسلمان عورتوں کا نکاح اس وقت کفار کے ساتھ جائز تھا۔ جس طرح کہ ابتدائے اسلام میں اس امت میں بھی جائز تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دونوں بیٹیوں کا نکاح عتبہ بن ابی لہب اور ابوالعاص سے کر دیا تھا حالانکہ وہ دونوں کافر تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کے دو بڑے سردار تھے آپ نے چاہا کہ اپنی دونوں بیٹیوں کا نکاح ان سے کروالیں۔ هُنَّ اَطْهَرُ لَکُمْ (وہ زیادہ پاک ہیں تمہارے لیے) میں حلال کر دیتا ہوں۔

تفسیر: هَٰؤُلَاءِ مَبْتَدَآءُ اَوْرَبْنَاتِیْ اس کا عطف بیان۔ ہن ضمیر فصل اور اطرہ خبر ہے۔ یا نمبر ۲۔ بناتی خبر ہے۔ اور ہن مبتداء اور اطرہ اسکی خبر۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ (تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) ان کے نکاح کو ان پر ترجیح دیکرو وَلَا تُخْزَوْنَ (اور تم مجھے رسوا نہ کرو) میری توہین نہ کرو اور نہ رسوا کرو۔ یہ الخزی سے بنا ہے۔ نمبر ۲۔ مجھے شرمندہ نہ کرو۔ یہ الخزایہ سے ہے جس کا معنی الحیاء ہے۔

قراءت: ابو عمرو نے وصل میں یا سے پڑھا۔ فِیْ ضِیْفِیْ (میرے مہمانوں کے حق میں) کیونکہ جب کسی کا مہمان رسوا ہو جائے یا اس کا پڑوسی تو وہ رسوا ہو جاتا ہے اور یہ شرفاء کا طرز عمل ہے۔ اور اصل جواں مردی ہے۔ اَلِیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ (کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں) یعنی کوئی ایک ایسا آدمی جو سیدھا راستہ بتائے اور اچھے کام سکھائے اور برائی سے روکے۔

۷۹: قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنَاتِکَ مِنْ حَقِّ (انہوں نے کہا تو جانتا ہے کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں میں کوئی حق نہیں) حق کا معنی حاجت ہے کیونکہ عورتوں سے نکاح کرنا یہ ہمارے مذہب سے خارج ہے۔ ہمارا مذہب تو مذکروں سے بدفعی ہے۔ وَ اِنَّکَ

قَالُوا يَلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصْلُوْا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ

فرشتوں نے کہا اے لوط بیشک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ سو تم رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جاؤ

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَمْرَاتَكَ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ

اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جانا بیشک اسے وہی عذاب پہنچے والا ہے جو قوم کے سب لوگوں کو پہنچے گا، بیشک

مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۚ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ۝۸۰ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا

صبح کا وقت ان کے عذاب کے لئے مقرر ہے کیا صبح قریب نہیں ہے۔ سو جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے زمین کے اوپر کے تختے کو

سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ۚ مِّنْضُودٍ ۝۸۱ مَّسُومَةٍ عِنْدَ

نیچے کر دیا اور ہم نے اس زمین پر کھنکر کے پتھر برسا دیئے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے پاس سے نشان لگائے

رَبِّكَ ۚ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ۝۸۲

ہوئے تھے اور یہ بستیوں ان ظالموں سے دور نہیں۔

لَتَعْلَمُنَّ مَا نُرِيدُ (اور تم ہمارا ارادہ جانتے ہو) مراد انہوں نے مذکروں سے بد فعلی لی۔ حالانکہ ان کیلئے اس میں کوئی شہوت نہ تھی۔
۸۰: قَالَ لَوْ أَن لِّیْ بِكُمْ قُوَّةٌ أَوْ آوِیْ اِلَی رُكْنٍ شَدِیْدٍ (کہا اگر میرے اندر تمہیں دفع کرنے کی قوت ہوتی) (تو تمہیں دفع کر دیتا) یا میں مضبوط رکن کی طرف سہارا لیتا) لو کا جواب محذوف ہے۔ یعنی تو میں ایسا کر گزرتا اور ضرور کرتا۔ مطلب یہ ہے اگر میں ذاتی طور پر تمہارے خلاف طاقت پاتا یا ایسے مضبوط کی پناہ لیتا جس سے میں اپنی پشت کو سہارا دیتا اور اس کے ذریعہ تمہیں روکتا۔ وہ اپنے دست و بازو کے ساتھ تم سے حفاظت کرتا طاقتور زبردست کو پہاڑ کے ستون سے مضبوطی میں تشبیہ دی اور حفاظت میں مشابہت دی۔

۸۱: روایت میں ہے کہ جب وہ مہمان آئے تو آپ نے دروازہ بند کر لیا اور کفار کو لوٹانے کی کوشش کرنے لگے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ان سے جھگڑ رہے تھے کہ وہ دیوار پھاند کر اندر آ گئے۔ جب ملائکہ نے لوط علیہ السلام کی تکلیف دیکھی تو انہوں نے کہا قَالُوا یَلُوْطُ (کہا اے لوط) بیشک تمہارا ستون تو بڑا مضبوط ہے۔ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ (بیشک ہم تیرے رب کے قاصد ہیں) پس دروازہ کھول دیں۔ اور ان سے ہم نیٹ لیں گے۔ آپ نے دروازہ کھولا جوں ہی وہ داخل ہوئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کی سزا کی اجازت چاہی اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔ آپ نے اپنا پران کے مونہوں پر مارا جس سے ان کی آنکھوں کا نشان مٹ گیا۔ اور وہ اندھے ہو گئے جیسا فرمایا فطمسنا اعینہم [القر: ۳۷] اب ان کو بھاگنے کا راستہ نظر ہی نہ آتا تھا۔ یہ ہجوم یہ کہتے ہوئے نکلا کہ بچاؤ بچاؤ! لوط کے گھر میں جادو گر رہتے ہیں۔ لَنْ یَّصْلُوْا اِلَیْكَ (وہ ہرگز آپ تک پہنچ نہیں سکتے)۔

مُخَوِّدٌ: یہ جملہ موضحہ ہے جو ماقبل کی وضاحت کر رہا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قاصد ہیں اس لئے یہ ہرگز آپ تک پہنچ نہیں سکتے۔ اور نہ آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

ہدایات برائے عذاب:

فَاسِرٍ (پس تم رات کو لے چلو)

قراءت: حجازی نے وصل کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ سری سے ہے۔ بِأَهْلِكَ يَقْطَعُ مِنَ اللَّيْلِ (اپنے اہل کے ساتھ رات کے حصے میں) کچھ رات گزرنے پر یا نصف رات ہونے پر وَلَا يَلْتَفِتُ مِنْكُمْ أَحَدٌ (اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے) پیچھے کی طرف پلٹ کر۔ یا نمبر ۲۔ وہ اس چیز کی طرف نہ دیکھے جو اس کے پیچھے ہے۔ نمبر ۳۔ تم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے۔ إِلَّا أَمْرًا تَكُ (مگر تمہاری بیوی) یہ فاسر باہلک سے مستثنیٰ ہے۔

قراءت: مکی، ابو عمرو نے احد کا بدل قرار دے کر مرفوع پڑھا ہے۔

بیوی کے آپ کے اہل کے ساتھ نکالنے کی دو روایتیں ہیں۔ نمبر ۱۔ اپنے ساتھ اس کو نکالا اور حکم دیا کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر وہ۔ جب اس نے اس عذاب کا سنا تو مڑ کر پیچھے دیکھا اور کہہ اٹھی ہائے۔ میری قوم! ایک پتھر اس کے آگے جس سے وہ ہلاک ہوگئی۔ نمبر ۲۔ اس کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ پیچھے رہے۔ ان کی محبت اس کے دل میں تھی اس کو رات ساتھ لیکر نہ چلے۔ قراءتوں کا اختلاف دونوں روایتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ (اس عورت پر وہ عذاب آئے گا جو ان پر آئے گا) یعنی بیشک معاملہ یہ ہے روایت میں ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو کہا متی موعده هلاكهم۔ ان کی ہلاکت کا وعدہ کب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ (بیشک ان کے وعدہ کا وقت صبح ہے) حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا میں اس سے جلد چاہتا ہوں۔ تو فرشتوں نے کہا اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ (کیا صبح قریب نہیں)

انجام قوم:

۸۲: فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے ان کے اوپر کو نیچے کر دیا) جبریل علیہ السلام نے اپنے پر کو اس کے نیچے رکھا پھر آسمان کی طرف اٹھا کر بلند کیا یہاں تک کہ آسمان والوں نے کتوں کے بھونکنے اور مرغوں کی بانگ کو سنا۔ پھر اس کو الٹ دیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش کی اور اس کا تذکرہ اس ارشاد میں ہے۔ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ (ہم نے ان پر کھنگر کے پتھر برسائے) سجیل کا لفظ معرب ہے (سنگ گل) سے دوسرے مقام میں اس طرح فرمایا حِجَارَةٌ مِنْ طِينٍ [الذاریات: ۳۳] مَنصُودٌ (مسل) یہ سجیل کی صفت ہے نمبر ۱۔ یہ درپہ نمبر ۲۔ جمع شدہ جو عذاب کیلئے تیار کئے گئے تھے۔

۸۳: مُسَوَّمَةٌ (نشان زدہ) یہ حجارة کی صفت ہے یعنی عذاب کیلئے ان پر نشان کیا گیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ہر ایک پر اس ظالم کا نام لکھا تھا۔ عِنْدَ رَبِّكَ (تمہارے رب کی طرف سے) نمبر ۱۔ اس کے خزانوں سے نمبر ۲۔ اس کے حکم سے وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ (اور وہ بستیوں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں) نمبر ۱۔ کوئی بعید چیز نہیں۔ اسمیں اہل مکہ کو وعید ہے۔ جبریل علیہ

وَالِی مَدَیْنِ اَخَاهُمْ شُعَبًا قَالَ یَقُوْمُ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِهِ ۙ

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْيَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَیُّۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ

اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو بیشک میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ آسودہ حال ہو بیشک میں تم پر ایک ایسے دن کے عذاب کا اندیشہ

عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۙ ۝۸۶ وَیَقُوْمُ اَوْفُوا الْمِکْيَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا

کرتا ہوں جو گھیر لینے والا ہوگا، اور اے میری قوم انصاف کے ساتھ ناپ تول کو پورا کرو اور لوگوں کو

تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْتَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۙ ۝۸۷ بِقِیَّتِ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّکُمْ

چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد مچانے والے نہ بنو۔ اللہ کا دیا ہوا جو کچھ بچ جائے وہ تمہارے لئے بہتر ہے

اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ؕ وَمَا اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ ۙ ۝۸۸ قَالُوْۤا یَشْعِبُ اَصْلُوْتُکَ تَأْمُرُکَ

اگر تم مومن ہو اور میں تم پر پہرہ دینے والا نہیں ہوں۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ بتاتی ہے

اَنْ تَتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشَآءُ اِنَّکَ لَا اَنْتَ

کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں، بیشک تم تو

الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ۙ ۝۸۷

بڑے بردبار ہونیک ملن ہو۔

السلام نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپ کی امت کے ظالم ان میں کوئی ظالم ایسا نہیں جو پتھر کے نشانے پر نہ ہو۔ اور وہ کسی بھی گھڑی اس پر گر سکتا ہے۔ نمبر ۲۔ ضمیر کا مرجع بستیوں والوں کی طرف ہے۔ کہ یہ بستیاں مکہ کے ظالموں سے کچھ دور نہیں اپنے سفروں میں ان کا آتے جاتے ان پر گزر رہوتا ہے۔

قوم شعیب علیہ السلام:

۸۳: وَالِی مَدَیْنِ اَخَاهُمْ شُعَبًا (مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا) مدین ان کے شہر کا نام ہے یا ان کے جد امجد مدین بن ابراہیم کا نام ہے۔ مطلب یہ ہے ہم نے شعیب علیہ السلام کو ساکنین مدین کی طرف بھیجا یا مدین کی اولاد کی طرف بھیجا۔ قَالَ یَقُوْمُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِهِ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْيَالَ وَالْمِیْزَانَ (کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی

عبادت کرو۔ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ماپ تول میں کمی نہ کرو) مکملی چیز مکمال کے ساتھ موزونی چیز میزان کے ساتھ یعنی اَرْکُمْ بِخَيْرٍ (میں تمہیں مالدار پاتا ہوں) دولت و وسعت والا جو ماپ تول میں کمی سے تمہیں بے نیاز کرنے والی ہے یا میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان کا حق یہ ہے کہ تم وہ کام نہ کرو۔ جو تم کر رہے ہو۔ وَ اِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ (مجھے تمہارے متعلق گھبراؤ کرنے والے عذاب کا خطرہ ہے) محیط کا معنی مہلک جیسا دوسری آیات میں ہے و احیط بشمرہ [الکہف: ۴۲] اور اصل میں یہ احاطۃ العدو سے بنا ہے مراد اس سے ایسا عذاب ہے جو دنیا میں تمہیں نہیں کر دے یا آخرت کا عذاب۔

ایک معاشرتی مرض:

۸۵: وَيَقُوْمُ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ (اے میری قوم تم ماپ تول اور وزن کو پورا کرو) پورا کر کے دو بِالْقِسْطِ (انصاف سے) عدل کے ساتھ

نکتہ: پہلے انہیں اس قباحت سے بچنے کا حکم دیا جس میں وہ مبتلا تھے۔ ماپ تول میں ڈنڈی مارتا پھر اس کو جو عقل میں بھی خوب ہے پورا کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ اسکی طرف ان کی رغبت بڑھے اسی لئے بالقسط کے لفظ کا اضافہ کیا کہ تمہیں انصاف کے ساتھ برابر تول، ماپ کر دینا چاہئے کہ نہ کمی رہے نہ زیادتی ہو۔

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ (لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو) الخس۔ کمی کو کہتے ہیں۔ وہ جو چیزیں خریدتے ان کی چیزوں میں کمی کرتے۔ پس اس سے ان کو روک دیا گیا۔ وَلَا تَعْفُوا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (اور زمین میں فساد مچاتے مت پھرو) العنی اور العیث سخت قسم کے فساد کو کہتے ہیں، مثلاً سرقہ، لوٹ مار ڈاکہ زنی وغیرہ اور یہ بھی درست ہے کہ البخس و تطفیف کو العنی (شدید فساد) ان کے حق میں قرار دیا ہو۔

۸۶: بَقِيَّتُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا جو بچ جائے) جو حلال مال حرام سے پرہیز کے بعد بچ جائے۔ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ اگر تم مومن ہو) اس شرط پر کہ تم ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا بہت بہتر ہے کفار کیلئے بھی کیونکہ وہ اسکی وجہ اسلام لا کر بخش و تطفیف کی مصیبت سے چھوٹ جائیں گے۔ البتہ ایمان کے ساتھ تو اس کا فائدہ حصول ثواب، عقاب سے نجات کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ ایمان کے بغیر یہ فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ مالدار اس صورت میں کفر کے گہرے پانی میں ڈبکیاں کھا رہا ہے۔ اس میں ایمان کی عظمت ذکر کردی اور اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کے متعلق خبردار کر دیا۔ یا نمبر ۲۔ مطلب یہ ہے اگر تم میری باتوں میں میری تصدیق کرو اس حال میں کہ میں مخلصانہ نصیحتیں تمہیں کر رہا ہوں۔ وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (میں تم پر پہرہ دار نہیں ہوں) اسکی ان نعمتوں کے سلسلہ میں جو اس نے تم پر کر رکھی ہیں پس تم خود ان کی حفاظت ماپ تول کی کمی کو ترک کر کے کرو۔

۸۷: قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصْلُوْكَ (کہنے لگے اے شعیب کیا تمہاری نماز) تَاْمُرُكَ اَنْ تَتْرَكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَاؤُا (تمہیں حکم دیتی ہے کہ چھوڑ دیں ان معبودوں کو جنکی پوجا ہمارے آباء و اجداد کرتے تھے۔ یا ہم اپنے اموال میں

قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَرَزَقْنِي مِنْهُ رِزْقًا

شعیب نے کہا کہ اے میری قوم تم بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ اپنی طرف سے ایک بڑی دولت عطا فرمادی ہے تو میں تمہیں حق کی دعوت دیتا

حَسَنًا وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَمْلِكُمْ إِلَىٰ مَا أَنهَضَكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ

کیسے چھوڑ دوں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اس طرح تمہاری مخالفت کروں کہ جن کاموں سے روکتا ہوں انہیں خود کرنے لگوں میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں

مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿۸۸﴾

جہاں تک مجھ سے ہو سکے، اور جو کچھ مجھے توفیق ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں

وَيَقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمِ

اور اے میری قوم تمہیں میری مخالفت اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تمہیں اس طرح کا عذاب پہنچ جائے جو قوم نوح یا قوم

هُودٍ أَوْ قَوْمِ صَالِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوا لَكُمْ ثُمَّ تَوْبُوا

ہوؤ یا قوم صالح کو پہنچا، اور قوم لوط تم سے دور نہیں ہے اور تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اسکے حضور میں

إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ ﴿۹۰﴾

توبہ کرو بیشک میرا رب رحم فرمانے والا ہے بڑی محبت فرمانے والا ہے۔

جو ہم کرتے ہیں وہ چھوڑ دیں) حضرت شعیب علیہ السلام بہت زیادہ نفل نماز پڑھتے تھے۔ ان کی قوم ان کو کہتی اس نماز کا کیا فائدہ آپ جواب میں فرماتے نماز محاسن و خوبیوں کا حکم دیتی ہے اور قبائح سے باز رکھتی ہے۔ اس پر بطور تمسخر کہنے لگے۔ اصلو تک تا مرنہ کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ تو ہمیں ان کی عبادت کے ترک کا حکم دیتا ہے۔ مَا يَعْْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ (جن کی پوجا ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے یا ہم کرنا چھوڑ دیں) ہم وسعت و پھیلاؤ کرنا۔ فِی اَمْوَالِنَا مَا نَشَا (اپنے اموال میں اپنی مرضی استعمال کرنا) پورا دینا اور کم کرنا یا یہ بھی درست ہے کہ نمازوں کو مجازاً امر بنایا جائے جیسا اللہ تعالیٰ نے مجازاً ان کو نا ہی قرار دیا ہے۔ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ (بیشک تو حوصلے والا سمجھدار بنا پھرتا ہے) یعنی تو بیوقوف و گمراہ ہے۔ یہ استہزاء الٹ نام انہوں نے استعمال کیا۔ نمبر ۲۔ تو ہمارے نزدیک حوصلہ مند سمجھدار ہے۔ مگر تو ہمارے ساتھ وہ سلوک نہیں کر رہا جو تیرے حال کے مناسب ہے۔

جواب شعیب علیہ السلام:

۸۸: قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَرَزَقْنِي مِنْهُ (کہا اے میری قوم! دیکھو تو! اگر میں اپنے رب کی

طرف سے دلیل پر قائم ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے اچھا رزق عنایت فرمایا ہے۔ رِزْقًا حَسَنًا (اچھا رزق) یعنی نبوت و رسالت یا حلال مال بغیر شخص و تطفیف کے اَرَاءَ يَتُمُّ کا جواب محذوف ہے۔ یعنی تم مجھے بتلاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں۔ اور حقیقت میں اسکا سچا پیغمبر ہوں۔ کیا میرے لئے یہ صحیح نہیں کہ بتوں کی عبادت کے چھوڑنے اور گناہوں سے رکنے کا تمہیں حکم دوں۔ جبکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہی اسی مقصد کیلئے ہوتی ہے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے خالفنی فلان الی کذا جب وہ قصد کرے اور تم اس سے منہ موڑنے والے ہو۔ اور خالفنی عنہ کہتے ہیں وہ منہ موڑنے والا اور تم اس چیز کا قصد کرنے والے ہو۔ مثلاً تمہیں کوئی آدمی پانی کے گھاٹ سے لوٹتے ہوئے ملے اور تم اس سے اس کے دوست کے متعلق دریافت کرو کہ وہ کہاں ہے وہ جواب میں کہے خالفنی الی الماء تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پانی کی طرف جاتے ہوئے تو میرے ساتھ تھا۔ اور اب میں گھاٹ سے لوٹ کر جا رہا ہوں (اسکو وہیں چھوڑ کر) حضرت شعیب علیہ السلام کا قول اسی قسم میں سے ہے۔ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَكُمُ عَنْهُ (یعنی میرا یہ ہرگز مقصود نہیں کہ تمہاری خواہشات و شہوات کی طرف تم سے سبقت کروں جن شہوات سے میں تمہیں منع کرتا ہوں۔) تاکہ تمہاری بجائے میں خود ان پر قبضہ جمالوں اِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ (بلکہ میرا مقصود فقط اصلاح ہے) میں اپنے وعظ و نصیحت سے تمہاری اصلاح کرنا چاہتا ہوں۔ میرے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی مقصود یہی ہے۔ مَا اسْتَطَعْتُ (جتنی میں طاقت رکھتا ہوں) یہ ظرف ہے اصلاح کیلئے میری طاقت و امکان کی مدت تک یعنی جب تک میری استطاعت ہے اصلاح کو چھوڑ نہیں سکتا۔ اور اس کے لئے کوشش میں کوئی کمی نہ کرونگا۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ (اور عمل صالح کی توفیق مجھے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملی ہے۔ جو کچھ میں کرتا اور چھوڑتا ہوں وہ اسکی اعانت و تائید سے ہے۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ (اسی ہی پر میں نے توکل کیا) اعتماد کیا وَالْيَهُ اُنِيبُ (اسی ہی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں) میں خوشحالی اور تگدستی میں اسی ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

۸۹: وَيَقَوْمٍ لَا يَبْجُرُ مِنْكُمْ شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ (اے میری قوم میری مخالفت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے۔ کہ کہیں تمہیں پہنچ جائے) میری مخالفت اس نتیجہ پر نہ پہنچادے کہ تم عذاب تک پہنچ جاؤ۔ جرم کا لفظ یہ کسب کی طرح ایک اور دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ قَتْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ (جو عذاب پہنچا قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو) غرق، آندھی اور زلزلے کے عذاب بالترتیب ان اقوام پر آئے۔ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِنْكُمْ بِبَعِيدٍ (اور قوم لوط تم سے دور نہیں) ان کا زمانہ قریب ہے۔ نمبر ۱۔ وہ ہلاک شدہ لوگوں میں زمانہ کے لحاظ سے قریب تر ہیں۔ نمبر ۲۔ یا جگہ کے لحاظ سے نزدیک ہیں ان کے تباہ شدہ مکانات تمہارے قریب ہیں۔ نمبر ۳۔ جن اعمال سے وہ ہلاکت کے مستحق ہوئے۔ کفر، گناہ۔ ان میں تمہارے اور ان کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں۔

مَحْجُورٌ: قریب اور بعید اسی طرح قلیل و کثیر میں مذکور و مؤنث کا فرق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایسے مصادر کے اوزان پر ہیں جن میں تذکیر و تانیث میں برابری ہے مثلاً الصَّهِيلُ النَّهِيْقُ وغیرہ۔

۹۰: وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ (تم اپنے رب سے شرک و معاصی کی معافی مانگو پھر اسکی طرف رجوع

قَالُوا يَشْعِبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرِيكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلَا

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب تم جو کچھ کہتے ہو اس میں سے بہت سی باتیں ہم نہیں سمجھتے، اور بلاشبہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہمارے درمیان کمزور ہو اور اگر

رَهْطُكَ لَرَجَمُكَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بَعِزٌّ ۙ ۱۱ قَالَ يَقَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُمْ

تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے، اور ہمارے نزدیک تم کچھ عزت والے نہیں ہو، شعیب نے کہا کہ اے میری قوم کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک عزت میں

مِّنَ اللَّهِ ۖ وَاتَّخَذْتُ مَوْهُ وَرَاءَكُمْ ظَهْرِيًّا ۚ إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۙ ۱۲ وَيَقَوْمِ

بڑھ کر اللہ سے زیادہ ہے اور تم نے اسے پس پشت ڈال دیا، بلاشبہ میرا رب ان کاموں کا احاطہ کئے ہوئے ہے جنہیں تم کرتے ہو، اور اے میری قوم

اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ ۱۳ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ

تم اپنی جگہ پر کام کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں، تم عنقریب جان لو گے کہ کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا،

وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۖ وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ ۙ ۱۴ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا

اور یہ بھی جان لو گے وہ کون شخص ہے جو جھوٹا ہے۔ انتظار کرو بیشک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں، اور جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیب کو

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَاتَّخَذُوا الصَّيْحَةَ فَأَصْبَحُوا فِي

اور ان لوگوں کو نجات دیدی جو انکے ساتھ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ظلم کیا انہیں سخت آواز نے پکڑ لیا سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے

دِيَارِهِمْ جَثِمِينَ ۚ ۱۵ كَانُوا لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ ۱۶ أَلَا بُعْدًا لِّلْمَدِينِ ۚ كَمَا بَعْدَتْ ثَمُودُ

گرے ہوئے رہ گئے گویا کہ وہ ان میں رہے ہی نہ تھے خیردار مدین کے لئے دوری ہے جیسا کہ ثمود دور ہوئے

کرو بیشک میرا رب مہربان ہے (رحیم ہے کہ اہل جفاء کو ایمان والوں میں سے بخش دیتا ہے وَدُّودٌ) محبت کرنے والا ہے (اہل وفاء صالحین سے محبت کرتا ہے۔

قوم کا آخری جواب:

۹۱: قَالُوا يَشْعِبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ (کہنے لگے اے شعیب ہماری سمجھ میں تیری بہت باتیں نہیں آتیں) ہم تیرے اقوال کی صحت کو نہیں سمجھتے ذرا غور تو کرو کس طرح وہ ان کے کلام کو نہ سمجھتے ہو گئے حالانکہ وہ تو خطیب الانبیاء تھے؟ وَإِنَّا لَنَرِيكَ فِينَا ضَعِيفًا (اور بیشک ہم تمہیں اپنے میں کمزور پاتے ہیں) ہمارے درمیان نہ تمہاری عزت ہے اور نہ قوت اور اگر ہم تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو تو اس کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمُكَ (اگر تیرا گروہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے)

۸۴

اگر تیرا خاندان نہ ہو تو ہم سنگساری سے تمہیں ہلاک کر دیتے اور یہ بدترین قسم کا قتل ہے۔ آپ کے خاندان والے ان کے ہم مذہب تھے اسی لئے انہوں نے ان کی طرف میلان ظاہر کیا اور ان کا اکرام کیا۔ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ (تو ہمارے ہاں معزز نہیں ہے) تو ہم پر زبردست نہیں اور نہ ہی قابل اکرام ہے کہ قتل سے تمہیں بچا سکے اور نہ ہی بلند ہو کہ ہم سنگساری سے بالاتر خیال کریں البتہ تیرا خاندان ہماری نگاہ میں معزز ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے دین والے ہیں۔ حرف نفی کو ضمیر پر داخل کر کے بتلایا کہ کلام فاعل میں واقع ہو رہا ہے فعل میں نہیں گویا اس طرح کہا گیا۔ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ بل رھطک ہم الاعزۃ علینا اسی لئے ان کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

۹۲: قَالَ يَلْقَوْمِ اَرَهْطِيْ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ (اے میری قوم کیا میرا خاندان وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے ہاں زیادہ عزت والا ہے) اگر معززت علینا کہا جاتا تو یہ جواب صحیح نہ بنتا۔ بلکہ اس طرح فرمایا اَرَهْطِيْ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ اور کلام ان کے اور خاندان کے متعلق کیا جا رہا ہے۔ کہ وہ خاندان ان کے ہاں معزز ہے نہ کہ شعیب، ان کا شعیب علیہ السلام کی توہین کرنا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی توہین تھی اور جب ان کے ہاں ان کا خاندان زیادہ عزت والا تھا نہ کہ شعیب تو گویا انکا گروہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزت والا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر نظر ڈالیں تو یہ بات بخوبی ذہن نشین ہو جائے گی من یطع الرسول فقد اطاع اللہ [النساء: ۸۰] وَاتَّخَذْ تَمُوْهُ وَرَآءَ کُمْ ظَهْرًا (تم نے اس کو پس پشت ڈال دیا) اور اس کو بھلا دیا اور تم نے اس کو پشت پیچھے ڈالی ہوئی چیز کی طرح نسیا منسیا کر دیا کہ اسکی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے۔

مَحْجُوۡرٌ: الظہری یہ الظہر سے اسم منسوب ہے اور کسرہ اسم منسوب کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ امس سے امسی اسم منسوب میں تغیرات بہت ہیں۔ اِنَّ رَبِّیْۤ اِنَّمَا تَعْمَلُوْنَ مَّحِیْطٌ (بے شک میرا رب تمہارے اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے) وہ علم کے اعتبار سے تمہارے اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے اس پر کائنات کی کوئی چیز مخفی نہیں۔

۹۳: وَیَلْقَوْمِ اَعْمَلُوْا عَلٰی مَّكَانَتِكُمْ (اے میری قوم تم اپنی جگہ کام کرو)

مَحْجُوۡرٌ: یہ مکانۃ بمعنی مکان ہے۔ کہا جاتا ہے۔ مکان و مکانۃ و مقام و مقامۃ۔ یا نمبر ۲۔ مکن کا مصدر ہے فہو مکن جب کسی چیز پر قابو پالے۔ مطلب یہ ہوگا تم کام کرو۔ اس حال میں کہ تم اپنی جانب سے ٹھہرنے اور جمنے والے ہو اس جانب جو کہ شرک اور میری دشمنی والی ہے۔ نمبر ۳۔ اپنی طاقت بھر میری عداوت و دشمنی کرلو۔

اِنِّیْۤ اَعْمَلٌ (بیشک میں کام کرنے والا ہوں) اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ مجھے نصرت و تائید عنایت فرماتے ہیں اور مجھے ٹھکانہ دینے والے ہیں۔ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ یَّاتِیْہٖ عَذَابٌ یُّخْزِیْہٖ وَمَنْ هُوَ کَاذِبٌ (جلدی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے۔ جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا ہے)۔

مَحْجُوۡرٌ: من استفہامیہ ہے اور فعل علم سے معلق ہے۔

گویا اس طرح کہا گیا سوف تعلمون اینا یأتیہ عذاب یخزیہ (رسوا کرتا ہے) واینا هو کاذب۔ تم عنقریب جان لو گے کہ ہم میں سے کون ہے جس پر عذاب اتر کر اس کو رسوا کرتا ہے۔ اور ہم میں سے کون جھوٹا ہے میں یا تم۔ یا موصولہ ہے گویا

اس طرح کلام ہے۔ سوف تعلمون الشقی الذی یأتیہ عذاب یخزیه والذی هو کاذب فی زعمکم ودعواکم۔ تم عنقریب اس بد بخت کو جان لو گے جس پر وہ عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا۔ اور وہ جو کہ تمہارے خیال اور دعوے میں جھوٹا ہے۔ فا کو سوف پر داخل کیا تا کہ ایسے حرف سے وصل ظاہر ہو جو وصل کیلئے بنایا گیا ہے اور فا کو ہٹانے کی صورت میں وصل تقدیری ہے اور جملہ مستانفہ ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے گویا اس طرح کہا گیا پھر کیا ہوگا اگر ہم اسی کیفیت سے کام کرتے رہیں اور تم اپنا کام کرتے رہے؟ تو جواب دیا۔ سوف تعلمون، تفنن فی البلاغۃ کیلئے تو دونوں صورتیں درست ہیں مگر جملہ مستانفہ زیادہ بلغ ہے۔ وَاذْثَقُبُوا (تم انتظار کرو) تم انجام کا انتظار کرو۔ اور میں نہیں کہتا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ (بیشک میں تمہارے ساتھ منتظر ہوں) الرقیب الرقاب کے معنی میں ہے (نگران) یہ رقبہ سے نکلا ہے جیسے ضریب بمعنی الضارب۔ نمبر ۲۔ رقیب بمعنی مراقب (ایک دوسرے کا نگران) جیسا عشر بمعنی معاشر نمبر ۳۔ رقیب بمعنی مرتقب جیسے رفیع بمعنی مرتفع (منتظر)

نفاذ عذاب:

۹۴: وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ (جب ہمارا عذاب والا حکم آیا تو ہم نے بچا لیا شعیب کو اور ان کے ساتھ والے مومنوں کو اپنی رحمت سے اور ظالموں کو پکڑ لیا ایک چیخ نے۔) جبریل علیہ السلام نے چیخ ماری تو وہ تمام ہلاک ہو گئے۔ یہ عاد اور مدین کے واقعہ کے آخر میں مذکور ہوا ہے۔ نکتہ: شمود و لوط کے واقعہ کے آخر میں لما جاء فرمایا جبکہ آیت ۶۶ میں فلما جاء فرمایا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں واقعات اس موعد کے بعد ذکر ہوئے جو ان موعدا ہم الصبح [ہود: ۸۱] ذلک وعد غیر مکذوب [ہود: ۶۵] پس فالائے جو سمیت کو ظاہر کرتی ہے جیسا تم کہو وعدہ فلما جاء الميعاد کان کیت و کیت اور دوسرے دونوں واقعات ابتدائی طور پر لائے گئے۔ اس لئے ان کا حق یہ تھا کہ داؤ جمع لا کر ماقبل پر عطف کیا جاتا جیسا ایک قصہ دوسرے پر عطف کیا جاتا ہے۔ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جُلُثِمِينَ (وہ اپنے گھروں میں مرے کے مرے رہ گئے) الجاثم اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ کو لازم پکڑے اور ادھر ادھر نہ سرکے۔ جبریل علیہ السلام نے زور سے چیخ ماری۔ اس اچانک چیخ سے تمام کی روئیں قبض ہو گئیں اور وہ اپنی جگہوں پر مر گئے (اعاذنا الله من عاقبتهم)

۹۵: كَانَ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا (گویا وہ گھروں میں بستے ہی نہ تھے) گویا زندگی میں انہوں نے ان گھروں میں رہائش اختیار ہی نہیں کی نہ تو پورے اختیار سے اور نہ آتے جاتے۔ أَلَا بَعْدًا لِّمَذِيْنٍ (خبردار مدین والوں کیلئے دوری ہو) البعد۔ البعد کے معنی میں ہے۔ اور اس کا معنی ہلاکت ہے۔ جیسے الرشد بمعنی الرشد ہے کیا قرآن مجید کی اس آیت کی طرف نہیں دیکھتے۔ كَمَا بَعْدَتْ لُثْمُودُ (جیسے قوم شمود دور ہوئی)۔

نحو، قراءت: بَعْدَتْ کو بَعْدَتْ پڑھا گیا ہے معنی ہر دو صورت میں ایک ہے۔ یہ قرب کی ضد ہے۔ مگر انہوں نے بَعْد بمعنی ہلاکت کے درمیان اور دوسرے کے درمیان فرق کیا پس بناء کو بدل دیا جیسا کہ خیر و شر کے زمانوں میں تفریق کرتے ہوئے کہتے ہیں وعد و اوعَد پہلا وعدہ رہتا اور دوسرا ڈرانا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۙ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات اور روشن دلیل کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا سو ان لوگوں نے فرعون کی بات کا

فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ۙ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ

اتباع کیا اور فرعون کی بات صحیح نہ تھی، قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر وہ ان کو دوزخ میں اتار دے گا

وَبِئْسَ الْوَرْدُ الْمَوْرُودُ ۙ وَاتَّبَعُوا فِي هَذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ بئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ ۙ

اور وہ بری جگہ ہے جس میں ان لوگوں کا اترنا ہوگا اور ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگادی گئی اور قیامت کے دن بھی ان پر لعنت ہوگی۔ برا انعام ہے جو انہیں دیا گیا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْقُرٰى نَقِصُّهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ۙ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ

یہ بستیوں کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں ان میں سے بعض بستیاں قائم ہیں اور بعض بالکل ختم ہو گئیں، اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن

ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَمَا اَغْنَتْ عَنْهُمْ اِلٰهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، ان کے معبودوں نے جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے کچھ بھی فائدہ

شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۙ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيۡبٍ ۙ

نہ دیا۔ جب آپ کے رب کا حکم آگیا اور انہوں نے ہلاکت کے علاوہ کسی چیز میں اضافہ نہیں کیا

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ:

۹۶: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰى بِآيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات دے کر اور واضح دلائل کے ساتھ بھیجا) مراد سلطان مبین سے عصا ہے کیونکہ یہ تمام سے زیادہ واضح ترین نشانی تھی۔

۹۷: اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهٖ فَاتَّبَعُوْا (فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف پس انہوں نے اتباع کی) سرداروں نے اتباع کی اَمْرُ فِرْعَوْنَ وَمَا اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ (فرعون کے حکم کی اور فرعون کا حکم صحیح نہ تھا) اس میں قلعین فرعون کی جہالت ظاہر کی گئی ہے کہ انہوں نے فرعون کا کھلا گمراہ کن عمل قبول کر لیا اور وہ یہ تھا کہ اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا حالانکہ وہ ان جیسا انسان تھا۔ اور سرعام ظلم و شرارت پھیلانے والا تھا جو کہ شیطان ہی کا کارنامہ ہو سکتا ہے۔ چہ جائیکہ اس کو الوہیت کے منصب پر بٹھا دیا جائے۔ (نعوذ باللہ من الحمقاء والحمافة) اور اس میں یہ بتلایا کہ قبطیوں نے ان آیات کا معائنہ کیا اور سلطان مبین بھی دیکھی اور ان کو یقین ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام ہدایت و حق پر ہیں۔ پھر بھی ان کی اتباع سے اعراض کر کے اسکی اتباع کی جس کی اتباع میں رشد و ہدایت کا نشان تک نہ تھا۔ نمبر ۲۔ یا مراد یہ ہے کہ اس کا کام نیک نہ تھا۔ اچھے انجام والا نہ تھا۔

۹۸: يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا) وہ مقتداء ہوگا اور وہ اس کے پیچھے ہونگے۔ یہ ماقبل کی تفسیر و ایضاح ہے۔ کہ اس کا کام رشد و ہدایت والا کس طرح ہو سکتا ہے۔ جس کا انجام یہ ہو؟ الرشید کا لفظ ہر اس چیز میں استعمال ہوتا ہے جو پسندیدہ اور قابل تعریف ہو جیسا کہ انی کا لفظ ہر قابل مذمت چیز پر بولا جاتا ہے۔ اور قدمہ بمعنی تقدمہ کے ہے آگے آگے ہونا۔ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ پس ان کو آگ میں داخل کرے گا۔ یہ لفظ ماضی لایا گیا کیونکہ ماضی امر موجود پر دلالت کرتا ہے اور قطعیت ظاہر کرتا ہے گویا اس طرح کہا گیا یقدمهم فیوردهم النار لا محالة وہ ان سے آگے ہوگا اور ان کو بہر صورت آگ میں داخل کرے گا۔ یعنی جس طرح وہ گمراہی میں نمونہ تھا۔ اس طرح آگ کی طرف بھی ان کے آگے جائیگا اور وہ اس کے پیچھے ہوں گے۔ وَبِئْسَ الْوَرْدُ الْمَوْرُودُ (بہت برا ہے وہ گھاٹ جس پر وہ وارد ہوئے) الورد بمعنی مورد ہے۔ المورد جس پر وہ وارد ہوئے۔ اس میں اس کو فارط (سابق) سے تشبیہ دی جو کہ وارد سے پہلے گھاٹ پر پہنچتا ہے اور اس کے متبعین کو واردہ سے تشبیہ دی پھر فرمایا یہ بدترین گھاٹ ہے۔ جس پر وہ اترے ہیں یعنی جہنم کی آگ کیونکہ گھاٹ پر پیاس کی تسکین کیلئے جاتے ہیں اور وہ آگ میں اترے ہیں جو پانی کی ضد ہے۔

فرعونیوں کا انجام:

۹۹: وَاتَّبِعُوا فِي هَذِهِ (ان کے پیچھے لگا دی گئی اس دنیا کی زندگی میں) ہذہ سے دنیا مراد ہے۔ لَعْنَةُ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ (لعنت کو اور قیامت کے دن) ان پر دنیا میں بھی لعنت کی جائے گی اور آخرت میں بھی ملعون ہونگے۔ بِئْسَ الْوَرْدُ الْمَوْرُودُ (بہت برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا) یعنی بدترین مرد اور بدترین وہ جن کو یہ امداد ملی۔ نمبر ۲۔ جس کو یہ عطاء ملی بدترین عطاء ملی۔ ۱۰۰: ذَلِكَ (یہ) یہ مبتداء۔ ہِمْنُ أَنْبَاءِ الْقُرَى (بستیوں والے کے واقعات و خبریں ہیں) یہ خبر ہے۔ نَقْصَةُ عَلَيْكَ (جو ہم تمہیں بیان کر رہے ہیں) یہ دوسری خبر ہے یعنی یہ خبر ان بعض اخبار میں سے ہے۔ جو ہلاک شدہ شہروں کی ہم نے بیان کیں۔ مِنْهَا (ان میں سے) ان بستیوں میں سے قَائِمٌ وَحَصِيدٌ (بعض کھڑی اور بعض کٹ کر فنا کے گھاٹ اتر چکیں) یعنی بعض کے آثار باقی ہیں۔ اور بعض کے نشانات بھی مٹ چکے جیسا کہ وہ کھیتی جو اپنی پوری پر کھڑی ہو اور وہ کھیتی جو کٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔ نَحْوُ: یہ جملہ متانفہ ہے۔ اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

عذاب کے وقت کسی معبود نے کام نہ دیا:

۱۰۱: وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ (اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا) ان کو ہلاک کر کے وَلَكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا) ان چیزوں کا ارتکاب کر کے جنگی وجہ سے ہلاک کئے گئے۔ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمْ (ان کو کچھ فائدہ نہ دیا ان کے معبودوں نے) اللہ تعالیٰ کی پکڑ کو ان سے ہٹانہ سکے۔ الَّتِي يَدْعُونَ (وہ معبود جن کو وہ پکارتے تھے) ان کی عبادت کرتے تھے گزشتہ حالت کی حکایت ہے۔ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ لَمَّا جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ (اللہ تعالیٰ کے سواء جبکہ تیرے رب کا عذاب والا حکم آیا) امر سے عذاب مراد ہے۔

نَحْوُ: لَمَّا يه ما اغنت کی وجہ سے منصوب ہے۔ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ (اور نہ اضافہ کیا سوائے بربادی کے اور کسی چیز کا)

وَكَذٰلِكَ اَخَذُ رَبُّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظٰلِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهُ الْيَمُّ شَدِيْدٌ ۝۱۲

اور آپ کے رب کا پکڑنا اسی طرح ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ ظالم ہوں، بیشک امکا پکڑنا دردناک ہے سخت ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۝۱۳ ذٰلِكَ يَوْمُ مَجْمُوْعٍ لِّهٖ النَّاسُ

بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ یہ ایسا دن ہوگا جس میں تمام آدمی جمع کئے جائیں گے

وَذٰلِكَ يَوْمُ مَّشْهُوْدٍ ۝۱۴ وَمَا تُؤَخِّرُهُۥ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝۱۵ يَوْمَ يٰٓاتِ لَا تَكَلَّمْ

اور یہ وہ دن ہوگا جو سب کی حاضری کا دن ہے اور ہم اسے مؤخر نہیں کر رہے ہیں مگر تھوڑی سی مدت کے لئے جس وقت وہ دن آئے گا کوئی شخص اللہ کی اجازت کے

نَفْسٍ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌْٓٔ وَسَعِيْدٌ ۝۱۶ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا

بغیر بات نہ کر سکے گا سو ان میں شقی ہوں گے اور سعید ہوں گے، سو جو لوگ شقی ہوں گے وہ دوزخ میں ہوں گے اس میں انکی

زَفِيْرٌ وَشٰهِيْقٌ ۝۱۷ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۝۱۸

چیخ و پکار ہوگی وہ اس میں ہمیشہ ٹھہرے رہیں گے جب تک کہ آسمان اور زمین قائم رہیں الا یہ کہ آپ کے رب کی مشیت ہو،

اِنَّ رَبَّكَ فَعٰلٌ لِّمَا يَرِيْدُ ۝۱۹ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعَدُوْا فِى الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ

بے شک آپ کا رب جو کچھ چاہے پورے طور سے کر سکتا ہے اور لیکن وہ لوگ جو سعید ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں

فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۝۲۰ عَطَاٰ غَيْرَ مَجْدُوْدٍ ۝۲۱

گئے جب تک آسمان و زمین قائم رہیں الا یہ کہ آپ کے رب کی مشیت ہو، یہ بخشش بھی منقطع نہ ہوگی،

فَلَا تَكُ فِىْ مَرِيْۢةٍ مِّمَّا يَعْبُدُوْهُۥٓ هُوَ الْاَزِيْزُ ۝۲۲ مَّا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْْبُدُ اٰبَاؤُهُمْ

سو اے مخاطب جس چیز کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں تو اس کے بارے میں شک میں نہ پڑنا یہ لوگ اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جیسا کہ پہلے انکے باپ

مِّنْ قَبْلُ ۝۲۳ وَاِنَّا لَمَوْفُوْهُۥٓوْهُمْ نَصِيْبُهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ۝۲۴

اور ہم ان کو ان کا پورا پورا حصہ دے دیں گے جس میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔

نقصان کہا جاتا ہے تب جبکہ وہ نقصان میں پڑے۔ اور تبہ غیرہ جبکہ کسی دوسرے کو نقصان میں ڈالے یعنی غیر اللہ کی عبادت نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ ان کو ہلاک کیا۔

۱۰۲: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) کاف محل مرفوع ہے ای مثل ذلک الاخذ اس جیسا پکڑنا۔ اَخَذُ رَبُّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى

(تیرے رب کا پکڑنا ہے جبکہ اس نے بستیوں والوں کو پکڑا) القرّی سے اہل القرّی مراد ہیں۔ وَهِيَ ظَالِمَةٌ (جبکہ وہ ظالم تھی) یہ القرّی سے حال ہے۔ اِنَّ اَخَذَهُ اَلَيْمٌ شَدِيدٌ (بیشک اسکی پکڑ بڑی سخت دردناک ہوتی ہے) الیم مولم کے معنی میں ہے دردناک اور شدید۔ پکڑے ہوئے پر سخت ہوتی ہے۔ یہ ہر ظالم بستی کیلئے ڈراوا ہے خواہ مکہ والے ہوں یا کوئی اور۔ ظالم کو چاہئے کہ وہ جلد توبہ کرے اور مہلت کے دھوکے میں مبتلا نہ ہو۔

تذکرہ آخرت اور استدراج مجرم:

۱۰۳: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) جو کچھ کہ ہلاک ہونے والی امتوں کے متعلق بیان کیا لایۃً (البتہ عبرت ہے) لِمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ (اس کے لئے جو ڈرا آخرت کے عذاب سے) یعنی اس عذاب کے وجود اور صحیح ہونے کا اعتقاد رکھا۔ ذٰلِكَ (یہ) کا مشار الیہ یوم القیامۃ ہے کیونکہ عذاب آخرت اس پر دلالت کر رہا ہے۔ یَوْمَ مَّجْمُوْعٌ لَّهٗ النَّاسُ (جس دن میں لوگ جمع کئے جائیں گے) الناس یہ مرفوع ہے مجموع کی وجہ سے جیسا کہ اس کا فعل رفع دیتا ہے یہاں فعل کے بجائے اسم مفعول کو اس لئے ترجیح دی گئی تاکہ جمع کا معنی اس دن کیلئے اچھی طرح ثابت ہو جائے اور جمع کی نسبت لوگوں کی طرف کر کے اس بات کو مزید پختہ کر دیا کہ لوگ اس سے جدا نہ ہونگے بلکہ حساب و کتاب کیلئے اکٹھے ہونگے اور ثواب و عقاب کو پائیں گے۔

وَذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (اور یہ ایسا دن ہے کہ جس دن شہادت دینے والے شہادت دیں گے) یعنی اس دن میں حاضر ہونگے۔ مفعول بہ کی جمع ظرف لائے تاکہ وسعت پیدا ہو۔ مطلب اس طرح ہوا کہ تمام مخلوق موقف حساب میں حاضر ہوگی ان میں سے کوئی غائب نہ ہوگا۔

۱۰۴: وَمَا نُوْخِرُوْہُ (اور ہم نہیں اس کو مؤخر کر رہے) یعنی مذکورہ دن کو، الاجل، تمام مہلت کی مدت پر بولا جاتا ہے اور اسکی انتہاء کو بھی کہتے ہیں اور گننا اور شمار کرنا تو اسکی مدت کو بیان کرنے کیلئے غایت و منجہا کیلئے نہیں۔ پس اس ارشاد کا معنی اِلَّا لَا جَلَ مَعْدُوْدٍ (مگر ایک مقررہ مدت کیلئے) نمبر ۱۔ مگر اس لئے کہ گنی ہوئی مدت پوری ہو جائے۔ مضاف مدۃ حذف کر دیا یا نمبر ۲۔ ہم اس دن کو مؤخر نہیں کر رہے مگر اسلئے تاکہ وہ مدت ختم ہو جائے جو ہم نے بقائے دنیا کیلئے مقرر کی ہے۔

۱۰۵: یَوْمَ یَاْتِ (جس دن آئے گا) قراءت: مکی نے یا سے پڑھا اور ابو عمرو، نافع، علی نے وصل میں اسکی موافقت کی ہے۔ اور اصل یا کا اثبات ہے کیونکہ حذف کی کوئی وجہ نہیں یا کا حذف اور کسرہ پر اکتفاء لغت ہذیل میں کثرت سے ملتا ہے اور اسکی مثال ماکننا نبغ [الکہف: ۶۳] اور یات کا فاعل ضمیر ہے جو اس قول کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یوم مجموع لہ الناس - [ہود: ۱۰۳] اس یوم کی طرف جو یات سے پہلے آ رہا ہے یوم یہ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا لَا تَكْلَمُ کی وجہ سے یہ لا تکلم ہے (نہ کلام کرے گا)۔ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (کوئی نفس مگر اس کے حکم سے) یعنی کسی کی کوئی سفارش نہ کر سکے گا مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جیسا فرمایا من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنه [البقرہ: ۲۵۵]

دو قسمیں، شقی و خوش نصیب اور انجام:

فَمِنْهُمْ (پس ان میں سے) ہم کی ضمیر اہل موقف کی طرف راجع ہے کیونکہ لا تکلم نفس اس پر دلالت کر رہا ہے اور لوگوں کا

تذکرہ مجموعہ له الناس میں گزرا ہے [ہود: ۱۰۳] شَقِيٌّ (بد بخت) معذب وَّ سَعِيدٌ (خوش نصیب) اور ان میں خوش نصیب ہونگے نعمتوں والے۔

۱۰۶: فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُّوا فِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَ شَهِيْقٌ (پس پھر وہ لوگ جو بد بخت ہوئے وہ آگ میں جائیں گے ان کے لئے اس میں چیخیں اور پکاریں ہوں گی)۔ زَفِيرٌ گدھے کی آواز کی ابتدائی کیفیت اور شَهِيْقٌ گدھے کی آواز کی انتہاء نمبر ۲۔ سانس کا نکالنا اور لوٹانا۔ یہ جملہ حال ہے اور اکس میں عامل استقرار ہے جو نار میں ہے۔

۱۰۷: خَالِدِينَ فِيهَا (وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے) یہ حال مقدرہ ہے۔ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ جب تک رہیں آسمان اور زمین (یہ موضع نصب میں ہے یعنی مدۃ دوام السموات والارض۔ آسمانوں و زمین کے دوام کی مدت اور آسمان و زمین سے آخرت کے آسمان و زمین مراد ہیں۔ وہ دوامی ہوں گے اور ابد کیلئے بنائے جائیں گے۔ اور آخرت میں آسمان و زمین کے وجود کیلئے یہ آیت دلیل ہے۔ یوم تبدل الارض غیر الارض و السموات [ابراہیم: ۴۸] نمبر ۲۔ جب تک فوق و تحت باقی ہے کیونکہ آخرت والوں کیلئے ایسی چیز ہوگی جو ان کو اٹھائے اور ان پر سایہ کرے گی خواہ سایہ کرنے والا آسمان ہو یا عرش اور ہر چیز جو سایہ کرے وہ سماء ہے۔ نمبر ۳۔ یہ ہمیشگی کی تعبیر ہے اور انقطاع کی نفی ہے جیسے کہتے ہیں ملاح کو کب وغیرہ تابید کے کلمات بولے جاتے ہیں۔ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ (مگر جو چاہے تیرا رب) نمبر ۱۔ یہ خلود فی النار سے استثناء ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اہل نار عذاب نار میں اکیلے ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ ان کو ز مہر یو (شدید سردی) اور کئی اقسام کے عذابوں سے جو آگ کے علاوہ ہوں گے سزا دی جائے گی۔ نمبر ۲۔ ماشاء کا معنی من شاء ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا ان کو الجہنمیین کہا جائیگا۔ یہ اہل جنت سے الگ بیان کئے کیونکہ عرصہ دراز تک اہل جنت سے جدا رہے۔ اور یہ بد بخت کامل طور پر نہیں کیونکہ (تابید فی النار) آگ میں ہمیشگی سے بچائے گئے اور ابتداء سعادت مند نہ بنے کہ بغیر آگ کے چھونے کے جنت میں پہنچ جاتے۔ (انتہاء سعادت مند بن گئے کیونکہ آگ سے نکل گئے) یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک و قتادہ رحمہما اللہ سے مروی ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِیدُ (بیشک آپ کا رب کر گزرنے والا ہے جو وہ ارادہ کرتا ہے) شقی اور سعید کے متعلق۔

۱۰۸: وَأَمَّا الَّذِينَ سَعَدُوا (اور پھر جو لوگ خوش نصیب ہوں گے) قراءت: حمزہ علی، حفص نے سَعَدُوا پڑھا ہے۔ سَعَدٌ لازم ہے۔ اور سَعَدٌ یَسْعَدُ متعدی ہے۔ فِی الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ (پس وہ جنت میں جائیں گے اکس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جب تک رہیں آسمان و زمین مگر جو چاہے تمہارا رب) نمبر ۱۔ یہ خلود فی الجنة سے استثناء ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جنت کے علاوہ ان کو جنت سے بڑی چیزیں بھی دی جائیں گی۔ اور وہ رؤیت باری تعالیٰ اور اسکی رضا مندی ہے۔ نمبر ۲۔ اسکا معنی یہ ہے کہ ما بمعنی من ہو کہ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے کہ اس کو جنت میں داخلے سے پہلے عذاب دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ استثناء دونوں آیات میں اہل جنت کیلئے ہے۔ (رواہ ابن مردویہ الدر المنثور) اس کا معنی وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دیا کہ گناہ گار مومن کیلئے خلود فی النار نہیں ہے کیونکہ اس کو بالآخر نکال لیا جائے گا اور اس کا جنت میں خلود نہ ہوا کیونکہ وہ ابتداء میں جنت میں داخل نہ ہوا۔

معز لہ کی عبرتناک حرکت:

جب انہوں نے دیکھا کہ اس آیت سے گناہ گاروں کے خلود فی النار والا مسئلہ باطل ہوتا ہے تو ان تمام احادیث کا انکار کر دیا جو اس سلسلہ میں وارد ہیں۔ اور یہ بدترین گناہ ہے۔

عَطَاءٌ غَيْرُ مَجْذُوذٍ (ایسا عطیہ جو منقطع نہ ہوگا) غیر منقطع مگر ایسے زمانہ تک جائیگا جس کی انتہاء نہیں جیسا کہ فرمایا اللہم اجر غیر ممنون [فصلت: ۸] یہ عطاء یہ اعطو امحذوف کا مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہے ای اعطو اعطاء۔
نکتہ: فرقہ جہمیہ نے چار آیات کا انکار کیا۔ نمبر ۱۔ عطاء غَيْرُ مَجْذُوذٍ۔ ہود نمبر ۲۔ اکلہا دائم [الرعد: ۳۵] نمبر ۳۔ وما عند اللہ باق [النحل: ۹۶] نمبر ۴۔ لا مقطوعة ولا ممنوعة [الواقعة: ۳۳]

مشرکوں کو ضرور سزا ملے گی:

۱۰۹: جب اللہ تعالیٰ نے بتوں کے پجاریوں کے واقعات کو بیان کیا اور ان پر اترنے والے عذاب کو ذکر فرمادیا تو جو عذاب تیار شدہ ہے اس کا ذکر فرمایا۔ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَؤُلَاءِ (پس تم اے مخاطب! جس چیز کی یہ عبادت کرتے ہیں اس کے متعلق شک میں نہ پڑو) یعنی تم ہرگز شک نہ کرو اس کے بعد کہ تمہاری طرف یہ واقعات اتار دیئے کہ غیر اللہ کی عبادت کا برا انجام ہوگا جیسا کہ ان کے ہم ثلکوں کو ان سے پہلے پہنچا۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی اور کفار سے انتقام کا وعدہ فرمایا۔ اور کفار کو خبردار کیا۔ پھر فرمایا مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِنْ قَبْلُ (یہ عبادت نہیں کرتے مگر کہ جس طرح ان کے آباؤ اجداد اس سے پہلے ان بتوں کی عبادت کرتے تھے) مقصد یہ ہے کہ شرک میں ان کی حالت اپنے آباؤ اجداد سے مختلف نہیں ہے۔ اور آپ کو بتلادیا کہ ان کے آباء کا حشر کیا ہوا پس ان پر بھی اسی طرح کا عذاب اترے گا۔

نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے اس کا مقصد شک کے متعلق نہی کی علت بیان کرنا ہے۔ ان کی عبادت ویسی مشرکانہ ہے جیسی ان کی تھی مِمَّا فِي مَا آوَوْا كَمَا فِي مَا مَصْرِيهِ ہے۔ یہ ان کی پوجا کرتے ہیں جن کے ان کے اسلاف کرتے تھے۔ نمبر ۲۔ موصولہ ہے۔ اس صورت میں من عبادتہم کعبادتہم جن کی عبادت ان کی عبادت کی طرح معنی ہوگا۔ نمبر ۳۔ جن بتوں کی وہ عبادت کرتے اور اسی کی مثل جنکی وہ عبادت ان میں سے کرتے تھے۔ وَأَنَا لَمُوقٍ قُوَّهُمْ نَصِيَّهُمْ (ہم ان کو ان کا حصہ پورا پورا دیں گے) عذاب کا حصہ جیسا کہ ان کے آباء کو ہم نے پورا پورا دیا۔ غَيْرَ مَنقُوصٍ (بغیر کمی کے) یہ نصیبہم سے حال ہے یعنی پورا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ ۖ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر اللہ کی طرف سے ایک بات طے شدہ نہ ہوتی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۖ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ۝۱۱۰ وَإِنْ كُلًّا لَّمَّا لِيُوفِيْنَهُمْ

تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور بلاشبہ وہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے۔ اور بیشک جتنے لوگ ہیں آپ کا رب انہیں

رَبُّكَ أَعْمَالُهُمْ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝۱۱۱ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ

ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیدیگا بے شک وہ انکے اعمال سے باخبر ہے، سو آپ استقامت پر رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور جو لوگ توبہ کر کے آپ

مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۱۱۲ وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا

کے ساتھی ہیں وہ بھی استقامت پر رہیں، اور حد سے آگے نہ بڑھو بیشک وہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے اور ان لوگوں کی طرف مت جھکو جنہوں نے ظلم کیا

فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۖ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝۱۱۳

ایسا کرو گے تو تمہیں آگ پکڑ لے گی اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں، پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی،

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنْ اللَّيْلِ ۖ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۖ

اور دن کے دونوں طرفوں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجئے بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں،

ذَلِكَ ذِكْرِي لِلذَّكِّرِينَ ۝۱۱۴ وَأَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝۱۱۵

یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے اور آپ صبر کیجئے کیونکہ اس میں شک نہیں کہ اللہ اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

۱۱۰: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ (اور تحقیق ہم نے دی موسیٰ علیہ السلام کو کتاب) یعنی تورات فَاخْتَلَفَ فِيهِ (پھر اس میں اختلاف ڈالا گیا) بعض لوگ ایمان لائے اور ایک قوم نے انکار کر دیا۔ جیسا کہ قرآن میں اختلاف کر رہے ہیں اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ (اگر ایک بات آپ کے رب کی طرف سے نہ ہو چکی ہوتی) کہ وہ ان کو جلدی سزا نہ دے گا۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو ان کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہوتا) نمبر ۱۔ قوم موسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان نمبر ۲۔ آپ کا اور آپ کی قوم کا ایسے عذاب سے جو ان کو جڑ سے اکھاڑ دیتا۔ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ (اور بلاشبہ وہ اس کے متعلق شک میں مبتلا ہیں) نمبر ۱۔ قرآن کے متعلق۔ نمبر ۲۔ عذاب کے متعلق مُرِيبٍ (جو ان کو تردد کرنے والا ہے) یہ ارباب الرجل سے ہے جبکہ وہ شک والا ہو۔ یہ اسناد مجازی ہے۔

۱۱۱: وَإِنْ كُلًّا (اور بالیقین تمام کے تمام) كُلًّا کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے۔ یعنی إِنْ كُلَّهُمْ یعنی بیشک تمام اختلاف

کرنے والے ہیں اس میں۔

لَمَّا لِيُوفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ۔ (آپ کا رب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ پورا پورا دے گا)
 قراءت: اِنَّ مشددہ اور لَمَّا تخفیف کے ساتھ بصری علی نے پڑھا۔ اور ما زائدہ ہے اِنَّ اور لِيُوفِّيَنَّهُمْ کی لام میں فاصلہ کیلئے لایا گیا ہے۔ لِيُوفِّيَنَّهُمْ یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ لَمَّا میں لام قسم کی تمہید کیلئے لائی گئی ہے۔ مطلب اس طرح ہے۔ وان جميعهم والله ليوفيهم ربك اعمالهم بیشک تمام کو اللہ تعالیٰ کی قسم ضرور تیرا رب ان کے اعمال کا بدلہ دے گا یعنی ان کے اعمال خواہ ایمان ہو یا انکار و کفر حسن ہو یا قبح۔

قراءت: ابوبکر نے پہلے کے برعکس اِنَّ کو مخفف پڑھا ہے اور مکی و نافع نے مخفف ماننے کے باوجود ثقیلہ والا عمل اصل کا لحاظ کر کے دیا کیونکہ اصل ثقیل ہے۔ کیونکہ اِنَّ ثقیلہ فعل کے مشابہ ہے۔ اور فعل حذف سے پہلے اور بعد یکساں عمل کرتا ہے۔ جیسے لم یکن اور لم يك بالكل اسی طرح مشبہ بہ بھی۔ باقی قراء نے دونوں کو مشدد پڑھا ہے مگر یہ مشکل ہے اس میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ لممت الشئ سے لیا جائے ای جمعۃ لَمَّا پھر وقف کیا تو لَمَّا بن گیا۔ پھر وقف کی بجائے اس پر وصل کو لائے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ الدعویٰ اور الشروعی کی طرح ہو اور جن مصادر میں الف تانیث ہو۔

قول زہری جزیۃ اللہ:

وَاِنْ كُلاًّ لَّمَّا تَوَيْنَ کے ساتھ پڑھا ہے جیسا کہ اس آیت میں اَكْثَلًا لَمَّا [الفجر: ۱۹] اور یہ اس کی تائید کرتا ہے جو ہم نے کہا ہے مطلب یہ ہوگا۔ ان كُلاًّ ملمومین ای مجموعین گویا اس طرح فرمایا اِنَّ كُلاًّ جمیعاً۔ (بیشک تمام نے جمع ہونا ہے) جیسا کہ اس ارشاد میں فسجد الملائكة كلهم اجمعون [الحجر: ۳۰]

صاحب ایجاز کا قول:

لَمَّا میں ظرفیت کا معنی ہے اور کلام میں اختصار ہے۔ گویا اس طرح فرمایا وان كُلاًّ لما بعثوا ليوفيهم رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ۔ جب ہر شخص کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اعمال کا ضرور بدلہ دے گا۔

کسانی کا قول:

لَمَّا کی تشدید میرے علم میں نہیں ہے۔

اِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (بیشک وہ جو عمل کرتے ہیں ان سے خبردار ہے)

استقامت کا حکم:

۱۱۲: فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ (پس جو حکم آپ کو دیا گیا ہے اس پر قائم رہو) تم اس طرح قائم رہو۔ جس طرح استقامت کا آپ کو حکم ہوا۔ اس سے عدول کرنے والے نہ ہو۔ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ (اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں) اس کا عطف مستتر پر ہے۔ جو استقام میں ہے اور فصل کیلئے ایسا جائز ہے۔ تقدیر اس طرح ہے۔ فاستقم انت وليستقم من تاب

عن الكفر ورجع الى الله مخلصاً پس تم استقامت اختیار کرو اور وہ بھی استقامت اختیار کریں جو آپ کے ساتھ ایمان لائے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ وَلَا تَطْغَوْا (اور تجاوز نہ کرو) (حدود شرع سے) یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود سے نہ نکلوانے بِنَمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (وہ تمہارے تمام کاموں کے دیکھنے والے ہیں) وہ تمہیں بدلہ دے گا پس اس سے ڈرو۔ کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ پر اس سے زیادہ اشق آیت کوئی نازل نہیں ہوئی اسی لئے آپ نے فرمایا۔ شَيْبَتْنِي هُوْدُ (ترمذی) مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا۔

ظالموں کی طرف جھکنے کی سزا آگ:

۱۱۳: وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا (اور ظالموں کی طرف مت جھکو) نہ مائل ہو۔ بقول شیخ رحمہ اللہ! یہ کافر سرداروں کے متعلق خطاب ہے کہ کفار قائدین اور سرداروں کی طرف ان کے ظلم میں ذرا بھر بھی جھکاؤ مت اختیار کریں۔ اور ان باتوں میں جن میں وہ تمہیں اپنی طرف بلاتے ہیں۔ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (پس تمہیں عذاب چھو لے گا) ایک قول یہ ہے کہ الو کون الیہم سے مراد ان کے کفر پر رضا ہے۔ قتادہ نے کہا مشرکین سے مت ملو۔

نکتہ: موفق کہتے ہیں کہ میں نے امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب اس نے یہ آیت پڑھی تو اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو ان سے پوچھا، کیا ہوا تو اس نے کہا یہ تو ان لوگوں کے بارے میں ہے جو ظالموں کی طرف جھکنے والے ہیں۔ ظالم کا کیا حال ہوگا؟

اقوال علماء رحمہم اللہ:

حضرت حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دین کو دو۔ لا میں بند کر دیا۔ نمبر ۱۔ لا تطغوا۔ نمبر ۲۔ لا تتركوا (خوب نکتہ بینی ہے) حضرت سفیان رحمہ اللہ نے کہا جہنم میں ایک وادی ہے جس میں وہ قراء جو بادشاہوں کی زیارت کیلئے جانے والے ہیں وہ رکھے جائیں گے۔ قول حضرت اوزاعی رحمہ اللہ! اللہ تعالیٰ کو سب سے ناپسند یہ بات ہے کہ کوئی عالم کسی عامل (وزیر، امیر) کے پاس جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ظالم کے متعلق دعا کی کہ وہ باقی رہے تو اس نے گویا پسند کیا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اسکی زمین میں ہوتی رہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان) سفیان رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اگر ظالم جنگل میں قریب المرگ ہو۔ کیا اسکو پانی کا گھونٹ دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں آپ سے سوال کیا گیا وہ مر جائیگا۔ تو فرمایا۔ اس کو موت کے حوالہ کر دو۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ (اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی دوست نہ ہوگا) یہ فتمسکم النار سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے فتمسکم النار وانتم علی هذه الحالة۔ پس تمہیں آگ چھو لے گی اس حال میں کہ تم اس حالت میں ہو گے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارا کوئی کار ساز نہ ہوگا جو اس کے عذاب سے بچا سکے اور نہ ہی اس کے سوا کوئی تم سے اس کے عذاب کو روک سکے گا۔ ثُمَّ لَا تَنْصَرُونَ (پھر تمہاری امداد نہ کی جائیگی) پھر وہ اللہ تعالیٰ تو تمہاری امداد نہ کرے گا کیونکہ تمہیں سزا کا خود اس نے حکم دیا۔ ثم استبعاد کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے آدمی کی مدد بہت ہی بعید ہے۔

(یعنی بالکل نہ ہوگی)

نماز کے قیام اور نیکی کرتے رہنے کا حکم:

۱۱۴: وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ (آپ نماز کو قائم کریں دن کے دو اطراف میں) صبح و شام وَزُلْفَاءَ مِنَ اللَّيْلِ (اور رات کے کچھ حصوں میں) رات کے اوقات میں۔ زلفا یہ جمع زلفہ ہے یہ دن کے آخر میں رات کی قریبی گھڑیاں یہ اذلفہ ای اذا قریبہ سے بنا ہے۔ قریب کرنا۔ صلاۃ الغدوۃ نماز فجر اور صلاۃ العشی۔ ظہر، عصر ہے کیونکہ زوال کے بعد والا وقت العشی ہے۔ اور صلاۃ الزلفہ یہ مغرب و عشاء ہے۔

مَحْجُوْر: طرفی النهار کا نصب ظرفیت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ دونوں کی اضافت وقت کی طرف ہے۔ جیسا کہتے ہیں اقامت عندہ جميع النهار واتیته نصف النهار واوله آخره یہ تمام منصوب ہیں کیونکہ مضاف کو مضاف الیہ کا حکم دیا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (بیشک نیکیاں دور کرنے والی ہیں برائیوں کو) پانچوں نمازیں گناہوں کو مٹاتی ہیں۔ حدیث میں فرمایا۔ ان الصلوة الخمس تکفر ما بینہا من الذنوب بیشک پانچوں نمازیں اپنے درمیان کے گناہوں کو مٹاتی ہیں۔ نمبر ۲۔ طاعات مٹاتی ہیں سینات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غلطی کے بعد نیکی کرلو، وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی۔ سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر یہ برائیوں کو مٹاتے ہیں۔ ذَلِکَ (یہ) نمبر ۱۔ اس کا مشار الیہ فاستقم اور اس کا مابعد کلام ہے۔ نمبر ۲۔ قرآن مشار الیہ ہے۔

ذِکْرُی لِلذَّاكِرِیْنَ (یہ نصیحت ہے۔ نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے) یہ آیت عمرو بن غزیہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ جو کھجور فروش تھے۔ ایک عورت ان کے ہاں سودا لینے آئی تو انہوں نے عورت کو کہا گھر میں اس سے بہتر کھجور ہے۔ وہ عورت داخل ہوئی تو انہوں نے اس کا بوسہ لے لیا۔ پھر شرمندہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے اپنا حال بیان کرتے ہوئے حاضر ہوئے۔ یہ آیت اتری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اهل شهدت معنا العصر کیا تم عصر میں ہمارے ساتھ تھے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تیرے لئے وہ اس گناہ کا کفار ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیا یہ ان کے ساتھ مخصوص حکم ہے تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تمام لوگوں کیلئے عام ہے (ترمذی)

۱۱۵: وَاصْبِرْ (اور جبرے رہو) اسکو پورا کرنے میں جس کا آپ کو حکم دیا گیا اور اس سے رکے رہو جس کی ممانعت کی گئی ہے۔ جو چیز ان میں سے اسی وقت کامل ہوگی جب صبر ہوگا۔ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (پس اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے) جس نے ان تمام اوامر و نواہی کو جو فاستقم سے واصر تک بیان فرمائے گئے جمع کر دیا وہ محسن ہے۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ

سو جو امتیں تم سے پہلے گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد کرنے سے روکتے

الْأَقْلِيَّةُ مِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أَتَوْا فِيهِ وَكَانُوا

بجز چند آدمیوں کے جن کو ہم نے عذاب سے بچالیا، اور جن لوگوں نے ظلم کی راہ اختیار کی وہ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جس میں وہ تھے اور یہ لوگ

مُجْرِمِينَ ۱۱۶ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ۱۱۷

مجرم تھے اور آپ کا رب ایسا نہیں ہے، جو بستیوں کو بطور ظلم کے ہلاک فرما دے حالانکہ ان کے رہنے والے اصلاح کرنے والے ہوں

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۱۱۸ إِلَّا مَنْ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی جماعت بنا دیتا اور وہ برابر اختلاف میں رہیں گے مگر جس پر

رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

آپ کا رب رحم فرمائے اور اللہ نے انہیں اسی لئے پیدا فرمایا اور آپ کے رب کی بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۱۱۹

دونوں جماعتوں سے بھر دوں گا۔

اصلاح والے لوگ ضروری ہیں تاکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا ہو

۱۱۶: فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ (کیوں نہ ہوئے ان امتوں میں جو تم سے پہلے گزریں) لولا۔ ہلاً کان کے معنی میں ہے۔ یہ تخصیض کیلئے ہے اور فعل کو خاص کر دیتا ہے۔ اُولُوا بَقِيَّةً (سمجھدار) فضیلت والے اور بھلائی والے۔ آیت میں فضل و جودت کو بقیہ کے لفظ سے ذکر کیا۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ فلان من بقية القوم کہ فلاں قوم کے افضل لوگوں میں سے ہے۔ اور عرب کا قول اسی کے متعلق ہے۔ فی انزوایا خبایا۔ وفی الرجال بقایا۔ کونوں میں چھپی چیزیں اور آدمیوں میں اعلیٰ آدمی ہوتے ہیں۔

يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ (جو زمین میں فساد سے لوگوں کو روکتے) اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے سامنے اس بات کو تعجب کے طور پر ذکر کیا کہ اس سورت میں جن امتوں کی ہلاکت کا ذکر کیا ان میں ایک جماعت بھی ایسی عقل مند اور دیندار موجود نہ تھی جو دوسروں کو کفر و معاصی سے روکتی۔ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ (مگر تھوڑے جن کو ہم نے ان میں سے بچالیا) یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ مطلب یہ ہے لیکن تھوڑے ایسے تھے جن کو ہم نے ان اہل زمانہ میں سے بچالیا جنہوں نے فساد سے منع کیا بقیہ تمام نبی عن المنکر کو ترک کر نیوالے تھے۔ مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ بیان یہ ہے تبعیض کیلئے نہیں ہے کیونکہ نجات صرف برائی

سے روکنے والوں کو ملی جیسا دوسری آیت میں ہے۔ انجینا الذین ینھون عن السوء واخذنا الذین ظلموا [الاعراف: ۱۶۵] وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا (اور ظالموں نے اتباع کی اور پیچھے پڑے رہے) یعنی وہ نہیں عن المنکر کو چھوڑ دیا۔ اس کا عطف مضمر پر ہے۔ ای الا قلیلاً مِمَّنْ انجینا منهم نہوا عن الفساد واتبع الذین ظلموا شہواتہم۔ مگر تھوڑے لوگ جن کو ان میں سے بچایا انہوں نے فساد سے دوسروں کو منع کیا۔ اور ظالموں نے اپنی شہوات کی اتباع کی۔ اس کا عطف نہوا پر ہے۔ مَا أَتَوْا فِيهِ (جس ناز و نعمت میں وہ پڑے تھے) انہوں نے ان چیزوں کی اتباع کی جس میں عیش پسندی اور خوشحالی دیکھی۔ الترفۃ سرداری اور دولت کو پسند کرنا اور خوشحالی کے اسباب کو تلاش کرنا۔ انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا۔ اور اس کو پس پشت ڈال دیا۔ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ (اور وہ مجرمین تھے) یہ جملہ معترضہ ہے۔ ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا کہ وہ مجرم لوگ ہیں۔

۱۱: وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ (اور آپ کا رب ہلاک کرنے والا نہیں اہل بستی کو)۔ يَخْجُو: لِيُهْلِكَ کی لام تاکید نفی کیلئے لائی گئی ہے۔ بظلم (ظلم کے سبب) یہ فاعل سے حال ہے یعنی یہ درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ظلم کے طور پر ہلاک کر دے۔ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ (جبکہ بستی والے اصلاح کرنے والے ہوں) اس میں اللہ تعالیٰ کا ظلم سے منزعہ اور پاک ہونا ذکر کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ظلم سے شرک مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی بستی کو شرک کی وجہ سے ہلاک کرنے والے نہیں۔ جبکہ وہ لوگ اپنے باہمی معاملات میں درستگی کرنے والے ہوں۔ وہ اپنے شرک کے ساتھ کوئی دوسرا فساد نہ ملائیں۔

۱۱۸: وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً (اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک گروہ بنا دیتا) سب کو ایمان و طاعات پر اپنے اختیار سے متفق کر دیتا۔ لیکن اس نے ایسا نہ چاہا۔

قول معترضہ: اس مشیت سے زبردستی کی چاہت مراد ہے۔ اور اس سے ابتلاء کا کوئی معنی نہیں رہتا۔ پس یہ جائز نہیں۔ مگر: آیت تو بتلا رہی ہے کہ مشیت الگ چیز ہے اور حکم جدا چیز ہے۔ پس معترضہ کی غلطی دونوں میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ہے فافہم) وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ (وہ لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے) کفر و ایمان میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ مختلف ہوں جب ان سے اختیار کو جانا۔

۱۱۹: إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ (سوائے ان کے جن پر آپ کا رب رحم کرے) مگر وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اختلاف سے بچایا۔ پس وہ دین حق پر متفق ہو گئے۔ اس میں اختلاف کرنے والے نہ تھے۔ وَلِلَّهِ خَلْقُهُمْ (اور اسی کیلئے ان کو پیدا کیا) جس اختلاف پر وہ ہیں۔ پس ہمارے نزدیک تقدیر یہ ہے خلقہم للذی علم انہم سیصیرون الیہ من اختلاف ان کو پیدا کیا اس اختلاف کیلئے جس کے متعلق اس نے جانا کہ وہ عنقریب پہنچ جائیں گے۔ (یہ حسن و عطاء کا قول ہے) نمبر ۲۔ اتفاق کیلئے پیدا کیا اور ان کو اس کے علاوہ کسی چیز کیلئے پیدا نہیں کیا کہ جس کے بارے میں اس نے جانا کہ وہ اس تک پہنچیں گے۔

(کذافی شرح التاویلات)

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ (اور تیرے رب کی بات پوری ہوئی) کلمہ سے مراد وہ بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمائی

وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَشِئْتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ

اور رسولوں کے قصوں میں سے یہ قصے ہم ایسے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس حق آگیا ہے

وَمَوْعِظَةٍ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۚ وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اَعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ

اور اہل ایمان کے لئے نصیحت ہے اور آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو

إِنَّا عَمِلُونَ ۚ وَانْتَظِرُوا ۚ إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ۚ وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ

ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔ اور تم انتظار کرو ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں، اور اللہ ہی کے لئے ہے آسمان کی اور زمین کی غیب کی چیزوں کا علم، اور اسی کی طرف

يُرْجَعُ الْأُمُورُ كُلُّهَا فاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۚ

تمام امور جمع ہوں گے، سو آپ اسکی عبادت کریں اور اس پر توکل کریں اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔

لا ملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہے کہ اکثریت باطل کو اختیار کرے گی۔

لَا مَلْنَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ (کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں جماعتوں سے بھر دوں گا)

۱۲۰: وَكُلًّا (ہر ایک) نَحْصُو: اس میں تین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے کل نبأ۔ کُلًّا پر نصب

نَقُصُّ عَلَيْكَ سے ہے اور مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ یہ کل کا بیان ہے۔ اور مَا نَشِئْتُ بِهِ فُؤَادَكَ یہ کُلًّا سے بدل ہے۔

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَشِئْتُ بِهِ فُؤَادَكَ (ہر ایک واقعہ جو ہم نے پیغمبروں کے واقعات میں سے

بیان کیا وہ ایسا ہے کہ جس سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔) وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ (اور آپ کے پاس اس

سلسلہ میں حق آگیا) اس سورت میں یا ان بیان کردہ واقعات میں وہ آگیا جو سچا ہے۔ وَمَوْعِظَةٍ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ (وہ

چیز آگئی جو نصیحت اور یادداشت ہے ایمان والوں کیلئے) تَشِئْتُ فُؤَادَكَ کا معنی اضافہ یقین ہے کیونکہ دلائل کی کثرت دل کو مضبوط

کرویتی ہے۔

تم مانتے نہیں اب عذاب کا انتظار کرو:

۱۲۱: وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ (اور کہہ دیں ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے) یعنی اہل مکہ وغیرہ اَعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ (تم

اپنی جگہ کام کرو)۔ اپنی حالت اور جانب جس پر تم قائم ہو۔ إِنَّا عَمِلُونَ (بیشک ہم کام کرنے والے ہیں) اپنی جگہ

۱۲۲: وَانْتَظِرُوا (اور تم انتظار کرو) ہمارے متعلق حوادث کا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ (ہم تمہارے بارے میں انتظار کرنے والے ہیں)۔

کہ تم پر اسی طرح کا عذاب اترے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں بیان فرمایا جو تم جیسے تھے۔

۱۲۳: وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے تمام پوشیدہ باتیں ہیں آسمانوں اور زمین کی) ان میں کوئی چیز

ایسی نہیں جو اس پر چھپی ہو۔ پس تمہارے اعمال اس سے چھپے ہوئے نہیں۔ وَاللّٰہِ یُرْجِعُ الْأَمْرَ کُلُّہٗ (اور اسی ہی کی طرف تمام کاموں کا لوٹنا ہے) پس ضروری ہے کہ ان کا معاملہ بھی اسی ہی کی طرف لوٹے اور آپ کا معاملہ بھی پس وہ خود آپ کی طرف سے ان سے انتقام لے گا۔

قراءت: نافع و حفص نے بُرْجِعْ پڑھا ہے۔ فَأَعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْہِ (پس اسی ہی کی عبادت کرو اور اس پر ہی بھروسہ کرو) وہ آپ کے لئے کافی ہے اور آپ کا کفیل ہے وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (اور آپ کا رب بے خبر نہیں ان کاموں سے جن کو وہ کرتے ہیں)۔

قراءت: مدنی، شامی، حفص نے تَا کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوگا آپ اور وہ۔ تو تعملون میں مخاطب کو غلبہ دے کر ذکر کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ تورات کا اختتام اسی آیت سے فرمایا گیا۔ حدیث میں فرمایا گیا من احب ان یکون اقوی الناس فلیتوکل علی اللہ تعالیٰ۔ جو آدمی یہ پسند کرے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ قوی بن جائے وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔ (حاکم)

تمت ترجمہ سورۃ ہود یوم الاربعاء ۲۴ / رجب المرجب ۱۴۲۳ من الهجرة والحمد لله

سُوْرَةُ يُوسُفَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَاحِدَةُ عَشْرَةِ آيَاتٍ وَأَشْنَاءُ عَشْرٍ كُوْعًا

سورہ یوسف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو گیارہ آیات اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرع کرتا ہوں اللہ کے نام جو بڑا مہربان نہا

الرَّافِدُ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ① اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ②

الرَّفد یہ کتاب مبین کی آیات ہیں بیشک ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی تاکہ تم سمجھو،

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْآنُ وَلَئِنْ

ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے سب سے اچھا قصہ بیان کرتے ہیں، اور اس سے

كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ③ اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِاَبِيْهِ يَا بَتِ اِنِّىْ رَاَيْتُ

پہلے آپ محض بے خبر تھے جبکہ یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ اے میرے ابا میں نے دیکھا کہ

اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ④

گیارہ ستارے اور چاند اور سورج مجھے سجدہ کئے ہوئے ہیں

عظمت قرآن:

۱: الر۔ اللہ اعلم بمرادہ۔ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ (یہ واضح کتاب کی آیات ہیں) تلک سے اس سورت کی آیات کی طرف اشارہ ہے۔ الْكِتَابِ الْمُبِينِ سے سورت مراد ہے۔ یعنی یہ آیات وہ ہیں جو آپ کی طرف اس سورت میں اتاری گئیں۔ سورت کی آیات کا معاملہ اعجاز کے لحاظ سے غالب ہے۔ نمبر ۲۔ یہ آیات اس پر اعجاز کو ظاہر کرتی ہیں جو ان میں غور و تدبر کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ انسانوں کی طرف سے نہیں نمبر ۳۔ یہ ایسی واضح آیات ہیں کہ جنکے معانی اہل عرب پر مشتبہ نہیں کیونکہ یہ انہی کی زبان میں ہے۔ نمبر ۴۔ ان آیات میں یہود کے اس سوال کو کھولا گیا جو انہوں نے یوسف علیہ السلام کے سلسلہ میں کیا۔ روایت میں ہے کہ علمائے یہود نے مشرکین سے کہا کہ محمد سے سوال کرو۔ آل یعقوب شام سے مصر میں کیوں منتقل ہوئی۔ اور یوسف علیہ السلام کا کیا واقعہ ہے۔

۲: اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا (ہم نے اسکو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا) یعنی اس کتاب کو جس میں یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہے اس حال میں اتارا ہے کہ یہ قرآن عربی ہے قرآن کے بعض حصہ کو قرآن کہا کیونکہ قرآن اسم جنس ہے۔ یہ سارے قرآن پر بھی بولا

جاتا ہے اور بعض حصہ پر بھی لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (تا کہ تم سمجھو) تا کہ تم اس کے معانی سمجھو۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ [فصلت: ۲۴]

۳: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ (ہم تمہیں بہترین قصہ بیان کرتے ہیں) ہم آپ کو بہترین بیان سے وضاحت کرتے ہیں۔ القاص۔ جو واقعہ کو صحیح طور پر بیان کرے یہ زجاج کا قول ہے ایک قول یہ ہے۔ القصص مصدر ہے اور اقتصاص کے معنی میں ہے۔ جیسے تم کہو قصص الحدیث یقصہ قصصا اس نے بات کو بیان کیا۔ یہ فعل بمعنی مفعول ہے جیسا نقض اور الحسب بمعنی منقوص اور محسوب۔ اول صورت میں معنی نحن نقص عليك احسن اقتصاص ہم بیان کرتے ہیں تم پر بہترین بیان۔ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ (اس سبب سے کہ ہم نے قرآن کو بذریعہ وحی آپ کی طرف بھیجا) یعنی اس سبب سے کہ ہم نے تیری طرف وحی کی ہے یہ سورۃ۔ اس طرح احسن مصدر کی وجہ سے منصوب ہے اور مصدر اس کا مضاف الیہ ہے۔ اور مقصوص محذوف ہے کیونکہ بما اوحینا الیک ہذا القران ان نے اس سے مستغنی کر دیا۔ اور احسن الاقتصاص سے مراد اس کا انوکھے انداز سے اور عجیب اسلوب سے بیان کرنا ہے۔ پہلی کتابوں میں اس قسم کا انداز بیان تو کیا اس کے قریب بھی نہیں پایا جاتا اور اگر قصص سے مقصوص مراد ہو تو معنی یہ ہوگا۔ ہم تمہیں ان باتوں میں جو بیان کی جاتی ہیں بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں۔

احسن کی وجہ:

نمبر ۱۔ عبرتوں پر مشتمل ہے۔ نمبر ۲۔ حکمتوں کا مرقع نمبر ۳۔ اس میں وہ عجائبات ہیں جو اوروں میں نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس باب میں جتنے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ یہ ان میں احسن ہے جیسا کہتے ہیں فلان اعلم الناس یعنی اپنے فن میں اور القصص کا لفظ یہ قصص اثرہ سے مشتق ہے جبکہ اسکی اتباع کر لے کیونکہ جو بات کو بیان کرتا ہے وہ اپنی یادداشت کی آہستہ آہستہ اتباع کرتا ہے۔ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ (اگرچہ آپ اس سے پہلے) اس میں ضمیر ما اوحینا کی طرف لوٹتی ہے۔ لَمِنَ الْغَافِلِينَ (البتہ ناواقفوں میں سے تھے) اس کے متعلق۔ ان یہ مخففہ من المثلہ ہے۔ اور لام دونوں کو ظاہر کر رہی ہے۔ نافیہ کے بعد لام نہیں آتا۔ بیشک شان اور بات یہ ہے کہ تم ہمارے وحی کرنے سے پہلے اس سے ناواقف تھے۔

قصہ یوسف علیہ السلام اور اس کا خواب:

۴: اِذْ قَالَ (جب کہا) یہ احسن القصص سے بدل الاشتمال ہے۔ کیونکہ وقت واقعات کو اپنے اندر شامل کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ واقعات ان اوقات میں وقوع پذیر ہوئے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اذکر اذ قال۔ یُوسُفُ (یوسف نے) یوسف یہ عبرانی لفظ ہے عربی نہیں۔ اگر عربی ہو تو منصرف ہوتا کیونکہ منع صرف اسباب میں صرف تعریف رہ جاتی۔ لَا بِيْهِ (اپنے والد کو) یعنی یعقوب علیہ السلام یَا بَتِ (اے میرے ابا)

قراءت: شامی نے ابت پڑھا۔ یہ تاء تانیث ہے جو کہ یاء اضافت کے عوض میں آئی ہے۔ کیونکہ دونوں میں مناسبت پائی جاتی ہے ان میں سے ہر ایک اسم کے آخر میں بڑھائی جاتی ہیں۔ اسی لئے تو ہا میں تبدیل ہو جاتی ہیں جبکہ وقف ہو۔ تاء تانیث کو مذکر

قَالَ يَبْنٰى لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كِيْدًا اِنَّ الشَّيْطٰنَ

ان کے والد نے کہا کہ اے میرے چھوٹے بیٹے تم اپنا خواب اپنے بھائیوں کو مت بتانا ورنہ وہ تمہارے لئے کوئی تدبیر کریں گے بلاشبہ شیطان انسان کا

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ

کھلا دشمن ہے، اور تمہارا رب اسی طرح تمہیں منتخب فرمائے گا، اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور وہ تم پر

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلٍ يَّعْقُوْبَ كَمَا اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبُوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ

اور یعقوب کی آل پر اپنی نعمت پوری فرما دے گا، جیسا کہ اس نے اپنی نعمت اس سے پہلے تمہارے دونوں دادوں ابراہیم اور اسحاق پر

وَاسْحَقَ ۚ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

پوری فرمادی، بے شک آپ کا رب جاننے والا ہے حکمت والا ہے

کے آخر میں لانا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں رجل رُبْعًا تا کا کسرہ اس لئے ہے تاکہ باء محذوف پر دلالت کرے اور جنہوں نے تا، کو فتح دیا انہوں نے الف کو یا ابتا سے حذف کر کے فتح کو باقی رکھا ہے۔ جیسا کہ یا غلام میں حذف یا کے بعد کسرہ کو باقی رکھتے ہیں۔ اِنِّیْ رَاٰیْتُ (بیشک میں نے دیکھا) یہ الرؤیا سے ہے۔ الرؤیۃ سے نہیں ہے۔ اَحَدَ عَشَرَ كُوْ كُبًا (گیارہ ستارے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ان کے نام یہ ہیں جریان، الذیال، الطارق، قابس، عمودان، الفلیق، المصیح، الضروج، الفرع، وثقاب، ذوالکفین (البراز) وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (اور سورج اور چاند کو) نمبر ۱۔ اس سے مراد باپ اور ماں نمبر ۲۔ والد اور خالہ اور کواکب سے ان کے بھائی مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ وَاَوْنِع کے معنی میں ہے۔ ای رایت الکواکب مع الشمس والقمر اور ان کو عقلاء کے قائم مقام شمار کیا گیا ہے۔ وَاٰتٰهُمْ لٰی سٰجِدِیْنَ (میں نے ان کو اپنے سامنے سجدہ ریز دیکھا) کیونکہ انہوں نے ان کا وصف ایسا بیان کیا جو عقلاء کا کام ہے۔ مثلاً سجدہ۔ خواب کو دوبارہ ذکر کیا کیونکہ پہلا الرؤیا، ذات سے متعلق ہے۔ اور دوسرا الرؤیا حالت وصف سے متعلق ہے۔ یا نمبر ۲۔ دوسرا کام متانف ہے۔ سوال کو مقدر مانکر یہ جواب لایا گیا ہے۔ گویا کہ ان کے والد نے ان کو کہا کیف رایتھا؟ تم نے ستاروں کو کس طرح دیکھا تو انہوں نے جواب میں کہا رایتھم لی ساجدین یعنی تواضع کی حالت میں پایا۔ اس وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔ اور خواب یوسفی اور بھائیوں کے اس انجام تک چالیس سال کا عرصہ ہے یا اسی سال کا۔

۵: قَالَ يَبْنٰى (کہا اے میرے بیٹے) قراءت: حفص نے یسنی کو ہر جگہ فتح سے ہی پڑھا ہے۔ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ (تو بیان نہ کر اپنا خواب) یہ الرؤیۃ کے معنی میں ہے مگر الرؤیا کا لفظ منام کیلئے خاص ہے بیداری کیلئے استعمال نہیں ہوتا اور صاحب بحر المحيط نے دونوں میں تا تانیث سے فرق کیا ہے جیسا کہ القرۃ اور القربی میں عَلٰی اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كِيْدًا

(اپنے بھائیوں کے سامنے پس وہ تدبیر کریں گے تمہارے متعلق خفیہ تدبیر) یہ نہیں کا جواب ہے تقدیر اس طرح ہے ان قصصہا علیہم کادوک۔ اگر تم نے بیان کر دیا تو وہ تیرے خلاف تدبیر کریں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے پہچان لیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو شرف نبوت سے نوازنے والے ہیں۔ اور دارین میں ان پر احسان فرمائیں گے۔ اسی لئے بھائیوں کے حسد کا خطرہ محسوس کیا۔ البتہ فیکیدوک نہیں کہا جیسا کہ فیکیدونی۔ ہود: ۵۵ میں ہے لام سے متعدی کر کے فعل کے معنی کو ضمن میں ذکر کر دیا تا کہ تخویف بلغ انداز میں ہو جائے اور اسکی مثال فیحتالوا لک ہے۔ اسی لئے تو مزید تاکید کیلئے کیداً لائے ہیں۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے) ظاہر دشمنی کرنے والا پس وہ ان کو حسد پر آمادہ کرے گا۔ اور خفیہ تدبیر سکھائے گا۔

۶: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) اس چناؤ کی طرح جس پر تیرا خواب دلالت کر رہا ہے۔ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ (تیرا رب تجھے چنے گا) تیرا انتخاب کرے گا۔ اجتباء، چناؤ، کے معنی میں آتا ہے۔ اس کا اصل جبیت الشیء جبکہ اس چیز کو اپنے لئے حاصل کرے۔ اور جبیت الماء فی الحوض کا معنی میں نے پانی حوض میں جمع کیا۔ وَيُعَلِّمُكَ (اور وہ تمہیں سکھائے گا) یہ ابتدائی جملہ ہے تشبیہ میں داخل نہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا ہو يعلمک۔ مِنْ تَاوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (خواب کی تعبیر) نمبر ۱۔ خواب کی تفسیر و وضاحت۔ حضرت یوسف علیہ السلام خواب کی سب سے زیادہ تعبیر کرنے والے تھے۔ یا نمبر ۲۔ انبیاء علیہم السلام کی باتوں اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی تعبیر کرنے والے۔ الاحادیث جمع حدیث ہے یہ احدوۃ کی جمع نہیں ہے۔ وَبِیْتِمْ نِعْمَتُهُ عَلَیْكَ وَعَلٰی اٰلِ یَعْقُوْبَ (وہ اپنی نعمت کو تم پر اور آل یعقوب پر پورا کرے گا) اس طرح کہ ان کو دنیا کی نعمت آخرت کی نعمت کے ساتھ ملا کر دے گا۔ یعنی ان کو دنیا میں نبوت، بادشاہت اور دنیا سے آخرت کے بلند درجات میں منتقل کرے گا۔ آل یعقوب سے نسل، اولاد مراد ہے۔ آل کا اصل اھل ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر اھیل آتی ہے۔ یہ ان کے بارے میں بولا جاتا ہے۔ جن میں عظمت پائی جاتی ہو۔ مثلاً آل النبی، آل الملک یہ نہیں کہا جاتا آل حجام۔ البتہ اہل حجام کہا جاتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ یوسف علیہ السلام نبی ہونگے اور ان کے بھائی انبیاء ہونگے ستارے کی روشنی سے استدلال کرتے ہوئے (مگر یعقوب علیہ السلام کا یہ سمجھنا کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ ان کو انبیاء سمجھ کر بھی ان کی کوتاہیوں کی تاویلات کی جائیں۔ معلوم نہیں کہ شیخ نے یہ کہاں سے لے کر تحریر فرمایا ہے ثبوت نبوت کیلئے قطعی روایت کی ضرورت ہے جیسا کہ نبوت یوسفی کیلئے نص موجود ہے فافہم) وَعَلٰی اٰلِ یَعْقُوْبَ اسی لئے فرمایا کَمَا اَتَمَّهَا عَلٰی اَبُوْیْکَ مِنْ قَبْلُ (جیسا اس نے انعام کو تیرے آباء پر پورا کیا اس سے پہلے) مراد جدا اور ابوالجد ہے۔ اِبْرٰہِیْمَ وَاِسْحٰقَ اَبُوْیْکَ کا عطف بیان ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ عَلِیْمٌ (بیشک آپ کا رب علم والا) وہ جانتا ہے کہ کون اجتباء کا حقدار ہے۔ حَکِیْمٌ (حکمت والا ہے) اشیاء کو ان کے مواقع پر رکھتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٍ لِلْسَّائِلِينَ ۝۷ إِذْ قَالُوا لِيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ

بلاشبہ یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں سوال کرنے والوں کے لئے دلائل ہیں، جبکہ ان کے بھائیوں نے یوں کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی

إِلَىٰ آبِنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ آبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝۸ اِقْتُلُوا يُوسُفَ

ہمارے باپ کو زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم سب مل کر پوری ایک جماعت ہیں، بلاشبہ ہمارے والد کھلی غلطی پر ہیں، یوسف کو قتل کر دو

أَوْ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ۝۹

یا اسے کسی زمین میں ڈال دو، ایسا کرنے سے تمہارے والد کا رخ تمہاری طرف ہو جائے گا اور اس کے بعد تم صلاح والے بن جاؤ گے،

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَالْقَوَّةُ فِي غَيْبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطُهَا بَعْضُ السَّيَّارَةِ

ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو تا کہ اس کو قافلہ والوں میں سے کوئی مسافر اٹھالے،

إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ۝۱۰

اگر تم کو کرنا ہی ہے۔

۷: لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ (یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائیوں میں) ان کے واقعہ میں اور باتوں میں آیت (نشانات) علامات اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں۔ اور حکمت باری کے ہر چیز میں ہونے کا ثبوت ہے۔ قراءت: مکی نے واحد آیت پڑھا ہے۔ لِّلْسَاءِ يَلِينَ (سوال کرنے والوں کیلئے) نمبر ۱۔ جو ان کے واقعات کے متعلق دریافت کرے۔ اور ان کو پہچانے نمبر ۲۔ حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے دلائل ہیں۔ ان لوگوں کیلئے جنہوں نے یہود سے یا ان کے کہنے پر خود سوال کیا اور آپ نے کسی سے واقعہ سننے کے بغیر بتلایا اور کسی کتاب سے پڑھنے کے بغیر بیان کر دیا۔ بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ نمبر ۱۔ یہود، نمبر ۲۔ روبین نمبر ۳۔ شمعون نمبر ۴۔ لاوی، نمبر ۵۔ زبولون نمبر ۶۔ یسجر، ان کی والدہ کا نام لیا بنت لیان ہے۔ نمبر ۷۔ دان۔ نمبر ۸۔ نفتالی نمبر ۹۔ جاد، نمبر ۱۰۔ آشور، یہ دونوں لونڈیوں زلفہ اور بلہہ کے لطن سے ہیں۔ جب لیا کا انتقال ہو گیا تو آپ نے اسکی بہن راحیل سے نکاح کر لیا۔ ان کے لطن سے دو بیٹے۔ نمبر ۱۔ یوسف۔ نمبر ۲۔ بنیامین پیدا ہوئے۔

بھائیوں کا حسد:

۸: إِذْ قَالُوا لِيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنَّا (جب انہوں نے کہا یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہے) کیوسف کی ام ابتدائیہ ہے۔ اس میں تاکید اور تحقیق جملہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان سے زیادہ محبت والی بات ثابت شدہ حقیقت ہے۔ جس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ و اخوہ انہوں نے کہا حالانکہ وہ بھی تو بھائی تھے اسکی وجہ یہ تھی ان دونوں کی والدہ ایک تھی اور ان کی اور، أَحَبُّ کا لفظ تثنیہ کیلئے بھی لاتے ہیں کیونکہ فعل التفضیل کے واحد و تثنیہ یا جمع میں کوئی

فرق نہیں ہے۔ اسی طرح مذکور مؤنث کا بھی فرق نہیں، اسی لئے لام تعریف لگا کر فرق کرنا ضروری ہوا جب اضافت کی تو دونوں مقصد حاصل ہو گئے۔ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ (اور ہم حالانکہ جماعت ہیں) واؤ حالیہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان دونوں کو محبت میں ہم پر فضیلت دیتا ہے حالانکہ وہ دونوں بچے ہیں جو اپنا آپ سنبھال نہیں سکتے اور ہم دس آدمی ہیں جو ان کی معاونت میں کفایت کر سکتے ہیں پس اضافہ محبت میں ان کی بہ نسبت ہمارا حق زیادہ ہے کیونکہ ہماری تعداد و قوت زیادہ ہے اور فائدہ بھی زیادہ ہے۔ اِنِّ اَبَاَنَا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (بیشک ہمارے والد کھلی گمراہی میں ہیں) دنیاوی تدابیر میں غلطی کرنے والا ہے۔ اگر وہ ضلالت فی الدین مراد لیتے تو یہ کافر ہو جاتے۔ العصبہ دس یا اس سے زیادہ پر بولا جاتا ہے۔

فیصلہ قتل:

۹: اَقْتُلُوْا يُوسُفَ (تم یوسف کو قتل کر دو) یہ بھی مجملہ ان باتوں میں سے ہے جو اِذْ قَالُوْا کے بعد بیان کی گئیں گویا وہ اس بات کا متفقہ فیصلہ کر چکے تھے۔ سوائے اس کے جس نے لا تَقْتُلُوْا یوسف کہا تھا ایک قول یہ ہے کہ قتل کی رائے دینے والا شمعون تھا۔ اور باقی اتفاق رائے کرنے والے تھے۔ اس لئے تمام قتل کا حکم دینے والے کہا گیا۔ اَوْ اَطْرَحُوْهُ اَرْضًا (یا اس کو پھینک دو کسی زمین میں) ناواقف اور بیابان جگہ میں جو آبادی سے دور ہو۔ اسی لئے اَرْضًا کو نکرہ لائے اور صفت کے بغیر ذکر کیا اسی وجہ سے اس کا اعراب ظرف مبہم والا نصب دیا گیا۔

يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ (خالص ہو جائے گی تمہارے لئے باپ کی توجہ) وہ تمہاری طرف پوری طرح متوجہ ہو جائے گا۔ اور دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہوگا۔ اور مقصد اس سے یہ ہے ان کی محبت شراکت سے پاک ہو جائے گی۔ وَجْهُ کا لفظ توجہ کی تصویر کشی کیلئے لائے۔ کیونکہ آدمی جب کسی شئی کی طرف پورا متوجہ ہوتا ہے تو چہرہ اس کی طرف کرتا ہے اور یہ بھی بڑے بڑے کہ وجہ بول کہ ذات مراد لیں۔ جیسا کہ اس آیت میں ویبقی وجہ ربك [الرحمان ۲۷] وَتَكُوْنُوْا (اور تم ہو جانا) یہ یَخْلُ لَكُمْ پر عطف کی وجہ سے مجزوم ہے۔ مِنْۢ بَعْدِهِ (اس کے بعد) یوسف کے بعد یعنی نمبر ۱۔ اس کے قتل سے فراغت کے بعد نمبر ۲۔ جاوطن کرنے کے بعد نمبر ۳۔ اس کے قتل کے بعد نمبر ۴۔ پھینکنے کے بعد۔ ضمیر اَقْتُلُوْا کے مصدر کی طرف لوٹتی ہے یا اِطْرَحُوْا کے مصدر کی طرف قَوْماً صٰلِحِيْنَ (نیک لوگ) نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حرکت سے توبہ کرنے والے یا نمبر ۲۔ تمہاری حالت والد کے ہاں درست ہو جائے گی۔

۱۰: قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ (ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا) وہ یہود تھا۔ یہ سب سے زیادہ عمدہ رائے والا تھا۔ لَا تَقْتُلُوْا یُوسُفَ (تم یوسف کو قتل مت کرو) قتل بہت بڑا گناہ ہے وَالْقُوْهُ فِیْ غِیْبَتِ الْجُبِّ (اسکو گہرے کنویں کے گڑھے میں ڈال دو) کنوئیں کی گہرائی میں۔ غیابہ کنوئیں کا حصہ جو دیکھنے والے کی آنکھ سے اوجھل ہو قراءت: مدنی نے غیابات اور اسی طرح اس کا ما بعد پڑھا ہے۔ یَلْتَقِطُهُۥ بَعْضُ السَّیَّارَةِ (اس کو لے جائے کوئی مسافر) راستے پر چلنے والا کوئی آدمی اِنْ کُنْتُمْ فٰعِلٰیْنَ (اگر تم عمل کرنے والے ہو) اس پر کچھ۔

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَصْحُونَ ۝۱۱ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا

کہنے لگے کہ اے ہمارے ابا کیا بات ہے آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اطمینان نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں، آپ اس کو کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے،

يَرْتَع وَيَلْعَبُ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ ۝۱۲ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ

تاکہ وہ ہمارے ساتھ کھائے اور کھیلے اور ہم اس کی پوری حفاظت کرنے والے ہیں، یعقوب نے کہا کہ بیشک مجھے یہ بات رنجیدہ کرتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور میں اندیشہ کرتا ہوں

أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ ۝۱۳ قَالُوا لَيْنَ أَكَلَهُ الذِّئْبُ

کہ تم اس سے غافل ہو جاؤ اور اس کو بھیڑیا کھا جائے، کہنے لگے کہ اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے

وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لَّخَسِرُونَ ۝۱۴

اور ہماری پوری جماعت ہے تو ہم بالکل ہی خسارہ میں پڑنے والے ہو جائیں گے

والد سے بات چیت:

۱۱: قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَصْحُونَ (وہ کہنے لگے اے ہمارے والد آپ ہم پر یوسف کے معاملے میں کیوں اعتماد نہیں کرتے اور بیشک ہم اس کے خیر خواہ ہیں) یعنی آپ ہم سے اس کے متعلق خائف کیوں ہیں۔ ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ اور اس پر شفقت کرنے والے ہیں۔ اس سے وہ یعقوب علیہ السلام کو ان کی رائے سے پھیرنا چاہتے تھے۔ اور حفاظت کے سلسلہ میں ان کی عادت کو بدلنا چاہتے تھے جبکہ یوسف کے متعلق فیصلہ کن کارروائی کا پختہ ارادہ ان کے باطن میں تھا۔

مَسْئَلَةٌ: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے ان کی طرف سے ایسی بات کو محسوس کر لیا تھا جس سے لازم آتا تھا کہ یوسف کے سلسلہ میں وہ ان پر اعتماد نہ کریں۔

۱۲: أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَع وَيَلْعَبُ (اس کو ہمارے ساتھ کل صبح بھیج دیں تاکہ وہ جنگل میں کھائے پیئے)

قراءت: ابو عمر و اور ابن کثیر نے فلعب اور يرتع پڑھا ہے۔ تاکہ ہم اس کو خوب پھل فروٹ کھلائیں الرِّثْعَةُ وسعت و کثرت کو کہتے ہیں۔

وَيَلْعَبُ (ہم کھیلیں) شکار، تیر اندازی، گھوڑ دوڑ وغیرہ جو مباح ہیں ان سے تفریح کریں۔

قراءت: مدنی، کوئی نے یا کے ساتھ پڑھا جبکہ مکی، شامی اور ابو عمرو نے نون سے پڑھا ہے۔ حجازی نے عین کے کسرہ سے پڑھا۔ ارتعی یرتعی یہ الرعی سے افعال ہے۔ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ (اور بیشک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں) اس سے کہ اس کو کوئی نامناسب چیز پہنچے۔

۱۳: قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ (کہا بیشک مجھے غم میں ڈالے گا تمہارا اس کو اپنے ساتھ لے جانا) مجھے غمزدہ کرے گا تمہارا

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيْبَتِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ

پھر جب یوسف کو لے گئے اور اس پر متفق ہو گئے کہ اسے اندھیرے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اس کے پاس وحی بھیج دی

لَتَنْبِئَهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۱۵ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ۝۱۶

کہ تم ضرور انہیں یہ بات بتلاؤ گے اور وہ نہیں جانیں گے، اور وہ لوگ شام کے وقت روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے،

قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّكَ أَهْبَأُ نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ ۝۱۷

کہنے لگے ابا جی بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہم سب آپس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے دوڑ لگانے میں مشغول ہو گئے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا سو اسے

وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ۝۱۸ وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ ۝۱۹

بھڑیا کھا گیا، اور آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں، اور وہ اس کے کرتے پر جھوٹا خون لے آئے، یعقوب نے کہا بلکہ بات یہ ہے کہ

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ ۝۲۰

تمہارے نفسوں نے تمہیں ایک بات بنا کر دی ہے سو میں صبر کر دوں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔

اس کو ساتھ لے جانا۔ لِيَحْزُنُنِي فِي لَامِ ابْتَدَأَ سِيَةِ۔ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُونَ (اور مجھے ڈر ہے کہ اس کو بھڑیا کھا جائے گا اور تم اس سے غافل ہو جاؤ گے) ان کے سامنے عذر کیا کہ اس کا ساتھ لیجانا ہی مجھے غمزدہ کر دے گا کیونکہ وہ اس سے ایک لمحہ صبر نہ کر سکتے تھے۔ یعقوب علیہ السلام کو بھڑیے کے حملے کا خطرہ تھا جبکہ وہ اپنے چرانے اور کھیل کود میں مصروف ہوں۔

۱۳: قَالُوا لَنْ نَأْكُلَهُ الذِّئْبُ (انہوں نے کہا اگر اس کو بھڑیا کھا لے) لَامِ قَسَمِ کی تمہید کیلئے ہے اور قسم محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے واللہ لن نأكله الذئب۔ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ (جبکہ ہم جماعت ہیں) جتھا اور جماعت جو دفاع کی پوری قدرت رکھے عصبہ کہلاتی ہے۔ یہ واو حالیہ ہے۔ اِنَّا اِذَا الْخٰسِرُوْنَ (بیشک ہم اس وقت گئے گزر رہے ہوئے) یہ جواب قسم ہے یہ جزائے شرط کے قائم مقام ہے یعنی اگر ہم ایک دوسرے کی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے تو پھر ہمارے مولیٰ ہلاک ہو جاتے اور ہم ان کے سلسلہ میں نقصان میں مبتلا ہو جاتے۔

لطیفہ: انہوں نے اپنے دوسرے عذر کا تو جواب دیا۔ اول کا جواب نہیں دیا کیونکہ یہ بات ان کو غصہ دلانے والی تھی۔

۱۵: فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيْبَتِ الْجُبِّ (پس جب وہ (یوسف) کو لے گئے اور انہوں نے اس کو کنوئیں کے گہرے گڑھے میں ڈالنے کا فیصلہ کر لیا) کنوئیں میں ڈالنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ یہ کنواں یعقوب علیہ السلام کے مکان سے تین فرسخ دور تھا۔ لَمَّا کا جواب محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے: فَعَلُوهُ بِهِ مَا فَعَلُوا مِنَ الْاِذْيِ۔ انہوں نے اس کو جو ایذا

دی گئی تھی وہ دی۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے جنگل میں جا کر عداوت و دشمنی کا اظہار کیا ان کو مارا اور ہلاکت کے قریب کر دیا۔ یہود نے ان کو اس بات سے روکا جب انہوں نے ڈالنے کا ارادہ کیا تو یوسف ان کے کپڑوں سے چمٹ گئے انہوں نے ہاتھوں سے کپڑا چھڑوا لیا۔ پھر وہ کنوئیں کی دیوار سے چمٹ گئے۔ انہوں نے اس کے ہاتھ باندھ دیے اور قمیص اتاری تاکہ خون سے اس کو رنگین کر سکیں اور والد کے سامنے حیلہ بازی کر سکیں۔ انہوں نے ان کو کنوئیں میں لٹکایا۔ اس میں پانی تھا جس میں آپ جا گرے۔ پھر ایک چٹان پر چڑھے۔ اور کھڑے ہو کر رونے لگے۔ یہود ان کے لئے کھانا لاتا رہا۔ تفسیری روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو ان کے کپڑے اتار لئے گئے۔ جبرئیل علیہ السلام ان کے لئے حریر جنت کا ایک قمیص لائے اور ان کو پہنایا۔ یہ قمیص ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کو دیا تھا۔ یعقوب علیہ السلام نے اس کو ایک تعویذ میں جو یوسف علیہ السلام کی گردن میں لٹکایا ہوا تھی اس کو بند کر دیا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس کو نکال کر یوسف کو وہ قمیص پہنا دی۔ (یہ روایت اسرائیلیات کے کسی تعویذ گنڈے والے گروہ کی ایجاد کردہ معلوم ہوتی ہے فافہم و انتبه تسلی یوسف:

وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ (اور ہم نے ان کی طرف وحی کی) ایک قول یہ ہے کہ بچپن میں ان پر وحی کی اور نبوت ملی جیسا یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو ملی نمبر ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ قریب البلوغ تھے جب یہ وحی ہوئی۔ لَتَسْبِيْنَهُمْ بِاَمْرِ هِمُ هَذَا (تم ان کو اس حرکت پر آگاہ کرو گے) تم ضرور اپنے بھائیوں کو بیان کرو گے جو کچھ انہوں نے تمہارے ساتھ کیا۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور وہ جانتے بھی نہ ہونگے) کہ تو یوسف ہے کیونکہ تیری شان بلند ہوگی سلطنت عظیم ہوگی۔ اور یہ اس وقت پیش آیا جب وہ غلہ کی خاطر ان کے پاس داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور وہ ان کو نہ جانتے تھے آپ نے ایک برتن منگوایا اور اس کو اپنے ہاتھ پر رکھا پھر اس کو ٹھوکر لگائی تو اس سے آواز نکلی۔ تو آپ نے کہا یہ برتن مجھے بتلا رہا ہے کہ تمہارا ایک باپ سے بھائی تھا جس کو یوسف کہتے تھے۔ تم نے اس کو گہرے کنوئیں میں ڈال کر باپ کو کہہ دیا کہ اس کو بھیڑیے نے کھا لیا ہے۔ تم نے اس کو چند ٹکے میں فروخت کر دیا۔ (مگر یہ اسرائیلی قصہ انک لانت یوسف کے خلاف نظر آتا ہے) (فقد بر) نمبر ۲۔ ہم لَا يَشْعُرُوْنَ کا تعلق او حینا سے ہے کہ ہم نے وحی کے ذریعہ ان کو مانوس کیا اور ان کے دل سے وحشت کو زائل کیا اور ان کو ہمارے اس وحی کرنے کی خبر بھی نہ تھی۔

جھوٹا روتا:

۱۲: وَجَاءُ وَاَبَاهُمْ عِشَاءً (وہ شام کے اندھیرے میں اپنے باپ کے پاس آئے) تاکہ جھوٹ بولنے کے عذر پر جرات کر سکیں اور معاملہ چھپا رہے۔ يَكُوْنُ (روتے ہوئے) یہ حال ہے۔

نکتہ: حضرت اعمش کہتے تھے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے اس رونے کے بعد ہر روتے والے کو سچا نہیں کہا جاسکتا ہے۔

۱۳: جب یعقوب علیہ السلام نے ان کی آواز سنی تو گھبرائے اور فرمایا میرے بیٹو! کیا ہوا۔ کیا تمہاری بکریوں پر کوئی آفت آگئی۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر تمہیں کیا ہوا۔ اور یوسف کہاں ہے؟

قَالُوا يَا بَانَا اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ (کہنے لگے اے ہمارے والد! ہم آپس میں دوڑ لگاتے آگے نکل گئے) نستبق کا معنی

متسابق ہے۔ ایک دوسرے کے مقابلہ میں دوڑنا۔ نمبر ۲۔ تیر اندازی میں مقابلہ کرتے آگے نکل گئے۔

صرف: باب افعال اور تفاعل دونوں شراکت فعل کو ظاہر کرتے ہیں جیسے ارتقاء اور الترائی وغیرہ ہے۔ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَا عَنِا فَكَلَهُ الذِّبُّ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ۔ (ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑا پس اس کو بھیڑیے نے کھالیا۔ آپ کو ہماری بات کا یقین نہیں آئے گا خواہ ہم سچ کہہ رہے ہوں) مومن لنا کا معنی تصدیق کرنا ہے۔ لو کنا صادقین کا مطلب یہ ہے اگرچہ ہم تمہارے ہاں سچے اور ثقہ ہوں۔ کیونکہ یوسف سے تمہیں شدید محبت ہے اور ہمارے متعلق بدگمان بھی ہیں تو پھر ہماری بات پر کیسے یقین آسکتا ہے خواہ ہم کتنے سچے ہوں۔

۱۸: وَجَاءُ وُ عَلٰی قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كٰذِبٍ (وہ اسکی قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے) نمبر ۱۔ جھوٹ والا نمبر ۲۔ مبالغہ مصدر کو بطور صفت لائے۔ گویا کہ وہ مجسمہ کذب ہے۔ جیسا کہ کذاب کو کہتے ہیں هو الکذاب بعينه والزور بذاته کہ وہ تو نرا جھوٹ کا پلندہ ہے۔ روایت تفسیر میں ہے کہ انہوں نے ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کیا قمیص کو اس میں لت پت کر دیا۔ اور پھاڑنا بھول گئے۔ روایت تفسیر میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے جب یوسف علیہ السلام کے متعلق سنا تو زور سے آواز دی قمیص کہاں ہے۔ اس کو لیکر اپنے چہرے پر ڈالا اور روئے یہاں تک کہ ان کا چہرہ قمیص کے خون سے خون آلودہ ہو گیا۔ اور کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے آج کے دن جیسا حوصلہ مند بھیڑیا نہیں دیکھا کہ جس نے میرا بیٹا تو کھالیا اور اس کا قمیص تک نہیں پھاڑا! (انبیاء علیہم السلام کیلئے رونا تو درست ہے مگر ایسا بے صبری کا رونا ان کے شایان شان نہیں۔) (اللهم احفظنا من الاسرائیلیات) کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے قمیص میں تین نشانات ظاہر ہوئے۔ نمبر ۱۔ یعقوب علیہ السلام کے لئے ان کے کذب پر دلیل بن گیا۔ نمبر ۲۔ قمیص یوسفی کو آپ کے چہرے پر ڈالا گیا تو نظر واپس لوٹ آئی۔ نمبر ۳۔ قمیص کا پیچھے سے پھٹ جانا صداقت یوسفی کی دلیل بن گئی۔

نَحْوُ: عَلٰی قَمِيْصِهٖ ظَرْفِیَّتِیْ كِی وَجْهٍ سَلَّ نَصَبٍ مِّیْنِ ہِے تَقْدِیْرِ عِبَارَتِیْ ہِے وَجَاءُ وُ فَوْقَ قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ (یعقوب علیہ السلام نے) (فرمایا بلکہ مزین کیا) آسان کیا یا مزین کیا لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا (تمہارے نفسوں نے ایک امر) عظیم کو آسان کر دیا اور حقیر کر کے دکھایا کہ اس کا تم نے ارتکاب کر ڈالا (یعنی گم شدگی یوسف اور قتل کو اتنا معمولی سمجھ کر غلط عذر تراش لیا) فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ (پس اچھا صبر کروں گا)

نَحْوُ: نمبر ۱۔ یہ خبر ہے یا مبتداء کیونکہ موصوف ہے تقدیر عبارت امری صبر جمیل یا صبر جمیل امثل۔ صبر جمیل میرے لئے مناسب ہے۔ وہ ایسا صبر ہے کہ جس میں مخلوق کے ہاں شکوہ نہ ہو۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعٰنُ (اور اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہیں) یعنی اسی سے ہی میں مدد طلب کروں گا عَلٰی (ان مصائب کے برداشت کیلئے جو تم بیان کرتے ہو) ہلاکت یوسف اور اس سے پہنچنے والے دکھ پر صبر مَا تَصِفُوْنَ جو تم بیان کرتے ہو۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَهُ قَالَ يَبُشْرَىٰ هَذَا غُلَامٌ ۖ

اور ایک قافلہ آگیا انہوں نے اپنا آدمی پانی لانے والے بھیجا اس نے اپنا ڈول ڈالا وہ کہنے لگا کیا شی خوشی کی بات ہے کہ یہ ایک لڑکا ہے،

وَأَسْرَوْهُ بِضَاعَةً ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝۱۹ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ

اور انہوں نے اسے سامان تجارت بنا کر چھپالیا اور اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں، اور انہوں نے اسے معمولی سی قیمت پر بیچ دیا جو گنتی کے چند

مَعْدُودَةٍ ۖ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝۲۰

درہم تھے اور یہ لوگ اس سے بے رغبت تھے۔

یوسف علیہ السلام اور قافلہ:

۱۹: وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ (ایک قافلہ ادھر آگزرے) یہ قافلہ مدین سے مصر جا رہا تھا۔ یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالے ہوئے تین دن بیت چکے تھے۔ قافلے والے راستہ بھول گئے اور کنوئیں کے قریب اتر پڑے یہ آبادی سے دور بیابان کنواں تھا (مگر یلتقطہ بعض السیارة کا قرینہ اس کے خلاف راستہ کے کنوئیں کی نشاندہی کرتا ہے فافہم) اس کنوئیں کا پانی نمکین تھا۔ یوسف علیہ السلام کے ڈالنے سے بیٹھا ہو گیا۔ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ (انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا) وارِد وہ شخص جو قوم کا سقا ہو، اس کا نام مالک بن ذعر الخزاعی تھا۔ فَأَدْلَى دَلْوَهُ (اس نے اپنا ڈول لٹکایا) کنوئیں میں ڈول بھرنے کیلئے چھوڑا یوسف علیہ السلام ڈول کے ساتھ لٹک گئے اس نے کھینچا تو پکارا اٹھا۔ قَالَ يَبُشْرَىٰ (اے بشارت)

قراءت: کوئی نے کہا نادہی البشری پڑھا ہے گویا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ یا بشریٰ ہذا اولادک۔ اے بشارت یہ تمہارا زمانہ ہے۔ دیگر قراء نے بشریٰ (اپنی ذات کی طرف اضافت کے ساتھ) اے میری خوشخبری نبیؐ یہ بشریٰ مالک کے غلام کا نام ہے پس اس کو آواز دی اپنی ذات کی طرف نسبت کر کے۔ اس صورت میں یہ علم ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ آپ کو لیکر گیا جب قافلہ کے قریب پہنچا تو ان کو اسکی خوشخبری دیتے ہوئے آواز دی۔ هَذَا غُلَامٌ (کہ یہ ایک لڑکا ہے) وَأَسْرَوْهُ (انہوں نے چھپالیا اسکو) اسمیں ضمیر وارد اور اس کے قافلہ والوں کی طرف ہے۔ کہ انہوں نے بقیہ قافلے سے اس کو چھپایا نمبر ۲۔ ضمیر یوسف کے بھائیوں کی طرف لوثی ہے۔ انہوں نے قافلہ والوں سے کہا یہ ہمارا غلام بھگوڑا ہو گیا ہے اس کو ہم سے خرید لو۔ یوسف علیہ السلام خوف قتل سے خاموش رہے۔ بِضَاعَةً (مال تجارت سمجھ کر) یہ حال ہے یعنی انہوں نے سامان تجارت سمجھ کر اس کو چھپالیا۔ البضاعة جس کو مال سے تجارت کی خاطر الگ کر لیا جائے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ (اور اللہ تعالیٰ جاننے والے تھے جو کچھ وہ کر رہے تھے) یوسف کے بھائی جو اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ یہ نتیجہ قسم کا سلوک کر رہے تھے۔

۲۰: وَشَرَوْهُ (اور بیچ دیا انہوں نے) فروخت کر دیا بِثَمَنٍ بَخْسٍ (حقیر قیمت) کھولے ناقص قیمت ظاہر نقصان والے نمبر ۲۔ کم قیمت دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ (چند گنتی کے درہم کے بدلے) درہم ثمن کا بدل ہے معدودہ قلیل جو شمار ہو سکتے تھے۔ ان کا وزن

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لِمَرْأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا

اور اہل مصر میں سے جس شخص نے یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا اس نے اپنی عورت سے کہا اسے عزت کے ساتھ رکھنا، ممکن ہے ہمارے کام آجائے۔

أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۖ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ

یا ہم اسے بیٹا بنا لیں، اور اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو اس سر زمین میں قوت دے دی اور تاکہ اسے خوابوں کی تعبیر دینا

الْأَحَادِيثِ ۖ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝۲۱ وَلَمَّا

بتلا دیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے، اور جب

بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۖ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝۲۲

وہ اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا کیا اور ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

وَرَاودَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۖ

اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے ان کو پھسلا یا اور دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی آ جاؤ میں تم ہی سے کہہ رہی ہوں،

قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝۲۳

انہوں نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بے شک تیرا شوہر میرا ربی ہے اس نے میرا اچھا ٹھکانہ بنایا ہے بیشک بات یہ ہے کہ ظلم کرنے والے کامیاب نہیں ہوتے۔

نہ کیا گیا انکے ہاں رواج یہ تھا کہ چالیس سے کم دراہم کو گنتے اور چالیس یا اس سے اوپر دراہم کا وزن کرتے اور یہ بیس دراہم تھے۔ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ (اور اس میں بے رغبت تھے) زاہد اس شخص کو کہتے ہیں جو ہاتھ میں جو موجود ہو اس کو معمولی قیمت کے بدلے دے ڈالے۔ نمبر ۲۔ شَرَوْهُ كَامَعْنٰی خرید لیا اسکو قافلہ والوں نے بھائیوں سے اور وہ اسکے متعلق بے رغبت تھے کیونکہ انہوں نے اس کو بھاگا ہوا غلام سمجھا اور تفسیری روایت میں یہ بھی ہے کہ یوسف کے بھائیوں نے ان کا پیچھا کیا اور کہا اس کو اس سے بچتے اعتماد لے لو کہ یہ بھاگے نہیں۔ اور فیہ یہ الزاہدین کا صلہ نہیں یعنی رغبت نہ رکھنے والے کیونکہ صلہ موصول سے مقدم نہیں ہوتا بلکہ فیہ یہ بیان ہے گویا اس طرح کہا گیا کس چیز میں انہوں نے بے رغبتی کی تو جواب دیا انہوں نے یوسف میں بے رغبتی کی۔

مصر پہنچنا:

۲۱: وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ اور کہا اس شخص نے جس نے مصر میں یوسف کو خریدا۔ اس کا نام قطفیر تھا اور یہی عزیز ہے جو کہ خزان مصر پر نگران تھا۔ اور بادشاہ ان دنوں ریان بن ولید تھا۔ یہ یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لایا اور آپ کی زندگی میں فوت ہو گیا۔ عزیز نے آپ کو آپ کے ہم وزن چاندی اور ریشم اور کستوری کے بدلے میں خریدا۔ آپ کی اس وقت سترہ سال

عمر تھی۔ آپ اس کے گھر میں تیرہ سال رہے۔ ریان بن ولید نے ۳۰ سال کی عمر میں وزیر بنالیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکمت و علم دیا۔ جبکہ آپ کی عمر ۳۳ سال ہوئی اور آپ کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی جب وفات پائی۔

لَا مُرَاتِبَ (اپنی بیوی کو) راعیل یا زلیخا لام یہ قال سے متعلق ہے اشتراح سے متعلق نہیں۔ اِنْ كَرِمِيْ مَثْوٰٓ (اس کو خاطر سے رکھنا) اس کے مرتبہ اور مقام کو ہمارے ہاں معزز بناؤ یعنی اچھا پسندیدہ اسکی دلیل دوسری آیت میں ہے اِنَّهٗ رَبِّیْ اَحْسَنَ مَثْوٰٓ (یوسف ۲۳) ضحاک کہتے ہیں مَثْوٰٓ کا معنی اچھا معاش عمدہ کپڑے، شاندار بستر۔ عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا (امید ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے) شاید کہ یہ جب سیکھ جائے اور معاملات کو سمجھ جائے اور کاموں کے مقام و محل کو جان لے گا تو ہم اس سے اپنے کاموں میں معاونت لیں گے۔ اَوْ نَتَّخِذْهُ وَلَدًا (یا اس کو بیٹا بنالیں گے) یا اس کو متبہی لڑکے کے قائم مقام رکھیں گے۔ قطفیر کے ہاں بچہ، بچی کچھ بھی نہ تھا۔ اسلئے نجات کے آثار دیکھ کر یہ بات کہی۔ وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) ذٰلِكَ سے اشارہ قتل سے نجات پانے اور عزیز کو مہربان بنانے کی طرف ہے اور کاف منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ مِثْلُ ذٰلِكَ الْاَنْجَاءِ وَالْعَطْفِ مِثْلًا لِّیُوسُفَ (ہم نے یوسف کو جمادیا) یعنی جس طرح اس کو نجات دی اور عزیز کا دل اس پر موڑ دیا اسی طرح ہم نے اس کو ٹھکانہ دیا۔ فِی الْاَرْضِ (زمین میں) یعنی ارض مصر میں اس کو بادشاہ بنا دیا جس پر وہ اپنا حکم چلاتا ہے۔ وَلَنُعَلِّمَنَّ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ (اور تاکہ ہم اس کو باتوں کی تعبیر کرنا سکھائیں) وہ نجات قتل اور اقتدار اس مقصد کی خاطر تھا۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ (اللہ تعالیٰ غالب ہیں اپنے حکم پر) نمبر ۱: ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہو تو مطلب جو وہ چاہتا ہے اس سے کوئی اسکو روک نہیں سکتا۔ نمبر ۲: یا یوسف مرجع ہو تو یوسف کے معاملے میں ان کے بھائی کچھ اور چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ اور چاہتے تھے ہو اوہی جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ وَلٰکِنْ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲۲: وَلَمَّا بَلَغَ اَشَدُّہٗ (جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے) اپنی استعدادی قوت کی انتہاء کو اور وہ اٹھارہ سال ہے یا ۳۱ سال ہے۔ اَتٰیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا (ہم نے ان کو حکم و علم عنایت فرمایا) نمبر ۱: حکم سے حکمت مراد ہے اور علم بمع عمل اور جہالت والی باتوں سے اجتناب۔ نمبر ۲: لوگوں کے درمیان فیصلہ اور سمجھ بوجھ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو) اس میں متنبہ کیا کہ وہ اپنے اعمال میں مخلص تھے اور عنفوان حکومت میں متقی و پرہیزگار تھے۔

مرجیہ کا غلط طریقہ عمل:

۲۳: وَرَاَوْدَتْہُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِہَا عَنْ نَّفْسِہٖ (اور یوسف جس عورت کے گھر میں تھے اس عورت نے اپنا مطلب حاصل کرنے کیلئے ان کو پھسلایا) یعنی یوسف سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سے قربت کرے۔ المراد وہ یہ باب مفاعلہ ہے راد، یروود جبکہ وہ آئے اور جائے گویا مطلب اس طرح ہے۔ کہ یوسف کو دھوکا دینا چاہا ان کے نفس کے سلسلہ میں یعنی اس نے ایسی حرکت کی جو دھوکا باز اپنے ساتھی سے کوئی چیز حاصل کرنے کیلئے کرتا ہے۔ اور وہ ساتھی اس چیز کو اپنے ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا پس یہ اس سے لینے کیلئے حیلہ بازی کرتا ہے۔ یہ اس محل اور آہستگی کی تعبیر ہے جو اس نے یوسف سے اپنا مطلب پورا کرنے کیلئے اختیار کی۔ وَغَلَقَتْ الْاَبْوَابَ (اور اس نے دروازے بند کر دیے) اور وہ دروازے سات تھے۔ وَقَالَتْ هٰیٓتَ لَکَ (اور کہا آ جاؤ تمہیں سے کہتی ہوں) ہیئت یہ اسم ہے جو تعالٰ اور اقبل کے معنی میں آتا ہے۔ یہی علی الفتح ہے۔

وَلَقَدْ هَمَمْتُ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهِ ۖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ

اور اس عورت نے ان کے ساتھ اپنا کام نکالنے کا مضبوط ارادہ کر لیا تھا اور وہ بھی ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ کچھ لیتے اسی طرح تاکہ ہم ان سے برائی نواورے جیانی ہو

وَالْفَحْشَاءُ ۚ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۚ ۲۴ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ

اور رکھیں بے شک وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے اور وہ دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے پیچھے سے ان کا

مِنْ دُبُرٍ ۚ وَالْفَيَاسِيْدَةُ اَلْدَّالْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْءًا

کرتے چیر دیا اور دونوں نے اس عورت کے مردار کو دروازہ کے پاس پالیا وہ کہنے لگی جو شخص تیرے گھر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی سزا

اِلَّا اَنْ يُسَجَّنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۚ ۲۵ قَالَ هِيَ رَاوَدْتْنِي عَنْ نَفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے یوسف نے کہا اسی نے مجھے اپنی مطلب باری کے لئے پھسلا یا اور اس کے خاندان میں سے ایک

مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَذٰبِيْنَ ۚ ۲۶ وَاِنْ

گواہی دینے والے نے گواہی دی کہ اگر اس کا کرتہ سامنے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے سچ کہا اور یہ شخص جھوٹے لوگوں میں سے ہے اور اگر

كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۚ ۲۷ فَلَمَّا رَا قَمِيصَهُ

اس کا کرتہ پیچھے سے پھاڑا گیا تو اس عورت نے جھوٹ کہا اور یہ سچوں میں سے ہے پھر جب اس کے کرتے کو دیکھا گیا

قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۚ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۚ ۲۸ يُّوْسُفُ اَعْرَضُ

کہ پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو کہنے لگا کہ بے شک یہ تم عورتوں کی فریب کاری میں سے ہے بے شک تمہارا فریب بڑا ہے یوسف اس بات کو

عَنْ هٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرْ لِيْ ذَنْبِكِ ۚ اِنَّكَ كُنْتَ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ ۚ ۲۹

جانے دو اور اے عورت تو اپنے گناہ کے لئے استغفار کر بلاشبہ تو ہی گناہگاروں میں سے ہے۔

قرأت: مکی نے ہیٹ پڑھا ہے۔ اور اس کو مٹی علی الضم مانا ہے۔ مگر مدنی اور شامی نے ہیٹ پڑھا ہے۔ اور لام بیان کیلئے ہے گویا تقدیر عبارت یہ ہے کہ اقول ہذا جیسا کہ تم کہو: هَلَمْ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ (اس نے کہا میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں) اعوذ باللہ معاذاً میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں پناہ چاہتا ہوں۔ اِنَّهُ (تحقیق شان یہ ہے) شان اور بات یہ ہے۔ رَبِّیْ (وہ میرا آقا اور مالک ہے) مراد اس سے قطفیر تھا۔ اَحْسَنَ مَثْوًى (اس نے میرا اچھا ٹھکانہ بنایا ہے) اس نے جب تمہیں کہا اگر می مٹوا کہ اس کو اچھا ٹھکانہ دو پس کیا سزا ہے اگر میں اس کے اہل کے سلسلہ میں خیانت کروں۔ اِنَّهُ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (تحقیق شان یہ ہے کہ وہ ظالموں کو کامیابی نہیں دیتا) ظالم سے خائن مراد ہے یا زانی یا اِنَّ رَبِّیْ سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے۔ کیونکہ وہ مسبب الاسباب ہے۔

۲۴: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِه (تحقیق وہ عورت ان کا ارادہ کر چکی تھی) هَمَّتْ پختہ ارادہ وہم بہا اور ان کو طبعی میلان ہوا مگر عزم سے اس کو دور کیا۔ یہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے۔ شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے کہا ہم خیال کے معنی میں ہے اور دل میں آنے والے خیالات پر بندے کو اختیار نہیں اور نہ ہی ان پر مواخذہ ہے جب تک کہ اس کو پختہ نہ کرے۔ اگر یوسف علیہ السلام کا ہم بھی عورت کے ہم کی طرح ہوتا تو اللہ تعالیٰ عبادنا المخلصین کہہ کر ان کی تعریف نہ فرماتے۔

ایک قول یہ ہے کہ ارادہ کی طرف جھکاؤ اختیار کرنے والے تھے۔ عرب کہتے ہیں ہم بالامر۔ جب قصد کرے اور اس کا پختہ ارادہ کرے۔ اور لولا ان راہرہان ربہ کا جواب محذوف ہے۔ ای لکان ما کان تو ہوتا جو ہوتا۔ ایک قول یہ کہ وہم بہا اس کا جواب ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ لولا کا جواب اس سے مقدم نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ حکم شرط میں ہے اور یہ شروع کلام میں آتا ہے۔ البرہان کا معنی حجت ہے اور جائز ہے کہ وہم بہا حکم اور ولقد ہمت بہ کی قسم میں داخل ہو اور یہ بھی درست ہے کہ خارج ہو۔ قاری کا حق یہ ہے جب حکم قسم سے اس کو خارج قرار دے اور اس کو مستقل کلام بنائے تو بہ پر وقف کرے اور ہم بہا سے نیا کلام شروع کرے۔ اس صورت میں دونوں ہم کے درمیان فرق بھی ظاہر ہوتا ہے۔

باطل تفسیر:

اور یوسف کی یہ تفسیر کہ انہوں نے ازار بند کو کھول لیا اور بیٹھ گئے جیسے مرد بوقت حاجت بیٹھتا اور البرہان کی یہ تفسیر کہ انہوں نے ایک آواز سنی ایاک و ایاہا دو مرتبہ۔ پھر تیسری مرتبہ اعرض عنہا۔ مگر انہوں نے توجہ نہ دی یہاں تک کہ یعقوب اپنے پورے کاٹتے ہوئے سامنے آئے۔

تردید:

یہ تفسیر محض باطل ہے۔ سیاق کلام الہی، مرتبہ نبوت اور واضح آیات کے خلاف (فلیحذر منه اعاذنا اللہ من ہذہ الخرافۃ) نسفی رحمہ اللہ نے تردید کیلئے یہ نقل کی ہے۔ نقل کفر کفر نباشد) جن آیات کے یہ خلاف ہے وہ یہ ہیں نمبر ۱۔ ہی راو دتنی عن نفسی۔ اگر ان کی طرف سے یہ اقدام ہوا ہوتا تو اپنے نفس کو بیاگ دھل اس طرح بری قرار نہ دیتے نہ دے سکتے تھے (وہ عورت تردید کر دیتی) مگر وہ عورت کہہ انھی۔ (و لقد راو دتہ عن نفسہ فاستعصم) نمبر ۲۔ کذلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء۔ اگر ایسا معاملہ ہوتا تو پھر برائی کا ان سے پھرنے کا معنی ہی نہیں رہ جاتا۔ نمبر ۳۔ ذلک لیعلم انی لم اخنہ بالغیب۔ اگر یہ معاملہ ہوا ہوتا تو یہ پوشیدہ خیانت تو ہو گئی تردید کا کیا معنی تھا۔ نمبر ۴۔ ما علمنا علیہ من سوء اور الآن حصص الحق انراو دتہ عن نفسہ وانہ لمن الصادقین۔

آخری بات:

اگر یہ بات پیش آئی ہوتی تو ان کی توبہ سے استغفار کا ذکر ہوتا۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ اس کے مقابلے میں معمولی ترین مرتبہ کے نامناسب باتوں پر دوسرے انبیاء علیہم السلام کا استغفار موجود ہے۔ جیسے سورہ ہود میں نوح علیہ السلام اور یونس و داؤد علیہما

السلام۔ اللہ تعالیٰ تو ان کو مخلصا خالص چنے ہوئے فرما رہے ہیں۔ پس قطعی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ اس مقام پر ثابت قدم رہے اور اولوالعزم والا مجاہدہ کیا ان کے سامنے نبوت کی برہان سے تحرم کے دلائل روشن تھے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثناء کے حقدار بنے۔ لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهِ (اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھے ہوتے) ہم بہ کولولا کا قائم مقام جواب بنایا جائے اور جواب شرط کو محذوف مانا جائے تو کلام بغیر اشکال بہت خوب بن جاتا ہے اور محاورہ عرب کے عین مطابق ہے۔ فتدبر) كَذَلِكَ نَحْجُو: نمبر ۱۔ کاف منصوب ہے ای مثل ذلک التثبیت ثبوتاً۔ ایسی ثابت قدمی سے ہم نے ان کو ثابت قدم رکھا۔ نمبر ۲۔ مرفوع ہے ای الامر مثل ذلک۔ معاملہ یونہی ہے۔ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ (تاکہ ہم برائی کو اس سے پھیر دیں) آقا کی خیانت وَالْفُحْشَاءَ (بے حیائی) زنا کوائتہ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ (بیشک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے) قراءت: مدنی کوئی نے ہر جگہ مخلصین، لام کے فتح سے پڑھا ہے۔ مخلص وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کیلئے خاص کر لیا ہو۔ دیگر قراء نے مخلص پڑھا۔ لام کا کسرہ۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کر لیا۔ من عبادنا کا معنی من تبعیضہ بعض بندے وہ خاص الخاص بندے کیونکہ وہ مخلصوں میں سے مخلص ہیں۔

برائی سے فرار اور اس میں کامیابی:

۲۵: وَاسْتَبَقَا الْبَابَ (اور دونوں نے دروازہ کی طرف سہقت کی) دونوں دروازے کی طرف دوڑے۔ عورت طلب مقصد کیلئے اور یوسف حفاظت کیلئے۔ جار کے محذوف اور ایصال فعل کے ساتھ ہے۔ جیسا دوسری آیات میں واختار موسیٰ قومہ [الاعراف ۱۵۵] نمبر ۲۔ استبقا میں تضمین مانیں اور ابتداء معنی لیں۔ یوسف نے جلدی کی اور اس سے بھاگے اور دروازے کی طرف نکلنے کیلئے جلدی کی اور عورت نے جلدی کی تاکہ نکلنے سے ان کو روکے۔ الباب کو یہاں واحد لائے۔ دوسرے مقام پر غلقت الابواب فرمایا کیونکہ اس الباب سے باہر والا آخری دروازہ ہے۔ جو گھر سے نکلنے کا راستہ تھا۔ جب آپ بھاگے تو تالے کے پرزے بکھرنے اور تالے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ تمام دروازوں سے نکل گئے۔

وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ (اور چیر پھاڑ دی اس عورت نے یوسف علیہ السلام کا قمیص پیچھے سے) اس نے پیچھے سے کھینچا۔ پس وہ پھٹ گئی جبکہ وہ دروازے کی طرف بھاگے۔ وہ عورت روکنے کیلئے ان کے پیچھے بھاگی۔ وَالْفَيَّا سَيِّدًا هَالِكًا الْبَابَ (دونوں نے پایا عورت کے خاوند کو دروازے کے پاس) اس نے اپنے خاوند قطفیر کو سامنے سے آتا ہوا پایا جو کہ گھر میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ جب اس عورت نے خاوند کو دیکھ لیا تو اپنے میلان کو شک سے صاف کرنے کیلئے اس نے کہا اور یوسف کو دھمکانے کیلئے تاکہ وہ الزام سے بچنے کیلئے اسکی مقصد براری کر دے اور فریب کاری کے طور پر یہ کہا قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاهْلِكَ سُوءًا اِلَّا اَنْ يُسْجَنَ اَوْ يُعَذَّبَ اَلَيْسَ (اس نے کہا نہیں ہے سزا اسکی جو تیرے اہل سے برائی کا ارادہ کرے۔ مگر یہ کہ اسکو قید کیا جائے۔ اور دردناک سزا دی جائے) ممانافیہ ہے اسکی سزا صرف قید ہے۔ یا عذاب الیم، دردناک سزا یعنی کوڑے۔

نکتہ: اس نے یوسف علیہ السلام کا صراحتہ ذکر نہیں کیا کہ اس نے اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا ہے۔ کیونکہ اس عورت کا مقصد عموم تھا۔ کہ ہر وہ آدمی جو تیرے اہل سے برائی کا ارادہ کرے۔ وہ قید یا عذاب کا مستحق ہے۔ یوسف علیہ السلام کو ڈرانے کیلئے یہ

انداز زیادہ بلند ہے۔

۲۶: جب عورت نے قید اور سزا کی تعریض کی تو یوسف علیہ السلام نے اپنی طرف سے دفاع کو ضروری سمجھا۔ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي (یوسف علیہ السلام نے کہا اس نے مجھے پھسلایا تھا) اگر چال بازی نہ ہوتی تو اس کے معاملے کو چھپاتے اور اس کو اس کے خاوند کے سامنے رسوا نہ کرتے۔

گھر کا گواہ اور اس کی درست بیانی:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا (اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک نے گواہی دی) وہ عورت کا چچا زاد بھائی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی زبان پر گواہی کو جاری کیا۔ جو کہ اس عورت کے خاندان کا آدمی تھا۔ تاکہ اس عورت پر پختہ دلیل بنے اور براءت یوسف کیلئے مضبوط دلیل ثابت ہو۔ نمبر ۲۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ چھوٹا بچہ اور اس عورت کا ابن خال تھا۔

نکتہ: اسکی بات کو شہادت کا نام اس لئے دیا گیا کیونکہ اس نے اپنی بات یوسف علیہ السلام کی تائید اور آپ کی بات کے ثبوت میں گواہی کے مقام پر ہی پیش کی تھی۔ اور اس کو عورت کی بات کا بطلان مقصود تھا۔ اِنْ كَانَ فَمِیْصُهُ قُدًّا مِّنْ قَبْلِ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ (اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی ہے اور یوسف جھوٹا ہے)

۲۷: وَاِنْ كَانَ فَمِیْصُهُ قُدًّا مِّنْ دُبُرٍ فَكٰذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (اگر کرتہ اس کا پھٹا ہے پیچھے سے تو اس عورت نے جھوٹ کہا اور یوسف سچوں میں سے ہے) تقدیر عبارت اس طرح ہے وشہد شہاد فقال ان كان قميصه الاية آگے سے قمیص کا پھٹنا دلالت کرتا ہے کہ وہ سچی ہے کیونکہ وہ جلدی سے اس عورت کو پانے کیلئے پیچھا کرے گا۔ پس وہ قمیص کے دامن میں الجھ کر گرے اور گریبان پھٹ جائے گا۔ اور اس لئے بھی کہ وہ اسکی طرف متوجہ ہوگا اور وہ دفاع نفس میں اس کا گریبان تھامے گی۔ پس قمیص سامنے سے پھٹے گی۔ قبل اور دبر میں تنوین و تنکیر کا معنی یہ ہے کہ ایسی جہت سے جس کو قبل کہا جاتا ہے اور ایسی جہت جس کو دبر کہا جاتا ہے۔ آیت میں ان جو کہ مستقبل کیلئے آتا ہے۔ اس کو اور کان جو ماضی کیلئے آتا ہے جمع کر دیا تاکہ یہ معنی ہو کہ اچھی طرح جان لو کہ قمیص یوسف ہی کی پھٹی تھی۔

۲۸: فَلَمَّا رَا فَمِیْصَهُ قُدًّا مِّنْ دُبُرٍ (جب اس نے یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا دیکھا) یہ دیکھنے والا قطفیر تھا۔ اس کو براءت یوسفی کا علم ہو گیا۔ اور ان کی سچائی واضح ہو گئی۔ جبکہ عورت کا کذب سامنے آ گیا۔ قَالَ اِنَّهُ مِّنْ كٰیْدِ كُنَّ (اس نے کہا بیشک وہ (قول) تمہاری مکاری کی وجہ سے ہے) نمبر ۱۔ ہ کی ضمیر کا مرجع اس کا قول ماجزاء من اراد باهلك سوءاً ہے۔ نمبر ۲۔ یا یہ معاملہ کہ مردوں کو قابو کرنے کا حیلہ۔ کید کن سے اسی کو خطاب ہے اور اسکی لونڈیوں کو اِنْ كٰیْدَ كُنَّ عَظِیْمٌ (یقیناً تم عورتوں کا مکر بڑا ہے) لیکن ان کا مکر لطیف اور بڑے جیل پر مشتمل ہوتا ہے اسی لئے وہ مردوں پر غالب آ جاتی ہیں ان میں سے جو محلات میں رہنے والی عورتیں ہیں ان کے پاس ایسے ہلاک کن حیلے ہوتے ہیں جو دوسری عورتوں کے پاس نہیں ہوتے۔

نکتہ: بعض علماء کا مقولہ ہے کہ مجھے عورتوں سے شیطان کی نسبت زیادہ خطرہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان کید کن عظیم جبکہ شیطان کے متعلق فرمایا ان کید الشیطان کان ضعیفا [النساء: ۷۶]

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ قَدْ

اور چند عورتوں نے کہا جو شہر میں رہتی تھیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو مطلب حاصل کرنے کے لئے پھسلاتی ہے، اس غلام کے

شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝۳۰ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ

عشق نے اس کے دل میں پوری طرح جگہ پکڑ لی ہے، بے شک ہم تو اس عورت کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں پھر جب اس نے ان عورتوں کی مکر کی باتیں سنیں تو انہیں

إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ

بلوا بھیجا اور ان کے لئے ایک مجلس تیار کی جس میں تکیہ لگا کر بیٹھیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دے دی اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے

عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا

نکل آئے سو جب ان عورتوں نے انہیں دیکھا تو حیران رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاشا للہ یہ شخص بشر نہیں ہے

إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ۝۳۱ قَالَتْ فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ وَلَقَدْ رَاودَنَّهُ عَنْ

یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے وہ عورت کہنے لگی سو یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے

نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ الصَّغِيرِينَ ۝۳۲

کی خواہش کی سو وہ بچ گیا اگر اس نے وہ بات نہ مانی جس کا میں اسے حکم دے رہی ہوں تو ضرور اس کو جیل میں بھیج دیا جائے گا اور یہ ضرور بے عزت ہوگا۔

۲۹: یُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا (اے یوسف اس قصہ سے درگزر کر) حرف نداء کو حذف کر دیا۔ کیونکہ قریب کو پکارا۔ بات کو آئی گئی کرنے کیلئے اس نے کہا اس معاملے کو سرے سے چھوڑو۔ اور چھپاؤ اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا۔ (گھریلو معاملہ ہے رسوائی نہ ہو) پھر راعیل کو مخاطب ہو کر کہا وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ (اور تو اپنے گناہ کی معافی مانگ یقیناً تو ہی قصور وار لوگوں میں سے ہے) یعنی اس گروہ سے جو جان بوجھ کر گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں۔ خطی اذا اذنب متعمداً جب جان بوجھ کر گناہ کرے۔ الخاطئین مذکر لائے مذکر کو مؤنث پر تغلیب دیکر یہ صیغہ بول دیا۔ عزیز مصر حوصلہ مند آدمی تھا غیرت کی کمی تھی۔ اس لئے سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفاء کی۔

شہری عورتوں کا پروپیگنڈا:

۳۰: وَقَالَ نِسْوَةٌ (عورتوں نے کہا) عورتوں کی جماعت جنگی تعداد پانچ تھی۔ ساقی کی بیوی، خباز کی بیوی، جانوروں کے نگران کی بیوی، قید خانہ کے نگران اعلیٰ کی بیوی۔ دربان شاہی کی بیوی۔ النسوة یہ اسم مفرد ہے اور امرأة کی جمع ہے۔ اس میں تانیث حقیقی نہیں اسی لئے قالت نہیں کہا۔ بلکہ قال کہا گیا اس میں دو لغتیں ہیں نون کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ فی الْمَدِينَةِ (شہر میں) مصر

میں اُمْرَاتُ الْعَزِيزِ (عزیز کی بیوی) عزیز سے قطفیر مراد ہے۔ عرب کے لوگ عزیز بادشاہ کیلئے بولتے ہیں۔ تُوْرُ اُوْدُفَتْهَا (اپنے غلام کو پھسلاتی ہے) کہا جاتا ہے فتای و فتائی یعنی میرا غلام اور میری لونڈی عَنْ نَفْسِهِ (اس کے نفس کی طرف سے) تاکہ اس سے اپنی خواہش کو پورا کرے قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا (اسکی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔) حبا یہ تمیز ہے یعنی اسکی محبت نے اس کے دل کے شغاف تک رسائی پائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی محبت نے اس کے دل کے پروے کو پھاڑ کر دل میں رسائی حاصل کر لی ہے۔ الشغاف دل کا پردہ یا باریک کھال جس کو لسان القلب کہا جاتا ہے۔ اِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (ہم اس کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں) صحیح راستے سے دور خطا میں مبتلا پاتے ہیں۔

پروپیگنڈے کا جواب:

۳۱: فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ (جب راعیل نے ان کے فریب کو سنا) مکر سے ان کا غیر موجودگی میں یہ کہنا: امرأۃ العزیز عشقت عبدها الکنعانی اور اس کو غصہ آیا اور غیبت کو مکر خفیہ ہونے کی بناء پر کہا جیسا کہ مکار اپنا مکر خفیہ کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے اپنا راز ان کو چھپانے کیلئے دیا مگر انہوں نے ظاہر کر دیا۔ اَرْسَلْتُ اِلَيْهِنَّ (اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا) ان کو دعوت دی۔ ایک قول کے مطابق دعوت تو چالیس عورتوں کو دی جن میں پانچوں مذکورہ بھی تھیں۔ وَاَعْتَدْتُ (اور اس نے تیار کیا) مہیا کرنا یہ عتاد سے باب استعمال ہے۔ لَهُنَّ مَتَكًا (اور ان کیلئے تکیے لگا دیے) جن پر وہ تکیہ لگا سکیں۔ جیسے گاؤ تکیہ اس ہیئت کا مقصد کہ وہ ٹیک لگا کر بیٹھیں اس حال میں کہ چاقوان کے ہاتھ میں ہوں۔ تاکہ وہ دیدار یوسفی سے مدہوش ہوں اور اپنا آپ کھو بیٹھیں گی جس سے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں پر پڑیں گے تو ہاتھ کٹ جائیں گے۔ کیونکہ ٹیک لگانے والا جب کسی چیز کی وجہ سے مدہوش ہوتا ہے تو اس کا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر بلا قصد آگرتا ہے۔ وَاَنْتَ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سَاجِدٌ (اور ان میں سے ہر عورت کو ایک چھری کا ٹٹے کو دے دی) اس زمانہ میں مصری لوگ چاقو سے کھاتے تھے جیسے خمی کرتے ہیں۔ وَقَالَتِ اخْرِجْ عَلَيَّهِنَّ (اور کہا تم ان عورتوں کے سامنے سے نکلو)

قراءت: بصری، عاصم اور حمزہ نے قالت میں کسرہ پڑھا۔ اور باقیوں نے ضمہ پڑھا۔

فَلَمَّا رَآيْنَهُ اَكْبَرُنَّ (جب انہوں نے (یوسف) کو دیکھا تو مبہوت ہو گئیں) اس کو بہت بڑا خیال کیا۔ اور اس خوشگوار حسن و رعنائی سے اور بدیع الجمال چہرے سے ڈر گئیں۔ حسن میں یوسف علیہ السلام کو اسی طرح لوگوں پر فوقیت حاصل تھی۔ جیسا چاند کو بدر کی رات بقیہ ستاروں پر حاصل ہوتی ہے جب وہ مصر کی گلی کو چوں میں چلتے تو ان کے چہرے کی چمک دیواروں پر نظر آتی۔ وہ آدم علیہ السلام کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے جس دن کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حسن اپنی دادی سارہ سے وراثت میں پایا تھا۔

اَكْبَرُنَّ کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا کہ ان کو حیض آگیا۔ اور ہا سکتہ کی ہے۔ اس لئے کہ اس طرح بولا نہیں جاتا النساء قد حصنه کیونکہ یہ مفعول کی طرف متعدی نہیں ہوتا۔ عرب کہتے ہیں۔ اکبرت المرأة اذا حاضت۔ جب اسے حیض آئے اور اکبرن کی حقیقت یہ ہے۔ کبر میں داخل ہونا۔ کیونکہ جب اسے حیض آتا ہے۔ تو وہ حد صغر سے نکل جاتی ہے۔ گویا مثنیٰ نے اسی تفسیر

سے یہ شعر بنایا ہے۔ خف الله واستر ذا الجمال برفع ☆ فان لحت حاضت في الخدور العوائق

”اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خوبصورت کو برقع سے ڈھانپ اگر تو نے ظاہر کیا تو پردوں میں پاکباز عورتوں کا حیض چھوٹ جائیگا۔“

وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ (اور انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے) ہاتھوں کو زخمی کر لیا۔ جیسے کہتے ہیں کنت أقطع اللحم فقطعت يدي۔ میں گوشت کاٹ رہا تھا میرا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ اب مطلب یہ ہوا انہوں نے اس کھانے کی چیز کو کاٹنے کا ارادہ کیا جو ان کے ہاتھوں میں تھی۔ وہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ایسی مدہوش ہو گئیں کہ اپنے ہاتھوں کو زخمی کر لیا۔ وَقَلْنَ حَاشَ لِلَّهِ (اور انہوں نے کہا پناہ بخدا) حاشا۔ یہ استثناء کے باب میں تنزیہ کا فائدہ دینے والا کلمہ ہے۔ تم کہو گے اسماء القوم حاشا زید۔ قوم نے زیادتی کی سوائے زید کے۔ یہ حروف جارہ میں سے بھی ہے۔ یہاں تنزیہ و براءت کیلئے ہے۔ اب معنی اس طرح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پاک، بری ہے۔ (ضعف و کمزوری سے) اور ابو عمرو کی قراءت حاشا اللہ ہے۔ جیسے کہیں سقیا لک گویا پہلے کہا برآۃ پھر کہا۔ اللہ تا کہ واضح ہو کہ کون بری اور منزہ ہے۔ اور قراءت حفص میں حاشا اللہ دوسرے الف کے حذف کے ساتھ ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پاکیزگی حاصل ہے۔ عاجزی والی صفات سے اور اسکی قدرت پر تعجب ہے کہ اس نے اس جیسا حسین پیدا کیا۔ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ (یہ بشر نہیں یہ تو بس معزز فرشتہ ہے) ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام سے بشریت کی نفی ان کے عجیب و غریب حسن کی وجہ سے کی اور طباع میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ فرشتے سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں ہے۔ اور اتنی پاکدامنی فرشتوں میں ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ طباع میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ شیطان سے زیادہ کوئی بد صورت نہیں۔

فریب کاری کا نیا جال:

۳۲: قَالَتْ فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنِنِي فِيهِ (اس نے کہا یہی وہ شخص ہے کہ جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں) اس نے کہا یہ وہی کنعانی غلام ہے۔ جس کی ایک صورت تم نے اپنے ذہنوں میں بنا رکھی تھی۔ اور پھر تم مجھے اس پر ملامت کرتی تھیں۔ تمہارے ذہن میں اس کا حقیقی تصور آیا ہی نہ تھا۔ ورنہ اسکی وجہ سے میرے فتنہ میں مبتلا ہونے پر تم مجھے معذور قرار دیتیں۔ وَلَقَدْ رَاَوْهُ عَنِ نَفْسِهِ فَأَسْتَعْصِمَ (واقعہ میں میں نے ہی اس کو اپنی طرف میلان کیلئے پھسلا یا تھا مگر وہ بچا رہا) استعصام مبالغہ کا وزن ہے۔ اور انتہائی مبلغ انداز میں باز رہنے پر دلالت کرتا ہے اور انتہائی تحفظ کو ظاہر کرتا ہے گویا کہ وہ عصمت میں پہلے ہی ہے اور اب اس میں مزید اضافے کیلئے کوشاں ہے۔ یہ کھلی ہوئی وضاحت ہے کہ یوسف علیہ السلام اس سے بالکل بری ہیں جو کہ بعض مفسرین نے (عیسائیت کے عقائد سے متاثر ہو کر تفسیر کر دی کیونکہ ان کے نزدیک عصمت خاصہ نبوت نہیں) اَللّٰهُمَّ اور البرہان کی تفسیر کر ماری۔

ان عورتوں نے اس موقع پر سفارش کی کہ تم اپنی مالکہ کی اطاعت کرو اس پر راعیل نے یہ دھمکی دی۔ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَا أَمْرُهُ (اور اگر اس نے نہ کیا وہ جو میں اس کو کہتی ہوں) نمبر ۱۔ ضمیرہ کی ما موصولہ کی طرف راجع ہے مطلب یہ ہے ما امر بہ جار کو حذف کر دیا جیسا اس مقولہ میں امر تک الخیر امی بالخیر نمبر ۲۔ مامصدر یہ ہے اور مرجع یوسف علیہ السلام ہیں۔ اب تقدیر اس طرح ہے وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ أَمْرِي أَيْاهِ أَوْ مَوْجِبَ أَمْرِي وَمُقْتَضَاهُ اگر اس نے میرے حکم کا مقصود پورا نہ کیا۔ لَيَسْجُنَنَّ (تو ضرور قید کیا جائے گا)

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ

یوسف نے کہا کہ اے میرے رب یہ عورتیں مجھے جس کام کی دعوت دے رہی ہیں اس کے مقابلہ میں مجھے جیل جانا محبوب ہے اور اگر آپ مجھ سے ان کی چال بازی کو دفع نہ کریں گے

أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۖ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ

تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا، سو ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی سو عورتوں کی چال بازی کو یوسف سے ہٹا دیا، بلاشبہ وہ

هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۖ ثُمَّ بَدَأَ الِھَمْرَ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لِيَسْجُنَّهٗ حَتَّىٰ حِينٍ ۚ

سننے والا ہے جاننے والا ہے پھر نشائیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کی سمجھ میں یہ آیا کہ ایک وقت تک یوسف کو جیل میں رکھیں۔

۱۲

ضرور مجبوس کیا جائے گا) وَلَيَكُونَا مِنَ الصَّغِيرِينَ (اور یہ ضرور ذلیل و خوار ہوگا) لیکوننا میں نون خفیفہ کو قفنی حالت میں مشابہت کی وجہ سے الف سے لکھ دیا ہے۔ جیسے لنسفعا بالناصیة میں۔ صاغرین ذلیل چور، قاتل بھگوڑے وغیرہ۔ جیسا کہ اس نے میرا دل چرایا۔ مجھ سے بھگوڑا ہوا اور جدائی سے میرا خون بہایا۔ وہاں اس کو کھانا پینا اور اچھی نیند میسر نہ ہوگی۔ جیسی اس نے میری نیند اور کھانا حرام کر رکھا ہے۔ اور جس کو تخت کی ریشم پری پسند نہیں اس کو خاک نشینی کی پستی کے سواء کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ۳۳۔ جب یوسف علیہ السلام نے اسکی یہ دھمکی سنی تو بارگاہ الہی میں درخواست پیش کر دی۔

دعائے مستجاب:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ (اے میرے رب مجھے قید اسکی نسبت محبوب ہے جس کی طرف یہ دعوت دیتی ہیں) دعوت کا اسناد تمام کی طرف اس لئے کیا کیونکہ وہ راعیل کی سفارشی بنی تھیں ماعلیک لواجبت مولا تک یا ہر ایک نے فدا ہو کر خفیہ یوسف کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔ پس انہوں نے بارگاہ الہی میں التجاء کی اے باری تعالیٰ قید و بند مجھے معصیت کے ارتکاب سے زیادہ پسند ہے۔ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ (اگر آپ نے ان کے فریب کو میری طرف سے نہ ہٹایا) ان سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گزر گزار ہے ہیں۔ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ (میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا) الصبوة خواہش کی طرف میلان اسی سے الصبا ہے انسانی نفوس صبا کی طرف اسی لئے مائل ہوتے ہیں کہ اسکی خوشبو عمدہ ہے اور وہ راحت بیز ہے۔ وَأَكُنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ (اور نادانوں میں سے ہو جاؤں گا) ان لوگوں میں سے جو علم پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ جو شخص علم پر چلتا نہیں وہ اور بے علم برابر ہیں۔ نمبر ۱۔ جاہلین کا معنی ہے بے وقوف (اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض مفسرین کی وہ تفسیر ہم محض باطل ہے)

۳۴۔ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ جب یوسف علیہ السلام کی دعا میں طلب صرف کی دعا تھی تو بارگاہ الہی سے جواب ملا۔ اس کے رب نے اسکی دعا کو قبول کر لیا۔ استجاب اجاب کے معنی میں ہے۔ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (پس پھیر دیا اسنے ان کے فریب کو بیشک وہی ہر بات کو سننے والا جاننے والا ہے) پناہ مانگنے والوں کی التجاؤں کو سننے والا اور یوسف علیہ السلام اور ان

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيْنِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي

اور یوسف کے ساتھ دو جوان جیل میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں خواب میں اپنے کو دیکھ رہا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں۔ اور دوسرے نے کہا کہ میں

أَرَانِي أَهْلُ فَوْقَ رَأْسِي ۖ خُبْرَاتُ كُلِّ طَيْرٍ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۚ إِنَّا نَارِيكَ مِنْ

خواب میں اپنے کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ اپنے سر پر روئیاں اٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتا دیجئے بلاشبہ ہم آپ کو

الْمُحْسِنِينَ ۝۳۶

نیک آدمیوں میں سے سمجھ رہے ہیں۔

عورتوں کے حال کو جاننے والا ہے۔

بے گناہ کی جیل کا فیصلہ:

۳۵: ثُمَّ بَدَأْ لَهُمْ (پھر عزیز اور اس کے ساتھیوں کی رائے ہوئی) اس کا فاعل مضمَر ہے کیونکہ لیسجنتہ سے اسکی تفسیر اس پر دلالت کر رہی ہے۔ مطلب یہ ہے پھر ان کی یہ رائے بنی۔ ہم کی ضمیر عزیز اور اس کے عزیز۔ مِّنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ (اس کے بعد کہ انہوں نے مختلف نشانیاں دیکھیں) آیات سے مراد وہ گواہیاں تھیں جو آپ کی براءت کے سلسلہ میں سامنے آئیں۔ نمبر ۱۔ قد قیض نمبر ۲۔ قطع الایدی نمبر ۳۔ شہادۃ الصبی وغیرہ۔ لیسجنتہ (ضرور اس کو قید میں ڈالا جائے) نکتہ چینی پر پردہ ڈالنے۔ موجودہ حالت کا عذر پیش کرنے کیلئے اور یہ صرف عورت کے حکم کی پیروی کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ وہ زن مرید بے غیرت تھا۔ عورت کے ہاتھ میں اسکی نکیل تھی۔ اور نمبر ۱۔ اس کا خیال یہ تھا کہ قیدان کو ذلیل کر کے اس کا مطیع بنادے گی۔ نمبر ۲۔ بد نظری اور بدگمانی کے ڈر اور شرمندگی نے اس کو قید کرانے پر مجبور کیا۔ اور بدنامی کا دھبہ بھی لگ رہا تھا۔ جب اس نے دیدار اور وصال سے محرومی پائی تو پھر سماع احوال پر قناعت اختیار کرنی پڑی۔ حتیٰ حین (ایک زمانہ تک) ایک وقت تک گویا اس نے اپنے ہاں فرض کر لیا کہ اس کو ایک وقت تک قید کر کے اس کے رویہ کا اندازہ کریں۔

جیل کے دونو جوانوں کے خواب:

۳۶: وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيْنِ (اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید خانہ میں دونو جوان داخل ہوئے) یہ بادشاہ کے غلام تھے۔ ایک اس کا خباز اور دوسرا ساقی۔ ان پر بادشاہ کو زبردینی کا الزام تھا۔ وہ بھی قید خانہ میں اسی گھڑی لائے گئے جب یوسف علیہ السلام کو داخل کیا گیا کیونکہ مع کا کلمہ صحبت کو ظاہر کرتا ہے جیسا کہوخرجت مع الامیر اس سے مقصد امیر کے ساتھ مل کر جانا ہے۔ پس ان کا قید میں داخلہ آپ کے متصل ہونا ضروری ہے۔ قَالَ أَحَدُهُمَا (ان میں سے ایک نے کہا) ساقی نے کہا اِنِّیْ (بیشک میں نے اپنے بارے میں دیکھا) أَعْصِرُ خَمْرًا (کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں) یعنی انگور۔ انگور کو شراب کہا کیونکہ عموماً اس

سے وہ شراب بناتے تھے۔ نمبر ۲۔ اہل عمان انگور کو الخمر کہتے ہیں۔ وَقَالَ الْآخَرُ (دوسرے نے کہا) خباز نے اِنِّیْ اَرٰنِیْ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ فَبِئْسَ مَا یَدُلُّہ (بیشک میں نے اپنے بارے میں دیکھا کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جس سے پرندے کھا رہے ہیں تو ہمیں اسکی تعبیر بتلا) یعنی خواب کی تعبیر اَنَا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ (بیشک ہم تمہیں نیکی کرنے والا پاتے ہیں) ان لوگوں میں سے جو خواب کی اچھی تعبیر کر سکتے ہیں نمبر ۲۔ قید خانہ والوں کے ساتھ احسان سے پیش آنے والوں میں سے ہیں۔ آپ مریض کا علاج، غمگین کی غم خواری۔ فقیر و محتاج پر وسعت کرتے ہیں۔ پس ہمارے خواب کی تعبیر کر کے ہم پر احسان کر دو۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے یہ امتحان کیلئے بتکلف خواب بنایا تھا۔ نمبر ۱۔ ساقی نے کہا میں نے دیکھا گویا میں باغ میں ہوں میں نے اچانک دیکھا کہ انگور کی جڑ پر تین گچھے انگور کے ظاہر ہوئے پس میں نے ان کو توڑ کر بادشاہ کے پیالے میں نچوڑ دیا۔ اور اس کو پلا دیا۔ نمبر ۲۔ خباز نے کہا۔ میں نے دیکھا گویا میرے سر پر تین ٹوکڑے ہیں جن پر قسم قسم کے کھانے بچے ہیں اچانک میں نے دیکھا کہ مردار خور پرندے ان میں سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔

قَالَ لَا يَأْتِيَكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقُنِيهِ إِلَّا نَبَأُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَلِكُمَا

یوسف نے کہا جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں خواب کی تعبیر بتا دوں گا۔

مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ

اس علم میں ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے، بلاشبہ میں نے ان لوگوں کے دین کو چھوڑ رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے

كُفْرُونَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا

منکر ہیں اور میں نے اپنے باپ دادوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کا اتباع کیا ہے، یہ ہمارے لئے کسی طرح بھی درست نہیں

أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنْ

کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور دوسرے لوگوں پر اللہ کا فضل ہے اور لیکن

أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝ يَصَاحِبِي السَّجْنَءَ أَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرًا أَمَرَ اللَّهُ

بہت سے لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو کیا بہت سے معبود جدا جدا بہتر ہیں یا اللہ بہتر ہے

الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَ

جو تمہارا ہے زبردست ہے، تم لوگ اللہ کے سوا جن لوگوں کی عبادت کرتے ہو وہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے تجویز

أَبَاءُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۖ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا

کر لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی سند نازل نہیں فرمائی، حکم بس اللہ ہی کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت

إِلَّا آيَٰهُ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

نہ کرو یہ سیدھا راستہ ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۳۷: قَالَ لَا يَأْتِيَكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقُنِيهِ إِلَّا نَبَأُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَلِكُمَا (کہا جو کھانا تمہارے کھانے کے لئے آتا ہے اس کے آنے سے پہلے اسکی حقیقت بتا دیتا ہوں) اسکی ماہیت و کیفیت کیونکہ اس مشکل کی تفسیر کے مشابہ قبل ان یا تیکما ہے۔ جب انہوں نے آپ سے تعبیر پوچھی اور آپ کی تعریف احسان سے کی تو آپ کی بصیرت نے اس کو بھانپ لیا۔ اور اس سے اپنے ایسے وصف تک پہنچ گئے جو علماء کے علم سے بہت بلند ہے اور وہ غیب کی اطلاع ہے اور آپ نے ان کو متنبہ کیا کہ ان کی طرف لایا جانے والا کھانا ہر روز ان کو بتلایا جاتا ہے کہ آج یہ کھانا اس طرح سے آئے گا۔ اور وہ اسی طرح ہی نکلتا ہے اور اس بات کو آپ نے

تذکرہ توحید اور ایمان سے پہلے بطور راستہ کے اختیار کیا۔ پھر خوبصورت انداز میں ایمان و توحید کے محاسن اور شرک و کفر کے قبائح بیان کیے۔

مَنْ يَنْتَظِرْ: اس سے یہ ظاہر ہوا کہ جب لوگ کسی عالم کے مرتبہ سے ناواقف ہوں تو وہ ان کو اس دوران میں اپنی ذات کے متعلق وہ بات کہے جو اس کی طرف مائل کرنے والی ہو۔ اور اس کا مقصد یہ ہو کہ لوگ اس سے استفادہ کریں۔ تو یہ فَلَا تُزْكَوْا اَنْفُسَكُمْ کے حکم میں شامل نہیں۔

وعظ و توحید:

ذَلِكُمْ (تمہارے یہ دونوں خواب) ان کی تعبیر کی طرف اشارہ کیا۔ یہ تعبیر اخبار بالغیب کا حصہ ہے۔ مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي (اس میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے علم دیا) اور میری طرف وحی کی ہے میں نے کہانت اور نجوم سے نہیں کہا۔

اِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (بیشک میں نے ایسی قوم کا مذہب چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور خاص طور پر وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں) یہ ابتدائی کلام بھی ہو سکتا ہے۔ اور ماقبل کی تعلیل بھی بن سکتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ عَلَّمَنِي ذٰلِكَ وَاَوْحٰى بِهٖ اِلٰی لَا تُنِي رَفَضْتُ مِلَّةَ اَوَّلٰئِكَ۔ میرے رب نے مجھے علم دیا اور میری طرف اس لئے وحی کی کیونکہ میں نے اہل مصر اور جو ان کے دین پر مفتون ہیں ان کے طریقہ کا انکار کیا۔

۳۸: وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰتِآءِ نِّىْ اِبْرٰهِيْمَ وَاَسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ (اور میں نے اتباع کی اپنے باپ دادا ابراہیم واسحاق و یعقوب کے مذہب کی) وہ ملت حنیفیہ ہے۔ ہم کا لفظ تاکید مزید کیلئے لایا گیا ہے۔ اور آباء کا تذکرہ اس لئے کیا تا کہ ان کے سامنے ظاہر کریں کہ میں خانوادہ نبوت سے تعلق رکھتا ہوں۔ تا کہ وہ دونوں پہچان لیں کہ آپ نبی مرسل ہیں اور اخبار غیب آپ کو وحی سے معلوم ہوتے ہیں تا کہ اس طرح سے ان کو اور زیادہ رغبت ہو اور آپ کی اتباع کرنا آسان ہو جائے۔ اوپر والی آیت میں ترکت کا مطلب ابتدائی ترک یعنی اختیار ہی نہ کرنا مراد ہے یہ مراد نہیں کہ پہلے کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔ مَا كَانْ لَنَا (ہمارے لئے مناسب نہ تھا) ہم گروہ انبیاء علیہم السلام کے مناسب ہی نہ تھا۔

اَنْ تُشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں) جو چیز بھی خواہ صنم ہو یا غیر صنم ذَلِكْ (یہ) توحید۔ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت شکر گزار نہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا شکر یہ ادا نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے اور باز نہیں آتے۔

۳۹: يَصٰحِبِى السِّجْنِ (اے میرے جیل کے ساتھیو) اے سکان جیل جیسا کہتے ہیں اصحاب النار [البقرہ: ۸۱] دوزخی و اصحاب الجنة [البقرہ: ۸۲] جنت والے۔ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (کیا متفرق رب زیادہ بہتر ہیں یا اللہ اکیلا زبردست) تفرق سے مراد تعداد میں اختلاف و کثرت ہے یعنی کیا متفرق ارباب کا ہونا کہ ایک تم میں سے ایک خدا کو پوجے اور دوسرا دوسرے کو یہ زیادہ بہتر ہے یا ایک ہی رب جو اکیلا زبردست ہو اور وہ کسی سے مغلوب نہ ہوتا ہو اور ربوبیت میں بھی اس کے

يَصَاحِبِيَ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ

اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور دوسرے کو سولی پر چڑھایا جائے گا

فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ ط قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِينَ ط

اور اس کے سر میں سے پرندے کھائیں گے جس بات کے بارے میں تم معلوم کر رہے تھے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ فَإِنْسَهُ الشَّيْطَانُ

اور جن دو جوانوں نے خواب کی تعبیر دریافت کی تھی ان میں سے جس شخص کے بارے میں یوسف نے گمان لیا کہ وہ نجات پائے والا ہے اس سے کہا کہ تو اپنے آقا کے سامنے میرا تذکرہ کر دینا پھر

ذِكْرًا رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ط

اس شخص کو شیطان نے اپنے آقا سے تذکرہ کرنا بھلا دیا سو یوسف جیل میں چند سال رہے۔

ساتھ کوئی سہیم و شریک نہ ہو۔ یہ مثال ہے جو آپ نے اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی عبادت اور بتوں کی عبادت کی بیان فرمائی۔
۴۰: مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ (نہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے) تعبدون سے ان دونوں اور جو مصری ان کے اہل دین تھے سب کو خطاب کیا ہے ہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اَلَا اَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ (مگر محض نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ و اجداد نے تجویز کر لیے ہیں) تم نے ان کو الہۃ کہا جو الوہیت کے حقدار نہیں۔ پھر ستم بر ستم یہ کہ تم نے ان کی پوجا شروع کر دی گویا کہ تم محض ان ناموں کو پوجتے ہو جنکے مسمیات نہیں ہیں۔ سمیتموہا کا مطلب سمیتم بھا ہے۔ جیسے کہتے ہیں سمیتہ زید او سمیتہ بزید۔ دونوں کا معنی میں نے اس کا نام زید رکھا ہے۔ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا (اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری ان کے متعلق) ان کے نام رکھنے کے متعلق مِنْ سُلْطٰنٍ (کوئی دلیل) حجت اِنْ الْحُكْمُ (نہیں ہے حکم) عبادت اور دین کے معاملہ میں اَلَا لِلّٰهِ (مگر اللہ تعالیٰ ہی کیلئے) پھر اللہ تعالیٰ کا وہ حکم بیان فرمایا۔ اَمْرًا اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیْمُ (اس نے حکم دیا کہ نہ تم عبادت کرو مگر اسی ہی کی یہی مضبوط دین ہے) القیم کا معنی پختہ جس پر دلائل شاہد ہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)۔

مَسْئَلَةٌ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ سزا بندے پر لازم ہو جاتی ہے خواہ وہ اس بات سے ناواقف ہو جبکہ اس بات کا جاننا کسی طریقہ سے اس کے لئے ممکن ہو۔

تعبیر خواب:

۴۱: يَصَاحِبِيَ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا (اے میرے جیل کے ساتھیو! تم میں سے ایک) یہاں سے خواب کی تعبیر شروع فرمائی احد کما سے ساقی مراد ہے۔ فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا (وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا) یعنی اپنے عہدے پر واپس لوٹ جائے گا۔ وَأَمَّا

الْآخِرُ (اور پھر دوسرا) یعنی نانبائی قِیْصَلْبُ فَنَّا كُلَّ الطَّيْرِ مِنْ رَأْسِهِ (پس اس کو سولی دی جائے گی اور پرندے اس کو سر کی طرف سے کھائیں گے) روایت تفسیر میں ہے کہ آپ نے پہلے کو کہا تم نے جو انگور کی بیل اور اسکی خوبصورتی دیکھی ہے۔ اس سے مراد بادشاہ ہے اور اس کے ہاں تیری اچھی حالت ہے۔ باقی تین شاخیں اس سے مراد تین دن ہیں جو تمہیں جیل میں گزارنے پڑیں گے۔ پھر تو نکل جائے گا۔ اور اپنی ذمہ داری کو دوبارہ جا کر سنبھال لے گا۔ اور دوسرے کو فرمایا تین ٹوکری یہ تین دن ہیں۔ پھر تمہیں نکال کر سولی دی جائے گی۔ جب خباز نے تعبیر سنی تو کہنے لگا میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا (امتحاناً بات بنائی تھی) تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِينَ (مقرر ہو چکا وہ معاملہ جس کے متعلق تم دونوں پوچھتے تھے) قطعی فیصلہ کر دیا گیا اور تکمیل پذیر ہوا وہ معاملہ جس کے متعلق تم سوال کر رہے تھے۔ یعنی ایک کی ہلاکت اور دوسرے کی نجات۔

۳۲: وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا (اور کہا اس کو جس کے بارے میں گمان کیا کہ چھوٹنے والا ہے) گمان کرنے والے یوسف علیہ السلام تھے۔ اگر اسکی تعبیر بطریق اجتہاد ہو۔ اور اگر بطریق وحی ہو تو گمان کرنے والا ساقی ہے۔ نمبر ۲۔ ظن کا معنی یقین ہے۔

اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ (تو میرا تذکرہ اپنے آقا کے پاس کرنا) بادشاہ کے ہاں میری صفات کا تذکرہ کرنا اور اس کے سامنے میرا واقعہ سنانا شاید اس کو رحم آئے اور اس پریشانی سے مجھے نکالے۔ فَأَنْسَلَهُ الشَّيْطَانُ (پس اس کو شیطان نے بھلا دیا) ساقی بھول گیا ذِكْرَ رَبِّهِ (اپنے آقا کے پاس ان کا تذکرہ کرنا) تقدیر عبارت ان یذکر لوبہ ہے یا عند ربہ۔ اپنے آقا کے لئے یا پاس یا یوسف علیہ السلام سے بھول ہوئی جبکہ انہوں نے اپنا معاملہ غیر کے سپرد کیا۔ حدیث میں ہے جس کو ابن حاتم اور ابن مردویہ نے ذکر کیا رحم اللہ اخی یوسف لو لم یقل اذکرنی عند ربک لما لبث فی السجن سبعاً۔ اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف پر رحم فرمائے اگر وہ اذکرنی عند ربک نہ کہتے تو سات سال قید میں نہ رہتے۔ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ (پس وہ قید میں سات سال ٹھہرے) جمہور کے نزدیک سات سال۔ بضع کا لفظ تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ

اور بادشاہ نے کہا کہ بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات گاٹیں موٹی ہیں جنہیں سات دبلی گاٹیں کھا رہی ہیں، اور سات

سُنْبُلَاتٍ خُضِرٌ وَأُخْرَى يَبْسُ ط يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُءْيَايَ إِن كُنْتُمْ

بالیں بری ہیں اور ان کے علاوہ خشک بالیں ہیں اے دربار والو مجھے میری خواب کے بارے میں جواب دو اگر تم

لِلرُّءْيَا تَعْبُرُونَ ﴿۱۳﴾ قَالُوا أَضْغَاتُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالَمِينَ ﴿۱۴﴾

خواب کی تعبیر دیتے ہو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو یوں ہی خیالی خواب ہیں، اور ہم خوابوں کی تعبیر دینا جانتے نہیں ہیں

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ﴿۱۵﴾ يُوسُفُ

اور وہ شخص بول اٹھا جو دو قیدیوں میں رہا ہوا تھا اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آ گیا کہ میں تمہیں اس کی تعبیر سے باخبر کروں گا لہذا تم لوگ مجھے بھیج دو اے یوسف

أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ

اے سچے ہمیں ایسی سات موٹی گاٹیوں کے بارے میں جواب دیجئے جنہیں سات دبلی گاٹیں کھائے جا رہی ہیں اور سات

سُنْبُلَاتٍ خُضِرٌ وَأُخْرَى يَبْسُ ط لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۶﴾ قَالَ

ہری بالوں اور ان کے علاوہ خشک بالوں کے بارے میں بتائیے تاکہ میں ان لوگوں کی طرف واپس ہو جاؤں امید ہے کہ وہ بھی جان لیں گے یوسف نے کہا

تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَابًّا ۖ فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا

کہ سات سال لگاتار متواتر کھیتی کرو گے پھر جو تم کھیتی کاٹ لو تو اسے اس کی بالوں میں چھوڑے رکھنا مگر تھوڑا سا جس میں سے

تَأْكُلُونَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا

تم کھاتے رہو، پھر اس کے بعد سات سال آئیں گے جو اس سب کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے پہلے بچا کر رکھا ہوگا بجز

مِمَّا تَحْصِنُونَ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿۱۹﴾

اس کے جو تم چھوڑو گے، پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہوگی اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

بادشاہ کا خواب:

۳۳: وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنْبُلَاتٍ خُضِرٌ وَأُخْرَى يَبْسُ ط اور بادشاہ نے کہا بیشک میں نے سات موٹی گاٹیں دیکھیں جن کو سات دبلی گاٹیں کھا گئیں۔ اور سات بالیں سبز اور دوسری خشک

جب یوسف علیہ السلام کے نکلنے اور رہائی پانے کا زمانہ قریب آیا تو مصر کے بادشاہ ریان بن ولید نے ایک خوفناک عجیب خواب دیکھا۔ اس نے سات موٹی گائیں خشک دریا سے نکلتے ہوئے دیکھیں اور سات دبلی گائیں بھی۔ یہ دبلی گائیں ان موٹی کو نگل گئیں اور بادشاہ نے سات سبز بالیں دیکھیں جن پر دانے لگ چکے ہیں۔ اور سات دوسری خشک بالیں جو کٹنے کے قریب ہیں۔ وہ خشک بالیں سبز پر لپٹ گئیں۔ اور ان پر غالب آکر ان کو خشک کر ڈالا۔ بادشاہ نے اسکی تعبیر چاہی مگر اسکی قوم میں کوئی ایسا شخص نہ ملا جو اسکی صحیح تعبیر کر سکے۔

بعض علماء کا قول یہ ہے کہ ابتلاء کی ابتداء بھی خواب اور ابتلاء کی انتہاء بھی خواب سماں جمع سمین و سمیہ موٹی۔ العجاف۔ دبلی۔ عجب ایسے دبیلے پن کو کہتے ہیں کہ جس کے بعد موٹاپا کا وجود نہ ہو۔ عجاف یہ عجفاء کی جمع ہے۔ اور افعیل اور فعلاء کی جمع فعال کے وزن پر نہیں آتی۔ اب اسکی نفیض سماں پر اس کو محمول کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اہل عرب کی عادت یہ ہے کہ نظیر کو نظیر پر محمول کرتے رہتے ہیں۔ اور اسی طرح نفیض کو نفیض پر۔ آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ خشک بالیں بھی سات ہیں جیسا کہ سبز کی تعداد سات تھی۔ کیونکہ سیاق کلام بقرات سماں اور عجاف کے سلسلہ میں اور سابل خضر و یابس کے متعلق ایک جیسا ہے۔ پس لازم ہے کہ آخر کا معنی سبعا لیا جائے۔ اور آخر یا سات کا معنی سبعا آخر لیا جائے۔

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ (اے سردارو!) گویا اس نے اعیان سلطنت مراد لیے جو علماء و حکماء میں سے تھے۔ اَفْتُونِي فِي رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيٰى تَعْبُرُونَ (تم مجھے میرے خواب کے سلسلہ میں بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر کرنا جانتے ہو) نمبر ۱۔ للرؤیا میں لام بیانیہ ہے۔ جیسا کہتے ہیں اس قول باری تعالیٰ میں و كانوا فيه من الزاهدین میں من بیانیہ ہے۔ نمبر ۲۔ مفعول یہ کو جب فعل سے مقدم کروں تو فعل اس پر عمل کرنے میں اتنی قوت میں نہیں رہتا جتنا کہ بعد میں لانے سے۔ پس مفعول کو لام کے ذریعہ تقویت دی جیسا کہ عبرت الرؤیا۔ وللرؤیا عبرت نمبر ۳۔ للرؤیا نکان کی خبر ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ کان فلان لهذا الامر۔ جبکہ وہ اس کام پر پورا قابو رکھتا ہو اور اس میں مستقل ہو اور تعبدون خبر دوم یا حال ہے۔ اور عبرت الرؤیا کی حقیقت خواب کے انجام کا ذکر کرنا اور اس کے آخر کا تذکرہ جیسا کہتے ہیں عبرت النہر جب تم اس کو طے کرو۔ یہاں تک کہ دوسرے کنارے پر پہنچ جائے۔ ہو عبرہ اس نے اسکی تعبیر کی اور اسی طرح اولت الرؤیا جب کہ تم اس کا انجام ذکر کرو۔ وہ اس کا انجام ذکر کرنے والا ہے۔ میرے نزدیک عبرت الرؤیا تخفیف کے ساتھ زیادہ قابل اعتماد ہے۔ میں نے بعض لوگوں کو عبرت الرؤیا۔ تشدید کے ساتھ انکار کرتے پایا حالانکہ التعمیر والمعبر دونوں ہی استعمال ہوتے ہیں۔

۴۴: قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ (انہوں نے کہا یہ پریشان خیالات ہیں) یعنی نمبر ۱: وہ خواب، رلے ملے جھوٹے خواب اور جن میں نفس کی بات ملی ہو نمبر ۲۔ وسوسہ شیطانی۔ اضغاث کا اصل گھاس کا مٹھہ قسم قسم کی گھاس کا گڈا۔ اس کا واحد ضغث ہے یہاں جھوٹے خوابوں کیلئے بطور استعارہ لایا گیا ہے اور اضافت یہاں من کے معنی میں ہے۔ اے اضغاث من احلام۔ اس کو جمع لایا گیا حالانکہ وہ ایک ہی خواب ہے بطلان کی صورت میں حلم میں اضافہ کیلئے۔ اور ممکن ہے کہ اس نے اس خواب کے ساتھ اور خواب بھی ذکر کئے ہوں۔

وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَلَمِينَ (اور ہم خواب کی تعبیر سے واقف نہیں ہیں) احلام سے مراد باطل خوابیں تھیں۔ اسلئے

انہوں نے کہہ دیا ہمارے پاس اسکی کوئی تعبیر نہیں کیونکہ تعبیر تو ڈھنگ کے خوابوں کی ہوا کرتی ہے۔ نمبر ۲۔ انہوں نے اپنی علمی غلطیوں کا اعتراف کر لیا۔ اور انہیں خوابوں کی تعبیر کا علم نہ تھا۔

ساقی کا بیان:

۳۵: وَقَالَ الَّذِي نَجَّا (کہا اس شخص نے جس نے نجات پائی) قُلْ سَ مِنْهُمَا (ان دونوں میں سے) جیل والوں میں سے وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ (اور اس کو ایک وقت کے بعد یاد آیا) یہ دال کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔ اصل میں اذکر ہے ذال کو دال اور تا کو دال سے بدل کر دونوں کو باہمی ادغام کر دیا۔ کیونکہ ہم جنس ہیں۔ حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ واذکر اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تا کو ذال کر کے ذال میں ادغام کیا ہے۔ یوسف کا تذکرہ اور جوان سے مشاہدہ کیا تھا۔ بعد امداد طویل مدت کے بعد اور وہ اس طرح کہ جب بادشاہ نے خواب کی تعبیر پوچھی اور اسکی تعبیر مشکل بن گئی تو بچنے والے کو یوسف یاد آئے۔ اور اپنا خواب اور اسکی تعبیر یاد پڑی۔ اور اسی طرح اپنے ساتھی کا خواب اور اسکی تعبیر، تو بادشاہ نے اس کو طلب کیا کہ وہ اس خواب کا تذکرہ بادشاہ کے پاس کرے۔ اَنَا اَنْبِئُكُمْ بِتَاوِيلِهِ (میں اسکی تعبیر تمہیں بتاتا ہوں) میں اس سے پوچھ کر اسکی تعبیر بتلاتا ہوں جس کو اسکی تعبیر کا علم ہے۔ فَارْسِلُوْنِ (پس تم مجھے بھیجو)

قرأت: یعقوب نے یا کے ساتھ پڑھا ہے ای فابعثونی الیہ لاسأله مجھے اس کے پاس بھیجتا کہ میں اس سے پوچھ آؤں۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کی طرف اس کو بھیجا وہ آیا اور آکر کہا۔

تعبیر یوسف علیہ السلام:

۳۶: يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ (اے سچے یوسف) یہ مجسمہ صدق اس نے یہ بات اس لیے کہی کیونکہ وہ ان کے حالات جان چکا تھا۔ اور اپنے خواب کی تعبیر میں ان کی سچائی خوب پہچان چکا تھا۔ اور اپنے ساتھی کے خواب کے متعلق بھی اسی طرح واقع ہوا جیسا انہوں نے تعبیر کی تھی۔ اَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعُ عِجَافٍ وَتَسْبَعُ سُبُلَاتٍ خُضْرٍ وَاُخْرَى يَلْسَتُ لَعَلِيْ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ (آپ ہمیں سات موٹی گائیں جن کو سات دہلی کھا جاتی ہیں اور سات سبز بالیں اور دوسری خشک کے متعلق تعبیر دیں شاید کہ میں لوگوں کے پاس جاؤں شاید وہ جان لیں) الناس سے بادشاہ اور اس کے پیرو مراد ہیں۔ یعلمون سے آپ کی فضیلت و مرتبہ جان کر طلب کریں اور اس مشقت سے آپ کو رہائی دلائیں۔

۳۷: قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَابَّاً (فرمایا تم زراعت کرو گے سات سال متواتر) یہ خبر ہے مگر معنی امر کا ہے جیسا اس آیت میں تَزْرَعُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ [الف: ۱۱] تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جہاد کرو) اسکی دلیل یہ قول ہے فذروه فی سنبلة ہے۔

نکتہ: امر کو صورت خبر میں اسلئے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مامور بہ کے وجود میں مبالغہ ہو گویا اس کو موجود سمجھ کر اس کے متعلق خبر دی جاری ہے۔ دَابَّاً (مسلل)

قرأت: یہ سکون ہمزہ کے ساتھ ہے اور حفص اس کو فتح سے پڑھتے ہیں۔ اور یہ دونوں دَابَّ فی العمل کے مصدر ہیں۔ یہ دَابَّاً

الہا مورین سے حال ہے ای داسین۔ ہمیشگی کرنے والے فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ (جو تم کاٹو اس کو اس کے بالوں میں چھوڑ دو) تاکہ اس کے گھن نہ لگے۔ اِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ (مگر تھوڑا جو تم کھاؤ) یعنی جو تم نے ان سالوں میں استعمال کرنا ہو۔
۴۸: ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعُ شِدَادٍ يَأْكُلْنَ (پھر اس کے بعد سات بہت سخت سال آئیں گے جو کھا جائیں گے) یہاں يَأْكُلْنَ میں کھانے کی نسبت مجازاً سالوں کی طرف کردی۔ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ (جو تم نے ان کے لئے پہلے سے جمع کر رکھا ہوگا) یعنی سرسبزی والے سالوں میں اِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ (مگر تھوڑا جو تم بچا کر رکھو گے) مگر تھوڑا جو تم جمع کرو گے اور چھپا کر رکھو گے۔

۴۹: ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ (پھر اس کے بعد ایک سال ہوگا) یعنی چودہ سال بَعْدِ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ (اکمیں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی) یہ الغوث سے ہے۔ نمبر ۱۔ ان کے فریادیوں کی ضرورت پوری ہوگی نمبر ۲۔ الغیث سے ہے یعنی بارش کی جائے گی جیسے کہتے ہیں غیث البلاد جبکہ بارش ہو وَفِيهِ يَعْصِرُونَ (اور اس میں لوگ نچوڑیں گے) یعنی انگور زیتون تل، اور ان سے مشروبات بنائیں گے اور تری کیلئے بطور تیل استعمال کریں گے۔

قرأت: حمزہ وعلی نے تعصرون پڑھا ہے۔ آپ نے بقرات سمان اور السنبلات الخضر کی تعبیر خوشحالی کے سال اور العجاف اور الیاسات کی تعبیر قحط والے سالوں سے کی اور پھر ان کو بشارت دی کہ خواب کی تعبیر تو اتنی ہے مگر مزید بات یہ ہے کہ آٹھواں سال برکت والا آئے گا۔ اس میں کثرت سے غلہ اور بے شمار نعمتیں میسر ہوگی۔ اور یہ تمام باتیں وحی سے بتلائیں اور اسی ہی سے ممکن ہیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ اِلَى رَبِّكَ فَسْأَلْهُ مَا بَالُ

اور بادشاہ نے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس لے آؤ۔ سو جب قاصد یوسف کے پاس آیا تو یوسف نے کہا کہ تو اپنے آقا کے پاس واپس جا پھر اس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا

النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝۵۰ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ

کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے، بے شک میرا رب ان کے فریب کو خوب جاننے والا ہے، اس نے کہا کہ اے عورتو! تمہارا کیا واقعہ ہے جبکہ تم نے

اِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَنْ نَّفْسِهِ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ ۝۵۱ قَالَتْ

یوسف سے اپنی مطلب براری کی خواہش کی، انہوں نے جواب میں کہا خاھا للہ ہم اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ ہمارے علم میں ایسی کوئی بات نہیں کہ ہم یوسف کی طرف کوئی برائی

اَمْرَاتُ الْعَزِيْزِ الْكُنْ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۵۲

منسوب کر سکیں، عزیز کی بیوی نے کہا اس وقت حق ظاہر ہو گیا میں نے اسے اپنے مطلب براری کے لئے اسے پھسلا یا اور بے شک وہ سچے لوگوں میں سے ہے

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِيْ لَمْ اَخْنِهٖ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخٰٓئِنِيْنَ ۝۵۳

یہ اس لئے کہ وہ جان لے کہ میں نے اس کے پیچھے اس کی خیانت نہیں کی اور بلاشبہ اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو نہیں چلنے دیتا،

بادشاہ کی طرف سے رہائی کا پروانہ اور آپ کا انکار:

۵۰: وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِيْ بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُوْلُ (اور کہا بادشاہ نے اس کو میرے پاس لے آؤ۔ جب بادشاہ کا قاصد آیا)

تاکہ وہ قید سے رہائی دے قال ارْجِعْ اِلَى رَبِّكَ (اس نے کہا تو لوٹ جا اپنے آقا کی طرف) ربک سے یہاں بادشاہ مراد ہے۔

فَسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ (اور اس سے پوچھو کیا حال ہے ان عورتوں کا) بال بمعنی عورتوں کی حالت ہے۔ الَّتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ

(جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے) یوسف علیہ السلام ثابت قدم رہے اور بادشاہ کے جواب میں حوصلہ مندی سے کام لیا اور عورتوں

کے متعلق سوال کو مقدم کیا تاکہ ان کی براءت برسر میدان ظاہر ہو جائے اور جو بہتان ان پر لگایا اور اسمیں قید کیا گیا وہ کھل جائے۔

تاکہ حاسدوں کو آپ کی شان گھٹانے کی جرأت نہ ہو۔ اور تاکہ لوگوں کے منہ اس بات سے بند ہو جائیں کہ کسی بڑے جرم کی وجہ

سے ان کو سات سال جیل میں ڈالا گیا۔

مَنْبِتْلَهٗ: تہمت کی نفی کیلئے کوشش لازم ہے اور ایسے مواقع سے بچنا ضروری ہے جو تہمت کا پیش خیمہ ہوں۔ آپ ﷺ نے یوسف

علیہ السلام کی اس عظمت کو اس طرح سراہا۔ یوسف علیہ السلام کا صبر و سخاوت کتنی عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے۔ جب ان

سے موٹی اور دہلی گائیں کے متعلق سوال کیا گیا (تو آپ نے تعبیر کے ساتھ تدبیر حسن بتلائی) اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو تعبیر بتلانے

کی یہ شرط لگا دیتا کہ وہ مجھے جیل سے رہا کریں۔ اور ان کی یہ حالت بھی بڑی عجیب ہے کہ جب ان کے پاس قاصد آیا تو اسے کہا: ارجع الی ربک۔ اگر میں اسکی جگہ ہوتا اور قید میں اتنا عرصہ گزار چکا ہوتا جتنا انہوں نے گزارا تو میں ضرور داعی کی بات پر لبیک کہتا اور نکلنے کی طرف جلدی کرتا۔ عذر تلاش نہ کرتا، وہ بڑے ہی حوصلے مند اور بردبار تھے۔ (در المنثور)

سخاوت و حسن ادب یوسفی کا ایک ورق ملاحظہ ہو کہ آپ نے عزیز کی بیوی کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ اس نے آپ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا اور قید و بند کا سبب بنی اور فقط ان عورتوں کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ (بیشک میرا رب ان کے فریب کو جانتا ہے) ان کا فریب بلاشبہ بڑا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور وہ اس پر بدلہ لینے والے ہیں۔

شاہی تفتیش:

۵۱: جب بادشاہ کا قاصد واپس لوٹ کر آیا تو بادشاہ نے ان ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کو بلایا۔ اور عزیز کی عورت کو بھی بلایا اور کہا قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ (تمہارا کیا معاملہ ہے)

اِذْ رَا وَدَّتْ يُّوسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ (جب کہ تم نے یوسف کو پھسلایا) کیا تم نے اسکی طرف سے اپنے لئے ذرہ بھر میلان پایا۔ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ (تو انہوں نے کہا پناہ بخدا) اسکی قدرت جس نے ایسا پاک باز بنایا ہے۔ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ (ہم نے ان کے متعلق ذرہ بھی برائی نہیں پائی) سوء سے گناہ مراد ہے۔ قَالَتِ امْرَاةُ الْعَزِيْزِ الشُّنَّ حَصْحَصَ الْحَقِّ (عزیز کی بیوی کہنے لگی اب حق واضح ہو گیا) ظاہر اور پختہ ہو گیا۔ اَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهٖ وَاِنَّهُ الصِّدِّیْقُیْنِ (میں نے اس کو اپنے مطلب کیلئے پھسلایا تھا اور بیشک وہ بچوں میں سے ہے) اس نے یہ بالکل صحیح کہا ہی راودتسی عن نفسی ان دو گواہیوں پر کسی اضافہ کی ضرورت نہیں۔ یہ گواہیاں آپ کی براءت و نزاہت کو خوب ثابت کر رہی ہیں۔ عورتوں نے یہ برملا اعتراف کیا کہ یوسف علیہ السلام پر جو الزام لگایا گیا اس سے ان کا کوئی سروکار نہیں ہے۔

براءت یوسف علیہ السلام:

۵۲: پھر قاصد یوسف علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا اور عورتوں کی گفتگو کے متعلق اطلاع دی اور عزیز مصر کی بیوی کے اعتراف و اقرار کا بھی ذکر کیا۔ اس پر یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ ذٰلِكَ (یہ) نکلنے سے انکار اور اظہار براءت پر اصرار میں نے اسلئے کیا لَعَلَّہُمْ (تا کہ عزیز مصر کو معلوم ہو) اَتْنِیْ لَمْ اَخْنَهُ بِالْغَیْبِ (کہ میں نے اسکی غیر موجودگی میں اسکی خیانت نہیں کی) اسکی عزت کے سلسلہ میں اس کی عدم حاضری میں۔

تَحْقُوْق: بالغیب یہ فاعل سے حال ہے یا مفعول سے حال ہے۔ معنی اس طرح ہوگا نمبر ۱۔ میں اس سے غائب ہوں۔ نمبر ۲۔ وہ

میرے پاس موجود نہ ہو۔ نمبر ۲۔ لیعلم کی ضمیر بادشاہ کی طرف لوٹائیں تاکہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے عزیز مصر کی خیانت نہیں کی۔ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتے) ان کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتے۔ گویا اس میں امرأۃ عزیز کے متعلق تعریض ہے کہ اسے اپنے خاوند کی امانت میں خیانت کی۔ اور اپنی امانت کو پوری شوکت و قوت سے ظاہر فرمایا۔

وَمَا أُبْرِئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۚ إِنَّ رَبِّي

اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتاتا بلاشبہ نفس برائی کرنے کا خوب زیادہ حکم دیتا ہے۔ بجز اس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے بیشک میرا رب

غَفُورٌ رَحِيمٌ ۵۳

غفور ہے رحیم ہے۔

۵۳: وَمَا أُبْرِئُ نَفْسِي (اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتاتا) پھر آپ نے بارگاہ الہی میں تواضع کرتے ہوئے اور اپنے نفس کو مٹاتے ہوئے تاکہ اپنے منہ مڑنگی بننے کا وہم نہ ہو۔ اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ مجھ میں جو امانت و دیانت پائی جاتی ہے۔ یہ محض توفیق الہی اور اسکی عصمت سے ہے۔ چنانچہ فرمایا میں بذات خود اپنے نفس کو پاک قرار نہیں دیتا کہ وہ لغزشوں سے بچ جائے اور نہ میں بالکل اسکی براءت کی گواہی دیتا ہوں۔ اور نہ عمومی افعال میں اس کو (لغزش سے) پاک قرار دیتا ہوں۔ نمبر ۲۔ اس حادثہ میں جیسا کہ ہم کو خطرہ بشریہ کے معنی میں جب لیا جائے اور قصد و ارادہ کا اسمیں مطلقاً دخل نہ ہو۔

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ (بیشک نفس تو ضرور برائی کی طرف جھک جانے والا ہے) النفس سے جنس نفس مراد ہے۔ جنس نفس تو برائی کی طرف لے جانے والی ہے اور اس پر آمادہ کرتی ہے کیونکہ اسمیں شہوات پائی جاتی ہیں۔ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي (مگر جس پر میرا رب رحم کرے) نمبر ۱۔ مگر وہ چیدہ لوگ جن پر میرے رب کی رحمت ہو اور عصمت سے ان کو نوازا گیا ہو۔ نمبر ۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ مَا رَحِمَ کو زمانہ کے معنی میں لیا جائے مگر میرے رب کی رحمت کے وقت۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ نفس تو ہر وقت برائی کی طرف مائل کرنے والا ہے مگر وقت عصمت میں وہ مائل نہیں کر سکتا۔

نمبر ۳۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ یعنی میرے رب کی رحمت اس نفس کو بدی کے راستہ سے پھیر دیتی ہے۔ اس صورت میں إِلَّا كَوْلِ كَنٍّ کے معنی میں لیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کا مقولہ ہے کہ یہ بات جو میں نے کہی ہے یہ اس لئے ہے تاکہ یوسف کو علم ہو جائے کہ میں نے اس کے ساتھ خیانت نہیں کی اور اس کے متعلق اسکی غیر موجودگی میں جھوٹ نہیں بولا بلکہ جو سوال کیا گیا اس کے متعلق میں نے سچی بات کہی ہے مگر اس کے باوجود بھی میں اپنے آپ کو خیانت سے بری الذمہ قرار نہیں دیتی۔ میں نے اسکی خیانت کی ہے جبکہ میں نے اس پر یہ کہہ کر بہتان تراشا مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ يَقْدَحَ دِھْمًا دے دی۔ وہ اپنے قصور کا اعتراف کر رہی ہے کہ ہر نفس برائی کی طرف جھکاؤ اختیار کرنے والا ہے۔ اس سے تو یوسف (علیہ السلام) جیسا معصوم انسان پردہ رحمت کی برکت سے بچ سکتا ہے۔ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ (بیشک میرا رب بخشنے والا رحیم کرنے والا ہے) اس نے اپنے رب سے معافی طلب کی اور اسکی رحمت مانگی ان غلطیوں سے جنکا وہ ارتکاب کر چکی تھی۔ اس کو کلام یوسف علیہ السلام قرار دیا گیا۔ مگر ظاہر میں اسکی کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ معنی تو اسکی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ قرآن مجید کی تقدیم و تاخیر والی قسم میں سے ہے کہ ذَلِكَ لِيَعْلَمَ كَاتِلُ الْفَسْنِ مَا بَالُ

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا

اور بادشاہ نے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ میں اسے خالص اپنے لئے رکھوں گا پھر جب ان سے بات کی تو کہا بے شک آج تم ہمارے پاس

مَكِيْنٌ اٰمِيْنٌ ۝۵۵ قَالَ اجْعَلْنِي عَلٰی خَزَايِنِ الْاَرْضِ اِنِّي حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝۵۶ وَكَذٰلِكَ

باعزت ہو معتبر آدمی ہو یوسف نے کہا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو میں ان کی حفاظت کرنے والا ہوں جاننے والا ہوں اور ہم نے

مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَّبِعُوْا مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاءُ

اسی طرح یوسف کو زمین میں بااختیار بنا دیا اس میں جہاں چاہے رہے ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیں

وَلَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝۵۷

اور ہم اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے، اور البتہ آخرت کا ثواب ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔

النسوة التي قطعن ايديهن سے ہے۔

شاہی حکم نامہ:

۵۴: وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي (بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لے آؤ۔ میں اس کو خاص کر لونگا اپنی ذات کیلئے) میں اس کو مقرر کروں گا اپنی ذات کیلئے فَلَمَّا كَلَّمَهُ (جب ان سے بادشاہ نے کلام کیا) اور اس چیز کا مشاہدہ کیا جو اس کے گمان میں بھی نہ تھی۔ تو قَالَ (کہا) بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اٰمِيْنٌ (تم آج سے ہمارے نزدیک معتبر و معزز ہو) تو مرتبے اور مقام والا ہے۔ اور ہر بات میں قابل اعتماد ہے۔ روایت تفسیر میں ہے کہ جب قاصد آیا تو اس کے ساتھ ۷۰ ستر دربان اور ستر سواریاں تھیں اور شاہی جوڑا بھی ساتھ تھا اور کہا بادشاہ بلارہا ہے۔ پس آپ قید سے نکلے اور بادشاہ اور اس کے اہل و عیال کو دعائیں دیں۔ اللّٰهُم عطف علیہم قلوب الاخیار ولا تغم علیہم الاخبار فہم اعلم الناس بالاخبار فی الوقعات اور قید خانہ کے دروازہ پر لکھو ایا ہذہ منازل البلواء وقبور الاحیاء وشماتۃ الاعداء وتجربۃ الاصدقاء کہ مصائب کے مقامات زندوں کے قبرستان، دشمنوں کی خوشی اور دوستوں کی آزمائش ہیں پھر غسل فرمایا جیل خانہ کی میل کچیل اتاری۔ نیا لباس زیب تن کیا جب بادشاہ کے ہاں داخل ہوئے تو کہا اللّٰهُم انی اسألك بخیرك من خیرہ واعوذ بعزتك وقدرتك من شرہ اے اللہ تیری خیر کے ذریعہ اسکی خیر کا طالب ہوں اور تیری عزت و قدرت کی پناہ کا طالب ہوں اس کے شر سے۔ پھر سلام کر کے عبرانی زبان میں اس کے لئے دعا کی تو بادشاہ نے کہا یہ کیا زبان ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میرے آباؤ اجداد کی زبان ہے۔ بادشاہ ستر زبانوں کو جانتا تھا۔ چنانچہ اس نے ان سب زبانوں میں گفتگو کی آپ نے انہیں سب زبانوں میں جوابات دیے۔ بادشاہ کو تعجب ہوا اور کہنے لگا اے مجسمہ صدق! میں اپنا خواب تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں تو آپ

نے فرمایا تم نے گائیں دیکھیں۔ پھر ان کے رنگ اور حالات اور ان کے نکلنے کی جگہ بتلائی اور بالوں کی جو کیفیت بادشاہ نے دیکھی وہ بیان کی۔ بادشاہ کو کہا کہ تم سردیوں میں غلہ جمع کرو۔ مخلوق اطراف سے تیرے پاس آئے گی۔ اور غلہ حاصل کرے گی اور تیرے پاس اتنے خزانے جمع ہونگے جو آج تک کسی کے پاس جمع نہیں ہوئے۔ بادشاہ نے کہا کون ان باتوں میں میرا ذمہ دار ہے؟ اور کون اس کو جمع کرے گا؟ اور کون سرانجام دے گا۔

مطالبہ یوسف علیہ السلام:

۵۵: قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ (یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم مجھے زمین کے خزانے پر مقرر کرو) تم سرزمین کے خزانے کا مجھے ذمہ دار بنادو۔ اِنِّي حَفِیْظٌ (میں امانتدار محافظ ہوں) اور اس چیز کی حفاظت کروں گا۔ جس کی حفاظت مجھ سے چاہو گے۔ عَلَیْہِمْ (جاننے والا) تصرف و خرچ کے مقامات کو جاننے والا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی امانت و کارگزاری کو خود بیان فرمایا بادشاہوں کے ہاں جن کو عہدہ دیا جاتا ہے۔ ان میں یہی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ آپ نے خود عہدہ اس لئے طلب کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل ہو ملک و دنیا ہرگز مقصود نہ تھی آپ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ ہوں۔ حق قائم ہو، عدل پھیلے، اور بندوں کو راحت میسر ہو۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت اسی لیے ہوتی ہے۔ آپ جانتے تھے کہ کوئی اور یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس لئے خود طلب کیا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف پر رحم کرے اگر وہ اجعلنی علی خزائن الارض نہ کہتے تو بادشاہ ان کو فوراً حاکم بنا دیتا۔ (مگر اس کہنے کی وجہ سے) اس نے ایک سال تک مؤخر کیا۔ بقول حافظ ابن حجر یہ روایت سنداً ساقط الاعتبار ہے)

مَنْبِتُہٗ: اس میں علماء نے یہ مسئلہ نکالا کہ کافر و ظالم کی طرف سے کسی عہدے کو سنبھالنا جائز ہے۔ جب کہ عالم یا پیغمبر کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ اسی طرح کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں اور مظلوم کی داد رسی بھی کافر و فاسق کی طرف سے عہدہ حاصل کرنے پر ہو سکتی ہو۔ تو ایسے عہدے کا ضرور سہارا لینا چاہئے۔ بہت سے اسلاف نے ظالم بادشاہوں کی طرف سے اسی غرض کی خاطر عہدے قبول کئے۔ بادشاہ آپ کی رائے سے ہٹ کر کوئی رائے نہ دیتا اور آپ کی رائے میں دخل اندازی نہ کرتا گویا احکام کے نفاذ میں بادشاہ آپ کا تابع فرمان تھا۔

انتقال اقتدار اور عدل و مساوات یوسف علیہ السلام:

۵۶: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) اس ظاہر اقتدار و غلبہ کی طرح مَكْنًا لِّیُوسُفَ فِی الْاَرْضِ (ہم نے یوسف علیہ السلام کو زمین میں اقتدار بخشا) ارض سے ارض مصر مراد ہے۔ یہ ۴۰ x ۴۰ فرسخ تھی (یہ اندازہ درست معلوم نہیں ہوتا) اہل زمین قدرت اور اختیار دینا۔ یَتَّبِعُوْا مِنْہَا حَيْثُ یَشَآءُ (آپ جس جگہ چاہیں رہیں) جس مقام کو منزل بنائیں غلبہ کی وجہ سے ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی اور وہ سارا علاقہ آپ کی حکومت میں داخل تھا۔

قراءت: مکی نے نشاءون سے پڑھا ہے۔ نَصِیْبٌ بِرَحْمَتِنَا (ہم اپنی رحمت پہنچاتے ہیں) دنیا میں بادشاہی والا عطیہ اپنی طرف سے دیتے اور غنائ میسر کر دیتے ہیں اور دیگر نعمتیں بھی۔ مَنْ نَّشَآءُ (جن کو ہم چاہتے ہیں) جنکے لئے ہماری حکمت تقاضا

کرتی ہے۔ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (ہم مخلصوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے) دنیا میں

۵۷: وَلَا جُزْءَ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا (البتہ آخرت کا ثواب بہت بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے) اس سے مراد یوسف علیہ السلام اور قیامت تک آنے والے اہل ایمان ہیں۔ وَكَانُوا يَتَّقُونَ (اور نافرمانی سے بچتے رہے) شرک و فواحش سے بچتے رہے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ مومن کو اسکی حسنت پر دنیا و آخرت میں ثواب ملتا ہے۔ اور فاجر کو دنیا میں بھلائی دے دی جاتی ہے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں پھر یہ آیت تلاوت کی۔ روایت تفسیر میں ہے کہ بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو تاج پہنایا اور اپنی مہران کے حوالے کر دی اور تلوار ان کو عطا کی اور ان کے لئے سونے کا تخت بچھایا جس پر موتیوں اور یاقوت کا تاج لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تخت سے تیرا ملک زیادہ مضبوط ہے۔ اور انگلی سے تو اپنے ملک کی تدبیر و تنظیم کرو۔ اور تاج یہ میرا اور میرے آباء کا لباس نہیں۔ پھر آپ تخت پر تشریف فرما ہوئے سرداروں نے آپ کی اطاعت قبول کی۔ بادشاہ نے اقتدار آپ کے حوالے کیا۔ اور قطفیر کو معزول کر دیا۔ اس کے بعد وہ مر گیا۔ بادشاہ نے اسکی بیوی سے ان کا نکاح کر دیا جب یوسف اس کے پاس گئے تو کہا۔ کیا یہ اس سے بہتر نہیں جو تم نے طلب کیا تھا اس کو کنواری پایا۔ ان سے دولڑکے افرائیم اور میثا (یہ اسرائیلی قصہ گوئی کا حصہ ہے جن کو بلا چھان بین کے نقل کر دیا گیا۔ فتنہ بر)

آپ نے عدل کو قائم کیا اور مصر کے مرد و عورتوں نے آپ سے محبت کی آپ کے ہاتھ پر بہت سے مصری مسلمان ہوئے۔ آپ نے اہل مصر سے قحط کے سالوں میں غلہ درآمد و نا تیر سے خرید لیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس کچھ نہ رہا۔ پھر دوسرے سال زیور و جوہرات کے بدلے خرید فرمایا۔ تیسرے سال چوپایوں کے بدلے چوتھے سال غلاموں اور لونڈیوں کے بدلے۔ پانچویں سال زمین اور مکانات کے بدلے، چھٹے سال اولادوں کے بدلے ساتویں سال ان کی گردنوں کے بدلے جب سب غلام بن گئے تو ان کو آزاد کر دیا اور ان کے تمام اموال و املاک ان کو واپس کر دیئے۔ غلہ لینے کیلئے جو لوگ آتے فی کس آپ ایک اونٹ کا بوجھ دیتے تھے۔

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ۝۵۸ وَلَمَّا جَهَّزَهُم

اور یوسف کے بھائی آئے سو وہ ان کے پاس اندر چلے گئے سو یوسف نے انہیں پہچان لیا اور وہ انہیں نہیں پہچان رہے تھے اور جب یوسف نے انہیں سامان

بِجْهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِآخِ لَكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ أَلا تَرُونَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا

تیار کر دیا تو فرمایا کہ تمہارا جو ایک باپ شریک بھائی ہے اسے میرے پاس لے آنا کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے

خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۝۵۹ فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝۶۰ قَالُوا

زیادہ مہمان نوازی کرنے والا ہوں سو اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی نفع نہیں ہے جو میں تمہیں ناپ کر دوں اور میرے پاس مت آنا، بھائیوں

سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝۶۱ وَقَالَ لِفَتَيْنِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ

نے کہا کہ ہم اس کے باپ سے اس کے بارے میں درخواست کریں گے اور ہمیں یہ کام ضرور کرنا ہے اور یوسف نے اپنے خدمت گزاروں سے کہا کہ ان کی پونجی ان کے کپڑوں میں رکھ دو

لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝۶۲ فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَى

تاکہ جب یہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ جائیں تو اسے پہچان لیں شاید وہ پھر واپس آ جائیں پھر جب وہ اپنے باپ کے پاس

أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا آخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ

آئے تو کہنے لگے کہ اے ابا جان ہمیں غلہ دینے کی ممانعت کر دی گئی ہے سو آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لاسکیں اور بلاشبہ ہم اس کی

لَحْفَظُونَ ۝۶۳ قَالَ هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا آمَنَ تُمْ عَلَى أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ ۖ قَالَ اللَّهُ

محافظت کرنے والے ہیں ان کے والد نے کہا کیا میں اس پر تمہارا اعتبار کروں مگر جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی پر تمہارا اعتبار کر چکا ہوں، سو اللہ

خَيْرُ حَافِظٍ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِمِينَ ۝۶۴

سب سے بہتر نگہبان ہے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

پہلی بار بھائیوں کی مصر آمد:

۵۸: مصر کی طرح سرزمین کنعان میں قحط پہنچا۔ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو غلہ لینے کیلئے بھیجا جس کا ذکر اس ارشاد میں

ہے۔

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ (اور یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے۔ وہ ان کے ہاں

داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا۔ اور وہ ان کو نہ پہچان سکے (بغیر پہچان کروانے کے ان کو آپ نے پہچان لیا اور وہ یوسف علیہ السلام کو تبدیلی لباس کی وجہ سے نہ پہچان سکے اور اسلئے بھی کہ وہ پردوں کے پیچھے تھے۔ اور اسلئے کہ چالیس سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔

۵۹: وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَّازِهِمْ قَالِ (اور جب ان کا سامان درست کر دیا تو ان سے کہا) روایت میں ہے کہ جب بھائیوں کو دیکھا تو ان سے عبرانی زبان میں بات کی اور فرمایا تم بتلاؤ کون ہو؟ اور کیا کام کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم شامی ہیں۔ بکریاں چرانا ہمارا پیشہ ہے۔ ہم قحط کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوئے۔ آپ کے ہاں غلہ لینے آئے ہیں آپ نے فرمایا شاید یہاں کے حالات کی جاسوسی کیلئے آئے ہو۔ انہوں نے کہا خدا کی پناہ ہم ایک بیٹے کی گمشدگی سے غم زدہ پیغمبر باپ کی اولاد ہیں۔ اس کا وہ بیٹا اسے زیادہ محبوب تھا۔ اور ہمارے ایک ماں جائے بھائی کو اس نے انس کیلئے پاس رکھ لیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اس کو بھی ساتھ لاؤ۔ جب ان کا غلہ تیار کر دیا اور ہر ایک کو ایک بوجھ اونٹ غلہ دے دیا۔

قراءت: جَهَّازُ کو کسرہ جیم کے ساتھ پڑھنا شاذ ہے۔

اَنْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبْنِکُمْ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْ اَوْفِی الْکَیْلِ (تم میرے پاس اپنے باپ سے حقیقی بھائی کو لاؤ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپ دیتا ہوں) اَوْفِی پورا۔ مکمل۔ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (اور میں بہترین میزبان ہوں) آپ نے ان کی خوب میزبانی کی اور یہ بات کہہ کر واپسی کی ترغیب دی۔

۶۰: فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِہٖ فَلَا کَیْلَ لَکُمْ عِنْدِیْ (پس اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی غلہ نہیں) میں غلہ تمہارے ہاتھ فروخت نہ کروں گا۔ وَلَا تَقْرَبُوْنِ (اور تم میرے پاس بھی نہ آنا) اگر تم اس کو نہ لائے تو اپنے غلہ سے محروم اور تم قریب مت آنا۔

تَحْفُوفٌ: یہ حکم جزاء میں مجزوم کے تحت داخل ہے اور فلا کیل لکم کے محل پر عطف ہے نمبر ۲۔ یا یہ نہی کے معنی میں ہے۔

۶۱: قَالُوْا سَنُرَاوِدُّ عَنْهُ اَبَاہُ (انہوں نے کہا ہم اس کے لئے باپ کو پھسلانے کی تدبیر کریں گے) اس کے متعلق ضرور چال چلیں گے اور کوئی حیلہ کریں گے تاکہ ان کے ہاتھوں سے ہم لاسکیں۔ وَاَنَا لَفَاعِلُوْنَ (اور ہم نے ضرور یہ کرنا ہے) یہ بہر صورت ہوگا۔ اس میں کوئی کمی اور سستی نہ کریں گے یوسف علیہ السلام نے کہا ایک کو بطور رہن چھوڑ دو۔ انہوں نے شمعون کو ان کے پاس چھوڑ دیا۔ جو یوسف علیہ السلام کے متعلق سب سے بہتر رائے والا تھا۔

۶۲: وَقَالَ لِفَتٰیہِ (آپ نے اپنے خدام سے کہا)

قراءت: کوئی نے سوائے ابوبکر کے لفتیانہ پڑھا اور دوسروں نے لفتیتہ پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں جمع ہیں۔ جیسے اخوة۔ اخوان، اخ کی جمع ہے۔ فعلتہ کا وزن قلت اور قلعان کثرت کیلئے استعمال ہوتا ہے یعنی اپنے غلہ ناپنے والے خدام اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ (ان کا سامان ان کے کجاووں میں رکھ دو) نمبر ۱۔ ان کے برتنوں میں اور وہ موزے تھے یا نمبر ۲۔ کھالیں یا چاندی اور یہ کجاووں میں چھپانے کیلئے زیادہ مناسب ہے۔ لَعَلَّہُمْ یَعْرِفُوْنَہَا (شاید وہ اس کو پہچانیں) اسکی واپسی کا حق پہچانیں اور دونوں

بدلوں کے ذریعہ اکرام کا حق پہچانیں۔ اِذَا اَنْقَلَبُوْا اِلٰی اٰهْلِہِمُ (جب وہ اپنے گھر لوٹیں) اور اپنے برتنوں کو خالی کریں۔ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ (شاید کہ وہ لوٹ آئیں) نمبر ۱۔ اس حق کا پہچانا ان کو ہماری طرف لوٹائے گا۔ نمبر ۲۔ شاید کہ وہ سامان پائیں اور اس کو واپسی کیلئے لیکر لوٹیں۔ نمبر ۳۔ ان کی دیانت ان کو امانت واپس کرنے کیلئے لوٹائیگی نمبر ۴۔ انہوں نے مہربانی کی وجہ سے خیال کیا کہ اپنے بھائیوں سے قیمت لینا مناسب نہیں۔

۶۳: فَلَمَّا رَجَعُوْا اِلٰی اٰیِبِہِمُ (جب وہ اپنے والد کی طرف لوٹ کر گئے) غلہ لیکر اور ان کو بادشاہ کے فعل کی اطلاع دی۔ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنْعَ مِنَّا الْکَیْلُ (کہنے لگے! اے ہمارے ابا ہم سے غلہ روک لیا گیا) ان کی مراد منع سے یوسف علیہ السلام کا یہ ارشاد تھا فان لم تاتونی بہ فلا کیل لکم عندی۔ کیونکہ جب ان کو غلہ روکنے کی دھمکی مل گئی تو گویا غلہ روک لیا گیا۔ فَارْسِلْ مَعَنَا اَخَانَا نَکْتُلُ (آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیں تاکہ ہمیں غلہ مل جائے) تاکہ غلہ ملنے میں رکاوٹ کا ازالہ کریں اور ہم جتنا غلہ ضروری ہے لے آئیں۔

قراءت: حمزہ اور علی نے یکتل پڑھا ہی یکتل اُخونا پس اس کا غلہ ہمارے غلہ کے ساتھ مل جائیگا۔ وَاَنَا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (اور بیشک ہم اس کے محافظ ہیں) اس بات سے کہ اس کو کوئی تکلیف پہنچے۔

۶۴: قَالَ هَلْ اٰمَنُکُمْ عَلَیْہِ اِلَّا کَمَا اٰمَنُتُکُمْ عَلٰی اَخِیْہِ مِنْ قَبْلُ (کیا میں اس کے بارے میں اسی طرح تم پر اعتبار کروں جیسا اس کے بھائی کے بارے میں نے اس سے پہلے کیا تھا) تم نے یوسف کے متعلق یہ کہا تھا۔ ارسله معنا غدا یرتع و یلعب وانا لہٗ لحافظون اور آج اس کے متعلق یہی کہہ رہے ہو۔ پھر تم نے اپنی ضمانت میں خیانت برتی۔ پس اس قسم کی بات مجھے اعتماد نہیں دلا سکتی۔ پھر فرمایا فَاَللّٰہُ خَیْرٌ حٰفِظًا (اللہ تعالیٰ کی حفاظت سب سے بڑھ کر ہے)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوئی قراء کی یہ قراءت ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے ان کے سپرد کر دیا۔

خُفُوْا: حافظا یہ حال یا تمیز ہے۔ جنہوں نے حفظا پڑھا ہے۔ وہ فقط تمیز ہے حال نہیں بن سکتا۔ وَہُوَ اَرْحَمُ الرَّحِیْمِ (وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے) پس میں امیدوار ہوں کہ وہ مجھ پر احسان فرما کر اسکی حفاظت فرمائے گا۔ اور مجھ پر دو مصیبتیں جمع نہ کرے گا۔ کعب کہتے ہیں کہ جب فاللہ خیر حافظا کہا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔ وعزتی و جلالی! لا ردن علیک کلیہما مجھے میری عزت و جلال کی قسم میں دونوں کو تم پر لوٹا دوں گا۔

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُوا يَا بَانَا مَا نَبْغِي ط

اور جب انہوں نے سامان کو کھولا تو انہوں نے اپنی پونجی کو پایا کہ ان کی طرف واپس کر دی گئی ہے کہنے لگے کہ ابا جی اور ہمیں کیا چاہیے

هَذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزِدُادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ط

یہ ہماری پونجی ہے ہماری طرف لوٹا دی گئی ہے اور ہم اپنے گھر والوں کے لئے غلہ لائیں گے اور تم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ لے آئیں گے،

ذَلِكَ كَيْلٌ يَّسِيرٌ ۖ قَالَ لَنْ أَرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُوا مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي

یہ غلہ تھوڑا سا ہے، انہوں نے کہا کہ میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ تم مجھے اللہ کی طرف سے مضبوط عہدہ دیدہ و کہ تم اسے ضرور لیکر آؤ

بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۖ ۳۱

گے مگر یہ کہ تم کو گھیر لیا جائے سو جب انہوں نے اپنے والد کو اپنا عہدہ دے دیا تو والد نے کہا کہ ہم جو بات کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔

۶۵: وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُوا يَا بَانَا مَا نَبْغِي (جب انہوں نے سامان کھولا تو اپنا سرمایہ پایا جو ان کو واپس کر دیا گیا تھا کہنے لگے ابا لیجئے ہم کو کیا چاہیے) مانفی کیلئے ہے۔ نمبر ۱۔ مطلب یہ ہے ہم بارت میں تجاوز و بغاوت نہیں کر رہے۔ نمبر ۲۔ مانبغی شینا وراء مافعل بنا من الاحسان۔ ہم کوئی چیز نہیں چاہتے اس سے اوپر احسان جو اس نے ہمارے ساتھ کیا نمبر ۳۔ ہم آپ سے اور سرمایہ نہیں چاہتے۔ نمبر ۴۔ ما استفہامیہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہم چاہتے ہیں؟ هَذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا (یہ ہمارا سرمایہ ہے جو ہمیں واپس کر دیا گیا)۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو مانبغی کو واضح کرنے والا ہے۔ اور اس کے بعد والے جملے اس پر معطوف ہیں اس طرح ان بضاعتنا ردت الینا فنستظهر بها ونمیر اہلنا فی رجوعنا الی الملک یہ ہمارا سرمایہ ہمیں واپس کر دیا گیا پس اس سے ہم اپنی پشت کو مضبوط کریں گے اور اپنے اہل کو غلہ مہیا کریں گے جبکہ بادشاہ کی طرف سے ہم لوٹیں گے یعنی ہم غلہ لائیں گے۔ میرۃ اس غلے کو کہتے ہیں جو دوسرے علاقہ سے لایا جائے۔ وَنَحْفَظُ أَخَانَا (اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے) آنے جانے میں اور اس کو ہماری طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی جس کا آپ کو ڈر ہے۔ وَنَزِدُادُ كَيْلَ بَعِيرٍ (اور ہم ایک اونٹ کا بوجھ غلہ مزید حاصل کریں گے) اپنے بھائی کے حصہ کا ایک اونٹ کا بوجھ غلہ ساتھ ملا لیں گے۔ ذَلِكَ كَيْلٌ يَّسِيرٌ (یہ غلہ آسان ہے) اضافی غلہ آسان اور اس کے حصول میں کوئی دشواری بھی نہیں۔

۶۶: قَالَ لَنْ أَرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُوا مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ (یعقوب علیہ السلام نے کہا میں اس کو ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا یہاں تک کہ تم نہ دو گے)

قراءت: مکی نے یُؤْتُونَ پڑھا ہے۔ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر وعدہ) مطلب یہ ہے کہ تم مجھے ایسا وعدہ دو جس کو

وَقَالَ يُبْنٰی لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۝

اور یعقوب نے کہا کہ اے میرے بیٹو، تم سب ایک ہی دروازے سے داخل مت ہونا، اور مختلف دروازوں سے داخل ہونا،

وَمَا اُغْنٰی عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ۚ اِنْ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۝

اور میں اللہ کے حکم کو تم سے ذرا بھی نال نہیں سکتا۔ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا

وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۶۷ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۝

اور چاہئے کہ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں اور جب وہ اسی طرح داخل ہوئے جیسے ان کے والد نے انہیں حکم دیا تھا

مَا كَانَ يُغْنٰی عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ۚ اِلَّا الْحَاجَّةُ فِیْ نَفْسٍ یَّعْقُوْبَ قَضٰهَا ۝

تو اللہ کے حکم سے ذرا بھی انہیں کوئی چیز بچانے والی نہ تھی مگر یعقوب کے جی میں ایک حاجت تھی جسے اس نے پورا کر لیا

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۶۸

اور بلاشبہ وہ علم والے تھے اس وجہ سے کہ ہم نے انہیں سکھایا تھا اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر پختہ کیا گیا ہو۔ حلف کو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم سے اسلئے پختہ کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم سے عہد پختہ کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی اجازت دی ہے اور اسکی طرف سے حکم ہے۔ لَتَاْتِنِّیْ بِہِ (کہ تم اسکو ضرور میرے پاس لاؤ گے) یہ قسم کا جواب ہے کیونکہ مطلب اس طرح بنے گا۔ حتیٰ تحلفوا لتاتننی بہ یہاں تک کہ تم قسم اٹھاؤ کہ ضرور تم اسکو لاؤ گے۔ اِلَّا اَنْ یُّحَاطَ بِکُمْ (مگر یہ کہ تم مغلوب ہو جاؤ) مگر یہ کہ تم مغلوب ہو کر اسکو نہ لا سکو۔ مفعول لہ ہے اور لتا تننی بہ اگرچہ کلام مثبت ہے مگر تاویل نفی میں ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی لا تمتنعوا من الاتیان بہ الا لاحاطة بکم مطلب یہ ہوا تم کسی بھی سبب سے اس سے باز نہ رہو مگر ایک سبب سے اور وہ یہ ہے کہ تمہارا احاطہ کر لیا جائے۔ یہ عام سے استثناء ہے۔ جو مفعول لہ کی صورت میں ہے۔

قاعدہ: عام سے استثناء نفی ہی میں ہوتا ہے اس لئے اسکی تاویل نفی سے ضروری ہوئی۔ فَلَمَّا اَتَوْہُ مَوْثِقَہُمْ (جب انہوں نے ان کو مضبوط عہد دے دیا) ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے حلف اس طرح دیا۔ باللہ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ (کہا اس نے) بعض علماء نے کہا اس پر سکتہ کرے کیونکہ معنی یہ ہے۔ قال: (یعقوب علیہ السلام نے کہا) اللہ علی مَا نَقُوْلُ (اللہ تعالیٰ اس پر جو ہم کہتے ہیں) یعنی پختہ وعدہ کا مطالبہ اور پھر اس کا دینا وکیل (نگہبان و مطلع ہے) البتہ سکتہ کرنے سے قول اور مقولے میں فاصلہ ہو جائے گا اور یہ جائز نہیں پس بہتر یہی ہے کہ صرف آواز سے ان کے مابین فرق بیان کیا جائے پھر قوت نغمہ سے اللہ تعالیٰ کے نام کا قصد کیا جائے۔ دوسری مرتبہ سفر مصر کیلئے روانگی:

۶۷: وَقَالَ یٰبْنٰی لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ (اور کہا اے میرے بیٹو تم ایک دروازے

سے مت داخل ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے داخل ہونا) جمہور اس بات پر ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کو ان کے متعلق نظر لگ جانے کا خطرہ ہوا کیونکہ وہ حسین و جمیل تھے۔ پہلی مرتبہ ان کو الگ داخلے کا حکم نہیں دیا کیونکہ ان کو کوئی جانتا ہی نہ تھا۔

نظر کا اثر ہمارے نزدیک برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی چیز کی طرف دیکھنے اور اس میں تعجب کرنے سے نقص و خلل پیدا کر دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو ان کلمات سے تعوذ فرمایا کرتے تھے۔ اُعِيْذُ كَمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَةِ مِنْ كُلِّ هَامَةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَا مَهَةَ [بخاری، احمد، ابوداؤد، ترمذی] جبائی معتزلی نے انکار کیا ہے۔ مگر اس کے انکار کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ احادیث صحیحہ صریحہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے پسند کیا کہ ان کے دشمن ان کو نہ پہچان سکیں اور پہچان کر ہلاکت کی تدابیر اختیار کرنے لگیں۔

وَمَا اَغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائی ہوئی کسی بات کو بھی اس کے مقابلہ میں کچھ بھی دفع نہیں کر سکتا) یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے متعلق تکلیف دینے کا ہو تو میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا اور تم سے اس اثر کو دور نہیں کر سکتا وہ بہر صورت تمہیں پہنچ کر رہے گا۔ اِنْ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (پس حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اس پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں) التوکل معالے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اس پر اعتماد کرنا۔

۶۸: وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوهُمْ (جب وہ داخل ہوئے جس طرح ان کو ان کے والد نے داخلے کا حکم دیا تھا) الگ الگ ہو کر۔ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ (تو ان کو اس (داخلے) نے فائدہ نہ دیا) یعنی متفرق دروازوں سے مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آنے والی چیز کے مقابلہ میں کچھ بھی) بالکل ذرہ بھر اس طرح کہ الگ داخلے کے باوجود، چوری کی نسبت ان کی طرف ہوگئی۔ اور اس سے انتہائی شرمندہ ہوئے اور بھائی کو پیالہ کے کجاوہ میں مل جانے کی وجہ سے پکڑ لیا گیا۔ اور باپ پر مصیبت دوگنا ہوگئی۔ اِلَّا حَاجَةً (مگر ایک خواہش تھی) یہ استثناء منقطع ہے لیکن کے معنی میں ہے۔ فِیْ نَفْسٍ يَّعْقُوْبَ فَضْلَهَا (یعقوب علیہ السلام کے دل میں جس کو انہوں نے پورا کیا) اور شفقت تھی جو ان کے دل میں تھی۔ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ (اور بیشک وہ علم والے تھے) اسی لئے کہا وَاغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ کہ تقدیر کے آگے تدبیر کی نہیں چلتی۔ لَمَّا عَلَّمْنٰهُ (ہمارے تعلیم دینے کی وجہ سے) ہم نے اس کو وحی سے سکھایا۔ وَلٰكِنْ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اس بات کو۔

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

سو جب وہ یوسف پر داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھکانہ دیا اس سے کہا کہ میں بے شک تیرا بھائی ہوں لہذا تو اس کا رنج مت کر جو کچھ

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السَّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ

یہ لوگ کرتے رہے ہیں پھر جب انہیں سامان دیکر تیار کر دیا تو ایک پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے کبادہ میں رکھ دیا

ثُمَّ أَدْنَىٰ مَوْزِنًا أَيْتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسِرْقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا

پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلہ والو بلاشبہ تم چور ہو، وہ لوگ کہنے لگے اور ان کی طرف آگے بڑھے کہ تم کس چیز کو

تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾ قَالُوا نَفَقْدُ صَوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا

گم پارہے ہو انہوں نے کہا کہ ہمیں بادشاہ کا پیانہ نہیں مل رہا ہے، اور جو شخص اسے لیکر آئے اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں

بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا

اس کا ذمہ دار ہوں، وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم لوگ اس لئے نہیں آئے کہ زمین میں فساد کریں اور نہ ہم

سُرِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا فَمَا جَزَاءُہٗ إِن كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ﴿٧٤﴾ قَالُوا جَزَاءُہٗ مَن وُجِدَ فِي

چور ہیں، وہ کہنے لگے کہ پھر اس کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے؟ کہنے لگے کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے کبادہ میں یہ پیانہ

رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاءُہٗ ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٧٥﴾

پایا جائے سو خود اس کی ذات ہی اس کا بدلہ ہے ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

بنیامین کی امید برآئی:

۶۹: وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ (جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ٹھہرایا) ملایا اپنے ساتھ بنیامین کو روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا یہ ہمارا بھائی ہے اس کو ہم لے آئے ہیں۔ تو یوسف علیہ السلام نے کہا تم نے خوب کیا۔ پس ان کو مہمان ٹھہرایا اور اکرام کیا۔ پھر ان کو ملایا اور ہر دودو کو اپنے دسترخوان پر بٹھایا۔ بنیامین اکیلے رہ گئے پس وہ رونے لگے۔ اور کہا اگر میرا بھائی یوسف زندہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھ جاتا۔ یوسف علیہ السلام نے کہا تمہارا بھائی اکیلا رہ گیا ہے۔ تو اس کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھایا اور اس کو کھلاتے رہے اور اس کو کہا کیا تمہیں پسند ہے۔ کہ میں تیرا بھائی بن جاؤں تیرے ہلاک ہونے والے بھائی کی جگہ۔ بنیامین نے کہا تجھ جیسا بھائی کس کو ملے گا؟ لیکن تو یعقوب کا بیٹا نہیں اور نہ راحیل کی کوکھ

سے پیدا ہوا۔ یوسف رو پڑے اور اس سے معاف کیا پھر کہا: قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ (کہا بیشک میں تیرا بھائی) یوسف ہوں فَلَا تَبْتَئِسْ (تو پریشان نہ ہو) غم زدہ نہ ہو۔ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان حرکات سے جو یہ کرتے رہے) ہمارے ساتھ گزشتہ زمانہ میں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے۔ اور خیر پر جمع کر دیا ہے۔ لیکن ان کو مت بتلاؤ جو تمہیں بتلا دیا گیا ہے۔ روایت میں ہے کہ بنیامین نے کہا میں آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم میری وجہ سے والد کی غم زدگی جانتے ہو اگر میں نے تمہیں روک لیا۔ تو غم اور بڑھ جائے گا اور اس کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ میں تمہیں ناپسند بات کی طرف منسوب کروں۔ اس نے کہا مجھے اس بات کی پرواہ نہیں۔ تم جو چاہو کرو یوسف علیہ السلام نے کہا میں اپنا صاع تیرے کجاوہ میں چھپا دوں گا پھر تمہارے متعلق آواز دلاؤں گا کہ تم نے اس کو چرایا ہے تاکہ تمہارے رخصت ہونے کے بعد تمہارا الوٹانا ممکن ہو سکے۔ بنیامین نے کہا ایسا کر ڈالیں۔

قافلہ کی واپسی:

۷۰: فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ (جب ان کا سامان سفر تیار کر دیا) یعنی ان کے لئے اسباب مہیا کر دیئے۔ اور ناپ پورا کر دیا۔ جَعَلَ السَّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ (تو پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا) السقايہ پانی پلانے کا برتن اس کو صواع کہا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے بادشاہ کو پانی پلاتے تھے پھر کھانے کی عزت و شان کی وجہ سے اس کو صاع بنا دیا گیا۔ وہ سونے یا چاندی کے تاس کے مشابہ تھا۔ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ (پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا) ایک منادی نے نداء دی۔ اذنه کا معنی، اعلیٰ اور اذن۔ زور سے اعلان کرنا اسی وجہ سے مؤذن کو کثرت اعلان کی وجہ سے مؤذن کہتے ہیں۔

تفسیری روایت میں ہے کہ وہ روانہ ہو گئے۔ ان کو کچھ مہلت دی گئی پھر ان کو واپس لانے اور روکنے کا حکم دیا۔ پھر کہا گیا۔ اَيُّهَا الْعَيْرُ (اے قافلہ والو!) العیر وہ اونٹ جن پر سامان لاداجاتا ہے کیونکہ وہ آتے جاتے ہیں اور مراد اونٹوں کے مالک اِنْكُمْ لَسْرِقُونَ (بلاشبہ تم چور ہو) یہ کنایہ ہے کہ انہوں نے یوسف کو اپنے باپ سے چرایا تھا۔

۷۱: قَالُوا وَاقْبُلُوا عَلَيْهِم مَّا ذَا تَفْقِدُونَ (انہوں نے کہا اور وہ متوجہ ہو کر کہنے لگے تم کیا چیز گم پاتے ہو)۔

۷۲: قَالُوا نَفَقْدُ صَوَاعَ الْمَلِكِ (انہوں نے کہا ہم گم پاتے ہیں بادشاہ کا پیالہ) صواع سے مراد صاع ہے۔ وَلَمِنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ (اور جو شخص اس کو لا کر حاضر کرے گا۔ اس کو ایک بار شتر غلہ ملے گا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں) یہ اعلان کرنے والے کا مقولہ ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں اونٹ کے بوجھ کا ذمہ دار ہوں۔ میں خود اس کو ادا کروں گا جو اس کو لائے گا اور یہ ایک کا بوجھ سامان بطور انعام اس کو دیا جائے گا جو ڈھونڈ کر دے گا۔

۷۳: قَالُوا تَاللَّهِ (انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم) اس میں قسم ہے جسمیں تعجب کا اظہار کیا گیا اس بات میں جو ان کی طرف منسوب کی گئی لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ (تحقیق تم جانتے ہو کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے) انہوں نے اپنے علم کے مطابق وہ بات کہی جو ان کے دین و دیانت کے مطابق تھی۔ جب مصر میں آئے تو ان کی سواریوں کے منہ بندھے ہوئے تھے تاکہ کسی کی کھیتی کو نہ چریں اور بازار میں کسی کے طعام کو منہ نہ ماریں۔ بلکہ انہوں نے گھر میں پہنچا ہوا سامان بھی واپس کر دیا تھا۔

فَبَدَأَ بِأَوْعِيَّتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ كَذَلِكَ

پھر یوسف نے اپنے بھائی کے تھیلے کی تلاشی لینے سے پہلے دوسرے بھائیوں کے تھیلوں کی تلاشی لینے سے ابتداء کی، پھر اس پیمانہ کو اپنے بھائی کے تھیلے سے برآمد کر لیا۔ ہم نے

كَذْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ

یوسف کو اسی طرح تدبیر بتادی، بادشاہ کے قانون میں اپنے بھائی کو لے نہیں سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے،

نَرْفَعُ دَرَجَتٍ مِّنْ نَّشَأٍ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿٧٦﴾

ہم جسے چاہیں درجات کے اعتبار سے بلند کرتے ہیں اور ہر جاننے والے سے اوپر زیادہ جاننے والا ہے۔

وَمَا كُنَّا سِرِّقِينَ (اور ہم چور بھی نہیں) کبھی بھی ہمیں چور کہہ کر نہیں پکارا گیا۔

۷۴: قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ (انہوں نے کہا اسکی کیا سزا ہے) ضمیر کا مرجع صواع ہے ای فَمَا جَزَاءُ سُرْقَةِ الصَّوَاعِ - پیالہ چرانے کی سزا کیا ہے؟ اِنْ كُنْتُمْ كَذِبِينَ (اگر تم جھوٹے ہو) اپنے اس انکار و اصرار میں اور براءت کے دعویٰ میں۔

۷۵: قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ (انہوں نے کہا اسکی سزا وہ خود ہے جس کے کجادے میں وہ مل جائے) آل یعقوب میں چور کی سزا یہ تھی کہ ایک سال تک اپنا غلام بنا کر رکھے اسی لئے ان سے سوال کیا گیا فَهَوَّ جَزَاؤُهُ (پس وہ خود اس کا بدلہ ہے) یہ حکم کی وضاحت ہے کہ وہ چور بذات خود اس سلسلہ میں ماخوذ ہوگا۔ دوسرا نہیں نمبر ۲۔ جَزَاؤُهُ مبتداء ہے اور جملہ شرطیہ اسکی خبر ہے۔ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ (ہم ظالموں کو اسی طرح کی سزا دیا کرتے ہیں) ظالم سے یہاں چور مراد ہے اور سزا سے غلام بنانا۔

۷۶: فَبَدَأَ بِأَوْعِيَّتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ (پس اس نے شروع کی تلاشی ان کے تھیلوں سے اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے) پس اس نے تلاشی ان کے تھیلوں سے شروع کی بنیامین کے تھیلے سے پہلے تاکہ الزام نہ آئے۔ جب اس کے تھیلے تک پہنچے تو ایک نے کہا میرا خیال تو نہیں کہ اس نے کچھ لیا ہو۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم اس کو تلاشی سے مستثنیٰ نہیں رہنے دیں گے اس میں آپ کے اور ہمارے لئے تسلی ہے۔ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا (پھر پیمانہ برآمد کر لیا) ہا کی ضمیر صاع کی طرف راجع ہے مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ (اپنے بھائی کے سامان والے تھیلے سے) بار بار صاع کی طرف ضمائر لائے پھر مؤنث ضمیر لائے تاکہ تانیث سقائیہ پر دلالت کرے۔ نمبر ۲۔ خود صواع کا لفظ تذکیر و تانیث ہر دو کیلئے مستعمل ہے۔ كَذَلِكَ (اسی طرح) كَذَلِكَ کا کاف محل نصب میں ہے اس بڑی تدبیر کی طرح كَذْنَا لِيُوسُفَ (ہم نے یوسف کیلئے تدبیر کی) یعنی ہم نے اس کو یہ بات سکھائی مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ (وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق بھائی کو نہ لے سکتے تھے اور یہ کید کی تفسیر اور اس کا بیان ہے کیونکہ بادشاہی قانون میں چور کا حکم یہ تھا کہ اس کو نقصان سرقہ کے مطابق چٹی دینی پڑتی تھی۔ اس کو غلام نہیں بنایا جاسکتا تھا۔ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ (مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ) یعنی وہ مشیت الہی کے بغیر اور اس کے ارادے کے خلاف نہ پکڑ سکتے تھے۔ نَرْفَعُ

قَالُوا اِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخُوْهُ مِنْ قَبْلُ فَاسْرِهَا يُوسُفُ فِيْ نَفْسِهِ وَلَمْ

برادران یوسف کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کا بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے سو یوسف نے اس بات کو اپنے جی میں چھپا لیا اور اس

يُبْدِيْهَا لَهُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرُّ مَّكَانًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝۷۱ قَالُوا يَا اَيُّهَا الْعَزِيْزُ

کو ظاہر نہیں کیا، کہا کہ تم زیادہ برے ہو اور اللہ ہی خوب جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو، وہ کہنے لگے کہ اے عزیز

اِنَّ لَكَ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدًا مِّمَّكَانَہٗۙ اِنَّا نَرٰكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۷۲

اس کے والد ہیں جو زیادہ بوڑھے ہیں سو آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجئے بلاشبہ ہم آپ کو اچھا برتاؤ کرنے والوں میں سے دیکھ رہے ہیں،

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنْ نَّآخُذُ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَہٗۙ اِنَّا اِذَا الظَّالِمُوْنَ ۝۷۳

یوسف نے کہا کہ اللہ ہمیں اس سے پناہ دے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہو اس کے سوا کسی دوسرے کو پکڑ لیں، اگر ایسا کریں تو بلاشبہ ہم ظلم کرنے والے ہو جائیں گے۔

دَرَجَتٍ (ہم درجات بلند کرتے ہیں) قراءت: کوئی نے تنوین سے پڑھا ہے۔ مَن نَّشَاءُ (جن کو ہم چاہتے ہیں) یعنی اپنے علم کے مطابق جیسا کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کا درجہ اس میں بلند کیا۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے) نمبر ۱۔ جو علم میں اس سے اعلیٰ مرتبہ والا ہو۔ نمبر ۲ تمام علماء سے زیادہ علم والا ہو اور ان کا علم اس سے کم ہو۔ اور سب سے زیادہ جاننے والی ذات باری تعالیٰ کی ہے۔

بھائیوں کی غصہ میں بیجا بات:

۷۱: قَالُوا اِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخُوْهُ مِنْ قَبْلُ (انہوں نے کہا اگر اس نے چوری کی تو اس کے بھائی نے اس سے پہلے چوری کی) مراد اس سے یوسف علیہ السلام ہیں۔ نمبر ۱۔ وہ ایک گرجے میں داخل ہوئے اور سونے کی ایک مورتی اٹھائی جس کی وہ گرجے والے عبادت کرتے تھے پھر اس کو دفن کر دیا۔ نمبر ۲۔ گھر میں ایک مرغی تھی جو آپ نے سائل کو دے دی نمبر ۳۔ ایک پنکا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چلا آ رہا تھا۔ جو حضرت اسحاق سے ان کی بیٹی کو ملا۔ وہ اسحاق کی اولاد میں سے سب سے بڑی تھی۔ اس نے یوسف علیہ السلام کو گود میں لیا اور والدہ کی وفات کے بعد انہی کے ہاں رہنے لگے۔ وہ آپ کے بغیر نہ رہ سکتی تھیں۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو یعقوب علیہ السلام نے ان سے واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے وہ پنکا کپڑوں کے نیچے کمر بند سے باندھ کر پیٹ دیا۔ پھر آ کر کہنے لگی اسحاق والا پنکا گم ہوا۔ ذرا تلاش کرو۔ کسی نے تمہارے گھر تو نہیں لے لیا۔ انہوں نے تلاشی پر یوسف کے بندھا پایا۔ اس پر وہ کہنے لگیں یہ تو میرے سپرد ہے میں جو چاہوں کروں۔ یعقوب علیہ السلام نے موت تک یوسف کو ان کے ہاں چھوڑ دیا۔

روایت تفسیر میں ہے کہ جب صاع بنیامین کے کجاوہ سے نکالی گئی تو تمام بھائیوں نے شرمندگی سے سر جھکا لیے پھر متوجہ ہو کر

کہنے لگے تو نے ہمیں رسوا کر دیا۔ اور ہمارے چہروں کو سیاہ کر دیا۔ اور اخیل کی اولاد! تمہاری طرف سے ہم پر یہ مصیبت آتی رہے گی تم نے کب یہ پیالہ لیا۔ اس نے کہا بنو اخیل وہ ہیں جن پر تمہاری اب تک مصیبت اتری؟ تم میرے بھائی کو لے گئے اور اس کو مار ڈالا اور یہ پیالہ میرے کجاوے میں اس نے رکھا جس نے تمہارے تھیلوں میں سامان رکھا فَاسْرَتْهَا (پس یوسف نے اس بات کو چھپایا) یعنی ان کی یہ بات کہ اس نے چوری کی گویا کہ آپ نے یہ بات سنی ہی نہیں۔ یوسفُ فِیْ نَفْسِهِ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرُّ مَّكَانًا (اپنے دل میں اور نہ ظاہر کیا ان کے سامنے۔ کہا نہیں تم مقام کے اعتبار سے اور زیادہ برے ہو) مکاناً یہ تمیز ہے مطلب یہ ہے کہ تم بڑے چور ہو کیونکہ تم نے اپنے باپ سے یوسف کو چرایا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ (اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو کچھ تم بیان کرتے ہو) جھوٹ بولتے یا کہتے ہو۔

منت و سماجت پر اتر آئے:

۷۸: قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا (انہوں نے کہا اے عزیز! بیشک اس کا باپ بہت بوڑھا ہے) عمر میں اور مرتبہ میں فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ (تم ہم میں سے ایک کو اسکی جگہ لے لو) نمبر ۱۔ بطور رہن کے اس کے بدلہ میں لے لو۔ نمبر ۲۔ غلام بنانے کیلئے کیونکہ اس کا باپ اس کے مفقود بھائی کی بجائے اس سے تسلی پاتا ہے اِنَّا نُرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ (بیشک ہم تمہیں نیکی کرنے والوں میں سے پاتے ہیں) اپنے ساتھ پس تم یہ احسان پورا کر دو نمبر ۲۔ تمہاری عادت احسان کرنا ہے پس اپنی عادت پر قائم رہو اس میں تبدیلی نہ لاؤ۔

۷۹: قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنْ نَّا خُذْنَا اِلَّا مَنْ وَ جَدْنَا مَتَاعًا عِنْدَهُ (اس نے کہا پناہ بخدا) (اس نا انصافی سے) کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا اسکی جگہ کسی اور کو پکڑیں) ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں پناہ مانگنا کہ ہم پکڑیں کسی اور کو۔ مصدر کی اضافت مفعول بہ کی طرف کی۔ اور مَنْ کو حذف کر دیا۔ اِنَّا اِذَا لَظَلْمُوْنَ (ہم اس وقت ظلم کرنے والے ہونگے) اِذَا یہ اس کا جواب جزاء ہے کیونکہ مطلب اس طرح ہے کہ اگر ہم اس کا بدلہ لے لیں تو ہم ظالم ہونگے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ تمہارے فیصلہ پر اس نے پکڑا ہے کہ جس کے ہاں سامان ملے۔ اس کو غلام بنا لیا جائے۔ اگر ہم دوسرے کو پکڑیں تو یہ تمہارے مذہب کے لحاظ سے ظلم ہوگا۔ پس جس چیز کا ظلم ہونا تمہیں مُسَلَّم ہے۔ اس کا مطالبہ کیوں کرتے ہو۔

فَلَمَّا اسْتَيْسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ

پھر جب یوسف سے ناامید ہو گئے تو وہاں سے علیحدہ ہو کر آپس میں مشورہ کرتے گئے ان میں جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے

عَلَيْكُمْ مَوْتًا مِّنَ اللَّهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِي يُوسُفَ فَلَنُ ابْرِحَ الْأَرْضَ حَتَّى

تم سے اللہ کی قسم لیکر پکا وعدہ لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے بارے میں تصور کر چکے ہو سو اب میں اس سرزمین سے نہیں ٹلونگا جب تک

يَاذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝۸۰ اَرْجِعُوا إِلَىٰ آبَائِكُمْ فَقُولُوا

میرا باپ مجھے اجازت دے یا اللہ میرے لئے فیصلہ فرما دے فیصلہ دینے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ دینے والا ہے تم لوگ اپنے والد کے پاس چلے جاؤ اور ان سے کہو

يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ ۝۸۱

کہ اے ابا جان بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کر لی اور ہم اسی بات کی گواہی دے رہے ہیں جس کا ہمیں علم ہے اور ہم غیب کی باتوں کے حافظ نہیں تھے،

وَسَلِّ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝۸۲

اور آپ اس بستی سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر آئے ہیں اور بلاشبہ ہم سچ کہہ رہے ہیں

۸۰: فَلَمَّا اسْتَيْسُوا (جب وہ مایوس ہو چکے) اس میں تا اور سین کو مبالغہ کیلئے بڑھایا ہے۔ جیسا کہ استعصم میں بیان ہوا مِنْهُ (اس سے) یوسف علیہ السلام سے اور آپ نے ان کو جواب دے دیا۔ خَلَصُوا (تو وہ الگ ہوئے) وہ لوگوں سے الگ ہوئے اس طرح کہ اور کوئی ان کے ساتھ نہ تھا۔ نَجِيًّا (علیحدگی والا) گروہ علیحدہ یعنی ایسا مناجی جو دوسروں کے ساتھ سرگوشی کرنے والا ہوا انہوں نے سرگوشی خالص کی کیونکہ وہ اسی لئے جمع ہوئے تھے۔ اور اس میں انہوں نے محنت و اہتمام کیا۔ کیونکہ صورت یہ باہمی مناجات ہے۔ اور حقیقت میں انہی بمعنی مناجی ہے۔ جیسا سمیر بمعنی مسامر اور تناجی مصدر کے معنی میں ہے۔ وہ اپنے معاملے میں مشورہ کر رہے تھے کہ کیا صورت اختیار کریں اور اپنے والد کو اپنے بھائی کے سلسلہ میں کیا کہیں۔ قَالَ كَبِيرُهُمْ (ان میں سے بڑے نے کہا) عمر میں بڑا۔ اس کا نام روبیل تھا۔ نمبر ۲۔ عقل و رائے میں بڑا اور وہ یہود تھا۔ نمبر ۳۔ ان کا لیڈر۔ وہ شمعون تھا۔ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْتًا مِّنَ اللَّهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِي يُوسُفَ (کیا تم ناواقف ہو کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر مضبوط عہد کیا تھا۔ اور یوسف کے معاملہ میں اس سے پہلے جو تم تصور کر چکے ہو) کما موصولہ ہے۔ یعنی اس سے پہلے تم نے یوسف کے معاملہ میں کوتاہی کی اور اپنے والد سے کیے ہوئے وعدہ سے وفانہ کی۔ نمبر ۲۔ ما مصدر یہ ہے اور مصدر محل رفع میں مبتداء ہے اور اسکی خبر من قبل ہے اس کا معنی وقع من قبل تفریطکم فی یوسف اس سے پہلے تمہاری کوتاہی یوسف کے سلسلہ میں ہو چکی فلن ابرح الارض (پس میں اس سرزمین کو ہرگز نہ چھوڑونگا) مصر کی سرزمین سے جدا نہ ہونگا۔ حَتَّى يَأْذَنَ لِي أَبِي (یہاں تک کہ میرا والد مجھے اجازت دے) اپنی طرف آنے کی اَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي (یا اللہ تعالیٰ میرے لئے حکم

دے دے) نمبر ۱۔ مصر سے نکلنے کا نمبر ۲۔ موت دے دے نمبر ۳۔ ان سے لڑنے کی اجازت دے دے۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحَكِيمِينَ (وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں) کیونکہ اس کا ہر فیصلہ عدل ہی ہوتا ہے۔

واپسی کا مشورہ:

۸۱: اِرْجِعُوا إِلَىٰ آبَائِكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ (تم اپنے والد کی طرف لوٹ جاؤ اور اس کو کہو اے ہمارے ابا بیشک تیرے بیٹے نے چوری کی ہے)

قراءت: سُرِقَ پڑھا گیا جس کا معنی چوری کی طرف نسبت کرنا ہے۔ وَمَا شَهِدْنَا (اور ہم نے گواہی نہیں دی) اس کے متعلق چوری کی اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا (مگر وہی جو ہم نے جانا) یعنی اس کا سرقہ اور یہ یقین کہ صاع اس کے تھیلے سے نکالا گیا۔ وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَفِظِينَ (اور ہم غیب کی باتوں کے حافظ نہ تھے) اور ہمیں تو معلوم نہ تھا کہ وہ عنقریب چوری کرے گا جب ہم نے آپ سے قسم دیکر وعدہ کیا۔

۸۲: وَسُئِلَ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا (اور اس بستی سے جہاں ہم تھے۔ آپ دریافت کر لیں) یعنی مصر میں آدمی بھیج کر واقعہ کی اصلیت معلوم کر لیں۔ وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا (اور اس قافلہ سے جس میں ہم آئے ہیں) قافلہ والوں سے۔ یہ لوگ یعقوب علیہ السلام کے پڑوسی کنعانی لوگ تھے۔ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ (اور بیشک ہم سچے ہیں) اپنی اس بات میں۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي

یعقوب نے کہا بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہیں ایک بات بھادئی ہے سو میں صبر جمیل کو ہی اختیار کروں گا امید ہے کہ اللہ ان سب کو

بِهِمْ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝۸۳ وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا سَفِيُّ عَلَى

میرے پاس لے آئے گا بلاشبہ وہ علم والا ہے حکمت والا ہے، اور ان کی طرف سے رخ پھیر لیا اور کہا کہ یوسف پر

يُوسُفَ وَأَبْيَضْتُ عَيْنُهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۝۸۴ قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَوُا تَذَكَّرُو

افسوس ہے، اور غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں سو وہ گھٹتے رہتے تھے، بیٹے کہنے لگے اللہ کی قسم آپ تو برابر یوسف کو یاد کرتے

يُوسُفَ حَتَّى تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ ۝۸۵ قَالَ إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي

رہیں گے یہاں تک کہ گھل جائیں یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں، یعقوب نے کہا کہ میں اپنے رنج اور غم کی اللہ ہی سے

وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝۸۶ يَبْنِي إِذْ هَبُوا فِتْحَاسًا وَمِنْ

شکایت کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے مجھے وہ علم عطا ہوا ہے جو تم نہیں جانتے، اے میرے بیٹو تم جاؤ اور یوسف کو اور اس کے بھائی کو

يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَأْيِسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْيِسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ

تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بلاشبہ اللہ کی رحمت سے

إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ۝۸۷

وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں

۸۳: چنانچہ وہ والد کے پاس لوٹ کر گئے اور اپنے بھائی والی طے شدہ بات ان کو بتلائی قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا (بلکہ تم نے خود اپنے دل سے اپنے لئے ایک بات بنالی ہے) تم نے اس کا ارادہ کیا اور نہ بادشاہ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ جو شخص چور ہوا اسکی سزا غلام بنانا ہے۔ اگر تمہارا فتویٰ اور بتلانا نہ ہوتا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا (پس صبر جمیل ہی میرے لئے ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا) یوسف اور اس کے بھائی بنیامین بڑے سمیت إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ (بیشک وہی جاننے والا ہے) میرے غم کی حالت اور افسوس کی کیفیت کو الْعَلِيمُ (حکمت والا ہے) اس نے کسی حکمت سے اس ابتلاء میں ڈالا ہے۔

والد کو اطلاع پر غم کی تازگی:

۸۴: وَتَوَلَّى عَنْهُمْ (اور ان کی طرف سے منہ پھیرا) جو خبر لائے تھے اس کو ناپسند کرتے ہوئے ان سے اعراض کیا۔ وَقَالَ يَا سَفِي عَلَى يُوْسُفَ (اور کہا اے میرے افسوس یوسف پر) الاسف کو مضاف کیا اپنی ذات کی طرف۔ اسف شدید غم و حزن و حسرت کو کہتے ہیں۔ اس میں الف یاء اضافت سے بدل ہے۔ اور اسف اور یوسف کے الفاظ میں بلا تکلف صفت تجانس پیدا ہو گئی ہے جیسا کہ اناقلتم الی الارض ارضیتم [التوبہ: ۳۸] اور وہم ینھون عنہ وینھون عنہ [الانعام: ۲۶] اسی طرح وہم یحسبون انھم یحسنون صنعا [الکہف: ۱۰۴] اسی طرح مِنْ سَبَّأٍ بَنِيَّ [النمل: ۲۲] ان تمام مقامات پر یہ صفت تجانس پائی جاتی ہے۔

مَسْئَلَةٌ: یوسف پر افسوس کیا مگر بنیامین اور بڑے پر نہیں کیونکہ ان کے معاملے کو عرصہ گزر چکا تھا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ طویل عرصہ گزرنے پر بھی دکھ ان کے ہاں تازہ تھا۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنُهُ (اور ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں) اسی لئے کہ ان سے بہت آنسو بہائے اور آنسوؤں نے آنکھوں کی سیاہی مٹا دی اور مکدر سفیدی رہنے دی نمبر ۲۔ ان کی نگاہ بالکل جاتی رہی۔ نمبر ۳۔ ان کو معمولی جان پہچان تھی۔

مِنْ الْحُزْنِ (غم کے باعث) کیونکہ غم رونے کا ذریعہ ہے۔ جس رونے سے سفیدی آئی تھی گویا دوسرے لفظوں میں غم سے ہی سفیدی آگئی نمبر ۲۔ فراق یوسف سے لیکر ملاقات کے وقت تک آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے کبھی خشک نہ ہوئیں تھیں یہ اسی سال کا طویل عرصہ تھا۔ اور یعقوب علیہ السلام سے بڑھ کر اس وقت کوئی اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ نہ تھا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہو سکتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کو یہ گھبراہٹ اس مقام تک پہنچا دے۔ کیونکہ انسان جبلی طور پر غم میں بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر کی تعریف کی۔ رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے ابراہیم پر روئے اور فرمایا۔ دل غم کرتا آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ مگر ہم وہ بات نہیں کہتے جو ہمارے رب کو ناراض کرے۔ اور ہمیں اے ابراہیم تیری جدائی کا صدمہ پہنچا ہے [بخاری، مسلم] قابل مذمت، چیخنا چلانا، نوحہ کرنا، چہرے پر تھپڑ مارنا۔ سینہ کو بے کرنا، کپڑے پھاڑنا ہے۔ (اور اس سے انبیاء علیہم السلام کا رونا پاک ہے) فَهَؤُلَاءِ كَظِيمٌ (اور وہ جی ہی میں گھٹا کرتے) اولاد پر غصے سے بھرے تھے اور اپنی اس ناگواری کو ظاہر نہ کرتے۔ کظیم فعیل بمعنی مفعول ہے جیسا کہ دوسری جگہ میں فرمایا اذ نادى وهو مكظوم [القلم: ۴۸] یہ کظیم السقاء سے بنا ہے۔ جب اس کو بھر کر باندھ دیں۔

بیٹوں کی ملامت:

۸۵: قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتُوا (بیٹے کہنے لگے آپ تو ہمیشہ ہی) یہ لا تفتأ تھا حرف نفی کو حذف کر دیا کیونکہ وہ ملتبس نہیں ہوتا اگر یہ اثبات ہوتا تو لام و نون کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ لا تفتأ کا معنی لا تزال والا ہے۔ تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتَّىٰ تَكُوْنَ حَرَضًا (یاد کرتا رہے گا یوسف کو یہاں تک کہ تو گھل گھل کر جان بلب ہو جائے) مرض کی وجہ سے ہلاکت کے کنارے پر ہونا۔ اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ (یا تو ہو جائے ہلاک ہو نیوالا)

۸۶: قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَيْنِيْ وَحَزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ (کہا بیشک میں شکوہ کرتا ہوں اپنے رنج اور غم کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) البتہ وہ

شدید غم جس پر صبر نہ ہو سکے پھر وہ اس کا اظہار دوسرے کے پاس کرے۔ مطلب یہ ہوا میں کسی کے ہاں شکوہ نہیں کرتا نہ تمہارے ہاں اور نہ غیر کے ہاں میں تو بارگاہِ الہی میں شکوہ کرتا ہوں۔ اور اس سے دعا والتجاء کرنے والا ہوں۔ تم میری شکایت کے درمیان حائل نہ ہو۔

تفسیری روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں تم پر اس لئے ناراض ہوا۔ کیونکہ تم نے ایک بکری ذبح کی۔ تمہارے دروازہ پر ایک مسکین آیا تم نے اس کو کھانا نہ دیا۔ مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر مساکین۔ پس تم کھانا تیار کر آؤ اور اس پر مساکین کو بلاؤ۔ نمبر ۲۔ انہوں نے ایک لونڈی کو جس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا خرید کیا۔ لڑکے کو بیچ دیا۔ وہ لونڈی بیٹے پر رو کر اندھی ہو گئی۔ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) اور میں اس کی رحمت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ صبر کرنے سے ملے گی۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے موت کے فرشتہ کو خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کیا تم نے یوسف کی روح قبض کی؟ اس نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! وہ زندہ ہے اس کو تلاش کرو۔ اور پھر فرشتے نے ان کو یہ دعا سکھائی یا ذا المعروف الدائم الذی لا یقطع ابداً ولا یحصیہ غیرك فرج عنی۔

تیسری بار مصر کی روانگی کی ہدایات:

۸۷: یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوسُفَ وَآخِیْهِ (اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو) ان دونوں کے متعلق معلومات حاصل کرو اور ان کی خبر تلاش کرو۔ فتحسسوا یہ الاحساس سے تفاعل ہے اور اس کا معنی معرفت و پہچان حاصل کرنا ہے۔ وَلَا تَاٰیَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (اور تم ناامید نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے) رحمت الہی اور وسعت باری تعالیٰ سے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ اِنَّہٗ (بیشک شان و معاملہ یہ ہے۔) لَا یَاٰیَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر کافر لوگ) کیونکہ جو ایمان لاتا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں میں رہ رہا ہے اور کافر وہ رحمت الہی کو جانتا ہی نہیں اور نہ اس کا آنا جانا اسکی نعمتوں میں ہے۔ اس لئے وہ اسکی رحمت سے مایوس رہتا ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ

سو جب یہ لوگ یوسف پر داخل ہوئے تو کہنے لگے کہ اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے اور ہم یہ ایسی پونجی لائے ہیں

مُزْجِيَةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿۸۸﴾

جو روکنے والے کی مستحق ہے سو آپ ہمیں پورا غلہ دے دیجئے اور ہم پر صدقہ کر دیجئے بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو اس کی جزاء دیتا ہے،

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ﴿۸۹﴾ قَالُوا إِنَّكَ

یوسف نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا جبکہ تم جاہل تھے، کہنے لگے واقعی کیا

لَأَنْتَ يُوسُفُ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَذَا أَخِي قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ

آپ یوسف ہیں؟ یوسف نے کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان فرمایا بلاشبہ بات یہ ہے جو شخص تقویٰ اختیار کرے

فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۹۰﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ أَشْرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا

اور صبر کرے تو اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا، کہنے لگے اللہ کی قسم اللہ نے تجھے ہم پر فضیلت دے دی اور بلاشبہ ہم خطا

لَاخِطِئِينَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِمِينَ ﴿۹۲﴾

کرنے والوں میں سے تھے، یوسف نے کہا آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور دوسرے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

۸۸: پھر وہ اپنے والد کے ہاں سے نکل کر مصر کی طرف روانہ ہوئے فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ (جب وہ اس کے پاس داخل ہوئے) یعنی یوسف علیہ السلام قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ (اے عزیز مصر! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو قحط سے سخت تکلیف پہنچی ہے) شدت تکلیف اور بھوک سے کمزوری پیش آگئی۔ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجِيَةٍ (اور ہم کھوٹے دراہم لائے ہیں) ردی دراہم جن کو ہر تاجر بے رغبتی سے پیچھے ہٹاتا ہے اور ان سے حقارت کا اظہار کرتا ہے یہ مُزْجِيَةٌ اَزْجِيَّتُهُ سے ہے جس کا معنی دفع کرنا اور پھینکنا ہے۔ نمبر ۲۔ دوسرا قول یہ ہے ان کے دراہم زیوف کم قیمت تھے جن کو منت سے سماجت سے لیا جاتا نمبر ۳۔ اون اور گھی تھا۔ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ (تم پورا غلہ دو) جو ہمارا حق بنتا ہے وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا (اور ہم پر صدقہ کر دیجئے) اور درگزر سے ہمیں زائد دیں اور سامان کے ردی ہونے سے چشم پوشی فرمائیں۔ نمبر ۲۔ ہمارے حق سے اضافہ فرمائیں۔ نمبر ۳۔ ہمارا بھائی مہربانی سے ہمیں دے دیں۔ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ (بیشک اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزاء دینے والا ہے)

۸۹: جب انہوں نے کہا مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ اور گڑ گڑائے اور اس سے صدقہ طلب کیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو کی جھری لگ گئی اور بے تابانہ یہ کہہ کر ان سے اپنا تعارف کرایا۔ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ (کہا کیا تم جانتے ہو جو کچھ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا اس حرکت کی قباحت و برائی سے واقف ہو جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ

کی۔ وَآخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ (اور اس کے بھائی کے ساتھ جبکہ تم ناواقف تھے) اسکی قباحت سے واقف نہ تھے نمبر ۲۔ جب تم بیوقوفی اور غصہ کی تیزی میں تھے۔ فعلتم باخیه سے اس غم پر تعریض کی جو بھائی کو بھائی سے جدا کر کے دکھ پہنچایا اور اس کے علاوہ قسم قسم کی ایذا میں دیں۔

افشائے راز:

۹۰: قَالُوا ءَاثَنَكَ (انہوں نے کہا کیا آپ) قراءت: کوئی دشامی دونوں نے دوہمرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ لَأَنْتَ يُوسُفُ (ج) بچے یوسف ہو)۔

مُخَوِّ: انت مبتداء اور لام ابتدائی ہے۔ اور یوسف خبر ہے اور جملہ ان کی خبر ہے۔ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَذَا أَخِي (کہا میں یوسف اور یہ میرا بھائی ہے) آپ نے اپنے بھائی کا تذکرہ کیا حالانکہ انہوں نے تو فقط آپ کے متعلق سوال کیا کیونکہ بھائی کے تذکرہ میں اس چیز کی وضاحت ہے جس کا انہوں نے سوال کیا۔ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا) فرقت و جدائی کے بعد ملا دیا۔ اور سلامتی اور عظمت عنایت فرمائی اور ملامت سے ابتداء نہیں فرمائی۔

إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ (شان یہ ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے) بے حیائی سے بچتا ہے۔ وَيَصْبِرْ (اور صبر کرتا ہے) گناہوں اور اطاعت پر صبر کرتا ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (پس بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے) ان کا اجر۔ ضمیر کی جگہ محسنین کا لفظ لائے کیونکہ یہ صابرین اور متقین دونوں کو شامل ہے۔ کہا جاتا ہے جو اپنے سے ڈرتا ہے وہ اسکی آزمائش پر صبر کرتا ہے وہ اس کا بدلہ دنیا و آخرت میں ضائع نہیں کرتے۔

طلبِ معافی:

۹۱: قَالُوا تَا لَلَّهِ لَقَدْ أَثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا (انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر ترجیح دی) تمہیں پنا اور علم و حلم کے ذریعہ ہم پر فضیلت دی۔ اور تقویٰ اور صبر حسن عنایت فرمایا۔ وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ (یقیناً ہم غلطی کرنے والے تھے) اور بیشک ہماری شان و حالت یہ ہے کہ بلاشبہ ہم جان بوجھ کر گناہ کرنے والے ہیں۔ نہ ہم گناہوں سے بچے اور نہ صبر کیا یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو بادشاہت سے عزت دی اور ہمیں مسکین بنا کر تیری خدمت میں پیش کر دیا۔

اعلانِ معافی:

۹۲: قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ (یوسف علیہ السلام نے فرمایا آج تم پر کوئی الزام نہیں) روایت میں ہے کہ ابوسفیان اسلام لانے کیلئے آئے تو حضرت عباسؓ نے ان کو کہا جب تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤ تو یہ کہنا قال لا تثریب علیکم الیوم۔ اس نے کہہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے اور اس کو جس نے یہ تمہیں سکھایا [نسائی، بیہقی]

روایت میں ہے کہ جب بھائیوں نے پہچان لیا تو آپ کی طرف پیغام بھیجا۔ تو ہمیں اپنے دسترخوان پر صبح و شام بلاتا ہے۔ اور ہمیں اپنی زیادتیوں کی وجہ سے حیا آتی ہے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اہل مصر نے اگرچہ بادشاہ تو مجھے مان لیا۔ مگر وہ میری

اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَالْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبٰی يٰتِ بَصِيْرًا وَاَتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ

میرا یہ کرت لے جاؤ سوائے میرے والد کے چہرہ پر ڈال دو وہ جینا ہو جائیں گے، اور میرے پاس اپنے سارے گھر والوں کو

اَجْمَعِيْنَ ۹۱ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاجِدُ رِيْحَ يُوسُفَ لَوْلَا

لے آؤ، اور جب قافہ روانہ ہو گیا تو ان کے والد نے کہا کہ اگر تم یہ نہ کہو کہ میں بھی ہوئی باتیں کرتے والا ہوں تو میں یوسف کی

اَنْ تَفِيْدُوْنِ ۹۲ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۹۳ فَلَمَّا اَنَّ جَاءَ

خوشبو پا رہا ہوں، وہ لوگ کہنے لگے اللہ کی قسم آپ اپنی پرانی غلطی میں ہیں، پھر جب خوشخبری لائے والا

الْبَشِيْرُ الْقَهْ عَلٰی وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۹۴ قَالَ الْمَاقُلْ لَكُمْ اِنِّيْ اَعْلَمُ

آپہنچا تو اس نے وہ کرتہ ان کے منہ پر ڈال دیا لہذا وہ پھر سے آنکھوں والے ہو گئے اور بیٹوں سے فرمایا کیوں میں نے تم سے نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو

مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۹۵ قَالُوْا يَا اَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ۹۶

جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ان کے بیٹے کہنے لگے کہ اے ابا جی ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ ہم خطا کرنے والے ہیں،

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۹۷ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۹۸

انہوں نے جواب دیا کہ میں عنقریب اپنے رب سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا بلاشبہ وہ غفور ہے رحیم ہے

طرف پہلی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ عظیم ذات ہے۔ جس نے ایک غلام کو اس بلندی پر پہنچا دیا۔ اب تمہاری وجہ سے مجھے یہ شرف ملا اور لوگوں کو علم ہوا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کا پوتا ہوں۔ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ (اللہ تمہاری مغفرت فرمائے) وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّحِيْمِيْنَ (اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے) جب میں فقیر اور محتاج کی رحمت کا یہ حال تو غنی غفور کی رحمت بے پایاں کتنی بڑی ہوگی۔

اظہارِ معجزہ:

۹۳: پھر ان سے والد کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے کہا زیادہ رونے کی وجہ سے ان کی آنکھیں جاتی رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: اِذْهَبُوا بِقَمِيصِيْ هَذَا (تم میری یہ قمیص لے جاؤ) ایک قول یہ ہے کہ وہ متواتر قمیص تھی جو تعویذ کی صورت میں یوسف علیہ السلام کے پاس تھی یہ جنت سے آئی تھی۔ جبریل علیہ السلام نے اسی کے بھیجنے کا حکم دیا تھا کیونکہ اس میں جنت کی خوشبو تھی وہ جب کسی مبتلا مصیبت پر ڈالی جاتی تو وہ صحیح ہو جاتا۔ فَالْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبٰی يٰتِ بَصِيْرًا (پس اس کو میرے والد کے چہرہ پر ڈال دو ان کی بصارت واپس آجائے گی) بصر بصیراً تم کہو گے جاء البناء محکماً۔ یہ بنیاد مضبوط ہو گئی۔ نمبر ۲۔ وہ میری طرف آئیں گے اس حال میں کہ وہ آنکھوں والے ہو گئے۔ یہود نے کہا یہ قمیص شفاء میں اٹھاؤں گا جیسا ظلم کی قمیص میں اٹھا کر لے گیا۔ نمبر ۳۔

ایک قول یہ ہے کہ ننگے پاؤں اور ننگے سر مصر سے کنعان اس قیص کو لے گیا۔ ان کے درمیان اسی فرسخ کا فاصلہ تھا۔ وَاتُّوْنِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ (اور تم اپنے تمام اہل کو میرے پاس لے آؤ) تاکہ وہ میری بادشاہی سے فائدہ پائیں جیسا میری ہلاکت کی اطلاعات سے غمزہ ہوئے۔

۹۴: وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ (جب قافلہ جدا ہوا) عریش مصر سے نکلا عرب کے محاورہ میں کہتے ہیں۔ فصل من البلاد فصولاً، وہ شہر سے جدا ہوا جدا ہونا جبکہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور اسکی آبادی سے نکل جائے۔ قَالَ أَبُوهُمْ (ان کے والد نے) (اپنے پوتے کو) کہا) اور جوان کے ارد گرد لوگ تھے۔ اِنِّي لَا جِدُ رَيْحَ يُوسُفَ (مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے) اللہ تعالیٰ نے قیص کی خوشبو کا ادراک کر دیا۔ جبکہ آٹھ روز کے فاصلہ سے روانہ ہوئی۔ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنَ (اگر تم مجھے بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو) التفنيد فند کی طرف نسبت کرنا اور وہ بڑھاپے کی وجہ سے عقل میں نقصان آنا ہے۔ مطلب یہ ہے اگر تم مجھے سٹھایا ہوا نہ سمجھتے تو تم میری تصدیق کرتے۔

۹۵: قَالُوا (انہوں نے کہا) پوتوں نے تَا لِلّٰهِ اِنَّكَ لَفِي ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (اللہ کی قسم بیشک تو اپنی پرانی گمراہی میں ہے) عرصہ سے یوسف کی محبت میں افراط کی وجہ سے درست راستہ سے ہٹ چکا ہے۔ نمبر ۲۔ یوسف کی محبت والی پرانی غلطی میں مبتلا ہے۔ ان کے ہاں وہ مرچکے تھے۔

بصارت یعقوب کی واپسی:

۹۶: فَلَمَّا اَنَّ جَاءَ الْبَشِيرَ (جب خوشخبری دینے والا آیا) یعنی یہود اَلْقَاهُ عَلٰی وَجْهِهِ (اس کو ان کے چہرہ پر ڈال دیا) خوشخبری والے نے قیص کو یعقوب کے چہرے پر ڈال دیا نمبر ۲۔ یعقوب علیہ السلام نے خود ڈال لیا۔ فَارْتَدَّ (پس لوٹ آئے) بَصِيرًا (بینا ہو کر) جیسا کہا جاتا ہے ردّہ فارتدّ اس کو لوٹا یا وہ لوٹ گیا اور ارتدہ اذا ارتجعه جب لوٹایا جائے۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ (کہا کیا میں نے تمہیں کہا نہیں) یہ بات مراد ہے انی لا جد ریح یوسف یا یہ قول ولا تاینسو امن روح اللہ اور یہ قول اِنِّيْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) یہ ابتدائیہ جملہ ہے۔ اور قال کا مقولہ نہیں ہے۔ نمبر ۲۔ مقولہ ہے اور مراد اس سے انما اشکو ابشی و حزنی الی اللہ واعلم من اللہ ما لا تعلمون ہے۔ تفسیری روایت میں ہے کہ آپ نے خوشخبری والے سے سوال کیا۔ یوسف کا کیا حال ہے اس نے کہا وہ مصر کا بادشاہ ہے اس نے کہا میں نے سلطنت کو کیا کرنا ہے۔ کس دین پر ہے؟ اس نے جواب دیا۔ دین اسلام پر۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اب نعمت مکمل ہوئی۔

بیٹوں کا معافی طلب کرنا:

۹۷: قَالُوا يَا بَانَا اَسْتَغْفِرُ لَنَا ذُنُوبَنَا اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ (انہوں نے کہا اے اباجی! آپ ہمارے گناہوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار فرمادیں۔ بیشک ہم خطا کار ہیں) یعنی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں ان غلطیوں سے جو ہم نے

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَيْهِ أَبُوهُ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن شَاءَ اللَّهُ

پھر جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس ٹھکانہ دیا اور کہا کہ مصر میں انشاء اللہ امن و امان کے ساتھ

أَمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ أَبُوهُ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهُ سُجَّدًا وَقَالَ يَا بَتِ هَذَا

داخل ہو جائیے، اور یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر اوپر بٹھایا اور وہ لوگ اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے اور یوسف نے کہا کہ اے ابا جان یہ

تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي

میرے خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا میرے رب نے اس کو سچا کر دیا اور میرے ساتھ احسان فرمایا جبکہ مجھے جیل سے

مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ تَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ

ٹکالا اور آپ لوگوں کو دیہاتی علاقہ سے لے آیا اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال

إِخْوَتِي إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي

دیا تھا، بے شک میرا رب جو چاہتا ہے اس کی لطیف تدبیر فرماتا ہے بے شک وہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے، اے میرے رب آپ نے مجھے سلطنت کا

مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ

حصہ عطا فرمایا اور مجھے خوابوں کی تعبیر سکھائی، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے آپ ہی

وَلِيَّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿١٠١﴾

دنیا اور آخرت میں میرے کارساز ہیں مجھے اس حالت میں موت دینا کہ میں فرماں بردار ہوں اور مجھے نیک بندوں میں شامل فرمائیے۔

تمہارے حق میں کی ہیں اور آپ کے بیٹے کے متعلق ہم توبہ کرتے ہیں ہمیں اپنی غلطیوں کا اعتراف ہے۔
 ۹۸: قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (اس نے کہا میں عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے استغفار کروں گا بیشک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) انہوں نے استغفار کو سحر تک موخر کیا نمبر ۲۔ لیکہ جمعہ تک نمبر ۳۔ توبہ کی سچائی میں ان کی حالت معلوم ہونے تک۔ نمبر ۳۔ یوسف علیہ السلام سے دریافت تک کہ آیا انہوں نے معاف کر دیا۔
 ۹۹: پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کی طرف سامان اور دو سواریاں بھیجیں تاکہ ان پر سوار ہو کر ان کے ہاں آجائیں۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو یوسف علیہ السلام اور بادشاہ چار ہزار فوج اور سرداران ملک اور بہت سے اہل مصر کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کے استقبال کرنے کیلئے نکلے۔ یعقوب علیہ السلام سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ یہودا پر ٹیک لگا کر آپ چل رہے تھے۔

تعبیر خواب کی تکمیل:

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَيْهِ (جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی) اپنے جسم سے ملایا أَبُو يٰهُ (اپنے والدین کو) اور ان سے معافہ کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی والدہ زندہ تھیں۔ نمبر ۲۔ ان کی والدہ فوت ہو چکی تھی اور ان کے والد نے ان کی خالہ سے نکاح کیا تھا۔ اور خالہ ماں ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ چچا کو باپ کہا گیا ہے اور یہی معنی اس قول میں ہے وَالْهَٰ اَبَاءُكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاسْمَاعِيْلَ وَاسْحٰقَ [البقرہ: ۱۳۳] دُخُلُوْهُم عَلَيْهِ كَمَا مَعْنٰی مصر میں داخلہ سے پہلے جبکہ ان کا استقبال کیا تو خیمہ میں ان کو اتارا۔ نمبر ۲۔ اس جگہ کے کسی محل میں اتارا وہ ان کے پاس داخل ہوئے۔ تو انہوں نے والدین سے معافہ کیا۔ وَقَالَ (اور ان کو کہا) اور اس کے بعد ان کو کہا اَدْخُلُوْا مِصْرًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ (تم مصر میں چلو اور امن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو رہو) امن سے رہو ان کے بادشاہوں سے پہلے وہ پناہ لیکر داخل ہوتے۔ نمبر ۲۔ قحط سے امن میں ہو۔ روایت میں ہے کہ ملاقات کے وقت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ السّلام علیک یا مذهب الاحزان۔ یوسف علیہ السلام نے جواباً کہا: بَكَيْتَ عَلَيَّ حَتّٰی ذَهَبَ بَصْرُكَ کیا آپ کو علم نہ تھا کہ قیامت ہمیں جمع کر دے گی؟ یعقوب علیہ السلام نے کہا ہاں۔ لیکن مجھے تمہارے دین کے سلب کا خطرہ ہوا پھر میرے اور تیرے درمیان فاصلہ کر دیا جائے۔

نمبر ۳۔ ایک قول یہ ہے یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد مصر میں جب داخل ہوئے مرد و عورتیں ۲۷ افراد تھے اور جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تو لڑنے والوں کی تعداد چھ لاکھ پانچ سو بہتر تھی۔ بچے اور بوڑھے اس کے علاوہ تھے۔ چھوٹے بچے ایک لاکھ بیس ہزار تھے۔

۱۰۰: وَرَفَعَ اَبُوْیْہِ عَلٰی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا (اور انہوں نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور وہ تمام ان کے سامنے سجدہ میں گر گئے) ایک قول یہ ہے کہ مصر میں داخلہ کے وقت جب یوسف اپنی مجلس میں درست ہو بیٹھے تو آپ نے اپنے والدین کو بطور آرام تخت پر بٹھایا۔ اور وہ گر پڑے اس کے لئے سجدہ میں گیارہ بھائی اور والدین سُجَّدًا سجدہ ان کے ہاں بطور سلام و تکریم کے جائز تھا۔ جیسا کہ قیام و مصافحہ اور ہاتھوں کا بوسہ۔ زجاج کہتے ہیں۔ تعظیم کا طریقہ اس وقت عظمت والے کو سجدہ کرنا تھا۔ نمبر ۲۔ یہ پھر جھکنا تھا پیشانی کو زمین پر رکھنا مراد نہ تھا مگر خروالہ سجدہ اس معنی کا انکار کر رہا ہے۔ نمبر ۳۔ وہ یوسف کی خاطر اللہ کی بارگاہ میں سجدہ شکر میں پڑ گئے اس صورت میں لام اجل یہ ہے۔

وَقَالَ يٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُّءُیَايَ مِنْ قَبْلُ (اور کہا اے اباجی! یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جو پہلے آیا) ہا سے الرؤیا مراد ہے۔ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا (میرے رب نے اس کو سچا کر دیا) خواب اور تعبیر کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ تھا۔ نمبر ۲۔ ۱۸۰ اسی سال کا فاصلہ نمبر ۳۔ ۸۶ سال کا نمبر ۴۔ ۳۶ سال کا نمبر ۵۔ ۲۲ سال کا۔ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْ (اور اس نے مجھ پر احسان فرمایا) کہا جاتا ہے احسن الیہ، احسن بہ (احسان کرنا) اسی طرح اساء الیہ، یہ مستعمل ہے۔ اِذْ اَخْرَجْنِيْ مِنَ السِّجْنِ (جب اس نے مجھے قید سے نکالا) یوسف علیہ السلام نے کنوئیں کا ذکر نہیں کیا۔ اس قول کے باعث لَا تَشْرِيْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ، وَجَاءَ بِکُمْ مِنَ الْبَدْوِ

(اور تمہیں دیہات سے لایا) دیہات سے کیونکہ ان کے ہاں موسیٰ تھے ایک پانی سے دوسرے پانی پر منتقل ہوتے اور چراگا ہوں کو بدلتے۔ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَعَ الشَّيْطَانُ بُنْيَ وَبَيْنَ إِخْوَتِي (اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان چوک لگائی) ہمارے درمیان فساد ڈلوایا اور برا بیچتے کیا۔ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ (بیشک میرا رب عمدہ تدبیر کرتا ہے جو چاہتا ہے) لطیف تدبیر والا اِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (بیشک وہی علم والے حکمت والے ہیں) نمبر ۱۔ کہ امیدوں کو مقررہ اوقات تک مؤخر کرتا ہے۔ نمبر ۲۔ اختلاف کے بعد الفت پیدا فرمادی۔

وَعَائِ مُسْتَجَاب:

۱۰: رَبِّ قَدْ أَتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ (اے میرے رب آپ نے مجھے سلطنت کا ایک حصہ عنایت فرمایا) ملک سے ملک مصر مراد ہے۔ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ (اور آپ نے مجھے خوابوں کی تعبیر سکھائی) نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی تفسیر نمبر ۲۔ خوابوں کی تعبیر۔

يَخْفَوْنَ مِنْ تَبْعِيْهِ ہے اس لئے کہ ان کو مصر کی بادشاہت ملی نہ کہ پوری دنیا کی اور تاویل بھی بعض باتوں کی نہ کہ تمام کی فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے) يَخْفَوْنَ: منادی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

أَنْتَ وَلِيٌّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (آپ دنیا و آخرت میں میرے کارساز ہیں) آپ ہی دارین میں نعمتوں سے نوازنے والے ہیں۔ اور ملک فنا کے ساتھ ملک بقاء کو ملا کر عنایت کرنے والے ہیں۔ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا (پوری فرمانبرداری میں مجھے وفات دے) اسلام کی حالت والی موت طلب کی جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے موت سے قبل عہد لیا تھا ولا تموتن الا وانتم مسلمون! [آل عمران: ۲۰۱] بقول ضحاک مسلم کا معنی مخلصا ہے۔ اور تسری کہتے ہیں میں اپنا معاملہ آپ کے سپرد کرنے والا ہوں۔

هَٰذَا نَبَأُكَ: باوجود معصوم ہونے کے یوسف علیہ السلام نے یہ دعا کی تاکہ وہ لوگ ان کی اقتداء کریں۔ جو مامون اور محفوظ نہیں بلکہ گناہگار ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے اعمال کو امتوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ امتیں ان کو دیکھ لیں۔ وَالْحَقُّنِي بِالصَّلَاحِ (اور تو مجھے ملا دے نیکوں کے ساتھ) نمبر ۱۔ میرے آباؤ اجداد کے ساتھ نمبر ۲۔ عام جو نیک صالح لوگ ہیں۔

روایت تفسیر میں ہے کہ یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑا اور اپنے خزانوں کا چکر لگوا دیا۔ جو کہ سونے، چاندی، کپڑے، اسلحہ ڈپو، کاغذ سٹور پر مشتمل تھے۔ یعقوب علیہ السلام نے کاغذوں کو دیکھ کر فرمایا میرے بیٹے تیرے پاس اتنے کاغذ تھے مگر آٹھ مرحلہ فاصلہ پر تو نے ایک کاغذ بھی نہ لکھا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے جبرئیل علیہ السلام نے حکم دیا تھا۔ یعقوب نے فرمایا کیا آپ اس سے پوچھ سکتے ہیں؟ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ آپ کو ان سے زیادہ بے تکلفی ہے ان سے پوچھ لو تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم دیا تھا۔ آپ کے اس قول کی وجہ سے فاحش ان یا کله الذئب مجھے ڈر ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مجھ سے کیوں نہ ڈرا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذَا جُمِعُوا اَمْرُهُمْ

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجتے ہیں، اور آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھے جب انہوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کر لیا تھا

وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝۱۲ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۳ وَمَا تَسْأَلُهُمْ

اور وہ تدبیر کر رہے تھے، اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں اگرچہ آپ حرص کریں، اور آپ اس پرانے سے کسی عوض کا

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۴

سوال نہیں کرتے یہ تو جہاں والوں کے لئے نصیحت ہے

ایک روایت میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام ۲۴ سال زندہ رہے پھر وفات پا گئے اور اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں سرزمین شام لیجا کر دفن کا حکم دیا۔ پھر جان جہاں آفریں کے حوالہ کر دی۔ ان کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا پھر آپ مصر واپس لوٹے اور اپنے والد کے بعد تینتیس ۳۳ سال زندہ رہے جب ان کی موت کا وقت آیا تو اپنے لئے ہمیشہ کی بادشاہت چاہی اور نیکیوں جیسی موت کی تمنا کی۔ نمبر ۱۔ ایک قول یہ ہے ان سے پہلے یہ تمنا کسی نے نہیں کی اور نہ ان کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاکیزگی کے ساتھ وفات دی۔ اہل مصر نے آپس میں ان کے دفن پر شدید اختلاف کیا یہاں تک کہ لڑائی تک نوبت آ گئی ہر ایک اپنے محلے میں دفن کرنا چاہتا تھا۔ پھر مرمر کا صندوق بنوا کر اس میں ان کے جسد خاکی کو رکھا اور نیل میں ایسے مقام پر دفن کیا جو نیل کا راستہ اور گزرگاہ تھی۔ تاکہ سارے اہل مصر فیضیاب ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے چار سو سال بعد ان کے تابوت کو بیت المقدس منتقل کیا۔ ان کے ہاں دو اولادیں افرائیم اور یثا تھے۔ افرائیم کا ایک بیٹا نون تھا نون کے بیٹے یوشع ہیں جن کو فتنی موسیٰ کہہ کر قرآن مجید نے ذکر کیا۔ عمالیق کے فراعنہ آپ کے بعد ورثہ حکمران رہے اور بنو اسرائیل ان کے ماتحت دین یوسفی (ابراہیمی) پر قائم رہے۔

۱۰۲: ذٰلِكَ (یہ) یوسف علیہ السلام کے سابقہ واقعہ کی طرف اس سے اشارہ فرمایا یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا یہ مبتداء ہے۔

مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ (غیب کی بعض خبریں ہیں)۔ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ (جو وحی کر رہے ہیں ہم آپ کی طرف)

يَمْكُرُوْنَ: یہ دونوں ذالک کی خبریں ہیں۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ (اور آپ ان کے پاس نہ تھے) اولاد یعقوب کے پاس اِذَا جُمِعُوا اَمْرُهُمْ (جبکہ انہوں نے اپنے معاملہ میں اتفاق کیا) یوسف علیہ السلام کو کونوئیں میں ڈالنے کا پختہ ارادہ وہُمْ يَمْكُرُوْنَ (اس حال میں کہ وہ تدبیر کر رہے تھے) یوسف علیہ السلام کے متعلق اور ان کو دھوکہ سے قتل کرنا چاہتے تھے۔ یہ غیب کی خبریں آپ کو بذریعہ وحی حاصل ہوتی ہیں۔ کیونکہ آپ اولاد یعقوب کے پاس موجود نہ تھے جبکہ وہ اپنے بھائی کو کونوئیں میں ڈال رہے تھے۔

۱۰۳: وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ (اور لوگوں کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں خواہ آپ کو کتنی خواہش ہو) عام لوگ مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ اہل مکہ یعنی اہل مکہ ایمان لانے والے نہیں خواہ ان کے ایمان کیلئے آپ پوری کوشش صرف کر دیں۔

وَكَايْنٍ مِّنْ اٰیَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۱۵

اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں جن پر یہ لوگ گذرتے ہیں اور وہ ان سے اعراض کئے ہوئے ہیں،

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝۱۶ اَفَاَمِنُوْا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ شرک کرنے والے ہیں، کیا یہ لوگ اس بات سے مطمئن ہیں کہ ان پر اللہ کی طرف سے عذاب کی کوئی

عَذَابٍ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۷

ایسی آفت آپڑے جو ان کو گھیر لے یا ان پر اچانک قیامت آپڑے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

۱۰۴: وَمَا تَسْتَلْهُمُ عَلَيْهِ (اور تم ان سے اس پر نہیں مانگتے) اے سے مراد تبلیغ نمبر ۲۔ قرآن پر مبنی اجور (کوئی مزدوری) بدلہ ان ہوا
اِلَّا ذِكْرٌ (یہ خالص ذکر ہے) یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے۔ لِلْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں کیلئے) اس میں اپنے ایک
رسول کی زبان پر سے نجات کو طلب کرنے پر آمادہ کیا۔

نشانہائے عبرت تو بہت ہیں مگر عبرت حاصل کرنے والے کم ہیں:

۱۰۵: وَكَآيْنٍ مِّنْ اٰیَةٍ (کتنی ہی نشانیاں ہیں) علامتیں ہیں جو خالق کی خالقیت اور صفات و توحید پر دلالت کرنے والی ہیں۔ فی
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا (آسمانوں اور زمین میں جن پر ان کا گزر ہوتا ہے) ان نشانات پر نمبر ۲۔ زمین پر (جنکے
پاس ان کا گزر ہوتا ہے۔ وہ ان کا آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ وَهُمْ عَنْهَا (اور وہ ان آیات سے) مُعْرِضُوْنَ (اعراض
کرنے والے ہیں) ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اس سے مراد ہلاک ہونے والی امتوں کے آثار اور عبرتناک مقامات جن
کو وہ آتے جاتے دیکھتے تھے۔

۱۰۶: وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (اور ان کی اکثریت اللہ پر ایمان نہیں لاتی مگر کہ وہ شرک بھی کرتے ہیں)
یعنی ان کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے متعلق اقراری ایمان تو لاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ مگر بتوں کی
عبادت کر کے شرک کرنے والے ہیں جمہور کہتے ہیں یہ مشرکین کے متعلق اتری کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رازق و خالق مانتے تھے اور
جب ان کو کوئی سخت معاملہ پیش آتا تو اللہ تعالیٰ کو مخلصانہ پکارتے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک
کرتے۔ شرک کی باتوں میں سے قدر یہ کی یہ بات بھی ہے کہ بندے کیلئے قدرت تخلیق مانتے ہیں۔ اور خالص توحید وہی ہے جو
اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں۔

۱۰۷: اَفَاَمِنُوْا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ (کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے کہ ان پر آن پہنچے کوئی ڈھانپنے والی) ایسی سزا جو ان کو ڈھانپ
لے اور گھیر لے مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ (اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے یا قیامت آجائے ان کے پاس) ساعت
سے قیامت مراد ہے۔ بَغْتَةً (اچانک) یہ حال ہے وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اس حال میں کہ ان کو شعور بھی نہ ہو) اسکی آمد کا۔

وَقَفَّ النَّبِيُّ
عَلَى أَصْحَابِهِ

آپ فرمادیتے ہیں کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف جلاتا ہوں میں بصیرت مریں اور وہ لوگ بھی جنہوں نے میرا اتباع کیا، اور اللہ پاک ہے اور میں

مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب آدمی ہی تھے جو مختلف بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے۔

ہم ان کی طرف وحی بھیجتے تھے کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھر سو وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزرے

اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

۱۰۸: قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي (کہہ دیں کہ یہ میرا راستہ ہے) یہ وہی راستہ ہے جس میں ایمان و توحید کی دعوت ہے۔ یہی میرا راستہ ہے۔ سَبِيلٌ: اسبیل اور الطریق یہ دونوں لفظ مذکر و مؤنث استعمال ہوتے ہیں۔ پھر سبیل کی تفسیر اس طرح فرمائی۔ اَدْعُوا إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ (میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں بصیرت کے ساتھ) واضح دلیل کے ساتھ میں اس کے دین کی طرف دعوت دیتا ہوں اندھے یں کے ساتھ نہیں۔

اَنَا (میں) یہ ادعوا کی ضمیر مستتر کی تاکید ہے۔ وَمَنِ اتَّبَعْنِي (اور جس نے میری پیروی کی) اس کا عطف انا پر ہے (تقدیر عبارت یہ ہے ادعوا الی سبیل اللہ انا وید عوا الیہ من اتبعنی کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور میرے پیروکار اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں نمبر ۲۔ انا مبتداء علی بصیرۃ مقدم خبر ہے۔ اور من اتبعنی کا انا پر عطف ہے۔ آپ ابتداء یہ بتلا رہے ہیں کہ میں اور میرے پیروکار حجت و دلیل پر ہیں خواہش پر نہیں وَسُبْحَنَ اللہ (اور اللہ تعالیٰ پاک ہے) میں اس کو شرکاء سے پاک قرار دیتا ہوں۔ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں) جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والے ہیں۔

۱۰۹: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا (اور ہم نے آپ سے پہلے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا) نہ کہ فرشتوں کو کیونکہ کفار یہ کہا کرتے تھے۔ ولو شاء الله لآنزل ملائكة (اگر اللہ تعالیٰ رسول بھیجنا چاہتا تو ضرور فرشتے اتارتا۔ نمبر ۲۔ ان میں کوئی عورت نہ تھی) (تمام مرد تھے) نُوحِيْ اِلَيْهِمْ مِنْ اَهْلِ الْقُرْاٰی (جنکی طرف ہم وحی کرتے رہے شہروں کے رہنے والوں میں سے)

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ

یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو گئے اور انہیں یہ گمان ہو گیا کہ ہماری فہم نے غلطی کی تو ہماری مدد ان کے پاس آ گئی پھر ہم نے

مَنْ نَّشَاءُ وَلَا يَرْدُ بِأَسْنَانٍ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِي

جس کو چاہا اسے نجات دیدی گئی اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹایا جاتا، البتہ ان کے قصوں

قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولَى الْأَلْبَابِ مِمَّا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَٰكِن

میں عقل والوں کے لئے عبرت ہے یہ قرآن ایسی کوئی بات نہیں ہے جو تراشی ہوئی ہو بلکہ

تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۱۱﴾

اس سے پہلے جو کتابیں نازل ہوئی ہیں یہ کتاب ان کی تصدیق کرنے والی ہے اور ہر چیز کی تفصیل کرنے والی ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

قراءت: حفص نے نون سے پڑھا ہے اہل قرای اس لئے کہا کیونکہ وہ علم و حلم والے ہوتے ہیں اور جنگلی لوگوں میں جہل و جفا کثرت سے ہوتی ہے۔ اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ (کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے کس طرح ان لوگوں کا انجام ہوا جو ان سے پہلے ہوئے البتہ آخرت کا گھر) آخری گھڑی والا گھر خیرٌ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا (وہ بہت بہتر ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو متقی ہیں) شرک سے بچنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا والے ہیں۔ اَفَلَا تَعْقِلُونَ (کیا تمہیں سمجھ نہیں)

قراءت: مکی، ابو عمر و اور حمزہ علی نے یعقلون یا سے پڑھا ہے۔

۱۱۰: حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ (یہاں تک کہ جب پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہو گئے) قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا (اور انہوں نے یقین کر لیا کہ ان کی تکذیب کر دی گئی) رسولوں کو یقین ہو گیا کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلا دیا ہے۔

قراءت: کوئی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا۔ قوموں نے یقین کیا کہ رسل نے واقعی جھوٹ بولا یعنی وعدہ خلافی کی ہے۔ یا نمبر ۲۔ قوموں نے گمان کیا کہ رسولوں کی طرف سے ان کے ساتھ جھوٹ بولا گیا۔ یعنی رسولوں نے انہیں یہ جھوٹ کہا کہ وہ ان پر غالب آجائیں گے اور اسمیں وہ سچے نہ نکلے۔ جَاءَهُمْ نَصْرُنَا (ان کے پاس ہماری مدد آئی) انبیاء علیہم السلام اور مومنین پر ہماری مدد اچانک بغیر شمار کے آن پہنچی۔ فَنُجِّيَ (پس جس کو چاہا ہم نے بچالیا)

قراءت: جیم مشدد، ایک نون یا مفتوح کے ساتھ شامی و عاصم نے پڑھا ہے ماضی مجہول اور من کو قائم مقام فاعل قرار دیا ہے۔ باقی قراء نے فَنُجِّيَ دونوں، دوسرا ساکن خفیفہ اور یا ساکن سے پڑھا ہے۔ مَنْ نَّشَاءُ (جن کو ہم نے چاہا) نبی اور ان کے

ساتھ ایمان والے وَلَا یُرَدُّ بَأْسُنَا (اور ہماری پکڑ لوٹائی نہیں جاسکتی) باس سے عذاب مراد ہے عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِینَ (مجرم قوم سے) کافر مراد ہیں۔

۱۱: لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ نُمُرًا (ان کے واقعات میں) ان انبیاء علیہم السلام اور قوموں کے واقعات میں نمبر ۲۔ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں عِبْرَةٌ لِّأُولِی الْأَلْبَابِ (عقل والوں کیلئے عبرت ہے) نمبر ۱۔ اس طرح کہ گہری محبت سے گہرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے۔ نمبر ۲۔ چٹائی جیل سے تخت پر منتقل ہوئے نمبر ۳۔ صبر کے نتیجہ میں سلامتی، کرامت و عزت ملی نمبر ۴۔ فریب کاری میں ندامت و شرمندگی سامنے آئی۔ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى (یہ کوئی من گھڑت بات نہ تھی) یہ قرآن کفار کے خیال کے مطابق مفتری نہیں ہے۔ وَلَٰكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ (لیکن یہ تصدیق ہے اس وحی کی جو اس کے سامنے ہے) پہلی کتابوں کی یہ تصدیق ہے۔ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ (اور اسمیں ہر چیز کی تفصیل ہے) جس کی دین میں ضرورت ہے کیونکہ یہ وہ قانون ہے سنت کو جس کا سہارا ہے اور اجماع و قیاس کو بھی وَهْدَى (اور راہنمائی ہے) گمراہی سے وَرَحْمَةً (اور رحمت ہے) عذاب سے لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُونَ (ان لوگوں کیلئے جو ایمان لانے والے ہیں) اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر پر۔

مختصر: لکن کے بعد والا جملہ کان کی خبر پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

فضائل:

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ اپنے غلاموں کو سورہ یوسف سکھاؤ۔ جو بندہ اس کو پڑھے اور اپنے اہل کو سکھائے اور غلام لونڈی کو سکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر سکرات کی موت کو آسان کر دیں گے۔ اور اس کو طاقت دیں گے کہ کوئی مسلمان اس سے حسد نہ کرے گا۔ (کشاف زمخشری)

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے کہا کہ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کو ایذا قریش پر صبر کی تلقین کی گئی گویا اس طرح فرمایا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے موافقت فی الدین کے باوجود اور حقیقی بھائی ہو کر یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا کچھ مکرو فریب نہیں کیے۔ اور یوسف علیہ السلام نے صبر کیا۔ آپ تو دین میں بھی ان کے مخالف ہیں پھر یہ اگر مخالفت کر رہے ہیں تو ان کی ایذا پر صبر کریں۔ قول وہب رحمہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی کتاب پہلے اتاری اس میں کامل سورہ یوسف اتاری جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے (واللہ اعلم)

تمت ترجمہ تفسیر سورہ یوسف یوم الاربعاء التاسع من شهر اکتوبر ۲۰۰۲ والحمد لله على ذلك

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَكِّيَّةٌ تِلْكَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً سِتُّ وَرُمَاتٌ

سورہ رحمدینہ میں نازل ہوئی اس میں تینتالیس آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْمَرَّافَتْ تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتٰبِ وَالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

المرافہ کتاب کی آیتیں ہیں، اور آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا حق ہے، لیکن بہت سے

النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ① اللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَّرَوْنَہَا ثُمَّ اسْتَوٰی

لوگ ایمان نہیں لاتے، اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند فرما دیا تم ان آسمانوں کو دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر

عَلٰی الْعَرْشِ وَنَحْنُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ② کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ③ یَذَّبِرُ الْأَمْرَ

مستوی ہوا، اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر فرما دیا ہر ایک مدت مقررہ کے مطابق چلتا ہے وہ کاموں کی تدبیر فرماتا ہے،

یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوَقُّوْنَ ④ وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ

نشانوں کو واضح طور پر بیان فرماتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو، اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں

فِیْہَا رَوَاسِیْ وَآَنْهَارٌ ⑤ وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْہَا زَوْجَیْنِ اَشْبَیْنِ یُغْشٰی

پہاڑ اور نہریں پیدا فرما دیں اور ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسمیں پیدا فرمائیں وہ رات کو دن پر

الَّیْلَ النَّهَارَ ⑥ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ⑦ وَفِی الْاَرْضِ قِطْعٌ

ڈھانچہ دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہیں اور زمین میں ٹکڑے ہیں

مَّتَجَوِّرٌ وَجَدَتْ مِّنْ اَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِیْلٌ صِّنَوَانٌ وَغَیْرِ صِّنَوَانٍ یُّسْقٰی

جواپس میں پڑوسی ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کمیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن میں بعض کی جڑ بعض سے ملی ہوئی ہے اور بعض ملی ہوئی نہیں ہیں انہیں ایک ہی

بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ⑧ وَنُفِصِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاٰکْلِ ⑨ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ

پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھ سے

یَعْقِلُوْنَ ⑩

کام لیتے ہیں۔

۱: اَلَمْ رَاللّٰهُ تَعَالٰی ہٰی اَسْکٰی مَرَادُوْکُوْ جَانَتَا اُوْرُوْ دِیْکْھَتَا ہٰی تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ۔ ترجمہ یہ معنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے تلک سے آیات سورت کی طرف اشارہ ہے الکتاب سے سورۃ مراد ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے تلک الایات آیات السورۃ الکاملۃ العجیبۃ فی بابہا۔ یہ آیات اس سورت کی آیات ہیں جو کہ اپنے باب میں کامل و عجیب ہے۔ وَالَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (اور وہ جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا گیا) یعنی تمام قرآن الْحَقُّ (سچا ہے) یہ خبر ہے اور الذی الایۃ یہ مبتداء ہے وَلٰکِنْ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ (لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے) وہ یہ کہتے ہیں کہ محمد اسکو بنالائے ہیں۔ پھر ان چیزوں کا ذکر کیا جن پر ایمان واجب ہے پس فرمایا۔

قدرت الہی کے نمونے:

۲: اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا) اللہ مبتداء ہے اور الذی رفع السموات اس کی خبر ہے۔ بِغَیْرِ عَمَدٍ (بغیر ستون کے) یہ عماد یا عمود کی جمع ہے یہ حال ہے تَرَوْفَهَا (جو تم کو نظر آرہے ہیں) ہا ضمیر آسمانوں کی طرف لوٹتی ہے یعنی تم انکو اسی طرح دیکھتے ہو بیان کی ضرورت نہیں نمبر ۲۔ ضمیر عمد کی طرف ہے اس صورت میں یہ موضع جر میں ہے اس لئے کہ عمد کی صفت ہے یعنی بغیر عمد مرئیہ نظر آنے والے ستونوں کے بغیر ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ (پھر عرش پر مستوی ہوا) اقتدار و نفوذ سلطنت سے استیلاء کیا وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا) بندوں کے فوائد اور علاقوں کی مصلحت میں کُلُّ یَجْرِیْ لَا جَلَیْ مُسَمًّی (ہر ایک ان میں سے ایک وقت مقررہ کیلئے چل رہا ہے) وہ اجل دنیا کا ختم ہوتا ہے۔ یَذَّبُرُ الْاُمُورَ (وہ معاملات کی تدبیر کرتا ہے) اپنی ملکوت اور ربوبیت کے معاملے کی۔ یُقْصِلُ الْاٰیٰتِ (وہ آیات کو کھول کر) اپنی نازل شدہ کتابوں میں بیان کرتا ہے لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تَوْقِنُوْنَ (تاکہ تمہیں اپنی رب کی ملاقات پر یقین ہو) تاکہ تمہیں یقین آجائے کہ ایسے مدبر اور مفصل کی طرف لوٹنا ضروری ہے۔

۳: وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ (وہی ذات ہے جس نے زمین کو بچھایا) وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ (اور زمین میں پہاڑ بنائے) زمین پر جم جانے والے پہاڑ و اَنْهَرًا (اور نہریں) جَارِی وَمِنْ کُلِّ الْفَمرَاتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوَاجِیْنِ الثَّنِیْنِ (اور زمین میں ہر طرح کے پھلوں کی دو قسمیں پیدا کیں) یعنی سیاہ، سفید، پیٹھے، کھٹے، چھوٹے، بڑے اور جوا کے مشابہ ہیں۔ یُغِشِی الْیَلَّ النَّهَارَ (ڈھانپ دیتا ہے دن کو رات سے) روشنی سفیدی کو رات پہنا دیتا ہے جس سے وہ سیاہ اندھیر بن جاتی ہے قراءت: حمزہ، علی، ابو بکر نے یغشی پڑھا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (بیشک اسمیں البتہ نشانیاں ہیں سوچ و بچار کرنے والے لوگوں کیلئے) پس وہ جانتے ہیں کہ انکا ایک بنانے والا ہے جو قادر مطلق علم و حکمت والا ہے۔

۴: وَفِی الْاَرْضِ قِطْعٌ مُّتَجَوِّدَاتٍ (اور زمین میں پاس پاس ملے ہوئے زمین کے ٹکڑے ہیں) زمین کے قطعات مختلف ہیں حالانکہ وہ بالکل قریب قریب ملے ہوئے ہیں۔ کوئی عمدہ پیداوار والے اور شوریلے کوئی عمدہ اور کوئی کم پانی والے کوئی سخت اور کوئی نرم۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اسکی تدبیر کرنے والا قدرت و ارادہ والا ہے۔ وہ افعال کو اپنی مرضی سے ایک سے دوسرے انداز

وَلَنْ تَعَجَبَ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ اِذَا كُنَّا تُرَابًا اَنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ اُولٰٓئِكَ

اور اگر آپ کو تعجب ہو تو ان کا یہ قول لائق تعجب ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا ہوں گے، یہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهٖمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَعْلٰى فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ ۖ

وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہو گئے اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ وَقدْ خَلَتْ مِنْ

اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ لوگ عافیت سے پہلے آپ سے مصیبت کے جلدی آنے کا تقاضا کرتے ہیں اور حالانکہ ان سے پہلے

قَبْلِهِمُ الْمَثَلٰتُ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلُمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ

عذاب کے واقعات گزر چکے ہیں اور بلاشبہ آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے مابوجود انہیں بخش دینے والا ہے، اور یہ بات یقینی ہے کہ آپ کا رب

لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاَوْلٰٓا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اِنَّمَا

سخت عذاب والا ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں، ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں کی گئی۔ آپ صرف

اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۚ

ذرا نالے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہدایت دینے والے ہوتے چلے آئے ہیں۔

میں ڈھال دینے والا ہے اور وَجَنَّتْ (اور باغات) جَنَّتْ کا عطف قطع پر ہے۔ یعنی زمین میں باغات ہیں الا یہ مِنْ اَعْنَابٍ وَزُرْعٍ وَنَخِيْلٍ صِنُوَانٌ وَغَيْرُ صِنُوَانٍ (انگوروں کے اور کھیتیاں اور کھجوریں دو شاخ والی اور ایک تنے والی) قراءت: مکی، بصری، حفص نے قطع کا معطوف قرار دیکر مرفوع پڑھا ہے۔ اور دوسروں نے خبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اَعْنَابٍ پر عطف کیا ہے اور الصنوان جمع صنو ہے۔ وہ کھجور جو ایک تنے سے دو شاخہ بن جائے۔ حفص نے صنوان کو ضمہ صا سے پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں۔ یُسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ (انکو ایک پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔) قراءت: عاصم و شامی نے یا سے پڑھا ہے اور تا والی قراءت ابن کثیر، نافع کی ہے۔

وَنُفِضِلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ (ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں)۔ قراءت: حمزہ اور علی نے یا سے پڑھا ہے۔ فِی الْاَكْمَلِ (پھل میں) مقدار، حمزہ رنگ، بوقراءت: نافع اور مکی نے کاف کے سکون سے پڑھا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (بیشک اس میں عقل والے لوگوں کیلئے نشانات ہیں) حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں دل آثار و انوار اور اسرار میں اسی طرح مختلف ہیں جس طرح زمین کے مختلف حصے انہار و ازابار، پھل میں مختلف ہیں۔

اگر ان سب کا خالق ہے تو اعادہ انسان کیوں ناممکن:

۵: وَاِنَّ تَعَجَّبَ (اگر تمہیں تعجب ہو) اے محمد ﷺ اگر آپ انکے انکار بعثت والے قول پر تعجب کرتے ہیں۔ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ (تو

انکا یہ قول تعجب کے قابل ہے) یہ خبر اور مبتداء ہے یعنی انکا قول اس قابل ہے کہ اس پر تعجب کیا جائے کیونکہ یہ تمام چیزیں پیدا کر سکتا ہے تو اسکو انکا دوبارہ لوٹانا تو آسان تر ہے۔ اور اہل ترین ہے پس ان منکرین کا انکار تو عجوبہ کائنات ہے۔ ؕ اِذَا كُنَّا تُرَابًا ؕ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۔ (جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا ہوں گے) قراءت: عاصم، حمزہ نے ہر ایک کو دو حمزہ سے پڑھا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهٖمْ (یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا) وہ کافر اپنے کفر میں ضد اختیار کرنے والے ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ لَا غُلُوْلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ جنگی گردنوں میں طوق ہونگے) اس میں وعید ہے۔ نمبر ۲۔ انکے اصرار کو اس طرح ذکر کیا (گویا گمراہی کے طوق انکے گلے میں لٹکے ہیں) وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) اُولٰٓئِكَ کو دو مرتبہ ذکر کر کے معاملے کی ہولناکی کو بتلانا مقصود ہے۔

مطالبہ عذاب کا جواب:

۶: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ (یہ لوگ آپ سے مصیبت جلد مانگتے ہیں بھلائی سے پہلے) عافیت کا وقت ختم ہونے سے پہلے عذاب کو مانگتے ہیں اور اسکا معاملہ اس طرح پیش آیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم پر عذاب لے آؤ۔ اور یہ بات آپ کے انداز کا مذاق اڑاتے ہوئے کہی وَقَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلُتُ (حالانکہ ان سے پہلے واقعات عقوبت گزر چکے) سزائیں جو ان جیسے مکذبین کو پیش آئیں۔ انکو کیا ہوا کہ یہ عبرت نہیں پکڑتے ورنہ یہ استہزاء نہ کرتے۔ المثلہ۔ سزا۔ اسکو المثلہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جرم اور مجرم میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ جیسا اس آیت میں جزاء سیدۃ سیدۃ مثلاً۔ [الشوری: ۴۰] وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ (اور بیشک آپ کا رب یقیناً لوگوں کی خطائیں باوجود انکی بے جا حرکتوں کے معاف کر دیتا ہے) عَلٰی، مع کے معنی میں یعنی گناہ کے ذریعہ اپنے نفسوں پر ظلم کے باوجود۔ یہ محلاً حال ہے۔ ای ظالمین لانفسہم اس حالت میں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں سُدٰی کہتے ہیں مومنین پر۔ یہ کتاب اللہ کی سب سے زیادہ امید بخش آیت ہے۔ اس حیثیت سے کہ ظلم کے باوجود مغفرت کو ذکر فرمایا۔ جبکہ وہ بغیر توبہ ہو۔ توبہ گناہ کو اٹھا دیتی اور زائل کر دیتی ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ (بیشک آپ کا رب البتہ سخت بدلہ لینے والا ہے) نمبر ۱۔ کافروں سے نمبر ۲۔ یہ دونوں مومنین سے متعلق ہوں تو مشیت سے متعلق ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے یَغْفِرْ لِمَن يَّشَاءُ وَيُعَذِّبْ مَن يَّشَاءُ۔

من پسند نشانی کیوں نہیں لائے؟

۷: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (اور کافر کہتے ہیں کیونکر اس پر اتاری نہیں جاتی کوئی نشانی اسکے رب کی طرف سے) رسول اللہ ﷺ پر اتاری جانے والی آیات کو کافر درخور اعتناء ہی نہ سمجھتے۔ عناد سے انکار کرتے خود پسند معجزات موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام جیسے عصا کا سانپ بن جانا مردوں کا زندہ ہونا۔ وغیرہ کے طلب گار تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ (بیشک آپ ڈرانے والے ہیں) بیشک آپ کو منذر بنا کر بھیجا گیا۔ برے انجام سے آپ انکو ڈرانے والے اور دوسرے رسولوں کی طرح خیر خواہی کرنے والے ہیں اور آپ کے ذمہ صرف وہ بات ہے کہ جس سے آپ کا رسول منذر ہونا ثابت ہو اور یہ کسی ایک نشانی سے بھی ہو سکتا ہے۔ دعویٰ رسالت کے صحیح ثبوت کیلئے تمام نشانات برابر ہیں۔ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (اور ہر قوم

اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِصُّ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزِدُّ اَدُّوْ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ

اللہ جانتا ہے جو کوئی کسی عورت کو حمل ہوتا ہے اور جو کچھ رحم میں کی اور بیٹھی ہوتی ہے، اور ہر چیز اللہ کے نزدیک ایک خاص مقدار کے

بِمِقْدَارٍ ۱۸ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرِ الْمُتَعَالِ ۱۹ سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَنْ اَسْرَأَ الْقَوْلَ

ساتھ ہے، وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے بڑا ہے برتر ہے، تم میں سے جو کوئی شخص کوئی بات آہستہ سے کہے

وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۲۰ لَهُ مُعَقِّبَتٌ مِّنْ

اور جو شخص پکار کر کہے اور جو شخص رات میں چھپا ہوا ہو اور جو شخص دن میں چلتا پھرتا ہو یہ سب برابر ہیں، ہر ایک کے لئے آگے پیچھے آنے جانے

بَيْنَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُوْنَهُ ۲۱ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ

والے فرشتے ہیں جو آگے سے اور پشت کے پیچھے سے آتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا

حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۲۲ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۲۳ وَمَا لَهُمْ

جب تک کہ وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدلتے، اور جب اللہ کسی قوم کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو اسے کوئی واپس کرنے والا نہیں، اور ان لوگوں کے لئے

مِّنْ دُوْنِهِمْ ۲۴ وَاِلٰى ۱۱

اس کے سوا کوئی مددگار نہیں

کیلئے ایک ہادی ہوا) انبیاء علیہم السلام میں سے جو انکو دین تویم کی طرف راہ دکھلاتا رہا۔ اور اپنی مخصوص ملنے والی آیات سے انکو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا رہا مطلب یہ فرمائی معجزات کسی نے بھی پیش نہیں کیے۔

علم الہی بے پایاں ہے:

۸: اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِصُّ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزِدُّ اَدُّو (اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ کسی مادہ کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کی اور زیادتی ہوتی ہے) ان تین مقامات میں ما موصول ہے تو مطلب یہ ہوگا جس چیز کو مادہ اپنے پیٹ میں اٹھائے ہوئے ہوتی ہے نہ یا مادہ ایک یا متعدد۔ سالم الاعضاء بچہ یا ناقص، خوبصورت، بدصورت، لمبا، چھوٹا وغیرہ لک اور جسکو رحم گھٹاتے ہیں یعنی وہ جانتا ہے جسکو وہ کم کرتا ہے۔ تغصص کا معنی کم کرنا کہتے ہیں غاض الماء و غصته انا۔ پانی گھٹ گیا اور میں نے اسکو کم کیا ما تزداد جو وہ بڑھتے ہیں یا بڑھاتے ہیں مراد نمبر ۱۔ اس سے لڑکے کی تعداد کہ ایک، دو، تین، چار یا نمبر ۲ لڑکے کا جسم تام ہے یا ناقص یا نمبر ۳۔ مدت ولادت نو ماہ سے کم اور دو سال تک زیادہ سے زیادہ عندنا۔ امام شافعی کے نزدیک چار سال، امام مالک کے ہاں ۵ سال تک۔

ما مصدر یہ ہو تو معنی یہ ہے ہر مؤنث کے حاملہ ہونے کی اور رحموں کے گھٹنے اور انکے بڑھنے کو جانتا ہے۔ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ (اور ہر چیز اسکے ہاں مقدار کے ساتھ ہے) ایک اندازے اور حد تک ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتی اور نہ کم ہوتی ہے جیسا اس ارشاد میں انا کل شیء خلقہ بقدر [القمر: ۴۹]

۹: عِلْمُ الْغَيْبِ (وہ غیب کا جاننے والا ہے) غیب سے مراد جو مخلوق سے پوشیدہ ہے وَالشَّهَادَةِ (اور سامنے والی چیز کو) جس کا وہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ الْكَبِيرُ (عظمت والی) بڑی شان والی جس سے ہر چیز کم ہے۔ الْمُتَعَالِ (عالی شان ذات ہے) ہر شئی سے اپنی قدرت کے ساتھ بلند و بالا۔ نمبر ۲۔ مخلوقات کی تعریف سے بلند و بالا اور عالی شان ہے۔ دونوں حالتوں میں کمی یا سے پڑھتے ہیں یعنی وصل و وقف کی حالت۔

۱۰: سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسْرَأَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ (جو شخص تم میں سے کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے یہ سب برابر ہیں) اللہ تعالیٰ کے علم میں وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ (اور جو شخص رات کو چھپنے والا ہو) مستخف کا معنی چھپنے والا وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ (اور جو دن میں چلے) اپنے راستہ پر چلنے والا ہو اور سامنے جانے والا ہو۔ کہا جاتا ہے سرب فی الارض سروبا اور سارب کا عطف من ہو مُسْتَخْفٍ پر ہے صرف مُسْتَخْفٍ پر نہیں ہے نمبر ۲۔ مُسْتَخْفٍ پر ہو تو من دو کے معنی میں ہے۔

۱۱: لَهُ (اسکے لئے ہے) اُ کی ضمیر من کی طرف لوٹی ہے گویا اس طرح فرمایا لمن اسرو من جہرو من استخفی و من سرب معقببت (حفاظتی فرشتے) فرشتوں کی وہ جماعتیں جو حفاظت میں باری باری آتی ہیں۔ اصل معقببات تھا تا کو قاف میں ادغام کر دیا۔ نمبر ۲۔ یہ عقبہ سے مفعلات کا وزن ہے جبکہ وہ اسکے پیچھے آئے کیونکہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ نمبر ۳۔ کیونکہ وہ کلام کرنے کے بعد آ کر اس بات کو لکھ لیتے ہیں۔ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ (سامنے اور پیچھے سے) یعنی اسکے آگے اور پیچھے يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ (وہ اسکی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یہ دونوں اکٹھی مل کر صفتیں ہیں۔ من امر اللہ یہ یحفظون کا صلہ نہیں۔ گویا تقدیر عبارت اس طرح ہے له معقببات من امر اللہ۔ نمبر ۲۔ یحفظونہ من اجل امر اللہ ای من اجل ان اللہ تعالیٰ امر ہم بحفظہ۔ اس خاطر کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اسکی حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔ نمبر ۳۔ یحفظون من باس اللہ و نعمته اذا اذنب بدعائهم له۔ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب سے اسکی حفاظت کرتے ہیں اسکو پکارنے کے سبب سے جبکہ وہ گناہ کر لیتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ (بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت کو (بری) حالت سے نہیں بدلتا) ما سے مراد عاقبت و نعمت ہے حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ یہاں تک وہ اپنی (اچھی) حالت کو نہیں بدلتے (اچھی) حالت میں کثرت معاصی کے ذریعہ وَاِذَا ارَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوءًا (جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کر لیتا ہے) سوء سے عذاب مراد ہے۔ فَلَا مَرَدَّ لَهُ (تو اسکے بچنے کی کوئی صورت نہیں) اسکو کوئی چیز دور نہیں کر سکتی وَمَالَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَّالٍ (اور اللہ تعالیٰ کے سوا انکا کوئی مددگار نہیں رہتا) اللہ تعالیٰ کے سوا جو انکے معاملے کا ذمہ دار بنے اور ان سے عذاب کو ہٹائے۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۲ وَيُسَبِّحُ

اللہ وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس سے تمہیں ڈر لگتا ہے اور امید بندھتی ہے اور وہ بھاری بادلوں کو پیدا فرماتا ہے، اور رعد اس کی

الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝۱۳

تسبیح کے ساتھ اس کی تعریف بیان کرتا ہے، اور فرشتے بھی اس کے خوف سے، اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جسے چاہے

يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝۱۳

پہنچا دیتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور وہ سخت قوت والا ہے۔

قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ:

۱۲: هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا (وہی ذات ہے جو تم کو ڈرانے اور امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا ہے) خَوْفًا وَطَمَعًا یہ دونوں البرق سے حال ہیں۔ گویا کہ وہ ذاتی اعتبار سے نرا خوف اور طمع ہے۔ نمبر ۲۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی: ذا خوف حذف مضاف کے ساتھ۔ خوف والے اور طمع والے ہوتے ہو۔ یعنی مخاطبین خوف والے اور طمع والے ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ بجلی کے چمکنے سے بجلی کے گرنے کا خطرہ اور بارش کی طمع رکھتے ہیں۔ ابوالطیب نے کہا وہ ایسا نوجوان ہے جو سیاہ بادل کی طرح ہے کہ جس کو طوفان کا خطرہ اور بارش کی امید ہے۔ اسکے عطیہ کی امید اور گرجوں کا ڈر ہے۔ اور بارش سے وہ ڈرتا ہے جس کا اسمیں نقصان ہو جیسے مسافر اور جس کا گھر ٹپکتا ہو۔ اور وہ شہری لوگ کہ بارش سے نفع نہیں اٹھاتے اور بارش کی طمع وہ رکھتے ہیں جسکو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ وَيُنْشِئُ السَّحَابَ (وہ بادلوں کو اٹھاتا ہے) السحاب یہ اسم جنس ہے اور اسکا واحد سحابہ ہے۔ الثِّقَالُ (جو بھاری ہوتے ہیں) پانی کے ساتھ۔ الثقال جمع ثقیلہ ہے جیسا کہ تم کہو سحابہ ثقیلہ وسحاب ثقال۔

۱۳: وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ (اور رعد فرشتہ اسکی پاکیزگی اسکی تعریف کے ساتھ بیان کرتا ہے) گرج کو سننے والے بارش کے امیدوار بندے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔ یعنی سبحان اللہ اور الحمد للہ کے کلمات بولتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ بادل پر مقرر فرشتہ رعد ہے۔ اور اسکے پاس آگ کے کوڑے ہیں جن سے وہ بادلوں کو ہنکاتا ہے اور یہ سنائی دینے والی آواز بادلوں کو دی جانے والی جھڑکی ہے جو اس وقت دی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ منزل مامور پر پہنچ جائیں۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ (اور فرشتے اسکے خوف سے) تقدیر عبارت اس طرح ہے ویسبح الملائکۃ من ہیبتہ واجلالہ ملائکہ اسکے خوف واجلال کی وجہ سے تسبیح کرتے ہیں۔ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَاءُ (اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پس جس پر چاہتا ہے انکو گراتا ہے) الصاعقہ وہ آگ جو آسمان سے گرے۔ جب علم الہی کا تذکرہ ہوا جو کہ ہر چیز میں نافذ ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ظاہر و خفی برابر ہیں۔ اور اس بات کا تذکرہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی ظاہر قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہے تو فرمایا وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ (وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑنے والے ہیں) یعنی رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے اللہ تعالیٰ کے متعلق

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا

سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور جو لوگ اس کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ذرا بھی ان کی درخواست کو منظور نہیں کرتے مگر

كَبَاسِطٍ كَفِّهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا

جیسے کوئی شخص پانی کی طرف اپنی ہتھیلیاں پھیلائے ہوئے ہوتا کہ پانی اس تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک پہنچنے والا نہیں اور کافروں کی پکار

فِي ضَلٰلٍ ۝۱۴ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلُّهُمْ بِالْغُدُوِّ

بُیْس ضَالَع ہے، اور اللہ ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے

وَالْاَصَالِ ۝۱۵ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِنْ

اوقات میں، آپ سوال کیجئے کہ آسمانوں کا اور زمینوں کا رب کون ہے؟ آپ جواب دیجئے کہ اللہ ہے، آپ سوال کیجئے کیا تم لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے

دُونِهِ اَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُوْنَ اَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰی

مددگار تجویز کر رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لئے نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں؟ آپ سوال کیجئے کیا ٹائیٹا اور مینا برابر

وَالْبَصِيْرَةُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوْا

ہو سکتے ہیں؟ کیا اندھیریاں اور روشنی برابر ہو سکتی ہیں کیا یہ بات ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے لئے شریک تجویز کئے ہیں جنہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہو

كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۱۶

جیسے کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے ان پر مخلوق میں اشتباہ پیدا ہو گیا ہو، آپ فرمادیجئے اللہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہ تنہا ہے غالب ہے۔

جھگڑتے ہیں کہ اللہ کا رسول تو بعثت و اعادہ خلق کو بیان کرتا ہے اور یہ اسکا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں من یحیی العظام وہی
رمیم [یس: ۷۸] اور بہت سے معبود مان کر وحدانیت کا انکار کرتے ہیں۔ اور الملائکۃ بنات اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو منجملہ اجسام
میں سے قرار دیتے ہیں۔ نمبر ۲۔ واؤ حالیہ ہے۔ وہ بجلی اللہ تعالیٰ جس پر چاہتے ہیں حالت جدال میں گراتے ہیں۔ اس کا واقعہ اس
طرح ہے۔ لبید بن ربیعہ عامری کا بھائی اربد، عامر بن طفیل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ارادہ قتل لیکر آئے۔ عامر کو
اونٹ جیسی گلٹی نکلی اور وہ ایک سلولی عورت کے گھر میں مر گیا۔ اور اربد پر بجلی گری جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اربد نے یہ گستاخانہ کلمہ
کہا تھا اخبرنی عن ربنا امن نحاس هوام من حدید [ابو یعلیٰ فی مسندہ] وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ (حالانکہ وہ بڑی سخت قوت والا
ہے) المحال بمعنی المماحلہ ہے اور وہ سخت تدبیر و مقابلہ کو کہتے ہیں اسی سے تمحل لکذا جبکہ وہ حیلہ کے استعمال میں تکلف کرے۔
اور خوب محنت کرے۔ محل فلان کہتے ہیں اذا کادہ جب خفیہ تدبیر کرے اور بادشاہ کے ہاں اسکی چغلی کرے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ

اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے کی خفیہ مضبوط تدابیر کرنے والا ہے۔ جہاں سے انکو گمان بھی نہیں ہوتا۔

پکی پکار اللہ تعالیٰ کی:

۱۳: لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ (سچا پکارنا اسی کیلئے خاص ہے) دعوت کی اضافت حق کی طرف کی گئی جو کہ باطل کی ضد ہے تاکہ دعوت کا حق کے ساتھ ملا ہوا ہونا اور باطل سے الگ ہونا معلوم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے تو وہ پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا اور اسکا مطلوب اسے عنایت فرماتا ہے یہ پکار حق کے ساتھ اس لئے ملی ہوئی تھی کیونکہ اسکی ذات اسکے لائق ہے کہ دعا کو اسکی طرف متوجہ کیا جائے کیونکہ اسکی پکار میں فائدہ اور نفع ہے بخلاف انکی پکار کے جنکی پکار سے کوئی فائدہ نہیں۔

شدید المحال اور لہ دعوة الحق کا ماقبل سے تعلق واقعہ اربد کے سلسلہ میں تو ظاہر ہے۔ کیونکہ اس پر بجلی کا پڑنا اللہ تعالیٰ کی قوت اور خفیہ تدبیر پر دلالت کر رہا ہے کہ اسکو خبر بھی نہ ملی اور وہ ہلاک ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسکے اور اسکے ساتھی کے متعلق یہ بددعا فرمائی۔ اللھم احسفھما بما شئت یہ پکی بددعا ان دونوں کے حق میں منظور ہوئی۔ اس میں کفار مکہ کے لئے شدید وعید ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے انکے حق میں بددعا کر دی تو وہ قبول ہو جائے گی۔ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ (اور جن کو یہ کفار) اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں) لَا يَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ (وہ انکے لئے انکی درخواست کو ذرہ بھر قبول نہیں کر سکتے) انکی مطلوبہ اشیاء میں سے اِلَّا كَبَّاسِطٌ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ (مگر اس شخص کی طرح جو اپنی ہتھیلیوں کو پانی کی طرف پھیلانے والا ہوتا ہے کہ وہ اسکے منہ کو پہنچ جائے) یہ لایستجیون کے مصدر استجابة سے استثناء ہے۔ کیونکہ فعل اپنے حروف سے مصدر اور اپنے صیغہ سے زمانہ اور اپنی ضرورت سے مکان اور حال پر دلالت کرتا ہے اسی لئے تمام کا فعل سے استثناء جائز ہے۔ پس تقدیر عبارت یہ ہے۔ لَا يَسْتَجِیْبُوْنَ اسْتِجَابَةَ اِلَّا اسْتِجَابَةَ بِاسْطٍ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ اِی کاستجابة الماء لمن بسط کفیه الیه یطلب منه ان یبلغ فاه والماء جماد لا یشعر ببسط کفیه ولا یعطشه وحاجته الیه ولا یقدر ان یجیب دعاءه و یبلغ فاه وكذلك ما یدعونه جماد لا یحس بدعائهم ولا یتطیع اجابتهم ولا یقدر علی نفعهم وہ کوئی استجابة نہیں کر سکتے مگر ایسی استجابة جو اس شخص جیسی ہو جو پانی کی طرف دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہو۔ یعنی اسکی استجابة پانی کی استجابة کے مشابہ ہے اس شخص کیلئے جو اپنی ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلا کر مطالبہ کر رہا ہو کہ وہ پانی اسکے منہ کو پہنچ جائے جبکہ پانی تو جماد ہے۔ اسکے ہاتھ پھیلانے اور اسکی پیاس اور ضرورت کو نہیں جانتا اور نہ اسکی پکار کا جواب دینے کی طاقت رکھتا ہے اور نہ ہی اسکے منہ تک خود پہنچنے کی اکمیل طاقت ہے اسی طرح جن کو وہ پکارتے ہیں جماد ہے انکی پکار کو محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی اس میں قبولیت کی استطاعت اور نفع کی قدرت ہے لیبلغ کی لام ببسط کفیه کے متعلق ہے۔ وَمَا هُوَ بِبَالِغٍ (اور وہ اسکو پہنچنے والا نہیں) پانی اسکے منہ کو پہنچنے والا نہیں۔ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِیْنَ اِلَّا فِی ضَلٰلٍ (اور کافروں کا پکارنا محض بے کار ہے) ضائع ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو پکاریں تو وہ (انکے کفر کی وجہ سے) قبول نہیں کرتا اور اگر وہ بتوں کو پکاریں تو وہ قبولیت کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

سب اللہ کے مطیع:

۱۵: وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرنے والے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں) عبادت و اطاعت کا سجدہ طوعاً (خوشی سے) یہ حال ہے من سے ملائکہ اور مومنین مراد ہیں۔ وَتَكْرُهًا (مجبوری سے) منافق و کفار سختی و تنگی کی حالت میں وَظِلُّهُمْ (اور انکے سائے) اس کا عطف من پر ہے۔ ظلال جمع ظل ہے (سایہ) بِالْغُدُوِّ (صبح کے وقت) یہ غداۃ کی جمع جیسے قِنِيَّ وَقِنَاةً وَالْاَصَالِ (اور شام کے وقت) یہ جمع اَصْل جمع اصيل ہے ایک قول یہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ اللہ تعالیٰ کو صبح و شام سجدہ کرتا ہے اور کافر کا سایہ مجبوراً سجدہ کرتا ہے کیونکہ کافر کو یہ ناپسند ہے۔ اور مومن کا سایہ خوشی سے سجدہ کرتا ہے کیونکہ مومن اطاعت کرنے والا ہے۔

۱۶: قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ (اس میں انکے اعتراف کو بیان کیا کیونکہ جب انہیں من رب السموات والارض کہہ کر سوال کریں تو مجبوراً انکو جواب میں اللہ کہنا پڑتا ہے۔ اسکی دلیل ابن مسعود اور ابی کی قراءت قالوا اللہ ہے۔ نمبر ۲۔ یہ تلقین ہے یعنی اگر وہ جواب نہ دیں تو تلقین کرو اللہ رب السموات والارض۔ اس لئے کہ اسکا جواب اسکے سوا اور کچھ نہیں۔ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ (کہہ دیں کیا تم نے پھر بھی اسکے سوا اور کار ساز بنا لئے) کیا اس بات کو جاننے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا رب ہے تم نے اسکے سوا کار ساز بنا لیے ہیں۔ لَا يَمْلِكُوْنَ لِنَفْسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا (جنکا اپنا نفع و نقصان بھی اپنے اختیار میں نہیں) وہ طاقت نہیں رکھتے اپنے نفوس کے متعلق کہ انکو نفع پہنچائیں یا اپنے نفوس سے ضرر کو دور کر سکیں پھر دوسروں کو نفع و نقصان کی طاقت کس طرح ان میں ہو سکتی ہے۔ حالانکہ تم نے تو انکو خالق، رازق، الممّیث، العاقب ذات پر ترجیح دے رکھی ہے۔ تم کس قدر کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

مشرک و مومن برابر نہیں:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰی وَالْبَصِيْرُ (کہہ دیں کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں) یعنی کافر و مومن نمبر ۲۔ جو کچھ نہ دیکھتا ہو اور جس ذات پر کوئی چیز مخفی نہ ہو۔ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ (یا تاریکیاں اور روشنی برابر ہے) یعنی کفر اور ایمان۔ قراءت: حفص کے علاوہ کوئی قراء نے یستوی پڑھا ہے۔ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ (یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا لئے) اَمْ، بَلْ کے معنی میں ہے بلکہ کیا انہوں نے بنا لئے شریک؟ ہمزہ انکار کیلئے ہے۔ خَلَقُوْا مِثْلَ خَلْقِهٖ (انہوں نے کسی چیز کو پیدا کیا ہو جیسا خدا نے پیدا کیا) اسکے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہو یہ شرکاء کی صفت ہے یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بنایا ایسے شرکاء کو جو پیدا کرنے والے ہوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہو۔ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ (کہ دونوں کی مخلوق میں تشابہ پیدا ہو گیا ہو) کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق، شرکاء کی مخلوق سے رل مل گئی کہ جس سے انکو یہ کہنا پڑا۔ ہمارے شرکاء پیدا کرنے پر اسی طرح قدرت رکھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ اس لئے یہ عبادت کے حقدار بن گئے اور ہم نے انکو اسکا شریک قرار دیکر انکی اسی طرح عبادت شروع کر دی جیسا انکی عبادت کی جاتی ہے لیکن انہوں نے تو عاجزوں کو شریک بنایا جو اس کی قدرت بھی نہیں رکھتے جو مخلوق کو قدرت حاصل ہے۔ چہ جائے کہ انکو وہ قدرت حاصل ہو جو خالق کو ہے۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (کہہ دیں کہ

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةًۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا

اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق بہنے لگے پھر بہتے ہوئے پانی نے اپنے اوپر جھاگ کو اٹھایا جو پانی پر

رَابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ

بلند ہے اور جن چیزوں کو آگ میں ڈال کر اوپر سے جلاتے ہیں تاکہ زیور یا کوئی دوسری نفع کی چیز حاصل کریں اس میں بھی اسی طرح کی جھاگ ہیں

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۚ وَاَمَّا مَا

اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے، سو جو جھاگ ہے وہ تو بے فائدہ ہو کر چلا جاتا ہے اور جو

يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝۱۷ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا

لوگوں کو نفع دیتا ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے ہی مثالیں بیان فرماتا ہے جن لوگوں نے

لِرَبِّهِمْ الْحُسْنٰی ۚ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلُهٗ

اپنے رب کی اطاعت کی ان کے لئے جنت ہے اور جن لوگوں نے اللہ کی فرماں برداری نہ کی اگر ان کے لئے وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ

مَعَهٗ لَا فِتْنَةٌ وَّابِهٖۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْءُ الْحِسَابِ ۚ وَمَا وَّلَّهُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۱۸

اس جیسا اور بھی ہو تو وہ اس سب کو اپنی جان کے بدلہ دے دیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے برا حساب ہے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے (یعنی اجسام و اعراض کا خالق ہے۔ غیر اللہ خالق نہیں ہیں۔ مخلوق میں اس کا شریک بننا درست بھی نہیں۔ پس عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کے افعال کا خالق نہیں۔ بلکہ بندے خود ان افعال کے خالق ہیں تو انکے اس قول کے مطابق مخلوق کے مشابہ مخلوق ہو گئی۔ وَهُوَ لَوْ اَحَدٌ (اور وہی یکتا ہے) ربوبیت میں یگانہ ہے۔ الْقَهَّارُ وہ مغلوب نہیں ہوتا۔ اسکے علاوہ تمام مربوب اور مقہور ہیں۔

حق و باطل کی مثال:

۱: اَنْزَلَ (اس نے اتارا)۔ واحد قہار اور وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے مِنَ السَّمَاءِ (آسمان سے) یعنی بادلوں سے مَاءً (پانی) بارش فَسَالَتْ اَوْدِيَةًۢ بِقَدَرِهَا (بس بہہ پڑیں وادیاں اپنی مقدار کے مطابق) اس مقدار کے مطابق جسکے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کس قدر نفع بخش ہے نقصان دینے والی نہیں۔ فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ (سیلاب نے اٹھایا) یعنی بلند کیا۔ زَبَدًا (جھاگ) مطلب یہ ہے اس پر جھاگ بلند ہوئی۔ رَابِيًا (پانی کے اوپر بلند ہونے والا) پھولنے والا۔ سیلاب کی سطح پر بلند ہونے والا۔ وَمِمَّا

يُوقَدُونَ عَلَيْهِ (جن چیزوں کو آگ میں تپاتے ہیں)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوئی قراء نے یوقدون پڑھا اور ابن کثیر، ابن عامر، عاصم وغیرہ نے توقدون پڑھا۔ من نمبرا۔ ابتدائیہ ہے۔ مطلب یہ ہے اس سے بھی جھاگ پیدا ہوتی ہے جو پانی کی جھاگ جیسی ہوتی ہے۔ نمبر ۲۔ تبعیضیہ ہے اور اس کا بعض حصہ جھاگ ہے۔ فی النار یہ علیہ کی ضمیر سے حال ہے۔ تقدیر اس طرح ہے ومما یوقدون علیہ ثابتاً فی النار۔ جس پر آگ جلاتے ہیں اس حال میں کہ وہ آگ میں قائم رہنے والی ہے۔ ابتغاء حلیۃ (زیور بنانے کیلئے) زیور بنانے کی خاطر۔ نحو: یہ مصدر ہے جو کہ توقدون کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ او متاع (یا سامان) لوہے، تانبے پیتل وغیرہ جن سے برتن بنتے ہیں اور وہ چیز جن سے سفر و حضر میں فائدہ اٹھایا جاتا ہے وہ بنتی ہیں۔ اس کا عطف حلیۃ پر ہے۔ زینت کی چیزیں سونے اور چاندی سے زبد (جھاگ) مثله (اسکی مثل)

نحو: زبد مبتداء موصوف مثله اسکی صفت، مما یوقدون اسکی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دھاتوں پر بھی پکھلاتے وقت پانی جیسی جھاگ آتی ہے۔ کَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان کرتے ہیں) یعنی حق و باطل کی مثال فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً (پھر جھاگ خشک ہو کر ختم ہو جاتا ہے) جفاء یہ حال ہے۔ اس حال میں کہ وہ بکھرنے والی ہے۔ یہ وہ جھاگ ہے جسکو جوش کے وقت ہنڈیا پھینکتی ہے۔ اور سمندر طغیانی کے وقت اوپر لاتا ہے۔ الجفت، کا معنی خشک ہونا، پھینکنا جیسا کہتے ہیں۔ جفأت الرجل اے صرعتہ وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ (اور پھر وہ لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے) یعنی پانی، زیور، برتن فَيَمُكِّثُ فِی الْاَرْضِ (پس وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے) پانی چشموں، کنوؤں، غلہ جات، فروٹ میں برابر برقرار رہتا ہے۔ اسی طرح جواہر زمین میں طویل مدت باقی پڑے رہتے ہیں۔ کَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتے ہیں) اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثالیں بیان کرتے ہیں تاکہ حق باطل سے ظاہر و جدا ہو جائے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے حق اور اہل حق اور باطل اور باطل پرستوں کی بیان فرمائی ہے۔

حق کی مثال: حق اور اہل حق کی مثال اس پانی سے دی جو آسمان سے اترتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کی وادیوں میں بہتا ہے اس سے لوگ زمین کو زندہ کرتے اور قسما قسم کے منافع حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح دھات سے تشبیہ دی۔ جس سے لوگ زیور، برتن، مختلف آلات، مشینریاں بناتے ہیں۔ یہ دھاتیں زمین میں ظاہر مختلف صورت میں باقی رہنے والی ہیں پانی تو منافع کی صورت میں اور جواہر طویل و دراز زمانوں تک باقی رہتے ہیں باطل کو جلدی مضحل ہونے اور جلد زائل ہونے میں جھاگ سے تشبیہ دی جس کو پھینک دیا جاتا ہے اور دھاتوں کی جھاگ سے جو پکھلاتے وقت ابھر کر بیکار ہو جاتا ہے۔

بقول جمہور: یہ مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن اور قلوب کی اور حق و باطل کی بیان فرمائی۔ الماء قرآن مجید ہے جو باغات کیلئے زندگی ہے جیسا کہ پانی ابدان کیلئے اور قلوب کو اودیدہ سے اب بقدر ہوا کا مطلب دل کی وسعت و تنگی کے مطابق اور التبدل میں آنے والے خیالات اور شیطان کے وساوس۔ حق کی مثال صاف نفع بخش پانی کی طرح ہے۔ جس طرح میل دور ہو جاتی ہے باطل اسی طرح ہے اور صاف پانی باقی رہتا ہے اسی طرح نفسانی خیالات اور وساوس شیطانی ختم ہو جاتے ہیں اور اصل حق باقی رہتا ہے۔ باقی سونے، چاندی کے زیور یہ عمدہ احوال۔ پاکیزہ اخلاق باقی لوہا، تانبا، پیتل یہ ان اعمال کی مثال ہے جو اخلاص کے ساتھ

أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَى ۖ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو

الْبَابِ ۱۹ الَّذِينَ يُوَفُّونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۚ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ

عَقْلَ وَالْهَدَىٰ ۚ وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ رَبَّ هُمْ يُؤْتُونَكَ مِنْهُ جَزَاءً ۖ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَكَ مِنْهُ جَزَاءً

مِمَّا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُؤْتَلَ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَكَ مِنْهُ جَزَاءً ۖ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَكَ مِنْهُ جَزَاءً

مِمَّا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُؤْتَلَ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَكَ مِنْهُ جَزَاءً ۖ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَكَ مِنْهُ جَزَاءً

جس کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا، اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اور برے حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں،

اخلاص کیلئے بنائے گئے۔ اعمال ثواب کو کھینچنے والے اور عقاب کو دور کرنے والے ہیں۔ جس طرح کہ ان میں سے بعض جوابدہ کما کر نے کا ذریعہ ہیں اور بعض لڑائی میں دفاع کا آلہ ہیں۔ الزبد یہ ریاکاری، نقصان، اکٹھا ہٹ، سستی ہے۔

ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا انجام:

۱۸: لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا (اور وہ لوگ جنہوں نے مان لیا) اسکی لام یضرب سے متعلق ہے استجابوا یہ اجابوا کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے كذلك یضرب الله الامثال للمؤمنين الذين استجابوا اسی طرح اللہ تعالیٰ ان مؤمنین کیلئے مثالیں بیان کرتے ہیں جنہوں نے قبول کیا لَوَبَّيْهُمُ الْحُسْنٰی (اپنے رب کی بات انکے لئے اچھا بدلہ ہے) استجابوا کے مصدر کی صفت ہے اسی استجابوا الاستجابة الحسنى۔ انہوں نے قبول کیا اچھی طرح قبول کرنا۔ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ (اور وہ لوگ جنہوں نے قبول نہیں کیا اسکو) یعنی ان کافروں کیلئے جنہوں نے نہیں مانا۔ یہ دونوں گروہوں کی مثال ہے۔ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَ مِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهٖ (اگر انکے پاس دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور اسکے ساتھ اتنی اور بھی ہوں تو وہ سب اپنی رہائی کیلئے دے ڈالیں گے) مگر انکی رہائی نہ ہوگی یہ ابتدائی کلام ہے۔ جسمیں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو قبول نہ کر نیوالے ہیں یعنی اگر وہ تمام دنیا کے اموال کے مالک بنا دیئے جائیں اور اتنا کچھ اور بھی انکی ملک میں آجائے۔ انکو کہا جائے کہ عذاب سے بچنے کیلئے یہ تمام مال دے دو تو عذاب کو دور کرنے کیلئے وہ تمام مال بھی خرچ کر ڈالیں گے اور درست ترین بات یہ ہے کہ کلام امثال پر پورا ہو گیا۔ اور بعد والا کلام جملہ مستانفہ ہے۔ الحسنی مبتداء للذین استجابوا اسکی خبر ہے۔

نحو: مطلب یہ ہے انکو اچھا بدلہ ملے گا۔ اور وہ جنت ہے۔ والذین لم یستجیبوا مبتداء ہے لو ان لهم الخ اسکی خبر ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ (ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا) حساب میں مناقشہ کیا جائے گا۔ حدیث میں ہے من نوقش فی الحساب عذب [بخاری] جس سے حساب پوچھ لیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ وَمَا وٰ لَهُمْ جَهَنَّمَ (اور انکا ٹھکانہ جہنم ہے) محاسبہ کے بعد انکا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے۔ وَیُسِّنُ الْمِهَادُ (اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)۔ مخصوص بالذم محذوف ہے۔ یعنی جہنم۔

۱۹: اَلَّذِيْنَ يَعْلَمُ (جو شخص یہ جانتا ہے) ہمزہ انکار کیلئے ہے اور اسکو فاسد پر اس لئے داخل کیا گیا تا کہ مثال بیان کرنے کے بعد اس شبہ میں مبتلا ہونے سے بچایا جائے۔ کہ اس علم والے کا حال جو یہ جانتا ہے اِنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ (کہ تیری طرف تیرے رب کی طرف سے حق اتر رہا ہے۔) اور اس نے اس حق کو قبول کر لیا ہے۔ وہ جاہل کے حال سے مختلف ہے جو کچھ بھی بصیرت نہیں رکھتا پھر وہ بات مانتا ہے۔ اور یہی مطلب اس آیت کا ہے۔ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰی (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہو) انکے مابین پانی اور جھاگ والا فرق اور میل کچیل اور خالص دھات کے مابین والا فرق ہے۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ (عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں) یعنی وہ لوگ جو اپنی عقول کے فیصلوں پر عمل کرتے اور غور و فکر کرتے ہیں۔

اولوالالباب کی صفات:

۳۰: الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ (وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو پورا کرتے ہیں) نحو: یہ مبتداء ہے اور اولئک لہم عقبی الدار اسکی خبر ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت والذین ینقضون عہد اللہ۔ مبتداء اور اولئک لہم اللعنة خبر ہے [الرعد: ۲۵] بعض نے کہا یہ اولی الالباب کی صفت ہے مگر پہلی صورت زیادہ وقع ہے۔ عہد اللہ سے مراد شہادت ربوبیت والا معاہدہ ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں واشہد ہم علی انفسہم الست ہربکم قالوا بلی [الاعراف: ۱۷۲] وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ (اور وہ پختہ عہد کو نہیں توڑتے) وہ پختہ عہد جو انہوں نے اپنے نفسوں سے لیا۔ اور قبول کیا یعنی ایمان باللہ اور بندوں کے درمیان کئے جانے والے معاہدے۔ اولاً خاص ذکر کیا پھر عام مواثیق کا ذکر کیا۔

۳۱: وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ (اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس چیز کو جسکے ملانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا) یعنی ارحام و قرابتیں اس میں قرابت رسول ﷺ اور قرابت مومنین جو ایمان کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے وہ شامل ہے جیسا اس آیت میں ہے۔ انما المومنون اخوة [الحجرات: ۱۰] وصل کا مطلب طاقت کے مطابق انکے ساتھ احسان کرنا اور انکی معاونت کرنا، ان سے ظلم کو دفع کرنا اور ان پر شفقت کرنا اور ان کو کھل کر سلام کہنا انکے بیمار کی تیمارداری کرنا اور انہی میں سے ایک حق دوستوں کے حق کی رعایت، خدام کا خیال، پڑوسیوں کا لحاظ، رفقاء سفر کے ساتھ سلوک بھی شامل ہے۔ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں) اسکی تمام وعیدوں سے وَيَخَافُوْنَ سُوْءَ الْحِسَابِ (اور وہ برے حساب سے ڈرتے ہیں) خاص طور پر وہ اپنے نفوس کا محاسبہ، محاسبہ سے پہلے کرتے رہتے ہیں۔

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً

اور جنہوں نے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر کیا اور نمازوں کو قائم کیا اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے پوشیدہ طور پر اور ظاہری طریقے پر خرچ کیا

وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۚ جَنَّتْ عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا

اور حسن سلوک کے ذریعہ بدسلوکی کو دفع کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہے ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے،

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمُ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ

اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولاد میں جو لائق ہوں گے وہ بھی ان میں داخل ہوں گے، اور ان پر ہر دروازہ سے فرشتے

مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۖ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۚ وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ

داخل ہوں گے جو یوں نہیں گئے کہ تم نے جو صبر کیا اس کے بدلہ تم پر سلام ہو، سو اس جہاں میں اچھا انجام ہے، اور جو لوگ مضبوط کرنے کے بعد اللہ کے

عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي

عہد کو توڑتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کو جوڑنے کا حکم دیا اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے

الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۚ ۝۲۵ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ

ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے لعنت ہے اور آخرت میں بد حالی ہے، اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے،

وَفَرَحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ۚ

اور وہ لوگ دنیاوی زندگی پر اترارہے ہیں حالانکہ دنیا والی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بس ایک ذرا سی کام آنے والی چیز ہے۔

۲۴: وَالَّذِينَ صَبَرُوا (اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا) یہ ان تمام مصائب پر حاوی ہے جو نفوس اور اموال پر دکھ برداشت کرنے کی صورت میں آتے ہیں۔ ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ (اپنے رب کی رضا مندی چاہنے کیلئے) نہ اس لئے کہ کہا جائے کہ یہ کتنا بڑا صابر ہے۔ اور کتنا مصائب کو اٹھانے والا اور مذلتہ الاقدام مواقع پر ثابت قدم رہنے والا ہے اور نہ ہی اس لئے کہ گھبراہٹ میں عیب نہ لگایا جائے۔ (بلکہ اس لئے تاکہ اللہ راضی ہو جائے) وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ (اور نماز کو قائم کیا) اسکی اقامت پر مداومت اختیار کی۔ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ (اور اس میں سے خرچ کیا جو ہم نے انکو رزق دیا) یعنی حلال اگرچہ حرام بھی ہمارے نزدیک رزق ہے سِرًّا وَعَلَانِيَةً (پوشیدہ اور ظاہر) اس میں نوافل بھی شامل ہیں کیونکہ وہ پوشیدہ افضل ہیں۔ اور فرائض سرعام افضل ہیں تاکہ اس پر یہ شبہ نہ ہو کہ یہ فرائض کا تارک ہے۔ وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (اور وہ دور کرتے ہیں نیکی سے بدی کو) جو غلط بات انکو کہی جاتی ہے اسکا جواب اچھائی سے دیتے ہیں۔ نمبر ۲۔ جب انکو محروم کیا جائے تو دیتے ہیں اور جب ان پر ظلم ہو تو وہ معاف کرتے

ہیں۔ جب ان سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ اور جب گناہ کرتے ہیں تو توبہ کر لیتے ہیں اور وہ اطاعت سے بھاگ پڑیں تو واپس لوٹ آتے ہیں۔ جب کوئی برائی دیکھتے ہیں تو اسکی تبدیلی کا حکم دیتے ہیں۔ یہ وہ آٹھ اعمال ہیں جو جنت کے آٹھ دروازوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (ان لوگوں کیلئے نیک انجام ہے) دنیا کا انجام اور وہ جنت ہے کیونکہ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ دنیا کا انجام بنے اور دنیا والوں کے لوٹنے کا ٹھکانہ ہو۔

۲۳: جَنَّتٌ عَدْنٌ (ہمیشہ کے باغات) یہ عقبی الدار سے بدل ہے۔ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ (وہ اچھے داخل ہونگے اور وہ جو لائق ہونگے) یعنی ایمان لائیں گے مِنْ اَبَاءِ هُمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ (انکے آباؤ اجداد اور انکی بیویوں اور انکی اولاد میں سے) قراءت: صلح بھی پڑھا گیا مگر فتح لام زیادہ فصیح ہے۔ اور من، يدخلونہا کی ضمیر پر عطف ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔ کیونکہ ضمیر مفعول فاعل بن گیا ہے۔ زجاج نے اسکے مفعول مع ہونے کو جائز قرار دیا۔ اور صلاح کی صفت کے ساتھ اسکو ذکر کیا۔ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ نسب فقط فائدہ مند نہیں اور مراد ہر ایک کے ماں، باپ ہیں۔ اگرچہ ذکر تغلیباً آباء کا ہی کیا گیا۔ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ (اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر داخل ہونگے) ہر دن و رات کی مقدار میں تین مرتبہ ہدایا پیش کریں گے اور رضائے الہی کی بشارتیں لائیں گے۔

۲۴: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ (تم پر سلام ہو) یہ موضع حال میں ہے اس لئے کہ معنی یہ ہے قائلین سلام علیکم یا مسلمین۔ اس حال میں کہ کہہ رہے ہونگے تم پر سلام ہو یا اس حال میں کہ سلام کرنے والے ہونگے۔ بِمَا صَبَرْتُمْ (تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے) یہ ثواب تمہیں اس لئے ملا کہ تم نے خواہشات سے صبر کیا نمبر ۲۔ یا اللہ تعالیٰ کے حکم پر جبرے رہنے کی وجہ سے یا نمبر ۳۔ تم پر ہم سلام کرتے اور تمہارا اکرام تمہارے صبر کی وجہ سے کر رہے ہیں رائج ان میں سب سے بہتر پہلا قول ہے۔ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (پس اس جہاں میں تمہارا یہ انجام بہت اچھا ہے) یعنی جنات کے باغات۔

وعدہ توڑنے والوں کا انجام:

۲۵: وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو مضبوط کرنے کے بعد توڑتے ہیں) اس کے بعد کہ انہوں نے اس وعدہ کو اعتراف و قبولیت سے مضبوط کیا ہے۔ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ (اور وہ قطع کرتے ہیں اس کو کہ جسکے ملانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور وہ زمین میں فساد کرتے ہیں) کفر اور ظلم کر کے اُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ (ان لوگوں پر لعنت ہے) رحمت سے دوری وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (اور انکے لئے برا گھر ہے) یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں دنیا کے برے انجام کا ذکر ہو۔ کیونکہ یہ عقبی الدار کے مقابلہ میں ہے اور دار سے جہنم بھی مراد ہو سکتی ہے اور سوء سے اس کا عذاب مراد ہوگا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے کیوں نازل نہیں کی گئی، آپ فرمادیجئے بلاشبہ اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے

وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن أَبَا ۖ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ

اور جو اس کی طرف رجوع ہو اسے اپنی طرف راہ دکھاتا ہے جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے مطمئن ہوتے ہیں، خبردار اللہ کے

اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۚ ۝۲۸ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحَسَنَ مَا يَأْتِي ۝۲۹

ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے خوشحالی ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے،

كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَا أُمَمٌ لَّتَتَلَوُا عَلَيْهِمُ الذِّكْرَ أَوْحَيْنَا

اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں بھیجا جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ انہیں وہ چیز پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی

إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ

کی ہے، اور وہ رحمن کے منکر ہو رہے ہیں، آپ فرمادیجئے وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اس پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف

مَتَابِ ۝۳۰

میرا رجوع ہوتا ہے

۲۶: اللَّهُ يَسُطُّ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ (اللہ تعالیٰ ہی روزی کو کھولتے ہیں جسکے لئے چاہتے اور تنگ کرتے ہیں) یعنی اور تنگ کرتے ہیں جسکے لئے چاہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ اکیلے ہی رزق کو کھولنے اور تنگ کرنے والے ہیں اور کوئی نہیں وفّر حُوءًا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اور وہ دنیا کی زندگی پر اتراتے ہیں) اس وجہ سے کہ اللہ نے انکو دنیا کی وسعت دے رکھی ہے یہاں فرح سے تکبر و غرور مراد ہے۔ فرح و سرور مراد نہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ شکریہ سے اسکا سامنا نہیں کرتے۔ تاکہ آخرت میں نعمتوں سے اجر پائیں۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ (اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں صرف سامان ہے) ان کے سامنے یہ بات مخفی ہے کہ دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں معمولی چیز ہیں اور ان سے نفع اندوزی مسافر کی اس چند کھجوروں جیسی ہے جو تیزی میں چلتے چلتے لے لیتا ہے یا ستوکا گھونٹ ہے۔

کفار کا اعتراض:

۲۷: وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ (اور کہتے ہیں کافر کیوں نہیں اتاری جاتی اس پر کوئی نشانی اسکے رب کی طرف سے) وہ نشانی جو ہم مانگتے ہیں۔ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ (کہہ دیں بیشک اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے)

معجزات کے ظہور کے بعد منہ مانگی نشانیوں کا مطالبہ کر کے۔ وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ اَنْتَابَ (اور وہ راہنمائی کرتا ہے اسکی طرف اسکو جو متوجہ ہوتا ہے) اور اپنے دین کی طرف اسکی راہنمائی کرتا ہے جو دل سے اسکی طرف رجوع کرے۔

۲۸: الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (وہ لوگ جو ایمان لائے) ہم مبتداء مخدوف اور یہ خبر یا من کا بدل ہو کر محلا منصوب ہے وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ (ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں) تسکین حاصل کرتے ہیں۔ بِذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ کے ذکر کے ساتھ) ہمیشہ یا نمبر ۲۔ قرآن کے ساتھ نمبر ۳۔ اسکے وعدوں کے ساتھ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (خبر دار اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سبب دل مطمئن ہوتے ہیں) اسکی یاد کی وجہ سے مسلمانوں کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

۲۹: الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے) یہ مبتداء ہے اور طوبیٰ لہم اسکی خبر ہے۔ طُوبٰی لَہُمْ (انکے لئے خوشی ہے) یہ طاب سے مصدر ہے جیسے بشری مطلب یہ ہے طوبیٰ لك تیرے لئے اچھائی ہے۔ اصبت خیراً و طیباً میں نے بھلائی و پاکیزگی کو پایا۔

نحو: اسکا مقام نصب یا رفع ہے جیسے کہیں طیباً لك۔ طیب لك۔ سلاماً لك و سلام لك۔ لھم کا لام بیان کیلئے ہے۔ اسکی مثال سقیاء لك۔ طوبیٰ میں واو اصل میں یا ہے جو ماقبل ضمیر کی وجہ سے واو بن گئی ہے جیسا مومن اصل میں مُؤْمِنٌ ہے۔ وَحَسَنُ مَا يٰ (اچھی لوٹنے کی جگہ) ماب لوٹنے کی جگہ رفع و نصب اسکی محلیت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۰: كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ (اسی طرح ہم نے بھیجا) اس بھیجنے کی طرح اَرْسَلْنٰكَ (ہم نے آپ کو بھیجا) اس طرح بھیجنا کہ جسکو تمام رسالات پر فوقیت حاصل ہے۔ پھر اسکی تفصیل اس طرح فرمائی۔ فِیْ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ (ایسی امت میں کہ گزر چکیں اس سے پہلے امتیں) آپ کو ایسی امت میں بھیجا کہ جس امت سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکیں۔ یہ آخری امت ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ لَتَتْلُوْا عَلَیْہِمْ الَّذِیْ اَوْحٰیْنَا اِلَیْكَ (تاکہ آپ ان پر وہ پڑھیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی) تاکہ آپ انکے سامنے وہ عظیم الشان کتاب پڑھیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی۔ وَہُمْ یَّکْفُرُوْنَ (حالانکہ وہ انکاری ہیں) انکا حال یہ ہے کہ یہ رحمان کے منکر ہیں بِالرَّحْمٰنِ (رحمان کے) بلیغ رحمت والا جسکی رحمت ہر چیز پر چھانے والی ہو۔ قُلْ هُوَ رَبِّیْ (کہہ دیں کہ وہ میرا رب ہے) اور ہر چیز کا رب ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اسکے سوا کوئی معبود نہیں) وہ اکیلا میرا رب ہے۔ اور شرکاء سے بلند و بالا ہے۔ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ (اسی ہی پر میں نے بھروسہ کیا) تمہارے خلاف اپنی مدد میں وَ اِلَیْہِ مَتَابٌ (اور اسی ہی کی طرف لوٹنا ہے) میرا لوٹنا۔ تمہاری طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر مجھے ثواب دے گا۔

قراءت: یعقوب۔ وقف و وصل کی دونوں حالتوں میں متابی، عقابی، مابی پڑھتے ہیں۔

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَ بِهِ الْمَوْتُ بَلَّ اللَّهُ

لو اگر قرآن ایسا ہوتا جس کی وجہ سے پہاڑ چلا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ زمین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے یا اس کے رعبہ مردوں سے بات کر دی جاتی تب بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں بلکہ

الْأَمْرُ جَمِيعًا أَفَلَمْ يَأْنِيسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهْدَى النَّاسَ جَمِيعًا وَلَا

تمام امور اللہ ہی کے لئے ہیں، کیا اہل ایمان نا امید نہیں ہوئے حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا، اور جن لوگوں نے

يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَ

کفر کیا ان کے اعمال بد کی وجہ سے انہیں برابر کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے قریب مصیبت نازل ہو جائے گی یہاں تک کہ اللہ کا

وَعْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝۴۱

وعدہ آجائے بلاشبہ اللہ وعدہ خلاف نہیں فرماتا

قرآن سے ناممکن کام کر دیئے جائیں تب بھی نہ مانیں گے:

۳۱: وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ (اگر قرآن کے ذریعہ سے پہاڑوں کو چلا دیا جائے) جگہ سے ہٹا کر پھیلا دیا جائے۔
أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ (یا زمین بھی طے کی جاسکتی ہو) یہاں تک کہ زمین پھٹ جائے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زائل ہو جائے۔
أَوْ كَلِمَ بِهِ الْمَوْتُ (یا اس سے مردوں سے بات کی جائے) وہ سنتے اور جواب دیتے تو یہ قرآن ہوتا کیونکہ یہ تذکیر میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے تخویف و انداز میں آخری درجہ کو پہنچا ہے۔ لو۔ کا جواب محذوف ہے۔ یا نمبر ۲۔ ولو ان قرآنا وقع به تسيير الجبال وتقطع الارض وتكليم الموتى و تنبيههم لما امنوا به ولما تنبهوا عليه۔ اگر قرآن سے پہاڑوں کا چلانا، زمین کا طے کرنا، مردوں کا بات کرنا اور ان کا خبردار کرنا واقع ہو جائے تب بھی ایمان نہ لائیں گے اور نہ متنبہ ہونگے جیسا کہ فرمایا ولو اننا نزلنا اليهم الملائكة [الانعام: ۱۱] بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا (بلکہ تمام اختیار اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے) بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے اور اس کو ان نشانات کے پیدا کرنے کی قدرت ہے جو تم اپنے منہ مانگ رہے ہو۔

اہل ایمان کو تسلی:

أَفَلَمْ يَأْنِيسِ الَّذِينَ آمَنُوا (کیا نا امید نہیں ہوتے ایمان والے) (ان کفار کے ایمان لانے سے)۔ افلم یائنس یہ افلم یعلم کے معنی میں ہے اور یہ نفع قبیلہ کی لغت میں ہے ایک قول یہ ہے کہ یائنس علم کے معنی میں اس لئے استعمال ہوتا ہے کیونکہ اس میں علم کا معنی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یائنس عن اشی کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ چیز نہ ہوگی جیسا کہ نسیان ترک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ اس میں ترک کا معنی پایا جاتا ہے۔ اور اسکی دلیل قراءت علی رضی اللہ عنہ افلم یتبین ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کاتب نے یہ لکھ دیا جبکہ وہ اونگھ رہے تھے پورا اونگھنا۔ مگر اسکے افتراء و بہتان ہونے میں شک نہیں اَنَّ

وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَامْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثَمَّ اخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ

اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں بلاشبہ ان کا مذاق بنایا گیا ہے میں نے ان لوگوں کو مہلت دی جنہوں نے کفر کیا، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا سو میرا عذاب دینا

عِقَابٌ ۚ۝۳۲ اَفَمَن هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ ۖ قُلْ سَمُّوهُمْ

کیسا تھا؟ سو جو ذات ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو کیا اس سے برابر ہو سکتا ہے؟ پس کی یہ صفت نہ ہو۔ اور لوگوں نے اللہ کے لئے شریک تجویز کر لئے آپ فرمادیجئے کہ تم ان کے نام لو

اَمْ تَنْبِئُوْنَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۚ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا

کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ زمین میں نہیں جانتا، محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے، بلکہ کافروں کے لئے ان کا کر مڑین

مَكْرَهُمْ وَصَدُّوا عَنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَن يُضِلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۚ۝۳۳ لَهُمْ عَذَابٌ

کر دیا گیا اور وہ لوگ راستہ سے روک دیئے گئے، اور اللہ جسے گمراہ کرے سوائے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، ان کے لئے کیا ہل رہی میں

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِن وَّاقٍ ۚ۝۳۴

عذاب ہے اور البتہ آخرت کا عذاب بہت زیادہ سخت ہے، اور انہیں کوئی اللہ سے چھ والا نہیں،

لَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَهَدٰى النَّاسَ جَمِيعًا وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمام لوگوں کو ہدایت دیتے۔ اور ان کافروں کو تو ہمیشہ یہ حالت پیش آتی ہے۔ کہ انکے کردار کی وجہ سے کوئی نہ کوئی حادثہ پڑا رہتا ہے) انکے کفر کی وجہ سے اور بد اعمالیوں کی وجہ سے قَارِعَةٌ (آفت) ایسی مصیبت جو انکو کھٹکھٹاتی ہے اس چیز کے ذریعہ جس سے ہر وقت ان پر مختلف قسم کے مصائب اور دکھ اترتے ہیں اور انکی اولاد و اموال ان مصائب کا شکار بنتے ہیں۔ اَوْ تَحُلْ قَرِيبًا مِّنْ دَارِهِمْ (یا وہ عذاب انکی بستی کے قریب اترتا رہتا ہے) یا وہ مصیبت انکے قریب اترتی ہے جس سے وہ گھبراہٹ میں مبتلا ہوتے ہیں اور اسکے شرارے اڑ کر ان پر گرتے ہیں۔ اور اسکا شران تک آپہنچتا ہے۔ حَتّٰى يٰۤاتٰى وَعْدُ اللّٰهِ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا قیامت والا وعدہ آجائے) انکی موت آئے یا قیامت برپا ہو نمبر ۳۔ کفار مکہ کو اس تکذیب اور سلوک کی بناء پر جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا۔ کھٹکھٹا دینے والی مصیبت ان پر اترتی رہے گی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا لشکر مکہ کے ارد گرد حملہ آور ہو کر بعض کفار کو اچکھٹا رہتا ہے۔ یا آپ اے محمد ﷺ اپنا لشکر لیکر انکے گھروں کے قریب ڈیرہ زن ہونگے۔ جیسا حدیبیہ میں ہوا۔ حَتّٰى يٰۤاتٰى وَعْدُ اللّٰهِ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا قیامت والا وعدہ آئے۔ وعدہ اللہ سے مراد فتح مکہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ (بیشک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) یعنی اسکے وعدہ میں خلاف ورزی ناممکن ہے۔

تسلی رسول ﷺ:

۳۲: وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَامَلَيْتَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا (تحقیق آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ استہزاء کیا گیا پھر میں نے کافروں کو ڈھیل دی) الاملاء۔ مہلت دینا ایک مدت کیلئے امن وامان میں چھوڑ دینا۔ ثُمَّ اخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (پھر میں نے انکو پکڑا پس میری سزا کیسی رہی) یہ کفار مکہ کو وعید ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے بطور استہزاء آئے روز جو نشانات مانگتے تھے اسکا جواب اور آپ ﷺ کو تسلی دی۔

اللہ کی مثال کوئی نہیں:

۳۳: اَفَمَن هُوَ قَائِمٌ (کیا پس وہ ذات جو ہر شخص کے تمام اعمال کا نگران ہے) انکے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے کے خلاف حجت پیش کی گئی ہے۔ کیا پس وہ اللہ تعالیٰ کی ذات جو نگران ہے علیٰ کُلِّ نَفْسٍ (ہر نفس پر) خواہ وہ صالح ہو یا بدکار بے مَنَاسِبَتٍ (جو کچھ کہہ رہا ہے) وہ اسکے شر اور خیر کو جانتا ہے اور ہر ایک کا بدلہ دیتا ہے کیا وہ اسکی طرح ہو سکتا ہے جو اس طرح کا نہ ہو۔ پھر جملہ مستانفہ لائے اور فرمایا۔ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ (اور بنا رکھے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک) یعنی اصنام قُلْ سَمُّوْهُمْ (آپ ان سے کہیں انکے اوصاف تو بتلاؤ) تم اسکے سامنے انکے نام لو کہ وہ کون ہیں اور ان ناموں کی تفصیل اسکے سامنے ذکر کرو۔ پھر فرمایا۔ اَمْ تَتَّبِعُوْنَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ (یا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات بتلا رہے ہو جس سے وہ ساری زمین میں واقف نہیں) ام منقطعہ بمعنی بل ہے۔ بلکہ تم اسکو بتلا رہے ہو اسکے شرکاء جن کو وہ زمین میں نہیں جانتا حالانکہ وہ تو آسمان و زمین کے ہر ذرہ سے واقف ہے۔ جب اللہ تعالیٰ انکو نہیں جانتا تو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ کوئی چیز نہیں یعنی انکی کچھ اصلیت نہیں مقصد اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے ہی نہیں۔ اَمْ بَظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ (یا تم انکو اللہ تعالیٰ کا شریک ظاہری و سرسری طور پر کہتے ہو) بلکہ کیا تم نے انکا نام سرسری طور پر رکھا ہوا ہے۔ بغیر اس بات کے کہ اسکے پیچھے کوئی حقیقت ہو۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ذلک قولہم بافواہم [التوبہ: ۳۰] ماتعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا (یوسف: ۴۰) بَلْ زَيْنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ (بلکہ کافروں کیلئے انکی تدبیر کو مزین کر دیا گیا) مگر سے انکا اسلام کیلئے فریب کاری کرنا مراد ہے جو شرک کی وجہ سے کرتے رہتے تھے۔ وَصَدُّوا عَنِ السَّبِيلِ (اور انکو صحیح راہ سے روک دیا گیا) اللہ تعالیٰ کی راہ سے قراءتِ صَدُّ واکو صَاد کے ضمہ سے کوئی نے پڑھا اور دیگر قراء نے فتح کے ساتھ اور اسکا معنی پھر یہ ہوگا۔ صدوا المسلمین عن سبیل اللہ انہوں نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا۔ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسکو کوئی راہ پر ڈالنے والا نہیں) کوئی نہیں جسکو انکی ہدایت پر قدرت ہو۔

۳۴: لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنوی زندگی میں ان پر عذاب مسلط ہے) جو قتل، قید، مختلف مشقتوں کی صورت میں ہوگا۔ وَلِعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ (اور آخرت کا عذاب تو بہت سخت ہے) اس لئے سخت ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ (اور انکو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں) جو اسکے عذاب سے انکی حفاظت کرے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ أَكْهَادًا يَمْشِيهَا

متقیوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان کے پھل اور ان کا سایہ دائمی ہوگا

تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ۝۳۵ وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُم

یہ انجام ہے لوگوں کا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، اور کافروں کا انجام دوزخ ہے، اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب

الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُنْكِرُ بَعْضَهُ قُلْ إِنَّمَا

دی وہ اس کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا، اور گروہوں میں بعض ایسے ہیں جو اس کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے مجھے تو

أَمَرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۖ إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ مَآبُ ۝۳۶ وَكَذَلِكَ

بس یہ حکم ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں اس کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے، اور اسی طرح

أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۖ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۖ

ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا کہ عربی زبان میں خاص حکم ہے، اور اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا اگر آپ نے ان کی خواہش کا اتباع کیا

مَالِكٍ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيِّ وَلَا وَاقٍ ۝۳۷

تو کوئی ایسا نہیں جو اللہ کے مقابلہ میں آپ کی مدد کرنے والا اور بچانے والا ہو

جنت کا حال:

۳۵: مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ (اس جنت کی حالت جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا) اسکی وہ حالت تو مثال میں عجیب و غریب ہے۔ نحو: مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور خبر محذوف ہے۔ ای مثل الجنة مبتداء، فیما یتلی علیکم خبر محذوف ہے۔ یا نمبر ۲۔ خبر موجود تجرى من تحتها الانهار ہے۔ جیسا کہتے ہیں صفت زید اسمر تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (وہ ایسی جنت ہے جسکے (درختوں کے) نیچے نہریں جاری ہیں) أَكْهَادًا ذَاتِمْ (اسکے پھل ہمیشہ ہمیشہ ہوں گے) اسکے پھل ہمیشہ پائے جانے والے ہیں منقطع نہ ہونگے۔ وَظِلُّهَا (اور اسکے سائے) ہمیشہ کے ہیں ختم نہیں ہوں گے۔ جیسا سورج کی وجہ سے معدوم ہو جاتے ہیں۔ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا (وہ انجام ان لوگوں کا ہے جو متقی ہیں) یعنی ان صفات والی جنت اسکے تقویٰ کا نتیجہ ہے یعنی اسکا انجام ہے۔ وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ (اور کافروں کا انجام آگ ہے)

۳۶: وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ (اور وہ لوگ جنکو ہم نے کتاب دی) اس سے مراد عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھی ہیں جنکو اہل کتاب میں اسلام نصیب ہوا۔ اور اس طرح وہ حبشہ کے لوگ جو نصاریٰ میں سے اسلام لائے۔ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ

۵۵۵

وَمَنْ اِلَّا حُزَابٍ (وہ اس قرآن سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر اتارا گیا اور ان گروہوں میں سے) اور انکے گروہوں میں سے اور اس سے مراد وہ کفار ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف عداوت میں جتھہ بندی کی جیسے کعب بن اشرف یہودی اور اسکی پارٹی اور اسید، عاقب اور انکے ساتھ والے لوگ جو عیسائی تھے۔ مَنْ يُنْكِرْ بَعْضَهُ (وہ لوگ ہیں جو قرآن کے کچھ حصہ کا انکار کرتے ہیں) کیونکہ یہ لوگ قصص و واقعات اور بعض احکام دین اور معانی و مفاہیم کا انکار نہ کرتے تھے جو کہ انکی کتابوں میں بھی پائے جاتے تھے۔ بلکہ فقط نبوت محمد ﷺ اور اپنی کتاب میں تحریف کردہ باتوں میں قرآن کی مخالفت کرتے تھے (توحید باری تعالیٰ، بعض صفات باری تعالیٰ کا انکار کرتے)۔

نبوت محمدی کا انکار اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار ہے:

قُلْ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا اُشْرِكَ بِهِ (مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں) پس تمہارا نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے انکار یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و توحید کا انکار ہے۔ پس دیکھ لو تم کس بات کا انکار کر رہے ہو۔ حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لازم ہونے کے دعوے دار ہو۔ اور اسکے بھی دعوے دار ہو کہ اسکا کوئی شریک نہیں۔ اِلَيْهِ اَدْعُوْا (میں اسی ہی کی طرف دعوت دیتا ہوں) خاص طور پر، میں اسکے علاوہ اور کسی کی طرف دعوت نہیں دیتا۔ وَاِلَيْهِ مَآبٍ (اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے) والیہ کا لفظ لا کر بتلادیا کہ اسی ہی کی طرف دعوت دیتا ہوں نہ کہ غیر کی طرف مآب لوٹنے کی جگہ۔ اے یہود و نصاریٰ تم بھی اسی طرح کہتے ہو۔ پھر میری نبوت کا انکار چہ معنی دارد۔

۳: وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ (اور اسی طرح ہم نے اس کو اتارا) جس طرح ہم نے گزشتہ کتابیں اتاریں جن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا۔ اور اسکی وحدانیت کا سبق پڑھایا گیا اور اسکی طرف بلانے کا امر ہوا۔ اور اسکے دین کی طرف اور دارالجزاء سے ڈرنے کا کہا گیا۔ حُكْمًا غَرِيْبًا (عربی زبان میں فیصلہ والا) یہ حکمت ہے جسکی ترجمانی عربی زبان سے کی گئی۔

نحو: یہ منصوب ہیں حال کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کو ان امور کی طرف دعوت دیتے جو دین اسلام اور انکے ایک جیسے تھے تو اس سلسلہ میں آپکو ہدایت فرمائی۔ وَلَئِنْ اَتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ (اگر آپ نے انکی خواہشات کی اتباع کی اسکے بعد کہ آپ کے پاس (وحی سے) علم آچکا) قطعی دلائل کے ذریعہ علم کے ثبوت اور روشن براہین کے بعد۔ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاْقٍ (آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی دوست نہ ہوگا) یعنی کوئی مددگار آپکی مدد نہ کر سکے گا اور کوئی بچانے والا بچانہ سکے گا۔ یہ طرز عمل درحقیقت سامعین و مخاطبین کو دین پر ثابت قدم رکھنے کیلئے ہے تاکہ کسی شبہ میں پڑ کر کوئی آدمی پھسل نہ جائے۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تو مضبوطی سے اپنے موقف پر جمنے والی تھی۔ ان میں ڈمگانے کا سوال ہی نہ تھا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۖ وَمَا كَانَ

اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں دیں اور ذریت بھی، اور کسی

لِرَسُولٍ اَنْ يَّاتِيَ بِآيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝۳۸ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ

رسول کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ کوئی آیت لے آئے الا یہ کہ اللہ کا حکم ہو، ہر زمانہ کے لئے لکھے ہوئے احکام ہیں، اللہ مٹاتا ہے جو چاہتا ہے

وَيُثَبِّتُ ۖ وَعِنْدَهُ اُمُّ الْكِتَابِ ۝۳۹ وَاِنْ مَا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ

اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے، اور اس کے پاس اصل کتاب ہے، اور اگر ہم آپ کو بعض وہ وعدے دکھا دیں جو وعدے ہم ان سے کر رہے ہیں

اَوْ نَتَوَفِّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝۴۰ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي

یا ہم آپ کو اٹھالیں تو بس آپ کے ذمہ پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے، کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے

الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۚ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ

اطراف سے کم کرتے چلے آ رہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں، اور وہ جلد حساب لینے

الْحِسَابِ ۝۴۱ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَئِنْ اَلْمَكَرُ جَمِيعًا ۖ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ

والا ہے، اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے مکر کیا سو اللہ ہی کے لئے ہے اصل تدبیر جو بھی کوئی شخص عمل کرتا ہے

كُلُّ نَفْسٍ ۖ وَسَيَعْلَمُ الْكُفْرُ لِمَنْ عُقِبِيَ الدَّارِ ۝۴۲ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسَتْ

وہ اسے جانتا ہے، اور کافر عنقریب جان لیں گے کہ بعد میں آنے والے گھر کا اچھا انجام کس کے لئے ہے، اور جنہوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ تم

مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۝۴۳

پیغمبر نہیں ہو، آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہونے کے لئے اللہ کافی ہے اور وہ لوگ کافی ہیں جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی اولاد و ازواج تھیں:

۳۸: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً (تحقیق ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے اور ان کے لئے بیویاں اور اولاد بنائی) کفار مکہ آپ کو عیب لگاتے کہ اسکی بیوی ہے اولاد ہے یہ کیسا پیغمبر ہے۔ من مانی آیات کا مطالبہ کرتے۔ اور نسخ کا انکار کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتار کر جواب دیا۔ کہ رسالت کا سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ انکی بیویاں اور اولاد تھیں۔ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ اَنْ يَّاتِيَ بِآيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (کسی پیغمبر کو یہ مناسب نہیں کہ وہ کوئی نشانی بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے

پیش کرے) اسکی حدود وسعت میں نہیں کہ قوم کی منہ مانگی نشانیاں لے آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ (ہر کتاب کیلئے ایک وقت مقررہ ہے) ہر کتاب کا ایک حکم ہے جو بندوں پر ایک وقت پر فرض کیا جاتا ہے جو اس وقت حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔

۳۹: يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے) جس چیز کا منسوخ کرنا منظور ہوتا ہے اسکو منسوخ کرتا ہے۔ وَيُثَبِّتُ (اور قائم رکھتا ہے) اسکے بدلے میں جو چاہتا ہے۔ نمبر ۲۔ غیر منسوخ چھوڑ دیتا ہے اور نافذ العمل رہتا ہے۔ نمبر ۳۔ حفاظتی فرشتوں کے دفتروں سے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور دوسرے کو قائم رکھتا ہے۔ نمبر ۳۔ تائبین کے کفر کو مٹاتا اور انکے ایمان کو اس جگہ لکھ دیتا قائم کر دیتا ہے۔ نمبر ۴۔ وفات دیتا ہے جسکا وقت مقرر آ جاتا ہے اور قائم و زندہ چھوڑتا ہے جسکا وقت باقی ہوتا ہے۔ قراءت وَيُثَبِّتُ مدنی، شامی، حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (اور اصل کتاب اسی ہی کے پاس ہے) یعنی ہر کتاب کی اصل اسی ہی کے پاس ہے اور وہ لوح محفوظ ہے کیونکہ کائنات میں ہر وقوع پذیر ہونے والی چیز اس میں درج ہے۔

۴۰: وَإِنْ مَا لُرَيْنَكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ (اگر آپ کو وفات سے پہلے) اس بات کا کچھ حصہ دکھادیں جسکا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں یا آپکو وفات دے دیں (اور آپکی زندگی میں انکو شکست نہ ہو) جس طرح حالات کا تقاضا ہو۔ ہم انکا کچھڑنا دکھادیں اور ان سے جو عذاب اتارنے کا وعدہ کیا ہے وہ عذاب ان پر اتار دیں۔ یا اس سے قبل آپکو وفات دے دیں۔ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ (پس بیشک آپکے ذمہ پہنچا دینا ہے) پس آپکے ذمہ اتنا ضروری ہے کہ پیغام رسالت پہنچا دیں۔ یہ کافی ہے۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے) ہمارے ذمہ ان سے حساب لینا اور بدلہ دینا ہے۔ جو انکے اعمال کے مناسب ہوگا۔ آپکے ذمہ نہیں۔ آپ انکے اعراض کو کچھ اہمیت نہ دیں اور نہ انکے لئے جلد عذاب مانگیں۔

۴۱: أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ (کیا انہوں نے) (مکہ کے کافروں نے) نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو ہر چہار جہت سے کم کرتے چلے آ رہے ہیں) مراد ارض کفر ہے۔ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا (اسکو ہم اطراف سے کم کرتے جا رہے ہیں) انکا علاقہ مسلمان فتح پر فتح کرتے جا رہے ہیں۔ دارالحرب کو گھٹا رہے ہیں۔ اور دارالاسلام کو پھیلا رہے ہیں یہ غلبہ اور نصرت کی علامت ہے۔ مطلب یہ ہے آپ کے ذمہ اس چیز کا پہنچانا ہے جو ذمہ داری آپ پر ڈال دی گئی ہے۔ اسکے نتیجہ کا آپ اہتمام نہ فرمائیں ہم جانیں ہمارا کام۔ ہم نے جو نصرت و کامیابی کا وعدہ کیا وہ پورا کر کے رہیں گے۔

وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقَّبَ لِحُكْمِهِ (اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمانے والے ہیں اسکے فیصلوں کو کوئی موڑ نہیں سکتا) اسکے فیصلوں کو کوئی واپس نہیں کر سکتا۔ المعقب جو کسی چیز پر بار بار حملہ آور ہو کر اسکو باطل و ہلاک کر دے۔ اور اسکی حقیقت وہ شخص جو کسی چیز کو لوٹانے اور اسکو باطل کرنے کیلئے اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ اسی لئے حق والے کو معقب کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے مقروض کا پیچھا پورے تقاضے اور طلب سے کرتا ہے اب مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے غلبہ کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ اور اسکو اقبال مند کرنا طے ہو چکا ہے۔ اور کفر پر زوال مقرر ہو چکا اور اس کا پیچھے ہٹنا قطعی ہے۔

نحو: لَا مُعَقَّبَ لِحُكْمِهِ حال کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ وَاللَّهُ يَحْكُمُ نَافِذًا حُكْمَهُ اللَّهُ فَيُفْصِلُ

کرنے والے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے حکم کو نافذ کریں گے جیسا تم کہو۔ جاءنی زید لا عمامة علی رأسه ولا قلنسوة له۔ مقصد صرف اسکا ننگے سر اور ننگے پاؤں بیان کرنا ہے۔ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (اور وہ جلد حساب لینے والے ہیں) دنیا کے عذاب کے بعد آخرت میں ان سے معمولی مدت میں حساب لے لیں گے۔

۴۲: وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (تحقیق ان لوگوں نے تدابیر کیں جو ان سے پہلے ہوئے) گذشتہ امتوں کے کفار نے اپنے انبیاء کے ساتھ المکر ارادة المکر وہ فی خفیة۔ خفیہ بری تدبیر کرنا۔ پھر انکے مکر کو پوری خفیہ، تدبیر قرار دیا۔ اپنی تدبیر کے تقابل میں ذکر فرما کر۔ فرمایا فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا (تمام تدابیر تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں)۔ پھر اسکی اس طرح وضاحت فرمائی يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ وَسَيَعْلَمُ الْكُفْرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ (وہ جانتا ہے جو ہر نفس کرتا ہے اور عنقریب کفار جان لیں گے کہ آخرت کا انجام کس کا ہے) یعنی اچھا انجام کس کا ہے۔ کیونکہ جو ذات ہر نفس کی ہر بات کو جانتی ہے اور اسکا بدلہ تیار کر رکھا ہے۔

یہی تمام اسکی تدبیر ہے۔ کیونکہ اسکی تدبیر ایسی طرف سے آتی ہے جہاں سے ان کو علم بھی نہیں ہوتا۔ اس حال میں کہ وہ اپنے انجام سے بے خبر ہوتے ہیں۔ قراءت الکافر سے مراد کافر ہیں۔ جبکہ الف لام جنس کا ہو۔ حجازی اور ابو عمرو نے اسی طرح پڑھا ہے۔

آپ کی رسالت کا اللہ گواہ کافی ہے:

۴۳: وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا (کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں) اس سے مراد خاص کافر کعب بن اشرف اور رؤساء یہود مراد ہیں۔ وہ کہتے تھے لست مرسلًا۔ اسی لئے عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ سورت مکیہ ہے سوائے اس آیت کے۔ قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ (کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی گواہی میرے اور تمہارے درمیان کافی ہے) اس وجہ سے کہ میری رسالت پر دلائل واضح کر دیئے گئے با فاعل پر داخل ہوئی ہے۔ اور شہیدایہ تمیز ہے۔ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (اور وہ جنگے پاس کتاب کا علم ہے) نمبر ۱۔ ہ کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات اور الکتاب سے لوح محفوظ اسکی دلیل وہ قراءت ہے جو بعض قراء نے من عندہ علم الکتاب پڑھا ہے۔ یعنی اور اسی ہی کی طرف سے کتاب کا علم ہے۔ کیونکہ جن کو اس سے علم دیا انکا علم اللہ تعالیٰ کے فضل و مہربانی سے ہے۔ نمبر ۲۔ من سے مراد علمائے اہل کتاب جو اسلام لائے کیونکہ وہ قرآن و رسول ﷺ کی صفت اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں یہ آیت میرے بارے میں اتری۔ نمبر ۳۔ من سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

نحو: مَنْ نمبر ۱۔ یہ موضع جر میں ہے۔ کالفظ اللہ پر عطف ہے۔ نمبر ۲۔ موضع رفع میں ہے جار و مجرور کے محل پر اسکا عطف ہے کیونکہ تقدیر عبارت یہ ہے کفی اللہ و علم الکتاب۔ ظرف میں مقدر کی وجہ سے رفع دیا جاتا ہے۔ پس وہ فاعل ہوگا کیونکہ ظرف من کا صلہ ہے۔ اور من یہاں الذی کے معنی میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ من ثبت عندہ علم الکتاب اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ظرف صلہ بن جائے تو فعل جیسا عمل کرتا ہے۔ جیسے مردت بالذی فی الدار اخوہ پس یہاں اخوہ فاعل ہے۔ جیسا کہ تم کہو الذی استقر فی الدار اخوہ اگر قراءت کسرہ میم والی لی جائے تو پھر یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

الحمد للہ سورۃ الرعد کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَتْنَاوُ خَمْسُوْنَ اَيَةً وَتَسْبَعُ رُكُوْعًا

سورہ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی جو یاون آیات اور سات رکوع پر مشتمل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الرَّاقِدُ كَتَبَ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ بِإِذْنِ

الوہ یہ کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی تاکہ آپ لوگوں کو انکے پروردگار کے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں

رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ اللّٰهُ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط

زبردست اور خویوں والا وہ اللہ ہے جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے،

وَوَيْلٌ لِّلْكَافِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

اور کافروں کے لئے ہلاکت یعنی سخت عذاب ہے جو دنیاوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں پسند کرتے ہیں

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۝

اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور انہیں کجی تلاش کرتے ہیں، یہ لوگ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں

۱: الرَّاقِدُ كَتَبَ (یہ کتاب ہے)۔

تَحْوِيْلٌ: یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور مبتداء ”هذا“ ہے اور کتاب سے مراد سورت ہے اور اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ (جس کو ہم نے اتارا) یہ جملہ موضع رفع میں ہے اور كَتَبَ نكره کی صفت ہے۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ (تاکہ تم لوگوں کو نکالو) ان کو دعوت دیکر مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ (اندھیروں سے روشنی کی طرف) گمراہی سے ہدایت کی طرف۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (ان کے رب کے حکم سے) یعنی اس کے آسانی اور سہولت کر دینے کے سبب۔ یہ ایسے اذن کیلئے بطور استعارہ استعمال ہوا جس کا مقصد حجاب کا آسان کر دینا ہے اور یہی توفیق دینا ہے۔ اِلَى صِرَاطِ (راستہ کی طرف) عامل کو دوبارہ لایا گیا ہے یہ نور سے بدل ہے الْعَزِيزُ (زبردست) انتقام کی قدرت رکھتا ہے۔ الْحَمِيدُ (مستحق ستائش) انعام پر قابل تعریف۔

۲: اللہ قراءت: مدنی، شامی، علی نے رفع سے پڑھا۔ تقدیر یہ ہے ہو اللہ۔ دیگر قراء نے جر سے پڑھا ہے اس طرح کہ العزیز الحمید سے عطف بیان ہے۔ الَّذِيْ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (وہ ذات جس کیلئے ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے) مخلوق و مملوک ہونے کی وجہ سے۔ جب ظلمات کفر سے نور ایمان کی طرف نکلنے والوں کا ذکر کیا۔ تو کافروں کو ویل و ہلاکت

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ

اور ہم نے جتنے بھی پیغمبر بھیجے وہ اپنی ہی قوم کی زبان بولنے والے تھے تاکہ وہ اپنی قوم کے لیے بیان کریں، پھر اللہ جسے چاہے گمراہ کرے

وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اور جسے چاہے ہدایت دے، اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

سے ڈرایا۔ یہ ویل لفظ الوال کی نفیض ہے۔ اور وہ نجات کو کہا جاتا ہے۔ اور یہ معنوی اعتبار سے اسم ہے جیسے اھلاک و وویل للکفرین من عذاب شدید (اور ہلاکت ہے سخت عذاب سے کافروں کیلئے) بخجۃ: یہ مبتدا اور خبر اور صفت ہے۔ ۳: الذین یستحبون (وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں) ترجیح دیتے اور چناؤ کرتے ہیں الحیوة الدنیا علی الاخرۃ (دنیا کی زندگی کو آخرت پر) ویصدون عن سبیل اللہ (اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے دین سے ویبغونها عوجا (اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کجی ڈھونڈتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے راستہ کیلئے ٹیڑھ اور کجی تلاش کرتے ہیں۔ ویبغونها اصل بیغون لھا ہے۔ جار کو حذف کر دیا اور ضمیر کو فعل کے ساتھ ملا دیا۔ نحو: یہ مبتدا ہے الذین سے اور خبر اولئک فی ضلال بعید ہے۔ اولئک فی ضلال بعید (وہ لوگ دور کی گمراہی میں ہیں) حق سے۔ آیت میں ضلال کی صفت بعید کے ساتھ بطور اسناد مجازی کے لائے ہیں۔ اصل تو بعد گمراہ ہونے والے کی صفت ہے۔ کیونکہ وہ حق کے راستہ سے دور ہوتا ہے پس فعل کی صفت اس سے کر دی جیسا کہ کہتے ہیں۔ جدہ نمبر ۲۔ کافرین کی صفت بن کر مجرور ہے۔ نمبر ۳۔ منصوب علی الذم ہے۔ نمبر ۴۔ اعنی کی وجہ سے منصوب ہے ای اعنی الذین نمبر ۵۔ ہم کی وجہ سے مرفوع ہے۔ ای ہم الذین۔

ہر رسول اپنی قومی زبان میں اللہ کا پیغام لایا:

۴: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ (ہم نے ہر پیغمبر کو اسکی قوم کی زبان میں پیغمبر بنایا) وہ انہی کی لغت میں گفتگو کرنے والا ہوتا ہے۔ لیبین لہم (تاکہ وہ ان کے سامنے کھول کر بیان کرے) اس کو جس کو دیکر بھیجا گیا ہو اور جنکے لئے بھیجا گیا ہو، تاکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی حجت نہ رہے اور نہ پیغمبر کو کہہ سکیں کہ جس وحی سے ہمیں مخاطب کیا گیا وہ تو ہمیں سمجھ نہیں آتی۔

سوال: ہمارے رسول ﷺ تو تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً [الاعراف: ۱۵۸] بلکہ جن و انس کی طرف حالانکہ ان کی زبانیں تو مختلف ہیں۔ پس اگر عرب کیلئے حجت ہیں تو غیر کے لئے حجت کس طرح؟

جواب: قرآن تمام زبانوں میں نازل ہو گا یا ایک زبان میں۔ تمام زبانوں میں نازل ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ کی اپنی قوم کی زبان میں اترنا چاہئے کیونکہ وہ آپ کے پہلے مخاطب ہیں۔ اور ایک زبان میں اترنا تہذیبی و تحریف سے بھی محفوظ کرنے کیلئے زیادہ

وَلَقَدْ ارسلنا موسىٰ بايتنا اَنْ اُخْرِجَ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ ۚ وَذَكَرَهُمْ

اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ اور انہیں ایام الہیہ

بِاَيِّمِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۱۰ وَاِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ

یاد دلاؤ بے شک اُمیں ہر ایسے شخص کے لیے نشانیاں ہیں جو خوب صبر کرنے والا ہے خوب شکر کرنے والا ہے اور جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا

اٰذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجَاكُمْ مِّنْ اِلٰ فِرْعَوْنَ ۚ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْءًا

کہ تم پر جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی وہ تمہیں بری طرح تکلیف پہنچاتے

اَلْعَذَابِ وَيَذُبُّوْنَ اَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ

تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارا بے

رَبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۱۱

بڑا امتحان تھا۔

مناسب ہے۔ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ يَّشَآءُ (پس اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) جو اسباب ضلالت کو ترجیح دے۔
وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے) جو ہدایت کے اسباب کو ترجیح دیتا ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ (وہی زبردست
ہے) اسکی مشیت پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ الْحَكِيْمُ (حکمت والا ہے) وہ رسوا نہیں کرتا مگر ذلیل لوگوں کو ہی۔

موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ:

۵: وَلَقَدْ ارسلنا موسىٰ بايتنا (اور تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات کے ساتھ بھیجا) آیت سے وہ نو نشانیاں مراد
ہیں۔ اَنْ اُخْرِجَ قَوْمَكَ (تم اپنی قوم کو نکالو) اَنْ اُخْرِجَ میں اَنْ دراصل بَآئِ ہے یعنی تم نکالو کیونکہ ارسال میں قول کا معنی
موجود ہے گویا اس طرح فرمایا ارسلناہ وقلنا لہ اُخْرِجَ قَوْمَكَ (ہم نے ان کو بھیجا اور ان کو کہا کہ اپنی قوم کو نکالو) مِنَ الظُّلُمَاتِ
اِلَى النُّوْرِ وَذَكَرَهُمْ بِاَيِّمِ اللّٰهِ (اندھیہ ۱۰) سے روشنی کی طرف اور ان کو ایام اللہ کے ذریعہ نصیحت کرو) ان کو پہلی اقوام کے
واقعات سے ڈراؤ جیسے قوم نوح، عاد، تمود وغیرہ اور اسی سے ایام العرب کا لفظ لڑائی کے دنوں کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔ نمبر ۲۔
انعامات کے دن جیسے بادلوں کا سایہ، من و سلویٰ کا نزول۔ فلق البحر وغیرہ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بیشک اس میں
البتہ ہر صبر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں) جو مصیبتوں پر صبر کر نیوالے ہیں۔ شَكُوْرٍ (شکر ادا کرنے والے ہیں) انعامات پر۔
گویا اس طرح فرمایا الکل مؤمن کیونکہ ایمان کے دو حصے ہیں۔ نمبر ۱۔ نصف صبر ہے۔ نمبر ۲۔ نصف شکر ہے۔

۶: وَاِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجَاكُمْ مِّنْ اِلٰ فِرْعَوْنَ ۚ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْءًا الْعَذَابِ (اور

وَ اِذْ تَاَذِّنْ رَبُّكُمْ لَیْنِ شَکْرْتُمْ لَا زَیْدَ نَکُمْ وَلَیْنِ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝۷

اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے تم کو مطلع فرمادیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشبہ میرا عذاب سخت ہے،

وَقَالَ مُوسٰی اِنْ تَکْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝۸

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم اور وہ سب لوگ جو زمین میں ہیں اللہ کی ناشکری کرو تو بلاشبہ اللہ بے نیاز ہے ستودہ صفات ہے۔

جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو تم اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیے جب اس نے تم کو آل فرعون سے نجات دی۔ وہ تمہیں سخت عذاب دیتا تھا (اذ ظرف ہے نعمت کیلئے جو کہ بمعنی انعام ہے۔ یعنی اس کا انعام تم پر اس وقت میں ہوا۔ نمبر ۲۔ نعمت اللہ سے بدل الاشتمال ہے ای اذ کروا وقت انجانکم) (اپنے نجات دیئے جانے کے وقت کو یاد کرو) وَ یَذَّبَحُوْنَ اِبْنَاءَکُمْ (اور وہ ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو)

نکتہ: البقرة الاية: ۴۹ میں یذبحون اور اعراف الاية: ۱۳۱ میں یقتلون بغیر واو لائے جبکہ یہاں واو کے ساتھ ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ ذبح ابناء کو جب عذاب کی تفسیر اور بیان بنایا تو واو کو ذکر نہیں کیا۔ اور جہاں واو کو ذکر کیا تو وہاں جنس عذاب میں ایک اضافہ ذبح ابناء کا کیا گویا یہ عذاب کی الگ قسم ہے۔ وَ یَسْتَحِیُّوْنَ نِسَاءَکُمْ وَ فِیْ ذٰلِکُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّکُمْ عَظِیْمٌ (وہ زندہ چھوڑتے تمہاری عورتوں کو اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی) اس میں عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ اور البلاء سے مشقت مراد ہے۔ نمبر ۲۔ نجات کی طرف اشارہ ہو تو بلاء سے نعمت مراد ہے۔ جیسا اس آیت میں ونبلوکم بالشر والخیر فتنہ۔

[الانبیاء: ۳۵]

۷: وَ اِذْ تَاَذِّنْ رَبُّکُمْ (جب تمہارے رب نے اطلاع دے دی) اعلان کر دیا تاذن اور اذن تو وعدہ و اوعده کی طرح ہے۔ تفعل میں جو معنی میں اضافہ ہے وہ افعل میں نہیں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا و اذ اذن ربکم ایذا نابلیغاً تنتقی عنده الشکوک والشبه جب تمہارے رب نے کامل اعلان کیا جس سے شکوک وشبهات رفو ہو گئے اور وہ انہی میں سے ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشادات فرمائے۔

مَحْجُوْرٌ: نعمة الله علیکم پر عطف کی وجہ سے یہ منصوب ہے گویا اس طرح فرمایا و اذ قال موسیٰ لقومه اذکروا نعمة الله علیکم و اذکروا حین تاذن ربکم مطلب یہ ہے جب تمہارے رب نے اطلاع دیتے ہوئے فرمایا لَیْنِ شَکْرْتُمْ (اگر تم شکر کرو گے) اے بنی اسرائیل جو ہم نے تمہیں نجات کی نعمت دی ہے۔ لَا زَیْدَ نَکُمْ (نعمت میں تمہارے لئے ضرور اضافہ کریں گے) نعمت پر نعمت دیں گے۔ شکر موجود کو قابو رکھنا اور مفقود کی تلاش میں رہنا۔ کہا جاتا ہے جب تم نعمت میں شکر کا نغمہ سنو تو اور نعمت کی تیاری کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لَیْنِ شَکْرْتُمْ بِالْحِجَّةِ فِی الطَّاعَةِ لَا زَیْدَ نَکُمْ بِالْحِجَّةِ فِی الْمَثُوبَةِ۔ اگر تم اطاعت کی صورت میں شکر ادا کرو گے تو میں ثواب کی صورت میں مزید اضافہ کروں گا۔ وَلَیْنِ کَفَرْتُمْ (اور اگر تم

نے ناشکری کی) اس نعمت کی جو میں نے تم پر کی اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (بیشک میرا عذاب بڑا سخت ہے) اس کیلئے جو میری نعمت کی ناشکری کرے۔ دنیا میں تو سلبِ نعمت کا عذاب اور آخرت میں مسلسل ناراضگی اور سزا۔

ارشادِ موسیٰ علیہ السلام:

۸: وَقَالَ مُوسٰی اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ (اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ناشکری کرو گے) اے بنی اسرائیل وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (اور وہ جو تمام زمین میں ہیں) تمام لوگ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ (پس بیشک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں) تمہارے شکر سے حَمِیْدٌ (تعریفوں والے ہیں) خواہ تعریف کرنے والے اسکی تعریف نہ کریں تم نے اپنے نفوس کو خیر سے محروم کر کے نقصان پہنچایا ہے۔ جو اسکی طرف سے بہر صورت پہنچتی ہے۔

الْمَرِيَاتِكُمْ نَبِؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُوْدَۃٌ وَالَّذِيْنَ مِنْ

کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے یعنی نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کی خبر جو ان کے بعد

بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْا

تھے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لیکر آئے سو ان لوگوں نے اپنے ہاتھ

اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهِ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا

انکے منہ میں دیدئے اور کہا کہ بے شک تم جو چیز لیکر بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے اور بلاشبہ جس چیز کی طرف تم لوگ ہمیں بلاتے

تَدْعُوْنَناۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۙ ۱۰ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

ہو ہم اس کی طرف سے شک میں ہیں جو تر دو میں ڈالنے والا ہے، انکے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے

وَالْاَرْضِ ۚ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰى اَجَلٍ

والا ہے دو تمہیں بلاتا ہے تا کہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے۔ اور مقررہ مدت تک تمہیں قائل

مُسَمًّیۭ قَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ لَا بَشَرٌ مِّثْلُنَاۥ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ

دیدے، ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو ہمارے باپ دادا جسکی عبادت کرتے تھے تم ہمیں

يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا فَاتُّوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ ۱۱ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ

اس سے روکتے ہو۔ سو تم ہمارے پاس کوئی کھلی ہوئی دلیل لے آؤ، انکے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم تمہارے ہی جیسے

مَثَلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا

آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے بس کی یہ بات نہیں کہ تم تمہارے سامنے کوئی معجزہ اللہ کے حکم کے بغیر لائیں

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَعَلٰی اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ ۱۲ وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلٰی اللّٰهِ وَقَدْ

اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے، اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ

هٰذَا سَبُلُنَا وَلَنْصَبِرَنَّ عَلٰی مَا اٰذٰیْتُمُوْنَا وَعَلٰی اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۙ ۱۳

اس نے ہمیں ہماری راہیں دکھائی ہیں اور ہم تمہاری ایذاؤں پر ضرور صبر کریں گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے بھروسہ کرنے والوں کو۔

۱۵

الانکھیت

۲۷۲

۹: اَلَمْ يَاتِكُمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٍ وَ ثَمُوْدَ (کیا تمہارے پاس خبر نہیں آئی ان کی جو تم سے پہلے قومیں ہوئیں جیسے قوم نوح، عاد و ثمود) نمبر ۱۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ جو اپنی قوم سے کیا۔ نمبر ۲۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ والے لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ (اور وہ لوگ جو ان کے بعد ہوئے جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں) یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور خبر جملہ معترضہ ہے یا الذین من بعدهم کا عطف قوم نوح پر ہے اور لا یعلمهم الا اللہ یہ جملہ معترضہ ہے۔ مطلب اس طرح ہے وہ کثرت تعداد میں اتنے ہیں کہ ان کی حقیقی گنتی اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عدنان اور اسماعیل کے درمیان تیس جد ہیں جو معلوم ہی نہیں۔ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے اس آیت کے نزول کے بعد فرمایا کذب النسابون [ابن سعد فی الطبقات] جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ (ان کے رسول ان کے پاس دلائل لائے) بینات سے معجزات مراد ہیں۔ فَرَدُّوا اَيْدِيَهُمْ فِيْ اَفْوَاهِهِمْ (انہوں نے ان کے ہاتھ ان کے منہ کی طرف لوٹا دیے) نمبر ۱۔ دونوں ضمیریں کفار کی طرف راجع ہیں یعنی کفار نے اپنے ہاتھوں کے پوروے منہ میں تعجب کے طور پر رکھ لیے۔ نمبر ۲۔ غصہ سے اپنے پوروے کاٹنے لگے۔ نمبر ۳۔ دوسری ضمیر انبیاء علیہم السلام کی طرف کہ قوم نے اپنے ہاتھ انبیاء علیہم السلام کے منہ میں دے دیئے تاکہ وہ بات نہ کر سکیں۔ پیغام رسالت نہ دے سکیں۔ وَقَالُوا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهِ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ (اور کہنے لگے ہم تمہارے دعویٰ رسالت کے منکر ہیں اور جس بات کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو ہم اس میں شک کرنے والے ہیں) یعنی ایمان باللہ اور توحید مریب (جو ہمیں تردد میں ڈالنے والا ہے) شک میں مبتلا کرنے والا ہے۔

۱۰: قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ (ان کے پیغمبروں نے کہا کیا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے) ہمزہ انکاری کو ظرف پر داخل کیا۔ کیونکہ کلام شک میں نہیں بلکہ مشکوک فیہ میں ہے اللہ تعالیٰ کے متعلق اشتباہ ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ جبکہ اس کے وجود و ظہور کے دلائل واضح ہیں۔ یہ ان کے قول انا لفی شک کا جواب ہے۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَدْعُوْكُمْ (وہ آسمان و زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ تمہیں دعوت دیتا ہے) ایمان کی طرف لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ (تاکہ تمہارے گناہوں کو بخش دے) جبکہ تم ایمان لاؤ۔

نکتہ: کفار کے خطابات میں من ذنوبکم لایا گیا جیسا اس ارشاد میں: وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيعُوْا یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ [نوح: ۳۰-۳۱] یَقُوْمُنَا اَحْبَبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهِ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ [الاحقاف: ۳۱] ایمان والوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اہل ادلکم علی تجارة الی ان قال یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبِکُمْ [الف: ۱۲] قرآن مجید کی آیات میں تتبع اور تلاش سے یہ بات سامنے آ سکتی ہے۔ یہ دونوں خطابات میں فرق کیلئے فرمایا تاکہ فریقین کے وعدہ میں برابری نہ سمجھ لی جائے۔ وَیَبُوْخِرْکُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (اور تمہیں مہلت دے ایک وقت مقررہ تک) ایک وقت تک جس کو مقرر کر دیا اور اسکی مقدار کو واضح کر دیا۔ قَالُوا (انہوں نے کہا) قوم کفار نے کہا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (تم تو ہم ہی جیسے انسان ہو) ہم میں اور تم میں فضیلت کا کوئی فرق نہیں اور تمہیں نبوت والی فضیلت حاصل نہیں تو پھر تم اپنے کونبوت سے کیسے خاص کرتے ہو؟ تَرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلرُّسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰى

اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ضرور ضرور ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ بات ہو کہ تم ہمارے دین میں واپس ہو جاؤ، سو انکے رب نے

اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِيْنَ ۝۱۳ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ

انکی طرف وحی بھیجی کہ ہم ضرور بالضرور ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور انکے بعد تمہیں اس زمین میں آباد رکھیں گے یہ اس شخص کے لیے ہے جو

خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدٍ ۝۱۴ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝۱۵ مِّنْ وَّرَآئِهِ جَهَنَّمُ

میرے حضور کھڑا ہونے سے خائف ہوا اور میری وعید سے ڈرا۔ اور کافروں نے فیصلہ چاہا اور ہر سرکش ضدی نامراد ہوا۔ اس کے آگے دوزخ ہے

وَيُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صٰدِيْدٍ ۝۱۶ يَّتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهُ وَيٰۤاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ

اور اسے ایسا پانی پلایا جائے گا جو پیپ ہوگا۔ وہ اسے گھونٹ گھونٹ پئے گا اور گلے سے بہ آسانی نہ اتارے گا اور ہر جگہ سے اس پر موت کی آمد

مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۝۱۷ وَمِنْ وَّرَآئِهِ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝۱۸

ہوگی اور وہ نہیں مرے گا۔ اور اسکے سامنے سخت عذاب ہوگا۔

کفار کی دھمکی:

۱۳: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلرُّسُلِهِمْ (کافروں نے اپنے رسولوں کو کہا)

قرأت: ابو عمرو نے اوپر والی آیت میں سُبُلَنَا کو سُبُلْنَا اور لُرُسُلِهِمْ پڑھا ہے۔ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَا (ضرور ہم تمہیں نکال دیں گے اپنی سرزمین سے) اپنے علاقہ سے اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (یا تم ضرور لوٹ جاؤ گے ہمارے مذہب میں) یعنی دو میں سے ایک بات ضرور کرنا پڑے گی نمبر ۱۔ تمہارا نکالنا نمبر ۲۔ تمہارا مذہب میں واپس لوٹنا۔ کفار نے اس پر حلف اٹھایا۔ العود کا معنی ہونا ہے اور یہ کلام عرب میں بہت ہے۔ نمبر ۲۔ اس سے ہر رسول کو خطاب کیا اور ان کے اوپر ایمان لانے والوں کو اس خطاب میں شامل کر کے خطاب میں جماعت کو ایک غلبہ دیکر ذکر کیا (کیونکہ ایمان لانے والے تو پہلے کافر ہوتے ہیں پھر کافروں سے نکل کر ایمان لاتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب:

فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِيْنَ (پس ان کی طرف ان کے رب نے وحی کی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کر دیں گے) نمبر ۱۔ یہاں قال مضمرب ہے۔ نمبر ۲۔ اَوْحٰى کو قول کے قائم مقام لائے۔ کیونکہ وہ بھی اسکی ایک قسم ہے۔

۱۴: وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (اور ضرور ہم تمہیں آباد کریں گے اس زمین میں ان کے بعد) ظالموں کی سرزمین اور

ملک میں۔ حدیث میں فرمایا: من اذى جاره ورثه الله جاره جس نے اپنے پڑوسی کو دکھ دیا اللہ اس کے گھر کا اسکو وارث بنا دیتے ہیں (یہ مقولہ ہے حدیث نہیں ہے) ذٰلِكَ (یہ) ہلاک کرنا اور ٹھہرانا یہ بات برحق ہے۔ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي (اس کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا) میرے موقف سے اور وہ موقف حساب ہے۔ نمبر ۲۔ مقام کا لفظ زائد ہے یعنی جو شخص مجھ سے ڈرا نمبر ۳۔ اس سے ڈرا کہ اللہ تعالیٰ میری نگہداشت کرنے والے ہیں۔ جیسا اس قول میں اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ [الرعد: ۳۳] مطلب یہ کہ یہ متقین کا حق ہے۔ وَخَافَ وَعَبَدَ (اور میری وعید سے ڈرا) وعید سے عذاب مراد ہے۔ قراءت: یعقوب نے وعیدی پڑھا ہے۔

فیصلہ مانگے تو فیصلہ نافذ کر دیا جائے گا:

۱۵: وَاسْتَفْتَحُوا (اور انہوں نے دشمن پر فتح کی دعا کی) اللہ تعالیٰ سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد مانگی۔ اس کا عطف اوحی الیہم پر ہے۔ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ (اور ناکام ہوا ہر ظالم سرکش) ہر متکبر و مغرور ناکام ہوا۔ عنید حق سے پہلو تہی اختیار کرنے والا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مدد کی گئی اور وہ کامیاب ہوئے اور انہوں نے کامرانی حاصل کی اور ہر سرکش و مغرور رسوا ہوا اور وہ ان کے قوم والے لوگ تھے۔ نمبر ۲۔ ایک قول یہ ہے کہ ضمیر کفار کی طرف راجع ہے۔ اب مطلب اس طرح ہے کہ کفار نے رسل کے خلاف فیصلہ طلب کیا یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ (کفار) حق پر اور (نعوذ باللہ) انبیاء علیہم السلام باطل پر ہیں۔ چنانچہ ہر سرکش ان میں سے رسوا ہوا اور خود فیصلہ طلب کرنے سے کامیاب نہ ہوا۔ (اللہم ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء (الایۃ)

ہمیشہ کا عذاب:

۱۶: مِّنْ وَّرَآئِهِ (اس کے پیچھے) یعنی سامنے جَهَنَّم (جہنم ہے) نمبر ۱۔ یہ اسکی حالت دنیا میں ہے کہ وہ جہنم کا منتظر ہے گویا کہ جہنم اس کے سامنے ہے اور یہ کافر اس کے کڑھے کے کنارے کھڑا ہے۔ نمبر ۲۔ اسکی حالت کی یہ کیفیت آخرت میں ہوگی جب کہ وہ اٹھایا جائے گا اور موقف میں کھڑا کیا جائے گا۔ وَيُسْقٰی (اور اس کو پلایا جائے گا) اس کا عطف محذوف پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ من ورائہ جہنم یلقى فیہا ما یلقى اس کے پیچھے جہنم ہے اس میں وہ پائے گا جو وہ پائے گا مِنْ مَّاءٍ صَدِيْدٍ (اس کو کچھ لہو پلایا جائے گا) صدید اہل نار کے چمڑوں سے بنے والا خون و پیپ۔ صدید یہ ماء کا عطف بیان ہے۔ کیونکہ وہ مبہم ہے۔ پس صدید سے اسکی وضاحت کر دی۔

۱۷: يَتَجَرَّعُهُ (وہ گھونٹ گھونٹ پیے گا) وہ تکلف کے ساتھ گھونٹ گھونٹ پیے گا۔ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ (وہ ان کو نگل نہ سکے گا) اور نہ نگلنے کے قریب ہوگا۔ پھر نگلنا کیسے۔ جیسا اس ارشاد میں لم یکدیر اھا [النور: ۳۰] یعنی وہ رویت کے قریب بھی نہیں ہو سکتا دیکھنا تو درکنار وِیَا تِیْہِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَّكَانٍ (اور اس کو ہر طرف سے موت آئے گی) یعنی اسباب موت ہر طرف سے ظاہر ہونگے نمبر ۲۔ اس کے جسم کے ہر لولوں پر۔ اس میں اس کو پہنچنے والے دکھوں کی شدت کو ذکر کیا گیا۔ یعنی کہ اگر کوئی سختی ہے تو وہ ہر سختی ایک مستقل ہلاکت گاہ ہوگی۔ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ (اور وہ مردہ نہ ہوگا) کیونکہ اگر مر جائے تو آرام مل جائے۔ وَمِنْ وَّرَآئِهِ (اور

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ۝۱۸

جن لوگوں نے اپنے رب کیساتھ کفر کیا انکے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے راکھ ہو اسے تیز آندھی کے دن میں تیز ہوا اڑا کر لیجائے جو

يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلٰی شَيْءٍ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيْدُ ۝۱۸ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ

کچھ انہوں نے کمایا انہیں سے ذرا سے حصہ پر بھی وہ قادر نہیں ہونگے یہ ہے دور کی گمراہی، اسے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے آسمانوں کو

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ اِنْ يَّشَآئِدْ هِیْکُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۱۹ وَمَا ذٰلِكَ

اور زمین کو حق کیساتھ پیدا فرمایا اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور نئی مخلوق پیدا فرما دے اور یہ اللہ کے لیے

عَلٰی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ۝۲۰ وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفَاۗءُ لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا

کچھ بھی مشکل نہیں، اور وہ سب اللہ کے حضور میں پیش ہو گئے سو ضعیف لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ

اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَاَهْلُ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ طَقَالُوْا

بلاشبہ ہم تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہم سے اللہ کا عذاب کچھ بھی بنا سکتے ہو؟ وہ کہیں گے

لَوْ هَدٰۤىنَا اللّٰهُ لَهَدٰیْكُمْ ۚ سَوَآءٌ عَلٰیْنَا اَجْرَعْنَا اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحْصِنٍ ۝۲۱

کہ اگر اللہ ہمیں راہ بتاتا تو ہم تمہیں بھی راہ بتا دیتے، ہم سب کے حق میں برابر ہے کہ ہم بے چینی کا اظہار کریں یا صبر کریں ہمارے لیے چھکارہ کی کوئی صورت نہیں۔

اس کے پیچھے) اور اس کے سامنے عَذَابٌ غَلِيْظٌ (سخت عذاب ہوگا) یعنی ہر وقت پہلے سے شدید تر عذاب کا سامنا ہوگا اور غلیظ ترین عذاب سہنا پڑے گا۔ فضیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ شدید عذاب سانس کا روکنا اور اس کو اجساد میں بند کرنا ہے۔

کفار کے اعمال کی مثال:

۱۸: مَثَلُ الَّذِينَ (حالت ان لوگوں کی) یہ مبتدا ہے اور اسکی خبر محذوف ہے یعنی اس وحی میں جو تم پر پڑھی جا رہی ہے۔ کَفَرُوا بِرَبِّهِمْ (جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ) مثل کا لفظ استعارۃً اس حالت کیلئے استعمال ہوا جس میں غرابت ہو۔ اَعْمَالُهُمْ کَرَمَادٍ (ان کے اعمال راکھ کی طرح ہونگے)۔

مَحْجُوْہ: یہ جملہ مستانفہ ہے گویا سوال مقدر کا جواب ہے کہ ان کی حالت کیسی ہوگی؟ تو جواب دیا۔ ان کے اعمال راکھ کے ڈھیر کی طرح ہونگے۔ اِشْتَدَّتْ بِهٖ الرِّیْحُ (جس پر تیز ہوا چلی ہو) قراءت: مدنی نے الریاح پڑھا ہے۔ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ (آندھی کے دن میں) عصف کو دن کے ساتھ خاص کیا۔ کیونکہ وہ دن میں ہوتی ہے اور وہ ہوا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں یوم ماطر بارش کا دن۔ اعمال کفار سے مراد وہ مکارم اخلاق ہیں جو بطور صلہ رحمی انجام دیے اسی طرح گردنوں کی آزادی، قیدیوں کا فدیہ، مہمانوں

کیلئے اونٹ ذبح کرنا وغیرہ۔ ان کے ضائع ہونے میں راکھ سے تشبیہ دی جس کو آندھی نے اڑا دیا ہو۔ کیونکہ ان کی بنیاد ایمان باللہ سے خالی ہے۔ لَا يَقْدِرُونَ (وہ اس کے کسی حصہ پر قادر نہ ہونگے) قیامت کے دن مِمَّا كَسَبُوا (جو کچھ کہ انہوں نے کمایا) یعنی اعمال علیٰ شئیء (کسی چیز پر) ثواب کا کوئی نشان بھی نہ پائیں گے جس طرح تیز آندھی میں اڑائے ہوئے راکھ کا کوئی حصہ قابو میں نہیں آتا۔ ذَلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ (یہی تو دور کی گمراہی ہے) اس میں حق کی راہ سے ان کے بہت زیادہ دور گمراہی میں پڑنے کا ذکر فرمایا۔ نمبر ۲: ثواب سے دور ہونا مراد ہے۔

قدرتِ الہی:

۱۹: اَلَمْ تَرَ (کیا تم نہیں جانتے) اس میں ہر ایک کو خطاب ہے۔ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ قراءت: خالق کو مضاف پڑھا حمزہ، علیٰ رحمہما اللہ نے بِالْحَقِّ (حق کیساتھ) حکمت کے ساتھ اور بڑے مقصد کیلئے اور اس کو بے کار نہیں بنایا اِنْ يَّشَآءْ يُدْهِمُكُمْ وَيَاۤتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (اگر وہ چاہتا تو تم کو معدوم کر دے اور نئی مخلوق پیدا کر دے) یعنی اس کو لوگوں کے معدوم کرنے کی قدرت ہے اور ان کی جگہ انہی جیسی نئی مخلوق پیدا کرنے کی طاقت ہے یا ان کی شکل کے خلاف دوسری شکل میں تاکہ یہ چیز موجود کو معدوم اور معدوم کو ایجاد کی قدرت پر دلیل بن ہو جائے۔

۲۰: وَمَا ذٰلِكَ عَلٰی اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (اور یہ اللہ تعالیٰ پر مشکل نہیں ہے) ناممکن نہیں۔

۲۱: وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيْعًا (وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام باہر نکل آئیں گے) قیامت کے دن ظاہر ہونگے۔ ماضی کے لفظ سے اس لئے لائے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جو اس نے خبر دی ہے وہ اسی طرح ہے جیسا کہ وہ ہو چکی اور اسکی مثال، و نادى اصحاب الجنة [الاعراف: ۴۴] و نادى اصحاب النار [الاعراف: ۵۰] وغیر ذلک۔

بروز کا مطلب:

اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی نہیں کہ اس کے سامنے ظاہر ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ارتکابِ فواحش کے وقت آنکھوں سے یہ گمان کر کے چھپتے تھے کہ یہ حالت اللہ تعالیٰ سے چھپنے والی ہے۔ (حالانکہ واقعہ میں ایسا نہیں تھا) جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ اپنے نفوس کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونگے۔ اور ان کو اس وقت یقین آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ یا جب قبور سے نکلیں گے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کیلئے سب ظاہر ہونگے اور اس کے حکم پر ظاہر ہونگے۔

ضعفاء اور متکبرین کی گفتگو:

فَقَالَ الضُّعَفٰۗءُ (پس کمزور لوگ کہیں گے) رائے میں کمزور اور وہ کم عقل لوگ مراد ہیں اور اسی طرح پیروکار۔ الضعفاء کے لفظ کو واو قبل الهمزہ کے ساتھ وہ لکھتے ہیں جو همزہ سے پہلے الف کو تفخیم دیتے ہیں اور واو کی طرف امالہ کرتے ہیں۔ لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا (ان لوگوں سے جو بڑے بن بیٹھے تھے) اس سے وہ سادات و رؤساء مراد ہیں جنہوں نے ان کو آباد کیا اور انبیاء اور مؤمنین سے فائدہ حاصل کرنے سے انہوں نے لوگوں کو روکا اور محروم کیا۔ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا (بیشک ہم تو تمہارے پیرو تھے) تابع

فرمان تبعایہ تابع کی جمع ہے جیسا کہ خادِم کی جمع خَدَم اور غَائِب کی جمع غَيْب نمبر ۲۔ ذی تبع، اور تبع کا معنی اتباع ہے۔ کہا جاتا ہے۔ تبعہ تبعاً فہل اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (پس کیا تم ہم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کچھ حصہ بھی دفع کر دو گے) کیا تم کسی چیز کو دور کرنے کی کچھ قدرت رکھتے ہو اس مصیبت میں سے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ پہلا من، تبیین کیلئے ہے اور دوسرا من تبغیض کیلئے ہے۔ گویا اس طرح کہا فہل اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا بِعُضِّ الشَّيْءِ الَّذِي هُوَ عَذَابُ اللّٰهِ۔ کیا تم ہم سے ہٹانے والے ہو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کچھ۔ نمبر ۲۔ دونوں تبغیض کیلئے ہوں۔ یعنی هل اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا بِعُضِّ الشَّيْءِ ہو بعض عذاب اللہ۔ کیا تم ہمارے کچھ کام آ سکتے ہو۔ وہ بعض حصہ ہے اللہ تعالیٰ کے بعض عذاب میں سے ضِعْفَاء کا قول ان کے لئے تو بیخا اور ان کے اغواء ہونے پر عتاب ہے۔ کیونکہ ان کو یقین ہو گیا کہ وہ ان کے کچھ کام نہیں آ سکتے۔ تَوَقَّالُوا (وہ کہیں گے) معذرت خواہانہ انداز سے وہ جواب دیں گے لَوْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَهَدٰیۤنٰکُمْ (اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتے تو ہم ضرور تمہیں ہدایت دیتے) اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی طرف ہدایت دیتے تو ہم تمہاری بھی راہنمائی اسکی طرف کرتے یا نمبر ۲۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب سے نجات کا راستہ بچھا دیتا تو ہم تمہاری راہنمائی کرتے یعنی تم سے بے نیاز ہو جاتے اور تمہیں نجات کے راستہ پر چلاتے جیسا کہ ہم نے تمہیں ہلاکت کے راستہ پر چلایا۔ سَوَآءٌ عَلٰیۤنَا اَجَزٌ عَنَّا اَمْ صَبَرْنَا (ہم صبر کریں یا بے قراری اختیار کریں ہمارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں) صبر و جزع فزع دونوں ہمارے حق میں برابر ہیں۔ ہمزہ اور اَم تسویہ کو بیان کرنے کیلئے ہیں۔ روایت میں ہے کہ وہ آگ میں کہیں گے۔ اَوْ جَزَعٌ فَزَعٌ کریں۔ وہ پانچ سو سال ماتم کرتے رہیں گے مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ پس وہ کہیں گے اَوْ۔ ہم صبر کریں پانچ سو سال صبر کرتے رہیں گے مگر صبر بھی فائدہ نہ دیگا۔ پھر وہ کہیں گے ہمارے لئے صبر و جزع دونوں برابر ہیں۔

ما قبل سے اس کا تعلق یہ ہے ان کا عتاب کرنا ان کو یہ اس پریشانی میں گھبراہٹ کا اظہار ہی ہے جس پریشانی میں وہ خود مبتلا ہیں۔ پس وہ ان کو کہیں گے سَوَآءٌ عَلٰیۤنَا اَجَزٌ عَنَّا اَمْ صَبَرْنَا۔ اس سے وہ ان کو اور اپنے آپ کو مراد لے رہے ہونگے۔ کیونکہ گمراہی کی سزا میں وہ اکٹھے ہیں۔ اسی لئے وہ کہہ اٹھیں گے جزع اور ڈانٹ کیسی ہے۔ نہ جزع میں فائدہ نہ صبر میں آرام۔ مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ (ہمیں چھکارا نہیں مل سکتا) محیص کا معنی نجات دہندہ اور چھکارہ ہے۔ ہم جزع فزع کریں یا صبر کریں اور یہ بھی درست ہے کہ ضِعْفَاء اور متکبرین دونوں ہی کا کلام ہو۔

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ

اور جب فیصلہ ہو چکیں گے تو شیطان کہے گا کہ بلاشبہ اللہ نے تم سے سچے وعدے کیے اور میں نے تم سے وعدے کیے وہ وعدے میں نے تم سے خلاف کیے تھے

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُمُونِي

اور میرا تم پر اس سے زیادہ کچھ زور نہ تھا کہ میں نے تم کو دعوت دی سو تم نے میری بات مانی لہذا تم مجھے ملامت نہ کرو

وَلَوْ مَوَّانَ أَنْفُسُكُمْ مَا آتَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِي ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ

اور اپنی جانوں کو ملامت کرو نہ میں تمہارا مددگار ہوں نہ تم میرے مددگار ہو میں تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک

مِنْ قَبْلُ ۚ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

بنایا بلاشبہ جو ظالمین ہیں انکے لیے دردناک عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ لوگ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں

الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ طَحِيَّتُهُمْ

گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے ان کا تہیہ ملاقات کے وقت

فِيهَا سَلَامٌ ۚ

سلام ہوگا۔

شیطان کا خطاب:

۲۲: وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ (جب معاملے کا فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا) جب جنت کا اہل جنت کیلئے اور دوزخ کا اہل دوزخ کیلئے فیصلہ ہو چکے گا اور وہ حساب و کتاب سے فارغ ہو جائیں گے اور جنت والے جنت اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ روایت تفسیر میں ہے کہ شیطان اس وقت آگ کے منبر پر خطبہ دے گا۔ اہل نار کو خطاب کرتے ہوئے کہے گا۔ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے وعدہ کیا پس میں نے اس کے خلاف کیا) وعدہ الحق سے بعث و جزاء علی الاعمال کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کے مطابق پورا کر دیا۔ وعدہ تم سے مراد کہ نہ بعث ہے نہ جزاء اور نہ ہی حساب اخلافتکم کا معنی جھوٹ بولنا ہے۔ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ (مجھے تم پر کوئی غلبہ حاصل نہ تھا) اقتدار و تسلط إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ (مگر یہ کہ میں نے تمہیں دعوت دی) لیکن میں نے تمہیں اپنے وسوسہ سے گمراہی کی طرف بلایا اور تیزین سے گمراہی پر لگایا۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ دعاء سلطان کی جنس سے نہیں۔ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي (پس تم نے میری دعوت کو قبول کیا) جلدی سے مان لیا۔ فَلَا تَلُمُونِي (پس تم مجھے ملامت نہ کرو) کیونکہ جو

عداوت کی ٹھاننے والا ہو وہ قابل ملامت نہیں جبکہ وہ امر کسی امر قبیح کی طرف بلائے۔ اس کے باوجود کہ رحمان نے کہہ رکھا ہے لا یفتنکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنة [الاعراف: ۲۸] وَلَوْ مُوَاْنَفْسُکُمْ (تم اپنے آپ کو ملامت کرو) اس لئے کہ تم نے بلا دلیل میری اتباع شروع کر دی۔

قول معترض:

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان خود شقاوت یا سعادت کو اختیار کرتا ہے اور اس کو اپنے نفس کیلئے حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف اس پر پختہ کرنا اور شیطان کی طرف سے فقط ترغیب ہوتی ہے۔

جواب: یہ باطل استدلال ہے۔ کیونکہ آیت سے یہ مضمون ثابت ہی نہیں ہو سکتا صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ بندہ کی قدرت کو عمل میں کچھ دخل ہے۔ اسی کو اشاعرہ کسب کہتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لو ھدانا اللہ ای الی الیمان لھدیناکم جیسا کہ گزرا۔ مَا اَنَا بِمُصْرِحُکُمْ وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِحِی (میں تمہاری فریادری نہیں کر سکتا اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو) ہم ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکتے اور نہ اس کو مدد کیلئے پکار سکتے ہیں۔ الاصر اخ فریادری کرنا

قراءت: لمصرحتی۔ حمزہ نے خاء کی اتباع میں یاء کا کسرہ پڑھا پس پہلی یاء تو یاء جمع ہے اور دوسری یاء تکلم ہے۔ ایتی کَفَرْتُ بِمَا اَشْرَکْتُمُوْن (میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس سے پہلے مجھے خدا کا شریک بناتے تھے) قراءت بصری قراء نے یاء سے پڑھا ہے اور ما مصدر یہ ہے۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) یہ اشرکتوں سے متعلق ہے یعنی میں انکار کرتا ہوں اس بات کا کہ تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا آج سے قبل دنیا کی زندگی میں جیسا دوسری آیت میں ہے۔ و یوم القیامۃ یکفرون بشرکم [فاطر: ۱۳] شیطان کے کفر بالاشراک کا مطلب اس کا اس نسبت سے انکار اور بیزاری ہے جیسا اس آیت میں اَنَا بُرْءٌ اَوْ اَمِنْکُمْ و مما تعبدون من دون اللہ کفرونا بکم [المائدہ: ۳] نمبر ۲۔ من قبل یہ کفرت کے متعلق ہے۔ اور ما موصولہ ہے یعنی کفرت من قبل حین ابیت السجود لآدم بالذی اشرکتونیہ و هو اللہ عزوجل جیسا کہتے ہیں اشرکتی فلان ای جعلنی له شریکا مجھے اس کا شریک بنایا اور اشرکتہم الشیطان باللہ کا معنی ان کا شیطان کی اطاعت ان باتوں میں اختیار کرنا جن کو شیطان بتوں کی عبادت کروانے کے لئے مزیں کرتا تھا۔ یہ شیطان کا آخری قول ہے۔

اِنَّ الظَّالِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (بیشک شیطان کیلئے دردناک عذاب ہے) نمبر ۱۔ شیطان کے کلام کا تتمہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے ذکر کیا تا کہ سامعین کیلئے لطف کا باعث ہو کہ گمراہوں کا مہالیدر بھی یہ کہہ اٹھے گا۔ نمبر ۲۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے (کہ شیطان اور اس کے حواری ظالم ہیں ان کا انجام عذاب ہے)

نیکوں کا انجام:

۲۳: وَاَدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ جَنَّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا (اور ایمان والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا جنکے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے) یہ بروزوا پر عطف ہے۔ بِاِذْنِ رَبِّہُمْ (اپنے رب کے اذن سے) یہ ادخل کے متعلق ہے یعنی ان کو فرشتے جنت میں لے جائیں گے اللہ

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی وہ مثال کلمہ طیبہ کی ہے جو شجرہ طیبہ کی طرح سے ہے اسکی جڑ مضبوط ہے اور اسکی شاخیں بلندی

فِي السَّمَاءِ ۚ تُؤْتِي أَكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ

میں ہیں وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ

ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایسی ہے جیسے خبیث درخت ہو جسے

مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا ہو اس کے لیے ثابت نہیں ہے جو لوگ ایمان لائے اللہ انہیں دنیا والی زندگی میں اور

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۖ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ

آخرت میں پختہ بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تعالیٰ کے امر اور اذن سے تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ (اور اس کا سلام اکمیں سلام کے لفظ سے ہوگا) وہ جنت میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے نمبر ۲۔ فرشتے ان کو سلام کریں گے۔

کلمہ طیبہ کی مثال:

۲۸: أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا (کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان کی) ضرب کا معنی اسکی تعریف کی اور وضاحت کی کَلِمَةً طَيِّبَةً (ایک پاکیزہ کلمہ کی) یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے ای جعل کلمة طيبة: اس نے پاکیزہ کلمہ بنایا۔ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ (جیسے پاکیزہ درخت) یہ ضرب اللہ مثلاً کی تفسیر ہے جیسا کہ کہتے ہیں شرف الامیر زیداء، کساہ حلة و حملہ علی فرس نمبر ۲۔ مثلاً اور کلمۃ یہ دونوں ضرب سے متعلق ہیں ای ضرب کلمة طيبة مثلاً اس نے کلمہ طیبہ کی مثال بیان کی پھر فرمایا کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ یہ متبدا محذوف کی خبر ہے۔ ای ہی کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ وہ پاکیزہ درخت کی طرح ہے۔

أَصْلُهَا ثَابِتٌ (اسکی جڑ زمین میں قائم رہنے والی ہے) یعنی فی الارض۔ قائم ہونے والی ہے زمین میں اور اپنی جڑیں اس میں لگانے اور گاڑنے والی ہے۔ وَفَرْعُهَا (اور اسکی شاخیں) اسکی چوٹی اور بلندی فی السَّمَاءِ (آسمان میں ہے) کلمہ طیبہ سے کلمہ توحید مراد ہے اور اصل سے مراد دل سے اسکی تصدیق اور فرع سے اقرار باللسان اور اکل سے عمل بالارکان مراد ہے۔ جیسا کہ درخت درخت ہی ہے اگرچہ اس پر پھل نہ ہو اسی طرح مؤمن مؤمن ہے خواہ عامل نہ ہو۔ مگر درختوں سے مقصود پھل ہوا کرتے

ہیں۔ آگ کی خوراک بھی تو درخت سے میسر ہے جب کہ حفاظت پھلوں کے زمانہ میں کی جاتی ہے۔

الشجرة سے ہر پھلدار عمدہ پھل والا درخت مراد ہے مثلاً کھجور، انجیر وغیرہ۔ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس سے کھجور مراد ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کی مثال ایک درخت سے دی ہے تم بتلاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ لوگ جنگل کے مختلف درخت بتلانے لگے میں کم عمر تھا میرے دل میں آیا کہ وہ درخت کھجور ہے مگر رسول ﷺ کے رعب کی وجہ سے میں خاموش رہا۔ میں موجود لوگوں میں سب سے صغیر السن تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو وہ کھجور کا درخت ہے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بیٹے اگر تم نے بتلا دیا ہوتا تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا۔ [بخاری و مسلم]

۲۵: تَوْتِيْ اُكْلَهَا كُلَّ حِيْنٍ (وہ اپنا پھل ہر اس گھڑی دیتا ہے) وہ اپنا پھل ہر اس وقت میں لاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمایا بِاِذْنِ رَبِّهَا (اپنے رب کے حکم سے) اپنے خالق کے میسر فرمانے اور اسکی تکوین سے وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں) کیونکہ مثالیں بیان کرنے سے بات ذہنوں میں اچھی طرح بیٹھ جاتی ہے اور خوب نصیحت اثر پذیر ہوتی ہے اور معانی عملی صورت میں سامنے آ جاتے ہیں۔

خبیث کلمے کی مثال:

۲۶: وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ (اور خبیث کلمہ کی مثال) وہ کلمہ کفر ہے كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ (خبیث درخت جیسی ہے) اس سے ہر وہ درخت مراد ہے جس کا پھل اچھا نہ ہو۔ حدیث میں فرمایا وہ اندرائن (کوڑیئے) کا پودا ہے۔ اُجْتُتُّ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ (جس کو اکھاڑ لیا جائے زمین کے اوپر ہی سے) اس کے وجود کا استیصال کر دیا جائے الاجتثاث کی حقیقت تمام جشہ کو لے لینا۔ یہ لفظ اصلہا ثابت کے بالمقابل ہے۔ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ (اس کے لئے ٹھہراؤ نہیں) یعنی استقرار و پختگی نہیں جیسا کہا جاتا ہے فَرَّ الشَّيْءُ قَرَارًا جیسے ثبت ثبوتاً خوب مضبوطی سے جمنے۔ اس سے ایسی بات کو مشابہت دی جس کی کوئی دلیل نہ ہو وہ مٹنے والی اور قائم نہ رہنے والی ہو۔

۲۷: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اللہ تعالیٰ مضبوط کرتے ہیں ایمان والوں کو) یعنی اس پر ان کو ہمیشگی دیتے ہیں بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (قائم رہنے والی بات سے) وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار بالقلب والقلب ہے فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیا کی زندگی میں) جب ان کو دین کے سلسلہ میں آزمایا جاتا ہے تو پھر بھی وہ زائل نہیں ہوتے جیسا کہ اصحاب اخذ و ثابت قدم رہے وغیرہ وَفِی الْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں) جمہور کہتے ہیں کہ اس سے مراد قبر میں تلقین جواب منکر نکیر ہے اور درست بات پر ثابت قدمی ہے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مؤمن کی روح کے قبض ہونے کا ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا اسکی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے پس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں من ربک؟ و ما دینک و من نبیک؟ وہ اس طرح جواب دیتا ہے ربی اللہ دینی الاسلام نبیی محمد ﷺ، اس وقت آسمانوں سے ایک فرشتہ نداء دیتا ہے میرے بندے نے سچ کہا پس یہ بات اس قول میں فرمائی یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت پھر دونوں فرشتے کہتے ہیں تو سعید زندہ رہا اور قابل مدح ہو کر تیری موت آئی تم دہن کی طرح سو جاؤ (احمد و ابو داؤد) وَيُضِلُّ اللّٰهُ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحْلَوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۚ جَهَنَّمَ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں اتار دیا

يَصْلُوْنَهَا وِبِئْسَ الْقَرَارُ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهِ ط قُلْ

وہ اکیمیں داخل ہو گئے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے مقابل قرار دیدیے تاکہ وہ انہیں اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں آپ فرمادیتے

تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۚ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يٰقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

کہ تم مزے کی زندگی گزار لو پھر بلاشبہ تمہیں دوزخ کی طرف لوٹ کر چلا جانا ہے، آپ میرے بندوں سے فرمادیتے جو ایمان لائے کہ نماز قائم کریں

وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلٰنِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّآتِيَ يَوْمُ لَا بَيْعٍ فِیْهِ

اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اکیمیں سے پوشیدہ طریقے پر اور ظاہری طریقے پر خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی

وَلَا خِلَافٌ ۚ ۝۳۱ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَاَخْرَجَ

اور نہ کوئی دوستی ہوگی اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا اور آسمان سے پانی اتارا پھر اسکے ذریعہ پھلوں سے

بِهِ مِنَ الشَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ

تمہارے لیے رزق نکالا اور تمہارے لیے کشتی کو سخر فرما دیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے علم سے چلے اور اس نے تمہارے لیے نہروں کو

الْاَنْهٰرَ ۚ ۝۳۲ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دٰۤیْبِیْنَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۚ ۝۳۳ وَاتَّكُم مِّنْ

سخر کر دیا اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو سخر فرمایا وہ برابر حرکت میں ہیں اور اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو سخر فرمادیا، اور تم نے اس سے جو کچھ مانگا

كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعَدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصَوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفّٰرٌ ۚ ۝۳۴

تم کو اس سب میں سے عطا فرمادیا اور اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکتے بلاشبہ انسان بڑا بے انصاف ہے بڑا ہی ناشکرا ہے۔

الظَّٰلِمِیْنَ (اور وہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے) آزمائش کے مواقع میں ان کو قول ثابت پر جمے رہنا نصیب نہیں ہوتا پہلے مرحلہ میں ان کے قدم پھسل جاتے ہیں اور آخرت میں اور زیادہ گمراہ اور پھسلنے والے ہو گئے۔ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے) پس مومن کو ثابت قدم رکھنے اور اضلال ظالم میں اللہ تعالیٰ پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔

کفار مکہ کو تنبیہ:

۲۸: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ (کیا تمہیں معلوم نہیں ہے ان لوگوں کی حالت جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بدل

دیا) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر یہ کو کُفْرًا (کفر میں) کیونکہ شکر واجب تھا اسکی بجائے ناشکری کرنے لگے گویا انہوں نے شکر ہی کو کفر میں بدل ڈالا اور اس کو بالکل بدل ڈالا۔ اس سے مراد اہل مکہ ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی حالانکہ ان کو شکر کرنا چاہیے تھا (نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر) وَأَحْلُوا قَوْمَهُمْ (اور انہوں نے اپنی قوم کو اتارا) وہ لوگ جنہوں نے ان کی کفر میں اتباع کی۔ ذَارَ الْبَوَارِ (ہلاکت کے گھر میں)

۲۹: جَهَنَّمَ (وہ جہنم ہے) یہ عطف بیان ہے یَصْلُوْنَهَا (وہ اس میں داخل ہونگے) وَبَشَسَ الْقَرَارُ (وہ ٹھہرنے کی بری جگہ ہے) جہنم بری قرار گاہ ہے۔

۳۰: وَجَعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا (انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے) عبادت میں مثل بنائے۔ نمبر ۲۔ نام میں مثل بنالیے۔ لِيَصْلُوْا عَنْ سَبِيْلِهِ (تاکہ وہ گمراہ کریں اس کے راستہ سے)

قرأت: یہ یاء کے فتح کے ساتھ ہے مکی و ابو عمرو نے اسی طرح پڑھا ہے۔ قُلْ تَمَتَّعُوا (کہہ دو تھوڑا عیش کرلو) دنیا میں مراد اس سے رسوائی و ذلت ہے ذوالنون رحمہ اللہ کہتے ہیں التمتع یہ ہے کہ بندہ اپنی طاقت بھر خواہش پوری کرے۔ فَإِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ (پس بیشک تمہارا ٹھکانہ آگ ہے) اسکی طرف لوٹنا۔

ایمان والوں کا شرف:

۳۱: قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (کہہ دیں میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے) اپنی طرف اضافت کر کے ان کو شرف بخشا۔ قرأت: شامی، حمزہ، علی، الاعشی نے سکون یاء سے پڑھا يَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ (وہ نماز کو قائم کریں اور جو ہم نے رزق دیا اس میں سے خرچ کریں) یہاں مقولہ محذوف ہے کیونکہ قل کا لفظ مقولے کا تقاضا کرتا ہے اور وہ اقیموں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ان کو کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور خرچ کریں اقیموں الصلوة و انفقوا یقیموا الصلوة وینفقوا نمبر ۲۔ وہ امر ہے اور وہ خود مقولہ ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ لیقیموں و لینفقوا لام کو قل کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔

سوال: یقیموا الصلوة وینفقوا ابتدائی جملہ ہے حذف لام جائز نہیں۔

جواب: شرط محذوف کی جزاء ہے حذف لام درست ہے۔

سِرًّا وَّ عَلٰنِيَةً (پوشیدہ اور ظاہری طور پر) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں پوشیدگی والے اور علانیہ والے یعنی مسرین و معلنین۔ نمبر ۲۔ ظرف ہونے کی وجہ سے ای وقتی سر و علانیہ نمبر ۳۔ مصدر ہونے کی وجہ سے ای انفاق سر و انفاق علانیہ۔ پوشیدہ خرچ کرنا اور علانیہ خرچ کرنا۔ مطلب یہ ہے نقلی کو اخفاء کر کے اور فرضی کو ظاہر کر کے تاکہ دوسرے کو ترغیب ہو۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّآتِيَ يَوْمٌ لَاْ يَبِيعُ فِيْهِ وَلَا يَخْلَلُ (اس سے پہلے کہ ایسا دن آئے کہ جس میں نہ بیع ہوگی اور نہ دوستی) یعنی اس میں خرید و فروخت سے فائدہ نہ ہوگا۔ اور نہ دوستی سے۔ الخلال الخالة دوستی کرنا۔ بیع میں فائدہ انفاق لوجہ اللہ سے ہوتا ہے۔

قرأت: مکی، بصری نے بیع اور خَلَّ کو فتح سے پڑھا ہے باقی تمام نے رفع اور تنوین سے۔

انعامات باری تعالیٰ بے شمار ہیں:

۳۲: اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور آسمان سے پانی اتارا) اللہ مبتدا ہے اور الذی خلق خبر ہے۔ انزل من السماء سے بادلوں سے بارش اتارنا مراد ہے۔ فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الشَّجَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ (پس اس نے اس پانی کے ذریعہ پھلوں میں سے تمہارے لئے رزق نکالا) من الشجرات یہ رزق کا بیان ہے۔ ای اخراج بہ رزقا هو الشجرات۔ گویا من بیان یہ ہے نمبر ۲۔ من الشجرات۔ اخراج کا مفعول ہے اور رزقا اس مفعول کا حال ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهَارَ (اور اس نے تابع کیا تمہارے لئے کشتیوں کو تاکہ وہ کشتی اس کے حکم سے چلے اور اس نے تمہارے تابع کیا دریاؤں کو)۔

۳۳: وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ (اور اس نے سورج اور چاند کو تمہارے کام کیلئے سرگرم عمل کر دیا) دائبین یہ اشمس والقمر سے حال ہے۔ ای ید ابان فی سیر ہما وہ اپنی رفتار میں اور روشنی اندھیرے کو اجالا کر۔ نہ اور زمین کی جس درستی کا تعلق ان سے ہے اس کو انجام دینے اور ابدان و نباتات کی اصلاح کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْيَلَّ وَالنَّهَارَ (اور اس نے دن اور رات کو تمہارے کام میں لگا دیا) تمہارے گزر اوقات اور نوم و یقظہ کیلئے پے درپے آچار ہے ہیں۔

۳۴: وَاَتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَآسَاَلْتُمُوْهُ (اور تمہیں وہ دیا جو تم نے اس سے مانگا) من تبغیض کیلئے ہے یعنی اس میں سے بعض عنایت کیا جو تم نے مانگا۔ نمبر ۲۔ اور اس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا اور جو نہ مانگا۔ اس میں ما موصولہ ہے اور جملہ اسکی صفت ہے۔ اور دوسرا جملہ محذوف ہے کیونکہ بقیہ حصہ محذوف پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ فرمایا سربیل تقی کم الحور [النحل: ۸۱] میں گرمی سے بچانا ذکر کر دیا دوسرا خود سمجھا گیا۔

قراءت: ابو عمرو نے مِنْ كُلِّ پڑھا اور ما سالتموہ کو لٹی قرار دیا۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے محلا منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اناکم من جميع ذالك غير سائلیه۔ تمہیں وہ تمام دیا جس کے متعلق تم نے سوال بھی نہیں کیا۔ نمبر ۲۔ ما موصولہ ہے واناکم من کل ذلک ما احتجتم الیه فکانکم سالتموہ اور تم کو ہر ضرورت کی چیز دی گویا کہ تم نے مانگ کر لی۔ نمبر ۳۔ تم نے زبان حال سے گویا مانگی ہے۔ وَانْ تَعْلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو تم شمار نہیں کر سکتے) تم ان کو گننے کی طاقت نہیں رکھتے اور ان کی انتہائے شمار تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ اجمالی طور پر ان کو شمار کریں۔ باقی تفصیل کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ (بیشک انسان البتہ ظالم ہے) شکرِ یے سے غفلت کر کے نعمت پر ظلم کرتا ہے۔ کَفَّارٌ (کافر ہے) بہت شدت سے ان کا انکار کر نیوالا ہے۔ نمبر ۲۔ شدت و سختی میں ظالم ہے شکوہ اور جزع فزع کرتا ہے، (کَفَّارٌ) اور نعمت میں ناشکری کرتا ہے۔ مال جمع کرتا اور صدقہ سے باز رہتا ہے۔ انسان یہاں اسم جنس ہے اور اس میں ایسے انسان کے متعلق اطلاع دی گئی ہے جسمیں یہ ظلم و کفران دونوں پائے جائیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ

اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب اس شہر کو امن و امان والا بنا دیجئے اور مجھے اور میرے فرزندوں کو اس سے دور رکھیے کہ ہم بتوں کو

الْأَصْنَامَ ۚ رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِ فَإِنَّهُ

پوچھیں، اے میرے رب بلاشبہ ان بتوں نے لوگوں میں سے بہت سوں کو گمراہ کر دیا، سو جو شخص میری پیروی کرے بلاشبہ وہ

مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۚ رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ

مجھ سے ہے اور جو شخص میری نافرمانی کرے تو بلاشبہ آپ بخشنے والے ہیں مہربان ہیں، اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کو آپ کے محترم

بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ

گھر کے نزدیک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جو کھیتی والی نہیں ہے، اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم کریں، سو آپ لوگوں کے

أَفِيْدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقُهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۚ

دل انکی طرف ہائل کر دیجئے اور انہیں پھلوں میں سے روزی عطا فرمائیے تاکہ شکر ادا کریں۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں:

۳۵: وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ (اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا) اذکر اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ (اے میرے رب تو بنادے اس شہر کو) الْبَلَدَ سے بلد حرام مراد ہے اِمْنًا (امن والا)

فَلْيُتَذَكَّرَ: اس آیت اور سورۃ بقرہ میں جو آیت گزری اس کا فرق یہ ہے اس میں یہ سوال ہے کہ اس کو ان شہروں میں سے کر دے کہ جتنے رہنے والے مامون ہوتے ہیں۔ اور اس آیت میں یہ ہے کہ اس کو خوف والی حالت سے نکال کر امن والی حالت میں بدل دے گویا اس طرح فرمایا۔ ہو بلد مخوف فاجعله امنا۔ کہ وہ خوف والا شہر ہے اس کو امن والا بنادے۔ وَاجْنُبْنِيْ (اور مجھے بچا) مجھے دور کر یعنی مجھے ثابت قدم فرما۔ اور ان کی عبادت سے ہمیشہ بچا جیسا کہ فرمایا واجعلنا مسلمین لك [البقرہ: ۱۲۸] یعنی ہمیں اسلام پر ثابت قدم رکھ۔ وَبَنِيَّ (اور میری اولاد کو) مراد اس سے صلبی اولاد ہے۔ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (بتوں کی عبادت سے) اس سے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

۳۶: رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ (اے میرے رب انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا) بطور تسبیب کے ان کو مصلحت فرمایا کیونکہ لوگ بتوں کی وجہ سے گمراہ ہوئے گویا خود ان بتوں نے گمراہ کیا۔ فَمَنْ تَبِعَنِ (پس جس نے میری بات مانی) میری ملت پر چلا اور وہ میری طرح حنیف و مسلم بنا۔ فَإِنَّهُ مِنِّيْ (پس وہ مجھ سے ہے) وہ میرا بعض حصہ ہے کیونکہ وہ بہت زیادہ میرے ساتھ خصوصیت رکھنے والا ہے۔ وَمَنْ عَصَانِيْ (اور جس نے میری نافرمانی کی) ان باتوں میں جو شرک کے علاوہ

ہیں (کبار و صغائر) فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (پس بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے) نمبر ۲۔ جس نے میری نافرمانی کر کے شرک کیا پس بیشک تو اس کو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اگر وہ شرک سے توبہ کر کے ایمان لے آئے۔

۳: رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي (اے ہمارے رب بیشک میں نے اپنی اولاد کو ٹھہرا دیا) مِنْ، تبعیضیہ ہے بعض اولاد مراد ہے اور وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں جو آپ کے بڑے بیٹے تھے بَوَادٍ (وادی میں) اس سے وادی مکہ مراد ہے۔ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ (ایسی وادی میں جس میں زراعت نہیں) اس میں کھیتی کی قسم میں سے کوئی چیز بالکل نہیں ہوتی۔ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ (تیرے عظمت والے گھر کے پاس) وہ بیت اللہ الحرام ہے۔ اس کو الحرام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تعرض کرنا حرام کیا ہے۔ نمبر ۲۔ تذلیل کرنا حرام کیا اور اس کے ماحول کو اس کے مرتبہ کی وجہ سے حرمت والا بنایا نمبر ۳۔ وہ ہمیشہ سے محفوظ رہا ہر ظالم و جبار اس سے ڈرتا رہا۔ نمبر ۴۔ کیونکہ وہ محترم اور بڑی حرمت والا ہے۔ اس حرمت کا توڑنا حلال نہیں نمبر ۵۔ اس لئے کہ اس کو طوفان پر حرام کر دیا گیا یعنی بچا لیا گیا جیسا کہ عقیق نام رکھا گیا کیونکہ وہ اس طوفان سے بچا لیا گیا۔

رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ (اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز کو قائم کریں) لام متعلق ہے اسکنت کے یعنی ما اسکنتہم بهذا الوادی البلقع الا ليقموا الصلوة عند بيتك المحرم و يعمره بذكرك و عبادتك میں نے ان کو اس چٹیل وادی میں اس لئے ٹھہرایا تاکہ وہ محترم گھر کے پاس نماز کو قائم کریں اور تیری یاد اور عبادت سے اس کو آباد کریں۔ فَاجْعَلْ أَفْنِدَةً مِّنَ النَّاسِ (تو لوگوں کے دلوں کو کر دے) لوگوں کے دلوں میں کچھ دل مِنْ تبعیضیہ ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ اگر وہ دعا میں افندۃ الناس کہہ دیتے تو فارس و روم، ترکی و ہندی سب اس پر ہجوم کر کے جھک پڑتے۔ نمبر ۲۔ مِّنْ ابتدائیہ ہے۔ جیسا کہتے ہیں: القلب منی سقیم، مراد اس سے میرا دل سقیم ہے گویا اس طرح فرمایا: افندۃ ناس لوگوں کے دل۔ مضاف الیہ کو اس تمثیل میں نکرہ لائے کیونکہ افندۃ نکرہ ہے۔ تاکہ بعض دلوں کو شامل ہو کیونکہ وہ آیت نکرہ ہے۔ تَهْوِي إِلَيْهِمْ (جھک جائیں اسکی طرف) دور شہروں سے اسکی طرف جلدی کریں اور شوق سے اسکی طرف اڑ کر جائیں وَادُ زُقُومٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ (اور ان کو پھلوں سے رزق عنایت فرما) اس کے باوجود کہ ہم نے ان کو ایک ایسی وادی میں ٹھہرا دیا جس میں ان میں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ اس طرح کے رزق دے کہ دور دراز علاقوں سے یہ چیزیں کھنچی آئیں۔ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (تاکہ وہ شکریہ ادا کریں) اس نعمت کا کہ بے شمار اقسام کے پھل ایسی وادی میں ان کو میسر ہیں جن میں نہ درخت ہیں نہ پانی۔

رَبَّنَا اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ عَلٰی اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِی

اے ہمارے رب بلاشبہ آپ وہ سب کچھ جانتے ہیں جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور زمین میں اور آسمان میں اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ

الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمٰوٰتِ ۝۳۸ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِی الْکِبَرَ اِسْمَاعِیْلَ وَاسْحٰقَ

نہیں ہے، سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمایا،

اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۝۳۹ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوٰةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ قُرْبٰنًا

بلاشبہ میرا رب دعا کا سننے والا ہے، اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھیے اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب

وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝۴۰ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِیِّ الدِّیْنِ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُومُ الْحِسَابُ ۝۴۱

اور میری دعا قبول فرمائیے، اے ہمارے رب میری مغفرت فرمائیے اور میرے والدین کی اور مؤمنین کی جس دن حساب قائم ہوگا۔

۳۸: رَبَّنَا (اے ہمارے رب) بار بار رہنا سے نداء گڑ گڑانے اور تضرع کی دلیل ہے۔ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ (بیشک تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں) آپ سر و علانیہ کو جاننے والے ہیں۔ وَمَا يُخْفِیْ عَلٰی اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمٰوٰتِ (اور اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں) یہ کلام الہی ہے۔ اس میں ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی گئی یا کلام ابراہیم علیہ السلام ہے۔ من یہ استغراق کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا اللہ تعالیٰ پر جو چیز بھی ہو مخفی نہیں۔

۳۹: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِی الْکِبَرَ (تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں مجھے عطاء کیا) علی مع کے معنی میں ہے اور یہ موضع حال میں ہے یعنی اس نے مجھے عطاء کیا اس حال میں کہ میں بوڑھا تھا اِسْمَاعِیْلَ وَاسْحٰقَ (اسماعیل اور اسحاق) روایت میں ہے کہ جب اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ ننانوے سال تھی۔ اور اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ۱۱۲ سال تھی روایت تفسیر میں ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ۶۴ سال کی عمر میں اور اسحاق علیہ السلام کی پیدائش ۹۰ سال کی عمر میں تھی۔ کبر بڑھاپے کا ذکر اس لئے کیا کیونکہ اس حالت میں لڑکا عطاء کیا جانے کا احسان اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ ولادت سے مایوسی کی عمر یہی ہے اور مایوسی کے بعد اگر کامیابی میسر ہو جائے تو یہ بڑی عظیم الشان نعمت ہے۔ اور اس عمر میں ولادت ابراہیم علیہ السلام کیلئے ایک نشان نبوت تھا۔ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ (بیشک میرا رب ضرور دعاؤں کو سننے والا ہے) دعاؤں کو قبول کرنے والا۔ جیسے کہ کہتے ہیں: سَمِعَ الْمَلِکُ کَلَامَ فُلَانٍ۔ جب وہ اسکی بات کو قبول کرے اور اسی سے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمَدَہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے بیٹا مانگا جیسا کہ اس آیت میں ہے: رَبِّ هَبْ لِی مِنَ الصّٰلِحِیْنَ [الصافات: ۱۰۰] پس انہوں نے بطور شکریہ نعمت کے یہ الفاظ کہے۔ مع کی اضافت دعا کی طرف اضافت صفت الی المفعول کی قسم میں سے ہے اور اسکی اصل لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ہے۔ سیبویہ رحمہ اللہ نے فَعِیْلًا کا وزن من جملہ ان بناؤں میں درج

کیا ہے جو مبالغہ کیلئے آتے اور فعل جیسا عمل کرتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے: ہذا رحیم اباہ۔ اس کا باپ بہت مہربان ہے۔
 ۴۰: رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي (اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا بنادے اور میری اولاد میں سے بھی) مِنْ تَبْعِيضِهِ ہے۔ بعض اولاد مراد ہے۔ اجعلنی کے منصوب پر عطف ہے اور بعض اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کی اولاد میں کفار ہونگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں قیامت تک لوگ فطرت پر قائم رہیں گے رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ (اے ہمارے رب تودعا کو قبول فرما)
 قراءت: مکی نے وصل، وقف میں یاء کے ساتھ پڑھا ابو عمرو نے اسکی موافقت کی۔ اور حمزہ نے وصل میں اسی طرح کہا باقی قراء نے بغیر یاء کے پڑھا ہے ای استجب دعائی او عبادتی۔ واعتزلکم وما تدعون من دون الله [مریم: ۳۸]
 ۴۱: رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ (اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے) آدم و حواء مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ اپنے والد کے ایمان سے مایوس اور دعا کی ممانعت سے قبل یہ دعا کی جیسا دوسری آیت میں ہے۔ ما کان استغفار ابراہیم لابیه الا عن موعده وعدھا ایاہ (الایہ) وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (اور ایمان والوں کو بخش دے قیامت کے دن) یعنی جس دن حساب ثابت ہوگا نمبر ۲۔ حساب کی طرف قیام کی نسبت اسناد مجازی ہے جیسے وسئل القرية [یوسف: ۸۲] میں ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ

اللہ کو ان کاموں سے بے خبر مت سمجھئے جو ظالم لوگ کرتے ہیں بات یہی ہے کہ وہ انہیں ایسے دن کے لیے مہلت دیتا ہے

تَشَخُّصٌ فِیْهِ الْاَبْصَارُ ۚ مَهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ

جس میں آنکھیں اوپر کو اٹھی رہ جائیں گی یہ لوگ دوڑتے ہوئے سروں کو اوپر کو اٹھائے ہوئے ہونگے، انکی نظر انکی طرف

طَرَفُهُمْ وَاَفِدتْهُمْ هَوَآءٌ ۚ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ

واپس نہ لوٹے گی اور انکے دل ہوا ہونگے، اور آپ لوگوں کو اسدن سے ڈرائیے جس دن انکے پاس عذاب آئیگا، سو جن لوگوں نے

الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَا اٰخِرْنَآ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ نَّجِبْ دَعْوَتِكَ وَتَتَّبِعِ الرَّسُوْلُ ۙ اَوَلَمْ

ظلم کیا وہ یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب تھوڑی سی مدت کے لیے ہمیں مہلت دیجئے، ہم آپکے بلاوے کو قبول کریں گے اور رسولوں کا اتباع کریں گے کیا

تَكُوْنُوْا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُم مِّنْ زَوَالٍ ۙ وَسَكَنتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ

تم نے اس سے پہلے قسم نہ کھائی کہ ہمیں کہیں جانا ہی نہیں حالانکہ تم ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے

ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۚ وَقَدْ مَكَرُوْا

جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور یہ بات تم پر ظاہر ہوگئی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بیان کیں اور ان لوگوں نے

مَكَرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۙ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۚ فَلَا تَحْسَبَنَّ

اپنا مکر کیا اور اللہ کے سامنے ان کا مکر ہے اور واقعی ان کا مکر ایسا تھا کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ سوائے مخاطب تو اللہ کے بارے میں یہ

اللّٰهُ مُخْلِفٌ وَعْدِهِ رُسُلُهُ ۙ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُوْا نِتَقَامٍ ۚ

خیال نہ کر کہ وہ وعدہ خلافی کرنے والا ہے بلاشبہ اللہ غلبہ والا بدلہ لینے والا ہے

آپ انہیں ڈرائیں اللہ تعالیٰ ان کی حالت سے واقف ہے وہ انہیں سمجھ لے گا:

۴۲: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (تو ہرگز اللہ تعالیٰ کو بے خبر نہ سمجھ ان کاموں سے جو ظالم کرتے ہیں) اس میں مظلوم کو تسلی دی اور ظالم کو ڈرایا۔ اس میں خطاب دوسروں کو کیا گیا۔ اگر رسول مراد ہوں تو مراد اس سے آپ کو ثابت قدم کرنا ہے۔ اس بات پر کہ جس پر آپ قائم تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَشْرِكِیْنَ [الانعام: ۱۳۰] فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ [الشعراء: ۲۱۳] جیسا کہ امر کی صورت میں اس آیت میں فرمایا۔ یا ایہا

الذین امنوا باللہ ورسولہ [النساء: ۱۳۶] اس سے مراد یہ اعلان کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کی کرتوتوں سے واقف ہے۔ اور ان کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ وہ ان کے قلیل و کثیر پر سزا دیگا۔ یہ گویا بطور وعید و تہدید فرمایا جیسا کہ اس آیت میں ہے واللہ بما تعملون علیم [البقرہ: ۲۸۳] اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ (بیشک وہ ان کو مؤخر کر رہا ہے) ان کی سزا کو مؤخر کر رہا ہے۔ لَیَوْمَ تَشْخَصُ فِيهِ الْاَبْصَارُ (ایسے دن میں جس میں آنکھیں پتھر ا جائیں گی) یعنی آنکھیں ہولناک منظر کی وجہ سے ایک جگہ قرار نہ پکڑ سکیں گی۔ ۴۳: مُهْطِعِينَ (وہ جلدی کر نیوالے ہونگے) داعی کی آواز کی طرف تیزی سے جانے والے ہونگے۔ مُقْبِعِينَ رُءُوسِهِمْ (وہ اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہونگے) اوپر اٹھانے والے ہونگے لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ (ان کی نگاہ ان کی طرف واپس نہ لوٹے گی) ان کی نگاہ ان کی طرف نہ لوٹے گی کہ وہ اپنے آپ کو دیکھ سکیں۔ وَأَفْنَدَتْهُمْ هَوَاءٌ (ان کے دل بالکل بدحواس ہونگے) خیر سے خالی ہونگے کوئی چیز خوف کی وجہ سے یاد نہ ہوگی۔ الهواء وہ خلاء جس کو اجرام مشغول نہ کر سکیں پس دلوں کی صفت اس کے ساتھ کی جیسا کہا جاتا ہے قلب فلان هواء جبکہ وہ بزدل ہو۔ اور اس کے دل میں قوت و جرأت نہ ہو۔ نمبر ۳۔ ان کے دل کھوکھلے ہونگے ان میں عقلیں نہ ہونگی۔

۴۴: وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ (اور تم لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن ان پر عذاب آئے گا) قیامت کا دن مراد ہے فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا (پس ظالم کہہ اٹھیں گے) ظالم سے کفار مراد ہیں۔ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نَّجِبْ دَعْوَتَكَ وَتَتَّبِعِ الرُّسُلَ (اے ہمارے رب تو ہمیں قریب مدت تک مؤخر کر دے ہم تیری دعوت کو قبول کریں گے۔ اور تیرے رسولوں کی اتباع کریں گے) یعنی ہمیں دنیا کی طرف واپس کر دے۔ ہمیں ایک مدت کی مہلت دے اور ایک زمانہ کی ایک قریبی حد تک تاکہ جو زیادتیاں ہم کر چکے اس کا تدارک کر لیں۔ اور تیری دعوت کو قبول کر کے رسولوں کی اتباع کر لیں اس پر جواب دیا جائے گا۔ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلِ مَالِكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (کیا تم قسمیں نہیں اٹھاتے تھے کہ تم نے زائل نہیں ہونا) تم دنیا میں قسم اٹھاتے تھے کہ جب تم مر جاؤ گے تو اس حالت سے تم زائل نہ ہو گے اور دوسرے گھر کی طرف منتقل نہ ہو گے یعنی تم نے بعث کا انکار کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ واقسموا باللہ جہد ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت [النحل: ۳۸] اور مالک تم یہ جواب قسم ہے یہاں خطاب کا لفظ اقسمتم لایا گیا اگر دونوں مقسموں کا لفظ حکایت لایا جاتا تو اس طرح کہتے مالنا من زوال نمبر ۲۔ یوم سے ان کا دنیا میں ہلاکت والا دن مراد ہے۔ نمبر ۳۔ شدت سکرات کے ساتھ عذاب کی حالت میں ان کی موت کا دن مراد ہے۔ اور ملائکہ کی ملاقات بغیر خوشخبری کے مراد ہے۔ کیونکہ اس دن وہ سوال کریں گے کہ ان کو اللہ تعالیٰ قریب وقت تک مہلت دے دے۔

۴۵: وَاسْأَلْتُمْ فِي مَسْكِ الدِّينِ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ (اور تم نے رہائش اختیار کی ان لوگوں کے مساکن میں جنہوں نے (کفر) کر کے اپنے اوپر ظلم کیا) کہا جاتا ہے مسکن الدار، مسکن فیہا اور یہی معنی یہاں ہیں۔ ظلموا انفسہم سے کفر کرنا مراد ہے کیونکہ اسکی سکون سے ہے اور وہ ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔ اور اصل اس کوئی کے ساتھ متعدی بنایا گیا جیسا قرفی الدار و اقام فیہا لیکن جب اس سے خاص سکون مراد لیا تو اس میں تصرف کر دیا پس کہتے ہیں مسکن الدار جیسا کہا جاتا ہے تَبَوَّأَهَا۔ ٹھکانہ بنایا سکونت اختیار کی۔

نمبر ۲۔ یہ بھی درست ہے کہ سکنا سکون سے ہو۔ انہوں نے قرار لیا اور ان میں مطمئن ہو گئے خوش دلی کے ساتھ حالانکہ وہ ان لوگوں کے راستہ پر چل دیے تھے جو ان سے قبل ظلم و فساد کرنے والے تھے۔ وہ ان دنوں کو یاد بھی نہ کرتے تھے جو گزشتہ اقوام کو عذاب کے دنوں میں پیش آیا۔ تاکہ وہ عبرت حاصل کرتے اور ڈرتے کہ ان کے ظلم کا انجام کتنا خطرناک نکلا۔

وَتَبَيَّنَ لَكُمْ (اور ہم نے تمہارے سامنے واضح بیان کر دیا) اطلاعات سے نمبر ۲۔ مشاہدات سے۔ تبیین کا فاعل مضمحل ہے۔ اس پر کلام خود دلالت کر رہا ہے یعنی ان کا حال تمہارے سامنے خوب واضح ہوا۔ کَيْفَ (کس طرح) یہ فاعل نہیں ہے۔ کیونکہ استفہام میں اس کا ماقبل عمل نہیں کرتا۔ البتہ کیف محلاً منصوب ہے فَعَلْنَا بِهِمْ (ہم نے ان سے کیا کیا) کی وجہ سے ای اہلکناہم وانتقمنا منہم۔ وَضَرَبْنَا لَكُمْ الْاَمْثَالَ (اور ہم نے تمہارے سامنے مثالیں بیان کیں) یعنی وہ حالات جو ان پر پیش آئے اور جس وجہ سے پیش آئے اور یہ حالات عجیب ہونے میں ہر ظالم کیلئے بیان کی جانیوالی امثلہ کی طرح ہے۔

کفار کے بڑے منصوبے:

۳۶: وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ (اور انہوں نے اپنی سازشیں کیں) یعنی ایسی بڑی سازشیں جس میں انہوں نے اپنی امکانی قوت صرف کر دی۔ اور اس سے مراد کفر کی بقاء کے تمام منصوبہ جات ہیں۔ اور اسلام کو باطل کرنے کے ذرائع ہیں۔ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ (اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا فریب درج ہے) یہ فاعل اول کی طرف مضاف ہے مطلب یہ ہے ان کا مکر اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا ہوا ہے۔ وہ ان کو اس کا بدلہ دیں گے جو اس سے بہت بڑا ہوگا۔ نمبر ۲۔ یا مفعول کی طرف ای عند اللہ مکرہم الذی یمکرہم بہ اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ تدبیر جو ان کے متعلق اختیار کریگا۔ اور اس تدبیر سے وہ عذاب مراد ہے جو ان کی نادانستگی میں آن پہنچے گا۔ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لَيَنْزُولٌ مِنْهُ الْجِبَالُ (اور واقعی ان کی تدبیر اتنی بڑی تھی کہ اس سے پہاڑ بھی ٹل جاتے) اول لام مکسور اور دوسری لام منصوب تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ وَاِنْ وَقَعَ مَكْرُهُمْ لَيَنْزُولٌ اَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ اگرچہ ان کا مکر اسلام کو زائل کرنے کیلئے تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو عظمت شان کی وجہ سے جبال سے تعبیر کیا۔ کان تامہ ہے اور ان نافیہ ہے اور لام اسکی تاکید کیلئے لائے۔ جیسے اس ارشاد میں وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمُ [الانفال: ۳۲] مطلب یہ ہے یہ بات ناممکن ہے کہ ان کے مکر سے پہاڑ زائل ہو جائیں۔ جبال تمثیل ہے اللہ تعالیٰ کی آیات اور شرائع سے کیونکہ شرائع بمنزلہ مضبوط پہاڑوں کے ہیں۔ جہی ہوئی اور ثابت ہیں۔ قراءت: اسکی دلیل ابن مسعود کی قراءت ہے۔ وَمَا كَانَ مَكْرُهُمْ۔ لام اول مفتوح اور دوسرا لام مرفوع ہے علی رحمہ اللہ نے یہی پڑھا ہے۔ ای وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ۔ اگرچہ ان کا مکر مضبوطی میں اس درجہ تھا کہ اس کے سامنے پہاڑ زائل ہو جائیں۔ اور اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں اِنْ مَخْفَفٌ مِنَ الْمُثْقَلِ ہے اور لام اسکی تاکید کر رہی ہے۔

اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا:

۳۷: فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِيفًا وَعْدِهِ رُسُلُهُ (تم ہرگز نہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے کیا جانے والا وعدہ پورا نہ کریں گے) اس سے مراد یہ قول اَنَا لِنَصْرِ دَسْلَنَا [انفال: ۵۱] کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی [المجادلہ: ۲۱] مُخْلِيفٌ یہ لتحسبن کا دوسرا مفعول ہے مخلف کی اضافت وعدہ کی طرف کی اور یہ اس کا دوسرا مفعول ہے اور پہلا مفعول رسلہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۴۸ وَتَرَى

جس روز زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب لوگ اللہ کے لیے ظاہر ہو جائیں گے جو واحد قہار ہے اور اسے مخاطب

الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَیْذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ۴۹ سَرَّابِلُهُمْ مِّنْ قِطْرَانٍ وَتَغْشٰی

تو اس دن مجرموں کو اس حال میں دیکھے گا کہ وہ ہاتھ آپس میں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور ان کے کمرے قطران کے ہو گئے اور ان کے چہروں کو

وَجُوهُهُمُ النَّارُ ۵۰ لِّیَجْزٰی اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۵۱

آگ نے ڈھانک رکھا ہوگا تاکہ اللہ ہر جان کو اسکے کئے ہوئے اعمال کی سزا دے بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے

هٰذَا بَلٰغُ النَّاسِ وَلِیُنْذِرُوْا بِهٖ وَلِیَعْلَمُوْا اَنَّ مَا هُوَ الْاٰلِیُّ وَاَحَدٌ ۵۲ وَلِیَذْكُرْ اُولُو الْاَلْبَابِ ۵۳

یہ پہنچا دینا ہے لوگوں کو اور تاکہ وہ اس کے ذریعہ ڈرائے جائیں اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہ بھی ایک معبود برحق ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

مخلف رسلہ وعدہ یہاں مفعول ثانی کو اول پر مقدم کیا تاکہ یہ بتا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ وعدے کی بالکل خلاف ورزی نہیں فرماتے جیسا کہ اس ارشاد میں ان اللہ لا یخلف المیعاد [آل عمران ۹۱] پھر فرمایا رُسُلُکَ تاکہ ظاہر کر دیا جائے کہ جب وہ کسی کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ تو رسولوں کے ساتھ کیے جانے والے وعدہ کی خلاف ورزی کیسے متصور ہو سکتی ہے جو کہ انکی مخلوق میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں اور چنے ہوئے ہیں اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست) ایسا غالب کہ اس کے خلاف تدبیر کام نہیں دے سکتی ذُوْا اِنْتِقَامٍ (انتقام والے ہیں) اپنے اولیاء کیلئے ان کے دشمنوں سے۔

احوال قیامت:

۴۸: یَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (جس دن زمین کو زمین سے اور آسمانوں کو تبدیل کر دیا جائے گا) نمبر ۱۔ انتقام کا ظرف ہونے کی وجہ سے یوم منصوب ہے نمبر ۲۔ اذکر کو مضممر مان کر منصوب ہے مطلب یہ ہے کہ جس دن یہ زمین جس کو تم پہچانتے ہو کسی اور زمین سے تبدیل کر دی جائے گی غیر هذه المعروفة اس معروفہ زمین کے علاوہ سے اور آسمانوں کو اور آسمانوں سے بدل دیا جائے گا۔ ماقبل کی دلالت کی وجہ سے غیر السموات کو حذف کر دیا گیا التبدیل کا معنی تغیر۔ یہ تبدل ذوات میں ہوتا ہے جیسا کہتے ہیں بدلت الدراهم دنا نیر میں نے دراهم کو دنا نیر میں بدل لیا۔ نمبر ۲۔ اوصاف میں تبدیلی جیسا کہتے ہیں بدلت الحلقة خاتما میں نے حلقہ کی انگوٹھی بنالی جبکہ پگھلا کر انگوٹھی بنالیں۔ گویا ایک شکل سے دوسری شکل بنائی۔

اختلاف: آسمانوں اور زمین کی تبدیلی میں اختلاف ہے۔ نمبر ۱۔ اس کے اوصاف بدل دیئے جائیں گے زمین سے اس کے پہاڑوں کو ہٹا دیا جائے گا۔ اور اس کے سمندروں کو پہاڑ کر زمین کو پھیلا کر ختم کر دیا جائے گا۔ زمین کو اس طرح برابر کیا جائے گا کہ اکسیر ذرا بھر ٹیڑھ اور ٹیلہ نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ یہی زمین ہوگی البتہ آسمان کو متغیر و

متبدل کر دیا جائے گا۔ اس کے ستارے بکھر بکھر جائیں گے اور اس کا سورج روشنی کھو بیٹھے گا اور چاند بے نور ہو جائیگا۔ اور آسمان پھٹ جائیگا اور آسمیں دروازے دروازے ہو جائیں گے۔

نمبر ۲۔ اس کے بدلے دوسرا آسمان اور زمین پیدا کی جائیگی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کا حشر ایسی زمین پر ہوگا جس پر ایک بھی گناہ نہ ہوا ہوگا اور وہ زمین رنگت میں سفید ہوگی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے زمین چاندی کی بنائی جائیگی اور آسمان سونے کے۔ وَبَرَزُوا (اور وہ سامنے آئیں گے) وہ اپنی قبور سے نکلیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (ایک اللہ تعالیٰ کیلئے جو کہ اکیلے زبردست ہیں) وہ اس طرح ہے جیسا فرمایا اَلْمَلِکُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ [غافر: ۱۶] کیونکہ جب مملکت ایک ہی کی ہوگی جو کہ زبردست غلبہ والا ہے جس کو مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔ پس اس کے سواء اور کوئی مستغاث نہ ہوگا۔ اور معاملہ بہت سخت ہوگا۔

۴۹: وَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ (تم اے مخاطب مجرموں کو دیکھو گے) مجرمین سے کفار مراد ہیں۔ یَوْمَئِذٍ (اس دن) قیامت کے دن مُقَرَّرِیْنَ (اس حال میں کہ وہ جکڑے ہوئے ہونگے) ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر ملائے جائیں گے نمبر ۲۔ شیاطین کے ساتھ باندھے جائیں گے۔ نمبر ۳۔ ان کے ہاتھوں کو ٹانگوں کے ساتھ زنجیروں سے باندھ دیا جائے گا۔ فِی الْاَصْفَادِ (زنجیروں میں) یہ مقرنین کے متعلق ہے ان کو زنجیروں میں باندھا جائے گا۔ نمبر ۲۔ اس سے متعلق نہیں۔ مطلب اس طرح ہوگا ان کو زنجیروں میں باندھ کر ملایا جائے گا الاصفاد۔ نمبر ۱۔ بیڑیاں نمبر ۲۔ طوق۔

۵۰: سَرَّابِلُهُمْ (ان کے کرتے) ان کے قمیص مِّنْ قِطْرَانٍ (گندھک سے) ابھل کے درخت کا نچوڑا ہوا دودھ جس کو پکا کر خارش اونٹوں کے جسم پر مالش کی جاتی ہے۔ یہ اتنا تیز ہوتا ہے کہ خارش پر لگائیں تو اس کو اپنی تیزی اور حرارت کی وجہ سے جلا دیتا ہے آسمیں آگ جلد اثر کرتی ہے۔ اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ بدبو تیز۔ اس سے جہنم والوں کی کھالوں پر مالش کی جائے گی۔ یہاں تک یہ مالش قمیص کی طرح ہو جائے گی۔ تاکہ ان کے جسم پر گندھک کا چمٹنا اور جلن جمع ہو جائے اور ان کے چمڑوں کو جلد آگ لگے اور ان کا رنگ وحشت ناک اور جسم بدبودار ہو جائے۔ دونوں گندھکوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے اور ہر وہ جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے۔ یا آخرت میں جس سے ڈرایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی جنس کی چیز سے وضاحت فرمائی جو ہمارے مشاہدہ میں ہے۔ اور ایسی چیز واضح کی جس کی حیثیت کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ گویا ہمارے ہاں تو فقط نام ہیں۔ مسمیات تو اس جگہ ہیں نعوذ باللہ من سخطہ و عذابہ۔

قراءت: مِّنْ قِطْرَانٍ زید نے یعقوب سے اسی طرح روایت کیا اور کہا کہ وہ پگھلا تا نبا جس کی حرارت ہر تن تک پہنچنے والی ہوگی۔ مِّنْ قِطْرَانٍ وَتَغْشٰی وَجُوْهُهُمْ النَّارُ (اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ رہی ہوگی) اپنے شعلوں کے ساتھ بلند ہوگی وجہ کو خاص کیا کیونکہ ظاہری بدن میں یہ معزز ترین حصہ ہے جیسا کہ دل باطن میں اس لئے فرمایا تَطْلُعُ عَلٰی الْاَفْنَدَةِ [الہزہ: ۷۰]

قیامت جزائے اعمال کیلئے ہے:

۵۱: لِّیَجْزِیَ اللّٰهُ کُلَّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ (تاکہ اللہ تعالیٰ ہر نفس کو وہ بدلہ دے جو اس نے کمایا) تاکہ مجرمین سے وہ سلوک کیا

جائے جو انہوں نے کیا اور ہر نفس کو وہ عزت ملے جو اس نے کمائی۔ نمبر ۲۔ ہر نفس کو اللہ تعالیٰ بدلہ دے خواہ وہ نفس مجرم ہو یا مطیع کیونکہ جب وہ مجرمین کو ان کے جرائم کی سزا دے گا۔ تو اس سے خود معلوم ہو گیا کہ وہ مومنین کو ان کی طاعات پر ضرور صلہ دیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں) تمام بندوں کا حساب پلک جھپک سے پہلے لے گا۔

۵۲: هٰذَا (یہ) جس کا بیان ولا تحسبن سے سریع الحساب تک ہوا۔ بَلِّغِ النَّاسِ (پوری بات ہے لوگوں کیلئے) وعظ و نصیحت کیلئے کافی ہے۔ وَلْيُنْذَرُوْا بِهٖ (اور تاکہ اس کے ذریعہ ڈرایا جائے) اس پوری بات کے ذریعہ۔
تَحْذَرُوْا: اس کا عطف محذوف پر ہے ای لی نصحو و لی نذروا۔ وَلْيَعْلَمُوْا اَنْمَّا هُوَ اللّٰهُ وَ اَحَدٌ (تاکہ وہ جان لیں کہ بیشک وہی ایک معبود ہے) کیونکہ جب وہ ڈریں گے اس چیز سے جس سے ان کو انداز کیا گیا ہے تو خوف ان کو غور و فکر کی طرف لے جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ توحید تک پہنچ جائیں گے کیونکہ خشیت تمام بھلائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ وَلْيَذَكِّرُوْا اُولٰٓئِیْنَ (اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں) عقلوں والے۔

سورہ ابراہیم کا تفسیری ترجمہ بروز بدھ ۱۴۲۳ھ شعبان مکمل ہوا الحمد للہ اولاً و آخراً

سُوْرَةُ الْحَجَرِ مَكِّيَّةٌ تَسْعُ وَتَسْعَوْنَ آيَةً مَكِّيَّةٌ

سورہ حجر مکہ میں نازل ہوئی جو ننانوے آیات اور چھ رکوع پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الرَّافِقَاتُ آيَةُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُّبِينٍ ۝ رُبَّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا

الْوَدَّ آیت ہیں کتاب کی اور قرآن مبین کی، جن لوگوں نے کفر کیا وہ بہت سی مرتبہ یہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ

لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ

مسلمان ہوتے، آپ انہیں چھوڑیے وہ کھالیں اور نفع اٹھالیں اور امید انہیں غفلت میں ڈالے رکھے، سو وہ عنقریب

يَعْلَمُونَ ۝ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ

جان لیں گے، اور ہم نے جتنی بھی بستیوں کو ہلاک کیا ان کے لئے ایک وقت معین لکھا ہوا تھا، کوئی امت اپنی مقررہ اجل سے نہ آگے

أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝

بڑھ سکتی ہے اور نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔

عظمت قرآن:

۱: الرَّافِقَاتُ آيَةُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُّبِينٍ (یہ آیات ہیں کامل کتاب اور واضح قرآن کی)۔ تِلْكَ سے ان آیات کی طرف اشارہ ہے جو اس سورت میں ہیں۔ الْكِتَابِ اور قرآن مبین سے سورت مراد ہے۔ قرآن کو نکرہ بطور تفعیل شان کے ذکر کیا ہے۔ معنی یہ ہے یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو کتاب ہونے میں کامل ہے اور قرآن مبین کی آیات ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا۔ الْكِتَابُ الْجَامِعُ لِلْكَمَالِ وَ لِلْغَرَابَةِ فِي الْبَيَانِ۔ ایسی کتاب جو کمال اور غرابت فی البیان کو جمع کرنے والی ہے۔

قیامت کے دن کفار کی حسرت:

۲: رَبُّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا (کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے)۔ قِرَاءَت: مدنی و عاصم نے تخفیف سے پڑھا۔ باقی نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ مَا يَكْفِيكَ دَبَّ حَرْفٍ جَرَّ ہے اور ما بعد کو مجرور کرتا ہے یہ اسم نکرہ کے ساتھ خاص ہے۔ جب عمل سے روک دیا گیا تو اس کے بعد فعل ماضی اور اسم آسکتا ہے۔ اور جائز ہے۔ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا کیونکہ انتظار کرنے والے اللہ تعالیٰ کے

اطلاع دینے سے ماضی کی طرح قطعیت اور تحقیق رکھتے ہیں۔ گویا اس طرح کہہ دیا گیا۔ ربما وڈ اور ان کا یہ چاہنا موت کے وقت ہوگا۔ نمبر ۲۔ قیامت کے دن ہوگا جب کہ اپنی حالت اور مسلمانوں کی حالت کا مشاہدہ کریں گے۔ نمبر ۳۔ جب وہ مسلمانوں کو آگ سے نکلتا دیکھیں گے تو وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے (تو آج آگ سے نکل جاتے) اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ (کاش کہ وہ (دنیا) میں مسلمان ہوتے) یہ ان کے چاہنے کی حکایت ہے کہ اس طرح چاہت کریں گے غائب کے صیغہ سے ذکر کیا گیا کیونکہ ان کے متعلق اطلاع دی گئی جیسا کہتے ہیں حلف باللہ لیفعلن اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی کہ وہ ضرور ایسا کرے گا۔ اگر اس طرح کہتے ہیں حلف باللہ لا فعلن۔ ولو کنا مسلمین تو اچھا ہوتا۔ رُبُّت کے لفظ سے تقلیل پیدا کی کیونکہ قیامت کے خوف ناک مناظر تو بہت ہیں۔ اور وہ ان کو تمنا سے مشغول و بے پرواہ کر دیں گے۔ جب وہ سکرات عذاب سے افاقہ پائیں گے تو اس وقت مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے۔

ایک وضاحت:

جنہوں نے یہ کہا کہ رب کثرت کیلئے آتا ہے۔ ان سے بھول ہو گئی ہے کیونکہ کثرت والی بات اس بات کے الٹ ہے۔ جو اہل لغت کے ہاں پائی جاتی ہے کیونکہ رب کی وضع ہی تقلیل کیلئے ہے۔ معاند سے ایمان کی طمع مت کریں:

۳: ذَرُّهُمْ (آپ ان کو رہنے دیں) یہ امر تو ہین کیلئے ہے کہ آپ ان کے ایمان لانے کی طمع چھوڑ دیں۔ اور جس کام میں وہ مبتلا ہیں ان سے روکنا چھوڑ دیں اور نصیحت و تذکیر ان کے لئے فائدہ مند نہ ہوگی ان کے حال پر رہنے دیں۔ يٰۤاَكْلُوْا وَيَسْمَعُوْا (کہ وہ کھائیں پیئیں اور مزے اڑائیں) اپنی دنیا میں وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ (اور ان کی تمنائیں اور اُمیدیں ان کو ایمان سے غافل کئے رکھیں) فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (عنقریب ان کو علم ہو جائے گا) اپنی بدکرداری کا۔

نکتہ: اس میں خبردار کیا گیا ہے کہ تلذذ و تنعم اور جو چیزیں لمبی اُمیدیں پیدا کرنے والی ہوں ان کو ترجیح دینا ایمان والے بندوں کی عادات و اخلاق سے نہیں ہے۔

ہر ایک کی ہلاکت کا وقت ہے:

۴: وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ (اور ہم نے جتنی بستیاں ہلاک کی ہیں ان کے لئے ایک معین وقت تحریر تھا) **سوال:** وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ یہ جملہ قریہ کی صفت ہے اور قیاس کا تقاضا ہے کہ ان کے درمیان واؤ نہ لائی جائے۔ جیسا کہ اس آیت میں وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا مُنْذِرُوْنَ [الشعرا: ۲۰۸]

جواب: یہ واؤ درمیان میں اسلئے لائی جاتی ہے تاکہ موصوف صفت کا الصاق پختہ ہو جائے۔ کیونکہ صفت تو موصوف کے ساتھ بغیر واؤ کے ملی ہوئی ہوتی ہے واؤ لا کر اس الصاق کی تاکید کر دی گئی۔

نمبر ۲۔ بہتر وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ قریہ سے حال ہے کیونکہ وہ موصوف کے قائم مقام ہے۔ گویا تقدیر عبارت اس طرح ہے و ما

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۖ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَكَةِ

اور ان لوگوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے بے شک تو دیوانہ ہے تو فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا

إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۖ مَا نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْا اِذَا مُنْظَرِیْنَ ۝۸

اگر تو سچوں میں سے ہے، فرشتوں کو ہم فیصلہ کے ساتھ ہی نازل کیا کرتے ہیں اور اس وقت لوگوں کو مہلت بھی نہیں دی جاتی،

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹

بلاشبہ ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں

اہلکنا قرية من القرای یہ صفت نہیں ہے۔ کتاب معلوم جانی اور معلوم شدہ لکھت و تحریر۔ اور اس سے مراد وہ وقت مقررہ ہے جو لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اور اس کو واضح کر دیا جیسا کہ اگلی آیت میں۔

وقت سے آگے پیچھے نہ ہوگا:

۵: مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا (کوئی قوم اپنے وقت مقررہ سے سبقت نہیں کرتی) اپنی کتاب کی جگہ میں وَمَا يَسْتَأْخِرُوْنَ (اور نہ وہ اس سے پیچھے ہٹتے ہیں) ای عنہ کو حذف کر دیا گیا کیونکہ وہ معلوم ہے۔

نکتہ: پہلی مرتبہ امت کو مؤنث لائے پھر دوسری مرتبہ مذکر ذکر کیا تا کہ لفظ و معنی دونوں کا لحاظ ہو جائے۔

آپ ﷺ پر طعنہ جنون:

۶: وَقَالُوا (اور انہوں نے کہا) یعنی کفار نے یٰٰٓأَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ (اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا) ذکر سے قرآن مراد ہے إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ (بیشک تو مجنون ہے) مراد اس سے حضرت محمد ﷺ کی ذات لیتے تھے۔ اور یہ کہنا ان کی طرف سے بطور استہزاء تھا۔ جیسا کہ فرعون نے کہا اِنَّ رَّسُوْلَكُمْ الَّذِيْ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ [الشعرا: ۲۷] وہ نزول قرآن کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں جبکہ وہ آپ کو مجنون کہہ رہے ہیں۔ ان کے کلام میں یہ عکس استہزاء کو ظاہر کرتا ہے۔ اور تمہکم امنڈ رہا ہے۔ یہ اس طرح جیسا فرمایا فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ [آل عمران: ۲۱] اور دوسری آیت میں اِنَّكَ لَا نَتَّ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ [هود: ۸۷] مطلب یہ ہے کہ تو مجنوںوں والی باتیں کہتا ہے جبکہ تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تم پر قرآن اترتا ہے۔

گواہی والے فرشتے ساتھ ساتھ:

۷: لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (تو کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس فرشتوں کو اگر تو سچا ہے) جب لو ما اور لا کے ساتھ لائیں تو نمبر ۱ دوسرے کے وجود سے ایک کی نفی کیلئے آتا ہے (مثلاً لولا زید لہلک عمرو تو ہلاکت عمرو کی نفی وجود زید کی وجہ سے ہے) نمبر ۲۔ تخصیض کیلئے آتا ہے۔ اور جب ہل کولا کے ساتھ ملا کر لایا جائے تو تخصیض کا فائدہ دیتا ہے اب معنی یہ

ہوگا۔ ہلا تاتینا بالملائکۃ یشہدون بصدقک۔ تو کیوں ہمارے پاس فرشتوں کو نہیں لاتا تا کہ وہ تمہاری صداقت کی گواہی دیں۔ نمبر ۳۔ تو ملائکہ عذاب ہماری تکذیب کرنے پر کیوں نہیں لاتا اگر تم سچے ہو۔

نزول ملائکہ پر مہلت ختم ہو جاتی ہے:

۸: مَا نَنْزِلُ الْمَلٰٓئِكَةَ (ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ قراء نے ماننزل پڑھا ابوبکر تنزل تنزل کا معنی تنزل غیر ہم ان کے غیر پر اترتے ہیں۔ اَلَّا بِالْحَقِّ (مگر حق کے ساتھ) مگر وہ اترنا جو حق و حکمت کے ساتھ ملا ہوا ہو وَمَا كَانُوْا اِذَا مُنْظَرٰیْنَ (اور اس وقت ان کو مہلت نہیں دی جاتی) اِذَا یہ ان کا جواب ہے اور شرط کی جزاء مقدر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لو نزلنا الملائکۃ اگر ہم فرشتوں کو اتاریں ما کَانُوْا منظرین تو ان کو پھر مہلت نہ دی جاتی اس وقت اور نہ ان سے عذاب مؤخر کیا جاتا۔

قرآن کے ہم محافظ:

۹: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ (بیشک ہم نے ہی ذکر کو اتارا) ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) اس میں ان کے انکار اور استہزاء کا رد ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْ نَزَّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ [الحجر: ۶] اسی لئے تو فرمایا: اِنَّا نَحْنُ۔ تاکیدات سے یہ پختہ کر دیا کہ وہی قطعی طور پر اتارنے والے ہیں اور اسی نے ہی اس کو شیاطین سے محفوظ اتارا ہے۔ اور ہر وقت وہی اسکی کسی قسم کے اضافے و نقصان سے حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور تحریف و تبدل سے بچانے والے ہیں۔ بخلاف پہلی کتابوں کے کہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی گئی۔ ان کی حفاظت کی ذمہ داری احبار ربانین پر ڈالی گئی۔ انہوں نے ضد کی وجہ سے باہمی اختلاف ڈالا۔ پس تحریف کا دروازہ کھل گیا۔ مگر قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری کسی اور پر نہیں ڈالی گئی۔ اور اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کو اس بات پر بطور دلیل لائے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور آیت و نشانی کے اتارا گیا ہے۔ اگر یہ کسی انسان کا قول ہوتا یا آیت نہ ہوتا تو اس پر اضافہ و نقصان امنڈ آتا جیسا کہ ہر کلام جو اس کے علاوہ ہے اس پر وارد ہوتا ہے نمبر ۲۔ یا ضمیر لہ میں اشارہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں وَاللّٰهُ یُعِصْمُکَ [المائدہ: ۶۷] میں ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شَيْعِ الْأَوَّلِينَ ۱۰ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ

اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ لوگوں کے گروہوں میں پیغمبر بھیجے اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا

إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۱۱ كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۱۲ لَا يُؤْمِنُونَ

جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو، ہم اس طرح اس استہزاء کو مجرمین کے دلوں میں چلاتے ہیں، یہ لوگ اس پر ایمان نہیں

بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۱۳ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ

لاتے اور پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے، اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ لوگ دن کے وقت اس میں

يَعْرِجُونَ ۱۴ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ ۱۵

چڑھ جائیں تب بھی یوں کہیں گے کہ بس بات یہ ہے کہ ہماری آنکھوں کی نظر بندی کر دی گئی ہے، بلکہ ہم ایسے لوگ ہیں جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔

نبوت کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے:

۱۰: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شَيْعِ الْأَوَّلِينَ (ہم نے آپ سے پہلے بھی کچھلی امتوں میں پیغمبر بھیجے) یعنی ہم نے آپ سے پہلے بھی مختلف گروہوں میں انبیاء علیہم السلام بھیجے۔ الشیعة وہ گروہ جو کسی مذہب و طریقہ پر متفق ہوں۔

۱۱: وَمَا يَأْتِيهِمْ (اور نہیں آتا رہا ان کے پاس) یہ ماضی کی حکایت ہے کیونکہ ماضی مضارع پر نہیں آسکتا مگر وہ معنی حال میں ہے لا ماضی پر داخل ہو تو وہ بھی معنا حال کے قریب ہو جاتا ہے۔ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (کوئی رسول مگر کہ وہ اس کا مذاق اڑاتے رہے ہیں) اس جملے میں آنحضرت ﷺ کو پیام نسی ہے۔

مجرموں میں تکذیب چلی آرہی ہے:

۱۲: كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ (اسی طرح) (استہزاء) ڈال دیتے ہیں مجرمین کے دلوں میں) جیسا کفر کو چلایا ان کے دلوں میں نمبر ۲۔ استہزاء کو پہلے گروہوں میں نسلکہ ہم اس کفر یا استہزاء کو ڈال دیں گے مجرموں کے دلوں میں جو اس کو پسند کریں گے آپ کی امت میں سے۔ کہا جاتا ہے سلکت الخیط فی الابرۃ واسلکتہ میں نے دھاگہ سوئی میں ڈال دیا۔ یہ آیت معتزلہ کے عقیدہ اصلح اور خلق افعال کے خلاف اہل سنت کی واضح حجت ہے۔

مکہ والوں کی تکذیب پر وعید:

۱۳: لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ (یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے) نمبر ۱۔ یا اللہ تعالیٰ پر یہ حال ہے وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ (گزشتہ لوگوں کا طریقہ بھی گزرا) یہ ان کے اس راستہ پر چلے جو ہلاکت کے لئے مقرر کیا گیا تھا جب کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ یہ دراصل

اہل مکہ کیلئے ان کی تکذیب پر وعید ہے۔

واضح ترین نشانی دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے:

۱۴: وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ (اور اگر ہم کھول دیں ان پر آسمان سے کوئی دروازہ) اگرچہ ہم ان کے سامنے واضح ترین نشانی پیش کر دیں جو کہ آسمان سے دروازہ کھلنے کی صورت میں ہو۔ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ (وہ اس میں چڑھنے لگیں) چڑھنے لگیں۔

۱۵: لَقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ أَبْصَارُنَا (تو ضرور کہیں گے بیشک ہماری آنکھوں کو جادو کر دیا گیا) حیرت میں ڈال دیا گیا یا روک دیا گیا جبکہ یہ السکر سے ہو یا نمبر ۲۔ السکر ہے بند کرنا۔

قراءت: مکی نے سُكَّرَتْ پڑھا۔ ان کو روک دیا گیا جیسا کہ نہر کو چلنے سے روکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین عناد میں اس قدر غلو کرنے والے ہیں کہ اگر ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے جائیں اور ان کو سیڑھی میسر آ جائے جس کے ذریعہ آسمان کی طرف چڑھ سکیں اور آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھیں تو تب بھی یہ کہہ دیں گے یہ خیالی چیز ہے جس میں ہم مبتلا کر دیئے گئے اس میں کوئی حقیقت نہیں اور یہ ضرور کہہ اٹھیں۔ بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ (بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا) نمبر ۱۔ محمد ﷺ نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ نمبر ۲۔ ضمیر ملائکہ کی طرف جاتی ہے یعنی اگر ہم ان کو فرشتے آسمان میں چڑھتے ہوئے آنکھوں سے دکھادیں تو پھر بھی کہیں گے مرغ کی ایک ٹانگ۔ ظَلَّ كَالْفَلَاکِ بتلایا کہ ان کا یہ آسمان میں چڑھنا سفید دن اور سپیدہ صبح میں ہوتا کہ خوب واضح دیکھ پائیں۔ انما کا کلمہ کہا تا کہ اس سے یہ دلالت کر دی جائے کہ وہ رات کو یہ بات بناتے ہیں یہ ساری بات آنکھوں پر جادو کے اثر کی وجہ سے ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝۱۶ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ

اور بے شک ہم نے آسمان میں ستارے پیدا کئے اور اسے دیکھنے والوں کے لئے زینت والا بنایا اور ہر شیطان مردود سے ہم نے اسے

شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝۱۷ إِلَّا مَنْ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ مُبِينٌ ۝۱۸ وَالْأَرْضَ

محفوظ کر دیا سوائے اس کے جو چوری سے سن لے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہو لیتا ہے، اور ہم نے زمین کو

مَدَدْنَاهَا وَالْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ۝۱۹

پھیلا دیا اور ہم نے اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور ہم نے اس میں ایک معین مقدار سے ہر قسم کی چیز اگائی

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ۝۲۰ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا

اور ہم نے تمہارے لئے اس میں زندگی کے سامان پیدا کر دیئے، اور جنہیں تم رزق دینے والے نہیں ہو انہیں بھی ہم نے رزق دیا اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے

خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ ۝۲۱ وَأَرْسَلْنَا الرِّيْحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنْ

ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم اس کو صرف مقدار معلوم ہی کے بقدر نازل کرتے ہیں، اور ہم نے ہواؤں کو بھیج دیا جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم نے

السَّمَاءِ مَاءً فَاسْقَيْنَاكُمْ مَوْءً ۝۲۲ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ۝۲۳ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ

آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے تمہیں وہ پانی پلایا تم اتنا پانی جمع کرنے والے نہیں ہو اور بلاشبہ ہم زندہ کرتے ہیں اور موت دیتے ہیں

وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ۝۲۴ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ۝۲۵

اور ہم ہی وارث ہیں، اور بلاشبہ ہمیں معلوم ہیں جو تم میں سے پہلے تھے اور بلاشبہ ہمیں وہ لوگ معلوم ہیں جو تمہارے بعد آنے والے ہیں،

وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۝۲۶ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝۲۷

اور بلاشبہ آپ کا رب ان سب کو جمع فرمائے گا، بے شک وہ حکیم ہے علیم ہے۔

آسمانی برج بنا کر شیطاں سے حفاظت کر دی:

۱۶: وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ (واقعہ ہم نے آسمان میں بنائے) اس میں پیدا کئے بُرُوجًا (برج) ستارے نمبر ۲۔ ایسے محلات جن میں پہریدار ہیں نمبر ۳۔ ستاروں کی منازل وَزَيَّنَّاهَا (اور اس کو زینت دی) آسمان کو لِلنَّاظِرِينَ (دیکھنے والوں کیلئے) ۱۷: وَحَفِظْنَاهَا (اور ہم نے اسکی حفاظت کی) آسمان کی مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ (ہر شیطان مردود سے) ملعون نمبر ۲۔ ستاروں سے جس کو سنگ سار کیا جاتا ہے۔

۱۸: اِلَّا مَنِ اسْتَرْقَ السَّمْعَ (مگر جس نے چرایا بات کو) جو سنی ہوئی چیز ہے۔ من یہ استثناء کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ پس اس کا پیچھا کرتا ہے شہاب (وہ ستارہ پھر وہ لوٹ جاتا ہے۔ مُبِينٌ (ظاہر) دیکھنے والوں کیلئے۔ ایک قول یہ ہے کہ شیاطین کو آسمان کی طرف سے نہ روکا جاتا تھا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو تین آسمانوں سے روک دیئے گئے۔ جب محمد ﷺ پیدا ہوئے تو تمام آسمانوں سے روک دیئے گئے۔

زمین بچھا کر اس میں پہاڑ گاڑ دیئے:

۱۹: وَالْاَرْضَ مَدَدْنَاهَا (اور ہم نے زمین کو بچھایا) کعبہ کے نیچے سے اس کو پھیلا یا۔ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ پانی پر اس کو کھینچ کر دراز کر دیا۔ وَالْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَّ (اور ہم نے اس میں پہاڑ ڈال دیئے) یعنی زمین میں۔ قائم رہنے والے پہاڑ وَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ (اور اس میں پیدا کی ہر چیز مناسب) میزان حکمت سے وزن کر کے اور ایسی مقدار سے اندازہ کیا جو اس کا تقاضا تھا جس میں زیادتی و کمی نہ پائی جاتی تھی۔ نمبر ۲۔ موزون کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کا وزن اور مقدار مقرر ہے جو منفعت و نعمت کے سلسلہ میں طے شدہ ہے۔ نمبر ۳۔ جنکا وزن کیا جاتا ہے مثلاً زعفران، سونا، چاندی، تانبہ، لوہا وغیرہ۔

سوال: وزن کو کیوں خاص کیا؟

جواب: وزن کو اس لئے خاص کیا کیونکہ کیل کی انتہاء وزن پر ہوتی ہے۔

انسانی رزق زمین میں رکھے:

۲۰: وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا (اور بنا دیے اس میں) یعنی زمین میں مَعَايشَ (اسباب زندگی) جمع معیشتہ کھانے پینے کی چیزیں۔ یہ یائے صریحہ کے ساتھ ہے بخلاف خبائث وغیرہ کے۔ اس میں صراحۃً یاء پڑھنا غلطی ہے۔ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِيْنَ (اور ان کو بھی پیدا کیا جن کو تم رزق دینے والے نہیں ہو) من یہ معایش پر عطف ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے یا لکم کے محل کی وجہ سے گویا عبارت اس طرح تھی وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايشَ وَجَعَلْنَا لَكُمْ مَنْ لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِيْنَ اور زمین میں ہم نے پیدا کیا تمہارے لئے اسباب معیشت اور پیدا کیا ان جانوروں کو جن کو تم رزق دینے والے نہیں۔

نمبر ۲۔ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِيْنَ اور ہم نے پیدا کئے زمین میں اسباب معیشت اور ان کے لئے بھی جن کو تم رزق دینے والے نہیں یعنی اہل و عیال، غلام و خدام جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو رزق دے رہے ہیں وہ غلطی میں مبتلا ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی رازق ہیں وہی اُن کو اور ان کو رزق دیتے ہیں۔ اسمیں چوپائے بھی شامل ہیں وغیرہ ذلک۔ مگر یہ درست نہیں کہ من کو محل جر میں مان لیں۔ اس طرح کہ لکم کی کم ضمیر پر عطف ہو کیونکہ ضمیر مجرور پر عطف جائز نہیں صرف ایک صورت ہے کہ جار کو دوبارہ لایا جائے۔

ہمارے پاس ہر چیز کا خزانہ ہے:

۲۱: وَاَنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنْزِلُہُ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (کوئی چیز ایسی نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں)

اور ہم اس کو ایک معلوم مقدار کے مطابق اتارتے ہیں (خزائن کا ذکر بطور تمثیل ہے۔ مطلب یہ ہے جو چیز بندوں کے فائدہ کی ہے اس کو ہم تکوین و ایجاد کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور اس کا انعام کر سکتے۔ ہم ایک معلوم مقدار کے مطابق اس کو عطا کرتے ہیں خزائن کو بطور مثال کے بیان کرنے کا مقصد ہر مقدور پر اقتدار الہی کا ثابت کرنا ہے۔

رس بھری ہواؤں سے بارش اُتاری:

۲۲: وَآرْسَلْنَا الرِّیْحَ لَوَاقِحَ (اور ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو پانی سے بھری ہوتی ہیں) لَوَاقِحَ جمع لَاقِحَةٌ یعنی ہم نے ہواؤں کو بھیجیں جو بادل اٹھانے والی ہیں کیونکہ وہ ہواؤں کو اپنے پیٹ و جوف میں رکھتی ہیں گویا کہ وہ بادلوں کو حاملہ کرنے والیاں ہیں یہ لَفَحَتِ النَّاقَةُ اَوْثَىٰ حَالَمَةً ہوتی۔ لَاقِحَةٌ کی ضد عَقِیمٌ ہے۔

قراءت: حمزہ نے الرِّیْحَ پڑھا ہے۔

فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ (پھر ہم نے بادل سے پانی اتارا اور اس سے تم کو سیراب کیا) پس اس کو تمہارے لئے سیرابی بنایا۔ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ (تم اس کو جمع کرنے والے نہیں ہو) انسانوں سے اس چیز کی نفی کی جس کو اپنی ذات کیلئے اس آیت میں ثابت کیا۔ وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ گویا اس طرح فرمایا۔ نَحْنُ الْخَازِنُونَ لِلْمَاءِ۔ عَلٰی معنی ہم اس کو آسمان میں پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور ہم آسمان سے اس کو اتارنے کی قدرت رکھتے ہیں تم اس بات پر قدرت نہیں رکھتے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور انسانوں کی عاجزی پر دلیل ہے۔

ہم اگلے پچھلے سب کو جانتے ہیں:

۲۳: وَآنَا لَنَحْنُ نُحْيِ وَنُمِيتُ (اور بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے اور موت دیتے ہیں) نمبر ۱۔ وجود دے کر زندہ کرتے اور فناء کے گھاٹ پر اتار کر موت دیتے ہیں۔ نمبر ۲۔ وقت مقررہ کے پورے ہونے پر موت دیتے ہیں۔ اور جزائے اعمال کے لئے زندہ کریں گے۔ اس صورت میں تقدیم و تاخیر مانی جائے گی اس لئے کہ وَاَوْ مُطْلَق جمع کیلئے ہے۔ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ (اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں) تمام مخلوق کی ہلاکت کے بعد باقی رہنے والے ہیں۔ اور باقی کو وارث کہا جاتا ہے وارث یہ وارث المیت سے بطور استعارہ استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اس کے بعد باقی رہنے والا ہوتا ہے۔

۲۴: وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاخِرِينَ (ہم تمہارے پہلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی ہم ہی جانتے ہیں) جو موت اور ولادت کے لحاظ سے مقدم و متاخر ہیں۔ نمبر ۲۔ جو اپنے آباء کی اصلا ب سے پیدا ہو چکے اور جو ابھی تک نہیں نکلے نمبر ۳۔ اسلام میں مقدم یا طاعت میں آگے بڑھنے والے۔ نمبر ۵۔ صف جماعت میں آگے بڑھنے والے۔ نمبر ۶۔ صف کارزار میں آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے۔

تمام کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے:

۲۵: وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ (اور بیشک آپ کا رب وہی انکو جمع کرے گا) وہ اکیلا ان کے حشر پر قدرت رکھتا ہے اور ان کے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۝۲۶ وَالْجَانَّ

اور بلاشبہ ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے بنی تھی، اور ہم نے جن کو

خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ ۝۲۷ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ

اس سے پہلے آگ سے پیدا کیا جو ایک گرم ہوا سے تھی، اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بلاشبہ میں بشر کو

بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۝۲۸ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي

بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے ہوگی، سو جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں

فَقَعُوْا لَهُ سُجَّدِيْنَ ۝۲۹ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجَمُوْنَ ۝۳۰ اِلَّا اِبٰلِیْسَ ط اَبٰی اَنْ

تو اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا سو تمام فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا، اس نے اس بات سے انکار کیا کہ

يَكُوْنَ مَعَ السَّٰجِدِيْنَ ۝۳۱ قَالَ يٰۤاِبٰلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السَّٰجِدِيْنَ ۝۳۲ قَالَ لَمْ

وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے اس بات پر کس نے آمادہ کیا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا، ابلیس نے کہا میں

اَكُنُّ لِيَٰسَجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۝۳۳ قَالَ فَاخْرِجْ

ایسے بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں جسے آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے بنی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو تو اس سے

مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝۳۴ وَاِنَّ عَلٰٓیكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۳۵

نکل جا کیونکہ تو مردود ہے اور قیامت کے دن تک تجھ پر لعنت رہے گی،

اعداد کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اِنَّہٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (بیشک وہ حکمت والا علم والا ہے) غالب حکمت وسیع علم والا ہے۔

تخلیق آدم علیہ السلام:

۲۶: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ (تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا) یعنی آدم علیہ السلام مِنْ صَلْصَالٍ (بجتنے والی مٹی سے) خشک مٹی

جس کو آگ نہ پہنچی ہو مِنْ حَمَإٍ (سیاہ گارے سے) یہ صلصال کی صفت ہے اسی خلقہ من صلصال کائن من حمای ای

طین اسود متغیر اس کو پیدا کیا گارے سے جو بننے والی تھی سیاہ رنگ متغیر مٹی سے مَسْنُون (پتلا جس میں نقوش بنادے جائیں)

جسمیں تصویر بنادی جائے۔ شروع میں تراب تھی جب اس کو پانی سے گوندھ دیا گیا تو طین بن گئی تو پھر پڑی رہی تو سیاہ کیچڑ بن کر

جماء کہلائی جب اس کا نیوڑ نکالا تو سلالہ ہو گئی اس میں صورت بنائی تو مسنون کہلائی جب سخت ہوئی تو صلصال کہلائی پس

مختلف مقامات پر ایجاز و تفصیل میں ان میں سے جو تعبیر لائی جائے ان میں تناقض نہیں۔

جنات کے باپ کی پیدائش:

۲۷: وَالْجَنَّ (اور ابوالجَن کو) جنات کے باپ کو جیسا کہ انسانوں کیلئے ان کے باپ آدم کو نمبر ۲۔ ابلیس مراد ہے۔ یہ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ کے فعل سے منصوب ہے۔ من قبل سے من قبل آدم علیہ السلام سے پہلے مِنْ نَّارِ السَّمُومِ (گرم ہوا سے) مسام میں گھس جانے والی سخت گرم ہوا۔ کہا گیا ہے کہ یہ گرم لونا کی سترھویں جزء میں سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے جنات کے باپ کو پیدا کیا۔

فرشتوں کو حکم سجدہ:

۲۸: وَادْفَعَال رَبُّكَ (اور جب کہا تیرے رب نے) اس وقت کو یاد کرو جب یہ بات کہی گئی لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَآءٍ مَّسْنُوْنَ (فرشتوں کو بیشک میں ایک بشر بنانے والا ہوں بختی ہوئی مٹی کے سیاہ گارے سے۔
۲۹: فَاِذَا سَوَّيْتُهُ (پس جب میں اس کو پورا بنا دوں) اسکی خلقت کو پورا کر دوں اور ہیئت کو صحیح کر دوں تاکہ اس میں روح پھونکی جائے۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (اور اس میں اپنی طرف سے روح ڈال دوں) اس میں روح ڈال کر زندہ کر دوں۔ اس جگہ نفخ نہیں بلکہ تمثیل ہے اور اضافت اضافت تخصیص ہے۔ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدٰیْنَ (تم اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا) یہ وقع يقع سے امر ہے ای اسقطوا علی الارض یعنی اسجدوا لہ اس کو سجدہ کرو اور فاء کو جواب اذنا ہونے کی وجہ سے داخل کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امر کا فعل کے وقت سے پہلے ہونا جائز ہے۔

ملائکہ کا سجود:

۳۰: فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجَمَعُوْنَ (پس تمام کے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا) ملائکہ جمع عام ہے اس میں تخصیص کا احتمال ہے تخصیص کو کلہم سے ختم کر دیا اور کل کا لفظ تفرق کی تاویل کا احتمال رکھتا ہے۔ اس کو اجمعون سے ختم کر دیا۔

انکار ابلیس:

۳۱: اِلَّا اِبْلِیْسَ (مگر ابلیس) استثناء کا ظاہر تو دلالت کرتا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے تھا۔ کیونکہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ استثناء منقطع ہے۔ وہ ملائکہ میں سے نہ تھا۔

جواب: غیر مامور ترک امر سے ملعون نہیں ہو سکتا۔ صاحب کشاف نے کہا وہ فرشتوں کے مابین مامور بالسجود تھا۔ ملائکہ کا لفظ اس پر تغلیباً بول دیا۔ پھر تغلیب کے بعد استثناء کر دیا۔ جس طرح کہتے ہیں: رأیتہم الا ہندا۔

اَبٰی اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السَّٰجِدِیْنَ (اس نے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونے سے انکار کر دیا) حرف جر ان کے ساتھ محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے مالک فی الا نکون مع الساجدین یعنی کیا مقصد ہے تیرا سجدہ کے انکار سے؟

ابلیس سے سوال:

۳۳: قَالَ يَا بَلِيسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السَّاجِدِيْنَ۔

ابلیس کا شکار پر اصرار:

۳۳: قَالَ لَمْ اَكُنْ لَا سَجْدَ (اس نے کہا میں سجدہ نہیں کر سکتا) لام تاکید نفی کیلئے ہے یعنی میرا سجدہ کرنا درست نہیں لبشرِ خَلْقَتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (ایک ایسے انسان کو جس کو تو نے کھنکھاتی ہوئی سڑی کچڑ سے بنایا ہے)
۳۴: قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نکل جا اس سے) نمبر ۱۔ آسمان سے نمبر ۲۔ جنت سے نمبر ۳۔ ملائکہ کے گروہ سے۔
فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ (تو مردود ہے) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارا ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے تو ملعون ہے کیونکہ لعنت کا معنی رحمت سے دور ہٹانا ہے اور دور کرنا ہے۔

سزائے انکار:

۳۵: وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (اور روز جزاء تک تم پر لعنت یقینی ہے) یوم الدین کو لعنت کی حد کے طور پر بیان کیا کیونکہ کلام میں سب سے بعید ترین غایت لوگ یہی بیان کرتے ہیں مراد اس سے یہ ہے کہ تو قابلِ مذمت ہے۔ آسمانوں اور زمین میں قیامت تک ملعون پکارا جائے گا بغیر اس کے کہ تمہیں سزا دی جائے۔ جب وہ دن آجائے گا تو تمہیں ایسی سزا دی جائے گی جس سے لعنت کو بھول جائے گا۔

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَى يَوْمِ

ابلیس نے کہا کہ اے رب سو آپ مجھے اس دن تک کی مہلت دے دیجئے جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو بلاشبہ تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک

الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُنْزِيَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ

مہلت دی گئی، شیطان نے کہا کہ اے رب اس سبب سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا میں ان کے لئے زمین میں ضرور ضرور مزین کروں گا

وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ

اور ضرور ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے آپ کے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سیدھا راستہ ہے

عَلَىٰ مُسْتَقِيمٍ ﴿٤١﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ

جو مجھ تک پہنچانے والا ہے بلاشبہ میرے بندوں پر تیرا بس نہ چلے گا سوائے گمراہوں کے

مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ

جو تیرا اتباع کریں گے اور بلاشبہ سب سے جہنم کا وعدہ ہے، اس کے سات دروازے ہیں

لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾

ہر دروازے کے لئے ان میں سے ایک ایک حصہ تقسیم کر دیا گیا ہے۔

طالب مہلت کو مہلت تا قیامت:

۳۶: قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي (اس نے کہا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے) مجھے مؤخر کر دے إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ (دوبارہ اٹھنے کے دن تک)۔

۳۷: قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ (اس نے کہا تو مہلت یافتہ گروہ میں سے ہے)

۳۸: إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ (ایک معلوم وقت کے دن تک) مراد یوم الدین ہے اصل یوم الدین اور یوم یبعثون اور یوم الوقت المعلوم ایک ہی معنی میں ہیں لیکن بلاغت کے طرز پر مختلف عبارات لائی گئیں۔ ایک قول یہ ہے اس نے اس دن تک مہلت مانگی جسمیں مخلوق کو اٹھایا جائے گا تا کہ اس پر موت نہ آئے کیونکہ بعث کے دن کسی پر موت نہ آئے گی مگر اس کی یہ بات قبول نہ کی گئی اور ایام تکلیف کے آخری دن تک اس کو مہلت دی گئی۔

اغوائے انسانی پر قسم:

۳۹: قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي (اس نے کہا اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا ہے) بآء قسم کیلئے ہے اور ما مصدریہ ہے اور جواب قسم لَازِئِنَّ لَهُمْ ہے۔ لَازِئِنَّ لَهُمْ (میں ضرور بضروان کے لئے آراستہ کرونگا) مطلب یہ ہے مجھے اغواء کرنے کی قسم میں ضرور بضروان کے لئے گناہوں کو مزین کروں گا۔ دوسرے مقام پر اس کے قول کا یہ مطلب ہے بما اغویتنی لازینن لهم اور فبعزتک لاغوینبہم [ص: ۸۲] اس میں تو دونوں برابر ہیں کہ دونوں قسمیں ہیں مگر فرق یہ ہے کہ ایک قسم صفت ذات کے ساتھ ہے اور دوسری صفت فعل کے ساتھ ہے۔ اور فقہاء نے ان دونوں میں فرق کیا ہے۔

علمائے عراق کہتے ہیں صفت ذات کا حلف جیسے قدرت، عظمت، عزت وغیرہ تو قسم ہے۔ اور صفت فعل کے ساتھ حلف جیسے رحمت، ناراضی وغیرہ یہ قسم نہیں۔ الاصح بات یہ ہے کہ قسم کا دار و مدار عرف پر ہے جس کو لوگ بطور قسم جانتے ہوں وہ قسم شمار ہوگی اور جس کو لوگ ایسا نہ جانیں وہ قسم نہ ہوگی۔ رد معتزلہ: یہ آیت خلق افعال میں معتزلہ کے خلاف حجت ہے۔ جبکہ وہ اسکی تاویل تسبب سے کرتے ہیں اور کلام کو ظاہر سے پھیرتے ہیں۔ فی الارض (زمین میں) اس دنیا میں جو کہ دار الغرور ہے۔ نمبر ۲۔ میں تو آدم کے ساتھ حیلہ بازی پر طاقت رکھتا ہوں اور درخت کو کھانے والا عمل میری تربیت سے ہوا۔ جبکہ وہ ابھی آسمان میں تھے۔ تو زمین پر اسکی اولاد کے سلسلہ میں تربیت کی زیادہ قدرت رکھتا ہوں۔ وَلَا غُورِيْنَهُمْ أَجْمَعِيْنَ (میں ضرور ان تمام کو گمراہ کر ڈالوں گا)

۴۰: اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِيْنَ (مگر ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے)

قراءت: بصری وکی وشمای نے مُخْلِصِيْنَ پڑھا۔ لام کے کسرہ کے ساتھ۔ شیطان نے خاص بندوں کو مستثنیٰ کیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اسکا فریب ان پر کارگر نہ ہوگا اور نہ وہ قبول کریں گے۔

شیطانی پیروکاروں کی سزا و جہنم:

۴۱، ۴۲: قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ۔ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا مگر جو گمراہ لوگوں میں سے تیرے راستے پر چلنے لگے) یعنی اس راستے کے متعلق میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ میں اسکی نگرانی کروں اور وہ یہ ہے کہ میرے بندوں پر تمہیں دسترس نہ ہو البتہ جو گمراہی کی وجہ سے تیری اتباع کو اختیار کر لے۔ نمبر ۲۔ عَلَيَّ کا معنی اِلَیَّ ہے

قراءت: یعقوب نے عَلَيَّ پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ فضیلت اور مرتبہ کی بلندی سے ہوگا۔ یعنی یہ راستہ بلندی والا سیدھا ہے۔

۴۳: وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (اور بیشک جہنم کا ان سب سے وعدہ ہے) اسمیں ضمیر تھم غاوین کی طرف راجع ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٌ ۖ أَدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ أَمِينٍ ۖ وَنَزَعْنَا

بلاشبہ تقویٰ اختیار کرنے والے باغوں میں اور چشموں میں ہوں گے، تم اس میں داخل ہو جاؤ سلامتی کے ساتھ، اس حالت میں کہ امن سے رہنے والے ہو، اور ہم وہ

مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ۖ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا

کینہ نکال دیں گے جو ان کے سینوں میں تھا، بھائی بھائی بن کر رہیں گے تختوں پر آنے سامنے ہوں گے، انہیں وہاں کوئی تکلیف

نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُحْرَجِينَ ۖ نَبِيُّ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۖ

نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے، آپ میرے بندوں کو خبر دے دیجئے کہ بلاشبہ میں غفور ہوں رحیم ہوں

وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ۖ

اور بلاشبہ میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے

ذرا تفصیل جہنم:

۴۴: لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ (اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کیلئے ان میں سے) تھم سے ابلیس کے پیروکار مراد ہیں۔ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ (ایک جزء تقسیم کیا ہوا ہے) حصہ مقررہ بانٹا ہوا۔ دوسرا قول آگ کے دروازے اس کے طبقات اور درجات ہیں۔ اس کا بالائی حصہ تو ان موحدین کیلئے ہے جو گناہوں کی وجہ سے بقدر گناہ عذاب دیے جائیں گے پھر ان کو نکال لیا جائے گا۔ اور دوسرا یہود کیلئے ہے تیسرا نصاریٰ کیلئے۔ چوتھا صابئین اور پانچواں مجوس اور چھٹا مشرکین اور ساتواں منافقین کیلئے ہوگا۔

جنت اور اس کے انعامات کا تذکرہ:

۴۵: إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٌ (بیشک متقی لوگ باغات اور چشموں میں ہوں گے) قراءت مدنی، حفص و بصری نے عیون میں عین کا ضمہ پڑھا ہے ابن کثیر، حمزہ و کسائی نے عیون عین کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

المتقی سے یہاں مطلق مراد ہے۔ یعنی جو منہیات سے بچتا ہے۔ کتاب الشرح میں ہے اگر اہل کبار کو [لها سبعة ابواب لكل باب منهم جزء مقسوم] میں شامل مان لیں پھر متقین سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو کبار سے بچتے ہیں۔ ورنہ متقین سے مراد شرک سے بچنے والے ہوں گے۔

۴۶: أَدْخُلُوهَا (تم اس میں داخل ہو جاؤ) یعنی ان کو کہا جائے گا تم داخل ہو جاؤ بِسَلَامٍ (سلامتی کیساتھ) یہ حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ سالم ہوں گے نمبر ۲۔ اس حال میں کہ تم کو سلام کیا جائے گا فرشتے تمہیں سلام کریں گے۔ اَمِين (تم محفوظ ہو گے) ان دونوں سے نکلنے سے محفوظ ہو گے اور اس میں آفات سے بچے رہو گے یہ دوسرا حال ہے۔

سینے کی کینے سے صفائی:

۴۷: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (اور ہم کھینچ لیں گے جو کچھ کہ ان کے سینوں میں کینہ ہوگا) الغل اس کینے کو کہتے ہیں جو دل میں چھپا ہوا گراں میں سے کسی کے سینے میں دوسرے کے متعلق رہا ہوگا تو اللہ تعالیٰ جنت میں ان کے دلوں سے وہ کھینچ لیں گے اور ان کے نفوس کو پاک کر دیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ اور زبیر انہی لوگوں میں سے ہونگے بعض نے کہا اس کا معنی ہے ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ اس سے پاک کر دیں گے کہ درجات جنت کے متعلق دوسروں پر حسد کریں۔ اور ہر کینہ ان سے کھینچ لے گا اور اسکی بجائے مودت و محبت ڈال دے گا۔

اِخْوَانًا (وہ بھائی بھائی ہونگے) یہ حال ہے۔ عَلٰی سُرِّ مَّتَقَبِلِينَ (مسہریوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونگے) یہ بھی اسی طرح حال ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تخت ادھر پھر جائیں گے جہاں اور جدھر وہ پھریں گے پس وہ تمام حالات میں آمنے سامنے رہیں گے اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔

۴۸: لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ (نہیں چھوئے گی ان کو تھکاوٹ) یعنی جنت میں نصب کا معنی تھکاوٹ ہے وَمَا هُمْ بِمُنْخَرَجِينَ (اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے) تکمیل نعمت ہمیشہ رہنے سے ہوگی۔

اعلانِ بخشش:

۴۹، ۵۰: جب وعدے اور وعید کا مکمل ذکر کر دیا تو فرمایا نَبِيُّ عِبَادِيْ اِنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (میرے بندوں کو اطلاع دے دو کہ بیشک میں ہی بہت بڑا بخشنے والا ہوں۔۔۔ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ) (اور میرا عذاب بھی بڑا دردناک ہے) جو ذکر کیا گیا اسکی پختگی دلوں میں اور بٹھانے کیلئے یہ لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لو يعلم العبد قدر عفو الله لما توزع عن حرام ولو يعلم قدر عذابه لبخع نفسه في العبادۃ ولما اقدم على ذنب۔ اگر بندہ اللہ تعالیٰ کی معافی کی مقدار جان لے تو حرام سے بالکل نہ بچے اور بندہ اس کے عذاب کی مقدار جان لے تو اپنے کو عبادت سے ہلاک کر ڈالے اور کسی ادنیٰ گناہ کا بھی ارتکاب نہ کرے۔ (ابن جریر)

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝۵۱ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ

اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کی بھی اطلاع دے دیجئے جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا، ابراہیم نے کہا کہ بلاشبہ ہم تو تم سے ڈر رہے

وَجِلُوْنَ ۝۵۲ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝۵۳ قَالَ اَبْسُرْتُمُوْنِيْ عَلٰی

ہیں انہوں نے کہا ڈرو مت بے شک ہم تمہیں ایک ایسے لڑکے کی بشارت دے رہے ہیں جو صاحب علم ہوگا، ابراہیم نے کہا کیا تم مجھے اس حالت میں بشارت دے رہے ہو

اَنْ مَّسْنٰی الْكِبْرِ فَيَمْتَبَشِّرُوْنَ ۝۵۴ قَالُوْا بَشِّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ

جگہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا ہے سو تم کس چیز کی بشارت دیتے ہو، انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہیں امر واقعی کی بشارت دی ہے سو تم ناامیدوں میں سے

الْقٰنِطِيْنَ ۝۵۵ قَالَ وَمَنْ يَّقْنُظُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّالُّوْنَ ۝۵۶

مت ہو جاؤ، ابراہیم نے کہا اور اپنے رب کی رحمت سے ان لوگوں کے سوا کون ناامید ہوگا جو گمراہ ہیں

ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مہمانان گرامی:

۵۱: وَنَبِّئْهُمْ (اور ان کو اطلاع دو) اپنی امت کو خبر دو۔ اس کا عطف نہی عبادی پر ہے تاکہ قوم پر جو عذاب آیا اس سے عبرت حاصل کریں مجرمین اللہ تعالیٰ کے انتقام اور ناراضگی سے عبرت پکڑیں اور ان کو یقین ہو جائے اس کا عذاب انتہائی دردناک ہے۔ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ (ابراہیم کے مہمانوں کے متعلق) مہمان فرشتے جبرئیل علیہ السلام اور گیارہ فرشتے ان کے ساتھ تھے۔ ضیف کا لفظ واحد جمع آتا ہے۔ کیونکہ یہ ضافہ کا مصدر ہے۔

۵۲: اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا (جب کہ وہ ان کے پاس داخل ہوئے اور انہوں نے سلام کہا) یعنی ہم آپ کو سلام کہتے ہیں۔ نمبر ۲۔ ہم سلام کرتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ (بلاشبہ ہم تم سے ڈرتے ہیں) خوف زدہ ہیں کھانا نہ کھانے کی وجہ سے نمبر ۲۔ کیونکہ وہ بلا اذن اور بے وقت داخل ہوئے۔

۵۳: قَالُوْا لَا تَوْجَلْ (انہوں نے کہا تم مت ڈرو) خوف نہ کرو۔ اِنَّا نُبَشِّرُكَ (بیشک ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں) یہ اس معنی میں جملہ مستانفہ ہے کہ خوف کی نہی کی علت بیان کی گئی ہے۔ یعنی تو امن والا بشارت والا ہے۔ پس ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

قراءت: حمزہ نے نون کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ (ایک علم والا لڑکا) اس سے مراد اسحاق علیہ السلام ہیں کیونکہ سورہ ہود میں فرمایا فَبَشِّرْهُنَّ بِاسْحٰقَ [سورہ ہود: ۷۱]

بڑھاپے میں بیٹے کی بشارت:

۵۴: قَالَ اَبْسُرْتُمُوْنِيْ عَلٰی اَنْ مَّسْنٰی الْكِبَرُ (کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو باوجودیکہ مجھے بڑھاپا آگیا) یعنی بڑھاپے کے باوجود مجھے خوشخبری دیتے ہو کہ میرے ہاں بچہ ہوگا؟ مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے میں اولاد عاودۃً ایک عجیب بات ہے فَيَمْ

تُبَشِّرُونَ (تم کس سبب سے بشارت دے رہے ہو) ما استفہامیہ ہے جس میں تعجب کا معنی پیدا ہو گیا۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ فہای اعجوبة تبشرون۔ پس کوئی عجیب بات کی تم بشارت دیتے ہو؟

قراءت: نون کے کسرہ اور تشدید کے ساتھ کمی نے پڑھا ہے اور اصل تبشرون نون جمع کو نون وقایہ میں ادغام کر دیا پھر یاء کو حذف کر کے کسرہ کو بطور دلیل باقی رہنے دیا گیا۔ نافع نے تبشرون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا اور اصل تبشرون نون ہے یاء کو کسرہ کے بدلہ حذف کر دیا اور نون جمع کو اجتماع نونین کی وجہ سے حذف کر دیا۔ باقی تمام قراء نے فتح نون اور حذف یائے مفعول کے ساتھ اور نون تو نون جمع ہے۔

۵۵: قَالُوا بَشِّرْكَ بِالْحَقِّ (انہوں نے کہا ہم تمہیں سچی بات کی خوشخبری دیتے ہیں) ایسے یقین کی جسمیں التباس نہیں۔ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْفٰئِطِیْنَ (پس تم امید توڑنے والوں میں سے نہ بنو) اس سے مایوس ہونے والے مراد ہیں۔

رحمت رب سے کافر مایوس ہیں:

۵۶: قَالَ (کہا) ابراہیم علیہ السلام نے۔ وَمَنْ يَقْنَطُ (اور نہیں نا امید ہوتا) قراءت بصری اور علی نے نون کے کسرہ سے پڑھا۔ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ اِلَّا الضَّالُّوْنَ (اپنے رب کی رحمت سے مگر گمراہ) مگر سیدھے راستہ سے ہٹے ہوئے لوگ نمبر ۲۔ کافر۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ انه لا یائس من روح الله الا القوم الکافرون [یوسف: ۸۷] یعنی میں اس کو رحمت الہی سے مایوسی کی بناء پر اوپر نہیں سمجھ رہا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ کے اعتبار سے بعید سمجھتا ہوں۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٧﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٥٨﴾

ابراہیم نے کہا کہ اے بھیجے ہوئے فرشتو تمہارا آنا کس اہم کام کے لئے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بلاشبہ ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

إِلَّا آلَ لُوطٍ إِنَّا لَمُنَجُّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٩﴾ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا لِإِنَّهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٦٠﴾

مگر آل لوط کا خاندان، بلاشبہ ہم ان سب کو بچالینے والے ہیں سوائے ان کی بیوی کے ہم نے اس کے بارے میں تجویز کر رکھا ہے کہ بلاشبہ وہ بحرین میں رہ جانے والی ہے

فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ﴿٦١﴾ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُونَ ﴿٦٢﴾ قَالُوا بَلْ جُنُنُكَ

سوجب وہ بھیجے ہوئے فرشتے خاندان لوط کے پاس آئے تو کہنے لگے بے شک تم تو انجمنی آدمی ہو، انہوں نے کہا کہ نہیں! بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر

بِمَا كَانُوا فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٦٣﴾ وَآتَيْنَاكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٦٤﴾ فَاسْرِ يَا هَلِكَ

آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور ہم سچے ہیں، سو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھروالوں کو

بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ﴿٦٥﴾

لے کر نکل جائیے اور آپ ان کے پیچھے ہو لیجئے اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے پھر کے نہ دیکھے اور تمہیں جس جگہ جانے کا حکم ہوا ہے اسی طرف

وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَهُمْ لَآءٌ مَّقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ﴿٦٦﴾

چلے جانا، اور ہم نے لوط کے پاس اپنا حکم بھیج دیا کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کٹ جائے گی،

۵۷: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے فرشتو! تمہارا کیا معاملہ ہے) کیا مقصد ہے أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ (اے قاصدو!)۔

قوم لوط کے عذاب کا واقعہ:

۵۸: قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ (انہوں نے کہا بیشک ہمیں مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے) یعنی قوم لوط۔

۵۹: إِلَّا آلَ لُوطٍ (مگر آل لوط) مراد اس سے آپ کے اہل میں سے جو مومن تھے۔ یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ قوم جرائم پیشہ تھی اور مستثنیٰ اس طرح نہیں۔ نمبر ۲۔ مستثنیٰ متصل ہے۔ پھر یہ بحرین کی ضمیر سے مستثنیٰ ہے۔ گویا اس طرح کہا الی قوم قد اجر موا کلہم الا آل لوط و حدہم ایسی قوم کی طرف جن تمام نے جرم کیا ہے مگر صرف آل لوط۔

مطلب دونوں استثناء کی صورت میں الگ الگ ہوگا۔ کیونکہ منقطع کی صورت میں آل لوط کو حکم ارسال سے نکالا جائے گا۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ انہم ارسلوا الی القوم المجرمین خاصۃ ولم یرسلوا الی آل لوط اصلاً اور معنی یہ ہوگا۔ ان کا بھیجنا قوم بحرین کی طرف ہوگا جیسا کہ تیر کو نشانہ کی طرف پھینکا جاتا ہے اس طرح کہ وہ تعذیب و اہلاک کے معنی میں ہوگا۔ گویا

عبارت اس طرح ہے۔ انا اہلکنا قومًا مجرمین ولكن آل لوط انجیناھم۔ بیشک ہم نے مجرم قوم کو ہلاک کر دیا۔ لیکن آل لوط کو ہم نے بچا لیا۔

استثناء متصل وہ ارسال کے حکم میں داخل ہونگے۔ یعنی ملائکہ کو ان تمام کی طرف بھیجا گیا تاکہ وہ ان کو ہلاک کریں اور دوسرے نجات پائیں۔ جب استثناء منقطع ہوگا تو انا لمنجوھم اجمعین خبر کے قائم مقام ہوگا۔ اور استثناء متصل میں آل لوط سے متعلق ہوگا۔ کیونکہ مطلب یہ ہے لیکن آل لوط نجات پائی والی ہے۔ استثناء متصل کی سورت میں جملہ مستانفہ ہے گویا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں کہا آل لوط کا کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے کہا اِنَّا لَمَنْجُوْهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔

۶۰: اِلَّا امْرَاَتَهُ (مگر ان کی بیوی) لَمَنْجُوْهُمْ کی ضمیر مجرور سے یہ مستثنیٰ ہے یہ استثناء سے استثناء نہیں اور یہ اسمیں ہوتا ہے جب اس کا حکم اختیار کر لے جیسے کہتے ہیں اہلکناھم الا آل لوط الا امراۃ۔ مگر یہاں دونوں حکم مختلف ہیں کیونکہ اِلَّا آل لوط یہ اَرْسَلْنَا کے متعلق ہے یا مجرمین سے متعلق ہے اور الا امراۃ یہ منجوھم کے متعلق ہے۔ پھر استثناء سے استثناء کس طرح ہوگا۔ قراءت: لمنجوھم حمزہ علی نے تخفیف سے پڑھا ہے۔ قَدْ رَنَّا (ہم نے طے کر دیا)۔ قراءت: ابو بکر نے تخفیف سے پڑھا اِنِّهَا لَمِنْ الْغٰیْبِیْنَ (بیشک وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی) عذاب میں باقی رہنے والوں میں سے۔ ایک قول یہ ہے اگر اسکی خبر میں لام نہ ہو تو پھر ان کا فتح واجب ہے۔ کیونکہ پھر یہ اپنے اسم و خبر سمیت قد رنا کا مفعول ہے لیکن یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ ولقد علمت الجنة انھم لمحضرون [الساۃ: ۱۵۸]

نکتہ: ملائکہ نے فعل تقدیر کی نسبت اپنی طرف کی۔ اور اس طرح نہیں کہا قدر اللہ نمبرا۔ قرب کی وجہ سے۔ جیسا خاصان ملک کہتے ہیں امرنا بكذا حالانکہ امر تو بادشاہ ہوتا ہے۔

لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد:

۶۲، ۶۱: فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ۔ قَالَ اِنْكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُونَ (جب آل لوط کے پاس قاصد آئے تو) لوط علیہ السلام نے) کہا بیشک تم اجنبی آدمی معلوم ہوتے ہو) یعنی میں تمہیں نہیں پہچانتا۔ اس لئے کہ تم مقبھی ہو اور نہ لباس سفر میں ہو کہ مسافر سمجھوں۔ مجھے خطرہ ہے کہ تمہارے سے مجھے دکھ نہ پہنچ جائے۔

۶۳: قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا فِيْهِ يَمْتَرُونَ (انہوں نے کہا بلکہ ہم تمہارے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں وہ شک کرتے ہیں) ہم وہ چیز نہیں لائے جس کے سبب سے ہمیں اوپر خیال کرتے ہو بلکہ وہ چیز لائے ہیں جسمیں تمہاری خوشی ہے اور اس سے تمہیں تمہارے دشمنوں کی طرف سے شفاء نصیب ہوگی اور وہ عذاب ہے جس کے اترنے سے تم ان کو ڈراتے تھے اور وہ اس کے نزول میں شک کرنے والے تھے۔ اور تمہاری تکذیب کرتے تھے۔

۶۴: وَاتَيْنَاكَ بِالْحَقِّ (ہم آپ کے پاس سچی بات لائے ہیں) ان کے عذاب کی یقینی اطلاع۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (اور بیشک ہم سچے ہیں) ان پر اس عذاب کے اترنے کی اطلاع دینے میں۔

رات کو یہاں سے نکل چلو:

۶۵: فَاسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ (آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے اہل کے ساتھ یہاں سے چلے جاؤ) رات کے آخری حصہ میں۔ نمبر ۲۔ رات کا جب کافی حصہ گزر جائے۔ وَاتَّبِعْ أَذْبَارَهُمْ (اور تم ان کے پیچھے پیچھے چلو) ان کے پیچھے چلو۔ تاکہ تمہیں ان کی اور ان کے احوال کی اطلاع ہو۔ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ (اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے) تاکہ ان کی قوم پر جو عذاب اترے اس کو وہ نہ دیکھیں اور ان کے متعلق ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہو۔ نمبر ۲۔ نَبِيٌّ عَنِ الْاَلْتِفَاتِ یہ مسلسل چلنے سے کنایہ ہے اور سستی کی ممانعت ہے اور ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ جو متوجہ ہوتا ہے وہ کچھ نہ کچھ تو ٹھہر جاتا ہے۔ وَأَمْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ (اور وہاں چلے جاؤ جہاں تمہیں جانے کا حکم ہے) جہاں اللہ تعالیٰ نے تمہیں جانے کا حکم دیا ہے۔ اور وہ سرزمین شام تھی یا مصر۔

۶۶: وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ (اور ہم نے یہ حکم ان کے پاس بھیجا) قَضَيْنَا کو الی سے متعدی کیا گیا کیونکہ وہ أَوْحَيْنَا کے معنی کو متضمن ہے گویا اس طرح فرمایا۔ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ مَقْضِيًّا مَبْتُوتًا اور ہم نے وحی کی ان کی طرف رات کے فیصلہ شدہ حکم کی۔ الامر کی تفسیر أَنَّ ذَابِرَهُ هُوَ لَاءٍ مَقْطُوعٌ سے کی۔ الْأَمْرَ أَنَّ ذَابِرَهُ هُوَ لَاءٍ مَقْطُوعٌ (بیشک ان کی جڑ کٹ جائے گی)۔ اس کے ابہام و تفسیر میں امر کی تخم شان ہے۔ اور دابر ہم کا معنی ان کا آخری یعنی ان کا استیصال کر دیا جائے گا اور یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ مُصْبِحِينَ (صبح سویرے) صبح کے وقت میں داخل ہوتے ہی۔

نَحْوُ: یہ ہولاء سے حال ہے۔

وَجَاءَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٦٧﴾ قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ﴿٦٨﴾

اور شہر کے لوگ خوش ہوتے ہوئے آئیں، لوط نے کہا بے شک یہ میرے مہمان ہیں سو تم مجھے رسوا نہ کرو

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزَوْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا أَوَلَمْ نُنْهَكَ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي

اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو، ان لوگوں نے جواب میں کہا کیا ہم نے آپ کو دنیا جہان کے لوگوں سے منع نہیں کیا؟ لوط نے کہا یہ میری بیٹیاں ہیں

إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

اگر تمہیں کرنا ہی ہے، آپ کی جان کی قسم بے شک وہ اپنی مستی میں اندھے بن رہے تھے، سو سورج نکلنے وقت انہیں سخت آواز نے

مُشْرِقِينَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَاهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ ﴿٧٤﴾ إِنَّ

پکڑ لیا، سو ہم نے اس کے اوپر کے حصہ کو نیچے والا حصہ کر دیا اور ہم نے ان پر نکلنے کے پتھر برسادیئے، بلاشبہ

فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٧٥﴾ وَإِنَّهَا لِبَسْبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿٧٦﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾

اس میں بصیرت رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور بلاشبہ ان کی یہ بستیاں ایک شاہراہ عام پر پڑتی ہیں، بلاشبہ اس میں اہل ایمان کے لئے نشانی ہے۔

قوم لوط کا طرزِ عمل:

۶۷: وَجَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ (اور آگئے شہر والے) شہر سے سدوم مراد ہے جس کے قاضی کی ظلم میں مثالیں دی جاتی ہیں۔
يَسْتَبْشِرُونَ (خوشخبریاں سناتے ہوئے) ملائکہ کے بارے میں اس طمع میں کہ ان کا مقصد فاحشہ پورا ہو جائے گا۔

لوط علیہ السلام کی امکانی حفاظت:

۶۸: قَالَ (کہا) لوط علیہ السلام نے إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفِي (بیشک یہ میرے مہمان ہیں تم ان کے متعلق مجھے رسوا نہ کرو) میرے مہمانوں کی بے عزتی کر کے کیونکہ جو میرے مہمانوں کے ساتھ زیادتی کرے گا اس نے میرے ساتھ زیادتی کی۔
۶۹: وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزَوْنَ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور مجھے رسوا نہ کرو) یعنی میرے مہمانوں کو ذلیل کر کے مجھے ذلیل نہ کرو۔ الخزتی ذلت کو کہتے ہیں۔ قراءت: یعقوب نے دونوں میں یاء پڑھی ہے۔

۷۰: قَالُوا أَوَلَمْ نُنْهَكَ عَنِ الْعَالَمِينَ (انہوں نے کہا کیا ہم نے تمہیں جہان والوں سے نہیں روکا) اس بات سے کہ تم ان میں سے کسی کو پناہ دو۔ نمبر ۲۔ ان کی طرف سے دفاع کرو۔ وہ ہر ایک کا راہ روکتے اور حضرت لوط علیہ السلام نبی عن المنکر کرتے اور ان کے درمیان حائل ہوتے وہ ان کو دھمکاتے اور کہتے لئن لم تنته يلو ط لتكونن من المخرجين اگر تم باز نہ آئے اے لوط! تو ضرور تمہیں نکال باہر کیا جائے گا [الشعراء: ۱۶۷] نمبر ۳۔ غرباء مسافرین کی مہمانی سے۔

۷: قَالَ هَؤُلَاءِ بَنِيّ (انہوں نے کہا یہ میری بیٹیاں ہیں) ان سے نکاح کرلو۔ اس وقت مومنات کا نکاح کفار سے جائز تھا۔ اور میرے ان مہمانوں کی طرف ہاتھ مت بڑھاؤ۔ اِنْ كُنْتُمْ فَعِلَیْنِ (اگر تم کرنے والے ہو) اگر تم قضائے شہوت حلال مقام پر چاہتے ہو، نہ کہ حرام اس بر فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو کہا۔

گمراہی کے نشہ میں صحیح غلط کا امتیاز ہی نہیں رہتا:

۸: لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرِتِهِمْ (تیری عمر کی قسم! بیشک وہ اپنے نشے میں مست تھے) اپنی اس گمراہی میں جس نے ان کی عقل و تمیز میں خطا و صواب کا فرق ختم کر دیا تھا۔ اس میں لڑکیوں کو چھوڑ کر لڑکوں کو اختیار کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ یَعْمَهُوْنَ (وہ سرمست ہیں) وہ حیران ہیں کہ کس طرح تیری بات کو قبول کریں۔ اور تیری نصیحت کی طرف کان لگائیں۔ نمبر ۲۔ اسمیں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ فرمایا اس میں آپ کی زندگی کی قسم اٹھائی اللہ تعالیٰ نے اور کسی پیغمبر کی زندگی کی قسم نہیں اٹھائی۔ اس سے آپ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ العمر اور العمر دونوں ہم معنی ہیں۔ یعنی بقاء کو کہتے ہیں۔ البتہ قسم کیلئے ع کے فتح کو خفیف ہونے کی وجہ سے ترجیح دی ہے کیونکہ زبان پر قسم بہت لائی جاتی ہے اسی وجہ سے تو انہوں نے خبر کو حذف کر دیا۔ تقدیر عبارت یہ ہے لعمرک قسمی۔

نفاۃ عذاب:

۹: فَآخَذَتْهُمْ الصَّیْحَةُ (ان کو چیخ نے آلیا) جبریل علیہ السلام کی چیخ مراد ہے۔ مُشْرِقِیْنَ (سورج طلوع ہوتے ہی) کہ وہ طلوع میں داخل ہو رہے اور وہ سورج چمکنے کو کہتے ہیں۔

۱۰: فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا (پس ہم نے اس کے اوپر کو نیچے کر دیا) جبریل علیہ السلام نے ان کو اٹھایا اور آسمان کی طرف بلند کیا۔ پھر پلٹ دیا۔

بَحْجُوْر: ضمیر کا مرجع قوم لوط کی بستیاں ہیں۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ (اور ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسائے)

آثار ویدہ عبرت ہیں:

۱۱: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں دیکھنے والوں کیلئے) ظاہری علامات سے اندرونی نتائج معلوم کرنے غور کرنے والوں کیلئے۔ گویا کہ وہ ظاہر علامت سے ان چیزوں کے باطن کو پہچان لیتے ہیں۔

۱۲: وَاِنَّهَا (اور بیشک وہ) وہ بستیاں یعنی ان کے آثار لِسَبِیْلِ مُقِیْمٍ (آباد راستہ پر ہیں) قائم ہے جس پر لوگ چلتے ہیں اور ابھی تک مٹا نہیں اور وہ ان آثار کو دیکھتے ہیں۔ اس میں قریش کو متنبہ کیا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں وَاَنْكُمْ لَتَمُرُوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ وَاَلَّا تَعْقِلُوْنَ [الصافات: ۱۳۷، ۱۳۸]

۱۳: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے ایمان والوں کیلئے) کیونکہ وہی اس سے فائدہ (عبرت) حاصل کرتے ہیں۔

وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ظَالِمِينَ ۖ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمْ لِبِأَمْرِ مُبِينٍ ۖ ط ۷۸

اور بلاشبہ ایک والے ظلم کرنے والوں میں سے تھے سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور بلاشبہ یہ دونوں بڑی شاہراہ پر پڑتی ہیں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسِلِينَ ۖ وَآتَيْنَهُمُ الْيَتَنَافِكُنَا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۖ ل ۸۰

اور بلاشبہ حجر والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں نشانیاں دیں سو وہ ان سے روگردانی کرنے والے ہو گئے

وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ۖ فَآخَذَتْهُمْ الصَّيْحَةُ ۖ

اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لیتے تھے امن کے ساتھ رہتے تھے سو ان کو صبح صبح نے

مُصْبِحِينَ ۖ ۸۳ فَمَا آغْنَىٰ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۖ ط ۸۴ وَمَا خَلَقْنَا

پکڑ لیا، سو ان کو اس چیز نے کچھ کام نہ دیا جسے وہ کسب کرتے تھے۔ اور ہم نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّ السَّاعَةَ

کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ اور بلاشبہ قیامت

لَآتِيَةٌ ۖ فَاصْفَحَ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ۖ ۸۵ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلْقُ الْعَلِيمُ ۖ ۸۶

ضرور آنے والی ہے سو آپ خوبی کے ساتھ درگزر کیجئے، بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق ہے اور بڑا عالم ہے

تذکرہ قوم شعیب علیہ السلام اور ان کی ہلاکت:

۷۸: وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ (بلاشبہ اصحاب الایکہ) بلاشبہ معاملہ اور حالت شان یہ ہے۔ تَنَافَكُنَا عَنْهَا مُعْرِضِينَ یعنی جھاڑی والے ظالمین (البتہ ظالم تھے) وہ قوم شعیب علیہ السلام ہے۔

۷۹: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (ہم نے ان سے انتقام لیا) جب انہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ وَإِنَّهُمْ لَبِئْسَ قَوْمٌ (اور بیشک یہ دونوں) اقوام یعنی قوم لوط، اصحاب ایکہ لبِ اَمَامٍ مُّبِينٍ (واضح راستے میں) صاف سڑک پر ہیں۔ الامام اس شخص کو کہتے ہیں جس کی اقتداء کی جائے راستہ کو امام کہا گیا ہے۔ اور معمار کی گئی کی ڈور جس سے تعمیر کو ناپا جاتا ہے۔ اور راستہ پر بھی لوگ چلتے ہیں راہ سب کا راہ نما ہے۔ گویا یہ ڈور اور راستہ دونوں راہنمائی کرنے والے ہیں۔

قوم صالح کا تذکرہ:

۸۰: وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ (اور حجر والوں نے جھٹلایا) وہ قوم ثمود ہے [الحجر] اس وادی کا نام ہے۔ جو مدینہ اور شام

کے درمیان ہے۔ اَلْمُرْسَلِیْنَ (رسولوں کو) صالح علیہ السلام کی تکذیب کرنے کی وجہ سے کیونکہ ہر رسول تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان کی دعوت دیتا ہے پس جس نے ان میں سے کسی ایک کو جھٹلایا تو گویا اس نے تمام کو جھٹلایا۔ نمبر ۲۔ صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھ والے مؤمنین مراد ہیں۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ الخبیثون سے مراد ابن الزبیر اور ان کے ساتھی۔

۸۱: وَاتَّبَعْتَهُمْ اَيْنَمَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ (اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں پس وہ ان سے اعراض کرنے والے تھے) یعنی انہوں نے ان نشانات سے اعراض کیا اور ان پر ایمان نہ لائے۔

دنیاوی حالت:

۸۲: وَكَانُوا يُنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا (وہ لوگ پہاڑ تراش کر مکان بناتے تھے) وہ پہاڑوں کو کھود کر گھر بناتے یا پتھروں سے بناتے۔ اِمْنِیْنَ (تاکہ امن میں رہیں) کیونکہ پتھروں کے گھر مضبوط اور گرنے کے اندیشے سے خالی اور دشمنوں کے گرانے اور چوروں کی نقب لگانے سے محفوظ ہوتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون و محفوظ۔ ان کا خیال یہ تھا کہ پہاڑ عذاب الہی سے ان کی حفاظت کریں گے۔

عذاب سے ہلاکت:

۸۳: فَآخَذَتْهُمْ الصَّبْحَةُ (ان کو چیخ نے پکڑ لیا) یعنی عذاب نے۔ مُصْبِحِیْنَ (صبح سویرے) چوتھے دن صبح کے وقت۔
۸۴: فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (نہ ان کو کام دیا ان کے کسی ہنرنے) مضبوط مکانوں کی تعمیر اور نفیس اموال کو جمع کرنے نے۔

تخلیق کائنات فضول نہیں:

۸۵: وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ (اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ) مگر ہم نے ان کو حق سے ملا ہوا پیدا کیا۔ بے کار اور فضول نہیں بنایا۔ نمبر ۲۔ بدلے کے دن اعمال پر عدل و انصاف کے ساتھ جزاء دینے کیلئے۔ وَانَّ السَّاعَةَ (اور بیشک قیامت) یعنی قیامت جس کی آمد کی توقع ہر گھڑی ہے لَا تِیَّةٌ (ضرور آنے والی ہے) اور بیشک اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں سے اس دن انتقام لے گا۔ اور آپ کو آپ کی نیکیوں پر بدلہ اور ان کو ان کی سبائت پر سزا دے گا۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو اسی بدلے کیلئے پیدا فرمایا۔

فَاَصْفَحَ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ (تم اچھا درگزر کرو) ان سے اچھی طرح اعراض کرو حلم و چشم پوشی اختیار کر کے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت آیت جہاد سے منسوخ ہے اور اگر اس سے مراد مخالفت لی جائے تو پھر منسوخ نہیں۔

۸۶: اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلْقُ (بیشک آپ کا رب بہت بڑا خالق ہے) جس نے آپ کو اور ان کو پیدا کیا۔ الْعَلِیْمُ (وہ ہر بات کو جاننے والا ہے) آپ اور ان کی حالت سے باخبر ہے۔ اس پر تمہارے مابین ہونے والے احوال مخفی نہیں۔ وہی تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝۸۷ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ

اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔ آپ اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف نہ بڑھائیے

إِلَىٰ مَآمَتَعْنَابِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَخَفَضْ جَنَاحَكَ

جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو فائدہ حاصل کرنے کے لئے دی ہیں، اور آپ ان پر غم نہ کیجئے اور ایمان والوں کے لئے اپنے بازوؤں کو

لِلْمُؤْمِنِينَ ۝۸۸ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝۸۹

جھکائے رہیے اور آپ فرمادیجئے کہ بلاشبہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں

سورۃ فاتحہ کی عظمت:

۸۷: وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا (بلاشبہ ہم نے آپ کو سات دیں) یعنی سات آیات وہ سورۃ فاتحہ ہے۔ نمبر ۲۔ سات بڑی سورتیں سبع طوال۔ ساتویں میں اختلاف ہے نمبر ۱۔ انفال وبراءت۔ کیونکہ ان کا حکم ایک سورت والا ہے اس لئے کہ بسم اللہ درمیان میں نہیں۔ نمبر ۲۔ سورۃ یونس نمبر ۳۔ قرآن کے سات حصے مِّنَ الْمَثَانِي (مثنائی میں سے) یہ تثنیہ سے ہے اور معنی بار بار دہرانا ہے۔ کیونکہ فاتحہ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے۔ نمبر ۲۔ الثناء سے ہے کیونکہ فاتحہ اللہ تعالیٰ کی ثناء پر مشتمل ہے۔ اس کا واحد مثناة ہے یا مثنیۃ ہے۔ یہ آیت کی صفت ہے باقی سوریا سات اجزاء قرآن تو ان میں قصص و مواعظ، وعدہ، وعید بار بار لائے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے۔ گویا یہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتی ہیں۔ جب السبع کو مثنائی قرار دو تو من تبیین کیلئے ہوگا اور جب قرآن کو مثنائی بناؤ۔ تو من تبعیض کے لئے ہوگا۔ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (اور قرآن عظیم) یہ عطف اشئ علی نفسہ کی قسم سے نہیں۔ کیونکہ اگر السبع سے فاتحہ مراد لیں۔ یا طوال کو تو جو ان کے علاوہ ہے اس پر قرآن کا لفظ بولا جائیگا۔ کیونکہ یہ قرآن ایسا لفظ ہے کہ بعض پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ کل پر ہوتا ہے۔ اسکی دلیل یہ آیت ہے۔ بما اوحینا الیک هذا القرآن [یوسف: ۳] یعنی سورۃ یوسف۔

اور جب سات اجزائے قرآن مراد لیں تو پھر معنی یہ ہوگا ہم نے آپ کو وہ دیا جس کو السبع المثنائی کہا جاتا ہے اور القرآن العظیم بھی کہلاتا ہے۔ وہ ان دونوں صفات کا جامع ہے۔ اور وہ دہرایا جانے والا ہے۔ نمبر ۲۔ یا وہ ثناء و عظمت والا ہے۔ پھر اپنے رسول کو فرمایا۔

قرآن کی نعمت دنیا کی نعمت سے بے نیاز کرنے والی ہے:

۸۸: لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ (آپ اس چیز کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں) اپنی نگاہ کو رغبت کرنے والے کی طرح نہ ڈالو۔ کہ آپ کے دل میں اسکی تمنا ہو۔ إِلَىٰ مَآمَتَعْنَابِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے کیلئے دیا ہے) کفار کی مختلف اصناف جیسے یہود، نصاریٰ، مجوس وغیرہ تمہیں عظیم ترین نعمت ملی جو سب سے بڑی نعمت ہے۔ دوسری نعمتیں خواہ بڑی بھی

کَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ۙ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ۙ قَوْمَ رَبِّكَ

جیسا کہ ہم نے ان لوگوں پر نازل کیا جنہوں نے قرآن کے مختلف اجزاء بنا لئے تھے، سو آپ کے رب کی قسم ہے

لَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۙ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۙ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ

ہم ان سب سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کر لیں گے، جس چیز کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے اسے خوب صاف طریقے پر بیان کر دیجئے، اور

عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۙ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۙ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا

مشرکین سے اعراض کیجئے بلاشبہ جو لوگ ہنسی کرنے والے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کرتے ہیں ان کی طرف سے

آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۙ

ہم آپ کے لئے کافی ہیں سو وہ عنقریب جان لیں گے۔

ہوں وہ اس کے مقابلہ میں حقیر ہیں۔ اور وہ عظیم نعمت قرآن عظیم ہے۔ پس تم پر لازم ہے کہ اس پر استغناء اختیار کرو۔ اور سامان دنیا کی طرف آنکھیں بطور طمع نہ اٹھاؤ۔ حدیث میں فرمایا یس منا من لم يتغن بالقرآن (وہ ہم میں سے نہیں جس نے قرآن پاک سے بے نیازی نہ اختیار کی) اور حدیث ابو بکر رضی اللہ عنہ میں ہے۔ جس کو قرآن دیا گیا پھر اس نے خیال کیا کہ کسی کو دنیا میں کوئی چیز اس سے افضل دی گئی تو اس نے بڑی چیز کو حقیر قرار دیا اور حقیر کو عظیم قرار دیا۔ (یہ روایت ثابت نہیں) وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ (اور آپ ان پر غم نہ کریں) ان کے اموال کی تمنا نہ کریں اور ان کے متعلق غم نہ کریں۔ وہ ایمان نہ لائیں گے کہ ان کے مرتبہ سے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت ملے۔ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ (اپنے بازو کو ایمان والوں کیلئے جھکائیں) اور آپ کے پاس جو فقراء مومن ہیں ان کے ساتھ تواضع برتیں اور اغنیاء کے ایمان سے اپنے نفس کو پاک و صاف کر دیں۔

۸۹: وَقُلْ (اور کہہ دیں) انہیں۔ اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ (بیشک میں ہی کھلا ڈرانے والا ہوں) میں تمہیں برہان و بیان سے ڈراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر اترنے والا ہے۔

۹۰: کَمَا اَنْزَلْنَا (جیسا کہ ہم نے اتارا) یہ لقد اتیناک کے متعلق ہے۔ اِیْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ مِثْلَ مَا اَنْزَلْنَا۔ ہم نے تم پر اتارا اسی طرح جیسا ہم نے اتارا۔ عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ (حصے بانٹنے والوں پر) وہ اہل کتاب ہیں۔

۹۱: الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِیْنَ (وہ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا) عِضِیْنَ جمع عضۃ بمعنی جزء۔ اصل میں یہ عضوۃ بروزن فعلۃ ہے۔ یہ عضی الشاة سے لیا جبکہ اس کے اعضاء الگ الگ کر دیئے جائیں جبکہ انہوں نے اپنے عناد کی وجہ سے کہا کہ قرآن کا بعض حصہ تورات و انجیل کے موافق ہے اور بعض حصہ اس کے مخالف اور باطل ہے۔ انہوں نے حق و باطل کی طرف اسکی تقسیم کر دی۔ اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

نمبر ۳۔ مشرکین قرآن کا مذاق اڑاتے اور آپس میں کہتے تھے سورہ بقرہ تو میرے لئے دوسرا کہتا سورہ آل عمران میرے لئے
نمبر ۳۔ قرآن سے مراد وہ لیا جائے جو وہ اپنی کتابوں میں پڑھتے تھے۔ اور اس کو بھی انہوں نے تقسیم کر رکھا تھا۔ یہود بعض تورات کا
اقرار کرتے اور بعض کا انکار کرتے۔ اور نصاریٰ بعض انجیل کو مانتے اور کچھ کا انکار کرتے اور یہ بھی درست ہے کہ الذین جعلوا
القرآن عَضِیْن نَذِیْر کی وجہ سے منصوب ہو۔ یعنی انذر المعضنین الذین یجزؤن القرآن الی سحر و شعر و اساطیر
۔ ان ٹکڑے کرنے والوں کو ڈراؤ جو قرآن کے حصے بناتے ہیں سحر، شعر، اساطیر کی طرف جیسا کہ ہم نے ان بانٹنے والوں پر اتارا
جنکی تعداد بارہ تھی جنہوں نے مکہ کے اندر ایام حج میں مختلف راستوں کو تقسیم کر لیا۔ اور ہر راستہ پر بیٹھ گئے تاکہ لوگوں کو ایمان سے
نفرت دلائیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق تنفر کریں۔

نمبر ۱۔ بعض کہتے۔ ہم میں سے نکلنے والے ایک جادوگر کے دھوکا میں نہ پڑنا۔ نمبر ۲۔ دوسرا کہتا کذاب ہے تیسرا کہتا شاعر
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو ہلاک کر دیا۔

نحوہ: لا تمدن پہلی صورت میں جملہ معترضہ ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کی تکذیب و عداوت کے سلسلہ میں تسلی دی تو
بطور جملہ معترضہ اس چیز کا ذکر کر دیا۔ جس پر تسلی کے مفہوم کا دار و مدار ہے۔ کہ ان کی دنیا کی طرف ذرہ بھر التفات نہ فرمائیں اور
ان کے کفر پر افسوس نہ کریں اور اپنی کامل توجہ ایمان والوں پر مرکوز فرمائیں۔

تمام سے سوال ہوگا:

۹۲، ۹۳: فَوَدَّ بَکَ لَسَنَلَنَّهُمْ أَجْمَعِیْنَ (تیرے رب کی قسم ہم ضرور ان تمام سے پوچھ گچھ کریں گے) عَمَّا کَانُوا یَعْمَلُونَ
(ان تمام باتوں کے متعلق جو وہ کرتے رہے) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور ربوبیت کی قسم اٹھا کر فرمایا کہ قیامت کے دن ان میں
میں ایک ایک سے سوال کروں گا جو انہوں نے رسول ﷺ کو کہا یا جو قرآن کے بارے میں کہا۔ یا جو اللہ تعالیٰ کی کتابوں کے بارے
میں کہا۔

حق کھول کر بتائیں کفار سے ہم نیٹ لیں گے:

۹۴: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (اس کو علی الاعلان بیان کریں جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے) اس کو کھل کر کہو! اور ظاہر کرو۔ کہا جاتا ہے
صدع بالکحہ جبکہ وہ سر عام اس سے بات کرے۔ یہ الصدع سے ہے اور وہ فجر کو کہتے ہیں۔ نمبر ۲۔ فاصدع حق و باطل کو جدا کرو۔ یہ
الصدع فی الزجاجة سے ہے اور اس کا معنی اظہار کرنا الگ کرنا۔ بما تؤمر جو آپ کو حکم دیا گیا۔ مطلب یہ ہے جس شریعت کی بات
کا آپ کو حکم ملا۔ حرف جار کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ اس قول میں امرتک الخیر فافعل ما امرت به۔ وَأَعْرِضْ عَنِ
الْمُشْرِکِیْنَ (اور مشرکین سے اعراض کرو۔) مشرکین کی استہانت کیلئے یہ امر لایا گیا۔

۹۵: اِنَّا کَفَّیْنٰکَ الْمُسْتَہْزِیْنَ (بیشک ہم تیری طرف سے ان مستہزئین کیلئے کافی ہیں) قول جمہور: یہ پانچ آدمیوں کے
متعلق اتری۔ جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے میں مبالغہ کرتے اور آپ کا مذاق اڑاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ نمبر ۱۔
ولید بن المغیرہ اس کا گزر تیر بنانے والے کے پاس سے ہوا۔ ایک تیرا سکی لمبی دراز چادر سے اٹک گیا۔ اور وہ تیرا سکی ایرہمی کی رگ
میں جا لگا۔ جس سے وہ رگ کٹ گئی اور وہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِينَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۙ

اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگدل ہوتے ہیں سو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ تمہیں بھی ہو اور آپ ساجدین میں سے

السَّاجِدِينَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۙ

ہو جائیے اور اپنے رب کی عبادت کیجئے یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین (یعنی موت) آجائے

نمبر ۲۔ عاص بن وائل اس کے پاؤں کی تلی میں ایک کانٹا چھ گیا اس کا پاؤں سوج گیا۔ جس سے وہ مر گیا نمبر ۳۔ اسود بن عبدالمطلب۔ یہ اندھا ہو گیا۔ نمبر ۴۔ اسود بن عبد یغوث یہ اپنے سر کو درخت سے مارتا رہا اور اپنے چہرے کو کانٹے سے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ نمبر ۵۔ حارث بن قیس اسکی پیپ بہنے لگی جس سے مر گیا۔

۹۶: الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بناتے ہیں پس عنقریب وہ جان لیں گے) اپنے امر کا انجام قیامت کے دن۔

تسلی رسول:

۹۷: وَلَقَدْ نَعْلَمُ إِنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ (تحقیق ہم جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ ان کی باتوں سے تنگ ہوتا ہے) تمہارے متعلق۔ نمبر ۲۔ قرآن کے متعلق۔ نمبر ۳۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق۔

ازالہ غم بھی عبادت ہے:

۹۸: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِينَ (پس تم تسبیح بیان کرو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ) جو معاملہ تمہیں پیش آئے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو والفرع الی اللہ کا مطلب ہمیشہ اس کو یاد کرنا ہے اور کثرت سے سجدہ کرنا وہ تمہاری کفایت کرے گا اور تیرے غموں کا ازالہ کر دے گا۔

۹۹: وَاعْبُدْ رَبَّكَ (اور تو عبادت کر اپنے رب کی) اپنے رب کی عبادت پر ہمیشگی اختیار کرو۔ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ (یہاں تک کہ تمہیں موت آئے) یقین کا معنی موت ہے جب تک تو زندہ ہے عبادت میں مشغول رہ۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تو نماز کی طرف جلدی فرماتے۔ [رواہ احمد]

بحمد اللہ ترجمہ سورۃ الحجرات ۱۰ بجے ۱۴۲۳ھ ۱۳ شعبان مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ فِي ثَمَانِ عَشْرٍ آيَاتٍ وَعِشْرَتِ رُكُوْعًا

سورة النحل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک سو اٹھائیس آیات اور سولہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرٰکُوْنَ ۝۱ یُنَزِّلُ

آپہنجا اللہ کا حکم سوتم اس میں جلدی نہ کرو وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو وہ شریک تجویز کرتے ہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے

الْمَلٰئِکَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ اَنْ اَنْذِرُوْا اِنَّہٗ لَا اِلٰہَ

فرشتوں کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر نازل فرماتا ہے کہ اس بات سے باخبر کرو کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود

اِلَّا اَنَا فَاتَّقُوْا ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرٰکُوْنَ ۝۳

نہیں سوتم مجھ سے ڈرو، اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا وہ اس سے برتر ہے جو لوگ شریک بناتے ہیں

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝۴

اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا سو وہ یکا یک واضح طور پر جھگڑا کرنے والا ہو گیا۔

آنے والے کو آیا سمجھو:

۱: اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرٰکُوْنَ (آپہنجا اللہ کا حکم سوتم اس میں جلدی نہ کرو وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو وہ شریک تجویز کرتے ہیں وہ اپنے بندوں میں سے) قیامت کے قائم ہونے کا جو وعدہ کفار سے کیا گیا وہ اس کو جلد مانگتے تھے۔ اسی طرح نزول عذاب کے سلسلہ میں استہزاء و تمکذیب کے طور پر جلدی کے طالب تھے۔ بدر کے دن وہ عذاب اترآ۔ اس پر ان کو کہا گیا۔ اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنجا) یعنی وہ اسی طرح سمجھو کہ آکر واقع ہونے والا ہے (اگرچہ اس کا انتظار ہے) کیونکہ اس کا وقوع قریب ہے۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرٰکُوْنَ (پس اس کے جلد آنے کی تمنا نہ کرو۔ وہ سبحان اور بلند و بالا ہے ان شریکوں سے جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں) اللہ جل مجدہ شریکوں سے پاک ہے اور ان کے شریک بنانے سے مبرا ہے۔ نمبر ۱۔ ماموصولہ ہے۔ نمبر ۲۔ مامصدر یہ ہے۔ استعجال کے ساتھ اس کا اتصال اس طرح ہے کہ وہ استہزاء و تمکذیب سے عذاب کو جلد طلب کرتے تھے یہ شرک ہے۔

وحی نبوت اللہ کا عطیہ ہے:

۲: یُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ (وہ فرشتوں کو اتارتا ہے) قراءت: مکی اور ابو عمرو نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ بِالرُّوحِ (روح کے ساتھ) یعنی وحی کے ساتھ نمبر ۲۔ قرآن کے ساتھ۔ کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک دین میں اس طرح ہے جیسے جسم میں روح۔ نمبر ۲۔ وہ جہالت سے مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا (اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے کہ تم خبردار کرو!) ان مفسرہ ہے کیونکہ فرشتوں کا وحی کے ساتھ اتارنا اس میں قول کا معنی پایا جاتا ہے اور انذروا انہ لا الہ الا انا کا معنی یہ ہے: اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا (کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں)۔ انذروا۔ یہ نذرت بکذا سے لیا گیا جبکہ تم اس کو جان لو۔ پس مطلب اس طرح ہوا۔ اعلّموا الناس قولی لا الہ الا انا تم لوگوں کو میری بات لا الہ الا انا بتلا دو۔ فَاتَّقُوا (پس وہ مجھ ہی سے ڈریں) قراءت: یعقوب نے یاء سے پڑھا ہے۔

۳: پھر وحدانیت اور معبود حقیقی ہونے پر ایسی چیزوں سے استدلال کیا جن پر اور کسی کو کچھ بھی قدرت نہیں یعنی آسمان وزمین کی تخلیق و پیدائش چنانچہ فرمایا۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ بلند و برتر ہے ان کے شرک سے)

قراءت: حمزہ اور علی نے دونوں مقام پر تاء سے پڑھا ہے۔ اور انسان کی خلقت اور جو افعال اس سے پیش آتے ہیں ان کا ذکر اس ارشاد میں فرمایا۔

انسانی ناشکری:

۴: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ ایک دم کھلم کھلا جھگڑنے لگا) یعنی اچانک وہ تیز زبان اور اپنے نفس کی طرف سے جھگڑنے والا اور اپنے جھگڑے میں اصرار کرنے والا اور اپنی دلیل کو خوب ظاہر کرنے والا ہو گیا۔ بعد ازیں کہ یہ ایک ایسا پانی کا قطرہ تھا جس میں حس تک نہ تھی۔ اور نہ ہی کوئی حرکت تھی۔ نمبر ۲۔ اچانک یہ اپنے رب سے جھگڑنے والا نکلا۔ اپنے خالق کا انکاری ہے اور یہ کہتا ہے مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [یٰسین: ۷۸] اس میں انسان کی بے حیائی اور ناشکری نعمت میں اصرار کا ذکر کیا۔ اور مزید انعامات ذکر فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے چوپائے پیدا کئے جن میں سے بعض اس کی خوراک اور کچھ سواری، بار برداری اور دیگر بیسیوں قسم کی ضروریات میں کام دیتے ہیں چنانچہ فرمایا

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنْفَعٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ

اور اس نے چوپایوں کو پیدا فرمایا ان میں تمہارے لئے سردی سے بچنے کا سامان ہے اور دیگر فائدے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔ اور تمہارے لئے

فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ

ان میں رونق ہے جب تم شام کو لاتے ہو اور صبح کو چھوڑتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھوں کو ایسے شہروں کی طرف اٹھا کر لے

بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بِلِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَوْفٌ رَّحِيمٌ ۝

جاتے ہیں جہاں تم اپنی جانوں کی مشقت کے بغیر پہنچ نہیں سکتے تھے۔ بلاشبہ تمہارا رب رؤف ہے رحیم ہے،

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۖ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

اور اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا فرمائے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے طور پر، اور وہ پیدا فرماتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

بے شمار انعامات میں چوپایوں کا تذکرہ:

۵: وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ (اور چوپائے کہ ان کو اس نے تمہارے لئے پیدا کیا) انعام سے وہ آٹھ اقسام مراد ہیں اور اکثر اس کا اطلاق اونٹ پر ہوتا ہے۔ نَحْوُ: فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ ظاہر کلام اس کی وضاحت کر رہا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں والقمر قدر نہ منازل [یسین: ۳۹] نمبر ۲۔ الانسان پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے ای خلق الانسان والاعنام پھر فرمایا: خلقها لكم کہ اے جنس انسان! ہم نے تمہارے لئے چوپائے بنائے۔ فِيهَا دِفْءٌ (ان میں تمہارے لئے سردی روکنے کا سامان ہے) دِفْءٌ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے سردی دور کی جائے خواہ وہ لباس اون، بال، پشم سے بنا ہو۔ وَمَنْفَعٌ (اور اس میں فوائد ہیں) اس میں ان کی نسل کشی اور دودھ وغیرہ حاصل کرنا ہے۔ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ (اور ان میں سے بعض کا گوشت تم کھاتے ہو)۔

نَحْوُ: ظرف کو مقدم کر کے خصوصیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اور بعض اوقات دوسرے بھی کھائے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان میں گوشت وہ چیز ہے جس پر لوگوں کی معیشت کا دار و مدار ہے۔ ان کے علاوہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے مثلاً مرغی، بطخ، جنگل اور دریا کا شکار وہ قلیل ہونے کی وجہ سے کسی شمار و قطار میں نہیں بلکہ فروٹ کے درجہ میں ہے۔

۶: وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ (اور تمہارے لئے ان میں خوبصورتی ہے جبکہ تم شام کو انہیں لوٹاتے ہو) ان کو چراگا ہوں سے باڑوں کی طرف شام کو لوٹاتے ہو۔ وَحِينَ تَسْرَحُونَ (اور جبکہ تم ان کو چرنے چھوڑتے ہو) صبح کو چراگا ہوں کی طرف چرنے کیلئے چھوڑتے ہو۔ اس میں ایک جمال و بہار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور نعمت ذکر فرمایا جیسا کہ ان کے منافع کو بطور انعام ذکر فرمایا۔ کیونکہ مویشی رکھنے والوں کی اغراض میں سے یہ بھی ایک غرض ہے کیونکہ چراہے جب شام کو انہیں واپس لاتے اور صبح کو

چرانے لے جاتے ہیں تو صحن خانہ ان کے آنے جانے سے پر رونق ہو جاتے ہیں جس سے موسیٰیوں والے خوش ہوتے ہیں اور لوگوں کے ہاں ان کو ٹھاٹھ اور شان، مرتبہ میسر آتا ہے۔

نکتہ: لوٹانے کو لے جانے پر مقدم اس لئے کیا کہ راحت میں خوبصورتی ظاہر و نمایاں ہے جبکہ وہ پیٹ بھرے، تھنوں میں جمع کئے پرسکون انداز میں ترتیب کے ساتھ لوٹ رہے ہوتے ہیں۔

۷: وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ (وہ تمہارے بوجھ اٹھاتے ہیں) اِثْقَال کا معنی بوجھ ہے۔ اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بِلٰغِيْهِ اِلَّا بِشَقِّ الْاَنْفُسِ (ایسے شہر کی طرف کہ جس میں تم بغیر تکلیف اٹھائے نہ پہنچ سکتے تھے)۔ قراءت: شَقِّ کی شین پر ابو جعفر نے فتح شق پڑھا ہے یہ دونوں لغات ہیں ہر دو کا معنی مشقت ہے بعض کہتے ہیں کہ شق مصدر ہے۔ شق الامر علیہ شقا اور اس کی حقیقت بھی الشق کی طرف لوٹنے والی ہے جس کا معنی پھٹنا اور الگ ہونا ہے۔ باقی الشق کا معنی نصف آتا ہے۔ گویا مشقت کی وجہ سے اس کی نصف طاقت ختم ہو گئی۔ اب آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اونٹوں کو پیدا نہ کیا جاتا تو تم اپنے آپ انتہائی تکلیف و مشقت کے ساتھ دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکتے۔ بوجھ اٹھانا تو دور کی بات ہے کہ اس کو اپنی پشتوں پر لادتے۔ نمبر ۲۔ لَمْ تَكُوْنُوْا بِالْغِيَةِ بِهَا اِلَّا بِشَقِّ الْاَنْفُسِ تم جانی مشقت سے ان بوجھوں کو وہاں پہنچا سکتے۔

ایک قول یہ ہے کہ اِثْقَال سے ابدان مراد ہیں۔ اسی سے جن وانس کو اِثْقَال کہا جاتا ہے۔ اور اس آیت میں بھی یہی معنی ہے۔ وَاخْرَجْتَ الْاَرْضَ الْاَثْقَالُهَا [الزلزال: ۲] یعنی اولاد آدم کو۔ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَّءُوفٌ رَّحِيْمٌ (بیشک تمہارا رب بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے) کہ اس نے ان بوجھ اٹھانے والے جانوروں کو پیدا کر کے تم پر رحم فرمایا اور یہ مصالح آسان کر دیئے۔

گھوڑے، خچر کا تذکرہ:

۸: وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لَتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً (اور گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو تمہاری سواری اور زینت کیلئے پیدا کیا) خَجُوْر: الانعام پر عطف ہے۔ اِی خَلَقَ هٰذِهِ الرُّكُوْبَ وَالزِّيْنَةَ اور اس نے ان سواریوں کو اور زینت کو پیدا کیا۔

استدلال امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

امام صاحب نے اس آیت سے گھوڑے کے گوشت کی حرمت پر استدلال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خلقت کی علت رکوب و زینت قرار دی اور کھانے کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ انعام میں فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ گوشت کا فائدہ تو سواری اس سے بڑھ کر ہے اور آیت کا سیاق ہی بیانِ نعمت کے لئے ہے اور حکیم کی حکمت اس بات کو گوارہ نہیں کرتی کہ احسان کے موقع پر ادنیٰ نعمت کو ذکر کیا جائے اور بڑی نعمت کو چھوڑ دیا جائے۔

خَجُوْر: زینۃ کا نصب مفعول ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ لَتَرْكَبُوْهَا کے محل پر معطوف ہے۔ اب مخلوقات کی وہ اصناف جو ابھی علم میں نہیں آئیں ان کا ذکر فرمایا۔ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اور وہ ایسی چیزیں پیدا فرمائیں گے جن کو تم نہیں جانتے ہو) اور جس ذات کی یہ صفات ہوں وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا جائے۔

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَايِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۙ

اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے، اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اس سے ہٹے ہوئے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا اس میں پینے کا پانی ہے اور اس کے ذریعے درخت پیدا ہوتے ہیں جن میں تم

تُسَيِّمُونَ ۙ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَ

چراتے ہو وہ تمہارے لئے اس کے ذریعہ کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے پھل

مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝۱۱ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ

اگاتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو غور کرتے ہیں، اور اس نے تمہارے لئے رات کو

وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ

اور دن کو اور چاند کو اور سورج کو مسخر فرمایا اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں، بلاشبہ اس میں

لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝۱۲ وَمَا ذَرَأَا لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ

ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں، اور جو چیزیں زمین میں پھیلا دیں جن کے رنگ مختلف ہیں

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذْكُرُونَ ۝۱۳ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ

بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان کے لئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں، اور اللہ وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر فرما دیا

لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حَبْلًا مَلَبَسُونَ ۙ وَتَرَى

تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زبور نکالو جسے تم پہنتے ہو، اور اے مخاطب تو کشتیوں کو دیکھتا

الْفُلُكَ مَوَاحِرِفٍ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝۱۴

ہے کہ وہ اس میں پھاڑنے والی ہیں تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اور تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو،

وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝۱۵

اور اللہ نے زمین میں بھاری پہاڑ ڈال دیئے تاکہ زمین تمہیں لے کر بٹنے نہ لگے، اور اس نے نہریں بنائیں اور راستے بنائے تاکہ تم ہدایت پاؤ

وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ۝۱۶

اور نشانیاں بنائیں، اور وہ ستاروں کے ذریعے راہ پاتے ہیں۔

سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے:

۹: وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ (اور سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے) السبیل سے جنس مراد ہے اسی لئے فرمایا وَمِنْهَا جَاہِرٌ (اور ان میں بعض راستے ٹیڑھے ہیں) القصد یہ مصدر ہے جو فاعل کے معنی میں ہے۔ ای القاصد جیسے کہتے ہیں سبیل قصد و قاصد یعنی سیدھا۔ گویا کہ وہ اسی جانب کا قصد کرتا ہے جس کا چلنے والا ارادہ کرتا ہے اور اس سے ہٹتا نہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے اپنے اوپر اس راستہ کی راہنمائی لازم کر لی جو حق تک پہنچانے والا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى (اللیل-۱۲) یہ وجوب کیلئے نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں لیکن اللہ تعالیٰ محض اپنی مہربانی سے یہ کرتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا کہ علی الی کے معنی میں ہے۔ زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی علی اللہ تبیین الطريق الواضح المستقیم والدعاء الیہ بالحجج ہے یعنی اللہ کے ذمہ واضح سیدھے راستے کو کھل کر بیان کرنا اور دلائل سے اس کی طرف بلانا ہے۔ و منها جائز کا مطلب کہ بعض راستے استقامت سے بٹے ہوئے ہیں۔ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمام کو ہدایت دے دیتے) اگر وہ ارادہ کرتے مہربانی والا۔ ہدایت تو توفیق سے دستیاب ہوتی ہے اور انعام ہدایت عام کے بعد میسر آتا ہے۔

پانی اور اس کے فوائد کی طرف اشارہ:

۱۰: هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ (وہ ایسی ذات ہے جس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی اتارا جسے تم پیتے ہو)۔

تَحْوِيلٌ: لکم یہ انزل کے متعلق ہے۔ نمبر ۲۔ شراب کی خبر ہے شراب بمعنی مشروب ہے۔

وَمِنْهُ شَجَرٌ (اور اسی سے درخت ہیں) اسی پانی سے وہ درخت پیدا ہوتے ہیں جس کو مویشی چرتے ہیں۔ فِيهِ تُسِيمُونَ (جن میں تم اپنے مویشی چراتے ہو) یہ سَامَتْ المَاشِيَةِ سے بنا ہے جب مویشی چریں۔ جانور کو سائمہ و اسامہا صاحبہا اور اس کے مالک نے چرایا۔ یہ السومة مصدر سے ہو تو معنی علامت ہے زمین میں چرانے سے نشانات پڑ جاتے ہیں۔

۱۱: يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ (اللہ تعالیٰ تمہارے اس پانی سے کھیتی، زیتون اور کھجور و انگور اور ہر طرح کے پھل اگاتا ہے)

نکتہ: آیت میں مَن لائے صرف کل الثمرات نہیں کہا کیونکہ تمام پھل تو جنت میں میسر ہونگے۔ دنیا میں یادداشت کیلئے بعض پھل اُگادے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے سوچ و پکار کرنے والی قوم کیلئے) پس وہ اس نشانی کے ذریعہ اس پر اور اس کی قدرت و حکمت پر استدلال کرنے والے ہیں۔ الایۃ سے دلالت واضح مراد ہے۔

دن رات اور ستاروں کی نعمت:

۱۲: وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ (اور اس نے مسخر کیا تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج و چاند کو اور ستارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔) قراءت: تمام کا نصب ہے اس طرح وَجَعَلَ النُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ۔ یہ حمزہ، ابو عمرو، ابن کثیر کی قراءت ہے اور النجوم مسخرات حفص کی قراءت ہے۔ وَالشَّمْسُ وَالنُّجُومُ مسخرات یہ شامی کی قراءت ہے اس طور پر کہ یہ مبتدا اور خبر ہیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَا يَتْلِقُ لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں عقل والی قوم کیلئے) آیات جمع آیہ کی ہے۔ عقل کا ذکر کیا کیونکہ آثار علویہ قدرت پر ظاہر ادالت کرنے والے ہیں۔ اور کبریائی اور عظمت پر واضح شہادت ہیں۔

۱۳: وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ (اور ان چیزوں کو تمہارے لئے زمین میں پیدا کیا)

نَجْوٰ: اس کا عطف اللیل والنہار پر ہے۔ اِی مَا خَلَقَ فِيْهَا مِنْ حَيَوَانَ وَشَجَرٍ وَتَمْرِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ (اور جو اس نے زمین میں حیوان، درخت، پھل وغیرہ پیدا فرمائے) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُ (اس حال میں کہ ان کے رنگ مختلف ہیں) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰیةٌ لِّقَوْمٍ يَذَّكَّرُوْنَ (اس میں بلاشبہ نشانی ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے) جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

سمندر اور اس کے فوائد:

۱۴: وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لَنَا نَکُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا (اور وہ ایسی ذات ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ)۔ لَحْمًا طَرِيًّا سے مچھلی مراد ہے۔ اس کو طریقی اس لئے فرمایا کیونکہ بہت جلد یہ خراب ہوتی ہے پس بگاڑ کے خطرے سے جلدی سے تازہ کھالی جاتی ہے۔

نکتہ: اگر کسی آدمی نے قسم اٹھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائیگا۔ تو مچھلی کھانے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ کیونکہ قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔ اور عرف میں اس کو گوشت نہیں کہتے۔ جس نے اپنے غلام کو کہا اشتر بھذہ الدراہم لَحْمًا وہ مچھلی خرید لایا تو وہ اس لائق ہے کہ آقا اس کا انکار کر دے۔ بقیہ ائمہ قسم ٹوٹنے کے قائل ہیں۔

وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَہَا (تاکہ تم اس سے زیور نکالو۔ جس کو تم پہنتے ہو) حلیہ سے مراد یہاں مونگے اور موتی ہیں۔ تَلْبَسُوْنَ کا مطلب تمہاری عورتیں پہنیں۔ لیکن مخاطب مردوں کو فرمایا کیونکہ ان کی زینت مردوں کیلئے ہوتی ہے گویا وہ مردوں کی زینت اور ان کا لباس ہی ہے۔ وَتَوٰی الْفُلُکَ مَوَآخِرَ فِیْہِ (اور تم کشتیوں کو دیکھو گے اس میں پانی کو چیرتی ہوئی جارہی ہیں) کشتیاں چلتی ہیں اور پانی کو چلتے وقت چیرتی ہیں۔ المخر پانی کو سینہ کے زور سے چیرنا۔ فِیْہِ کا مطلب سمندر میں۔ وَلَتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہِ (تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو) اس کا محذوف پر عطف ہے یعنی تاکہ تم عبرت حاصل کرو اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ ابْتَغَیْے فضل سے تجارت مراد ہے۔ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (اور تاکہ تم شکریہ ادا کرو) اللہ تعالیٰ کا اس انعام پر جو اس نے تم پر کیا۔

۱۵: وَالْقٰی فِي الْاَرْضِ رَوَاسِی (اور اس نے زمین میں پہاڑ ڈال دیئے) قائم رہنے والے پہاڑ۔ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ (تاکہ وہ

أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝۱۷ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۝

سو کیا جو پیدا کرتا ہو وہ اس کی طرح ہوگا جو پیدا نہیں کرتا، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے،

إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۸ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تَعْلِنُونَ ۝۱۹ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ

بالشبه اللہ غفور ہے رحیم ہے، اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو، اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر

مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝۲۰ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا

غیروں کو پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ پیدا کئے جاتے ہیں، بے جان ہیں زندہ نہیں ہیں، اور انہیں

يَشْعُرُونَ ۝۲۱ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝۲۲

خبر نہیں ہے کہ کب اٹھائے جائیں گے

تمہیں لے کر جھک نہ جائے) اس ڈر سے کہ وہ تمہیں لیکر مائل ہو۔ اور حرکت کرے۔ نمبر ۲۔ تاکہ وہ تمہیں لیکر جھک نہ جائے۔ لیکن حذف مضاف زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا وہ حرکت کرنے لگی ملائکہ نے کہا اس کی پشت پر تو کوئی ٹھہر نہ سکے گا۔ پس صبح ہوئی اس حال میں کہ پہاڑ گاڑ دیئے گئے۔ فرشتوں کو معلوم بھی نہ ہوسکا کہ پہاڑ کس چیز سے بنائے گئے۔ وَاَنْهَرَا (اور نہریں) یہ جعل کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ اقلیٰ میں جعل کا معنی پایا جاتا ہے۔ وَ سُبُلًا (راستے) لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (تاکہ تم راہ پاؤ) اپنے مقاصد کی طرف۔ نمبر ۲۔ اپنے رب کی توحید کی طرف۔

ستاروں کی خاص راہنمائی:

۱۶: وَ عَلَّمَتْ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (اور نشانیاں بنائیں اور ستاروں سے وہ راہنمائی حاصل کرتے ہیں) اور وہ راستوں کی نشانیاں ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے راستہ پر چلنے والا راستہ پائے پہاڑ وغیرہ۔ النجم سے مراد جنس ہے۔ نمبر ۲۔ ثریا اور قمر قد، نبات النعش اور جدی وغیرہ مراد ہیں۔ بالتجہم میں نجم کو مقدم کیا اور خطاب کی بجائے غائب کا صیغہ لائے اور تھم ضمیر درمیان میں داخل کر دی۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے بالنجم خصوصاً ہؤلاء خصوصاً یہتدون ستاروں سے خصوصاً اور خاص یہ لوگ راہ معلوم کرتے ہیں۔

سوال: ہم سے مراد کون ہیں؟

جواب: اس سے گویا قریش مراد ہیں وہ اپنے راستوں کو معلوم کرنے کیلئے ستاروں کو استعمال کرتے اور ان کے متعلق ان کو معلومات بھی تھیں جو دوسروں کو میسر نہ تھیں۔ گویا اس عظیم نعمت پر شکر یہ لازم کیا گیا۔ اور عبرت کو ان کے لئے ضروری قرار دیا گویا وہ اس کے ساتھ خاص کر دیئے گئے۔

یہ خالق کے نمونہ ہائے قدرت اوروں کو تم دکھاؤ:

۱۷: اَفَمَنْ يَخْلُقُ (کیا وہ جو پیدا کرتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ۔ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ (اس کی طرح ہو جائے گا جو پیدا نہیں کرتا) یعنی اصنام، یہاں من لائے جو ذوی العقول کیلئے ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے خیال کے مطابق ان کو حاجت روا بنا کر عبادت شروع کر رکھی تھی (معبود کی تمام صفات ان میں مانتے تھے) گویا اولو العلم کے قائم مقام قرار دیا۔

نمبر ۲۔ مطلب یہ ہے کہ جو پیدا کرتا ہے ان کی طرح نہیں ہو سکتا۔ جو اولو العلم ہیں پیدا نہیں کر سکتے پھر جس کے پاس بالکل علم ہی نہ ہو وہ کیسے برابر ہو سکتا ہے؟ اس طرح نہیں فرمایا اَفَمَنْ لَا يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ حالانکہ مقام کا تقاضا یہی ہے کیونکہ اس میں ان لوگوں کو الزام دیا گیا ہے جو بت پرست ہیں اور انہوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہت دے کر حاجت روا قرار دے رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہوں نے غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نام اور عبادت میں مثل قرار دیا تو گویا اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کی جنس اور اس کے مشابہ مان لیا۔ اس ارشاد میں اسی بات کی تردید کی اَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ (کہ تمہارا مثل قرار دینا درست نہیں) یہ آیت خلق افعال میں معتزلہ کے خلاف دلیل ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے) جبکہ اس بات کا غلط ہونا تم پر واضح کر دیا گیا۔

اَنْ گنت انعامات:

۱۸: وَاَنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصَوْهَا (اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گنے لگو تو گن نہ سکو) ان کی گنتی کو بھی ضبط نہیں کر سکتے۔ اور نہ اس تک تمہاری طاقت پہنچ سکتی ہے۔ چہ جائیکہ ان نعمتوں کے شکریہ کا پورا حق ادا کرو۔ اس کے بعد نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد یہ آیت لائے تاکہ متنبہ کر دیا جائے کہ اس کے پیچھے غیر محصور نعمتیں چھپی ہیں۔ اِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) وہ نعمت کے شکریہ کی ادائیگی میں تمہاری کوتاہی سے تجاوز فرمائیں گے تمہاری کمی کی وجہ سے نعمت کو منقطع نہ کریں گے۔

۱۹: وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو تم چھپاتے اور جو تم ظاہر کرتے ہو) یعنی تمہارے اقوال و افعال کو۔ یہ وعید ہے۔

جن کو لوگوں نے معبود بنا رکھا ہے وہ مخلوق ہیں اپنی زندگی کے بھی مالک نہیں:

۲۰: وَالَّذِينَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ (اور وہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا وہ پکارتے ہیں) وہ معبود جن کو کفار پکارتے ہیں۔ قراءت: عاصم کے علاوہ دوسروں نے تاء سے پڑھا ہے۔ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ (وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں)

۲۱: اَمْوَاتٌ (وہ بے جان ہیں) مبتدا محذوف کی خبر غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يَبْعَثُوْنَ (وہ زندہ نہیں اور ان کو شعور نہیں کہ کب ان کو اٹھایا جائے گا) اس میں ان سے الوہیت کے خصائص کی نفی ہے اس طرح کہ وہ خالق نہیں ہیں اور وہ ایسی زندگی نہیں

إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكَرَةٌ وَهُمْ

تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، سو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہو رہے ہیں اور وہ

مُسْتَكْبِرُونَ ۚ لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ

تکبر کرنے والے ہیں، یہ بات یقینی ہے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں کو

الْمُسْتَكْبِرِينَ ۚ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَّاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا سَاطِرُ الْأَوَّلِينَ ۚ

پسند نہیں فرماتا، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ پہلے لوگوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں

لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ

تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے پورے اٹھالیں اور ان لوگوں کے بوجھ بھی اٹھالیں جنہیں بغیر علم کے گمراہ

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ أَلَسَاءَ مَا يَزُرُّونَ ۚ

کرتے ہیں، خبردار برا ہے وہ بوجھ جسے وہ اپنے اوپر لاد رہے ہیں

رکھتے کہ جس پر موت وارد نہ ہو۔ اسی طرح وقت بعثت کا ان کو علم نہیں۔ اور ان کے لئے مخلوق کی صفات ثابت کیں کہ۔ نمبر ۱۔ وہ مرنے والی مخلوق ہیں۔ نمبر ۲۔ بعثت سے ناواقف ہیں۔ اور اموات غیر اَحْيَاء کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ فی الحقیقت معبود ہوتے تو وہ ہمیشہ زندہ رہتے موت کا شکار نہ ہوتے۔ یعنی موت کی آمد ان پر ہو ہی نہ سکتی۔ حالانکہ انکا معاملہ اس کے الٹ ہے۔

یبعثون کی ضمیر داعین کی طرف لوٹتی ہے یعنی ان کو شعور نہیں کہ ان کے پجاری کب اٹھائے جائیں گے۔ اس میں مشرکین کو شرمندہ کیا گیا۔ کہ تمہارے معبودوں کو وقت بعثت کا بھی علم نہیں پھر وہ اپنی عبادت پر عابدین کو کیا بدلہ دے سکیں گے۔ اس میں یہ بھی ثابت کر دیا کہ بعثت بعد الموت بہر صورت ہے۔

معبود حقیقی ان کی مخفی حالت سے واقف ہے وہ کفار و مستکبرین کو پسند نہیں کرتا:

۲۲: إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ (تمہارا معبود ایک ہی ہے) گذشتہ آیات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ الوہیت غیر اللہ کے لائق و مناسب ہی نہیں اور تمہارا معبود حقیقی ایک ہی ہے۔ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكَرَةٌ (پس وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکاری ہیں) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے۔ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ (وہ تکبر کرتے ہیں) عبادت سے اور اس کی وحدانیت کے اقرار سے۔

۲۳: لَا جَرَمَ (ضروری بات ہے) یقیناً۔ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ (بیشک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں) ان کی پوشیدہ اور ظاہری حالت کو۔ پس اسی کے مطابق ان کو بدلہ دیگا۔ یہ وعید ہے۔ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ

الْمُسْتَكْبِرِينَ (اس کو تکبر کرنے والے پسند نہیں) تو حید سے تکبر کرنے والے یعنی مشرکین۔

۲۴: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ (جب ان سے کہا گیا) ان کفار کو۔ مَا ذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (تمہارے رب نے کیا اتارا وہ کہتے ہیں پہلے لوگوں کی کہانیاں)۔

نَحْوُ: نمبر۔ ماذا یہ انزل کی وجہ سے منصوب ہے یعنی ای شئی انزل ربکم تمہارے رب نے کوئی چیز اتاری؟ نمبر ۲۔ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ ای شئی انزلہ ربکم وہ کوئی چیز ہے جس کو تمہارے رب نے اتارا ہے؟ اساطیر یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کا مقولہ ہے جو مکہ کے راستوں پر بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے متعلق نفرت پھیلاتے جب حجاج کا کوئی وفد ان سے پوچھتا کہ رسول ﷺ پر کیا چیز اتاری گئی تو وہ کہتے ہیں اساطیر الاولین یعنی پہلے لوگوں کی کہانیاں اور ان کے باطل اقوال۔ اس کا واحد اسطورہ ہے۔ جب حجاج کی ملاقات مسلمانوں سے ہوتی تو وہ ان کو رسول ﷺ کی صداقت کی اطلاع دیتے اور بتلاتے کہ وہ نبی مبعوث ہیں یہی وہ لوگ تھے جو بھلی بات کہنے والے تھے۔

قرآن کو کہانیاں کہنے والے کل اپنے گناہ کا بوجھ اٹھائیں گے:

۲۵: لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ (نتیجہ اس کہنے کا یہ ہوگا کہ قیامت کے دن وہ اپنے گناہوں کا بھی پورا بوجھ اٹھائیں گے۔ اور ان لوگوں کا بار بھی جن کو گمراہ کرتے تھے) یہ بات انہوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے کہی۔ پس اپنی گمراہی کا پورا بوجھ انہوں نے اٹھایا۔ اور کچھ ان کا بوجھ بھی جو ان کے گمراہ کرنے سے گمراہ ہوئے۔ اور یہ بوجھ اضلال کا ہے کیونکہ ضال و مضل دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

نَحْوُ: ليحملوا کالام تعلیلیہ ہے۔

بِغَيْرِ عِلْمٍ (بغیر علم کے) نَحْوُ: یہ مفعول سے حال ہے یعنی یضلون من لا یعلم انہم ضلال وہ ایسے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں جن کو یہ معلوم نہیں کہ یہ گمراہ ہیں۔ أَلَا سَاءَ مَا يَزِيدُونَ (خبردار وہ بہت بُرا بوجھ اٹھانے والے ہیں)۔ نَحْوُ: ماحمل رفع میں واقع ہے۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَآتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ

بلاشبہ جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے مکر کیا سو اللہ نے ان کا بنایا ہوا گھر بنیادوں سے ڈھا دیا، پھر اوپر سے

السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَتْهُمْ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ

ان پر چھت آ پڑی، اور ان پر اس طرح عذاب آ گیا کہ انہیں خیال بھی نہ تھا، پھر وہ انہیں

الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ قَالَ الَّذِينَ

قیامت کے دن رسوا کرے گا، اور فرمان ہوگا کہ کہاں ہیں میرے شرکاء جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے؟ جن کو علم دیا گیا

أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۲۷﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ

وہ کہیں گے کہ بلاشبہ آج رسوائی اور بدحالی ہے کافروں پر، جن کی جانیں فرشتوں نے اس حال میں قبض کی تھیں

ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ فَأَلْقُوا السَّلَامَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ بَلَىٰ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا

کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، سو وہ لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم کوئی بُرا کام نہ کرتے تھے، ہاں! بلاشبہ اللہ جاننے والا ہے

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۲۹﴾

جو تم کیا کرتے تھے، سو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہو گے، سو تکبر کرنے والوں کا بُرا ٹھکانہ ہے۔

پہلوں کی تدابیر ان پر اُلٹ دی گئیں:

۲۶: قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَآتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ (ان سے پہلے لوگوں نے تدابیر کیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بنیادوں کو جڑ سے گرا دیا) یعنی جڑوں کی جانب سے اور وہ ستون ہیں۔ درحقیقت یہ تمثیل ہے کہ انہوں نے منصوبہ بندی کی تاکہ رسولوں کے خلاف محاذ آرائی کریں اللہ تعالیٰ نے انہی کے اپنے منصوبوں سے ان کو ہلاک کر دیا۔ جیسا کہ وہ لوگ جو عمارت بنائیں اور ستون بنا کر مضبوط کریں۔ مگر ہلکر ستونوں سے عمارت اکھڑ جائے اور چھت ان کے اوپر آ رہے۔ وہ اس کے نیچے دب کر ہلاک ہو جائیں۔

قول جمہور:

یہ ہے کہ اس سے مراد نمرود بن کنعان تھا جبکہ اس نے بابل میں ایک محل تعمیر کروایا۔ جس کی لمبائی پانچ ہزار گز تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ دوفریخ تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا چلا کر اس عمارت کو اس پر اور اس کی قوم پر گرا دیا جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ فاتی اللہ کا مطلب

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے استیصال کا ارادہ کیا ہے۔ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ (پس ان پر چھت اوپر سے گر پڑی اور ان پر عذاب ایسی جگہ سے آپہنچا کہ ان کو شعور بھی نہ تھا) ایسی طرف سے کہ ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا اور نہ تو قہر تھی۔

قیامت کو خمیازہ بھگتیں گے:

۲: ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ (پھر وہ قیامت کے دن ان کو رسوا کرے گا) رسوائی کے عذاب سے ان کو ذلیل کرے گا جو اس کے علاوہ ہوگا جو دنیا میں ان کو عذاب ملا۔ وَيَقُولُ آيِنَ شُرَكَآءِىَ (اور کہیں گے کہاں ہیں میرے شریک) اپنی طرف اضافت کر کے ان کی اضافت و نسبت کو بیان کیا تا کہ استہزاء ان کو توخ کر دی جائے۔ الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاقُّوْنَ فِيهِمْ (وہ جن کی وجہ سے تم رسول خدا اور مسلمانوں کی مخالفت کرتے تھے) دشمنی کرتے اور مسلمانوں سے ان کے معاملات کے سلسلہ میں جھگڑتے تھے۔

قراءت: تَشَاقُّونَ نَافِعٌ نے پڑھا یعنی تَشَاقُّونِی فِیْهِمْ۔ کیونکہ مومنوں کی مخالفت گویا اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے۔ قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (کہا ان لوگوں نے جن کو علم دیا گیا) انبیاء علیہم السلام اور امتوں میں سے علماء جو ایمان کی طرف بلاتے اور نصیحت کرتے تھے مگر یہ لوگ اس نصیحت پر کان نہ دھرتے بلکہ ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے۔ یہ بات ان کی شامت کے طور پر کہیں گے۔ نمبر ۲۔ یہ کہنے والے فرشتے ہونگے۔ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ (بیشک آج کی رسوائی) الْخِزْيُ ذِلَّةٌ وَرِسْوَاىِ السُّوْءِ (اور برائی) یعنی عذاب عَلَى الْكَافِرِينَ (کافروں پر ہوگا)

قبض روح کے وقت کفار کی اطاعت:

۲۸: الَّذِينَ تَتَوَفَّيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ (وہ لوگ جن کی جان ملائکہ نے قبض کی) قراءت: حمزہ نے یاء کے ساتھ پڑھا اور اسی طرح اس کا مابعد بھی ظَالِمِیْ أَنفُسِهِمْ (اس حال میں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے) کفر باللہ کے ذریعہ فَالْقَوَا السَّلَمَ (پس وہ صلح کا پیغام ڈالیں گے) صلح اور فرمانبرداری یعنی رجوع کریں گے اور جو ضد دنیا میں کی اس کے برعکس کریں گے اور کہیں گے مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ (ہم کوئی برا کام نہ کرتے تھے) جو کفر و انکار اور دشمنی ان کی طرف سے دنیا میں پائی گئی اس کا شدت سے انکار کر دیں گے وہ علم والے اس کی تردید کرتے ہوئے کہیں گے۔ بَلَى إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (کیوں نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے) پس وہ اس کا تمہیں بدلہ عنایت فرمائیں گے اور یہ بات بھی بطور شامت کہی جائے گی اور اسی طرح اگلی آیت۔

۳۹: فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَلَئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ (تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ پس متکبرین کا ٹھکانہ بہت برا ہے) یعنی جہنم۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرًا لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ

اور جو لوگ کفر و شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ انہوں نے کہا کہ بڑی بہتر چیز نازل فرمائی، جن لوگوں نے اس دنیا میں

الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلِذَارِ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ۝ جَنَّتٌ عَدْنٍ

اچھے کام کئے ان کے لئے بھلائی ہے اور بلاشبہ دار آخرت بہتر ہے، اور البتہ متقیوں کا گھر اچھا ہے، ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں

يَدْخُلُونَهَا يُجْرَى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ كَذَلِكَ يَجْزِي اللَّهُ

ان میں وہ داخل ہوں گے، ان باغوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان کے لئے اس میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، اسی طرح اللہ ان کو بدلہ دیتا ہے

الْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ تَتَوَفَّيهِمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا

جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں جن کی رو میں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو تم اپنے اعمال کے سبب

الْجَنَّةِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

جنت میں داخل ہو جاؤ۔

متقین کا درست اقرار اور آخرت میں اچھا گھر:

۳۰: وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا (اور کہا جائے گا ان لوگوں کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا) اتَّقَوْا سے یہاں شرک سے بچنا مراد ہے۔
مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرًا (تمہارے رب نے کیا اتارا وہ کہتے ہیں بڑی بہتر چیز نازل فرمائی) خَيْرًا کو منصوب لائے۔ اور
يَجْعَلُ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ میں اس کو مرفوع قرار دیا گیا۔ کیونکہ تقدیر عبارت یہاں أَنْزَلَ خَيْرًا ہے۔ پس وہ جواب کو سوال کے
مطابق لائے۔ اور وہاں تقدیر عبارت یہ ہے هُوَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ پس جواب ذکر کر کے سوال سے اعراض کیا۔ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا
فِي هَذِهِ الدُّنْيَا (اور ان لوگوں کیلئے جنہوں نے نیکی کی اس دنیا میں) یعنی ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے رہے۔ نمبر ۲۔
انہوں نے لا الہ الا اللہ کہا۔ حَسَنَةً (اچھائی ہے) مرفوع ہونے کی صورت میں یہ خیرًا سے بدل ہے۔ یعنی ثواب اور امن اور
غنیمت۔ یہ متقین کے قول کی حکایت ہے یعنی وہ کہیں گے خیرًا۔ پہلے اس کا نام خیر رکھا پھر حسنة سے اس کی حکایت کی۔ نمبر ۲۔ یا یہ
جملہ متانفہ ہے جو کہنے والوں کیلئے بطور وعدہ ذکر کیا۔ اور ان کے قول کو من جملہ احسانات میں سے ذکر کیا۔ وَلِذَارِ الْآخِرَةِ خَيْرٌ
(اور البتہ آخرت والا گھر بہت بہتر ہے) ان کو آخرت میں وہ ملے گا جو اس سے بہت بہتر ہوگا جیسا دوسرے مقام پر فرمایا فاتا ہم
اللہ ثواب الدنيا وحسن ثواب الآخرة [آل عمران: ۱۳۸] وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ (البتہ متقین کا گھر بہت خوب ہے)
دار متقین سے دار آخرت مراد ہے۔ مخصوص بالمدح کو اسلئے حذف کیا کیونکہ پہلے اس کا تذکرہ ہو چکا۔

۳۱: جَنَّتٌ عَدْنٍ (وہ ہمیشہ کے باغات ہیں) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نمبر ۲۔ یا مخصوص بالمدح ہے۔ يَدْخُلُونَهَا (وہ اس میں

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرٌ رَبِّكَ كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ

یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا آپ کے رب کا حکم آ جائے، اسی طرح ان لوگوں نے کیا

مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۳۲﴾ فَاصَابَهُمْ

جو ان سے پہلے تھے، اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے، سو انہوں نے جو برے کام

سَيِّئَاتٍ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۳﴾

کئے ان کی سزائیں انہیں مل گئیں اور جس چیز کا وہ مذاق بناتے تھے اس نے انہیں آ کر گھیر لیا

داخل ہونگے) یہ حال ہے۔ تجرّی مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ كَذَلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ (اس کے نیچے نہریں جاری ہونگی ان کے لئے اس میں وہ ہے جو وہ چاہیں گے اسی طرح اللہ تعالیٰ متقین کو بدلہ دیں گے)۔

ان کے قبض روح کا حال:

۳۲: الَّذِينَ تَتَوَقَّعُهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ (وہ لوگ جن کی ارواح کو فرشتے قبض کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ پاک ہوتے ہیں) وہ اپنے نفس کفر کے ظلم سے پاک کرنے والے ہیں۔ (یہ معنی اس لئے لیا گیا) کیونکہ یہ ظالمی انفسہم [اخل: ۲۸] کے مقابلہ میں ہے (اور وہاں ظلم سے کامل ظلم یعنی شرک مراد لیا ہے) يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ (وہ کہیں گے تم پر سلام ہو)۔ کہا جاتا ہے کہ جب مؤمن بندہ موت کو جھانکتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آ کر کہتا ہے۔ السلام علیک یا ولی اللہ! اللہ یقرأ علیک السلام۔ اور اس کو جنت کی خوشخبری دیتا ہے۔ ان کو آخرت میں کہا جائے گا ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (تم اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ) تمہارے عمل کے سبب۔

کفار روز قیامت کے منتظر نظر آتے ہیں:

۳۳: هَلْ يَنْظُرُونَ (نہیں وہ انتظار کر رہے) یہ کفار انتظار نہیں کر رہے۔ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ (مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے) ان کی ارواح کو قبض کرنے کیلئے۔ قراءت: علی اور حمزہ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرٌ رَبِّكَ (یا تیرے رب کا حکم آئے) امر سے استیصال والا عذاب یا قیامت مراد ہے۔ كَذَلِكَ (اسی طرح) شرک و تکذیب جیسا فعل فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ (ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے ہوئے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا) انکو تہس نہس کر کے وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے) انہوں نے وہ کام کئے جس سے تباہی کے حقدار ہوئے۔

برے اعمال کا انجام:

۳۴: فَاصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا (پس ان کو ان کے برے عملوں کی سزائیں ملیں) ان کے برے اعمال کی سزائیں۔ وَحَاقَ

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا

اور جن لوگوں نے شرک کیا انہوں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے نہ ہم نہ

آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

ہمارے باپ دادے، اور نہ ہم اس کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے، ان لوگوں نے ایسا ہی کیا جو ان سے پہلے تھے،

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝۳۵ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ

۳ رسولوں کے ذمہ صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے، اور بلاشبہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ

اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ

اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو، سو ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے بعض ایسے تھے جن پر گمراہی

عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۖ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝۳۶

ثابت ہو گئی، سو تم زمین میں چلو پھرو پھر دیکھ لو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟

إِنْ تَحَرَّصَ عَلَى هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝۳۷

اگر آپ ان کی ہدایت پر حرص کریں سو بلاشبہ اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کرتا ہے اور ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا

بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (اور گھیر لیا ان کو اس عذاب نے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے) ان کے استہزاء کی سزا نے ان کو آن گھیرا۔

کفار کا مقدمہ یہ شرک اللہ کو پسند ہے:

۳۵: وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا (اور مشرک کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے نہ ہم اور نہ ہی ہمارے آباء و اجداد) یہ کفار نے بطور استہزاء کہا۔ اگر وہ اس کو اعتقاد رکھتے تو بہت بہتر ہوتا۔ وَلَا حَرَمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ (اور نہ حرام کرتے اس کی مشیت کے بغیر کوئی چیز) یعنی بحیرہ سائبہ اور ان کی طرح جو دوسری تحریمات کر رکھی ہیں (گویا ان کے ہاں رضا اور مشیت میں کوئی فرق نہیں تھا) كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اسی طرح ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور حلال کو حرام قرار دیا اور انہی جیسی باتیں بطور استہزاء کہیں فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (نہیں ہے رسولوں کے ذمہ مگر کھلے طور پر پہنچانا) مگر یہ کہ وہ حق کو پہنچ جائیں اور شرک باطل اور قبیح ہونے کی ان کو اطلاع ہو جائے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مِنْ يَّمُوتٍ بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا

اور ان لوگوں نے خوب زوردار طریقے پر اللہ کی قسم کھائی کہ جو شخص مر جاتا ہے اللہ اسے نہ اٹھائے گا ہاں اللہ ضرور اٹھائے گا یہ بکا وعدہ ہے جسے اللہ نے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے،

وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يُخْتَلِفُونَ فِيهِ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے تاکہ اللہ ان لوگوں کے لئے ان باتوں کو بیان فرما دے جن کے بارے میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَذِبِينَ ﴿٣٩﴾ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ

اور تاکہ کافر لوگ جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے ہم جس کسی چیز کو پیدا کرنا چاہیں اس کے بارے میں

نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٤٠﴾

ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہو جا لہذا وہ وجود میں آ جاتی ہے۔

ہر امت کے طاغوت کی عبادت سے روکا گیا:

۳۶: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ (اور تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول کو بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) کہ اس کو وحدہ لا شریک مانو و اجتنبوا الطَّاغُوتَ (اور شیطان سے بچتے رہو) شیطان کی اطاعت سے پرہیز کرو۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللَّهُ (ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی) اس لئے کہ انہوں نے ہدایت کو اختیار کیا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ (اور ان میں سے بعض کیلئے گمراہی ثابت ہو گئی) گمراہی ان کے لئے لازم ہو گئی کیونکہ انہوں نے گمراہی کو اختیار کیا فَمَسِيرُ وَا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ (پس تم چل پھر کر زمین میں دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا) کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کیا اور ان کے علاقوں کو ان سے خالی کر لیا۔ اس کے بعد قریش کے عناد کا تذکرہ فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے ایمان کے سلسلہ میں حرص کو ذکر کر کے بتلایا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہو چکی پس فرمایا۔

اللہ کا گمراہ کردہ ہدایت نہیں پاسکتا:

۳۷: إِنْ تَحَرَّصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ (تم ان کے راہ راست پر آنے کی کتنی ہی حرص اور تمنا کرو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت یا نہیں کرتا جن کو گمراہ کرنا مقصود ہوتا ہے) قراءت: بآء مفتوح اور دال مکسور يَهْدِي کو فی نے پڑھا۔ باقی قراءت مضموم اور دال مفتوح پڑھتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مَنْ يُضِلُّ مبتدا اور لا يَهْدِي اس کی خبر ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ (اور ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا) جو اللہ تعالیٰ کا حکم ان پر لاگو ہے اس سے ان کو بچا سکے اور اس کے اس عذاب کو ان سے دور کر سکے جو ان کے لئے تیار کیا گیا۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ

اور جن لوگوں نے مظلوم ہونے کے بعد اللہ کے بارے میں ہجرت کی ہم انہیں دنیا میں ضرور بالضرور اچھا ٹھکانہ دیں گے،

وَلَا جَزَاءَ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۚ ۱۷ ۝ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۚ ۱۸ ۝

اور یہ بات یقینی ہے کہ آخرت کا ثواب بدرجہا بڑا ہے، کاش یہ لوگ جان لیں، وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

کفار مانتے نہیں بلکہ باطل پر قسمیں کھاتے ہیں:

۳۸: وَأَفْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھا کر کہا) اس کا عطف وقال الذين اشركوا پر ہے۔ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ بَلَىٰ (اللہ تعالیٰ اس کو نہیں اٹھائے گا جو مر جائے۔ کیوں نہیں) یہ نفی کے بعد اثبات ہے یعنی کیوں نہیں وہ ان کو اٹھائے گا وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا (اس نے پختہ وعدہ کر لیا ہے) یہ مصدر مؤکد ہے جس پر بلی دلالت کر رہا ہے کیونکہ بعث بعد الموت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے اور اس وعدے کا ایفاء برحق ہے۔ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) کہ اس کا وعدہ سچا ہے یا کہ ان کو اٹھایا جائیگا۔

۳۹: لَيَسِّينَ لَهُمْ (تا کہ ان کے سامنے واضح کر دے) یہ بھی اس کے متعلق ہے جس پر بلی دلالت کر رہا ہے ای یبعثهم لیسین لهم۔

نَحْنُ: اور من کی ضمیر من یموت کی طرف لوٹ رہی ہے جس میں مؤمن و کافر دونوں شامل ہیں۔ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ (اس کو جس کے متعلق وہ اختلاف کرتے تھے) کہ وہ برحق ہے وَلَيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَذِبِينَ (اور تا کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے) اپنے اس قول لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ میں کہ بعث بعد الموت نہیں ہے۔

قدرتِ عامہ:

۴۰: إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (ہم جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس سے ہمارا اتنا کہنا کافی ہوتا ہے کہ ہو جائے وہ فوراً ہو جاتی ہے) یعنی وہ ہو جاتی ہے ای فہو یكون قراءت: شامی اور علی نے نصب سے پڑھا۔ اس طور پر کہ یہ کن کا جواب ہے قولنا مبتدا اور ان نقول اس کی خبر ہے۔ اور کن فیکون میں کان تامہ ہے جو کہ وجود اور حدوث کے معنی میں ہے۔ یعنی جب ہم کسی چیز کو وجود دینا چاہتے ہیں تو ہم اس کو اتنا کہتے ہیں کہ وجود میں آ۔ تو وہ بلا توقف وجود میں آ جاتی ہے۔ یہ درحقیقت سرعتِ ایجاد کی تعبیر ہے اور وضاحت ہے کہ کوئی مراد اس پر ممتنع نہیں اور اس مراد کا وجود بلا توقف ہوتا ہے جبکہ وہ اس کا ارادہ فرمالے۔ جس طرح آمر جب فرمانبردار مامور کو کسی بات کا حکم دے تو وہ فوراً حکم بجالاتا ہے (اور یہ بھی بات سمجھانے کیلئے ہے) ورنہ اس جگہ کوئی نہیں (بس جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو وہ اسی لمحہ وجود میں آ جاتی ہے) اب مطلب یہ ہے کہ ہر مقدور کی ایجاد اللہ تعالیٰ کیلئے جب اس قدر آسان ہے تو وہ بعث اس کیلئے کس طرح مشکل ہے جو من جملہ مقدمات میں سے ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ

اور آپ سے پہلے ہم نے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، سو تم اہل علم سے پوچھ لو اگر تم

لَا تَعْلَمُونَ ۚ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۖ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ

نہیں جانتے، ان رسولوں کو دلائل اور کتب کے ساتھ بھیجا، اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے بیان کریں جو آپ کی طرف اتارا

إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۚ

گیا اور تاکہ وہ لوگ فکر کریں۔

مہاجرین کے ساتھ وعدہ:

۴۱: وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کی) اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں اور اس کی رضامندیوں کی خاطر۔ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا (اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا) وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب ہیں جن پر اہل مکہ نے ظلم کیا۔ وہ اپنا دین لیکر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئے۔ ان میں سے بعض نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف اور بعض ان میں سے انہوں نے دونوں ہجرتیں اپنے لئے جمع کر لیں۔ اور بعض نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔

لَتُبَوَّئِنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے) حَسَنَةُ یہ مصدر کی صفت ہے تبوئة حَسَنَةً ٹھکانہ دینا اچھا۔ نمبر ۲۔ لَتُبَوَّئِنَّهُمْ مَبَاءٌ حَسَنَةٌ۔ ٹھکانہ اچھا۔ اور وہ مدینہ منورہ ہے جہاں کے رہنے والوں نے ان کو ٹھکانہ دیا۔ اور ان کی امداد کی۔ وَلَا جَزَاءُ الْآخِرَةِ الْكَبِيرُ (اور البتہ آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے) اس پر وقف ضروری ہے کیونکہ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ جواب محذوف ہے اور ضمیر کفار کی طرف راجع ہے یعنی اگر کفار اس بات کو جان لیتے تو دین کی طرف ضرور رغبت کرتے۔ نمبر ۲۔ یا مہاجرین کی طرف راجع ہے اگر وہ اس ثواب و بدلے کو جان لیتے تو صبر و اجتہاد میں مزید اضافہ کرتے۔

۴۲: الَّذِينَ صَبَرُوا (وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا) یعنی ہم الذین صبروا وہی لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا۔ نمبر ۲۔ میری مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا۔ اور دونوں ہی قابل تعریف چیزیں ہیں۔ یعنی انہوں نے وطن کی جدائی پر صبر کیا وہ وطن عزیز جو اللہ تعالیٰ کا حرم اور ہر مؤمن کا دھڑ کتا دل ہے۔ ان تارکین وطن کا کیا حال ہوگا۔ جن کے سروں کو اس کی خاطر اڑایا جا رہا ہو۔ دوسرا مجاہدہ پر انہوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ارواح کو خرچ کر ڈالا۔ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (اور اپنے رب ہی پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں) وہ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین میں جو ان کو تکلیف پہنچے اس کو رضاء و خوشی برداشت کرتے ہیں۔

النصف

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكْرُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ يُخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاتِيَهُمُ الْعَذَابُ

جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب آجائے

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۴۴ اَوْ يَاخُذْهُمْ فِيْ تَقْلِبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۴۵ اَوْ يَاخُذْهُمْ

جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو یا اللہ ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے سو یہ لوگ عاجز کرنے والے نہیں ہیں یا ان کو کم کرتے کرتے

عَلٰى تَخَوُّفٍ ۖ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَّوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۴۶

پکڑ لے سو بلاشبہ تمہارا رب بڑا مہربان ہے بڑا رحیم ہے

شانِ نُّزُوْل:

۴۴: جب قریش نے کہا اللہ تعالیٰ اس سے عظیم تر شان والے ہیں کہ کسی بشر کو وہ رسول بنا کر بھیجیں تو یہ آیت اتری وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ (اور آپ سے پہلے بھی ہم نے مرد ہی پیغمبر بنا کر بھیجے ہم ان کی طرف وحی بھیجتے رہے) فرشتوں کے ذریعہ۔

قراءت: نوحی حفص نے پڑھا۔ فَسَلُّوْا اَهْلَ الذِّكْرِ (تم اہل علم سے پوچھ لو) یعنی اہل کتاب تاکہ وہ تمہیں بتلا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں کی طرف انسانوں کو ہی بھیجا ہے۔ یہاں کتاب کو ذکر فرمایا کیونکہ کتاب ہی نصیحت اور غافلین کیلئے تنبیہ کا ذریعہ ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اگر تم نہیں جانتے)

تمام انبیاء علیہم السلام انسان تھے:

۴۴: بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ (دلائل اور کتابوں کے ساتھ) واضح معجزات اور کتابوں کے ساتھ۔ نَحْنُ: ہاں یہ رجال سے متعلق ہے اور اس کی صفت ہے۔ اِی رَجَالًا مُّلتَبِسِيْنَ بِالْبَيِّنَاتِ اِیے مرد جو دلائل واضح کے ساتھ ملتبِس تھے۔ نمبر ۲۔ نوحی سے متعلق ہے نوحی اِلَيْهِم بِالْبَيِّنَاتِ ہم ان کی طرف واضح دلائل کے ساتھ وحی کرتے رہے۔ نمبر ۳۔ لَا تَعْلَمُوْنَ سے متعلق ہے۔ اگر تم دلائل و کتابوں کو نہیں جانتے۔ اور فاسألوا اهل الذکر یہ تمام صورتوں میں جملہ معترضہ ہے۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ (اور ہم نے آپ کی طرف نصیحت اتاری) الذکر سے قرآن مراد ہے۔ لَتُبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (تاکہ تم ان کے سامنے کھول کر بیان کرو۔ اس کو جو ان کی طرف اتارا گیا) یعنی الذکر میں جو اوامر و نواہی، وعدے اور وعیدیں ہیں ان کو کھول کر بیان کرو۔ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (اور تاکہ وہ سوچ و بچار کریں) اس کی تنبیہات میں تاکہ وہ متنبہ ہوں۔

استحقاقِ عذاب والی حرکات تو ہیں مگر تفاخرِ رحمت سے نہیں پکڑتے:

۴۵: اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكْرُوا السَّيِّئَاتِ (جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں۔ کیا وہ بے خوف ہو گئے ہیں) یعنی بری بری تدبیر۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّؤُا ظِلُّهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ

کیا ان لوگوں نے ان چیزوں کو نہیں دیکھا جو اللہ نے پیدا فرمائی ہیں ان کے سائے دائیں طرف اور بائیں طرف کو اس طرح جھکتے

سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ ﴿۴۸﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ

ہیں کہ وہ اللہ کے فرمانبردار ہیں اور عاجز ہیں، اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے حیوانات اور فرشتے یہ سب اللہ کے حکم کے

دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا

فرمانبردار ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے، وہ اپنے رب کی شان قاہریت سے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں

يُؤْمَرُونَ ﴿۵۰﴾

حکم دیا جاتا ہے

الذین سے مراد اہل مکہ ہیں۔ جو تدابیر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ میں اختیار کیں۔ اَنْ يُّخَسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ (کہ اللہ تعالیٰ ان کو زیر زمین دھنسا دے) جیسا کہ پہلے لوگوں کے ساتھ کیا۔ اَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ (یا ان پر عذاب ایسی طرف سے آجائے کہ ان کو گمان بھی نہ ہو) یعنی اچانک۔

۴۶: اَوْ يَأْخُذْهُمْ فِي ثَغْلِهِمْ (یا ان کو آتے جاتے پکڑتے) سفر میں آتے جاتے۔ تجارت کے مقامات میں آتے جاتے۔ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ (پس وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ہرگز ہرا نہیں سکتے)

۴۷: اَوْ يَأْخُذْهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ (یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے) ڈرانے کی حالت میں اور وہ اس طرح ہے کہ ان سے پہلے ایک جماعت کو ہلاک کر دیا جائے پس وہ خوف زدہ ہو جائیں پھر اچانک ان کو عذاب آ پکڑے اس حالت میں کہ ڈرائے ہوئے اور امید لگائے بیٹھے ہوں۔ یہ من حیث لا يشعرون کے برخلاف دوسری حالت ہے۔ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَوْ فَوْفَ رَحِيمٍ (بیشک تمہارا رب نرمی والا مہربان ہے) اس طرح کہ وہ تمہارے متعلق بردباری اختیار فرماتے ہیں۔ اور تمہارے توہین آمیز رویے کے باوجود وہ جلدی سزا نہیں دیتے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ تمہاری استحقاق عذاب والی حرکات کے باوجود نہیں پکڑتا تو اس کی نرمی ہی تمہیں بچاتی اور اس کی رحمت ہی تمہاری حفاظت کرتی ہے۔

ہر چیز خالق کائنات کے سامنے عاجز ہے:

۴۸: أَوَلَمْ يَرَوْا (کیا انہوں نے نہیں دیکھا) قراءت: حمزہ، علی، ابو بکر نے تاء سے پڑھا ہے۔ اِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ (ان چیزوں کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں) ما موصولہ ہے اور یہ مبہم ہے اس کی وضاحت من شئ سے فرمائی۔ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّؤُا ظِلُّهُ (جن کے سائے جھکتے ہیں) یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔

قراءت: بصری نے یَتَفَيَّنُوا کو تاء سے پڑھا ہے۔ عَنِ الْيَمِينِ (دائیں سے) دائیں طرف سے۔ وَالشَّمَائِلِ (بائیں سے) شامل جمع شامل کی ہے سُبْحًا لِلَّهِ (اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے)۔ یہ ظلال سے حال ہے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں جب سورج زوال پذیر ہوتا ہے تو ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے۔ وَهُمْ ذَاخِرُونَ (اس حال میں کہ وہ عاجزی کرنے والے ہیں) یعنی عاجز و بے بس یہ ظلالہ کی ضمیر سے حال ہے کیونکہ وہ جمع کے معنی میں ہے۔ اور اس سے ہر وہ چیز جس کو پیدا کیا اور اس کا سایہ ہے وہ مراد ہے جمع واؤنوں سے آرہی ہے کیونکہ ذخوریہ عقلاء کی صفات میں سے ہے۔ نمبر ۲۔ ان میں شامل تو تمام ہیں مگر عقلاء کو غلبہ دیا۔ معنی اس طرح ہوگا کیا وہ اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق کو نہیں دیکھتے جن کے ایسے اجسام ہیں جو سایہ رکھتے ہیں اور وہ سایہ دائیں سے بائیں ڈھلتا رہتا ہے۔ یعنی سایہ دائیں سے بائیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی حالت میں لوٹتا ہے۔ جس خاطر اس کو بنایا اس سے رکنا اور باز نہیں رہتا یعنی سایہ دینا اور اجرام بھی ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کر نیوالے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے افعال جو ان میں پیدا کئے ان میں اطاعت کرنے والے ہیں۔

آسمان وزمین کی مخلوقات اطاعت سے سر نہیں اٹھاتیں:

۴۹: وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ ذٰبَاتٍ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی مطیع ہیں جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں چلنے والی ہیں زمین میں) مِنْ ذٰبَاتٍ یہ مافی السموات و مافی الارض تمام کا بیان ہے۔ کہ آسمانوں میں بھی ایسی مخلوق ہے۔ جو اس میں چلتی ہے۔ جیسا کہ زمین میں انسان چلتے ہیں۔ نمبر ۲۔ یا مافی الارض کا صرف بیان ہے۔ اور مَا فِي السَّمٰوٰتِ سے آسمانوں کے ملائکہ مراد ہیں اور وَالْمَلٰٓئِكَةُ (اور فرشتے) ملائکہ سے حفظہ مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ سجود مکلفین سے مراد ان کی اطاعت و عبادت مراد ہے اور دوسروں کے سجدہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی اطاعت ہے۔ اور الانقیاد کا لفظ دونوں کو شامل ہے۔ اسی لئے دونوں کیلئے ایک ہی تعبیر لائی گئی۔ مالا یا گیا جو کہ عقلاء وغیرہ سب کو شامل ہے اگر من لاتے تو صرف عقلاء ہی شمار ہوتے۔ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ (اور وہ تکبر نہیں کرتے)۔

۵۰: يَخَافُونَ رَبَّهُمْ (وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں)۔ یہ لایستکبرون کی ضمیر سے حال ہے یعنی وہ تکبر نہیں کرتے اس حال میں کہ وہ ڈر رہے ہوتے ہیں۔ مِنْ فَوْقِهِمْ (اپنے اوپر سے) نمبر ۱۔ اگر اس کو یخافون کے متعلق کرو تو اس کا معنی یہ ہوگا۔ وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ ان پر اوپر سے عذاب نہ اتار دے۔ نمبر ۲۔ اور اگر بوہم سے حال ہو تو اس کا معنی وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس حال میں کہ وہ ان پر غالب و زبردست ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد و ہوا لقاہر فوق عبادہ [الانعام: ۱۸] میں ہے وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (اور وہ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ملتا ہے)

نکتہ: اس میں واضح دلیل ہے کہ ملائکہ مکلف ہیں اور امر و نہی کے ذمہ دار اور خوف و رجاء کے درمیان ہیں۔

وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ۝۵۱ وَلَهُ

اور اللہ نے فرمایا کہ دو معبود مت بناؤ، وہ صرف ایک ہی معبود ہے، سو تم مجھ ہی سے ڈرو، اور اسی کے لئے ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًا ۖ اَفَغَيْرَ اللَّهِ تَتَّقُوْنَ ۝۵۲ وَمَا بِكُمْ

جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، اور فرماں برداری کرنا صرف اسی کا حق ہے، کیا تم اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے ہو؟ اور تمہارے پاس جو نہیں

مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْعَرُوْنَ ۝۵۳ ثُمَّ اِذَا كُشِفَ الضُّرُّ

کوئی نعمت ہے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں تکلیف پہنچ جاتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو، پھر جب وہ تم سے اس تکلیف کو

عَنْكُمْ اِذَا فَرِيقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝۵۴ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا

بہا دیتا ہے تو تم میں سے ایک جماعت اسی وقت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے تاکہ وہ ہماری اس نعمت کے منکر ہو جائیں، سو تم نفع حاصل کر لو،

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۵۵

پھر غریب جان لو گے۔

۵۱ : وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہ بناؤ دو معبود۔ فقط اللہ تعالیٰ ہی ایک معبود ہے)

سوال: دو اور ایک سے زائد میں عدد و معدود کو جمع کیا جاتا ہے اور کہتے ہیں عندی رجال ثلاثہ کیونکہ معدود خاص عدد پر دلالت سے عاری ہوتا ہے۔ ایک اور دو میں تو معدود کی خود عدد پر دلالت ہوتی ہے۔ پس رجل واحد اور رجالان اثنان کہنے کی ضرورت نہیں۔

جواب: واحد وثنیہ کا معنی جس اسم میں ہوتا ہے۔ اس کی دلالت دو چیزوں پر ہوتی ہے۔ نمبر ۱۔ جنسیت نمبر ۲۔ خاص عدد۔ جب یہ دلالت مراد لیں کہ دونوں کا معنی عدد ہے تو اس کو دوبارہ لا کر تاکید کرتے ہیں اور اس سے مقصود الیہ پر دلالت اور اس پر خاص طور پر متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اگر تم اس طرح کہو: إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ اور اس کی تاکید واحد سے نہ لاؤ تو کلام میں تحسین نہ ہوگی۔ تو اس سے خیال گزرے گا کہ تم نے الوہیت کو ثابت کیا ہے وحدانیت کو نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اس جگہ وحدانیت کو ثابت کرنا مقصود ہے الوہیت کا اثبات مقصود نہیں۔ الوہیت کے لوازم میں سے وحدانیت ہے۔ فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ (پس مجھ ہی سے ڈرو) کلام غائب سے متکلم کی طرف منتقل کر دیا گیا اور یہ التفات کا طریقہ ہے جو کہ ترغیب سے زیادہ بلغ ہے جیسا کہ کہیں فرمایا ہ فارہبوا۔ قراءت: فَارْهَبُونِ یعقوب نے پڑھا ہے۔

سب نعمتیں اسی سے جس کو دن میں پکارتے ہیں تو عبادت کا بھی وہی حقدار ہے:

۵۲: وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصْبًا (اور اسی ہی کیلئے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اس کی اطاعت ہمیشہ اور لازمی ہے) الدین یہاں طاعت کے معنی میں ہے واصل ثابت و واجب کے معنی میں ہے کیونکہ ہر نعمت اسی ہی کی طرف سے ہے۔ اس کی اطاعت ہر انعام یافتہ پر لازم ہے۔

نَحْوُ: واصل یہ حال ہے اس میں طرف نے عمل کیا ہے۔ نمبر ۲۔ وَلَهُ الْجَزَاءُ دَائِمًا۔ الْجَزَاءُ سے ثواب و عقاب مراد ہیں۔ اَفْعَبِرَ اللّٰہِ تَتَّقُوْنَ (کیا پس اللہ تعالیٰ کے سوا اور سے تم ڈرتے ہو)

۵۳: وَمَا بِكُمْ مِنْ نِّعْمَةٍ (اور تم کو جو نعمت بھی حاصل ہے) یعنی جو چیز بھی تمہارے ساتھ نعمت و عافیت کی صورت میں متصل ہے۔ اسی طرح غناء و خوشحالی ہے۔ فَمِنْ اللّٰہِ (پس وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے) ای فہو من اللّٰہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ (پھر جب تمہیں کوئی تکلیف آتی ہے) الضُّرُّ سے مرض، فقر، قحط مراد ہے۔ فَاِلَیْہِ تَجْنُرُوْنَ (پس اسی ہی کی طرف تم رجوع کرتے ہو) تو اسی کی طرف گڑ گڑاتے ہو۔ الْجَوَارِ کے معنی دعا و استغاثہ میں آواز بلند کرنا ہیں۔

۵۴: ثُمَّ اِذَا كُشِفَ الضُّرُّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّہُمْ یُشْرِکُوْنَ (پھر جب وہ مصیبت کو تم سے دور کرتا ہے تو ایک فریق تم میں سے اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے) مَا بِكُمْ میں خطاب اگر عام ہو تو اس سے کافر فریق مراد ہے۔ اگر خطاب مشرکین کو ہو تو منکم میں من بیانیہ ہوگا تبعیضیہ نہ ہوگا۔ گویا اس طرح فرمایا: فَاِذَا فَرِیْقٌ مِّنْكُمْ وَہم انتم کہ اسی وقت ایک کافر گروہ اور وہ تم ہو، اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں عبرت حاصل کرنے والے لوگ بھی ہوں۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا فلما نجاہم الی البر فممنہم مقنصد [لقمان: ۳۲]

۵۵: لَیْکُفِّرُوْا بِمَا اٰتٰیہُمْ (جس کا حاصل یہ ہے کہ جو نعمتیں ہم نے ان کو دی ہیں ان کی ناشکری کرتے ہیں) ان سے عذاب ہٹا لینے والی نعمت کی۔ گویا کہ انہوں نے شرک کا مقصد کفرانِ نعمت بنا رکھا ہے۔ پھر ان کو ڈرایا اور فرمایا فَتَمَتُّوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (پس تم فائدہ اٹھا لو۔ عنقریب تم جان لو گے) یہاں بھی غیبت سے خطاب کی طرف رجوع کیا تا کہ ان کو دھمکایا جائے۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۚ تَاللّٰهِ لَتَسْأَلَنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾

اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں کچھ بھی علم نہیں، اللہ کی قسم تم سے اس بارے میں ضرور یا ضرور پوچھ ہوگی جو تم افترا پر بازی کرتے ہو

وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَنَهُ ۚ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ ۚ وَاذْأَبَشِّرْ أَحَدَهُم بِالْأُنْثَىٰ

اور اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اپنے لئے اپنی چاہت کی چیز، اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی ہے

ظُلًّا وَجْهَهُ مُسْوَدًّا ۚ وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَبِهِ ۚ

تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے، اسے جو بشارت دی گئی اس کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپا ہوا رہتا ہے

أَيُّمَسِكَ عَلَىٰ هُونٍ ۚ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۚ أَلَا يَكْفُرُونَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِينَ لَا

آیا اسے ذلت پر روکے رہے یا اسے مٹی میں گاڑ دے، خبردار ان کے فیصلے برے ہیں، جو لوگ آخرت پر یقین

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٠﴾

نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے، اور اللہ کے لئے بلند صفات ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے

۷۳۱۳

۵۶: وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ (اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں (اپنے معبودوں کا) حصہ لگاتے ہیں جن کے متعلق ان کو کچھ علم نہیں) ماسے مراد ان کے الہہ ہیں۔ لا يعلمون کا مطلب یہ ہے کہ جن کو یہ الہہ کہتے ہیں۔ اور ان کے متعلق اعتقاد یہ ہے کہ وہ نقصان و نفع کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زبردستی سفارش سے چھڑا لیں گے۔ حالانکہ اس طرح نہیں کیونکہ یہ بت و جہاد محض ہیں جو نہ نقصان دیتے ہیں اور نہ نفع۔

نمبر ۲۔ لا يعلمون کی ضمیر الہہ کی طرف لوٹی ہے۔ ان چیزوں کیلئے جو علم سے موصوف نہیں اور نہ شعور رکھتے ہیں۔ کیا انہوں نے انکا حصہ اپنے چوپایوں اور کھیتوں میں مقرر کر رکھا ہے یا نہیں؟ اور وہ یہ حصہ انکا ان کے تقرب کیلئے مقرر کرتے تھے۔ تَاللّٰهِ لَتَسْأَلَنَّ (اللہ تعالیٰ کی قسم تم سے ضرور سوال ہوگا) یہ وعید ہے۔ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ (ان کاموں کے متعلق جن کو تم بطور افتراء کرتے تھے) کہ یہ معبود ہیں ان کو ان کا قرب حاصل ہے۔

اللہ کے لئے ایسی اولاد تجویز کرتے ہیں جو خود کو ناگوار ہے:

۵۷: وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ (وہ اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں) بنو خزاعہ اور کنانہ کہا کرتے تھے کہ الصلائکۃ بنات اللہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ سُبْحَنَهُ (وہ پاک ہے) اس میں بیٹیوں کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کا مشرہ ہونا ذکر فرمایا۔ نمبر ۲۔ ان کی بات پر تعجب کا اظہار ہے۔ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُونَ (اور ان کے لئے ہے وہ جو وہ پسند کرتے ہیں) یعنی بیٹے۔ اور یہ بھی درست

ہے کہ ما کو ابتداء کی وجہ سے مرفوع مانا جائے۔ اور وہم کو خبر قرار دیں۔ اور اگر منصوب مانیں تو البنات پر عطف ہوگا اور سبحانہ جملہ معترضہ ہوگا۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے مابین واقع ہے ای وجعلوا لا نفسہم ما یشتہون من الذکور اور انہوں نے اپنے نفوس کیلئے وہ چیز تجویز کی جو ان کو پسند ہے۔ یعنی بیٹے۔

۵۸: وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا (اور ان میں کسی کو اگر بیٹی ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو سارا دن اس کا چہرہ بد رونق رہتا ہے) صار، ظل، امسلی، اصبح، بات یہ صیورت کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں کیونکہ اکثر وضع حمل کا اتفاق رات کو ہوتا ہے۔ پس وہ دن غم کے مارے گزارتا ہے۔ کہ اس کے چہرے پر اکتاہٹ کی سیاہی چھائی ہوتی ہے اور لوگوں سے حیا کرتے دن گزارتا ہے۔ وَ هُوَ كَظِيْمٌ (وہ دل ہی دل میں گھٹتا ہے) عورت پر بغض و غصہ سے پُر ہوتا ہے۔

۵۹: يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَبِه (وہ چھپا پھرتا ہے۔ اس چیز سے جس کی اس کو اطلاع دی جاتی ہے) بری بشارت سے وہ لوگوں میں چھپتا پھرتا ہے۔ ان کے عار دلانے کی وجہ سے۔ وہ اپنے نفس میں کہتا اور دیکھتا ہے۔ اَيْمَسِكُهُ عَلٰی هُوْن (اس کو ذلت کی حالت میں روکے رکھے) ذلت و رسوائی کے ساتھ اس کو روک لے جس کی اسے بشارت دی گئی ہے۔ اَمْ يَدُسُّهُ فِی التُّرَابِ (یا اس کو گاڑ دے مٹی میں) یا اس کو زندہ درگور کر دے۔ اَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (خبردار وہ بہت بری تجویز کرتے ہیں) جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کیلئے ایسی اولاد تجویز کرتے ہیں جس کا مرتبہ ان کے ہاں یہ ہے اور اپنے لئے وہ اولاد تجویز کرتے ہیں جو اس کے برعکس ہے۔

کافروں کا برا حال اللہ اعلیٰ شان والے زبردست ہیں:

۶۰: لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ (جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے) مذکر اولاد کی ضرورت بنات سے نفرت اور بھوک کے خطرہ سے زندہ درگور کرنا۔ یہ سب مثل السوء کی صفت ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (اور اللہ تعالیٰ کی شان سب سے بلند ہے) اور وہ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہے۔ اور مخلوق والی خصوصیات و صفات سے پاک ہے وَ هُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست ہے) اپنے ارادوں کو نافذ کرنے میں غالب ہے۔ الْحَكِيْمُ (وہ حکمت والا ہے) بندوں کو مہلت دینے میں۔

وَلَوْ يُوَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهِمْ مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ

اور اگر اللہ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے ان کا مواخذہ فرمائے تو زمین پر کسی بھی چلنے والے کو نہ چھوڑے، لیکن وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک

أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿۶۱﴾ وَ

مہلت دیتا ہے سو جب ان کا وقت معین آ جائے گا تو ایک گھڑی نہ مؤخر ہوں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے اور

يَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكُذْبَ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنَىٰ ۚ لَا جَرَمَ

اللہ کے لئے وہ چیز تجویز کرتے ہیں جسے مکروہ جانتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹا دعویٰ کرتی ہیں کہ ان کے لئے بھلائی ہے، یہ لازمی بات ہے

أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُّفْرَطُونَ ﴿۶۲﴾ تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ

کہ ان کے لئے دوزخ ہے اور وہ سب سے پہلے بھیجے جائیں گے، اللہ کی قسم ہم نے امتوں کی طرف آپ سے پہلے رسول بھیجے

فَرَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَا أَنْزَلْنَا

سویطان نے ان کے لئے ان کے اعمال اچھے کر کے دکھائے سو وہ آج ان کا رفیق ہے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، اور ہم نے آپ پر کتاب

عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِلْبَيِّنِ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ ۖ وَهُدًى وَرَحْمَةً

اسی لئے نازل کی کہ آپ ان کے لئے وہ بات بیان فرمادیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، اور یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت

لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۶۴﴾ وَاللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ

ہے جو ایمان لاتے ہیں، اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا سو اس کے ذریعہ زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ فرما دیا، بلاشبہ

فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿۶۵﴾

اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو سنتے ہیں

گناہ پر فوری پکڑ نہیں بلکہ مقررہ وقت تک مہلت ہے:

۶۱: وَلَوْ يُوَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بے جا حرکتوں کے سبب ان پر گرفت کرتا) ان کے کفر اور ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا (تو زمین پر نہ چھوڑتا) مِنْ دَابَّةٍ (کسی حرکت کرنے والے کو) بالکل تمام کو ظالموں کے ظلم کی نحوست سے ہلاک کر ڈالتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جباری پرندہ اپنے گھونسلے میں ظالم کے ظلم کی وجہ سے مرتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن آدم کے گناہوں کی وجہ سے اپنے سوراخ میں کھوڑے ہلاک ہوتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ابہ سے مراد مشرک ہے جو چلتا ہے زمین پر۔ وَ لٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى (لیکن ان کو ایک وقت مقررہ تک مہلت دے رہا ہے) یعنی ہر ایک کا وقت مقرر ہے۔ نمبر ۲۔ ایک ایسے وقت تک جس کا حکمت تقاضا کرتی ہے۔ نمبر ۳۔ قیامت تک۔ فَاِذَا جَآءَ اَجْلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (جب ان کا وقت معین پہنچے گا اس وقت وہ منٹ بھر نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے)

۶۲: وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ (اور وہ اللہ تعالیٰ کیلئے تجویز کرتے ہیں وہ باتیں جو اپنے لئے وہ ناپسند کرتے ہیں) وہ بیٹیاں جن کو وہ اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں اور اپنی ریاست میں شراکت کو ناپسند کرتے ہیں اور رسولوں کی توہین اور اللہ تعالیٰ کیلئے حقیر اموال اور اپنے اصنام کیلئے اعلیٰ قسم کے اموال کو پسند کرتے ہیں۔ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكُذْبَ (اور ان کی زبانیں جھوٹے وعدے کرتی ہیں) اس کے ساتھ یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اَنْ لَّهُمُ الْحُسْنٰی (کہ ان کے لئے ہر قسم کی بھلائی ہے) اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ اور وہ جنت ہے اگر بعث بعد الموت برحق ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ وَلَن رَّجِعَ اِلٰى رَبِّیْ اِنْ لِّیْ عِنْدَہٗ لِلْحُسْنٰی [فصلت: ۵۰]

خُجُوْ: اِنْ لَّهُمُ الْحُسْنٰی یہ الکذب سے بدل ہے۔ لَا جَرَمَ اَنْ لَّهُمُ النَّارُ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ (یقیناً ان کے لئے آگ ہے اور بیشک وہ اس میں سب سے پہلے داخل ہونے والے ہیں)

قراءت: نافع نے مفرطون اور ابو جعفر مفرطون پڑھا۔ اگر فتح راء سے ہو تو معنی یہ ہے کہ ان کو آگ کی طرف آگے بڑھایا جائے گا اور جلد بھیجا جائے گا۔ یہ افرطت فلانا و فرطتہ فی طلب الماء سے لیا گیا ہے جبکہ اس کو آگے بھیجا جائے۔ نمبر ۲۔ ان کو چھوڑ دیا اور بھلا دیا جائے گا۔ یہ افرطت فلانا خلفی سے لیا گیا ہے۔ جب پیچھے چھوڑا اور بھلا دیا جائے۔ نمبر ۳: اور جب مکسور ہو تو مخفف ہے۔ اَلَا فَرَاطٌ فِی الْمَعَاصِیْ سے لیا جائیگا۔ اور مشدد ہونے کی صورت میں تفریط فی الطاعات سے لیا جائے گا یعنی بمعنی کمی کرنا۔

امتوں کی طرف رسول آئے مگر لوگ شیطان کے پیچھے چلے:

۶۳: تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ (اللہ کی قسم ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے) یعنی ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے۔ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ (شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مزین کیا) اعمال سے مراد کفر اور تکذیب رسل ہے۔ فَهُوَ وَلِيُّہُمْ الْیَوْمَ (وہی آج ان کا دوست ہے) دنیا میں ان کا ساتھی اور دھوکے کے ساتھ ان کے گمراہ کرنے کا ذمہ دار ہے۔ نمبر ۲۔ ضمیر کا مرجع مشرکین قریش ہیں یعنی ان کفار کیلئے جو ان سے پہلے ہوئے شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مزین کیا وہی شیطان آج ان کا دوست بنا ہوا ہے۔ نمبر ۳۔ مضاف محذوف ہے۔ اِیْ فَهُوَ وَلِیْ اَمْثَالِهِمُ الْیَوْمَ پس وہی ان جیسوں کا آج دوست ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) قیامت کے دن۔

قرآن کو رحمت بنا کر ہم نے اتارا:

۶۴: وَمَا اَنْزَلْنٰ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ (اور ہم نے یہ کتاب آپ پر اس لئے اتاری ہے) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ اِلَّا لِتُبَيِّنَ

وَأَنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا

اور بلاشبہ تمہارے لئے چوپایوں میں عبرت ہے، ہم تمہیں اس چیز میں سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے، گوہر اور خون کے درمیان سے ایسا دودھ جو خالص ہے

سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ ۖ وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۖ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي

پینے والوں کے حلق میں آسانی سے اترنے والا ہے، اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے ہم تمہیں رزق دیتے ہیں ان سے تم نشہ کی اور کھانے کی

رِزْقًا حَسَنًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۖ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي

عمدہ چیز بناتے ہو، بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں، اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ پیازوں میں

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۚ ثُمَّ كُلِّي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي

اور درختوں میں اور ان عمارتوں میں جو لوگ اونچے گھر بناتے ہیں، ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا پھر تو اپنے رب کے راستوں میں

سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۚ

چل جو آسان کر دیئے گئے ہیں، اس کے پیٹوں سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے،

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۖ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ

بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں، اور اللہ نے تمہیں پیدا فرمایا پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو نکلی

إِلَىٰ أَرْدَلٍ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۖ

عمر تک پہنچا دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ علم کے بعد کچھ بھی نہ جانیں، بلاشبہ اللہ جاننے والا ہے قدرت والا ہے۔

لَهُمْ (اسلئے کہ آپ انکے سامنے ظاہر کر دیں) ہم سے لوگ مراد ہیں۔ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ (جن امور پر لوگ اختلاف کر رہے ہیں) وہ اختلاف دوبارہ اٹھنے پر ہے۔ کیونکہ ان میں کچھ لوگ وہ تھے جو اس پر یعنی دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاتے تھے۔ وَهْدَىٰ وَرَحْمَةً (اور ہدایت و رحمت ہے)۔

نَحْنُ: یہ دونوں لتیین کے محل پر معطوف ہیں مگر ان دونوں کا نصب مفعولیت کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ دونوں اس ذات کے فعل ہیں جس نے کتاب کو نازل کیا اور تبیین کا لام اسلئے لایا گیا کیونکہ یہ مخاطب کا فعل ہے۔ منزل کا فعل نہیں۔ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (ایمان والوں کیلئے)۔ ۶۵: وَاللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ (اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پس اس کے ذریعہ زمین کو اس کے بچر ہونے کے بعد زندہ کیا۔ بیشک اس میں سننے والے لوگوں کیلئے نشانی ہے) سننے سے مراد انصاف سے سننا ہے۔ اور غور و تدبر والا سماع ہے۔ کیونکہ جودل کی توجہ سے نہیں سنتا گویا وہ سنتا ہی نہیں۔

قریشیوں میں نمونہ عبرت:

۶۶: وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ (اور تمہارے لئے مویشیوں میں عبرت ہے۔ ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز سے جو ان کے پیٹ میں ہے) قراءت: نافع، شامی اور ابو بکر نے نون کے فتح کے ساتھ نَسْقِيكُمْ پڑھا ہے۔ زجاج نے کہا سقیتہ واسقیتہ کا معنی ایک ہے۔ سیویہ نے کہا انعام اسمائے مفردہ میں سے ہے۔ جو وزن افعال پر وارد ہوتے ہیں۔ اسی لئے ضمیر ان کی طرف مفرد لائی گئی۔ گویا یہ اسم جمع ہے۔ اور فی بطونہا جو سورۃ المؤمنون: ۲۱ میں ہے۔ ضمیر کی تانیث اس لئے ہے کہ اس میں معنی جمع کا ہے اور یہ جملہ متانفہ ہے گویا اس طرح کہا عبرت کس طرح حاصل ہو؟ تو جواب دیا۔

دودھ کی خصوصی نعمت:

مِنْ بَيْنِ قَرْنٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا (گو بر اور خون کے درمیان میں سے صاف دودھ) یعنی اللہ تعالیٰ دودھ کو گو بر اور خون کے درمیان سے پیدا کرتا ہے۔ ان کے درمیان ایک ایسا پردہ ڈال رکھا ہے کہ رنگت، ذائقہ، بو ایک دوسرے کے ساتھ نہیں ملتی۔ بلکہ وہ ان تمام سے بچا ہوا ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب جانور کھاتا ہے تو وہ اس کی او جری میں داخل ہوتا ہے وہ اس کو پکاتی ہے تو نچلا حصہ گو بر، درمیان والا دودھ اور بالائی حصہ خون اور کبد و جگر کا کام ان تینوں اقسام کو الگ الگ کرنا ہے۔ خون رگوں میں چلا جاتا ہے اور دودھ تھنوں کی طرف بہہ آتا ہے۔ اور گو بر او جری میں برقرار رہتا ہے۔ اس میں عبرت والوں کیلئے نشانہائے عبرت ہیں۔ شقیق بلخی رحمہ اللہ سے کسی نے اخلاص کا معنی دریافت کیا تو فرمایا عمل کو عیوب سے الگ رکھنا اسی طرح ہے جیسا دودھ گو بر و خون سے ممتاز رہتا ہے۔ سَابِغًا لِلشَّرِيبِ (خوشگوار ہے پینے والوں کیلئے) حلق سے جلد گزر جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ دودھ سے کسی کو اچھو نہیں آیا۔

نَحْوُ: پہلا من تبغیہ ہے کیونکہ جو ان کے پیٹ میں ہے۔ دودھ اس کا بعض حصہ ہے اور دوسرا من ابتدائے غایت کیلئے ہے۔

احسان و عتاب کو جمع کیا:

۶۷: وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ (اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے) یہ محذوف کے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ونسقیکم من ثمرات النخيل والاعناب یعنی من عصیر ہا کو نسقیکم جو اس سے قبل موجود ہے اس کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہے (کھجور اور انگور کے عصیر سے ہم تمہیں پلاتے ہیں) تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكْرًا (تم اس سے نشہ کی چیز بناتے ہو) اس میں پلانے کی حقیقت بیان کی۔ نمبر ۲۔ تَتَّخِذُونَ اور منہ میں تکریر ظرف تاکید کیلئے کیا گیا اور منہ کی ضمیر مضاف محذوف کی طرف راجع ہے اور وہ مضاف عصیر ہے۔ السکر شراب کے معنی میں ہے۔ یہاں مصدر بول کر نام مراد لیا ہے۔ کہتے ہیں سکر و سکر جیسے رشد و رشد اچھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ نمبر ۱۔ کہ یہ آیت تحریم خمر سے پہلے کی ہے۔ اس صورت میں یہ منسوخ ہے۔ نمبر ۲۔ اس آیت میں احسان و عتاب دونوں کو جمع کیا گیا اور یہ کہا گیا ہے کہ السکر نبیذ ہے۔ نبیذ کی تعریف یہ ہے کہ انگور، کشمش، فروٹ کو پکایا جائے تیسرا حصہ پانی رہ جائے پھر گاڑھا ہونے تک چھوڑ دیا جائے۔ یہ امام ابو حنیفہ و ابو یوسف رحمہما اللہ کے

نزدیک نشہ کی حد سے پہلے تک حلال ہے۔ اور ان کی دلیل یہی آیت ہے اور دوسری دلیل الخمر حرام لعینھا و السکر من شراب اور اسی طرح کی کثیر روایات ان کی مستدل ہیں۔ وَرِزْقًا حَسَنًا (اور عمدہ کھانے کی چیزیں) وہ سرکہ، رُب، کھجور، کشمش وغیرہ ہیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے عقل والے لوگوں کیلئے)

شہد کی مکھی قدرت کا عظیم نمونہ:

۶۸: وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ (اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں بات ڈالی) الہام کیا۔ اِنْ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا (کہ تو بعض پہاڑوں میں گھر بنا) ان مفسرہ ہے کیونکہ الایحاء میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔ زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں النحل کا واحد النحلة ہے۔ جیسے النخل والنخلة اور تانیث میں اسی کا لحاظ ہے۔ مِنْ مِنَ الْجِبَالِ اور مِنَ الشَّجَرِ میں تبعیض ہے۔ کیونکہ ہر پہاڑ پر وہ گھر نہیں بناتی اور نہ ہی ہر درخت پر بناتی ہے۔ اور نہ ہی ہر چھپر میں بناتی ہے۔ وَمِنْ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ (اور بعض درختوں اور بعض چھپروں میں جن کو لوگ بناتے ہیں) يَعْرِشُونَ سے مراد گھروں کی چھتیں جو چھپروں کی صورت میں بلند کی جائیں۔ نمبر ۲۔ پہاڑوں میں پالتو مکھیوں کیلئے جو چھتے بنائے جائیں۔ اسی طرح درخت، گھر، پہاڑ ان مقامات میں سے ہیں جن پر شہد عموماً بنتا ہے۔

قراءت: يَعْرِشُونَ اس میں راء پر شامی، ابوبکر وغیرہ نے ضمہ پڑھا ہے۔

۶۹: ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ (پھر تو ہر قسم (جو مناسب و ضروری) پھلوں میں سے کھا) یعنی تو گھر بنا۔ پھر جو پھل تمہیں پسند ہو وہ کھا جب کھا چکے تو فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ (پھر اپنے رب کے راستوں پر چل جو آسان ہیں) تو ان راستوں میں داخل ہو جن کا تجھے الہام کیا گیا ہے۔ اور شہد بنانے میں جن کی سمجھ تجھے دی گئی ہے۔ نمبر ۲۔ جب تو اپنے چھتوں سے دور مقامات میں پھلوں کو کھائے۔ تو اپنے رب کے بتلائے ہوئے آسان راستوں پر چل کر اپنے گھروں کی طرف لوٹ تو ان راستوں پر چلنے سے راستہ سے نہ بھٹکنے پائے گی۔ ذُلُلًا جمع ذلول کی ہے۔ نَحْوُ: یہ سُبُل سے حال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان راستوں کو مطیع اور آسان کیا ہے۔ نمبر ۲۔ فَاسْلُكِي کی ضمیر سے حال ہے یعنی تو مطیع و فرمانبردار ہے اس حکم کی جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے سرتابی کرنے والی نہیں ہے۔ يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا (ان کے پیٹ سے نکلتا ہے ایک مشروب) شراب سے مراد یہاں شہد ہے۔ کیونکہ وہ مشروبات میں سے ہے۔ جس کو وہ اپنے منہ سے ڈالتی ہے۔ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ (جس کے رنگ مختلف ہیں) سفید، زرد، سرخ جو جواں سال مکھیوں سے بنے۔ اسی طرح ادھیڑ عمر اور بوڑھی مکھیوں نے تیار کیا ہو۔ نمبر ۲۔ جیسی ان کی غذائیں ویسی ہی رنگتیں۔ فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ (اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے) کیونکہ وہ من جملہ ان ادویہ میں سے ہے جو نفع بخش ہیں اور کوئی ایسی معجون نہیں جس میں شہد نہ پڑتا ہو۔ یہ مقصد نہیں کہ ہر مریض کیلئے شفاء ہے۔ جیسا کہ ہر دواء کا حال اسی طرح کا ہے۔ البتہ اس میں شفاء کی توفیق اس کی شفاء کو عظیم بتلا رہی ہے۔

نمبر ۲۔ اس لئے کہ اس میں بعض شفاء ہے۔ اور نکرہ جب مثبت ہو تو خاص ہو جاتا ہے۔ سرور دو عالم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے اپنے بھائی کے پیش کا ذکر کیا تو فرمایا اس کو شہد پلاؤ وہ پھر آیا اور کہا اس کی بیماری بڑھ گئی۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ

فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ اس کو اور پلاؤ۔ پھر اس نے دوبارہ پلایا تو وہ صحیح ہو گیا۔ [بخاری] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہد ہر بیماری کی شفاء اور قرآن سینوں کی تمام بیماریوں کیلئے نسخہ شفاء ہے۔ پس تم دونوں شفاؤں کو لازم پکڑو۔ نمبر ۱۔ قرآن کو نمبر ۲۔ شہد کو۔ بدعت و رفض علیہم ما علیہم بحل سے علی اور ان کی قوم مراد ہے۔

نکتہ: اور بعض نے کہا ایک شخص نے مہدی عباسی کے سامنے کہا انما النحل بنو ہاشم یخرج من بطونہم العلم تو دوسرے آدمی نے اس کو جواباً کہا پھر تو اللہ تعالیٰ نے تمہارا طعام و شراب اس میں مقرر کر دیا جو ان کے پیٹوں سے برآمد ہوتا ہے۔ اس پر مہدی ہنس پڑا۔ اور منصور کو یہ بات بیان کی تو انہوں نے اس کو ایک دلچسپ چستان کے طور پر بیان کرنا شروع کر دیا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰیۃٌ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (بیشک اس میں الہتہ نشانی ہے سوچ و بچار کرنے والے لوگوں کیلئے) جو اس کے عجیب پہلو میں غور کرتے ہیں۔ پس ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی کو علم و فطانت سے نوازا ہے جیسا کہ اہل عقل کو عقل سے۔

عمر کا رذیل حصہ:

۷۰: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّكُمْ (اور اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہیں وفات دیں گے) تمہاری ارواح کو ابدان سے قبض کرنے کے بعد وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلَیْ اَرْذَلِ الْعُمْرِ (اور بعض تم میں سے لوٹائے جاتے ہیں رذیل ترین عمر کی طرف) خیس اور حقیر ترین عمر کی طرف اور وہ پچھتر سال کی ہے۔ نمبر ۲۔ اسی سال کی ہے۔ نمبر ۳۔ نوے سال کی ہے۔ لَکُمۡ لَا یَعْلَمُ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا (جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد بے خبر ہو جاتا ہے) جس کا نتیجہ علم کا بھولنا ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ تاکہ اپنے علم سے زیادہ علم کو وہ نہ جانے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ (بیشک اللہ علم والے ہیں) وہ اکمل کو رذیل میں تبدیل کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ نمبر ۲۔ احیاء سے افناء کی طرف فیصلہ فرماتے ہیں۔ قَدِیْرٌ (وہ قدرت والے ہیں) وہ اشیاء کو جس طرح جن اشیاء سے بدلنا چاہتے ہیں بدل ڈالتے ہیں۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۖ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی، سو جن لوگوں کو فضیلت دی گئی وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو اس طرح دینے والے

مَا مَلَكَتْ اِيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ۖ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۙ وَاللّٰهُ جَعَلَ

نہیں ہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں، کیا پھر بھی اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں، اور اللہ نے تم میں سے تمہارے لئے

لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً ۚ وَرِزْقَكُمْ

بیویاں بنا دیں، اور تمہاری ان بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا فرما دیئے، اور تمہیں عمدہ چیزیں کھانے کے لئے

مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ اَفِی الْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ ۚ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ یَكْفُرُوْنَ ۙ وَیَعْبُدُوْنَ

عطا فرمائیں، کیا پھر بھی وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں، اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں، اور وہ لوگ اللہ کے سوا

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّلَا

ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں میں سے اور زمین میں سے انہیں رزق دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتیں اور نہ

یَسْتَطِیْعُوْنَ ۚ ۙ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا

انہیں قدرت ہے، سو تم اللہ کے لئے امثال تجویز نہ کرو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں

تَعْلَمُوْنَ ۙ

جانتے۔

غلام و آقا میں برابری نہیں تو مخلوق کو خالق کے کیسے برابر کر لیا:

اے: وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عنایت فرمائی) یعنی رزق میں تمہارے مختلف درجات بنائے۔ تمہیں تمہارے غلاموں سے افضل رزق دیا حالانکہ وہ بھی تمہارے جیسے انسان ہیں۔ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا (پس وہ لوگ جن کو فضیلت دی) رزق میں مالک۔ بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ اِيْمَانُهُمْ (وہ اپنے غلاموں کو اپنے مال کا حصہ لوٹانے والے نہیں ہیں) رَادِّي کا معنی دینے والے۔ مناسب تو یہ تھا کہ اپنے سے بچا ہوا رزق و مال غلاموں کو دیتے تاکہ وہ مطعم و ملبس میں تمہارے برابر ہو جاتے۔ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ (پس وہ اس میں) (تمہارے) برابر ہو جاتے۔

نَحْوُ: یہ جملہ اسمیہ ہے۔ جو جملہ فعلیہ کی جگہ موضع نصب میں آیا ہے۔ کیونکہ یہ فاء کے ساتھ نفی کا جواب ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فما الذین فضلوا برآذی رزقہم علی ملکات ایمانہم فیستووا مع عبیدہم فی الرزق۔ درحقیقت یہ ایک مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے بیان کیا جنہوں نے شریک بنائے۔ پس فرمایا تم اپنے اور اپنے غلاموں کے درمیان ان چیزوں میں برابری کرنے کیلئے تیار نہیں ہو جو میں نے تمہیں عنایت کی ہیں۔ تم نہ ان کو ان میں حصہ دار بناتے ہو۔ اور نہ یہ بات اپنے نفوس کیلئے گوارا کرتے ہو۔ پھر تم نے میرے لئے میرے بندوں کو کیسے شریک بنا کر کھڑا کر دیا؟ (یا لاسف علیکم) اَفِیْنِعْمَةِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ (کیا وہ انعام الہیہ کا انکار کرتے ہیں) قراءت: ابو بکر نے تجحدون پڑھا۔ اس کو من جحدو نعمت سے قرار دیا ہے۔

ازواج اور عظیم نعمت:

۷۲: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے نفوس میں سے تمہاری بیویاں بنائیں) انفسکم سے مراد جنس ہے۔ وَ جَعَلَ لَکُمْ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ بَنٰیْنٌ وَ حَفَدًا (اور اس نے بنایا تمہارے لئے تمہاری بیویوں میں سے بیٹے اور پوتے) حفدہ جمع حافد کی ہے۔ اس کو کہا جاتا ہے جو اطاعت میں جلدی کرے اور خدمت میں چابکدستی اختیار کرے۔ اسی سے یہ قول قنوت والا ہے۔ والیک نسعی و نحفد۔ یعنی ہم دوڑتے اور اطاعت میں جلدی کرتے ہیں۔ پھر اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا یہ بیٹوں کی اولاد کو کہتے ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ اولاد کی اولاد۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے حفدہ بنائے یعنی خادم بنائے جو تمہاری مصلحتوں میں تمہارے معاون اور مددگار ہیں۔ وَ رَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ (اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا) یعنی ان میں سے بعض سے۔ کیونکہ تمام طیبات تو جنت میں ہونگے۔ اور دنیا کے طیبات تو اس کا فقط نمونہ ہیں۔ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ (کیا وہ بے بنیاد بات کو ماننے رہیں گے) اس باطل بات سے مراد بتوں کا نافع اور شفیع قرار دینا ہے۔ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا) نعمت سے یہاں اسلام مراد ہے۔ هُمْ یَکْفُرُوْنَ (وہ انکار و ناشکری کرتے ہیں) نمبر ۱۔ الباطل سے شیطان مراد ہے۔ اور نعمت سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ نمبر ۲۔ الباطل سے مراد شیطان کی تعلیم کردہ بکیرہ، سائبہ وغیرہ والی تحریمات اور نعمت اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء ہیں۔

۷۳: وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِکُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ شَیْئًا (اور وہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی جو ان کو نہ آسمانوں سے اور نہ زمین میں سے ذرہ بھر رزق پہنچانے کی طاقت و اختیار رکھتے ہیں) یعنی بت وہ جماد ہیں۔ وہ ذرہ بھر رزق کے مالک نہیں۔ الرزق مصدری معنی اور ما یرزق (جو چیز دی جائے) میں استعمال ہوتا ہے۔

نَحْوُ: اگر مصدری معنی ہو تو شیناً منصوب ہے۔ ای لا یملک ان یرزق شیناً وہ مالک نہیں کہ وہ رزق دیں ذرہ بھر۔ نمبر ۲۔ اور اگر مرزوق مراد ہو تو شیناً بدل ہے۔ ای و رزقا قلیلاً کہ وہ معمولی سا رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ نمبر ۱۔ من السموات و الارض یہ رزق کا صلہ ہے جبکہ وہ مصدر ہو۔ تقدیر عبارت یہ ہے لا یرزق من السموات مطراً و لا من الارض نباتاً۔ وہ آسمان سے نہ بارش دے سکتے ہیں اور نہ زمین سے نبات اگا سکتے ہیں۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا اَمْلُوْكًَا لَا يَقْدِرُ عَلٰی شَيْءٍ وَّ مِّنْ رِّزْقِنٰهُ مَنَارًا مَّرْقًا

اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی، ایک غلام مملوک ہے جو کسی چیز پر قادر نہیں اور ایک وہ شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے اچھا رزق

حَسَنًا فَهُوَ يَنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا هَلْ يَسْتَوْنَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

عطا کیا، سو وہ اس میں سے پوشیدہ طور پر اور لوگوں کے سامنے خرچ کرتا ہے کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں؟ سب تعریف اللہ کے لئے ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۷۵ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا اَبْكَمٌ لَا يَقْدِرُ عَلٰی شَيْءٍ

نہیں جانتے، اور اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی، یہ مثال دو آدمیوں کے بارے میں ہے ان میں سے ایک گونگا ہے وہ کسی چیز پر قادر نہیں

وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰی مَوْلٰٓئِهِ اَيْنَمَا يُوْجِهْهُ لَا يَاتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ

اور اپنے ولی پر مصیبت بنا ہوا ہے وہ اسے جہاں بھیجتا ہے کوئی خیر لے کر نہیں آتا کیا یہ شخص اور ایسا شخص آپس میں برابر ہو سکتے ہیں جو

يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۷۶

اچھی باتوں کا حکم دیتا ہو اور وہ سیدھے راستے پر ہو

نمبر ۲۔ اور اگر مرزوق کا اسم ہو تو پھر یہ صفت ہے۔

وَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ (اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں) اس کی ضمیر ماکہ طرف لوثی ہے کیونکہ وہ مالک کے معنی میں ہے بلحاظ لفظ کے اس لئے کہ اس سے پہلے لا یملک فرمایا۔ اور معنی یہ بنے گا وہ رزق کے مالک نہیں اور نہ ان کے لئے مالک بننے کا امکان ہے اور نہ یہ بات ان سے ہو سکتی ہے۔

اللہ بے مثل ہے:

۷۴: فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (پس تم نہ بیان کرو اللہ تعالیٰ کیلئے مثالیں) نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کیلئے مثال اس لئے کہ اس کا کوئی مثل نہیں۔ یعنی اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ (بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے) مخلوق میں اس کا کوئی مثل نہیں۔ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم نہیں جانتے) اس بات کو۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ مثال بیان کرنا جانتے ہیں اور تم اس کو نہیں جانتے۔ مگر تفسیر اول اولی ہے پھر مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

مخلوق کو اللہ کا شریک بنانے کی پہلی مثال:

۷۵: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا (اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی کہ ایک شخص کا ایک غلام ہے)۔

خَجُوْ: عَبْدًا یہ مثلاً سے بدل ہے۔ مَمْلُوْكًَا لَا يَقْدِرُ عَلٰی شَيْءٍ وَّ مِّنْ رِّزْقِنٰهُ مَنَارًا رِّزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يَنْفِقُ مِنْهُ (ایک

مملوک جو کسی چیز پر قدرت نہ رکھتا ہو اور وہ جس کو ہم نے اچھا رزق دے رکھا ہو۔ اور وہ اس میں سے اعلانیہ و پوشیدہ خرچ کرتا ہو (سِرًّا وَّ جَهْرًا) یہ دونوں مصدر ہیں جو موضع حال میں واقع ہیں۔ یعنی تمہارے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک کرنے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی عبد مملوک جو تصرف سے بھی عاجز ہو اور شریف سردار، با اختیار مالدار مالک جو اپنے مال میں اپنی مرضی سے تصرف کرتا ہو اور اس میں سے جتنا چاہے خرچ کرتا ہو ان کو برابر قرار دینے کی طرح ہے۔

نکتہ: عبد اکو مملوک سے مقید کر دیا تا کہ حُرّ سے ممتاز ہو جائے کیونکہ عبد کا لفظ تمام پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے کہ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ لایقدر علی شئیء کی قید بھی لگائی تا کہ مکاتب و ماذون سے الگ کر دیا جائے یہ دونوں قسم کے غلام تصرف کی قدرت رکھتے ہیں۔ من موصوفہ ہے یعنی اور آزاد جس کو ہم نے رزق دیا تا کہ عبد کے مطابق تقابل ہو جائے۔ نمبر ۲۔ موصولہ ہے۔ هَلْ يَسْتَوْنَ (کیا یہ برابر ہیں) ضمیر جمع ارادہ جمع کی وجہ سے لائے۔ یعنی یہ دونوں قسمیں برابر نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بلکہ اکثر ان میں جانتے ہی نہیں) کہ حمد و عبادت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ پھر مزید وضاحت فرمائی۔

دوسری مثال اللہ نعمتوں کے فیضان والا اور دوسروں کے پاس کچھ بھی نہیں:

۷: وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُھُمَا اَبْکَمٌ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ (اور اللہ تعالیٰ نے ایک اور مثال بیان کی۔ دو آدمی ہیں ایک ان میں سے گونگا کوئی کام نہیں کر سکتا) الا بکم وہ شخص جو پیدائشی گونگا ہو اور سمجھ نہ رکھتا ہو۔ وَھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰہِ (وہ اپنے آقا پر بوجھ ہو) وہ بوجھ ہے اور اپنے آقا کی عیال داری میں رہتا ہے۔ اٰیْنَمَا یُوْجَّھُہٗ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ (اس کو وہ جہاں بھیجتا ہے کوئی کام ٹھیک کر کے نہیں لاتا) جس جگہ اس کو بھیجتا ہے اور کسی ضرورت کی خاطر روانہ کرتا ہے یا کسی اہم کام کو پورا کرنے کی غرض سے بھیجتا ہے تو نہ فائدہ دیتا ہے اور نہ کامیابی پا کر لوٹتا ہے۔

هَلْ یَسْتَوِیْ ھُوَ وَ مَنْ یَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ (کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہو سکتے ہیں جو اچھی باتوں کا حکم دے) یعنی جو سلیم الحواس، نفع مند، کفایت والا، رشد و دیانت سے مزین ہو پھر لوگوں کو عدل و خیر کی تعلیم بھی دیتا ہو۔ وَھُوَ (اور وہ) ذاتی طور پر عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (سیدھی راہ پر ہو) نیک سیرت ہو۔ مضبوط دین پر قائم ہو۔ یہ دوسری مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیلئے بیان فرمایا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کے آثار اور نعمتوں کے فیضان کرتا ہے۔ اور اضماع محض مردہ و بے جان نہ نفع کے مالک ہوتے ہیں اور نہ نقصان کی طاقت رکھتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طٰوْمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمَحِ الْبَصْرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ

اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ باتیں، اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہی ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا یا اس سے بھی زیادہ قریب،

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾

بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ قیامت کے علم والا اور ایک لمحہ میں لانے کی قدرت والا:

۷۷: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے پوشیدہ باتیں آسمانوں اور زمین کی) نمبر ۱۔ بندوں سے جن چیزوں کا علم آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ خاص ہے اور بندوں سے اس کا علم بھی مخفی ہے۔ نمبر ۲۔ غیب السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے قیامت مراد ہے۔ اس طرح کہ اس کا علم اہل السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے مخفی ہے اور اس کی اطلاع کسی مخلوق کو نہیں ہے۔ جو آسمان و زمین میں بسنے والی ہے۔ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ (اور قیامت کا علم نہیں) قریب ہونے میں اور سرعت قیام و وقوع میں اِلَّا كَلَمَحِ الْبَصْرِ (مگر ایک پلک جھپک کی طرح) جیسے نگاہ کا لوٹنا۔ اس کو بطور مثال ذکر کیا کیونکہ اس سے زیادہ قلیل زمانہ لوگوں میں پہچانا نہیں جاتا اَوْ هُوَ اَقْرَبُ (یا اس سے بھی قریب تر) او یہاں شک مخاطب کیلئے نہیں ہے۔ نمبر ۲۔ اَوْ بَلْ کے معنی میں ہے بَلْ هُوَ اَقْرَبُ بلکہ وہ اس سے بھی قریب تر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے) وہ قیامت کو قائم کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور مخلوق کو اٹھانے کی بھی۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بعض مقدرات میں سے ہے۔ پھر دلالت علی القدرت کیلئے فرمایا۔

وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

اور اللہ نے تمہیں ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، اور اس نے تمہارے لئے کان اور آنکھ اور دل

وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۷۸﴾ الْمَيِّرُوا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوْ

پیدا فرمائے، تاکہ تم شکر کرو کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں مسخر

السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ

ہیں، اللہ کے سوا انہیں کوئی نہیں روکتا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں، جو ایمان لاتے ہیں اور اللہ نے

جَعَلَ لَكُم مِّنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا

تمہارے لئے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی، اور تمہارے لئے جانوروں کی کھالوں کے گھر بنائے جن کو تم سفر کرنے کے لئے اور مقام کرنے کے

يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ ۖ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا

دن ہلکا پاتے ہو، اور اور اور اونٹوں کے بالوں اور دوسرے بالوں سے گھر کا سامان اور دوسری چیزیں بنائیں

وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلَ لَكُم مِّن

جو ایک مدت تک کام دیتی ہیں، اور اللہ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو سایہ والی ہیں اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے

الْجِبَالِ أَكْنَانًا وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيْكُمْ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ

کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے گرتے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے گرتے بنائے جو لڑائی سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں،

كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ ﴿۸۱﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا

اللہ تم پر ایسے ہی اپنی نعمت پوری فرماتا ہے تاکہ تم فرماں بردار بنو، سو اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کے ذمہ صرف

عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمْ

واضح طور پر پہنچا دینا ہے، یہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کے منکر ہوتے ہیں ان میں سے اکثر

الْكَافِرُونَ ﴿۸۳﴾

ناشکرے ہیں۔

نمونہ ہائے قدرت آیت نمبر ۸۱ تک:

۷۸: وَاللّٰهُ اٰخَرُ جَعَلَكُمْ مِّنْ بُطُوْنٍ اُمَّهَاتِكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا)

تجوو: قراءت: علی نے اُمَّہَاتِکُمْ پڑھا۔ الف کا کسرہ نون کی اتباع میں اور میم کا فتح۔ اور حمزہ نے دونوں میں کسرہ پڑھا۔ اُمَّہَات میں ہاء کو تاکید کیلئے بڑھایا گیا۔ جیسا کہ اِزاق میں اِشراق کہتے ہیں البتہ واحد میں ہاء کا اضافہ خلاف قاعدہ ہے۔ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا (تم کچھ نہ جانتے تھے)

تجوو: یہ حال ہے یعنی تم اس منعم کا حکم کچھ بھی جاننے والے نہ تھے جس نے تمہیں ماؤں کے پیٹ میں پیدا کیا۔ وَ جَعَلَ لَّكُمْ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْنِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر گزار بنو۔) یعنی ان چیزوں کو تمہارے جسم میں اس لئے جوڑا ہے تاکہ جہالت کے ازالہ کا ذریعہ بن جائے۔ جس جہالت کے ساتھ تم پیدا ہوئے۔ اور ان آلات سے علم اور عمل جو منعم کا شکر یہ اور اس کی عبادت اور اس کے حقوق کی ادائیگی کر سکو۔

الافندۃ فزاد، کی جمع ہے جیسے اغریہ غراب کی جمع ہے یہ جمع قلت ہے جو کہ جمع کثرت کے قائم مقام استعمال ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ میں یہ اہل لغت سے سننے میں نہیں آئی۔

۷۹: اَلَمْ يَرَوْا (کیا وہ نہیں دیکھتے) قراءت: شامی اور حمزہ نے تاء سے پڑھا ہے۔ اِلٰی الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ (پرندوں کو جو فضاء میں مسخر ہو رہے ہیں) اڑنے کیلئے زیر فرمان ان پروں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پیدا فرمادے اور ان موافق اسباب سے جو اس کے لئے ان کو میسر فرمادیئے ہیں۔ فِیْ جَوِّ السَّمَاءِ (آسمان کی فضاء میں) فضاء اس ہوا کو کہتے ہیں جو بلند آسمان کی سمت میں زمین سے دور ہے۔ مَا یُمَسِّكُهُنَّ (نہیں ان کو تھامت) پروں کو سمیٹنے اور پھیلانے اور فضاء میں ٹھہرانے میں اِلَّا اللّٰهُ (مگر اللہ تعالیٰ) اپنی قدرت کے ساتھ۔ اِزَالَهُ: اس میں اس وہم کا ازالہ ہے جو قوائے طبعیہ کی خاصیت اس کو قرار دینے لگے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں) کہ مخلوق کو خالق سے کبھی بھی استغناء نہیں ہو سکتا۔

۸۰: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَّكُمْ مِّنْ بُیُوتِكُمْ سَكَنًا (اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے لئے گھروں میں رہائش کی جگہ بنائی) سَكَنًا مصدر ہے یہ سکن بمعنی مسکن جہاں رہائش اختیار کی جائے۔ اور اس کی طرف علیحدگی اختیار کی جائے جیسے گھریانس کی جگہ وَ جَعَلَ لَّكُمْ مِّنْ جُلُوْدٍ الْاَنْعَامِ بُیُوتًا (اور تمہارے لئے چوپایوں کی کھال کے گھر بنائے) اس سے چرمی خیمے مراد ہیں۔ تَسْتَحِقُّوْنَہَا (جن کو ہلکا پھلکا پاتے ہو) لگانے کیلئے اٹھانے میں ان کو ہلکا پھلکا پاتے ہو اور اسی طرح اکھاڑنے اور منتقل کرنے کیلئے ہلکا پاتے ہو۔ یَوْمَ ظَعْنُکُمْ (تمہارے کوچ کے دن)

قراءت: کوئی شامی نے عین کے سکون سے پڑھا۔ دوسروں نے عین کا فتح پڑھا ہے۔ اِظْعَنَ عِیْنَ مفتوح اور ساکن کی صورت میں اس کا معنی ارتحال و کوچ ہے۔ وَ یَوْمَ اِقَامَتِکُمْ (اور تمہارے اقامت کے دن) جب تم اپنے گھروں میں ٹھہرتے ہو۔ مطلب یہ ہے وہ اوقات حضور میں تمہارے لئے ہلکے پھلکے ہیں۔ اس طرح کہ یوم کا معنی وقت کا لیا جائے۔ وَمِنْ اَصْوَابِہَا (اور ان کی

اون سے) یعنی بھیڑوں کی سے۔ اون وَأَوْبَارِهَا (اور اونٹوں کی اون سے) اونٹ کی اون کو بر کہتے ہیں وَأَشْعَارِهَا (اور ان کے بالوں سے) بکری کے بال مراد ہیں۔ اَثَاثًا (گھر کا سامان) وَمَتَاعًا (اور نفع بخش اشیاء) وہ چیز جس سے فائدہ اٹھائیں اس کو متاع کہتے ہیں۔ اِلٰی حِينٍ (ایک وقت تک) زمانہ کی ایک مدت۔

۸۱: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا (اللہ تعالیٰ نے بنادیئے تمہارے لئے اس میں سے بعض چیزوں کے سائے) مثلاً درخت، چھتیں وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا (اور اس نے بنائے پہاڑوں میں تمہارے لیے پناہ گاہیں) اکنان جمع کن کی ہے جو چیز تمہیں چھپائے جیسے غار، کھوہ، وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ (اور بنائے تمہارے لئے کُرتے) سرابیل کُرتوں کو کہتے ہیں اور اون کے کُرتوں پر بولا جاتا ہے اسی طرح کتان اور کپاس کے بنے ہوئے کُرتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تَقِيْكُمْ الْحَرَّ (جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں) وہ سردی سے بھی بچاتے ہیں۔ مگردونوں ضدوں میں سے ایک کے تذکرے پر اکتفاء کیا۔ کیونکہ گرمی سے بچان کے ہاں زیادہ اہم تھا۔ اور سردی معمولی اور قابل برداشت تھی۔

وَسَرَابِيلٌ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ (اور ایسے کُرتے جو لڑائی سے تمہیں بچاتے ہیں) لوہے کی زر ہیں جو لڑائی میں دشمنوں کے ہتھیاروں کو لوٹاتی اور بچاتی ہیں۔ بَأْسَ لڑائی کی سختی کو کہتے ہیں۔ السرابال کا لفظ عام ہے لوہے یا غیر لوہے ہر قسم کے کُرتے پر بولا جاتا ہے۔ كَذٰلِكَ يُتَمِّمُ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کو تم پر مکمل کرتے ہیں تاکہ تم فرمانبرداری اختیار کرو) یعنی اس کی ان نعمتوں پر نگاہ ڈالو۔ جن کا فیضان تم پر جاری و طاری ہے۔ پس اس کی ذات پر ایمان لا کر اس کی اطاعت اختیار کرو۔

ان انعامات کو دیکھ کر تو منعم حقیقی کو پہچانا چاہئے:

۸۲: فَاِنْ تَوَلَّوْا (پس اگر وہ منہ پھیر لیں) یعنی اسلام لانے سے اعراض کریں۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ الْمُبِينُ (تو بیشک تم پر تو صاف صاف پہنچا دینا ہے) اس کا تم پر مواخذہ دو بال نہ ہوگا۔ کیونکہ تمہارے ذمہ ظاہر تبلیغ ہے اور وہ آپ نے کر دی۔ (ماننا نہ ماننا انکا کام ہے)

۸۳: يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں) وہ نعمتیں جن کو ہم نے اپنے اقوال سے گن کر بیان کر دیا۔ پھر یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا (پھر انکا انکار کرتے ہیں) یعنی اپنے افعال و کردار سے کہ غیر منعم کی عبادت کرتے ہیں نمبر ۲۔ سختیوں میں اقرار پھر خوشحالی میں انکار کرتے ہیں۔ وَكَثَرُوْهُمُ الْكٰفِرُوْنَ (اور ان کی اکثریت انکاری ہے) شدت سے انکاری ہیں کہ اعتراف بھی نہیں کرتے۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی نبوت محمد ﷺ کو پہچانتے ہیں۔ پھر عناد سے انکار کرتے ہیں۔ اور ان کی اکثریت سخت انکاری اور دلوں سے انکاری ہیں تم اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ پہچان مکمل ہونے کے بعد انکا انکار بہت ہی بعید ہے کیونکہ جو نعمت کو پہچان لے اس پر اعتراف و تشکر لازم ہے نہ کہ انکار و عناد۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ

اور جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ قائم کریں گے پھر ان لوگوں کو اجازت نہ دی جائے گی جنہوں نے کفر کیا، اور نہ ان سے اس بات کی فرمائش کی جائے

يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ

لی کہ اللہ کو راضی کر لیں، اور جن لوگوں نے ظلم کیا جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ مہلت انہیں دی

يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَؤُلَاءِ شُرَكَائُنَا

جائے گی، اور جن لوگوں نے شرک کیا جب اپنے شرکاء کو دیکھیں گے تو یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب یہ ہمارے وہ شرکاء ہیں

الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ فَأَلْقُوا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ

آپ کو چھوڑ کر ہم جن کی عبادت کرتے تھے، سو وہ ان کی طرف بات ڈالتے ہوئے کہیں گے کہ بلاشبہ تم

لَكَذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقُوا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

جھوٹے ہو، اور اس دن اللہ کے حضور میں فرماں برداری کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ افتراء پر دازی کرتے تھے وہ سب

يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

گم ہو جائے گی، جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا ہم عذاب پر ان کا عذاب بڑھا دیں

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ

گے اس سبب سے کہ وہ فساد کرتے تھے، اور جس دن ہم ہر امت میں ایک گواہ قائم کریں گے

مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ

جو انہیں میں سے ہوگا وہ ان کے خلاف گواہی دے گا، اور ہم آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے، اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے

تَبَيَّنَّا لَكُلِّ شَيْءٍ وَهَدَى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾

جو ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے اور فرماں برداروں کے لئے ہدایت ہے اور رحمت ہے اور خوشخبری ہے

قیامت کے مناظر:

۸۴: وَيَوْمَ (اور جس دن) یہ اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ نَبْعَثُ (ہم اٹھائیں گے) ہم جمع کریں گے مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا (ہر امت میں سے ایک گواہ) وہ پیغمبر ہونگے جو ان کے حق اور مخالفت میں تصدیق کی گواہی دیں گے۔ اور تکذیب کی اور

ایمان و کفر کی۔ ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا (پھر کافروں کیلئے اجازت نہ دی جائے گی) کہ وہ معذرت کر لیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اذن کے ترک سے یہ ثابت ہو گیا کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ ہی عذر و لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ (اور نہ ان سے راضی کرنے کی فرمائش کی جائے گی) نہ ان سے رضا طلب کی جائے گی ان سے یہ نہ کہا جائے گا کہ تم اپنے رب کو راضی کر لو۔ کیونکہ آخرت دار العمل نہیں۔ ثم کو یہاں لانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو انبیاء علیہم السلام کی شہادت کے بعد آزمایا جائے گا۔ جو اس سے زیادہ زبردست اور غالب ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کو کلام سے روک دیا جائے گا۔ اور معذرت کرنے اور حجت پیش کرنے کا موقع نہ دیا جائے گا۔

۸۵: وَ اِذَا رَاَ الَّذِينَ ظَلَمُوا (اور ظالم لوگ دیکھیں گے) ظَلَمُوا سے مراد کافر ہیں۔ الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ (وہ عذاب ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا) وہ عذاب جو داخل ہونے کے بعد ہوگا وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ (اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی) نہ اس سے پہلے مہلت دی جائے گی)

۸۶: وَ اِذَا رَاَ الَّذِينَ اٰسْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ (اور جب مشرک اپنے شرکاء کو دیکھیں گے) ان اوٹان کو جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ قَالُوْا رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ شُرَكَآءُنَا (وہ کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہمارے شرکاء ہیں) یعنی وہ معبود جن کو ہم نے تیرا شریک بنایا۔ الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ (وہ جن کو ہم تیرے سوا پکارتے تھے) نَدْعُوْا کا معنی عبادت کرنا۔ فَالْقَوْلَ الَّذِيْهِمُ الْقَوْلُ اَنْكُمْ لَكٰذِبُوْنَ (وہ ان کی طرف بات ڈالیں گے۔ بیشک تم جھوٹ بولتے ہو) وہ تکذیب کرتے ہوئے جواب دیں گے کیونکہ وہ جماد تھے وہ عابدین کو جانتے ہی نہ تھے کہ کون ان کی پوجا کر رہا ہے۔ نمبر ۲۔ احتمال یہ ہے کہ وہ ان کی اس بارے میں تکذیب کریں گے کہ تم نے ہمیں شرکاء اور الہہ کا نام دیا حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔ یہ اس لئے کہیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ کا شرک سے منزہ اور پاک ہونا ثابت و ظاہر ہو جائے۔

۸۷: وَالْقَوْلَ الَّذِيْهِمُ الْقَوْلَ اَنْكُمْ لَكٰذِبُوْنَ (وہ مشرک لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے) الْقَوْلَ السَّلَام سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو سامنے مکمل فرمانبرداری اس کے بعد کہ دنیا میں انکار اور استکبار سے کام لیا۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ (اور ان سے گم ہو جائیں گے) اور باطل ہو جائیں گے مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (جو وہ افتراء کیا کرتے تھے) کہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں اور وہ ان کی مدد کرتے ہیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کریں گے جبکہ وہ ان کی تکذیب کریں گے ایک اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

دو عذابوں کا حقدار:

۸۸: الَّذِينَ كَفَرُوا (وہ لوگ جو کافر ہوئے) ذاتی طور پر وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ (اور انہوں نے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا) اور دوسروں کو کفر پر آمادہ کیا۔ زِدْنَهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ (ہم ان کے عذاب پر عذاب میں اضافہ کریں گے) ایک ان کے خود کفر کا عذاب اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کا عذاب بِمَا كَانُوْا يَفْسِدُوْنَ (اس سبب سے کہ وہ فساد انگیزی کرتے تھے) اس وجہ سے کہ وہ روکنے کی وجہ سے لوگوں کو فساد میں مبتلا کرنے والے تھے۔

چوتھا منظر:

۸۹: وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ ان کے مقابلہ میں قائم کر دیں گے) یعنی انکا پیغمبر کیونکہ انبیاء علیہم السلام انہی میں سے انہی کی طرف مبعوث ہوتے ہیں۔ وَجِئْنَا بِكَ (اور ہم آپ کو لائیں گے) اے محمد ﷺ شَهِيدًا عَلٰی هَؤُلَاءِ (ان پر گواہ بنا کر) هَؤُلَاءِ سے آپ کی امت مراد ہے۔

قرآن تبیان ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا (اور ہم نے تم پر کتاب کو اتارا جو تمام ضروریات دین کو بیان کرنے والی ہے) یعنی فصیح و بلیغ ہے لِكُلِّ شَيْءٍ امور دین احکام منصوص میں تو قرآن ظاہر ہے اسی طرح جو سنت سے ثابت ہیں۔ نمبر ۲۔ یا اجماع سے ثابت ہو یا قول صحابہ سے ثابت ہو یا قیاس سے کیونکہ تمام کا مرجع کتاب اللہ ہے اسی قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتباع رسول اللہ ﷺ کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ [التغابن: ۱۲] اور اجماع پر اس آیت میں آمادہ فرمایا: وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ [النساء: ۱۱۵] اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کیلئے اتباع صحابہ کو اپنے اس ارشاد سے پسند کیا۔ اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم اہتدیتم - [بخاری ۵۶۸۴، مسلم ۲۳۱۷]

اور صحابہ کرام نے اجتہاد کیا اور قیاس کیا اور اجتہاد و قیاس کے راستوں کو ہموار کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی اس کا حکم دیا گیا: فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ [الحشر: ۲] پس سنت، اجماع اور قول صحابی اور قیاس ان تمام کا سہارا تبیان پر ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ قرآن تبیاناً لکل شئیء ہے۔ وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کیلئے) حق کی راہنمائی اور ان کے لئے رحمت اور جنت کی بشارت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيتَايْ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

بلاشبہ اللہ عدل کا اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور فحش کاموں سے اور برائیوں سے

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۹۰ وَاَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ

اور ظلم کرنے سے منع کرتا ہے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو

اِذَا عَاٰهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوْا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ

جبکہ تم عہد کر لو، اور اپنی قسموں کو موکد کرنے کے بعد مت توڑو، حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ

جَعَلْتُمْ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۝۹۱ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۹۲ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِي

بنا چکے ہو، بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ

نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ

جس نے اپنے کاتے ہوئے کو محنت کرنے کے بعد ذرا ذرا کر کے توڑ ڈالا، تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعے بناتے ہو

تَكُوْنُ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۝۹۳ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمْ اللّٰهُ بِهٖ وَلِيُبَيِّنَ لَكُمْ يَوْمَ

اس جگہ سے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑھی ہوئی ہو، بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے آزماتا ہے، اور یہ بات ضروری ہے کہ قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۹۴ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

اللہ ان چیزوں کو بیان فرما دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا

وَلٰكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۵

لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور تم جو اعمال کرتے تھے ان کے بارے میں تم سے ضرور باز پرس ہوگی،

جامع ترین آیت:

۹۰: اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ (بیشک اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتے ہیں) اپنے مابین تمام حقوق میں برابری اور ترک ظلم، ہر صاحب حق کو اس کا حق دینا، اس کا نام عدل ہے۔ وَالْاِحْسَانِ (اور احسان و خوبی کا) اس کے ساتھ جو تمہارے ساتھ زیادتی برتے۔ نمبر ۲۔ فرض و نفل۔ کیونکہ فرض میں تفریط لازماً ہو جائیگی ان کے نقصان کو رفع کرنے کیلئے ندب و نفل ہے۔ وَاِيتَايْ ذِي الْقُرْبٰى (قرابت داروں کو دینے کا) قرابت والوں کو دینا یہی صلہ رحمی ہے۔ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ (اور منع کرتا ہے بے حیائی سے)

الفحشاء یعنی انتہائی قبیح گناہ وَالْمُنْكَرِ (اور منکر سے) منکر سے مراد وہ کام جن کو عقلیں اوپر اقرار دیتی ہیں۔ وَالْبَغْيِ (اور سرکشی) ظلم و کبر کے ذریعہ دوسرے پر زبردستی کرنا۔ يَعْظُكُمْ (وہ تم کو نصیحت کرتا ہے)۔

نَحْنُ: یہ حال ہے یا جملہ مستانفہ ہے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (تا کہ تم نصیحت حاصل کرو) اللہ تعالیٰ کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرو۔ یہ آیت حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب بنی۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے حیاء کی وجہ سے اسلام لایا۔ کیونکہ آپ میرے سامنے کثرت سے اسلام پیش فرماتے رہے۔ مگر ایمان میرے دل میں پختہ نہ ہوا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ میں آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ پس میرے دل میں ایمان مضبوط ہو گیا۔ آپ نے یہ آیت ولید بن المغیرہ کے سامنے پڑھی تو وہ کہہ اٹھا کہ اس میں حلاوت و شیرینی ہے۔ اور اس کے اوپر حسن و رونق ہے اور اس کا بالائی حصہ بار آور ہے۔ اور اس کا نچلا حصہ جو پانی والا ہے۔ اور وہ انسان کا کلام نہیں۔ ابو جہل نے کہا اس کا معبود اسے مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے۔ یہ قرآن مجید میں جامع ترین آیت ہے۔ اس میں خیر و شر جمع ہے۔ اسی لئے اس کو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے خطبات میں پڑھا جا رہا ہے۔ تا کہ ہر مامور و منہی سامنے آ جائے۔

عہد پورا کرو:

۹۱: وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ (اور تم اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پورا کرو جب تم عہد کرو) اس سے رسول ﷺ کی بیعت مراد ہے جیسا کہ دوسرا مقام پر فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ [الفتح: ۱۰] بیشک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے والے ہیں۔ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ (اور تم قسموں کو مت توڑو) بیعت والی قسم مراد ہے۔ بَعْدَ تَوَكُّدِهَا (اس کے پختہ کرنے کے بعد) اس کے بعد کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے نام سے مضبوط کیا۔ اور اتکد اور و تکد یہ دو فصیح لغات ہیں۔ نَحْنُ: اور اصل واؤ ہے۔ اور ہمزہ اس کے بدلے میں آتی ہے۔ وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا (حالانکہ تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا کفیل مقرر کر لیا ہے) کفیل۔ شاہد اور نگہبان کو کہتے ہیں۔ کیونکہ کفیل مکفول بہ کے حال کی خبر گیری کرنے والا ہوتا ہے۔ اور اس پر نگہبان ہوتا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ (بیشک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے) قسم کو پورا کرنا اور اس کو توڑنا پس وہ اس کے مطابق بدلہ دیں گے۔

عہد کو کچے دھاگے کی طرح مت خیال کرو:

۹۲: وَلَا تَكُونُوا (اور مت بنو) قسم توڑنے میں کَاَلْبَنَى نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا۔ اس عورت کی طرح جس نے اپنے دھاگے کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیا) اس عورت کی طرح جس نے کاٹ دیا اپنے دھاگے کو مضبوط اور پختہ کرنے کے بعد اور اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ أَنْكَاثًا جمع نکث۔ جس کے بٹ کو اتار دیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام ریٹھ تھا اور یہ احمق عورت تھی وہ اور اس کی لونڈیاں صبح سے ظہر تک سوت کاتیں پھر وہ ان کو جتنا کاتا ہوتا ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا حکم دیتی۔ تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا (تم بھی اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو) یہ انکاٹا کی طرح حال ہے۔ دَخَلًا یہ تتخذون کا دو میں سے ایک مفعول ہے۔ یعنی وَلَا تَنْقُضُوا أَيْمَانَكُمْ متخذ یہاں دَخَلًا تم اپنی قسموں کو نہ توڑو اس حال میں کہ ان

وَلَا تَتَّخِذُوا اِيْمَانَكُمْ دَخْلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا

اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان فساد ڈالنے کا ذریعہ نہ بناؤ کہ جننے کے بعد قدم پھسل جائے اور تم اللہ کی

السُّوءِ بِمَا صَدَقْتُمْ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۹۲ وَلَا تَشْتَرُوا

راہ سے روکنے کا عذاب چکھو، اور تمہارے لئے بڑا عذاب ہے اور اللہ کے عہد کے عوض تھوڑی

بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيلًا اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۹۳

قیمت حاصل نہ کرو بلاشبہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

کو تم فساد کا ذریعہ بنانے والے ہو۔ بَيْنَكُمْ (اپنے درمیان) بگاڑ اور خیانت کا ذریعہ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ (کہ ایک گروہ) ایک جماعت ہو جائے (جماعت سے مراد گروہ قریش ہے) هِيَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ (زیادہ بڑھا ہوا دوسرے گروہ سے) وہ تعداد میں زیادہ ہو اور مال میں بڑھ کر ہو مسلمانوں کی جامعیت سے۔ هِيَ اَرْبٰی میں یہ جملہ اسمیہ اُمَّة کی صفت ہے اور اُمَّة تَكُوْنَ کا فاعل ہے اور یہ تَكُوْنَ تامہ ہے۔ اور ہٹی فاصل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ دونوں کے درمیان واقع ہے۔ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمْ اللّٰهُ بِهٖ اللّٰهُ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے آزماتے ہیں۔ اس میں ضمیر مصدر کیلئے ہے۔ تقدیر اس طرح ہے اِنَّمَا يَخْتَبِرُكُمْ بِكُوْنِهِمْ اَرْبٰی لِيَنْظُرَ اَتَمْسِكُوْنَ بِحَبْلِ الْوَفَاۤءِ بَعْدَ اللّٰهِ وَمَا وَكَدْتُمْ مِنْ اِيْمَانٍ الْبَيْعَةُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ام تَخْتَرُوْنَ بِكُثْرَةِ قَرِيْشٍ وَ ثُرُوْتِهِمْ وَقِلَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَفَقْرِهِمْ۔ اللہ تعالیٰ اس طور پر تمہارا امتحان لے رہے ہیں کہ وہ زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ تاکہ وہ دیکھے کہ آیا تم وفاداری کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والے ہو اور اس پر پختہ ہو جو تم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر کے قسم دے رکھی ہے یا پھر تم قریش کی کثرت اور ثروت اور مؤمنوں کی قلت اور فقر کو دیکھ کر دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ وَلَيَسِيْنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (اور تاکہ وہ تمہارے سامنے قیامت کے دن خوب ظاہر کر دے۔ وہ باتیں جن میں تم اختلاف کرتے تھے) جب کہ وہ تمہیں تمہارے اعمال پر ثواب و عقاب سے بدلہ دیگا۔ اس میں ملت اسلام کی مخالفت کرنے سے کفار کو ڈرایا گیا ہے۔

۹۳: وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمہیں ایک جماعت بنا دیتے) یعنی حنیفہ مسلمہ وَلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ (لیکن وہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے) اسکے بارے میں ضلالت کو اختیار و پسند کرنے کا اسے علم ہے۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ (اور جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت دیتا ہے) جس کے متعلق ہدایت کا اختیار و پسند کرنا جانتا ہے۔ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اور تم سے ضرور سوال کیا جائے گا۔ ان باتوں کے متعلق جو تم کرتے تھے) قیامت کے دن۔ پھر تمہیں بدلہ دیا جائیگا۔

قسم کو فساد کا ذریعہ مت بناؤ:

۹۴: وَلَا تَتَّخِذُوا اِيْمَانَكُمْ دَخْلًا بَيْنَكُمْ (اور نہ بناؤ اپنی قسموں کو فساد کا ذریعہ اپنے درمیان) دوبارہ قسم کو یا ہمی فساد کا ذریعہ

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ

تمہارے پاس جو کچھ ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے، اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم انہیں ضرور ضرور ان کے اچھے

بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنَّثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

کاموں کا عوض دیدینگے، جس کسی مرد یا عورت نے نیک عمل کیا اس حال میں کہ وہ مومن ہے

فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۷﴾

تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی دیں گے، اور ان کے اچھے کام کے عوض ہم انہیں ان کا اجر ضرور دیں گے۔

بنانے کی ممانعت بطور تاکید لائی گئی۔ اور قسم کی عظمت بھی اس سے ظاہر کر دی۔ فَتَزِلْ قَدَمُ بَعْدَ ثُبُوتِهَا (پس پھسل جائے قدم جنہ کے بعد) پس اس سے تمہارے اقدام اسلام کے راستہ سے مضبوط ہونے کے بعد پھسل جائیں گے۔ قدم کو واحد لائے اور نکرہ لائے۔ تاکہ ظاہر کر دیا جائے کہ ایک قدم کا جنہ کے بعد طریق حق سے پھسلنا بھی بہت بڑی بات ہے۔ اس کو معمولی مت سمجھو۔ اس بات کا خود اندازہ کر لو جبکہ بہت سے اقدام پھسلنے والے ہوں تو کیا حال ہوگا؟ وَتَذُوقُوا السُّوْءَ (اور پھر تم کو اس کی سزا چکھنی پڑے) دنیا میں۔ بِمَا صَدَقْتُمْ (اس وجہ سے کہ تم نے روکا ہے) تمہارے روکنے کے سبب۔ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) اور تم دین سے نکل گئے ہو۔ نمبر ۲۔ تم اس وجہ سے کہ تم نے دوسروں کو دین سے روکا ہے۔ کیونکہ اگر وہ بیعت توڑ کر ارتداد اختیار کر لیتے تو پھر دوسروں کیلئے بھی بیعت کو توڑنے کی راہ نکل آتی جس پر وہ چل کر مرتد ہو جاتے۔ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (اور تمہارے لئے بہت بڑا عذاب ہے) آخرت کے دن میں۔

دنیا کے بدلے قسم فروخت نہ کرو:

۹۵: وَلَا تَشْتَرُوا (اور نہ خریدو) نہ بدلے میں لو۔ بِعَهْدِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے عہد کے بدلے) اور رسول اللہ ﷺ کی بیعت کے بدلے ثَمَنًا قَلِيلًا (تھوڑی قیمت) معمولی سامان دنیا۔ بعض لوگ مکہ میں اسلام لائے شیطان نے ان کو ورغلائے کیلئے یہ چال چلی کہ ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈال دی کہ قریش کو غلبہ حاصل ہے اور مسلمان کمزور ہیں۔ (حق والے ہوں تو مغلوب کیوں ہوں؟) قریش نے ان کو ترغیب دلائی کہ اگر وہ دین جدید سے واپس لوٹ جائیں اور رسول ﷺ کی بیعت توڑ دیں تو ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدمی نصیب فرمائی۔ إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (بیشک جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ بہت ہی بہتر ہے اگر تم جان لو) عند اللہ سے ثواب آخرت مراد ہے۔

۹۶: مَا عِنْدَكُمْ (جو تمہارے پاس ہے) دنیا کا سامان يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ (وہ ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے) اس کی رحمت کے خزانے۔ بَاقٍ (وہ باقی رہنے والا ہے)۔ فَنَادَتْهُمُ (اور ضرور ہم بدلہ دیں گے)۔ قِرَآءَتِ: نون سے مکی وعاصم کی قراءت ہے۔ نافع بن عامر، حمزہ وغیرہ کی قراءت میں یاء ہے۔ الَّذِينَ صَبَرُوا (وہ

لوگ جنہوں نے صبر کیا) مشرکین کی ایذاؤں پر اور اسلام پر ثابت قدمی میں مشقتیں اٹھائیں۔ اَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (انکا بدلہ بہتر اس سے جو وہ کرتے تھے)۔

۹۷: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ (جس نے کوئی نیک عمل کیا خواہ وہ مرد ہے یا عورت) مَنْ مَّبْهُمُ هِیْ دُونُوں نُوْعُ مَذْکُورِ مَوْنِثِ کُوْشَاثِلِ هِیْ۔ اَلْبَتَّہِ ظَاہِرِ مَذْکُورِ کِلِیَئِیْ ہِیْ۔ اِسِ اِبْہَامِ کُوْمِنِ ذِکْرِ اَوْنِثٰی سَی رَفْعِ کِیَا تَا کہ وَعْدَہِ دُونُوں کِلِیَئِیْ عَامِ ہُو جَاۓ۔ وَہُوْ مُؤْمِنٌ (اِسِ حَالِ مِیْ کہ وَہِ مُؤْمِنِ ہُو) اِیْمَانِ کِی شَرْطِ لَگائی کِیونکہ کُفَارِ کَی اَعْمَالِ کِسی شَمَارِ وَقْطَارِ مِیْ نَہِیْ۔

حیاتِ طیبہ کیا ہے؟

نکتہ: یہ آیت بتلا رہی ہے کہ عملِ ایمان کا حصہ نہیں۔ فَلَنُحْيِيَنَّہٗ حَیوَةً طَیْبَةً (ہم ضرور اس کو پاکیزہ زندگی دیں گے) یعنی دنیا میں اور اس لئے فرمایا۔ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (اور ضرور ہم ان کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے) اللہ تعالیٰ نے اس سے دنیا و آخرت کے ثواب کا وعدہ فرمایا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فَآتَاهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَحَسَنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ [آل عمران: ۱۴۸] اور یہ اس طرح ہے کہ مؤمن کی اعمالِ صالحہ کے ساتھ زندگی خواہ خوشحالی سے ہو یا تنگدستی سے یقیناً عمدہ زندگی ہوتی ہے اگر خوشحال ہو تب تو ظاہر ہے۔ اور اگر تنگدست ہو تو اس کی زندگی کو عمدہ بنانے کیلئے اس کو قناعت اور تقسیمِ الہی پر رضا ہر دو میسر ہوتی ہیں۔ رہا فاجر آدمی تو اس کا معاملہ برعکس ہے۔ اگر تنگدست ہو تو ظاہر ہے۔ اور اگر خوشحال ہو تو حرص کی طوالت اس کو زندگی کا سکون نہیں لینے دیتی۔ ایک قول یہ ہے کہ حیاتِ طیبہ قناعت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حیاتِ طیبہ عبادت و طاعت کی مٹھاس کو کہتے ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملے کی سچائی اور امورِ الہیہ پر سچائی سے قائم رہنا اور ماسوی اللہ سے اعراض کرنا۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝۹۸ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ

سو جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں بلاشبہ بات یہ ہے کہ شیطان کا زور

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝۹۹ إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ

ان لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، اس کا زور انہیں پر ہے

عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ۝۱۰۰ وَإِذَا بَدَّلْنَا

جو اس سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ کے ساتھ شریک تجویز کرتے ہیں۔ اور جب ہم کسی آیت کو

آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَنْزِلُ ۚ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ

دوسری آیت کی جگہ بدلتے ہیں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ نازل فرماتا ہے تو مخاطبین کہتے ہیں کہ تو تو افتراء ہی کرنے والا ہے

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۱۰۱ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ

بلکہ ان ہی میں اکثر لوگ جاہل ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس کو روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے حق کیساتھ نازل کیا ہے تاکہ ان لوگوں کو

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَدَىٰ وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝۱۰۲ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ

مضبوط کرے جو ایمان لائے اور یہ کلام ہدایت ہے اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے، اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں

إِنَّمَا يَعْلَمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ

کہ ان کو ایک آدمی سکھاتا ہے یہ لوگ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ واضح طور پر صاف عربی

مُبِينٌ ۝۱۰۳ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۰۴

زبان ہے بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں ہدایت نہیں دیگا، اور ان کے لئے دردناک عذاب

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝۱۰۵

ہے، وہی لوگ جھوٹ کا افتراء کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ واقعی جھوٹے ہیں۔

قراءت سے قبل تعوذ:

۹۸: فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ (جب تم قرآن مجید کی قراءت کرو) جب قراءت قرآن کا ارادہ کرو۔ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ (تو تم اللہ تعالیٰ

کی پناہ طلب کرو) ارادہ فعل کو فعل سے تعبیر کیا۔ کیونکہ وہ اس کا سبب ہے۔ فاء تعقیب کیلئے ہے۔ اس لئے کہ وہ قراءت جو استعاذہ کے ساتھ ہوگی وہ مذکورہ عمل صالح میں سے بنے گی۔ مِنَ الشَّيْطَانِ (شیطان سے) یعنی ابلیس الرَّجِيمِ (مردود و مطرود یا ملعون)۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول ﷺ کے سامنے اعوذ باللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم پڑھا تو فرمایا۔ اس طرح کہو اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم مجھے جبریلؑ نے اسی طرح پڑھایا ہے۔

۹۹: اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ (بیشک اس کو قابو نہیں) ابلیس کو تسلط و ولایت نہیں عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهٖمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں) مؤمن متوکل اس کے وساوس کو قبول نہیں کرتے۔
۱۰۰: اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَكَّلُوْنَ (بیشک اس کا غلبہ ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی اختیار کرنے والے ہیں) اس کو دوست بناتے ہیں اور اس کے وساوس کی اتباع کرتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُّشْرِكُوْنَ (اور ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کا اس کو شریک کرنے والے ہیں)۔ رب کی طرف ضمیر لوٹتی ہے۔ نمبر ۲: شیطان کی طرف لوٹتی ہے اور باء سببیہ ہے وہ اس کے سبب سے شرک کرنے والے ہیں۔

سخن ہماری حکمت سے ہے:

۱۰۱: وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰیَةً مَّكَانًا اٰیَةً (جب ہم ایک آیت دوسری آیت کی جگہ رکھ دیتے ہیں) تبدیل آیت کو دوسری آیت سے بدلنے کو نسخ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرائع و احکام کو حکمت کی وجہ سے منسوخ فرماتے ہیں اور اس آیت کا یہی معنی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنْزِلُ (اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اس کو جانتا ہے)

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے تخفیف سے یُنْزِلُ پڑھا ہے۔ قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ (وہ کہتے ہیں تم خود تراشتے اور گھڑتے ہو) یہ اذا کا جواب ہے۔ اور واللہ اعلم بما یُنْزِلُ جملہ معترضہ ہے کفار کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ اپنے صحابہ سے تمسخر کرتے ہیں آج ان کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں اور کل اس سے روک دیتے ہیں اور ایسا حکم ان کو بتلاتے ہیں جو اس سے آسان ہوتا ہے۔ انہوں نے آپ پر یہ افتراء و بہتان لگایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مشکل کو آسان سے اور آسان کو مشکل سے منسوخ فرماتے تھے۔ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (بلکہ ان کی اکثریت نہیں جانتی) کہ اس کی حکمت کیا ہے؟

قرآن لانے والے جبریل علیہ السلام ہیں:

۱۰۲: قُلْ نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ (آپ کہہ دیں اس کو روح القدس نے اتارا ہے) یعنی جبریل علیہ السلام نے۔ جبریل کی نسبت القدس کی طرف کی گئی ہے۔ القدس پاکیزگی جیسا کہ کہتے ہیں۔ حاتم الجود۔ نخی حاتم۔ مراد مقدس روح۔ المقدس کا معنی گناہوں سے پاک مِنْ رَبِّكَ (تیرے رب کی طرف سے) اس کے ہاں سے اور اس کے حکم سے بِالْحَقِّ (حق کے ساتھ) یہ حال ہے۔ یعنی اس کو حکمت کے ساتھ ملبس اتارا ہے۔ لَیُثَبِّتِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے) تاکہ منسوخ کر کے ان کی آزمائش کرے تاکہ وہ اس کے متعلق کہیں کہ وہ ہماری طرف سے برحق اور حکمت پر مبنی ہے۔ کیونکہ وہ اسی کام کو کرتا اور حکم دیتا ہے جو عین ثواب و حکمت ہوتا ہے اور ایمان والوں کیلئے ثابت قدمی، صحت، یقین اور طمانیت قلوب کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ وَهُدًی وَّ

بُشْرٰی (اور ہدایت اور بشارت ہے)۔ یہ مفعول لہ ہیں اور دونوں کا عطف یثبت کے محل پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے تشبیتاً لہم وارشاداً و بشارۃ ان کو ثابت قدم رکھنے اور راہنمائی کرنے اور خوشخبری سنانے کیلئے لِلْمُسْلِمِیْنَ (مسلمانوں کیلئے) اس میں اس بات پر تعریض کی جارہی ہیں کہ اس کے مخالف صفات تو غیر مسلموں میں ہوتی ہیں۔

کفار کا الزام اور اس کا جواب:

۱۰۳: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُولُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهُ بَشَرٌ (اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو یہ کلام آدمی سکھاتا ہے) اس سے ان کی مراد حویطب کا ایک غلام تھا جو مسلمان ہوا۔ اور ثابت قدم رہا اس کا نام ”عائش“ تھا یا ”دعیش“ اور وہ کتابیں رکھتا تھا۔ نمبر ۲۔ اس سے عامر بن حضرمی کا غلام جبر رومی مراد ہے۔ نمبر ۳۔ جبر اور یسار مراد ہیں یہ دونوں غلام تورات و انجیل پڑھتے تھے۔ اور جو پڑھتے کبھی کبھی اس کو سنتے۔ نمبر ۴۔ سلمان فارسی مراد ہے۔ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیُّ (وہ زبان جس کی طرف نسبت کرتے ہیں عجمی ہے)۔

قراءت: یُلْحِدُوْنَ یہ یاء اور حاء کے فتح کے ساتھ حمزہ وعلی نے پڑھا ہے۔ یعنی وہ حق کے راستے سے اعراض کر کے جس آدمی کی طرف اپنے قول کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان غیر فصیح ہے۔ اور غیر واضح ہے۔ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ (اور یہ واضح عربی زبان ہے) ہذا کا مشار الیہ قرآن ہے۔ مُبِیْنٌ کا معنی بیان و فصاحت والی ہے۔ اس میں ان کے قول کی تردید اور ان کے طعنوں کو باطل قرار دیا گیا۔ یہ جملہ لِسَانُ الَّذِیْ الْاٰیۃِ اس کا محل اعراب نہیں کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یہ ان کے قول کا جواب ہے۔ لسان کا معنی لغت ہے۔ کہا جاتا ہے الحد القبر ولحدہ وهو محللہ وملحد جب کہ گڑھے کو ٹیڑھا بنایا جائے اور اس کے ایک جانب کھدائی کی جائے۔ پھر اس کو عام کر کے ہر میلان عن الاستقامت کیلئے بطور استعارہ استعمال کرنے لگے۔ اور کہتے ہیں الحد فلان فی قوله والحد فی دینہ وہ اپنے دین میں استقامت سے ہٹ گیا۔ وہ ملحد ہے کیونکہ اس نے اپنے مذہب کو تمام ادیان سے پھیر لیا۔

۱۰۴: اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ (بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے) آیات اللہ سے قرآن مراد ہے۔ لَا یُہْدِیْہُمُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ ان کی راہنمائی نہیں کرتے) جب تک کہ وہ کفر کو پسند کرتے رہتے ہیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) جو آخرت میں ان کے کفر پر ان کو دیا جائے گا۔

دوسرا جواب:

۱۰۵: اِنَّمَا یُفْتَرِی الْکَذِبَ (بیشک اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے والے وہ لوگ ہیں) الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ (جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے) یعنی افتراء تو ان لوگوں کا طرز و طریق ہے۔ جن میں ایمان نہیں۔ کیونکہ وہ اس پر سزا کے قائل نہیں۔ اس میں اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ کی تردید ہے۔ وَاُولٰٓئِکَ (وہ) سے لَا یُؤْمِنُوْنَ کی طرف اشارہ ہے۔ هُمُ الْکٰذِبُوْنَ (وہی جھوٹے ہیں) فی الحقیقت اور کذب میں کمال و درجہ حاصل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب عظیم ترین جھوٹ ہے۔ نمبر ۲۔ وہ انما انت مفتر کہنے میں جھوٹے ہیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ

جس شخص نے ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کیا مگر جس شخص پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے لیکن

مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْ رَّافَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾

جس نے دل کھول کر کفر اختیار کر لیا سو ان پر اللہ کا غصہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلٰى الْاٰخِرَةِ ۗ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے دنیا والی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں محبوب رکھا اور بلاشبہ اللہ کافروں کو ہدایت

الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمِعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ

نہیں دیتا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی،

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۸﴾ لَاجِرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور یہ لوگ واقعی غافل ہیں، لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ تباہ کاروں میں سے ہوں گے۔

۱۰۶: مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ (جس نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اس کے بعد کہ وہ ایمان لایا)

چار تراکیب:

یہ جائز ہے کہ مبتدا کو شرط مان کر جواب محذوف مانیں۔ کیونکہ من شرح جواب پر دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ من کفر باللہ فعلیہم غضب جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں پس وہ غضب کے مستحق ہیں۔

صورتِ اکراہ:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ (مگر جو مجبور کیا گیا اس حالت میں کہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو) ایمان پہر سکون ہو۔ وَلٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْ رَّ (مگر جس کا سینہ کفر کیلئے کھلا ہو) کفر کو دل سے پسند کیا اور اس کو عقیدہ کے طور پر جمالیا۔ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے)۔ نمبر ۱۔ یہ بھی درست ہے کہ یہ الذین لایؤمنون بالآخرۃ الایۃ سے بدل ہو۔ اور اولئک ہم الکاذبون جملہ معترضہ ہو۔ جو بدل و مبدل منہ کے درمیان آیا ہو۔ اب مطلب یہ ہوگا۔ جھوٹ وہ باندھتے ہیں۔ جو ایمان کے بعد کفر کرنے والے ہیں۔ ان میں سے مکرہ کو مستثنیٰ کیا اور افتراء کے حکم کے ماتحت داخل نہیں کیا۔ پھر فرمایا۔ وَلٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْ رَّ الایۃ نمبر ۲۔ یہ مبتدا سے بدل ہو اور وہ مبتدا اولئک ہے اب اس طرح معنی ہے ومن کفر باللہ من بعد ایمانہ ہم الکاذبون۔ جو ایمان کے بعد کفر کرنے

والا ہے۔ وہی جھوٹا ہے۔

واقعہ عمار و یاسر رضی اللہ عنہما:

نمبر ۳۔ الکاذبون خبر سے بدل ہے۔ ای واولئک ہم من کفر باللہ من بعد ایمانہ وہ وہی ہیں جنہوں نے ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار کیا۔ نمبر ۵۔ اس کو ذم کی صورت میں منصوب مانا جائے۔ روایت میں ہے کہ بعض اہل مکہ آزمائش میں پڑے تو ارتداد اختیار کیا۔ ان میں بعض وہ تھے جن کو مجبور کر کے کلمہ کفر کہلوا دیا گیا حالانکہ دل میں ایمان پختہ تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ انہی میں سے تھے۔ باقی ان کے والد اور والدہ دونوں کو اقرار نہ کرنے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا۔ یہ اسلام میں پہلے مقتول تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ عمار نے کفر اختیار کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا عمار سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخن تک ایمان سے پُر ہے۔ اور ایمان تو اس کے خون و گوشت میں رچا بسا ہوا ہے۔ [ابو نعیم] پھر عمار رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے رسول اللہ ﷺ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو اپنے دست اقدس سے پونچھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا (انہوں نے واقعہ ذکر کیا) تو فرمایا اگر وہ دوبارہ یہ اقرار کروائیں تو تم دوبارہ کہہ لینا [ابن عساکر] حضرت یاسر نے جو کیا وہ افضل ہے۔ کیونکہ قتل پر صبر کرنے میں اسلام کی عظمت زیادہ ہے۔

۱۰۷: ذٰلِكَ (یہ) اس میں وعید کی طرف اشارہ ہے اور غضب الہی کے اترنے اور عذاب عظیم کے نازل ہونے کی اس میں وعید سنائی گئی ہے۔ بِاَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلٰی الْآخِرَةِ (اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو پسند کیا آخرت پر) انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی۔ بآسویہ ہے دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کے سبب۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتے) جب تک کہ وہ کفر کو پسند کرتے رہیں گے۔

۱۰۸: وَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَعَّ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَسَمِعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ (یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی) پس وہ نہ تو غور و فکر کرتے ہیں۔ اور نہ ہی مواعظ کی طرف کان دھرتے ہیں اور نہ ہدایت کے راستہ کو دیکھتے ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (اور وہ ہی غافل ہیں) غفلت میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں کیونکہ جب انجام پر غور کرنے سے غفلت برتی جائے تو یہ غفلت کا آخری درجہ ہے اور اس کی غایت ہے۔

کافر یقیناً نقصان میں ہیں:

۱۰۹: لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْآخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہی لوگ گھائے میں رہیں گے)

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا ۖ

پھر بے شک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے فتنے میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور ثابت قدم رہے

إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۴ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تَجَادِلُ عَنْ

تو بلاشبہ آپ کا رب ان چیزوں کے بعد بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے، جس دن ہر شخص اپنے نفس کی طرف سے جدال

نَفْسِهَا وَتُؤَيِّي كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهَمًّا لَا يُظْلَمُونَ ۝۱۵

کرے گا اور ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ایمان والوں کی سرخروئی:

۱۱۰: ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ (پھر آپ کا رب) تم کو اس لئے لائے کہ ان کا حال اُن کے حال سے بہت ہی دور ہے۔ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا (ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ہجرت کی) مکہ مکرمہ سے یعنی ان کو اس میں فائدہ ہے نقصان نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا کارساز و مددگار ہے۔ ان کو رسوا کرنے والا اور ان کا دشمن نہیں۔ جیسا کہ بادشاہ آدمی کیلئے محافظ و مفید ہوتا ہے۔ نقصان پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا (اس کے بعد کہ ان کو آزمایا گیا) عذاب اور اکراہ علی الکفر کے ذریعہ۔ قراءت: فُتِنُوا شامی نے پڑھا ہے۔ اس کے بعد کہ انہوں نے مسلمانوں کو تکالیف پہنچائیں پھر وہ اسلام لے آئے۔ ثُمَّ جَاهَدُوا (پھر انہوں نے جہاد کیا) مشرکین کے ساتھ ہجرت مدینہ کے بعد وَصَبَرُوا (اور انہوں نے صبر کیا) جہاد میں آنے والے مصائب پر إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا (بیشک آپ کا رب اس کے بعد) ان افعال کے بعد اور وہ افعال ہجرت جہاد و صبر ہیں۔ لَغَفُورٌ (البتہ بخشنے والا ہے) ان کی ان باتوں کو جو ان کے منہ سے بطور بچاؤ کے نکلیں۔ (مجبوراً کفریہ کلمات منہ سے نکالنے پڑے) رَحِيمٌ (مہربان ہے) اکراہ کی حالت میں نکلنے والی باتوں پر عذاب نہ دے گا۔

قیامت میں ہر ایک اپنی طرفداری کرے گا:

۱۱۱: يَوْمَ تَأْتِي (جس دن آئے گا)۔ يَحْجُوزُ: یہ رحیم کی وجہ سے منصوب ہے نمبر ۲۔ اذکر محذوف کی وجہ سے كُلُّ نَفْسٍ تَجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا (ہر شخص وہ اپنی طرفداری میں بات کرے گا) یہاں نفس کی اضافت نفس کی طرف کی گئی ہے کیونکہ عین شئی کو ذاتہ و نفسہ کہہ دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں فی تقیضہ وغیرہ بولتے ہیں۔ والنفس وہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے پورا اور کامل ہے۔ پس پہلا نفس وہ بھی کامل اور دوسرا اس کا عین اور ذات۔ گویا اس طرح فرمایا۔ یوم تأتي کل انسان یجادل عن ذاته لایهمہ شان غیرہ کل یقول نفسی نفسی ہر انسان اپنے نفس کی طرفداری کریگا۔ دوسرے کی حالت کو کوئی اہمیت نہ دیگا اور ہر ایک یہ کہہ رہا ہوگا۔ مجھے بچالے مجھے بچالے۔ المجادلۃ عنہا کا مطلب نفس کی طرف سے معذرت خواہی ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں ربنا

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا

اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی۔ یہ بستی امن والی تھی اطمینان والی تھی اس کا رزق ہر جگہ سے بڑی

رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ

فراغت کے ساتھ اس کے پاس آتا تھا پس اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور ان کے کروتوتوں کی وجہ سے اللہ نے ان کو بھوک

وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۳۲﴾ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ

اور خوف کا مزہ چکھا دیا اور البتہ ان کے پاس انہیں میں سے رسول آیا۔ سو اس کو انہوں نے جھٹلایا۔

فَاخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۳۳﴾

لہذا انہیں عذاب نے پکڑ لیا اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے۔

هُؤُلَاءِ اَصْلُ مَا كُنَّا نُفَصِّلُ لَكَ فِي الْقُرْآنِ [الاعراف: ۳۸] دوسری آیت میں ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراءنا [الاحزاب: ۶۷] ایک اور مقام پر فرمایا واللہ ربنا ما کننا مشرکین [الانعام: ۲۳] وغیرہ آیات۔

وَتُوفِّي كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (اور ہر نفس کو پورا پورا دیدیا جائے گا۔ جو اس نے عمل کیا اور ان پر ظلم نہ ہوگا) توفی کا معنی ہے کہ اس کے عمل کی پوری پوری جزاء دی جائے گی۔ اور اس سلسلہ میں ان کے حق میں کمی نہ کی جائے گی۔ نعمتیں اور اہل مکہ کی ناشکری:

۱۳۲: وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً (اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی) اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو ان تمام لوگوں کیلئے مثال بنا دیا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہو۔ اور نعمتوں نے ان کو مغرور کر دیا جس سے وہ کفر میں مبتلا ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے منہ پھیر لیا۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل کر دیا۔ نمبر ۲۔ یہ بھی درست ہے کہ اس صفت و حالت والی کوئی بستی و شہر مراد لیا جائے۔ نمبر ۳۔ پہلے زمانہ کی کوئی بستی ہو جس کا یہ حال ہو۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کیلئے بطور مثال بیان کر دیا ہوتا کہ یہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ کَانَتْ آمِنَةً (وہ امن والی تھی) قتل اور قیدی بننے سے مُّطْمَئِنَّةً (اطمینان والی) کوئی خوف اس کو پریشان کرنے والا نہ تھا۔ کیونکہ اطمینان امن سے ہوتا ہے اور خوف سے بے چینی اور بے اطمینانی ہوتی ہے۔ يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا (اس کا رزق با فراغت ان کے ہاں پہنچتا ہو) رَغَدًا بمعنی وسعت کے ساتھ مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ (ہر طرف سے) ہر شہر سے فَكَفَرَتْ (پس اس نے کفر کیا) وہاں کے رہنے والوں نے بِأَنْعُمِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے انعامات کے ساتھ) انعم جمع ہے نمبر ۱۔ نعمۃ کی۔ جبکہ تاء کو جمع میں چھوڑ دیا جائے۔ مثلاً ادرع و ادرع نمبر ۲۔ نعم کی جیسے بؤس و ابؤس۔

فَاذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا)

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ

سو اس میں سے کھاؤ جو اللہ نے تمہیں رزق حلال پاک عطا فرمایا اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی

آیاء تعبدون ﴿۱۴﴾ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ

عبادت کرتے ہو، تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور حرام کیا گیا جس پر ذبح کے وقت

لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۵﴾

غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، سو جو شخص مجبوری میں ڈال دیا جائے اس حال میں کہ باغی نہ ہو اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو سو بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے۔

ان کی حرکات کے سبب (الاذاقۃ واللباس یہ دونوں استعارے ہیں اذاقہ مستعارہ کو لباس مستعار کیلئے استعمال کیا۔ اور اس کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے اذاقہ ان کے ہاں حقیقت کے قائم مقام ہے کیونکہ بلاء اور مصائب میں یہ شائع و ذائع ہے۔ اور لوگوں کو پیش آتی رہتی ہے۔ جس پر لوگ کہتے ہیں ذاق فلان البؤس والضرر واذاقہ العذاب۔ اس میں ضرر و الم جس کا ادراک ہو سکتا ہے کڑوے، کیلے سے جس کا ادراک ہو سکتا ہے تشبیہ دی ہے۔

لباس سے تشبیہ اس لئے دی ہے کہ لباس پہننے والے کو ڈھانپ لیتا ہے۔ جس طرح کہ انسان پر غشی آئے تو وہ اس کے حواس کو ڈھانپ لیتی ہے اور بعض حوادث اس پر اس طرح سوار ہو جاتے ہیں جیسے لباس جسم پر۔ باقی یہ بات کہ جوع و خوف کے لباس پر اذاقہ کا واقع کرنا اس لئے ہے جب وہ خوف و جوع میں سے جو چیز ڈھانپ لے جب اس کا اطلاق اس پر آتا ہے تو چکھنے کا اطلاق بھی اس پر درست ہے۔

گویا اس طرح کہا گیا: فَأَذَا فَهُمْ مَاعَشِيَهُمْ مِّنَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ (پس ان کو چکھائی وہ بھوک اور خوف جس نے ان کو آکر ڈھانپ لیا تھا) دنیا میں جس طرح موجود نعمتیں جنت کے مقابلہ میں چکھنے کی چیزیں ہیں۔ بالکل اسی طرح جہنم کے مقابلہ میں دنیا کی سزائیں بھی چکھنے کے مترادف ہیں اصل سزا تو بہت بڑی ہے۔ (مترجم)

۱۳: وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْهُمْ (تحقیق ان کے پاس انہی میں سے ایک عظیم الشان رسول آئے) اس رسول سے یہاں حضرت محمد ﷺ مراد ہیں۔ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ (پس انہوں نے اس کو جھٹلایا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا۔ اس حال میں کہ وہ ظالم تھے) اس حالت میں کہ وہ اپنے کو ظلم سے ملوث کرنے والے تھے۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن قتل بالسيف سے جو عذاب دیا گیا وہ مراد ہے۔

حلال و طیب کھاؤ:

۱۴: روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مکہ کی طرف قحط کے سالوں میں غلہ بھیجا جو ان میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ (پس تم کھاؤ اس کو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے) حضرت محمد ﷺ کے دست اقدس سے

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ السِّينَتُمْ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا

اور جن چیزوں کے بارے میں تمہاری زبانیں جھوٹا دعویٰ کرتی ہیں ان کے بارے میں یوں نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر

عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿۱۶﴾

جھوٹا افتراء کرو، بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے،

مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا

تھوڑا سا نفع ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، اور ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کر دی تھیں جن کا بیان ہم پہلے

عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۸﴾

آپ سے کر چکے ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا

پھر بلاشبہ آپ کا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے جہالت سے برے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اعمال درست کر لئے

إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۹﴾

بلاشبہ اس کے بعد ضرور مغفرت فرمانے والا ہے رحم فرمانے والا ہے۔

حَلَالًا طَيِّبًا (حلال و پاکیزہ) اس کے بدلے جو تم حرام و خبیث کھاتے تھے۔ مثلاً لوٹ کے اموال، غصب کی آمدنیاں، برے ذرائع سے حاصل شدہ محاصل و اشکروا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا کرو اگر تم اسی ہی کی عبادت کرنے والے ہو) یہاں تعبدون کے معنی میں ہے۔ نمبر ۲۔ اگر تمہارا گمان صحیح ہے۔ کہ الہ کی عبادت، اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور وہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے بچالیں گے۔

محرمات سے بچو جو یہ ہیں:

۱۵: اس کے بعد ان پر محرمات کو بیان کر کے اپنی طرف سے تحلیل و تحریم کی ممانعت کی پس فرمایا۔ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (تم پر صرف مردار کو حرام کیا اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کیلئے نامزد کر دی گئی ہو۔ پس جو شخص بہت ہی مجبور ہو بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد (ضرورت) سے آگے بڑھے۔ (اور اس نے کھالیا) تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے) انما کلمہ حصر ہے۔ یعنی حرام یہ ہیں نہ کہ بحیرہ، سائبہ وغیرہ بقیہ آیت کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

خود تحریمات مت ایجاد کرو:

۱۶: وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ السُّنْتُكُمُ الْكُذِبَ (اور نہ کہو ان چیزوں کو جن کے متعلق تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے) الْکُذِبَ یہ لَا تَقُولُوا کی وجہ سے منصوب ہے یعنی وَلَا تَقُولُوا الْکُذِبَ لما تصفه السنتکم من البهائم بالحل والحرمة فی قولکم مت وہ جھوٹ بولو جو تمہاری زبانوں سے چوپایوں کی حلت و حرمت کے متعلق نکلتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ مافی بطون هذه الانعام خالصة لذكورنا و محرم علی ازواجنا [الانعام: ۱۳۹] یہ بات بغیر وحی کے حوالہ کے وہ کرتے تھے۔ یا بغیر کسی صحیح قیاس کے حوالہ کے جس کی بنیاد قرآن و سنت سے استنباط پر ہو۔

اور لما میں لام اسی طرح ہے جیسا اس قول میں ”لَا تَقُولُوا لِمَا احل الله هو حرام“ هَذَا حَلْلٌ وَهَذَا حَرَامٌ (کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے) یہ الْکُذِبَ سے بدل ہے۔

يُحْوَرُّ: الْکُذِبَ پر نصب تَصِفُ کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اور نمبر ۲۔ ماصدر یہ ماکر هذا حلال و هذا حرام کولا تَقُولُوا سے متعلق کرو۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی وَلَا تَقُولُوا هذا حلال و هذا حرام۔ وهذا لوصف السنتکم الْکُذِبَ یعنی وَلَا تحرموا وَلَا تحللوا لاجل قول تنطق به السنتکم و يحول فی افواهکم لا لاجل حجة و بينة ولكن قول ساذج و دعوی بلا برهان۔ تم اپنے زبانی قول سے حلال و حرام مت کرو۔ اور جو تمہارے منہ میں آئے بغیر دلیل و حجت کے حلال و حرام مت کہہ ڈالو۔ مگر قول یہ محض بے پرکی بات اور دعویٰ ہے جس کی بنیاد میں دلیل نہیں ہے۔

فصح ترین جملہ:

تصف السنتکم الْکُذِبَ یہ فصیح ترین جملہ ہے۔ اس میں ان کے قول کو بعینہ کذب قرار دیا۔ جب انہوں نے زبانوں سے کہہ دیا تو یہ کذب کے قائم مقام ہو گیا۔ اور اس کی شکل اختیار کر لی۔ جیسا کہتے ہیں وجہا یصف الجمال و عینہا تصف السحر۔ اس کا چہرہ آئینہ حسن اور اس کی آنکھ سحر بے زبان ہے۔ لَتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْکُذِبَ (نتیجتاً تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت باندھو گے) لَتَفْتَرُوا کی لام تعلیلیہ ہے جس میں غرض کا معنی متضمن نہیں ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْکُذِبَ لَا يَفْلِحُونَ (بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے)

۱۷: مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (تھوڑا نفع اٹھانا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یعنی انکا افعال جاہلیت میں فائدہ معمولی ہے۔ اور ان کی سزا بہت بڑی ہے۔ (اعاذنا اللہ منها)

یہود پر تحریم سزا کے طور پر تھی:

۱۸: وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ (اور یہود پر ہم نے حرام کیا جو ہم نے تمہیں اس سے قبل بیان کر دیا)۔ سورۃ انعام میں جو اس آیت میں ہے وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۱۳۶: وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ (اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا) ان کو حرام قرار دیکر وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے) ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش کے طور پر یہ چیزیں ان پر حرام کیں۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا

بلاشبہ ابراہیم ایک ”بڑے مقتدی“ تھے اللہ کے فرمانبردار تھے سب کو چھوڑ کر ایک ہی طرف ہو رہے تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے، اللہ کی

لَا نَعْمِهِ ۝ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَاتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے، اللہ نے انہیں چن لیا اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت دی، اور ہم نے انہیں دنیا میں خوبیاں دیں،

وَأَنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا

اور بلاشبہ وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے، پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ ابراہیم کی ملت کا اتباع کیجئے جو سب کو چھوڑ کر ایک طرف ہو رہے تھے

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۝ وَإِنَّ

اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ہفتہ کے دن کی تعظیم انہیں لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا،

رَبَّكَ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

اور بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان چیزوں کے بارے میں ضرور فیصلہ فرمادے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

نادانی اور کفارہ بشرط اصلاح معاف ہے:

۱۱۹: ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ (پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کیلئے جنہوں نے نادانی کے سبب گناہ کر لیا) نَجْوٍ: یہ حال ہے ای عَمِلُوا السُّوءَ جَاهِلِينَ۔ انہوں نے برا کام کیا اس حال میں کہ جہالت اختیار کرنے والے تھے۔ انجام کو سوچنے والے نہ تھے۔ اور وہ گناہ غلبہ شہوت سے کیا۔ ان کا مقصود خواہش کی لذت تھی مولیٰ کی نافرمانی مقصود نہ تھی۔ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا (پھر انہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح و درستی کر لی۔ بیشک آپ کا رب اس کے بعد) یعنی توبہ کے بعد لَغُفُورٌ (البتہ بخشنے والا ہے) ان گناہوں کو جو انہوں نے کثرت سے کیے ہیں۔ رَحِيمٌ (مہربان ہے) پختہ ارادہ سے جو انہوں نے مضبوط عزم کیے ہیں ان کو پورا کرتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام عظیم مقتدا تھے وہ مشرک نہ تھے:

۱۲۰: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً (بیشک ابراہیم ایک بڑے مقتدا تھے)۔ ابراہیم علیہ السلام اکیلے ہی ایک امت تھے کیونکہ خیر کی صفات میں وہ کمال رکھتے تھے۔ جیسا بنو اس کا یہ شعر لَئْسَ عَلَى اللَّهِ بِمُسْتَنْكَرٍ أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمُ فِي وَاحِدٍ۔ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ مشکل نہیں کہ وہ تمام جہاں کو ایک میں جمع کر دے۔ یعنی تمام خصوصیات لا کر ایک کو جامع بنا دے) حضرت مجاہد کہتے ہیں وہ اکیلے مؤمن تھے جبکہ تمام لوگ کافر تھے۔ نمبر ۲۔ اُمۃ بمعنی ماموم مقتدا تا کہ لوگ ان سے بھلائی حاصل کریں۔ قَانِتًا لِلَّهِ (وہ اللہ تعالیٰ کیلئے

عاجزی کرنے والے تھے)۔ قانت اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اوامر پر قائم ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معاذ اُمت تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی کرنے والے تھے۔ ان سے کہا گیا یہ تو ابراہیم علیہ السلام کی صفات ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ امۃ اس کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کو خبر سکھائے۔ القانت اور اس کے رسول کا مطیع اور معاذ رضی اللہ عنہ اسی طرح تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر معاذ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ ابو عبیدہ امین هذه الامۃ۔ ومعاذ اُمة الله قانت لله ان کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین قیامت کے دن صرف (قرب مرتبہ میں) رسول ہونگے [ابونعیم] حَنِيفًا (ادیان سے ہٹ کر ملت اسلام کی طرف جھکنے والے)۔ اَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (وہ مشرکین میں سے نہ تھے) کفار قریش کی تکذیب کیلئے ان سے شرک کی نفی کی۔ کیونکہ قریش کا گمان یہ تھا کہ وہ ملت ابراہیم پر قائم ہیں۔

يَكُنُّ كِي نون کو حرف لین کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے حذف کر دیا۔

۱۲۱: شَاكِرًا لَّا نَعْمِهِ (وہ اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے والے تھے) روایت میں ہے کہ وہ مہمان کے ساتھ صبح کا کھانا تناول کرتے۔ ایک دن ان کو مہمان نہ ملا تو اچانک انہوں نے ملائکہ کو صورت انسانی میں دیکھا۔ آپ نے ان کو کھانے کی دعوت دی۔ انہوں نے یہ بات باور کرائی کہ انہیں جذام ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تمہارے لئے کھانا کھانا ضروری ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر میں شکریہ ادا کروں کہ اس نے مجھے بچایا اور تمہیں ابتلاء میں ڈالا۔ اجْتَبَاهُ (ان کو چن لیا) خاص کیا اور نبوت کیلئے چنا۔ وَ هٰذِهِ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (اور ان کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کر دی) صراط مستقیم سے ملت اسلام مراد ہے۔ ۱۲۲: وَ اٰتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (اور ہم نے اس کو دنیا میں اچھائی عنایت فرمائی) حَسَنَةً سے نبوت مراد ہے۔ اور اولاد، اموال عنایت فرمائے۔ نمبر ۲۔ انکا تذکرہ پھیلانے کیلئے ہر اہل دین ان کو دوست رکھتا ہے۔ نمبر ۳۔ ہماری امت میں سے ہر نمازی کا قول کما صلیت علی ابراہیم۔ وَ اِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (بیشک وہ آخرت میں نیکوں میں سے ہونگے) اہل جنت میں سے۔

۱۲۳: ثُمَّ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اَنْ اَتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی تم ملت ابراہیم کی اتباع کرو۔ جو سب سے یکسو ہونے والے تھے۔ اور مشرکین میں سے نہ تھے) ثم لا کر ہمارے پیغمبر ﷺ کا مرتبہ اور مقام اور مرتبے کا احترام بتلایا۔ اور یہ بتلادیا کہ خلیل اللہ کو اشرف ترین عظمت جو عنایت فرمائی وہ یہ ہے کہ ہمارے رسول کو ان کی اتباع کا حکم دیا۔

سبب ملت ابراہیمی میں نہیں:

۱۲۴: اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اٰخْتَلَفُوْا فِيْهِ (ہفتہ کے دن) (کا پاس و حرمت) ان لوگوں پر فرض کیا گیا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا) یعنی ہفتے کے دن کی تعظیم ان پر فرض کی اور اس دن مچھلیاں پکڑنے کی ممانعت کی۔ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (بیشک آپ کا رب ان کے درمیان ان باتوں میں قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا۔ جن میں

اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ

اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ بلائیے، اور ان سے ایسے طریقے پر بحث کیجئے جو اچھا

أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۵﴾

طریقہ ہو، بلاشبہ آپ کا رب ان کو خوب جاننے والا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گئے اور وہ ان کو خوب جانتا ہے جو ہدایت کی راہ پر چلنے والے ہیں۔

وہ اختلاف کرتے تھے) روایت تفسیر میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ وہ ہر سات دن میں ایک دن عبادت کا مقرر کر لیں۔ اور وہ جمعہ کا دن ہو۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ ہم وہ دن چاہتے ہیں جس دن آسمانوں و زمین کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ فارغ ہوئے۔ اور وہ ہفتہ کا دن ہے۔ ان میں تھوڑی جماعت جمعہ پر رضا مند ہوئی۔ یہی انکا اختلاف ہے۔ جو ہفتہ کے سلسلہ میں انہوں نے اختیار کیا۔ کیونکہ بعض نے اس کو پسند کیا اور بعض نے اس کے مقابلہ میں جمعہ کے دن کو پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہفتہ کے دن عبادت کی اجازت دی اور شکار کی حرمت میں مبتلا کر دیا اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت ان لوگوں نے فقط کی جنہوں نے جمعہ کو پسند کیا تھا۔ وہ اس دن شکار نہ کرتے تھے۔ اور بقیہ لوگ شکار سے صبر نہ کر سکے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر دیا۔ صرف مطیع بچے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں فیصلہ فرمائیں گے۔ اور دونوں فریق کو ان کے عمل کے مناسب بدلہ دیں گے۔

طریق دعوت:

۱۲۵: اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ (تم اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دو) سبیل سے اسلام مراد ہے۔ بِالْحُكْمَةِ (حکمت کے ساتھ)۔ مضبوط اور صحیح بات کے ساتھ۔ اور وہ حق کو واضح کرنے والی اور شبہ کو دور کرنے والی دلیل ہے۔ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (اور اچھی نصیحت کے ساتھ) اور وہ وہی ہے جس میں مخاطب کو بھی معلوم ہو جائے کہ تم ان کی خیر خواہی چاہتے ہو۔ اور ان کے نفع کے طالب ہو۔ نمبر ۲۔ موعظہ حسنہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ یعنی ان کو اس کتاب سے نصیحت کرو جو کہ اچھی نصیحت اور حکمت ہے۔ نمبر ۳۔ الحکمت افعال کے مراتب کو پہچاننا۔ الموعظۃ الحسنہ۔ کہ جب رغبت خوف سے جا ملے اور انداز بشارت سے مل جائے۔

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (اور ان سے اس انداز سے مجادلہ کرو جو کہ بہت خوب ہو) اس طرز سے جو کہ مباحثہ کے شاندار طریقوں میں سے ہو۔ جس میں نرمی، رفق ہو، دشمنی نہ ہو۔ نمبر ۲۔ ایسی بات جو دلوں کو جگادے اور نفوس کو اس سے نصیحت ملے۔ اور عقلوں کو روشنی میسر ہو۔

نکتہ: اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو مناظرہ کے دین میں انکاری ہیں۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ ان کو جو اس کے راستے سے گمراہ ہونے والے ہوں۔ اور وہ ہدایت یافتہ کو بھی اچھی طرح جانتا ہے) یعنی وہ ان کو خوب جانتا ہے جن میں بھلائی ہو

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ

اور اگر تم بدلہ لینے لگو تو اسی جیسا بدلہ لو جیسا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا، اور اگر تم صبر کر لو تو البتہ وہ صبر کرنے والوں کے لئے

لِّلصَّابِرِينَ ۝۱۶ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي

بہتر ہے، اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا بس اللہ ہی کی توفیق سے ہے، اور ان پر غم نہ کیجئے اور یہ لوگ جو کچھ تدبیر کرتے ہیں اس کے بارے میں

صَيِّقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۝۱۷ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝۱۸

تنگ دل نہ ہو جائیے، بلاشبہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور جو خوبی کا طریقہ کرنے والے ہوں

ان کو تھوڑا وعظ کافی ہے اور جس میں خیر نہ ہو اس کیلئے تمام حیلے عاجز آ جاتے ہیں۔

برابر کا بدلہ جائز ہے:

۱۲۶: وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ (اگر بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا) پہلے فعل کو عقوبت کہا حالانکہ عقوبت تو دوسرا فعل ہے لفظی مناسبت کی وجہ سے۔ جیسا کہ فرمایا۔ (وجزاء سینه سینه مثلها) [الشوری: ۴۰] اس آیت میں دوسری سیدہ نہیں۔ بلکہ سیدہ کا بدلہ ہے۔ مطلب یہ ہے اگر تمہارے ساتھ کوئی زیادتی قتل وغیرہ جیسی کی جائے تو اس کے مثل سے اس کا مقابلہ کرو اور اس پر اضافہ نہ کرو۔ روایت میں ہے کہ مشرکین نے بعض مسلمانوں کا احد کے دن مثلہ کیا اور ان کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔ اور ان کے آلات تناسل کو کاٹا۔ نبی اکرم ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو پھٹے ہوئے پیٹ کے ساتھ دیکھا تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اے حمزہ میں تیری جگہ ستر کفار کا مثلہ کروں گا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی آپ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا فرمایا اور جو ارادہ فرمایا اس سے باز رہے۔ [ابن حجر۔ لم اجده] اس میں اختلاف نہیں کہ مثلہ حرام ہے کیونکہ اس کی ممانعت میں روایات وارد ہیں جن میں کاٹنے والے کتے کے مثلہ سے بھی منع فرمایا۔

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ (اور اگر تم صبر کرو تو ضرور وہ صبر کرنے والوں کیلئے بہت بہتر ہے) تو میں ضمیر صبرتم کے مصدر کی طرف لوٹتی ہے۔ اور صابرین سے مراد مخاطب ہیں۔ یعنی اگر تم صبر کرو تو تمہارا صبر تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ گویا الصابرین اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ لائے۔ اس سے مخاطبین کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاندار تعریف فرمائی۔ کیونکہ وہ سختیوں پر صبر کرنے والے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو فرمایا۔

تلقین صبر:

۱۲۷: وَاصْبِرْ (اور آپ صبر کریں) آپ صبر کریں اس میں صبر پر آمادہ کیا۔ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ (اور آپ کا صبر کرنا خاص اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے) اور اس کی توفیق اور ثبوت سے ہے۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ (اور ان پر غم نہ کھائیں)۔ یعنی کفار پر اگر وہ ایمان نہ

لائیں۔ اور ایمان والوں پر اور جو سلوک کفار ان کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ مسلمان اپنے مقصود تک پہنچ گئے۔ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ (اور اس سے تنگ نہ پڑیں جو تدابیر یہ کرتے ہیں) قراءت : مکی نے ضاد کے کسرہ سے ضَيْق پڑھا۔ اور ضَيْق یہ الضَيْق کی تخفیف ہی ہے۔ یعنی تنگی والی بات میں اور یہ بھی درست ہے کہ دونوں مصدر ہوں۔ جیسا کہ قیل اور قول۔ مطلب یہ ہے ان کی تدابیر سے تمہارا سینہ تنگ نہ ہو۔ وہ آپ تک اثر انداز نہ ہوں گی۔

متقی اللہ کی معیت میں :

۱۲۸: إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ (اللہ تعالیٰ بیشک ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو گناہوں سے بچتے اور جو نیک کردار ہوتے ہیں) یعنی وہ انکا دوست ہے جو برائیوں سے پرہیز کرنے والے ہیں۔ اور ان لوگوں کا جو طاعات پر عمل پیرا ہوں۔ کہا گیا۔ من اتقى فى افعاله، احسن فى اعماله كان الله معه فى احواله جو شخص اعمال میں حسن، افعال میں تقویٰ پیدا کر لے اللہ تعالیٰ کی بے کیف معیت اس کے ساتھ ہے۔ معیت کا مطلب : مامورات میں اس کی نصرت اور مخطورات میں اس کی عصمت۔

وفقنا الله بعونه العصمة من المحظورات والنصرة فى المامورات و المعية فى جميع الحالات آمين

تمت ترجمہ سورۃ النحل یوم الجمعہ بعد العصر فی شعبان ۱۴۲۳ھ العبد المذنب شمس الدین۔

المنزل ۷

سُوْرَةُ اِسْرَاءِ الْاَنْبِيَاءِ ۱۷

سورة الاسراء مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو گیارہ آیات اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الجزء ۱۵

سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا،

الَّذِیْ بَرَّکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیْہٖ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

جس کے گرد اگر وہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی آیات دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

واقعہ اسراء: سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَرَّکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیْہٖ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (وہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک ہے۔ جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا۔ وہ مسجد اقصیٰ جس کے گرد اگر وہم نے ہر قسم کی برکتیں رکھی ہیں۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ بڑا سننے والا بڑا دیکھنے والا ہے) اِسْبَحْنِ (پاک ہے عیوب سے) تمام عیوب سے اس کی پاکیزگی بیان فرمائی۔ یہ لفظ تسبیح کا علم ہے جیسے عثمان کا لفظ آدمی کیلئے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کا فعل ہمیشہ مضمر ہوتا ہے ظاہر نہیں کیا جاتا اور اسی وجہ سے یہ منصوب ہے تقدیر عبارت یہ ہے: اسبح اللہ سبحان میں اللہ سبحان کی تسبیح کرتا ہوں۔ یہ حذف فعل کے بعد اس کے قائم مقام استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ انتہائی پاکیزگی پر دلالت کرتا ہے۔ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ عبدہ سے محمد ﷺ مراد ہیں اور سری اور اسری یہ دو لغات ہیں۔ لَیْلًا (رات کو) ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وجہ: اسراء تورات ہی کو ہوتا ہے پھر اس کو لیل سے مقید کرنے کی وجہ تاکید ہے۔ نمبر ۲۔ لیل کی تنوین تنکیر کیلئے ہوتا کہ اسراء کی مدت میں تقلیل کو ظاہر کیا جائے۔ اور آپ کو رات کے بعض معمولی حصہ میں مکہ مکرمہ سے شام تک چالیس راتوں کے سفر کو طے کرایا۔

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (مسجد حرام سے) آپ کو ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر سے رات کو لے جایا گیا۔ مسجد حرام سے یہاں حرم مراد ہے۔ کیونکہ وہ مسجد کو چاروں اطراف سے محیط ہے۔ اور وہ حرم اس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ الحرم کلہ مسجد حرم سارا مسجد کے حکم میں ہے۔ نمبر ۲۔ مسجد حرام بعینہ مراد ہے۔ اور ظاہر قول یہی ہے کیونکہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا بیٹا انا فی المسجد الحرام فی الحجر عندا لبيت بین النائم والیقظان [الحديث رواه البخاری، مسلم، احمد] دریں اثناء کہ میں بیت اللہ کے پاس مقام حجر میں سونے اور جاگنے کے درمیان حالت میں تھا۔ جبکہ

جبریل علیہ السلام میرے پاس براق لائے اور اس رات میں مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا۔ اور یہ عروج سماء بیت المقدس سے شروع ہوا۔ آپ ﷺ نے سفر سے واپسی پر قریش کے قافلے اور اس کے اونٹوں کی تعداد اور ان کے احوال بتلائے۔ اور آپ نے آسمانوں پر جو عجائبات دیکھے ان کو بیان فرمایا۔ آپ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ بیت المعمور اور سدرة المنتہی تک پہنچے، معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا۔ اور یہ معراج حالت بیداری میں ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فقد جسد رسول اللہ ﷺ لیکن آپ کی روح کو معراج ہوئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے (مگر اسنادی اعتبار سے یہ روایات انتہائی کمزور ہیں مترجم)

قول جمہور:

معراج جسد مع الروح کے ساتھ ہوئی۔ کیونکہ خواب دیکھنا کوئی فضیلت نہیں اور نہ سونے والے کو کوئی درجہ حاصل ہے۔
إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى (مسجد اقصیٰ کی طرف) یہی بیت المقدس ہے کیونکہ ان دنوں وہاں مسجد نہ تھی۔ الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ (جس کے اطراف میں ہم نے برکت رکھی ہے) اس سے دین و دنیا کی برکات مراد ہیں کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کی عبادت کی جگہ اور وحی کا مہبط ہے وہاں بے شمار جاری چشمے اور پھل دار درختوں کی کثرت ہے۔ لِنُرِيَهُ (تاکہ ہم اس کو دکھائیں) محمد ﷺ کو مِنْ آيَاتِنَا (اپنی قدرت کے نشانات) جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبوت محمد ﷺ پر دلالت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کا آسمانوں اور ان کے اندر جو کچھ نشانات ہیں۔ اس کا دیکھنا یہ آپ کی نبوت کی علامت ہے۔ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ (بیشک وہی تمام باتوں کو سننے والا) یعنی اقوال کو البصیر (دیکھنے والا ہے) احوال کا۔

نکتہ: بلاغت کا طریقہ التفات یہاں لایا گیا ہے کہ کلام غائب و متکلم اسرای پھر بار کُنَّا اور پھر اِنَّهُ هُوَ کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔

وَاتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ إِلَّا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنا دیا کہ تم لوگ میرے علاوہ کسی کو کار ساز

وَكَيْلًا ۚ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ۝ وَقَضَيْنَا

نہ بناؤ اے ان لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا، بے شک وہ شکر گزار بندہ تھے، اور ہم نے بنی اسرائیل کو

إِلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ فِي الْكِتَابِ لِنُفْسِدَنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلِنَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝

کتاب میں یہ بتا دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں ضرور فساد کرو گے اور بڑی بلندی تک پہنچ جاؤ گے

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولَىٰ بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا

سو جب ان دونوں میں پہلی مرتبہ کی میعاد کا وقت آئے گا تو ہم تم پر اپنے ایسے بندے بھیج دیں گے جو سخت لڑائی لڑنے والے ہونگے پھر وہ گھروں کے

خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ

اندر گھس پڑیں گے، اور یہ وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا، پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ واپس کر دیں گے اور

أَمَدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَيْنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝ إِنَّ أَحْسَنَ مَا أَحْسَنْتُمْ

مالوں سے اور بیٹوں کے ذریعے تمہاری امداد کریں گے، اور جماعت کے اعتبار سے تمہیں خوب زیادہ بڑھادیں گے، اگر تم اچھے کام کرو گے تو اپنی جانوں کے لئے

لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ

اچھا کر دے، اور اگر برے کام کرو گے تو وہ تمہاری جانوں کے لئے ہونگے، پھر جب دوسری مرتبہ کی میعاد کا وقت آئے گا تا کہ وہ تمہارے مونہوں کو بگاڑیں

وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ۝ عَسَىٰ

اور تا کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائیں جیسا کہ وہ اس میں پہلی بار داخل ہوئے تھے اور تا کہ وہ ان سب کو ہلاک کر ڈالیں جو ان کے قابو میں آجائیں، قریب ہے

رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمۥ ۚ وَإِنْ عُدتُّمْ عَدْنَا ۚ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۝

کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی وہی معاملہ کریں گے جو پہلے تمہارے ساتھ کیا، اور ہم نے جہنم کو کافروں کا جیل خانہ بنا دیا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا تذکرہ:

۲: وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ (اور موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور اس کو بنایا) ہ کی ضمیر کتاب کی طرف راجع ہے اور

کتاب سے مراد تورات ہے۔ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَآءَ يُلَ (بنی اسرائیل کیلئے موجب ہدایت) اَلَّا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا (اور ان سے کہہ دیا کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا) ای لا تتخذوا۔

قرأت: ابو عمرو نے یاء سے پڑھا ہے۔ ای لنلا يتخذوا تا کہ وہ نہ بنائیں میرے سوا کارساز۔ وکیل کا معنی ایسا رب کہ جس کے حوالے اپنے امور کو کرو۔

۳: ذُرِّيَّةٌ مِّنْ حَمَلَتْنَاهُ نُوْحٌ (اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا) نمبر ۱۔ یہ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے نمبر ۲۔ نداء کی وجہ سے منصوب ہے یہ ان کے نزدیک ہے جنہوں نے تاء کے ساتھ پڑھا اور اس کو نہی قرار دیا۔ یعنی ہم نے انہیں کہہ دیا میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا۔

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا (بیشک وہ نوح بڑا شکر گزار بندہ تھا) اہ کی ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف لوثی ہے۔ مشکور اوہ شکر گزار تھا تگدستی و خوشحالی ہر دو حالتوں میں۔ الشکر کہتے ہیں نعمت کے مقابلہ میں منعم کی تعریف کرنا۔ روایت میں ہے کہ وہ جب کھاتے، پیتے، پہنتے تو الحمد للہ کہتے۔ اے لوگو! تم ان کی اولاد ہو جو ان پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ کشتی میں سوار کیے گئے۔ پس ان کی ذات کو نمونہ بناؤ۔ جس طرح تمہارے آباؤ اجداد نے بنایا۔ اولاد کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے آباء کے طرز عمل کو صحیح طور پر اپنائیں۔ اور آباء کا حال تمہیں معلوم ہو چکا۔ پس اے بیٹو! تم بھی اس طرح بنو۔

سرکش بنی اسرائیل:

۴: وَقَضَيْنَا اِلَىٰ بَنِي إِسْرَآءَ يُلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ (اور ہم نے بنی اسرائیل کو صاف بتلادیا تھا کہ تم ضرور زمین میں فساد کرو گے) ہم نے ان کی طرف فیصلہ کن وحی اتاری یعنی قطعی طے شدہ بات ہے کہ وہ زمین میں فساد کریں گے۔ الکتاب سے تورات مراد ہے۔ لَتُفْسِدُنَّ یہ قسم محذوف کا جواب ہے نمبر ۲۔ قطعی فیصلہ قسم کے قائم مقام ہے اور لَتُفْسِدُنَّ اس کا جواب ہے گویا اس طرح فرمایا اقسامنا لتفسدن فی الارض۔ مَرَّتَيْنِ (دو مرتبہ) پہلی مرتبہ جب زکریا علیہ السلام کو قتل کیا اور ارمیا علیہ السلام کو قید میں ڈالا گیا۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ان کو ڈرایا۔ اور دوسری مرتبہ جب یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو قتل کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا۔ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اور تم بڑی سخت سرکشی کرو گے) اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے تکبر اختیار کرو گے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا دوسری آیت میں علو کا معنی ہے: اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ [القصص ۴] اس سے مراد ظلم، سرکشی اور مفسدین کا اصلاح کرنے والوں پر غلبہ پانا ہے۔

سرکشی اول سزا:

۵: فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ اُولٰٓئِهٖمَا (جب ان دو بار میں سے پہلی بار کا وقت آیا) وَعْدٌ سے پہلی مرتبہ کا عذاب ہے۔ بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ (ہم نے تم پر بھیجے) مسلط کردیے عِبَادًا لَّنَا اُولٰٓئِیْ ہَاۤسِبٍ شٰدِیْدٍ (اپنے وہ بندے جو بڑے جنگجو تھے) لڑائی میں بہت سخت تھے۔ نمبر ۲۔ نینوی کے سخاریب اور اس کی فوج۔ نمبر ۳۔ بخت نصر بابل۔ نمبر ۴۔ جالوت۔ انہوں نے علماء کو قتل کیا۔ تورات کو جلا ڈالا۔ مسجد

کو اجاڑ دیا۔ اور ستر ہزار افراد کو قید و بند میں ڈال دیا۔ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ (وہ تمہارے شہروں میں پھیل گئے) وہ گھروں میں لوٹ مار کیلئے پھرنے لگے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ الجوس کسی چیز کو انتہائی کوشش سے ڈھونڈنا۔ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا (اور وہ وعدہ ہونا ہی تھا) وعدہ سزا بہر صورت نافذ ہونا تھا۔

دوبارہ درستگی:

۶: ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكُرَّةَ (پھر ہم نے تمہیں ان دشمنوں پر دوبارہ غلبہ دیا) سلطنت و غلبہ عَلَيْهِمْ جو تم پر مسلط کئے تھے۔ جب تم توبہ کر کے فساد سے باز آ گئے اور تکبر چھوڑ دیا۔ نمبر ۱۔ ایک قول یہ ہے کہ بخت نصر کا قتل مراد ہے۔ اور اس کے ہاتھوں سے قیدیوں کی رہائی و آزادی۔ اموال کی واپسی سلطنت کو دوبارہ میسر ہو جانا۔ نمبر ۲۔ طالوت کو بادشاہی دیکر ہم نے سلطنت میسر کر دی۔ داود علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا۔ وَأَمَدَدْنَكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا اور ہم نے تمہاری اموال اور اولاد سے مدد کی اور تمہیں لشکر کے لحاظ سے زیادہ کر دیا۔ اس سے جتنی تعداد میں پہلے تھے۔ نفیر ایہ تمیز ہے یہ نفر کی جمع ہے وہ آدمی جو اپنی قوم کے ساتھ کوچ کرے۔

۷: إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا (اگر تم اچھے عمل کرو گے تو اس کا فائدہ تمہارے ہی لئے ہوگا۔ اور اگر تم برے کام کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے کرو گے) ایک قول نمبر ۱۔ یہ ہے کہ لام علی کے معنی میں ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ [البقرہ: ۲۸۶] صحیح قول یہ ہے کہ وہ اپنے معنی میں ہے۔ کیونکہ اختصاص کیلئے ہے عامل اپنے عمل کے بدلے کے ساتھ خاص ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا۔ یعنی احسان، برائی دونوں تمہارے نفوس کے ساتھ خاص ہیں۔ انکا نفع و نقصان غیر کی طرف متعدی نہیں ہو سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے کہ نہ احسان میں نے کسی کے ساتھ کیا اور نہ زیادتی (مگر وہ اپنے نفس کے ساتھ کی) پھر آپ نے یہ آیت پڑی: إِنْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ۔

دوسرا موقعہ سزا:

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ (جب دوسرے وعدے کا وقت آیا) دوسرا وعدہ آیا۔ ہم نے ان کو مقرر کر دیا۔ لَيْسُوْا لَكُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَدٌ (تاکہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑیں) اور بھٹنا کو حذف کر دیا کیونکہ اولاً اس کے تذکرہ کی وجہ سے اس پر دلالت موجود ہے۔ یعنی لیجعلوها بادية اثار المساءہ الکابة فیہا تاکہ ان کو ایسا بنادیں کہ جس میں برائی اور اکٹاہٹ کے آثار ظاہر و نمایاں ہوں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: سِینت وجوه الذین کفروا۔ [الملک: ۲۷]

قراءت: یسوء شامی حمزہ ابو بکر نے پڑھا ہے۔ اس میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوگی نمبر ۲۔ وعدے کی طرف نمبر ۳۔ بعث کی طرف۔ علی نے لنسوء پڑھا ہے۔ وَلَیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ (تاکہ وہ مسجد میں گھس جائیں) الْمَسْجِدَ سے بیت المقدس مراد ہے۔ کَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَ لَیَنْبَرُوْا مَاعَلَوْا تَنْبِیْرًا (جس طرح پہلی مرتبہ گھس گئے اور اس لئے کہ جس چیز پر وہ غلبہ پالیں اس کو برباد کر ڈالیں) مَاعَلَوْا یہ لَیَنْبَرُوْا کا مفعول ہے تاکہ وہ ہلاک کر ڈالیں ہر اس چیز کو جس پر غالب آئیں اور مسلط ہوں۔ نمبر ۲۔ غلبہ کا زمانہ اور مدت مراد ہے۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ

بے شک یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت دیتا ہے جو بالکل سیدھا ہے، اور ایمان والوں کو بشارت دیتا ہے جو نیک عمل

الصَّالِحِينَ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا

کرتے ہیں کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے اور یہ بات بھی بتاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے لئے ہم نے

لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۝

دردناک عذاب تیار کیا ہے اور انسان برائی کے لئے ایسی دعا مانگتا ہے جیسے خیر کے لئے مانگتا ہے اور انسان جلد باز ہے۔

گنجائش توبہ:

۸: عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُم (عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے) دوسری مرتبہ کے بعد۔ اگر تم دوسری مرتبہ توبہ کر لو اور معاصی سے باز آ گئے۔ وَإِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا (اگر تم نے پھر وہی کیا تو ہم بھی پھر وہی کریں گے) تیسری مرتبہ تمہاری سزا کی طرف لوٹیں گے انہوں نے معاصی کی طرف جھکاؤ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اکاسرہ کو ان پر مسلط کر دیا۔ اور ان پر خراج مقرر کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قیامت تک مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا (اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا) حَصِيرًا کا معنی قید خانہ۔ اس کے مُحْصِرٌ، حَصِيرٌ دونوں نام بولتے ہیں۔

قرآنی دوست و راہنما:

۹: إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ (بیشک یہ قرآن اس راستہ کی راہنمائی کرتا ہے۔ جو بالکل سیدھا ہے) اس حالت کیلئے جو حالات میں سب سے زیادہ درست و صحیح ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے رسولوں پر ایمان اس کی طاعات پر عمل ہے۔ نمبر ۲۔ ملت کیلئے۔ نمبر ۳۔ راستہ کیلئے۔ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ (اور ان ایمان والوں کو خوشخبری دیتا ہے جو نیک عمل کیا کرتے ہیں)۔

قراءت: حمزہ علی نے یبشر پڑھا ہے۔ اَنَّ لَهُمْ اِیْ بَانَ لَهُمْ کہ ان کے لئے اَجْرًا کَبِیْرًا (بہت بڑا اجر ہے) وہ جنت ہے۔ ۱۰: وَاَنَّ الَّذِیْنَ اِیْ بَانَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ اَعْتَدْنَا (کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے تیار کر رکھا ہے) لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (ان کے لئے دردناک عذاب) آگ۔

ردِ اعتراض:

معتزلہ کے اس قول کی تردید ہے گناہ گار نہ مؤمن رہتا ہے اور نہ کافر ہوتا ہے یہاں ایمان والوں اور ان کے بدلہ کا ذکر کیا اور کفار اور ان کی سزا کا تذکرہ کیا۔ درمیان والوں کا ذکر نہیں کیا۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا

اور ہم نے رات کو اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا، سو ہم نے رات کی نشانی کو محو کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا،

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ ءَفْصَلْنَاهُ تَفْصِيلًا ۝۱۶

تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، اور برسوں کی گنتی کو اور حساب کو جان لو، اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَبِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۚ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۝۱۷

اور ہم ہر انسان کی گردن میں اس کا اعمال نامہ ڈال دیں گے، اور ہم اس کے لئے کھلی ہوئی کتاب نکال دیں گے وہ اس کتاب کو کھلی ہوئی دیکھ لے گا،

إِقْرَأْ كِتَابَكَ ۖ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝۱۸ مِّنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ

تو اپنی کتاب کو پڑھ لے آج تو اپنا حساب کرنے کے لئے کافی ہے جس نے ہدایت پائی تو وہ اپنے ہی نفع کے لئے ہدایت اختیار کرتا ہے

وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ

اور جو شخص گمراہ ہوتا ہے اپنی ہی جان کو نقصان پہنچانے کے لئے گمراہ ہوتا ہے، اور کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ اٹھانے والی نہیں، اور جب تک ہم کوئی رسول نہ بھیج

نَبَعَثَ رَسُولًا ۝۱۹

دیں اس وقت تک عذاب نہیں بھیجتے۔

انسان بددعا میں جلد باز ہے:

۱: وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ (انسان جس طرح (جلدی) سے بھلائی مانگتا ہے اسی طرح برائی مانگتا ہے) تکلیف کے موقع پر ناراض ہو کر اپنے نفس اور اہل و عیال اور مال و اولاد کیلئے بدعاء کرتا ہے جیسا کہ ان کیلئے خیر کی دعا کرتا ہے۔ نمبر ۲۔ جلد ملنے والے نفع کا طالب ہے۔ اگرچہ وہ نفع قلیل مقدار میں ہو۔ اس نقصان کے بدلے میں جو بدیر آنے والا ہوا اگرچہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا (اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے ہر وہ چیز جو اس کے دل میں آتی ہے اس کو جلد طلب کرتا ہے صابر کی طرح اس میں انتظار نہیں کرتا۔ نمبر ۲۔ انسان سے کافر مراد ہے کیونکہ وہ عذاب کو بطور استہزاء مانگتا ہے اور جلد طلب کرتا ہے جیسا کہ جب تکلیف پہنچے تو جلدی سے رفاہیت کا طالب ہے اور انسان کے جلد باز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عذاب بہر صورت آنے والا ہے۔ پھر اس جلدی مچانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس سے نصر بن حارث مراد ہے۔ اسی نے یہ کہا اللہم ان كان هذا هو الحق فامطر علينا الآية [انفال: ۳۲] پس اس کا جواب اس طرح ملا کہ پکڑ کر اس کی گردن ماری گئی۔ یدع میں واو کا خط سے ساقط ہونا مناسبت لفظی کی بناء پر ہے۔

قدرت کی دو نشانیاں:

۱۲: وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحْوُودًا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً (اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن) یعنی دن اور رات قدرت کی دو نشانیاں ہیں۔ آیت کی اضافت لیل و نہار کی ثبوت و وضاحت کیلئے ہوگی جیسا کہ عدد کی اضافت معدود کی طرف کر دی جائے۔ مطلب یہ ہے پس ہم نے مٹا دیا یعنی دھندلا بنا دیا اس نشانی کو جو کہ رات ہے اور دن والی نشانی کو دیکھنے والا بنا دیا۔

نمبر ۲۔ رات و دن کے نیر کو دو نشانیاں بنایا۔ اس سے مراد سورج و چاند ہیں۔ اور محوونا آیۃ اللیل سے چاند مراد ہے اس کو دھیمی روشنی والا بنایا۔ جس میں شعاع نہیں۔ سورج کی شعاعیں ہیں اس کی روشنی میں اشیاء واضح اور صاف نظر آتی ہیں۔ لَتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ (تاکہ تم اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرو) تاکہ دن کی سفیدی میں تم اپنے کام کاج میں ادھر ادھر جا سکو۔ وَلَتَعْلَمُوا (تاکہ تم جان لو) تاکہ تم ان دو نئی چیزوں سے عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ (برسوں کی گنتی اور حساب) عدد کا حساب، اعمال کے کرنے کے مواقع، اگر یہ دونوں ایک جیسے ہوتے تو دن رات کی پہچان نہ ہو سکتی اور حریص کمانے والے اور تجارت آرام نہ پاسکتے۔ وَكُلُّ شَيْءٍ (اور ہر چیز کی) جن چیزوں کے تم دین و دنیا میں ضرورت مند ہو۔ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا (ہم نے) (بخوبی) تفصیل کر دی ہے) ایسی وضاحت جس میں التباس نہیں۔ اسباب بھی تمہارے سامنے واضح کر دیئے تمہارے لئے انکار کی کوئی حجت باقی رہنے نہیں دی جو ہمارے خلاف پیش کر سکو۔

ہر انسان اپنا عمل ساتھ لئے پھرتا ہے جو قیامت کو ظاہر ہوگا:

۱۳: وَكُلُّ إِنْسَانٍ لِّزَمْنِهِ لَظْمَةٌ (اور ہم نے ہر انسان کے اعمال) ظائر سے عمل مراد ہے۔ فِی عُنُقِهِ (اس کے گلے میں لٹکا دیے ہیں) یعنی اس کا عمل اس کو اس طرح لازم پکڑنے والا ہے جیسے ہار گلے کیلئے نمبر ۲۔ گردن کا طوق بنادیں گے جو اس سے جدا نہ ہوگا۔ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا (اور قیامت کے روز) (وہ) کتاب اسے نکال دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا)

مخبر: یلقاہ یہ کتاب کی صفت ہے۔

قراءت: شامی نے یلقاہ منشور ایہ یلقاہ سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لپٹا ہوا نہ ہوگا کہ اس کو آسانی سے پڑھا جاسکے۔ نمبر ۲۔ یہ دونوں کتاب کی صفتیں ہیں۔ اور ہم اسے کہیں گے۔

۱۴: اِقْرَأْ كِتَابَكَ (تو اپنا نامہ عمل پڑھ لے) تو اپنا نامہ عمل پڑھ۔ ہر ایک کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ وہ پڑھا ہوا ہوگا۔ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے) بنفسک کی باء زائدہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ کفٰی نفسک حسیباً یہ تمیز ہے۔ نمبر ۲۔ اور حاسب کے معنی میں ہے علی اس کے متعلق ہے جیسا کہتے ہیں حَسِبَ عَلَيْهِ كَذَا۔ نمبر ۳۔ کافی کے معنی میں ہے۔ اس کو شہید کی جگہ رکھ کر علی سے متعدی کیا۔ کیونکہ گواہ مدعی کے اہم معاملہ کیلئے کفایت کرتا ہے۔ حَسِيبًا گواہ کر دیا کیونکہ وہ شہید کے قائم مقام ہے۔ اسی طرح قاضی امیر کے بھی قائم مقام ہے۔ کیونکہ غلبہ والے کو چاہیے کہ وہ ان امور کا ذمہ دار مردوں کو بنائے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ نمبر ۱۔ کفٰی نفسک رجلا حسیباً نمبر ۲۔ نفس کی تاویل شخص و

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں سو اس بستی پر ہماری بات ثابت ہو جاتی ہے،

فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۱۷ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ

پھر ہم اس بستی کو پوری طرح ہلاک کر دیتے ہیں، اور نوح کے بعد کتنی ہی قریں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا، اور آپ کا رب بندوں کے

بِذُنُوبٍ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۱۷

گناہوں کے جاننے و دیکھنے کیلئے کافی ہے۔

ذات سے کی جائے۔

ہدایت کے اپنے فائدے:

۱۵: مَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّٰ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا (جو شخص راہ پر چلتا ہے۔ وہ اپنے نفع کیلئے راہ پر چلتا ہے۔ اور جو شخص بے راہی کرتا ہے۔ پس وہ بھی اپنے ہی نقصان کے لئے بے راہ ہوتا ہے) اس کو ہدایت کا ثواب اور ضلال کا وبال پہنچے گا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا) ہر نفس خود اپنا بوجھ اٹھائے گا۔ کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا (اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے) ہم کسی قوم کو دنیا میں استیصال کا عذاب اس وقت تک نہیں دیتے جب تک رسول بھیج کر ان پر حجت تمام نہیں کر دیتے۔

ہلاکت تکمیل حجت کے بعد ہے:

۱۶: وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا (اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں) قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں۔ مُتْرَفِينَ سے مالدار اور زبردست لوگ مراد ہیں۔ أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا ان کو طاعت کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ابو عمرو اور زجاج کی قراءت میں ہے۔ فَفَسَقُوا فِيهَا (پھر وہ لوگ وہاں شرارت کرتے ہیں) وہ حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ امر ته فعصى۔ نمبر ۲۔ کثرت و اضافہ کرنا۔ اس کی دلیل۔ قراءت: یعقوب آمرنا ہے اور اسی معنی میں یہ روایت ہے خیر المال سكة مابورة او مهرة مامورة [احمد، طبرانی] کثرت نسل والا گھوڑا ہے۔ فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ (پھر ان پر حجت پوری ہو جاتی ہے) اس پر وعید لازم ہو جاتی ہے۔ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا (پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں) ہم اس کو پورے طور پر ہلاک کر دیتے ہیں۔

پہلوں سے عبرت پکڑو:

۱۷: وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ (اور ہم نے بہت سی امتوں کو نوح کے بعد ہلاک کیا ہے)

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا

جو شخص دنیاوی منافع کا ارادہ کرتا ہے ہم جس کے لئے چاہیں جتنا چاہیں اسی دنیا میں اسے دے دیتے ہیں پھر ہم اس کے لئے دوزخ تجویز کر دیں گے وہ اس میں بد حال ہو کر

مَذْمُوْمًا مَّذْحُوْرًا ۱۸ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعٰیًا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ

رائدہ درگاہ ہونے کی حالت میں داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے اور اس کے لئے کوشش کرے جیسی کوشش ہونی چاہئے اور وہ مومن ہو سو یہ وہ لوگ ہیں

سَعِيْهُمْ مَّشْكُوْرًا ۱۹ كَلَّا نُمَدِّدُ هُوْلًا ۚ وَهُوَ لَآءٍ مِنْ عَطَاٰ رَبِّكَ ط وَمَا كَانَ عَطَاٰ رَبِّكَ

جن کی کوشش کی قدر دانی ہوگی، ہم آپ کے رب کی بخشش سے مرامک کو دیتے ہیں اُن کو بھی اور ان کو بھی، اور آپ کے رب کی بخشش روکی ہوئی

مَحْظُوْرًا ۲۰ اَنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ط وَلِلْاٰخِرَةِ الْكِبْرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ

نہیں ہے، آپ دیکھ لیجئے ہم نے بعض کو بعض پر کیسی فضیلت دی، اور بلاشبہ آخرت درجات کے اعتبار سے بڑی چیز ہے اور فضیلت کے

تَفْضِيْلًا ۲۱ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۲۲

اعتبار سے بھی، اے مخاطب تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بنانا، ورنہ تو مذمت کیا جانے والا، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا۔

مَخْذُوْرًا: کم مفعول ہے۔ من القرون یہ کم کا بیان ہے۔ بَعْدَ نُوْحٍ سے عادیث و غیرہ مراد ہیں۔ وَكَفٰی بِرَبِّكَ بِذُنُوْبٍ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۙ بَصِيْرًا (اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے) اگرچہ وہ اس کو اپنے سینوں میں مخفی رکھنے کی کوشش کریں۔ بصیراً یعنی خواہ وہ اس کو بیسیوں پردوں کے اندر کریں۔

دنیا چاہنے والے کو دینا:

۱۸: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاءُ (جو شخص دنیا کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں) نہ وہ جو چاہتا ہے۔ لِمَنْ نُّرِيْدُ یہ کہ بدل ہے حرف جار کو دوبارہ لایا گیا ہے۔ یہ بدل البعض ہے۔ ضمیر کا مرجع مَنْ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے مَنْ كَانَتْ الْعَاجِلَةُ هَمَّهُ وَلَمْ يَرُدْ غَيْرَهَا كَالْكَفْرَةِ تَفَضَّلْنَا عَلَيْهِ مِنْ مَنَافِعِهَا بِمَا نَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ جس کا مقصد جلدی ملنے والی چیز (دنیا) ہو اور اس کے علاوہ وہ کسی چیز کا طالب نہ ہو جیسا کہ کفار تو ہم دنیا کی منفعتیں جتنی چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں اس کو دے دیتے ہیں۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اپنی مشیت سے مقید فرمایا۔ اور معجل لہ کو اس کے ارادہ سے۔ اور واقعہ میں حالت اسی طرح ہے بہت سے دنیا پرستوں کو دیکھتے ہوئے شمار تمنا میں دل میں لئے بیٹھے ہیں۔ مگر ان کو ملتی اس میں سے چند ہیں اور بہت لوگ تھوڑی تمنائیں کرتے ہیں۔ مگر اس سے بھی محروم رہتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت کا فقر جمع کر دیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف متقی مومن وہ آخرت کی غناء کا طالب ہوتا ہے دنیا بقدر حصہ مل

جاتی ہے۔ بسا اوقات فقر تو اس کے لئے اور زیادہ بہتر رہتا ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلُهَا مَذْمُومًا مَذْحُورًا (پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بد حال راندہ ہو کر داخل ہوگا) آخرت میں وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ اس حالت میں مَذْمُومًا مَغْضُوبًا مَذْحُورًا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارا ہوا۔

آخرت کے لئے مومن کی محنت قابل قدر ہے:

۱۹: وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا (اور جو شخص آخرت کی نیت کرے گا اور اس کے لئے جیسی کوشش کرنی چاہئے ویسی ہی کوشش کرے گا) سَعْيًا یہ سعی کا مفعول یہ ہے۔ ایسی کوشش جس کوشش کرنے کا اس کو حق ہے۔ اور کفایت والے اعمال صالحہ۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ (بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو) وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور وعیدوں کی تصدیق کرنے والا بھی ہو۔ فَأُولَٰئِكَ كَانَتْ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا (پس ایسے لوگوں کی یہ کوشش مقبول ہوگی) ان کی کوشش اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور قابل ثواب ہے۔
قول بعض سلف:

جس کو تین چیزیں میسر نہ ہوں اس کا عمل نفع بخش نہیں نمبر ۱۔ پختہ ایمان نمبر ۲۔ نیت صادقہ نمبر ۳۔ درست عمل اور پھر یہ آیت تلاوت کی اس میں تین شرائط ہی مذکور ہیں۔ نمبر ۱۔ کوشش قابل قدر وہی ہے جو آخرت کی غرض سے ہو۔ نمبر ۲۔ اور کوشش اسی قدر جس کا وہ مکلف بنایا گیا نمبر ۳۔ مضبوط ایمان۔

عطیہ رزق ہر ایک کو:

۲۰: كُلًّا نُمِدُّ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا (اور آپ کے رب کی عطا میں سے تو ہم ان کی بھی امداد کرتے ہیں اور ان کی بھی اور آپ کے رب کی عطا بند نہیں) كُلًّا فریقین میں سے ہر ایک۔ تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ یہ نُمِدُّ هَؤُلَاءِ کی وجہ سے منصوب ہے هَؤُلَاءِ یہ کُلًّا کا بدل ہے۔ اِی نُمِدُّ هَؤُلَاءِ پہلے هَؤُلَاءِ سے دنیا پرست اور دوسرے هَؤُلَاءِ سے طالبین آخرت مراد ہیں۔ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ تیرے رب کا عطیہ جو اس نے عنایت کر رکھا ہے۔ مِنْ کا تعلق نُمِدُّ سے ہے۔ اَلْعَطَاءُ دی جانے والی چیز کا نام ہے۔ یعنی ہم ان کے لئے اپنے عطیات بڑھا دیتے ہیں اور گزشتہ کیلئے پیوستہ کو مدد بنا دیتے ہیں۔ اور منقطع نہیں کرتے۔ نافرمان و فرمانبردار کو محض اپنے فضل سے رزق دیتے اور تیرے رب کا یہ رزق والا عطیہ باوجود نافرمانی روکا نہیں جاتا۔

دنیا میں درجے ہم نے دیئے:

۲۱: اَنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (آپ دیکھ لیجئے کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی) اَنْظُرْ تم عبرت کی نگاہ سے دیکھو کَيْفَ فَضَّلْنَا الایۃ کس طرح ہم نے مال و جاہ کشادگی و کمال میں ایک دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے۔

آخرت پھر آخرت ہے:

وَلِلْآخِرَةِ الْكِبْرُ دَرَجَاتٍ وَّالْكَبَرُ تَفْضِيلًا (اور البتہ آخرت درجوں کے اعتبار سے بھی بہت بڑی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی

وَقَضَىٰ رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۖ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ

اور آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ عبادت نہ کرو مگر اسی کی، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اے مخاطب اگر تیرے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں

اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا اِفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۖ (۲۳) وَانْخِفْصْ

بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف بھی نہ کہنا اور ان کو مت جھڑکنا اور ان سے اچھے طریقے سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے

لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيْرًا ۖ (۲۴) رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا

انکساری کے ساتھ جھک رہنا اور یوں عرض کرنا کہ اے رب ان پر رحم فرمائیے جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹا سا پالا ہے تمہارا رب ان چیزوں کو خوب جاننے والا ہے جو

فِيْ نَفْسِكُمْ ۖ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلّٰوَابِيْنَ غَفُوْرًا ۖ (۲۵)

تمہارے دلوں میں ہیں، بلاشبہ وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

بہت بڑی ہے) روایت میں وارد ہے کہ کچھ اشراف اپنے متعلق لوگوں کے ساتھ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر جمع ہوئے۔ بلال وصہیب رضی اللہ عنہما کو اجازت مل گئی ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو اس بات سے گرائی ہوئی تو سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں ہمارا اپنا قصور ہے۔ انہیں اور ہمیں سب کو اسلام کی طرف دعوت دی گئی انہوں نے جلدی کی ہم نے تاخیر کی۔ اور یہ تو عمر کا دروازہ ہے۔ آخرت کے دروازہ میں کتنا بڑا فرق ہوگا؟ اگر تم عمر کے دروازہ میں پہلے جانے پر ان سے حسد کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے جنت ان کے لئے جو تیار کر رکھی ہے وہ تو بہت بڑی اور زیادہ ہے۔

اللہ کے ساتھ اور معبود مت بناؤ یہ اللہ کا فیصلہ ہے

۲۲: لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود مت تجویز کرو) اس میں اگرچہ خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے مگر مراد اس سے آپ کی امت ہے۔ فَتَقَعْدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا (ورنہ تو بد حال اور بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا) اے مخاطب تو اپنے نفس کیلئے ذلت و رسوائی دونوں کو جمع کرنے والا ہوگا۔ نمبر ۲۔ ذلت آمیز سلوک کیا ہوا اور معاونت سے محروم ہوگا کیونکہ اَلْخُذُّ لَاَنْ يٰ نَصْرَتٍ وَمَعَاوَنَةٍ كِي ضِدِّہٖ اس کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے۔ اِنْ يَنْصُرْكُمْ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرْكُمْ مِنْ بَعْدِہٖ [آل عمران ۱۶۰] اس آیت میں خُذْلَان کے مقابلہ میں نصرت کو ذکر کیا گیا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک:

۲۳: وَقَضَىٰ رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ (اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ سوائے اس کے کسی کی عبادت مت کرو) قضی کا معنی ہے قطعی حکم دینا۔ الا تعبدوا میں اَنْ مفسرہ ہے لا تعبدوا نہیں ہے۔ نمبر ۲۔ یہاں باء محذوف ہے۔ بِالَّا تَعْبُدُوْا تیرے رب نے اپنی ہی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو) نمبر ۱۔ احساناً یہ فعل

محذوف أَحْسَنُوا کا مفعول ہے۔ ای بالوالدین احسانا نمبر ۲۔ بآء کے ماتحت ای بان تحسنا بالوالدین احسانا اور والدین کے ساتھ تم احسان کرنا۔

إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ (اگر تیرے پاس پہنچ جائے ان میں سے) نَحْوُ: امّا نمبر ۱۔ میں اِنْ شرطیہ اور مآ تا کید کیلئے ملایا گیا۔ اسی لئے نون مؤکدہ فعل پر داخل کیا گیا۔ اگر فقط اِنْ لاتے تو درست نہ ہوتا کیونکہ اس طرح کہنا درست نہیں۔ اِنْ تَكْرَمَنَّ زَيْدًا يَكْرَمُكَ۔ البتہ یہ درست ہے امّا تکرمنہ۔ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا (ایک یا دونوں کو بڑھاپا) أَحَدُهُمَا يَبْلُغَنَّ کا فاعل ہے۔ حمزہ اور علی کی قراءت میں۔ بِلْغَانِ ہے۔ اس میں الف اس ضمیر کے بدلہ میں ہے جو والدین کی طرف راجع ہے۔ کلاهما کا عطف احد ہمارے۔ یہ فاعل و بدل ہے۔ فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَقْب (تو ان کو کبھی ہوں بھی مت کہنا)

قراءت: مدنی، حفص نے أَقْب پڑھا۔ جبکہ مکی و شامی نے أَف پڑھا اور دوسروں نے أَف پڑھا ہے۔ یہ اسم صوت ہے جو اکتاہٹ پر دلالت کرتا ہے، کسرہ کی وجہ تو یہ ہے کہ ساکن کو کسرہ دیا جاتا ہے۔ اور فتح بطور تخفیف ہے اور تنوین تنکیر پر دلالت کیلئے ہے۔ مطلب اس طرح ہوا کیا تم ان سے اکتاہٹے ہوا کتنا؟ اور تنوین جب نہ پڑھیں تو اس کا مقصد معرفہ قرار دینا ہے۔ ای اتضجر التضجر المعلوم کیا تو جانی پہچانی اکتاہٹ محسوس کرتا ہے؟

وَلَا تَنْهَرُهُمَا (اور نہ ان کو جھڑکنا) تو ان کو اس بات میں مت جھڑک جو وہ کریں اور تمہیں پسند نہ ہو۔ ممانعت اور النهر (ڈانٹ) ایک چیز ہیں۔ وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (اور ان سے خوف ادب سے بات کرنا) اف اور ڈانٹ کے بدلے خوبصورت نرمی والی بات کہو جیسا کہ حسن ادب کا تقاضا ہے۔ نمبر ۲۔ اس طرح کہے ابا جی۔ اماں جی۔ انکا نام لیکر نہ بلائے کیونکہ یہ بھی بد خلقی ہے۔ اور ان کی غیر موجودگی میں نام لینے میں حرج نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہ حلیٰ ابو بکر کذا۔

عندک کا فائدہ:

یہ ہے کہ جب دونوں کا ضعف کی وجہ سے بیٹے پر دار و مدار رہ جائے اور گھر میں انکا کوئی کفیل و نگہبان نہ ہو۔ تو یہ مزید مشکل وقت ہے۔ پس ایسے موقع پر اس کو حکم دیا گیا کہ ان دونوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آئے۔ اور اگر ان کی بات و فعل سے اکتاہٹ جائے تو تب بھی ایسی بات نہ کہے جو ان کے تلبذ طبع کا باعث ہو۔ مثلاً اُف۔ چہ جائیکہ اس سے بڑی اور سخت بات۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق وصیت میں مبالغہ فرمایا وہ اس طرح کہ والدین کے احسان کو اپنی توحید کے ساتھ ملا کر ذکر کیا۔ پھر ان کی رعایت میں دائرے کو اور زیادہ تنگ کیا اور ایسے کسی کلمہ کے کہنے کی اجازت بھی نہیں دی جو تنگ آئے ہوئے انسان کو نقل کرنے درست ہیں باوجودیکہ اکتاہٹ کے ایسے حالات موجود ہوں جن میں اپنے آپ کو روکنا انتہائی مشکل ہو۔

۲۲: وَأَخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ (اور ان کے سامنے انکساری کے ساتھ) ان کے لئے تو اپنے بازو کو جھکا دے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا و اخفض جناحك للمؤمنين [الحجر: ۸۸]

نکتہ: جناح کی اضافت الذل کی طرف اسی طرح ہے جیسا کہ حاتم کی اضافت جود کی طرف کی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے تو ان کے لئے اپنے عاجز بازو کو جھکا۔ مِنَ الرَّحْمَةِ (مہربانی سے جھکے رہنا) ان پر بہت شفقت کرتے ہوئے اور بڑھاپے کی وجہ سے ان

کے ساتھ مہربانی برتتے ہوئے اور اس وجہ سے کہ آج وہ اس کے محتاج بنے بیٹھے ہیں جو کل مخلوقات میں سب سے زیادہ ان کا محتاج تھا۔

قول ز جانج: آیت کا معنی یہ ہے کہ تو ان سے نرم پہلو برت اس حال میں کہ انتہائی مہربانی سے ان کے سامنے جھکنے والا ہو۔
وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا (اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرما جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا) اے انسان! تو فقط ان پر مہربانی کرنے پر اکتفاء نہ کر کیونکہ یہ تو عارضی چیز ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کر کہ اے اللہ تو ان پر اپنی باقی رہنے والی رحمت فرما۔ اور اس دعا کو اپنے بچپن کی شفقت کا بدلہ سمجھ اور اپنی تربیت کی جزاء قرار دے۔ اس میں خطاب سے آنحضرت ﷺ کے علاوہ مراد ہے۔ اور یہ دعا اس وقت جائز ہے جبکہ ماں، باپ مسلمان ہوں۔ نمبر ۲۔ اگر کافر ہوں تو ایمان لانے کی شرط کے ساتھ ان کے لئے رحمت کی دعا کرے اور ان کے حق میں ہدایت کی دعا کرے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے رضا اللہ فی رضا الوالدین و سخطہ فی سخطہما [ترمذی] دوسری روایت میں ہے کہ یفعل البار ما شاء ان یفعل فلن یدخل النار و یفعل العاق ما شاء ان یفعل فلن یدخل الجنة۔ (العلبی)

ایک اور روایت میں جس کو مجمع الزوائد میں نقل کیا گیا ہے۔ اِیَّاكُمْ وَعُقُوقُ الْوَالِدَیْنِ تم اپنے آپ کو والدین کی نافرمانی سے بچاؤ۔ جنت کی خوشبو ایک ہزار میل کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے والدین کے نافرمان کو جنت کی خوشبو بھی میسر نہ ہوگی۔ اسی طرح قطع رحمی کرنے والا اور زانی بوڑھا نہ تکبر سے چادر لٹکانے والا۔ بڑائی اللہ رب العالمین کے لائق ہے۔

۲۵: رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نَفُوسِكُمْ اِنْ تَكُونُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لَلّٰوِاِیْبِیْنَ غَفُوْرًا۔ (تمہارا رب تمہارے باطن کو خوب جانتا ہے) جو تمہارے دلوں میں والدین کے ساتھ نیکی کا ارادہ اور ان کی خدمت میں خوشی اور عظمت چھپی ہوتی ہے۔ اِنْ تَكُونُوْا صٰلِحِیْنَ: (اگر تم سعادت مند ہو) یعنی درستی اور احسان کا قصد کرنے والے ہو۔ پھر غصہ کی حالت میں تم سے کوئی زیادتی ہو جائے اور سینے کی تنگی کے وقت تنگ دلی صادر ہو جو ان کی ایذا کا باعث بن جائے پھر تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لو اور استغفار کر لو فَاِنَّهٗ كَانَ لَلّٰوِاِیْبِیْنَ غَفُوْرًا (تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے) اَلَا وَاَبُ: وہ شخص ہوتا ہے جو گناہ کے بعد توبہ کی طرف جلد رجوع کرے یہ بھی درست ہے کہ یہ عام ہو اور ایسے آدمی کو شامل ہو جس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے۔ پھر وہ اس سے توبہ کرے۔ آپ اس کے ماتحت والدین کے حق میں گناہ کا مرتکب بھی ہو جائے گا۔ جو گناہ کے بعد جلد توبہ کر لے۔

وَإِذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تَبْذِرْ تَبَذِيرًا ۚ إِنَّ الْمُبْذِرِينَ

اور رشتہ دار کو اور مسکین کو دو اور مسافر کو اس کا حق دے دو اور مال کو بے جا مت اڑاؤ، بلاشبہ مالوں کو بے جا اڑانے والے

كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ ط وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۚ وَإِمَّا تَعْرِضْ عَنْهُمْ ابْتَغَاءَ

شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، اور اگر تو اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جسکی تو امید رکھتا ہے، ان لوگوں کی

رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۚ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ

طرف سے پہلو تہی کرے تو ان سے نرم بات کہہ دینا، اور تو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کی طرف باندھا ہوا مت رکھ،

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ

اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے ورنہ تو ملامت کیا ہوا خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ رہے گا، بلاشبہ تیرا رب جس کے لئے چاہے رزق میں فراخی دیدیتا ہے

وَيَقْدِرُ ط إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۚ

اور وہ رزق میں تنگی بھی فرما دیتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے، دیکھنے والا ہے۔

قرابت دار کا حق:

۲۶: وَإِذَا الْقُرْبَىٰ (اور دو اپنے قرابت والے کو) جو تیرا قریبی ہو حَقُّهُ (اس کا حق) اس وقت خرچ کرنا جبکہ محرم مساکین ہوں۔ وَالْمِسْكِينَ (مساکین اور مسافر) یعنی ان کو زکوٰۃ میں سے ان کا حق دو۔ وَلَا تَبْذِرْ تَبَذِيرًا (اور تم فضول خرچی نہ کرو) اسراف نہ کرو۔ نمبر ۲۔ ایک قول یہ ہے کہ تبذیر مال کو ایسے مقام پر خرچ کرنا جو حلال نہ ہو اور نہ خرچ کا مقام ہو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر کسی نے ایک مُد غلط مقام پر خرچ کیا تو وہ بھی تبذیر میں شامل ہے۔ کسی آدمی نے خیر میں بہت مال خرچ کیا تو اس کے دوست نے کہا اسراف میں خیر نہیں تو اس نے برجستہ جواب دیا خیر میں اسراف نہیں۔

تبذیر کی ممانعت:

۲۷: إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ (بیشک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں) جو شرارت میں ان کی مثل ہیں۔ یہ انتہائی مذمت کا کلمہ ہے کیونکہ شیطان سے بڑھ کر کوئی شریر نہیں۔ نمبر ۲۔ وہ ان کے بھائی اور دوست ہیں کیونکہ وہ اسراف وغیرہ کے کام جن کا وہ حکم دیتے ہیں ان میں ان کی پیروی کرتے ہیں۔ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا (اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے) ان باتوں میں اطاعت کرنا مناسب ہے۔ شیطان اس کام کی طرف دعوت دیتا ہے۔ جو اس کے اپنے فعل کی طرح ہو۔

۲۸: وَمَا تَعْرَضْنَ عَنْهُمْ (اور اگر تمہیں ان سے رخ پھیرنا پڑے) اگر تم قرابت والوں اور مساکین، ابن سبیل سے واپس لوٹانے سے حیا کرتے ہوئے اعراض کرو۔ اِبْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا (اس رزق کی امید میں جس کے تم اپنے رب کی طرف سے امیدوار ہو تو ان کو نرمی والی بات کہو) یعنی اگر تم اس رزق کے نہ ہونے کی وجہ سے اعراض کرتے ہو جس کے ملنے کی تمہیں امید ہے تو ان کو اچھی بات کہہ کر لوٹاؤ۔ آیت میں رزق کو رحمت سے تعبیر فرمایا۔ اور تقد کی بجائے اِبْتِغَاءَ کا لفظ لایا گیا۔ یہ اس کا لازم ہے کیونکہ رزق کو گم پانے والا اُسکا متلاشی ہوتا ہے گویا تقد سبب ابتغاء ہے اور ابتغاء مسبب عنہ ہے۔ پس مسبب کو سبب کی جگہ لایا گیا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے یُسِّرُ الامر وُعُسِّرُ جیسے سَعِدَ الرجل و نَحَسَ۔ یہ مفعول ہے۔

نمبر ۲۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ انہیں اس طرح کہہ دو۔ رَزَقْنَا اللّٰهَ و ایاکم من فضله اس صورت میں یہ ان کے حق میں وسعت رزق کی دعا ہے۔ گویا اس کا معنی اس طرح ہے قَوْلًا ذَامِسُورٌ وَهُوَ الْیُسْرُ یعنی ایسی دعا جس میں وسعت ہو۔ ابتغاء نمبر ۱۔ یہ مفعول لہ ہے۔ نمبر ۲۔ مصدر ہے جو موضع حال میں لایا گیا ہے اور تر جو ہا یہ حال ہے۔

بخل و اسراف کی ممانعت:

۲۹: وَلَا تَجْعَلْ بَدَنَكَ مَغْلُوبًا لِّاِلٰی عُنُقِكَ (اور تم اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا ہوا نہ کرو) وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ اور نہ بالکل کھول دو) یہ مصدر کی طرف اضافت کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہ صرف کے عطاء کرنے اور بخیل کے ہاتھ روک لینے کی تمثیل ہے۔ اس میں اسراف و بخل کو چھوڑ کر میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے۔ فَتَقَعُدَ مَلُومًا (ورنہ بیٹھ جاؤ گے ملامت کئے ہوئے) پس تم ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ کے ہاں ملامت کیے ہوئے کیونکہ مسرف اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اور لوگوں میں بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ فقیر کہے گا۔ اس نے فلاں کو دیا اور مجھے محروم کر دیا۔ اور غنی کہے گا: یہ شخص معیشت کے معاملات کو درست طور پر نہیں جانتا۔ اور دل میں ملامت محسوس کرتے ہوئے کہو گے اُوہو! میں محتاج ہو گیا پس اس طرح شرمندگی ظاہر کرو گے۔

مَحْسُورًا (خالی ہاتھ) سب سے منقطع ہو کر کہ تیرے پاس کوئی چیز نہ رہی ہو یہ حسرہ السفر سے ہے جب کہ سفر کا اس پر واضح اثر ہو۔ نمبر ۲۔ نگاہ یہ اس وقت ہے جب کہ حسرہ اسہ سے لیا جائے یعنی اس کا سرنگا ہوا۔ ایک مسلمان عورت سے اس کی سوکن یہودیہ کا اس بات میں مقابلہ ہوا کہ محمد ﷺ حضرت موسیٰ سے زیادہ سخی ہیں۔ چنانچہ اس عورت نے اپنی بیٹی کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور آپ ﷺ سے وہ قمیص مانگی جو آپ ﷺ نے پہن رکھی تھی اور گھر میں بغیر قمیص کے تشریف فرما رہے۔ ادھر نماز کا وقت آ گیا آپ ﷺ نماز کیلئے تشریف نہ لائے پس یہ آیت اُتری: (اسباب النزول للواحدی: صفحہ نمبر ۱۹۴)

رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے:

۳۰: پھر اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو تنگی وغیرہ پیش آتی اس کے متعلق تسلی دی کہ یہ آپ ﷺ کی تذلیل کیلئے نہیں اور نہ آپ ﷺ کے متعلق کسی بخل کی بناء پر ہے بلکہ قدرت الہی کا اظہار ہے کہ رزق کا کھول دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس لئے فرمایا: اِنَّ رَبَّكَ یُسِّطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ (بے شک آپ کا رب جس کیلئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کر دیتا ہے) پس رزق کا کھول دینا آپ کے اختیار میں نہیں۔ وَیَقْدِرُ (اور تنگ کر دیتا ہے) یعنی وہی تنگ کرتا ہے پس آپ پر کوئی ملامت نہیں اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِیْرًا (بے

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشِيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ

اور تم اپنی اولاد کو تنگ دتی کے ڈر سے قتل نہ کرو، انہیں ہم رزق دیں گے، اور تمہیں بھی، بلاشبہ ان کا قتل کرنا

خَطَاً كَبِيراً ۖ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً ۖ وَسَاءَ سَبِيلًا ۝۳۱ وَلَا تَقْتُلُوا

کبیرہ گناہ ہے، اور زنا کے پاس نہ جاؤ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی اور بری راہ ہے، اور اس جان کو قتل

النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۖ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيٍّ

نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا مگر یہ کہ حق کے ساتھ ہو، اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں قتل کیا گیا تو ہم نے اس کے ولی کے لئے تسلط

سُلْطَانًا فَلَا يَسْرِفُ فِي الْقَتْلِ ۚ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ۝۳۲ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا

رکھا ہے سو وہ قتل میں حد سے آگے نہ بڑھے بلاشبہ اس کی مدد کی جائے گی اور تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۚ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۝۳۳

اس طریقہ پر جو بہتر ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے، اور عہد کو پورا کرو، بلاشبہ عہد کی پوچھ گچھ ہوگی

وَأَوْفُوا بِالْكَيْلِ ۚ إِذَا كَلَّمْتُمْ زُنُوبًا بِالْقِسْطِ ۚ الْمُسْتَقِيمُ ۚ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝۳۴

اور جب تم ناپو تو پورا ناپو، اور صحیح ترازو سے تولو، یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھی چیز ہے۔

شک وہ اپنے بندوں کے بارے میں خبردار ہے (یعنی ان کی مصلحتوں کا لحاظ کر کے حکم کو جاری فرمانے والا ہے۔ بصیراً) اور ان کو دیکھنے والا ہے (یعنی ان کی حاجات کو۔ اسلئے ان کے مطابق فیصلے فرماتا ہے۔

قتل اولاد کی ممانعت:

۳۱: وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ (اور تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو)۔ انہوں نے اپنی اولاد کو قتل اور بیٹیوں کو زندہ درگور کیا۔ خَشِيَةَ إِمْلَاقٍ (بھوک کے ڈر سے) إِمْلَاق کا معنی فقر آتا ہے۔ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ (ہم ہی ان کو رزق دینے والے ہیں اور تمہیں بھی) ان کو اس قتل سے منع کیا اور ان کے رزق کی ضمانت دی۔ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خَطَاً كَبِيراً (ان کا قتل کرنا یقیناً بڑا جرم ہے۔) بڑا گناہ۔ کہا جاتا ہے خَطِيئَتِي خَطَاً جیسے اِثْمًا۔

قراءت: شامی نے خَطَاً پڑھا ہے۔ یہ صَوَاب کی ضد ہے۔ اور اَخْطَاً سے یہ اسم ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ خطا اور خطا یہ الحذر الحد کی طرح ہیں۔

قراءت: مکی نے خِطَاء (کو مد و کسر) دونوں کے ساتھ پڑھا ہے۔

زنا کے قریب مت جاؤ:

۳۲: وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ اس میں قصرا کثر استعمال ہوتا ہے اور مد سے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں دواعی و طی سے منع کرنے کو کہا جاتا ہے۔ مثلاً چھونا، بوسہ دینا وغیرہ۔ اگر نفس زنا سے روکا جاتا تو لا تزنوا کہتے۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً (بیشک وہ بے حیائی ہے) وہ ایسی معصیت ہے جو حد شرع اور حدود عقل سے تجاوز کرنے والی ہے۔ وَمَسَاءٌ سَبِيْلًا (اور برابر راستہ ہے) یعنی اس کا راستہ بدترین راستہ ہے۔

قتل مت کرو:

۳۳: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو مت قتل کرو۔ ہاں مگر حق کے ساتھ) یعنی اگر وہ کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرے جس سے اس کا خون مباح ہو جائے۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا (جو قتل کیا گیا ناحق) یعنی وہ کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرنے والا نہیں تھا۔ جس سے اس کا خون مباح ہوتا۔ فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيهِ سُلْطٰنًا (پس ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا) یعنی قصاص لینے میں قاتل پر تسلط و غلبہ عنایت کیا ہے۔ فَلَا يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ (وہ قتل میں اسراف نہ کرے) اس میں ضمیر ولی کی طرف لوٹ رہی ہے کہ وہ غیر قاتل کو قتل نہ کرے۔ اور نہ دو قتل کرے جبکہ قتل کرنے والا ایک ہی ہو۔ جس طرح زمانہ جاہلیت میں یہ رواج چل رہا تھا۔ نمبر ۲۔ اسراف سے مراد مثلہ ہے۔ نمبر ۳۔ یا ضمیر قاتل اول کی طرف راجع ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے مخاطب کا صیغہ فَلَا تُسْرِفْ پڑھا ہے۔ اور ضمیر خطاب ولی کی طرف لوٹائی ہے۔ نمبر ۴۔ یا قاتل مظلوم کی طرف راجع ہے (ولی کو قصاص کا اختیار ہے اسراف کا نہیں) اِنَّهٗ كَانَ مَنصُوْرًا (بے شک وہ طرف داری کے قابل ہے) اس میں ضمیر ولی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس کے لئے کافی یہ ہے کہ اللہ نے اس کی مدد کی ہے اور قصاص کا حق رکھ دیا۔ پس وہ اس سے زیادہ کا طالب نہ ہو۔ نمبر ۲۔ یہ ضمیر مظلوم کی طرف راجع ہے کہ اللہ اس کا مددگار ہے اسی لیے اس کے بندے میں قصاص لازم کیا اور آخرت میں اس کی مدد یہ ہے کہ اس کو ثواب عنایت فرمائے گا۔ نمبر ۳۔ یا ضمیر اس شخص کی طرف لوٹتی ہے جس کو ولی ناحق قتل کرے اور اس کے قتل میں حد سے تجاوز کیا ہے۔ اسی لیے اللہ کی طرف سے اس کی مدد کی گئی کہ سرف اس پر قصاص لازم کر دیا گیا۔

قصاص میں برابری:

آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصاص آزاد اور غلام اور مسلم اور ذمی کے درمیان جاری ہوگا۔ کیونکہ نفس ہونے کے اعتبار سے اہل ذمہ اور غلام بھی اس میں داخل ہیں اور ان کے نفوس بھی نفوس محرمہ ہیں۔

یتیم کا مال مت کھاؤ:

۳۴: وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ (اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ۔ مگر اس طریقے سے جو کہ بہت بہترین ہو) یعنی اس طریقے اور انداز سے جو کہ بہت خوب ہو۔ اور یہ وہی طریقہ ہے جس سے اس کی حفاظت ہو اور اس میں اضافہ

۱۵)

جس کی تردید ہے اس کے لئے مالیس لك به علم کے الفاظ موجود ہیں۔
سورۃ الممتحنہ آیت نمبر ۱۰ میں فرمایا فان علمتموهن مؤمنات کہ اگر تم ان عورتوں کو اپنے اجتہاد سے مؤمنہ سمجھو اور دوسری بات یہ ہے کہ شارع نے غالب ظن کو علم کے قائم مقام قرار دیا ہے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ شہادات میں یہ بات واضح ہے اور اس سے تو ہمارے لیے خبر واحد پر عمل کرنے کا ثبوت میسر ہو رہا ہے جیسا کہ ہم نے عرض کیا۔
إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا بلاشبہ کان آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کے متعلق باز پرس ہوگی) اولئك کا اسم اشارہ سمع بصر اور فؤاد کی طرف ہے اولئك سے عاقل اور غیر عاقل ہر دو کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں جیسا کہ جریر کے اس شعر میں

ذم المنازل بعد منزلة اللوى ☆ والعيش بعد اولئك الايام

یہاں اولئك میں زندگی کے گزرے ہوئے دنوں کی طرف اشارہ ہے۔

تَخَوُّفٌ: عنہ یہ فاعلیت کی وجہ سے موضع رفع میں ہے یعنی ان میں سے ہر ایک مسئول ہے مسئول کا اسناد جار مجروری طرف ہے جیسا کہ المغضوب کا اس آیت میں غیر المغضوب علیہم فاتحہ آیت نمبر ۷۔ اس وقت انسان کو کہا جائے گا اے انسان! وہ بات تو نے کیوں سنی جس کا سننا تیرے لیے حلال نہیں تھا۔ اور کیوں وہ چیز دیکھی جس کا تیرے لیے دیکھنا حلال نہ تھا۔ اور کیوں تو نے ایسی چیز کا ارادہ کیا جس کا تیرے لیے ارادہ کرنا صحیح نہ تھا۔ [کذافی الکشاف] مگر بعض علماء نے اس کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ جار مجرور اس وقت فاعل کے قائم مقام ہوتے ہیں جبکہ وہ فعل سے مؤخر ہوں۔ جب مقدم ہو تو پھر فاعل کا قائم مقام نہیں بن سکتے۔

اکڑ کر مت چل:

۳۷: وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا (تو زمین پر اکڑ کے نہ چل) مَرَحًا یہ حال ہے اور معنی اس کا اکڑ والی مستی والی۔ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ (تو ہرگز زمین کو پھاڑ نہ سکے گا) یعنی اپنے روندنے سے اس کے اندر تو دراز نہیں ڈال سکتا اور نہ سخت دبانے سے چیر سکتا ہے۔ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا (تو ہرگز پہاڑوں کی اونچائی کو نہیں پہنچ سکے گا) یعنی اپنے اٹھ اٹھ کر چلنے سے اس میں مغرورانہ چال والے کی حماقت کا ذکر کیا گیا ہے۔ نمبر ۲۔ دوسرا معنی کہ تو طاقت میں پہاڑوں کے برابر نہیں ہو سکتا اس صورت میں یہ طولا فاعل سے حال ہے یا مفعول سے حال ہے۔

شرک سے اکڑ تک تمام ناپسندیدہ کام ہیں:

۳۸: كُلُّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ (یہ سارے برے کام ناپسندیدہ ہیں)۔ قراءت کو فی و شامی نے سیئی کی اضافت کل کی ضمیر کی طرف کی ہے اور دوسروں نے سیئۃ پڑھا ہے۔ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا (تیرے رب کے ہاں) یہاں مکروہا کو مذکر لائے۔ کیونکہ سیئۃ اسماء کے حکم میں الذنب اور الاثم کی طرح ہو کر صفت کے حکم سے خارج ہو گیا۔ پس اس کی تانیث کا اعتبار نہ رہا۔ جیسا کہ تم کہتے ہو الزنی سیئۃ او السرقة سیئۃ۔

ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى

یہ باتیں اس حکمت میں سے ہیں جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کے ذریعہ بھیجی ہیں، اور اے مخاطب اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود تجویز نہ کرو ورنہ تو

فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ۝۳۹ اَفَاَصْفُكُمْ رَبُّكُم بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا

ملامت کیا ہوا راندہ کیا ہوا دوزخ میں ڈالا جائے گا، کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا اور فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنا لیا

اِنَّكُمْ لَتَقُولُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝۴۰

بلاشبہ تم بڑی بات کہتے ہو۔

اعتراض:

خصال مذکورہ میں بعض برے اور بعض اچھے ہیں اسی لئے سیدہ کو اضافت سے بعض قراء نے پڑھا۔ یعنی جو ان مذکورہ میں سے سنیۃ ہیں۔ وہ تیرے رب کے ہاں ناپسند ہیں۔ لیکن سنیۃ پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟
جواب: کُل ذٰلِكَ کاللفظ تمام ممنوعات کو خاص کر محیط ہے۔ شمار کی ہوئی تمام خصلتیں اس سے مراد نہیں۔

شرک کی بار بار مذمت:

۳۹: ذٰلِكَ اِس سے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا کی طرف اشارہ کیا۔ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (یہ ان میں سے ہیں جو تیرے رب نے تیری طرف حکمت کی باتیں وحی کی ہیں) جن کی صحت پر عقل صحیح شاہد ہے۔ اور نفس کو ان کی پیروی مناسب و لائق ہے۔ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا (اے انسان! تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود نہ قرار دے ورنہ ملامت کیا ہوا دھتکارا ہوا جہنم میں ڈال دیا جائے گا) مَدْحُورًا رحمت سے دھکے مار کر ہٹایا ہوا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ اٹھارہ آیتیں الواح موسیٰ علیہ السلام میں تھیں (یعنی لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ سے لیکر مدحوراً تک) ان آیات کی ابتداء اور اختتام میں شرک سے روکا گیا کیونکہ توحید پر حکمت کی چوٹی اور اس کا نیچوڑ ہے اور اگر توحید نہ ہو تو حکمت بے فائدہ ہے۔ اگرچہ حکماء اس میں اپنی پوری قوت صرف کر دیں اور ان میں آسمان کی بلندی سے ٹکرانے لگیں دیکھ لو فلاسفہ کو حکمتوں کے دفاتر نے کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ وہ اللہ کے دین کی نگاہ میں چوپایوں سے بدتر گمراہ ہیں۔

کفار مکہ کو خطاب:

۴۰: پھر ان لوگوں کو خطاب کیا گیا جن کا قول یہ تھا الْمَلٰٓئِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ چنانچہ ارشاد فرمایا اَفَاَصْفُكُمْ رَبُّكُم بِالْبَنِيْنَ (کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے لڑکوں کو مخصوص کر دیا) اس میں ہمزہ انکار کے لئے ہے کہ کیا تمہارے رب نے مخلصانہ طور پر اولاد

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ۝۴۱ قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ

بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ لوگ سمجھیں اور یہ ان کی نفرت ہی میں اضافہ کرتا ہے، آپ فرمادیجئے کہ اگر اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے

كَمَا يَقُولُونَ إِذَا الْأَبْتَعُوا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ۝۴۲ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا

جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو انہوں نے عرش والے کی طرف راستہ تلاش کر لیا ہوتا، وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو یہ لوگ

كَبِيرًا ۝۴۳ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ

کہتے ہیں، ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان

بِحَمْدِهِ وَلَكِنَّ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝۴۴

نہیں کرتی لیکن تم ان کی حمد کو نہیں سمجھتے، بلاشبہ وہ حلیم ہے غفور ہے۔

میں سے افضل ترین یعنی لڑکوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔

وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا اور اپنے لئے لڑکیاں اختیار کر لی ہیں یعنی ان سے کم درجہ اولاد جو کہ لڑکیاں ہیں ان کو اپنے لئے منتخب کیا ہے حالانکہ یہ خلاف حکمت ہے اور عقل بھی اس کی تصدیق نہیں کرتی۔ غلام یہ پسند نہیں کرتے کہ وہ اپنے لئے عمدہ اور منتخب چیزیں چن لیں اور ردی اور حقیر ترین اپنے آقاؤں کیلئے۔ اِنكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا (بے شک تم بہت بڑی بات کہتے ہو) جبکہ تم نے اس کی طرف اولاد کی نسبت کی ہے حالانکہ اولاد جسم کے خواص میں سے ہے پھر ستم ظریفی یہ کہ تم نے اپنے آپ کو اس پر فضیلت دی اس طرح کہ اس کے لئے وہ اولاد مقرر کی جس کو خود تم نے اپنے لئے ناپسند قرار دیا۔

نصیحت کے باوجود نفرت میں اضافہ:

۴۱: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ (بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے) قرآن سے یہاں جو اس وقت تک اتارا گیا۔ مطلب یہ ہے ہم نے اس کو بار بار بیان کیا یعنی اس معنی کو قرآن کے کئی مقام پر لائے اور ضمیر کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ جانا پہچانا مضمون ہے۔ لِيَذَّكَّرُوا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

قراءت: حمزہ اور علی نے اس کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ہم نے اس کو بار بار دہرایا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا (مگر ان کی نفرت ہی بڑھتی چلی گئی) یعنی حق سے۔ حضرت سفیان ثوری جب اس آیت کو پڑھتے تو کہتے اے اللہ! میرے خشوع و خضوع میں اس چیز نے اضافہ کر دیا جس نے تیرے دشمن کی نفرت کو بڑھا دیا۔

اور معبود ہوتے تو کبھی مل کر غلبے کی کوشش کرتے:

۴۲: قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ (آپ کہہ دیں اگر اس کے ساتھ اور بھی معبود ہوتے) اے کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اِلَهَةٌ كَمَا

یَقُولُونَ (جیسا یہ لوگ کہتے ہیں) مکی وحفص نے یاء سے یقولوں پڑھا جبکہ حمزہ وکسائی وغیرہ نے تاء سے پڑھا ہے۔ اِذَا لَا يَتَغَوُّا
إِلَى ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا (اس وقت انہوں نے عرش والے کی طرف راستہ ڈھونڈ لیا ہوتا) غلبہ پانے کیلئے اس کی طرف ضرور
راستہ تلاش کرتے اس کی طرف جس کی بادشاہت و ربوبیت ہے جیسا کہ بادشاہ دوسرے بادشاہوں کیلئے کرتے ہیں نمبر ۲۔ ضرور
اس کا قرب تلاش کرتے جیسا کہ اس آیت میں ہے: **أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ** [الاسراء: ۵۷] اِذَا
دلالت کر رہا ہے کہ لا بتغوا مشرکین کی بات کا جواب ہے اور لو کی جزاء ہے۔

معلوم ہوا وہ ایک ہی سبحان ہے:

۴۳: سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ اللہ تعالیٰ ان عیوب سے پاک ہے جو باتیں یہ لوگ کہتے ہیں۔
قراءت: حمزہ، علی نے تقولون تاء سے پڑھا ہے۔

عُلُوًّا (برتر ہے) بلند ہے اس سے مراد براءت نزاہت ہے۔ گَبِیْرًا (بہت ہی) کبیر کے لفظ سے علو کی صفت بیان کی ہے
تا کہ براءت میں مبالغہ ہو جائے اور جو کچھ لوگ بیان کرتے ہیں اس سے خوب بعد و دوری ثابت ہو جائے۔
۴۴: تَسْبِيحُ عِرَاقِي نے سوائے ابوبکر کے تاء سے پڑھا۔ نافع، ابن کثیر نے یاء سے لَّهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ
وَأَنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ (تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں ہیں وہ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی
چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو) یعنی سبحان اللہ و بحمده کہتی ہے سدی کہتے ہیں کہ پیغمبر علیہ
السلام نے فرمایا جو مچھلی سمندر میں شکار بنتی ہے اور اسی طرح جو اڑنے والا پرندہ شکار ہوتا ہے۔ اس کا سبب ذکر الہی سے غفلت
ہے۔ [کنز العمال: ۱۹۱۹]

وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے) کیونکہ اس کی بولی الگ ہے۔ نمبر ۲۔ اس کا ادراک
تمہارے لیے گراں ہے۔ نمبر ۳۔ اس کی طرف دیکھنے والے کی تسبیح کے سبب سے طور مشہور ہے بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے
والا اس کے کرنے والے کی طرح ہے۔ پہلی وجہ زیادہ درست ہے۔ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا (پیشک وہ حلم والا ہے) بندوں کی جہالت
کے باوجود غفوراً (ایمان والوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے)

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ۝

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں

وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي

اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں، اور ہم ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں، اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر

الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَوْ عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ

کرتے ہیں تو وہ پشت پھیر کر نفرت کرتے ہوئے چل دیتے ہیں جس وقت وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کس غرض سے کان لگائے ہوئے

إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۝ أَنْظِرْ

ہیں جس وقت یہ لوگ آپس میں مرگوشیا کرتے ہیں ہمیں اس کا بھی خوب علم ہے جبکہ ظالم لوگ یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ بس ایک ایسے شخص کا اتباع کر رہے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے، دیکھ لیجئے

كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۝

آپ کے لئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہو گئے سوراہا یاب نہیں ہو گئے۔

قرآن اور منکروں کے درمیان پردے پڑے ہیں:

۳۵: وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا (لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پردہ تھا ہوا حائل کر دیتے ہیں) مستور کا معنی ستر والا نمبر ۲۔ ایسا پردہ جو چھپنے کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔

ان کے دلوں پر بھی پردے ہیں:

۳۶: وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً (اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں) اکِنَّۃ جمع کنان ہے۔ ایسا پردہ جو کسی چیز کو ڈھانپ لے۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ (اس سے کہ ان کو قرآن نہیں حاصل ہو) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ وہ اس کو سمجھیں۔ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا (اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتے ہیں) وقر ایسا بوجھ جو سننے سے رکاوٹ ہو۔ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ (جب آپ قرآن میں اکیلے اپنے ہی رب کا ذکر کرتے ہیں) محاورہ میں کہا جاتا ہے وحد یحد وحداً ووحدة جیسے وعد بعد عدة یہ مصدر ہے جو حال کے قائم مقام آیا ہے اصل میں یحد ووحدة بمعنی واحد کے ہے۔

وَلَوْ أَعْلَىٰ أَدْبَارِهِمْ (تو وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیرتے ہیں) یہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتے ہیں۔ نُفُورًا (نفرت کرتے ہوئے) یہ پیٹھ پھیرنے کے معنی میں ہے نمبر ۲۔ جمع نافر ہے جیسا قاعد اور قعود یعنی وہ پسند کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے

وَقَالُوا إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرَفَاءً إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ۝۴۹ قُلْ كُونُوا حِجَارَةً

اور انہوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نوئی پیدائش کی صورت میں اٹھائے جائیں گے آپ فرمادیجئے کہ تم پتھر ہو جاؤ

أَوْ حَدِيدًا ۝۵۰ أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ۚ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا ۖ قُلِ

یا لوہا یا کوئی دوسری مخلوق اس مخلوق میں سے بن جاؤ جو تمہارے سینوں میں بڑی معلوم ہو رہی ہو اس پر وہ کہیں گے کہ وہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ زندہ کریگا۔ آپ فرمادیجئے

الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَى

وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا، اس پر وہ آپ کی طرف اپنے سروں کو ہلائیں گے اور کہیں گے کہ یہ کب

هُوَ ۚ قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا ۝۵۱ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ

ہوگا؟ آپ فرمادیجئے کہ وہ عنقریب ہو جانے ہی والا ہے جس دن تمہیں بلائے گا سو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کر لو گے۔ اور یوں خیال کرو گے

إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۝۵۲

کہ تم بہت ہی کم ٹھہرے۔

ساتھ اور معبودوں کا تذکرہ بھی ہو کیونکہ وہ مشرک ہیں جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سنتے ہیں تو نفرت کرتے ہیں۔

قرآن استہزاء و دیگر اغراض کے لئے سنتے ہیں پھر قرآن کو سحر کہتے ہیں:

۴۷: نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ (ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ کان لگاتے ہیں) یعنی ہم اس حالت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اس طریقہ کو اچھی طرح جانتے ہیں جس سے یہ قرآن کو سنتے ہیں۔ ہ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف لوثی ہے اور سنی جانے والی چیز۔ قرآن مجید محذوف ہے۔ اور بہ یہ ما کا حال یا بیان ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وہ قرآن مجید کو بطور استہزاء سنتے ہیں صحیح غرض سے نہیں سنتے۔ حالانکہ ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس کو خالص نیت سے سنتے۔

إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ (جبکہ یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں)۔ یہ اعلم کی وجہ سے منصوب ہے ای اعلم وقت استماعہم بما بہ يستمعون ان کے سننے کے وقت کو جان لو کہ جس غرض کو سامنے رکھ کر وہ سنتے ہیں۔ وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ (جبکہ یہ لوگ سرگوشیاں کرتے ہیں) جو کچھ یہ لوگ سرگوشیاں کرتے ہیں جبکہ یہ مجلس میں ہوتے ہیں۔ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ (جب ظالم لوگ کہتے ہیں) یہ إِذْ اِذْ هُمْ سے بدل ہے۔ اِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا (کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دیتے ہو جو جادو زدہ ہے) اس کو سحر کیا گیا پس اس کو جنون ہو گیا۔

۴۸: اَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ (غور کرو انہوں نے آپ کے متعلق کیسے کیسے لقب تجویز کئے ہیں) کسی نے شاعر کسی نے ساحر کسی نے مجنون سے مثال دی۔ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا (پس یہ لوگ گمراہ ہو گئے اب یہ راستہ ہی نہیں پاسکتے)

یعنی یہ ان سب باتوں میں اس شخص کی طرح گم گشتہ راہ ہیں جیسا کوئی شخص جنگل میں راستے کا متلاشی ہو اور راستہ اس کو نہ ملے وہ حیرانی میں ہو کہ کیا کرے۔ کہاں جائے۔

استیعاد قیامت کے لئے کفار کا قول:

۴۹: وَقَالُوا (اور انہوں نے کہا) یعنی منکرین بعث نے کہا اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا اِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا (جب ہم ہڈیاں اور بوسیدہ ریزے ہو گئے تو ہمیں پھر بھی از سر نو پیدا کر کے اٹھایا جائے گا) جَدِيدًا کا معنی از سر نو۔ وخلقایہ حال ہے۔ پیدا کر کے۔

کفار کا جواب:

۵۰، ۵۱: قُلْ كُونُوا حِجَارَةً اَوْ حَدِيدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ (آپ کہہ دیں تم لوگ پتھر یا لوہا یا کوئی ایسی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو) یعنی آسمان و زمین جو تمہارے خیال میں قبول حیات سے بہت ہی دور ہیں۔ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا (وہ کہیں گے ہمیں دوبارہ کون لوٹائے گا) قُلْ (کہہ دیں) تمہیں وہ ذات لوٹائے گی۔ الَّذِي فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (جس ذات نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا) مطلب یہ ہے کہ تم اس بات کو انتہائی بعید خیال کرتے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ پیدا فرمائیں اور خشک ہڈیاں بن جانے کے بعد دوبارہ ان میں زندگی لوٹائیں حالانکہ ہڈیاں بھی تو زندوں کے جسم کا حصہ ہیں۔ بلکہ یہ ہڈیاں تو جسم کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرت کیلئے کوئی بعید نہیں کہ وہ ان ہڈیوں کو اپنی قدرت سے ان کی پہلی حالت کی طرف پھیر دے۔ بلکہ وہ تو اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ اگر تم زندگی سے کوئی بعید ترین چیز پتھر، لوہا وغیرہ بھی بن جاؤ تب بھی وہ تمہیں دوبارہ لوٹائے گا۔

فَسَيُغْضُوبُونَ اِلَيْكَ رُءُوسُهُمْ (وہ تمہارے سامنے سرمٹائیں گے) یعنی تعجب اور استہزاء سے وہ اپنے سروں کو تمہاری طرف ہلائیں گے۔ وَيَقُولُونَ مَتَى (اور کہیں گے وہ کب ہوگا) هُوَ سے مراد بعث ہے۔ بعث کو بعید سمجھ کر اور اس کی نفی کرتے ہوئے۔ قُلْ عَسَى اَنْ يَكُونَ قَرِيْبًا (کہہ دیں ہو سکتا ہے کہ وہ بالکل قریب ہو) یعنی وہ قریب ہی ہے عسی یہاں وجوب کو ظاہر کرتا ہے۔

قیامت اپنا وجود خود منوائے گی:

۵۲: يَوْمَ يَدْعُوكُمْ (جس دن اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا) محاسبہ کیلئے اور وہ دن قیامت کا ہے۔ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ (پس تم اس کی حمد کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرو گے) یا حال کیلئے ہے تم تعمیل حکم کرو گے اس حال میں کہ تم تعریف کرنے والے ہو گے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ تم اس حالت میں حکم مانو گے کہ اپنے سروں سے مٹی کو جھاڑ رہے ہو گے۔ اور زبان پر سبحانک اللہم وبحمدک کا ترانہ ہوگا۔ وَتَظُنُّونَ اِنْ لَبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا (اور تم خیال کرو گے کہ تم (دنیا یا قبروں) میں بہت ہی کم رہے ہو) قَلِيْلًا سے پہلے اس کا موصوف لبثاً محذوف ہے یعنی بالکل تھوڑا ٹھہرنا۔ نمبر ۲۔ زملنا قلیلاً تھوڑا زمانہ دنیا میں نمبر ۳۔ تھوڑا عرصہ قبر میں

وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ

اور آپ میرے بندوں سے فرما دیجئے کہ وہ ایسی بات کہیں جو بہتر ہو، بلاشبہ شیطان ان کے درمیان فساد ڈلوا دیتا ہے، واقعی شیطان

كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ۚ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ إِنَّ يَشَآئِرَ حَكْمِكُمْ أَوْ أَنْ يَشَآئِعِدَّ بِكُمْ

انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے، تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، اگر وہ چاہے تو تم پر رحم فرمائے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے،

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۚ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا

اور ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا، اور آپ کا رب انہیں خوب جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور ہم نے بعض نبیوں کو

بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ۚ

بعض پر فضیلت دی، اور ہم نے داؤد کو زبور عنایت کی۔

اچھی بات کئے جاؤ:

۵۳: وَقُلْ لِعِبَادِي (آپ کہہ دیں میرے بندوں کو) ایمان والے بندے مراد ہیں يَقُولُوا (وہ کہیں) مشرکین کو ایسی بات الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (جو بات کہ سب سے اچھی ہو) بہت نرمی والی ہو۔ ان سے خشونت کا معاملہ نہ کریں۔ بلکہ اس طرح کہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ (بیشک شیطان ان کے مابین فساد ڈلواتا ہے) ایک دوسرے کے خلاف برا بیخود کرتا ہے تاکہ ان میں مخالفت اور شر پیدا ہو اور فساد برپا ہو۔ باہمی حقوق تلف ہوں۔

قراءت: طلحہ نے يَنْزِعُ زاء کے کسرہ سے پڑھا اور یہ دونوں لغات ہیں۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا (بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے)۔

جس کی قسمت میں ایمان مل جائے گا:

۵۴: يَا أَيُّهَا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ کی تفسیر اس ارشاد سے فرمائی۔ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ إِنَّ يَشَآئِرَ حَكْمِكُمْ (تمہارا رب تعالیٰ تمہارے احوال سے خوب واقف ہے اگر چاہے گا تو تم پر رحم فرمائے گا) ہدایت اور ایمان کی توفیق دیکر اَوْ أَنْ يَشَآئِعِدَّ بِكُمْ (یا اگر وہ چاہے گا تم کو عذاب دے گا) رسوائی کے ساتھ۔ مطلب یہ ہے مسلمان ان کو یہ اور اس قسم کے کلمات کہیں اور اس طرح نہ کہیں کہ تم جہنمی ہو اور تمکو عذاب دیا جائے گا وغیرہ جن سے وہ شر پر بھڑک اٹھیں اور ناراض ہوں۔

تَحْوِيلٌ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ یہ جملہ معترضہ ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا (اور ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا) کہ آپ انکے اعمال کے محافظ ہوں اور انکا معاملہ آپ کے سپرد ہو۔ بلکہ آپ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ پس ان سے مدارات برتنیں اور اپنے اصحاب کو بھی مدارات کی تعلیم دیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝۵۶ اُولَٰئِكَ

آپ فرمادیجئے کہ تم انہیں بلا لو جنہیں تم معبود خیال کرتے ہو سو وہ تمہاری تکلیف کو دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ اس کے بدلنے کا، یہ

الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ

لوگ جنہیں مشرکین پکار رہے ہیں اپنے رب کی طرف ذریعہ تلاش کر رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے

عَذَابُهُ ۖ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۝۵۷ وَإِنْ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ

ڈرتے ہیں، بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے ڈرا جائے، اور کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ

يَوْمِ الْقِيَمَةِ أَوْ مَعَذِبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ۖ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۝۵۸

کریں یا اسے سخت عذاب نہ دیں یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

اللہ تمام کائنات کی اہلیت سے واقف ہے، نمونہ اہلیت:

۵۵: وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور آپ کا رب تعالیٰ جو آسمانوں اور زمین میں ہے ان کے احوال سے اچھی طرح واقف ہے) کہ جس کی اس میں اہلیت ہے اور ان کے جو احوال ہیں۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّنَ عَلَىٰ بَعْضٍ (اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے بعض انبیاء علیہم السلام کو بعض پر فضیلت دی) اس میں رسول اللہ ﷺ کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ وَآتَيْنَا دَاوُدَ ذِكْرًا (داود کو ہم نے زبور دی) اس میں آپ کی فضیلت کی وجہ کو ذکر کیا کہ آپ کو خاتم الانبیاء بنایا اور آپ کی امت کو خیر الامم بنایا کیونکہ یہ بات داود علیہ السلام کی کتاب زبور میں لکھی جا چکی ہے جیسا کہ دوسری آیت وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُونَ۔ [الانبیاء: ۱۰۵] (اس آیت سے زبور کے متعلق اس خیال کی بھی تردید ہوتی ہے کہ وہ محض دعائیں تھیں مترجم) عبادی الصالحون سے مراد حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت ہے۔ اس آیت میں زبور کو معرفہ نہیں لائے۔ اور سورہ انبیاء والی آیت میں معرفہ لائے۔ کیونکہ یہ لفظ عباس، فضل کی طرح ہے جو کبھی الف لام کے ساتھ اور کبھی اس کے بغیر استعمال ہوتے ہیں۔

۵۶: قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ (کہہ دیں کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا گمان کرتے ہو ان کو پکارو!) کہ وہ تمہارے معبود ہیں مِنْ دُونِهِ (اس کے سوا) مَنْ دُونِ اللّٰهِ سے یہاں ملائکہ یا عیسیٰ و عزیر ۳: یا جنات کا وہ گروہ جن کی مشرکین عرب پوجا کرتے تھے۔ پھر وہ جنات تو مسلمان ہو گئے مگر مشرکین کو پھر بھی شعور نہ ہوا۔ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا (وہ تمہارے دکھ دور کرنے اور منتقل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے) ان کو پکار کر دیکھو! وہ تم سے مرض وغیرہ کی تکلیف کا ازالہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اسی طرح فقر و عذاب کو ہٹا نہیں سکتے۔ اور نہ ان میں یہ طاقت ہے کہ اس کو کسی اور کی طرف منتقل کر دیں۔

جن کو تم پکارتے ہو وہ خود اللہ کا قرب ڈھونڈتے ہیں:

۵۷: اُولَٰئِكَ (یہ) یہ مبتدا ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ (یہ لوگ جنہیں مشرکین پکارتے ہیں) یہ صفت ہے یعنی جن کو وہ اللہ مانتے ہیں۔ نمبر ۲۔ جن کی عبادت کرتے ہیں۔ یَسْتَعُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمْ اَلْوَسٰیْلَةَ (وہ اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔) یعنی ان کے معبود اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈتے ہیں۔ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ یہ یستعون کی واؤ سے بدل ہے۔ اور ای اسم موصول ہے۔ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ کہ کون ان میں زیادہ قریب ہے۔ یعنی وہ متلاشی ہیں کہ کون ان میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہے۔ تو قرب نہ رکھنے والوں کو کون پوچھتا ہے؟

نمبر ۲۔ یستعون کے ضمن میں وسیلہ کا معنی ہے اب یہ یخوضون کے معنی میں ہوگا۔ یعنی وہ اس بات کے حریص ہیں کہ کون ان میں سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور یہ قرب اطاعت اور خیر میں اضافہ کر کے وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهُ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهُ (وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں) جیسا کہ دوسرے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ جو عذاب سے خائف اور رحمت کے امیدوار ہیں۔ پس پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنے متعلق معبود ہونے کا گمان کریں۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا (بیشک تیرے رب کا عذاب ایسی چیز ہے جس سے ڈرنا چاہیے) وہ عذاب ایسی چیز ہے کہ جس سے ملائکہ مقرب اور نبی مرسل کو ڈرنا چاہیے دوسروں کا تو وہاں ذکر ہی کیا ہے۔

قیامت بستیوں کو فنا کر دے گی:

۵۸: وَاَنْ مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا (اور کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے قبل ہلاک نہ کریں یا اس کو (قیامت کے دن) سخت عذاب نہ دیں)۔ کہا گیا ہے کہ ہلاکت صالحین کیلئے اور عذاب مجرموں کیلئے كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ (اور یہ بات کتاب میں) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے مَسْطُورًا (لکھی ہے) مقاتل کہتے ہیں کہ میں نے ضحاک کی کتابوں میں اس کی تفسیر اس طرح پائی۔ رہا مکہ اس کو اہل حبشہ تباہ کریں گے اور اہل مدینہ بھوک کی وجہ سے ہلاک ہونگے۔ اور بصرہ غرق سے اور کوفہ ترک سے اور پہاڑ گرجوں اور زلزلوں سے پھر خراسان کا عذاب کئی اقسام پر مشتمل ہوگا۔ اہل بلخ کو آواز پہنچے گی جس سے وہ ہلاک ہو جائیں گے اور اہل بدخشان کو دوسری اقوام تباہ کریں گے۔ اہل ترمذ طاعون سے موت کے گھاٹ اتر جائیں گے صغانی اشجر (تک جھاڑوں کی طرح قتل کر دیئے جائیں گے۔ اور اہل سمرقند پر بنوقنطور غلبہ پالیں گے اور وہاں کے رہنے والوں کو جھاڑ پھونک کی طرح ہلاک کر دیں گے اسی طرح اہل فرغانہ، شاس، اسمیجاب اور خوارزم بخارا جو کہ جابر حکمرانوں کی جگہ ہے ان کو بھوک و قحط سے مار دیا جائے گا۔ اہل مرو پر ریت کا طوفان آئے گا جس سے عباد و علماء کی موت واقع ہوگی اور اہل ہرات پر سانپوں کی بارش ہوگی جو وہاں کے رہنے والوں کو کاٹ کھائیں گے۔ اور نیشاپور کے لوگ کڑک کا شکار بنیں گے اور برق و ظلمت ان پر چھائے گی۔ جس سے ان کی اکثریت لقمہ اجل بنے گی۔ اہل رے پر طبریہ والے غالب ہونگے اور ان کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے آرمینیہ اور آذربائیجان اور دیلمی ان کو گھوڑوں کے سم اور لشکر اور کڑکیں اور زلازل ہلاک کریں گے۔ اور ہمزان میں دیلمی داخل ہو کر اس کو اجاڑ دیں گے اور حلوان پر ہلکی ہوا چلائی جائے گی جس سے ان کی شکلوں کو بندروں اور

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً

اور آیات بھیجنے سے ہمیں صرف یہی بات مانع ہے کہ پہلے لوگ اس کی تکذیب کر چکے ہیں اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی جو بصیرت کا ذریعہ تھی

فَطَلَمُوا بِهَا وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۵۹

سو انہوں نے اس کے ساتھ ظلم کا معاملہ کیا اور ہم آیات کو صرف ڈرانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں۔

سوروں میں بدل دیا جائے گا۔ پھر ایک جہنمی آدمی مصر پر حملہ آور ہوگا۔ اہل مصر اور اہل دمشق کے تباہی و تباہی ہے اہل افریقہ کیلئے بربادی ہے اہل رملہ کیلئے بھی تباہی ہے۔

البتہ بیت المقدس میں وہ داخل نہ ہو سکے گا۔ اہل بختان کو تیز آندھی گھیر لے گی پھر ایک تیز آواز آئے گی جس سے علماء مر جائیں گے۔ کرمان، اصفہان، فارس پر دشمن غالب آجائے گا۔ اور ان پر ایک آواز آئے گی جس سے دل اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے اور بدن موت کی نیند سو جائیں گے۔ (یہ مقاتل کی روایت ہے جو متہم بالکذب ہے)

مطلوبہ نشانی کیوں نہیں؟ کا جواب:

۵۹: وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ (اور ہمیں مطلوبہ نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے روکا۔ پہلے لوگوں نے ان آیات کی تکذیب کی) مطلوبہ معجزات کے نہ بھیجنے کو منع کے لفظ سے ذکر فرمایا۔ پہلا ان اپنے صلہ سمیت موضع نصب میں ہے کیونکہ وہ مَنَعْنَا کا دوسرا مفعول ہے۔ اور ان دوم موضع رفع میں ہے کیونکہ وہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر مَنَعْنَا کا فاعل ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ و ما منعنا ارسال الآيات الا تكذيب الاولين۔ ہمیں مطلوبہ نشانیاں بھیجنے سے صرف پہلے لوگوں کی تکذیب نے روکا۔ آیات سے مراد یہاں وہ ہیں جن کو قریش مکہ مانگتے تھے مثلاً صفا کا سونا بن جانا، مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ چلا آ رہا ہے کہ جس نے ان میں سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا اور اس کی وہ بات مان لی گئی پھر بھی وہ ایمان نہ لایا تو اس کو دنیا کے جلد عذاب نے آگھیرا اور اس کو تباہ کر دیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں مطلوبہ نشانات دینے سے یہی چیز مانع ہے کہ ان جیسے لوگوں نے جن کے دلوں پر مہریں لگ چکی تھیں۔ ایسے نشانات کے باوجود انکار کر دیا جیسا کہ قوم عاد، ثمود وغیرہ اگر ان کو بھی یہ نشانات دے دیں تو یہ ان کی طرح جھٹلا دیں گے۔ اور استیصال والے عذاب کا شکار بن جائیں گے۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ جن کی طرف مبعوث ہیں۔ ان کے معاملہ کو قیامت تک مؤخر کر دیں۔ پھر ان آیات کا ذکر کیا جن کو پہلے اقوام نے طلب کیا پھر ان کو وہ دے دی گئیں اور ان کے جھٹلانے پر ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ پہلی ان میں سے ناقہ صالح علیہ السلام ہے۔ انکا تذکرہ اولاً اس لیے کیا کیونکہ ان کے آثار ہلاکت خود جزیرہ عرب میں موجود تھے جن کو آنے جانے والے صبح و شام دیکھتے پس فرمایا۔

وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي آتَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ

اور جب ہم نے آپ سے کہا بلاشبہ آپ کا رب سب لوگوں کو محیط ہے اور ہم نے جو دکھایا اور وہ درخت جسے قرآن میں ملعون بتایا یہ دونوں

وَالشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ فِي الْقُرْآنِ وَنُخَوِّفُهُمْ ۖ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ۝

چیزیں صرف اس لئے تھیں کہ لوگوں کو آزمائش میں ڈالا جائے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں یہ ڈرانا ان کی سرکشی میں اضافہ ہی کرتا ہے

وَإِنَّا لَمُودَّةُ النَّفَاقَةِ (ہم نے قوم شموذ کو اونٹنی دی) ان کے مطالبہ پر مبصرۃ (جو کھلی نشانی تھی) واضح نشانی تھی۔ فَظَلَمُوا بِهَا (پس انہوں نے اس پر ظلم کیا) یعنی انکا انکار کر دیا وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ (اور ہم نہیں بھیجتے آیات کو) اگر آیات سے منہ مانگی نشانیاں مراد ہوں تو مطلب یہ ہوگا ہم منہ مانگی نشانی نہیں دیتے إِلَّا تَخَوِّفًا (مگر ڈرانے کیلئے) مگر اس جلدی اترنے والے عذاب کے مقدمہ کے طور پر۔ اگر وہ پھر بھی نہیں ڈرتے تو وہ عذاب ان کو آچمتا ہے۔

نمبر ۲۔ اور اگر آیات سے عام مراد ہو تو مطلب یہ ہے کہ جو آیات بھی ہم بھیجتے ہیں جیسے آیات قرآن تو ان سے مقصود آخرت کے عذاب سے ڈرانا اور خبردار کرنا ہے۔ تَخَوِّفًا یہ مفعول لہ ہے۔

الرؤیا سے مراد:

۶۰: وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي آتَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ (جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کا رب تمام لوگوں کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اور وہ دکھا دیا جو ہم نے آپ کو دکھایا تھا۔ اس کو ہم نے لوگوں کیلئے موجب فتنہ بنا دیا) اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے۔ یعنی یاد کیجئے اس بات کو کہ جب ہم نے آپ کی طرف وحی کی کیا آپ کا رب اپنے علم و قدرت سے قریش کا احاطہ کرنے والا ہے۔ وہ تمام اس کی مٹھی میں ہیں آپ ہر گز ان کی پرواہ نہ کریں اور اپنا کام کرتے رہیں اور پیغام کو پہنچاتے رہیں۔

(۲) ہم نے آپ کو جو واقعہ بدر کے متعلق خوشخبری دی اور ان پر غلبہ کی اطلاع دی اس کا تذکرہ دوسری آیت میں اس طرح ہے سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ وَيُؤْكَلُونَ الدُّبُرُ [القر: ۴۵] اور دوسری آیت میں فرمایا: قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ طَوِّئَسَ الْمِهَادُ [آل عمران: ۱۲] اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا گویا کہ یہ واقعہ زمانہ ماضی میں ہو چکا اور پایا جا چکا اسی لئے لفظ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ماضی کے الفاظ سے بیان فرمایا جیسا کہ اس کے ہاں خبروں کو بیان کرنے کا طریقہ ہے اور شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب میں ان کی قتل گاہیں بھی دکھا دی ہوں اسلئے کہ آپ جب بدر کے پانی پر پہنچے تو مسلم شریف کی روایت کے مطابق آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔ وَاللَّهِ لَكَانِي أَنْظُرَ إِلَىٰ مَصَارِعِ الْقَوْمِ وَأَرَأَيْتُمْ أَجْزَاءَ جَنْبِهِمْ كَيْفَ تَقَعُ فِيهِمْ وَأَرَأَيْتُمْ أَجْزَاءَ جَنْبِهِمْ كَيْفَ تَقَعُ فِيهِمْ تھے۔ اور فرما رہے تھے ہذا مصرع فلان جب قریش کے کانوں تک بدر کے سلسلہ میں ہونے والی یہ وحی پہنچی اور آپ کو خواب میں ان کی جو قتل گاہیں دکھائی گئی تھیں ان کی اطلاع قریش نے سنی تو اس سے ہنسے اور تمسخر کرنے لگے اور استہزاء کے طور پر

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ قَالَ أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کر لیا مگر ابلیس نے نہیں کیا، وہ کہنے لگا کہ میں اسے سجدہ کروں جسے آپ نے کچھڑ سے

طِينًا ۖ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

بنایا ہے، اس نے کہا کہ آپ ہی بتائیے یہ جسے آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے اگر آپ نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیدی

لَأَحْتَنِكَ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ۖ قَالَ أَذْهَبُ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ

تو میں تھوڑے سے افراد کے علاوہ اس کی پوری ذریت کو اپنے قابو میں کر لوں گا، فرمایا جان میں سے جو کوئی شخص تیرے پیچھے چلے گا تو تم سب کی جزاء جہنم ہے

جَزَاؤُكُمْ جَزَاءٌ مَوْفُورًا ۖ وَاسْتَفْزِزْ مَنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ

جو پوری سزا ہوگی، اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی پکار سے ان کے قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار

عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجْلِكَ وَشَارِكِهِمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعَدَّهُمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمْ

اور پیادے چڑھا لانا اور ان کے اموال اور اولاد میں اپنا سا جھا کر لینا اور ان سے وعدے کرنا، اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا

الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۖ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۖ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ۖ

ہے وہ صرف دھوکہ ہی ہوتے ہیں، بلاشبہ میرے بندوں پر تیرا زور نہ چلے گا اور آپ کا رب کارساز ہونے کے لئے کافی ہے۔

کہنے لگے ایسا معاملہ جلدی لاؤ۔

شجرہ ملعونہ زقوم کا درخت:

وَالشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ فِي الْقُرْآنِ (اور وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی) یعنی ہم نے اس ملعون درخت کو لوگوں کیلئے آزمائش بنا دیا جو نبی انہوں نے اللہ کے اس ارشاد کو سنا: شَجَرَةُ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْإِثْمِ (الدخان: ۴۳، ۴۴) تو وہ اس کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے محمد کا خیال یہ ہے کہ جہنم پتھروں کو تو جلا ڈالتی ہے اور پھر وہ یہ کہتا ہے کہ اس میں درخت بھی اُگتے ہیں حالانکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسے عظمت کا حق تھا وہ عظمت نہیں سمجھی ورنہ وہ یہ بات نہ کہتے اس لئے کہ اس کیلئے کوئی چیز رکاوٹ نہیں کہ وہ ایسا درخت بنادے جن کو آگ نہ جلا سکے چنانچہ مشاہدہ میں ہے سمندل یہ ترکیب میں پایا جانے والا ایک چھوٹا سا جانور ہے اس کی اون سے بٹے ہوئے رومال جب میلے ہو جائیں تو آگ میں ڈال دینے سے ان کی میل اتر جاتی ہے اور آگ ان کے لیے غسل کا کام دیتی ہے۔ اسی طرح شتر مرغ آگ کے کونوں کو نگل جاتا ہے اور وہ اس کو نقصان نہیں دیتی اور ہر درخت میں اللہ نے آگ پیدا کر رکھی ہے جو اس کو جلاتی نہیں۔ پس اس طرح یہ بھی درست ہے کہ وہ آگ میں ایسا درخت پیدا کر دے جس کو آگ نہ

جلائے مطلب یہ ہوا کہ آیات بندوں کو ڈرانے کیلئے بھیجی جاتی ہیں اور ان لوگوں کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور وہ عذاب یوم بدر کے دن قتل ہونا ہے اور ان کو عذاب آخرت سے بھی ڈرایا گیا ہے اور زقوم کے درخت سے بھی لیکن اس بات کا ان میں کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر فرمایا وَنُخَوِّفُهُمْ (ہم ان کو ڈرا رہے ہیں) یعنی دنیا اور آخرت کی خوف ناک چیزوں سے۔ فَمَا يَزِيدُهُمْ (لیکن وہ نہیں بڑھا رہا) یعنی تخویفِ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا (مگر بڑھی ہوئی سرکشی کو) کس طرح وہ قوم ڈرے گی جن کی یہ حالت ہو اگر ان کی مطلوبہ آیات مہیا بھی کر دی جائیں۔

(۳) یہ بھی کہا گیا ہے کہ رؤیا سے مراد یہاں معراج ہے اور فتنہ سے مراد ان لوگوں کا ارتداد میں مبتلا ہونا ہے۔ ایسے لوگوں کا جنہوں نے اس کو بہت بڑا قرار دیا اور اسی کے متعلق ہے ان لوگوں کا قول جنہوں نے یہ کہا کہ اسراء نیند میں تھی اور بعض نے کہا کہ بیداری میں تھی انہوں نے رؤیا کی تفسیر رؤیت سے کی ہے اب رہی یہ بات کہ اس کو رؤیا کیوں کہا تو اس کو رؤیا اس لئے کہتے ہیں کہ ملذبین نے کہا تھا شاید آپ نے خواب دیکھا ہوگا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اسراء کو بعید سمجھا اور قرآن مجید میں اس طرح کا استعمال موجود ہے کہ کفار کے ہاں جو اس کا نام تھا اسی نام سے تعبیر کر دیا جیسا کہ اس ارشاد میں فراغ الی آلہتم [الصافات: ۹۱] دوسری آیت میں فرمایا: اِنَّ شُرَکَّاءِیَ [النحل: ۲۷] لہے بھی بقول ان کے اور شرکاء بھی بقول ان کے کہا گیا۔

(۴) یا رؤیا سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ مکہ میں غنقریب داخل ہو گئے اور فتنہ سے مراد حدیبیہ میں کفار کا روکنا ہے۔

سوال: قرآن میں زقوم کے درخت کے ملعون ہونے کا تذکرہ کیوں ہے؟

جواب: الشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ سے مراد یہ ہے کہ اس کے کھانیوالا ملعون ہے اور وہ کھانے والے کفار ہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا اِنَّکُمْ اَیُّهَا الضَّالُّونَ الْمَكْذِبُونَ لَا تَکْلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زَقُوْمٍ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبَطُوْنَ (الواقعه ۵۱ تا ۵۳) اسی لئے آیت میں اس کے کھانے والوں کے ملعون ہونے کی وجہ سے مجازاً اس کو شجرہ ملعونہ کہہ دیا اور دوسری بات یہ ہے کہ اہل عرب اپنے محاورہ میں نقصان دہ اور ناپسند کھانے کو ملعون کہتے ہیں اور تیسری بات یہ بھی ہے کہ لعن کی حقیقت رحمت سے دور ہونا ہے اور یہ درخت جہنم کی جڑ میں ہے جو کہ رحمت سے بعید ترین مقام ہے اس لئے اس کو شجرہ ملعونہ سے تعبیر کر دیا۔

واقعہ آدم علیہ السلام و ابلیس:

۶۱: وَادْقُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اَسْجُدْ وَاِلٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ قَالَ ؕ اَسْجُدْ لِمَنْ خَلَقْتُ طٰٓیْنًا (اور یاد کرو جب ہم نے ملائکہ سے کہا آدم کو سجدہ کرو وہ فوراً سوائے ابلیس کے سجدہ میں پڑ گئے ابلیس بولا کیا میں اس شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے گارے سے بنایا ہے)

طیناً یہ تمیز ہے نمبر ۲۔ موصول سے حال ہے اور اس کا عامل اسجد ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی: اء اسجد لہ وھو طین یعنی اصلہ طین کیا میں اس کو سجدہ کروں اس حال میں کہ وہ مٹی ہے یعنی اس کی اصل مٹی ہے۔

۶۲: قَالَ اَرَاۤءَ یٰۤاٰدَمُ هٰذَا الَّذِیْ (ابلیس نے کہا تو بتلا! یہ وہی ہے جس کو تو) کہ اس کا کوئی موضع اعراب نہیں کیونکہ یہ تاکید خطاب کیلئے ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہذا یہ مفعول بہ ہے۔ معنی یہ ہے تو مجھے اس کے متعلق بتلا جس کو مگر ممت علی (تو نے مجھ پر

برتری دی ہے) اس کو تو نے فضیلت دی تو کیوں اُسکو مجھ پر فضیلت دی ہے۔ حالانکہ انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین [ص: ۷۶] ماقبل کی دلالت اس کے متعلق موجود ہونے کی وجہ سے اختصار کے طور پر اس کو حذف کر دیا پھر ابتدا کرتے ہوئے فرمایا۔ لَہُنْ اٰخِرُ تَن (اگر تم نے مجھے مہلت دے دی)۔

قراءت: ابن کثیر و یعقوب وغیرہ نے یاء سے پڑھا۔ جبکہ کوئی، شامی قراء نے یاء کے بغیر پڑھا ہے۔ لَہُنْ کی لام قسم محذوف کی تمہید کے لئے لائے۔ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ لَا حَتِیْکَ ذَرِیَّتَہُ (اگر یوم قیامت تک تو نے مجھے مہلت دی تو میں اس کی ساری اولاد کو اپنے قابو میں لے لوں گا) انکا اغواء کے ذریعہ استیصال کروں گا۔ اِلَّا قَلِیْلًا (مگر ان میں سے قلیل تعداد) اور وہ مخلصین ہیں۔ نمبر ۲۔ ہر ہزار میں سے ایک۔ اس ملعون کو یہ اطلاع اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے ہوئی۔ نمبر ۳۔ کیونکہ اس نے خیال کیا کہ یہ انسان فطرۃ شہوانی مزاج کا پیدا کیا گیا ہے (جس کی وجہ سے انکا بھٹکنا بہت آسان ہے مترجم)۔

۶۳: قَالَ اِذْهَبْ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو جا) یہاں اِذْهَبْ اس ذہاب سے نہیں جو المبحی (آمد) کی ضد ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ بطور ذلت و رسوائی فرمایا جا جو تیرا دل چاہے کر (تو خود مختار ہے) پھر اس کے بعد اس کے غلط چناؤ کا جزو ذکر کیا پس فرمایا۔ فَمَنْ یَّبْعُکَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَہَنَّمَ جَزَاؤُکُمْ (پس جو شخص ان میں سے تیری اتباع کریگا تو جہنم تم سب کی سزا ہوگی) تقدیر عبارت یہ ہے فَاِنَّ جَہَنَّمَ جَزَاؤُہُمْ وَ جَزَاؤُکَ پھر مخاطب کو غائب پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا جَزَاؤُکُمْ جَزَاءُ مَوْفُورًا (کامل سزا) یہ تجازون محذوف کا مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔

استفزاز کا مطلب:

۶۴: وَاسْتَفْزِرْ (اور تو قدم اکھاڑ) نیچے اتار۔ نمبر ۲۔ یوقوف بنانا، پھسلانا۔ الفز۔ خفیف کو کہتے ہیں۔ مَنْ اسْتَطَعَتْ مِنْهُمْ بِصَوْتِکَ (ان میں سے جن پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ و پکار سے) وسوسہ ڈال کر نمبر ۲۔ گانے بجانے سے نمبر ۳۔ باجے گانے سے۔ وَاجْلِبْ عَلَیْہُمْ (اور چڑھا لایا جمع کر اور بھڑکانے خلاف) یہ الْجَلْبَ سے ہے جس کا معنی چیخ اور شور ہے۔ بِخِلْکَ وَرَجْلِکَ (اپنے سوار اور پیادے) یعنی سوار اور پیدل سے۔ الخیل: الخیالہ۔ گھوڑ سوار۔ الرَّجُل اسم جمع ہے راجل کی بمعنی پیدل جیسے الرکب اور الصحب۔

قراءت: رَجْلِکَ نافع نے سکون جیم سے پڑھا جبکہ حفص نے رَجْلِکَ پڑھا کہ فَعِلَ بمعنی فاعِل ہے جیسا تَعِبَ بمعنی تَاعِب اور اسکا معنی پیدل کو جمع کرنا ہے۔ کیونکہ کسی کام کی طلب میں انسانی استطاعت یہ ہے کہ وہ سوار اور پیدل گروہ استعمال کرے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ابلیس کے اپنے گھوڑے اور پیدل دستے ہوں۔

شراکت اموال:

وَشَارِکُہُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (اور تو ان کے مال اور اولاد میں شراکت کر لے) زجاج علیہ الرحمۃ کہتے ہیں ہر گناہ جو مال و اولاد کے سلسلہ میں ہوتا ہے ابلیس کی اس میں شرکت ہوتی ہے۔ مثلاً سود، حرام ذرائع آمدنی، بحیرہ، سائبہ، انفاق فی الفسوق، فضول خرچیاں، زکاۃ کا نہ دینا، حرام اسباب سے اولاد حاصل کرنا، عبد العزی، عبد الشمس وغیرہ شرکیہ نام رکھنا۔ وَعِدْہُمْ (اور ان سے وعدے کر) جھوٹے وعدے کہ اللہ شفاعت کریں گے اور بڑے انساب سے اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت ملنا۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُرْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ

تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیوں کو چلاتا ہے۔ تاکہ تم اسکا فضل تلاش کرو۔ بلاشبہ وہ تم پر

رَحِيمًا ۶۶ وَإِذَا امْسَكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا آيَاهُ فَلَمَّا

مہربان ہے اور جب تمہیں سمندر میں کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو اس کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو وہ سب غائب ہو جاتے ہیں، پھر وہ جب

نَجِّكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۶۷ أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ

تمہیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو روگردانی کرتے ہو۔ اور انسان بڑا ناشکرا ہے۔ کیا تم اس بات سے بے فکر ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی جانب میں لا کر

جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ۶۸ أَمْ أَمِنْتُمْ

زمین میں دھنسا دے۔ یا تم پر کوئی سخت آندھی بھیج دے جو کنکر برسانے والی ہو پھر تم اپنے لئے کسی کو کارساز نہ پاؤ گے۔ یا تم اس سے بے فکر ہو

أَنْ يُعِيدَ كُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُمُ

کہ وہ تمہیں دوبارہ سمندر میں لوٹا دے۔ پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے پھر تمہیں تمہارے کفر کی وجہ سے

بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ۶۹ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ

غرق کر دے۔ پھر تمہیں کوئی ایسا نہ ملے جو ہمارا پیچھا کرنے والا ہو۔ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی میں اور سمندر میں

فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۷۰

سوار کیا۔ اور انہیں عمدہ چیزیں عطا فرمائیں اور ہم نے انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

جلد ملنے والی دنیا کو دیر سے آئیوالی آخرت پر ترجیح دینا، وغیرہ اسی طرح کے افعال۔

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا (اور شیطان ان سے وعدہ نہیں کرتا مگر محض جھوٹا) جھوٹا وعدہ یہی ہے کہ خطا کو اس طرح مزین کیا جائے کہ اس میں صواب کا وہم ہو چلے۔

اعلان باری تعالیٰ:

۶۵: إِنَّ عِبَادِي (بیشک میرے بندے) صالحین پر لیس لک علیہم سلطان (تجھے ان پر قدرت نہ ہوگی) یعنی ان کے ایمان کو تبدیل کرنے کی طاقت نہ ہوگی البتہ گناہوں کی تسویل کی طاقت تو باقی ہے۔ وَكَفَى بِرَبِّكَ وَكِيلًا (اور تیرا رب ذمہ دار ہونے کیلئے کافی ہے) ان کے لئے۔ وہ تجھ سے بچنے کیلئے اسی پر بھروسہ کریں گے۔ نمبر ۲۔ تجھ سے بچانے کیلئے انکا نگہبان ہے ان میں سے ہر حکم تہدید ہی ہے جس پر سزا ہوگی نمبر ۲۔ امر اہانت کیلئے ہے یعنی اس سے میری مملکت میں کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔

سمندروں میں جہاز چلانے والا وہی تو ہے پھر اس کی پکڑ سے کیسے بچ سکتے ہو:

۶۶: رَبُّكُمْ الَّذِي يُزْجِي (تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے چلاتا ہے) چلاتا اور جاری کرتا ہے۔ لَكُمْ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ (کشتیاں سمندر میں تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو) فضل سے یہاں تجارتی نفع مراد ہے۔ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا (بیشک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے)۔

۶۷: وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ (جب تمہیں دریا میں کوئی تکلیف چھو لیتی ہے) الضُّرُّ سے یہاں ڈوبنے کا خوف مراد ہے۔ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَهُهُ (تو غائب ہو جاتے ہیں جن کو تم پکارتے تھے سوائے اس کی ذات باری تعالیٰ کے) ایک اللہ تعالیٰ وحدہ کے علاوہ تمہارے ادہام سے وہ تمام گم ہو جاتے ہیں جن کی تم عبارت کرتے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا تذکرہ بھی نہیں کرتے۔ نمبر ۲۔ غائب ہو گئے جن کو تم الہہ میں سے فریادری کیلئے پکارتے ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ اکیلا کہ جس کے تم امیدوار ہو۔ اس صورت میں مستثنیٰ منقطع ہے۔

فَلَمَّا نَجَّكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ (پھر جب اللہ تعالیٰ تمہیں بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم کترا جاتے ہو) چھوٹنے کے بعد اخلاص سے اعراض کرتے ہو۔ وَكَانَ الْإِنْسَانُ (اور انسان) یعنی کافر انسان کَفُورًا (ناشکر ہے) انعامات پر ۶۸: أَفَأَمِنْتُمْ (پس کیا تم اس بات سے بے فکر بیٹھے ہو)۔ اس میں ہمزہ انکار کا ہے اور فاء عاطفہ ہے جس کا عطف محذوف پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اُنجوتم فامنتم فحملکم ذلک علی الاعراض کیا تم نے نجات پالی پس تم امن میں ہو گے اور اس نے تمہیں اعراض پر آمادہ کیا۔ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ (کہ وہ تم کو خشکی کے ایک طرف میں لا کر زمین میں دھنسا دے) يَخْسِفُ: جَانِبَ يَخْسِفُ کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ جیسا کہ الارض خسفنا کی وجہ سے اس آیت میں فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبَدَّلَہِ الْاَرْضَ [القسم: ۸۱] بِكُمْ یہ حال ہے۔ مطلب یہ ہے وہ دھنسا دے خشکی کی جانب میں یعنی اس کو الٹ دے اس حال میں کہ تم اس میں موجود ہو۔ حاصل یہ ہے تمام جوانب ارض پر اللہ تعالیٰ کو یکساں قدرت حاصل ہے۔ اور وہ ہر جانب کا مالک ہے خواہ خشکی ہو یا سمندر یہ تو ہلاکت کے اسباب ہیں خشکی والی جانب اس کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اگر سمندر میں غرق ہے تو خشکی میں دھنسا ہے۔ جو مٹی کے نیچے غائب ہونے کو کہتے ہیں اور غرق پانی کے نیچے غائب ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عقل مند کو تو چاہیے کہ وہ تمام جوانب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور جہاں کہیں ہو اس کا خوف اس پر طاری رہے۔

اَوْ يُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا (یا تم پر کوئی کنکر والی آندھی بھیج دے) حَاصِبًا ایسی ہوا جو کنکر پھینکے الحصباء کنکریاں نمبر ۲۔ اگر ہلاکت نیچے کی طرف سے دھنسانے سے نہ آئے تو اوپر سے کنکریوں والی آندھی بھیج کر وہ ہلاک کر سکتا ہے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا (پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ) جو اس کو تم سے ہٹا سکے۔

۶۹: اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُعِيدَکُمْ فِیْہِ تَارَةً اٰخَرٰی فَيُرْسِلَ عَلَیْکُمْ (کیا تم اس بات سے بے فکر ہو گئے کہ خدا تعالیٰ تم کو دوبارہ دریا ہی میں لے جائے پھر وہ تم پر بھیج دے) یعنی یا تم بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہاری ضروریات کو بڑھادے اور دوائی کو پختہ کر کے دوبارہ تم سمندر کے سفر کی طرف لوٹ جاؤ جس سے اس نے تمہیں نجات دی پھر وہ تم سے اس طرح انتقام لے کہ تم پر قاصفاً مِّنْ

الرَّيْحِ (ہوا کا سخت طوفان) قَاصِفِ اس ہوا کو کہتے ہیں جس میں سخت آواز ہو۔ نمبر ۲۔ ایسی ہوا جو کشتی کو توڑ پھوڑ کر دینے والی ہو۔
فَيَغْرِ قُكُم بِمَا كَفَرْتُمْ (پس وہ تمہارے کفر کے باعث تمہیں ڈبودے) اس وجہ سے کہ تم نے نعمت کی ناشکری کی اور وہ ناشکری یہ ہے کہ جب اس نے تمہیں بچا لیا تو تم نے اس سے منہ موڑ لیا۔

ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا (پھر تم اپنے لئے ہمارا پیچھا کرنے والا نہ پاؤ) یعنی ہم سے مطالبہ کرنے والا۔ تبیع کا معنی اس آیت سے لیا گیا تَبَاعَ بِالْمَعْرُوفِ [البقرہ: ۱۷۸] (پس مطالبہ ہے دستور کے ساتھ) حاصل مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ جو چاہیں کریں تمہیں کوئی ایسا نہ مل سکے گا جو ہم سے بدلے کا مطالبہ کر سکے اور ہم سے بدلہ لے سکے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں لَا يَخَافُ عُقْبَاهَا [الشمس: ۱۵]

قِرَاءَت: اِنَّ نَحْنُ سِفْ اَوْ نُرْسِلُ اَنْ نَعِيْدَ كُمْ فَنُرْسِلَ فَنُغْرِ قُكُم كوكى اور ابو عمرو نے نون سے پڑھا ہے۔

بنی آدم کو عزت دی:

۷۰: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (ہم نے اولاد آدم کو عزت دی) عقل و نطق، خط، خوبصورت شکل، مناسب قد، تدبیر امور، معاش اور معاد، تمام پر غلبہ، تسخیر اشیاء، تناول طعام بالایدی وغیرہ سے۔

نکتہ: ہارون رشید نے کھانا منگوا یا اور اس نے چمچیاں بھی منگوائیں۔ اس کے پاس اس وقت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تمہارے دادا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں یہ وارد ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ان کو ہاتھ دیئے جن میں انگلیوں سے وہ کھانا کھاتے ہیں۔ ہارون نے تمام چمچیوں کو واپس کر دیا اور انگلیوں سے کھانا تناول کیا۔

وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ (اور ہم نے ان کو خشکی میں سوار کیا) جو پایوں پر وَالْبَحْرِ (سمندر میں) کشتیوں پر وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ (اور ہم نے ان کو پاکیزہ چیزیں کھانے کیلئے عنایت کیں) لذیذ اشیاء۔ نمبر ۲۔ ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی۔ وَقَضَّيْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (اور ہم نے اس کو فضیلت دی بہت کثیر مخلوق پر) کثیر کا معنی ہے کہ تمام پر۔ جیسا کہ اس ارشاد میں اکثر کا لفظ تمام کا معنی دیتا ہے۔ واکثر ہم کاذبون [الشعراء: ۲۲۳] حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں: ای کلمہ اور اس آیت میں وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرَهُمْ إِلَّا ظَنًّا [یونس: ۳۶] اکثر کا معنی کل ہے۔ کشاف میں ہے کہ اکثر سے مراد تمام ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا الْمُؤْمِنُ أَكْرَمُ عَلَى اللَّهِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ [رواہ ابن ماجہ: ۳۹۴۷] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی فطرت میں طاعت ہے اور ان میں عقل بلا شہوت ہے اور بہائم میں شہوت بلا عقل ہے۔ اور آدمی میں دونوں ہی ہیں۔ پس جس کی عقل شہوت پر غالب آگئی وہ انسان فرشتوں سے افضل ہے اور جس کی شہوت اس کی عقل پر سوار ہوگئی وہ بہائم سے زیادہ ذلیل ہے۔ دوسری دلیل ہے کہ تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے بنایا اور انسان کو اپنی ذات کیلئے بنایا۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِينِهِ فَاُولٰٓئِكَ

جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے سو جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا سو یہ

يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يَظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۷۱ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهِ اَعْمٰی فَهُوَ فِيْ

لوگ اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے۔ اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا، جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے

الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۷۲

آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ اور زیادہ راہ گم کردہ ہوگا۔

قیامت کا ایک منظر:

۷۱: يَوْمَ نَدْعُوا (جس دن ہم بلائیں گے) یہ اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (ان کے مقتدا کے ساتھ طلب کریں) بآء حال کیلئے ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: مختلطین بامامہم اس حال میں کہ وہ اپنے امام سے ملے جلے ہوئے امام سے ہر وہ مراد ہے جس کی انہوں نے اقتداء کی ہوگی خواہ وہ پیغمبر ہوں نمبر ۲۔ دین میں مقدم ہو نمبر ۳۔ کتاب نمبر ۴۔ دین محاورہ میں اس طرح نسبت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ يَا اَتْبَاعَ فُلَانٍ يَا اَهْلَ دِيْنٍ كَذَا کتاب کذا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے نامہ عمل مراد ہے۔ جیسے کہتے ہیں یا اصحاب کتاب الخیر۔ یا اصحاب کتاب الشر۔

فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِينِهِ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ وَنَ كِتٰبُهُمْ (جن کو ان کا نامہ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ پس وہ اپنی کتاب کو پڑھتے ہوئے) فَمَنْ سے مراد یہی مدعوین ہیں۔ ان کو اُولٰٓئِكَ سے اس لئے تعبیر کیا کیونکہ اس معنی جمع ہے۔ وَلَا يَظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (ان پر دھاگے کے برابر ظلم نہ ہوگا۔) ان کے ثواب میں سے ادنیٰ چیز بھی کم نہ کی جائیگی۔ یہاں کفار کا ذکر نہیں فرمایا اور نہ ہی ان کے بائیں ہاتھ میں کتاب ملنے کو ذکر کیا بلکہ اس قول پر اکتفاء کیا گیا۔

دنیا میں کفر آخرت کا اندھا پن:

۷۲: وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهِ اَعْمٰی فَهُوَ فِيْ الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی (اندھا ہے۔ وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔) اسی طرح وَاَضَلُّ سَبِيْلًا (اور زیادہ راستہ سے بھٹکا ہوگا) یعنی اندھے سے بھی زیادہ گمراہ ہوگا۔ اعمیٰ کے لفظ کو استعارۃً اس کے لئے استعمال فرمایا جو مبصرات کو بھی نہ دیکھے۔ کیونکہ اس کے حواس میں خرابی ہے اس شخص کی طرح کہ نجات کے راستے کی طرف راہ نہ پائے۔ دنیا میں تو اس لئے کہ غور و فکر نہیں پائی جاتی اور آخرت میں اس لئے کہ اب رہنمائی فائدہ نہیں دے سکتی۔ علماء نے یہ بھی جائز قرار دیا کہ دوسرا اعمیٰ کا لفظ تفصیل کے معنی میں لیا جائے اس کی دلیل یہ ہے کہ اَضَلُّ کو اس پر عطف کے طور پر ذکر کیا گیا۔ جو کہ تفصیل کا صیغہ ہے اسی لئے ابو عمرو نے اپنی قراءت میں پہلے کو امالہ کے ساتھ اور دوسرے کو فتنیم کے ساتھ

لہذا یہ لوگ آپ کو اس چیز سے ہٹانے ہی لگے تھے جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی۔ تاکہ آپ ہماری طرف اس کے علاوہ دوسری بات کی نسبت کر دیں۔ پھر اس صحبت میں

وہ آپ کو اپنا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑے سے مائل ہو جاتے۔ اس وقت ہم آپ کو آپ کی زندگی

میں اور موت کے بعد وہ ہر عذاب چکھاتے، پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔

قریش کی جابکدستی اور عصمت نبوت کا ہاتھ:

۷۴: وَلَوْلَا اَنْ بُشِّنَكَ (اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنا دیا ہوتا) یعنی اگر ہمارا ثابت قدم رکھنا اور ہماری عصمت نہ ہوتی لَقَدْ كَذَبْتَ تَرَكْنُ اِلَيْهِمْ (تحقیق قریب تھا کہ آپ جھک جاتے ان کی طرف) یعنی البتہ قریب تھا کہ آپ ان کے مکر کی طرف مائل ہو جاتے۔ شَيْنًا قَلِيلًا (بہت ہی معمولی سا) یعنی تھوڑا سا جھکنا اس میں آپ کو تسلی دی گئی اور آپ کی فضیلت اور ثابت قدمی کا ذکر کیا گیا ہے۔

۷۵: إِذَا لَا ذُقْنِكَ ضِعْفَ الْحَيَوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ (اور اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو حالتِ حیات میں بھی اور موت کے بعد

وَأَنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا لَا يَلْبَثُونَ خِلْفَكَ إِلَّا

اور یہ لوگ اس مرز میں سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت کم ٹھہرنے

قَلِيلًا ۖ سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۖ

پاتے۔ جیسا کہ ان لوگوں کے بارے میں ہمارا طریقہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ ہمارے طریقہ میں تغیر نہ پائیں گے

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُولِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات اندھیرا ہونے تک نمازیں قائم کیجئے اور فجر کی نماز بھی، بلاشبہ فجر کی نماز حاضر ہونے کا

مَشْهُودًا ۖ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ ۖ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۖ

وقت ہے، اور رات کے حصہ میں نماز تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لئے نوافل چیز ہے غنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا

دگنا عذاب چکھاتے)۔ اِذَا يَهَا لَوْ کے معنی میں ہے یعنی اگر آپ ان کی طرف ادنیٰ سے جھکاؤ کے بھی قریب ہو جاتے اِذَا لَا ذُقْنَكَ سے مراد عذاب قبر اور عذاب آخرت ہے کہ وہ دگنا کر کے دیئے جاتے اس لئے کہ آپ کے مرتبہ اور نبوت کے شرف کیوجہ سے گناہ بہت بڑا ہوتا یہ اسی طرح ہے جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: يَنْسَاءُ النَّبِيُّ مِنْ يَاتٍ مِنْكَ بِفَاحِشَةٍ [الاحزاب: ۳۰] اصل کلام اس طرح ہے۔ اِذَا لَا ذُقْنَكَ عَذَابَ الْحَيَاةِ وَعَذَابَ الْمَمَاتِ کہ اس وقت ہم آپ کی زندگی میں اور موت کے بعد عذاب چکھاتے کیونکہ عذاب دو ہی ہیں نمبرا۔ وہ عذاب جو موت کے بعد ہو اور یہی عذاب قبر ہے نمبر ۲۔ آخرت کی زندگی میں ہونیوالا عذاب اور یہی عذاب نار ہے آیت میں عذاب کی صفت الضعف سے کی گئی جیسا کہ دوسری آیت میں آیا: فَالْيَهُمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ [الاعراف: ۳۸] یہاں ضعف بمعنی مضاعف کے ہے گویا اصل کلام اس طرح بنے گا اِذَا لَا ذُقْنَكَ عَذَابًا ضِعْفًا فِي الْحَيَاةِ وَعَذَابًا ضِعْفًا فِي الْمَمَاتِ پھر اس عبارت میں سے موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام لائے اور وہ ضعف ہے پھر صفت کی اضافت موصوف کی طرف کردی اور یوں فرما دیا۔ ضعف الحياة و ضعف الممات۔ (۲) دوسری تفسیر یہ بھی درست ہے کہ ضِعْفُ الْحَيَاةِ سے دنیا کا عذاب مراد لیا جائے اور ضِعْفُ الْمَمَاتِ سے موت کے بعد آنے والا عذاب قبر اور عذاب نار مراد لیا جائے۔

نکتہ: آیت میں کاد اور پھر ثقلیل ذکر فرمائی اور اس کے بعد دارین میں دو گنے عذاب کی سخت وعید لائی گئی۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بری چیز کی قباحیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جبکہ اس کا کرنے والا بڑی شان والا ہو جب یہ آیت اتری تو حضور علیہ السلام یہ دعا فرمایا کرتے تھے اللَّهُمَّ لَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرَفَةً عَيْنٍ یہ روایت مرسل ہے اس کو سابی نے ذکر کیا۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا (پھر آپ کو ہمارے مقابلہ میں اپنا کوئی مددگار نہ ملتا) یعنی ایسا مددگار جو ہمارے عذاب سے آپ کو بچا سکتا۔

مکہ سے قدم اکھاڑنے کی کوشش:

۷۶: وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ (اور قریب تھا کہ وہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم اکھاڑ دیتے) کا دوا کی ضمیر اہل مکہ کی طرف لوٹ رہی ہے یَسْتَفِزُّوْنَ کا معنی عداوت کے ذریعے آپ کو تنگ کرنا اور اپنے فریب سے پریشان کرنا اور ارض سے مراد سرزمین مکہ ہے۔ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذَا لَا يَلْبَثُونَ خِلْفَكَ (تاکہ آپ کو وہاں سے نکال باہر کریں ایسی صورت میں آپ کے پیچھے تھوڑی مدت سے زیادہ نہ ٹھہر سکیں گے) لَا يَلْبَثُونَ کا معنی باقی نہ رہنا اور خلاف کا معنی بعد ہے یعنی آپ کے نکال دینے کے بعد قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوئی قراء نے خلافت پر ہا اور شامی نے بھی اسی کا ہم معنی پڑھا ہے البتہ نافع اور ابو عمرو نے خلفک پڑھا ہے۔ إِلَّا قَلِيلًا (مگر بہت تھوڑا۔) یعنی تھوڑا سا زمانہ پس اللہ تعالیٰ ان کو عنقریب ہلاک کرنے والے ہیں چنانچہ اسی طرح واقعہ ہوا آپ کے مکہ سے نکالے جانے کے تھوڑا عرصہ بعد ان کو بدر میں ہلاک کر دیا گیا۔

(۲) اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر یہ آپ کو نکال دیتے تو تمام کا استیصال کر دیا جاتا انہوں نے آپ کو نکالا نہیں بلکہ آپ نے خود اللہ کے حکم سے ہجرت کی ایک قول یہ بھی ہے کہ ارض سے ارض عرب مراد ہے یا ارض مدینہ مراد ہے۔

اگر مکہ سے زبردستی نکالتے تو تمام ہلاک کر دیئے جاتے:

۷۷: سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا (یہی ہمارا قاعدہ ان لوگوں کے ساتھ رہا ہے جن کو ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر بنایا) کہ ہر قوم نے اپنے رسول کو اپنے درمیان سے نکال دیا۔ پس اس نکالنے پر اللہ تعالیٰ کا طریق اس کو ہلاک کر دینے کا ہے۔ يَخْشَوْنَ سُنَّةَ يَوْمَ مَوَدِّهِمْ مَكِّيٍّ كِي طَرَحَ مَنْصُوبٌ هِيَ۔ اِي سَنَّ اللّٰهُ ذٰلِكَ سُنَّةً وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا (اور آپ ہمارے قاعدہ میں تبدیلی نہ پائیں گے)۔

تشکر الہی:

۷۸: اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُوْكَ الشَّمْسِ (آپ سورج کے زوال پر نماز قائم کریں) دلوک زوال کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ آیت تمام نمازوں کو جامع ہے۔ نمبر ۲۔ دلوک کا معنی غروب ہو۔ اس صورت میں ظہر و عصر نکل جائے گی۔ (اصل دلوک کا معنی ملنا ہے) اِلٰی غَسَقِ اللَّيْلِ (رات کے چھا جانے تک) اندھیرے کو غسق کہا جاتا ہے اور یہ عشاء کا وقت ہے۔

وَقُرْآنَ الْفَجْرِ (اور فجر کا قرآن) فجر کی نماز کو قرآن یعنی قراءت کہا۔ کیونکہ قراءت ایک رکن صلوٰۃ ہے جیسا کہ رکوع و سجود سے نام رکھتے ہیں (اس کی طوالت کی وجہ سے) اس آیت میں اصم کے خلاف دلیل پائی جاتی ہے کیونکہ اس کا خیال یہ ہے کہ قراءت رکن صلوٰۃ نہیں ہے۔ نمبر ۲۔ قرآن اس لئے کہا گیا کیونکہ اس میں قراءت طویل ہوتی ہے۔ اور اس کا عطف الصلاۃ پر ہے۔ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا (بیشک فجر کا قرآن فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے) رات اور دن کے فرشتے اس میں شریک ہوتے ہیں۔ دن والے اترتے ہیں اور رات والے آسمانوں کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ پس یہ رات کے آخری حصہ میں ہے اور دن کی ابتداء میں واقع ہے (اس لئے اس کو مشہود کہا)

وَقُلْ رَبِّ ادْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ

اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھے ایسی جگہ میں داخل کیجئے جو خوبی کی جگہ ہو۔ اور مجھے خوبی کے ساتھ نکالے اور میرے لئے اپنے پاس سے ایسا علیہ عطا

سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

فرمائیے جس کے ساتھ مدد ہو، اور آپ یوں کہہ دیجئے کہ حق آ گیا اور باطل چلا گیا بلاشبہ باطل جانے ہی والا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظَّٰلِمِيْنَ

اور ہم ایسی چیز یعنی قرآن نازل کرتے ہیں جو شفاء ہے اور رحمت ہے مؤمنین کے لئے اور وہ ظالموں کے نقصان ہی میں

الْاٰخِسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَا اَنْعَمْنَا عَلٰى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاۤءَ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ

اضافہ کرتا ہے، اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ اعراض کر لیتا ہے۔ اور رخ بدل کر دور ہو جاتا ہے۔ اور جب اسے تکلیف پہنچ جائے تو

يُؤْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۚ فَرِيْكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾

ناامید ہو جاتا ہے۔ آپ فرمادیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقے پر کام میں لگا ہوا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک راستہ پر ہے۔

نمبر ۲۔ عادت اس میں زیادہ نمازی حاضری دیتے ہیں۔

۷۹: وَمِنْ اَلَيْلٍ (اور رات کو) تم پر رات کا بعض حصہ جاگنا لازم ہے۔ فَتَهَجَّدُ (تم تہجد پڑھو) التہجد نماز کیلئے نیند کو چھوڑنا۔

نیند کے بارے میں کہا جاتا ہے تہجد وہ نیند سے بیدار ہوا۔ یہ (قرآن مجید کے ساتھ) نَافِلَةٌ لَّكَ (یہ زائد ہے تیرے لئے)

یہ پانچوں نمازوں سے زائد عبادت تم پر لازم کی ہے گویا تہجد اور نافلة کو ایک ہی معنی جمع کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تہجد کی نماز

پانچوں نمازوں سے زائد آپ پر بطور غنیمت کے بڑھائی گئی ہے۔ نمبر ۲۔ یہ آپ پر فرض ہے اور کسی پر فرض نہیں ہے کیونکہ وہ امت

کیلئے نفل ہے۔ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر جگہ دے گا) مَقَامًا

محموداً۔ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر عبارت یہ ہے عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقِيْمَكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

یقیم فعل کا مفعول ہوا۔ نمبر ۲۔ يَّبْعَثَكَ میں معنی یقیمت کا ضمنا پایا جاتا ہے۔ اور یہ يَّبْعَثَكَ کا مفعول ہے۔

مسلب جمہور:

نمبر ۱۔ مقام محمود شفاعت کبریٰ کا مقام ہے۔ روایت اس پر دلالت کرتی ہیں۔ نمبر ۲۔ یہ وہ مقام ہے جس میں آپ کو لواء الحمد عنایت

کیا جائے گا۔

۸۰: وَقُلْ رَبِّ ادْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ (اور کہہ دیں اے میرے رب مجھے خوبی کے ساتھ پہنچانا اور خوبی کے ساتھ لے جانا)

مدخل یہ مصدر ہے تقدیر عبارت یہ ہے ادخلنی القبر ادخلا مرضیا علی طہارة من الزلات۔ مجھے قبر میں لغزشوں سے

طہارت کے ساتھ پسندیدہ حالت میں داخل کرنا۔ وَ اٰخِرُ جِنِّیْ مُخْرَجٌ صِدْقٍ (اور مجھے اچھی طرح نکالنا) نمبر ۱۔ اس قبر سے مجھے پسندیدہ حالت میں نکالنا کہ عزت والی ملاقات ہو۔ ملامت سے محفوظ ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بعثت کا تذکرہ کرنے کے بعد اس آیت کو لایا گیا ہے۔ نمبر ۲۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ہجرت کا جب حکم ہوا تو اس وقت یہ آیت اتری پھر داخلہ سے مراد مدینہ منورہ میں داخلہ اور اخراج سے مکہ سے نکلنا مراد ہے۔ نمبر ۳۔ یہ آیت عام ہے جب بھی جہاں کہیں آپ داخل ہوں اور جس کام میں آپ ہاتھ ڈالیں۔ وَ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (اور اپنے پاس سے مجھے غلبہ دینا جس میں نصرت شامل ہو) ایسی جت عنایت فرما جو منافقین پر غالب کرنے والی ہو۔ نمبر ۲۔ ایسی مملکت و شوکت و قوت عنایت کر جو کفر کے خلاف اسلام کی مددگار اور کفر پر غلبہ دینے والی ہو۔

استجاب حق:

۸۱: وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ (اور کہہ دو حق آیا) حق سے اسلام مراد ہے۔ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ (اور باطل گیا) ہلاک و برباد ہوا۔ باطل سے شرک مراد ہے۔ نمبر ۲۔ قرآن آیا اور شیطان ہلاک ہوا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بیشک باطل برباد ہونے والا ہے) ہر زمانہ میں باطل اسی لائق ہے کہ وہ برباد ہو جائے۔

قرآن ہی شفاء ہے:

۸۲: وَ نَزَّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَ رَحْمَةٌ (اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو شفاء اور رحمت ہیں) قراءت: ابو عمرو نے نَزَّلُ تخفیف سے پڑھا ہے۔ من القرآن میں من تبعیضیہ ہے۔ شفاء سے امراض قلوب کی شفاء مراد ہے اور رحمت دکھوں کا علاج اور عیوب کی تطہیر اور گناہوں کی تکفیر مراد ہے لِلْمُؤْمِنِیْنَ (ایمان والوں کیلئے)۔ حدیث میں وارد ہے من لم یستشف بالقرآن فلا شفاء اللہ (اٹھنی کنز العمال) جو قرآن سے شفاء حاصل نہ کرے خدا کرے اس کو شفاء نہ ہو۔ وَلَا یَزِیْدُ الظَّالِمِیْنَ (اور نہیں اضافہ کرتا ہے ظالموں کیلئے) ظالم سے کافر مراد ہیں۔ اِلَّا خَسَارًا (مگر نقصان میں) اس کی تکذیب و کفر کی وجہ سے گمراہی بڑھے گی۔

انسان کا عمومی حال:

۸۳: وَ اِذَا اَنْعَمْنَا عَلٰی الْاِنْسَانِ (اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں) صحت اور خوشحالی کا اَعْرَاضَ (وہ اعراض کرتا ہے) اللہ تعالیٰ کی یاد سے نمبر ۲۔ قرآن دیکر انعام کرتے ہیں تو وہ اس سے منہ موڑتا ہے۔ وَ نَاْبِجَانِبَہِ (اور پہلو پھیر لیتا ہے) یہ اعراض کی تاکید ہے۔ کیونکہ کسی شئی سے اعراض کا مطلب یہ ہے کہ اپنے چہرے کے عرض کو اس سے پھیرے۔ اور النای بالجانب کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کندھے کو اس سے پھیر لے اور اس کی طرف پیٹھ کرے۔ نمبر ۲۔ مراد اس سے تکبر ہے کیونکہ یہ متکبرین کی عادات میں سے ہے۔

قراءت: نای حمزہ نے امالہ کے ساتھ اور علی نے کسرہ سے پڑھا ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝۸۵

اور لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بس تھوڑا سا علم دیا گیا ہے

وَلَيْنَ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۝۸۶

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر ہم نے آپ پر وحی بھیجی ہے اسے سب گر لیں پھر آپ ہمارے مقابلے میں اپنے لئے اس بارے میں کوئی حمایتی نہ پائیں

إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ ۖ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝۸۷ قُلْ لَّيْنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ

مگر یہ کہ رب کی طرف سے رحمت ہو جائے۔ بلاشبہ آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔ آپ فرمادیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن

وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ

سب اس کے لئے جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا کر لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے۔ اگرچہ آپہن میں ایک دوسرے کے مددگار

لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝۸۸ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَأَبَى أَكْثَرُ

بن جائیں، اور البتہ ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے اچھے مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں۔ پھر اکثر لوگوں نے اس کے

النَّاسِ إِلَّا كَفُورًا ۝۸۹

ماننے سے انکار ہی کیا۔

وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ (جب اس کو برائی آتی ہے) شَرَّ سے فقر و مرض مراد ہے نمبر ۲۔ کوئی مصیبت شاقہ مراد ہے كَانَ يَتُوسَّ (وہ ناامید ہو جاتا ہے) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہت مایوس ہو جاتا ہے۔

۸۴: قُلْ كُلُّ (کہہ دیں تمام) یعنی ہر ایک یَعْمَلْ عَلَى شَاكِلَتِهِ (اپنے طریقے پر کام کر رہا ہے) اپنے راستے اور اس طریقے پر جو ہدایت و گمراہی میں اس نے اختیار کر رکھا ہے۔ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَى سَبِيلًا (تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ صحیح راستہ پر ہے) راستہ اور طریقہ کے لحاظ سے۔

روح کا سوال:

۸۵: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ (اور آپ سے روح کے متعلق وہ سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیں) الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (روح میرے رب کا حکم ہے) یعنی ایسے معاملات میں سے ہے جس کو میرا رب جانتا ہے۔

جمہور کا قول:

حیوان میں جو روح پائی جاتی ہے اس کے متعلق انہوں نے سوال کیا تھا کہ اس کی حقیقت کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اطلاع دی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یعنی ان چیزوں میں سے جس کا حقیقی علم اس ہی کے پاس ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور روح کے متعلق نہ جانتے تھے۔ (واحدی فی الوسیط) پہلے لوگ اس کی حقیقت کو دریافت کرنے سے عاجز و در ماندہ ہوئے باوجودیکہ انہوں نے اپنی طویل عمریں اس کی تفتیش و دریافت میں صرف کر دیں۔

اور حکمت اس میں یہ ہے کہ مخلوق تو اپنے سے قریب ترین مخلوق کی حقیقت کو دریافت کرنے سے عاجز ہے۔ پس وہ اللہ کی ذات کا ادراک کرنے سے بدرجہ اولیٰ عاجز تر ہے۔ اسی وجہ سے اس کی تعریف میں جو کچھ کہا گیا وہ قابل رد ہے۔ نمبر ۱۔ کہ وہ ایک لطیف ہوائی جسم ہے جو حیوان کے ہر جزء میں پایا جاتا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ فرشتے سے بڑی روحانی مخلوق ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ روح سے جبریل علیہ السلام مراد ہیں۔ جیسا دوسری آیت میں فرمایا: نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ [الشعراء: ۱۹۳] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس سے قرآن مراد ہے اس کی دلیل اس آیت میں ہے کہ: وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا [الشوری: ۵۲] اور دوسری دلیل ہے کہ قرآن سے دلوں کو زندگی میسر آتی ہے۔ مِّنْ أَمْرِ رَبِّي یعنی اس کی وحی سے اللہ تعالیٰ کا کلام انسانوں جیسا کلام نہیں۔

روایت میں ہے کہ یہود نے ایک وفد قریش کی طرف بھیجا۔ کہ اپنے پیغمبر سے تم تین سوال کرو۔ نمبر ۱۔ اصحاب کہف کون تھے۔ نمبر ۲۔ ذوالقرنین بادشاہ کی مہم جوئی۔ نمبر ۳۔ روح کی حقیقت کیا ہے اگر وہ تمام کا جواب نہ دیں تو وہ پیغمبر نہیں اور اگر بعض کا جواب دیں اور بعض سے خاموش رہیں تو وہ پیغمبر ہیں۔

پس آپ نے دونوں واقعات کو ان کے سامنے واضح طور پر بیان کر دیا۔ اور روح والے جواب کو مبہم رکھا۔ یہ تورات میں بھی مبہم ہے۔ پس قریش کو اپنے سوالات پر خفت ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ سوال روح کی تخلیق کے متعلق تھا۔ یعنی وہ مخلوق ہے یا غیر۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان من امر ربی۔ یہ روح کے مخلوق ہونے کی دلیل ہے پس یہ ان کے سوال کا جواب ہوا۔

انسانی علم قلیل ہے:

وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا) اس میں خطاب عام ہے۔ روایت میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو یہ پڑھ کر سنایا تو وہ کہنے لگے یہ خطاب ہمیں خاص کر کیا گیا یا آپ اس خطاب میں ہمارے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا بلکہ ہم اور تم دونوں کو تھوڑا ہی علم دیا گیا۔ [رواہ التعلی]

نمبر ۲۔ یہ خصوصاً یہود کو خطاب ہے کیونکہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو کہا ہمیں تورات کا علم دیا گیا جس میں حکمت ہے۔ اور تم نے خود تلاوت کی ہے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (البقرہ ۲۳۹) کہ جس کو حکمت مل جائے وہ خیر کثیر پالیتا ہے۔ اس کے جواب میں انہیں کہا گیا تورات کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں قلیل ہے۔ پس قلت و کثرت تو اضافی چیزیں ہیں۔ اس لئے بندے کو جو خیر کثیر میسر آئی ذاتی اعتبار میں وہ اگرچہ کثیر ہے مگر اس کا تقابل جب علم الہی سے ہوگا تو اس وقت وہ قلیل

در قلیل واقع ہوگی۔

وحی محض رحمت ہے مجادلین کے مقابلے میں صبر کریں:

۸۶: پھر نعمت وحی پر متنبہ کیا اور آپ کو صبر کی تلقین کی ایسے لوگوں کی ایذا پر جو سوال میں مجادلہ اختیار کرنے والے تھے فرمایا۔
وَلَمَّا سَأَلْنَا لَنُذْهِبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ (اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر وحی آپ کی طرف کی ہے۔ سب کو سلب کر لیں) جو اب قسم محذوف ہے اس کے ساتھ یہ جزاء شرط کے قائم مقام ہے۔ اور ان پر لام کو قسم کی تمہید کیلئے داخل کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے اگر ہم چاہیں تو قرآن کو لے جائیں اور مصاحف و صدور سے اس کو مٹا دیں اور اس کا کوئی نشان بھی نہ باقی رہنے دیں۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا (پھر تم ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ پاؤ گے) یعنی پھر اس کے لے جانے کے بعد کوئی ایسا شخص جس پر واپس لوٹانے میں بھروسہ کر سکیں اور محفوظ و مسطور واپس کرو سکیں۔

۸۷: إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا (مگر یہ آپ کے رب کی رحمت ہے۔ بیشک اس کا فضل آپ پر بہت ہے) یعنی مگر آپ کا رب آپ رحمت کر کے آپ پر لوٹا دے۔ (وہ ایسا کر سکتا ہے) اس کی رحمت ہی ایک ایسی چیز ہے جس پر آپ اس کے واپس کرنے میں بھروسہ کر سکتے ہیں۔ نمبر ۲۔ مستثنیٰ منقطع ہے۔ تو معنی یہ ہے لیکن یہ تیرے رب کی مہربانی ہے اس لئے اس کو بغیر لے جانے کے چھوڑ دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کے محفوظ باقی رہنے کا احسان ہے۔ اس کے بعد کہ اس نے اس کو اتارا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی۔

کفار کا جواب:

۸۸: یہ آیت نصر بن حارث کے قول کے جواب میں اتری۔ اس نے کہا لو نشاء لقلنا مثل هذا [الانفال: ۳۱] قُلْ لِّسَنِي اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنُ (آپ کہہ دیں اگر انسان اور جنات متفق ہو کر ایسا قرآن) يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ (لانے کیلئے جمع ہو جائیں۔ تو اس جیسا قرآن نہیں لاسکیں گے) وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں) ظہیر کا معنی معین و مددگار۔ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ قسم محذوف کا جواب ہے۔ اگر تمہیدی لام نہ ہوتی تو جائز تھا کہ یہ جواب شرط بن جاتا۔ جیسا کہ اس قول میں ہے۔

يقول لا غائب مالي ولا حرم

آیت میں شرط ماضی واقع ہوئی ہے یعنی اگر وہ ایک دوسرے کی پشت پناہی کریں اس غرض کیلئے کہ وہ اس قرآن کی مثال بلاغت اور حسن نظم اور تالیف میں لائیں تو وہ ضرور اس کی مثل سے عاجز رہیں گے۔

قرآن نے ہر قسم کی مثالیں بیان کیں مگر انہوں نے کفر کی ٹھانی ہے:

۸۹: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا (تحقیق ہم نے طرح طرح سے بیان کیں) بَارِبَارٍ لَّوْثًا مِّن دُوبَارِهِ سَبَّارَهُ لَآئِي۔ لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ (لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں) ہر معنی کے لحاظ سے قرآن غرابت و حسن کی ایک مثال ہے۔ فَاَنبَىٰ

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۚ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ

اور ان لوگوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دیں۔ یا خاص کر آپ کے لئے

مِّنْ نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۙ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمَتْ

کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، پھر آپ اس باغ کے درمیان بہت سی نہریں جاری کر دیں یا آپ ہمارے اوپر آسمان کو ٹکڑوں کی صورت میں گراویں جیسا کہ

عَلَيْنَا كَسَفًا ۖ أَوْ تَأْتِي بَالِدًا ۖ وَالْمَلِئِكَةُ قَبِيلًا ۙ أَوْ يُكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ

آپ کا بیان ہے یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے لے آئیں یا آپ کا گھر ہو جو خوب زینت والا ہو

أَوْ تَرُقَىٰ فِي السَّمَاءِ ۖ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدًا تَذَرُوهُ ۖ قُلْ

یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں، اور ہم آپ کے چڑھنے پر ہرگز یقین نہ کریں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لو پر ایک لکھی ہوئی کتاب نازل کر دیں جسے ہم پڑھ لیں۔ آپ فرمادیجئے

سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ۚ

کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر ہوں پیغمبر ہوں

أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا (پس اکثر لوگ بغیر انکار کے نہ رہے) یہ جائز نہیں ضربت الازیدہ کیونکہ آبی میں تاویل نفی ہے۔ گویا اس طرح کہا: فَلَمْ يَرْضَوْا إِلَّا كُفُورًا کہ وہ کفر کے علاوہ اور کسی چیز پر راضی نہ ہوئے۔

۹۰: جب قرآن کا اعجاز واضح کر دیا تو دیگر معجزات اس کے ساتھ ملائے۔ اور ان پر دلیل کو لازم کر دیا۔ انہوں نے مغلوب ہو کر منہ مانگی نشانیاں مانگنی شروع کر دیں جس طرح مبہوت اور دلیل میں شکست خوردہ اور حیران شخص کیا کرتا ہے۔ وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا (اور وہ کہنے لگے ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لئے بہائے) قراءت: کوئی نے تَفْجُرَ کو تخفیف سے پڑھا ہے۔

اعجاز قرآنی سے در ماندہ ہو کر منہ مانگی نشانی پر زور:

مِنَ الْأَرْضِ (زمین سے) سر زمین مکہ سے يَنْبُوعًا (چشمہ) کثیر پانی والا چشمہ جس کا حال یہ ہو کہ پانی اس سے ابلتا جائے منقطع نہ ہو۔ یہ نبع الماء سے یفعول کا وزن ہے۔

۹۱: أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ (یا آپ کے لئے کوئی کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو پھر اس باغ میں آپ جاری کر دیں)

قراءت: تُفَجِّرَ تشدید کے ساتھ یہاں تمام قراء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا (بہت سی نہریں اس کے درمیان میں) تَفْجِيرًا (بہانا، جاری کرنا)

۹۲: اَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا (یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرا دیں) قراءت: مدنی اور عاصم نے کسفا کو سین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اس کا معنی ٹکڑے ہے جیسے کہا جاتا ہے اعطنی کسفة من هذه الثوب۔ دیگر قراء نے سکون سین کے ساتھ پڑھا جو کہ کسفة کی جمع ہے جیسے سِدْرَةٌ وَ سِدْرٌ۔ وہ اس سے وہی مراد لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: اِنْ نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطَ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ [سورہ سبا: ۹۰]

اَوْ تَاتِي بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا (یا آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر نہ کھڑا کر دیں) قبیل کا معنی کفیل ہے کہ جو کچھ تم کہتے ہو اس کی صحت کے تم خود شاہد ہو اس لیے اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو سامنے پیش کرو۔ جو تمہاری بات کی شہادت دیں یہ اسی طرح ہے جیسا کہ شاعر کے اس قول میں کنت منه و والدی برینا.....

نمبر ۲۔ قبیل بمعنی مقابل ہے جیسے عشیر بمعنی معاشر۔ اس کی مثال اس آیت میں ہے لولا انزل علينا الملائكة او نرى ربنا۔ نمبر ۳۔ قبیل بمعنی جماعت ہے اس وقت یہ الملائکہ سے حال ہوگا۔ یعنی ملائکہ کو جماعت کی شکل میں سامنے لائے۔

۹۳: اَوْ يَكُوْنُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ (یا تمہارے لیے سونے کا مکان ہو) اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَاءِ (یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ) زخرف کا معنی سونا اور ترقی کا معنی چڑھنا ہے۔ وَلٰكِنْ تُوْمِنُ لِرُقِيْكَ (اور ہم تمہارے صرف چڑھنے پر بھی یقین نہیں کریں گے) یعنی چڑھ جانے کی وجہ سے یقین نہیں کریں گے۔ حَتّٰی تُنَزَّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرُوْهُ (جب تک کہ تم ایسی کتاب نہ لے کر اترو جس کو ہم پڑھیں)۔

قراءت: ابو عمرو نے تَنْزِل پڑھا ہے اور کتاب سے مراد ایسی کتاب جس میں آپ کی تصدیق ہو۔ نَقْرُوْهُ فعل یہ کتاب کی صفت ہے۔

مطالبات کفار کا جواب:

قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (کہہ دیں میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر اور پیغمبر ہوں) قراءت: مکی اور شامی نے قل کو قال پڑھا۔ اے قال الرسول رسول نے کہا سبحن ربی سے ان کے مطالبات پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا کہہ کر یہ بتلایا کہ میں دوسرے رسولوں کی طرح رسول اور بشر ہوں۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قوموں کے پاس وہی نشانات ظاہر کرتے ہیں جو اللہ ان کو دیتے ہیں پس معجزات کو ظاہر کرنا میرے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے پھر تمہیں کیا ہے کہ تم بار بار مجھ پر فرمائشیں ڈال رہے ہو۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا

اور لوگوں کو ایمان قبول کرنے سے صرف اس بات نے روکا کہ جب ان کے پاس ہدایت آئی تو صرف یہی بات کہنے لگے کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول

رَسُولًا ۙ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَّمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ

بنایا ہے آپ فرما دیجئے اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضروری بات ہوتی کہ ہم ان پر فرشتہ کو

السَّمَاءِ مَلَكَائِرَسُولًا ۙ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ

رسول بنا کر اتار دیتے، آپ فرما دیجئے کہ میرے تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں سے

خَيْرًا أَبْصِيرًا ۙ

باخبر ہے دیکھنے والا ہے۔

لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ پکا ہو گیا کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا:

۹۴: وَمَا مَنَعَ النَّاسَ (اور نہیں لوگوں کو روکا) یہاں الناس سے اہل مکہ مراد ہیں۔ اَنْ يُؤْمِنُوا (یہ کہ وہ ایمان لائیں) یہ منع کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ (جب کہ ان کے پاس ہدایت آچکی) ہدی سے مراد یہاں پیغمبر اور قرآن ہے۔ اِلَّا اَنْ قَالُوا (مگر کہ انہوں نے یہ کہا) یہ منع کا فاعل ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔

وما منعهم الايمان بالقرآن و بنبوۃ محمد ﷺ الا قولهم ابعث الله بشرا رسولا یعنی یہ شبہ ان کے دلوں میں پختہ ہو گیا کہ بشر کو اللہ تعالیٰ نبی نہیں بنا سکتے اسی شبہ نے ان کو ایمان لانے سے روکا۔

اَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا (کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا) اس میں ہمزہ انکار کے لیے ہے اور جس چیز کا انہوں نے انکار کیا پس اس کے خلاف اللہ کے ہاں قابل انکار تھا۔ کیونکہ اس کی حکمت کا تقاضا بھی یہ تھا کہ وہ وحی والا فرشتہ اپنے جیسوں کی طرف بھیجے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اگلے ارشاد میں ان کی تردید اس طرح فرمائی۔

اس کا اصولی جواب:

۹۵: قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَّمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ (آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان کے ساتھ چلتے پھرتے) یمشون سے مراد پیدل چلنا ہے جس طرح کہ انسان چلتے ہیں اور وہ اپنے پروں سے نہ اڑتے کہ آسمان والوں کی باتیں سنتے اور ان چیزوں کا علم حاصل کرتے جن کا جاننا ضروری تھا۔ مطمئنین یہ حال ہے یعنی زمین میں بڑے قرینے سے رہتے لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكَائِرَسُولًا (تو ہم ضرور ان کے لیے آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر اتار دیتے) جو ان کو بھلائی کی تعلیم دیتا اور بھلائی کے مقامات کی طرف ان کی راہنمائی کرتا۔ رہے انسان تو فرشتے کو ان میں سے اسی کی طرف بھیجا جاتا ہے جس

وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُضِلِّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِهِ ۚ

اور اللہ جسے ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے۔ اور وہ جسے گمراہ کرے سو آپ اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمِيَآ وَبِكُمَا وَصَمَّا ۚ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ ۚ كَلَّمَا

اور ہم انہیں قیامت کے دن چہروں کے بل اس حال میں چلائیں گے کہ وہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہو گئے۔ اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ جب بھی

خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ۙ ذَٰلِكَ جَزَاءُ ۙ وَهُمْ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَقَالُوا ءَاذَا كُنَّا

بچھنے لگے گی ہم ان کے لئے اس کو اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔ یہ ان کی سزا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور یوں کہا کہ جب ہم

عِظَامًا وَرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ۙ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي

ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ جس اللہ نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ

آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسے پیدا فرما دے اور اس نے ان کے لئے ایک اجل مقرر کر رکھی ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں،

فَاِنَّ الظَّالِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۙ

سو ظالموں نے بس انکار ہی کیا۔

کونہوت کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ پس وہ چنا ہوا ان کو دعوت دیتا اور ان کی راہنمائی کرتا ہے۔

نَحْوُ: بشرا اور ملکا یہ دونوں رسول سے حال ہیں۔

آپ کی سنت پر اللہ کی گواہی کافی ہے:

۹۶: قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا ۚ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ (آپ کہہ دیں میرے اور تمہارے درمیان شہادت کے لیے اللہ ہی کافی ہے) اس

بات پر کہ میں نے تمہاری طرف وہ پیغام پہنچا دیا جو مجھے دیکر بھیجا گیا اور تم نے اس کو جھٹلادیا اور عناد اختیار کیا۔

نَحْوُ: شہید ایہ تمیز ہے یا حال ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ بَعْبَادِهٖ خَبِيْرًا ۙ بَصِيْرًا (کیونکہ وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا اور دیکھتا ہے) خواہ

وہ ڈرانے والے پیغمبر ہوں یا وہ لوگ ہوں جن کو ڈرایا گیا۔ خیر کا معنی ان کے حالات سے باخبر ہے اور بصیر کا معنی ان کے افعال

کو دیکھنا ہے پس اسی لیے وہ ان کو بدلہ دیگا۔ اس جملہ میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی اور کفار کو وعید سنائی گئی۔

ہدایت طلب والے کو ملے گی:

۹۷: وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ (جس کو اللہ تعالیٰ راہ راست پر لگائے وہی ہدایت پانے والا ہے) قراءت: یعقوب اور سہل نے المہتدی پڑھا ہے۔ ابو عمر و اور مدنی نے وصل میں ان کی موافقت کی ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت قبول کرنے کی توفیق دے دیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہدایت پانے والا ہے۔ وَمَنْ يَضِلُّ (اور جس کو گمراہ چھوڑ دے) یعنی اس کو رسوا اور ذلیل کرے اور اس کی شیطانی وساوس قبول کرنے سے حفاظت نہ کرے۔ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِهِ (تو ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی حمایتی نہ پاؤ گے) جو ان کو راستے پر ڈال سکے۔ یہاں اولیاء انصار و معاونین کے معانی میں ہے۔ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَىٰ وَجُوهِهِمْ (اور ہم ان کو اٹھائیں گے قیامت کے دن چہروں کے بل) یعنی چہروں کے بل ان کو کھینچا جائے گا جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے۔ يَوْمَ يَسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وَجُوهِهِمْ [القمر: ۳۸] آنحضرت ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ وہ چہروں کے بل کیسے چلیں گے۔ تو آپ نے فرمایا جو ذات قدموں سے ان کو چلانیوالی ہے وہ چہروں کے بل بھی چلانے کی قدرت رکھتی ہے [ترمذی۔ احمد]

عُمِيًّا وَبُكْمًا وَصُمًّا (اندھے بہرے اور گونگے) جس طرح کہ وہ دنیا میں نہ بصیرت رکھتے تھے اور نہ سچی بات بولتے تھے اور اس کے سننے سے بھی بہرے تھے وہ آخرت میں بھی اسی طرح ہونگے ایسی چیز نہ دیکھنے پائیں گے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور نہ ہی ایسا نغمہ سنیں گے جس سے ان کے کان لذت پائیں اور نہ ہی وہ ایسی بات بولیں گے جو ان کی طرف سے منظور کی جائے۔ مَا وَهُمْ جَهَنَّمَ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا (ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب وہ آگ دھیمی ہونے لگے گی تو ہم اس کی بھڑک میں اضافہ کر دیں گے) خبت کا معنی لپٹ کا کم ہونا اور سعیر کا معنی بھڑکنا۔

عذاب کے دو سبب کفر اور انکار قیامت:

۹۸: ذَلِكَ جَزَاءُ وَهُمْ بِآيَاتِنَا كَفَرُوا وَالَّذِينَ قَالَُوا إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا (یہ سزا ان کو اس لئے دی جائے گی کہ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے) ذلک کا مشارالیه وہ عذاب ہے جو ان کو اس سبب سے دیا گیا کہ انہوں نے بعث بعد الموت کا انکار کیا پس اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کے سارے اجزاء پر مسلط کر دیا جو ان کو کھار ہی ہے۔ اور پھر مٹا رہی ہے اور وہ اسی حالت میں ہمیشہ رہیں گے تاکہ بعث بعد الموت کی تکذیب پر ان کی حسرت بڑھتی ہی رہے۔

۹۹: أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ (کہ جس اللہ نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کرے) مثلہم سے مراد ان جیسے انسان و جعل لہم أَجَلًا لَا رَيْبَ فِيهِ (اور ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا گیا ہے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں) وہ موت ہے یا پھر قیامت فَأَبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُّورًا (پھر بھی ظالم لوگ بغیر انکار کے نہ رہے) باوجود اس کے کہ دلائل واضح ہو چکے انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی یہ انکار بے جا تھا۔

قُلْ لَّوْاَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذَا الَاْمْسَكْتُمْ خَشِيَةَ الْاِنْفَاقِ ط

آپ فرمادیجئے کہ اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس صورت میں خرچ ہو جانے کے ڈر سے ہاتھ روک لیتے

وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝۱۰۰ وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰیٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَمَنْ فِىْ نَبِیِّ

اور انسان خرچ کرنے میں بڑا تنگ دل ہے اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کھلی ہوئی نو نشانیاں عطا کیں سو آپ بنی اسرائیل

اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاطْنُکَ یَمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝۱۰۱ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتُمْ

سے پوچھ لیجئے جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ موسیٰ بلاشبہ میں تیرے بارے میں یہ گمان کرتا ہوں کہ کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے،

مَا اَنْزَلَ هٰؤُلَآءِ اِلَّا رُبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِصَآئِرٍ وَّاِنِّیْ لَاطْنُکَ یَفِرْعَوْنُ

موسیٰ نے جواب میں کہا کہ تو ضرور جانتا ہے کہ یہ چیزیں آسمانوں اور زمین کے پروردگار ہی نے نازل فرمائی ہیں جو بصیرت کا ذریعہ ہیں اور اے فرعون میں تیرے بارے

مَثْبُوْرًا ۝۱۰۲ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِیْزَهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاعْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهُ جَمِیْعًا ۝۱۰۳

میں یہ خیال کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہو جانے والا ہے، پھر اس نے چاہا کہ انہیں زمین سے اکھاڑ دے سو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو سب کو غرق کر دیا

وَقُلْنَا مِّنْۢ بَعْدِهِ لِبَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ اَسْكُنُوْا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ۝۱۰۴

اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ زمین میں رہو سو اور پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تمہیں جمع کر کے حاضر کر دیں گے

اگر تم خزانوں کے مالک ہوتے تو یہ نبوت محمد (ﷺ) کو ملتی:

۱۰۰: قُلْ لَّوْاَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ (کہہ دیں اگر تم مالک ہوتے) تقدیر عبارت یہ ہے لو تملکون انتم۔

بخوف: کیونکہ لو افعال پر داخل ہوتا ہے اسماء پر نہیں۔ پس فعل کا لانا اس کے بعد ضروری ہے۔ پس تملک کو مضمّر مان لیا گیا کیونکہ اس کی تفسیر آرہی ہے اور ضمیر منفصل کی بجائے ضمیر متصل لائے اور وہ انتم ہے کیونکہ جس سے واو متصل تھی وہ لفظوں میں ساقط ہو گیا پس انتم فعل مضمّر کا فاعل ہے اور تملکون اس کی تفسیر ہے۔ علم نحو کا یہی تقاضہ ہے۔

اہل علم بیان کہتے ہیں کہ انتم تملکون میں اختصاص کی دلالت پائی جاتی ہے اور لوگ ہی انتہائی بخل کے ساتھ خاص ہیں۔ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ (میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے) رزق اور تمام انعامات جو اس نے اپنی مخلوقات پر کر رکھے ہیں۔ اِذَا لَاْمَسْکْتُمْ خَشِيَةَ الْاِنْفَاقِ (تو اس صورت میں تم ضرور خرچ کرنے سے ہاتھ روک لیتے) تم ضرور بخل کرتے اس ڈر سے کہ کہیں انفاق ان کو ختم نہ کر ڈالے۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا (انسان بڑا تنگ دل ہے) قنور کا معنی بخیل ہے۔

نومحجزات موسوی:

۱۰۱: وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰى تِسْعَ اَيٰتٍ بَيِّنٰتٍ (بلاشبہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلے ہوئے نومحجزات دیے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ عصا، ید بیضاء، مکڑی، جوکے، مینڈک، خون، پتھر بن جانا، سمندر اور طور ہیں۔ جس کو بنی اسرائیل پر لکایا۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں وہ طوفان، قحط سالی، نقص ثمرات، اشیاء کا پتھر بننا، سمندر، طور ہیں۔

فَسُئِلَ بَنِي اِسْرَآءِیْلَ (پھر ہم نے کہا تم بنی اسرائیل کو (فرعون سے) مانگ لو) یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا بنی اسرائیل کو فرعون سے مانگ اور اس طرح کہہ فارسل معی بنی اسرائیل [الاعراف: ۱۰۵] اِذْ جَآءَهُمْ (جب کہ وہ ان کے پاس آئے) یہ قول محذوف کے متعلق ہے۔ اِی قُلْنَا لَهُ سَلِّمْ حِیْنَ جَآءَهُمْ۔ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَا ظَنُّكَ بِمُوسٰى مَسْحُوْرًا (ان کو فرعون نے کہا میرا تو قطعی خیال ہے کہ تیرے اوپر اے موسیٰ جادو کر دیا گیا ہے) تمہیں جادو کیا گیا جس سے تمہاری عقل بگڑ چکی۔

موسیٰ علیہ السلام کی تقریر:

۱۰۲: قَالَ (کہا) موسیٰ علیہ السلام نے لَقَدْ عَلِمْتُ (تحقیق تو جانتا ہے) اے فرعون مَا اَنْزَلَ هٰؤُلَآءِ اِلَّا رِبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نہیں اتاری یہ آیات مگر آسمانوں اور زمین کے رب نے) هٰؤُلَآءِ کا مشارالیه آیات ہیں۔ رب کا معنی انکا خالق بَصَآئِرًا (بصیرت حاصل کرنے کیلئے) یہ حال ہے بمعنی واضح، کھلی، البتہ تو معاند ہے۔ اور دوسری آیت میں فرمایا: وَجحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلماً وعلواً [النحل: ۱۲]

قراءت: علی نے عَلِمْتُ ضمہ سے پڑھا۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ میں مسحور نہیں ہوں جیسا کہ تم نے میرے متعلق بیان کیا بلکہ میں معاملے کی صحت کو جاننے والا ہوں اور ان آیات کا اتارنے والا آسمان و زمین کا رب ہے پھر آپ نے اپنے گمان کو اس کے گمان کے ساتھ اس طرح مقابلہ کیا۔

وَ اِنِّیْ لَا ظَنُّكَ بِفِرْعَوْنٍ مَّشُوْرًا (بیشک میں تمہیں اے فرعون ہلاک ہونے والا گمان کرتا ہوں) گویا کہ آپ نے اس طرح فرمایا کہ اگر تو مجھے مسحور قرار دیتا ہے تو میرے خیال میں تو ہلاک ہونے والا ہے۔ اور میرا گمان تیرے گمان سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کی علامات ظاہر ہیں اور وہ تیرا انکار ہے جس کا صحیح ہونا تو پہچان چکا ہے اور اس کی آیات کے واضح ہونے کے بعد تو ڈھٹائی سے انکا مقابلہ کر رہا ہے اور رہا تیرا گمان تو وہ محض جھوٹ ہے کیونکہ تو نے میرے معاملے کو جاننے کے باوجود یہ کہہ دیا ہے اِنِّیْ لَا ظَنُّكَ مَسْحُوْرًا یہ جھوٹا قول ہے۔ فراء کہتے ہیں کہ مشور کا معنی بھلائی سے پھرا ہوا جیسے عرب کا قول ہے۔ مَا ثَبَرَكَ عَنْ هٰذَا یعنی اس بات سے تمہیں کس بات نے پھیر دیا اور روک دیا۔

۱۰۳: فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ (اس نے ارادہ کیا کہ وہ ان کے قدم اکھاڑ دے) یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نکال دے۔ مِّنَ الْاَرْضِ (زمین سے) یعنی ارض مصر سے یا سطح زمین سے ان کو قتل و استیصال سے جلا وطن کرے۔ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهُ جَمِیْعًا (پس ہم نے اس کو اور اس کے تمام ساتھ والوں کو غرق کر دیا) پس اس کی تدابیر اسی پر طاری ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو

وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝۱۵ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ

اور ہم نے اسے حق کے ساتھ اتارا، اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا، اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور ہم نے قرآن میں جا بجا فعل رکھا ہے

لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْتٍ وَنَزَلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۝۱۶ قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّ

تا کہ آپ لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے آپ فرما دیجئے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ بلاشبہ

الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ۝۱۷ وَيَقُولُونَ

جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ان کے سامنے رحمن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ٹھوڑیوں کے بل جعدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں

سُبْحَنَ رَبِّنَا إِن كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۝۱۸ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَسْكُونُونَ وَيَزِيدُهُمْ

کہ ہمارا رب پاک ہے بلاشبہ ہمارے رب کا وعدہ ضرور ہی پورا ہونے والا ہے اور وہ رونے کی حالت میں ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کا

خُشُوعًا ۝۱۹

خُشُوعًا بڑھا دیتا ہے

قطبیوں سمیت مصر سے اکھاڑ دیا۔

بنی اسرائیل کو ٹھکانہ دیا:

۱۰۴: وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَءِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ (اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل کو کہا تم اس سرزمین میں رہو) بعدہ سے مراد فرعون کے بعد۔ الارض سے وہ سرزمین مراد ہے جس سے فرعون نے اس کو نکالنے کا ارادہ کیا۔ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ (پس جب آخرت والا وعدہ آجائے گا۔) آخرت سے مراد یہاں قیامت ہے۔ جِنْنًا بِكُمْ لَفِيفًا (تو ہم سب کو جمع کر کے حاضر کر دیں گے۔) لفیفہ کا معنی جمع کر کے باہم ملا کر۔ اس حال میں کہ تم اور وہ سب ملے ہوئے ہوں گے پھر ہم تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے اور سعادت مند اور بد بختوں کے درمیان امتیاز کر دیں گے اللَّفِيفُ کا معنی جماعتوں کی صورت میں جو مختلف قبائل پر مشتمل ہوگی۔

۱۰۵: وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ (اور حق ہی کے ساتھ ہم نے قرآن کو اتارا ہے اور حق ہی کے ساتھ وہ نازل ہوا) ہم نے اس قرآن کو حکمت کے ساتھ اتارا اور یہ اس حالت میں اتارا کہ حق اور حکمت اس کے ساتھ ملی ہوئی ہے کیونکہ یہ ہر خیر کی طرف ہدایت پر مشتمل ہے۔

(۲) ہم نے اس کو آسمان سے حق کے ساتھ اتارا ہے اور فرشتوں کی نگرانی سے اس کو محفوظ رکھا اور یہ رسول پر اس حال میں اترا ہے کہ شیاطین کی ملاوٹ سے بالکل محفوظ ہے۔

نکتہ: راوی کہتا ہے کہ محمد بن سماک بیمار ہو گئے ہم نے انکا پانی لیا اور اس کو ایک نصرانی طبیب کے پاس لے گئے ہم نے دیکھا کہ ہمارے سامنے ایک انتہائی حسین چہرے والا عمدہ خوشبو والا صاف ستھرے کپڑوں والا آدمی سامنے آیا کہنے لگا کہاں جا رہے ہو ہم نے کہاں فلاں طبیب کی طرف تاکہ ابن سماک کا پانی اس کو دکھائیں اس نے کہا سبحان اللہ ایک ولی اللہ کی بیماری کے سلسلے میں اللہ کے دشمن سے مدد لے رہے ہو اس پانی کو زمین میں پھینک دو اور ابن سماک کی طرف لوٹ جاؤ اور اس کو کہو کہ درد کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھ کر یہ کہے: (وبالحق انزلہ وبالحق نزل) پھر وہ آدمی ہمارے سامنے سے غائب ہو گیا ہمیں نظر نہ آیا۔

ہم ابن سماک کے پاس لوٹے اور اس بات کی اطلاع دی ابن سماک نے اپنا ہاتھ درد والی جگہ پر رکھا اور آیت کے الفاظ دہرائے اسی وقت ان کو آرام آ گیا راوی کہتے ہیں کہ وہ آدمی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (اور اے محمد ﷺ ہم نے آپ کو صرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے) یعنی جنت کی خوشخبری دینے والے اور جہنم سے ڈرانے والے۔

تھوڑا تھوڑا اتارنے میں حکمت:

۱۰۶: وَقَرَأْنَا فَرَقْنَاهُ (اور قرآن مجید میں ہم نے فصل رکھا ہے) قرآن کا لفظ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر فَرَقْنَاهُ کر رہا ہے تقدیر عبارت یہ ہے فَصَّلْنَاهُ نمبر ۲۔ فرقنا فیہ الحق والباطل ہم نے اس میں حق سے باطل کو الگ کر دیا۔ یعنی حق و باطل میں امتیاز کر دیا۔ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ (تاکہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھیں) یعنی آہستگی سے اور ثابت قدمی سے۔ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا (اور ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا) حوادث کے مطابق۔

تم مانویانہ مانو اس کے مصدق موجود ہیں:

۱۰۷: قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖ اَوْ لَا تُوْمِنُوْا (کہہ دیجئے کہ تم اس کو سچا مانویانہ مانو)۔ یعنی اپنے نفوس کیلئے ہمیشہ کی نعمتیں چن لو یا دردناک عذاب پھر اس ارشاد سے اس کا سبب بتلایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ (بیشک وہ لوگ جن کو اس سے پہلے علم ملا) اور علم سے مراد یہاں قرآن مجید سے پہلے اترنے والی کتاب تورات مراد ہے۔ اِذَا يُتْلٰی عَلَیْهِمْ (جب ان پر پڑھا جاتا ہے)۔ یعنی قرآن یَخْرُوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں) سجد احوال ہے۔

مصدقین کے اقوال:

۱۰۸: وَيَقُولُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (اور وہ کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہوا چاہتا ہے) اسلئے کہ دوسرے مقام پر فرمایا اٰمِنُوْا بِهٖ اَوْ لَا تُوْمِنُوْا یعنی ان سے تم منہ موڑ لو۔ بیشک اگر وہ ایمان نہ لائیں اور قرآن کی تصدیق نہ کریں پس بیشک ان میں سے بہتر وہ علماء ہیں جنہوں نے کتاب کو پڑھا اور اس پر ایمان لائے۔ اور اس کی تصدیق کی جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اللہ کے حکم کی تعظیم کیلئے اسکی تسبیح کرتے ہیں اور اس وعدے کے پورا ہونے پر جو کچھلی کتابوں میں بعثت محمد ﷺ کے متعلق کیا گیا اور قرآن کے ان پر اتارے جانے کی وجہ سے۔

قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَدْعُوا الرَّحْمَنَ أَيَّامًا تَدْعُوهُ فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ وَلَا تَجْهَرُوا

آپ فرما دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر جس نام سے بھی پکارو سو اس کے لئے اچھے اچھے نام ہیں، اور نماز میں

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافُ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۱۵

نہ تو زور کی آواز سے پڑھئے اور نہ چپکے چپکے پڑھئے اور دونوں کے درمیان اختیار کر لیجئے

مذکورہ وعدہ سے یہی مراد ہے ان یہاں اَنَّهُ کے معنی میں ہے۔ اور یہ فعل کی اسی طرح تاکید کرتا ہے۔ جس طرح اِنَّ اسم کی تاکید کرتا ہے۔ اور جس طرح اِنَّ کو فانہم لمحضرون۔ [الصفات: ۱۲۷] میں لام سے مؤکد کیا گیا اسی طرح اِنَّ کو لام کے ساتھ لمفعولاً میں مؤکد کیا گیا ہے۔

۱۰۹: وَيَخْرُونَ لِلْذُّقَانِ يَبْكُونَ (وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہوئے روتے ہیں) الخرود للذقن کا معنی چہرے کے بل گرنا ہے۔ ٹھوڑی کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں زمین کی طرف سب سے زیادہ قریب چہرے کا حصہ ٹھوڑی ہے۔ کہا جاتا ہے خر علی وجہہ وعلی ذقنہ وخر لوجہہ ولذقنہ۔ علی کا معنی تو ظاہر ہے۔ رہا لام کا معنی تو گویا اس نے اپنی ٹھوڑی اور چہرے کو خروڑ کیلئے مقرر کر دیا اور خاص کر دیا کیونکہ تخصیص کو ظاہر کرتی ہے۔

يَخْرُونَ لِلْذُّقَانِ کو دوبارہ لائے۔ کیونکہ دونوں حالتیں مختلف ہیں۔ اور وہ دونوں حالتیں یہ ہیں انکا گرنا اس حالت میں کہ وہ سجدہ ریز ہیں۔ نمبر ۲۔ انکا گرنا اس حالت میں کہ وہ رونے والے ہیں۔

وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا (اور وہ انکا خشوع بڑھاتا ہے۔) یعنی قرآن۔ خُشُوع دل کی نرمی اور آنکھ کی رطوبت کو کہتے ہیں۔ اللہ کو اس کے اچھے نام سے پکارو:

۱۱۰: قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَدْعُوا الرَّحْمَنَ (آپ کہہ دیں کہ تم اللہ تعالیٰ کو پکارو یا رحمان کو پکارو) نمبر ۱۔ جب ابو جہل نے اس کو سنا تو کہنے لگا محمد کہتا ہے یا اللہ، یا رحمان اور ہمیں دو الہ کی عبادت سے روکتا ہے۔ اور خود کو پکارتا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری:

۲: اہل کتاب نے کہا تو رحمن کا ذکر کم کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں کثرت سے اس اسم کو نازل فرمایا ہے۔ پس یہ آیت ان کے جواب میں اتاری۔

الدعاء نام رکھنے کے معنی میں ہے نداء کے معنی میں نہیں اور او کا لفظ تخییر کیلئے ہے کہ خواہ یہ نام رکھ یا یہ نمبر ۲۔ اس نام سے اس کا ذکر کرو یا اس نام سے۔

أَيَّامًا تَدْعُوهُ (جس نام سے پکارو) تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اور ماتا تاکید کیلئے بڑھایا گیا ہے۔ اور یا کا نصب تدعو کی وجہ سے ہے۔ اور وہ اتی کی وجہ سے مجزوم ہے۔ یعنی ان دونوں ناموں میں سے جس نام کا تم ذکر کرو اور جو نام رکھو۔ فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ اس کے اچھے نام ہیں۔ فلہ میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف لوٹی ہے۔ اور فاء اس لئے لائے کیونکہ وہ جواب شرط ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ أَيَّامًا تَدْعُوا فَهُوَ حَسَنٌ۔ پس اس کی جگہ فلہ الاسماء الحسنیٰ فرمادیا۔ کیونکہ جب

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ

اور آپ یوں کہیے کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے لئے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے لئے ملک میں کوئی شریک ہے، اور نہ ایسی بات ہے

لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الدُّلِّ وَكِبْرُهُ تَكْبِيرًا ۝۱۱

کہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہو، اور خوب اچھی طرح سے اس کی بڑائی بیان کیجئے

اس کے تمام اسماء خوب و حسن ہیں۔ یہ دونوں نام بھی انہی میں سے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ یہ احسن الاسماء ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمجید و تقدیس و تعظیم کے معانی میں مستعمل ہیں۔ وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ (اور تو نہ پکار کر پڑھ اپنی نماز کو) یعنی اپنی نماز کی قراءت میں۔ اس میں مضاف محذوف ہے۔ کیونکہ اس میں التباس نہیں اس لئے کہ جہر و مخافت دو صفات ہیں۔ جو آواز پر باری باری وارد ہوتی ہیں۔ نہ کہ کسی اور پر۔ اور صلوة افعال و اذکار ہیں۔ آپ ﷺ اپنی قراءت میں آواز کو بلند فرماتے جب مشرکین نے سنا تو شور مچایا اور گالیاں بکیں۔ پس آپ کو حکم ہوا کہ آواز ہلکی کر لیں۔ اب مطلب یہ ہوا وَلَا تَجْهَرُ حَتَّى تَسْمَعَ الْمَشْرِكِينَ وَلَا تَخَافَتْ حَتَّى لَا يَسْمَعَ مِنْ خَلْفِكَ نَدَاتِنِ زُورٍ سے قراءت کریں کہ مشرکین سنیں اور نہ اتنا آہستہ کریں یہاں تک کہ تمہارے پیچھے والے بھی نہ سن سکیں۔

وَلَا تُخَافَتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا۔ اور نہ اسکو بالکل آہستہ کریں۔ وابتغ بین ذلك (اور تلاش کر اسکے درمیان) جہر و مخافت کے درمیان۔ سبیلًا: (راستہ) درمیانہ نمبر ۲: اس کا معنی یہ ہے تو اپنی تمام نماز نہ تو جہر پڑھ اور نہ تمام کو آہستہ بلکہ اسکے درمیان راستہ اختیار کر کہ رات کو نماز جہر سے ادا کر اور دن کی نماز آہستہ قراءت سے ادا کر۔ نمبر ۳: صلاحتك کا معنی دعا ہے اپنی دعا ضرور سے مت کر۔

اور نہ اس کو بالکل آہستہ کریں:

۱۱: وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا (اور کہہ دو: تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے بیٹا نہیں بنایا) جیسا کہ یہود و نصاریٰ بنویح کا خیال ہے۔ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ (اور نہ ہی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے) جیسا مشرکین نے خیال کیا۔ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الدُّلِّ اور نہ اس کا کوئی مددگار ہے کمزوری کی وجہ سے (کیونکہ وہ کمزوریوں سے پاک ہے) یعنی اس پر کمزوری آہی نہیں سکتی کہ کسی مددگار کی ضرورت پڑے نمبر ۲۔ وہ کسی سے دوستی کمزوری کی وجہ سے نہیں کرتا تا کہ وہ اس کی طرف سے مدافعت کرے۔ وَكِبْرُهُ تَكْبِيرًا (اور تم اس کی خوب بڑائیاں بیان کرو) اس کی تعظیم کرو اور اس کی صفات بیان کرو کہ اس سے برتر ذات ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو یا اس کا کوئی شریک ہو۔

آیت العز:

آپ نے اس کو آیت العز قرار دیا۔ جب کوئی بچہ بنی عبدالمطلب میں بولنے لگ جاتا تو اسکو یہ آیت یاد کرادی جاتی۔ (اخرچہ ابن ابی شیبہ)

الحمد لله أولا و آخرًا ظاهرًا و باطنًا بفضلہ تمت ترجمة تفسير سورة الاسراء بثالث يوم من رمضان ١٤٢٣ هـ من الهجرة

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيَّةٌ وَعَشْرُ آيَاتٍ اِثْنَا عَشَرَ مُرْكُوعًا

سورہ کہف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۲۰ آیات اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝۱ قِیْمًا

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی، اس کتاب کو استقامت والا بنایا

لَیُّنْذِرَ بِاَسَاسٍ دَیْدًا مِّنْ لَّدُنْهٖ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

تا کہ وہ اللہ کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور مومنین کو بشارت دے جو نیک عمل کرتے ہیں

اِنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝۲ مَا كِثِّیْنَ فِیْهِ اَبَدًا ۝۳ وَیُنْذِرُ الَّذِیْنَ قَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ

کہ ان کے لیے اچھا اجر ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور تا کہ ان لوگوں کو ڈرائے جنہوں نے کہا کہ اللہ اولاد

وَلَدًا ۝۴ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَّالَا بِآیٰهِمْ كَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۝۵

رکھتا ہے، انہیں اس کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہے اور نہ ان کے ما داووں کو، بڑا بول ہے جو انکے مونہوں سے نکل رہا ہے

اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا ۝۶

یہ لوگ بس جھوٹ ہی بول رہے ہیں۔

قرآن و صاحب قرآن کی عظمت:

۱: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے اپنے بندے پر کتاب کو اتارا)۔ عبدہ سے حضرت محمد ﷺ مراد ہیں۔ الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود تلقین فرمائی اور خود بتلایا کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں اور کیسے اس کی کثیر و جزیل نعمت پر شکر یہ ادا کریں۔ وہ سب سے بڑی نعمت اسلام ہے اور وہ کتاب ہے جو اس نے حضرت محمد ﷺ پر اتاری جو کہ ان کے لئے سبب نجات ہے۔ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا (اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی) ذرہ بھر بھی کجی نہیں۔ عوج کا لفظ معانی میں وہی مفہوم ادا کرتا ہے۔ جو عوج کا لفظ اعیان میں۔ جیسے کہتے ہیں فی رَایہ عِوَجٌ وَ فِیْ عَصَا عِوَجٌ لَّا تُصِیْطُ فِیْ رَاسِیْہَا پین ہے۔ یہاں مقصود معنی میں اختلاف و تناقض کی نفی ہے۔ اور اس سے جو چیز بھی نکلتی ہے وہ پر حکمت ہے۔

قرآن قیم ہے:

۲: قِيَمًا (استقامت کے ساتھ) یہ فعل مضمر جَعَلَهُ سے منصوب ہے۔ اے جعلہ قیماً کیونکہ جب کجی کی اس سے نفی کر دی تو گویا استقامت اس کے لئے خود ثابت ہو گئی عَوَج کی نفی اور اثبات استقامت دونوں کو اسلئے جمع کر دیا۔ باوجودیکہ ایک دوسرے سے مستغنی ہے۔ تاکہ تاکید ہو جائے بہت سے سیدھے لوگ جن کی استقامت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جانچ پڑتال کے وقت تھوڑی بہت ٹیڑھ سے خالی نہیں ہوتے۔ (اس لئے دونوں صفات لا کر ادنیٰ کی بھی نفی کر دی) نمبر ۲۔ تمام کتابوں کا قرآن قیم ہے۔ ان کی تصدیق کرنے والا اور ان کی صحت کا گواہ ہے۔

لَيُنْذِرَ (تاکہ وہ ڈرائے) ان لوگوں کو جو کفر کر نیوالے ہیں۔ يَاسًا شَدِيدًا (سخت پکڑ) یعنی سخت عذاب سے۔ لَيُنْذِرَ دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے اِنَّا اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا [النساء: ۴۰] یہاں ایک پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ اصل اس طرح ہے لَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَاسًا شَدِيْدًا بِاَسْ عَذَابٍ كُوْكِبَتْ هِيَ۔ یہاں اکتفاء علی المفعول کی وجہ یہ ہے۔ منذر بہ وہی ہے جس کی طرف چلایا جا رہا ہے پس اس پر اکتفاء کیا گیا۔

مِنْ لَّدُنْهُ (جو اس کی طرف ہوگا) اس کی طرف سے صادر ہونے والا ہے۔ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصَّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ (اور وہ خوشخبری دے ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرنے والے ہیں کہ ان کے لئے) اس وجہ سے کہ ان کے لئے اَجْرًا حَسَنًا (اچھا اجر ہے) یعنی جنت ہے۔ قراءت: يُّبَشِّرُ سکونِ باء کے ساتھ حمزہ علی نے پڑھا ہے۔

۳: مَا كَثِيْرٌ فِيْهِ اَبَدًا (وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) یہ ماکثین حال ہے لَہُمْ کے ساتھ ہم ضمیر سے۔ فیہ سے مراد اس کا اجر و بدلہ یعنی جنت ہے ابدًا ہمیشہ کے معنی میں آتا ہے۔

۴: وَيُنْذِرُ الَّذِيْنَ قَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (اور وہ ڈرائے ان لوگوں کو جنہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا ہے) یہاں ان لوگوں کو ذکر کر دیا جن کو ذرا یا گیا ہے منذر بہ کا ذکر نہیں کیا۔ پہلے مقام میں اس کا عکس ہے۔ اس لئے کہ پہلے تذکرہ ہو چکا اب دوبارہ ضرورت نہیں۔

کفار کی بات سفید جھوٹ ہے:

۵: مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ (ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں) بیٹے بنالینے کی نمبر ۲۔ بیٹا ہونے کا یہ مطلب یہ ہے کہ ان کی یہ بات کسی علمی دلیل پر مبنی نہیں۔ بلکہ جہل مرکب کا نتیجہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا ہی ناممکن و محال ہے تو پھر انہوں نے یہ کیونکر کہہ دیا مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ؟ اس کا مطلب یہ ہے ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں کیونکہ وہ ایسی بات ہی نہیں جو علم میں آئے کیونکہ وہ محال ہے۔ اور کسی چیز کے متعلق علم کی نفی یا تو اس لئے ہوتی ہے کہ اس تک پہنچنے والا راستہ معلوم نہیں یا اس لئے کہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے محال و ناممکن ہوتی ہے۔ وَلَا يَلَاٰ بَآئِنَهُمْ (اور نہ ان کے آباء کے پاس) جن کی یہ تقلید کرنے والے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ (بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے) کلمۃ یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور اس میں تعجب کا

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسِكَ عَلَىٰ اثَارِهِمْ إِنَّ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ۝

سو ایسا تو نہیں کہ آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو غم کی وجہ سے ہلاک کر دینے والے ہیں اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائیں،

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَإِنَّا

بلاشبہ زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اس کے لیے زینت بنایا ہے تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے اور زمین پر

لَجَعَلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۝

جو کچھ ہے بلاشبہ ہم اسے بالکل صاف میدان بنا دینے والے ہیں۔

معنی پایا جاتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ان کی بات بات ہونے کے اعتبار سے کتنی بڑی ہے۔ کبر میں ضمیر اتخذ اللہ ولد کی طرف لوٹتی ہے۔ اور اس کو کلمہ جیسا کہ قصیدہ نام رکھتے ہیں۔ تخرج من افواہہم یہ کلمہ کی صفت ہے۔ جو اس کلمہ کی بڑائی کو ظاہر کر رہی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس کو بولنے کی جرأت کی تھی۔ اور اپنے مونہوں سے بک دیا تھا۔ بلاشبہ شیطان بہت سے وساوس منکرہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی سے ڈالتا رہتا ہے۔ جن کو زبان پر لانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کو پی جاتے پھر اس منکر ترین بات کا حال خود سمجھ لو۔

إِن يُقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا (وہ جھوٹ ہی کہتے ہیں) وہ یہ بات نہیں کہتے إِلَّا كَذِبًا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی قولاً کذباً جھوٹی بات۔

اعراض پر غم نہ کرو:

۶: فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسِكَ (شاید کہ آپ اپنی جان کو ہلاک کر دیں گے) اپنی جان کو قتل کرنے والے ہیں۔ عَلَىٰ اثَارِهِمْ (ان کے پیچھے) کفار کے پیچھے۔ آیت میں آپ کو اور کفار کے منہ موڑنے، ایمان نہ لانے کو اور ان کے اعراض پر جو آپ پر غم طاری ہوتا ہے ایک ایسے آدمی سے تشبیہ دی جس کے دوست اس سے جدا ہوں اور وہ ان کے نشانہائے قدم پر حسرت و افسوس سے اپنے آپ کو گرا رہا ہو۔ اور ان پر غم کی شدت اور جدائی پر افسوس میں ہلاکت کے قریب کر دے۔

إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ (اگر وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے) حدیث سے قرآن مجید مراد ہے۔ أَسَفًا (افسوس کے طور پر) یہ مفعول لہ ہے۔ یعنی شدت غم و افسوس سے۔ اور اسف غم و غضب میں مبالغہ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

دُنیا آزمائش گڑھ ہے:

۷: إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا (بیشک ہم نے بنادیا جو کچھ زمین پر ہے اس کو زمین کیلئے زینت بنایا ہے) یعنی ایسی چیزیں ہیں جو زمین اور اہل زمین کیلئے باعث زینت بن سکتی ہیں۔ جیسے زخارف ارض اور جوان میں سے عمدہ ہیں۔

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ۖ إِذْ

کیا آپ نے یہ خیال کیا ہے کہ کہف اور رقیم والے ہماری نشانوں میں سے عجیب چیز تھے، جب

أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ

جوانوں نے غار میں ٹھکانہ پکڑا تو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرما، اور ہمارے لیے ہمارے

لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۖ فَضَرْبَنَا عَلَىٰ أَذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ۖ

کام میں اچھی صورت حال مہیا کر دیجئے سو ہم نے ان کے کانوں پر سالہا سال تک پردہ ڈال دیا

ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ۖ

پھر ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ ہم جان لیں کہ دونوں گروہ میں سے کونسا گروہ ان کے ٹھہرنے کی مدت کو ٹھیک طرح شمار کرنے والا ہے۔

لِنَبْلُوهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (تاکہ ہم ان کو آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے) حسن عمل یہ ہے کہ دنیا

سے زہد بے رغبتی اختیار کرے اور اس کی وجہ سے غرور میں مبتلا نہ ہو۔

تمام زمینیں چٹیل میدان بن جائے گی:

۸: پھر اس کی طرف میلان میں بے رغبتی دلانے کیلئے فرمایا وَآنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا (بیشک ہم زمین کی تمام چیزوں کو بنانے والے ہیں) حاسے مراد دنیا کی زینت۔ صَعِيدًا (چٹیل زمین) جُرُزًا (خشک) جس میں نباتات باقی نہ رہے اس کے بعد کہ سرسبز اور گھاس والی تھی۔ حاصل یہ ہے کہ ہم حیوانات کو موت دیکر اس کی آبادی کو ختم کر کے ویرانے میں بدل دیں گے اس کے تمام درخت و نبات وغیرہ کو خشک کر دیں گے۔

مختصر واقعہ اصحاب کہف:

۹: جب کلی آیات کا تذکرہ تزیین ارض اور اس کے اوپر جو قسم قسم کے اشیاء بے حساب پیدا کیں۔ اور پھر ان تمام کے ازالہ کہ گویا انکا وجود ہی نہ تھا سے کیا جا چکا تو فرمایا۔ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ (کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ کہف و رقیم والے) یہ آیات اصحاب کہف کے واقعہ اور مدت دراز تک ان کی زندگی کے بقاء سے زیادہ عجیب تر ہیں۔ الکھف پہاڑ میں وسیع غار کو کہتے ہیں۔ الرقیم نمبر ۱۔ ان کے کتے کا نام ہے۔ نمبر ۲۔ ان کی بستی کا نام ہے نمبر ۳۔ اس کتاب اور تختی کا نام ہے جو ان کے حالات کے سلسلہ میں لکھی گئی ہے۔ نمبر ۴۔ اس پہاڑ کا نام ہے جس میں وہ غار واقع تھا۔

كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا (وہ ہماری عجیب نشانوں میں سے تھے) یعنی وہ عجیب نشانی تھے ہماری نشانوں میں سے۔ مصدر کو بطور صفت لایا گیا۔ نمبر ۲۔ مضاف کو محذوف مانیں یعنی اے ذات عجب۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ۝۱۳

ہم آپ سے ان کا واقعہ بالکل ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، بلاشبہ یہ چند جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دیدی،

وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَ

اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا جب وہ کھڑے ہوئے سوانہوں نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، ہم اس کے علاوہ کسی کو

مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذَا شَطَطًا ۝۱۴ هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً

معبود نہیں بنائیں گے اس صورت میں تو ہم یقینی طور پر بڑی زیادتی کی بات کرنے والے ہو جائیں گے۔ یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنالئے

لَوْ لَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۝۱۵

کیوں نہیں لے آتے اس پر کھلی ہوئی دلیل، سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے،

وَإِذْ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَاوْا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ

اور جب تم ان لوگوں سے اور انکے معبودوں سے جدا ہو گئے جو اللہ کے سوا ہیں تو غار کی طرف پناہ لے لو، تمہارا رب تم پر اپنی رحمت

رَحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مَرْفَقًا ۝۱۶

پھیلا دے گا اور تمہارے مقصد میں آسانی مہیا فرمائے گا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے مگر یہاں لَنْعَلَمَ کا صیغہ کیوں لایا گیا؟

جواب: نمبر ۱۔ یہاں علم سے مراد ظہور ہے۔ تاکہ عبرت اور ایمان میں اضافہ ہو اور اس زمانہ کے ایمان والوں کے لئے کفار کے خلاف ایک واضح نشانی بن جائے۔ نمبر ۲۔ تاکہ ہم انکا اختلاف موجود کے اعتبار سے جان لیں۔ جیسا کہ ہم اس کو وجود سے قبل اپنے علم کے اعتبار سے جانتے ہیں۔

تفصیلی واقعہ:

۱۳: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ (ہم آپ سے انکا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں) سچائی کے ساتھ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ (بیشک وہ نو جوان تھے) فِتْيَةٌ جمع فِتًی ہے۔ الفتوت سخاوت کرنا، ایذا سے اپنے کو روکنا، شکوی کو ترک کرنا، محارم سے اجتناب، مکارم کا استعمال کرنے کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ الفتی اس کو کہا جاتا ہے جو فعل کے کرنے سے قبل اس کا دعویٰ نہ کرے اور کرنے کے بعد اپنے آپ کو پاک قرار نہ دے۔ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى (وہ اپنے رب پر ایمان لائے تھے۔ ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی دے دی) یقین بڑھا دیا۔ یہ دقیانوس بادشاہ کے خاص لوگوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں

میں ایمان کو ڈال دیا۔ اور ان کو خطرہ محسوس ہوا۔ اور آپس میں کہنے لگے ہم میں سے دو، دو خلوت میں جا کر ایک دوسرے کو اپنی خفیہ بات بتلا دیں۔ انہوں نے ایسا کیا تو وہ سب ایمان پر متفق نکلے۔

دلوں کو ایمان پر مضبوط کرنا:

۱۴: وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ (اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے) ہم نے ان کو وطن چھوڑنے پر مضبوطی سے جمادیا۔ اور دین میں پختگی عنایت کی اور کسی غار میں پناہ گزینی پر پختہ کر دیا۔ کلمہ حق پر قائم رہنے کی جرأت دی اور اسلام کے ظاہر کرنے کی جسارت بخشی۔ اِذْ قَامُوا (جبکہ وہ کھڑے ہوئے) اس ظالم دقیانوس کے سامنے سے کھڑے ہوئے۔ اور عبادت اصنام کے ترک پر اس کے عتاب کی کوئی پرواہ نہ کی۔ فَقَالُوا رَبَّنَا رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پھر کہنے لگے ہمارا رب تو وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے) یہ بات انہوں نے بطور فخر کہی۔ لَنْ نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اِلٰهًا (ہم اس کے سوا اور کسی معبود کی ہر گز عبادت نہ کریں گے۔) اگرچہ ہم نے انکا الہ ہی نام بولا ہے۔ لَقَدْ قُلْنَا اِذَا شَطَطًا (اگر ہم ایسا کریں گے تو اس وقت ہم حد سے بڑھی ہوئی بات کریں گے) ایسی بات کہیں گے جو زیادتی والی ہے۔ الشَّطَطُ ظَلَمٌ مِّنْ اَفْرَاطٍ اور زیادتی کرنا۔ یہ شَطَطٌ يَشُطُّ اور يَشُطُّ سے لیا گیا جب کہ دور جائے۔

قومی مذہب:

۱۵: هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِهٖ اِلٰهَةً (ہماری اس قوم نے اس کے سوا دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے) هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اس کا عطف بیان ہے۔ اتَّخَذُوا اس کی ایک خبر ہے۔ یہ جملہ خبریہ ہے۔ جو انکار کے معنی میں ہے۔

لَوْ لَا يَأْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ (وہ اس پر کوئی واضح دلیل کیونکر نہیں لاتے) یہاں لَوْ لَا یہ هَؤُلَاءِ کے معنی میں ہے۔ يَأْتُوْنَ سے مراد ان بتوں کی عبادت کرنے پر۔ مضاف کو حذف کر دیا۔ سُلْطٰنٌ بَيِّنٌ سے حجت ظاہرہ مراد ہے۔ درحقیقت اس میں ان کو زلانا مقصود ہے۔ کیونکہ بتوں کی عبادت پر صحیح دلیل کا ملنا محال ہے۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (پس اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا) کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شریک کی نسبت کی۔

باہمی فیصلہ:

۱۶: وَاِذْ اَعْتَرٰتُمُوْهُمْ (جب تم ان سے الگ ہو جاؤ) اس میں انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کیا جبکہ اپنے دین کو بچانے کیلئے بھاگنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ وَمَا يَعْبُدُوْنَ (اور جن کی یہ عبادت کرتے ہیں) ہم ضمیر پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی واذا اعتزلتموهم واعتزلتم معبودهم۔

اِلَّا اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ کے سوا) یہ مستثنیٰ متصل ہے۔ کیونکہ وہ خالق کا اقرار کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے۔ جیسا کہ اہل مکہ نمبر ۲۔ مستثنیٰ منقطع ہے ای اذا اعتزلتم الکفار والاصنام التی يعبدونها من دون اللّٰه۔ جب تم

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزْوُرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ

اور اے مخاطب تو دیکھے گا کہ جب سورج نکلے گا تو وہ ان کے غار سے دائیں طرف کو بچ کر گزر جاتا ہے اور جب وہ چھپتا ہے

تَقْرُضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّ الْيَهُودَ يَهْتَدُونَ

تو ان کی بائیں طرف سے کتراتا ہوا چلا جاتا ہے اور وہ غار کے ایک فراخ حصہ میں تھے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ ہدایت دے

فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَن يُضِلِّ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝۱۷ وَتَحْسَبُهُمْ آيَاقًا

سو وہی ہدایت پانے والا ہے، اور جس کو وہ گمراہ کرے تو اے مخاطب تو اس کے لیے کوئی مددگار راہ بتانے والا نہ پائے گا، اور اے مخاطب تو ان کو دیکھتا تو خیال کرتا کہ وہ جاگ رہے ہیں

وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقِلُّهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۚ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ

حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور ہم انہیں دائیں کروٹ پر اور بائیں کروٹ پر بدل دیتے تھے اور ان کا کتا دلیلیں پر اپنے ہاتھ

ذِرَاعِيهِ بِالْوَصِيدِ لَوِطَتْ عَلَيْهِمْ لَوِئْتِ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعبًا ۝۱۸

بچھائے ہوئے تھا، اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لیتا تو ان کی طرف سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا اور ان کی وجہ سے تیرے اندر رعب بھر جاتا

کفار اور ان اصنام سے الگ ہو جاؤ جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہیں۔ نمبر ۳۔ یہ جملہ معترضہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے جو انوں کے متعلق خبر دی ہے۔ کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے نہ تھے۔ فَأَوَّا إِلَى الْكَهْفِ (تو تم غار میں ٹھکانہ بنا لو)۔
لو غار کی طرف منتقل ہو جاؤ۔ نمبر ۲۔ اس کو اپنا مسکن بنا لو۔

يُنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهِ (تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت کو فراخی عنایت کرے گا) رحمت سے یہاں رزق مراد ہے۔ وَيَهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ أَمْرِكُمْ مَرْفَقًا (اور تمہارے تمام امور میں فائدے کا سامان فراہم کرے گا) مرفقا اس چیز کو کہتے ہیں جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور یہ بات انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل پر کامل یقین کی بناء پر اور اس سے قوی امید اور اس پر کامل توکل اور انتہائی خالص یقین کی بناء پر کہی۔ نمبر ۲۔ اس بات کی اطلاع ان کو اس زمانہ کے پیغمبر کی زبانی کی گئی۔

قراءت: مدنی و شامی نے مَرْفَقًا پڑھا ہے۔

کیفیت غار:

۱: وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزْوُرُ (اے مخاطب تم دیکھو گے کہ دھوپ جب نکلتی ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب کو بچھی جاتی ہے) قراءت: کوئی نے تَزْوُرُ پڑھا ہے۔ اور شامی نے تَزَاوَرُ اور دیگر نے تَزَاوَرُ۔ اس کی اصل تَزَاوَرُ ہے۔ تخفیف کردی تاہم کوزاء میں ادغام کر کے یا پھر اس کو حذف کر دیا۔ یہ تمام الزور سے ہے اور وہ میلان کو کہا جاتا ہے اور اسی سے زارہ کہتے ہیں جبکہ وہ اس کی طرف مائل ہو۔ الزور (جھوٹ) سچ سے میلان اختیار کرنا۔

عَنْ كَهْفِهِمْ (ان کے غار سے) اس سے مائل ہو جاتا اور اس کی شعاعیں ان پر نہ پڑتیں۔ ذَاتَ الْيَمِينِ (دائیں جانب) اور حقیقت میں اس سے مراد وہ جہت ہے جس کا نام یمن رکھا جاتا ہے۔ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقَرَّرُ صُهُمُ (اور جب غروب ہوتی تو وہی رہتی) تَقَرَّرُ صُهُمُ کا معنی ہے کہ کائنات ان کو یعنی ان کو چھوڑتا اور ان سے پھر جاتا۔ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فُجُوءٍ مِّنْهُ (بائیں طرف سے اس حال میں کہ وہ غار کے وسیع مقام میں تھے) غار کے وسیع حصہ میں مطلب یہ ہے کہ وہ سائے میں تھے۔ تمام دن طلوع سے غروب تک سورج کی دھوپ ان کو نہ پہنچتی تھی۔ اس کے باوجود کہ وہ غار کے کھلے وسیع مقام میں تھے۔ جو دھوپ کے پہنچ جانے کی جگہ تھی اگر اللہ تعالیٰ سورج کی دھوپ کو نہ روکتے۔ نمبر ۲۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ غار کی ایسی کشادہ جگہ میں تھے۔ جہاں ہوا کے جھونکے اور نسیم کی ٹھنڈک ان کو پہنچتی جس سے غار کی گھٹن ان کو محسوس نہ ہوتی تھی۔

ذَلِكَ (یہ) جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سلسلہ میں سورج کے میلان کا معاملہ کیا۔ اور طلوع و غروب میں ان سے پھر کر گزرنا یہ ایک نشانی تھی مِنْ آيَاتِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے) یعنی جو اس جانب میں تھا۔ اس جانب کو دھوپ پہنچتی مگر خود ان کو کرامت کے طور پر دھوپ نہ پہنچتی تھی۔ نمبر ۲۔ دوسرا قول یہ بھی ہے غار کا دروازہ شمالی جانب نبات لغش کے سامنے تھا۔ پس وہ ایسے مقام میں تھے۔ جہاں سورج کی شعاعیں کبھی نہیں پڑتیں۔ اس صورت میں آیات اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حالت اور بات یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

جو اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا:

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ (جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہ ہدایت پانے والا ہے)۔ جیسا کہ سبحان الذی اسرای میں گزرا۔ یہ درحقیقت ان کی تعریف ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کیا۔ اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس بلند کرامت کو پانے کیلئے ان کی راہنمائی کر دی۔

وَمَنْ يُضِلُّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (جس کو وہ گمراہ کر دے پس ہر گز تم اس کے لئے کوئی مددگار و راہنما نہ پاؤ گے) جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

سونے کی کیفیت:

۱۸: وَتَحْسَبُهُمْ (اور تم ان کو گمان کرو گے)

قراءت: شامی و حمزہ عاصم نے اعشیٰ کے علاوہ فتح سمین سے پڑھا ہے۔ اس میں ہر ایک کو خطاب ہے۔ اَيُّهَا ظَا (بیدار)۔ یہ جمع یقظ کی ہے۔ وَهُمْ رُقُودٌ (حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں) رُقُود کا معنی سوئے ہوئے۔ نمبر ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ سوئے ہوئے تھے۔ اسلئے دیکھنے والا ان کو بیدار خیال کرتا۔

وَنَقْلُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ (اور ہم انکو دائیں اور بائیں پلٹ رہے تھے) بعض نے کہا سال میں وہ دو پلٹیاں لیتے ایک اور قول یہ ہے کہ عاشوراء کے دن ایک ہی پلٹی ان کو دی جاتی۔ (مگر نقْل کا لفظ اس تخصیص کی بجائے سونے والے کی طرح کثرت سے طبعی طور پر پلٹنے کا متقاضی ہے اور قدرت الہی کے اظہار کیلئے بھی یہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

وَكَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ط قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ط قَالُوا

اور اسی طرح ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ وہ آپس میں سوال کریں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم لوگ کتنی مدت ٹھہرے ہو گے؟ وہ کہنے لگے

لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط قَالُوا أَمْ رُبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ط فَاْبَعَثُوا أَحَدَكُمْ

کہ ایک دن یا ایک دن سے کم! بعضوں نے کہا کہ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ تم کتنی مدت ٹھہرے سو تم اپنے میں سے کسی کو

بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ

یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو، سو وہ دیکھے کہ اس شہر کے کھانوں میں کونسا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے، سو وہ تمہارے پاس اس میں سے

بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلِيَتَلَطَّفَ وَلَا يَشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ۝۱۹ إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوا

کھانا لے آئے، اور کام کرنے میں خوش تدبیری سے کام لے اور تمہارے بارے میں کسی کو ہرگز خبر نہ دے، بے شک بات یہ ہے کہ اگر انہیں تمہارا پتہ

عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذَا أَبَدًا ۝۲۰

چل جائے تو تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے یا اپنے دین میں لوٹا لینگے اور تم ہرگز کامیاب نہ ہو گے۔

وَكَلَّبَهُمْ بِأَسْطُ ذِرَاعَيْهِ (اور انکا کتا اپنے دونوں اگلے ہاتھ پھیلانے والا تھا) یہ ماضی کی حالت کا تذکرہ ہے کیونکہ ماضی کے معنی میں لینے سے اسم فاعل عمل نہیں کرتا۔ بِالْوَصِيدِ (چوکھٹ پر) صحن میں نمبر ۲۔ چوکھٹ پر۔ لَوْ اَطْلَعْتَ عَلَيْهِمْ (اے مخاطب! اگر تم ان کو جھانک کر دیکھ پاؤ) لَوَلَيْتَ مِنْهُمْ (تو تو ان سے منہ موڑ لے گا اور بھاگ کھڑا ہوگا) فِرَارًا (بھاگنا) مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ معنی وَلَيْتَ مِنْهُمْ کا ہے کہ تو ان سے بھاگ جائے گا۔

وَلَمَلَيْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (اور تو ضرور بھر جائے گا ان کے رعب سے) مبالغہ ہے حجازی نے مُلِيت کی لام پر تشدید پڑھی ہے۔ رُعْبًا تمیز ہے۔ علی اور شامی نے ضم راء کے ساتھ پڑھا۔ رُعْب اس خوف کو کہا جاتا ہے جس سے سینہ مرعوب ہو جائے یعنی بھر جائے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رعب کا لباس پہنا دیا تھا۔ یا نمبر ۲۔ ان کے ناخنوں اور بالوں کی لمبائی اور ان کے اجسام کے بڑے ہونے کی وجہ سے (مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ جب وہ اٹھے تو کسی چیز میں تغیر نہ پا کر انہوں نے لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ورنہ بالوں وغیرہ کا بڑھنا تو کھلی علامت طویل ٹھہرنے کی تھی۔ جو کسی معمولی عقل سے بھی مخفی نہیں چہ جائیکہ ان عقل مند ترین لوگوں سے فافہم و تدبر)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آیا ہے کہ انہوں نے غزوہ روم میں اس کہف سے گزر کیا۔ پس انہوں نے کہا میں غار میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس کو جو تم سے بہتر تھے یہ کہا گیا لَوَلَيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا پھر ان کے حکم سے ایک جماعت غار میں داخل ہوئی ان کو ہوانے جلادیا۔

تفسیر القرآن بطریق جدید جامع و مفہوم و آسان و جامع
من تصنیف الاولیاء الامامین علیہ السلام

۱۹: وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ (اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا) جس طرح ہم نے اس نیند سے ان کو سلایا۔ اسی طرح ہم نے ان کو سلانے اور اٹھانے پر قدرت کے اظہار کے لئے ان کو بیدار کیا۔ لَيْتَسَاۗءٌ لُّوْا بَيْنَهُمْ (تاکہ وہ آپس میں سوال و جواب کریں) اور ایک دوسرے کی حالت کو پہچانیں اور اپنے ساتھ اللہ کے سلوک کو معلوم کر کے مزید عبرت حاصل کریں اور اس کی عظیم قدرت پر اس سے استدلال کریں جس سے ان کے یقین میں مزید اضافہ ہو اور اللہ نے جو ان پر انعام فرمایا اس کا شکریہ ادا کریں۔ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ (ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا) یعنی ان کے سربراہ نے کہا کُمْ لَبِثْتُمْ (تم کتنا ٹھہرے ہو۔) یعنی تمہارے ٹھہرنے کی مدت کتنی ہے۔ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ (انہوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں) ان کا یہ جواب غالب ظن کی بنا پر تھا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ظن غالب سے بات کہی جاسکتی ہے۔ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ (وہ کہنے لگے تمہارے رب کو بخوبی علم ہے کہ تم لوگ کتنی دیر رہے ہو) یعنی تمہارے ٹھہرنے کی مدت کتنی ہے۔ یہ بعض کی طرف سے پہلوں کی بات کا انکار ہے گویا کہ انہوں نے دلائل سے معلوم کر لیا یا ابہام سے ان کو معلوم ہوا کہ مدت طویل ہے جس کی مقدار اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ تفسیری روایت میں ہے کہ وہ غار میں چاشت کے وقت داخل ہوئے اور زوال کے بعد بیدار ہوئے پس انہوں نے گمان کیا کہ وہ اسی دن میں ہیں جب انہوں نے اپنے ناخنوں اور بالوں کی لمبائی کو دیکھا تو یہ کہا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی آیت سے یہ استدلال کیا کہ ان کی صحیح تعداد سات ہے کیونکہ آیت میں یہ بات فرمائی گئی قال قائل تو یہ قائل ایک ہو اقلوا اس کے جواب میں انہوں نے لبثنا یوماً اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ کہا اور قالوا کم سے کم تین کیلئے بولا جاتا ہے کیونکہ وہ جمع ہے۔ پھر کہا ربکم اعلم تو کم بھی جمع جو کم سے کم تین کے لئے ہیں اس لحاظ سے وہ سات ہو گئے۔

باہمی مکالمہ:

فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ (پس تم اپنے میں سے ایک کو بھیجو) گویا کہ انہوں نے کہا تمہارا رب اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے اس مدت کو صحیح جاننے کا راستہ تمہارے پاس نہیں ہے۔ پس دوسری اہم چیز کو تم اختیار کرو کہ اپنے میں کسی ایک یعنی یسلیخا کو بھیجو۔ بَوْرَقِكُمْ هٰذِهِ (اپنا یہ روپیہ دے کر) یہ چاندی کے روپے تھے یا فقط چاندی تھی جس پر مہر نہ تھی۔ قراءت: ابو بکر حمزہ اور ابو عمرو نے ورق کوراء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ اِلَى الْمَدِيْنَةِ (شہر کی طرف) اس شہر کا نام ترسوس تھا۔ وہ اپنے ساتھ گھر سے نکلتے وقت چاندی لائے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خرچہ اپنے ساتھ لے جانا اور وہ چیزیں جو مسافر کیلئے کام آسکتی ہوں۔ یہ اللہ پر توکل کرنے والوں کی شان ہے۔ یہ ان لوگوں کا وطیرہ نہیں جو اتفاق پر بھروسہ کیا کرتے ہیں اور لوگوں کے برتنوں میں پائے جانے والے نفقات پر جن کی نگاہ ہوتی ہے بعض علماء کے بارے میں وارد ہے کہ ان کو بیت اللہ کا بہت شوق تھا۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے اس سفر کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ شد الہمیان والتوکل علی الرحمن نمبر ۱۔ ہمیانی پاس ہو۔ نمبر ۲۔ رحمان پر بھروسہ ہو۔ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا (پس وہ دیکھ لے کون سا ان میں سے) یعنی اس شہر کے رہنے والوں میں سے۔ یہاں مضاف کو حذف کر دیا جس طرح کہ اس آیت میں ہے: واسئل القرية [یوسف: ۸۲] ائی مبتدا ہے۔ اور اس کی خبر از سلی ہے۔

وَكَذَلِكَ أَعْتَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا

اور اسی طرح ہم نے ان پر مطلع کر دیا تا کہ وہ اس بات کو جان لیں کہ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور یہ کہ قیامت آنیوالی ہے

رَیْبَ فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا مِّنْهُمْ

اس میں کوئی شک نہیں، جب کہ وہ لوگ اپنے درمیان ان کے بارے میں جھگڑ رہے تھے سو انہوں نے کہا کہ ان کے اوپر عمارت بنا دو ان کا رب

أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴿۳۱﴾

ان کو خوب جانتا ہے جو لوگ ان کے معاملہ میں غالب ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم ضرور ضرور ان پر مسجد بنائیں گے۔

از کلمی کا معنی زیادہ پاکیزہ یعنی حلال اور پاکیزہ یا مقدار میں زیادہ اور سستا طعاماً (کھانا) یہ تمیز ہے۔ فلیأتیکم برزق منہ ولیتلطف (پس وہ اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آئے اور خوش تدبیری سے کام لے) یعنی خرید و فروخت کے معاملے میں بتکلف نرمی اختیار کرے تا کہ غبن واقع نہ ہو یا معاملے کو پوشیدہ رکھنے کی صورت میں خوش تدبیری سے کام لے تا کہ کسی کو پتہ نہ چل سکے۔ ولایشعرون بکم احداً (اور کسی کو تمہاری سن گن نہ ہونے پائے) یعنی کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے نادانستگی میں تمہارے متعلق پتہ چل جائے۔ اس نادانستہ حرکت کا نام اشعار رکھا کیونکہ یہ سبب اشعار ہے۔ (یعنی سبب اطلاع ہے)۔

۳۰: انہم ان یتظہروا علیکم کیونکہ اگر ان لوگوں نے تمہاری اطلاع پائی۔ انہم کی ضمیر اہل کی طرف جارہی ہے جو کہ لکھا میں مقدر ہے اور ان بظہر کا مطلب مطلع ہونا اور قابو پالینا ہے۔ یوجمواکم وہ تم کو سنگسار کر دیں گے۔ یعنی بدترین انداز سے تمہیں قتل کر دیں گے۔ او یعیذوکم فی ملیہم (یا وہ تم کو اپنے مذہب میں لوٹالیں گے زبردستی۔ یہاں عود کا معنی صیروت ہو جانا اور یہ کلام عرب میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔) صیروت کا معنی داخل کرنا (ولن تفلحوا اذا ابداً) (اور اس وقت کبھی بھی تم فلاح نہیں پاؤ گے) (اذا یہاں شرط پر دلالت کر رہا ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی ولن تفلحوا ان دخلتم فی دینہم ابداً۔ یعنی تم ہرگز کامیاب نہ ہو گے اگر تم ان کے دین میں کبھی بھی داخل ہو گے۔

۳۱: وكذلك أعتونا علیہم (اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان کے متعلق مطلع کر دیا) اور جیسا کہ ہم نے سلایا اور ان کو نیند سے جگایا اسی طرح ان کے بارے میں لوگوں کو حکمت کی بناء پر مطلع کر دیا۔ لیعلموا (تا کہ وہ لوگ اس بات کا یقین کر لیں) یعنی وہ لوگ جن کو ہم نے ان کے حالات کے متعلق مطلع کیا۔ ان وعد اللہ حق (کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے) وعدہ سے بعث بعد الموت والا وعدہ مراد ہے۔ حق کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً ہو کر رہے گا۔ کیونکہ ان کی نیند والی حالت اور اس کے بعد اس سے بیداری والی کیفیت اس آدمی جیسی ہے جو فوت ہو پھر اس کو اٹھایا جائے۔ و ان الساعۃ لا ریب فیہا (اور بیشک قیامت میں کوئی شبہ نہیں) وہ ان کے معاملے سے بعث کے صحیح ہونے پر استدلال کریں گے۔ اذ یتنازعون (جب کہ وہ ان کے متعلق باہمی جھگڑ رہے تھے) یہ أعتونا کے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: أعتونا ہم علیہم حین یتنازع اہل ذلک الزمان۔ ہم نے ان کے متعلق اس

وقت لوگوں کو مطلع کیا جبکہ اس زمانہ کے لوگ باہم جھگڑ رہے تھے۔ **بَيْنَهُمْ أَمْرُهُمْ** (اپنے درمیان ان کے معاملہ میں) یعنی اپنے دین کے معاملہ میں اور حقیقت بعث کے متعلق اختلاف کر رہے تھے (ان میں سے بعض کہتے تھے کہ فقط ارواح کو اٹھایا جائے گا اجساد کو نہیں اور دوسروں کا کہنا یہ تھا کہ روح مع الجسد اٹھائی جائے گی) تاکہ اختلاف رفع ہو جائے اور معاملہ کھل جائے کہ اجسام کو جس کے ساتھ زندہ کر کے ارواح کے موت سے پہلے والے تعلق کو بحال کر دیا جائیگا۔

فَقَالُوا (انہوں نے کہا) جب اصحاب کہف مر گئے۔ **ابْنُوا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا** (ان کے پاس کوئی عمارت بنا دو) ان کی غار کے دروازے پر عمارت بنا دو تاکہ لوگ غار کے اندر نہ گھس سکیں ان کی قبور کی حفاظت کیلئے جیسا کہ قبر رسول ﷺ کو چار دیواری سے محفوظ کر دیا گیا (مگر یہ قیاس درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ آپ کی قبر مبارک تو پہلے ہی خصوصیت نبوت کی بناء پر مکان کے اندر بنائی گئی نہ کہ بعد میں چار دیواری کی گئی) **رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ** (انکار ب ان کو خوب جانتا تھا) یہ آپس میں تنازع کرنے والوں کا کلام ہے گویا انہوں نے باہمی مذاکرہ کیا اور ان کے انساب و احوال کی طرف کلام کو منتقل کیا اور ان کی مدت قیام میں بھی گفتگو کی جب ان تمام معاملات میں حقیقت کی طرف راستہ نہ ملا تو اس وقت کہنے لگے **رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ** کہ رب تعالیٰ کو ان کے متعلق حقیقت حال کا علم ہے۔

نمبر ۲۔ یا یہ ادخال الہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسی فضول بحثوں میں پڑنے والوں کو فرمایا میں انکار ب ان کی حقیقت کی صحیح خبر رکھتا ہوں۔ **قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ** (ان لوگوں نے کہا جو اپنے کام پر غالب تھے) یعنی مسلمان اور حکام اور وہ ان کے قریبی عزیز بھی تھے اور ان کے قریب تعمیر کے زیادہ حقدار تھے۔ **لَنَسْحَدَنَّ عَلَيْهِمْ** (ہم ضرور ان کے پاس بنائیں گے) غار کے دروازے پر **مَسْجِدًا** (ایک مسجد) جس میں مسلمان نماز ادا کریں گے اور ان کے مقام سے برکت پائیں گے۔ روایت تفسیر یہ ہے کہ اہل انجیل نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب شروع کر دیا اور ان کے بادشاہوں نے سرکشی اختیار کر کے بتوں کی عبادت شروع کر دی اور لوگوں کو ان کی عبادت پر مجبور کیا۔ ان سختی پسندوں میں دقیانوس تھا۔ اس نے اپنے قوم کے نوجوانوں کو شرک میں مبتلا کرنے کا ارادہ کیا اور ان کو شرک اختیار نہ کرنے کی صورت میں قتل کی دھمکی دی۔ مگر انہوں نے ایمان پر ثابت قدمی دکھائی اور اس میں پختگی اختیار کی۔ پھر انہوں نے غار کی طرف فرار اختیار کیا۔ انکا گزر ایک کتے کے پاس سے ہوا وہ بھی ان کے پیچھے چل دیا۔ انہوں نے اس کو بہت بھگایا مگر وہ انکا پیچھا کرنے سے باز نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بولنے کی زبان دی۔ اس نے کہا تم میرے متعلق کیا چاہتے ہو؟ مجھے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں سے محبت ہے تم جب آرام کرو گے۔ تو میں تمہاری حفاظت کرونگا۔

تفسیری روایات سے تفصیل:

دوسرا قول یہ ہے کہ انکا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا جس کے ساتھ کتا تھا۔ چرواہا ایمان لے آیا اور وہ تمام غار میں جا بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں کو تھپکی دے کر سلا دیا۔ اور ان کے اٹھانے سے پہلے وہاں کی حکمرانی ایک نیک صالح مؤمن آدمی کو دے دی۔ اس کے زمانہ حکومت میں لوگوں کے مابین بعث میں اختلاف ہوا۔ ہر دو فریق ضد پر تھے۔ بادشاہ اپنے گھر میں

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةً رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةً سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا

کچھ لوگ یوں کہیں گے کہ یہ تین آدمی ہیں چوتھا انکا کتا ہے اور کچھ لوگ کہیں گے کہ یہ پانچ آدمی ہیں چھٹا ان کا کتا ہے اٹھل پچھٹا پر

بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةً وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ مَّا

حکم لگا رہے ہیں اور کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے آپ فرما دیجئے میرا رب ان کی تعداد کو خوب جاننے والا ہے

يَعْلَمُهُمُ إِلَّا قَلِيلٌ ۚ فَلَا تُمَارِ فِيهِمُ الْأُمْرَاءُ ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمُ

ان کو نہیں جانتے مگر تھوڑے سے لوگ سو آپ ان کے بارے میں سرسری بحث کے علاوہ زیادہ بحث نہ کیجئے اور ان کے بارے میں کسی سے بھی

مِنْهُمْ أَحَدًا ۝

سوال نہ کیجئے۔

داخل ہوا۔ اور اپنا دروازہ بند کر کے ٹاٹ کا لباس پہن لیا۔ اور زمین پر بیٹھ کر بارگاہ الہی میں اس مسئلے کا حل طلب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک چہرے کے دل میں بات ڈال دی جس نے اس رکاوٹ کو جو ان کی غار کے منہ پر تھی گرا دیا تا کہ اس کو بکریوں کا پاڑہ بنائے۔ جب وہ کھانا خریدنے کیلئے شہر میں داخل ہوا اور اس نے سکہ نکالا تو وہ دقیانوس کا مہر شدہ تھا۔ لوگوں نے اس کو اس تہمت میں گرفتار کر لیا کہ اس نے خزانہ پالیا ہے۔ وہ اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اس نے اپنا واقعہ ان کو من و عن بیان کر دیا۔ بادشاہ شہر والوں سمیت ان کی ملاقات کیلئے آیا اور ان کو آنکھوں سے دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی کہ اس نے بعث بعد الموت کی دلیل مہیا کر دی۔ پھر ان نو جوانوں نے بادشاہ کو کہا ہم تمہیں الوداع کہتے ہیں اور جن وانس کے شر سے تیرے لئے پناہ کی دعا کرتے ہیں۔ پھر وہ اپنی خوابگاہوں کی طرف واپس لوٹ آئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو قبض کر لیا۔ بادشاہ نے ان پر اپنا کپڑا بطور کفن ڈال دیا۔ اور ہر ایک کیلئے سونے کا تابوت بنایا۔ مگر خواب میں اس نے دیکھا کہ وہ سونے کو ناپسند کرتے ہیں تو اس نے ساگوان کی لکڑی سے تابوت تیار کر کے اس میں دفن کر دیا۔ اور غار کے منہ پر ایک مسجد تعمیر کرادی۔

تعداد میں تنازعہ:

۲۳: سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةً رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةً سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا ۚ بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةً وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ (بعض لوگ تو کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا انکا کتا اور بعض کہیں گے وہ پانچ ہیں چھٹا انکا کتا اور یہ لوگ بلا تحقیق اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں اور بعض لوگ کہیں گے سات ہیں آٹھواں انکا کتا) سيقولون کی ضمیر ان لوگوں کی طرف راجع ہے جو آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں اہل کتاب اور مؤمنین میں سے جو اس قصہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو جواب کو ان کے سلسلہ میں وحی تک موخر کیا گیا۔ پس یہ آیت ان کے مابین اختلاف کی حقیقت بتلانے کیلئے اتاری گئی

کہ ان میں جو گروہ ان کی تعداد سات اور آٹھواں کتابلاتا ہے وہ صحیح ہے۔

اور ایک تفسیری روایت یہ بھی ہے کہ سید اور عاقب اور ان کے ساتھ آنے والے نجرانی افراد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تھے۔ اصحاب کہف کا تذکرہ چھڑ گیا۔ تو سید نے کہا یہ یعقوبی تھا۔ کہ وہ تین تھے اور چوتھا انکا کتاب تھا۔ عاقب نے طرح دی اور یہ نسطوری تھا۔ کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا انکا کتاب تھا۔ مسلمانوں نے کہا وہ سات تھے۔ اور آٹھواں انکا کتاب تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی بات کی تصدیق فرمادی۔ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے اطلاع دینے سے یہ بات کہی جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے۔
اسمائے اصحاب کہف:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ سات تھے ان کے نام یہ تھے۔ نمبر ۱۔ یملیخا نمبر ۲۔ مکشلینا نمبر ۳۔ مثلینا یہ بادشاہ کے دائیں جانب کے مقرب تھے اور اس کے بائیں جانب والے نمبر ۴۔ مرنوش نمبر ۵۔ دبرنوش نمبر ۶۔ شاذنوش بادشاہ ان چھ سے مشاورت کرتا تھا۔ ساتواں وہ چرواہا کعسطنطیونس جو ایمان لا کر ان کے ساتھ دقیا نوس کی حکومت سے بھاگا۔ ان کے شہر کا نام افسوس اور ان کے کتے کا نام قطمیر تھا۔ [الطبرانی الاوسط]

تَحْوِيلٌ: سيقولون میں سین استقبال کیلئے ہے۔ اگرچہ پہلے فعل پر داخل ہے۔ بقیہ دونوں افعال بوجہ عطف اس کے حکم میں داخل ہیں۔ جیسا کہ قد اکرم و انعم اس جملہ میں دونوں فعلوں میں توقع کا معنی مراد لیا گیا ہے۔ یا یفعل سے استقبال کا معنی مراد لیا جائے جو کہ اس کے مناسب ہے۔ ثلاثہ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای ہم ثلاثہ اسی طرح خمسہ، سبعة۔ رَابِعُهُمْ کَلْبُهُمْ یہ جملہ اسمیہ ثلاثہ کی صفت ہے۔ اسی طرح سادسہم کلبہم اور ثامنہم کلبہم جملے ان کی صفت ہیں۔

رجما بالغیب (یہ بے تحقیق اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں) یہ مخفی خبر و اطلاع سے اٹکل لگا رہے ہیں۔ اور اسی کو لارہے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ویقدفون بالغیب [س: ۵۳] یعنی وہ پوشیدہ بات اٹکل سے کرتے ہیں۔ یا نمبر ۲۔ الرجم کوالظن کی جگہ رکھا گویا اس طرح کہا ظننا بالغیب غیب کے متعلق گمان لڑاتے ہیں کیونکہ اہل عرب اکثر کہتے ہیں: رجم بالظن بجائے اس کے کہ ظن فلان کہتے۔ یہاں تک کہ ان کے ہاں دونوں تعبیروں میں کوئی فرق نہیں رہا۔

واؤ جو تیسرے جملہ پر داخل ہوئی ہے۔ یہ وہ واؤ ہے جو اس جملہ پر لائی جاتی ہے جو نکرہ کی صفت بنے جیسا کہ اس جملہ پر جو معرفہ سے حال بنے اس پر واؤ آتی ہے مثلاً جاءنی رجل ومعه آخر و مررت بزيد و فی یدہ سیف۔ واؤ کا فائدہ نمبر ۱۔ یہ ہے کہ صفت موصوف کے ساتھ تاکید متصل ہے۔ نمبر ۲۔ موصوف کا اس صفت سے متصف ہونا ایک ثابت شدہ بات ہے۔ نمبر ۳۔ یہی وہ واؤ ہے جس نے یہ اعلان کیا کہ جنہوں نے کہا سبعة و ثامنہم کلبہم انہوں نے حقیقت ثابتہ بتلائی۔ انہوں نے اٹکل کا تیر نہیں چلایا۔ جیسا کہ دوسروں نے کیا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دونوں اقوال کے بعد رجما بالغیب فرمایا اور تیسرے اس قول کے بعد یہ ارشاد لائے۔ قُلْ رَبِّيَ اَعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ (یعنی کہہ دیں کہ میرا رب ان کی صحیح تعداد کو جانتا ہے) اور اس نے تمہیں اس کی خبر سبعة و ثامنہم کلبہم کہہ کر دے دی ہے۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ اِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝۲۳ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ وَادْكُرْ رَبَّكَ

اور کسی چیز کے بارے میں آپ ہرگز یوں نہ کہیں کہ میں اسے کل کروں گا مگر یہ کہ اس کے ساتھ اللہ کی مشیت کا ذکر بھی کر دیں، اور جب آپ بھول جائیں تو

اِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَى اَنْ يَّهْدِيَنِي رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝۲۴

اپنے رب کو یاد کریں اور آپ یوں کہہ دیجئے کہ امید ہے میرا رب مجھے وہ بات بتا دے گا جو ہدایت کے اعتبار سے اس سے قریب تر ہے۔

مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ (اور نہیں ان کو جانتے مگر تھوڑے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں ان قلیل میں سے ہوں دوسرا قول یہ ہے کہ الا قلیل سے مراد اہل کتاب میں سے قلیل یعنی عنقریب ان کے متعلق اہل کتاب طرح طرح کی باتیں کہیں گے مگر ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں سوائے قلیل لوگوں کے ان کی اکثریت گمان و تخمین کی پیروی ہے۔

فَلَا تُصَارِفُهُمْ (پس ان کے متعلق بحث نہ کریں) یعنی اصحاب کہف کے متعلق اہل کتاب سے مجادلہ و مباحثہ نہ کریں اِلَّا مِرَآءَ ظَاهِرٍ (مگر سرسری بحث) مگر سرسری بات چیت۔ کرید کی ضرورت نہیں اور وہ اس طرح ہے کہ آپ ان کے سامنے وہ واقعہ بیان فرمادیں جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اتارا پس یہی کافی ہے۔ اس میں کسی قسم کا اضافہ نہ فرمائیں ان کی تجہیل کیلئے۔ نمبر ۲۔ لوگوں کے سامنے واقعہ بتلا دیں تاکہ آپ کی صداقت ظاہر ہو جائے۔

وَلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِنْهُمْ اَحَدًا (اور آپ ان کے متعلق ان میں سے کسی سے استفتاء نہ کریں) کسی سے ان کے قصہ کے متعلق سوال نہ کریں۔ ایسا سوال جو محنت لوگ کرتے ہیں۔ تاکہ اسے کسی بات کے کہنے کا موقع ملے اور پھر آپ اس کی تردید فرمائیں۔ اور پھر وہ کہے جو اس کے پاس ہو۔ اور نہ ہی راہنمائی حاصل کرنے کیلئے کسی سے سوال کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو ان کے قصہ کی صحیح راہنمائی فرمادی (کہ جس پر نہ اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ حاجت ہے)۔

کل کا وعدہ ان شاء اللہ سے کرو:

۲۳: وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ اِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا (اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کریں کہ میں اس کو کل کروں گا) کسی چیز کے متعلق تو پختہ ارادہ کرے اِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ (کہ بیشک میں اس کو کرنے والا ہوں) اس چیز کو غَدًا (کل زمانہ مستقبل میں) خاص کل کا دن مراد نہیں۔ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ (مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ) نمبر ۱۔ آپ اس وقت کہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی اجازت دے دیں۔ نمبر ۲۔ تم ہرگز اس کو نہ کہو مگر یہ کہ چاہے اللہ یعنی اس کی مشیت سے۔ یہ حال واقع ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی الا متلبسًا بِمَشِيَّتِ اللّٰهِ قَاتِلَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملا ہوا ہو تم کہنے والے ہو، اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

زجاج کا قول:

اس کا معنی یہ ہے تم ہرگز نہ کہو کہ میں اس کو کروں گا مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے۔ کیوں کہ جب کہا جائے اَنَا فَاعِلٌ ذٰلِكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تو اس کا مطلب ہے کہ میں اس کو نہیں کروں گا مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے۔ یہ نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تادیب کیلئے ہے۔

جبکہ یہود نے قریش کو کہا تم اس سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کرو۔ انہوں نے سوال کیا آپ نے فرمایا تم کل میرے پاس آ جاؤ میں تمہیں بتلا دوں گا۔ اور آپ نے استثناء نہ کیا۔ پس وحی میں دیر ہو گئی یہاں تک کہ آپ پر گراں گزرا۔
ذکر کا حکم:

۲۴: وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ (اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کا ذکر کریں) جب مشیت رب سے متعلق کرنا۔ قرط نسان سے بھول جائیں تو کہیں انشاء اللہ۔ اذا نسیت کا معنی کلمہ استثناء کا بھولنا ہے۔ پھر آپ اس پر متنبہ ہو کر انشاء اللہ کہہ کر تدارک کریں حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ مجلس ذکر میں جب تک ہو اس وقت تک بعد میں انشاء اللہ کہنے سے تدارک ہو سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک سال کے بعد یاد آئے تب بھی انشاء اللہ سے تدارک ہو جائے گا۔ یہ ارشاد اس انشاء اللہ کا ہے۔ جو بطور تبرک کے کہا جائے۔ البتہ وہ استثناء جو حکم کو بدلنے والا ہے وہ متصل ہی درست ہے۔
نکتہ: حکایت ہے کہ منصور عباسی خلیفہ کو اطلاع ملی کہ ابو حنیفہ نے استثناء منفصل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی ہے۔ منصور نے آپ کو دربار میں بلایا تا کہ آپ کی تکلیف کرے۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ اعتراض آپ پر وارد ہوتا ہے۔ آپ خلافت کی بیعت قسم کے ساتھ لوگوں سے لیتے ہیں۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں۔ کہ وہ جب آپ کے پاس سے باہر نکل کر جائیں تو وہ استثناء کر دیں اور آپ کی بیعت سے نکل جائیں۔ منصور کو امام صاحب کی یہ بات بہت پسند آئی اور جس نے اس کے ہاں امام صاحب کی چغلی کھائی تھی اس کو نکال دینے کا حکم جاری کیا۔

نمبر ۲۔ اس کا معنی یہ ہے تم اپنے رب کو یاد کرو تسبیح و استغفار کے ساتھ جبکہ استثناء کا کلمہ رہ جائے تا کہ شدت سے اس کا اہتمام ہو جائے۔ اور بھول چوک سے بچت رہے۔ نمبر ۳۔ نماز جب بھول کر رہ جائے تو جب یاد آئے اس کو ادا کر لیا کریں۔ نمبر ۴۔ جب تم وہ کہنا بھول جاؤ تو اس کو یاد کر لو تا کہ وہ بھولا ہوا ہو یاد دلائے۔

وَقُلْ عَسَىٰ أَنْ يَهْدِيَنَّ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَذَا رَشَدًا (اور کہہ دیں کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب اس سے بھی زیادہ بہتری کو قریب الوصول بنادے گا) یعنی جب کوئی چیز تو بھول جائے تو اپنے رب کو یاد کر اور بھولنے کے وقت رب کا ذکر اس طرح ہے کہ تم کہو عسی ربی ان یھدین یعنی لشیء آخر بدل هذا المنسی اقرب منه رشدا و ادنی خیرا و منفعة یعنی امید ہے کہ میرا رب میری راہنمائی کرے گا کسی اور چیز کی طرف جو اس بھولی ہوئی چیز کے بدلے میں ہوگی اور راہنمائی کیلئے اس سے زیادہ قریب اور فائدے اور بھلائی میں اس سے نزدیک تر ہوگی۔

قراءت: ان یھدین، ان ترن، ان یوتین، ان تعلمن مکی نے دونوں حالتوں میں اسی طرح پڑھا اور ابو عمرو نے اس کی موافقت کی اور مدنی نے صرف وصل میں پڑھا۔

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۝ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ

اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو برس مزید اوپر گزر گئے۔ آپ فرمادیجئے کہ اللہ ہی خوب جاننے والا ہے

بِمَا لَبِثُوا لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِنْ

کہ وہ کتنی مدت رہے اسی کو آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم ہے وہ کیا ہی دیکھنے والا ہے اور کیا ہی سننے والا ہے۔ ان لوگوں کا اس کے سوا

دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا يَشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ۝

کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں فرماتا۔

غار میں تین سو نو سال قیام:

۲۵: وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ (اور وہ ٹھہرے رہے اپنے غار میں تین سو سال) مراد اس سے زندگی کی حالت میں انکا اس میں ٹھہرنا ہے۔ جبکہ اس مدت میں ان کے کانوں پر نیند کی ٹھکی دیدی گئی تھی یہ فضر بنا علی اذانہم الی آخرہ میں جس کو مجمل رکھا گیا تھا اس کا بیان ہے اور سنین کا لفظ یہ ثلاث مائة کا عطف بیان ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے ثلاثہ مائة سنین اضافت کے ساتھ پڑھا اس طرح کہ تمیز میں جمع کو واحد کی جگہ رکھ دیا گیا جیسا کہ دوسری آیت میں بھی موجود ہے بالا کثرین اعمالا [الکہف: ۳] وَاَزْدَادُوا تِسْعًا (اور نو برس زیادہ رہے)۔

تخفوف: یہاں تِسْعًا کے بعد بھی اس کی تمیز تِسْعًا ہے کیونکہ ماقبل میں بھی دلالت موجود ہے اور تِسْعًا مفعول بہ ہے کیونکہ زَادُوا مفعول کو چاہتا ہے اور زَادُوا ایک ہی مفعول کو چاہتا ہے۔

حقیقی مدت کا علم اللہ کے پاس ہے:

۲۶: قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا (آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کتنا زمانہ تک وہ رہے) یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتے ہیں جنہوں نے ان کی مدت قیام میں اختلاف کیا اور حق وہی ہے جس کی اس نے تمہیں خبر دے دی۔ نمبر ۲۔ اہل کتاب کے کلام کی حکایت ہے۔ اور قل اللہ اعلم سے ان کی تردید فرمائی۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے غار میں مدت قیام کی خبر دی گئی ہے کہ وہ اپنی غار میں اتنی مدت ٹھہرے۔

لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اس کے لئے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں ہیں) اسی کی ملکیت و تصرف میں ہیں۔ اس آیت میں آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزوں کے علم کا خصوصاً تذکرہ فرمایا اور ان کے اندر رہنے والوں کے مخفی احوال کی خبر اسے ہی ہے۔ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ وہ عجیب طرح کا سننے اور دیکھنے والا ہے۔ أَسْمِعْ کے بعد بھی یہ مقدر ہے۔ مطلب یہ ہے وہ ہر موجود کو کیا خوب دیکھنے اور ہر مسموع کو کیا خوب سننے والا ہے۔ مَا لَهُمْ (اور ان کے لئے نہیں ہے) اہل سموات وارض کیلئے مِّنْ دُونِهِ

وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ

اور آپ کے رب کی کتاب جو آپ کی طرف وحی کی گئی اسکی تلاوت کیجئے اسکے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور ہرگز آپ اسکے

دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۚ ۷۷ وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

سوا کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیئے اور جو لوگ صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں انکے ساتھ اپنے کو مقید رکھئے

يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۚ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ

یہ لوگ اسکی رضا کے طالب ہیں اور آپ ایسا نہ کریں کہ دنیا والی زندگی کی زینت کے ارادہ سے ان سے آپ کی نظریں ہٹ جائیں

وَلَا تَطْغُ مَنْ أَعْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۚ ۷۸

اور ایسے شخص کی بات نہ مانئے جسکے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جو اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا، اور اسکا حال حد سے آگے بڑھ گیا،

مَنْ وَلِيَ (اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی کارساز) جو ان کے امور کا متولی و ذمہ دار ہو۔ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (اور نہ وہ اپنے حکم میں ان میں سے کسی کو شریک کرتا ہے) حکم سے مراد فیصلہ۔ احدا سے مراد ان میں سے کسی ایک کو۔

قرأت: شامی نے اس کو نہی قرار دیکر لا تشرك پڑھا ہے۔ ۲۷: کفار اکثر کہا کرتے ائت بقراں غیر هذا او بدله [یونس: ۱۵] اس کے جواب میں فرمایا۔

کفار کا جواب:

وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ (آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے جو کتاب بذریعہ وحی بھیجی گئی آپ وہ پڑھا کریں) کتاب سے قرآن مجید مراد ہے اور آپ ان کے اس ہدیٰ کو مست سنیں۔ کہ اس میں تبدیلی کر دیں اس لئے کہ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ (اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں) یعنی کسی کو ان کے اندر تبدیلی کی قدرت نہیں اور نہ ہی رد و بدل کا اختیار ہے اس پر قدرت اسی وحدہ لا شریک کو ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا (اور تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاؤ گے) ملتحدًا کا معنی جائے پناہ جس کی طرف تم مائل ہو سکو اگر تم اس کا قصد کرو۔

غیر مسلموں کا مقام:

۲۸: نشان نزول: جب کفار کے رؤساء نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ان غریب مسلمانوں اور غلاموں کو جیسے صہیب، عمار، خباب وغیرہ، پاس سے ہٹاؤ تو پھر ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے تو یہ آیت اتری۔ وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ (اپنے آپ کو قائم رکھو اور جمائے رکھو ان لوگوں کے ساتھ جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں) ان کے ساتھ روک کر رکھو

اور اپنے آپ کو مضبوط کر کے رکھو بِالْعُدَاوَةِ وَالْعِشْيَةِ (صبح اور شام میں) جو ہر وقت میں اللہ کو پکارنے کے عادی ہیں نمبر ۲۔ صبح کو اللہ سے توفیق اور آسانی مانگتے ہیں اور شام کو اپنی تقصیرات کی معافی مانگتے ہیں نمبر ۳۔ عداۃ سے مراد فجر کی نماز اور عِشْيَ سے عصر کی نماز مراد ہے۔

قراءت: شامی نے عُدُوۃ پڑھا۔ یُرِیدُ وَنْ وَجْهَہ (وہ صرف اپنے رب کی خوشنودی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں) وجہ بول کر رضائے الہی مراد ہے۔ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ (نہ ہٹنے پائیں آپ کی آنکھیں ان سے) یعنی تجاوز نہ کریں۔ عداہ اس وقت بولتے ہیں جب تجاوز کر جائیں یہاں اس کو عن سے متعدی کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں نبأ کے معنی پائے جاتے ہیں جیسا اس قول میں نَبَتْ عَنْهُ عَيْنُہ

قَالَ تَذَكَّرْ: تضمین کا فائدہ یہ ہے کہ دونوں معنوں کا مجموعہ اس میں آ گیا اور یہ الگ معنی دینے سے زیادہ قوی ہے۔ تُرِیدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (اس حال میں کہ آپ دنیوی زندگی کی رونق کا خیال کرتے ہوں)۔ یہ جملہ حال ہے۔ وَلَا تَطْعُ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا (اور جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔ اس کے کہنے پر آپ نہ چلیں) یعنی اس کے دل کو ذکر سے غافل کر دیا۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے جیسا کہ جمہور اہلسنت کا مسلک ہے۔ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (اور وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے۔ اور اس کا حال حد سے گزرا ہوا ہے)۔ یعنی وہ حق سے تجاوز کرنے والا ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا

اور آپ فرمادیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، سو جس کا جی چاہے مومن ہو جائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، بلاشبہ ہم نے ظالموں کے لیے

لِلظَّالِمِينَ نَارًا آحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ

آگ تیار کر رکھی ہے انہیں اسکی دیواریں گھیرے ہوئے ہوں گی، اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائیگی

كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهُ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝۲۹

جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، وہ مونہوں کو بھون ڈالے گا، وہ پینے کی بری چیز ہے، اور دوزخ آرام کی بری جگہ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۝۳۰

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ بات واقعی ہے کہ ہم اسکا عمل ضائع نہیں کریں گے جو اچھے کام کرے،

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُجَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ

ان لوگوں کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی، انہیں سونے کے کٹنوں کا زیور

أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا

پہنایا جائیگا، اور یہ لوگ سندس اور استبرق کے کپڑے پہنیں گے، جنت میں مسہریوں پر تکتے لگائے ہوئے

عَلَى الْأَرَائِكِ ۖ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝۳۱

ہونگے وہ بہت اچھا بدلہ ہے اور آرام کی اچھی جگہ ہے

قبول حق میں اختیار البتہ کافر کا انجام برا اور مومن کا بہت خوب ہے:

۳۹: وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ (اور کہہ دیں کہ حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہے) حق سے مراد اسلام یا قرآن ہے۔

حَقُّو: الحق کا لفظ ہو مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ (اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کافر رہے) یعنی حق آگیا اور رکاوٹیں دور ہو گئیں اب صرف تمہارے نفسوں کا اختیار باقی ہے نجات کا راستہ تم اختیار کرنا چاہتے ہو یا ہلاکت کے راستے پر چلتے ہو یہاں لفظ امر کا لایا گیا جو کہ یہاں تخیل کے لئے ہے کیونکہ جب اس نے انسان کو یہ قدرت دے دی کہ ان میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے تو گویا بندہ مختار ہوا اور اس بات پر مامور ہوا کہ دونوں راستوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے پھر اختیار کرنے

والے کی جزاء کو بھی ذکر کر دیا فرمایا۔

اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِيْنَ (بیشک ہم نے ظالموں کیلئے تیار کر رکھا ہے) اعتداء سے مراد تیار کرنا اور ظالم سے کافر مراد ہیں پس سیاق سے اس بات کو مقید کیا (جس طرح کہ حقیقت امر اور تخیر کو سیاق کیوجہ سے چھوڑ دیا) اور وہ یہ آیت ہے انا اعتدنا للظالمين نارا اَحاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (ایسی آگ کہ جس کی قاتیں ان کو گھیر لیں گی) اس آیت میں ان کو گھیرنے والی آگ کو سراق سے تشبیہ دی سراق اس حجرے کو کہا جاتا ہے۔ جو خیمے کے ارد گرد ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ یا سراق سے مراد وہ دھواں ہے۔ جو کفار کے آگ میں داخل ہونے سے قبل ان کو گھیرے گا۔ نمبر ۳۔ یا آگ کی وہ دیوار جو ان کے چاروں طرف چھا جائے گی۔

وَ اِنْ يَسْتَغِيثُوْا (اور اگر وہ پانی مانگیں گے) شدت پیاس کی وجہ سے يُغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ (تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا جو مہل کی طرح ہوگا) المہل زیتون کے تیل کی میل کو کہتے ہیں نمبر ۲۔ زمین کے جواہرات کو پگھلانے سے جو میل نکلتی ہے اس میں ان کا مذاق اڑایا گیا۔ يَشْوِي الْوُجُوْہ (جو چہروں کو بھون ڈالے گا) جب ان کے سامنے پینے کے لئے پیش کیا جائے گا تو اس کی حرارت سے چہرے بھن جائیں گے۔ بِسْمِ الشَّرَابِ (وہ بدترین مشروب ہے) وَ سَاءَتْ مُرْتَفَقًا (اور وہ آگ بری آرام گاہ ہے) مرتفق کا معنی ٹھکانہ یہ المرق سے بنا ہے یہ اس قول کے ہمشکل ہے وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا [الكهف: ۳۱] باقی جہنم والوں کیلئے آرام گاہ ہے ہی نہیں۔

۳۰، ۳۱: اب ان لوگوں کے بدلہ کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے ایمان کو چننا پس فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنَّتٌ عَدْنٌ (بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو ہم ان کا اجر ضائع نہ کریں گے۔ جنہوں نے اچھی طرح کام کیے ایسے لوگوں کیلئے ہمیشہ رہنے کے باغات ہونگے) یہ جملہ مستانفہ ہے اس میں اجر مبہم کو بیان فرمایا۔

نَحْنُوْا: اِنَّا لَا نُضِيعُ اور اُولٰٓئِكَ دونوں کو اکٹھی خبریں بنایا جائے۔ مطلب یہ ہے جو ان میں سے اچھے عمل والے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں السمن منوان بدرہم۔ نمبر ۲۔ کیونکہ من احسن عملاً اور الذين امنوا وعملوا الصالحات دونوں کو ایک معنی اپنے اندر پرونے والا ہے۔ اس لئے من احسن کی بجائے ضمیر لائے۔

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسْوَرٍ مِنْ ذَهَبٍ (جن کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہاں اہل جنت کو سونے کے کنگنوں کا زیور پہنایا جائے گا)

نَحْنُوْا: من ابتداء یہ ہے اور اَسْوَرٌ کو جمع اَسْوَرَةٌ کی ہے۔ اور وہ سوار کی جمع ہے کو نکرہ لائے کیونکہ اَحْسَنٌ میں ان کا معاملہ مبہم ہے مِنْ ذَهَبٍ میں من تبیین کیلئے ہے۔

وَيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ (وہ سبز رنگ، باریک ریشم کے کپڑے) سندس بمعنی باریک ریشم وَاِسْتَبْرَقٍ (اور موٹا ریشم) دونوں اقسام کو جمع کرنے والے ہونگے مُتَكِنِيْنَ فِيْهَا عَلٰى الْاَرَآئِكِ (اور مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے) ان کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ یہ خوش حال لوگوں اور بادشاہوں کی ہیئت ہے کہ وہ اپنے تختوں پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ نِعْمَ

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا

اور آپ ان سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے، ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیئے اور انکو ہم نے کھجور کے درختوں سے

بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا ۝۳۲ كَلَّتَا الْجَنَّتَيْنِ اتَتْ أُكْلهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا ۝

گھیر دیا اور ان دونوں کے درمیان ہم نے کھیتی بھی لگا دی تھی، دونوں باغ اپنا پورا پورا پھل دیتے تھے اور پھلوں میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی

وَفَجَّرْنَا خِلَاهُمَا نَهْرًا ۝۳۳ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ

اور ہم نے ان دونوں کے درمیان نہر جاری کر دی تھی اور اس کے لیے اور بھی پھل تھے، سو اس نے باتیں کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ مال

مِنْكَ مَا أَلاؤُا عَزْزْنَا نَفَرًا ۝۳۴ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ

والا ہوں اور میرے افراد بھی غلبہ والے ہیں، اور وہ اس حال میں اپنے باغ میں داخل ہوا کہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا اس نے کہا کہ میں یہ گمان نہیں کرتا

أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ۝۳۵ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُودْتُ إِلَىٰ رَبِّي

کہ یہ باغ کبھی ہلاک ہوگا، اور نہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت قائم ہوگی، اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا

لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ۝۳۶ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ

تو اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ ضرور ضرور پالونگا، اسکے ساتھی نے جواب دیتے ہوئے کہا کیا تو نے اس ذات کے ساتھ کفر

بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّكَ رَجُلًا ۝۳۷

کیا جس نے تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھے صحیح سالم آدمی بنا دیا

الثَّوَابُ (کیا خوب صلہ ہوگا) یعنی جنت وَحَسُنَتْ (اور بہت خوب ہے) جنت اور مسہریاں مُؤْتَفَقًا (آرام گاہ ہونے کے لحاظ سے) (تکلیف گاہ ہونے کے اعتبار سے)۔

اچھے برے انجام کی مثال کیلئے دو بھائیوں کا واقعہ:

۳۲: وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ (اور آپ ان کے سامنے ان دو آدمیوں کا حال بیان کریں) کفار اور مؤمنین کے حال کی مثال بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کی ہے جو بھائی تھے ایک ان میں کافر جس کا نام قطروس تھا۔ اور دوسرا مسلمان جس کا نام یہودا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وہ دو آدمی ہیں جن کا تذکرہ سورۃ الصافات کی اس آیت میں ہے۔ قال قائل منهم انی کان لی

قرین [الصافات: ۵۱]

ان دونوں کو باپ کی وراثت میں آٹھ ہزار دینار ملے۔ انہوں نے اس کے دو حصے کئے۔ کافر نے ایک ہزار کی زمین خریدی مؤمن نے کہا اے اللہ میرے بھائی نے ایک ہزار دینار کی زمین دنیا میں لی ہے۔ میں ایک ہزار دینار کی زمین جنت سے خریدتا ہوں۔ اس نے وہ صدقہ کر دیے پھر اس کے بھائی نے ایک ہزار میں کوٹھی تعمیر کی تو دوسرے نے کہا اے اللہ میں ایک ہزار دینار کے بدلہ جنت کا مکان خریدتا ہوں۔ وہ بھی صدقہ کر دیئے۔ اس کے کافر بھائی نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے شادی کی۔ تو مسلمان نے کہا اے اللہ میں ایک ہزار کو جنت کی حور کا مہر بناتا ہوں (اس کو صدقہ کر دیا) پھر اس کے کافر بھائی نے ایک ہزار دینار میں گھر کا سامان و اثاثہ اور خدام خریدے۔ تو اس مسلمان نے کہا اے اللہ میں نے جنت کے دو ولدان تجھ سے خرید لیے۔ اور ان کو بھی صدقہ کر دیا۔ پھر اس مسلمان کو کوئی ضرورت پیش آئی تو بھائی کے راستہ میں بیٹھ گیا وہ اپنے نوکروں چاکروں کے ساتھ گزرا۔ وہ اس کے سامنے آیا اس نے دور بھاگ دیا اس کو مال صدقہ کر دینے پر ڈانٹ ڈپٹ کی۔

جَعَلْنَا لَا حُدُودًا جَنَّاتٍ مِنْ اَعْنَابٍ (ان دو شخصوں میں سے ایک کیلئے ہم نے انگور کے دو باغ دیئے) انگوروں کی بیلوں کے دو باغ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ (اور ہم نے ان دونوں باغوں کا کھجور کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا) ان دونوں باغوں کے ارد گرد کھجور کے درخت تھے۔ انگوروں کی بیلوں والے اس بات کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ پھل دار درخت باڑ کے طور پر لگے ہوں کہا جاتا ہے حضور جبکہ وہ اس کے گردا گرد لگائیں اور حَفَفْنَاهُمَا بِهَم اِی جعلتھم حافین حوله میں نے ان کو اس کے گرد گھیرا لگانے والا کر دیا۔ یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ اور با اس میں دوسرے مفعول کا اضافہ کر دیتی ہے۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا (اور ان دونوں کے درمیان کھیتی پیدا کر دی) درمیان والی زمین کو ہم نے فروٹ و خوراک کا جامع بنا دیا۔ تعمیر کی تعریف اس طرح فرمائی کہ وہ آپس میں جال کی طرح ملی ہوئی متصل ہے۔ کوئی چیز ایسی درمیان میں نہیں جو اس کو منقطع کرے اور اس پر اضافہ یہ کہ شکل بھی خوبصورت اور ترتیب بھی عمدہ۔

۳۳: كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اَتَتْ (یہ دونوں باغ دیتے تھے) دیتے۔ اَتَتْ لفظ پر محمول کیا کیونکہ كِلْتَا لفظ مفرد ہے۔ اگر اتنا معنی کا لحاظ کر کے کہا جاتا تو جائز ہوتا۔ اُكْلَهَا (اس کا پھل) وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ (کسی کی پیداوار میں ذرا بھی کمی نہ تھی) اور اس کے پھل میں کمی نہ ہوتی تھی۔ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهْرًا (کچھ بھی اور ہم نے چلا دی ان دونوں باغوں کے اندر ایک نہر) ان دونوں باغوں کی تعریف پورا پھل دینے اور تمام پھل بغیر کسی کمی کے آتا۔ پھر غلہ کی اصل اور بنیاد جس سے وہ سیراب ہوتا اس کا ذکر کیا۔ اور نہر جاری کو افضل ترین ذریعہ سیرابی کا قرار دیا۔

۳۴: وَكَانَ لَهُ (اور اس کیلئے) یعنی باغ والے کیلئے ثَمَرٌ (مالداری کا ذریعہ) انواع و اقسام کا مال یہ ثمر مالہ کہا جاتا ہے جبکہ اس کو بڑھائے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دونوں باغوں کے مالک کے پاس بہت سا مال سونا، چاندی وغیرہ کی قسم میں سے تھا۔ قراءت: لَهُ ثَمَرٌ وَاحِيطٌ بِثَمَرِهِ عاصم نے فتح ثاومیم سے پڑھا۔ اور ابو عمرو نے ثا کے ضمہ اور سکون میم کے ساتھ۔ اور دیگر قراء نے ثاومیم ہر دو کے ضمہ کے ساتھ پڑھا۔

امیر کا قول:

فَقَالَ لِمَ صَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ (اس نے اپنے ساتھی کو کہا اس حال میں کہ وہ اس سے گفتگو کر رہا تھا) يُحَاوِرُ کا معنی بات کو لوٹانا۔ یہ حَارٌّ یُحَاوِرُ سے ہے۔ جبکہ وہ لوٹے۔ قطروں نے اپنے مسلمان بھائی کا ہاتھ پکڑا اور دونوں باغوں میں اس کو پھرانے لگا۔ تاکہ وہ باغ اس کو دکھائے۔ اور اس کی بجائے مال سے جس چیز کا وہ مالک ہوا ہے اس پر فخر کا اظہار کرے۔

أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا (مال اور خشم و خدَم اور معاونین کے اعتبار سے) یا نمبر ۲۔ مذکر اولاد کے اعتبار سے زیادہ ہوں کیونکہ ان کے ساتھ جتنا بنتا ہے۔ نہ کہ عورتوں کے ساتھ۔

۳۵: وَدَخَلَ جَنَّتَهُ (وہ اپنے باغ میں پہنچا) دونوں میں سے ایک باغ میں نمبر ۲۔ دونوں کو ایک کہا کیونکہ دونوں کی بیرونی دیوار ایک تھی۔ اور دو اس لئے کہا کیونکہ ان کے مابین نہر جاری تھی۔ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ (اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والا تھا) اپنے نفس کو کفر کا نقصان پہنچانے والا تھا۔ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا (میں خیال نہیں کرتا کہ یہ کبھی تباہ ہوگا) کہ یہ باغ برباد ہو۔ اس کو اپنے باغ کی بربادی میں شک اس لئے پیدا ہوا کیونکہ اس کی امید لمبی اور غفلت طویل و دراز تھی اور مہلت کی وجہ سے وہ دھوکے میں پڑا ہوا تھا۔ آج کے زمانہ کے اکثر مسلمان مالداروں کو بھی تم دیکھو گے کہ اس قسم کی گفتگو ان کی زبانوں پر ہوتی ہے۔ (اللهم احفظ السنتنا من هذه الخرافات)

انکارِ قیامت:

۳۶: وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً (اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہونے والی ہے) یعنی واقع ہونے والی ہے۔ وَلَئِنْ رُدِدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا (اور اگر بالفرض مجھے لوٹ کر اپنے رب کی طرف جانا ہی پڑا تو اس سے بہتر نتیجہ وہاں ضرور ضرور ملے گا) اس میں اس نے قسم اٹھائی ہے کہ اگر بالفرض والتقیر اپنے رب کی طرف میں لوٹایا گیا جیسا کہ میرا بھائی گمان کرتا ہے تو وہ آخرت میں دنیا کے باغ سے بھی بہتر باغ وہاں پائے گا۔ اس آیت میں اپنے دوسرے بھائی پر عزت افزائی کا دعویٰ اور اونچے مرتبے کا ذکر ہے۔ مُنْقَلَبًا یہ تمیز ہے اس کا معنی انجام اور لوٹنے کی جگہ۔

دوسرے کا جواب:

۳۷: قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ (اس کے ساتھی نے اس کو کہا جبکہ وہ اس سے گفتگو کر رہا تھا۔ کیا تو اس ذات کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا) تیرے اصل کو مٹی سے بنایا۔ کیونکہ اس کے اصل کا پیدا کرنا یہ اس کے پیدا ہونے کا سبب ہے اور اس سبب کا بنانا خود اسی کا بنانا ہوا۔

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ (پھر نطفہ سے) تمہیں نطفہ سے بنایا۔ ثُمَّ سَوَّكَ رَجُلًا (پھر تمہیں ٹھیک مرد بنا دیا) برابر کیا اور تمہیں مکمل انسان، مذکر، جوانی کو پہنچنے والا بنایا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والا اس لئے شمار کیا کیونکہ اس نے بعث کا انکار کر دیا تھا۔

لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۝ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتِكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ ۖ

لیکن میری بات تو یہ ہے کہ وہ اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو تو نے ماشاء اللہ لا ابالہ کیوں نہ

لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ إِنَّ تَرِنًا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَوَلَدًا ۝ فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُوْتِيَنِي خَيْرًا

کہا، اگر تو مجھے اس حال میں دیکھ رہا ہے۔ کہ میں تجھ سے مال اور اولاد کے اعتبار سے کم ہوں تو وہ وقت نزدیک ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے

مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحُ صَعِيدًا زَلَقًا ۝ أَوْ يُصْبِحَ

بہتر عطا فرما دے اور تیرے باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جسکی وجہ سے تیرا باغ ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے یا اسکا پانی

مَّاؤُهَا غَوْرًا فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ۝ وَأَحِيطَ بِشَمْرِهِ فَاصْبِحْ يَقْلَبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ

زمین میں اتر جائے پھر تو اسے طلب کرنے کی کوشش نہ کر سکے، اور اس کے پھلوں کو آفت سے گھیر دیا گیا سو وہ اس حال میں ہو گیا کہ جو کچھ انہیں خرچ کیا تھا

مَا أَنْفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي

اس پر کف افسوس ملنے لگا اور حال یہ تھا کہ اسکا باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ ہائے کاش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ

أَحَدًا ۝ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ فِئَةٌ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ۝

ٹھہراتا، اور اس کے لیے اللہ کے سوا ایسا کوئی گروہ نہ تھا جو اسکی مدد کرتا اور نہ وہ خود بدلہ لینے والا تھا،

هَٰذَاكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۝

ایسے موقع پر اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے جو حق ہے وہ بہتر ہے ثواب کے اعتبار سے اور بہتر ہے انجام کے اعتبار سے۔

۳۸: لَكِنَّا۔ (لیکن میری بات تو یہ ہے) قراءت: وصل میں الف کے ساتھ شامی نے پڑھا۔ باقی قراء نے بلا الف پڑھا۔ اور الف کے ساتھ وقف کی حالت میں تمام قراء کا اتفاق ہے۔ اس کی اصل لَكِن اَنَا ہے۔ ہمزہ کو حذف کیا اس کی حرکت لَكِن کے نون پر ڈال دی گئی۔ دونوں ملے پہلی کو دوسری میں ساکن کرنے کے بعد ادغام کر دیا۔

هُوَ اللَّهُ رَبِّي (وہی اللہ میرا رب ہے) ہو ضمیر شان ہے تقدیر عبارت یہ ہے الشان اللہ ربی اور پورا جملہ اَنَا کی خبر ہے۔ اور یاء ضمیر اس کی طرف لوٹنے والی ہے۔ اکفرت کا استدراک ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے قَالَ لَا خِيَةَ انتَ كَافِرٌ بِاللَّهِ لَكِنِّي مُؤْمِنٌ مُّوَحِّدٌ اس نے اپنے بھائی کو کہا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔ لیکن میں مؤمن موحد ہوں۔ جیسا کہتے ہیں زید غائب لکن عمرو حاضر اس میں حذف ہے ای اقول هو اللہ اور اس کی دلیل وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا کا عطف ہے۔ وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا (اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا)

۳۹: وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ (جب تم باغ میں داخل ہوئے تھے تو تم نے کیوں ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ نہیں کہا)

مَحْضُوْر: لو لا ہَلَّا کے معنی میں ہے۔ ماشاء کا موصولہ ہے اور مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے محلا مرفوع ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اَلْأَمْرُ مَا شَاءَ۔ نمبر ۲۔ ماشرطیہ ہے اور موقع کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور جزاء محذوف ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ای شئ شاء اللہ کان۔ جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ہو جاتی ہے۔

اب مطلب یہ ہوا تم نے باغ میں داخلے کے وقت اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا اس کو دیکھ کر ماشاء اللہ والی بات کیوں نہ کہی جس سے یہ اعتراف ہوتا کہ یہ باغ اور جو کچھ اس میں ہے وہ تمام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے میسر ہوا ہے اور اس کا معاملہ اب بھی اس کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ اگر چاہے اس کو آباد رہنے دے اور اگر چاہے اس کو برباد کر دے۔

لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ (نہیں ہے قوت مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ) یہ اقرار کرتے ہوئے کہ اس کی تعمیر و آبادی اور تمام تر تدابیر اس کی اعانت سے میسر ہوئی ہے۔ اور اس کی تائید میں شامل حال ہے۔

إِنْ تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا (اگر تو دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے مال و اولاد میں کم ہوں) قراءت ونحو:

جنہوں نے اقل کو منصوب پڑھا انہوں نے انا کو فاصل قرار دیا۔ اور جنہوں نے (کسائی وغیرہ نے) رفع دیا انہوں نے انا کو مبتدا اور اقل کو خبر بنایا۔ اور جملہ ترنی کا مفعول دوم ہے۔ وَلَوْلَا اس میں ان مفسرین کی بات کو پختگی ملتی ہے جنہوں نے نفر کی تفسیر اس آیت میں اولاد سے کی ہے۔ واعز نفرا [الکہف: ۳۴]

مجھے باغ جنت ملے گا:

۴۰: فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُّوتِيَنِي خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ (پس امید ہے کہ عنقریب میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر اور بڑھیا چیز عنایت فرما یگا) دنیا میں یا آخرت میں وَبُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا (اور تیرے باغ پر تقدیری آفت بھیج دے گا) حسبانا سے عذاب مراد ہے۔ مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحُ صَعِيدًا زَلَقًا (آسمان سے پھر وہ چٹیل چکنا میدان بن جائے گا) صعيداً زلقاً سفید زمین جس کی ملائمت کی وجہ سے اس پر لوگ پھسلیں۔

تیرا باغ تباہ ہوگا:

۴۱: أَوْ يُصْبِحَ مَا وَهَا غُورًا (یا اس کا پانی زمین میں اتنی گہرائی میں چلا جائے) غورا کا معنی غائر یعنی زمین کی گہرائی میں جانے والا فَلَئِنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا (کہ تو اس کو تلاش بھی نہ کر سکے) اس کی طلب و تلاش تیرے لئے ممکن نہ ہو۔ پالینا تو درکنار رہا۔ مطلب یہ ہے اگر تو مجھے فاقہ مست دیکھ رہا ہے۔ میں قدرت الہی سے اس بات کی توقع رکھتا ہوں کہ وہ مجھے تیرے باغ سے بہتر باغ دے دے گا اور تیرے کفرانِ نعمت کے باعث ہر چیز تجھ سے چھین لے گا اور تیرے باغ کو برباد کر دے گا۔

نتیجہ کفر و شرک میں تباہی:

۴۲: وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ (اور احاطہ کر لیا گیا اس کے پھلوں کا) ہلاکت کی تعبیر ہے۔ اصل میں یہ احاطہ بہ العدو سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ دشمن جب گھیر لے تو وہ اس کا مالک اور اس پر مسلط ہو جاتا ہے پھر یہ ہر ہلاکت کیلئے استعمال ہونے لگا۔ فَأَصْبَحَ (پس اس کافر نے صبح کی) یَقْلَبُ كَفَّيْهِ (وہ کفِ افسوس مل رہا تھا) ایک ہاتھ کو دوسرے پر افسوس و شرمندگی سے مار رہا تھا۔ دو ہاتھوں کا پلٹنا یہ ندامت و حسرت سے کنایہ ہے کیونکہ شرمندہ اپنی ہتھیلیوں کو الٹتا ہے جیسا کہ اس سے بعض ہتھیلی اور سقوط فی الید کنایہ مراد لی جاتی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ یہ ندامت کے معنی میں ہے۔ اس کو علی سے متعدی لائے گویا اس طرح کہا۔ فاصبح یندم۔

عَلَى مَا أَنْفَقَ فِيهَا (اس پر جو کچھ اس نے خرچ کیا تھا) اس کی آبادی و تعمیر میں وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا (وہ باغ اپنی چھتریوں سمیت زمین پر گرا پڑا تھا) اس کی بلیں جن چھتریوں پر چڑھی ہوئی تھیں وہ چھتریاں زمین بوس ہو کر بیلوں کو تباہ کر چکی تھیں۔ چھتریوں کے ملے پر بلیں ڈھیر ہو چکی تھیں۔

وَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا (اور وہ کہنے لگا کیا اچھا ہوتا اگر میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا) اس کو اپنے بھائی کی نصیحت یاد آئی جس سے اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ وبال اس کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے آیا ہے۔ پس اس کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کاش کہ وہ شرک نہ کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا باغ تباہ نہ کرتا مگر یہ بے وقت کی تمنا تھی۔ مگر یہ بھی درست ہے کہ اس کا مطلب شرک سے توبہ ہو اور گزشتہ حرکت پر شرمندگی اور ایمان میں داخل ہونا مراد ہو۔

۴۳: وَلَمْ تَكُنْ لَهُ فِئَةٌ يَنْصُرُونَهُ (اور اس کے پاس کوئی ایسا مجمع نہ تھا جو اس کی مدد کرتا) جو اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا۔ مِنْ دُونِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے سوا) یعنی وہ اکیلا ہی اس کی نصرت پر قادر تھا۔ اس کے سوا کوئی ایک بھی اس کی مدد نہ کر سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کی وجہ سے اس کی مدد نہ کی۔ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا (نہ وہ خود ہم سے بدلہ لے سکا) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے انتقام کو قوت سے روک نہ سکا۔

اصل مدد کا اختیار اللہ کو:

۴۴: هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ (وہاں مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہوگا) قرأت: حمزہ اور علی نے پچھلی آیت میں تکن کو یکن اور الو لایۃ کو کسرۃ واؤ سے پڑھا ہے۔ الو لایۃ نصرت، دوستی اور کسرہ کے ساتھ غلبہ اور بادشاہی کے معنی میں ہے۔ ہنالک کا مطلب اس مقام میں وہ حال خالص اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا ہوگا۔ اس کے سوا کسی کو اختیار نہ ہوگا۔ اور نہ کسی کو طاقت ہوگی۔ یہ لم تکن لہ فئۃ ینصرونہ من دون اللہ کی تقریر ہے۔

نمبر ۲۔ وہاں سلطنت اور بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو مغلوب نہیں ہو سکتا۔ نمبر ۳۔ اس سخت حالت میں اللہ تعالیٰ ہی ذمہ دار ہونگے اور ہر مجبور اس پر ایمان لے آئے گا۔ یعنی اس کا قول یَا لَیْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا مجبوری کا کلمہ ہے۔ جس پر وہ مجبور ہوا جبکہ اس نے کفر کی نحوست سامنے دیکھی اگر وہ مصیبت نہ دیکھتا تو ایسا نہ کہتا۔

نمبر ۴۔ وہاں ولایت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ وہ اپنے مؤمنین بندوں کی کفار کے خلاف مدد کرتا ہے اور ان کے لئے کفار سے

انتقام لیتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندے کی کافر کے خلاف مدد کی اس کی بات کو سچا کر دیا۔ فعسلی ربی ان یوتین خیراً من جنتک ویرسل علیہا حسبانا من السماء اور اس کی تائید آیت کے اگلے حصہ سے بھی ہوتی ہے۔ هُوَ خَيْرٌ نَّوَابًا وَ خَيْرٌ عَقْبًا (اسی کا ثواب سب سے بہتر ہے اور اسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے) یعنی اپنے اطاعت گزاروں کو سب سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔ نمبر ۵۔ هنالك سے آخرت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اس جہان میں ولایت اللہ ہی کیلئے ہے جیسا کہ اس ارشاد میں لمن الملك اليوم [غافر: ۱۶]

قراءت: ابو عمر و اور علی نے الحق کو مرفوع پڑھا اور اس کو الولایۃ کی صفت قرار دیا۔ نمبر ۲۔ یا مبتدا محذوف ہی کی خبر ہے یا ہو کی۔ دیگر قراء نے کسرہ سے پڑھا اس صورت میں اللہ کی صفت ہے۔ عَقْبًا کو عاصم، حمزہ نے سکون قاف سے پڑھا جبکہ دیگر نے ضمہ کے ساتھ۔ اور شاذ قراءت میں عَقْبٰی کو فَعْلٰی کے وزن پر پڑھا گیا۔ تمام کا معنی عاقبت و نتیجہ ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۤ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاِخْتَلَطَ

اور آپ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان کیجئے، جیسے کہ پانی ہو جو ہم نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ذریعہ زمین سے اگنے والی

بِهِنَبَاتٍ اِلَآرْضٍ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذُرُوْهُ الرِّیْحُ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ

چیزیں خوب گنجان ہو گئیں، پھر وہ چورا چورا ہو کر رہ گیا، جسے ہوائیں اڑا رہی ہیں، اور اللہ ہر چیز پر

مُقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ

قادر ہے، مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں، اور باقی رہنے والے اعمال صالحہ آپ کے رب کے

عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابٌ وَّخَیْرٌ اَمَلًا ۝ وَّیَوْمَ نُسِیْرُ الْجِبَالِ وَتَرٰی الْاَرْضَ بَارِزَةً ۝

نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی، اور جس دن ہم پہاڑوں کو چٹا دیں گے اور اے مخاطب تو زمین کو دیکھے گا کہ وہ کھلا میدان ہے

وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ تُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ وَعَرَّضُوْا عَلٰی رَبِّكَ صَفًّا لِّقَدْ جِئْتُمُوْنَ اَكْمَا

اور ہم ان سب کو جمع کریں گے سو ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے اور وہ آپ کے رب پر صفیں بنائے ہوئے پیش کئے جائیں گے، بلاشبہ آج تم ہمارے پاس اسی حالت میں آئے ہو جیسا

خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭۤ اَبَلْ نَّعْمَتُمُۥ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَّكُمْ مَّوْعِدًا ۝ وَّوَضَعَ الْکِتٰبُ فِتْرٰی

کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ بات یہ ہے کہ تم نے یوں سمجھا کہ ہم تمہارے لیے کوئی وقت موعود مقرر نہ کریں گے، اور اعمال نامے رکھ دیئے جائیں گے تو آپ

اَلْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَیَقُوْلُوْنَ یٰوِیْلَتَنَا مَا لِہٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُعَادِرُ

مجرمین کو دیکھیں گے کہ ان میں جو کچھ ہے اس سے ڈر رہے ہیں اور وہ کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری بربادی! یہ کیسی کتاب ہے کہ اس نے کسی چھوٹے یا بڑے کو

صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً اِلَّا اَحْصٰہَا وَّوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَّلَا یُظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝

نہیں چھوڑا جسے لکھ نہ لیا ہو، اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے۔ اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

بے ثباتی دنیا کی مثال:

۳۵: وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۤ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ (آپ ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی حالت بیان کیجئے کہ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا) وہ دنیا کی زندگی میں پانی جیسی ہے جس کو آسمان سے اتارا۔ فَاِخْتَلَطَ بِهِنَبَاتٍ اِلَآرْضِ (پھر اس کے ذریعہ زمین کی نباتات خوب گنجان ہو گئی)۔ نمبر ۱۔ اس کے سبب سے گھنی ہو گئی

اور آپس میں لپٹ گئی ایک دوسرے میں گھس گئی۔ نمبر ۲۔ پانی نبات میں اثر انداز ہو کر اس سے مل جل گیا یہاں تک کہ وہ نبات سیراب ہو گئی۔

فَاصْبَحَ هَشِيمًا (پھر وہ ریزہ ریزہ ہو گئی) خشک اور ٹکڑے ٹکڑے ہشیمہ کا واحد ہشیمہ ہے خشک ریزہ ریزہ۔ تَذْرُوءُ الرِّيحُ (کہ ہوائیں اس کو اڑائے پھرتی ہیں) یعنی منتشر کرتی اور اڑائے پھرتی ہیں۔ قراءت: حمزہ اور علی نے الرِّيحَ پڑھا ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر) پیدا کرنے اور فناء کرنے کی مُقْتَدِرًا (قدرت رکھتے ہیں) آیت میں دنیا کی تروتازگی رونق و بہار کو اور جو اس کے بعد ہلاکت و فناء اس پر طاری ہونی ہے اُس کو نباتات سے تشبیہ دی جو پہلے سرسبز پھر خشک ہو کر اس کو ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں گویا موجود ہی نہ تھی۔

مال و اولاد قبر کا زادِ راہ نہیں بلکہ نیک عمل ہیں:

۳۶: اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (مال و اولاد دنیا کی زندگی کی ایک رونق ہیں) قبر کا زادِ راہ نہیں اور نہ آخرت کا سامان ہے۔ وَالْبَقِيَّاتُ الصَّالِحَاتُ (اور باقی رہنے والے نیک اعمال) وہ اعمال خیر جن کا پھل انسان کیلئے باقی رہتا ہے۔ نمبر ۲۔ پانچوں نمازیں نمبر ۳۔ سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا (بدرجہ بہتر ہیں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے) بدلہ کے اعتبار سے وَ خَيْرٌ اَمَلًا (اور امید کے لحاظ سے بھی افضل ہیں) کیونکہ وہ سچا وعدہ ہے اور اکثر امیدیں تو جھوٹی ہوتی ہیں یعنی ان باقیاتِ صالحات کو کرنے والا دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ثواب کا امیدوار ہے اور آخرت میں وہ اس ثواب کو پالے گا۔

قیامت کا منظر:

۴۷: وَيَوْمَ (اور اس دن کو یاد کرو) نُسَيِّرُ الْجِبَالَ (جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے) قراءت: مکی، شامی اور ابو عمرو نے نُسَيِّرُ الْجِبَالَ پڑھا ہے۔ اس کا معنی وہ فضاء میں تیریں گے اور چلائے جائیں گے۔ نمبر ۲۔ ان کو ختم کر کے بکھرے ہوئے باریک ذرات بنا دیا جائے گا۔ وَ تَرَى الْاَرْضَ بِاَرْزَةٍ (اور تم زمین کو کھلا ہوا دیکھو گے) اس پر کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جو اس کو ڈھانپے جیسے کہ پہاڑ، درخت وغیرہ۔

وَ حَشَرُ نَهُمْ (اور ہم ان سب کو اٹھا کھڑا کریں گے) یعنی مُردوں کو قَلَمٌ نَغَادِرُ مِنْهُمْ اَحَدًا (پس ہم ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے) ہم نہ چھوڑیں گے۔ غادر کا معنی ترک ہے اور اسی سے الغَدْرُ ہے وفاداری کو چھوڑنا ہے الغدیر: وہ پانی جس کو سیلاب چھوڑ جائے۔

پیشی بارگاہِ الہی:

۴۸: وَ عَرِّضُوا عَلَى رَبِّكَ صَفًّا (اور تمام کو تیرے رب کے روبرو برابر کھڑا کر کے پیش کیا جاوے گا) اس حال میں کہ صف

باندھنے والے روبرو آنے والے ہونگے۔ ان کی جماعت بھی اسی طرح سامنے نظر آئے گی جیسے ایک سامنے آتا ہے۔ ایک دوسرے کے سامنے رکاوٹ نہ ہوگا۔ لوگوں کی پیشی کو ایسے لشکر سے تشبیہ دی جو بادشاہ کے سامنے پیش ہونے والا ہو۔

لَقَدْ جِئْتُمُونَا (تحقیق تم ہمارے پاس آئے ہو) یعنی ہم ان کو کہیں گے واقعی تم ہمارے سامنے آگئے ہو یہ جِئْتُمُونَا مضمر یوم نُسَیْرُ کے نصب میں عامل ہے۔ کَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا) ہم نے تمہیں اسی طرح اٹھا دیا جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ نمبر ۲۔ تم ہمارے پاس ننگے آؤ گے تمہارے پاس کوئی چیز نہ ہوگی۔ جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ اور وَحْشَرْنَا هُمْ کو ماضی کے صیغہ اور نُسَیْر اور تری کو مضارع لائے۔ کیونکہ ان کے حشر کے لئے تیسیر اور بروز سے قبل دلالت موجود ہے۔ تاکہ وہ ان احوال کو ملاحظہ کر سکیں۔ گویا اس طرح فرمایا۔ وَحْشَرْنَا هُمْ قَبْلَ ذَلِكَ (مگر یہ بات سمجھ نہیں آرہی کیونکہ پہاڑوں کا اڑنا اور زمین کا چٹیل بننا پہلے وبلہ قیامت میں ہوگا۔ جبکہ حشر فقہ ثانیہ کے ساتھ ہوگا۔ اس وقت پہاڑوں کا وجود نہیں ہوگا۔ زمین چٹیل میدان ہوگی۔ مترجم)

بَلْ زَعَمْتُمْ اَنَّ نَجْعَلْ لَكُمْ مَوْعِدًا (بلکہ تم یہ سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لیے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے) ایسا وقت جس میں وہ وعدہ پورا ہو جو انبیاء علیہم السلام کی زبانی کیا گیا کہ دوبارہ اٹھایا جائے گا اور تمام مخلوق کو جمع کیا جائے گا۔ نمبر ۲۔ محاسبہ کے مکان کا وعدہ۔

نامہ عمل کا کھلنا:

۴۹: وَوَضِعَ الْكِتَابُ (اور اعمال نامے رکھے جائیں گے) الکتاب سے صحائف اعمال مراد ہیں۔ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ (پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ ڈرتے ہوئے) مشفقین کا معنی خائفین ہے۔ مِمَّا فِيهِ (اس سے جو کچھ اس میں ہوگا) یعنی گناہ۔

وَيَقُولُونَ يَوْمَئِذٍ اَلَمْ يَكُنْ عَلَيْنَا مَوَٰعِدُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً (اور وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑتا ہے اور نہ بڑا) یعنی کسی معمولی گناہ کو بھی نہیں چھوڑتا۔ اِلَّا اَحْطٰهَا (بغیر لکھے اور شمار کیے) ان کو ضبط کرنے اور قلم بند کرنے والا ہے۔ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَٰضِرًا (اور جو کچھ انہوں نے عمل کیا اس کو وہ موجود پائیں گے) نامہ اعمال میں۔ خواہ وہ سرکشی تھی یا بدلتی چیز کا جو انہوں نے عمل کیا۔ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا) کہ وہ اس کے ذمہ وہ لکھ دے جو اس نے عمل نہیں کیا۔ نمبر ۲۔ یا اس کی سزا زیادہ دے دے۔ نمبر ۳۔ بلا جرم سزا دے دے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کر لیا مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنات میں سے تھا

فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ

سو وہ اپنے رب کی فرمانبرداری سے نکل گیا، کیا تم پھر بھی مجھے چھوڑ کر اسے اور اسکی ذریت کو دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں،

بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ۝ مَا أَشْهَدُ لَهُمْ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ

یہ ظالموں کے لیے بہت برا بدل ہے، میں نے انہیں آسمانوں کے اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت نہیں بلایا اور نہ ان کے پیدا کرنے کے

أَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَصَدًا ۝ وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَائِيَ

وقت اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا نہیں ہوں۔ اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ فرمائے گا کہ تم انہیں بلاؤ جنہیں تم

الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ۝ وَرَأَى

میرا شریک سمجھتے تھے۔ پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ انہیں جواب ہی نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک آڑ بنا دیں گے۔ اور

الْمُجْرِمُونَ النَّارُ فَظُنُّوا أَنَّهُمْ مُوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدْوا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝

مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں۔ اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

سجدہ ملائکہ اور سرکشی شیطان:

۵۰: وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ (اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں) یہ سجدہ تہیہ تھا۔ نمبر ۲۔ سجدہ اطاعت و انقیاد تھا۔ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ (پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنات میں سے تھا) یہ جملہ مستانفہ ہے گویا کوئی کہتا ہے اس نے سجدہ کیوں نہ کیا تو جواب دیا کہ وہ جنات میں سے تھا۔ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ (پس اس نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل نہ کی) وہ اس سے نکل گیا جو اس کے رب نے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ نکتہ: یہ دلیل ہے کہ اس کو بھی ملائکہ کے ساتھ سجدہ کا حکم ملا تھا۔

سب کو دوست مت بناؤ:

أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ (کیا پھر بھی تم اس کو اور اس کی اولاد کو بناتے ہو) اس میں ہمزہ انکار اور تعجب کیلئے ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے کیا ایسی بات کے پائے جانے کے بعد بھی تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا کارساز بناتے ہو۔ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي (میرے سوا رفیق و دوست) اور ان کو میرے بدلے میں اختیار کرتے ہو۔ شیطان کی ذریت سے مراد نمبرا۔ لاقیس یہ نماز

میں وسوسے ڈالتا ہے۔ نمبر ۲۔ الاغور یہ زنا کی طرف راغب کرتا ہے۔ نمبر ۳۔ بتر یہ مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔ نمبر ۴۔ مطوس افواہیں پھیلاتا ہے۔ نمبر ۵۔ داسم یہ جہاں اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے ان کے ساتھ ملکر کھاتا ہے۔ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ (وہ تمہارے دشمن ہیں) عدو کا لفظ مفرد ہے مگر معنی جمع کا ہے۔ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا (ظالموں کا بدلہ بہت برا ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ابلیس جس کو بدلے میں ملے یہ بدترین بدلہ ہے۔ اس لئے کہ اس نے ابلیس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بدلے اختیار کر لیا۔ ۵۱: مَا أَشْهَدُ تَهُمْ (میں نے ان کو نہیں بلایا) ابلیس اور اس کی اولاد کو خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں) تم نے ان کو عبادت میں میرا شریک بنا ڈالا۔ یہ عبادت میں شریک تب بنتے۔ جبکہ الوہیت میں شریک ہوتے۔ پس الوہیت میں شراکت کی نفی ما اشهد تہم خلق السموات والارض سے کر دی کہ ان کی پیدائش میں ان سے مدد لیتا۔ نمبر ۲۔ ان سے کم از کم مشورہ کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان اشیاء کی تخلیق میں میں یکتا ہوں تو تم اے انسانو! عبادت میں مجھے یکتا مانو! وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ (اور نہ ان کو پیدا کرنے کے وقت) ان ہی میں سے بعض کی پیدائش کے وقت دوسروں کو میں نے نہیں بلایا۔ یہ اس طرح ہے جیسا اس ارشاد میں وَلَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ [النساء: ۲۹] وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَصَدًا (اور میں گمراہوں کو معاون بنانے والا نہ تھا) یعنی میں ان کو مددگار بنانے والا نہ تھا۔ یہاں ضمیر کی بجائے المضلین ظاہر استعمال فرمایا تاکہ اضلال پر ان کی مذمت زیادہ ہو جائے۔ پس جب وہ تخلیق میں میرے معاون نہ تھے تو تم ان کو عبادت میں میرا شریک کیوں بناتے ہو؟

۵۲: وَيَوْمَ يَقُولُ (اور اس دن کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) اللہ تعالیٰ کفار کو فرمائیں گے۔

قراءت: حمزہ نے نَقُولُ پڑھا ہے۔

نَادُوا (تم پکارو) بلند آواز سے پکارو۔ شُرَكَاءُ اَيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ (میرے ان مفروضہ شریکوں کو جن کو تم میرا شریک گمان کرتے تھے) کہ وہ میرے شریک ہیں اور میرے عذاب سے وہ تمہیں بچائیں گے۔ مراد یہاں جن لئے اور شرکاء کا لفظ بطور توبیخ کے ان کے گمان کے پیش نظر بڑھایا گیا۔ فَذَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا (پھر وہ ان کو پکاریں گے مگر وہ ان کو جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک آڑ حائل کر دیں گے) موبقاً ہلاکت گاہ یہ وبق ببق وبقاً سے لیا گیا جس کا معنی ہلاک ہونا۔ نمبر ۲۔ موعد کی طرح یہ مصدر میسی ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم ان کے درمیان ایک جہنم کی وادی حائل کر دیں گے۔ اور وہ وادی ہلاکت کی جگہ ہوگی اور سخت عذاب کا مقام ہوگا اور اس میں وہ اکٹھے ہلاک ہونگے۔

نمبر ۲۔ ملائکہ، عزیر، عیسیٰ علیہم السلام مراد ہیں۔ اور الموبق سے مراد آڑ اور دور والا پردہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم ان نیک لوگوں اور ان کے مابین بہت فاصلہ کر دیں گے کیونکہ یہ کفار تو جہنم کی گہرائی میں ہونگے اور وہ صالحین اعلیٰ جنتوں میں ہونگے۔

مجرم کو آگ کا یقین ہو جائے گا:

۵۳: وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا (اور مجرمین آگ کو دیکھ کر یقین کر لیں گے) ان کو پختہ یقین ہو جائے گا۔ اَنَّهُمْ مُّوٰقِعُوهَا (کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں) اس میں جلنے والے اور پڑنے والے ہیں۔ وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا (اور وہ اس آگ سے نہ پائیں گے) حاکم مرجع نار ہے۔ مَصْرِفًا (بچنے کی راہ) لوٹنے کا راستہ۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرِ شَيْءٍ

اور لوگوں کے لیے ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کے عمدہ مضامین بیان کیے۔ اور انسان جھگڑنے میں بہت زیادہ بڑھ کر

جَدَلًا ۵۴ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا مِنْ رَبِّهِمْ

ہے اور ہدایت آ جانے کے بعد لوگوں کو ایمان لانے اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے سے صرف اس بات نے روکا ہے

إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةٌ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۵۵ وَمَا نُرْسِلُ

کہ ان کے ساتھ اگلے لوگوں جیسا معاملہ ہو جائے یا ان کے آنے سے سامنے عذاب آ جائے، اور ہم پیغمبروں کو

الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا

صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجتے رہے ہیں۔ اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ باطل کے ذریعہ جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ

بِهِ الْحَقُّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنذِرُوا هُرُوءًا ۵۶ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بآيَاتِ

حق کو بنادیں اور ان لوگوں نے میری آیات کو اور جس چیز سے ان کو ڈراما گنا مذاق کی چیز بنا رکھا ہے، اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جسے اس کے رب کی

رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدُهُ ۖ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ

آیتوں کے ذریعہ نصیحت کی گئی سو اس نے ان سے روگردانی کی اور جو کچھ اس نے آگے بھیجا ہے اسے بھول گیا بلاشبہ ہم نے ان کے دلوں پر اس کے کھنسنے سے پروئے ڈال

يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَنْ يَهْتَدُوا

دیتے ہیں۔ اور ان کے کانوں میں ڈانٹ دے رکھی ہے، اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف بلائیں تو ایسی حالت میں ہرگز ہدایت پر

إِذَا أَبَدًا ۵۷ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ

نہ آئیں گے، اور آپ کا رب بہت مغفرت کرنے والا ہے رحمت والا ہے، اگر وہ لوگوں کی ان کے اعمال کی وجہ سے گرفت فرماتا تو ان کے لیے جلد ہی عذاب

الْعَذَابُ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَّنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا ۵۸ وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ

بھیج دیتا، بلکہ ان کے لیے ایک وقت مقرر ہے، اس وقت وہ اس سے ورے کوئی پناہ کی جگہ ہرگز نہ پائیں گے، اور ان بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا

لَمَّا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَوْعِدًا ۵۹

جب کہ انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لیے وقت مقرر کر رکھا تھا۔

قرآن کے مضامین عمدہ ہیں:

۵۴: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت کے واسطے ہر قسم کے عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان کر دیئے) کُلِّ مَثَلٍ سے مراد جن کی ان کو ضرورت پڑ سکتی ہے۔ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (مگر انسان جھگڑا کرنے میں سب سے بڑھ کر ہے) جَدَلًا یہ تمیز ہے۔ ان تمام چیزوں سے جن کی طرف سے جھگڑا ہوتا انسان سب سے بڑھ کر جھگڑا لوبہ ہے۔ اگر تم ان کو الگ الگ کر کے جھگڑے کیلئے اور باطل جھگڑنے کیلئے جدا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کا جھگڑا ہر چیز کے جھگڑے سے بڑھ کر ہے۔

مگر ایمان سے رکاوٹ یہ ہے کہ وہ پہلے لوگوں کی طرح منتظر عذاب ہیں:

۵۵: وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ (اور لوگوں کو ہدایت آنے کے بعد ایمان سے نہیں روکا) الْهُدَىٰ سے مراد سبب ہدایت اور وہ کتاب اور رسول ہیں۔ وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا (اور اپنے پروردگار سے معافی مانگنے سے اور کوئی مانع نہیں رہا مگر یہ بات کہ ان کے ساتھ گزرے ہوئے لوگوں کا معاملہ ہو یا اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کے سامنے آکھڑا ہو) پہلا اَنْ نصب اور دوسرا مرفوع ہے۔ اور اس سے قبل مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وَمَا مَنَعَ النَّاسَ الْإِيمَانَ وَالِاسْتِغْفَارَ إِلَّا أَنْتَظَرُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ وَهِيَ الْإِهْلَاكُ أَوْ أَنْتَظَرُوا أَنْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ أَيْ عَذَابُ الْآخِرَةِ۔ اور لوگوں کو ایمان لانے اور استغفار سے اس بات نے روک دیا کہ ان کے پاس پہلے لوگوں کا طریقہ یعنی ہلاکت آجائے۔ یا اس انتظار نے کہ آخرت کا عذاب ان کے سامنے آکھڑا ہو۔ قراءت: قُبُلًا کوئی نے ضمتین سے پڑھا ہے قبیل کی جمع ہے اور معنی اقسام ہوگا۔ باقی قراء نے قُبُلًا پڑھا جس کا معنی ہے سامنے ظاہر۔

رسول تو صرف مبشر و منذر ہیں:

۵۶: وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ (اور ہم رسولوں کو بشارت دینے اور ڈرانے کیلئے بھیجتے ہیں) قراءت: اس پر وقف کیا جائے گا۔ اور جملہ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ مُتَانِفَةً (اور کافر ناحق باتیں پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں) باطل سے مراد انکا وہ مشہور مقولہ ہے جو انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو کہا: مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً وَغَيْرَ ذَلِكَ۔

کافر حق کو مٹانے کے لئے ان سے ناحق جھگڑتے ہیں:

لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ (تاکہ اس کے ذریعہ وہ حق بات کو پھسلا دیں) حق سے نبوت مراد ہے تاکہ وہ جھگڑا ڈال کر نبوت کے اثرات کو زائل اور باطل کر دیں۔ وَاتَّخِذُوا إِلَيْنِی (اور انہوں نے بنایا میری آیات کو) یعنی قرآن کو وَمَا أُنْذِرُوا (اور جس سے ان کو ڈرایا گیا) ما موصولہ ہے۔ اور صلہ کی طرف راجع ضمیر محذوف ہے۔ یعنی جس عذاب سے ان کو ڈرایا گیا نمبر ۲۔ ما مصدریہ

ہے اور انکا ڈرانا۔ هُزُواً (اس کا مذاق بنایا) استہزاء کی جگہ بنالیا۔
قراءت: حمزہ نے زاء کے سکون اور حمزہ سے پڑھا۔ حفص نے حمزہ کو واؤ سے بدل کر اور دیگر قراء نے زاء کے ضمہ اور حمزہ سے پڑھا ہے۔

قرآن سے نصیحت کی جاتی ہے مگر یہ منہ موڑنے والے ہیں:

۵۷: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ (اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا۔ جس کو اس کے رب کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی گئی) آیات سے قرآن مراد ہے۔ اسی لئے ضمیر اَنْ بِفَقْهُوْهُ میں مذکر لائی گئی ہے۔ فَأَعْرَضَ عَنْهَا (پھر اس نے ان آیات سے اعراض کیا) نصیحت کے وقت نصیحت کو قبول نہ کیا۔ اور نہ تدبیر سے کام لیا۔ وَنَسِيَ مَا قَدْ مَتَّ يَدَاهُ (اور جو کچھ وہ کر چکا اس کو بھول گیا) یعنی اس کے انجام کو بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے کر کے آگے بھیج دیا ہے۔ جیسے کفر، معاصی بلا کسی سوچ و بچار اور بغیر اس بات کو پیش نظر رکھنے کے کہ گناہ گار اور نیکو کار کو بدلہ ملے گا۔ پھر ان کے نسیان اور اعراض کی تعلیل یہ بیان کی کہ ان کے دلوں پر مہر کی جابجلی اَنَا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ اَكِنَّةً (ہم نے ان کے دلوں پر حق سے پردے ڈال دیئے ہیں) اکنہ کا معنی پردے یہ کنان کی جمع ہے وہ ڈھکنے کو کہتے ہیں۔ اَنْ يَفْقَهُوْهُ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ وَقُرْا (کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ رکھ دیئے) وقر حق کے سننے سے بوجھ کو کہتے ہیں اور مفرد کے بعد پھر جمع لفظ من کے لحاظ سے لائی گئی ہے اور اس کا معنی یہ ہے۔ اے محمد ﷺ اگر تم ان کو۔

وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْا (ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ ہرگز راہ راست پر نہ آئیں گے) الہدٰی سے ایمان مراد ہے۔ لن يهتدوا کہہ کر بتلایا کہ وہ بالکل ہدایت کو قبول نہ کریں گے۔ اِذَا (اس وقت) یہ جزاء اور جواب شرط ہے یہ دلالت کر رہی ہے کہ انہوں نے دعوت رسول سے ہدایت کو قبول نہیں کیا۔ اس طرح کہ جو چیز ان کی ہدایت کا سبب بننا چاہیے تھی اس کو انہوں نے ہدایت سے رکنے کا ذریعہ بنالیا۔ اور اس طور پر کہ یہ رسول کو جواب ہے جبکہ تقدیر عبارت اس طرح ہو۔ مَا لِيْ لَا اَدْعُوْهُمْ حِرْصًا عَلٰى اِسْلَامِهِمْ؟ میں ان کے اسلام کی حرص کے باوجود ان کو دعوت کیوں نہیں دے رہا؟ تو جواب دیا کہ اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف دعوت دیں بھی پھر بھی اس وقت ہرگز ہدایت کو قبول نہ کریں گے۔
اَبَدًا (کبھی بھی) مکلف بنائے جانے کے پورے زمانہ میں۔

وقت موعود تک رحمت سے بچے ہوتے ہیں:

۵۸: وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ (اور آپ کا رب بخشنے والا ہے) انتہائی بخشش کرنے والا۔ ذُو الرِّحْمَةِ رحمت والا ہے۔ رحمت کی صفت سے متصف ہے۔ لَوْ يُوَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَلَ لَهُمُ الْعَذَابُ (اگر ان سے ان کے اعمال پر دارو گیر کرتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر دیتا) یعنی اہل مکہ سے جلد مواخذہ نہ کرنا۔ یہ محض اسکی رحمت ہے حالانکہ اہل مکہ کو رسول سے شدید دشمنی ہے۔ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ (بلکہ ان کیلئے ایک وعدہ کا وقت ہے) اور وہ یوم بدر ہے لَنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهِ مَوْئِلًا (وہ اس سے ورے کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاسکتے) مَوْئِلًا کا معنی پناہ گاہ، نجات کی جگہ کہا جاتا ہے آل فلان جب کہ وہ نجات پا جائے آل الیہ جب کہ وہ پناہ لے۔

وَلَمَّا قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۖ

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان سے کہا کہ میں برابر چلتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں مجمع البحرین کو پہنچ جاؤں یا یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں،

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۖ فَلَمَّا

سو جب وہ دونوں مجمع البحرین پر پہنچ گئے تو اپنی مچھلی کو بھول گئے سو وہ مچھلی سمندر میں راستہ بنا کر چلی گئی، سو جب

جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ اتَّبِعْنَا هَٰذَا نَصَبًا ۖ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا

وہ آگے بڑھ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان سے کہا کہ ہمارا صبح کا کھانا لاؤ اس میں شک نہیں کہ اس سفر کی وجہ سے ہم کو بڑی تکلیف پہنچ گئی، جوان نے کہا کیا آپ کو خبر نہیں جب ہم نے

إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنسَنِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ

پتھر کے پاس ٹھکانہ لیا تھا تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا اور مچھلی کو یاد رکھنا مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا، اور اس مچھلی نے سمندر میں

سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۖ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي ۖ فَارْتَدَّ عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ۖ

عجیب طور پر اپنا راستہ بنا لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی وہ موقع ہے جسکی ہمیں تلاش تھی۔ سو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشاںوں پر واپس لوٹے۔

۵۹: وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ (یہ بستیاں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا)

تِلْكَ: تِلْكَ مبتدا ہے القری یہ صفت ہے کیونکہ اسمائے اشارہ کی صفت اسم جنس سے لائی جاتی ہے۔ اہلکنا ہم یہ خبر ہے۔
نمبر ۲۔ تِلْكَ الْقُرَىٰ یہ اہلکنا فعل مضمَر کی وجہ سے منصوب ہے اور دوسرا اہلکنا اس کی تفسیر ہے۔ مطلب یہ ہے یہ بستیوں
والے جن کو ہم نے ہلاک کر دیا مراد ان سے قوم نوح، عاد، ثمود ہیں۔ لَمَّا ظَلَمُوا (جب انہوں نے ظلم کیا) جیسا کہ اہل مکہ کر رہے
ہیں۔ وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَوْعِدًا (اور ہم نے ان کی ہلاکت کا ایک وقت مقرر کیا) اور ہم نے ان کی ہلاکت کیلئے ایک معلوم و
مقرر وقت طے کر دیا۔ جس سے یہ پیچھے نہ ہٹائے گئے۔ جیسا کہ اہل مکہ کیلئے یوم بدر المہلک ہلاک کرنا اور اس کا وقت
قراءت: حفص نے اس کو میم کے فتح اور لام کے کسرہ سے پڑھا ہے اور ابو بکر نے دونوں کے فتح سے پڑھا ہے۔ اے لَوْقْتَ
هَلَاكِهِمْ يَالْهَلَاكِيهِمْ اور الموعود وقت کے معنی میں ہے یا مصدر ہے بمعنی وعدہ کرنا۔

موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ:

۶۰: وَاذْقَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ (اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان کو کہا) اِذْ سے پہلے اُذْ کر محذوف ہے۔
فتاہ سے یوشع بن نون مراد ہیں۔

نکتہ: یہاں فتاہ فرمایا کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کرتے تھے اور ان کے ساتھ رہتے اور ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ لَا
أَبْرَحُ (میں برابر چلا جاؤں گا) نہ ہوں گا۔ دلالت کلام اور حال کی وجہ سے خبر کو حذف کر دیا۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ حالت سفر تھے

اس لئے خبر کو ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ دوسرا اس لئے کہ انکا قول حَتَّىٰ اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ ایک غایت مقرر تھی جو مقصد کو خود متعین کر رہی تھی۔ اب اس لحاظ سے معنی یہ ہوگا میں چلتا جاؤں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ پہنچ جاؤں اور یہ وہی مقام تھا جہاں موسیٰ علیہ السلام سے خضر علیہ السلام کی ملاقات کا وعدہ تھا۔ یہ بحر فارس اور روم کے ملنے کی جگہ ہے۔ خضر کو خضر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جہاں پہنچتے انکا ارد گرد سبز ہو جاتا ہے۔ اَوْ اَمْضِیْ حَقْبًا (یا اسی طرح زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا) زمانہ طویل تک چلتا رہوں گا ایک قول یہ ہے کہ اسی سال تک۔

روایات تفسیر یہ ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام مصر پر بنی اسرائیل کے ساتھ غالب آ گئے۔ اور قبطیوں کی ہلاکت کے بعد وہاں قرار اختیار کیا تو انہوں نے اپنے رب سے سوال کیا۔ آپ کو اپنے بندوں میں کونسا بندہ پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو مجھے یاد کرتا ہے اور کبھی نہیں بھولتا۔ دوسرا سوال یہ کیا کہ تیرے بندوں میں سے سب سے بہتر فیصلے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو حق کا فیصلہ کرتا ہے اور خواہشات کے پیچھے نہیں چلتا۔ تیسرا سوال یہ کیا کہ کونسا بندہ زیادہ علم والا ہے۔ جواب آیا جو لوگوں کا علم اپنے علم کے ساتھ ملاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کوئی ایسا کلمہ مل جائے جس سے راہنمائی میسر آئے یا ہلاکت سے اس کو بچالے۔

پھر عرض کیا اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے زیادہ علم والا ہے۔ تو مجھے اس کی راہنمائی فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ سے زیادہ علم والا خضر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ میں کہاں اس کو تلاش کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چٹان کے پاس ساحل کے کنارے۔ پھر عرض کیا اے میرے رب میں کیسے اس سے مل سکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ایک مچھلی تو شہ دان میں لو۔ جہاں وہ گم ہو جائے وہاں تم اس کو پا لو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے خادم کو کہا جب مچھلی غائب ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ دونوں پیدل سفر پر روانہ ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام چٹان کے پاس سو گئے۔ مچھلی تڑپ کر سمندر میں جا پڑی جب صبح کے کھانے کا وقت آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی طلب کی۔ خادم نے اطلاع دی کہ وہ سمندر میں چلی گئی چنانچہ دونوں واپس چٹان کے پاس آئے تو وہاں کپڑوں میں لپٹا ہوا ایک شخص ملا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سلام کیا۔ اس نے کہا ہمارے علاقے میں سلام کہاں؟ (یہاں تو سلام کا رواج نہیں) موسیٰ علیہ السلام نے اپنا تعارف کروایا۔ تو خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ! میں ایک ایسے علم پر ہوں جو میرے رب نے مجھے دیا ہے اور آپ اس کو نہیں جانتے اور تم ایک ایسا علم رکھتے ہو جس کو میں نہیں جانتا۔

مجمع البحرین میں پہنچنا:

۶۱: فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا (جب وہ دونوں مجمع البحرین پر پہنچے) نَسِيَا حُوتَهُمَا (وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے) یعنی یوشع بن نون مچھلی کو بھول گئے کیونکہ کھانے کے ذمہ دار وہی تھے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ اور یہ تثنیہ اسی طرح لایا گیا جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں نَسُوا زَادَهُمْ وہ تمام زادِ راہ بھول گئے حالانکہ زادِ راہ کا ذمہ دار اس کو بھولنے والا ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ مچھلی نمک لگی ہوئی تھی وہ دونوں ایک رات حیات کے چشمہ پر اترے۔ موسیٰ علیہ السلام سو گئے جب مچھلی تک اس مائے حیات کی خوشبو پہنچی اور ٹھنڈک میسر آئی تو وہ زندہ ہو گئی اور پانی میں چلی گئی۔

مچھلی غائب:

فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ (اس نے سمندر میں اپنا راستہ بنالیا) اپنا راستہ خشکی سے سمندر کی طرف جانے کا اختیار کر لیا۔ سَرَبًا (سَرنگ کی صورت میں)۔ نَحْجُو: یہ مصدر ہونے کی بنا پر منصوب ہے اسی سَرَب فیہ سَرَبًا یعنی وہ داخل ہو کر سمندر میں چھپ گئے۔

۶۲: فَلَمَّا جَاوَزَا (جب وہ دونوں آگے گزر گئے) مجمع البحرین سے اور پھر اترے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ انہوں نے کتنا راستہ طے کیا۔ قَالَ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا): لِفِتْنَةٍ اِنَّا عَدَاۤءٌ نَّا لَقَدْ لَقَيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا (اپنے جوان کو کہا ہمارے لئے کھانا لاؤ۔ اس سفر میں ہم بہت تھک گئے) نصب تھکاؤٹ اس سے قبل نہ بھوک لگی نہ تھکاؤٹ محسوس کی۔

مقام کی علامت سے نشاندہی:

۶۳: قَالَ اَرْنَيْتُ اِذْ اَوْنَاۤءَ اِلَى الصَّخْرَةِ (کہا دیکھئے تو جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے) وہی وعدہ کی جگہ تھی۔ فَاِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ (تو میں مچھلی بھول گیا) پھر معذرت کرتے ہوئے اگلا جملہ کہا: وَمَا اَنْسَيْنِيْهِ اِلَّا الشَّيْطٰنُ (اور مچھلی کو یاد رکھنا مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا)

قراءت: انسانیت کی ذکوہ کے ساتھ حفص نے پڑھا۔ اَنْ اَذْكُرَهُ (کہ میں اس کو یاد رکھتا) ضمیر یہاں انسانیت کی ذکوہ کا بدل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وما انسانی ذکوہ الا الشیطان شیطان نے ہی مجھے اس کی یاد بھلائی ہے۔

وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا (اور اس نے سمندر میں عجیب انداز سے اپنا راستہ بنالیا) اور وہ اس طرح ہوا کہ اس کا نشان پڑتا گیا جہاں سے وہ گزرتی گئی (حالانکہ پانی پر نقش قائم نہیں رہتا)

ہماری تلاش:

۶۴: قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ (اس نے کہا یہی تو ہم تلاش کرتے تھے) ہم تلاش کرتے ہیں۔

قراءت: مکی نے یاء سے نبغی پڑھا۔ ابو عمرو اور علی نے اس کی موافقت کی اور مدنی نے وصل میں موافقت کی۔ اور یاء کے بغیر وصل و فصل میں دیگر قراء نے اختیار کیا۔ خط مصحف کا لحاظ کرتے ہوئے ذٰلِكَ کا لفظ راستہ بنانے کی طرف اشارہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے ذٰلِكَ الَّذِي كُنَّا نَطْلُبُ کیونکہ مچھلی کا غائب ہونا خضر علیہ السلام سے ملاقات کی علامت تھی۔ فَارْتَدَّا عَلَى اٰثَارِهِمَا (پس وہ دونوں اپنے نشان ہائے قدم پر واپس لوٹے) وہ اسی راستے پر واپس لوٹے جس پر گئے تھے۔ قَصَصًا (نشان کی پیروی کرتے ہوئے) اس حال میں کہ وہ نشانات پر چل رہے تھے۔ اِیٰی یَتَّبَعَانِ اٰثَارَهُمَا اتِّبَاعًا وہ اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کر رہے تھے اچھی طرح پیروی کرنا۔

قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ (القصص) کا معنی ہے نشان قدم کی اتباع کرنا۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّا لَدُنَّا عِلْمًا ۝۶۵ قَالَ

سوانہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی اور ہم نے اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے

لَهُ مُوسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِيْ مِمَّا عَلَّمْتَ رُشْدًا ۝۶۶ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ

اس بندہ سے کہا کیا میں اس شرط پر تمہارے ساتھ ہو جاؤں کہ آپ کو جو کچھ علم مفید سکھایا گیا ہے وہ آپ مجھے سکھادیں۔ اس بندہ نے کہا بلاشبہ تم میرے ساتھ رہتے ہوئے

مَعِيَ صَبْرًا ۝۶۷ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝۶۸ قَالَ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

صبر نہیں کر سکتے اور اس چیز پر تم کیسے صبر کرو گے جو چیز تمہارے علمی احاطہ میں نہیں ہے؟ موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں

صَابِرًا وَّلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝۶۹ قَالَ فَاِنْ اَتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْأَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰی

گے اور میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس بندہ نے کہا سوا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو کسی چیز کے بارے میں اس وقت تک مجھ سے کوئی بات مت پوچھنا جب تک

اَحَدٌ لَّكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝۷۰ فَانْطَلَقَا ۝۷۱ حَتّٰی اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۝۷۲ قَالَ

میں خود ہی اس کے بارے میں کسی طرح کا ذکر نہ کروں۔ اس کے بعد دونوں چل دیئے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہو گئے تو اس بندہ خدا نے کشتی میں شگاف کر دیا موسیٰ نے کہا

اَخْرَقْتُهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ۝۷۳ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ

کیا تم نے اسی لیے شگاف کیا ہے کہ کشتی والوں کو غرق کر دو۔ تم نے تو بڑا بھاری کام کر دیا اس بندہ نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ

تَسْتَطِيْعُ مَعِيَ صَبْرًا ۝۷۴ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ

رہتے ہوئے تم صبر نہیں کر سکتے موسیٰ نے کہا کہ میرے بھول جانے کی وجہ سے میرا مواخذہ نہ کیجئے اور میرے معاملہ میں مجھ پر تنگی نہ

عُسْرًا ۝۷۵ فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا الْقِيَاغُلُمَافَقَتْلَهٗ ۝۷۶ قَالَ اَقْتَلَتْ نَفْسًا زَكِيَّةً

ڈالے، پھر دونوں چل دیئے یہاں تک کہ ایک لڑکے سے ملاقات ہو گئی وہاں بندہ خدا نے اسے قتل کر دیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم نے ایک بے گناہ جان کو کسی جان کے بدلے

بَغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ۝۷۷

بغیر قتل کر دیا، تم نے تو بہت ہی بے جا کام کیا۔

۶۵: فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا (پس ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا) عبد سے مراد خضر ہیں نمبر ۱۔ جو ایک کپڑے کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ نمبر ۲۔ سمندر میں بیٹھے تھے۔ اَتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا (جس کو ہم نے اپنے پاس سے

رحمت عطاء کی تھی) رحمت سے مراد وحی، نبوت نمبر ۲۔ علم نمبر ۳۔ طول حیات وَعَلَّمْنَهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (اور اس کو ہم نے اپنی طرف سے علم دیا تھا) اخبار غیب کا علم نمبر ۲۔ علم لدنی جو بطور الہام کے بندے کو ملتا ہے۔

۶۶: قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عَلَّمْتَٰ رُشْدًا (موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مفید علم آپ کو سکھایا گیا ہے اس میں سے کچھ آپ مجھے بھی سکھائیں) رُشْدًا سے ایسا علم جو رُشْد والا ہو جس سے میں اپنے دین میں راہنمائی حاصل کروں۔

قراءت: ابو عمرو نے رُشْدًا پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں لغات ہیں البُخْل البُخْل۔
نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ کسی کو طلب علم چھوڑنا نہ چاہئے اگرچہ وہ علم کی انتہاء کو پہنچ جائے اور اس آدمی کے سامنے تواضع کرے جو اس سے زیادہ علم والا ہو۔

۶۷: قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا (اس نے کہا تم ہرگز میرے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں رکھتے) قراءت: حفص نے معی کو یاء کے فتح سے پڑھا اسی طرح اس سورت میں جو بعد میں بھی آرہا ہے۔ صبر کا مطلب انکار اور سوال سے رکنا ہے۔

جس چیز کا علم نہ ہو اس پر جماؤ نہیں:

۶۸: وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا (اور کس طرح آپ صبر کر سکتے ہیں اس بات پر جس کا آپ کو پورا علم نہ ہو)۔ خبراً تمیز ہے اور صبر کی استطاعت کی نفی کو مؤکد کر رہی ہے۔ اور اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ وہ بعض ایسے کاموں کے ذمہ دار ہیں جو بظاہر ممنوع اور بُرے ہیں اور نیک آدمی ان ممنوع کاموں کو دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ ایک پیغمبران کو دیکھ کر خاموش رہے۔

اقرارِ موسوی:

۶۹: قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ انشاء اللہ مجھے صابر پائیں گے) صابر کا معنی انکار اور اعتراض سے اپنے آپ کو روکنے والا۔ وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا (اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہیں کروں گا)۔
تحریر: یہ جملہ محل نصب میں صابراً پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی سَتَجِدُنِي إِلَىٰ آخِرِهِ صَابِرًا وَغَيْرِ عَاصٍ۔ کہ عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا اور نافرمانی نہ کرنے والا پائیں گے۔ نمبر ۲۔ یا اس کا عطف سَتَجِدُنِي پر ہے اور اس صورت میں اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

شرطِ حضری:

۷۰: قَالَ فَإِنْ أَتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا (خضر علیہ السلام نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کے متعلق اس وقت تک نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کے متعلق ابتداء ذکر نہ کروں)

قراءت: فَلَا تَسْأَلْنِيْ اِسْ مِیْنِ مَدَنی اور شامی نے لام کا فتح اور نون مشدود پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے لام کا سکون اور نون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور یا نسب کے نزدیک قائم رہے گی عن شمس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے میرے ساتھ چلنے کی شرط یہ ہے کہ جب تم میری طرف سے کوئی انوکھی چیز دیکھو اور تم جانتے ہو کہ وہ صحیح ہے البتہ اس کے صحیح ہونے کی وجہ مخفی ہے۔ اور تم نے اس چیز کو اپنے دل میں اوپر خیال کیا ہے۔ تو تم اس چیز کے متعلق سوال میں مجھ سے ابتدا نہ کرو اور نہ اس کے بارے میں میری طرف رجوع کرو جب تک کہ میں اس کو تمہارے سامنے نہ کھول دوں یہ درحقیقت عالم کے سامنے متعلم کا ادب ہے اور متبوع کیلئے تابع کا لحاظ ہے۔

سفر پر روانگی:

۱: فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا (پس دونوں چل دیئے یہاں تک کہ وہ ایک کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے کشتی کو پھاڑ دیا) یعنی سمندر کے ساحل پر کشتی تلاش کرتے ہوئے چلے جب دونوں سوار ہو گئے تو کشتی والوں نے کہا یہ دونوں چور ہیں کشتی کے مالک نے کہا مجھے تو یہ پیغمبروں کے چہرے لگتے ہیں پس انہوں نے بغیر کرائے کے بٹھا لیا جب وہ بھنور میں پہنچے تو خضر نے ہتھوڑا لیکر کشتی کو پھاڑ دیا وہ اس طرح کہ پانی کے قریب والے دو تختے اکھاڑ دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام اس پھٹے ہوئے مقام کو اپنے کپڑے سے بند کرنے لگے اور پھر فرمانے لگے۔

موسیٰ علیہ السلام کا سوال:

قَالَ اٰخَرَقْتُهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تو نے کشتی والوں کو ڈوبنے کیلئے کشتی کو پھاڑ دیا) قراءت: ہمزہ اور علی نے لِیَغْرِقَ اھلھا پڑھا ہے یہ غرق سے ہے۔

لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا (آپ نے بہت بڑی حرکت کی ہے) یعنی آپ نے بڑی سخت حرکت کی ہے۔ امرًا یہ امرًا لامر سے لیا گیا ہے۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب معاملہ بہت بڑا ہو جائے۔

خضر علیہ السلام کی یاد دہانی:

۲: قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِيَ صَبْرًا اس نے (یعنی خضر علیہ السلام نے کہا) کیا آپ سے میں نے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔

یہ بھول ہوئی اس پر مواخذہ نہ ہوگا:

۳: قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ (کہا آپ اس پر مجھ سے مواخذہ نہ کریں جو میں بھول گیا تھا) جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ پھٹی ہوئی جگہ سے پانی داخل نہیں ہو رہا ہے تو کشتی سے باہر نہیں نکل بھاگے۔ مانسیت کا معنی الذی نسیته وہ جس کو میں بھول گیا یا وہ چیز جس کو میں بھول گیا یا میرے نسیان کے سبب۔ ان کی مراد اس سے وصیت کا بھولنا تھا اور بھولنے والے پر مواخذہ نہیں ہے یا پھر نسیان سے ترک مراد ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ آپ کی نصیحت کو پہلی مرتبہ چھوڑنے پر مجھ سے آپ

مُواخَذَه نہ کریں۔ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا (اور میرے اس معاملہ میں تنگی مت پیدا کریں) رہقہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو ڈھانچے یعنی میرے معاملے میں مجھے تنگی سے مت ڈھانچیں اور یہی ان کی اتباع ہے اور اپنی پیروی کو مجھ پر مشکل نہ کیجئے اور چشم پوشی کر کے اور مناقشہ (اعتراض) چھوڑ کر آسانی پیدا کیجئے۔

۷۴: فَأَنْطَلَقًا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَمًا فَقَتَلَهُ (دونوں چل دیئے کہ یہاں تک کہ جب دونوں ایک لڑکے کو ملے تو خضر نے اس کو قتل کر دیا) ایک قول یہ ہے کہ اس کے سر کو دیوار پر مارا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو لٹا کر چاقو سے ذبح کر دیا۔ نکتہ: آیت میں قتلہ سے پہلے فاء لائی گئی ہے مگر خرقا سے پہلے فاء نہیں کیونکہ خرقا کو تو شرط کی جزاء بنایا گیا اور قتلہ کو جملہ شرطیہ بنایا گیا جس پر عطف ہو رہا ہے اور جزاء قال أَقْتَلْتُ نَفْسًا ہے۔ قَالَ أَقْتَلْتُ نَفْسًا (اس نے کہا کیا تم نے ایک جان کو قتل کر دیا) ان دونوں کے درمیان خرق اس لئے لایا گیا کیونکہ کشتی کا پھٹنا سوار ہونے کے فوراً بعد نہیں تھا البتہ لڑکے کا قتل اس کی ملاقات کے فوراً بعد تھا اس لئے ایک پر فاء لائی گئی دوسرے پر نہیں۔

ذِكِّيَّة (پاکیزہ) جو گناہوں سے پاک ہو خواہ اس بنا پر کہ اس کے ہاں وہ پاک تھا کیونکہ اس کو گناہ کرتے اس نے نہ دیکھا تھا یا اس لئے کہ وہ چھوٹی عمر والا تھا۔ اپنی بلوغت کو ہی نہ پہنچا تھا۔
قراءت: حجازی اور ابو عمرو نے زاکیہ پڑھا ہے۔

بَغْيَرٍ نَفْسٍ (بغیر کسی نفس کے) یعنی اس نے کسی جان کو قتل نہیں کیا کہ اس سے قصاص لیا جائے۔
نکتہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میری طرف نجدہ حروری خارجی نے لکھا کہ اس کا قتل کیسے جائز تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے بچوں کے قتل کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میں نے ان کی طرف لکھا کہ اگر تمہیں بھی بچوں کے حالات کا اسی طرح علم ہو جائے جو موسیٰ علیہ السلام کے حاکم کو تھا تو تیرے لئے بھی قتل جائز ہے۔

موسىٰ علیہ السلام تو نے انوکھا کام کر دیا:

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكَرًا (اور تم نے بلاشبہ ناجائز کام کیا ہے) نکر منکر کام کو کہا جاتا ہے بعض نے کہا کہ یہ نکر امرا سے کم ہوتا ہے کیونکہ ایک جان کو قتل کرنا پوری کشتی کو ڈوبنے سے کم ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے ایک ایسا کام کیا ہے جو پہلے سے زیادہ عجیب ہے کیونکہ پھٹی ہوئی چیز کا تدارک بند لگا کر ممکن ہے لیکن قتل کا تدارک ممکن نہیں۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۷۵ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَ هَا فَلَا تُصِحِّبْنِي

اس بندہ نے کہا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہتے ہوئے صبر نہیں کر سکتے موسیٰ نے فرمایا کہ اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق کچھ پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے

قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا ۷۶ فَاَنْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا آتٰی اَهْلَ قَرْيَةٍ اِسْتَطْعَمَ اَهْلُهَا فَاَبَوْا اَنْ

بیشک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں، پھر دونوں چل دیئے، یہاں تک کہ ایک گاؤں کے رہنے والوں پر گزرے، دونوں نے ان لوگوں سے کھانا طلب کیا سو انہوں نے ان کی مہمانی

يُضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ اَنْ يَنْقُصَ فَاَقَامَهُ ۚ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ

کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس بستی میں ان دونوں نے ایک دیوار کو پایا جو گرنے لگی ہوئی تھی، اس بندہ خدا نے اسے سیدھا کر دیا، موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو مزدوری کے

عَلَيْهِ اَجْرًا ۷۷ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۷۸

طور پر اس عمل پر کچھ لے لیتے، اس بندہ خدا نے کہا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی کا وقت ہے۔ میں تمہیں ان چیزوں کی حقیقت ابھی بتلا دوں گا جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

خضر کی یاد دہانی:

۷۵: قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا (اس نے کہا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا) اس دفعہ خضر نے اپنے کلام میں لك کا اضافہ کیا ہے تاکہ خطاب کے ذریعے معاہدہ کے چھوڑنے پر عتاب کا زیادہ اظہار ہو۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر اب اعتراض کروں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا:

۷۶: قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَ هَا (موسیٰ نے کہا اگر میں آپ سے اس کے بعد سوال کروں) ہا ضمیر سے مراد یہاں اس مرتبہ کے بعد یا اس مسئلہ کے بعد۔ فَلَا تُصِحِّبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا (تم مجھے ساتھ نہ رکھنا بیشک تم میری طرف سے عذر کی انتہاء کو پہنچ چکے ہو) یعنی تم میرے اور اپنے درمیان جدائی میں معذور ہو۔
قرأت: مدنی اور ابو بکر۔ نے لَدُنِّي کی نون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

تیسرا سفر:

۷۷: فَاَنْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا آتٰی اَهْلَ قَرْيَةٍ (پھر دونوں پیدل چل دیئے یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے) بقول ابن عباس وہ انطاکیہ تھی بقول ابن سیرین وہ ایلہ تھی وہ آسمان سے اللہ کی زمین پر سب سے زیادہ دور تھی۔

ان سے کھانا طلب کیا:

اِسْتَطْعَمَ اَهْلُهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا (تو دونوں نے وہاں کے لوگوں سے کھانا طلب کیا مگر انہوں نے میزبانی کرنے سے

انکار کر دیا (ضیف کا معنی مہمان بنانا) آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ بستی والے کہنے لوگ تھے اس روایت کو نسائی نے کبریٰ میں نقل کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ بدترین بستی تھی جنہوں نے مہمانی پر بھی نخل کیا۔ فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا (ان دونوں نے اس بستی میں دیوار پائی) اس کی لمبائی سو ہاتھ تھی۔ يُرِيدُ أَنْ يَنْقُصَ (وہ گرنا چاہتی تھی) استعارۃً ارادے کا لفظ کرنے کے قریب ہونے اور جھکنے کیلئے استعمال کیا گیا۔ جس طرح کہ الہم اور عزم کا لفظ بھی اس کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

فَأَقَامَهُ (پس اس کو سیدھا کر دیا) یعنی اپنے ہاتھ سے یا اس کو اپنے ہاتھ سے چھو اتو وہ سیدھی ہو گئی یا اس کو توڑ کر نئے سرے سے بنایا یہ حالت اضطراب اور کھانے کی چیزوں کی محتاجی کی تھی۔ اور ضرورت نے ان کو آدمی کی اس آخری کمائی کی طرف محتاج کر دیا تھا یعنی سوال لیکن انہوں نے کوئی بھی ہمدرد نہ پایا جو غمخواری کرتا اس کے باوجود جب خضر نے دیوار کو سیدھا کر دیا تو موسیٰ اپنے اختیار میں نہ رہے کہ ایک طرف شدید ضرورت اور دوسری طرف محرومی اسلئے فرمایا۔

موسیٰ علیہ السلام کا فرمانا کہ اس پر مزدوری لیتے:

قَالَ لَوْ شِئْتُ لَتَّخَذْتُ عَلَيْهِ أَجْرًا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تم چاہتے تو اس پر مزدوری لے لیتے) یعنی اپنے اس عمل پر انعام کا مطالبہ کرتے تاکہ اس سے ضرورت پوری ہو سکتی۔

قراءت: بھری نے لَتَّخَذْتُ میں تاء کی تخفیف اور خاء کا کسرہ اور ذال کا ادغام پڑھا ہے اور کی نے ذال کا اظہار اور حفص نے تاء کی تشدید اور خاء کے فتح کے ساتھ پڑھا اور دیگر قراء نے تاء کی تشدید اور خاء کے فتح اور ذال کے تاء میں ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔ تَاتَّخَذَ میں اصل ہے جیسا کہ تبع میں ہے اور اتَّخَذَ یہ افتعل کے وزن پر ہے جیسا کہ تبع تبع سے اس کا اخذ سے ذرا بھی تعلق نہیں۔

خضر تیری میری جدائی ہے:

۷۸: قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ (اس نے کہا یہ میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے) ہذا کا اشارہ تیسرا سوال ہے یعنی یہ اعتراض جدائی کا سبب ہے۔ اور اصل اس طرح ہے هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ اور اس کو پڑھا گیا پس مصدر کو ظرف کی طرف مضاف کر دیا جیسا کہ مفعول بہ کی طرف مضاف کر دیا جاتا ہے۔ سَأُبْنِكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا (میں غمقرب تمہیں ان چیزوں کی اندرونی تشریح بتلاتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا)۔

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ

کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے، سو میں نے کہا کہ اسے عیب والی کر دوں، اور ان

وَرَأَاهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ۖ وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبُوهُ مُؤْمِنِينَ فَخَشِينَا

لوگوں کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو چھین لیا کرتا تھا، اور رہا لڑکے کا معاملہ سو بات یہ ہے کہ اس کے ماں باپ مؤمن تھے تو ہمیں اندیشہ ہوا

أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً وَ

کہ وہ ان دونوں کو سرکشی میں اور کفر میں نہ ڈال دے، سو ہم نے چاہا کہ ان کا رب انہیں اس لڑکے کے بدلہ ایسی اولاد عطا فرمادے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور

أَقْرَبَ رَحْمًا ۚ وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ

رحم کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔ اور رہی دیوار تو اس کی صورت حال یہ ہے کہ وہ اس شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے

كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا

ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، سو تیرے رب نے ارادہ فرمایا کہ یہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنے خزانے کو

كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ۚ ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۚ

نکال لیں یہ تیرے رب کی مہربانی کی وجہ سے ہے۔ اور یہ کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا، یہ ہے ان باتوں کی حقیقت جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

تینوں معاملات کی حقیقت کا انکشاف:

۷۹: أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ (اور کشتی تو چند غریبوں کی تھی جو دریا میں کمائی کرتے تھے) نمبر ۱۔ وہ دس بھائی تھے جن میں پانچ اپنا جہاز تھے اور پانچ دریا میں کام کرتے تھے۔ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا (میں نے اس کو عیب دار کرنا چاہا) ۲ کہ عیب والی بنا دوں۔ وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ (ان سے آگے ایک بادشاہ تھا) نمبر ۱۔ وراء کا معنی امام ہے نمبر ۲۔ پیچھے۔ ان کی واپسی کے راستہ پر وہ بادشاہ تھا اور ان کو اس کی اطلاع نہ تھی اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو بتلادیا۔ اور اس بادشاہ کا نام جلندی تھا۔

يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا (وہ ہر کشتی کو چھین لیتا تھا) ہر اچھی کشتی کو جس میں عیب نہ ہو وہ چھین لیتا۔ اگر وہ عیب دار ہوتی تو اس کو چھوڑ دیتا۔ غَصْبًا مصدر ہے نمبر ۲۔ مفعول لہ ہے۔

تکلتہ: فاردت ان اعیبها یہ غصب کے خطرہ کا سبب ہے مناسب یہ تھا کہ سبب کے بعد آتا۔ جواب یہ ہے کہ اس سے مراد تاخیر ہے صرف غایت کو مقدم کیا۔

۸۰: وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبُوهُ مُؤْمِنِينَ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا (اور رہا وہ لڑکا تو اس کے ماں باپ ایمان دار

تھے ہم کو اندیشہ ہوا کہ یہ ان پر سرکشی اور کفر کا اثر ڈال دے) ہمیں خطرہ ہوا کہ وہ مؤمن والدین کو سرکشی سے ڈھانپ لے اور ان کی نافرمانی کر کے ان کے انعامات کا منکر ہو جائے۔ اور ان سے بدسلوکی کرے جس سے ان کو شر اور مصیبت پہنچے۔
نمبر ۲۔ اپنی بیماری ان تک منتقل کر دے۔ نمبر ۳۔ اپنی گمراہی سے ان کو گمراہی میں ڈال دے جس سے وہ مرتد ہو جائیں۔ یہ خضر علیہ السلام کا کلام ہے خضر کو اس بچے کی طرف سے یہ خطرہ محسوس ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ان کو علم دیا اور اس کے پوشیدہ معاملے کی اطلاع دی اور اگر اس کو قول باری تعالیٰ قرار دیا جائے تو خشینا علمنا کے معنی میں ہے ہم نے جانا کہ اگر یہ زندہ رہا تو اپنے والدین کے کفر کا سبب بن جائے گا۔

۸۱: فَأَرَدْنَا أَنْ يُبَدِّلَهُمَا رَبُّهُمَا (پس ہم نے چاہا کہ انکارب اس کے عوض عنایت فرما دے)
قراءت: مدنی اور ابو عمرو۔ نے یبدلہما پڑھا ہے۔

خَيْرًا مِّنْهُ زَكَاةً (جو پاکیزگی میں اس سے زیادہ بہتر ہو) طہارت اور گناہوں سے پاکیزگی میں وَأَقْرَبَ رَحْمًا (اور مہربانی اور رحم کرنے کے لحاظ سے بڑا قرب رکھنے والا ہو) رحم کا معنی رحمت و شفقت ہے۔
خَجُوْ: زکاة اور رَحْمًا ہر دو تمیز ہیں۔

تفسیری روایت ہے ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کی شادی ایک پیغمبر سے ہوئی جس سے ایک پیغمبر کی ولادت ہوئی
نمبر ۲۔ ستر پیغمبروں کی پیدائش ہوئی۔ نمبر ۳۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بدلے میں مؤمن بیٹا عنایت فرمایا جو انہی جیسا نیک مؤمن تھا۔
قراءت: شامی نے رَحْمًا پڑھا ہے اور یہ دونوں لغات ہیں۔

۸۲: وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ (اور پھر دیوار وہ تودو بچوں کی تھی) اصرم، اصریم کی تھی۔
يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ (جو یتیم شہر میں رہتے تھے) یہ اسی بستی کو المدینہ سے تعبیر کیا۔ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا (اور دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا) یعنی ایک سونے کی تختی تھی جس پر یہ لکھا تھا مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے پھر غمگین ہوتا ہے نمبر ۲۔ اس آدمی پر تعجب ہے جو حساب پر ایمان رکھتے ہوئے غافل ہے۔ نمبر ۳۔ اس انسان پر تعجب ہے جو رزق پر ایمان رکھتا ہے پھر کس طرح تھکتا اور مشقت اٹھاتا ہے۔ نمبر ۴۔ اس انسان پر تعجب ہے جو موت پر یقین رکھنے کے باوجود خوشیاں کر رہا ہے۔
نمبر ۵۔ اس انسان پر تعجب ہے جو دنیا کو جانتا ہے اور دنیا والوں کو دنیا کا پلٹنا بھی جانتا ہے مگر پھر بھی دنیا پر مطمئن ہے۔ (لا اله الا الله محمد رسول الله) نمبر ۲۔ سونا چاندی مدفون تھا۔ نمبر ۳۔ صحائف مدفون تھے جن میں علم تھا۔ ان میں سے پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ پہلے لوگوں کیلئے کنز حلال تھا مگر ہمارے لئے حرام ہے پہلے لوگوں پر غنیمت حرام تھی وہ ہمارے لئے حلال کر دی گئی۔

وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا (اور ان دونوں کا والد نیک تھا)۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا ساتواں دادا نیک تھا۔ صالحا یعنی ان میں سے ہوگا جو میرا ساتھی بنے گا۔

نکتہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک گفتگو میں خارجی کو کہا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں لڑکوں کی حفاظت

کس وجہ سے فرمائی اس نے جواب دیا ان کے والد کی بھلائی و نیکی کی وجہ سے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میرے والد اور نانا تو اس سے بہت بہتر تھے۔

یہ میں نے اپنے اختیار سے نہیں کئے کرائے گئے ہیں:

فَارَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ (پس تیرے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا دینہ نکال لیں اور میں نے یہ سارے کام تیرے رب کی مہربانی سے کئے) اَشُدُّ کا معنی جوانی۔ رحمۃ یہ مفعول لہ ہے نمبر ۲۔ اراد ربك کا مفعول کیونکہ رحمہما کے معنی میں ہے۔ اور ما فعلتہ اور میں نے یہ کام جو تم نے دیکھے۔ عَنْ أَمْرِیٰ اپنے اختیار سے نہیں کیے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیے۔ ہا کی ضمیر تمام کی طرف راجع ہے۔ نمبر ۲۔ یاد یوار کی ط ف۔ ذَلِکَ کا مشار الیہ تینوں جواب ہیں۔ تَاوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَیْهِ صَبْرًا (یہ تعبیر ان کی ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے) تاء کو تخفیف کے طور پر حذف کیا۔

فَاثْنَوْا كُنُوزَهُمْ: بعض لوگوں کے قدم اس مسئلہ میں گمراہی کی وجہ سے پھسل گئے کہ انہوں نے ولی کو نبی سے افضل قرار دے دیا حالانکہ یہ کھلا کفر ہے۔ انہوں نے اپنے استدلال کو اس طرح پیش کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو خضر سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا حالانکہ وہ ولی ہیں۔

جواب: اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ خضر نبی ہیں۔ اگرچہ وہ اس طرح نہیں جیسا کہ بعض کو گمان ہوا یہ درحقیقت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ابتلاء تھا کہ بقول اہل کتاب کے یہ موسیٰ وہ موسیٰ بن عمران نہیں ہیں۔ بلکہ وہ موسیٰ بن مانان ہیں۔

ولی کیلئے تو ولی بننا بھی ناممکن ہے جب تک وہ نبی پر ایمان نہ لائے پھر یہ کیونکر درست ہوا کہ نبی ولی سے کم ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے طلب علم میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں کیونکہ علم میں اضافہ خود مطلوب ہے۔ اولاً ذکر کیا گیا فاروت کیونکہ وہ ظاہر میں اس چیز کو بگاڑنا ہے اور وہ خضر ہی کا فعل ہے اور تیسری مرتبہ کہا فاراد ربك کیونکہ یہ محض انعام خداوندی تھا۔ اور بشر کی قدرت و طاقت میں نہیں تھا اور دوسری مرتبہ فرمایا فاروت کیونکہ وہ فعل کے اعتبار سے بگاڑنا اور تبدیلی کے اعتبار سے انعام ہے اس لئے جمع متکلم بولدیا۔

قول ز جاج رحمۃ اللہ علیہ فاروت کا معنی فاراد اللہ عزوجل اور اس کی امثلہ قرآن میں بہت ہیں۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا ۚ اِنَّا مَكْنَالُهُ

اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ میں ابھی تمہارے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں، بلاشبہ ہم نے ذوالقرنین کو زمین میں

فِي الْاَرْضِ وَابْتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۚ فَاتَّبَعْ سَبَبًا ۚ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ

حکومت دی تھی اور اسے ہر چیز کا سامان دیا تھا۔ پھر وہ ایک راہ پر روانہ ہو گیا یہاں تک کہ جب سورج کے چھپنے کی

الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ ۚ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يٰذَا

جگہ پر پہنچا تو سورج کو ایک سیاہ چشمہ میں ڈوبتا ہوا پایا اور اس موقع پر اس نے ایک قوم دیکھی، ہم نے کہا اے

الْقَرْنَيْنِ اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّا اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۚ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ

ذوالقرنین آپ ان کو سزا دو اور یا ان میں خوبی کا معاملہ اختیار کرو، اس نے کہا جس نے ظلم کیا سو ہم عنقریب

نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يَرْدُّهُ اِلٰى رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نَّكَرًا ۚ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صٰلِحًا

اسے سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹا جائے گا سو وہ اسے برا عذاب دے گا۔ اور جو ایمان لایا اور نیک عمل کئے

فَلَهُ جَزَاءُ الْحُسْنٰی ۚ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۚ ثُمَّ اتَّبَعْ سَبَبًا ۚ حَتَّىٰ اِذَا

اس کے لیے ہم نے میں بھائی ہے، اور ہم اس کے بارے میں اپنے کام میں آسانی کی بات کہیں گے۔ پھر وہ ایک راہ پر روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب

بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ يَجْعَلْ لَهُمْ مِّنْ دُونِهَا سِتْرًا ۚ

وہ ایسی جگہ پر پہنچا جو آفتاب طلوع ہونے کی جگہ تھی تو اس نے دیکھا کہ سورج ایسے لوگوں پر طلوع ہو رہا ہے جن کے لیے ہم نے آفتاب سے ورے کوئی پردہ نہیں رکھا۔

ذوالقرنین کا واقعہ:

۸۳: وَيَسْأَلُونَكَ (اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں) یعنی یہودی بطور امتحان سوال کرتے ہیں۔ نمبر ۲۔ ابو جہل اور اس کے معاونین عَنِ ذِي الْقَرْنَيْنِ (ذوالقرنین کے متعلق) یہ وہ سکندر ہے جس نے دنیا پر حکومت کی۔

دوسرا قول یہ ہے دنیا پر حکومت چار بادشاہوں نے کی دو مسلمان اور دو کافر۔ مسلمان سلیمان نمبر ۲۔ اور ذوالقرنین اور دو کافر ہیں۔ نمبر ۱۔ نمرود نمبر ۲ بخت نصر اور یہ سکندر نمرود کے بعد ہوا ہے ایک قول کے مطابق یہ ایک نیک بندہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر حکمرانی دی اور علم و حکمت سے نوازا اور اندھیرا اور روشنی اس کے مطیع کی۔ جب وہ چلتا تو روشنی اس کے آگے راہنما ہوتی اور اندھیرا پیچھے چھایا رہتا۔ نمبر ۲۔ ایک قول کے مطابق یہ پیغمبر ہے۔ نمبر ۳۔ ایک اور قول میں اس کو فرشتہ قرار دیا گیا۔

نمبر ۴۔ قول علی رضی اللہ عنہ: یہ نہ فرشتہ تھا اور نہ نبی مقرب بلکہ ایک صالح بندہ تھا اس کے سر کے دائیں حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طاعت کی خاطر ضرب لگائی گئی جس سے وہ مر گیا۔ پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے اٹھایا۔ پھر دوسری مرتبہ اس کے سر کے بائیں جانب ضرب لگائی گئی جس سے اس پر موت واقع ہو گئی اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس کو اٹھایا اسی وجہ سے اس کا لقب ذوالقرنین پڑ گیا اور تم میں اس کی مثل موجود ہے اور وہ میں ہوں۔

نمبر ۵۔ وہ لوگوں کو توحید کی طرف بلاتا۔ پس لوگ اس کو قتل کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ دوبارہ اس کو زندہ کر دیتا۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس کو ذوالقرنین اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا کے دونوں جانب پھرا یعنی مشرق و مغرب۔ نمبر ۶۔ اس کے سر پر دو مینڈیاں تھیں۔ دو زلفیں تھیں۔ نمبر ۷۔ اس کے زمانہ میں لوگوں کے دو قرن گزرے۔ نمبر ۸۔ وہ دو بڑی سلطنتوں روم، فارس کا حکمران بنا۔ نمبر ۹۔ ترک و روم پر حکمرانی کی۔ نمبر ۱۰۔ اس کے تاج پر دو سینگ بنے ہوئے تھے۔ نمبر ۱۱۔ اس کے سر کے دونوں کناروں پر سینگ کی طرح دو ابھارتھے۔ نمبر ۱۲۔ وہ نجیب الطرفین تھا اور یہ رومی تھا۔ قُلْ مَا قُلُوْا عَلَیْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا (کہہ دیں میں عنقریب اس کا تذکرہ تمہیں پڑھ کر سنا تا ہوں) منہ کی ضمیر ذوالقرنین کی طرف راجع ہے۔

۸۴: اِنَّا مَكْنٰنًا لَّهٗ فِی الْاَرْضِ (بیشک ہم نے اس کو زمین میں ٹھکانہ دیا) اور اس کو اس میں غلبہ اور مرتبہ عنایت فرمایا۔ وَاَتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا (اور ہم نے اس کو ہر چیز کے اسباب مہیا فرمائے) کل شے سے ملک میں جو کچھ تھا اس کے اغراض و مقاصد مراد ہیں۔ سبباً ذریعہ اور راستہ جس سے وہ اپنے مقاصد تک پہنچ سکے۔

پہلا سفر مغربی جانب اور اس کے احوال:

۸۵: فَاتَّبَعَ سَبَبًا (وہ ایک راہ پر ہولیا) السبب اس چیز کو کہتے ہیں جس سے مقصود کو پہنچ سکیں خواہ وہ علم ہو یا قدرت اس نے مغرب کی جانب پہنچنے کا ارادہ کیا پس وہ ایک راستہ پر ہولیا۔ جو اس کو مغرب تک پہنچائے یہاں تک کہ وہاں پہنچ گیا اسی طرح اس نے مشرق کا ارادہ کیا اور اس کے اسباب کے پیچھے ہولیا۔ اور اس نے سدا میں پہنچنے کے لیے اسباب تیار کیے۔

قراءت: کوئی نے ثم اتبع اور شامی نے بھی اسی طرح باقی قراء نے الف کو ملا کر تاء کی تشدید کے ساتھ اصمعی نے اتبع بمعنی ملنا اتبع پیچھے پڑنا اگر چہ نہ ملے۔

۸۶: حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ (یہاں تک کہ وہ آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا) مغرب کی جانب آبادی کے اختتامی مقام تک۔ اسی طرح طلوع میں آبادی کے آخری کنارے تک۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اس کے معاملے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ اس نے کتاب میں لکھا پایا کہ سام کی اولاد میں سے ایک عین حیات کا پانی پی کر ہمیشہ رہے گا۔ پس وہ اس چشمے کی تلاش میں چل دیا۔ خضر اس کے وزیر اور خالہ زاد تھے وہ پانے میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے پانی پی لیا۔ مگر ذوالقرنین کو کامیابی نہ ہوئی۔ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنِ حِمَیْۃٍ (اس کو سیاہ چشمے میں غروب ہوتا محسوس کیا) حِمَیْۃ سے مراد ذات حماۃ یہ حِمَیْۃ البئر سے ہے یعنی جب کہ اس میں گار بن جائے۔

قراءت: شامی، کوئی، حفص کے علاوہ نے حَامِیَۃ پڑھایہ گرم کے معنی میں آتا ہے۔

روایت ابوذر رضی اللہ عنہ: کہ میں آنحضرت ﷺ کے پیچھے اونٹ پر سوار تھا۔ آپ نے سورج کو غروب ہوتے دیکھا تو فرمایا۔ اے ابوذر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے میں نے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم آپ نے فرمایا وہ گرم چشمے میں غروب ہوتا ہے۔ (الدر المنثور)

واقعہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما معاویہؓ کے پاس تھے معاویہؓ نے حامیہ پڑھا تو ابن عباس نے حمصہ پڑھا اس پر معاویہؓ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو کہا تم کس طرح پڑھتے ہو۔ انہوں نے کہا جیسا امیر المؤمنین پڑھتے ہیں۔ پھر کعب احبار کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم سورج کو کس طرح غروب ہوتا پاتے ہو۔ اس نے کہا پانی اور مٹی میں۔ اسی طرح ہم اس کو تورات میں پاتے ہیں۔ تو انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی موافقت کی۔ کیونکہ حمصہ کا معنی کچڑ ہے۔

مخاکمہ: مگر ان دونوں میں کوئی منافات نہیں کیونکہ یہ درست ہے کہ چشمہ دونوں اوصاف کو جامع ہو۔

وَجَدَ عِنْدَهَا (اور اس کے پاس پایا) اس چشمے کے پاس قَوْمًا (ایک قوم کو) ننگے۔ انکا لباس شکار کی کھالیں۔ اور انکا کھانا سمندر کی باہر پھینکی ہوئی مچھلی تھا اور وہ کافر تھے۔ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّا اَنْ تَنْخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا (ہم نے کہا اے ذوالقرنین تو چاہے تو ان کو سزا دے اور چاہے تو ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کر) اگر وہ پیغمبر تھا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور اگر نبی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے پیغمبر کو وحی کی جس نے اس کو حکم دیا۔ نمبر ۲۔ الہام کیا گیا جس میں ان کو قتل کی سزا دینے کی اجازت دی گئی اگر وہ کفر پر اصرار کریں اور ان سے نرم سلوک کریں اور انکا اکرام کریں اور شریعت کے احکام سکھائیں اگر وہ ایمان لے آئیں نمبر ۳۔ تعذیب سے مراد قتل اور اتخاذا حسن سے مراد قید کرنا ہے۔ کیونکہ بمقابلہ قتل یہ احسان ہے۔

۸۷: قَالَ اِمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نَعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰی رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُّكَرًا (ذوالقرنین نے کہا جو ظلم کرے گا ہم اس کو سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ کر جائے گا وہ اس کو سخت عذاب دیگا) عذاب سے قتل مراد ہے۔ یرد سے مراد قیامت کی حاضری ہے۔ مطلب یہ ہے وہ شخص جس کو اسلام کی میں دعوت دوں اور وہ ظلم عظیم پر برقرار رہے یعنی شرک پر قائم رہے یہ شخص دونوں جہانوں میں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

۸۸: وَاِمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءٌ بِالْحُسْنٰی (اور جو ایمان لے آئے گا اور اچھے کام کرے گا۔ اس کے لئے نیکی کا انچھا بدلہ ملے گا) عمل صالح سے وہ اعمال مراد ہیں جو تقاضائے ایمان کے مطابق ہیں۔ جزاء الحسنی سے مراد اچھے عمل کا بدلہ ہے جو کہ کلمہ شہادت ہے۔

قراءت: کوئی نے سوائے ابوبکر کے جزاء الحسنی پڑھا ہے۔ یعنی اس کے لئے اچھا عمل بدلہ میں ہے۔

وَسَنَقُوْلُ لَكَ مِنْ اَمْرِ نَاسٍ (اور ہم اپنے برتاؤ میں اس کے لئے آسان بات کہیں گے) یعنی ذایسر آسانی والی۔ مطلب یہ ہے ہم اس کو کسی مشکل اور گراں کام کا حکم نہ دیں گے۔ بلکہ آسان حکم جیسے زکوٰۃ، خراج وغیرہ۔

دوسرا سفر مشرقی جانب اور اس کے احوال:

۸۹، ۹۰: ثُمَّ اتَّبَعَ سَبِيْلًا حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَهُمْ مِنْ دُوْنِهَا سِتْرًا (پھر وہ

اسباب کے پیچھے لگا۔ یہاں تک کہ وہ مشرقی جانب سورج کے طلوع ہونے کے مقام تک پہنچا تو وہاں اس نے سورج کو ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا کہ ہم نے ان کے لئے سورج سے ورے کوئی روک نہ بنائی تھی (قوم سے جہشی مراد ہیں۔ ذُوْنِہَا سے سورج سے ورے مراد ہے۔ مَسْتَرًّا سے مراد تعمیرات ہیں کعب کہتے ہیں: ان کی سرزمین میں دیواریں قائم نہ ہو سکتیں تھیں۔ وہاں سرنگیں موجود تھیں۔ جب سورج طلوع ہوتا تو ان سرنگوں میں داخل ہو جاتے۔ اور جب دن بلند ہو جاتا تو اپنے کام کاج میں نکل جاتے۔ نمبر ۲۔ مَسْتَرًّا سے لباس مراد ہے۔ مجاہد کہتے ہیں۔ یہ سیاہ فام لوگ کپڑے نہ پہنتے تھے۔ مطلع شمس کے پاس ان کی تعداد تمام لوگوں سے زیادہ ہے۔

۹۱: كَذٰلِكَ (ذوالقرنین کا معاملہ اسی طرح رہا) جیسا ہم نے اس کے معاملے کو بڑا کر کے بیان کیا ہے۔ وَقَدْ اَحْطٰنَا بِمَا لَدَيْهِ خَبْرًا (اس طرح ہم ذوالقرنین کے پاس جو سامان تھا اس کی پوری خبر رکھتے تھے) مَا لَدَيْهِ سے لشکر کے آلات حرب و ضرب، اسباب مملکت مراد ہیں۔

مَحْشُوْر: خُبْرًا پر نصب مصدر ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ اَحْطٰنَا کا معنی خَبَرْنَا ہے اِیْ خَبَرْنَا خُبْرًا۔ نمبر ۲۔ طلوع شمس تک پہنچنا اسی طرح ہے جیسا مغرب میں پہنچنا۔ نمبر ۳۔ وہ سورج ایک قوم پر اسی طرح طلوع ہوتا تھا جیسا کہ وہ قوم جن پر غروب ہوتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بھی کافر تھے۔ اور ان کا حکم بھی تعذیب و بقاء میں پہلے کفار والا تھا۔ اور ایمان والوں کے ساتھ احسان بھی اسی طرح تھا۔

كَذٰلِكَ وَقَدْ اَحْطٰنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۙ ثُمَّ اَتَّبَعَ سَبَبًا ۙ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا قَوْمًا ۙ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۙ قَالُوْا اِذَا

یہ بات یوں ہی ہے اور ہم کو ان سب چیزوں کی خبر ہے جو اس کے پاس تھیں وہ پھر ایک راہ پر چلا یہاں تک کہ ایسی جگہ پر پہنچ گیا جو دو پہاڑوں کے

درمیان تھی۔ ان پہاڑوں سے ورے اس نے ایسی قوم کو پایا جو بات سمجھنے کے قریب بھی نہ تھے، وہ کہنے لگے کہ اے

الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا

ذوالقرنین بلاشبہ یا جوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ سو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کے لیے اس شرط پر کچھ مال جمع کر دیں

عَلٰى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۙ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعَيْنُوْنِىْ

کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک آڑ بنا دیں۔ ذوالقرنین نے جواب دیا کہ میرے رب نے جو کچھ اختیار و اقتدار عطا فرمایا ہے وہ بہتر ہے، سو تم قوت کے ساتھ

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۙ اَتُوْنِىْ زُبْرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنا دوں گا۔ میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لے آؤ یہاں تک کہ جب دونوں سروں کے درمیان گو

الصَّدَفَيْنِ قَالَ اَنْفُخُوْا حَتّٰى اِذَا جَعَلَهُ نَارًا ۙ قَالَ اَتُوْنِىْ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قَطْرًا ۙ

برابر کر دیا تو حکم دیا کہ اس کو دھوکو، یہاں تک کہ جب اسکو آگ بنا دیا تو ان سے کہا کہ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تاکہ میں اس پر ڈال دوں۔

تیسرا سفر بجانب شمال اور اس کے احوال:

۹۲، ۹۳: ثُمَّ اَتَّبَعَ سَبَبًا حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ (پھر وہ اسباب کے پیچھے لگا یہاں تک کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا)

سَدَّيْنِ سے دو پہاڑ مراد ہیں۔ یہ وہ دو پہاڑ ہیں جن کے درمیان سَدِّ ذوالقرنین ہے۔

قراءت: مکی، ابو عمرو اور حفص نے السَّدَّيْنِ سَدًّا پڑھا ہے۔ جبکہ حمزہ، علی نے السدین سُدًّا پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے دونوں

ضموں کے ساتھ پڑھا ہے۔ بعض نے کہا جو خلق مسدود ہو وہ مضموم ہوتا ہے۔ اور جس کو بندے بند کر دیں وہ مفتوح ہوتا ہے۔

نَجْوٰ: بَيْنَ بَلْعٍ کا مفعول یہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ جیسا کہ یہ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ میں اضافت کی وجہ سے مجرور

ہے اور لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ [الانعام: ۹۴] میں مرفوع ہے۔ کیونکہ یہ ان ظروف میں سے ہے جو اسماء اور ظروف دونوں طرح

استعمال ہوتے ہیں۔ سَدَّيْنِ والی جگہ مشرقی جانب جہاں ترکوں کا علاقہ ختم ہوتا ہے۔ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا (اور اس کو ایک ایسی قوم

مکی) سَدَّيْنِ کے پیچھے قَوْمًا (یہ ترکی لوگ ہیں) لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا (جو تقریباً کوئی بات بھی نہ سمجھتی تھی) یعنی بات کو بڑی

جہد و مشقت سے سمجھتے تھے جیسے اشارہ کنایہ سے۔

قراءت: حمزہ علی نے یُفْقَهُونَ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے وہ سامع کو اپنا کلام نہ سمجھا سکتے اور نہ وضاحت کر سکتے کیونکہ ان کی لغت و بولی نامانوس و مجہول تھی۔

تذکرہ یا جوج ماجوج:

۹۴: قَالُوا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّا يٰجُوجُ وَمَٰجُوجُ (کہنے لگے اے ذوالقرنین بیشک یا جوج اور ماجوج) نحو و قراءت: یہ دو جہمی نام ہیں۔ کیونکہ غیر منصرف استعمال ہوتے ہیں۔ فقط عاصم نے ان کو حمزہ سے پڑھا ہے۔ نمبر ۱۔ یہ دونوں اولاد یاقث سے ہیں۔ نمبر ۲۔ یا جوج ترکوں سے ہیں اور ماجوج، جیل اور دیلم سے ہیں۔ مُفْسِدُونَ فِي الْاَرْضِ (وہ زمین میں فساد پیدا کرنے والے ہیں۔) ایک قول یہ ہے کہ انسانوں کو کھاتے تھے۔ دوسرا قول یہ موسم ربیع میں ٹکلتے کوئی سبزہ پاتے اس کو کھا جاتے اور خشک کو اٹھا کر لے جاتے اور انکا کوئی آدمی اس وقت تک نہ مرتا جب تک اپنی پشت میں سے ایک ہزار ند کر نسل نہ دیکھتا۔ تمام مسلح رہتے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ جو لمبے ہیں وہ انتہائی لمبے ہیں اور نمبر ۲۔ جو چھوٹے ہیں وہ انتہائی چھوٹے ہیں۔ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا (کیا ہم تمہارے لئے خراج مقرر کر دیں)

قراءت: حمزہ علی نے خرجا کو خراجا پڑھا ہے۔ یعنی انعام و عطیہ جس کو ہم اپنے اموال میں مقرر کر لیں۔ اس کی نظیر النول اور النوال دونوں طرح مستعمل ہے۔ عَلٰی اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا (اس شرط پر کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان دیوار قائم کر دے)

۹۵: قَالَ مَا مَكْنِي (اس نے کہا جس مال میں مجھے اختیار دیا)

قراءت: یہ ادغام کے ساتھ ہے۔ مکی نے فک ادغام سے پڑھا ہے۔ فِيهِ رَبِّيْ خَيْرٌ (میرے رب نے وہ بہت بہتر ہے) جس مال میں مجھے ذمہ دار بنایا ہے۔ اور جو وسعت مالی اس نے دے رکھی ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تم مجھے بطور خراج دو گے مجھے اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ فَاعْيُنُونِيْ بِقُوَّةٍ (تم افراد قوت سے میری اعانت کرو) عمل اور کاریگروں سے جو اچھی تعمیر کر سکتے ہوں۔ اور کام اور آلات۔ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا (میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک دیوار قائم کر دیتا ہوں)۔ ردم دیوار نمبر ۲۔ ایسی روک جو پختہ اور مضبوط ہو۔ الردم یہ سد سے بڑی دیوار کو کہتے ہیں۔

۹۶: اَتُونِيْ زُبَرَ الْحَدِيدِ (تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ) الزبرة لوہے کا بڑا ٹکڑا۔ نمبر ۱۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے کھدائی کی یہاں تک کہ پانی تک پہنچ گیا۔ اور بنیاد میں چٹانیں ڈالیں۔ اور پگھلا ہوا تانبا اور لوہے کے ٹکڑوں کی دیوار کے درمیان لکڑی اور کوئلہ رکھا۔ یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کے درمیانی درے کو بھر کر ان پہاڑوں سے بلند کر دیا۔ پھر پھونکنے والے آلات لگائے اور آگ نے لکڑی اور کوئلے کی مدد سے لوہے کو آگ کی طرح گرم کر دیا۔ تو گرم لوہے پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا گیا جو سوراخوں اور رخنوں میں پیوست ہوتا چلا گیا۔ اور وہ لوہے کے ٹکڑے ایک دوسرے سے پیوست ہو گئے یہ مضبوط پہاڑ کی طرح بن گیا دوسرا قول یہ ہے کہ سدین کے درمیانی فاصلہ کی مقدار سو فرسخ ہے۔ واللہ اعلم۔

فَمَا اسْتَطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ۙ قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي ۚ

سو وہ لوگ نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ۙ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ

۹۷ جب میرے رب کا وعدہ آ جائے گا تو اس کو چورا چورا کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ حق ہے۔ پھر ہم اس دن ان کو چھوڑ دیں گے بعض

يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا ۙ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ

بعض میں گھستے رہیں گے اور صور پھونکا جائے گا سو ہم سب ہی کو جمع کر لیں گے۔ اور اس دن ہم کافروں کے

يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ۚ الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا

ساتنے دوزخ پیش کر دیں گے۔ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ

لَا يَسْتَبِيعُونَ سَمْعًا ۙ

سن بھی نہ سکتے تھے۔

حَتَّىٰ إِذَا سَاوَى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ (یہاں تک کہ جب درے ملاتے ملاتے دونوں سروں کو برابر کر دیا) صَدَفَيْنِ کو دونوں

فخموں سے پڑھا گیا ہے۔ مراد اس سے پہاڑوں کی جانبیں ہیں۔ کیونکہ وہ پہاڑ آپس میں متقابل تھے۔

قِرَاءَت: مکی و بصری و شامی نے الصَّدَفَيْنِ پڑھا۔ اور ابو بکر نے الصَّدَفَيْنِ۔ قَالَ انْفُخُوا (اس نے کہا دھونکنا شروع کرو) یعنی ذوالقرنین نے عملہ کو کہا لو ہے پر پھونک لگاؤ۔

حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا (یہاں تک کہ جب اس کو آگ کی طرح کر دیا) لَوْحٌ لُّوحٌ (اس نے کہا تم میرے پاس لاؤ) تم مجھے دو۔ اُفْرِغْ (میں اس پر انڈیل دوں) عَلَيْهِ قَطْرًا (پگھلا ہوا تانبا) کیونکہ وہ قطرات کی صورت

میں گرتا ہے۔ قَطْرًا یہ افرغ کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اَتُونِي قَطْرًا اُفْرِغْ عَلَيْهِ قَطْرًا اول کو حذف کر دیا کیونکہ ثانی اس پر دلالت کر رہا تھا۔

قِرَاءَت: حمزہ نے قال اتوننی کو وصل سے پڑھا جب اس سے ابتداء کریں تو الف مکسور ہوگا۔ اس کا معنی لانا ہے۔

۹۷: فَمَا اسْتَطَاعُوا (پس نہ ان کو طاقت رہی) تَاءٌ كَوْتَحْفِيفٍ کیلئے حذف کر دیا کیونکہ تاء اور طاء کا مخرج قریب ہے۔ اَنْ يَظْهَرُوهُ (کہ وہ اس پر چڑھ سکیں) وہ دیوار کی بلندی پر چڑھیں۔ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا (اور نہ اس میں نقب لگاسکیں) اس پر چڑھنے کیلئے

ان کے پاس کوئی چارہ نہیں۔ اور نہ اس میں سوراخ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ انتہائی مضبوط ہے۔

۹۸: قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي (اس نے کہا یہ میرے رب کی مہربانی ہے) یہ دیوار میرے اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور اس کے

بندوں پر رحمت ہے۔ نمبر ۲۔ یہ برابر دیوار بنانے کی قدرت و طاقت یہ میرے رب کی مہربانی ہے۔ فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّيْ (جب میرے رب کا وعدہ آئے گا) جب قیامت کا دن آئے گا اور آنے کے قریب ہوگا۔ جَعَلَهُ (وہ اس کو کر دے گا) اس دیوار کو ڈٹکا (گرنے والا) زمین بوس، کوٹ کر زمین پر پھیلا ہوا۔ ہر وہ چیز جو بلندی کے بعد پھیل جائے اس کو عرب اندک سے تعبیر کرتے ہیں۔ قراءت: دکاء کوئی نے پڑھا یعنی برابر زمین۔

وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا (اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے) یہ سکندر کی آخری بات ہے۔

مرحلہ قیامت کی ابتداء:

۹۹: وَتَرَكْنَا (اور ہم نے کر دیا) بَعْضَهُمْ (بعض مخلوق کو) يَوْمَئِذٍ يَّمُوجُ (کہ وہ گڈمڈ ہو جائیں گے) فِيْ بَعْضٍ (ایک دوسرے میں) یعنی وہ مضطرب ہونگے اور انسان اور جنات حیرانی سے گڈمڈ ہو جائیں گے۔ نمبر ۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ ضمیر یا جوج ماجوج کی طرف ہو کہ وہ اس وقت موجیں مارتے والے ہونگے۔ جب دیوار کے پیچھے سے نکلیں گے شہروں میں ہجوم کر دیں گے۔ روایت تفسیر میں ہے کہ وہ سمندر پر آئیں گے تو اس کے پانی کو پی جائیں گے اور اس کے جانداروں کو کھا جائیں گے پھر درختوں کو اور جو انسان ان کے ہاتھ آئے۔ مگر وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ اور اسی طرح بیت المقدس میں۔ پھر اللہ تعالیٰ اونٹ و بکریوں کے ناک میں پایا جانے والا کیڑا ان کی گردنوں میں پیدا کر دیں گے۔ وہ ان کے کانوں میں گھس جائے گا جس سے سب مر جائیں گے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ (اور صور میں پھونک مار دیا جائے گی) قیامت کیلئے اٹھنے کی خاطر۔ فَجَمَعْنَاهُمْ (پس ہم ان کو اکٹھا کریں گے) یعنی مخلوق کو ثواب و عقاب کیلئے جمع کیا جائیگا۔ جَمْعًا جمع کرنا یہ ماقبل کی تاکید ہے۔

جہنم سامنے:

۱۰۰: وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِيْنَ عَرْضًا (اور اس دن جہنم کو کافروں کے بالکل سامنے کر دیا جائے گا) ان کے سامنے ظاہر کر دیں گے وہ اس کو دیکھیں گے اور اس کا مشاہدہ کریں گے۔

۱۰۱: الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَاٍ عَنْ ذِكْرِيْ (وہ لوگ جن کی آنکھوں پر میری یاد کی طرف سے پردہ پڑا ہوا تھا) نمبر ۱۔ میری وہ آیات جن کو دیکھا جاسکتا ہے۔ ان کے لئے ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا۔ نمبر ۲۔ قرآن کہ اس کا تذکرہ تعظیم سے کرتے نمبر ۳۔ قرآن کے متعلق کہ وہ اس کے معانی پر غور کرتے۔ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيعُوْنَ سَمْعًا (وہ سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے) یعنی وہ بہرے تھے۔ یہ الفاظ اضم کی بجائے زیادہ بلغ ہیں کیونکہ بہرے کو زور سے آواز دیں تو وہ سن پاتا ہے۔ اور یہ لوگ تو اس طرح تھے کہ گویا ان کے کان بہرے کر دیئے گئے ان میں سرے سے سننے کی قوت مفقود ہو چکی۔

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءُ إِنَّا أَعْتَدْنَا

سو کیا پھر بھی کافروں کو یہ خیال ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو کارساز بنا لیں بلاشبہ ہم نے کافروں کے لیے دوزخ کو

جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ﴿۱۲﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿۱۳﴾ الَّذِينَ ضَلَّ

مہمانی کے طور پر تیار کر رکھا ہے، آپ فرمادیجئے کیا ہم تمہیں ایسے لوگ بتا دیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش

سَعِيهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿۱۴﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

دنیاوی زندگی میں ضائع ہو گئی اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں

كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا۔ سو ان کے اعمال حبط ہو گئے سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہ

وَزَنًا ﴿۱۵﴾ ذَلِكَ جَزَاءُ وَهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿۱۶﴾ إِنَّ

کریں گے، یہ ان کی سزا ہوگی یعنی دوزخ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں کا اور میرے رسولوں کا مذاق بنا لیا بلاشبہ

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۷﴾ خَالِدِينَ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کی مہمانی فردوس کے باغ ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں

فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حَوْلًا ﴿۱۸﴾

گے وہاں سے وہ کہیں جانا نہ چاہیں گے۔

بندوں کو کارساز بنانے والے کافر ہیں:

۱۰۲: أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ (کیا پھر بھی ان کافروں کا خیال ہے کہ مجھے چھوڑ کر

میرے بندوں کو اپنا کارساز بنا لیں) یعنی کفار نے میرے بندوں کو گمان کر لیا۔ یعنی عبادی سے عیسیٰ علیہ السلام اور کفار مراد ہیں۔

کارساز بنانا جو ان کو فائدہ دیگا؟ یہ بدترین گمان ہے جو انہوں نے کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے اُن اپنے صلہ کے ساتھ مل کر افسوس کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ اور عِبَادِي أَوْلِيَاءَ یہ دونوں

أَنْ يَتَّخِذُوا کے مفعول ہیں۔ اور یہ وجہ بہت اعلیٰ ہے مطلب یہ ہے وہ بندے ان کے کارساز نہیں ہیں۔ میرے بندوں کو کارساز

بنانے والا گمان کفار کا گمان ہے وہ کارساز نہیں ہیں اِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا (بے شک ہم نے جہنم کو کافروں کی مہمانی

کیلئے تیار کیا ہے۔ نَزْلُ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو مہمان کیلئے بنائی جائے۔ اور اس کی مثال دوسری آیت میں ہے۔ فبشرهم بعذاب الیم [آل عمران: ۲۱]

سب سے زیادہ گھائے والے کافر ہیں:

۱۰۳: قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا (کہہ دیں کیا ہم بتلائیں کہ اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھائے میں کون ہے) اعمالاً یہ تمیز ہے اور اس کو جمع لائے حالانکہ قیاس کا تقاضہ مفرد تھا کیونکہ لوگوں کی خواہشات متنوع اور قسم قسم کی ہیں۔ نمبر ۱۔ اس سے مراد اہل کتاب ہیں نمبر ۲۔ رمضان ہے۔

۱۰۴: الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ (وہ لوگ جن کی کی ہوئی تمام کوششیں اکارت گئیں) ضائع اور باطل ہو گئیں وہ محل رفع میں ہے۔ ای هم الذین۔ فی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (دنیا کی زندگی میں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو کارکردگی کا بہترین بدلہ ملے گا)

۱۰۵: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاءِ رَبِّهِمْ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزْنًا (یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا انکار کیا پس اس لئے ان کے تمام اعمال ضائع ہو گئے قیامت کے دن ہم ان کے نیک اعمال کا ذرا بھی وزن قائم نہیں کریں گے) یعنی ہمارے ہاں انکا کوئی وزن یا قدر نہ ہوگی۔

۱۰۶: ذَلِكَ جَزَاءُ وَهُمْ جَهَنَّمُ (ان کی یہ سزا یعنی دوزخ ہوگی) جہنم یہ جزاء ہم کا عطف بیان ہے۔ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا (اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور میری آیات اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا) یعنی ان کی جہنم والی سزا ان کے کفر کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسولوں کے ساتھ استہزاء کے نتیجے میں ہے۔

مؤمن اور فردوس کی ضیافت:

۱۰۷، ۱۰۸: الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کیلئے فردوس کے باغ ہونگے وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ہٹنا نہ چاہیں گے) خَالِدِينَ فِيهَا یہ حال ہے اور حِوَلًا کا معنی کسی دوسرے کی طرف منتقل ہونا یعنی اس عطیے پر وہ خوش ہو کر ایسا نہ چاہیں گے۔ عرب کے ہاں محاورہ ہے حَالٌ مِنْ مَّكَانٍ حِوَلًا یعنی اس پر کوئی اضافہ نہیں یہاں تک کہ ان کے نفسوں نے ان سے تنازع کیا کہ وہ اپنی اغراض اور تمناؤں کو جمع کر لیں۔ یہ انتہائی تعریف ہے کیونکہ انسان دنیا میں جس نعمت میں بھی ہو وہ اس سے بہتر کا طالب اور خواہش مند ہوتا ہے۔ یا مراد اس سے پھرنے کی نفی اور خلود کی تاکید ہے۔

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدادًا لَكَلِمَتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَتُ رَبِّي وَلَوْ

آپ فرمادیجئے کہ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے روشنائی ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے۔ اگرچہ ہم

جِنَّا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۱۹ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَمَنْ

اس سمندر میں بڑھانے کے لیے اسی جیسا دوسرا سمندر لے آئیں، آپ فرمادیجئے کہ میں تو بشر ہی ہوں تمہارے جیسا میری طرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ سو

كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۲۰

جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی آرزو رکھتا ہو سو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

علم الہی کی انتہاء نہیں:

۱۰۹: قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ (آپ کہہ دیجئے اگر سمندر) یعنی سمندروں کا پانی مَدَدًا لِكَلِمَتِ رَبِّي (میرے رب کے کلمات کیلئے سیاہی بن جائے) البوعبیدہ کہتے ہیں مداد ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے لکھا جائے یعنی اگر علم الہی کے کلمات اور اس کی حکمتیں لکھی جائیں اور لکھنے کیلئے سمندر سیاہی ہوں۔ یہاں البحر سے مراد جنس بحر ہے۔ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَتُ رَبِّي وَلَوْ جِنَّا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (تو سمندر ختم ہو جائیں گے میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے خواہ ہم اس موجودہ سمندر کی طرح اتنے ہی زیادہ کر دیں)۔ مثلاً کی ضمیر بحر کی طرف ہے۔ کیونکہ سیاہی بھی ختم ہونے والی ہے مگر کلمات لامتناہی ہیں۔ مَدَدًا یہ تمیز ہے جیسے یہ کہتے ہیں۔ لی مثلاً رجلاً اور مَدَد یہ مداد کی طرح ہے ہر وہ چیز جس سے دوسری چیز کو معاونت پہنچائی جائے۔

قراءت: ہمزہ اور علی نے تنفد کو ینفد پڑھا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ حیی بن اخطب یہودی نے یہ اعتراض کیا کہ تمہاری کتاب میں آیا ہے من یوتی الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً [البقرہ: ۲۸۹] پھر یہ آیت بھی تم پڑھتے ہو وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً [الاسراء: ۸۵] تو یہ اختلاف کیسا تو اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ یہ یقیناً خیر کثیر ہے مگر یہ اللہ کے کلمات کے سمندر میں سے ایک قطرہ کی مانند ہے۔

میں بشر رسول ہوں میرا معبود اللہ ہے جو اللہ کی بارگاہ میں حاضری چاہے وہ شرک نہ کرے:

۱۱۰: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ (پس آپ کہہ دیجئے میں تمہاری طرح انسان ہی ہوں۔ میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود اکیلا معبود ہے پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو) یعنی جو اپنے رب کی اچھی ملاقات کا امیدوار ہو کہ اس کو رضا مندی اور قبولیت والی ملاقات میسر ہو جائے نمبر ۲۔ یا جو اس بات سے ڈرتا ہو کہ وہ اپنے رب کے ساتھ بری ملاقات کرے۔ یہاں ملاقات سے مراد اس کی بارگاہ میں حاضری ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ برویت مراد ہے جیسا کہ لقاء کے لفظ کی حقیقت کا تقاضا ہے اور اس کی حقیقت پر قائم رکھنے کی امید ہے۔

فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا (پس اس کو چاہیے کہ وہ نیک کام کرے) یعنی خالص اعمال کرے جس سے اپنے رب کی ذات ہی کو وہ چاہتا ہو۔ اور غیر کی اس میں ملاوٹ نہ کرنے والا ہو۔ یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ عمل صالح وہ ہے جس کے کرنے میں آدمی شرم محسوس نہ کرے۔ (یعنی بلا تاامل کر گزرے)

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (اور وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک کرنے والا نہ ہو) یہ شرک سے ممانعت کی گئی یعنی وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ نمبر ۲۔ یاریا کاری کی ممانعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اتق الشِّرْكَ الْاَصْغَرَ۔ (ابن مردویہ) تم چھوٹے شرک سے بچو صحابہ نے عرض کیا چھوٹا شرک کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یاریا کاری۔ فَاتَّكَلَا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے سورۃ کہف کو پڑھا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنے سے بچا لیا گیا اگر ان آٹھ دنوں میں دجال نکل آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے فتنے سے بھی اس کو محفوظ فرمائیں گے (اسی کے ہم معنی مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت نقل کی)

نمبر ۲۔ جس نے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے آخر تک اپنے بستر پر لیٹ کر پڑھا تو اس کے لئے سونے کی پوری حالت میں اس کی خواب گاہ سے لیکر مکہ تک ایک نور ہوگا۔ جو کہ جگمگائے گا اور اس نور کے اندر فرشتے ہی فرشتے ہوں گے جو اٹھنے کے وقت تک اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہیں گے اور اگر اس کی خواب گاہ مکہ میں ہوگی تو پھر خواب گاہ سے بیت المعمور تک جگمگاتا ہوا نور میسر ہوگا۔ جس میں فرشتے ہی بھرے ہوئے جو اس کے بیدار ہونے تک اس کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرتے رہیں گے۔ (اخرجہ ابن مردویہ والہمز از واحمد فی المسند)

تمت ترجمة سورة الكهف بتمامه احدى عشر من رمضان ١٤٢٣هـ قبل صلاة الظهر والحمد لله على ذلك

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ ۱۹

سورہ مریم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھانوہ آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

کَہٰیضَ ۱ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدُہٗ زَکَرِیَّا ۵ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ۶ قَالَ

کَہٰیضَ یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر فرمائی جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پوشیدہ طریقہ پر پکارا عرض کیا

رَبِّ اِنِّیْ وَهْنَ الْعِظْمِ مِیِّیْ وَاشْتَغَلَ الرَّاسُ شِیْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَاۤیْکَ رَبِّ شَقِیًّا ۷

اگر اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور میرے سر میں بڑھاپے کی وجہ سے سفیدی پھیل گئی اور میں آپ سے دعا مانگنے میں کبھی ناکام نہیں رہا

وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیْ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ کَانَتِ اٰمْرَآتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ۸

اور بلاشبہ مجھے اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے اندیشہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے سو آپ مجھے اپنے پاس سے ایک ولی عطا فرما دیجئے

۱: کَہٰیضَ ۱ سدی نے کہا! یہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ عظم ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورۃ کا نام ہے۔

قراءت: طلی و یحییٰ نے ہا اور یا کے کسرہ سے پڑھا ہے نافع نے فتح اور کسرہ کے درمیان اور فتح کے زیادہ قریب کر کے۔ ابو عمرو نے کسرہ ہا اور فتح یا کے ساتھ اور حمزہ نے اس کا عکس اور دیگر قراء نے دونوں کا فتح پڑھا ہے۔

۲: اِذْ کُوْرَحْمَتِ رَبِّکَ (یہ تذکرہ ہے تیرے رب کی مہربانی کا)

بخجہ: یہ ہذا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

عَبْدُہٗ زَکَرِیَّا (جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی) عَبْدُہٗ یہ رحمت کا مفعول ہے اور زَکَرِیَّا یہ عبدہ کا بدل ہے۔

قراءت: زکریا کو قصر کے ساتھ حمزہ علی اور حفص نے پڑھا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی بڑھاپے میں دُعا:

۳: اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا (جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پوشیدہ طور پر پکارا) اِذْ یہ رحمت کا ظرف ہے۔ خَفِیًّا کا مطلب یہ

ہے کہ انہوں نے پوشیدہ طور پر اللہ کو پکارا جیسا کہ حکم ہے یہ دعا ریا کاری سے دور اور اخلاص کے قریب تر ہے۔

نمبر ۲۔ یا اس کو اس لئے پوشیدہ رکھا تا کہ بڑھاپے کے زمانے میں لڑکے کی طلب پر ان کو ملامت نہ کی جائے کیونکہ اس وقت

ان کی عمر ۵۰ یا ۸۰ سال تھی۔

ہڈیوں کے تذکرہ کی وجہ:

۴: قَالَ رَبِّ (عرض کیا اے میرے رب) یہ دعا کی تفسیر ہے رب اصل میں یا رَبَّ ہے حرف ندا اور مضاف الیہ کو اختصار کیلئے حذف کر دیا گیا۔ اِنِّیْ وَهَنْ الْعِظْمُ مِیْنِیْ پیشک میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں) یعنی میں ضعیف ہو گیا یہاں عِظْم کو خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا کیونکہ وہ سارے بدن کیلئے بمنزلہ ستون کے ہے اور اسی سے بدن کا قوام ہے جب ہڈیاں ہی کمزور ہو جائیں تو ساری قوت ختم ہو جاتی ہے اور کمزور پڑ جاتی ہے کیونکہ ہڈیاں جسم میں سب سے زیادہ مضبوط اور سخت ہوتی ہیں جب یہ کمزور پڑ جائیں تو اس کے علاوہ بقیہ اجزاء اس کی نسبت کمزور تر ہوتے ہیں۔ العِظْم کو واحد لائے کیونکہ یہ جنسیت پر دلالت کرتا ہے مقصد یہ ہے کہ یہ جنس جو کہ جسم کا ستون اور قوام ہے اور جسم کے ترکیبی اجزاء میں مضبوط تر ہے اس کو کمزوری پہنچ چکی۔

وَاشْتَغَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا (اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی ہے) شیبہ یہ تمیز ہے مطلب یہ ہے کہ میرے سر کے بالوں میں سفیدی ایسی پھیل گئی کہ گویا آگ بھڑک اٹھی اشتعال نار اس وقت کہا جاتا ہے جس وقت اپنی لپٹوں میں متفرق ہو کہ شعلہ زن ہو جائے یہاں بڑھاپے کو سفیدی میں آگ کے شعلے سے تشبیہ دی ہے اور بالوں میں سفیدی کے پھیلنے کو اور چھا جانے کو اشتعال نار سے تعبیر کیا ہے اور یہ جملہ فصاحت کا ایک شاندار نمونہ ہے۔ نمبر ۲۔ ذرا توجہ کرو تو کلام اتنا تھا یا رب قد شخت کیونکہ بڑھاپا ضعف بدن اور بالوں کی سفیدی جو ان دونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اس سے زیادہ بہتر جملہ ضعف بدنی و شاب راسی ہے اس میں اور زیادہ تفصیل ہے جبکہ اس سے بھی قوی تر جملہ وَهْنٌ عِظَامٌ بَدَنِیْ ہے کیونکہ اس میں تصریح سے کنایہ کی طرف عدول ہے اور کنایہ تصریح سے افضل ہے اور اس سے بھی زیادہ بہتر جملہ اَنَا وَهْنٌ عِظَامٌ بَدَنِیْ اور زیادہ بہتر اِنِّیْ وَهْنٌ عِظَامٌ بَدَنِیْ ہے۔ اور اس سے مزید بہتر اِنِّیْ وَهْنٌ الْعِظَامُ مِنْ بَدَنِیْ کیونکہ اس میں اجمال اور تفصیل دونوں طریقوں کو آزمایا گیا ہے اور اس سے زیادہ مضبوط مفہوم والا جملہ اِنِّیْ وَهْنٌ الْعِظَامُ مِیْنِیْ اس میں بدن کا واسطہ چھوڑ دیا گیا۔ اور اس سے بہتر اِنِّیْ وَهْنٌ الْعِظْمُ مِیْنِیْ ہے کیونکہ اس میں وَهْنٌ ہڈیوں کے ہر ہر فرد کو شامل کر رہا ہے اس وجہ سے کہ جمع کی بجائے مفرد کو استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ مجموعی کمزوری بعض سے بھی حاصل ہو جاتی ہے بجائے ہر ہر فرد کے۔ اور اسی لئے حقیقی معنی کو شاب راسی میں ترک کر کے اس سے زیادہ بلیغ استعارے کی زبان استعمال کی گئی جس کے نتیجے میں یہ جملہ حاصل ہوا اِشْتَغَلَ شَيْبٌ رَاسِیْ مگر اس سے زیادہ بلیغ اشتعال راسی شیبہ ہے۔ کیونکہ اس میں اشتعال کی نسبت بالوں کے مکان اور اگنے کی جگہ کی طرف ہے جو کہ سر ہے تاکہ اشتعال سارے سر کو شامل کرنے کا فائدہ دے۔

کیونکہ اشتعال شیب راسی اور اشتعال راسی شیبہ دونوں ہم وزن ہیں جیسا کہ اشتعال النار فی بیتی اور اشتعال بیتی ناراً ہم وزن ہیں مگر ان دونوں میں فرق واضح ہے کیونکہ اس میں اجمال اور تفصیل ہے جیسا کہ تمیز کے طریقے میں معلوم ہو چکا مگر اس سے زیادہ بلیغ و اشتعال الراس منی شیبہ ہے وجہ گزر چکی مگر اس سے بلیغ تر یہ جملہ ہے و اشتعال الراس شیبہ کیونکہ اس میں مخاطب کے علم پر اکتفا کیا گیا کہ وہ ذکر یا علیہ السلام کا ہی سر ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا عطف وَهْنُ الْعِظْمِ مِیْنِیْ پر ہو رہا ہے۔

میں کبھی نامراد نہ ہوا:

وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا (اور اے میرے رب میں تجھے پکار کر کبھی بھی نامراد نہیں رہا) دعائک میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ای بدعاء ی ایاک شقیّا کا مطلب یہ ہے کہ میں آج کے دن سے پہلے مستجاب الدعوات تھا اور اس کے ساتھ خوش نصیب تھا نامراد و بد بخت نہ تھا۔ عربی کا محاورہ ہے سعد فلاناً بحاجتہ جبکہ وہ اس ضرورت کو پالے اور شقی فلان بحاجتہ جبکہ اس میں ناکام ہو جائے اور اس کو نہ پاسکے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ ایک محتاج نے آپ سے سوال کیا اور کہا میں ہر شخص ہوں کہ جس پر تم نے فلاں وقت میں احسان کیا تو آپ نے فرمایا تمہیں خوش آمدید ہو کہ تم نے ہماری ہی ذات کو ہمارے سامنے وسیلہ بنایا اور اس کی ضرورت پوری کر دی۔

۵: وَآتَنِي خِفْتُ الْمَوَالِي (اور میں اپنے رشتہ داروں سے اندیشہ رکھتا ہوں) الموالی سے ان کے عصبات یعنی بھائی، چچا کے بیٹے مراد ہیں۔ اور یہ بنی اسرائیل کے شریر لوگ تھے۔ پس ان کو خطرہ ہوا کہ وہ دین کو نہ بدل ڈالیں اور آپ کی امت پر وہ اچھی نائیت انجام نہ دیں اس لئے انہوں نے اپنی صلبی اولاد میں صالح فرزند کی درخواست کی تاکہ دین کو زندہ کرنے میں ان کی اقتداء کی جاسکے۔

مِنْ وَرَاءِي (اپنے بعد) اپنی موت کے بعد۔ قراءت: قصر اور فتح یا کے ساتھ ہدای کی طرح کمی نے پڑھا ہے۔ مخفوف: اس ظرف کا خفت سے تعلق نہیں کیونکہ موت کے بعد وجود خوف کا کوئی تصور نہیں۔ لیکن محذوف سے متعلق ہے۔ نمبر ۲: یا الموالی میں الولایہ کا معنی ہے یعنی مجھے موالی کے فعل سے خدشہ ہے اور وہ فعل انکا تبدیل کرنا اور میرے بعد بری قائم مقامی ہے۔ نمبر ۳: مجھے ان لوگوں سے خطرہ و اندیشہ ہے جو میرے بعد معاملے کے ذمہ دار ہونگے۔

وَكَانَتْ أُمْرَاتِي عَاقِرًا (اور میری بیوی بانجھ ہے) بچہ جننے کے قابل نہیں رہی۔ فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ (پس تو مجھے اپنی طرف سے عنایت کر دے) بلا سبب جو محض تیرے فضل کا عطیہ ہو۔ کیونکہ میں اور میری بیوی اولاد جننے کے قابل نہیں وَلِيًّا (ایک وارث) ایک ایسا بیٹا جو تیرے معاملے کا میرے بعد ذمہ دار ہوگا۔

يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝۶ يٰۤاٰنٰنِيسْرُكَ بِعِلْمِ

جو میرا وارث بنے اور یعقوب کی اولاد کا بھی اور اے رب آپ اے پسندیدہ بنادیتے اے زکریا بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں

اِسْمُهُ يَحْيٰى ۚ لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝۷ قَالَ رَبِّ اَنۢى يَكُوْنُ لِيْ عِلْمٌ وَّكَانَتِ

اس کا نام یحییٰ ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔ عرض کیا اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا اور حال یہ ہے کہ

اَمْرًا نِّىْ عَاقِرًا وَّكَانَ بَلَغْتَ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝۸ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلٰى

میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں فرمایا یوں ہی ہوگا، تمہارے رب کا فرمان ہے کہ وہ مجھ پر آسان

هَيِّنٌ وَّكَانَ خَلْقُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝۹ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْ اٰيَةً ۚ

ہے اور میں نے تمہیں اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے عرض کیا اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تَكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝۱۰ فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ

فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین رات بات نہ کر سکو گے۔ حالانکہ تم تندرست رہو گے سو وہ محراب سے اپنی قوم پر نکلے

فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۝۱۱ يٰۤاٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَاَتَيْنٰهُ

اور ان کو اشارہ سے فرمایا کہ صبح شام اللہ کی تسبیح میں مشغول رہو۔ اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی کے ساتھ لے لو اور ہم نے ان کو

الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝۱۲ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۚ وَكَانَ تَقِيًّا ۝۱۳ وَبَرَّ اَبُو الْاَدْيَةِ وَلَمْ

بچپن میں حکم دے دیا۔ اور ان کو اپنے پاس سے رقت قلبی کی صفت اور پاکیزگی عطا فرمائی اور وہ پرہیزگار تھے اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے تھے اور وہ

يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝۱۴ وَسَلَّمْ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ ۚ حَيًّا ۝۱۵

سرکشی کرنے والے نافرمانی کرنے والے نہ تھے اور ان پر اللہ کا سلام ہو جس دن پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے اور جس دن زندہ ہو کر اٹھائے جائیں گے۔

وارث علم کی طلب:

۶: يَرِثُنِي وَيَرِثُ (جو میرا وارث ہو سو وارث ہو) دونوں رفع کے ساتھ ولیا کی صفت ہیں۔ یعنی مجھے ایسا بیٹا عنایت فرما۔ جو میرے علم اور آل یعقوب کی نبوت کا وارث ہو۔

وراثت نبوت:

کا معنی یہ کہ وہ وحی کی صلاحیت رکھتا ہو نفس نبوت میں وراثت مراد نہیں۔

قراءت: ابو عمر و اور علی نے دونوں کو جزم سے پڑھا۔ اس طرح کہ یہ دعا کا جواب ہے کہا جاتا ہے ورثہ و وراثت منہ۔
 مِنْ اِلٍ يَعْقُوْبَ (آل یعقوب بن اسحاق) وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (اے میرے رب اس کو اپنا پسندیدہ بنا) ایسا پسندیدہ جس کو آپ چاہتے ہوں یا جو آپ سے راضی اور آپ کے حکموں پر خوش ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور فرمایا۔

ایک بے مثال لڑکا:

۷: يٰذَکَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَمٍ اِسْمُهُ یٰحٰیی (اے زکریا ہم آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا) اللہ تعالیٰ نے بطور تشریف کے نام خود تجویز فرمایا۔

قراءت: نَبَشِّرُکَ کو حمزہ نے تخفیف سے پڑھا ہے۔

لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا) اس سے پہلے یحییٰ کسی کا نام نہ تھا۔ اور یہ دلیل ہے کہ یہ موضوع حال میں ترجیح کے قابل ہے۔ نمبر ۲۔ مثال اور تشبیہ مراد ہے اور ان کی مثال اس لئے نہ تھی کیونکہ انہوں نے کبھی نہ کوئی نافرمانی کی اور نہ ہی اس کا ارادہ کیا اور وہ بوڑھے باپ اور بوڑھی ماں کے اکلوتے تھے۔ اور یہ عورت سے بے رغبت تھے۔

۸: جب فرشتوں نے ان کو بشارت دے دی۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ یٰکُوْنُ لِّیْ غُلَمٌ (کہا اے میرے رب میرے لئے لڑکا کیسے ہوگا) اِنِّیْ کَیْفَ کے معنی میں ہے۔ یہ استبعاد نہیں بلکہ اس بات کو ظاہر کرانے کیلئے ہے کہ وہ کس طریقہ سے ہوگا۔ کیا وہ دونوں اسی حالت میں رہیں گے اور وہ ان کو عنایت کیا جائے گا۔ یا نمبر ۲۔ جوانی میں لوٹ کر جائیں گے۔

وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِيًّا (اور میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے میں انتہائی عمر کو پہنچ چکا ہوں) اِیْ بَلَغْتُ عِتِيًّا۔ عِتِیًّا خشکی کو کہتے ہیں۔ جوڑوں اور ہڈیوں میں لاغری جیسا خشک ٹھنی جو بڑھاپے کی وجہ سے ہو۔ اور انتہائی عمر کو پہنچنا

قراءت: عِیًّا، صِلِیًّا، [مریم: ۷۰]، جِیًّا [مریم: ۶۸] بُکِیًّا [مریم: ۵۸] تمام کے شروع میں حمزہ و علی، حفص نے کسرہ پڑھا۔ مگر بُکِیَّا میں حفص نے با پر ضمہ پڑھا ہے۔

۹: قَالَ کَذٰلِکَ (کہا اسی طرح)۔ کاف مرفوع ہے تقدیر یہ ہے اَلَا مُرُ کَذٰلِکَ۔ اس میں ان کی تصدیق کی ابتداء کرتے ہوئے کہا۔ قَالَ رَبِّکَ تَمْبَارَے رب نے کہا۔ نمبر ۲۔ یہ قال کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور ذٰلِکَ سے اس مبہم کی طرف اشارہ کیا جس کی تفسیر ہو عَلٰی هٰئِیْنِ کر رہا ہے۔ هُوَ عَلٰی هٰئِیْنِ وہ مجھ پر آسان ہے) یعنی یحییٰ کا دو بوڑھوں سے پیدا کر دینا آسان ہے۔ وَ قَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ اَسَے پہلے ہم نے تجھے پیدا کیا) یحییٰ سے پہلے تمہیں وجود دیا۔

قراءت: حمزہ، علی نے خَلَقْنَاکَ پڑھا ہے۔ وَلَمْ تَکْ شَیْئًا (اور تو کچھ نہ تھا) کیونکہ معدوم کوئی چیز نہیں ہوتا۔

۱۰: قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ اٰیَةً (کہا اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما) ایسی علامت جس سے میں اپنی عورت کا

حاملہ ہونا پہچان سکوں۔ قَالَ اَيْتُكَ اِلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا (کہا تیری نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین راتیں صحیح سالم ہونے کے باوجود کلام نہ کر سکے گا) سَوِيًّا یہ تکلم کی ضمیر سے حال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ حال کونک سوی الاعضاء واللسان۔ مطلب ہوا کہ تیری علامت یہ ہے کہ تو کلام سے رک جائے گا اس کی طاقت نہ ہوگی حالانکہ تیرے اعضاء صحیح سالم ہونگے گوئے گوئے پن کا نام نہ ہوگا۔

فَاِنَّكَ لَا يَهْدِيكَ اِلٰهِي كَاذِبًا كَرِيًّا (یہاں لیلی کا ذکر کیا جبکہ آل عمران میں ایام کا۔ اس لئے کہ اس سے یہ بتلایا کہ کلام سے یہ رکنا مسلسل تین دن رات رہے گا۔ ایام کا ذکر کرنے سے اس کے ساتھ والی راتیں خود شامل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح عرف عام میں بھی راتیں بول کر جو ان سے متصل دن ہے وہ مراد لیا جاتا ہے۔

۱۱: فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ (وہ اپنی قوم کے پاس مسجد سے نکل کر گئے) محراب سے نماز کی جگہ مراد ہے۔ ان کے انتظار میں تھے۔ آپ کو کلام پر قدرت نہ رہی۔ فَاَوْحٰی اِلَيْهِمْ (پس آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا) انگلی سے اشارہ مراد ہے۔ اَنْ سَبِّحُوْا (تم تسبیح کرو) یعنی نماز پڑھو۔ یہ ان مفسرہ ہے۔ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (صبح، شام) فجر و عصر کی نماز مراد ہے۔

یحییٰ علیہ السلام کی صفات:

۱۲: يٰحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ اے یحییٰ تو کتاب کو پکڑ (مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو یحییٰ عطا کیا اور ہم نے یحییٰ کو ولادت کے بعد یا خطاب کے زمانے میں کہا اے یحییٰ کتاب سے تورات مراد ہے۔ بِقُوَّةٍ (مضبوطی کے ساتھ) یہ حال ہے مطلب یہ ہے کہ خوب کوشش کے ساتھ اور اللہ کی تائید و توفیق کی پشت پناہی کے ساتھ۔ وَاَتَيْنَهُ الْكِتٰبَ صَبِيًّا (ہم نے بچپن میں ہی ان کو حکم دیا) حکم سے مراد یہاں توراۃ کی سمجھ اور دین کی فہم ہے۔ صَبِيًّا یہ حال ہے ایک قول یہ ہے کہ بچے حضرت یحییٰ کو کھیلنے کیلئے بلاتے تو آپ فرماتے ہم کھیل کیلئے پیدا نہیں کئے گئے۔

۱۳: وَحَنَانًا (اور شفقت) شفقت اور رحمت اپنے والدین اور دوسروں کے حق میں) مَخْجُوْرًا: کو اس کا عطف الحکم پر ہے مِنْ لَّدُنَّا (اپنی طرف سے) وَزَكُوَّةً (اور پاکیزگی) یعنی طہارت و بھلائی کہ انہوں نے کوئی گناہ نہ کیا وَكَانَ تَقِيًّا (اور وہ متقی تھے) یعنی فرمانبردار اور اطاعت شعار۔

۱۴: وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ (والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے) یعنی ان کے ساتھ بھلائی کرنے والے تھے ان کی نافرمانی نہ کرتے تھے۔ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (اور وہ متکبر اور نافرمان نہ تھے) عَصِيًّا کا معنی اپنے رب کا نافرمان۔

پروانہ سلامتی:

۱۵: وَسَلَّمَ عَلَيْهِ (اور ان کے لئے سلامتی ہے) یعنی اللہ کی طرف سے ہر دکھ اور اذیت سے امان ہے۔ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ (جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ مریں گے) یعنی ولادت کے وقت شیطان کے اثرات سے اور موت کے وقت فتنہ قبر سے وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (اور جب وہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے) یعنی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ کر دیئے جائیں گے۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں یہی تین موقعے سب سے زیادہ وحشت ناک ہیں۔

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۖ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا ۖ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۗ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ ۖ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۗ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۗ قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمَسِّنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۗ

اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر ایک ایسی جگہ چلی گئی جو مشرق کی جانب تھا پھر اس نے ان لوگوں سے دورے

دُونِهِمْ حِجَابًا ۖ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۗ قَالَتْ إِنِّي

ایک پردہ ڈال لیا سو ہم نے اس کی طرف اپنا فرشتہ بھیج دیا جو اس کے سامنے صحیح سالم آدمی بن کر ظاہر ہو گیا مریم نے کہا کہ میں

أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ ۖ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۗ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ

تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے فرشتے نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھے ایک

غُلَامًا زَكِيًّا ۗ قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمَسِّنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۗ

پاکیزہ لڑکا دے دوں مریم نے کہا کہ میرے لڑکا کیسے ہو گا حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا بھی نہیں اور نہ میں بدکار ہوں

حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ:

۱۲: وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ (اور یاد کیجئے یا تذکرہ کیجئے کتاب میں مریم کا) کتاب سے قرآن مراد ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو مریم کا واقعہ پڑھ کر سنائیں تاکہ اس کی ان کو اطلاع ہو اور جو کچھ ان پر گزرا اس کا ان کو علم ہو جائے۔

تَحْفَظُ: اِذْ یہ مریم کا بدل الاشتمال ہے کیونکہ اوقات اس سب پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جو ان سب میں پایا جاتا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ مریم کے تذکرے میں مقصود اس وقت کا ذکر کرنا ہے۔ جس میں یہ عجیب واقعہ پیش آیا۔ اِذْ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا (الگ ہو گئی اپنے اہل سے) یعنی دور ہو گئی مَكَانًا شَرْقِيًّا (مشرقی جانب والے مکان میں) یعنی ایسے مکان میں عبادت کیلئے علیحدگی اختیار کی جو بیت المقدس کے مشرقی جانب تھا۔ یا گھر میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو گئیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے گھر کے مشرقی کونے میں غسل حیض کیلئے بیٹھیں۔

۱۳: فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا (انہوں نے گھر والوں سے پردہ ڈال لیا) یعنی انہوں نے اپنے اور گھر والوں کے درمیان اسلئے پردہ لٹکایا تاکہ اس پردے کے پیچھے غسل کر سکیں۔ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا (پس ہم نے بھیجا ان کے پاس جبریل امین کو) رُوحَنَا کی اضافت تشریف کیلئے ہے اور ان کو روح اسلئے کہا جاتا ہے کیونکہ دین ان سے زندہ ہے وہ اس کی وحی لاتے رہے ہیں۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (پس ان کے سامنے پورا آدمی بن کر نمودار ہوئے) یعنی جبریل ایک نو جوان آدمی کی صورت میں ان کے سامنے آئے جن کا چہرہ چمک رہا تھا۔ بال گھنگریالے اور منہ پر ڈاڑھی نہ تھی۔ سَوِيًّا کا معنی اعضاء بندان کے بالکل درست تھے۔ جبریل صورت انسانی میں ان کے سامنے اسلئے آئے تاکہ ان کی کلام سے وہ مانوس ہوں اور متنفر نہ ہوں اگر وہ ان کے سامنے صورت ملکیہ میں آتے تو وہ نفرت کرتیں اور ان کا کلام سننے کی قدرت نہ پاتیں۔

۱۸: قَالَتْ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا (کہنے لگی میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو متقی ہے) یعنی اگر تجھ سے تقویٰ کی امید ہے تو تب بھی میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں یا اس شرط کی جزاء محذوف ہے کہ اگر تو تقوے والا ہے تو تقویٰ کا تقاضا بدکاری کی طرف اقدام نہ کرنا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی گفتگو:

۱۹: قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكَ (جبریل نے کہا بیشک میں تیرے رب کا قاصد ہوں) اس کو اس سلسلے میں مطمئن کیا جس سے وہ ڈر رہی تھی اور اس کو اطلاع دی کہ وہ انسان نہیں بلکہ وہ اسی رحمان کا قاصد ہے جس کی وہ پناہ طلب کر رہی ہیں۔ لَا هَبَ لَكَ تا کہ میں تجھے عطا کروں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یا لڑکا عطا کرنے کا میں گریبان میں پھونک مار کر سبب بن جاؤں۔
قرأت: نافع اور ابو عمرو نے لِيَهَبَ لَكَ پڑھا ہے۔ یعنی لِيَهَبَ اللَّهُ لَكَ - عَلِمًا زَكِيًّا (پاکیزہ لڑکا) یعنی گناہوں سے پاک یا خیر و برکت پر نشوونما پانے والا۔

۲۰: قَالَتْ اَنِّیْ یَكُوْنُ لِیْ غُلَمٌ (کہا میرے لڑکا کیسے ہوگا) انہی یہاں کیف کے معنی میں اور غلام ابن کے معنی میں ہے۔ وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ (اور مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا) یعنی نکاح سے کوئی میرا خاوند نہیں وَلَمْ اَكُ بَغِیًّا (اور میں نے برا کام بھی نہیں کیا) یعنی فاجرہ عورت۔ جو مردوں کو تلاش کرتی پھرے یعنی کسی بھی آدمی سے اپنی شہوت کو پورا کرے اور عادت یہ ہے کہ لڑکا ان دو صورتوں سے ہی ہوتا ہے۔ مبرد کہتے ہیں کہ بغی فعل کے وزن پر ہے اصل بغوی ہے واؤ کو یا کر کے اس میں ادغام کر دیا اور اتباعا غین کو کسرہ دیا اسی وجہ سے اس میں تائے تانیث نہیں جس طرح کہ امرئة صبور و شکور میں دیگر علماء نحو نے یہ کہا کہ یہ فعل کے وزن پر ہے اور اس کے آخر میں نہیں آتی کیونکہ یہ مفعولہ کے معنی میں ہے۔ اور اگر فاعلہ کے معنی میں ہو تو کبھی اس میں مشابہت ہو جاتی ہے جیسے ان رحمت اللہ قریب [الاعراف: ۵۱] ۱

قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىٰ هَٰئِنَ ۖ وَلَنَجْعَلَنَّ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ

فرشتہ نے کہا یوں ہی ہوگا تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشانی بنادیں اور اپنی طرف سے رحمت بنادیں اور یہ

أَمْرًا مَّقْضِيًّا ۚ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهَا مَكَانًا قَصِيًّا ۚ فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ

ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ سو اس لڑکے سے وہ حاملہ ہو گئی لہذا وہ اس حمل کو لئے ہوئے علیحدہ ہو کر دور چلی گئی سو دروزہ اسے کھجور کے تنے کے

جَذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَلَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنْتُ نَسِيًّا مَّنْسِيًّا ۚ فَنَادَاهَا مِنْ

پاس لے آیا وہ کہنے لگی ہائے کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بالکل بھولی بری ہو جاتی سو اسے اس کے نیچے سے آواز

تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۚ وَهَزِيءَ إِلَيْكَ بِجَذْعِ

دی کہ تو غمگین مت ہو تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ٹھہر پیدا فرما دی ہے اور تو کھجور کے تنے کو اپنی جانب

النَّخْلَةِ تَسْقُطُ عَلَيْكَ رَطْبًا جَنِيًّا ۚ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۚ فَمَا

حرکت دے جس سے تجھ پر پکی تیار کھجوریں گریں گی سو تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر سو اگر

تَرَيْنَ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ۚ

تو کسی انسان کو دیکھے تو کہہ دینا کہ میں نے رحمن کے لئے روزہ رکھنے کی منت مان لی ہے لہذا آج میں کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

۲۱: قَالَ كَذَلِكَ (جبرئیل نے کہا اسی طرح) یعنی معاملہ اسی طرح ہے جس طرح تم نے کہا کہ تمہیں کسی مرد نے نکاح سے یا زنا سے نہیں چھوا۔ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىٰ هَٰئِنَ (تمہارے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے) یعنی بغیر باپ کے لڑکا دینا میرے لئے آسان ہے۔ وَلَنَجْعَلَنَّ آيَةً لِلنَّاسِ (اور تاکہ ہم اس کو لوگوں کیلئے نشانی بنادیں) یہ جملہ تعلیلیہ ہے اس کا معلل محذوف ہے تقدیر کلام اس طرح ہے وَلَنَجْعَلَنَّ آيَةً لِلنَّاسِ فَعَلْنَا ذَٰلِكَ بِتَعْلِيلٍ مَّضْمُرٍ پُر اس کا عطف ہے تقدیر کلام اس طرح ہوگی لَبِيسَ بِهِ قَدَرْتَنَا وَلَنَجْعَلَنَّ آيَةً لِلنَّاسِ یعنی ہماری قدرت پر دلیل اور عبرت ہوگا۔ وَرَحْمَةً مِنَّا اور رحمت ہماری طرف سے) اس کے لئے جو ان پر ایمان لائے گا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی خلقت طے شدہ کام ہے) مَّقْضِيًّا کا معنی مقدر اور لوح کے اندر لکھا ہوا۔

حمل مریم کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

۲۲: جب وہ ان کی بات سے مطمئن ہو گئیں تو ان کے قریب ہوئیں جبرئیل نے ان کے گریبان میں پھونک ماری وہ پھونک ان کے پیٹ تک پہنچی۔ فَحَمَلَتْهُ (پس وہ اس بچے سے حاملہ ہو گئیں) یعنی جو بچہ ان کو عطا کرنا تھا۔ مریم کی اس وقت عمر تیرہ سال یا دس یا

میں سال تھی۔ فَانْتَبَذَتْ بِه (پس اس حمل کو لیکر ایک جگہ میں چلی گئیں) یعنی وہ دور چلی گئیں اس حال میں کہ حمل ان کے پیٹ میں تھا۔

مَحْجُوْرٌ: یہ جار اور مجرور موضع حال میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کی مدت حمل ایک لمحہ تھی جو نبی وہ حاملہ ہوئیں اسی وقت وہ الگ ہو گئیں ایک کمزور قول یہ ہے کہ چھ مہینے مدت تھی دوسرا قول: ات مہینے تھے۔ ات مہینے۔ آٹھ مہینے کا کوئی بچہ بھی سوائے عیسیٰ کے زندہ نہیں رہا ایک قول یہ ہے کہ ایک ساعت میں حاملہ ہوئی دوسری ساعت میں ان کی تصویر بنی اور تیسری ساعت میں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے۔ مَكَانًا قَصِيًّا (دور جگہ میں) جو گھر والوں سے دور پہاڑ کے پیچھے تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے حمل کو محسوس کیا تو ملامت کے خوف سے وہ اپنی قوم سے دور بھاگ گئی۔

۲۳: فَاجَاءَ هَا الْمَخَاضُ (پس درد زہ ان کو لے آیا) لے آیا یا ان کو مجبور کیا۔ یہ جاء سے منقول ہو کر آیا البتہ اس کا استعمال الْجَاء کے معنی کی طرف منتقل ہونے سے بدل گیا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس طرح نہیں کہتے۔ جنت المكان، اجاء فیہ زید المخاض دروزہ۔ اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَةِ (کھجور کے تنے کی طرف) کھجور کی جڑ کی طرف اور یہ درخت خشک تھا۔ اور یہ موسم سردی کا تھا۔ النخلة کو معرفہ لا کر ظاہر کیا۔ کہ یہ کھجور کا معروف درخت تھا۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ تعریف جنس کو ظاہر کرنے کیلئے ہو۔ یعنی جِذْعُ هَذِهِ الشَّجَرَةِ اس درخت کے تنے کی طرف گویا کہ اللہ تعالیٰ نے کھجور کی طرف اس کی راہنمائی کی تا کہ وہ اس سے تر کھجور کھائے۔ کیونکہ نفاس والی عورتوں کی یہ مخصوص خوراک ہے۔ پھر تکلیف کی شدت کی وجہ سے قالت بول اٹھی۔ يَلِيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا (اے کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی) لہذا کا مشار الیہ ایوم ہے۔

قراءت: مدنی، کوئی نے سوائے ابوبکر کے مِتُّ کسرہ سے اور دیگر قراء نے مِتُّ پڑھا ہے۔ کہا جاتا ہے مات یموت و یمات وَ كُنْتُ نَسِيًّا مِّنْهُمْ (اور ہو جاتی بھولی بیری) ایسی مٹرو کہ چیز جو نہ معروف ہو اور نہ قابل تذکرہ ہو۔ قراءت: حمزہ، حفص نے نسیًّا کو فتحہ نون سے اور دیگر قراء نے کسرہ سے۔ مگر دونوں کا معنی یکساں ہے۔ ایسی چیز کو کہتے ہیں۔ جو پھینکے جانے اور حقارت کی وجہ سے بھلا جانے کے قابل ہو۔

تسلی جبرئیل علیہ السلام:

۲۴: فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا (اس کو آواز دی اس کے پائیں مکان سے) یعنی اس شخص نے جو اس کے بائیں جانب تھا۔ نادٰی کا فاعل جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے گہرے مقام میں تھے۔ نمبر ۲۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو خطاب کیا ان کے اپنے دامن کے نیچے سے۔

قراءت: مدنی، کوئی نے سوائے ابوبکر کے مَنْ تَحْتِهَا اس کا فاعل مضمّر ہے اور وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ نمبر ۳۔ جبرئیل علیہ السلام اور تحتہا کی ضمیر نخلہ کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ ان کو شدید تکلیف کا سامنا تھا اس لئے ان الفاظ سے تسلی دی۔ اَلَا تَحْزَنِي (تو مغموم مت ہو) اکیلے پن کا غم نہ کر اور طعام و شراب کی فکر تجھے دامن گیر نہ ہو اور لوگوں کی باتوں کے سلسلہ میں دلگیر نہ ہو۔ ان یہ ای کے معنی میں ہے۔

ندوی کا جاری ہونا:

قَدْ جَعَلَ رَبُّكَ تَحْتِكَ سَرِيًّا (تیرے رب نے تیرے پاؤں سے ایک نہر پیدا کر دی) تحت سے قرب مراد ہے۔ نمبر ۲۔ تیرے حکم کے ماتحت کر دی اگر تو حکم دے گی چلے گی اور تو اس کو ٹھہرائے گی تو ٹھہر جائے گی۔ السری، چھوٹی نہر، عند الجہور۔ آنحضرت ﷺ سے سری کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا ہو الجدول [رداء الطمرانی فی الصغیر] حضرت حسن کہتے ہیں السری نخی سردار مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ روایت میں ہے کہ خالد بن صفوان نے ان کو کہا عرب تو جدول کو سری کہتے ہیں تو حسن نے کہا تو نے سچ کہا اور خالد کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔

۲۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یا جبریل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری جس سے بیٹھے پانی کا چشمہ ابلنے لگا خشک نہر جاری ہو گئی اس سے کھجور سرسبز ہو گئی۔ اور پھل آ گیا اور پھل پک کر تیار ہو گیا۔ اس پر مریم کو کہا گیا۔ وَهْزِي (تو حرکت دے) إِلَيْكَ (اپنی طرف) بِجَذْعِ النَّخْلَةِ کھجور کے تنے کو (ابوعلی کا قول بازائدہ ہے ای ہزی جذع النخلة - تُسْقِطُ عَلَيْكَ (وہ تیرے اوپر تروتازہ کھجوریں گرائے گا)۔

قراءت: اول تا کو دوسری میں ادغام کر دیا کی، شامی، مدنی، ابو عمرو، علی، ابوبکر کے ہاں اسی طرح ہے۔ یہ اصل میں تتساقط ہے۔ تَسَاقُطًا، قاف کے فتح کے ساتھ، دوسری تا کو گرا دیا سین میں تخفیف سے حمزہ نے پڑھا۔ اور یساقط یا کافتح، قاف کافتح، سین مشدود۔ یہ یعقوب، سہل، حماد، نصیر نے پڑھا۔ تَسَاقُطُ مفاعلة سے حفص نے پڑھا۔ اور تُسْقِطُ، یُسْقِطُ وَتَسْقُطُ وَيَسْقُطُ تَا النخلة کی وجہ سے اور یا الجذع کیلئے یہ کل نو قراءتیں ہیں۔

دُطْبًا یہ تمیز ہے نمبر ۲۔ مفعول یہ ہے قراءت کے مطابق جَنِيًّا تازہ۔ لوگوں نے کہا زمانہ قدیم میں نفاس والی عورتوں کو کھجور دیتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے نساء کیلئے کھجور سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اور مریض کیلئے شہد سے بہتر کوئی شے نہیں۔

ہدایات:

۲۶: فَكُلِي (پس تو کھا) اس چنی ہوئی کھجوروں میں سے۔ وَاشْرَبِي (اور نہر کا پانی پی)۔ وَقَرِّي عَيْنًا (اور تو اپنی آنکھیں دودھ پیتے بچے سے ٹھنڈی کر) عینا یہ تمیز ہے۔ تو عیسیٰ سے اپنے نفس کو خوش کر اور غم والی چیز اپنے سے دور رکھ۔ فَاِمَّا اس کی اصل اِنَّ مَا هُوَ اِنْ شَرِيه كَوْمًا سے ملا کر اس میں ادغام کر دیا۔ تَرَيْنَ مِنَ الْبُشْرِ اَحَدًا فَقَوْلِي اِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا (پس اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو اس سے کہہ دینا کہ میں نے آج اللہ کیلئے خاموش رہنے کی نذر مانی ہے) یعنی اگر تو کسی آدمی کو دیکھ پائے اور وہ تم سے تمہارا حال دریافت کرے تو تو خاموش رہ اور کلام سے اپنے کو روک کر رکھ جیسا کہ کھانے پینے کا روزہ رکھتے ہیں۔ نمبر ۲۔ یہ حقیقتاً روزہ تھا۔ ان کے روزے میں خاموشی تھی اور خاموشی کا التزام روزے کا التزام تھا۔

آپ ﷺ نے خاموشی کے روزے سے منع فرمایا پس یہ ہماری شرع میں منسوخ ٹھہرا۔ حضرت مریم کو خاموشی کی نذر ماننے کا حکم تھا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو ان کی براءت کیلئے کافی تھی۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ احمق لوگ جدال پر نہ اتر آئیں۔

مَسْنَدًا: اس میں یہ بتلایا کہ بیوقوف کی بات سے خاموشی لازم ہے اور اعراض وغیرہ سے روکا جائے اور اس کی زبان کی لگام کو

فَاتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالَ لَوْ لَا اِمْرِيْمٌ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا فَرِيًّا ۚ ۲۷ يَأْخُذُ هَرُونَ مَا

سو وہ اس بچہ کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لے کر آئی، ان لوگوں نے کہا کہ اے مریم یہ تو نے بڑے غضب کا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن

كَانَ اَبُوْكَ اَمْرًا سُوْءًا وَّمَا كَانَتْ اُمُّكَ بَغِيًّا ۚ ۲۸ فَاشَارَتْ اِلَيْهِ ۖ قَالَ وَاَكَيْفَ نَكْلِمُ

نہ تو تمہارا باپ برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں بدکار تھی۔ سو مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم اس سے کیسے بات کریں

مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۚ ۲۹ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۖ اُنْزِلَ اِلَیْكَ الْكِتَابُ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۚ ۳۰

جو گہوارہ میں ابھی بچہ ہی ہے۔ وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی اور اس نے مجھے نبی بنایا

وَجَعَلَنِي مُبْرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَاَوْصَانِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۚ ۳۱

اور مجھے برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا جب تک کہ میں زندہ رہوں

وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۚ وَلَمْ يَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۚ ۳۲ وَالسَّلَامُ عَلٰی یَوْمٍ وُلِدْتُ وَيَوْمَ

اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا اور مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن

اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۚ ۳۳

مجھے موت آنے لگی اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

بالکل آزاد نہ چھوڑے۔ حضرت مریم نے ان کو نذر کی اطلاع اشارہ سے دی اور اشارہ کو کلام و قول سے تعبیر کیا۔ جیسا شاعر نے قبور کی تعریف میں کہا۔ و تکلمت عن اوجه تبلی۔ تو تکلم کی نسبت قبور کی طرف کی۔ ایک قول یہ ہے کہ خاموشی اس کلمہ کے کہنے کے بعد لازم تھی۔ یا اتنی مقدار ان کے لئے نطق سے بنائی گئی۔

فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (میں ہرگز آج کسی انسان سے کلام نہ کروں گی) اِنْسِیًّا سے آدمی مراد ہے۔

۲۷: فَاتَتْ بِهِ (پس پھر اس کو لے کر آئیں) عیسیٰ علیہ السلام کو قَوْمُهَا (اپنی قوم کے پاس) نفاس سے پاکیزگی کے بعد تَحْمِلُهُ (اٹھائے ہوئے) ہا ضمیر سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئی۔ جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے ساتھ دیکھا تو۔ قَالُوا یَمْرِیْمُ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا فَرِيًّا (کہنے لگے اے مریم تو نے بہت برا کام کیا) فریّا اوپری عجیب، اصل الفری کا معنی کاٹنا ہے گویا وہ عادت کو کاٹنا ہے۔

۲۸: يَأْخُذُ هَرُونَ (اے ہارون کی بہن) یہ مریم کا باپ کی طرف سے حقیقی بھائی تھا۔ اس زمانہ کے بنی اسرائیل کے افضل ترین لوگوں میں سے شمار ہوتا تھا۔ نمبر ۲۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کا نام ہے اور یہ ان کے اجداد میں سے تھے اور ان کے مابین ایک

ہزار برس کا فاصلہ ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں یا اخا عمران یعنی ان میں سے ایک یا نمبر ۳۔ کوئی نیک آدمی یا نمبر ۴۔ ان کے زمانے میں بدترین آدمی اس کے ساتھ مریم کو تشبیہ بھلائی میں دی۔ نمبر ۵۔ یہ کہہ کر وہ مریم کو گالی بک رہے تھے۔

مَا كَانَ أَبُوكَ اَمْرًا سَوْءًا (اور تمہارا باپ برا آدمی نہ تھا) ابوک سے عمران مراد ہیں۔ امراء سوء کا مطلب زنا کار۔
وَمَا كَانَتْ اُمُّكَ بَغِيًّا (اور نہ تیری ماں زنا کار تھی) بغیًّا زانیہ کو کہتے ہیں۔

اشارہ مریم:

۲۹: فَاشَارَتْ اِلَيْهِ (پس مریم نے اس کی طرف اشارہ کیا) عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ وہ ان کو جواب دیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کو کہا لَا تَحْزَنِي وَاَحْيِلِي بِالْجَوَابِ عَلٰی۔ غم نہ کرنا اور ان کا جواب دینا میرے حوالہ کرنا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے ان کو یہ حکم دیا۔ جب اشارہ کیا تو وہ سب ناراض ہو گئے اور متعجب ہوئے اور قَالُوا كَيْفَ نَكَلِّمُ مَنْ كَانَ (کہنے لگے ہم اس سے کیسے بات کریں جو ہے) گود کا بچہ اور موجود ہے۔ فِي الْمَهْدِ پنگھوڑے میں صَبِيًّا اس حال میں کہ وہ بچہ ہے (صَبِيًّا یہ حال ہے۔

معجزانہ خطاب عیسیٰ علیہ السلام:

۳۰: قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ (کہا بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں) جب مریم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی بولنے والی زبان کو روک لیا تو اللہ تعالیٰ نے خاموش زبان کو اس کے لئے قوت گویائی سے نواز دیا۔ جس نے سب سے قبل اپنی عبودیت کا اعتراف کیا اس وقت ان کی عمر چالیس راتوں کی تھی۔ دوسرا قول ایک دن کی عمر تھی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور بلند آواز سے کہا بیشک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اس میں نصاریٰ کے قول (ابن اللہ) کی تردید ہے۔

اَتَيْنِي الْكِتٰبَ (اور وہ مجھے کتاب دے گا)۔ کتاب سے انجیل مراد ہے۔ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا (اور اس نے مجھے نبوت سے نوازا۔ حسن بھری سے روایت ہے کہ وہ پنگھوڑے میں نبی تھے۔ اور ان کا کلام معجزہ نبوت تھی۔ نمبر ۲۔ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں تقدیر الہی میں طے شدہ ہیں نمبر ۳۔ مستقبل کے واقعہ کو لا محالہ ہونے کی بنا پر اس طرح ذکر کیا گیا کہ وہ موجود ہے۔

۳۱: وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ (اور مجھے بابرکت بنایا۔ جہاں بھی ہوں) مُبَارَكًا فائدہ پہنچانے والا جہاں بھی ہوں۔ نمبر ۲۔ خیر کا معلم و اَوْصِيْنِي (اور مجھے حکم دیا) بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (نماز اور زکوٰۃ کا) اگر میں مال کا مالک ہوں۔ نمبر ۲۔ زکوٰۃ سے صدقہ الفطر مراد ہے۔ نمبر ۳۔ تطہیر بدن مراد ہے۔

ایک احتمال یہ ہے اَوْصَانِيْ بِانْ اَمْرًا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ کہ مجھے اس نے تمہیں نماز و زکوٰۃ کی وصیت کرنے کا حکم دیا۔ مَا دُمْتُ حَيًّا زندگی بھر۔

نَحْوًا: حیاتِ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای مدۃ حیاتِ ساری زندگی۔

۳۲: وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ (اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا)

نَحْوًا: اس کا عطف مبارکاً پر ہے کہ اس کے ساتھ نیکی کرنے والا اس کی تکریم و تعظیم کرنے والا۔

ذٰلِكَ عِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝۳۱ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ

یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم، ہم نے سچی بات کہی ہے جس میں وہ لوگ شک کر رہے ہیں۔ یہ اللہ کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنی اولاد

مِنْ وَلَدٍ ۚ سُبْحٰنَہٗ ۚ اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَيَکُوْنُ ۝۳۲ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ

بنائے وہ اس سے پاک ہے جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو صرف یوں فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے اور بلاشبہ اللہ میرا رب ہے

وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہٗ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝۳۳ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَیْنِہُمْ ۚ

اور تمہارا رب ہے پس اسی کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے پھر جماعتوں نے آپس میں اختلاف کر لیا۔

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ مَّشْہَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۳۴ اَسْمِعْ بِہُمْ وَاَبْصِرْ ۚ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا

سو بڑے دن کی حاضری کے موقع پر ان لوگوں کی بڑی خرابی ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ کیا ہی سننے والے اور کیا ہی دیکھنے والے ہوں گے جس دن ہمارے پاس آئیں گے

لٰکِنَ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۳۵ وَاَنْذِرْہُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ ۚ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ

لیکن ظالم لوگ آج صریح گمراہی میں ہیں اور آپ انہیں حسرت کے دن سے ڈرائے جبکہ فیصلہ کر دیا جائے گا

وہُمْ فِیْ غَفْلَةٍ ۚ وَہُمْ لَا یُوْمِنُوْنَ ۝۳۶ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْہَا وَ

اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے بلاشبہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے ہم اس کے وارث ہوں گے اور

اَلِیْنَا یَرْجَعُوْنَ ۝۳۷

سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔

وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا (اور اس نے مجھے سرکش اور بد بخت نہیں بنایا) جبار کا معنی متکبر شقیّا (بد بخت) یعنی عاق و نافرمان۔

۳۳: وَالسَّلَامُ عَلٰی یَوْمٍ وَّلَدْتُ (اور مجھ پر سلام جس روز میں پیدا ہو)

نَحْوُ: یوم ظرف ہے اور عامل اس میں عَلٰی خبر ہے۔

وِیَوْمٍ اَمُوْتُ وَیَوْمٍ اُبْعَثُ حَیًّا (اور جس روز میں مر جاؤں گا اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا) یہ سلامتی کے مواقع جو

یحییٰ کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں۔ وہ مجھے بھی میسر آنے والے ہیں۔ نَحْوُ: یہ مطلب اس صورت میں ہے جبکہ الف، لام

عہد کے ہوں۔ نمبر ۲: اور اگر الف لام جنس کا ہو تو اس وقت مطلب یہ ہے کہ جنس سلام مجھ پر ہو۔

فَاِنَّکَ: اس میں مریم اور اسکے بیٹے کے دشمنوں کیلئے لعنت کی تعریف ہے کیونکہ جب اس نے کہا کہ سلامتی کی جنس میرے لئے

ہے تو یہ تعریف اسکی ضد اور عکس تمہارے لیے ہوگا۔ کیونکہ یہ موقع انکار و عناد کا ہے۔ اسلئے اس قسم کی تعریف اس سے نکلے گی۔

وقف لازمہ

۳۴: ذٰلِكَ عِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ (یہ عیسیٰ ابن مریم ہے)۔

تَحْوِیْلٌ: ذٰلِكَ مبتدا عیسیٰ خبر اور ابن مریم خبر کی صفت ہے۔ یا نمبر ۲۔ دوسری خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ذٰلِكَ الذی قَالَ اَنِیْ عبدَ اللّٰهِ وَ کَذَا وَ کَذَا عِیسٰی بن مریم لَا کَمَا قَالَتِ النَّصَارٰی اِنَّهُ اِلٰهُ اَوْ ابْنُ اللّٰهِ۔ یہی جس نے اَنِیْ عبدَ اللّٰهِ الخ کہا عیسیٰ ابن مریم ہے۔ وہ نہیں جو نصاریٰ نے کہا وہ معبود یا ابن اللہ ہے۔

قَوْلَ الْحَقِّ (سچی بات) اللہ تعالیٰ کا کلمہ۔ القول کلمہ کو کہتے ہیں اور الحق اللہ تعالیٰ کی ذات نمبر ۲۔ ان کو کلمہ اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے بلا واسطہ باپ کے پیدا ہوا۔

تَحْوِیْلٌ: یہ مرفوع اس لئے ہے کہ دوسری خبر ہے۔ نمبر ۲۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نمبر ۳۔ بدل ہے۔ نصب کو شامی وعاصم نے بطور مدح کے اختیار کیا ہے۔

الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ (جس کے متعلق لوگ شک میں پڑے ہیں) المریدہ سے یمترون بنا ہے جس کا معنی شک آتا ہے۔ نمبر ۲۔ المرءاء سے لیں تو اختلاف کرنا معنی ہوگا۔ یہود نے تو ساحر کذاب کہا اور نصاریٰ نے ابن اللہ اور ثالث ثلاثہ کہا۔

۳۵: مَا کَانَ لِلّٰهِ اللّٰهُ تعالیٰ کیلئے یہ زیبا نہیں) مناسب نہیں اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ کہ وہ بیٹا بنائے۔ تَحْوِیْلٌ: یہاں مِنْ تائید نفی کیلئے لایا گیا ہے۔

سُبْحٰنَہُ وہ پاک ہے) بیٹا بنالینے سے اس کی ذات کو منزہ قرار دیا گیا۔ اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَّا یَقُوْلُ لَہُ کُنْ فِیْکُوْنُ جب وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کو کہتا ہے ہو جا۔ پس وہ ہو جاتا ہے)

قراءت: شامی نے نصب سے پڑھا۔ یعنی کَمَا قَالَ لِعِیْسٰی کُنْ فَاِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَّا یَقُوْلُ لَہُ کُنْ فِیْکُوْنُ کہتا ہے کہ وہ ہو جا۔ پس وہ ہو جاتا ہے۔ اور جو اس صفت سے متصف ہو وہ اس بات سے منزہ ہے کہ وہ حیوان والد کے مشابہ ہو۔

۳۶: وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ اور بیشک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے پس تم اسی کی عبادت کرو۔

قراءت: شامی اور کوئی نے ابتداء کی وجہ سے مکسور پڑھا اس صورت میں یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں سے ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے کَمَا اَنَا عَبْدُہُ فَانْتُمْ عِبِدُوْہُ وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ۔ اس نے نماز و زکوٰۃ کی وصیت فرمائی اور اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے اس کی عبادت کرو۔ (ہذا یہ) جس کا میں نے تذکرہ کیا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (سیدھا راستہ) پس اسی کی تم عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

احزاب کا مراد:

۳۷: فَاُخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ (پس پھر بھی مختلف گروہوں نے باہم اختلاف ڈالا) الحزب وہ فرقہ جو دوسروں سے راستے میں منفرد ہو یہ تین فرقے ہیں نمبر ۱۔ نسطوریہ نمبر ۲۔ یعقوبیہ نمبر ۳۔ ماکانیہ۔

مِنْ بَنِيهِمْ (اپنے مابین) عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے مابین نمبر ۲۔ اپنی قوم کے درمیان نمبر ۳۔ لوگوں کے درمیان۔ اور وہ اس طرح ہے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رفع کے وقت اختلاف کیا پھر انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ تین کے قول کی طرف رجوع کریں یہ ان کے زمانہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔ ان کے نام یعقوب، نسطور، ملکاء تھے۔ نمبر ۱۔ یعقوب کا قول وہ بعینہ اللہ تعالیٰ ہے جو زمین پر اتر آیا۔ پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا نمبر ۲۔ نسطور نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اس کو ظاہر کر دیا پھر اس کو اٹھایا۔ نمبر ۳۔ ملکاء نے کہا ان دونوں نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ مخلوق بندے نبی تھے اب ان میں سے ہر ایک کی اتباع ایک گروہ نے کی۔

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا (پس کافروں کیلئے بڑی خرابی ہے) کافروں سے یہ گروہ مراد ہیں کیونکہ ان میں سے ایک حق پر تھا۔ مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ (ایک بڑے دن کی حاضری سے) یوم عظیم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن حساب و جزاء کے لئے حاضر ہونگے۔ نمبر ۲۔ وہ دن ان پر شہادت دے گا۔ انبیاء اور ملائکہ اور خود ان کے جوارح ان کے متعلق کفر کی گواہی دیں گے۔ نمبر ۳۔ مکان شہادت سے ان کے لئے خرابی ہے۔ نمبر ۴۔ وقت شہادت مراد ہے۔ نمبر ۵۔ مشورہ کیلئے ان کے اجتماع کا دن مراد ہے۔ اس کو یوم عظیم قرار دیا اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ وہ ملاحظہ کریں گے اس سے وہ گھبرائیں گے۔

۳۸: أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصُرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا (کس قدر زیادہ سننے اور دیکھنے والے ہونگے جبکہ یہ ہمارے پاس آئیں گے) جمہور کی رائے:

کہ أَسْمِعْ وَأَبْصُرْ صیغہ ہائے امر ہیں مگر معنی تعجب دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ تعجب سے پاک ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک مراد یہ ہے کہ انکا سننا اور دیکھنا اس لائق ہے کہ اس پر تعجب کیا جائے اس کے بعد کہ یہ دنیا میں اندھے بہرے تھے۔

قول قتادہ رحمہ اللہ:

جبکہ وہ دنیا میں حق سے اندھے اور بہرے رہے پس ایسے دن ان کے سننے اور ہدایت کے راستہ کو دیکھنے کا کیا فائدہ جبکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

بہم یہ فاعلیت کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے جیسے اکرم بزید اس کا معنی کرم زید جدا۔

لَكِنَّ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ (لیکن ظالم آج کے دن) یہاں ظاہر کو ضمیر کی بجائے لایا گیا۔ ای لکنہم الیوم فی الدنیا بظلمہم انفسہم حیث ترکوا الاستماع والتظر حین یجدی علیہم ووضعوا العبادۃ فی غیر موضعہا۔ لیکن وہ آج کے دن انہوں نے اپنے نفوس پر اس طرح ظلم کیا کہ حق کو سننا چھوڑ دیا اور حق کے راستے کی طرف دیکھنا چھوڑ دیا۔ جبکہ ان کو حق کا فائدہ تھا اور انہوں نے عبادت کو اس کے غیر مقام پر رکھا۔

فِي ضَلَالٍ (یہ حق سے گمراہی میں ہیں)۔ مُبِینٍ (ظاہر)۔ کھلی اور وہ انکا یہ عقیدہ کہ عیسیٰ الہ و معبود ہے حالانکہ اس میں حدوث کے آثار ظاہر ہیں۔ اس سے بڑا ظلم اور کوئی نہیں۔

یوم حسرت:

۳۹: وَأَنْذِرْهُمْ (اور ان کو ڈرائیں) یَوْمَ الْحَسْرَةِ (حسرت کے دن سے) اس سے قیامت کا دن مراد ہے کیونکہ اس سے گزشتہ پر شرمندگی ہوگی۔ حدیث میں وارد ہے یہ حسرت اس وقت ہوگی جب وہ اپنے مقامات جنت میں دیکھیں گے اگر وہ ایمان لے آتے۔ اِذْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ حسرت کا ظرف ہے اور وہ مصدر ہے)۔ قُضِيَ الْأَمْرُ جبکہ معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا)۔ جب حساب سے فارغ ہو جائیں گے اور اہل جنت جنت اور اہل جہنم جہنم کی طرف لوٹ جائیں گے۔

وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ (اور وہ لوگ غفلت میں پڑے ہیں) یہاں دنیا میں غافل ہیں اسی لئے وہ اس مقام کیلئے اہتمام نہیں کرتے۔ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (اور وہ ایمان نہیں لاتے) وہ تصدیق نہیں کرتے (خبر رسول کی) نَحْوًا: پہلا اہم اور دوسرا اہم یہ دونوں حال ہیں۔ یعنی آپ ان کو ڈرائیں اس حالت میں کہ وہ غافل ہیں اور ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۴۰: اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا (بیشک ہم ہی زمین اور جو کچھ اس پر ہے اس کے وارث ہونگے) ملک و بقاء میں ہم منفرد ہونگے جبکہ ہر چیز پر ہلاکت و فناء عام ہوگی۔ مَنْ کَوْعِلَاءَ کی تغلیب کیلئے ذکر کیا وَالْیَتَا یُرْجَعُونَ (اور ہماری طرف ان کو لوٹایا جائے گا)

قراءت: یُرْجَعُونَ یاء کے ضمہ اور جیم کے فتح کے ساتھ البتہ یاء کے فتح سے یعقوب نے پڑھا ہے۔ یعنی وہ لوٹیں گے اور پورا پورا ان کو بدلہ دیا جائے گا۔

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۚ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ

اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ صدیق تھے نبی تھے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی

تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ۚ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ

عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آ سکے اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم آیا

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۚ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ

ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا سو تم میرا اتباع کرو میں تمہیں سیدھا راستہ بتاؤں گا اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش نہ کرو بلاشبہ

الشَّيْطَانُ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا ۚ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ

شیطان رحمن کا نافرمان ہے اے میرے باپ بلاشبہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہیں رحمن کی طرف سے کوئی عذاب پکڑ لے۔

فَتَكُونَنَّ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ۚ قَالَ أَرَأَيْتَ أَنْتَ عَنْ إِلَهِتِي يَا بُرْهِيمُ لَنْ لَّمْ تَنْتَه

پھر تم شیطان کے دوست ہو جاؤ ان کے باپ نے جواب دیا کہ اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے ہٹنے والا ہے۔ اگر تو باز نہ آیا

لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ۚ قَالَ سَلِّمْ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ۚ

تو میں ضرور ضرور تجھے سنگسار کروں گا اور تو مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے ابراہیم نے کہا کہ میرا سلام لے لو میں تمہارے لئے عترت لے کر آیا ہوں مجھ پر بہت مہربان ہے

ابراہیم علیہ السلام کی والد کے ساتھ گفتگو:

۳۱: وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ (اور تم تذکرہ کرو اپنی قوم کو) فِي الْكِتَابِ (قرآن مجید میں) اِبْرَاهِيمَ (یعنی ابراہیم کا واقعہ جو ان کے والد کے ساتھ پیش آیا۔ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا) (بے شک وہ صدیق نبی تھے)۔

قراءت: نَبِيًّا بغیر ہمزہ کے البتہ نافع نے اس کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ صادق اس کو کہتے ہیں جو افعال میں مستقیم ہو اور صدیق وہ ہے جو احوال میں مستقیم ہو۔ پس صدیق یہ مبالغہ کا وزن ہے اس کی مثال الصَّحِيحُ ہے۔ مراد اس سے بہت زیادہ اس کا سچا ہونا اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کی غیبی صفات اور آیات اور کتابیں اور رسول جن کا بیان اللہ نے کیا ان کی تصدیق کرنے والا یعنی کہ وہ تمام انبیاء اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرنے والے تھے اور خود بھی پیغمبر تھے یہ درحقیقت جملہ معترضہ ہے جو ابراہیم اور جو اس کا بدل ہے اس کے مابین واقع ہے۔

۳۲: إِذْ قَالَ (جب اس نے کہا)۔

نَحْوُ: اذ کو کان کے متعلق کریں جائز ہے یا صدیقاً نبیاً کے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ خطابات ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے والد کو کہے تو اس وقت وہ صدیقین اور انبیاء کی خصوصیات کو اپنے اندر جمع کرنے والے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو ان کے تذکرہ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جو واقعہ قرآن مجید میں آیا ہے وہ ذکر کریں اور لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور ان کو پہنچائیں جیسا کہ دوسرے قول میں موجود ہے۔ وَاَتْلُوْهُ عَلَيْهِمْ نَبَا اِبْرٰهٖمَ [شعراء: ۶۹] اور نہ تو اللہ تعالیٰ اس کا خود تذکرہ فرمانے والے ہیں اور قرآن میں اتارنے والے ہیں۔

لَاۤیْبِهٖ یٰۤاَبَتِ (اپنے والد کو کہ اے میرے باپ) قراءتِ اَبَتِ کی تاء کو فتح اور کسرہ سے ابن عامر نے پڑھا۔ تاء یا اے اضافت کے عوض ہے اس طرح نہیں کہتے کہ یٰۤاَبَتِ تاکہ عوض اور معوض دونوں جمع نہ ہو جائیں۔ لَمْ تَعْبُدْ مَاۤلًا یَّسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ (تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنتے اور نہ دیکھتے ہیں۔)

نَحْوُ: ان دونوں میں مفعول نیت میں نہیں بلکہ نسیا منیا ہے البتہ مقدر ماننا جائز ہے اِی لَا یَسْمَعُ شَیْئًا وَلَا یُبْصِرُ شَیْئًا وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْئًا (اور نہ آپ کے کچھ کام آسکتی ہے۔)

نَحْوُ: شَیْئًا کے متعلق یہ احتمال ہے کہ مصدر کی جگہ ہوا ی شَیْئًا من الغنی دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ مفعول بہ ہو پھر اس محاورے میں ہوا غنی و جھک اے بعد یعنی چہرے کو مجھ سے دور کر دے۔

۳۳: یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جِآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ (اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم آچکا) علم سے یہاں وحی یا معرفت رب مراد ہے۔ مَا لَمْ یَاۤتِكَ (جو آپ کے پاس نہیں آیا۔) اس میں ”ما“ لَا یَسْمَعُ کی طرح موصولہ یا موصوفہ ہو سکتا ہے۔ فَاتَّبَعَنِیْ اَهْدِکَ (آپ میرا کہنا مانے میں آپ کو راہ دکھاؤں گا) یعنی ہدایت کی طرف تمہاری راہنمائی کروں گا۔ صِرَاطًا سَوِیًّا (سیدھے راستے کی طرف) یہاں سَوِیًّا مُسْتَقِیْمَ کے معنی میں ہے۔

۳۴: یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ (اے میرے باپ تو شیطان کی عبادت نہ کر) یعنی اس بات میں اس کی اطاعت نہ کر جو اس نے تیرے لیے بتوں کی عبادت کو مزین کر رکھا ہے۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا (بیشک شیطان رحمان کا نافرمان ہے)۔ عَصِیًّا: عاصی کے معنی میں ہے نافرمانی کرنے والا۔

۳۵: یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّمْسَسَکَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَکُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا (اے میرے باپ مجھے ڈر ہے رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آپ پر نہ آجائے۔ پھر آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں) ایک قول کے مطابق یہاں اَخَافُ اَعْلَمُ کے معنی میں ہے۔ وَلِیًّا کا معنی آگ میں ساتھی بنے گا۔ تو اس کے ساتھ ہوگا اور وہ تیرے ساتھ ہوگا۔

خَاتَمُ الدَّلٰلٰہ: اس میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نصیحت کرنے میں انہوں نے اپنے والد کے ساتھ کس طرح نرمی حسن اخلاق اور ادب کا لحاظ رکھا۔ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تو میرا خلیل ہے پس تمہارے اخلاق عمدہ ہونے چاہئیں خواہ کفار کے ساتھ ہو ایسا کرنے سے تم ابرار کے مقامات میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ذکرہ الہیسمی فی مجمع الزوائد) نمبر ۱۔ اسی لئے آپ نے اپنے خطاب میں سبب کا مطالبہ کیا جیسا کہ اصرار کرنے

والے کو اس کے اصرار پر متنبہ کیا جاتا ہے اور اس کے افراط اور انتہاء پسندی کے متعلق اس کو خبردار کیا جاتا ہے کیونکہ جو شخص مخلوق میں سب سے زیادہ درجہ والے یعنی انبیاء کی عبادت میں لگے۔ اس پر کھلی گمراہی کا حکم لگایا جائے گا۔ تو وہ کیونکر گمراہ نہ ہوگا۔ جو درخت، پتھر کی پوجا کرتا ہو۔ جو کہ اپنے عابد کے نہ ذکر کو سنتے ہیں اور نہ ہی اس کی کیفیت عبادت سے واقف ہیں۔ اور نہ اس سے بلاء و مصیبت کو دور کرنے کی ان میں طاقت ہے اور نہ اس کی وہ حاجت روائی کر سکتے ہیں۔

نمبر ۲۔ پھر دوسرے مرحلہ میں نرمی کے ساتھ اس کو حق کی طرف دعوت دی اور خوش خلقی کا مظاہرہ کیا اس لئے والد کو جہل مفرط میں مبتلا اور نہ اپنے آپ کو علم فائق والا قرار دیا۔ البتہ یہ کہا کہ میرے ساتھ ایسا علم ہے جو تیرے ساتھ نہیں اور علم والا درست راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ پس اس طرح خیال کرو کہ میں اور تم دونوں ایک راہ پر ہیں اور میرے پاس ہدایت کی معرفت موجود ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ پس تم میرے ساتھ چلے آؤ! میں تمہیں راستہ بھولنے اور تحیر و حیرانی میں مبتلا ہونے سے بچا لوں گا۔

تیسرے مرحلہ میں ان کو اس بات سے روکا۔ جس میں وہ مبتلا تھا۔ کہ وہ شیطان جو رحمان کا سب سے بڑا نافرمان ہے اس نے تمہیں بتوں کی عبادت میں مبتلا کر رکھا ہے اور اس کو مزین کر کے تمہارے سامنے پیش کیا ہے۔ حقیقت میں تو شیطان کی عبادت کر رہا ہے۔ حالانکہ رحمان نے تمام تر نعمتیں تجھے بخشی ہیں۔

نمبر ۴۔ پھر چوتھے مرحلہ میں برے انجام سے اس کو ڈرایا۔ کہ جس کی وہ جرأت کر رہا ہے اس میں کیا وبال و نقصان ہے۔ مگر ان تمام مراحل میں ادب کی رعایت کرتے ہوئے یہ تصریح نہیں کی کہ عقاب اس کو پہنچنے والا ہے۔ اور عذاب اس کو چمکنے والا ہے۔ بلکہ کہا اخاف ان یمسک عذاب۔ عذاب کو نکرہ لائے جو تقلیل کو ظاہر کرتا ہے گویا اس طرح کہانی اخاف ان یمسک قلیل من عذاب الرحمن۔ مجھے خطرہ ہے کہ تمہیں رحمان کا تھوڑا سا عذاب چھو لے گا۔ اور شیطان کی دوستی اور اس کے حمایتیوں اور معاونین میں داخلے کو عذاب سے بڑا قرار دیا جس طرح کہ اللہ کی رضا مندی ثواب میں سب سے بڑھ کر ہے اور ہر نصیحت کو یابیت کے قول سے شروع کیا جس سے ان کے ساتھ اپنے تعلق اور مہربانی اور والد کے احترام کے لازم ہونے کو ظاہر کرنا مقصود ہے اگرچہ وہ باپ کا فرہی کیوں نہ ہو۔

۴۶: قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ دَعَا إِلَهُي يَا بُرْهْمُ لَهُ عِزٌّ فَلْيَسِّرْ لِي سُبُلَهُمْ لِيَسْهَلُ عَلَىَّ الْعَمَلُ وَأَعْلِمُ خَيْرٌ مِنْهُمْ إِنِّي اتَّبَعْتُ مَشْئَرَ الْغَايِبِ (اور تو سوچ کر کہ اگر تو باز نہ آیا) یعنی بتوں کو گالیاں دینے سے لَاحُجْمَتُكَ (میں تجھے پتھر ماروں گا) میں تمہیں پتھروں سے ختم کر دوں گا یا پتھروں سے میں تجھے مارتا رہوں گا یہاں تک کہ تو مجھ سے دور ہٹ جائے یا میں تمہیں ضرور گالی دوں گا۔ وَاهْجُرْنِي (اور تو مجھے چھوڑ دے) اس کا محذوف پر عطف ہے جس پر لَاحُجْمَتُكَ دلالت کر رہا ہے تقدیر عبارت یہ ہے فاحذرني واهجرني (تو مجھ سے بچ اور مجھے چھوڑ دے) مِلِّيَا (ایک زمانہ) یہ ظرف ہے یہ ملاوہ سے ہے اس کا معنی طویل زمانہ ہے۔

لَہِنْ لَمْ تَنْتَهِ (اگر تو باز نہ آیا) یعنی بتوں کو گالیاں دینے سے لَاحُجْمَتُكَ (میں تجھے پتھر ماروں گا) میں تمہیں پتھروں سے ختم کر دوں گا یا پتھروں سے میں تجھے مارتا رہوں گا یہاں تک کہ تو مجھ سے دور ہٹ جائے یا میں تمہیں ضرور گالی دوں گا۔ وَاهْجُرْنِي (اور تو مجھے چھوڑ دے) اس کا محذوف پر عطف ہے جس پر لَاحُجْمَتُكَ دلالت کر رہا ہے تقدیر عبارت یہ ہے فاحذرني واهجرني (تو مجھ سے بچ اور مجھے چھوڑ دے) مِلِّيَا (ایک زمانہ) یہ ظرف ہے یہ ملاوہ سے ہے اس کا معنی طویل زمانہ ہے۔

وَاعْتَزِلْكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُوا رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا

اور میں تم لوگوں سے اور ان چیزوں سے کنارہ کرتا ہوں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں امید ہے کہ میں اپنے رب کے

أَكُونُ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ۝ فَلَمَّا اعْتَزَلْتَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا

پکارنے سے محروم نہ رہوں گا۔ پھر جب ان لوگوں سے اور ان چیزوں سے علیحدگی اختیار کر لی جن کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو ہم نے انہیں اسحق اور

لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ وَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا

یعقوب عطا فرما دیئے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنا دیا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت کا حصہ دیا اور ہم نے ان کے لئے

لَهُمْ لِسَانٌ صَدَقَ عَلَيْنَا ۝

سچائی کی زبان کو بلند کر دیا۔

ابراہیم علیہ السلام کا ملاطفت سے پُر جواب

۳۷: قَالَ سَلِّمْ عَلَيْكَ (کہا تم پر سلام ہو) یہ الوداعی سلام ہے اور سلام متارکت یا تقریب اور ملاطفت کیلئے کہا اور اسی لئے استغفار کا اس قول کے ساتھ وعدہ کیا۔ (سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي) کہ عنقریب اللہ تعالیٰ سے میں تمہارے لئے معافی طلب کروں گا یعنی اپنے رب سے یہ سوال کروں گا کہ وہ تمہیں اہل مغفرت میں سے بنادے اور اسلام کیلئے تمہاری راہنمائی فرمادے۔ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا (بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے) عمومی نعمتیں دیکر نرمی کرنے والا ہے یا رحم کرنے والا ہے۔ یا عزت دینے والا ہے۔ الحفاوة نرمی اور عظمت کو کہا جاتا ہے۔

۳۸: وَاعْتَزِلْكُمْ (اور میں تم لوگوں سے الگ ہو جاؤں گا) علیحدگی کے ارادے سے مراد وہ ہجرت ہے۔ جو انہوں نے بابل سے شام کی طرف کی۔ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو) یعنی جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو۔ وَأَدْعُوا رَبِّي (اور میں اپنے رب کو پکاروں گا) یعنی اپنے رب کی عبادت کروں گا پھر آپ نے بطور تواضع اور کسر نفسی کے کہا اور ان کے بتوں کو پکارنے کی وجہ سے بدبختی سے اعراض کرتے ہوئے کہا۔

عَسَىٰ أَلَّا أَكُونُ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا (مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کی پکار سے بدنصیب نہ ہوں گا) یعنی جس طرح تم بتوں کی عبادت کر کے بدنصیب ہو گئے۔

انعاماتِ الہیہ:

۳۹: فَلَمَّا اعْتَزَلْتَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (جب علیحدگی اختیار کر لی ان سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے) یعنی کفار اور ان کے معبودوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ (تو ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عطا

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مُوسَى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۝۵۱ وَنَادَيْنَاهُ مِنْ

اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کیجئے بلاشبہ وہ خاص کئے ہوئے تھے اور وہ رسول تھے اور نبی تھے اور ہم نے انہیں طور کی

جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ۝۵۲ وَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ

دائیں جانب سے پکارا اور انہیں مرگوشی کرنے والا اپنا مقرب بنایا اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے ان کا بھائی ہارون نبی بنا کر

نَبِيًّا ۝۵۳ وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۝۵۴

عطا کیا اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدہ کے سچے تھے اور رسول تھے نبی تھے

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ۝۵۵ وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ

اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے اور کتاب میں ادريس کو

إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۝۵۶ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝۵۷

یاد کیجئے بلاشبہ صدیق تھے نبی تھے اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ پر اٹھالیا۔

کئے) اسحاق بیٹا اور یعقوب اپنا۔ اپنی طرف سے زائد تاکہ وہ ان دونوں سے مانوس ہوں۔ وَكَلَّا (اور ہر ایک) یعنی ہر ایک ان دونوں میں سے جَعَلْنَا نَبِيًّا (اس کو ہم نے پیغمبر بنایا) یعنی جب انہوں نے کفار اور فجار کو چھوڑ دیا اور وہ چھوڑنا فقط اللہ کی رضا مندی کی خاطر تھا اس کے بدلے میں مؤمن اور انبیاء ان کی اولاد میں پیدا کر دیئے۔

۵۰: وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا (اور ہم نے ان کو اپنی مہربانی سے دیا) یعنی مال اور اولاد وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ (اور ہم نے ان کو سچی زبان دی) لِسَانَ صِدْقٍ سے مراد اچھی تعریف ہے اور اس سے مراد ابراہیم علیہ السلام اور الی ابراہیم کیلئے نمازوں میں دعا کرنا ہے اور اس دعا کو لسان سے ہی تعبیر کیا کیونکہ یہ زبان سے ہی ادا ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہاتھ سے ہونے والے کاموں کو بید سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ عطیہ ہے۔ عَلِيًّا (بلند اور مشہور)۔

تذکرہ موسیٰ علیہ السلام:

۵۱: وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مُوسَى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا (اور کتاب میں موسیٰ کا تذکرہ کرو۔ بیشک وہ خالص کئے ہوئے تھے) قراءت: کوئی قراء نے مفضل کے علاوہ مُخْلَصًا پڑھا ہے یعنی اللہ نے ان کو خالص کیا اور چن لیا اور دیگر قراء نے مُخْلَصًا پڑھا ہے یعنی انہوں نے خود اپنے آپ کو اللہ کی عبادت کیلئے خالص کر دیا اور اصل فطرت میں جو سعادت ہوتی ہے وہ اس میں خالص تھے اور جو ان کے ذمے عبادت تھی پوری ہمت کے ساتھ اس میں بھی خالص تھے۔

وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا (اور یہ رسول نبی تھے) رسول وہ ہے جس کو کوئی کتاب دی جائے اور نبی وہ ہے جو اللہ کی طرف سے خبر

دے اگرچہ اس کے ساتھ کتاب نہ ہو جیسے یوشع بن نون۔

۵۲: وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ (اور ہم نے اس کو طور کے ایک جانب سے آواز دی) یعنی اس کو دعوت دی اور جمعہ کی رات ہم نے اس سے کلام کی۔ الطور یہ مدین اور مصر کے مابین پہاڑ ہے۔ الایمن: دائیں یہ یمن سے ہے یعنی اس کی دائیں جانب سے۔ جمہور کے نزدیک اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی دائیں جانب ہے کیونکہ پہاڑ کا دایاں بایاں ہوتا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ مدین سے مصر کی طرف آرہے تھے تو درخت سے آواز دی گئی اور وہ درخت سے پہاڑ کے ایک جانب میں جو موسیٰ علیہ السلام کی دائیں طرف تھی۔ وَقَرَّبْنَاهُ (اور ہم نے ان کو قریب کیا) مرتبہ کے اعتبار سے قریب مراد ہے جگہ و مکان کے اعتبار سے نہیں۔ نَجِيًّا مناجات کیلئے۔

نَجِيًّا: یہ حال ہے اس حال میں کہ وہ مناجات کرنے والے تھے۔ اس کی دوسری نظیر ندیم بمعنی منادم ہے۔

۵۳: وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا (اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے عطاء کیا) من اجلیہ ہے اپنی رحمت کے سبب سے اور اس پر اپنی مہربانیوں کی وجہ سے اَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا (اس کے بھائی ہارون کو نبوت) نَجِيًّا: اخاء مفعول اور ہارون اس کا بدل اور نبیاً حال ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وَوَهَبْنَا لَهُ نَبِيًّا اخیه ہم نے اس کو ان کے بھائی ہارون کی نبوت عطا کر دی ورنہ ہارون تو ان سے عمر میں بڑے تھے۔ ان کے عہد کا کوئی معنی نہیں۔

اسماعیل علیہ السلام کی صفات کا تذکرہ:

۵۴: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمَاعِيلَ (اور کتاب میں تذکرہ کریں اسماعیل کا) صحیح قول کے مطابق یہ ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (بیشک وہ وعدے کے سچے تھے) انہوں نے ایک آدمی سے وعدہ کیا کہ وہ اسی جگہ اس کے آنے تک کھڑے ہوں۔ ایک سال تک اسی جگہ اس کا انتظار کیا یہاں تک کہ وہ واپس لوٹا۔ یہ روایت صحت کے لحاظ سے واللہ اعلم کیسی ہے۔ وعدہ وفا کی کیا یہ کافی نہیں کہ انہوں نے ذبح پر صبر کا قول دیا تھا جو پورا کر دیا۔ (ستجدنی انشاء اللہ من الصابرين)۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے جو وعدہ کیا وہ پورا کر دیا۔ صدق وعدہ کو ان کی خصوصی صفت بطور تشریف کے ذکر کیا ورنہ تو تمام انبیاء علیہم السلام ہی سچے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ اس صفت سے معروف و مشہور تھے۔ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا (وہ رسول نبی تھے) بنو جرہم کی طرف رسول تھے۔ نبیاً یعنی منذر و خبر صادق تھے۔

۵۵: وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (وہ اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کیا کرتے تھے) اہلہ سے ان کی امت مراد ہے۔ کیونکہ پیغمبر امت کا باپ ہوتا ہے اور امت والے اس کے اہل بیت ہوتے ہیں۔ اس میں دلیل ہے کہ وہ دوسروں کے متعلق مدافعت کرنے والے نہ تھے۔ صلوٰۃ، زکوٰۃ کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ یہ دونوں عبادتیں تمام عبادات بدنیہ اور مالیہ کی بنیاد ہیں۔ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا (وہ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا) قراءت: مَرْضِيًّا کو مَرْضُوءًا اصل کی بنیاد پر پڑھا گیا۔

۵۶: وَ اذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِذْ رِیْسَ (اور کتاب میں اوریس کا تذکرہ کرو) انہیں کا نام اخنوخ تھا یہ آدم علیہ السلام کے بعد پہلے رسول ہیں اور پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا اور لباس کو سیا۔ یہ علم نجوم اور حساب میں گہری نظر رکھتے تھے آپ نے سب سے پہلے ترازو اور ماپ کے آلات اور اسلحہ ایجاد کیا اور قابیل کی اولاد سے قتال کیا۔

ایک تحقیق:

بعض لوگوں نے ان کے متعلق یہ بات کہی ہے کہ ان کو اوریس اسلئے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب اللہ کے بہت زیادہ پڑھنے والے تھے یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ افعل کے وزن پر درس کے لفظ سے لیا جائے تو اس میں ایک ہی سبب بنتا ہے۔ اور وہ علیست ہے اور یہ منصرف بنے گا حالانکہ اس کا غیر منصرف ہونا معروف ہے اور عجمہ ہونے کی دلیل ہے پس الدرس سے مشتق ہونے کا کوئی معنی ہی نہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا (بیشک وہ صدیق نبی تھے) ان پر اللہ تعالیٰ نے تمیں صحیفے اتارے۔

مراد رفع:

۵۷: وَ رَفَعْنٰهُ مَکٰنًا عَلِیًّا (اور ان کو ہم نے بلند کیا اونچے مکان پر) مکان سے مراد یہاں شرف نبوت اور اللہ کے ہاں مرتبہ ہے بعض نے کہا کہ رفع مکان سے مراد چوتھے آسمان کی طرف اٹھانا ہے اور فرشتے ان کو اٹھا کر لے گئے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات ان کو دیکھا۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ رفع سے مراد جنت کی طرف اٹھانا ہے کیونکہ کوئی چیز جنت سے اعلیٰ نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کثرت عبادت کی وجہ سے وہ ملائکہ کے محبوب بن گئے انہوں نے موت کے فرشتے کو کہا کہ مجھے موت چکھاؤ تاکہ وہ مجھ پر آسان ہو جائے اس نے ایسا کیا پھر اللہ کے حکم سے وہ دوبارہ زندہ کئے گئے پھر اس کو کہا کہ مجھے آگ میں داخل کرو تاکہ اللہ کا ڈر زیادہ ہو جائے اس نے ایسا کر دیا پھر کہا مجھے جنت میں داخل کرو تاکہ اس کی رغبت بڑھ جائے اس نے اس طرح کر دیا پھر اس نے کہا تم جنت سے نکلو اور یس کہنے لگے میں نے موت کو چکھا اور میں آگ میں وارد ہوا اب میں جنت سے نہیں نکلوں گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے میرے حکم سے ایسا کیا اور میرے اذن سے وہ داخل ہوا پس اس کو چھوڑ دو۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی ان میں انبیاء کرام ہیں جو آدم کی نسل سے ہیں اور ان لوگوں کی نسل سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ

نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَٰءِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَىٰ

سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی نسل سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور جنہیں ہم نے چن لیا جب ان پر رحمن کی آیات

عَلَيْهِمْ آتَتْ الرَّحْمَنُ خَرُّوْا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۝۵۸ ۝ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا

تلاوت کی جاتی ہیں تو سجدہ کرتے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آ گئے جنہوں نے نماز کو

الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غِيَاً ۝۵۹ ۝ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَ

ضائع کر دیا اور خواہشوں کے پیچھے لگ گئے سو یہ لوگ منقریب خرابی دیکھیں گے سوائے اس شخص کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور

عَمِلَ صَالِحًا فَلْأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ۝۶۰ ۝ جَنَّتِ عَدْنُ

تیک عمل کیے سو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا یہ جنت ہمیشہ رہنے کے باغوں کو شامل ہوگی

الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا ۝۶۱ ۝ لَا يَسْمَعُونَ

جس کا رحمن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے بلاشبہ اس وعدہ کا وقت ضرور آنے والا ہے وہ اس میں سلام کے علاوہ کوئی

فِيهَا لَغَوًّا إِلَّا سَلَامًا ۚ وَلَهُمْ فِيهَا بُكْرَةٌ وَعِشْيَا ۝۶۲ ۝ تِلْكَ الْجَنَّةُ

انگو بات نہیں سنیں گے اور ان کا رزق غنیمت جنت میں صبح و شام ملے گا یہ جنت ہے

الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝۶۳

جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اسے وارث بنائیں گے جو ڈرنے والا ہو۔

اعلیٰ جماعت کا ذکر:

۵۸: أُولَٰئِكَ (یہ) اُولَٰئِكَ اسم اشارہ سے حضرت زکریا سے لیکر ادریس علیہ السلام تک جو مذکورہ ہیں ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اُنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ (وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء علیہم السلام میں سے) یہ من بیانہ ہے کیونکہ تمام انبیاء انعام یافتہ ہیں۔ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ (آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے) یہ من تبعیض کیلئے ہے ادریس علیہ السلام

آدم علیہ السلام کے قرب کی وجہ سے ان کی اولاد میں سے تھے یہ نوح علیہ السلام کے والد کے دادا لگتے تھے۔

وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ (اور ان میں سے جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار کیا) ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کی اس اولاد میں سے ہیں جن کو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا گیا کیونکہ وہ سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ وَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ (اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے) اس سے اسماعیل، اسحاق اور یعقوب مراد ہیں۔ وَ اِسْرَآئِيْلَ یعنی (اسرائیل کی اولاد میں سے) مراد اس سے یعقوب علیہ السلام، موسیٰ، ہارون، زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ ہیں کیونکہ مریم ان کی اولاد میں سے تھیں۔ وَ مِمَّنْ هَدٰیْنَا (اور ان میں سے جن کو ہم نے ہدایت دی) اس کا عطف پہلے مِّنْ پر ہے اور دوسرا مِّنْ پر ہے۔ هَدٰیْنَا سے مراد ہم نے ان کی راہنمائی اسلام کے محاسن کی طرف کر دی۔

وَ اجْتَبٰیْنَا (اور ہم نے ان کو چنا) یعنی لوگوں میں سے یا شریعت کی وضاحت اور حقیقت کو کھولنے کیلئے۔ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ (جب ان کے سامنے رحمان کی آیات پڑھی جاتی تھیں) آیات الرحمان سے مراد اللہ کی ان زمانوں میں اتاری جانے والی کتابیں۔

نَحْنُ: اگر الذین کو اولٰئک کی خبر بنایا جائے تو یہ جملہ مستانفہ ہے اور اگر اس کو تم اولٰئک کی صفت بناؤ تو پھر یہ خبر ہے۔ قراءت: قتیہ نے یُتْلٰی پڑھا ہے کیونکہ فاصل موجود ہے اس کے باوجود کہ تانیث غیر حقیقی ہے۔ خَرُّوْا سُجَّدًا (وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں) یعنی وہ رغبت کے ساتھ چہروں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

وَ بُکِیَّا (روتے ہوئے) جمع بکاء کی ہے جیسے سجود اور قعود جمع ساجد اور قاعد کی ہے۔ بُکِیَّا کا معنی دور سے روتے ہوئے۔ حدیث میں ہے تم قرآن کی تلاوت کرو اور روؤ و اگر تمہیں رونا نہ آئے تو بتکلف رونے والی کیفیت بناؤ۔ (رواہ احمد ابوداؤد) صالح مری کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اکرم ﷺ کے سامنے قرآن مجید پڑھا آپ نے مجھے فرمایا اے صالح یہ تو قراءت ہوئی بکاء کہاں ہے۔

مَسْئَلَةٌ: سجدہ تلاوت میں سبحان ربی الا علی تین مرتبہ کہنا چاہیے۔

نالائق لوگ:

۵۹: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ (پھر آئے ان کے بعد کچھ ایسے نالائق) ان فضیلت والے لوگوں کے بعد بری اولاد آئی۔ خَلْفٌ یہ لام کے فتح کے ساتھ لائق اولاد کیلئے آتا ہے۔ اور جزم کے ساتھ نالائق کیلئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد یہود ہیں۔ اَصَاعُوا الصَّلٰوۃَ (جنہوں نے نماز کو برباد کیا) یعنی فرضی نماز کو چھوڑ دیا۔ وَ اتَّبَعُوا الشَّھُوٰتِ (اور انہوں نے نفسانی خواہشات کی پیروی کی) شہوات سے مراد نفوس کی لذتیں ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد وہ آدمی ہے جس نے مضبوط مکانات بنائے اور جس چیز کو دیکھا اسی کے پیچھے پڑ گیا اور جس نے شہرت والا لباس پہنا۔ قوادۃ اللہ عنہ کہتے ہیں اس امت کے لوگ مراد ہیں۔

فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا (پس یہ لوگ عنقریب خرابی پائیں گے) یعنی گمراہی کی سزا پائیں گے اہل عرب کے ہاں ہر شر غیّی

جیسا کہ ہر خیر و شاد کہلاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں غی جہنم کی ایک وادی ہے جو پانچ قسم کے گناہوں پر اصرار کرنے والے کیلئے تیار کی گئی ہے۔ (۱) زنا پر اصرار کرنے والا۔ (۲) شراب کا عادی (۳) سود خوری سے باز نہ آنے والا۔ (۴) ماں باپ کی نافرمانی پر جمار ہنے والا (۵) جھوٹی گواہی پر اصرار کرنے والا۔ [رواہ ابن مردویہ]

تائین کیلئے خصوصی انعام:

۶۰: اِلَّا مَنْ تَابَ (مگر وہ شخص جس نے توبہ کر لی) یعنی کفر سے لوٹ آیا۔ وَ اٰمَنَ (اور ایمان لے آیا) اس کی شرائط کے ساتھ وَ عَمِلَ صَالِحًا (اور اس نے نیک عمل کئے) اپنے ایمان لانے کے بعد فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ (پس ایسے لوگ جنت میں جائیں گے)

قرأت: مکی بصری اور ابو بکر نے يَدْخُلُوْنَ کو یاء کے ضمہ اور خاء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی يَدْخُلُوْنَ پڑھا ہے۔ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا (اور ان کی ذرا بھر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی) یعنی ان کے اعمال کی جزاء میں ذرا بھر بھی چیز کم نہ کی جائے گی اور نہ اس سے روکے جائیں گے بلکہ ان کیلئے بدلے کو بڑھا دیا جائے گا۔ (۲) ان کے ظلم میں سے کوئی چیز بھی کم نہ کی جائے گی۔

۶۱: جَنَّتٍ عَدْنٍ اٰتٰی وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادًا (ہمیشہ رہنے کے وہ باغات جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے) تَحْتَوٰی: جنت یہ الجنت سے بدل ہے کیونکہ جنت جنتِ عدن پر مشتمل ہے اور جنت جنت ہے۔ (۲) یا یہ مدح کی بنا پر منصوب ہے اور عدن یہ معروف ہے کیونکہ معروف ہونے کی وجہ سے العدن کے معنی میں ہے جس کا معنی اقامت ہے۔ (۳) یا یہ جنت کی زمین کا نام ہے کیونکہ وہ اقامت کی جگہ ہے عبادہ سے مراد رجوع کرنے والے مؤمنین ہیں جو کہ اعمال صالحہ کرتے رہیں جیسا کہ ان کا تذکرہ بھی گزرا اور اس لئے بھی کہ ان کی اضافت اپنی طرف فرمائی جو کہ اختصاص کی دلیل ہے پس یہ خاص لوگ ہوئے۔ بِالْغَيْبِ (غائبانہ طور پر) یعنی جنت کا ان سے ایسے حال میں وعدہ کیا کہ وہ ان سے غائب تھی ان کے سامنے موجود نہ تھی یہ جنت سے غائب ہیں۔ اور اس کا مشاہدہ نہیں کر رہے (لیکن اس کے باوجود اس پر ایمان لانے والے ہیں) اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهُ مٰتِيًّا (بے شک اللہ تعالیٰ کی وعدہ کی ہوئی چیز کو وہ ضرور پہنچیں گے) ضمیر شان ہے۔ یا ضمیر کا مرجع الرحمن ہے۔ وعدہ سے مراد موعودہ جس کا وعدہ کیا گیا یعنی جنت۔ مٰتِيًّا یہ اسم ظرف ہے یا اسم مفعول جو بمعنی فاعل ہے یعنی جنت میں وہ ضرور جائیں گے۔

۶۲: لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا (وہ لوگ اس میں نہیں سنیں گے) یعنی جنت میں لَغْوًا (کوئی فضول بات) یعنی فحش یا جھوٹ یا فضول کلام لغو اس کو کہا جاتا ہے جس کو کلام میں سے نکال دیا جائے۔

فَاِنَّ ذٰلِكَ: اس میں متنبہ کر دیا کہ لغو سے پرہیز کرنا اور بچنا لازم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو لغو سے پاک قرار دیا جس میں کوئی تکلیف نہیں۔

اِلَّا سَلٰمًا (مگر سلام) یعنی وہ ملائکہ سے سلام سنیں گے (۲) ایک دوسرے سے سلام سنیں گے (۳) وہ اس میں کوئی ایسی بات نہ سنیں گے مگر وہ بات کہ جو عیب اور نقص سے پاک ہو جمہور علماء کے نزدیک یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ اور ایک اور قول کے مطابق

وَمَا نَنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ

اور ہم نہیں نازل ہوتے مگر آپ کے رب کے حکم سے۔ اسی کے لئے ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ

اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔ اور آپ کا رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ سو آپ اس کی عبادت کیجئے اور اس میں عبادت پابندی

لِعِبَادَتِهِ ۖ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ۝

ثابت قدم رہیے کیا آپ اس کا کوئی ہم نام جانتے ہیں؟

سلام کا معنی سلامتی کی دعا ہے جبکہ دارالسلام کے رہنے والے سلامتی کی دعا سے مستغنی ہوں تو ظاہر کے اعتبار سے یہ بھی لغو بات میں شامل ہے اور فضول بات کا حصہ ہے اگر اس میں اکرام کا فائدہ نہ مانا جائے۔

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا (اور اس میں ان کیلئے صبح و شام رزق ہوگا) یعنی ان کو ان کا رزق دنیا کے دن کی دونوں اطراف کی مقدار سے عطا کئے جائیں گے کیونکہ وہاں نہ رات ہے نہ دن وہ ہر وقت نور کے اندر رہیں گے دن کی مقدار وہ پردوں کے اٹھانے اور رات کی مقدار پردوں کے لٹکانے سے معلوم کریں گے صبح اور شام کا رزق اہل عرب کے ہاں افضل ترین زندگی کا حصہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کی اس سے تعریف فرمائی دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد رزق کا دوام ہے جیسے محاورہ میں کہتے ہیں انا عند فلان بكرة وعشيا کہ میں فلاں کے پاس صبح شام ہوتا ہوں مراد اس سے دوام ہوتا ہے۔

اعمال کی میراث:

۶۳: تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا (یہ جنت ایسی ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے ایسے لوگوں کو بنائیں گے) یعنی ان کے اعمال کی میراث اس کو قرار دیں گے میراث سے مراد پھل اور انجام ہے دوسرا قول یہ ہے وہ ایسی اقامت گاہوں کے وارث ہونگے جو اہل نار کی ہونگی۔ اگر وہ ایمان لاتے کیونکہ کفر حکماً موت ہے۔ مَنْ كَانَ تَقِيًّا (جو خدا سے ڈرنے والے ہوں) تقیاً سے یہاں مراد شرک سے بچنے والے ہیں۔

۶۴: شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے جبریل تمہیں ہماری زیادہ ملاقات سے کون سی چیز روکنے والی ہے جتنی کہ اب تم ملاقات کرتے ہو تو اس پر یہ آیت اتری۔

وَمَا نَنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ (اور ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم سے) [رواہ البخاری] التنزل کے دو معنی ہیں۔ (۱) تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اترنا (۲) مطلقاً اترنا۔ یہاں پہلا معنی زیادہ مناسب ہے یعنی ہمارا اترنا وقتاً فوقتاً اللہ کے حکم ہی سے ہوتا ہے۔ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (اور اسی کی ملک ہیں ہمارے سامنے کی سب چیزیں اور ہمارے پیچھے کی سب چیزیں اور ان کے درمیان کی سب چیزیں ہیں اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں)۔ بین ایدی

—

دوبارہ اٹھائے جائیں گے پس یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ إِذَا مَاتَ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا (کیا انسان یوں کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا)

نحو: اذا میں عامل دلالت کلام کے مطابق البعث ہے تقدیر کلام یہ ہے: اِذَا مَاتَ اُبْعَثُ اس کو اُخْرَجُ کی وجہ سے منصوب قرار دینا درست نہیں کیونکہ لام ابتدائیہ کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرتا اس طرح نہیں کہا جاسکتا لیوم لزید قائم۔ مضارع پر جو لام ابتدائی داخل ہوتی ہے وہ حال کا معنی دیتی ہے اور مضمون جملہ کی تاکید کرتی ہے۔ اب جب حرف استقبال آگیا تو خالص تاکید کا فائدہ اس سے حاصل ہوا اور حال کا معنی معدوم ہو گیا۔

مَا۔ اذا میں تاکید ہی کیلئے ہے گویا اس طرح کہا گیا اَحَقًّا اَنَا سَنُخْرِجُ مِنَ الْقُبُورِ اَحْيَاءَ حِينَ يَتِمُّكَنْ فِئْتَا الموت والهلاك۔ کیا یہ برحق ہے کہ ہم عنقریب قبور سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے جبکہ موت و ہلاکت ہم پر اپنے پیچھے مکمل طور پر گاڑ لے گی۔ اور یہ بطور استنکار و استبعاد ہے۔ ظرف کو مقدم کرنا اور پھر حرف انکار کے قریب لانا اسی قبیل سے ہے کہ موت کے بعد والے وقت میں زندگی کا ہونا انوکھی چیز ہے اور اسی سے ان کو انکار تھا۔

منکرین بعثت کو جواب:

۶۷: اَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ (کیا یہ شخص اس بات کو نہیں سمجھتا کہ)

قراءت: شامی، نافع و عاصم نے الذکر سے قرار دے کر تخفیف سے پڑھا ہے۔ اور باقی قراء نے ذال اور کاف کی تشدید سے پڑھا ہے اور اس کی اصل یثذکر ہے جیسا کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے تاء کا ذال میں ادغام کر دیا۔ اس کا معنی اَوَلَا يَتَذَكَّرُ؟ (کیا وہ تذکر نہیں کرتے) واو عاطفہ ہے اور یقول پر اس کا عطف ہے۔ اور ہمزہ انکار معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان لائے ہیں۔ مطلب یہ ہے ايقول ذلك ولا يثذکر حال النشأة الاولى حتى لا ينکر النشأة الاخری؟ کیا وہ یہ بات کہتے ہوئے پہلی پیدائش کا حال یاد نہیں کرتا تا کہ وہ دوسری کا انکار نہ کرتا؟ اول حالت خالق کی قدرت پر زیادہ دلالت کرنے والی ہے۔ اس طرح کہ اس نے جو اہر و اعراض کو عدم سے وجود بخشا۔ اور دوسری حالت تو صرف اجزائے موجودہ کو جوڑ دینا اور تفریق کے بعد مجموعہ کی شکل دینا ہے۔ اَنَا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ (پیشک ہم نے اس کو اس سے قبل پیدا کیا) اس حالت سے پہلے جس میں وہ ہے اور وہ حالت بقاء ہے۔ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (وہ کچھ بھی نہ تھا) اور وہ دلیل ہے کہ معدوم کوئی چیز نہیں۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ البتہ معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔

۶۸: فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ (اور شیاطین کو) واو بمعنی مع زیادہ وقع ہے تقدیر عبارت یہ ہے یحشرون مع قرنائهم من الشیاطین الذین اغووهم۔ ان کو ان کے قرین شیاطین کے ساتھ اٹھایا جائیگا۔ وہ شیاطین جنہوں نے ان کو اغواء کیا ہر کافر کو شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑ دیا جائے گا۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف اپنی نسبت کر کے قسم اٹھائی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان کی طرف اشارہ ہے۔

ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّ لَهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا (پھر ہم ان سب کو جہنم کے ارد گرد گھٹنوں کے بل حاضر کر دیں گے)۔
جِثِيًّا: جِثِیَا یہ حال ہے اور جاث کی جمع ہے۔ زانوں کے بل بیٹھنا اس کا وزن فَعُول ہے کیونکہ یہ اصل میں جثو و ہے جیسے سجود و ساجد ہے کفار کو محشر سے جہنم کے کنارے کی طرف ان کی اسی حالت پر کھینچ کر لایا جائے گا۔ جس حالت میں وہ میدان حشر میں گھٹنوں کے بل تھے۔ قدموں پر نہ چلایا جائے گا۔

بڑے سرکش:

۶۹: ثُمَّ لَنُنْزِلَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ (پھر ہم ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو علیحدہ کریں گے) شیعہ پیرو گروپ کو کہتے ہیں جس نے گمراہوں میں سے کسی گمراہ کی پیروی کی ہو۔ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا (جو ان میں سے سب سے زیادہ رحمان کی سرکشی کرتا تھا) جو زیادہ تھا جرات میں یا نفور و فسق میں۔ مطلب یہ ہے گمراہوں کے گروہوں میں سے پہلے سب سے زیادہ سرکش (سرغنہ) گروہ کو ہم نکالیں گے اور پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ۔ جب وہ جمع ہو جائیں گے تو ہم ان کو بالترتیب آگ میں ڈال دیں گے عذاب کے اولین حقداروں کو اولاً ان کے بعد والوں کو بعد میں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اشدھم عتیا سے مراد ان کے سربراہ کیونکہ ان کے جرائم دو گنا ہیں کیونکہ وہ خود نمبر ۱۔ گمراہ ہیں۔ نمبر ۲۔ گمراہ کرنے والے ہیں۔

نَحْوُ: سیبویہ کا قول ایتھم بنی علی الضم ہے کیونکہ صدر جملہ جو کہ اس کا صلہ تھا وہ ساقط ہو گیا اور وہ ہومن اشد ہے اگر اس کو لایا جاتا تو اس کا اعراب نصب والا ہوتا۔ ایک قول یہ ہے یہ اصل میں ایتھم ہوا اشد ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے صلہ موصول کی وضاحت و تبیین کرتا ہے جیسا کہ مضاف الیہ مضاف کی وضاحت کرتا ہے اور اس کی تخصیص کا فائدہ دیتا ہے پس جس طرح حذف مضاف الیہ من قبل میں مضاف کو لازم مافی بنا دیتا ہے۔ اسی طرح حذف صلہ سے بھی موصول مافی بنانا چاہیے۔ یا کم از کم ایسی چیز بنے جس کو بناء لازم آئے۔ اور نزاع کی وجہ سے یہ محلاً منصوب ہے۔

خلیل علیہ السلام کا قول:

ایہم معرب ہے اور مبتدا ہے اور اشد اس کی خبر ہے اس کو رفع حکایت دیا گیا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لننزل عن الذین یقال فیہم ایتھم اشد علی الرحمن عتیا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ نزاع من کل شیعۃ پر واقع ہونے والا ہو۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ووہبنا لہم من رحمتنا۔ [مریم: ۵۰] اس صورت میں کلام اس طرح ہے لننزل عن بعض کل شیعۃ (ہم ہر بڑے گروپ کے بعض کو کھینچیں گے) گویا کہ کوئی کہنے والا اس طرح کہہ رہا ہے۔ من ہم؟ وہ کون ہیں! تو جواب دیا ایتھم اشد عتیا جو ان میں سے سرکشی میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اور علی یہ فعل کے متعلق ہے۔ کلام اس طرح ہے عتو ہم اشد علی الرحمن۔ ان کی سرکشی رحمان پر بہت ہی زیادہ ہے۔

۷۰: ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِینَ هُمْ اُولٰٓئِیْہَا (پھر ہم ضرور اچھی طرح جانتے ہیں ان لوگوں کو جو دوزخ میں داخلے کے سب سے

وَأَنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۖ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا

اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس پر وارد نہ ہو۔ آپ کے رب کا یہ حکم لازمی ہے جس کا فیصلہ کیا جا چکا ہے پھر ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جو ڈرتے تھے

وَنَذِرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جَنَّتًا ۖ

اور ظالموں کو اس میں ایسی حالت میں چھوڑ دیں گے کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔

زیادہ مستحق ہونگے) بھٹا کی ضمیر نار کی طرف ہے یعنی آگ کے زیادہ حقدار صلیاً تمیز ہے اور اس کا معنی داخلہ ہے بآء یہ اولیٰ کے متعلق ہے (ثم یہاں تراخی زمان کیلئے نہیں بلکہ تراخی مرتبہ کیلئے ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے ثم کان من الذین امنوا)۔

جہنم پر ورود:

اے: وَأَنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا (اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر کہ اس نے دوزخ پر وارد ہونا ہے) وارد کا معنی یہاں داخل ہے اور ہا سے مراد نار ہے جمہور اہلسنت کے نزدیک ورود کا معنی یہاں دخول ہے جیسا کہ یہ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس لئے کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا فاورد دھم النار [سورۃ ہود: ۹۸] اور ایک اور ارشاد میں ہے۔ لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ إِلَهًا مَا وُرِدُوها [الانبیاء: ۹۹] اور ایک اور ارشاد میں اس طرح فرمایا ثم نُنَجِّي الذی اتَّقوا [مریم: ۷۲] کیونکہ نجات کا تصور داخلہ کے بعد ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی جس کو امام احمد نے روایت کیا الورود کا معنی دخول ہے۔ لا یبقی بر ولا فاجر الا دَخَلَهَا فتكون علی المؤمنین برداً و سلاماً کما کان تلی ابراہیم [رواہ احمد] دوسری روایت میں ہے کہ آگ مؤمن کو کہے گی جز یا مؤمن فان نورک اطفاک لہبی [رواہ طبرانی] دوسرا قول یہ ہے کہ ورود دخول ہی کے معنی میں ہے لیکن یہ کفار کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ قراءت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں سے وان منهم پس قراءت مشہورہ کو التفات پر محمول کیا جائے گا۔ اور ایک قول کے مطابق جو حضرت عبداللہ سے منقول ہے کہ ورود کا معنی حضور ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَمَّا وُرِدَ ماء مدین [القصص: ۲۳] اور دوسرے ارشاد میں فرمایا: اُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ [الانبیاء: ۱۰۱] تو عنہا میں ہا سے مراد جہنم ہے۔ مگر اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ہا سے مراد اس کا عذاب ہے۔

حضرت حسن علیہ السلام و قتادہ علیہ السلام کا قول:

کہ ورود یہاں مرور علی الصراط کے معنی میں ہے کیونکہ صراط جہنم کے اوپر بنا ہوا ہے پس اہل جنت اس سے بچے رہیں گے اور اہل نار اس میں گرتے جائیں گے۔

مجاہد کا قول:

یہ ہے کہ مؤمن کا آگ میں وارد ہونا اس پر ہوگا جس طرح دنیا میں بخاراں کے جسم میں چڑھ جاتا ہے اس لئے آپ علیہ

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَا إِلَهَ إِلَّا الْفَرِيقَيْنِ

اور جب ان پر ہماری کھلی کھلی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریق میں سے

خَيْرٌ مَّقَامًا وَآحْسَنُ نَدِيًّا ۖ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِعْيًا ۖ

مقام کے اعتبار سے کون بہتر ہے اور مجلس کے اعتبار سے کون اچھا ہے؟ اور ان سے پہلے ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کر دیں جو سارا مسلمان اور نظروں میں بھانے کے اعتبار سے اچھے تھے

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَنُ مَدَدًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ

آپ فرما دیجئے کہ جو شخص گمراہی میں ہوگا تو رحمن اسے مہلت دے گا یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ ۖ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا ۖ

تو یا عذاب ہو گا یا قیامت ہو گی۔ سو غمگین جان لیں گے کہ وہ کون ہے جو بری جگہ والا ہے اور لشکر کے اعتبار سے کمزور تر ہے اور

يَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى وَالْبَيْتُ الصَّلَاحُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ۖ

جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ ان کی ہدایت کو اور بڑھادے گا اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے پاس ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں۔

السلام نے ارشاد فرمایا کہ بخار آگ میں سے ہر مؤمن کا حصہ ہے۔ (رواقہ البرزاز)

ایک صحابی نے دوسرے کو کہا کہ کیا تمہیں ورودنار کا یقین ہے؟ اس نے کہا ہاں اس نے کہا کہ کیا تمہیں واپس لوٹنے کا یقین ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر ہنتے کیوں ہو اور بوچھل کیوں بنتے ہو۔ (رواہ احمد فی الزبد)

تَكَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (یہ تیرے رب کے قے لازم ہے جو ضرور پورا ہو کر رہے گا) یعنی ان کا ورود لازم ہے۔ جس جس کا فیصلہ ہو چکا۔ الحتم یہ مصدر ہے حم الامر کا۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ اس کام کو اپنے اوپر لازم کر لے اور پس اس اس کا نام موجب رکھا جاتا ہے جیسے ان کا قول ہے ضرب الامیر۔

۷۲: ثُمَّ نُنَجِّي (پھر ہم نجات دیں گے)

قراءت: عَلٰی نے اسکو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ الَّذِينَ اتَّقَوْا (وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا) اتَّقُوا سے مراد شرک سے بچنا ہے۔ اور مراد اس سے مؤمن ہیں۔ وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثًا (اور ہم چھوڑ دیں گے ظالموں کو اس میں زانوں کے بل بیٹھا ہوا)۔

نکتہ: اس آیت میں دلیل ہے کہ تمام داخل ہو گئے اس لئے آگے و نذر فرمایا اور نذر خلی نہیں فرمایا اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ممکن ہے اپنے گناہوں کی مقدار کے مطابق سزا پا کر پھر بچا لیا جائے اور یہ نجات پانا اس کا یقینی ہے۔

مرجیہ کا قول ہے کہ اس کو سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ اسلام کے ساتھ معصیت ان کے ہاں نقصان دہ نہیں ہے۔ معتزل کا قول یہ ہے کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیگا۔

مشرکین کا فقرائے صحابہ رضی اللہ عنہم کو استہزاء:

۷۳: وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا (جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتیں) آیات سے مراد یہاں قرآن ہے۔ بَيِّنَاتٍ واضح یعنی جن کا معجزہ ہونا ظاہر ہے۔ یا بینات کا معنی دلائل و براہین۔

نحو: یہ حال موكده ہے جیسا کہ اس آیت میں وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا [البقرہ: ۹۱] اس لئے کہ آیات اللہ تو واضح ہی ہوتی ہیں اور دلیل ہی ہوتیں ہیں۔ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا (تو کافر کہتے ہیں) یعنی کافروں سے یہاں مشرکین قریش مراد ہیں جو کہ مالدار اور اپنے بالوں کو کنگھی کرنے والے اور زینت میں تکلف کرنے والے تھے۔ لِلَّذِينَ آمَنُوا (ان لوگوں کو جو ایمان لائے یعنی فقرائے صحابہ کو جن کے سروں کے بال پراگندہ اور کپڑے کھر درے اور مونٹے تھے) اَيُّ الْفَرِيقَيْنِ (دونوں جماعتوں میں سے کون سی جماعت ہم یا تم) خَيْرٌ مَّقَامًا (مرتبے کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہے)۔

نحو: مقاماً میم کے فتح کے ساتھ موضع قیام کو کہتے ہیں مراد اس سے جائے سکونت اور مکان ہے اور ضمہ کے ساتھ جیسا کہ مکی نے پڑھا موضع اقامت اور منزل مراد ہے۔

وَ أَحْسَنُ نَدِيًّا (زیادہ اعلیٰ ہے مجلس کے لحاظ سے)۔ (ندیا ایسی مجلس جس میں مشورے کیلئے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے اللہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے ایسی نشانی اتار دی جس میں دلائل و براہین تھے تو انہوں نے اس میں تدبیر سے اعراض کر کے مال و دولت اور حالت و مکان کی خوبصورتی پر فخر کی طرف رخ کر لیا۔ پس اسی لئے ارشاد فرمایا۔

۷۴: وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ (ہم نے ان سے پہلے بہت سے قرن والوں کو تباہ کر دیا)

نحو: كَمْ اهلکنا کا مفعول ہے اور مِنْ اہلہم کی وضاحت کیلئے ہے مطلب یہ ہے بہت سے اہل زمانہ کو ہم نے ہلاک کیا اور ہر زمانے والے بعد والوں کیلئے اہل قرن ہیں۔ هُمْ أَحْسَنُ اثَاثًا (جو کہ ان سے زیادہ اچھے تھے دنیوی سامان کے اعتبار سے)

نحو: یہ محل نصب میں كَمْ کی صفت ہے ذرا توجہ فرمائیں اگر تم هُمْ کو چھوڑ دو تو أَحْسَن صفت کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ اثاثا گھر کے سامان کو کہتے ہیں یا جو گھر کا بستر وغیرہ میں سے جو عمدہ ہو۔ وَرَعًا (اور ظاہری دکھاوت میں) یعنی منظر و ہیئت میں۔

نحو: فَعِيل کا وزن ہے جو مفعول کے معنی میں ہے اور یہی آیت سے لیا گیا ہے۔

قرأت: اور وِثًا بغیر ہمزہ کے تشدید کے ساتھ نافع اور ابن عامر نے پڑھا۔ کیونکہ ہمزہ ساکن تھی ماقبل کسرہ تھا اس لئے یاء میں بدل کر مدغم ہو گئی۔ (۲) الرَّيِّ وہ سیرابی جو نعمت سے ہو۔

استدراج اور اس کا طریقہ:

۷۵: قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ (آپ کہہ دیں کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں) ضلالت سے یہاں کفر مراد ہے۔ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَنُ مَدَدًا (تو رحمن اس کو ڈھیل دیتا جا رہا ہے)

نحو: یہ مَنْ شرطیہ کا جواب ہے اور یہ امر خبر کے معنی میں ہے یعنی مَنْ کفر مَدَّلَهُ الرَّحْمَنُ یعنی اس کو مہلت دیتا ہے اور عمر بڑھا دیتا ہے تاکہ سرکشی اور گمراہی بڑھ جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ إِنَّمَا نُمِلُّ لَهُمُ لَبِزًا دُونَ اثْمَا اَلْبَتَّةَ اَمْرًا صِغَةً يٰہَا لَیَا

گیا تا کہ اس کے لازم ہونے کو واضح کر دیا جائے اور اس بات کو واضح کرنے کیلئے کہ یہ ہر صورت میں ہو کر رہے گا۔ جس طرح کہ مامور بہ انجام پذیر ہوتا ہے۔ تا کہ اس سے گمراہوں کی معذرتیں منقطع کی جاسکیں۔

حَتَّىٰ اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ (یہاں تک کہ جب وہ دیکھ لیں گے اس چیز کو جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے) یہ جملہ خیر مقاماً واحسن نَدِيًّا کے ساتھ متصل ہے اور ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے مطلب یہ ہوا وہ یہ بات کہتے رہیں گے یہاں تک کہ وعدہ کئے ہوئے عذاب کو آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے۔ اِمَّا الْعَذَابَ (خواہ عذاب کو) یعنی دنیا میں اور یہ مسلمانوں کو عذاب دینا ہے قتل اور قید کے ساتھ۔ وَاِمَّا السَّاعَةَ (یا قیامت) اور جو وہاں ان کو عذاب اور رسوائی ہوگی۔ یہ دونوں السَّاعَةَ اور العذاب ما یوعدون سے بدل ہیں۔ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرُّ مَكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا (پس عنقریب وہ جان لیں گے مکان کے اعتبار سے برا کون ہے اور لشکر کے اعتبار سے کمزور کون ہے) جُنْد سے مراد یہاں معاونین و مددگار ہیں اس وقت ان کو معلوم ہوگا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے جس کا انہوں نے اندازہ لگایا تھا اور جگہ ان ہی کی بدترین ہے اور معاونین انہی کے کمزور تر ہیں نہ مکان میں کوئی خیر ہے۔ نہ مجلس میں حسن ہے۔ اور بلاشبہ ایمان والے ان کے کہنے کے برخلاف حالت میں ہیں۔

(۲) یہ بھی جائز ہے کہ یہ قریب کے ساتھ متصل ہو اس صورت میں معنی یہ ہوگا بیشک جو لوگ گمراہی میں ہیں وہ گمراہی کے اندر دراز کر دیئے گئے ہیں۔ وہ اپنی گمراہی سے اس وقت تک باز نہ آئیں گے جب تک کہ اپنی آنکھوں سے ایمان والوں کیلئے اللہ کی نصرت کو نہ دیکھ لیں یا قیامت کا مشاہدہ نہ کر لیں اور حتی کے بعد جملوں کو بطور حکایت لایا جاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جملہ شرطیہ اس کے بعد آ رہا ہے۔ اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ (پس عنقریب وہ جان لیں گے)۔

۷۶: وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى (اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کیلئے ہدایت کو بڑھا دیتا ہے جنہوں نے ہدایت پائی) تَخْوِجُوْا: اس جملے کا عطف فلیمدد پر ہے کیونکہ یہ خبر کی جگہ واقع ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ مَذًا اوْ يَمْدَلَهُ الرَّحْمٰنُ وَيَزِيْدُ فِي ضَلٰلِ الضَّلٰلِ بِخِذْلَانِهٖ وَيَزِيْدُ الْمُهْتَدٰى اِی الْمُوْمِنِيْنَ هُدًى۔ (جو آدمی گمراہی میں ہو اس کی گمراہی میں دراز کر دیا جاتا ہے یا رَحْمٰن اس کی گمراہی کو دراز کرتے اور بڑھاتے ہیں اور گمراہ کی گمراہی میں اضافہ اس کو رسوا کرنے کے ذریعے ہوتا ہے اور ہدایت والوں یعنی مومنین کی ہدایت میں اضافہ کر دیتے ہیں) ہدی مصدر سے مراد ہدایت پر ثابت قدمی یا یقین یا توفیق الہی سے بصیرت کا بڑھ جانا ہے والباقیات الصالحات (اور باقی رہنے والے نیک اعمال) اس سے تمام آخرت کے اعمال مراد ہیں۔ (۲) پانچوں نمازیں (۳) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا (تیرے رب کے ہاں بہت بہتر ہے ثواب میں) ان کاموں کے مقابلے میں جن پر کفار کو فخر ہے۔

وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا (اور بہت بہتر ہیں انجام کے اعتبار سے) مرداً بمعنی مرجوع اور انجام ہے اس فضیلت میں کفار سے تحکم اور استہزاء کیا گیا کیونکہ وہ دنیا میں ایمان والوں کو فخر سے کہا کرتے تھے اِی الْفَرِیْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا۔

اَفْرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتِيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ۗ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہنے لگا کہ مجھے ضرور ضرور مال اور اولاد دیئے جائیں گے کیا اسے غیب کا پتہ چل گیا یا اس نے رُحْمٰن سے

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۗ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۗ وَنُزِنُّهُ

کوئی عہد لیا ہے ہرگز نہیں ہم عنقریب اس کی بات لکھ لیں گے اور اس کے لئے عذاب بڑھاتے رہیں گے اور اس کی کہی ہوئی چیزوں

مَا يَقُولُ وَيَأْتِنَا فَرْدًا ۗ

کے ہم مالک رہ جائیں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔

کافروں کے بڑے بول کا جواب:

۷۷: اَفْرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتِيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا (کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا مجھے ضرور مال اور اولاد دیا جائے گا) وَلَدٌ کا لفظ واؤ کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ چار مقام پر حمزہ اور علی نے پڑھا ہے (۱) اس آیت میں (۲) سورۃ زخرف میں (۳) سورۃ نوح میں اس سورت میں یہ ولد کی جمع ہے جیسے اُسْد اُسْد میں یا بمعنی ولد کے ہے جیسے غُرب اور غُرب۔

فَاَنْذَرْنَا: اشیاء کو آنکھوں سے دیکھنا علم کا راستہ ہے اور اس سے صحیح اطلاع حاصل ہوتی ہے اس لئے اہل عرب نے ارنیت کو اخبار کے معنی میں استعمال کیا ہے اور فاء جو ہے تعقیب کا فائدہ دے رہی ہے گویا اس طرح فرمایا اخبار ایضاً بقصة هذا الکافر واذکر حدیثہ عقیب حدیث اولئک اس کافر کے واقعہ کی تم اطلاع دو اور ان لوگوں کی بات کے بعد اس کی بات ذکر کرو۔ لاوتین یہ مضمون کا جواب ہے۔

۷۸: اَطَّلَعَ الْغَيْبَ (کیا اس کو غیب کا علم ہو گیا) یہ عربوں کے محاورہ اطلع الجبل (وہ پہاڑ کی چوٹی کی طرف چڑھا) اس سے لیا گیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہے کہ کیا وہ غیب کی طرف چڑھا ہے یہ معنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے یہ ہمزہ استفہام کا ہے اور ہمزہ وصل کا محذوف ہے مطلب یہ ہوا کہ اس نے لوح محفوظ کو دیکھا کہ جس میں اس نے اپنی تمنا کو دیکھ لیا۔

اَمْ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (یا اس نے رُحْمٰن کے ہاں کوئی عہد لے لیا ہے) یعنی پکا وعدہ کہ وہ اس کو ضرور دیں گے۔ یا عہد شہادت و گواہی والی بات کو کہتے ہیں۔ حضرت حسن کا قول کہ یہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں اتری مشہور یہ ہے کہ عاص بن وائل کے بارے میں اتری شیخین نے روایت نقل کی کہ خباب بن ارت نے عاص بن وائل کے لئے چاندی پگھلائی پھر خباب بن ارت نے عاص بن وائل سے اس کی مزدوری مانگی اور عاص کہنے لگا کہ تمہارا خیال یہ ہے کہ تم دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور جنت میں سونا اور چاندی بھی ہے میں تیرا قرضہ وہاں ادا کروں گا۔ مجھے وہاں مال اور اولاد ملے گی۔

۷۹: كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ (ہرگز نہیں ہم اس کا کہنا لکھتے ہیں) کتلا یہاں روعیہ ہے اور غلطی پر تنبیہ کیلئے آیا ہے۔ یعنی جو

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۖ كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ

اور ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنالے۔ تاکہ وہ ان کے لئے عزت کی چیز بن جائے۔ خبردار ایسا ہرگز نہیں ہے وہ عنقریب ان کی عبادت کا انکار کریں گے

وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ صُدُودًا ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَا أَرْسَلْنَا الشَّيْطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤْزُهُمْ أَزًّا ۖ

اور ان کے مخالف بن جائیں گے اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیاطین کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے جو انہیں خوب ابھارتے ہیں

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ إِنَّمَا نَعِدُّ لَهُمْ عَذَابًا ۚ

سو آپ ان کے بارے میں جلدی نہ کیجئے ہم ان کی باتوں کو خوب شمار کر رہے ہیں۔

صورت وہ اپنے نفس کیلئے تجویز کر رہا ہے۔ اس میں وہ خطا کار ہے اس کو اس میں باز رہنا چاہئے۔

سنکتب مایقول یعنی (اس نے جو بات کہی ہے وہ ہم نے لکھ لی ہے) مقصد یہ ہے کہ اس کے سامنے عنقریب ہم ظاہر کریں گے اور اس کو بتا دیں گے کہ اس کی بات ہم نے لکھ لی ہے کیونکہ جیسے ہی اس نے کہی بغیر تاخیر کے لکھ لی گئی۔ جیسا کہ دوسری آیت میں خود فرمایا: مَا يُلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ [سورة ق: ۱۸] اور یہ اسی طرح ہے جیسے کسی نے کہا: اذْهَبْ أَنْتَ بِنَا لِمَا نَعِدُكَ لَنُصِيبَكَ بِهِ نَارًا لَّاهُوتًا (یعنی یہ جان لیا جائے گا اور نبیوں کے ذریعے یہ واضح ہو جائے گا کہ میں کمینی عورت کی اولاد نہیں) وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا (اور ہم اس کیلئے عذاب اسی طرح بڑھائیں گے بڑھانا) جیسا کہ افتراء اور جرأت کرنے میں بڑھتا ہے یہ نمد المدد سے ہے کہا جاتا ہے مَدَّةٌ وَامَدَّةٌ دونوں کا ایک ہی معنی ہے اور مَدًّا یہ مصدر ہے جس کے ذریعے تاکید لائی گئی تاکہ غضب الہی کا خوب اظہار ہو جائے۔

۸۰: وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ (اور ہم مالک رہ جائیں گے ان چیزوں کے جو وہ کہتا ہے ہم اس سے دور کر دیں گے اس چیز کو جن کے پالینے کا آخرت میں یہ خیال کرتا ہے۔ اور مراد وہ چیز ہے جو یہ کہتا ہے یعنی مال اور اولاد۔

وَيَأْتِينَا قُرْدًا (یہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا)

مَحْجُورٌ: یہ حال ہے یعنی بغیر مال اولاد کے آئے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فِرَادَىٰ [الانعام: ۹۴] پس اس کا تمنا کرنا اور قسمیں اٹھانا کچھ کام نہ آئے گا۔

۸۱: وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً (اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود تجویز کر رکھے ہیں) یعنی ان مشرکین نے بت بنائے ہوئے ہیں جن کی یہ پوجا کرتے ہیں۔ لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا (تاکہ ان کو عزت حاصل ہو) یعنی وہ اپنے الہوں کے ذریعے عزت حاصل کریں۔ اور وہ معبودان کیلئے سفارشی اور معاون بن جائیں اور وہ ان کو عذاب سے چھڑالیں۔

معبودین کی بیزاری:

۸۲: كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ (ہرگز ایسا نہیں عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کریں گے) کلا یہاں ردیہ ہے اور ان کے

ایمان کی تردید کیلئے آیا ہے ہم کی ضمیر آلہہ کی طرف جارہی ہے کہ عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور اس سے ناواقفیت ظاہر کرتے ہوئے کہیں گے اللہ کی قسم تم نے ہماری عبادت نہیں کی تم جھوٹے ہو (۲) یہ ضمیر مشرکین کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی وہ اس بات سے انکار کر دیں گے کہ انہوں نے ان بتوں کی عبادت کی ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا اور کہیں گے اللہ کی قسم تم نے ہماری عبادت نہیں کی تم جھوٹے ہو یا مشرکین کو کہیں گے یعنی وہ اس بات کا انکار کریں گے کہ انہوں نے بتوں کی عبادت کی ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے واللہ ربنا ما کنا مشرکین [الانعام: ۲۳]

وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (اور وہ ہونگے ان کے مخالف) یعنی وہ بت مشرکین کے خلاف جھگڑیں گے اللہ ان کو قوت گویائی دیں گے۔ ضدًا (مخالف) کیونکہ اللہ ان کو بولنے کی طاقت دیں گے پس وہ کہیں گے اے ہمارے رب ان لوگوں کو عذاب دے جنہوں نے ہماری عبادت کی۔ ضد کا لفظ جمع اور واحد دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ لہم عِزًّا کے مقابلے میں آیا ہے اور مراد عزت کی ضد یعنی ذلت و رسوائی ہے یعنی وہ ان کے مخالف ہونگے جس کا انہوں نے قصد کیا یعنی ان کے لئے ذلت کا باعث ہونگے عزت کا باعث نہ بنیں گے اگر سَيَكْفُرُونَ اور يَكُونُونَ کی ضمیر مشرکین کی طرف لوٹائیں تو مطلب یہ ہوگا وہ مشرکین ان کے خلاف ہو جائیں گے یعنی انکا انکار کر دیں گے۔ باوجود اس کے کہ وہ ان کی عبادت کرتے رہے۔

۸۳: پھر اپنے اس ارشاد سے اپنے پیغمبر کو تعجب دلایا۔

أَلَمْ تَرَ أَنَا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیطان کو کفار پر چھوڑ رکھا ہے یعنی ہم نے شیطاں اور ان کے درمیان دوستی بنا دی۔ یہ درحقیقت ارسلت البعیر کے محاورہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی اونٹ کو کھول دینا آزاد چھوڑ دینا ہے۔ (۲) اغوا کے ذریعے ان پر تسلط جمانا مراد ہے۔

تَوَزَّهُمْ أَزًّا (وہ ان کو خوب ابھارتے ہیں) یعنی اغوا کے ذریعے گناہوں پر آمادہ کرتے ہیں الَّا ز اور الہِزُّ یہ دونوں ایک ہی قسم کے لفظ ہیں دونوں کا معنی بھڑکانا اور بہکا کر پیچھے لگانا آتا ہے۔

۸۴: فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ إِنَّمَا نَعِدُّ لَهُمْ عَذًّا (آپ ان کے بارے میں جلدی نہ کریں ہم یقیناً ان کے لئے گنتی رکھتے ہیں مکمل طور پر) جلدی نہ کرنے کا مطلب عذاب اور عذاب کے لانے میں جلدی ہے۔ اور نَعِدُّ لَهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے اعمال بدلے کیلئے شمار کر رہے ہیں۔ یا فناء کیلئے ان کے سانس گن رہے ہیں۔

نکتہ: ابن سماک نے یہ آیت مامون الرشید کے سامنے پڑھی تو اس نے کہا کہ جب سانس بھی گنتی کے ہیں اور اس کیلئے کوئی مدد بھی نہیں ہے یعنی اضافہ بھی نہیں ہے تو کتنی جلدی وہ ختم ہو رہے ہیں اور ختم ہونے والے ہیں۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا ۖ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وَرْدًا ۝۸۶

ہم متقیوں کو رحمن کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف اس حال میں چلائیں گے کہ وہ پیاسے ہوں گے

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ۝۸۷

کوئی شخص سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر جس نے رحمن کے پاس سے اجازت لی۔

متقین کا اعزاز اور مجرمین کی ذلت:

۸۶، ۸۷: يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا (اس دن کو یاد کرو جس روز ہم متقین کو رحمن کی بارگاہ میں مہمان بنا کر جمع کریں گے) اس حالت میں کہ وہ عمدہ قسم کی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے۔ جن کے کجاوے سونے کے اور ان کی مہاریں یا قوت و زبرد ج کی ہوں گی۔ وَ نَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وَرْدًا (اور مجرمین کو ہم دوزخ کی طرف پیاسا ہائیں گے) مجرمین سے کافر مراد ہیں۔ سوق سے مراد ہے چوپائیوں کی طرح ہانک کر لے جانا کیونکہ وہ دنیا میں چوپائیوں سے بھی زیادہ گمراہ تھے اور ورد کا معنی پیاسے کیونکہ جو آدمی گھاٹ پر وارد ہوتا ہے اس کو پیاس ہی گھاٹ پر لاتی ہے ورد کی حقیقت یہ ہے پانی کی طرف چلنا اس لئے جانے والوں کو وارد کہا جاتا ہے اور وفد جمع و افد کی ہے جیسے رجب جمع راکب کی ہے اور ورد جمع وارد کی ہے۔

نَحْشُرُ: یوم فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے وہ یوم نحشر ہے اور نَسُوقُ کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں گروہوں کے ساتھ وہ سلوک کریں گے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرا معنی اذکر یوم نحشر ہم (تم اس دن کو یاد کرو جب ہم ان کو جمع کریں گے) یہاں متقین کا تذکرہ اس طرح کیا کہ ان کو اپنے اس رب کی بارگاہ میں اکٹھا کیا جائیگا۔ جو اپنی رحمت سے ان کو ڈھانپ لے گا۔ جس طرح کہ بادشاہ کے پاس خیر سگالی وفد آتے ہیں اور کافروں سے اس طرح سلوک کیا جائے گا کہ ان کو آگ کی طرف لے جایا جائے گا گویا کہ وہ پیاسے اونٹ ہیں جن کو بطور تذلیل کے پانی کی طرف چلایا جائے۔

۸۷: لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ (وہ شفاعت کا اختیار نہ رکھیں گے)

نَحْشُرُ: یہ جان ہے واؤ کو اگر ضمیر قرار دیں تو عباد کی طرف لوٹے گی جس پر متقین مجرمین کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے کیونکہ بندے انہی دونوں قسموں پر مشتمل ہیں۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ جمع کی علامت ہو جیسا کہ اس مثال میں اکلونی البراغیث اور فاعل من اتخذ ہے کیونکہ وہ معنای جمع ہے۔ اور من اتخذ محلاً مرفوع ہے کیونکہ یہ واؤ سے بدل ہے جو یملکون میں ہے۔ نمبر ۳۔ فاعلیت کی وجہ سے مرفوع ہے۔ نمبر ۴۔ حذف مضاف کی تقدیر پر منصوب ہے ای الا شفاعۃ من اتخذ اور مقصود یہ ہے وہ اس بات کا اختیار نہ رکھیں گے کہ ان کے لئے سفارش کی جائے۔

إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا (مگر جس نے رحمان کے پاس اجازت لے لی ہے) اس طرح کہ وہ ایمان لایا۔ حدیث میں وارد ہے کہ من قال لا اله الا الله كان له عند الله عهد [طبرانی فی الکبیر] جس نے لا اله الا الله کہا اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۖ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۚ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ

اور ان لوگوں نے کہا کہ رحمن نے اولاد اختیار کر لی ہے البتہ تم نے بہت ہی سخت بات کہی قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں

وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخْرُجُ الْجِبَالُ هَدًّا ۚ أَنْ دَعَا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا ۚ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ

اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ انہوں نے رحمن کے لئے اولاد تجویز کی اور رحمن کی شان کے لائق نہیں

أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۚ إِنَّ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِيَ الرَّحْمَنِ عَبْدًا ۚ لَقَدْ

کہ وہ کسی کو اپنی اولاد بنائے۔ جو بھی آسمان اور زمین میں ہیں وہ سب رحمن کے پاس بندگی اختیار کئے ہوئے حاضر ہوں گے اللہ نے

أَحْصَاهُمْ وَعَدَّ هُمْ عَدًّا ۚ وَكُلُّهُمْ أَتِيهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَرْدًا ۚ

ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کیا ہے اور ان سب کو اچھی طرح گن رکھا ہے اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس تنہا آئے گا۔

ہاں عہد ہے۔

ایک روایت:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ایک دن اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ کیا عاجز ہے تم میں سے ہر ایک کہ وہ ہر صبح اور ہر شام اللہ تعالیٰ کے ہاں عہد لے! صحابہؓ نے عرض کیا۔ یہ کس طرح ممکن ہے تو آپؐ نے فرمایا ہر صبح و شام وہ اس طرح کہے۔ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اِنِّیْ اَعۡهِدُ اِلَیْكَ بِاَنِّیْ اَشۡهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحَدُّكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ وَ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَ اَنْكَ اَنْ تَكُنِّیْ اِلٰی نَفْسِیْ تَقْرِبْنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَتَبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ وَ اِنِّیْ لَا اَتَّقِ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ لِیْ عَهْدًا تَوْفِیْقِیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَنْكَ لَا تَخْلُفُ الْمِیْعَادَ۔ جب اس نے یہ کہہ لیا تو اس پر مہر لگا دی جاتی ہے (اخر جہ الشعلی) اور اس کو عرش کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا ایک منادی عرش کے نیچے سے ندا دیگا۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے رحمان سے عہد لیا ہے پس انکو جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔

نمبر ۲۔ یہ اس محاورہ کے مطابق ہے عہد الا میر الی فلان بكذا جبکہ وہ کسی بات کا حکم دے دے۔ اب مطلب آیت کا یہ ہے اس کے ہاں کوئی شفاعت نہ کرے گا۔ مگر وہی جس کو شفاعت کا حکم اور اذن ملا۔ یہ مضمون تو لا یشفع عنده الا باذنه کے مناسب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بیٹا ماننا بدترین حرکت ہے:

۸۸: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا (اور انہوں نے کہا کہ رحمان نے بیٹا بنا لیا ہے) کہنے والے یہود و نصاریٰ ہیں اور اسی طرح مشرکین عرب جنہوں نے ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا۔

۸۹: لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِذَا (تم نے نہایت سخت حرکت کی ہے) یہاں غائب سے خطاب کی طرف التفات کیا گیا ہے اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ انہیں یہ کہیں۔ الّاٰ ذہ عجب یا بڑا حادثہ الّاٰ ذہ سختی اور کہتے ہیں اذنی الامر کہ مجھے کام نے بوجھل کر دیا اور مجھ پر بہت گراں گزرا۔

۹۰: تَكَادُ السَّمَوَاتُ (قریب ہے کہ آسمان)۔

قراءت: نافع و علی نے یاء سے پڑھا ہے۔ تکاد قریب ہونے کے معنی میں ہے۔

يَتَفَطَّرْنَ (وہ پھٹ جائیں) قراءت: بھری، شامی، حمزہ، خلف، ابو بکر نے نون سے پڑھا۔ انفطار یہ فطرۃ سے ہے جبکہ اس کو پھاڑا جائے۔ التفطر یہ فطرۃ سے ہے جبکہ شفقہ اس کو پھاڑا جائے۔ مِنْهُ (اس سے) اس بات کی بڑھائی کی وجہ سے وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ (اور زمین پھٹ جائے) دھنس جائے اور اس کے اجزاء ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ وَتَخْرُ الْجِبَالُ (اور گر پڑیں پہاڑ) هَذَا (ٹوٹ کر) ٹکڑے ہو کر، ریزہ ریزہ ہو کر۔ الهدۃ: (آسمان سے بجلی کی آواز)۔

تَجَوَّرَ: یہ مصدر ہے اے تہد هَذَا وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں ان کی بات سن کر۔ نمبر ۲۔ مفعول لہ ہے نمبر ۳۔ حال ہے۔ اس حال میں کہ ریزہ ریزہ ہوں۔

۹۱: اَنْ دَعَوْا (اس بات سے کہ انہوں نے نسبت کی) اس لئے کہ انہوں نے انکا نام رکھا ہے۔

تَجَوَّرَ: یہ منہ کی ہا سے بدل ہونے کی بنا پر محل جر میں ہے۔ نمبر ۲۔ منصوب ہے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے گویا خورور کی علت هَذَا سے بیان کی۔ اور ریزہ ریزہ ہونا رحمان کیلئے اولاد تجویز کرنے کی بنا پر ہے۔

نمبر ۲۔ هَذَا کا فاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے هَذَا دَعَا وَهُمْ لِلرَّحْمَانِ وَلِذَا ان کوریزہ ریزہ کیا ان کے رحمان کی طرف بیٹے کی نسبت نے۔

۹۲: وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا (اور رحمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اولاد اپنے لئے تجویز کرے) انبغی یہ بغی کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ اس کا معنی طلب کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طلب شئی کے بعد اس شئی کے ہو جانے کی باری آتی ہے۔ اب اگر بالفرض اللہ تعالیٰ اپنے لئے اولاد کا طالب بھی ہو۔ تب بھی اولاد اس کیلئے ممکن نہیں۔ اس کی اولاد ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکا بنانا حاجت و جنسیت کو چاہتا ہے اور اس کی ذات ان دونوں باتوں سے پاک ہے۔ کیونکہ یہ دونوں نقص و عیب ہیں۔

نکتہ: رحمان کے لفظ کو بار بار دھرایا گیا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ رحمان اکیلا ہی اس صفت کا حقدار ہے اور کوئی اس کا مستحق نہیں کیونکہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ وہی ہے اے انسان اپنی آنکھوں سے پردہ ہٹا اور پھر دیکھ جو کچھ بھی تیرے پاس ہے سب اس کا عطیہ ہے پس جنہوں نے اس کی طرف اولاد کی نسبت کی انہوں نے اس کو مخلوق کا حصہ قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان کا انکار کیا حالانکہ اس کا وہی اکیلا مستحق ہے۔

سب رحمن کے عاجز بندے:

۹۳: اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (کیونکہ جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے)۔

19

کہتے ہیں بندے کی تعریف زمین میں اس وقت قائم رہتی ہے جب آسمان میں اس کی تعریف قائم و پختہ ہو جاتی ہے۔
۹۷: فَإِنَّمَا يَسَّرُنْهُ (پس ہم نے اس قرآن کو آسان کیا ہے) اے کی ضمیر کا مرجع قرآن ہے کہ ہم نے اس قرآن کو آسان کر دیا۔
بِلِسَانِكَ (آپ کی زبان میں) آپ کی لغت میں۔

یہ حال ہے لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ (تاکہ آپ اس سے متقین کو خوشخبری سنائیں) متقین سے مؤمن مراد ہیں۔ وَتُنْذِرَ بِهِ
قَوْمًا لَّدَا (اور آپ ڈرائیں جھگڑا قوم کو) جو باطل جھگڑے میں بڑے سخت ہیں جو کہ ہر جھگڑے اور اختلاف میں پڑے ہیں
جدال ہو یا دکھلاوا۔ لَّدَا یہ اَلَدِی جمع ہے۔ مراد اس سے اہل مکہ ہیں۔

تخویف کفار:

۹۸: وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ (اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کیا) اس میں اہل مکہ کیلئے تخویف و
انذار ہے (کہ ان کو ان سے عبرت حاصل کرنا چاہئے) هَلْ تَحَسُّ مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ (کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو) یعنی کیا
تم پاتے ہو۔ نمبر ۲۔ دیکھتے ہو نمبر ۳۔ جانتے ہو۔ الاحساس حاسہ سے کسی چیز کو جاننا۔ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا (ان کی آہٹ سنتے
ہو)۔

رِکْزاً بلکی آواز، الرِکْز اسی سے ہے۔ یعنی جب ہمارا عذاب آیا تو کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو نظر آ سکے۔ اور کوئی آواز
باقی نہ تھی جو سنائی دے۔ مطلب یہ ہے تمام ہلاکت کے گھاٹ اتر گئے۔ پس انکا حشر بھی ایسا ہونے والا ہے اگر انہوں نے قرآن
میں تدبیر سے اعراض قائم رکھا۔ پھر انکا انجام ہلاکت ہی ہے۔ پس انکا معاملہ آپ پر گراں نہ گزرنا چاہیے۔

تمت ترجمہ سورۃ مریم ثمانیۃ عشر من رمضان ۱۴۲۳ھ من الهجرة يوم الاحد قبل الظهر والحمد لله على ذلك

سُوْرَةُ طه مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعُوْنَ اَيَّاتٌ وَفِيهَا اَرْبَعُوْنَ اَمْرًا

سُوْرَةُ طه مکہ میں نازل ہوئی جس میں ایک سو پینتیس آیات اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طہ ۱ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی ۙ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۚ تَنْزِیْلًا

طہ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے جو ڈرتا ہو یہ اس ذات کی طرف سے نازل

مِمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ۚ الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۚ لَہٗ

کیا گیا جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا وہ بڑی رحمت والا ہے عرش پر مستوی ہوا اسی کے لئے ہے

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَتَحْتَ الثَّرٰی ۚ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو ان کے درمیان ہے اور جو تحت الثری ہے اور اگر آپ زور سے بات کریں

فَاِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ۚ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ لَہٗ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ۝۱

تو بلاشبہ وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو جانتا ہے اور اس بات کو بھی جو اس سے زیادہ خفی ہو اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے لئے اسمائے حسنی ہیں۔

۱: طہ قراءت: طاء کو استعلاء کی وجہ سے تنخیم سے اور ہاء کو امالہ سے ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ حمزہ، علی، خلف و ابو بکر نے دونوں میں امالہ کیا دیگر قراء نے دونوں میں تنخیم کی ہے۔

حسن و مجاہد ضحاک و عطاء کا جو قول مروی ہے کہ اس کا معنی یا رجل ہے۔ اگر یہ قول صحیح ہے تو ظاہر ہے۔ ورنہ حق بات وہی ہے جو ہم سورہ بقرہ کی ابتداء میں رقم کر چکے فلیراجع الیہ۔

قرآن مشقت کے لئے نہیں اتارا:

۲: مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ (ہم نے نہیں اتارا تم پر قرآن کو کہ) اگر طہ کو اسمائے حروف میں سے شمار کریں تو یہ ابتداءئے کلام ہے۔ اور اگر تم اس کو سورت کا نام قرار دو تو پھر اس کے متعلق خبر ہونے کا احتمال ہے اور وہ مبتدا کی جگہ میں ہے اور اس کا جواب بن جائے اور وہ قسم ہو۔ القرآن کو ضمیر کی جگہ ظاہر لائے کیونکہ وہ قرآن ہے۔

لِتَشْقٰی (آپ تھک جائیں) ان پر بہت زیادہ افسوس کرتے ہوئے اور ان کے کفر پر افسوس کرتے ہوئے تھک جائیں۔ نمبر ۲۔ ان کے ایمان نہ لانے پر افسوس کرتے ہوئے تنگی محسوس کریں۔ نمبر ۳۔ قیام لیل کی وجہ سے اپنے آپ کو تھکان پہنچائیں۔

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے رات کو نماز ادا کی یہاں تک کہ قدم مبارک سوج گئے اس پر جبریل علیہ السلام نے کہا اپنا کچھ خیال کریں۔ نفس کا بھی آپ پر حق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو اسلئے نہیں اتارا کہ آپ ﷺ اپنے نفس کو عبادت سے سخت مزادیں۔ آپ کو میانہ روی والی حقیقت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

۳: اَلَا تَذْكُرُ (مگر ایسے شخص کی نصیحت کیلئے)

نَحْوُ: استثناء منقطع ہے ای لیکن اَنْزَلْنَاهُ تَذْكِرًا (لیکن اس کو نصیحت کیلئے اتارا)۔ نمبر ۲۔ یہ حال ہے۔ لَمَنْ يَخْشَى (جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے) اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ نمبر ۲۔ اس کیلئے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ خشیت اختیار کر لے گا۔

۴: تَنْزِيلًا (یہ اتارا ہوا ہے)۔

نَحْوُ: یہ تذکرہ سے بدل ہے۔ جبکہ اس کو حال قرار دیا جائے۔ نمبر ۲۔ نزل مضممر کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۳۔ مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۴۔ یخشی کی وجہ سے اس کا مفعول بنکر منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے انزلہ اللہ تذکرہ لمن یخشی تنزیل اللہ۔ (اللہ تعالیٰ نے ان کو اس شخص کیلئے نصیحت بنایا جو اللہ تعالیٰ کی تنزیل سے ڈرنے والا ہے)۔

مِمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ (اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین اور آسمان کو)

نَحْوُ: یہ تنزیلاً کے متعلق ہے جو اس کا صلہ ہے۔

الْعُلٰی (بلند) یہ العلیا کی جمع ہے۔ اور اعلیٰ کی تانیث ہے۔ آسمانوں کی صفت العلی لا کر اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر اس کو دلیل کے طور پر پیش کیا۔

۵: اَلْكُرْحٰمُنُ (وہ بڑا مہربان ہے) یہ مدح کی وجہ سے مرفوع ہے ای هو الرحمن۔ عَلٰی الْعَرْشِ (عرش پر) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ استوائی (مستوی ہے) استیلاء کے معنی میں ہے جو زجاج سے مروی ہیں۔ عرش کا ذکر کر کے اس بات پر متنبہ کیا گیا کہ اس کا استیلاء دوسروں پر ہے۔ اس لئے کہ عرش اس کی مخلوقات میں سب سے بڑا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے جب عرش پر استواء بادشاہی کے مترادف ہے تو اس کو ملک سے کنایہ قرار دیا اس لئے عرب کے لوگ کہتے ہیں استوی علی العرش ای ملک اگرچہ وہ چارپائی یا تخت پر بالکل نہ بیٹھا ہو اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ يَدُ فُلَانٍ مَبْسُوْطَةٌ یعنی وہ نخی ہے اگرچہ سرے سے اس کا ہاتھ ہو ہی نہ۔

استواء کے متعلق قول علی رضی اللہ عنہ:

اہل السنۃ کا مسلک وہی ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ الاستواء غیر مجہول و کیفیہ غیر معقول والايمان به واجب والسؤال عنه بدعة استواء محمول نہیں کیفیت معقول نہیں اور اس پر ایمان واجب ہے اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تھا جبکہ کوئی مکان نہیں تھا پس وہ اسی طرح ہے جیسا کہ مکان کی پیدائش سے پہلے تھا جس طرح تھا اس سے تبدیل نہیں ہوا۔

۶: لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی ہی کا ہے) **تَحْكُمُ**: یہ خبر اور مبتدا ہے اور وما بینہما کا عطف مبتدا پر ہے۔

وَمَا بَيْنَهُمَا (اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے) یعنی سارے کا سارا اس کی ملک ہے۔ وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی (اور جو کچھ ثری کے نیچے ہے) یعنی جو سات زمینوں کے نیچے ہے۔ نمبر ۲۔ ثری سے مراد وہ چٹان ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ ۷: وَإِنْ تَجْهَرُ بِالْقَوْلِ (اور اگر تم پکار کر بات کہو یعنی تم اپنی آواز کو بلند کرو) فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ (پس بے شک وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو جانتا ہے) یعنی وہ بات جو تم بطور راز کے دوسرے سے کہو۔ وَأَخْفٰی (اور اس سے زیادہ مخفی بات کو بھی) اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو تیرے دل میں بطور خیالات کے آتی ہیں۔ یا وہ باتیں جن کو تم اپنے دل میں چھپاتے ہو یا جن میں تم راز داری کرو گے۔

کفار کے تقویٰ کی تردید:

۸: اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے سارے اچھے اچھے نام ہیں) یعنی وہ اپنی ذات کے لحاظ سے اکیلا ہے۔ اگرچہ اس کی صفات کی تعبیرات جدا جدا ہیں۔ اس آیت میں کفار کے اس مقولے کی تردید ہے کہ تم تو ہمیں کئی معبودوں کی طرف دعوت دیتے ہو۔ یہ بات انہوں نے اس وقت کہی جبکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام سنے۔ الحسنی یہ احسن کی تانیث ہے۔

وقف لازم

وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۙ إِذْ رَأَىٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ

اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئی ہے جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے آگ دیکھی

نَارًا أَلْعَلِّيٰ أَتِيكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجْدُعُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۚ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ

ہے ہو سکتا ہے کہ اس میں سے تمہارے لئے ایک شعلہ لے آؤں یا آگ پر راستہ بتانے والا کوئی شخص مل جائے سو جب اس کے پاس آئے تو انہیں ندا دی گئی

لِمُوسَى ۙ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۖ

کہ اے موسیٰ بے شک میں تمہارا رب ہوں سو اپنی جوتیاں اتار دو بے شک تم ایک پاک میدان یعنی طوی میں ہو

وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ ۚ إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ

میرے لئے تمہیں منتخب کر لیا ہے سو جو کچھ تمہاری طرف وحی کی جارہی ہے اسے سن لو بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے

الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۚ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ۚ

نماز قائم کرو بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھوں گا تاکہ ہر جان کو اس کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ دے دیا جائے۔

فَلَا يَصُدُّكَ عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ ۚ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ

سو جو شخص اس پر ایمان نہ لائے اور اپنی خواہشوں کا اتباع کرے وہ تمہیں اس سے نہ روک دے ورنہ تم تباہ ہو جاؤ گے اور اے موسیٰ وہ تمہارے دائیں ہاتھ میں

لِمُوسَى ۙ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ

کیا ہے عرض کیا وہ میری لٹھی ہے۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھارتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام

أُخْرَىٰ ۚ قَالَ أَفَقَهَا لِمُوسَىٰ ۙ فَاَلْقَاهَا فِإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ ۚ قَالَ خُذْهَا وَلَا

ہیں۔ فرمایا اے موسیٰ اس کو ڈال دو سو انہوں نے اس کو ڈال دیا۔ سو وہ چانک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ فرمایا اس کو پکڑو اور ڈرو

تَخَفْ ۚ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ۚ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ

مت۔ ہم اسے پہلی حالت پر لوٹا دیں گے اور اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں لے لو وہ بغیر کسی عیب کے روشن ہو کر

غَيْرِ سَوَاءٍ ۚ أُخْرَىٰ ۚ لِنُرِيكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ ۚ إِذْ هَبَّ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۚ

نکلے گا۔ یہ دوسری نشانی ہے۔ تاکہ ہم تم کو بڑی نشانیوں میں بعض نشانیاں دکھائیں۔ تم فرعون کی طرف چلے جاؤ بلاشبہ وہ سرکشی اختیار کئے ہوئے ہے۔

وقف لازم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ:

۹: وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى (کیا آپ کو موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی خبر پہنچی) ہل یہاں قد کے معنی میں ہے اور حدیث کا معنی خبر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یہاں آپ کو خطاب کرنے کے بعد اس لئے سنایا تا کہ نبوت کی مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کرنی اور ناپسندیدہ باتوں کے پیش آنے کی صورت میں صبر کرنے میں آپ ان کے طرز عمل کو سامنے رکھیں تاکہ آپ اسی طرح بلند مرتبہ پائیں جیسے موسیٰ علیہ السلام نے پایا۔

واقعہ طور اور نبوت کا ملنا:

۱۰: اِذْ رَاٰ نَارًا (جبکہ انہوں نے آگ دیکھی) اذ مضمحل کا ظرف ہے ای حین رای ناراً کان کیت و کیت جب انہوں نے آگ دیکھی تو معاملہ ایسا ایسا تھا۔ (۲) اذ کر محذوف کا مفعول بہ ہے۔ روایت تفصیلیہ میں ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شعیب علیہ السلام سے والدہ کی خدمت میں جانے کی اجازت طلب کی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چل دیے راستہ میں ان کے ہاں بیٹے کی ولادت ایک ایسی رات میں ہوئی جو اندھیری اور برفانی تھی اور آپ راستہ میں بھی بھول گئے اور جانور بھی آپ کے منتشر ہو گئے۔ آپ کے پاس پانی بھی نہیں تھا۔ آپ نے چقماق جلایا مگر اس کی ضرب بے فائدہ گئی۔ اسی دوران آپ نے یہ آگ دیکھی جو ان کے اپنے خیال میں تو اس وقت آگ تھی اور حقیقت میں وہ نور تھا۔

فَقَالَ لِأَهْلِهِ (پس اپنی بیوی سے آپ نے کہا) اَمْكُثُوا (تم ٹھہرو) یعنی اپنی اسی جگہ میں اقامت اختیار کرو۔ اِنِّیْ اَنْتُمْ نَارًا (میں نے آگ دیکھی ہے) ایناس اصل میں کسی چیز کو اس طرح دیکھنا کہ جس سے آدمی مانوس ہو جائے۔ لَعَلِّیْ اِتِّیْکُمْ مِنْهَا (شاید میں اس میں سے تمہارے پاس کچھ لے آؤں) آپ نے معاملے کی بنیاد یہاں رجا اور امید پر رکھی۔ تاکہ کہیں ایسے وعدے کی نوبت نہ آجائے کہ جس میں وفا کا یقین نہ ہو۔ بِقَبَسٍ (ایک شعلہ) لکڑی کے سر پر آگ کا تھوڑا سا شعلہ یا ڈیوٹ انگارہ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ هُدًى (یا آگ کے پاس راستہ کا پتہ مجھے مل جائے)

مَجْجُو: ہدی سے یہاں ذوی ہدی مراد ہے۔ یعنی ایسے لوگ مل جائیں جو راستے کی طرف میری راہنمائی کر دیں اور علی النار میں استعلاء کا معنی ظاہر کرتا ہے کہ آگ والوں کا اس سے قریبی مکان پر غلبہ ہوگا۔

۱۱: فَلَمَّا أَتَاهَا (جب آگ کے پاس آپ پہنچے) ہا کی ضمیر آگ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ آپ نے آگ کو سفید پایا جو ایک سبز رنگ کے درخت سے نیچے سے لے کر اوپر تک بھڑک رہی تھی۔ اور وہ درخت عناب کا تھا یا عوج کا درخت تھا۔ عوج ایک کانٹے دار جھاڑی ہے۔ آپ نے اس کے پاس کسی شخص کو نہ پایا۔ روایت میں ہے کہ جب اس آگ کی طلب میں آگے بڑھتے تو وہ آگ ان سے دور ہوتی اور جب چھوڑ دیتے تو وہ ان کے قریب ہوتی پس اس جگہ۔ نُودِیْ (موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی گئی)۔ یَمُوسٰی (اے موسیٰ)۔

۱۲: اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ (میں تمہارا رب ہوں) انہی ہمزہ مقصورہ کے ساتھ یعنی آواز دے کر یہ کہا گیا موسیٰ انہی اور اس لئے بھی کہ ندا قول ہی کی قسم میں سے ہے اس لئے قول والا معاملہ کیا گیا کیونکہ قال کے بعد ان آتا ہے۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے اِنِّی پڑھا ہے۔ اس صورت میں تقدیر کلام یہ ہے نُوْدِیْ بِاَنَّیْ اَنَا رَبُّکَ یعنی آواز دی گئی اس لئے کہ میں تمہارا رب ہوں اَنَا مبتدا ہے یا تاکید ہے۔ یا ضمیر فصل ہے۔ اور ضمیر کو دوبارہ معرفہ کی تحقیق اور ازالہ شبہ کیلئے لایا گیا ہے۔ روایت میں ہے کہ جب آواز دی گئی یا موسیٰ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی من المتکلم؟ اس پر اللہ نے فرمایا اَنَا رَبُّکَ پس اس سے انہوں نے پہچانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اس کو اپنی شش جہات سے سنا اور اپنے تمام اعضاء سے سنا۔

فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ (تم اپنے دونوں جوتے اتار دو) ان جوتوں کو اتار دو تا کہ تمہارے دونوں قدموں کو مقدس وادی کی برکت پہنچے۔ یہ مجاہد کا قول ہے۔ (۲) اس لئے کہ وہ دونوں جوتے گدھے کی غیر مدبوغ کھال کے بنے ہوئے تھے۔ (۳) ننگے پاؤں ہونا اللہ کی بارگاہ میں تواضع کی علامت تھی۔ اور اسی لئے ہی سلف صالحین بیت اللہ کا طواف ننگے پاؤں کرتے ہیں اور قرآن کی دلالت بھی اسی بات پر ہے۔ کہ یہ جوتوں کا اتارنا اس مقام کے احترام اور تعظیم کیلئے تھا۔ پس آپ نے جوتے اتار کر وادی کے پیچھے پھینک دیئے۔

اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی (بیشک تم طوی کی مقدس وادی میں ہو) مقدس کا معنی مطہر یا مبارک۔ طوی جہاں تنوین سے آئے تو یہ وادی کا نام ہے۔ اور یہ وادی مقدس سے بدل ہے۔ شامی اور کوئی نے تنوین سے پڑھا۔ دیگر قراء نے بغیر تنوین کے پڑھا۔ اور انہوں نے بقیہ کی تاویل کی اور ابو زید نے طاء کے کسرہ اور تنوین کے بغیر پڑھا۔ ۱۳: وَاَنَا اخْتَرْتُکَ (اور میں نے تم کو پسند کر لیا ہے) یعنی نبوت کیلئے چن لیا ہے۔ قراءت: حمزہ نے اَنَا اخْتَرْتُکَ پڑھا ہے۔

فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی (جو کچھ تمہاری طرف وحی کیا جا رہا ہے اس کو غور سے سن لو) یوحی ای الیک۔ فاستمع للذی یوحی پس تم کان لگاؤ اس کو جو وحی کی گئی یا فاستمع للوحی وحی کو غور سے سنو۔ لما کہ الام استمع کے متعلق ہے یا اخترتک کے متعلق ہے۔

۱۴: اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو) یعنی مجھے اکیلا جان کر میری طاعت کرو۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ (اور میری یاد کیلئے نماز پڑھا کرو) تا کہ تم مجھے نماز میں یاد کرو کیونکہ نماز اذکار پر مشتمل ہے۔ (۲) نماز کو قائم کرو اس لئے کہ میں نے اس کا تذکرہ نماز میں کر دیا اور اس کا حکم دیا (۳) تا کہ میں تمہارا تذکرہ مدح اور ثناء کے ساتھ کروں (۴) یہ خاص میری یاد کیلئے کہ اس میں غیر کے ذکر کی ملاوٹ نہ ہو۔ (۵) تا کہ تو مجھے یاد کرنے والا بن جائے نہ کہ بھولنے والا۔ (۶) میری یاد کے اوقات میں نماز کو قائم کرو اور اوقات سے مراد وہ نمازوں کے اوقات ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً [النساء: ۱۰۳]

مَسْنُوْنَةٌ: اس آیت کو نماز کے بھول جانے کے بعد یاد آنے پر بھی محمول کیا گیا مگر یہ مفہوم اس وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ مضاف کو حذف مانا جائے۔ تقدیر اس طرح ہوگی ای لِذِکْرِ الصَّلٰوةِ اس سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ توحید کے بعد سب

سے بڑا فریضہ نماز ہے۔

۱۵: اِنَّ السَّاعَةَ اَتِيَةٌ (بیشک قیامت آنے والی ہے) بہر صورت۔ اَكَاذُ اُخْفِيْهَا (میں اس کے وقت مقررہ کو پوشیدہ رکھوں گا) اَكَاذُ کا معنی اُرِيْدُ ہے (میں چاہتا ہوں) یہ انخس سے مروی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صلہ ہے ایک قول یہ ہے کہ اخفیہا اضداد میں سے ہے اس کا معنی جبکہ خفی یخفی (ض) سے ہو تو تو اظہر ہا ہے یعنی میں اس کو ظاہر کرنے والا ہوں۔ یا چھپانے والا ہوں۔ پس میں نہیں کہوں گا کہ وہ آنے والی ہے کیونکہ میرا ارادہ اس کو چھپانے کا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا جو اس کے آنے کے متعلق اطلاعات میں موجود ہے اس کے ساتھ ساتھ کہ اس کے وقت میں حکمت کی وجہ سے عموم ہی اختیار کیا گیا ہے۔ عموم یہ کہ وہ نہیں جانتے کہ کب وہ قائم ہوگی پھر اس صورت میں وہ میری خبر کی بنا پر خوف زدہ رہیں گے۔

لِتُجْزِيَ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی (تاکہ ہر نفس کو بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی) اس کی کوشش خواہ وہ خیر سے ہو یا شر سے یہ جملہ حکم عبادت کی علت یا جملہ مستانفہ یا معترضہ ہے۔ (مترجم)

۱۶: فَلَا يَصُدُّكَ عَنْهَا (پس تم کو نہ پھیر دے قیامت سے) نمبر ۱۔ قیامت کیلئے اعمال کرنے سے تمہیں نہ روک دے۔ نمبر ۲۔ نماز قائم کرنے سے نہ روک دے۔ نمبر ۳۔ قیامت پر ایمان سے نہ روک دے۔ اس میں خطاب موسیٰ علیہ السلام کو ہے۔ اور مراد اس سے ان کی امت ہے۔ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا (وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتا) جو اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ (اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہے) اس کے حکم کی مخالفت میں فتر دہی (پس تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے)۔

۱۷: وَمَا تَلَكَ بِبَيْمِينِكَ يَسُوْسٰی (اے موسیٰ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے)۔

نَحْوُ: ما مبتدا اور تَلَكَ اس کی خبر ہے۔ اور تَلَكَ اگرچہ اشارہ بعید ہے مگر یہاں ہذہ کے معنی میں ہے۔ بَیْمِیْنُکَ یہ حال ہے۔ اس میں اشارہ کا معنی عامل ہے۔ اِی قَارَۃً یا مَآخِوْذَۃً بَیْمِیْنُکَ نمبر ۲۔ تلک موصول ہے۔ اس کا صلہ بَیْمِیْنُکَ ہے۔ اور سوال اس لئے کیا تا کہ متنبہ ہوں اور معجزے کا اظہار اس کے متعلق خوب پختگی کے بعد ہو کہ میں اندھیرے میں کہیں اکڑا ہوا سانپ تو نہیں اٹھا لایا۔ نمبر ۲۔ عادی بنانے کیلئے تاکہ اس کے بدلنے سے وہ نہ گھبرا ئیں نمبر ۳۔ مانوس کرنے کیلئے اور مکالمہ کی مصیبت کو زائل کرنے کیلئے۔

۱۸: قَالَ هٰی عَصَاۤی اَتَوَكَّلُوْا عَلَیْهَا (کہا یہ میری لاٹھی ہے اس سے ٹیک لگاتا ہوں) یعنی جب میں تھک جاتا ہوں تو اس سے سہارا لیتا ہوں۔ یا جب میں گلے کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہوں تو اس سے سہارا لیتا ہوں اور جب اترتا ہوں تب بھی اس سے سہارا لیتا ہوں۔ وَ اَهْشٰ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ (اور اس کے ذریعے اپنی بکریوں کیلئے پتے جھاڑتا ہوں) درختوں کے پتے اپنی بکریوں کیلئے جھاڑتا ہوں تاکہ وہ اس کو کھائیں۔

وَلٰی فِیْهَا مَآرِبٌ اٰخَرٰی (اور میری اس سے اور ضرورتیں بھی وابستہ ہیں)

قراءت: حفص نے وَلٰی فِیْهَا پڑھا ہے۔ مَآرِب جمع مَآرِبۃ تینوں حرکات کے ساتھ اس کا معنی ضرورت۔ اٰخَرٰی میں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اٰخَر ہو۔ اٰخَرٰی جماعت کا لحاظ کر کے کہا ہے یا آیت کے چلاؤ کی وجہ سے جیسے الکبرٰی۔ جب موسیٰ علیہ السلام

نے بعض کو بطور شکریہ کے ذکر کر دیا تو حیاتِ مخلوقات سے بچتے ہوئے باقی نعمتوں کو مجمل کر دیا۔ یا اس لئے تاکہ اللہ ان سے پوچھیں تو اس میں عظمت اور بڑھ جائے۔ دوسرے کام مندرجہ ذیل تھے۔ آپ اس سے جانوروں کو چلاتے اور دشمنوں اور درندوں سے اس کے ذریعے مقابلہ کرتے۔ اور وہ رشتی باندھ لینے سے رستی کنویں کی لمبائی کے مطابق لمبی ہو جاتی۔ اور اس کے دونوں کناروں پر ڈول لٹکائے جاسکتے اور رات کو اس کے دونوں کنارے دو شمعیں بن جاتے اور وہ آپ کے زاہد راہ کو کندھے پر رکھنے کا ذریعہ بنتا۔ اور جب اس کو گاڑ دیتے تو پسندیدہ پھل والا درخت بن جاتا اور جب اس کو گاڑ دیتے تو پانی کا چشمہ اس سے پھوٹ پڑتا جب اکھاڑ لیتے کو خشک ہو جاتا۔ اور کیڑوں مکوڑوں سے وہ ان کی حفاظت کرتا۔ اور آپ سے باتیں کرتا جواب میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اضافہ نعمت پر شکریہ کو شمار کرنے کے لئے تھا۔ یا اس بنا پر کہ وہ ایک سوال کا جواب تھا کیونکہ جب انہوں نے کہا وہ میری لاشیٰ ہے تو ان کو کہا گیا تم اس سے کیا کرتے ہو تو وہ اس کے منافع شمار کرنے لگے۔

۱۹: قَالَ اَلْقَهَا يٰمُوسٰی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ اس کو پھینک دو) تم اپنی لاشیٰ پھینک دو کہ اس سے تم فارغ ہو جاؤ جس پر تم سہارا لیتے ہو۔ اب تمہیں سکون ہماری ہی ذات سے ہوگا اور تم اس کے حقیقی فائدے دیکھو گے۔ پس مقاصد میں پھر تمہیں ہم پر اعتماد ہوگا۔

۲۰: فَالْقَهَا (تو انہوں نے اس کو پھینک دیا) فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰی (دیکھتے کہ وہ لاشیٰ ایک سانپ ہے جو دوڑ رہا ہے) یعنی تیزی سے چل رہا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بڑا سانپ بن گیا۔ جو چٹانوں اور درختوں کو نگلتا جا رہا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ہر چیز نگلتے دیکھا تو خوف زدہ ہوئے یہاں اس کو حیۃ سے اور دوسرے مقام پر ثعبان سے جبکہ وہ اژدہا کو کہتے ہیں اور تیسرے مقام پر جان سے تعبیر کیا جو باریک سانپ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حیۃ اسم جنس ہے اس کا اطلاق مذکر مونث چھوٹے بڑے سب پر آتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ پہلے اس نے باریک سانپ کی شکل اختیار کی ہو پھر اس کا جسم بڑھتے بڑھتے اژدہا بن گیا۔ پس جان بول کر پہلی حالت مراد لی گئی اور ثعبان بول کر آخری حالت مراد لی گئی یا ایک قول یہ ہے کہ وہ جسامت میں اژدہا تھا اور تیزی میں جان تھا۔ ایک قول یہ ہے اس کے دونوں جبرڑوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ تھا۔

۲۱: قَالَ خُذْهَا وَلَا تَحْضُ (کہا اس کو پکڑو اور کچھ اندیشہ نہ کرو) جب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ پکڑو اور ڈر نہیں ان کا خوف اس طرح دور ہو گیا کہ اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈال دیا اور اس کے دونوں جبرڑوں سے پکڑ لیا سَنُعِيْذُهَا (عنقریب ہم اس کو لوٹا دیں گے) سَيُرْتَهٰی الْاُولٰی (اس کی پہلی حالت میں) الاُولٰی اول کی مؤنث ہے اور سیرت اس حالت کو کہتے ہیں جس پر انسان ہو خواہ کسی ہو خواہ طبعی ہو یہ اصل میں سیر سے فعلیۃ کا وزن ہے۔ جیسے دیکھ رہے ہیں اس حالت اور طریقہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا ظرفیت کی بنا پر یہ منصوب ہے اِی سَنُعِيْذُهَا فِی طَرِیْقَتِهَا فَاَلَاوَلٰی یہاں طریقہ بمعنی اس حال کے ہے۔ جس پر وہ لاشیٰ تھی اور مطلب یہ ہے ہم اس کو عصا کی صورت میں لوٹا دیں گے جیسا کہ پہلے تھی موسیٰ علیہ السلام کو مخاطبت کے وقت یہ دکھائی گئی تاکہ اس سے وہ گھبرائیں نہیں۔ جبکہ وہ فرعون کے پاس سانپ بن جائے۔

۲۲: وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰی جَنَاحِكَ (اور ملاؤ تم اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بازو کے ساتھ) پھر دوسری آیت کے بارے میں متنبہ

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ۝

موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرا سینہ کھول دیجئے اور میرے لئے کام کو آسان فرمائیے اور میری زبان کی گرہ کھول دیجئے

يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ وَاجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ هَارُونَ أَخِي ۝ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ۝

تاکہ وہ لوگ میری بات کو سمجھیں اور میرے لئے میرے خاندان میں سے ایک وزیر بنادیں یعنی میرے بھائی ہارون کو ان کے ذریعہ میری قوت کو مضبوط کر دیجئے

وَاشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ۝ كَىٰ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۝ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ۝

اور انہیں میرے کام میں شریک کر دیجئے تاکہ ہم کثرت سے آپ کی پاکی بیان کریں اور کثرت سے آپ کا ذکر کریں۔ بلاشبہ آپ ہمیں دیکھنے والے ہیں۔

قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَمُوسَىٰ ۝

فرمایا اے موسیٰ تمہاری درخواست منظور کر لی گئی۔

کرتے ہوئے فرمایا۔ واضمم يدك الى جناحك ملاؤ تم اپنے ہاتھ کو اپنے پہلو کے ساتھ یعنی اپنے پہلو کی طرف بازو کے نیچے۔ انسان کے دونوں بازو دونوں طرف ہیں۔ اور اصل جو ہے مستعار منہ پرندے کے دو بازو ہیں۔ ان کو جناح کہا گیا کیونکہ اڑنے کے وقت وہ ان کو ہلاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اس کو اپنے بازو کے نیچے داخل کرو۔

تَخْرُجُ بَيضًا (وہ سفید ہو کر نکلے گا) مطلب یہ ہے کہ اس کی شعاعیں سورج کی شعاعوں کی طرح آنکھوں کو ڈھانپ لیں گی۔ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ (برص وغیرہ کی بیماری کے بغیر) آيَةُ الْاُخْرَىٰ (یہ ایک اور نشانی ہے) آپ کی نبوت کی صداقت پر۔

نَحْفُو: بیضاء اور آیت یہ دونوں اکٹھے حال ہیں۔ مِنْ بَيضَاءِ کا صلہ ہے جیسے کہتے ہیں ابیضت من غیر سوء اور یہ بھی درست ہے کہ آیت کا نصب فعل محذوف کی وجہ سے ہو۔ لام جس کے متعلق ہو۔

۲۳: لِنُرِيكَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْكُبْرٰی (تاکہ ہم آپ کو اپنی بڑی نشانیاں دکھائیں) یعنی یہ نشانی بھی لو اس کے بعد کہ لائٹھی کو سانپ بنایا گیا۔ تاکہ ہم ان آیات کے ساتھ اور بعض بڑی آیات دکھائیں۔ نمبر ۲۔ تاکہ آپ کو ان دونوں کے ذریعہ ہماری آیات میں سے بڑی آیات دکھائیں۔ نمبر ۳۔ یا معنی یہ ہے ہم نے یہ کیا تاکہ تمہیں اپنی بڑی آیات دکھائیں۔

۲۴: اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰی (تو فرعون کے پاس جا بیشک وہ سرکش ہو گیا) عبودیت کی حد سے تجاوز کر کے ربوبیت کے دعویٰ کی طرف بڑھ گیا۔

۲۵: جب اللہ تعالیٰ نے ان کو سرکش فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا اور ان سے انہوں نے سمجھ لیا کہ ان پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ جس کے لئے وسیع سینہ کی ضرورت ہے جس میں خوب قوت برداشت ہو۔ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي (کہا اے میرے رب تو میرے لئے میرے سینے کو کھول دے) اس کو وسیع کر دے تاکہ وہی دیگر مشقتوں کو برداشت کرے۔ اور فرعون

اور اس کے لشکر کی بدسلوکی کو سہہ سکے۔

۲۶: وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ (اور میرے لئے میرے معاملے کو آسان کر دے) رسالت کا پیغام جس کے فرعون تک پہنچانے کا مجھے حکم ملا ہے اس کو مجھ پر آسان کر دے۔

نکتہ: اور اشرح لی صدی میں اشرح صدی کی نسبت زیادہ تاکید ہے کیونکہ اس میں ایک ہی معنی کا تکرار اجمال و تفصیل دونوں طریقوں سے لایا گیا ہے۔ کیونکہ اشرح لی و یسر لی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں کوئی ایسی چیز ہے جو مشروح و میسر ہے پھر ابہام کو صدر اور امر کا ذکر کر کے رفع کر دیا۔

۲۷: وَاَحْلِلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ (اور میری زبان کی گرہ کھول دے) احلل کا معنی کھولنا آتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ تھی اس انگارے کی وجہ سے جس کو اپنی زبان پر بچپن میں رکھ لیا تھا۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ڈاڑھی کو پکڑ کر اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔ یہ بچپن کا زمانہ تھا۔ فرعون نے قتل کروانے کا ارادہ کیا اس پر آسیہ نے کہا یہ بچہ بے سمجھ ہے اے بادشاہ! اگر چاہیں تو تجربہ کر لیں۔ دو تھال منگوائے گئے ایک میں آگ کے انگارے اور دوسرے میں یا قوت سرخ۔ وہ دونوں موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیئے گئے۔ آپ نے یواقت کا قصد کیا فرشتے نے آپکا ہاتھ آگ کی طرف پھیر دیا۔ آپ نے ایک کوئلہ اٹھا کر زبان پر رکھ لیا۔ جس سے زبان جل گئی اور اس میں لکنت پیدا ہو گئی ایک روایت میں یہ ہے کہ موسیٰ کا ہاتھ جل گیا فرعون نے اس کے علاج کی بہت تگ و دو کی مگر درست نہ ہوا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دعوت دی تو فرعون نے کہا تو مجھے کس رب کی طرف دعوت دیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا اس رب کی طرف جس نے میرا ہاتھ درست کیا جس کے علاج سے تو عاجز رہا۔

تَحْوِيْلٌ: من لسانی یہ عقدہ کی صفت ہے۔ گویا اس طرح کہا: عقدہ من عقد لسانی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زبان میں لکنت باقی رہی اس کا کچھ حصہ زائل ہوا۔ مگر اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ وہ گرہ مکمل طور پر ختم ہو گئی۔

۲۸: يَفْقَهُوا قَوْلِيْ (تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں) تیری رسالت کا پیغام پہنچانے کے وقت۔

۲۹: وَاَجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا (اور میرے لئے مددگار مقرر فرما) ایسا پشت پناہ جس پر میں اعتماد کر سکوں۔

اللغة وزیر ایہ الوزر سے ماخوذ ہے جس کا معنی بوجھ ہے وزیر کو اسلئے وزیر کہتے ہیں کیونکہ وہ بادشاہ سے بوجھ اور مشقتیں اٹھاتا ہے۔ نمبر ۲۔ الوزر سے ہے جس کا معنی پناہ گاہ ہے کیونکہ بادشاہ اس کی رائے سے مضبوطی حاصل کرتا ہے اور اپنے معاملات میں اس کی پناہ حاصل کرتا اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ نمبر ۳۔ مددگار۔ اس صورت میں یہ الموازرة سے لیا گیا۔ یہ باب مفاعلہ ہے جس کا معنی باہم مدد کرنا۔

تَحْوِيْلٌ: اجعل کا مفعول اول وزیر ہے اور دوسرا مفعول من اہلی ہے۔ نمبر ۲: لِيْ وزیر ایہ دونوں مفعول ہیں۔ مِنْ اَهْلِيْ (میرے اہل ہیں)۔

۳۰: هٰرُونَ یہ وزیر کا عطف بیان ہے۔ اور آخری یہ بدل یا عطف بیان ثانی ہے۔ نمبر ۳۔ وزیر اور ہارون یہ دونوں مفعول ہیں

دوسرے کو اول پر مقدم اس لئے کیا تا کہ وزارت کے معاملہ کی اہمیت معلوم ہو۔

۳۱: اَشْدُّ بِهِ اَازِرِي (اس سے تو مضبوط کر میری کمر کو) میری پشت کو اس سے مضبوط کر دے۔ نمبر ۲۔ الازر توت کو کہا جاتا ہے یعنی میری توت مضبوط کر دے۔

۳۲: وَاَشْرِكُهُ فِيْ اَمْرِی (اور اس کو میرے اس کام میں شریک کر دے) اس کو میری نبوت و رسالت میں شریک بنا۔
قراءت: شانی نے اَشْدُّ وَاَشْرِكُهُ کو نفس حکایت کے طور پر جواب قرار دیکر پڑھا۔ جبکہ دیگر قراء نے دعا اور سوال کے طور پڑھا۔

۳۳: كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا (تا کہ ہم تیری کثرت سے تسبیح بیان کریں) تیرے لئے نماز پڑھیں اور تسبیح کرتے ہوئے تیری پاکیزگی بیان کریں۔

۳۴: وَنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا (اور تیری بہت یاد کریں) نمازوں میں اور نمازوں سے باہر۔

۳۵: اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا (بیشک تو ہمیں دیکھنے والا ہے) ہمارے حالات سے بخوبی واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر ان کا جواب مرحمت فرمایا:

۳۶: قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُوْلَكَ بِمُوْسٰی (کہا اے موسیٰ تمہارا سوال تمہیں دیدیا گیا) جو تم نے مانگا وہ عنایت کر دیا گیا۔
اللغة: السؤل طلب کو کہا جاتا ہے اس کا وزن فعل ہے اور بمعنی مفعول ہے جیسا کہ خبز بمعنی مخبوز آتا ہے۔ (اکل بمعنی ماکول)

قراءت: ابو عمرو نے سؤل کو بلا ہمزہ پڑھا ہے۔

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ۖ اِذْ اَوْحَيْنَا اِلٰی اُمِّكَ مَا يُوحٰی ۚ اِنْ اَقْذِفْهِ

اور اے موسیٰ ہم نے تم پر ایک مرتبہ اور بھی احسان کیا جبکہ ہم نے تمہاری والدہ کے دل میں وہ بات ڈالی جو انہیں بتائی جا رہی تھی۔ وہ یہ کہ تم اسے ایک صندوق میں

فِی التَّابُوْتِ فَاَقْذِفْهِ فِی الْیَمِّ فَلِیُلْقَیْہِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْہُ عَدُوٌّ لِّی

رکھ دو۔ پھر اس صندوق کو سمندر میں ڈال دو۔ پھر سمندر اسے کنارے پر ڈال دے گا۔ اس وقت اسے وہ شخص پکڑ لے گا جو میرا بھی دشمن ہے

وَعَدُوٌّ لِّہٖ ط وَالْقِیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ؕ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ ۚ اِذْ تَمْشِیْ اُخْتُکَ

اور اس کا بھی اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔ جب تمہاری بہن چلتی ہوئی آئی

فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَنْ یَّکْفُلُہٗ ط فَرَجَعْنَاکَ اِلٰی اُمِّکَ کِیْ تَقْرَعِیْنِہَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ

پھر وہ کہنے لگی کیا میں تمہیں ایسا خاندان نہ بتا دوں جو اس کی پرورش کا ذمہ دار ہو جائے پھر ہم نے تمہیں تمہاری والدہ کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰکَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَّکَ فِتْنٰوْنَا ؕ فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْ اٰہِلٍ

اور تم نے ایک جان کو قتل کر دیا تھا پھر ہم نے تمہیں غم سے نجات دی اور ہم نے تمہیں سختیوں میں ڈالا۔ پھر تم اہل مدین میں کئی سال

مَدِیْنَةٍ ثُمَّ رَجَعْتَ عَلٰی قَدَرٍ مَّوْسٰی ؕ

رہے پھر تم اے موسیٰ ایک خاص وقت پر چلے آئے۔

۳۷: وَلَقَدْ مَنَّا (اور ہم احسان کر چکے) انعام کر چکے عَلَیْكَ مَرَّةً (تم پر ایک مرتبہ) ایک بار اُخْرٰی (دوسری) اس سے پہلے۔ اس کی وضاحت فرمائی۔

ولادت کے وقت احسانات کا تذکرہ:

۳۸: اِذْ اَوْحٰیْنَا اِلٰی اُمِّکَ مَا یُوحٰی (جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات بتلائی جو الہام سے بتانے کی تھی) وحی کا معنی یہاں الہام ہے۔ نمبر ۲۔ خواب۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ فرعون تیرے ہم مثلوں کو قتل کر رہا تھا۔ اذ یہ مناسبت کا ظرف ہے۔ پھر ما یوحٰی کی تفسیر اس ارشاد سے فرمائی۔

۳۹: اَنْ اَقْذِفْہِ (اس کو تو رکھ) ڈال دو فی التَّابُوْتِ (صندوق میں) ان مفسرہ ہے کیونکہ وحی یہاں قول کے معنی میں ہے۔ فَاَقْذِفْہِ فِی الْیَمِّ (پھر اس کو ڈال دو دریا میں) یعنی دریائے نیل میں۔ فَلِیُلْقَیْہِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ (پس موسیٰ کو دریا کنارے پر لے آئے گا)۔

اللغة: الساحل۔ جانب کو کہتے ہیں اس کو ساحل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ پانی اس کو چھیلتا ہے۔

نکتہ: امر کا صیغہ ماقبل کی مناسبت سے لایا گیا مگر وہ خبر کے معنی میں ہے۔ یعنی یلقیہ الیم بالساحل۔ دریا اس کو ساحل پر لا ڈالے گا۔ یَا خُذْهُ عَدُوُّ لِّیْ وَعَدُوُّ لَکَ (اس کو ایسا شخص لے لے گا۔ جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے) مراد اس سے فرعون ہے اور تمام ضما ز موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہیں۔ بعض ضما ز موسیٰ علیہ السلام اور بعض کو تابوت کی طرف لوٹانے سے نظم میں متاخر پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ مقذوف فی البحر اور الملقى الی الساحل تابوت ہی ہے۔ لیکن تابوت کے اندر تو موسیٰ علیہ السلام ہیں (اور اصل مقصود وہی ہیں)

روایت میں ہے کہ تابوت میں دھنکی ہوئی روئی رکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو اس میں رکھا گیا تھا اور صندوقچہ کو تار کول لگائی گئی تھی پھر اس کو دریا کے حوالہ کیا گیا تھا۔ دریائے نیل کی ایک بڑی نہر فرعون کے باغ کی طرف جاتی تھی۔ فرعون اپنے باغ میں ایک تالاب کے کنارے آسیہ ملکہ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اچانک صندوقچہ پر نظر پڑی۔ فرعون نے اس کو نکالنے کا حکم دیا۔ اس کو نکال کر کھولا گیا ایک خوبصورت بچہ پایا۔ جس کا چہرہ جمال و صباحت سے مزین تھا۔ فرعون کو دیکھتے ہی اس بچے سے شدید محبت پیدا ہو گئی اس بات کو اس ارشاد میں ذکر کیا گیا۔

وَالْقِیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ (میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈالی) مَنِّیْ یہ الْقِیْتُ کے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہوا میں نے تمہیں محبوب بنالیا۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں دل بھی اسی کو چاہتے ہیں۔ پس ان کو جو کوئی دیکھتا وہ ان سے محبت کرنے لگتا۔ قَادَہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی اس قدر ملاحظت تھی کہ جو بھی ان کو دیکھتا ان سے محبت کرنے لگتا۔

وَلْتَصْنَعْ عَلٰی عَیْنِیْ (تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ) وَلْتَصْنَعْ کا عطف محذوف پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وَالْقِیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً لِّتَحِبَّ وَلْتَصْنَعْ میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی تاکہ تجھے محبوب بنایا جائے اور تیری پرورش کی جائے۔ علی عینی ہماری نگرانی میں تمہاری تربیت ہو۔ اور یہ اصل میں صنع الفرس سے لیا گیا۔ اچھی دیکھ بھال کی اور حسن سلوک سے پیش آیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہاری نگرانی اور نگہبانی کرنے والے ہیں جس طرح کوئی آدمی اس چیز کی نگرانی کرتا ہے جس کی طرف خاص متوجہ ہو۔ وَلْتَصْنَعْ لام کے سکون اور جزم سے مراد یہ ہے کہ یہ امر ہے۔

۴۰: اِذْ تَمْشِیْ (جب چلتی ہوئی آئی) یہ اِذْ اَوْحِیْنَا سے بدل ہے کیونکہ بہن کا چل کر آنا یہ بھی موسیٰ علیہ السلام پر احسان تھا۔ اُخْتُکَ فَتَقُولُ هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَنْ یَّکْفُلُہُ (تمہاری بہن۔ پس وہ کہہ رہی تھی کیا میں تم کو ایسی عورت کا پتہ بتا دوں جو اس کو پالے) روایت میں ہے کہ ان کی بہن مریم ان کی اطلاع معلوم کرنے کیلئے آئیں تو اس کا سامنا ایسے لوگوں سے ہو گیا جو ایسی دودھ پلانے والی عورت ڈھونڈ رہے تھے۔ جس کے دودھ کو وہ بچہ قبول کر لے۔ اب تک موسیٰ علیہ السلام نے کسی عورت کا دودھ قبول نہ کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ تمہیں ایسے لوگ نہ بتلا دوں جو اپنے ہاں رکھ کر اس کی تربیت کریں اور اس سے ان کی مراد دودھ پلانے والی عورت تھی۔

وجہ: فعل کو مذکر لانا مَن کی رعایت کرتے ہوئے ہے۔ انہوں نے مریم کی بات سن کر ہاں میں جواب دیا۔ اور اس کو مريض کے بلوا لانے کا حکم دیا۔ وہ اپنی والدہ کو لے آئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے دودھ کو قبول کر لیا۔ اسی بات کا ذکر اس ارشاد میں فرمایا۔

فَوَجَعْنَاكَ لِأَسْمَاءَ ابْنَةِ مُلْكِهَا (تمہاری ماں کی طرف۔) جیسا کہ ہم نے اس کا وعدہ اپنے اس قول سے کیا۔ انا رادوہ الیک۔ [القصص: ۷] سَکَى تَقَرَّرَ عَيْنُهَا (تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو) تمہارے اس کے ہاں قیام کی وجہ سے۔ وَلَا تَحْزَنْ (اور وہ غمگین نہ ہو) تمہاری جدائی پر۔

قبطی کا قتل اور پھر مدین جانا:

وَقَتَلْتَ نَفْسًا (اور تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا) ایک قبطی کافر کو۔ فَجَنَيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ (پس ہم نے تمہیں غم سے نجات دی) یعنی قصاص سے۔ دوسرا قول یہ ہے الغم کا لفظ لغت قریش میں قتل کے معنی میں آتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے آپ کو قتل پر اللہ تعالیٰ کی سزا کے خوف کا غم طاری تھا۔ اور فرعون کے قصاص لینے کا بھی غم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کے استغفار کی وجہ سے بخش دیا۔ استغفار اس طرح تھا قال رب انی ظلمت نفسی فاغفر لی اور فرعون سے بچا کر مدین میں پہنچا دیا۔ وَفْتَنَّاكَ فُتُونًا (اور تمہیں آزمایا آزمانا) ہم نے تمہاری اس طرح آزمائش کی کہ تمہیں مشقتوں میں ڈالا اور پھر ان سے نکالا۔

اللغة: الفتون یہ القعود کی طرح مصدر ہے نمبر ۲۔ یہ فتنہ کی جمع ہے۔ ای فتناک ضروراً من الفتن اور الفتنة مشقت کو کہتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائے وہ فتنہ ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے ونبلونکم بالشر والخیر فتنۃ [الانبیاء: ۳۵]

فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ (پس تم ٹھہرے کئی سال اہل مدین میں) یہ مدین شعیب علیہ السلام کا شہر ہے۔ یہ مصر سے آٹھ مراحل پر واقع ہے۔ بقول وہب کے شعیب علیہ السلام کے پاس ۲۸ سال ٹھہرے۔ دس سال تو اپنی بیوی صفوراء کا مہر تھا۔ اور ۱۸ سال اس کے بعد ان کے ہاں قیام کیا یہاں تک کہ ان کے ہاں اولاد ہو گئی۔ ثُمَّ جِئْتَ عَلَى قَدَرٍ يَمُوسَى (پھر تم ایک خاص وقت پر آئے) وعدہ کا وقت اور وہ مقدار جو رسالت کیلئے مقدر تھی۔ وہ چالیس سال کی عمر تھی۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ۚ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاُخُوْكَ بِاَيَّتِيْ وَلَاتْتَبِئَا فِيْ ذِكْرِيْ ۚ اِذْهَبَا

اور تمہیں نے تمہیں اپنے لئے منتخب کر لیا تم اور تمہارا بھائی میری نشانیاں لے کر جاؤ اور دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا تم دونوں فرعون کی طرف

اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ۚ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٖ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰی ۚ قَالَ اَرَبَيْنَا

چلے جاؤ بے شک وہ سرکش اختیار کئے ہوئے ہیں پھر تم دونوں اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا ہو سکتا ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے دونوں نے عرض کیا کدے ہمارے رب

اِنَّا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰی ۚ قَالَ لَا تَخَافَا اِنِّیْ مَعَكُمْ اَسْمَعُ

بلاشبہ ہمیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا سرکشی کرنے پر اتر آئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں مت ڈرو بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں

وَاَرٰی ۚ فَاتَّبِعْهُ فَقُوْلَا اِنَّا رُسُوْلُ رَبِّكَ فَارْسِلْ مَعَنَا بَنٰیۤ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَلَا تَعْذِبْهُمْ

اور دیکھتا ہوں سو تم اس کے پاس پہنچ جاؤ اور اس سے کہو کہ بلاشبہ ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں سو تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور تو انہیں تکلیفیں نہ دے۔

قَدْ جِئْنَاكَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی ۚ اِنَّا قَدْ اَوْحٰی اِلَيْنَا

ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے بلاشبہ ہماری طرف وحی کی گئی ہے

اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلٰی ۚ

کہ اس پر عذاب ہے جو جھٹلائے اور روگردانی کرے۔

۳۱: وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (اور میں نے تمہیں اپنے لئے منتخب کر لیا) چن لیا۔ اور اپنی وحی اور رسالت کیلئے تمہارا انتخاب کر لیا تاکہ تم میرے ارادہ اور محبت کے مطابق کام کرو۔

زجاج کہتے ہیں میں نے تمہیں اپنے کام کیلئے چنا۔ اور تمہیں اپنی محبت کو قائم کرنے والا بنایا۔ اور اپنے اور مخلوق کے درمیان واسطہ بنایا تاکہ میرا خطاب سن کر مخلوق کو پہنچاؤ۔ گویا میں نے تمہارے ذریعہ ان پر حجت قائم کر دی اور ان کو براہ راست مخاطب کیا۔ ۳۲: اِذْهَبْ اَنْتَ وَاُخُوْكَ بِاَيَّتِيْ (تم اور تمہارا بھائی میرے معجزات لے کر جاؤ) آیات سے یہاں معجزات مراد ہیں۔ وَلَا تَبِئَا (اور تم دونوں سستی نہ کرنا) تھکنا، سستی کرنا۔ یہ الونی سے ہے جس کا معنی کمی اور تھکاوٹ ہے۔

فِيْ ذِكْرِيْ: (میری یاد میں) تم دونوں میری یاد کو اپنے دوپروں بناؤ جس سے تم نے پرواز کرنا ہے۔ ۲: الذکر سے مراد تبلیغ رسالت ہے۔ ذکر کے لفظ کا اطلاق تمام عبادات پر ہوتا ہے اور تبلیغ رسالت تو عظیم ترین عبادات میں سے ہے۔

۳۳: اِذْهَبَا اِلٰی فِرْعَوْنَ (تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ) یہ دوبارہ لائے کیونکہ اول مطلق ہے۔ اور ثانی مقید ہے۔ اِنَّهٗ طَغٰی (بیشک وہ سرکش ہو گیا) ربوبیت کا دعویٰ کر کے حد سے تجاوز کیا ہے۔

۳۴: فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا (پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا) تم دونوں اس سے مطابقت سے بات کرنا۔ اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام پر اس کا حق تشریت تھا۔ نمبر ۲۔ اس کو کنیت سے بلانا۔ اس کی تین کنیتیں تھیں۔

نمبر ۱۔ ابوالعباس نمبر ۲۔ ابوالولید۔ نمبر ۳۔ ابومرۃ

نمبر ۳۔ اس کو ایسی جوانی کا وعدہ کرنا جس کے بعد بڑھا پانہیں اور ایسی بادشاہی جو اس سے موت کے علاوہ چھینی نہ جائے گی۔ نمبر ۴۔ یا اس سے وہ ارشاد مراد ہے جو دوسرے مقام پر ہے۔ هل لك الى ان تزكى واهدبك الى ربك فتخشى كلام کا ظاہر استفہام اور مشورہ ہے۔

لَعَلَّه يَتَذَكَّرُ (شاید کہ وہ نصیحت پذیر ہو جائے) نصیحت قبول کر لے اور غور و فکر کرے پھر حق کا یقین کر لے۔ اَوْ يَخْشَى (یا وہ ڈر جائے) یعنی وہ اس بات سے ڈرے کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ تم دونوں بیان کر رہے ہو۔ اس صورت میں اس کا انکار ہلاکت کے مترادف ہے۔

نکتہ: یہاں لعلہ يتذكر فرمایا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ نصیحت قبول نہ کرے گا۔ کیونکہ ترجی علم و رجاء دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ اس طرح ہوگا۔ اذہبا علی رجائکمما وطمعکمما تم اپنی امید اور توقع کے ساتھ جاؤ۔ اور تم حکم کو اس انداز سے انجام دو کہ جس طرح وہ شخص ادا کرتا ہے۔ جس کو توقع ہے کہ اس کا علم فائدہ دے گا۔ اور رہی یہ بات کہ جب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ ہرگز ایمان نہ لائے گا تو ارسال رسل کا فائدہ کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ اتمام حجت اور قطع معذرت بطریق اسباب مقصود ہے (باقی حکمتوں سے واقف ہے جس کی یہ کائنات ہے کہ یہ مزید کی مجال نہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ لعلہ يتذكر کا معنی یہ ہے کہ لعلہ يتذكر متذکر او یخشی خاش کہ شاید کوئی نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت پائے اور ڈرنے والا ڈر جائے۔ چنانچہ اس طرح بہت سے لوگوں کے سلسلہ میں واقع ہوا جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے۔ اور ایک قول ہے کہ لعلہ يتذكر کی ذات کیلئے جب آئے تو وجوب کو ظاہر کرتا ہے۔ اور یقیناً اس کو نصیحت تو آگئی لیکن اس وقت اس کو نصیحت نے فائدہ نہ دیا۔ (کیونکہ قبول نہ کیا)۔ قول آخر یہ ہے فرعون نے نصیحت حاصل کی اور ڈر گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا ارادہ کر لیا۔ مگر اس کو ہامان نے روک دیا۔ اور فرعون اپنے کسی معاملہ کا فیصلہ اس کے بغیر نہ کرتا تھا۔

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو وہ زار و قطار رونے لگے اور عرض کیا اے اللہ یہ تیری نرمی تو اس شخص کے ساتھ ہے جو اپنے بارے میں کہتا ہے انا اللہ (کہ میں معبود ہوں) اس کے ساتھ تیری نرمی کا معاملہ کیا ہوگا۔ جو کہتا: انت الہ لہ (کہ تو میرا معبود ہے) اور یہ تیری نرمی اس کے ساتھ ہے جو کہتا ہے۔ انا ربکم الاعلیٰ اس کے ساتھ کتنی مہربانی ہوگی جو کہتا ہے سبحان ربی الاعلیٰ۔

۳۵: قَالَا رَبَّنَا اِنَّا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا (موسیٰ و ہارون نے کہا اے میرے رب ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ کہیں ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے) سزا میں جلد بازی کرے یفرط سے الفارط ہے کہا جاتا ہے فرط علیہ۔ اے عجل جلدی کی اَوْ اَنْ يَّطْغٰی (یا وہ سرکشی نہ کرنے لگے) ہمارے ساتھ بدسلوکی میں حد سے تجاوز نہ کرے۔

۳۶: قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں اندیشہ نہ کرو میں تم دونوں کے ساتھ یقیناً ہوں) یعنی تمہارا محافظ و مددگار ہوں۔ اَسْمَعُ (میں سنوں گا) تمہارے اقوال کو و اَدِی (اور میں دیکھتا ہوں) تمہارے افعال کو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسمع میں سننے والا ہوں تمہاری دعاؤں کو ان کو قبول کروں گا۔ وادی (میں دیکھنے والا ہوں) جو تمہارے خلاف ارادہ کیا جائے پس میں رکاوٹ ڈالنے والا ہوں میں تمہارے احوال سے بے خبر نہیں تم پر واہ نہ کرو۔
دو بنیادی مطالبات اور ان کے پیش کرنے کا طریقہ:

۳۷: فَأْتِيَهُ (پس تم دونوں جاؤ) فرعون کے پاس فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ (پس تم دونوں کہو ہم تیرے رب کے قاصد ہیں) تیری طرف فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَٰئِيلَ (پس تو بھیج ہمارے ہمراہ بنی اسرائیل کو) ان کو غلامی سے آزاد کرو۔ وَلَا تَعَذِّبْهُمْ (اور ان کو تکلیفیں مت پہنچا) دشوار ترین مشقت کے کام لے کر۔ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ (ہم تیرے پاس معجزہ لے کر آئے ہیں) آیت یہاں دلیل نبوت یعنی معجزے کیلئے استعمال ہوا۔ مِنْ رَبِّكَ (تیرے رب کی طرف سے) اس کی سچائی پر جو ہم نے دعویٰ کیا۔ یہ جملہ اِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ کیلئے بمنزلہ بیان اور تفسیر کے ہے۔ کیونکہ دعوائے رسالت دلیل سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور آیت سے یہی دلیل نبوت کا لانا ہی مقصود ہے۔ فرعون نے یہ منکر کہا وہ دلیل کیا ہے پس آپ نے اپنا دست اقدس بغل سے نکالا تو اس سے شعاع آفتاب کی طرح شعاعیں نکل رہی تھیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی (اور جو سیدھی راہ پر چلے اس کے لئے سلامتی ہے) یعنی عذاب سے وہ سلامتی پاسکتا ہے جو اسلام لے آئے۔ یہ سلام تحیہ نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان ملائکہ کا سلام ہے جو ہدایت پانے والوں پر جنت میں خازن ہیں۔

۳۸: اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَا اَنَّ الْعَذَابَ (ہمارے پس یہ وحی کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب) دنیا اور آخرت میں عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلٰی (اس شخص پر ہوگا جس نے تکذیب کی اور منہ پھیرا) رسولوں کو جھٹلایا اور ایمان سے اعراض اختیار کیا۔

قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمَا يُمُوسَىٰ ۖ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ۝۴۹

فرعون نے کہا تو تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ! موسیٰ نے کہا کہ ہمارا رب وہی ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش عطا فرمائی پھر راہ بتائی۔

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ۝۵۰ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا

فرعون نے کہا تو پرانی جماعتوں کا کیا حال ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے۔ میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور

يَنْسَى ۝۵۱ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَوَسَّلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا وَأَنْزَلَ مِنَ

نہ بھولتا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا اور اس میں تمہارے لئے راستے بنا دیئے اور اس نے آسمان سے

السَّمَاءِ مَاءً فَآخَرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتَّىٰ ۝۵۲ كُلُّ وَارِعٍ مِّنَ الْأَنْعَامِ إِن فِي

پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ مختلف قسم کے نباتات پیدا کئے۔ کھاؤ اور مویشیوں کو چراؤ بلاشبہ اس میں

ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْأُولَىٰ ۝۵۳ مِّنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ۝۵۴

عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اس میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوسری بار نکالیں گے۔

قرآن میں ارجی آیت:

یہ قرآن میں ارجی آیت قرار دی گئی کیونکہ جنس سلام کو مؤمن کیلئے مخصوص کیا اور جنس عذاب کو مکذب کیلئے مخصوص کیا اور جنس کے بعد کوئی چیز رہ جاتی ہے۔ تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور فریضۂ رسالت ادا کرو۔ چنانچہ دونوں نے وہ کہا جس کا حکم ملا تھا۔

فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا آغاز:

۴۹: قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمَا يُمُوسَىٰ (فرعون نے کہا اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟) اس نے دونوں کو اولاً مخاطب کیا پھر ایک کا نام لے کر آواز دی کیونکہ موسیٰ نبوت میں اصل تھے اور ہارون علیہ السلام ان کے تابع تھے۔

دلائل توحید:

۵۰: قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شئی کو اس کے مناسب بناوٹ عنایت فرمائی۔) خلقہ یہ اعطی کے دو میں سے پہلا مفعول ہے یعنی اعطی خلقہ کل شئی یحتاجون الیہ ویرتفقون بہ اس نے بناوٹ دی ہر چیز کو ایسی جس کے وہ ضرورت مند اور جس سے وہ فائدہ اٹھانے والے ہیں نمبر ۲۔ دو میں سے دوسرا مفعول ہے۔ ہر شئی کو اس کی وہ شکل و صورت دی جو اس کے منفعت و مقصد کے مطابق ہے جیسا کہ آنکھ کو وہ ہیئت دی جو بصارت کے مطابق ہے اور کان کو وہ شکل دی جو سننے کے مناسب تھی اور اسی طرح ناک پاؤں ہاتھ ہر ایک ان میں سے مقررہ

منفعت کے عین مطابق ہے۔

قراءت: نصیر نے خَلَقَہ پڑھا ہے انہوں نے مضاف کی صفت قرار دیا یا مضاف الیہ کی۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ مَخْلُوقٍ عِطَاءً۔ ثُمَّ هُدٰی (پھر اس کی راہنمائی کی) بتلا دیا کہ جو کچھ دنیا کی معیشت کیلئے ہے کس طرح اس سے فائدہ اٹھائے اور عقبی کی سعادت کیونکر حاصل کرے۔

۵۱: قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولٰٓئِی (فرعون نے کہا پھر اقوام سابقہ کا کیا حال ہوا) گزری ہوئی اقوام کا کیا حال ہے؟ اور اقوام پارینہ کا کیا معاملہ ہے۔ فرعون نے قرون متقدمہ کی حالت پوچھی کہ کون ان میں بد بخت ہے اور کون خوش نصیب۔

۵۲: قَالَ (موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا۔) عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ کِتَابٍ (ان کا علم میرے رب کے پاس دفتر میں محفوظ ہے) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے۔

مَحْجُوظٌ: عَلِمَهَا مبتدا اور عند ربی خبر ہے اور فی کتاب دوسری خبر ہے۔ آپ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ یہ غیب کے متعلق سوال ہے جو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ میں تو اس کا ایک بندہ ہوں۔ مجھے تو اتنا ہی علم ہے جتنا علام الغیوب نے اطلاع دی ہے اور اہل زمانہ سابقہ کے حالات کا علم لوح محفوظ میں درج ہے۔ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ (میرا رب نہ غلطی کرتا ہے) کوئی چیز اسے فراموش نہیں ہو سکتی۔ کہا جاتا ہے ضللت الشیء جبکہ اس کی جگہ بھول جائے اور اس جگہ کی طرف راہ نہ ملے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کی سعادت و شقاوت میں خطا نہیں کرتا۔ کہ جس کو سعید بنانا ہو اس کو شقی اور شقی کو سعید بنادے۔ وَلَا یَنْسِی (اور نہ بھولتا ہے) ان کے ثواب و عقاب کو نہیں بھولتا۔ نمبر ۲۔ جو وہ جانتا ہے اس کو وہ نہیں بھولتا کہ کتاب سے اس کو دیکھنا پڑے۔ کتاب تو اس لئے ہے تاکہ ملائکہ کو معلوم ہو جائے کہ مخلوق کا معمول اس کے معلوم کے موافق ہے۔

۵۳: الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا (وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش کی طرح بنایا)

مَحْجُوظٌ: رَبِّیْ کی صفت ہونے کی وجہ سے الَّذِیْ مرفوع ہے۔ نمبر ۲۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نمبر ۳۔ مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔

قراءت: کوئی وغیرہ نے مَهْدًا کو مِهْدًا پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغات ہیں۔ بچھونے اور بچھانے کی چیز کیلئے بولتے ہیں۔ وَ سَلَکَ (اور اس نے چلائے) یعنی بنائے۔ لَکُمْ فِیْہَا سُبُلًا (تمہارے لئے راستے) وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً (اور اس نے آسمان سے بارش اتاری) فَأَخْرَجْنَا بِہِ (پس اس پانی سے ہم نے نکالا) اُشْجَرَ حِیْثُ رِیِّہِ (جہاں پانی کی طرف لوٹتی ہے)۔ کلام میں تفنن پیدا کرنے کیلئے غیبت سے کلام کا رخ متکلم کی طرف موڑ دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام پورا ہو چکا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق فَأَخْرَجْنَا بِہِ سے اطلاع دی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ یعنی ہم کھیتی کر کے اور اس کو پانی دے کر نکالتے ہیں۔ اَزْوَاجًا (اقسام) مِّنْ نَّبَاتٍ (نباتات کی)

مَحْجُوظٌ: نبات مصدر ہے اور اُگنے والی چیز کا نام اس سے رکھ دیا اس میں مصدر کی وجہ سے واحد و جمع برابر ہیں۔

شَتَّى مختلف نمبراً۔ یہ ازواج کی صفت ہے۔ نمبر ۲۔ نبات کی صفت ہے یہ شتیت کی جمع ہے جیسے مریض، مرضی، مطلب یہ ہوگا کہ نبات نفع، ذائقہ، رنگت، خوشبو، شکل میں مختلف ہیں۔ بعض لوگوں کے استعمال کیلئے جبکہ دوسری حیوانات کے کام آتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ایک اور انعام ملاحظہ کریں کہ ہمارے ارزاق چوپایوں کے کام سے حاصل ہوتے ہیں اور انکا چارہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو بنایا ہے جو ہماری حاجات سے فاضل اور بچی ہوئی ہیں۔ جن کو کھانے کی قدرت قائلین میں بھی نہیں ہے۔

۵۳: كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ (تم کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو کھلاؤ)

تَحْفُوفٌ: یہ آخر جنا کی ضمیر سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے ہم نے مختلف اقسام کی نبات نکالیں اس حال میں کہ ان سے انتفاع کی اجازت دی۔ بعض کا خود کھانا مباح کیا اور دیگر کا اپنے جانوروں کو کھلانا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) جس کا میں نے تذکرہ کیا لَاٰیٰتٍ (البتہ نشانات) ہیں یعنی دلائل ہیں۔ لَاُوْلٰی النَّهٰی (عقل مندوں کیلئے) النهی جمع ہے اور اس کا واحد نُهٰیۃ ہے نمبر ۱۔ اس کو اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ ممنوعات سے روکتی ہے نمبر ۲۔ معاملات میں اسی کی طرف انتہاء ہوتی ہے۔

سہولیات انسانی اور زمین:

۵۵: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ (اور ہم نے تم کو زمین سے پیدا کیا) یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو دوسرا قول ہر نطفہ کو دفن والی جگہ کی تھوڑی سی مٹی میں گوندھا جاتا ہے پھر مٹی اور نطفہ کو ملا کر اس کے جسم کی تخلیق کی جاتی ہے۔ تیسرا قول نطفہ غذاؤں کا نچوڑ ہے اور وہ غذائیں زمین ہی سے نکلی ہیں۔ وَفِیْهَا نُعِیْذُكُمْ (اور اسی میں ہم تم کو لوٹائیں گے) جبکہ تم مر کر دفن ہو گے وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ (اور اسی سے تم کو نکالیں گے) بعث کے وقت تَارَۃٌ اٰخِرٰی (دوسری مرتبہ) نکالنے سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کے متفرق اجزاء جو مٹی میں مل چکے تھے ان کو از سر نو جمع کر کے جوڑ دیا جائے گا اور سابقہ صورت زندہ کر کے پہنادی جائیگی اور محشر کی طرف ان کو نکالا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی جو سہولیات زمین سے متعلق ہیں ان کو شمار فرمایا۔ نمبر ۱۔ کہ اس کو فرش اور بچھونے کی طرح بنایا کہ جس پر آتے جاتے ہیں۔ نمبر ۲۔ ان کے لئے راستوں کو درست کر دیا جن میں اپنی مرضی سے چلتے ہیں۔ نمبر ۳۔ اس میں مختلف قسم کی وہ نباتات اگا دیں جن میں انسانوں کی خورک اور ان کے چوپائیوں کا چارہ اگا دیا۔ زمین ہی ان کی وہ اصل ہے جس سے انہوں نے پرورش پائی اور ان کی وہ ماں ہے جس سے ان کو پیدا کیا گیا۔ نمبر ۴۔ اور زمین ہی وہ ہے جو موت کے بعد ان کو سمیٹتی ہے۔

وَلَقَدْ آرَيْنَا آيَاتِنَا كُلَّهَا فكَذَّبَ وَابَىٰ ۝۵۶ قَالَ اجْعَلْنَا لِنُخْرِجَنَّا مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ

اور البتہ ہم نے فرعون کو اپنی تمام نشانیاں دکھائیں سو اس نے جھٹلایا اور انکار کیا وہ کہنے لگا کہ اے موسیٰ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جلاو کے ذریعہ ہماری سرزمین سے

يُمُوسَىٰ ۝۵۷ فَلَنَأْتِيَنَّكَ بِسِحْرِ مِثْلِهِ فَأَجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا

توکل دے سو ہم بھی تیرے مقابلہ میں اسی جیسا جلاو لے آئیں گے سو تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر دے نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ تو اس عرض

أَنْتَ مَكَانًا سَوَىٰ ۝۵۸ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝۵۹ فَتَوَلَّىٰ

کے لئے ایک ہموار میدان مقرر کر دے موسیٰ نے کہا کہ تم سے زینت کے دن وعدہ ہے اور یہ بات بھی ہے کہ لوگ ایسے وقت میں جمع ہوں جب دن چڑھ جائے اس کے بعد فرعون واپس ہوا

فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ أَتَىٰ ۝۶۰ قَالَ لَهُمُ مُوسَىٰ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَيَّ اللَّهُ كَذِبًا

پھر اس نے اپنے مکر کا سامان جمع کیا پھر وہ آگیا موسیٰ نے ان سے کہا ہلاکت ہے تمہارے لئے اللہ پر جھوٹ افتراء مت کرو

فَيُسْحِتَكُم بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنْ افْتَرَىٰ ۝۶۱ فَتَنَّا زَعَمُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ وَأَسْرُوا

ورنہ وہ تمہیں ایسا عذاب دے گا کہ تمہیں بالکل ہی ختم کر دے گا اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام ہی رہتا ہے پھر انہوں نے اپنی اپنی رائے میں اختلاف کیا اور چپکے چپکے مشورہ

النَّجْوَىٰ ۝۶۲ قَالُوا إِنْ هَذَانِ لَسِحْرَانِ يُرِيدَانِ أَنْ يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا

کرتے رہے کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ دونوں جلاو گر ہیں۔ دونوں چاہتے ہیں کہ اپنے جلاو کے ذریعہ تم لوگوں کو تمہاری سرزمین سے نکل دیں

وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثَلَّىٰ ۝۶۳ فَاجْمَعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ أَتَتْهُمَا أَصْفَاءُ وَقَدْ أَفْلَحَ

اور تمہارے عمدہ طریقے کو ختم کر دیں۔ لہذا اب تم سب اپنی تدبیر کا انتظام کرو پھر صف بنا کر آ جاؤ اور جو غالب ہو آج

الْيَوْمَ مَن اسْتَعْلَىٰ ۝۶۴

وہی کامیاب ہوگا۔

نشانات :

۵۶: وَلَقَدْ آرَيْنَا آيَاتِنَا كُلَّهَا (ہم نے اس کو اپنی ساری نشانیاں دکھائیں) آرینا کی ضمیر فرعون کی طرف جاری ہے۔ آیات سے یہ نو آیات مراد ہیں نمبر ۱۔ عصا نمبر ۲۔ ید بیضاء نمبر ۳۔ سمندر کا پھٹنا۔ نمبر ۴۔ پتھر کا پھٹنا۔ نمبر ۵۔ مکڑی یعنی ٹڈی دل۔ نمبر ۶۔ جوئیں۔ نمبر ۷۔ مینڈک نمبر ۸۔ خون۔ نمبر ۹۔ پہاڑ کا اکھڑ کر ٹکنا۔ فُكِّدَ (پس اس نے جھٹلایا) ان آیات کو وابی (اور حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا) یعنی ایمان و اطاعت سے انکار کر دیا۔

فرعون کا خوف اور جادو گروں کے مقابلہ کی تیاری:

۵۷: قَالَ أَجْتَنَّا لِتُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يَمْوُسَىٰ (کہنے لگا اے موسیٰ کیا تو اس لئے ہمارے پاس آیا ہے تاکہ تو اپنے سحر سے ہم کو ہماری سرزمین سے نکال دے) قال کا قائل فرعون اور ارضنا سے مراد سرزمین مصر ہے۔
نکتہ: یہ آیت بتلا رہی ہے کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام سے بہت ڈر گیا اور بِسِحْرِكَ کہہ کر بہانہ لگایا ورنہ کون سا ایسا جادو گر ہے جو بادشاہ کو اس کی حکومت سے نکال باہر کرے۔

۵۸: فَلَنَّا تَيْنَكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهِ (پس اب ہم بھی تیرے مقابلے میں ایسا ہی جادو لائیں گے) یعنی تیرا مقابلہ ایسے جادو سے کریں گے جو تیرے جادو جیسا ہوگا۔ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا (پس تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کر لے) موعِد یہ مصدر ہے جو الوعد کے معنی میں ہے ظرف زمان و مکان نہیں البتہ مضاف مقدر ماتا جائے گا۔ اسی مکان موعدا اور لَا نُخْلِفُهُ (جس کے خلاف نہ ہم کریں) اس وعدے کی۔

قراءت: لَا نُخْلِفُهُ کو جزم کے ساتھ یزید نے امر کا جواب ہونے کی وجہ سے پڑھایا اور دیگر قراء نے موعدا کا وصف ہونے کی وجہ سے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ نَحْنُ وَلَا أَنْتَ مَكَانًا (ہم اور نہ تم کسی ہموار میدان میں) یہ مکان محذوف کا بدل ہے اور یہ بھی درست ہے کہ مضاف مقدر نہ ہو۔ اور معنی اس طرح کر لیا جائے تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کر جس کی ہم خلاف ورزی نہ کریں۔ اور مکانات مصدر ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا۔ نمبر ۲۔ یا اس فعل کی بنا پر منصوب ہوگا۔ جس پر مصدر دلالت کرتا ہے۔ سوئی (ہموار)

قراءت: حجازی، ابو عمرو، علی رحمہم اللہ نے کسرہ سے پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے ضمہ سے۔

مَحْجُور: یہ مکان کی صفت ہے۔ نمبر ۲۔ یہ استواء سے لیا جائے تو پھر اس کا معنی نصف ہوگا۔ ایسا مکان جو ہمارے اور تمہارے لیے آدھے راستے پر واقع ہوتا کہ فاصلہ درمیان سے طرفین تک برابر ہو۔

یوم زینت سے مراد:

۵۹: قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ (کہا تمہارے مقابلہ کے وعدہ کا وقت وہ دن ہے جس میں تمہارے تہوار کا دن ہے) مَحْجُور: موعدا کم مبتدا یوم الزینۃ خبر ہے۔ یہ ان کے ہاں خوشی کا دن تھا۔ نمبر ۲۔ نیروز کا دن نمبر ۳۔ یوم عاشور۔ زمان کے ساتھ جواب اس صورت میں درست ہوتا ہے (اگرچہ مکان کے متعلق سوال تاویل اول کی صورت میں ہے) کیونکہ انکا اجتماع زینت کے دن آخر کسی مکان میں وقوع پذیر ہوگا۔ پس زمان کو بطور علم مکان کے ذکر دیا۔ اور دوسری تفسیر کے مطابق تقدیر عبارت یہ ہوگی وعدکم و عد یوم الزینۃ تمہارا وعدہ یوم الزینت کا وعدہ ہے۔

وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ (اور جس میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں) یعنی جمع کئے جاتے ہیں۔

مَحْجُور: نمبر ۱۔ یہ موضع رفع میں ہے۔ نمبر ۲۔ یوم پر عطف کی وجہ سے موضع جر میں ہے۔ نمبر ۳۔ الزینۃ پر عطف کی وجہ سے موضع جر میں ہے۔ ضحیٰ (چاشت کے وقت) خوب دھوپ کے وقت تاکہ شک و شبہ سے بالاتر ہو۔ اور حق کے سامنے آنے کیلئے ظاہر تر

ہو۔ اور تمام شہری و دیہاتی اس کو ملاحظہ کریں اور ان میں وہ پھیل جائے۔

۶۰: فَتَوَلَّىٰ فِرْعَوْنُ (پس فرعون دربار سے لوٹ گیا) موسیٰ علیہ السلام نے اعراض کرتے ہوئے پشت پھیری۔ فَجَمَعَ كَيْدَهُ (پھر اپنا مکر جمع کرنا شروع کیا) اپنی تدابیر اور جادوگران کی تعداد ۲۷ تھی۔ نمبر ۲۔ چار صد تھی نمبر ۳۔ ستر ہزار تھی۔ ثُمَّ أَتَىٰ (پھر پہنچ گیا) مقررہ وعدہ مقام پر۔

۶۱: قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ (ان کو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) جادو گروں کو وَيَلْكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا (تم پر افسوس! اللہ تعالیٰ پر جھوٹ مت تراشو) اس کی آیات اور اس کے معجزات کو جادو کا نام مت دو۔ فَيُسْحِتْكُمْ (پس وہ تمہیں نیست و نابود کر دیگا) قراءت: کوئی نے سوائے ابوبکر کے پڑھا ہے۔ یعنی وہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔ دیگر قراء نے فَيُسْحِتْكُمْ يَاء کے فتح اور حاء کے فتح سے پڑھا ہے۔ اسحت اور الاسحات۔ ملیا میٹ کرنے کا معنی دیتے ہیں۔

نَحْوُ: یہ جواب نہیں ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ بَعْدَ اب (بڑے عذاب کے ذریعہ) وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ (اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام و نامراد رہتا ہے) جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے۔

جادو گروں کا اختلاف اور مشورہ:

۶۲: فَتَنَّا زُكُوتُ (پس وہ اپنے باہمی رائے میں اختلاف کرنے لگے)۔ انہوں نے اختلاف کیا بعض جادو گروں نے کہا کہ یہ ہمارے جیسا جادو گر ہے۔ دوسروں نے کہا یہ بات جادو گر نہیں کہہ سکتا لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا الْآیۃ اَمْرُهُمْ بَيْنَهُمْ وَاسْرُؤُا النَّجْوٰی (اپنے معاملے میں اور انہوں نے خفیہ مشورہ کیا) پوشیدہ باہمی مشورہ کیا اور کہنے لگے اگر وہ جادو گر ہے تو ہم عنقریب اس پر غلبہ پالیں گے۔ اور اگر یہ آسمان سے ہے پھر حکم اسی کا ہے۔ النجوی۔ یہ مصدر بھی ہو سکتا ہے اور اسم بھی پھر انہوں نے اس بات کو باطل سے مزین کر کے کہا۔

۶۳: قَالُوا اِنْ هٰذَانِ لَسٰحِرٰنِ (کہنے لگے بلاشبہ یہ دونوں جادو گر ہیں) یعنی موسیٰ و ہارون۔

قراءت: ابو عمرو نے اِنْ هٰذَانِ لَسٰحِرٰنِ پڑھا اور ظاہر کا تقاضا یہی ہے۔ مگر یہ مصحف امام کے مخالف ہے اور اسی طرح ابن کثیر، حفص، خلیل نے بھی اس سے اختلاف کر کے هٰذَانِ ہی پڑھا ہے۔ اور یہ نحو و لغت کے ائمہ ہیں۔ اِنْ خَفَفَ ہے جیسے کہ اس قول میں ان زید لمنطلق اور لام ان نافیہ اور مخففہ کو آپس میں الگ کر رہی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اِنْ هٰکَ کے معنی میں ہے اور لام بمعنی اِلَّا ہے تقدیر اس طرح ہے مَا هٰذَانِ اِلَّا سٰحِرٰنِ اور اس کی دلیل قراءت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہے۔ ان هٰذَانِ السٰحِرٰنِ اور دیگر نے اِنْ هٰذَانِ لَسٰحِرٰنِ پڑھا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بلخارث بن کعب، نخعم، مراد، کنانہ کی لغت ہے۔ ان کے ہاں تشنیہ ہمیشہ الف کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ نصب و جر کسی بھی حالت میں یاء کو قبول نہیں کرتے مثلاً عصا، سعدی۔ جیسا شاعر کہتا ہے جس کا نام رُوْبہ ہے۔ ان اباھا و ابا اباھا قد بلغا فی المجد غایتاھا۔ نمبر ۱۔ محل استشہاد ہے۔

زجاج کا قول اِنْ لَعْنِ کے معنی میں ہے جیسا شاعر نے کہا یہ شاعر عبید اللہ بن قیس الرقیات ہے۔

قَالُوا لِمُوسَى اِمَّا اَنْ تُلْقٰى وَامَّا اَنْ تَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿١٥﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا

کہنے لگے کہ اے موسیٰ یا تم پہلے ڈالو اور یا ہم پہلے ڈالنے والے ہیں۔ موسیٰ نے کہا بلکہ تم پہلے ڈالو پس

حِبَالُہُمْ وَعَصِیُّہُمْ یُخَلِّلُ اِلَیْہِ مِنْ سِحْرِہُمْ اَنّٰہَا تَسْعٰی ﴿١٦﴾ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَةً

ایک ان کی رسیاں اور لٹھیاں ان کے جادو کی بجائے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسا کہ وہ دوڑ رہی ہیں سو موسیٰ نے اپنے دل میں تھوڑا سا خوف

مُوسٰی ﴿١٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ﴿١٨﴾ وَاَلْقٰی مَا فِیْ یَمِیْنِکَ تَلَقَّفْ مَا صَنَعُوْا

موسٰی کیا ہم نے کہا کہ تم مت ڈرو بلاشبہ تم ہی بلند رہو گے اور ڈال دو جو تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے وہ اس سب کو چٹ کر دے گا جو کچھ انہوں نے بنایا ہے

اِنَّمَا صَنَعُوْا کِیْدٌ سِحْرٌ ۚ وَلَا یَفْلِحُ السَّحَرٰتُ حِیْثُ اَتٰی ﴿١٩﴾ فَاَلْقٰی السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْا

انہوں نے صرف جادو گروں والا کھڑکیا ہے اور جادو گر جہاں کہیں بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا سو جادو گر سجدہ میں گرا دیئے گئے کہنے لگے

اٰمَنَّا بِرَبِّ لٰہُرُوْنَ وَمُوسٰی ﴿٢٠﴾

کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔

وَيَقْلَن شَيْبٌ قَدْ عَلَا لَكَ وَقَدْ كَبُرَتْ فَقُلْتَ اِنَّہٗ اَنَعَمْ کے معنی ای نعم اور ہاء و قی ہے۔ ہذا ان مبتدا ہے ساحران خبر ہے۔ مبتدا محذوف کی۔ اور لام اصل میں مبتدا محذوف پر داخل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ ہذا ان لہما ساحران۔ پس اس کا داخل ہونا اپنے مقررہ مقام یعنی ابتداء میں ہے۔ یا لام کبھی خبر میں داخل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مبتدا اس قول میں خالی لانت ومن جویر خالہ کہتے ہیں اس بات کو مبرد پر پیش کیا گیا پس اس نے پسند کیا مگر ابوعلی نے اس کو فضول قرار دیا۔

یُرِیْدَان اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِہُمَا (یہ دونوں چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال باہر کریں۔ وَاِذْ هَبَا بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمِثْلٰی (نکال باہر کریں اور تمہارے اعلیٰ طریقے کو ختم کر دیں) ارض سے سرزمین مصر۔ اور طریقہ سے قبلی مذہب و دین۔ الٹھلی افضل کو کہتے ہیں۔ یہ امثل کی مونث ہے۔

۶۳: فَاجْمَعُوْا (پس تم مل ملک کر انتظام کرو) پس تم فیصلہ کرو یعنی اس کو اجتماعی فیصلہ قرار دو باہمی اختلاف نہ کرو۔

قراءت: ابو عمرو نے فَاجْمَعُوْا پڑھا ہے اور اس کی تائید فَجَمَعَ گیدہ۔ [ط: ۶۰] سے ہوتی ہے۔

گَیْدَکُمْ (اپنی تدبیر کو) جو تدبیر کرنی ممکن ہے۔ ثُمَّ اَنْتُوْا صَفًّا (پھر صف بندی کر کے مقابلہ میں آؤ)

نَحْنُوْ: صَفًّا یہ حال ہے کہ مصفین۔ انہوں نے صف بندی اس لئے کی کیونکہ یہ دیکھنے والوں کے دلوں میں زیادہ رعب ڈالنے والی چیز ہے۔

وَقَدْ اَفْلَحَ الْیَوْمَ مَنۢ اسْتَعٰلٰی (اور آج جو غالب آئیگا۔ وہی کامیاب ہوگا) جو غالب آیا وہ کامیاب۔ نَحْنُوْ: یہ جملہ معترضہ ہے۔

۶۵: قَالُوا انہوں نے کہا یعنی جادو گروں نے یٰمُوسٰی اِمَّا اَنْ تُلْقٰی (اے موسیٰ یا تو تم اپنا عصا پہلے ڈالو) وَاِمَّا اَنْ نَّکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی (یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں) جو کچھ ہمارے پاس ہے۔

مَحْجُوْر: اِن اپنے مابعد سمیت دونوں مقام پر فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی بنا پر مرفوع ہے۔ اس کا معنی اس طرح ہوگا اخترا حد الامرین دو میں سے ایک بات کا چناؤ کرو۔ نمبر ۳۔ الا مر القاء لک او القاوننا۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یہ اختیار چناؤ ان کی طرف سے آپ کے ساتھ حسن ادب کو ظاہر کر رہا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے یہ بات ان کے دل میں ڈالی۔ اور آپ کی ان تک پہنچائی اور موسیٰ علیہ السلام کو ان کے پہلے ڈالنے کا علم عنایت فرمایا اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

۶۶: قَالَ بَلْ اَلْقُوا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا بلکہ تم ڈالو) تاکہ ان کے پاس جو جادو کے فریب تھے وہ خوب ظاہر کریں اور اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کا غلبہ خوب واضح کر دیں اور حق کو باطل پر مار کر اس کا بھیجائیکال دیا جائے۔ اور معجزے کو جادو پر مسلط کر کے اس کو مٹا دیا جائے۔ تاکہ دیکھنے والوں کے سامنے نبوت و قدرت کا روشن نشان ہو۔ اور عبرت حاصل کرنے والے اس سے عبرت لے سکیں وہ جو کچھ پھینکنا چاہتے تھے پھینکا۔ فَاِذَا حَبَالُهُمْ وَعِصِيَّهُمْ (پس یکا یک ان کی لاٹھیاں اور رسیاں) مَحْجُوْر: یہ اذاکہا جاتا ہے مفاجات کیلئے ہے۔

تحقیقی قول یہ ہے کہ اذایہاں وقت کے معنی میں ہے جو اپنے لیے نصب کو چاہتا ہے اور جملہ اس کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ خاص کر بعض مقامات پر اس کا ناصب فعل مخصوص ہوتا ہے اور وہ فعل مفاجات ہے اور یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور کوئی نہیں بن سکتا۔ تقدیر عبارت یہ ہے: ففاجأ موسیٰ وقت تخیل سعی حبالہم و عصیہم مطلب اس طرح ہے علی مفا جائہ حبالہم و عصیہم مخیلة الیہ سعی اچانک موسیٰ کو ایسا خیال ہونے لگا کہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں۔ یُخَيِّلُ اِلَیْہِ (خیال ہونے لگا)

قرأت: ابن ذکوان نے تاء سے پڑھا ہے۔

مَحْجُوْر: ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ مِنْ سِحْرِہُمْ اَنَّهُا تَسْعٰی (ان کے جادو کی بنا پر کہ وہ دوڑ رہی ہیں) تخیل کی ضمیر سے بدل الاشتمال ہے اسی تخیل الملتقی۔ ڈالی ہوئی چیزوں کے متعلق تخیل پیدا ہوا۔ اور روایت تفسیر میں یہ ہے کہ انہوں نے لاٹھیوں کو پارے میں ڈبو رکھا تھا۔ جب دھوپ ان پر پڑی تو وہ حرکت کرنے لگیں۔ اور لہرائے لگیں جس سے یہ تخیل پیدا ہوا۔ ۶۷: فَاَوْ جَسَ فِیْ نَفْسِہِ خِیْفَةٌ مُّوسٰی (پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔) دل میں خوف لائے۔ یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ انکار رخ کر رہی ہیں۔ اور نمبر ۱۔ فطرت بشریہ کے کہ تقاضا سے ایسا ہوا۔ نمبر ۲۔ ان کو خطرہ ہوا کہ لوگ خلجان میں مبتلا ہو کر شک سے ان کی اتباع نہ کریں گے۔ اور دھوکے میں مبتلا ہو جائیں گے۔

۶۸: قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی (ہم نے کہا تم کچھ خوف نہ کرو بلاشبہ تم ہی سب پر غالب رہو گے) غالب و زبردست ہو گے۔

تاکید ۱۔ میں مبالغہ واضح ہے نمبر ۱۔ ان نمبر ۲۔ انت۔ نمبر ۳۔ حرف تعریف نمبر ۴۔ لفظ اعلیٰ اور وہ غلبہ ظاہر ہے۔

ان کے سوانگ کو نگل جائے گا:

۶۹۔ اَلْقٰی مَا فِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفُ (اور تم جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس کو ڈال دو۔) ان لوگوں نے جو کچھ جھوٹ بنایا۔ اس کو یہ نگل لے گی۔

قراءت: تَلْقَفُ لَام اور فَاء کے سکون اور قاف کی تخفیف کے ساتھ حفص نے پڑھا ہے۔ ابن ذکوان نے تَلْقَفُ پڑھا ہے۔ باقی قراء نے تَلْقَفُ پڑھا ہے۔

مَا صَنَعُوا (جو انہوں نے بنایا ہے) جو کچھ جھوٹ بنایا اور کیا۔ مطلب یہ ہے تم اپنی لائھی پھینک دو وہ ان کی لائھیوں اور رسیوں کو نگل جائے گی۔ یہاں عصا ک نہیں فرمایا کیونکہ وہ عصا با عظمت تھا۔ گویا اس طرح فرمایا گیا کہ تم ان کے سوانگ کی طرف بالکل توجہ نہ دو۔ اور اس کی پرواہ نہ کرو جو آپ کے سوانگ ہاتھ میں ہے یہ ان سے بہت بڑھ کر ہے۔ نمبر ۲۔ تحقیر کے طور پر فرمایا کہ تم ان کی رسیوں اور لائھیوں کی کثرت کی طرف توجہ نہ کرو اس اکیلی چھوٹی سی چھڑی کو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے ڈال دو وہ تیرے رب کی قدرت سے اکیلی ہونے اور ان کی کثرت کے باوجود ان سب کو نگل جائے گی۔

اِنَّمَا صَنَعُوا کِیْدٌ سِحْرٌ (انہوں نے جو کارروائی کی ہے وہ جادو کا فریب ہے۔)

قراءت: کوئی نے سحر پڑھا ہے۔ مگر عاصم ان میں شامل نہیں۔ اس کا معنی ذی سحر ہوگا۔ جادو والا۔ نمبر ۲۔ وہ جادو میں دن رات مشغول و مستغرق ہونے کی وجہ سے مجسمہ سحر تھے۔

کید کا لفظ ہر دو قراءت کے لحاظ سے مرفوع پڑھا گیا ہے۔ اور ما موصولہ ہے یا مصدر یہ ہے البتہ ساحر کو واحد لایا گیا ہے جمع ذکر نہیں کیا کیونکہ کلام میں مقصود جنسیت کا معنی ہے عددی معنی مقصود نہیں۔ اگر جمع لایا جاتا تو عدد کو مقصود سمجھ لیا جاتا جیسا اس قول میں ہے۔ وَلَا یُقْلِعُ السِّحْرُ (اور جادو گر کہیں کامیاب نہیں ہوتا) یہاں جنس ساحر مراد ہے۔ حَيْثُ اَتٰی (جہاں کہیں ہو)۔

۷۰۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے لائھی ڈال دی۔ اس نے ان کے سارے سوانگ کو نگل لیا۔ اس عظیم نشانی کو دیکھ کر وہ سجدہ میں گر گئے۔ اسی کو اس آیت میں ذکر فرمایا۔ فَالْقٰی السَّحْرَةَ سُجَّدًا (جادو گر سجدہ میں گر گئے)

انحش کا قول:

انہوں نے چونکہ بہت جلد سجدہ کیا اس لئے فرمایا گویا وہ گرا دیے گئے۔ پس انکا معاملہ کتنا عجیب ہے کہ وہ حمایت کفر و مخالفت میں رسیاں اور لائھیاں ڈال رہے تھے۔ پھر ایک گھڑی کے بعد ان کے سر شکر یہ کے ساتھ سجدہ میں پڑے ہوئے تھے پس دونوں القاؤں میں کتنا فرق ہے! روایت تفسیر یہ میں ہے کہ انہوں نے جنت اور اس کی منازل کو حالت سجدہ میں ملاحظہ کیا پھر سر اٹھا کر پکار اٹھے۔ قَالُوا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُونَ وَ مُوسٰی (کہنے لگے ہم تو ہارون موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے۔) یہاں ہارون کو مقدم ذکر کیا گیا جبکہ سورہ شعراء میں موخر کیا گیا فاصلہ کا لحاظ کیا گیا اور دوسری بات یہ ہے کہ واؤ ترتیب کو چاہتی نہیں۔

قَالَ امْنْتُمْ لَهُ قَبْلَ اَنْ اَذِنَ لَكُمْ ط إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ

فرعون نے کہا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے بلاشبہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے سو میں ضرور بالضرور اس طرح سے

فَلَا قُطْعَنَ اَيْدِيكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَلَا وُصِّلَبْنَكُمْ فِيْ جُدُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ

تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا کہ ایک طرف کا ہاتھ ہوگا اور دوسری طرف کا پاؤں ہوگا اور ضرور بالضرور میں تمہیں کھجور کی ٹہنیوں میں لٹکا دوں گا۔ جیسے صلیب پر لٹکا دیا جاتا ہے اور تم ضرور

اَيُّنَا اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی ﴿۷۱﴾ قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلٰی مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ

جان لو گے کہ ہم میں کون سب سے زیادہ سخت عذاب والا ہے اور کس کا عذاب زیادہ دیر پا ہے۔ جادو گر کہنے لگے کہ ہمارے پاس جو کھلے ہوئے دلائل آئے ہیں ان کے مقابلے میں اور اس ذات کے

فَطَرْنَا فَاَقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ ط اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ اِنَّا اَمَنَّا بِرَبِّنَا

مقابلے میں جس نے ہمیں پیدا فرمایا ہے ہم تجھے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے۔ سچو جو کچھ فیصلہ کرنے والا ہے وہ کمزور تو صرف اسی دنیا والی زندگی میں فیصلہ کرے گا۔ بلاشبہ ہم اپنے رب پر ایمان لائے

لِيَغْفِرَ لَنَا خَطِيْئَاتِنَا وَمَا اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ط وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿۷۳﴾ اِنَّهُ

تاکہ وہ ہماری خطاؤں کو بخش دے اور تو نے جو ہم سے زبردستی جادو کرایا اس کو بھی معاف فرمادے اور اللہ بہتر ہے اور ہمیشہ ہی باقی ہے۔ بلاشبہ بات یہ ہے

مَنْ يَّاتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰی ﴿۷۴﴾ وَمَنْ يَّاتِہٖ

کہ جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا سو اس کے لئے جہنم ہے نہ اس میں مرے گا اور نہ جے گا۔ اور اس کے پاس جو شخص مومن ہو کر

مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ﴿۷۵﴾ جَنَّتْ عَدْنٍ

آئے گا جس نے نیک عمل کئے ہوں گے سو ان لوگوں کے لئے بلند درجات ہیں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں

تَجْرٰی مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْہَا ط وَاُولٰٓئِكَ جَزَآءُ مَنْ تَزَكٰی ﴿۷۶﴾

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ اس کی جزاء ہے جو پاک ہوا۔

ساحروں کے ایمان پر فرعونی تقریر:

۱۔ قَالَ امْنْتُمْ (فرعون نے کہا تم موسیٰ پر ایمان لے آئے)

قراءت: امنتم حفص نے بلاحد پڑھا ہے۔ اور بھری اور شامی، حجازی قراء نے ہمزہ ممدودہ کے ساتھ پڑھا۔ دیگر قراء نے دو ہمزہ کے ساتھ۔ لَہٗ قَبْلَ اَنْ اَذِنَ لَكُمْ (اس پر اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دیتا) ہ کی ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ محاورہ میں امن بہ اور امن لہ دونوں استعمال ہوتے ہیں۔

اِنَّهٗ لَكَبِيْرٌ كُمْ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ (واقعہ وہ تم سے بڑا ہے جس نے تم کو سحر سکھایا ہے) کبیر کا معنی بڑا ہونے یا تمہارا استاذ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اہل مکہ معلم کو کبیر کہتے ہیں امرئى کبیرى میرے استاذ نے مجھے علم دیا۔
فَلَا قِطْعَنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِّنْ خِلَافٍ (پس اب میں تم سب کے ہاتھ پاؤں ایک دوسرے کے برخلاف کٹواتا ہوں) قطع میں خلاف کا مطلب یہ ہے دایاں ہاتھ بائیں ٹانگ کیونکہ ہر عضو دوسرے کا مخالف ہے اس طرح کہ یہ ہاتھ اور وہ پاؤں یہ دایاں اور دوسرا پایاں۔

مَنْ یہ ابتدائیہ ہے کیونکہ قطع کی ابتداء کی جائے گی اور ایک سے دوسرے عضو کی مخالفت سے پیدا ہوگا۔ اور جار مجرور محل منصوب ہیں۔ مطلب یہ ہے لا قطعہا مختلفات میں ان کو مختلف طور پر کاٹوں گا۔ کیونکہ جب وہ ایک دوسرے کے خلاف ہونگے تو اسی لئے اختلاف کے لفظ سے ان کی صفت بیان کر دی۔

نکتہ: آیت میں علی جزوع کی جگہ فی جزوع کہنے سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ میں تمہیں کھجور کے تنوں سے اس طرح پیوست کر دوں گا۔ جس طرح مظروف ظرف کے ساتھ پیوست ہوتا ہے۔ اسی لئے وَلَّا صَلْبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ کہا اور کھجور کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا کیونکہ کھجور کا تالبا ہوتا ہے اور اس کے اوپر ٹہنیاں نہ ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ لٹکانی چیز نمایاں نظر آتی ہے۔

وَلَتَعْلَمُنَّ اَيْنَا۟ اَشَدُّ عَذَابًا (اور تمہیں یقیناً یہ بھی معلوم ہوا چاہتا ہے کہ ہم میں سے کس کا عذاب سخت ہے) جو میں تمہیں اس پر ایمان لانے کی بنا پر دوں گا۔ یا موسیٰ کا رب ایمان کو چھوڑنے پر دے گا۔

دوسرا قول اس سے اس نے اپنی ذات اور موسیٰ علیہ السلام کی ذات مراد لی۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے اَمْتَم لَّہٗ اور ایمان کے لفظ کے ساتھ لام کا صلہ قرآن مجید میں غیر اللہ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ہے۔ یَوْمَنۢ بِاللّٰہِ وِیَوْمَنۢ لِّلْمُؤْمِنِیۡنَ [التوبہ: ۶۱]

وَّابْقٰی (اور دیر پا ہیشگی والا ہے)

ساحروں کا جواب:

۷۲: قَالُوۡا لَنۡ نُّوۡثِرَکَ (جادو گروں نے کہا ہم تجھ کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے) تمہیں ہرگز پسند نہ کریں گے۔ عَلٰی مَا جَآءَ نَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ (ان دلائل کے مقابلہ میں جو ہم کو میسر آچکے) وہ قطعی دلائل جو موسیٰ علیہ السلام کی سچائی پر دلالت کرتے ہیں۔ وَالَّذِیۡ فَطَرَنَا اور اس ذات کے مقابلہ میں جس نے ہم کو پیدا کیا۔

نَحْنُوۡ: اس کا عطف ما جاءنا پر ہے ای لن تختارک علی الذی جاءنا ولا علی الذی خلقنا۔ ہم ہرگز تمہارا چناؤ نہ کریں گے اس ذات کے مقابلہ میں جس نے ہمیں پیدا کیا اور نہ ان دلائل کے مقابلہ میں جو ہمارے پاس آچکے۔ نمبر ۲۔ یہ قسم ہے اور اس کا جواب لن نوثرک قسم سے مقدم آ رہا ہے۔

فَاَقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ (پس تجھے جو فیصلہ کرنا ہے کر ڈال) تو جو بھی قطعید وار جل اور صلیب کرنا چاہتا ہے کر ڈال۔ اقض کا

معنی اصنع ہے جیسا کہ شاعر ابو ذؤب نے کہا وعلیہما مسرودتان قضاہما ای صنعہما ان دونوں کو کر دیا۔ نمبر ۲۔ فیصلہ کے معنی میں ہے احکم مانت حاکم تو فیصلہ کر جو تو کرنے والا ہے۔

اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (تو سوائے اس کے کہ اس دنیوی زندگی میں کچھ کرے) اور کر ہی کیا سکتا ہے۔ یعنی اس دنیوی زندگی میں

تَحْيَوُ: الحیاة الدنیا کو ظرفیت کی وجہ سے نصب دیا گیا۔ ای انما تحکم فینا مدة حیاتنا۔ تو ہمارے متعلق فیصلہ اس دنیا کی زندگی کی مدت میں کر سکتا ہے۔

۷۳: اِنَّا اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ اَنَّا خَطِیْنَا وَمَا مِنَ السِّحْرِ (بلاشبہ ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہماری خطائیں) اٰکْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ (اور جادو کو جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا وہ معاف فرما دے)

تَحْيَوُ: ما موصولہ ہے اور خطایانا پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ من السحر یہ حال ہے ماکا۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ انہوں نے فرعون کو کہا ہمیں موسیٰ دکھاؤ جبکہ وہ سویا ہوا ہو۔ فرعون نے ایسا کر دیا انہوں نے دیکھا کہ آپ کی لاٹھی آپ کی حفاظت کر رہی ہے۔ وہ اسی وقت کہنے لگے یہ جادو نہیں۔ جادو گر جب سو جاتا ہے اس کا جادو ختم ہو جاتا ہے۔ رسوائی کے خوف سے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا۔ مگر فرعون نے ان کو جادو دکھانے پر اور کرنے پر مجبور کیا۔

شریعت سے ناواقفی بدبختی ہے:

غور کرو! ان کو ان کے علم سحر نے کیا فائدہ پہنچایا اور فرعون کو سحر کے متعلق جہالت نے کتنا نقصان پہنچایا۔ پس شریعت کا علم جب کسی کو میسر ہو تو وہ کتنا فائدہ دے گا اور اس سے محرومی کتنی بڑی بدبختی کو سمیٹ لائے گی۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ (اللہ تعالیٰ بہت ہی اچھے ہیں) اس کو ثواب دیتے ہیں جو اس کی اطاعت اختیار کرے۔

وَابْقٰی (اور بقاء والے ہیں) عذاب و سزائیں جو اس کی نافرمانی اختیار کرے۔ اس میں فرعون کی بات کی تردید ہے جو اس نے کہی ولتعلمن اننا اشد عذابا وابقٰی [طہ: ۷۷]

۷۴: اِنَّهٗ مَنْ يَّاتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا (جو شخص بغاوت کا مجرم بن کر اپنے رب کے سامنے جائے گا) یعنی کفر کی حالت میں فَاِنَّ لَهُ (پس بیشک اس کے لئے) یعنی مجرم کیلئے جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيْهَا (جہنم ہے کہ اس میں وہ نہ مرے گا) کہ اس کو موت سے استراحت میسر ہو وَا لَا يَحْيٰی (نہ جیئے گا) ڈھب والی زندگی نہ ہوگی کہ آرام میسر ہو۔

۷۵: وَمَنْ يَّاتِہٖ مُّؤْمِنًا (اور جو شخص اپنے رب کے ہاں مؤمن ہو کر حاضر ہوگا) یعنی ایمان پر اس کی موت آئے گی۔ قَدْ عَمِلَ الصَّٰلِحٰتِ (جس نے نیک کام بھی کئے ہوں) ایمان لانے کے بعد فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی (پس ان لوگوں کیلئے بڑے بڑے بلند درجات ہیں)۔

تَحْيَوُ: العلیٰ یہ العلیا کی جمع ہے۔

۷۶: جَنَّتٌ عَدْنٍ (ہمیشہ رہنے کے باغات)

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاصْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چلے جاؤ پھر ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ

یَسَّیَّا لَا تَخَفْ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰی ۷۷ فَاتَّبِعْهُمْ فَرْعَوْنَ بِجُنُوْدِهِ فَغَشٰیهِمْ مِّنْ

بنادینا نہ کسی کے تعاقب کا اندیشہ کرو گے اور نہ تمہیں کسی قسم کا خوف ہوگا سو فرعون نے ان کے پیچھے اپنے لشکروں کو چلا دیا پھر دریا سے انہیں اس چیز نے

الْیَمِّ مَا غَشٰیهِمْ ۷۸ وَاَضَلَّ فَرْعَوْنَ قَوْمَهُ وَمَا هٰذِی ۷۹

ڈھانپ دیا جس چیز نے بھی ڈھانپا اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور ہدایت کی راہ نہ بتائی۔

تخف: یہ درجات سے بدل ہے۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا (اس کے نیچے نہریں جاری ہونگی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے) خالدین کا معنی ہمیشہ ہے۔ وَذٰلِكَ جَزَآءُ مَنْ تَزَوَّجَ (یہ اس کا بدلہ ہے جس نے اپنے کو پاک کر لیا) شرک سے اپنے آپ کو لا الہ الا اللہ کے ذریعہ پاک کر لیا۔

ایک قول یہ تینوں آیات ان کے قول کی حکایت ہے۔ قول آخر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی ہے۔ حکایت نہیں اور یہ قول سب سے زیادہ بہتر ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کورات کو نکلنے کا حکم:

۷۷: وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے ان بندوں کو راتوں رات لے جاؤ) جب اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان کو مصر سے راتوں رات نکالو اور ان کو سمندر کے راستہ پر لے جاؤ۔

فَاصْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ (پھر ان کے لئے سمندر میں راستہ بنادیا) مقرر کرانے کے لئے۔ یہ عرب کے قول ضرب لہ فی مالہ سہمًا سے لیا گیا ہے کہ اس نے اپنے مال میں اس کا حصہ تجویز و مقرر کر دیا۔ یَسَّیَّا خشک! یہ مصدر ہے جو بطور صفت استعمال ہوا۔ کہا جاتا ہے یَسَّی و یَسَّی (خشک ہوا خشک ہونا)۔ لَا تَخَفْ (تمہیں خطرہ نہ ہوگا)۔ یہ اضرب کی ضمیر سے حال ہے ای اضرب لہم طریقا غیر خائف ان کے لئے سمندر میں ایک راستہ بنادو جو بے خطر ہو۔

قراءت: حمزہ نے جواب قرار دیکر لَا تَخَفْ پڑھا ہے۔ دَرَكًا (تعاقب کا) یہ ادراک سے اسم ہے۔ ای لا یدرکک فرعون و جنودہ ولا یدلحقونک (فرعون اور اس کا لشکر نہ تمہیں پاسکے گا اور نہ آکر پیچھے سے مل سکے گا)۔ وَلَا تَخْشٰی (اور تمہیں نہ خوف ہوگا)۔ ڈوبنے کا۔

قراءت: قرأت حمزہ کے مطابق لَا تَخْشٰی ہے جملہ متانفہ ہے ای وانت لَا تَخْشٰی نمبر ۲۔ یا الف زائد ہے۔ جیسا کہ اس آیت

يٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓئِيْلُ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوَعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْاَيْمَنِ

اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے ہم نے کوہ طور کی داہنی جانب کا وعدہ کیا

وَنَزَّلْنَا عَلَیْكُمْ الْمَنَّٰنَ وَالسَّلٰوٰی ۝۸۰ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا

اور ہم نے تم پر من اور سلوی نازل کیا جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اس میں حد سے آگے نہ

فِیْهِ فِیْجَلْ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ وَمَنْ یَّحِلِّ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی ۝۸۱ وَاِنِّیْ

برہو ورنہ تم پر میرا غصہ نازل ہو گا اور جس پر میرا غصہ نازل ہوا سو وہ گر گیا اور بلاشبہ میں

لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ۝۸۲

اسے بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے پھر ہدایت پر قائم رہا۔

میں و تظنون بالله الظنوناً [الاحزاب: ۱۰]

موسیٰ ان کو لیکر رات کے اول حصے میں چل دیئے۔ انکی تعداد ستر ہزار تھی۔ دیگر مفسرین نے چھ لاکھ لکھی ہے مترجم انہوں نے فرعونوں سے زیورات مانگ کر لئے تھے۔ فرعون نے اطلاع پا کر ۶ لاکھ قبلی فوج لیکر انکا پیچھا کیا۔ اور انکے نشان راہ پر چل دیئے۔ اسی کو فرمایا: غرق فرعون:

۷۸: فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ (فرعون نے انکا پیچھا اپنے لشکروں کے ساتھ کیا۔)

خجوة: یہ حال ہے یعنی وہ ان کے پیچھے نکلا اس حال میں کہ اس کا لشکر ساتھ تھا۔

فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ (پس سمندر نے ان کو ڈھانپ لیا) ان کو سمندر سے وہ ملا مَا غَشِيَهُمْ (جو ان کو ملنا تھا) یہ کلمات ان جوامع الکلم میں سے ہیں۔ جو کہ الفاظ قلیل ہونے کے باوجود کثیر معانی پر مشتمل ہیں۔ ای غشیہم ما لا يعلم کنہہ الا اللہ عزوجل ان کو سمندر میں اس چیز نے ڈھانپ لیا جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

۷۹: وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ (فرعون نے اپنی قوم کو بری راہ پر لگایا) سیدھی راہ سے ہٹا کرو مَا هَدٰی (اور نیک راہ نہ بتائی) حق اور درست راستے کی طرف ان کی راہنمائی نہ کی۔ یہ فرعون کی اس بات کی تردید ہے جو اس نے بطور اذعاء کہی تھی۔ و ما اھدیکم الا سبیل الرشاد [غافر: ۲۹]

۸۰: سمندر پار ہونے کے بعد بنی اسرائیل پر کئے جانے والے احسانات کا تذکرہ فرمایا۔ اور فرعون اور اس کے لشکروں کی ہلاکت کے بعد والے انعامات ذکر کئے۔ یٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓئِيْلُ (اے بنی اسرائیل!) یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ اور ہم نے کہا اے بنی اسرائیل گویا اس کا تعلق اُسْرِ بِعِبَادِی سے ہے۔

ہلاکتِ فرعون کے بعد والے انعامات:

قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ (ہم نے تمہارے دشمن سے نجات دی)۔ عدو سے فرعون مراد ہے۔ وَوَعَدْنٰكُمْ (اور ہم نے تم سے وعدہ لیا) کتاب دینے کا۔ حَاجِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ (طور کے دائیں جانب) اور اس کا قصہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ طور پر آئیں۔ اور قوم کے ستر سر پر آور دہ افراد بھی ساتھ لائیں تاکہ تورات عنایت کی جائے۔ ان کی طرف وعدے کی نسبت اس لئے کی گئی کیونکہ وہ وعدے ان کے پیغمبر اور نقباء سے لئے گئے۔ اور شریعت پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہونے والی منفعتیں انہی کو پہنچنے والی تھیں اور دینی فائدے انہی کو ملنے والے تھے۔

مُحْجُوًّا: الا یمن منصوب ہے کیونکہ یہ جانب کی صفت ہے اور ایک قراءت میں جوار کی وجہ سے مجرور بھی پڑھا گیا۔ وَنَزَلْنَا عَلَیْكُمْ الْمَنَّٰی وَالسَّلٰوٰی (اور ہم نے تم پر من و سلوی اتارا) میدان تیرے میں اور ہم نے تمہیں حکم دیا۔ ۸۱: کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ (تم نفیس چیزیں کھاؤ) حلال۔ مَا رَزَقْنٰكُمْ (جو ہم نے تمہیں دی ہیں)

قراءت: انجیتکم وواعدتکم و رزقتکم کوئی نے عاصم کے علاوہ پڑھا ہے۔

وَلَا تَطْغَوْا فِیْهِ (اور اس میں حد شرعی سے مت گزرو) اس میں اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز مت کرو۔ کہ نعمتوں کی ناشکری کرنے لگو اور نعمتوں کو معاصی میں صرف کرنے لگو۔ نمبر ۲۔ تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔

فَیَحِلُّ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ (ورنہ میرا غصہ تم پر اتر پڑے گا) غضب سے میری سزا مراد ہے۔ وَمَنْ یَّحِلُّ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی (اور جس شخص پر میرا غصہ واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا) ہلاک ہو گیا نمبر ۲۔ ایسا گرا جس کے بعد اٹھ نہیں سکتا۔ الہوتی اس کی اصل یہ ہے پہاڑ سے گر کر ہلاک ہوا۔ اور حقیقی معنی یہ ہے کہ ایمان کی بلندی سے جہنم کے گڑھے میں جا گرا۔

قراءت: علی نے فیحل و یحلل پڑھا اور باقی قراء نے کسرہ سے۔ کسرہ کی صورت میں حل یحل جبکہ اس کا ادا کرنا لازم ہو جائے سے ہوگا اور اس کے ضمن میں نزول کا معنی پایا جاتا ہے۔

۸۲: وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ (اور میں ایسے لوگوں کو بڑا بخشنے والا ہوں جو توبہ کر لیں) توبہ سے مراد شرک سے توبہ کرنا ہے۔ وَ اٰمَنَ (اور ایمان لے آئیں) اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک مانا اور جو اتارا گیا اس میں اس کی تصدیق کی وَعَمِلَ صَالِحًا (اور نیک عمل کریں) فرائض کو ادا کیا ائمہ اہتدای (پھر اسی راہ پر قائم رہیں) پھر استقامت اختیار کی اور مذکورہ ہدایت پر ثابت قدمی دکھائی اور اس کا حاصل تین چیزیں ہیں توبہ، ایمان، عمل صالح۔

وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يَمُوسَىٰ ۖ قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَىٰ أَثَرِي وَعَجِلْتُ

اور اے موسیٰ آپ کو کس چیز نے جلدی میں ڈالا کہ آپ اپنی قوم سے آگے بڑھ گئے انہوں نے عرض کیا وہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں اور اے رب میں آپ کی طرف

إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ۖ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ

جلدی آگیا تاکہ آپ راضی ہوں فرمایا سو بلاشبہ ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کو فتنہ میں ڈال دیا اور انہیں سامری نے گمراہ

السَّامِرِيُّ ۖ فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ يَقَوْمِ لِمَ يَعِدُّكُمْ

کر دیا۔ پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے رنجیدہ حالت میں واپس ہوئے انہوں نے کہا کہ اے میری قوم کیا تمہارے رب نے تم سے

رَبُّكُمْ وَعَدًّا أَحْسَنًا أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ أَمْ أَرَدْتُمْ أَنْ يَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ

اچھا وعدہ نہیں فرمایا؟ کیا تم پر زیادہ زمانہ گزر گیا یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غصہ نازل

مِّنْ رَبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُم مَّوْعِدِي ۖ قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلِكِنَا وَلَكِنَّا حَمَلْنَا

ہو جانے سو تم نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی اپنے اقتید سے نہیں کی لیکن بات یہ ہے کہ ہم پر

أَوْزَارًا مِّنْ زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا فَكَذَلِكَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ ۖ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عَجَلًا

قوم کے زیوروں کے بوجھ لدے ہوئے تھے سو ہم نے ان کو ڈال دیا۔ پھر سامری نے اسی طرح ڈال دیا۔ پھر اس نے لوگوں کے لئے ایک بچھڑا نکالا

جَسَدًا آلِهَةً خُورًا فَقَالُوا هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَىٰ ۖ فَنَسِيَ ۖ أَفَلَا يَرَوْنَ إِلَّا يَرْجِعُ

جو ایک جسم تھا اس میں سے گائے کی آواز آرہی تھی۔ سو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا بھی معبود ہے سو وہ بھول گئے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا

إِلَيْهِمْ قَوْلًا ۖ وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۖ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلُ

جواب نہیں دیتا اور وہ ان کے لئے کسی ضرر اور نفع کی قدرت نہیں رکھتا اور بلاشبہ اس سے پہلے ہارون نے ان سے کہہ دیا تھا

لِقَوْمٍ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَنُ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ۖ

کہ اے میری قوم اس کی وجہ سے تم فتنہ ہی میں ڈالے گئے ہو بلاشبہ تمہارا رب رحمان ہے سو تم میرا اتباع کرو اور میرے حکم کو مانو

ستر افراد کے ساتھ طور:

۸۳: وَمَا أَعْجَلَكَ (اور کیا سبب ہے اے موسیٰ تمہارے جلدی آنے کا) کوئی چیز تمہیں جلدی لے آئی۔

عَنْ قَوْمِكَ يَمُوسَى (اپنی قوم کو چھوڑ کر) ان ستر افراد کو جنہیں منتخب کیا گیا تھا اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ وعدہ مقررہ پر موسیٰ علیہ السلام ان کو ساتھ لے کر کوہ طور کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ پھر کلام باری تعالیٰ کے شوق میں آپ ان سے آگے بڑھ کر پہلے طور پر پہنچ گئے۔ اور انہیں پیچھے چلے آنے کا حکم دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما اعجلک یعنی کس چیز نے جلد آنے کو تم پر لازم کر دیا۔ یہ استفہام انکاری ہے اور ما مبتدا اور اعجلک اس کی خبر ہے۔

آزمائش بنی اسرائیل:

۸۴: قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَىٰ أَثَرِي (موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا وہ لوگ بھی تو میرے پیچھے پیچھے چلے آرہے ہیں) وہ میرے پیچھے ابھی مل رہے ہیں، میرے اور ان کے مابین کوئی زیادہ فاصلہ نہیں۔ پھر آگے جلدی آنے کا سبب ذکر کیا۔ وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ (اور میں آپ کے پاس جلدی اس لئے آیا) اس مقررہ وعدہ کے مطابق جو آپ نے فرمایا۔ لَتَرْضَىٰ (تاکہ آپ راضی ہوں) تاکہ آپ مجھ سے زیادہ خوش ہو جائیں۔ نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے۔

۸۵: قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے تمہاری قوم کو ایک آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے) ہم نے ان کو ابتلاء میں ڈالا ہے۔ مِنْ بَعْدِكَ (تمہارے بعد) تمہارے پہاڑ کی طرف روانہ ہونے اور ان سے نکلنے کے بعد۔ قوم سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت ہارون کے ساتھ پیچھے تھے۔ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ (اور ان کو سامری نے گمراہ کیا) ان کو پچھڑے کی عبادت کی طرف دعوت دیکر اور ان کے اس کو قبول کر لینے کی بنا پر۔

وجہ: السامریۃ بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اسی کی طرف یہ نسبت تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ کرمان کا ایک جاٹ تھا۔ اس نے پچھڑا بنایا۔ اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا اور یہ منافق شخص تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی واپسی اور ان کی فہمائش:

۸۶: فَرَجَعَ مُوسَىٰ (پس موسیٰ علیہ السلام لوٹے) اپنے رب سے مناجات کے بعد اِلٰی قَوْمِهِ غَضَبَانَ اَسِفًا (اپنی قوم کی طرف رنج سے بھرے ہوئے) انتہائی غصے میں نمبر ۲۔ انتہائی غم زدہ قَالَ يَقُومُ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعَدًّا حَسَنًا (کہا اے میری قوم کیا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا) اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ ان کو تورات دی جائے گی جس میں ہدایت و نور ہے۔ اس میں ایک ہزار سورتیں تھیں۔ ہر سورت میں ایک سو آیات تھیں۔ اس کی کتابوں کو ستر اونٹ اٹھاتے تھے۔ اور اس سے زیادہ بہترین کوئی وعدہ نہیں (یہ اسرائیلی روایت عجیب ہے کہ تورات کی تختیاں تو ایک صندوق میں آگئیں اور جب کاغذوں پر لکھی گئی تو ستر اونٹ کا بوجھ بن گیا۔ فافہم وتدبر)

اَقْطَالَ عَلَیْكُمْ الْعَهْدُ (کیا تم پر وعدہ کا زمانہ زیادہ گزر گیا تھا) تم سے میری جدائی کا زمانہ۔ العہد اس زمانے کو کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے طال عہدی بلک آی طال زمانی بسبب مفارقتک تمہاری جدائی کے سبب لمبا زمانہ گزرا۔

اَمْ اَرَدْتُمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَبِّكُمْ (یا تم نے ارادہ کیا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واقع ہو) تم نے ارادہ

ایسا فعل کیا جس سے اللہ تعالیٰ کا غضب تم پر لوٹے۔ فَأَخْلَقْتُمْ مَّوْعِدِي (پس تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی) انہوں نے جاتے وقت وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں گے۔ اور جس ایمان پر انہوں نے چھوڑا ہے وہ اس پر قائم رہیں گے۔ مگر انہوں نے پچھڑا بنا کر اس کے حکم کی خلاف ورزی کی۔

۸۷: قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلِكِنَا (انہوں نے کہا ہم نے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی اپنے اختیار سے نہیں کی)۔ قراءت: بِمَلِكِنَا مِمّ کے فتح سے مدنی اور عاصم نے پڑھا جبکہ حمزہ، علی نے ضمہ سے بمَلِكِنَا اور باقی قراء نے کسرہ سے پڑھا یعنی ہم نے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی اس طرح نہیں کی کہ ہمیں اپنے معاملے میں اختیار حاصل تھا۔ یعنی اگر ہم اپنے معاملے کے مالک ہوتے۔ اور آزاد ہوتے اور سو جھڑکتے تو ہم خلاف ورزی نہ کرتے۔ لیکن ہم سامری کی جانب سے مغلوب ہو گئے اور اس کے مکر و فریب سے مسحور ہو گئے (اور اپنے نفس پر قابو نہ رہا اور باوجود با اختیار ہونے کے بے اختیار ہو گئے مترجم) وَلَكِنَّا حُمِلْنَا (ہم پر لدا ہوا تھا) قراءت: یہ لفظ ضمہ اور تشدید کے ساتھ آیا ہے۔ حجازی، شامی، حفص نے پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے حاء کے فتح اور تخفیف مِمّ کے ساتھ پڑھا۔

أَوْدَارًا مِّنْ زِينَةِ الْقَوْمِ (بوجھ قوم کے زیور کا) أَوْدَارُ قبٹیوں کے زیور کا بوجھ۔ نمبر ۲۔ گناہ و جرائم تھے کیونکہ وہ زیورات انہوں نے مصر سے نکلنے کی رات استعاراً لئے تھے کہ کل عید ہے سامری نے کہا موسیٰ علیہ السلام اس کے حرام ہونے کی نحوست سے دس دن روک لئے گئے کیونکہ وہ ان کے لئے متامنین کی طرح تھے جو دارالحرب میں ہو۔ اور مستأمن کو حربی کافر کا مال لینے کی اجازت نہیں اور اس طور پر بھی کہ غنائم کا مال بنی اسرائیل کے لئے حلال نہ تھا۔ پس اس کو جلانے کیلئے انہوں نے آگ میں ڈال دیا۔ اس نے آگ کے گڑھے میں پچھڑے کا قالب رکھ دیا۔ پس وہ کھوکھلا پچھڑے کا جسم پگھل کر بن گیا۔ اس کے سوراخوں میں جو رگوں کی طرح تھے ہو داخل ہو کر ڈھکارنے کی آواز پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسرا قول فرعون اور اس کے لشکر کے ڈوبنے کے وقت اس نے جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی لے لی۔ اور وہ اس میں ڈال دی۔ وہ زندگی کا گھوڑا تھا۔ پس پچھڑے میں زندگی کا اتنا اثر آ گیا کہ وہ ڈھکارنے لگا۔ بنی اسرائیل کی طبائع اس سونے کی طرف مائل ہوئیں پس اس کی عبادت کرنے لگے۔

سامری کی شرارت:

فَقَذَفْنَاهَا (پس ہم نے زیور پھینک دیا) سامری کے اس گڑھے والی آگ میں جس میں اس نے پھینکنے کا حکم دیا تھا۔ فَكَذَلِكَ أَتَى السَّامِرِيُّ (پس اسی طرح سامری نے بھی گڑھے میں اپنا زیور ڈال دیا) جو اس کے پاس تھا۔ نمبر ۲۔ اس کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑوں کے قدموں کی خاک اس میں ڈال دی۔ (شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے لطیفہ لکھا کہ سونا کافروں کا حرام مال تھا۔ برکت والی مٹی پڑنے سے ایک عجوبہ بن گیا۔ ایسی چیزوں سے بچنا چاہئے یہ دین کو خراب کرتی ہیں)۔ ۸۸: فَأَخْرَجَ لَهُمْ (پھر اس نے ظاہر کیا) سامری نے اس حفرہ نار میں سے عَجَلًا (پچھڑا)۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس پگھلے ہوئے زیور سے ان کی آزمائش کیلئے پیدا کر دیا تھا۔ جَسَدًا (ایک قالب) لَّهُ خَوَارُ (جس میں ڈھکارنے کی آواز تھی)۔ وہ پچھڑوں کی

قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْهِ عَكِفِينَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ ۚ قَالَ يَهُودُؤُنْ مَا مَنَّكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ

وہ کہنے لگے کہ ہم ضرور اسی پر جے رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ واپس نہ آئے موسیٰ نے کہا کہ اے ہارون جب تم نے انہیں دیکھا

ضَلُّوْا ۚ اَلَا تَتَّبِعُنَّ اَفْعَصِيْتَ اَمْرِي ۙ قَالَ يَبْنُوْمٌ لَا تَاْخُذْ بِلِحِيَّتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ

کہ گمراہ ہو گئے تو کس چیز نے تمہیں اس بات سے روکا کہ تم میرے پاس چلے آئے سو کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا۔ ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے تم میری داڑھی اور میرا سر نہ پکڑو

اِنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَقْتُ بَيْنَ بَنِيْ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۙ

بلاشبہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ آپ یوں کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفریق ڈال دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔

طرح ڈھکارتا تھا۔ فَقَالُوا (سامری اور اس کے پیرو کہنے لگے۔) هَذَا إِلَهُكُمْ وَاللَّهُ مُوسَىٰ (یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے۔) عام لوگوں نے اس کی بات مان لی مگر بارہ ہزار صرف صحیح بات پر قائم رہے۔

فَنَسِيَ (پس وہ بھول گیا یعنی موسیٰ اپنے رب کو یہاں بھول کر چھوڑ گیا۔) اور اس کی طلب میں طور پر چلا گیا۔ نمبر ۲: اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ابتدائے کلام ہے کہ سامری اپنے رب کو بھول گیا اور اس پر ظاہری ایمان کو چھوڑ دیا۔ نمبر ۳: سامری اس استدلال کو بھول گیا کہ پچھڑا معبود نہیں بن سکتا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے افلا یرون الا یرجع الیہم قولاً۔

۸۹: اَفَلَا یَرُوْنَ اَلَّا یَرْجِعْ (کیا وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ وہ جواب نہیں دے سکتا) ای انہ لا یرجع خَوْفٌ: اَنْ خَفَّهٖ مِنْ الْمَثَقَلِ ہے اور ضمیر شان محذوف ہے۔ یہ اَنْ ناصبہ مصدر یہ نہیں الیہم قولاً (ان کی کسی بات کا) ان کو جواب نہیں دیتا۔

وَلَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا (اور نہ ہی ان کو کسی نفع و نقصان کی قدرت رکھتا تھا) یعنی وہ خطاب، نقصان، نفع سے عاجز ہے۔ پس انہوں نے اس کو معبود کا درجہ کیسے دے لیا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس نے ڈھکارا بھی صرف ایک ہی مرتبہ۔

۹۰: وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ (اور ان سے کہہ چکے تھے) پچھڑے کے پوجاریوں سے هَرُونَ مِنْ قَبْلُ (ہارون علیہ السلام اس سے پہلے) موسیٰ علیہ السلام کی واپسی سے پہلے۔ یَقُوْمُ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِہ (اے میری قوم کے لوگو! تم اس پچھڑے کی وجہ سے فتنے میں ڈالے گئے ہو) پچھڑے کی وجہ سے تمہاری آزمائش کی گئی ہے پس اس کی عبادت مت کرو۔ وَاِنَّ رَبَّكُمْ الرَّحْمٰنُ (بیشک تمہارا رب رحمان ہی ہے) نہ کہ یہ پچھڑا فَاتَّبِعُوْنِی (پس تم میری راہ پر چلو) تم میرے اس دین کو اختیار کرو جو کہ برحق ہے۔ وَاطِيعُوا اَمْرِي (اور میرا کہا مانو) پچھڑے کی پوجا ترک کر دو۔

۹۱: قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْهِ عَكِفِينَ (انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو اس کی پوجا پر برابر جے بیٹھے رہیں گے) ہم پچھڑے کی پوجا پاٹ پر برابر قائم و ثابت رہیں گے۔ حَتَّىٰ یَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ (یہاں تک کہ ہماری طرف موسیٰ لوٹ کر آئیں)۔ پس ہم

دیکھیں گے کہ آیا وہ اس کی پوجا کرتے ہیں جیسا ہم کر رہے ہیں اور آیا سامری نے سچ کہا یا جھوٹ بولا ہے۔؟

ہارون علیہ السلام سے باز پرس:

۹۲: جب موسیٰ علیہ السلام واپس لوٹ آئے۔ قَالَ يٰهَرُونَ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْا (موسیٰ نے کہا اے ہارون جب تم نے دیکھا تھا کہ یہ بالکل گمراہ ہو گئے۔ تم کو کس بات نے روکا) جب ان کو پچھڑے کی پوجا کرتے گمراہ ہوتے دیکھا۔

۹۳: اَلَا تَتَّبِعُنِ (میرے پیچھے چلے آنے سے)

قراءت: مکی نے وقف و صل میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ الا تتبعنی اور وقف و صل میں ابو عمر و اور نافع نے ان کی موافقت کی اور دیگر قراء نے بغیر یاء کے پڑھا ہے۔

مطلب یہ ہے تمہیں کوئی بات مانع بنی میرے پیچھے آنے سے جبکہ مانع اور داعی میں گہرا تعلق ہے جو کسی چیز سے مانع ہوتا ہے۔ اور وہ اس چیز کو ترک کرنے کا داعی ہوتا ہے۔ اسی لئے بعض لوگوں نے منع کا مجازی معنی دے دیا کہ کس چیز نے تم کو میری اتباع نہ کرنے پر آمادہ کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ لازماً یہ ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز مانع بنی میری اتباع سے جبکہ انہوں نے تیری بات کو قبول نہ کیا۔ کہ تو مجھے آلتا اور اطلاع دیتا۔ یا اللہ تعالیٰ کی خاطر ناراض ہونے میں میری اتباع کرنے سے تمہیں کوئی چیز مانع بنی؟ اور ایمان والوں کو ساتھ لیکر منکرین کے ساتھ قتال کیوں نہ کیا اور تم نے معاملے کا فوری تذکرہ کیوں نہ کیا جیسا کہ میں اس کو دیکھ کر فوری تذکرہ کر رہا ہوں۔ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِي (کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا) وہ جو میں نے تمہیں ان کی مصلحتوں کا خیال رکھنے کا حکم دیا تھا۔

۹۴: پھر اپنے دائیں ہاتھ سے ان کے سر کے بال اور بائیں سے ڈاڑھی پکڑی۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر غیرت اور غصہ کی وجہ سے اور ان پر انکار کرتے ہوئے۔ قَالَ يٰبَنُوۡمِ (کہا اے میرے ماں جائے)

قراءت: شامی اور کوئی نے سوائے حفص کے میم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

ہارون علیہ السلام حقیقی بھائی تھے:

حضرت ہارون علیہ السلام جمہور علماء کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ مگر ماں کا تذکرہ دل میں رقت و شفقت پیدا کرنے کیلئے کیا۔ لَا تَاْخُذْ بِلِحَيَّتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ (تم میرے ڈاڑھی اور سر کے بال مت پکڑو) پھر اپنا غدر پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ اِنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ تُقُوْلَ (مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تم کہنے لگو) جبکہ میں ان سے قتال کرتا اور کچھ میرے ساتھ دیتے کچھ مخالفت کرتے۔ فَرَفَقْتُ بَيْنَ بَنِيۡ اِسْرَآءِیْلَ (تو نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق کر دی) یا میں ڈرا کہ تم کہو گے کہ تم نے ان کے دو فرقے بنا دیے۔ ایک گروہ میرے ساتھ مل جاتا اور دوسرا سامری کی اتباع کرتا اس طرح مستقل گروہ بندی ہو جاتی۔ وَلَمْ تَرْقُبْ (اور تو نے انتظار نہیں کیا) تم نے لحاظ نہیں رکھا۔ قَوْلِيْ (میری بات کا) وہ بات یہ تھی اخلفنی فی قومی و اصلح

[الاعراف: ۱۴۲]

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يُسَامِرِيَّ ۙ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً

موسیٰ نے کہا اے سامری تیرا کیا حال ہے اس نے کہا کہ میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی سو میں نے فرستادہ کے نقش سے ایک

مِنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ۙ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ

مٹھی اٹھالی میں نے اس مٹھی کو ڈال دیا اور میرے نفس نے مجھے یہی بات اچھی کر کے دکھائی موسیٰ نے کہا بس تو چلا جا سو تیرے لئے

فِي الْحَيَاةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَنْ تُخْلَفَهُ ۚ وَانْظُرْ إِلَى إِلَهِكَ

زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یوں کہنا پھرے گا کہ مجھے کوئی نہ چھوئے اور بلاشبہ تیرے لئے ایک وعدہ ہے جو ٹٹنے والا نہیں ہے اور تو اپنے معبود کو دیکھ لے

الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۙ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ

جس پر تو جمنا ہوا تھا ہم ضرور ضرور اسے جلا دیں گے پھر اسے دریا میں اچھی طرح بکھیر دیں گے۔ تمہارا معبود اللہ ہی ہے

الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۙ

جس کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت کی جائے۔ وہ اپنے علم سے تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

مَسْئَلَةٌ: اس آیت میں دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے۔

سامری سے باز پرس:

۹۵: موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس کی حرکت کا انکار کرتے ہوئے فرمانے لگے۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ (کس چیز نے تجھے اس حرکت پر آمادہ کیا)۔ یُسَامِرِيَّ اے سامری؟

۹۶: قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ (اس نے کہا مجھے ایسی چیز نظر آئی تھی جو دوسروں کو نظر نہ آئی تھی) قراءت: حمزہ وعلی نے تبہرو اتاء سے پڑھا ہے۔

قول زجاج بصر کا معنی عَلِمَ اور أَبْصَرَ کا معنی نظر آتا ہے۔ یعنی مجھے اس چیز کا علم تھا جس کا بنی اسرائیل کو علم نہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ کیا بات تھی؟ اس نے کہا میں نے جبریل علیہ السلام کو زندگی کے گھوڑے پر سوار دیکھا میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں اس کے نشان راہ سے مٹھی بھر خاک لے لوں۔ جس چیز میں میں وہ مٹی ڈالوں گا اس میں روح، گوشت، خون پیدا ہو جائے گا۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً (پھر میں نے ایک مٹھی بھرا اٹھالی تھی) القبضة ایک مرتبہ مٹھی بھرنا۔ اس کا اطلاق ہاتھ میں آنے والی مقدار پر ہوتا ہے مفعول کو مصدر کا نام دے دیا گیا جیسے ضَرْبُ الامیر امی مضروب۔

قراءت: قَبَضْتُ قَبْضَةً صَاد سے پڑھا گیا۔ فرق یہ ہے کہ ضَاد سے تمام ہتھیلی وانگلیاں سمیت بھرنا اور صَاد سے انگلیوں کی

اطراف سے اٹھانا۔ مِّنْ اَثْرِ الرَّسُوْلِ (فرستادہ خداوندی کے نقش پا سے) یعنی مِّنْ اَثْرِ فَرَسِ الرَّسُوْلِ۔ قاصد کے گھوڑے کے نشانہائے قدم سے۔ فَنبَذْتُهَا (پس میں نے وہ خاک پھٹڑے میں ڈال دی) پھٹڑے کے پیٹ میں ڈال دی۔ وَكَذٰلِكَ سَوَّلْتُ (اور اسی طرح پسند آئی) میرے نفس نے میرے لئے یہ بات مزین کی۔ لِيُ نَفْسِيْ (میرے جی نے میرے لئے) کہ میں اس کو کروں پس میں نے اپنی خواہش پر چلتے ہوئے کر ڈالی۔ اس میں غلطی کا اعتراف اور معذرت ہے۔

۹۷: قَالَ (اس کو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا): فَاذْهَبْ (تو بس چلا جا) ہمارے درمیان دھتکارا ہوا۔ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ (تیرے لئے اس دنیا کی زندگی میں جب تک تو زندہ رہے گا)۔ اَنْ تَقُوْلَ (کہ تو کہتا پھرے گا) جو تجھ سے ملنا چاہے گا۔ اور اسے تیرے متعلق علم نہ ہوگا۔ لَا مَسَاسَ (چھونا نہیں) مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے اور نہ میں اس کو ہاتھ لگاؤں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اس کے ساتھ میل جول سے مکمل طور پر منع فرمادیا اور اس پر ان سے ملنا حرام کر دیا اور گفتگو بند کر دی۔ خرید و فروخت ناجائز قرار دی۔ جب کسی کے ساتھ اتفاقاً ہاتھ لگ جاتا تو چھونے والے اور سامری دونوں کو بخار چڑھ جاتا۔ چنانچہ وہ جنگل میں چیختا پھرتا۔ لَا مَسَاسَ لَا مَسَاسَ لَا مَسَاسَ۔

بعض کہتے ہیں اس کی اولاد میں یہ اب تک موجود ہے۔ ایک قول یہ ہے موسیٰ علیہ السلام نے اس کے قتل کا ارادہ فرمایا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی سخاوت کی وجہ سے اس سے منع فرمادیا۔ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تَخْلَفَهُ (اور تیرے لئے ایک اور مقررہ وعدہ ہے جو تجھ سے ہرگز نہ ٹلے گا) اللہ تعالیٰ تیرے متعلق کئے گئے وعدہ کی خلاف ورزی ہرگز نہ فرمائیں گے جو اس نے شرک اور فساد فی الارض کے سلسلہ میں کر رکھا ہے۔ وہ آخرت میں تیرے حق میں پورا کرے گا اور یہ دنیا کی سزا اس سے زائد ہے۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے لَنْ تَخْلِفَهُ پڑھا ہے۔ اور یہ اخلفت الموعد سے لیا گیا ہے۔ جب کہ تم اس کے خلاف پاؤ۔

سامری کے معبود کا حشر:

وَانْظُرْ اِلَى الْهٰكِ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ (اور تو اپنے اس معبود کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما بیٹھا تھا) ظَلْتَ اصل میں ظَلَلْتَ ہے پہلی لام کو تخفیف کی وجہ سے حذف کر دیا۔ عَاكِفًا (ٹھہرنے والا) لَنْحَرٍ قَنَةً (ہم ضرور اس کو آگ سے جلا کر راکھ کر دیں گے)۔ اَنَّمْ لَّنْ نَّسِفْنَهُ (پھر اس کی راکھ کو بکھیر دیں گے) فِي الْيَمِّ نَسْفًا (دریا میں بکھیرنا)۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جلوادیا اور سمندر میں اس کی راکھ بکھیر دی گئی۔ بعض نے سمندر کا پانی جاپیا کیونکہ پھٹڑے کی محبت ان کے دل میں رچی بسی تھی۔ مگر ان کے ہوتنوں پر بطور علامت سونے کی زردی ظاہر ہو گئی۔

۹۸: اِنَّمَا الْهٰكُمُ اللّٰهُ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (حقیقت میں تمہارا معبود صرف وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا علم ہر چیز پر وسیع ہے) عِلْمًا یہ تیز ہے یعنی اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔

كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا ۖ مَنْ

اسی طرح ہم آپ سے گزشتہ واقعات کی خبریں بیان کرتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے جس شخص نے

أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وِزْرًا ۖ خُلِدَ يَنْ فِيهِ وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

اس سے اعراض کیا سو بلاشبہ وہ قیامت کے دن بھاری بوجھ لادے گا۔ ایسے لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے

حِمْلًا ۖ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۖ يَتَخَفَتُونَ بَيْنَهُمْ

براہوگا جس روز صور پھونکا جائے گا اور اس دن ہم مجرمین کو اس حالت میں جمع کریں گے ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی وہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں گے

إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۖ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ۖ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِنْ

کہ تم لوگ صرف دس دن رہے ہو ہم خوب جانتے ہیں جس چیز کے بارے میں وہ بات کریں گے جبکہ ان میں سب سے زیادہ صحیح رائے رکھنے والوں کہے گا کہ

لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۖ

تم تو بس ایک ہی دن ٹھہرے ہو۔

۹۹: كَذَلِكَ كَانَتْ مَحَلًّا مَنْصُوبٌ هِيَ أَيْ مِثْلُ مَا اقْتَصَصْنَا عَلَيْكَ قِصَّةَ مُوسَى وَهَارُونَ جِيسَ هَمْ نَعْمَ هِيَسْ مَوْيْ وَهَارُونَ كَا
واقعہ بیان کیا۔ اسی طرح نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ (ہم تم سے واقعات گزشتہ کی کچھ خبریں بیان کرتے ہیں۔)
گزشتہ امتوں کے واقعات و حالات تاکہ وضاحت اور زیادہ ہو جائے اور آپ کے معجزات بھی زیادہ ہو جائیں۔ وَقَدْ آتَيْنَاكَ
(اور ہم نے ہی آپ کو دیا ہے۔) مِنْ لَدُنَّا (اپنے پاس سے) ذِكْرًا (ایک نصیحت نامہ) ذکر سے قرآن مجید مراد ہے۔ یہ سب
سے عظیم تر ذکر ہے اور قرآن کریم ایسا ہے۔ جو اس کی طرف متوجہ ہو اس کے لئے اس میں نجات ہے یہ واقعات، حالات پر مشتمل
ہے جن میں حقیقی فکر و سوچ اور عبرت پائی جاتی ہے۔

قرآن سے منہ موڑنے والے کا حکم:

۱۰۰: مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ (جو لوگ اس سے منہ موڑیں گے) اس قرآن سے جو کہ ذکر ہے اور اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ فَإِنَّهُ
يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وِزْرًا (وہ قیامت کے دن بھاری بوجھ اٹھائیں گے) سخت عذاب۔ اس کو بوجھ کا نام دیا کیونکہ انکا انجام بھی
بوجھ کے مشابہہ ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں جو صعوبات پیش آئیں گی وہ بھاری بوجھ کی طرح ہیں جو کہ کمر کو توڑنے والا ہوگی۔ اور
اس کا گناہ بھی اس کی پیٹھ پر ڈالا جائے گا۔ نمبر ۲۔ اس وجہ سے کہ گناہ کا بدلہ ہے۔

۱۰۱: خُلِدَ يَنْ فِيهِ (وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے) یہ يَحْمِلُ کی ضمیر سے حال ہے۔ معنی کا لحاظ کر کے جمع لائے اور فَإِنَّهُ میں لفظ
مَنْ کا لحاظ کر کے واحد لائے۔ فِيهِ (اس میں بوجھ میں) بوجھ کی جزاء یعنی عذاب میں وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ حِمْلًا (اور

قیامت کے دن یہ بوجھان کے لئے بہت برا ہوگا) ساء یہ بئس کے حکم میں ہے۔ اور اس میں ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر حملاً بطور تمیز کر رہا ہے۔ لہتم میں لام بیانیہ ہے جیسا کہ ہیت لك [یوسف: ۲۳] میں ہے۔ ساء کا مخصوص بالذم محذوف ہے۔ کیونکہ پہلے آنے والا الوزر اس پر دلالت کر رہا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ساء الحمل حملاً وزرہم۔

قیامت کا ایک منظر:

۱۰۲: يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ (جس روز صور میں پھونک مار دی جائے گی)

نَحْوُ: یوم ینفخ یہ یوم القیامۃ سے بدل ہے۔

قراءت: ابو عمرو نے ننفخ پڑھا ہے۔

الصور نمبر ۱۔ قرن سنگ کو کہتے ہیں۔ نمبر ۲۔ جمع صورۃ ہے۔ صورتوں میں ارواح پھونک دیں گے۔ اس کی دلیل قتادہ کی قراءت ہے۔ فی الصور میں واو کا فتح جمع صورۃ ہے۔ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَ مَئِذٍ زُرْقًا (اور ہم مجرمین کو اس دن اٹھائیں گے اس حال میں کہ ان کی آنکھیں نیلی ہونگی) زرقا یہ حال ہے یعنی اندھی آنکھوں والا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا وَنَحْشُرُهُمْ یوم القیامۃ علی وجوہہم عمیا [الاسراء: ۹۷] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کی آنکھ سے روشنی جاتی رہے اس کی آنکھ کی سیاہی ختم ہو کر نیلی ہو جاتی ہے۔

۱۰۳: يَتَخَفَتُونَ (وہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں گے) بَيْنَهُمْ (آپس میں) اس دن کے ہول و ڈر کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے چپکے باتیں کریں گے۔ اِنْ لَبِثْتُمْ (تم دنیا میں نہیں ٹھہرے۔)

اِلَّا عَشْرًا (مگر دس راتیں) قبور میں قیام کی مدت کو قلیل قرار دیں گے۔ نمبر ۲۔ دنیا میں قیام کے زمانہ کو تھوڑا کر کے بتلائیں گے۔ کیونکہ وہ وہاں ایسی سختیاں دیکھیں گے جو انہیں نعمتوں اور سرور کے ایام یاد دلائیں گی۔ وہ ان ایام پر افسوس کریں گے اور ان کو بہت قلیل بتلائیں گے اس لئے کہ خوشی کے دن ہوتے ہی تھوڑے ہیں نمبر ۳۔ کیونکہ وہ دن ان سے کھو چکے ہونگے اور گزری چیز خواہ طویل المدت ہو۔ مگر ختم ہونے کی وجہ سے قصیر ہوتی ہے۔ نمبر ۴۔ آخرت کو جھانک لینے کی وجہ سے کیونکہ وہ ابدی ہے۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کی عمر کو حقیر و چھوٹا قرار دیں گے۔ اور دنیا میں رہنے والوں کی مدت آخرت کے قیام کے مقابلہ میں قلیل قرار دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اس کے قول کو رائج قرار دیا ہے جو ان میں سب سے قلیل قرار دیتا ہے فرمایا:

۱۰۴: نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ اِذْ يَقُولُ (ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں جبکہ ان میں سے) امثلہم طریقۃً اِنْ لَبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا (صاحب الرائے اس طرح کہتا ہوگا۔ تم تو ایک ہی روز رہے) امثل کا معنی معتدل و درست رائے والا۔ طریقۃ بمعنی قول ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: قالوا البشنا یوماً او بعض یوم فسئل العادین [المؤمنون: ۱۱۳]

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۖ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۖ لَا تَرَىٰ

اور وہ لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں سو آپ فرمادیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا پھر زمین کو ایک ہموار میدان بنا دے گا۔ اے مخاطب تو

فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۖ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ ۖ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ

اس میں کوئی ناہمواری اور کوئی بلندی نہیں دیکھے گا جس روز بلانے والے کا اتباع کریں گے اس کے سامنے کوئی نیزہا پن نہیں ہوگا اور رحمن کے لئے آوازیں پست

لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ۖ يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ

ہو جائیں گی سوائے مخاطب تو پاؤں کی آہٹ کے سوا کچھ نہ سنے گا جس دن شفاعت نفع نہ دے گی مگر اسی کو جس کے لئے رحمن نے اجازت دی

وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ ۖ عَلَمًا ۖ وَعَنْتِ

اور جس کے لئے بولنا پسند فرمایا۔ وہ جانتا ہے جو ان کے پہلے احوال تھے اور ان لوگوں کا علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا اور تمام چہرے

الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۖ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ

حی و قیوم کے لئے جھک جائیں گے اور جو شخص ظلم اٹھا کر لے گیا ہو وہ ناکام ہوگا اور جس شخص نے مومن ہونے کی حالت میں اچھے

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَفُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ۖ

عمل کئے سوائے کسی طرح کے ظلم کا اور کسی کمی کا اندیشہ نہ ہوگا۔

پہاڑوں کے متعلق سوال و جواب :

۱۰۵: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ (آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں) کفار نے نبی اکرمؐ سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا بنے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کسی نے سوال نہیں کیا بر تقدیر سوال جواب کی تعلیم کی گئی ہے کہ اگر وہ آپ سے سوال کریں تو کہہ دیں اسلئے فاء سے فرق کیا گیا بخلاف دیگر سوالات کے وہاں فاء نہیں لائی گئی جیسا اس قول میں ويسئلونك عن المحييض قل هو اذى (البقرہ: ۱۱۱) ويسئلونك عن اليتامى قل اصلاح لهم خير [البقرہ: ۲۲۰] ويسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير [البقرہ: ۲۱۹] يسئلونك عن الساعة ايان مرسها قل انما علمها عند ربى [الاعراف: ۱۸۷] ويسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربى [الاسراء: ۸۵] ويسئلونك عن القرنين قل سأتلوا [الکہف: ۸۳] غرضیکہ ان تمام مقامات میں سب سے پہلے سوالات کیے گئے پھر جوابات وارد ہوا۔ ان میں شرط کا معنی نہ تھا اسلئے فاء نہیں لائی گئی۔

يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا (میرا رب ان کو اڑا دے گا اڑانا) ان کو ریت کی طرح کر دے گا۔ پھر ہوائیں بھیج کر ان کو متفرق کر دے گا۔ جیسا کہ غلہ کو متفرق کیا جاتا ہے۔ قول خلیلؑ یہ ہے کہ ان کو جڑ سے اکھاڑ دے گا۔

۱۰۶: فَيَذَرُهَا (پھر ان کے مقامات کو تبدیل کر دے گا۔) نمبر ۲۔ ہاء کی ضمیر کا مرجع الارض کو معلوم ہونے کی بنا پر بنایا جائے۔
جیسا اس آیت میں ماترك على ظهرها [فاطر: ۳۵] قَاعًا صَفْصَفًا (ہموار زمین چٹیل میدان۔)

۱۰۷: لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا (تمہیں اس میں ناہمواری دکھائی نہ دے گی) عوجا: جھکاؤ۔ ٹیڑھ۔ وَ لَا أَمْتًا (نہ ٹیلہ) بلندی العوج کا لفظ کسرہ سے معانی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ مفتوح کا لفظ اعیان میں ہی آتا ہے اور زمین تو اعیان میں سے ہے۔ مگر اس کے لئے لفظ معانی والا استعمال ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب زمین اس قدر برابر کر دی جائے کہ اس میں ذرا بھر ٹیڑھ نہ رہے خواہ کتنے آلات سے جائزہ لیا جائے تو پھر یہ معانی کے قائم مقام بن گئی۔

۱۰۸: يَوْمَ مِيزٍ (اس دن)۔ اس میں یوم کی اضافت پہاڑوں کے اڑانے کی طرف کی۔ ای یوم اذ نسفت الجبال نمبر ۲۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ یوم القیامہ کا بدل ثانی ہے۔ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ (وہ داعی کے کہنے پر چلیں گے ادھر ادھر نہ مڑیں گے) جو محشر کی طرف بلائے گا۔ یعنی داعی سے مراد اسرافیل ہیں۔ اتباع داعی سے اتباع صوت داعی مراد ہے اسرافیل علیہ السلام صحرہ بیت المقدس پر آواز دیں گے ايتها العظام البالية والجلود المتخرقة واللحوم المتفرقة هلمى الى عرض الرحمان [الرحمان: ۱۷] اے بوسیدہ ہڈیو اے پارہ پارہ کھالو۔ متفرق گوشت کے گالو۔ رحمان کی بارگاہ میں پیش ہونے کو چلو۔ ہر طرف سے وہ اس کی آواز پر متوجہ ہونگے ادھر ادھر نہ مڑیں گے۔ وَ خَشَعَتِ (اور پست ہو جائیں گی۔)

الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ (آواز میں رحمان کی ہیئت و رعب سے) فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا (پس تو نہ سن پائے گا سوائے خفیف آواز کے) ہونٹ ہلانے سے خفیف آواز سنی جائے گی دوسرا قول یہ ہے کہ ہمس الابل سے ہے اونٹوں کے چلنے کے وقت ان کے پاؤں کی آواز مطلب یہ ہے کہ تم قدموں کی آہٹ سنو گے اور محشر کی طرف انکا منتقل ہونا۔

۱۰۹: يَوْمَ مِيزٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ (اس دن شفاعت فائدہ نہ دے گی مگر ایسے شخص کیلئے جس کے لئے رحمان نے اجازت دے دی ہو۔)

يَخْوَرُ: مَنْ شَفَاعَتِ كَابِدَلِ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ مضاف محذوف ہے۔ ای لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا شَفَاعَةُ مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ یعنی وہ شفاعت کرنے والے کو شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائے گا۔ وَ رَضِيَ لَهُ قَوْلًا (اور اس کے لئے بولنا پسند کر لیا ہو) اور اپنے لئے اس کی بات کو پسند کر لیا ہو کہ جس کے حق میں شفاعت کی جارہی ہے وہ محفوظ ہوگا۔ نمبر ۲۔ یہ منصوب ہے اس طرح کہ تنفع کا مفعول ہے۔

۱۱۰: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (وہ جانتا ہے ان کے تمام اگلے پچھلے احوال کو) ان کے گزشتہ احوال اور مستقبل کی کیفیات سے واقف ہے۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا (وہ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے) یعنی ان چیزوں کو جن کا احاطہ علم الہی کرنے والا ہے۔

يَخْوَرُ: اس صورت میں ضمیر ماکہ طرف راجع ہے۔ نمبر ۲: ضمیر کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا احاطہ ممکن ہی نہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ

اور اسی طرح ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تاکہ وہ لوگ ڈر جائیں یا یہ قرآن ان کے لئے کسی قدر

لَهُمْ ذِكْرًا ۝ فَتَعٰلٰی اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ

کچھ پیدا کر دے۔ سو اللہ برتر ہے 'بادشاہ ہے' 'حق ہے' اور آپ قرآن میں اس سے پہلے جلدی نہ کیجئے کہ اس کی

يُقَضَّىٰ اِلَيْكَ وَحْيُهُ ۚ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝۱۱۲

وہی پوری کر دی جائے اور آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم اور بڑھا دے۔

۱۱۱: وَعَنْتَ (جھک جائیں گے اور ذلیل ہو جائیں گے) اور اسی سے ہے کہ اسیر و قیدی کو عانی (عاجز) کہتے ہیں عنا یعنی الْوُجُوْہُ (چہرے) مراد چہروں والے۔ لِلْحَيِّ (اس ذات کیلئے جو کبھی نہیں مرے گی) ہمیشہ زندہ رہے گی اس پر موت نہ آئے گی۔ ہر زندگی جس کے پیچھے موت ہو وہ زندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ الْقَيُّوْمُ (ہمیشہ قائم و دائم رہنے والی) ہر شخص جو کچھ کرتا ہے اس کے تمام اعمال کو تھامے ہوئے ہے۔ نمبر ۲۔ تمام مخلوق کے انتظام کو تھامے ہوئے ہے۔ وَقَدْ خَابَ (اور ایسا شخص ناکام رہے گا) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوگا۔ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا (جو ظلم لے کر آیا ہوگا) جو موقف قیامت میں شرک اٹھا کر لایا۔ کیونکہ ظلم وضع الشی فی غیر موضعہ کو کہا جاتا ہے اور اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا جس نے مخلوق کو خالق کا شریک بنا دیا۔

۱۱۲: وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ (اور جس نے نیک کام کئے) صالحات سے طاعات مراد ہیں۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ (اس حالت میں کہ وہ ایماندار تھا) وہ محمد ﷺ جو لے کر آئے اس کی تصدیق کرنے والا تھا۔

نکتہ: معلوم ہوا کہ ایمان والا لقب ایسے شخص کا ہو سکتا ہے جو بغیر اعمال صالحہ کے ہو۔ ایمان اعمال صالحہ کی قبولیت کی شرط ہے۔ فَلَا يَخْفُ (وہ نہ اندیشہ کرے گا)۔ قراءت: مکی نے نہیں فَلَآ يَخْفُ پڑھا ہے۔

ظُلْمًا (زیادتی کا) کہ اس کی سیّات بڑھادی جائیں وَلَا هَضْمًا (اور نہ کمی کا) کہ اس کی حسنات میں کمی کر دی جائے ہضم کی اصل نقص اور کسر ہے (کم کرنا، توڑنا)۔

۱۱۳: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح)

نَحْنُ: اس کا عطف کَذٰلِكَ نَقْصُ پر ہے۔ یعنی اس اتارنے کی مثل اَنْزَلْنَاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (ہم نے اس کو قرآن عربی اتارا) عربی زبان میں اتارا۔ وَصَرَّفْنَا (اور بار بار بیان کئے)۔ فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (اس میں وعیدیں شاید کہ وہ پرہیز کریں) شرک سے بچے رہیں۔ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ (یا وہ پیدا کر دے گا ان کے لئے) وعید یا قرآن ذِکْرًا (نصیحت) یا ایمان لا کر اس سے مشرف باد ہو جائیں اور بلند ہو جائیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اَوْ وَاوْ کے معنی میں ہے۔

۱۱۴: فَتَعٰلٰی اللّٰهُ (پس اللہ تعالیٰ بڑا عالی شان ہے) وہ تمام گمانوں سے بلند و بالا ہے تمام فہموں کے وہموں سے اعلیٰ ہے

اجسام کی مشابہت اور مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے۔ الْمَلِکُ (وہ بادشاہ) ایسا کہ تمام بادشاہ اس کے محتاج الْحَقُّ (سچا) الوہیت کا سچا حقدار فناء و بگاڑ اور زوال کا اس کے اقتدار حکومت میں احتمال و وہم بھی نہیں۔ جب قرآن اور اس کے نزول کا تذکرہ ہوا۔ تو بطور استطراد فرمایا جب جبرئیل قرآن کی وحی لیکر آئیں تو جب تک وہ پوری وحی پہنچانہ چکیں قرآن پڑھنے میں عجلت نہ کریں۔ آپ اتنی دیر کریں کہ اس کو سنا دیں اور سمجھا دیں۔ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ (اور آپ قرآن پڑھنے میں عجلت نہ کریں)۔ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ (اس سے قبل کہ اس کی وحی مکمل ہو) اس سے پہلے کہ جبرئیل علیہ السلام پہنچا کر فارغ ہوں۔ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (اور کہہ دیں اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما) قرآن اور اس کے معانی کا علم دوسرا قول یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو کسی چیز میں اضافہ کی طلب کرنے کا حکم نہیں دیا سوائے علم کے۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَنَسَىٰ وَلَمْ نُجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝۱۱۵ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ

اور اس سے پہلے ہم نے آدم کو حکم دیا سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا

اَسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا اِلَّا اِبْلٰٓسَ اَبٰی ۝۱۱۶ فَقُلْنَا يَا اٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ

کہ آدم کے لئے سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا اس نے انکار کر دیا۔ سو ہم نے کہا اے آدم بلاشبہ یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی ۝۱۱۷ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰی ۝۱۱۸ وَاَنَّكَ

سو یہ ہرگز تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے سو تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے بلاشبہ تمہارے لئے یہاں یہ بات ہے کہ تم اس میں نہ بھوکے رہو گے اور نہ تنگے رہو گے اور نہ یہاں

لَا تَظْمَوُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰی ۝۱۱۹ فَوَسَّوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يَا اٰدَمُ هَلْ اَدْرٰکُ عَلٰی

تم پیاسے ہو گے اور نہ تمہیں دھوپ لگے گی شیطان نے ان کی طرف وسوسہ ڈالا وہ کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تمہیں بیشکی والا درخت

شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ اَلٰیْبٰلِ ۝۱۲۰ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوَاتُهُمَا وَطِفَقَا

اور ایسی بادشاہی نہ بتا دوں جس میں کبھی ضعف نہ آئے سوان دونوں نے اس میں سے کھا لیا سوان کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں اور وہ دونوں

يَخْصِفْنَ عَلٰیهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٖ فَغَوٰی ۝۱۲۱ ثُمَّ اٰجَبَتْهُ رَبُّهٗ

اپنے اوپر جنت کے پتے چیکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو وہ غلطی میں پڑ گئے۔ پھر ان کے رب نے انہیں چن لیا

فَتَابَ عَلٰیهِ وَهَدٰی ۝۱۲۲ قَالَ اِهْبِطْ مِنْهَا جَمِیْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَاَمَّا يٰۤاٰتِیْنٰکُمْ

سوان کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں ہدایت پر قائم رکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ تم میں بعض بعض کے دشمن ہوں گے سو اگر تمہارے پاس میری طرف سے

مِّنِّیْ هُدٰی ۙ فَمِنْ اَتْبَعَ هٰذَا یَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی ۝۱۲۳

کوئی ہدایت آئے تو سو جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ شقی ہوگا۔

قصہ آدم علیہ السلام و ملائکہ و ابلیس:

۱۱۵: وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ (اور تحقیق ہم آدم علیہ السلام کو ایک حکم دے چکے تھے) یعنی ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ وہ درخت میں سے نہ کھائیں بادشاہوں کے اوامر و وصایا میں کہا جاتا ہے تقدم الملك الى فلان و او عزاليه و عزم عليه و عهد اليه۔ ان تمام میں حکم و نصیحت کا معنی ہے۔

خَجُوْ: قصہ آدم کا عطف و صَرْفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں قسم سے کہتا ہوں کہ ہم نے تمہارے باپ آدم کو حکم دیا اور ان کو وصیت کی کہ وہ درخت کے قریب نہ جائیں۔

مِنْ قَبْلُ (ان کے وجود سے قبل) پس انہوں نے وہ کر لیا جس سے روکا گیا تھا۔ جیسا کہ یہ مخالفت کر رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بنی آدم کے معاملے کی بنیاد ہی اس بات پر ہے۔ اور اس کا اثر ان میں پختہ ہے۔ فَتَنِيْسى (پس وہ عہد کو بھول گئے) ممانعت والا عہد اور انبیاء علیہم السلام سے اس نسیان پر مواخذہ ہوتا ہے۔ جس کے متعلق اگر وہ تکلف کرتے تو وہ اس سے بچ سکتے تھے۔ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (اور ہم نے ان کے اندر پختگی نہ پائی) یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کیلئے پختہ ارادہ و قصد نہ پایا۔ نمبر ۲۔ آدم اولی العزم میں سے نہ تھے۔ یہاں وجود علم کے معنی میں ہے اور لہ عزمًا دونوں اس کے مفعول ہیں۔ نمبر ۳۔ عزم یہ عدم کی نقیض ہے یعنی ان میں پختگی معدوم تھی۔ اور لہ اس صورت میں نجد کے متعلق ہے۔

۱۶: وَ اِذْ قُلْنَا (اور جب ہم نے کہا۔) خَجُوْ: یہ اذ کر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (فرشتوں کو کہ تم آدم کو سجدہ کرو) قول اول یہ لغوی سجدہ ہے جو کہ تذلل، خضوع کو کہا جاتا ہے۔ دوسرا قول آدم کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے آدم کو قبلہ کی طرف قرار دیکر سجدہ کا حکم ہوا۔ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ (پس انہوں نے سوائے ابلیس کے سجدہ کیا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابلیس فرشتہ تھا مستثنیٰ منہ کی جنس سے تھا۔

حضرت حسن کا قول یہ ہے ملائکہ ارواح کی مخلوق کا نچوڑ ہیں۔ ان میں تو والد و تناسل نہیں اور ابلیس گرم لو کے مادہ سے ہے (جو جنات کی اصل ہے) ان سے استثناء انکا اس لئے صحیح ہے۔ کہ یہ ان کے ساتھ رہتا اور ان کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ اَبٰی (اس نے انکار کیا۔)

خَجُوْ: یہ جملہ متانفہ ہے۔ گویا یہ قائل کے اس قول کا جواب ہے جو کہ یہ کہے کہ اس نے پھر سجدہ کیوں نہ کیا؟ اور درست وجہ یہ ہے کہ اس کا مفعول مقدر نہ مانا جائے اور وہ سجدہ ہے اور اس پر فَسَجَدُوْا دلالت کرتا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے انکار کو ظاہر کیا۔ اور اس پر توقف کیا۔

۱۷: فَقُلْنَا يَا اٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوُّكَ وَلِزَوْجِكَ (اور ہم نے کہا اے آدم بیشک یہ تیرا دشمن اور تیری بیوی کا دشمن ہے) اس طرح کہ اس نے تمہیں سجدہ نہیں کیا اور تیری عظمت کا قائل نہیں۔ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ (کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنت سے نکال باہر کرے) یعنی تمہارے جنت سے نکلوانے کا سبب نہ بن جائے۔ فَتَشَقٰی (پھر تم مشقت و مصیبت میں پڑ جاؤ) خوراک کی تلاش میں تھکنا پڑے۔

یہاں فتشقیاء نہیں فرمایا آیات کے آخر کا لحاظ رکھا گیا۔ نمبر ۲۔ حواء تو بحیثیت تابع داخل ہی ہے۔ نمبر ۳۔ مرد و عورت کے خرچہ کا ذمہ دار ہے۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ آدم علیہ السلام کے پاس ایک سرخ بیل بھیجا گیا جس سے ہل چلاتے اور اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے تھے۔

۱۸: اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا (اور تیرے لئے اس میں یہ ہے کہ نہ بھوک لگے گی) یعنی جنت میں وَ لَا تَعْرٰی (اور نہ تو ننگا ہوگا)

کپڑوں سے کیونکہ یہ کپڑے ہمیشہ کیلئے تیار کر دہ ہیں۔

۱۱۹: وَأَنَّكَ (اور بیشک تم) قراءت: نافع، ابوبکر نے اِنَّكَ پڑھا۔ پہلے اِنَّ پر عطف کیا اور دیگر قراء نے فتح سے پڑھا اور اس کا عطف اَلَّا تَجُوعَ پر کیا ہے۔ اور محلاً منصوب مانا ہے اور فصل کی صورت میں بھی جائز ہے۔ جیسا کہ تم کہو ان فی علمی اِنَّكَ جالس۔ لَا تَظْمَوُا فِيْهَا (نہ اس میں پیاس لگے گی) اس میں پیاس نہ ہوگا کیونکہ وہاں مشروبات ہی مشروبات ہیں۔ وَلَا تَصْحٰی (نہ دھوپ لگے) سورج کی گرمی تجھے نہ پہنچے گی۔ کیونکہ جنت میں سورج کا وجود نہیں۔ اہل جنت ظلّ ممدود میں قیام پذیر ہیں۔

۱۲۰: قَوْسُوسٌ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ (پس شیطان نے ان کو بہکایا) اس نے وسوسہ ڈالا۔ اُنْہٰی اِلَیْہِ الْوَسْوَسَۃُ سر الیہ کی طرح ہے پوشیدہ وسوسہ ڈالا۔ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدْرٰکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ (کہا اے آدم کیا میں تمہیں ہمیشگی کا درخت بتلا دوں) یہاں شجرہ کی نسبت خلد کی طرف کی خلد، خلود کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جس نے اس سے کھالیا۔ اس کے خیال کے مطابق وہ ہمیشہ رہا۔ اور اس پر موت نہ آئے گی۔ وَمُلْكٌ لَا یَبُلٰی (اور ایسی بادشاہی جو پرانی نہ ہو) یعنی زوال و فناء نہ آئے گا۔

۱۲۱: فَاَکْمَلَا (پس ان دونوں نے اس درخت سے کھالیا) دونوں سے آدم و حواء مراد ہیں۔ مِنْہَا فَبَدَتْ لَہُمَا سَوَاتِہُمَا (فوز) دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے) سواۃ، ستر و عورت۔ وَطَفِقَا (اور لگے) طَفِقَ اور جَعَلَ دونوں کا کاد کی طرح ہیں خبر مضارع آتی ہے البتہ یہ دونوں شروع استمرار کا معنی پیدا کرنے کیلئے آتے ہیں اور کاد قرب کو ظاہر کرتا ہے۔

عصیان کا معنی:

یَخْصِفٰنِ عَلَیْہِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (چپکائے اپنے اور جنت کے پتے) ستر کیلئے دونوں جنت کے درختوں کے پتوں کو چپکانے لگے اور درخت سے یہاں انجیر مراد لیا گیا ہے۔ وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی (اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا وہ غلطی میں پڑ گئے) رائے سے بھٹک گئے۔ ابن عسلی کہتے ہیں ناکام ہو گئے۔ حاصل یہ ہے کہ العصیان امر و نہی کے خلاف کام کا واقعہ ہونے کو کہا جاتا ہے۔ یہ دو قسم پر ہے۔ نمبر ۱۔ جان بوجھ کر ہوتا ہے اس سورت میں ذنب کہلاتا ہے۔ نمبر ۲۔ جان بوجھ کر نہیں ہوتا تو لغزش کہلاتا ہے۔ جب آپ کے فعل کو عصیان سے تعبیر کیا تو رشد سے وہ فعل نکل گیا اور غی میں شامل ہوا کیونکہ نام ہی خلاف رشد کا ہے۔

البتہ عصى آدم رَبَّہٗ فَغَوٰی کی تصریح میں جوزل آدم کو چھوڑ کر اختیار کی گئی ہے اس میں انتہائی بلیغ انداز میں زجر اور تمام مکلفین کیلئے نصیحت ہے۔ گویا اس طرح فرمایا غور کرو اور عبرت حاصل کرو۔ کہ کس طرح معصوم اور اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر کی لغزش کی اطلاع اس سخت انداز سے دی گئی پس تم صغائر کے سلسلہ میں بے خبر مت بنو چہ جائیکہ کبائر کا ارتکاب کرنے لگو۔

۱۲۲: ثُمَّ اجْتَبٰہُ رَبُّہٗ (پھر ان کے رب نے ان کو چن لیا) اپنا مقرب بنایا۔ نمبر ۲۔ منتخب کیا چن لیا۔ اجتبی کا اصل معنی جمع کرنا ہے جیسے جبى الخراج۔ اس نے خراج جمع کیا۔ جبى الی میرے پاس جمع کیا گیا۔ فاجتبیۃ میں اس کو اپنے پاس جمع کر لیا۔ اپنے قرب میں لے آیا۔ فَتَابَ عَلَیْہِ (پس ان پر توجہ فرمائی) توبہ سے قبل وَہْدٰی (اور راہ راست پر قائم رکھا) معذرت و استغفار کی طرف ان کی راہنمائی کر کے راہ راست پر قائم رکھا۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

اور جس شخص نے میری نصیحت سے اعراض کیا سو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور ہم اسے قیامت کے دن اس حالت میں اٹھائیں گے

أَعْمَى (۱۲۵) قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (۱۲۶) قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ

کہ وہ اندھا ہوگا وہ کہے گا کہ اے میرے رب مجھے آپ نے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات پہنچی

أَيُّتْنَا فَانْسَيْتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى (۱۲۷) وَكَذَلِكَ نُجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمَرْ

تھیں سو تو انہیں بھول گیا اور آج تو بھلا دیا جائے گا اور ہم اسی طرح اسے سزا دیں گے جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیات پر ایمان

بِآيَاتِ رَبِّهِ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى (۱۲۸) أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمَا أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ

نہ لائے اور یہ واقعی بات ہے کہ آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور بڑا دیرپا ہے کیا انہیں اس چیز نے ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتوں کو

مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسْكِنِهِمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَى (۱۲۹)

ہلاک کر دیا یہ لوگ ان کے رہنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ مہاشیاس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

۱۲۳: قَالَ أَهْبَطْنَا مِنْهَا جَمِيعًا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں ساتھ ساتھ اس حالت میں جنت سے اترو) یعنی آدم وحواء۔
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے) باہمی حسد کی وجہ سے تمہاری اولاد۔ نمبر ۲۔ دین میں اختلاف کی وجہ
سے فَاِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى (پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے) ہدایت سے کتاب و شریعت مراد ہے۔
فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ (پس جس شخص نے میری ہدایت کی اتباع کی وہ نہ گمراہ ہوگا) دنیا میں وَلَا يَشْقَى (اور نہ نامراد
ہوگا) آخرت میں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس شخص کو جو قرآن کی اتباع کرے دنیا میں گمراہ نہ ہونے اور
آخرت میں نامراد نہ ہونے کی ضمانت عنایت فرمائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں دین کے راستہ سے گمراہ ہو گیا اس
کی سزا آخرت کی بدبختی ہے پس جو کتاب اللہ تعالیٰ کے راستہ کو اختیار کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کا پابند ہے۔ وہ
جس طرح گمراہی سے نجات پانے والا ہے اسی طرح اس کی سزا سے بھی رہائی پانے والا ہے۔

تنگی کا جینا:

۱۲۴: وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي (اور جس نے میری نصیحت سے اعراض کیا) ذکر سے یہاں قرآن مراد ہے۔ فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً
ضَنْكًا (اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا) ضنگ کا معنی تنگی ہے۔ یہ مصدر ہے۔ اس کو جب وصف کے طور پر استعمال کریں تو اس میں
تذکیر و تانیث برابر ہے۔

ابن جبیر کا قول:

معیشت میں تنگی سے مراد قناعت کا چھین لینا ہے یہاں تک کہ وہ سیر ہی نہیں ہوتا۔ دین میں تو تسلیم قناعت اور توکل ہے پس دین والے کی زندگی پاکیزگی ہوگی اور دین سے اعراض کی صورت میں حرص، بخل کی وجہ سے اس کی زندگی تنگ ہوگی اور اس کی حالت اندھیر ہوگی۔ جیسا کہ بعض متصوف نے کہا کہ جس نے اپنے رب کی یاد سے اعراض کیا اس نے اپنے وقت کو اندھیر کر دیا اور اپنے رزق کو تشویشناک کر دیا۔ وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَعْمٰی (اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے) حجت و دلیل سے اندھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول وہ آنکھوں سے اندھا ہوگا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَعْمٰی وَجُوهُهُمْ عَمِیًّا [الاسراء: ۹۷] اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

دین سے اندھا پن آخرت کا اندھا پن:

۱۲۵: قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (کہے گا اے میرے رب آپ نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو آنکھوں والا تھا) دنیا میں۔

۱۲۶: قَالَ كَذٰلِكَ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اسی طرح) یعنی اس فعل کی طرح جو تو نے کیا پھر اس کی وضاحت فرمائی اِنَّكَ اٰتٰنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰی (تیرے پاس ہمارے احکام آئے تھے پھر تو نے ان کا خیال نہ کیا اور ویسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا) تیرے پاس ہماری واضح آیات پہنچیں تو نے ان کی طرف عبرت کی نگاہ سے نہ دیکھا اور ان کو چھوڑ دیا بے پروائی اختیار کی۔ ان سے اندھا بنا رہا۔ پس اسی طرح آج ہم تیرے اندھے پن میں تجھے چھوڑ رہے ہیں۔ اور اندھے پن کا پردہ تیری آنکھوں سے زائل نہ کریں گے۔

۱۲۷: وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰی (رب کی آیات پر ایمان نہ لائے، سزا دیں گے۔ البتہ آخرت کا عذاب بڑا سخت اور بہت دیر پا ہے) جب ذکر و یاد سے اعراض کرنے والے کو دوسراؤں سے ڈرایا۔ نمبر ۲۔ دنیا میں تنگ گزر۔ نمبر ۳۔ آخرت میں اندھا اٹھایا جانا تو اس کے بعد آیات کا اختتام و عید کے الفاظ و لعذاب الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰی سے فرمایا۔ یعنی اندھا اٹھایا جانا جو کہ کبھی زائل نہ ہوگا۔ وہ ختم ہونے والی زندگی سے جس میں تنگی تھی بہت ہی سخت ہے۔

۱۲۸: اَقْلَمَ يَهْدِيْ لَهُمْ (کیا ان لوگوں کو اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس کی دلیل زید کی قراءت جو یعقوب کی روایت سے ہے نون کے ساتھ۔ نہد لهم۔

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ (ہم ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر چکے یہ لوگ چلتے ہیں) یَمْشُوْنَ یہ لهم کی ضمیر مجرور سے حال ہے۔ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ (ان کے رہنے کے مقامات میں) مراد یہ ہے کہ قریش مکہ، عاد، ثمود، قوم لوط کے مقامات و مساکن میں آتے جاتے گزرتے ہیں اور ان کی بربادی کے آثار کو آنکھوں سے ملاحظہ کرتے ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّہٰی (اس میں عقل والوں کیلئے کھلی دلیلیں موجود ہیں) اُولِی النُّہٰی عقل والے۔ اگر وہ

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاجِلٌ مُّسَمًّى ۚ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے ایک بات فرمائی ہوئی نہ ہوتی۔ اور اجل مقرر نہ ہوتی تو لازمی طور پر عذاب آجاتا۔ سو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ

اور سورج کے نکلنے اور سورج چھینے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح میں مشغول رہئے اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح پڑھیے

وَاطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ۚ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَاهُ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ

لوگوں کے طرف میں بھی تاک کہ آپ خوش ہو جائیں۔ سو آپ ہرگز ان چیزوں کی طرف اپنی آنکھیں نہ بھراؤ جن سے ہم نے نفل کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متاع کر رکھا ہے جن کو وہ لوگوں میں ہیں

زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْثَتِهِمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۚ وَأَمْرٌ أَهْلَكَ

اور دنیاوی زندگی کی رونق ہے۔ اور آپ کے رب کا رزق بہتر ہے اور بہت دیرپا ہے۔ اور آپ اپنے گھروالوں کو

بِالصَّلَاةِ وَأَصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۚ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرِزُقُكَ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ

نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کی پابندی کیجئے ہم آپ سے رزق نہیں چاہتے ہم آپ کو رزق دیں گے اور بہتر انجام پر بیزگاری کا ہے۔

سوچیں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کو کفر کی وجہ سے تہمتیں نہیں کر دیا گیا۔ پس انہیں ان جیسی حرکات نہ کرنی چاہئیں۔

۱۲۹: وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ (اگر آپ کے رب کی طرف ایک بات پہلے طے شدہ نہ ہوتی) کہ امت محمدیہ ﷺ سے عذاب کو موخر کرنے کا حکم دیا گیا۔ لَكَانَ لَزَامًا (تو عذاب لازمی ہوتا) لِزَامًا۔ لازماً کے معنی میں ہے۔ لزام یہ لازم کا مصدر ہے۔ جس کو بطور صفت لائے۔ وَّاجِلٌ مُّسَمًّى (اور ميعاد معين نہ ہوتی) اور وہ قیامت ہے تو دنیا میں ہی عذاب ان کو آچمکتا۔ جیسا کہ گزشتہ کفار کو لازم ہوا۔

صبر و نماز کی تلقین:

۱۳۰: فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ (آپ ان کی باتوں پر صبر کریں) جو آپ کے متعلق کرتے ہیں۔ وَسَبِّحْ (اور تسبیح کرو) یعنی

نماز ادا کرو۔ بِحَمْدِ رَبِّكَ (اپنے رب کی حمد کے ساتھ) یہ موضع حال میں ہے معنی یہ ہے وانت حامد لربك علی ان وفقتك للتسبیح واعانك علیہ اس حال میں کہ آپ اپنے رب کی اس بات پر تعریف کرنے والے ہیں۔ کہ اس نے آپ کو تسبیح کی توفیق دی اور اسیر اعانت خاص فرمائی قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ (سورج کے طلوع سے قبل) اس سے صلاۃ فجر مراد ہے۔ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا (اور اس کے غروب سے پہلے) اس سے ظہر و عصر مراد ہیں کیونکہ یہ دونوں نمازیں دن کے آخری نصف میں پائی جاتی ہیں جو زوال اور غروب کے مابین ہے۔ وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاطْرَافَ النَّهَارِ (اور اوقات شب میں پس اس کی پاکی بیان کرو اور دن کے اطراف میں) اور رات کی ساعات کی پابندی کرو۔ اور دن کے اطراف کو خاص کر اپنی نماز کیلئے اور رات کے

اوقات میں صلاۃ عشاء تسبیح کو شامل ہے۔ اور اطراف نہار میں صلاۃ مغرب اور نماز فجر آتی ہیں۔ تکرار سے ذکر کرنے کا مقصد ان کی خصوصیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے جیسا کہ اس ارشاد میں موجود ہے۔ وَالصَّلٰوةُ الْوُسْطٰی [البقرہ: ۲۳۸] بعض کے نزدیک اطراف النہار کو جمع لایا گیا۔ حالانکہ یہ تو دو طرفین ہیں۔ تاکہ التباس سے امن رہے۔ اس کا عطف قبل پر ہے۔

لَعَلَّكَ تَرْضٰی (تاکہ تم راضی ہو جاؤ) لعل مخاطبت کیلئے ہے۔ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اس امید سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ثواب پالو جس سے آپکا نفس خوش ہو جائے اور دل راضی ہو۔
قراءت: علی و ابو بکر نے خرضی پڑھا۔ تاکہ تمہارا رب تمہیں خوش کر دے۔

ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھنے کی ممانعت:

۱۳۱: وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ (ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ اپنی آنکھیں اٹھا کر نہ دیکھیں) اپنی نگاہوں کی نظر اور درازی نظر سے اس کا لمبا کرنا مراد ہے۔ کہ دیکھی جانے والی چیز کی پسندیدگی و خوبصورتی کی بنا پر نگاہ اس سے نہ ہٹائی جائے۔
مَسْئَلَةٌ: جو نظر طویل نہ ہو وہ معاف ہے اور وہ اس طرح ہے کہ نظر اچانک پڑے پھر نگاہ کو نیچا کر لے۔ متقی لوگوں نے ظالموں کے مکانات پر نگاہ ڈالنے اور فساق کے ٹھاٹھ والے لباسوں اور ان کی سوار یوں پر نگاہ سے بھی روکا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ فساق کے گھوڑوں کی جھنکار کی طرف بھی نگاہ نہ کرو۔ بلکہ یہ دیکھو کس طرح ان کے سواروں پر گناہ کی ذلت چھائی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ چیزیں دیکھنے والوں کیلئے ہی سجائی ہیں۔ پس ان کو دیکھنے والا گویا ان کی غرض پوری کر رہا ہے۔ اور ان کے اختیار کرنے پر ابھارنے والا ہے۔ اِلٰی مَا مَتَّعْنٰہُمْ اَزْوَاجًا مِّنْہُمْ (جو ہم نے ان میں سے مختلف گروہوں کو دیا ہے) ازواج کا معنی یہاں اقسام ہے۔ مختلف قسم کے کفار کو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ہاء ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہو۔ اور فعل منہم پر واقع ہونے والا ہو۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اس چیز کی طرف جس سے ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا ہے۔ اور مختلف ہیں۔ بعض دوسرے اور کچھ ان میں سے۔ زَهْرَةٌ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیا کی رونق و بہار کی خاطر۔)

نَحْوُ: یہ منصوب علی الذم ہے یا یہ بہ کے محل کا بدل ہے۔ یا ازواج کا بدل ہے جس کی تقدیر عبارت یہ ہے ذوی زہرہ۔
لِنَفْسِنَہُمْ فِیْہِ (تاکہ ہم ان کی اس میں آزمائش کریں) تاکہ ہم ان کو آزمائیں اور ان کے کفر کی وجہ سے عذاب ان پر لازم ہو جائے۔ یا اس کے سبب ان کو آخرت میں عذاب دیں۔ وَدِرْزُقُ رَبِّکَ (اور تیرے رب کا دیا ہوا) ثواب اور وہ جنت ہے یا رزق حلال۔ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰی (وہ بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے) اس حرام سے جو ان کے پاس ہے۔

ما تَحْتُوں کو نماز کا حکم:

۱۳۲: وَامْرُ اَهْلَکَ (اور تم اپنے متعلقین کو نماز کا حکم دیتے رہو) اپنی امت کو یا تمہارے گھروالے۔ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ (نماز کا اور خود اس کے پابند رہو) تم اس پر ہمیشگی اختیار کرو۔ عَلَیْہَا لَا نَسْئَلُکَ رِزْقًا (اس پر ہم آپ سے رزق کے طالب نہیں) ہم آپ سے نہیں کہتے کہ آپ اپنے آپ کو رزق دیں اور نہ اپنے اہل کو۔ نَحْنُ نَرْزُقُکَ (ہم ہی آپ کو رزق دینے والے ہیں) اور انہیں بھی پس رزق کے معاملے میں شدت سے اہتمام مت کریں۔ بلکہ اپنے دل کو آخرت کے معاملات کیلئے فارغ کر دیں اس لئے کہ

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ اَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةٌ مَّا فِي الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِ وَلَوْ

اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ شخص ہمارے پاس اپنے رب کی نشانی کیوں نہیں لاتا، کیا ان کے پاس پرانی کتابوں کا مضمون نہیں پہنچا اور اگر

اَنَا اَهْلَكْنَهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا ارْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا

ہم اس سے پہلے انہیں عذاب کے ذریعہ ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا

فَتَتَّبِعَ آيَتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَىٰ ۚ قُلْ كُلُّ مُتَرَبِّصٍ فَتَرَبَّصُوا

جس کا ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے اتباع کر لیتے آپ فرما دیجئے سب انتظار کرنے والے ہیں سو تم بھی انتظار کرو۔

فَسَتَعْلَمُونَ مَنِ اصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ۚ

سو تم قریب جان لو گے سیدھے راستے والا اور بدایت یافتہ کون ہے۔

جس کا طرز عمل یہ ہو کہ وہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے کام میں مصروف کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کا کام پورا فرما دیتے ہیں۔

حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مروی ہے کہ جب وہ بادشاہوں کے ہاں مختلف اشیاء دیکھتے تو یہ آیت پڑھتے وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ پھر آواز دیتے الصلاة، الصلاة، رحمکم اللہ۔ بکر بن عبد اللہ المزنی رحمۃ اللہ کے گھر میں جب فاقہ آجاتا تو فرماتے نماز کیلئے اٹھو! اسی بات کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم فرمایا۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح کے اقوال منقول ہیں۔ بعض تفاسیر میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کوئی جسمانی پریشانی ہوتی تو آپ گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی (اور اچھا انجام تقویٰ والوں کا ہے۔) یعنی اچھا انجام اہل تقویٰ ہی کا ہے۔ مخجور: مضاف محذوف ہے۔ اہل التقویٰ۔

۱۳۳: وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ (کہ یہ ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے۔) لَوْلَا یہ ہلا کے معنی میں ہے يَأْتِينَا وہ محمد کیوں نہیں لاتے۔ يَأْتِيہ کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے جو آپ کی صحت نبوت پر دلالت کرنے والی ہو۔

قرأت: اَوَلَمْ تَأْتِهِمْ۔ مدنی، بصری اور حفص نے اسی طرح پڑھا (کیا ان کے پاس نہیں آئی) بَيِّنَةٌ مَّا فِي الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِ (واضح دلیل جو پہلے صحیفوں میں ہے) یعنی پہلی کتابیں مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی سابقہ عادت کے مطابق ضد کی بنا پر نبوت کی نشانی مانگی۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا کیا تمہارے پاس سب سے بڑی نشانی جو اعجاز میں بے مثل ہے وہ نہیں آئی؟ یعنی قرآن۔

من قبل (اس سے پہلے) یعنی قرآن دلیل ہے ان تمام مضامین کیلئے جو پہلے صحائف میں آچکا اور ان کے صحیح ہونے کی

دلیل ہے کیونکہ یہ مجزہ ہے اور وہ معجزات نہیں بلکہ ان میں جو کچھ موجود ہے وہ اپنی صحت و تندرستی میں مستقل شہادت کا محتاج ہے۔
۱۳۴: وَلَوْ اَنَّا اَهْلَكْنَاهُمْ بَعْدَ اٰیٍ مِّنْ قَبْلِهِ (اور اگر ہم ان کو اس قرآن سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے) رسول
سے قبل نمبر ۲۔ قرآن سے قبل لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا (تو یہ ضرور کہتے اے ہمارے رب کیوں نہ)۔ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَتَتَّبِعْ
(آپ نے ہماری طرف کوئی رسول بھیجا تا کہ ہم تیرے احکام پر چلتے۔)

تَحْزُوْنَ: نتبع منصوب ہے کیونکہ یہ استفہام کا جواب ہے فاء کے ساتھ۔ اِنَّكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ (آپ کی آیات پر اس سے
پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے) نزول عذاب کے سبب۔ وَنَحْزُوْا (اور رسوا ہوتے) آخرت میں۔
۱۳۵: قُلْ كُلُّ (کہہ دیں) ہر ایک ہر ایک ہم میں سے ہم بھی اور تم بھی مُتَرَبِّصُوْنَ (انتظار کرتے ہیں) انجام کے منتظر ہیں۔ کہ
ہمارا اور تمہارا معاملہ کس انجام تک پہنچتا ہے۔ فَتَرَبَّصُوْا (پس تم بھی انتظار کرو۔) فَسَتَعْلَمُوْنَ (پس عنقریب تمہیں معلوم ہو
جائے گا۔) جب قیامت آن پہنچے گی۔ مَنْ اَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ (کہ کون درست راستے والے ہیں)۔ السَّوِيِّ کا معنی
مستقیم ہے۔

تَحْزُوْنَ: مَنْ مبتدا اصحاب خبر ہے۔ اور محلاً منصوب ہے۔
وَمَنْ اهْتَدٰی (اور کون منزل مقصود کی راہ پانے والا ہے) یعنی ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں۔
فضیلت: رسول علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اہل جنت سورۃ طہ اور یس پڑھیں گے۔ رواہ ابن مردویہ عن ابی امامۃ ایضا
عن ابی بن کعب۔

ترجمہ سورۃ طہ بحمد اللہ تعالیٰ آج بروز جمعہ ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ بعد العصر اختتام پذیر ہوا۔

سُورَةُ الْأَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ مِائَتُ وَاثْنَا عَشَرَ آيَةً قَسَمٌ بِرُكُوعَاتٍ

سورۃ الانبیاء مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بارہ آیات اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝۱ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ

لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں اعراض کئے ہوئے ہیں ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے

ذِكْرٍ مِّنْ رَبِّهِمْ مُحَدَّثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝۲ لَّاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۝۳ وَأَسْرُوا

جو کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو وہ اسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل غفلت میں ہیں اور جن لوگوں

النَّجْوَى ۝۴ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۝۵ هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السَّحَرَاءَ ۝۶

نے ظلم کیا انہوں نے چپکے چپکے سرگوشی کی کہ یہ شخص اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارے جیسا انسان ہے۔ کیا تم دیکھتے ہوئے جادو کو

تُبْصِرُونَ ۝۷ قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۝۸ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۹

مانتے ہو۔ اس نے کہا میرا رب بات کو جانتا ہے آسمان میں اور زمین میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے

قرب قیامت اور لوگوں کی غفلت:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ (لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے منہ موڑے ہوئے ہیں۔) اِقْتَرَبَ قریب ہوا۔ لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے)۔

نَحْوُ: لام اقتراب کا صلہ ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: اس سے مشرک مراد ہیں۔ کیونکہ بعد والی صفات کا مصداق مشرک ہی ہیں۔ حِسَابُهُمْ (ان کا حساب) اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے محاسبہ کا وقت۔ اور ان کے اعمال پر سزا اور بدلہ کا دن یعنی یوم القیامت۔

وجہ: نمبر ۱۔ اس لئے کہا کیونکہ گزشتہ کی نسبت باقی رہنے والا وقت تھوڑا ہے۔ نمبر ۲۔ ہر آئندہ کو قریب کہا جاتا ہے۔ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ (اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں) یعنی اپنے حساب کے متعلق اور اس جگہ جو معاملہ انہیں پیش آنے والا ہے۔ مُّعْرِضُونَ (وہ اعراض کرنے والے ہیں) اس دن کی تیاری سے پس قریب آنا یہاں عام ہے۔ اور غفلت و اعراض مختلف لوگوں کے حساب سے مختلف ہوتے ہیں نمبر ۱۔ بعض حساب سے غافل اس بناء پر ہوتے ہیں کہ وہ اپنی دنیا میں مستغرق ہوتے ہیں اور اپنے

آقا سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں۔

نمبر ۲۔ بعض اپنے حساب سے اس لئے غافل ہیں کہ انہوں نے اپنے مولیٰ کیلئے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا اور دنیا سے منہ موڑ لیا۔ ایسے لوگوں کو تو اس غفلت سے افاقہ دیدار مولیٰ سے ہوگا۔ البتہ پہلی قسم موت کی یلغار کے وقت بیدار ہوتے ہیں۔ پس تم پر ضروری ہے کہ محاسبہ سے پہلے اپنے آپ کا محاسبہ کرو۔ خبردار کئے جانے سے پہلے خود خبردار ہو اور غافلین سے کئی کتراؤ اور خالق و مالک کی یاد میں لگن ہو جاؤ تاکہ رب العالمین کی ملاقات نصیب ہو۔

۲: مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ (ان کے پاس جو نصیحت آتی ہے) ذکر سے قرآن مجید کا منزل حصہ مراد ہے۔ مِّنْ ذِكْرِهِمْ مُحَدَّثٌ (ان کے رب کی طرف سے تازہ) اتار کر اس کی تلاوت شروع کرادی ہو اور ان کے کانوں پر پڑنے کا زمانہ تھوڑا ہو۔ مراد اس سے حروف منظومہ ہیں اور ان کے حدوث میں اختلاف نہیں (باقی حدوث فی النزول مراد ہے)۔ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ (مگر یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں) نبی اکرم ﷺ سے یا کسی تلاوت کرنے والے سے وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ (وہ اس سے ہنسی کرنے والے ہیں) مذاق اڑانے والے ہیں۔

۳: لَا هِيَ قُلُوبُهُمْ (قرآن میں غور کرنے اور انجام کو سوچنے سے ان کے دل غافل ہیں)۔

يَلْعَبُوْنَ کی ضمیر سے لا ہیۃ حال ہے۔ نمبر ۲۔ یہ اسمعوا کی ضمیر سے۔ ہم یلعبون اور لا ہیۃ دونوں حال ہیں۔ نمبر ۳۔ بعض نے لا ہیۃ کو مرفوع پڑھا ہے اس صورت میں یہ دوسری خبر ہے ہم مبتدا یلعبون خبر اول ہے اور قلوبہم کارفع لا ہیۃ کی وجہ سے ہے۔

اللغة: لَا هِيَ كَالْفَظِ لَهَا يَلْهُو عَنْهُ سے لیا گیا ہے جبکہ اس سے غافل ہو مطلب یہ ہے کہ ان کے دل مقصود سے غافل ہیں۔ ابو بکر و راق کا قول غافل دل وہ ہے جو دنیا اور اس کی رونق میں مشغول ہو۔ اور آخرت اور اس کی ہولناکیوں سے کنارہ کش ہو۔

وَاسْرُوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوا (اور انہوں نے چھپا کر سرگوشیاں کیں اور جنہوں نے ظلم کیا) اسر کا معنی اخفاء میں مبالغہ کیا۔ النجوى تنجی کا اسم ہے پھر اسر وا کی داؤ سے الذین ظلموا بدل ہے۔

پھر اسر وا کو اس لئے لائے تاکہ بتلا دیا جائے کہ جس بات میں انہوں نے رازداری کی اس میں ظلم سے موسوم یہی لوگ ہیں۔ اس طرح یہ اس محاورہ کے مطابق ہے اکلونی البراغیث۔

نمبر ۲۔ الناس کی صفت ہونے کی وجہ سے محلاً مجرور ہے یا بدل ہے۔

نمبر ۳۔ ذم کی وجہ سے منصوب المحل ہے۔

نمبر ۴۔ یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر مقدم اسر وا النجوى ہے ای والذین ظلموا اسر وا النجوى

نمبر ۵۔ اسر وا سے پہلے ہؤلاء مبتدا محذوف اور الذین ظلموا سے بھی پہلے ہم مبتدا محذوف ہے۔

معجزے کو جادو کہا:

هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ (یہ تو تم ہی جیسا انسان ہے کیا تم پھر بھی دیدہ و دانستہ جادو کی بات سننے جاؤ گے)

تخف: نمبر ۱۔ یہ سارا کلام النجوی سے بدل ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہے۔ ای اسرؤا هذا الحدیث۔ نمبر ۲۔ قالو اکومضمر مان کرا سے متعلق کرنا بھی جائز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اعتقاد رکھا کہ رسول تو فرشتہ ہو سکتا ہے اور جو انسان نبوت کا مدعی ہو اور معجزہ پیش کرے وہ جادوگر ہے اور اس کا معجزہ سحر ہے۔ اسی لئے انہوں نے انکار کے انداز میں کہا کہ تم آنکھوں سے جادو کو دیکھتے ہوئے بھی اندھا و ہند جادو کو قبول کر لو گے؟

۴: قَالَ رَبِّي (پیغمبر نے کہا میرے رب) قراءت: حمزہ، علی و حفص نے اس طرح پڑھا ہے۔ قال کا قائل حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اور دیگر قراء نے قل ربی پڑھا ہے۔ اے قل یا محمد لِلَّذِينَ اسرؤا النجوى (اے محمد ﷺ ہر گوشیاں کرنے والوں کو کہہ دیں)۔ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (ہر بات کو خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں جانتا ہے) وہ ہر قائل کا قول جانتے ہیں خواہ وہ قائل آسمان کے کسی کنارے میں ہو یا زمین کی کسی تہہ میں اور پوشیدہ طور پر کہے یا باہنگ دہل کہے۔

بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَاْتِنَا بآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ

بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ تو خوابوں کی گھڑیاں ہیں۔ بلکہ یوں کہا کہ اس شخص نے جھوٹ بنا لیا ہے بلکہ وہ شاعر ہے سو چاہئے کہ ہمارے پاس نشانی لے کر آئے جیسا کہ اس سے پہلے

الْأَوَّلُونَ ۝ مَا أَمْنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا

لوگ نشانیاں دیکر بھیجے گئے۔ ان سے پہلے کوئی ہستی والے ایمان نہیں لائے جسے ہم نے ہلاک کیا سو کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے اور ہم نے آپ سے پہلے

قَبْلَكَ إِلَّا رَجَالًا نُوحِيَ إِلَيْهِمْ فَسَئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

جن کو رسول بنا کر بھیجا وہ مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ سو تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے ہو

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا إِلَّا يَكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ

پھر ہم نے ان کو کوئی ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے

الْوَعْدَ فَإَنْجَيْنَاهُمْ وَمَنْ نَّشَاءُ وَاهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ۝ لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا

سچ کر دکھایا سو ہم نے انہیں اور جس جس کو چاہا نجات دے دی اور ہم نے حد سے نکلنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے

فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

جس میں تمہاری نصیحت ہے کیا تم نہیں سمجھتے۔

وَهُوَ السَّمِيعُ (وہی سننے والا ہے) ان کے اقوال کو الْعَلِيمُ (وہ جاننے والا ہے) ان کے دلوں میں جو چھپا ہوا ہے۔

قرآن کو پریشان خیال کہنا:

۵: بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ (بلکہ یوں بھی کہا کہ یہ قرآن پریشان خیالات ہیں بلکہ اس شخص نے خود تراش لیا ہے۔ بلکہ یہ شخص شاعر ہے) اس میں انہوں نے اپنی پہلی بات سحر سے اعراض کرتے ہوئے قرآن کو پریشان خواب کی باتیں قرار دیا جو اس مدعی نے خواب میں دیکھی ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی وحی خیال کر لیا۔ پھر اس سے اعراض کر کے کہنے لگے کہ یہ کلام اس نے اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر کہا کہ یہ شاعرانہ بات ہے۔ اور یہ خود شاعر ہیں۔ اسی طرح باطل متردداور غیر واضح ہوتا ہے۔ اور باطل پرستوں کا ایک بات پر ثبات واستقلال نہیں پھر کہنے لگے۔ اگر یہ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہیں۔ حالانکہ بات اس طرح نہیں جیسا کہ انکا گمان ہے۔ پس ان کو کوئی نشانی پیش کرنا چاہیے۔ فَلْيَاْتِنَا بآيَةٍ (تو ہمارے سامنے کھلی نشانی لائیں) آیت سے یہاں معجزہ مراد ہے۔ کَمَا أُرْسِلَ الْاَوَّلُونَ (جیسا کہ پہلے انبیاء کی طرف بھیجی گئیں) جیسے

ید بیضاء، عصا، مادرزاد اندھوں کا درست ہونا۔ مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ۔

تشبیہ: کما ارسل الاولون میں اس حیثیت سے ہے کہ یہ کما اتی الاولون بالآیات کے معنی میں ہے کیونکہ ارسل رسل معجزات و آیات لانے کو متضمن ہے اہل عرب کے ہاں ان دو اقوال میں کوئی فرق نہیں۔ نمبر ۱۔ ارسل محمد نمبر ۲۔ اتی محمد بالمعجزة۔

مطلوبہ معجزات کے اظہار کے باوجود ایمان نہ لائے گے:

۶: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اقوال کی تردید فرمائی۔ مَا اَمَنْتُ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ (ان سے پہلے بھی بستیوں والے ایمان نہ لائے) قریہ سے پہلے مضاف محذوف ہے یعنی اہل قریہ۔ اَهْلُكُنْهَا (جن کو ہم نے ہلاک کیا) یہ قریہ کی صفت ہے جبکہ ان کے پاس مطلوبہ معجزات آ بھی چکے۔ کیونکہ انہوں نے وہ معجزات بطور ضد کے طلب کئے تھے۔

اَفْلَهُمْ يَوْمِنُونَ (تو کیا یہ لوگ ایمان لائیں گے) یعنی وہ معجزات آ جانے کے باوجود ایمان نہ لائے کیا وہ مطالبہ کرنے والے ایمان لائیں گے اگر ہم ان کے مطلوبہ معجزات پورے کر دیں۔ حالانکہ یہ تو سرکشی میں ان سے دوہا تھا آ گئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہلاک ہونے والی بستیوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے معجزات کا مطالبہ کیا اور ایمان لانے کا وعدہ بھی کر لیا۔ مگر جب وہ معجزات ظاہر کر دیئے گے تو انہوں نے وعدہ توڑ دیا اور مخالفت پر ڈٹ گئے۔ پس ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ اگر ان کو بھی مطلوبہ معجزات مہیا کر دیے جائیں تو یہ بھی اپنے وعدے سے مکر جائیں گے۔

اعتراض بشریت کی تردید:

۷: وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا (ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجا) یہ ان کے اس قول کا جواب ہے۔ هل هذا الا بشر مثلكم [الانبیاء: ۳] نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ (جن کے پاس ہم وحی بھیجتے تھے) قراءت: حفص نے اسی طرح پڑھا ہے اور ابن کثیر و ابن عامر و نافع و حمزہ وغیرہ نے یوحیٰ پڑھا ہے۔ فَسَنُلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ (پس تم اہل ذکر سے پوچھ لو) اہل ذکر سے علمائے کتابین مراد ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جن رسولوں کی طرف وحی بھیجی جاتی رہی وہ انسان تھے۔ ملائکہ نہ تھے۔ اہل مکہ کو اہل کتاب پر اعتماد تھا۔

اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کو اس کا علم نہیں ہے) پھر وضاحت فرمائی کہ آپ پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہیں۔ فرمایا ۸: وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا (اور ہم نے ان کو ایسا جسم نہیں بنایا) جسد (رنگ دار جسم) اس کو واحد لائے کیونکہ اسم جنس ہے جس کا اطلاق واحد و جمع سب پر ہوتا ہے۔ لَا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (جو کھانا نہ کھاتے ہوں) یہ جسد کی صفت ہے یعنی ہم نے آپ سے پہلے والے انبیاء علیہم السلام کو کھانا نہ کھانے والے جسم نہیں بنایا۔

وَمَا كَانُوا خَالِدِيْنَ (اور وہ ہمیشہ رہنے والے بھی نہ تھے) گویا کہ کفار نے اس طرح کہا وہ فرشتہ کیوں نہیں کہ نہ کھائے اور ہمیشہ رہے چونکہ ان کے اعتقاد میں فرشتوں پر موت نہ آئے گی۔ نمبر ۲۔ طویل بقاء اور لمبی زندگی کو خلود کا نام دے دیا گیا۔

۹: ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ (پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا کر دکھایا) ان کو نجات دے کر۔ الوعد اصل فی الوعد ہے جیسا اختار موسیٰ قومہ [الاعراف: ۱۵۵] میں قوم من قومہ ہے۔ فَأَنجَيْنَاهُمْ (پس ہم نے ان کو نجات دی) اس عذاب سے جو ان کی

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۝۱۱ فَلَمَّا

اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو توڑ دیا جو ظلم کرنے والی تھیں اور ہم نے ان کے بعد دوسرے لوگوں کو پیدا فرما دیا سو جب

أَحْسَوْا بِأَسْنَانَا إِذْ أَهَمُّ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ۝۱۲ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَى مَا أُتْرِفْتُمْ

انہوں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنے لگے مت بھاگو اور ان چیزوں کی طرف جن میں تم بیش میں پڑے ہوئے تھے اور

فِيهِ وَمَسْكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْأَلُونَ ۝۱۳ قَالُوا يَوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝۱۴ فَمَا زَالَتْ

اپنے گھروں کی طرف واپس آ جاؤ تاکہ تم سے سوال کیا جائے وہ کہنے لگے ہائے ہماری خرابی بے شک ہم ظلم کرنے والے تھے سو برابر

تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّى جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خُمِدَ ۝۱۵

ان کا یہی کہنا رہا یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بجھی ہوئی حالت میں کر دیا۔

قوم پر اترا۔ وَمَنْ نَّشَاءُ (اور جن کو ہم نے چاہا) وہ مؤمن ہیں۔

وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ (اور ہم نے اسراف کرنے والوں کو ہلاک کر دیا) مسرف جو کفر کی حد سے آگے بڑھنے والے تھے۔
مسرفین کے متعلق ہلاک کرنے کی اخبارات سے پتہ چلتا ہے کہ من نشاء ان کے علاوہ اور ان سے جدا ہیں۔

قرآن میں قریش کیلئے عظمت:

۱۰: لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ (یقیناً ہم نے تمہاری طرف اتاری) اے گروہ قریش۔ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ (ایسی کتاب جس میں تمہارا تذکرہ ہے) تمہاری عظمت ہے اگر تم اس کو جانو۔ نمبر ۲۔ تمہارا ذکر اس بناء پر کہ وہ تمہاری زبان میں ہے۔ نمبر ۳۔ اس میں تمہارے دین کا تذکرہ ہے اور دنیا کا بھی۔

حَجَّوْا: جملہ فیہ ذِکْرُکُمْ یہ کتاباً کی صفت ہے۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ (کیا تم نہیں سمجھتے) اس کو جو میں نے تمہیں دوسروں پر فضیلت دی تاکہ تم ایمان لاؤ۔

۱۱: وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ (اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا) قَصَمَ کا معنی ہلاک کرنا، توڑنا، من قریۃ سے اہل قریۃ مراد ہیں کیونکہ اگلے ارشاد میں فرمایا۔ كَانَتْ ظَالِمَةً وہ کافر تھیں (کیونکہ بستی کفر نہیں کرتی وہاں کے رہنے والے کفر کرتے ہیں)۔

کم یہ قَصَمْنَا کی وجہ سے منصوب ہے۔ القَصَمُ کا لفظ غضب شدید کو ظاہر کر رہا ہے اس لئے کہ قَصَمَ اس طرح توڑنے کو کہتے ہیں جس میں اجزاء کے جوڑ الگ الگ کر دیئے جائیں۔ البتہ القَصَمَ ایسے توڑنے کو کہتے ہیں جس میں اجزاء ظاہر نہ ہوں۔ وَأَنْشَأْنَا (اور ہم نے پیدا کیا) بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ (ان کے بعد دوسرے لوگوں کو) جو ان کے مکانات میں رہائش پذیر ہوئے۔

مشاہدہ عذاب کے وقت حالت:

۱۲: فَلَمَّا أَحْسَوْا (جب انہوں نے دیکھ لیا) یعنی ہلاک کئے جانے والوں نے بَأْسَنَا (ہمارے عذاب کو) یعنی حس اور مشاہدہ سے جان لیا۔ إِذَا هُمْ مِنْهَا (تو یک دم وہ وہاں سے) یعنی بستی سے۔ اِذَا مَفَاجَاتٍ كِلَيْهِ آتَا ہے اور ہم مبتدا اور يَرْكُضُونَ خبر ہے۔

يَرْكُضُونَ (وہ تیزی سے بھاگنے لگے) الرِّكْضُ ایڑ لگانا یہ بھی درست ہے کہ وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی بستی سے بھاگنے لگے جب ان پر عذاب کا ابتدائی مرحلہ آیا۔ نمبر ۲۔ ان کے تیزی کے ساتھ پیدل بھاگنے کو ان سواروں سے تشبیہ دی جو اپنے گھوڑوں پر سوار تیزی سے پاہ رکاب ہوں۔ پس ان کو کہا گیا۔

۱۳، ۱۴: لَا تَرْكُضُوا (مت بھاگو) بعض ملائکہ نے یہ بات کہی وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ (اپنے سامانِ عیش کی طرف لوٹ آؤ) جس دنیا کی نعمتوں اور خوشحالی سے تم فائدہ اٹھا رہے تھے۔ قَوْلِ خَلِيلٍ الْمَتْرَفِ خوشحال اور فارغ البال ہو کوئی فکر نہ ہو۔ وَمَسْكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْأَلُونَ (اور اپنے مکانات کی طرف شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے) یہ بات انہیں بطور استہزاء کہی جائے گی کہ تم اپنی نعمتوں کی طرف لوٹ چلو اور اپنے مکانات کی طرف جاؤ تاکہ کل تمہارا ماجرہ تم سے پوچھا جائے اور جو تمہارے اموال پر گزری تاکہ تم سائل کو اپنے علم و مشاہدہ سے جواب دو۔

نمبر ۲۔ لوٹ جاؤ اور اپنی مجالس میں اپنی سابقہ ہیئت کے مطابق بیٹھو۔ تاکہ تمہارے خدام تم سے پوچھیں اور وہ لوگ جو تمہارے معاملات کے ذمہ دار تھے۔ اور تمہیں کہیں جناب کا کیا آرڈر ہے؟ اور ہم کس کام کو انجام دیں اور کس کو ترک کر دیں؟ جیسا کہ خوشحال، خدم و حشم والے لوگوں کا حال ہوتا ہے۔

نمبر ۳۔ لوگ تم سے تمہاری مجالس میں مختلف مصائب و حوادث پر معاونتوں کا سوال کریں۔

نمبر ۴۔ تم سے تمہارے پاس آنے والے اور طمع باز سوال کریں۔ اور تمہارے ہاتھوں کی موسلا دھار بارش مانگیں۔

نمبر ۵۔ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَنَازِلِكُمْ وَامْوَالِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْأَلُونَ۔ شاید تم سے اموال و خراج لے لیا جائے اور قتل و ہلاکت سے بچائے جاؤ۔ پس آسمان سے نداء دی گئی۔ انبیاء کا انتقام۔ تلواروں نے انکا خاتمہ کر دیا۔ پس اس وقت قَالُوا يَوْمَئِذٍ اِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ (کہنے لگے ہائے ہماری تباہی ہم بلاشبہ ظالم ہیں) ان لوگوں نے ایسے وقت اعتراف کیا جب اعتراف بے فائدہ ہے۔

۱۵: فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا (ان کی یہی پکار رہی آخر ہم نے ان کو کر دیا کٹی ہوئی کھیتی کی طرح) تِلْكَ سے یا وَيْلَنَا کی طرف اشارہ ہے۔ دعوہم کا معنی پکار، چیخ۔

حَصِيدًا: تِلْكَ زَالَتْ کا اسم ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اور دعوہم اس کی خبر ہے۔ اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔ جعلنا ہم حَصِيدًا کا معنی مثل الحصيد کٹی کھیتی کی طرح اور اس کو جمع نہیں لایا گیا جیسا کہ مقدر جمع نہیں آتا۔

خَامِدِينَ (مردہ بجھی ہوئی آگ کی طرح) حَصِيدًا خَامِدِينَ یہ جعل کا مفعول ثانی ہے۔ اے جعلنا ہم جامعین

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعِيبُ ۖ لَوِ ارْدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهَوْا

اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں اگر ہم چاہتے کہ کوئی کھلونا بناتے

لَا تَخَذُنَا مِنْ لَدُنَّا إِنَّ كُنَّا فَاعِلِينَ ۖ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ

تو ہم اپنے پاس سے بنالیتے اگر ہم کرنے والے ہوتے بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں

فَيَذَرُوهُ فَوَاظِهِمْ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۚ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ

سو وہ اس کا سر پھوڑ دیتا ہے پھر وہ چلا جاتا ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لئے خرابی ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَالْأَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۚ يُسَبِّحُونَ

اور زمین میں ہے اور جو بندے اللہ کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ وہ تھکتے ہیں رات دن اللہ کی

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا يَفْتُرُونَ ۚ

صبح میں مشغول رہتے ہیں ان میں سستی نہیں آتی۔

لمماثلة الحصيد و الخمود ان میں دونوں مماثلتیں پائی جاتی تھیں جیسا کہتے ہیں جعلته حلواً حامضاً یعنی دونوں ذائقوں کا جامع کھٹا مٹھا بنایا۔

۱۲: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعِيبُ (اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے اس کو اس طور پر پیدا نہیں کیا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں) اللعب ایسا فعل جس کا اول حصہ مناسب ہو مگر وہ فعل قائم رہنے والا نہ ہو۔

نَحْوُ: لَا عِيبَ یہ خلقنا کے فاعل سے حال ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہ بلند و بالا چھت اور نرم و وسیع بستر ایسے ہی نہیں بنا دیئے کہ انکا کوئی مقصد نہ ہو انکا مقصد ان کے مدبر و خالق کی قدرت پر استدلال کرنا ہے۔ تاکہ نیک کو اس کی نیکی اور برے کو اس کی برائی کی سزا اپنی حکمت کے مطابق عنایت کریں۔

۱۷: پھر اپنی ذات کو حدیث کی صفات سے پاک قرار دیا۔ لَوِ ارْدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهَوْا (اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا ہوتا) لَهَوْا سے یہاں بیٹا مراد ہے نمبر ۲۔ عورت مراد ہے۔ گویا اس میں اہل کتاب کے اس عقیدہ کی تردید ہے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور مریم خدا کی بیوی ہے۔

لَا تَخَذُنَا مِنْ لَدُنَّا (تو ہم اپنے ہی پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے) ولدان یا حوران بہشتی سے بناتے۔ اِنْ كُنَّا فَاعِلِينَ (اگر ہم کو یہ کرنا پڑتا) یعنی اگر ہم ان میں سے ہوتے جو یہ کرتے ہیں اور ہم ان میں سے نہیں ہیں کیونکہ یہ چیز ہمارے حق میں محال ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نفی ہے جیسا کہ اس آیت میں وان ادري [الانبیاء: ۱۰۹] ای ما كنا فاعلين ہم ایسا کرنے والے نہیں۔

۱۸: بَلْ (بلکہ) استخاذہو سے اعراض اور اس کی ذات کے اس سے منزہ ہونے کو بیان کیا گویا اس طرح فرمایا سبحاننا ان نتخذ اللہو (کھیل بنانے سے تو ہم پاک ہیں۔) بلکہ ہمارا طریقہ یہ چلا آ رہا ہے کہ نَقْذِفُ (ہم پھینکتے ہیں) اور مسلط کرتے ہیں۔ بِالْحَقِّ (حق کو) قرآن کو عَلٰی الْبَاطِلِ (باطل پر) شیطان پر نمبر ۲۔ اسلام کو شرک پر نمبر ۳۔ حقیقت کو کھیل پر فِیْذُ مَغْہُ (پس وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے) وہ اس کو توڑ دیتا۔ حق باطل کو کچل دیتا ہے۔

استعارہ لطیفہ:

الدمغ اور القذف کا استعمال اصل میں اجسام کیلئے ہوتا ہے پھر استعارۃً قذف کو حق کے باطل پر وار کرنے کے لئے لائے۔ اور الدمغ کو باطل کے دور اور ختم کرنے کے لیے استعمال کیا۔ پس مستعار منہ حسی ہے اور مستعار لہ عقلی ہے۔ گویا اس طرح فرمایا بلکہ ہم حق کو جو طاقتور جسم کے مشابہ ہے باطل پر وارد کرتے ہیں وہ باطل جو ایک کمزور وضعیف جسم کی مانند ہے پس حق باطل کو اسی طرح بیکار کر دیتا ہے جیسا طاقتور جسم کمزور کو۔

فَاِذَا هُوَ (پس یکدم وہ) ہو کی ضمیر باطل کی طرف راجع ہے۔ زَاهِقٌ (ہلاک و تباہ ہونے والا ہے) وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ (اور تمہاری اس بات سے بڑی خرابی ہوگی جو تم بیان کرتے ہو) اللہ تعالیٰ کے متعلق کہ اس نے بیٹا وغیرہ بنا لیا ہے۔

اللہ مالک اور کائنات اس کی مملوک ہے:

۱۹: وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کے ہیں) وَمَنْ عِنْدَهُ (اور جو بندے اللہ کے نزدیک ہیں) خلقت و ملک کے اعتبار سے پس پھر ان میں سے کوئی چیز اس کا بیٹا بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جبکہ مملوکیّت و نبوت میں باہمی منافات ہے والد و ولد میں جنسیت ضروری ہے اور وہ جنسیت سے پاک ہے۔ والد و ولد میں مماثلت ہوتی ہے اور وہ مثلیت سے پاک پھر بیوی بیٹا کیسے بن گئے۔

الارض پر وقف ہے کیونکہ من عندہ جو اس کے ہاں ہیں مرتبہ و مقام کے اعتبار سے ہے نہ کہ منزل و مکان کے اعتبار سے۔ مراد اس سے ملائکہ ہیں۔

مَحْجُوْرٌ: یہ مبتدا ہے اور لا یستکبرون خبر ہے۔

لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ (وہ بڑے نہیں بنتے) عار نہیں کرتے۔ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ (اس کی بندگی سے اور نہ تھکتے ہیں) استحسار کے معنی تھکنا، ہارنا۔

۲۰: یُسَبِّحُوْنَ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ (دن رات اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے اور) اظہارِ تعظیم میں) ست نہیں پڑتے (لا یفترون یہ یسبحون کے فاعل سے حال ہے۔ یعنی ان کی تسبیح مسلسل و دائم ہے۔ تمام اوقات میں جاری و ساری ہے۔ فراغت کے ذریعہ تھکاوٹ ان کے تسلسل میں مغل نہیں ہوتی۔ نمبر ۲۔ کسی دوسرے کام کی مصروفیت ان کی تسبیح کے تسلسل کو منقطع نہیں کرتی بلکہ ہمارے سانس کی طرح ان کی تسبیح جاری رہتی ہے۔

اِمَّا تَتَّخِذُوْا الْاِلٰهَةَ مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۚ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اِلٰهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ

کیا ان لوگوں نے زمین کی چیزوں میں سے معبود بنا لئے ہیں جو زندہ کرتے ہیں؟ اگر آسمان میں اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے

لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ

تو ان دونوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا، سو اللہ جو عرش والا ہے اس چیز سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جاتا

وَهُمْ يُسْأَلُوْنَ ۚ اِمَّا تَتَّخِذُوْا مِّنْ دُوْنِہٖ اِلٰهَةً ۫ قُلْ هَاتُوْا بُرْہَانَکُمْ

اور ان لوگوں سے باز پرس ہوتی ہے کیا ان لوگوں نے اس کے سوا معبود بنا لئے ہیں آپ فرما دیجئے اپنی دلیل لاؤ

هٰذَا ذِکْرٌ مِّنْ مَّعٰی وَذِکْرٌ مِّنْ قَبْلِیْ ۚ بَلْ اَکْثَرُہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۚ الْحَقُّ

یہ ذکر ہے ان لوگوں کا جو میرے ساتھ ہیں اور جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ ان میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے

فَہُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۚ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْہِ اَنَّهُ

سو وہ اس سے اعراض کئے ہوئے ہیں اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم نے اس کی طرف یہ وحی بھیجی کہ میرے سوا

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۚ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۚ سُبْحٰنَہٗ ۫ بَلْ عِبَادٌ

کوئی معبود نہیں سو تم میری عبادت کرو اور ان لوگوں نے کہا کہ رحمن نے بیٹا بنا لیا ہے وہ پاک ہے بلکہ وہ اس کے معزز

مُکْرَمُوْنَ ۚ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ ۚ وَہُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ ۚ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ

بندے ہیں وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ وہ جانتا ہے جو ان کے

اَیْدِیْہُمْ وَمَا خَلْفَہُمْ وَلَا یَشْفَعُوْنَ ۚ اِلَّا لِمَنْ ارْتَضٰی وَہُمْ مِّنْ خَشِیَّتِہٖ

اگلے پچھلے احوال ہیں اور وہ کسی کے لئے سفارش نہیں کریں گے بجز ایسے شخص کے جس کی سفارش کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے

مُشْفِقُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّقُلْ مِنْہُمْ اِنِّیْۤ اِلٰہٌ مِّنْ دُوْنِہٖ فَذٰلِکَ نَجْزِیْہٖ جَہَنَّمَ ۚ

ڈرتے ہیں اور ان میں سے جو شخص یوں کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں سو ہم اسے دوزخ کی سزا دیں گے

کَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۚ

ہم اسی طرح ظالموں کو جزاء دیا کرتے ہیں۔

توضیح مشرکین:

۲۱: پھر مشرکین کی بات کا انکار کرتے ہوئے اور توضیح کرتے ہوئے ان سے اعراض کیا اس لئے آم بمعنی بل اور ہمزہ انکار تو بیخ کیلئے لائے۔ اور فرمایا اَمِ اتَّخَذُوا الْاِلٰهَةَ مِنَ الْاَرْضِ هُمْ يَنْشُرُوْنَ (کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ زمین کی چیزوں میں سے وہ معبود مردوں کو زندہ کر کے اٹھائیں گے) ینشرون کا معنی وہ مردوں کو زندہ کریں گے۔

نَحْوُ: من الارض یہ الہہ کی صفت ہے کیونکہ ان کے آئندہ زمین کے جواہر سونا، چاندی، پتھر سے بنے ہوتے تھے۔ اور زمین پر ان کی پوجا کی جاتی تھی۔ اس لئے زمین کی طرف ان کی نسبت کر دی کہ یہ تو زمینی معبود ہیں جیسا کہتے ہیں۔ فلان من المدینۃ ای مدنی۔ وہ مدینہ کا رہنے والا ہے۔ من الارض سے تخصیص نہیں بلکہ تحقیر مقصود ہے۔ نمبر ۲۔ من الارض یہ اتخذوا کے متعلق ہے اور اس میں غایت مقصود اتحاد کی ابتداء کا بیان ہے۔

ہم ینشرون میں مشرکین کی انتہائی جہالت بیان کر کے استہزائی انداز سے توضیح و ڈانٹ پلائی۔ اگرچہ انکا دعویٰ نہیں تھا کہ ان کے اصنام مردوں کو زندہ کریں گے اور وہ دعویٰ بھی کیسے کر سکتے تھے۔ یہ تو بہت اوپری چیز ہے کہ بعض مردے دوسرے مردوں کو اٹھا کر کھڑا کریں البتہ اصنام کیلئے دعویٰ الوہیت سے دوبارہ اٹھائے جانے کا دعویٰ خود لازم آتا ہے۔ کیونکہ جو مردوں کو زندہ کرنے سے عاجز ہو وہ الہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ یہ کام اس قادر مطلق کا ہے جس کی قدرت ہر مقدور پر ہو۔ اور دوبارہ اٹھانا یہ بھی مقدرات میں سے ہے۔ پس جو اس کی قدرت نہیں رکھتا وہ عاجز بعض مقدرات ہونے کی وجہ سے قادر مطلق نہ رہا پس معبود نہ بن سکا۔

قراءت: حسن نے ینشرون یاء کے فتح سے پڑھا۔ اور یہ دونوں لغات ہیں۔ جیسے انشر اللہ الموتی و نشرھا اور دونوں کا معنی زندہ کرنا آتا ہے۔

دلیل تملغ:

۲۲: لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اِلٰهٌ اِلَّا اللّٰهُ (اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ہوتے) اِلَّا یہاں غیر کے معنی میں ہے۔

نَحْوُ: الہہ کی صفت اِلَّا کے ساتھ لائی گئی جیسا کہ بغیر لو کہا جاتا ہے الہہ غیر اللہ۔ بدل کی وجہ سے اس کا رفع جائز نہیں کیونکہ لو بمنز لہ ان کے ہے۔ اس کے ساتھ کلام موجب ہوتی ہے۔ اور بدل تو کلام غیر موجب میں آتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا اَمْرًا تَك [ہود: ۸۱]

نمبر ۲۔ استثناء کی وجہ سے نصب بھی درست نہیں کیونکہ جمع جب نکرہ آئے تو اس سے استثناء جائز نہیں۔ محققین کا یہ قول ہے کیونکہ اس میں عموم نہیں۔ اس طرح کہ اگر استثناء نہ ہوتا تو مستثنیٰ اس میں داخل ہوتا۔ مطلب یہ ہے اگر مختلف الہ اس کیلئے پیدا کرنے والے کے سوا آسمان و زمین کے معاملے کی تدبیر کرتے ہوتے تو یہ تباہ ہو جاتے۔

لَفَسَدَتَا (تو اختلاف مراد و مقصد کی وجہ سے برباد ہو جاتے ہیں۔) مطلب یہ ہے کہ دونوں وجود میں ہی نہ آسکتے۔ جیسا کہ اصول کلام میں بار بار آچکا۔ پھر اپنی ذات کو منزه قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

فَسُبْحَنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (پس عرش کا مالک ان امور سے پاک ہے۔ جو یہ لوگ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں) شرکاء اور اولاد کی نسبت وغیرہ۔

۲۳: لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ (اس سے اس کے فعل کی باز پرس نہیں کی جائے گی) کیونکہ وہ مالک حقیقی خود ہے۔ اگر بادشاہ پر اس کا کوئی غلام اعتراض کرے تو بات انتہائی قبیح شمار ہوتی ہے۔ اور اس کو حماقت گنا جاتا ہے۔ حالانکہ دونوں ہم جنس بھی ہیں۔ اور بادشاہ کا خطاء پر ہونا بالکل ممکن ہے اور بادشاہ اس کا حقیقی مالک بھی نہیں۔ تو پھر تم خود اندازہ کر لو کہ شہنشاہ مطلق اور رب الارباب پر کس کو اعتراض کا حق و جواز ہے۔ اس کے تمام افعال درست و صواب اور عین حکمت ہیں اور احتمال خطاء محال ہے۔

وَهُمْ يُسْأَلُوْنَ (اور ان سے باز پرس ہوگی۔) کیونکہ وہ سب مملوک اور خطا کار ہیں۔ ان کو ہر فعل میں یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ تم نے کیونکر کیا ہے؟ مملوک کی پیدائش اسی لئے ہے۔ نمبر ۲۔ ہم یسألون کا مرجع مسیح و ملائکہ ہیں کہ ان سے باز پرس ہوگی پھر یہ معبود کیسے بن گئے جبکہ الوہیت جنسیت و مسؤولیت کے منافی ہے۔

ام کو مزید افادہ کے لئے لائے:

۲۴: اَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِہِ الْہٖةَ (کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور معبود بنا رکھے ہیں) دوبارہ لائے تاکہ مزید افادہ حاصل ہو۔ پہلی مرتبہ ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ کافروں کے پاس اپنے ان باطل معبودوں کو الہ قرار دینے کی کوئی صحیح عقلی دلیل موجود نہیں ہے۔ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اگر نہیں تو ان کے معبود ہونے کیلئے کوئی عقلی استحقاق نہیں یہاں دوبارہ لائے کہ گزشتہ آسمانی کتابیں بھی اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینے کی اجازت نہیں دیتیں۔ پس شرک کی کوئی نقلی دلیل بھی نہیں۔ پھر حضرت محمد ﷺ کو فرمایا کہ قُلْ هَاتُوا بُرْہَانَکُمْ آپ کہہ دیں کہ تم اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کرو (خواہ عقلی ہو یا نقلی عقلی بھی ممکن نہیں اور نہ ہی نقلی۔ جو آسمانی کتاب ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید و تنزیہ پائی جاتی ہے۔

هٰذَا ذِکْرٌ مِّنْ مَّعٰی (یہ قرآن ان لوگوں کیلئے نصیحت ہے جو میرے ساتھ ہیں) یعنی میری امت۔ وَذِکْرٌ مِّنْ قَبْلٰی (اور ان لوگوں کیلئے بھی نصیحت ہے جو مجھ سے قبل امتیں ہوئیں) من قبلی سے سابقہ انبیاء علیہم السلام کی امتیں مراد ہیں۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرکاء کی نفی کر رہا ہے (اگرچہ کفار عناد و ضد سے نہ مانیں) قراءت: مَعٰی حفص نے پڑھا۔

جب کفار اپنے کفر سے باز نہ آئے تو قرآن نے ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔ بَلْ اَکْثَرُہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ (بلکہ ان کی اکثریت حق کو نہیں جانتی) الحق سے قرآن مراد ہے۔

مَحْذُوْفٌ: الحق کا نصب یعلمون کی وجہ سے ہے۔ ایک قراءت میں الحق ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں مبتدا محذوف ہو کی خبر ہے ای هو الحق۔ فَہُمْ مُّعْرِضُوْنَ (پس وہ اس وجہ سے اعراض کر رہے ہیں) ہم وہ اسی وجہ سے مُّعْرِضُوْنَ ان آیات پر غور کرنے سے اعراض کرنے والے ہیں۔ جن پر غور سے حق سمجھ آ سکتا ہے۔

۲۵: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلَکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْہِ (اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس یہ وحی

ہم نے نہ بھیجی ہو) نوحی الیہ ابو بکر و حماد کے علاوہ باقی کوئی قراء نے اسی طرح پڑھا ہے۔

اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاَعْبُدُوْنِ (کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو) فاعبدون سے مراد مجھے وحدہ لا شریک مانو۔ اس آیت کو بار بار لائے۔ کیونکہ اس سے پہلے آیات توحید آئی ہیں۔ (پس دعویٰ کا تکرار بغرض تاکید کر دیا گیا)

۲۶: وَقَالُوْا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ (اور انہوں نے کہا کہ رحمان نے بیٹا بنالیا ہے وہ پاک ہے) یہ آیت بنو خزاعہ کے سلسلہ میں اتری جو ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس سے منزہ قرار دیا اور ان کے متعلق خبر دی کہ جن کو تم نے معبود بنایا وہ تو عباد ہیں۔

بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ (بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں) یعنی بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں۔ جن کو قرب کا شرف بخشا اور قرب عنایت کیا گیا۔ وہ اولاد نہیں کیونکہ عبودیت ولادت کے منافی ہے۔

۲۷: لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ (وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے) القول میں الف لام اضافت کے قائم مقام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے قول کے پیرو ہیں۔ اور ان کا قول اس کے حکم سے سبقت کرنے والا نہیں۔ اور نہ اپنے قول سے اس کے قول کو مقدم کر سکتے ہیں۔

وَهُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ (وہ اسی کے حکم پر عمل کرنے والے ہیں) یعنی جس طرح ان کا قول اس کے حکم کے تابع ہے اسی طرح ان کا فعل بھی اس کے حکم کے مطابق ہے۔ وہ کوئی ایسا عمل نہیں کرتے جس کا اس نے حکم نہ دیا ہو۔

۲۸: یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمۡ وَمَا خَلْفَہُمۡ (اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے) یعنی جو اعمال انہوں نے پہلے اور بعد کیے ہیں۔ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنْ اَرٰتَظٰی (اور وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر اس کی جس کیلئے شفاعت کرنے کی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو) یعنی جس کے لئے وہ پسند کرے۔ نمبر ۲۔ جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہو۔ وَهُمْ مِّنۡ حَشِیَّتِہٖ مُّشْفِقُوْنَ (وہ اس کے ڈر سے بیٹ زدہ ہیں) خائف ہیں۔

۲۹: وَمَنْ یَّقُلۡ مِنْہُمْ اَوْ (بالفرض اگر) ان میں سے کوئی کہے ملائکہ میں سے اِنِّیۡ اِلٰہٌ مِّنۡ دُوْنِہٖ (کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ہوں) اللہ تعالیٰ نے سوا۔

قراءت اِنِّیۡ مَدَنیٰ اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔

فَذٰلِکَ نَجْزِیْہِ جَہَنَّمَ (تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے۔)

مخبر: ذٰلِکَ مبتدا ہے نَجْزِیْہِ جَہَنَّمَ اس کی خبر ہے۔ ذٰلِکَ کا مشار الیہ قائل ہے۔ اور یہ دونوں جواب شرط ہیں۔

کَذٰلِکَ نَجْزِیۡ الظَّالِمِیۡنَ (ہم ظالموں کو اسی قسم کی سزا دیتے ہیں) ظالم سے کافر مراد ہیں۔ جنہوں نے الوہیت کو غیر مقام پر رکھ دیا۔ یہ کلام برسمیل فرض اور تمثیل ہے کیونکہ فرشتوں کا معصوم ہونا قطعی ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما وقادۃ، وضحاک ابلیس کے متعلق وعید یقینی و قطعی ہے اس نے اپنے لئے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ اپنی طاعت و عبادت کیلئے مخلوق کو بلایا۔

اَوَلَمْ يَرِ الْذِّیْنَ كَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا طَوَجَعَلْنَا

کیا کافروں کو یہ معلوم نہیں کہ آسمان اور زمین بند تھے پھر ہم نے ان دونوں کو کھول دیا اور ہم نے پانی سے

مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ۳۰ وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ

ہر جاندار چیز کو بنایا کیا وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور ہم نے زمین میں جنے والی چیزیں بنا دیں تاکہ

تَمِیْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ۳۱ وَجَعَلْنَا السَّمٰوٰتَ سَفَافًا

وہ ان کو لے کر نہ بٹے اور ہم نے اس میں کشادہ راستے بنا دیے تاکہ وہ راہ پالیں اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت

مَّحْفُوْطًا ؕ وَهُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۳۲ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ

بنا دیا اور وہ ہماری نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں اور وہ ایسا ہے جس نے رات کو اور دن کو

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِیْ فَلٰکٍ یَّسْبَحُوْنَ ۳۳

اور چاند کو اور سورج کو بنایا سب ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔

۳۰: اَوَلَمْ يَرِ الْذِّیْنَ كَفَرُوْا (کیا ان کافروں کو معلوم نہیں ہوا)

قراءت: مکی نے اَلَمْ یَرِ پڑھا ہے۔

رتق کا معنی اور مطلب:

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا (کہ آسمان و زمین بند تھے) مجموعہ سموات اور مجموعہ ارض مراد ہے اسی لئے کن نہیں

فرمایا۔ رَتْقًا (بند) یہ مصدر ہے جو مفعول کے معنی میں ہے اسی کانتا مرتوقین ہے مصدریت کی وجہ سے جمع کی جگہ لائے ہیں۔

فَفَتَقْنٰهُمَا (پس ہم نے ان دونوں کو چیر دیا) الفتق دو چیزوں میں جدائی کرنا اور پھاڑنا اور الرتق اس کی ضد ہے باہم ملانا، بند کرنا۔

سوال: کہ اَوَلَمْ یَرَ کہہ کر کفار کو آسمان و زمین کا رتق ہونا بتایا جا رہا ہے انہوں نے دیکھا ہی کب ہے کہ اس کو اس انداز سے بیان کر

کے ان کے ذہنوں میں پختہ کیا جائے؟

جواب: قرآن میں یہ بات وارد ہے جو کہ معجزہ ہے پس مشاہد و مری کے قائم مقام ہو گئی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ روایت بمعنی علم

ہے اور کثرت سے مستعمل ہے۔ باقی عقلاً بھی یہ بالکل ممکن ہے کہ آسمان و زمین اولاً طے ہوئے ہوں پھر ان کو جدا کر دیا جائے۔

یہاں خاص طور پر الگ الگ کرنے کی خصوصیت کو بیان کرنا مقصود ہے۔ تلاصق کو نہیں پس اس کے لئے کوئی تخصّص ہونا ضروری

ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو قدیم و ازیلی ہے۔

قول اول:

آسمان وزمین ملے ہوئے تھے ان کے درمیان فضاء نہ تھی تو ان دونوں کو جدا کر دیا۔ ان کے درمیان فضاء بنادی (یہ ابن عباس کا قول ہے)

دوسرا قول:

آسمان ایک ہی طبقہ تھے۔ پس ان کو جدا کر کے سات آسمان بنا دیے۔ اسی طرح زمین کے تمام طبقات ملے تھے۔ اس کے طبقات کو الگ تھلگ کر دیا۔ اور سات زمینیں بنادیں (یہ کعب احبار کا قول ہے)

تیسرا قول:

آسمان بند تھا کہ اس سے بارش نہ ہوتی تھی اور زمین بند تھی کہ سبزہ نہ اگاتی تھی۔ آسمان سے بارش برسا کر اس کا منہ کھول دیا اور زمین سے سبزہ اگا کر اس کو پھاڑ دیا۔ (یہ عطیہ عکرمہ کا قول ہے جو تمام اقوال میں اکثر علماء کے ہاں احسن ہے)

ہر جاندار پانی سے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی) یعنی پانی سے ہر حیوان کو بنا دیا جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا۔ واللہ خلق کل دابة من ماء [النور: ۴۵] نمبر ۲۔ گویا ہم نے اس کو پانی سے پیدا کیا جیسا کہ پانی کی انسان کو بہت ضرورت و محبت ہے اور اس سے صبر نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ خلق الانسان من عجل [الانبیاء: ۳۷] کہ گویا انسان جلد بازی سے بنا ہے۔ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ (کیا پھر بھی یہ ایمان نہیں لاتے) یعنی مشاہدات کی تصدیق نہیں کرتے۔

۳۱: وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ (اور زمین میں ہم نے بوجھ بنادیے) قائم رہنے والے پہاڑ۔ یہ دسا یوسو سے ہے جس کا معنی قائم و ثابت رہنا ہے۔ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ (کہ زمین ان کو لے کر ہلنے نہ لگے) ان کو لیکر مضطرب و بے قرار نہ ہو جائے۔ یہاں لامحذوف ہے اور لام بھی۔ لاکہ یہ حذف جائز ہے کیونکہ التباس نہیں جیسا کہ اس ارشاد میں مراد ہے۔ لَنَلَا يَعْلَمَ أَهْلَ الْكِتَابِ۔

[الحمدید: ۳۹]

راستوں کی کیفیت:

وَجَعَلْنَا فِيهَا سُبُلًا فِجَا جًا (اور ہم نے اس زمین میں کشادہ راستے بنائے) فجا جًا: وسیع راستے۔ یہ فُجج کی جمع ہے۔ سُبُلًا: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ سُبُلًا ذوالحال مقدم ہے۔

اعتراض: اس ارشاد اور دوسری آیت تسلكوا منها سُبُلًا فِجَا جًا [نوح: ۲۰] میں کیا فرق ہے۔ کہ وہاں سبل کو مقدم کیا یہاں مؤخر؟

جواب: پہلی آیت میں یہ بتلایا کہ اس نے زمین میں وسیع راستے بنادیے اور دوسری میں یہ بیان فرمایا کہ جب ان راستوں کو بنایا تھا

تو اس کیفیت و انداز سے بنایا تھا تو گویا اس جگہ پہلے مبہم ذکر کیا پھر وضاحت کی۔

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ (تاکہ وہ منزل مقصود کو پہنچ جائیں) تاکہ ان راستوں سے بلاد مقصود تک پہنچ سکیں۔

۳۲: وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا (اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا) کہ وہ گرنے سے بچی ہوئی ہے جیسا کہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا و یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ [الحج: ۶۵] نمبر ۲۔ محفوظ کا مطلب شہابوں کے ذریعہ

شیاطین سے ان کی حفاظت کر دی جیسا کہ فرمایا و حفظنہا من کل شیطان رجیم [الحجر: ۱۷]

وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا (وہ کافر اس کی نشانیوں سے) ہم سے مراد کفار ہیں آیات سے مراد سورج، چاند، ستارے۔ مُعْرِضُونَ

(اعراض کرنے والے ہیں) ان میں غور و فکر نہیں کرتے کہ ایمان لائیں۔

وَمَا جَعَلْنَا الْبَشِرَ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ ۚ كُلُّ

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا۔ اگر آپ کی وفات ہو جائے تو یہ لوگ کیا ہمیشہ رہیں گے۔ ہر

نَفْسٍ ذَاقَتْ الْمَوْتَ ۖ وَنَبَلُّوكُمْ بِالْأَشْرَارِ ۖ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَالْيَنَانُ تُرْجَعُونَ ۚ

جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم تمہیں بری اور بھلی حالتوں کے ذریعہ اچھی طرح آزماتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف واپس کر دیئے جاؤ گے۔

وَإِذَا رَأَوْا الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ إِنَّ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ ۚ

اور جب کافر لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کو ہنسی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں کیا یہی ہے وہ جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے۔

وَهُمْ يَذْكُرُ الرَّحْمَنَ هُمْ كَافِرُونَ ۚ خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۖ سَأُورِيكُمْ

اور وہ رحمن کے ذکر کا انکار کرتے ہیں۔ انسان جلدی سے پیدا کیا گیا ہے۔ میں عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں

آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ۚ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ ۖ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ

دکھا دوں گا۔ سو تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو۔

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونُ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ

اگر کافر لوگ اس وقت کو جان لیتے جب اپنے چہروں سے آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ اپنی

ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ۚ بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

پشتوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ بلکہ وہ آگ اچانک ان کے پاس آجائے گی سو وہ انہیں بدحواس کر دے گی سو وہ اسے نہ بٹا سکیں

رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۚ وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ

گئے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ تمسخر کیا گیا سو جن لوگوں نے

بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۚ

ان کا تمسخر کیا انہیں وہ چیز پہنچ گئی جس کا وہ استہزاء کیا کرتے تھے۔

۳۳: وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ (اور وہ ایسا ہے کہ اس نے رات کو بنایا) تاکہ تم سکون حاصل کرو اور وَالنَّهَارَ (اور دن بنائے) تاکہ تم اس میں کام کاج کر سکو۔ وَالشَّمْسَ (اور سورج کو) تاکہ دن کو روشنی کا کام دے۔ وَالْقَمَرَ (اور چاند کو) تاکہ رات کو چاند کرے۔ كُلُّ (تمام) یعنی ہر ایک ان میں سے۔ اس میں تنوین مضاف کے بدلے میں ہے۔ اِیٰ کُلُّہُمْ ضمیر شمس و قمر کی

طرف راجع ہے۔ اور مراد اس سے تمام نیرات کی جنس ہے اور یہاں جمع عقلاء والی لائی گئی ہے ان کے فعل سباحت کو بیان کرنے کیلئے ہے۔

فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (ہر ایک اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں) قول ابن عباس رضی اللہ عنہما الفلك آسمان کو کہتے ہیں۔ قول جمہوریہ ہے کہ فلك آسمان کے نیچے موج بستہ ہے جس میں سورج، چاند، ستارے چل رہے ہیں۔
نَحْوُ: کل مبتدا اور یسبحون اس کی خبر ہے۔

يَسْبَحُونَ وہ چل رہے ہیں۔ نمبر ۲۔ گھوم رہے ہیں۔

نَحْوُ: یہ جملہ محل نصب میں الشمس والقمر سے حال ہے۔

۳۴: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ (ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کیلئے ہمیشہ رہنا نہیں بنایا) خلد کا معنی بقاء و دوام ہے۔ اَفَاٰنِ مِتَّ (پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے)۔

قراءت: مِتَّ کی میم کو کسرہ مدنی اور ابو بکر کے علاوہ کو فی قراء نے پڑھا ہے۔

فَهُمُ الْخَالِدُونَ (تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے)۔

نَحْوُ: اول فاء عطف جملہ علی الجملہ کیلئے ہے اور دوسری جزائے شرط کیلئے ہے۔ کفار کا اندازہ یہ تھا کہ یہ عنقریب مرجائیں گے تو انکا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شامت کی نفی کی ہے کہ فیصلہ الہی یہ ہے کہ دنیا میں کوئی انسان ہمیشہ نہ رہے گا اگر آپ فوت ہو گئے تو انہوں نے ہمیشہ رہنا ہے؟

۳۵: كُلُّ نَفْسٍ ذَا نِقْمَةٍ الْمَوْتِ وَنَبَلُّوْكُمْ (اور ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہم تمہیں آزماتے ہیں) ابتلاء کا معنی امتحان لینا ہے اس کو ابتلاء کا نام دیا۔ اگرچہ وہ عالمین کے اعمال کو جو آئندہ ہونے والے ہیں ان کے وجود سے قبل ہی جانتے ہیں کیونکہ وہ صورت اختیار میں سے ہے۔

بِالشَّرِّ (برائی سے) فقر و جسمانی، تکلیف وَالْخَيْرِ (اور بھلائی سے) مال داری، نفع سے فِتْنَةً (آزمائش)

نَحْوُ: یہ نبلوکم کیلئے مصدر موكد ہے۔ اگرچہ غیر لفظ سے ہے۔

وَالَّذِي تَرُوجَعُونَ (اور ہماری بارگاہ کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا) پس تمہیں بدلہ تمہاری طرف سے پائے جانے والے صبر، شکر کی مقدار سے ہوگا۔

قراءت: ابن ذکوان نے تَرُجَعُونَ پڑھا ہے۔

۳۶: وَاِذَا رَاكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَتَّخِذُوْكَ اِلَّا هُزُوًا (اور جب کافر لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو پس آپ کی ہنسی اڑاتے ہیں) اِلَّا هُزُوًا ان نافیہ ہے اور هُزُوًا یہ يتخذونک کا مفعول ثانی ہے۔

شان نزول: آیت ۳۶: یہ آیت ابو جہل کے متعلق اتری۔ اس کا گزرنے والی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا تو ہنسنے لگا۔ اور کہنے لگا یہ نبی ہے بنی عبد المناف کا اھذا الذی یذکر (کیا یہ ہے جو تمہارے معبودوں کا تذکرہ برائی سے کرتا ہے) یذکر کا یہاں معنی عیب

لگانا ہے۔

الْهَتَكُم (تمہارے معبودوں کا) الذکر خیر و شر دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اور ذکر سچا ہو تو ثناء و مدح بنے گی اور اگر وہ دشمن ہو تو پھر ذکر مذمت کے معنی میں ہوگا۔ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ (اور وہ رحمان کے ذکر سے) اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور جس طرح اس کا ذکر وحدانیت کے لئے ضروری ہے اس سے هُمْ كٰفِرُوْنَ (یہ منکر ہیں) بالکل اس کو مانتے ہی نہیں۔ وہ اس بات کے زیادہ مناسب ہے کہ انکا مذاق اڑایا جائے۔ آپ تو حق پرست ہیں اور وہ باطل پرست ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے ذکر رحمان سے آپ پر اتارا جانے والا قرآن مراد ہے۔ اور ہم کافروں سے انکا قرآن سے ضد کی بنا پر انکار مراد ہے۔ اور یہ جملہ موضع حال میں ہے۔ یعنی وہ آپکا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ ان کی حالت قابل استہزاء و تمسخر ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے انکار والی حالت ہے۔

نَحْوُ: ہم کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ نمبر ۲۔ مبتدا و خبر کے درمیان صلہ حائل ہو گیا اس لئے مبتدا کا اعادہ کر دیا گیا۔

خمیر میں جلد بازی:

۳۷: خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (انسان جلدی ہی کے خمیر کا بنا ہے) الانسان کی تفسیر جنس سے کی گئی۔

دوسرا قول: یہ نصر بن حارث کے متعلق اتری وہ عذاب کا جلدی مطالبہ کرتا تھا۔ الْعَجَلُ الْعَجَلَةُ یہ دونوں مصدر ہیں اور اس کا معنی وقت سے کسی چیز کا مقدم ہونا۔ اور ظاہر یہی ہے کہ مراد جنس انسان ہے انسان میں عجلت رکھی گئی ہے۔ اور بے صبری اور جلدی کا ایسا مظاہرہ کرتا ہے گویا کہ اس کی پیدائش ہی مادہ جلدی سے ہوئی ہے۔ محاورہ عرب میں جو کثرت سے سخاوت کرنے والا ہو اس کے متعلق کہتے ہیں: خُلِقَ مِنَ الْكِرَمِ۔ کہ یہ تو سخاوت سے بنا ہے۔ عجلت میں افراط پر اولاً انسان کی مذمت کی اور بتلایا کہ اس کی طبع میں پڑی ہے۔ پھر انسان کو منع کیا اور اس پر ڈانٹ پلائی گویا اس طرح فرمایا کہ انسان سے جلدی کرنا نئی بات نہیں وہ اس کی جبلت ہے اور طبیعت ثانیہ اور عادت مالوفہ ہے اور ان کے اجزاء میں رکھ کر جوڑی گئی ہے۔

دوسرا قول الْعَجَلُ حمیری زبان میں مٹی کو کہتے ہیں جیسا کہ انکا شاعر کہتا ہے۔

وَالْبَع فِي الصَّخْرَةِ الصَّمَاءُ مَبْنِيَّةٌ وَالنَّخْلُ تَنْبَتُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْعَجَلِ

نوع درخت کے اگنے کا مقام تو سخت پتھر ہیں اور کھجور پانی اور مٹی میں اگتی ہیں۔

فَاتَّكَلَا: اللہ تعالیٰ نے جلد بازی سے منع کیا حالانکہ یہ انسان کی فطرتی چیز ہے۔ جیسا کہ شہوت کو مٹانے کا حکم دیا جبکہ وہ اس کے ترکیبی اجزاء میں پائی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قمع شہوت اور ترک عجلت کی طاقت عنایت فرمائی ہے اس کا بے محل استعمال منع ہے۔

نَحْوُ: من عجل یہ حال ہے۔ سَأُورِيْكُمْ اٰیٰتِیْ (میں اپنی آیات دکھاؤں گا) آیات سے قہر و غضب والی نشانیاں فَلَا تَسْتَعْجِلُوْا (پس تم مجھے سے وہ جلدی مت مانگو) ان کے لانے کیلئے۔

قراءت: یعقوب اور سہل نے یاء سے يستعجلون پڑھا۔ وصل میں عیاش نے اسی طرح پڑھا۔

۳۸: وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ (اور وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ) عذاب کی آمد والا۔ نمبر ۲۔ قیامت اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم سچے ہو) کہا گیا کہ یہ ان کے عذاب کو جلدی مانگنے کی وجوہ میں سے ایک وجہ ہے۔

۳۹: لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونُ عَنْ وُجُوهِهِمْ (اگر کافر جان لیتے اس وقت کو جب کہ وہ آگ کو نہ اپنے چہروں کی طرف سے) النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ (روک سکیں گے اور نہ ہی پشت کی جانب سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی) لو کہ جواب محذوف ہے اور حین یہ لیعلم کا مفعول یہ ہے۔ ای لو يعلمون الوقت الذی يتعجلونه بقولهم متى هذا الوعد النخ یعنی اگر ان کو اس وقت کا علم ہو جائے جس کو اپنے قول متى هذا الوعد سے جلد طلب کر رہے ہیں تو وہ ایسا وقت ہے کہ آگ ان کو ہر طرف آگے پیچھے سے گھیر لے گی اور اس کو روکنے کی ان کو طاقت نہ ہوگی اور اپنے نفسوں سے اس کو ہٹا سکیں گے اور کوئی مددگار نہ پائیں گے جو ان کی مدد کرے اس لئے کہ ان میں اس درجہ کا کفر، استہزاء اور استعجال پایا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت کے ان احوال کی جہالت نے ان کے لئے کفر و استہزاء کو معمولی بنا دیا ہے۔

۴۰: بَلْ تَأْتِيهِمْ (بلکہ ان پر آ پڑے گی) قیامت بَغْتَةً (اچانک) فَتَبْهَتُهُمْ (پس ان کو حیران کر دے گی)۔ اس کو روک نہ سکیں گے بلکہ اچانک آکر ان پر غلبہ پالے گی۔ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا (وہ اس کو واپس لوٹانے کی طاقت نہ رکھیں گے) اس کے دفع کرنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ (اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی)۔

۴۱: وَلَقَدْ اسْتَهْزَى بِرُسُلِ مِنْ قَبْلِكَ (تحقیق آپ سے پہلے پیغمبروں سے استہزاء کیا جا چکا) فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ (پس اسی عذاب نے ان کو آن گھیرا) یعنی اس کا بدلہ ما کَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے)۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو ان کے استہزاء کے سلسلہ میں انبیاء علیہم السلام کا اسوہ پیش کر کے تسلی دی اور یہ بتلایا جو کچھ وہ آج کر رہے ہیں یہ ان کو آ گھیرے گا۔ جیسا کہ انبیاء علیہ السلام کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ ہوا۔

قُلْ مَنْ يَكْلُوْكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۚ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ

آپ فرما دیجئے وہ کون ہے جو رات میں اور دن میں رحمن سے تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ بلکہ وہ لوگ اپنے رب کی توحید سے

مُعْرِضُوْنَ ۝۴۷ اَمْ لَهُمْ اِلٰهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيعُوْنَ نَصْرَ

اعراض کئے ہوئے ہیں۔ کیا ہمارے سوا ان کے لئے ایسے معبود ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہوں؟ وہ اپنی جانوں کی حفاظت نہیں

اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يَصْحَبُوْنَ ۝۴۸ بَلْ مَتَّعْنَاهُمْ اٰلَاءَ وَاَبَاءَ هُمْ حَتّٰی طَالَ

کر سکتے اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی شخص ان کا ساتھ دے سکتا ہے! بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر ایک

عَلَيْهِمُ الْعُمْرُ ۚ اَفَلَا يَرُوْنَ اَنَّا نَاتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۚ اَفَهُمْ

عرصہ دراز گزر گیا۔ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹا رہے ہیں کیا وہ

الْغٰلِبُوْنَ ۝۴۹ قُلْ اِنَّمَا اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحٰی ۚ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاۤءَ اِذَا مَا يَنْذِرُوْنَ ۝۵۰

غالب آنے والے ہیں؟ آپ فرما دیجئے بات یہی ہے کہ میں تمہیں وحی کے ذریعہ ڈراتا ہوں اور گونگے لوگ پکار کو نہیں سنتے جبکہ وہ ڈرائے جاتے ہیں

وَلٰٓئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ یٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝۵۱

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے انہیں عذاب کا ایک جھونکا لگ جائے تو ضرور یوں کہیں گے کہ ہائے ہماری کبھی واقعی ہم ظالم تھے۔

دلائل قدرت:

۳۲: قُلْ مَنْ يَكْلُوْكُمْ (کہہ دیں کہ کون تمہاری کون حفاظت کرے گا) یکلؤ کا معنی حفاظت کرنا۔ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ (رات اور دن کو رحمان سے) یعنی رحمان کے عذاب سے بچانے کیلئے اگر وہ عذاب تمہارے پاس رات یا دن کو آن پہنچے۔ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرنے والے ہیں) یعنی وہ اس کی یاد سے منہ موڑنے والے ہیں اور اپنے دل میں اس کا خیال بھی نہیں کرتے چہ جائیکہ وہ اس کی پکڑ سے بچتے۔ یہاں تک کہ جب ان کو اس کی طرف سے حفاظت مل جائے گی تو وہ پہچانیں گے کہ محافظ کون ہے۔ تب وہ اس قابل ہونگے کہ ان سے اس کے متعلق سوال کیا جائے۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ان سے سوال کریں کہ محافظ کون؟ پھر وضاحت فرمائی کہ وہ جواب کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ وہ اس کی یاد سے ہی غافل اور معرض ہیں جو ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔ پھر اگلی آیت میں اس بات سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔

جو اپنی مدد کی قدرت نہیں رکھتا وہ تمہاری مدد کیا کرے گا:

۳۳: اَمْ لَهُمْ اِلٰهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُونِنَا (کیا ان کے پاس ہمارے سوا ایسے معبود ہیں جو عذاب سے ان کی حفاظت کر لیتے ہوں) ام یہاں بل کے معنی میں ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ان کے ایسے معبود ہیں جو ان کو عذاب سے بچا سکیں ہماری حفاظت و رکاوٹ سے آگے گزر کر؟ پھر درمیان میں یہ جملہ مستانہ لائے۔ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِتًّا يُصْحَبُونَ (وہ تو اپنی حفاظت کی بھی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہمارے مقابلے میں کوئی اور ان کا ساتھ دے سکتا ہے) اس میں واضح فرمادیا جو اپنے نفس کی مدد و حفاظت پر قدرت نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اس کے ساتھ دیے ہی نہیں تو وہ دوسرے کو کیسے روک سکتا اور اس کی مدد کو کیسے پہنچ سکتا ہے؟ پھر فرمایا:

طویل مہلت:

۳۴: بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَاَبَاءَ نَهُمْ حَتَّىٰ طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ (بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوب سامان دیا۔ یہاں تک ان پر اسی حالت میں عرصہ دراز گزر گیا) جس حفاظت و نگہبانی میں وہ رہ رہے ہیں وہ ہماری ہی طرف سے ہے۔ ورنہ ان کو ہلاک کرنے میں ہمارے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں جو ہلاکت سے ان کو بچا سکے۔ ہم نے انہیں اور ان کے گزشتہ آباء کو عذاب سے اس لئے بچائے رکھا تا کہ دنیا کا وہ نفع اٹھالیں اور مہلت پوری کر لیں۔ جیسا کہ دیگر کفار کو ہم نے دنیا کا نفع دیا اور مہلت دی اور یہ زمانہ طویل ہونے سے ان کے دلوں میں سختی پیدا ہو گئی پس وہ سمجھ بیٹھے کہ وہ اس مہلت پر ہمیشہ چھوٹے رہیں گے حالانکہ یہ جھوٹی امید ہے۔

۳۵: اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کفر کی زمین کناروں کی طرف سے گھٹا رہے ہیں) ہم کفر کی زمین کو کم کر رہے ہیں۔ اور اس کے اطراف کو مسلمانوں کے تسلط سے مٹا رہے ہیں۔ اور اس زمین والوں پر اسلام والوں کو غالب کرتے جا رہے ہیں۔ اور دارالاسلام میں بدل رہے ہیں۔

ناتی کا لفظ لا کر اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں اس کو جاری رکھیں گے۔ اور اسلامی لشکر مشرکین کی سرزمین میں غزوات کر کے غالب واپس لوٹے جس سے مشرکین پر حدود زمین تنگ ہوتی جا رہی تھی۔ اَفْهَمُ الْغُلَبُونَ (کیا وہ پھر بھی غالب آجائیں گے) کیا کفار مکہ کو غلبہ حاصل ہوگا؟ اس کے بعد کہ ہم نے ان کی سرزمین کفر کو اطراف سے کم کر دیا ہے؟ یعنی کبھی نہ ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور ان کے اصحاب ہماری مدد سے غالب آئیں گے۔

۳۵: قُلْ اِنَّمَا اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ (کہہ دیں میں تم کو وحی کے ذریعہ ڈرا رہا ہوں) میں قرآن کے ذریعہ تمہیں عذاب سے ڈرا رہا ہوں۔ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ (اور بہرے پکار کو نہیں سنتے)۔

قراءت: یا مفتوح اور میم بھی مفتوح اور الصم مرفوع پڑھا گیا۔ اور شامی اور علی نے لَا تَسْمَعُ الصُّمُّ پڑھا ہے۔ اس میں خطاب آپ ﷺ کو ہے۔

اِذَا مَا يُنْذَرُونَ (جبکہ ان کو ڈرایا جاتا ہے) خوف دلایا جاتا ہے۔ الصم کی الف لام عہد خارجی کا ہے۔ اس سے موجودین

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ

اور قیامت کے دن ہم عدل والی میزان قائم کر دیں گے۔ سو کسی پر ذرا سا ظلم بھی نہ ہو گا اور اگر کوئی

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَٰسِبِينَ ﴿٤٧﴾

قل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو گا تو ہم اسے حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

مراد تھے۔ جن کو براہِ رست ڈرایا گیا اور اصل اس طرح کلام ہے ولا یسمعون اذا ماینذرون پس ظاہر کو مضمحل کی جگہ لائے کیونکہ ان کے بہرے پن اور کانوں کے بند کر لینے پر دلالت موجود ہے جب بھی ان کو ڈرایا جاتا ہے تو یہ اس سے کوئی تاثر ہی نہیں لیتے۔

۴۶: وَلَٰكِنْ مَّسَّتْهُمُ نَفْحَةٌ (اگر ان کو ذرا سی لپٹ چھو جائے) یعنی معمولی دھکا اور مار مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ (تیرے رب کے عذاب کی)

نَحْوُ: یہ نفحہ کی صفت ہے۔ لَيَقُولُنَّ يَوْمَلَّنَا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ (وہ ضرور کہیں گے ہائے ہماری خرابی ہم ہی ظالم تھے) یعنی اگر ان کو اس عذاب کا ادنیٰ حصہ بھی آ کر کے چھو لے جس عذاب سے ان کو ڈرایا جا رہا ہے۔ تو ذلت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے نفسوں کے خلاف وہ ہلاکت و تباہی کو پکارنے لگیں گے اور اقرار کر لیں گے کہ انہوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا جب بہر اپن اختیار کیا اور اعراض کیا۔

فائدہ عجیبہ:

اس آیت میں انتہائی مبالغہ فرمایا گیا اس کی رمز اس طرح ہے کہ المسّ اور النفحہ کا ذکر کیا۔ کیونکہ النفحہ ادنیٰ لپٹ اور ذرا سی ضرب کو کہتے ہیں جو کہ قلت کی علامت ہے۔ اور تاء بھی وحدت کی لائی گئی۔ کہا جاتا ہے نفحہ بعطیۃ اس کا چھینٹنا۔ اور ایک مزید بات یہ بھی ہے کہ یہ وزن ایک بار پر دلالت کرتا ہے ایک یہ بھی ہے کہ تنوین تکبیر کی ہے۔

میزانِ عدل رکھنا:

۴۷: وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ (اور ہم میزانِ عدل قائم کریں گے) الموازن جمع میزان ہے۔ ہر وہ آلہ جس سے کسی چیز کا وزن کیا جائے اور اس چیز کی کمیت و مقدار معلوم کی جائے۔ بقول حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ وہ ایسا میزان ہے جس کے دو پلڑے ہیں۔ اور ایک لسان ہے اور جمع عظمتِ شان کی وجہ سے لائے جیسا کہ اس قول میں یا ایہا الرسل میں ہے [المؤمن: ۵۱] ایک قول کے مطابق وزن صحائفِ اعمال کا کیا جائے گا۔ الْقِسْطُ (انصاف) موازن کی صفت قسط سے کی گئی اور وہ عدل کو کہا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ بات مبالغہ کو ظاہر کرنے کیلئے ہے گویا وہ ترازو خود مجسمہ انصاف ہے۔ نمبر ۲۔ مضاف محذوف ہے۔ ای ذوات القسط انصاف والے ترازو۔

وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰى وَهَارُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۸ الَّذِيْنَ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ والی چیز اور روشنی اور نصیحت کی چیز عطاء کی جو متقیوں کے لئے نصیحت تھی جو

يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝۴۹ وَهٰذَا ذِكْرُ

اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے خوفزدہ ہیں اور یہ ایک نصیحت ہے

مُبْرَكٌ اَنْزَلْنَاهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكَرُوْنَ ۝۵۰

مبارک ہے جو ہم نے نازل کی ہے سو کیا تم پھر بھی اس کے منکر ہو۔

لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (قیامت کے دن کی وجہ سے) اہل قیامت کیلئے یعنی لام اجل یہ ہے۔ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا (کسی نفس پر ذرا بھڑکلا نہ ہوگا) ذرا سا ظلم بھی نہ ہوگا۔ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ (اور اگر اس کا عمل رائی کے دانے کے برابر ہوگا) یعنی وہ چیز مقدار میں رائی کے دانہ کے برابر چھوٹی ہو۔

قرأت: مدنی نے مثقال کو رفع سے پڑھا ہے اور سورت لقمان میں بھی اس طرح پڑھا اور کان کو تامہ قرار دیا۔ خَرْدَلٍ: من خردل (رائی کا) یہ حبة کی صفت ہے۔ اَتَيْنَا بِهَا (ہم اس کو لے آئیں گے) حاضر کر دیں گے۔ یہاں ہا ضمیر مثقال کی طرف راجع ہے جو کہ مذکر ہے مگر ضمیر مونث ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے اس کا مضاف الیہ حبة مونث ہے۔ جیسا کہ عرب کا قول ہے۔ ذہبت بعض اصابعهم۔ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِيْنَ (اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں) علم رکھنے والے اور حفاظت کرنے والے ہیں (کوئی شئی ہمارے علم و حفاظت سے نکل نہیں سکتی)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: کیونکہ جو آدمی کسی چیز کا حساب کرتا ہے اور وہ اس کا علم بھی رکھتا ہوتا ہے اور اس کے حفاظت میں بھی وہ چیز محفوظ ہوتی ہے۔

صفاتِ تورات:

۴۸: وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰى وَهَارُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَذِكْرًا (اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو بھی ایک فیصلہ اور روشنی دی اور نصیحت)

ایک قول:

یہ ہے یہ تینوں صفات تورات ہی کی ہیں وہی حق و باطل کے مابین فرق کرنے والی اور روشنی کا مینار ہے جس سے روشنی لی جاتی ہے اور اس روشنی میں نجات کے راستہ تک پہنچا جاتا ہے۔ اور نصیحت یعنی شرف یا نصیحت و تنبیہ ہے۔ نمبر ۲۔ اس میں ان تمام احکام کا تذکرہ ہے جس کی لوگوں کو ضرورت و محتاجی ہے تاکہ وہ اپنے دونوں جہاں کی درستگی اس سے کر سکیں۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَلِيمِينَ ﴿٥١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اس سے پہلے صحیح راہ عطا کی اور ہم ان کو جانتے تھے جبکہ انہوں نے اپنے باپ

وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عِكِفُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا

اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں کیا ہیں جن پر تم جے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے دادوں کو ان کی

لَهَا عِبَادِينَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٥٤﴾

عبادت کرتے ہوئے پایا ہے ابراہیمؑ نے کہا کہ بلا شبہ تم اور تمہارے باپ دادے کھلی گمراہی میں ہیں!

قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ

وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس کوئی حق بات لے کر آئے ہو یا دل لگی کرنے والوں میں سے ہو۔ ابراہیمؑ نے کہا بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ ذُوَانَا عَلَىٰ ذِكْرٍ مِّنَ الشَّهَادِينَ ﴿٥٦﴾

آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں

واؤ کو صفات کے مابین اس طرح داخل کیا گیا جیسا اس ارشاد میں و سیداً و حصوداً و نبیاً [آل عمران: ۳۹] (یہ واؤ کے مطلق جمع ہونے کی دلیل بھی ہے: مترجم عرب کہتے ہیں مردت بزید و الکریم و العالم و الصالح۔ اور متقین کو کتاب سے خصوصی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی لئے خصوصیت سے انکا تذکرہ فرمادیا۔ لِّلْمُتَّقِينَ (متقین کیلئے) ۳۹: الذِّینَ (وہ لوگ)

نَحْوَ: وصف ہونے کی وجہ سے الذین محل جرم میں ہے۔ نمبر ۲۔ مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۳۔ مرفوع ہے۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں) بِالْغَيْبِ (بن دیکھے) یہ حال ہے علیحدگی میں وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ (اور وہ قیامت کے اور اس کے احوال سے) مُشْفِقُونَ (خوف کھاتے ہیں)

قرآن خیر کثیر کا جامع:

۵۰: وَهَذَا (اور یہ) یعنی قرآن ذِکْرٌ مُّبَرَّکٌ (مبارک تذکرہ ہے) کثیر بھلائیوں اور بھرپور نفع بخش اَنْزَلْنَاهُ (اس کو ہم نے محمد ﷺ پر اتارا ہے) اَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ (کیا پھر بھی تم اس کا انکار کرنے والے ہو) یہ استفہام توہینی ہے۔ یعنی جب یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ خیر کثیر کا جامع ہے۔ تو تم پھر کیوں انکار کرتے ہو؟

ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم:

۵۱: وَلَقَدْ آتَيْنَا اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ (ہم نے ابراہیم کو راستی فہم عطاء کی تھی) رشد اور اہمائی و ہدایت مِنْ قَبْلُ (ان سے پہلے) موسیٰ و ہارون سے نمبر ۲۔ محمد ﷺ سے پہلے وَكُنَّا بِہِ (اور ہم ان سے) ابراہیم یا اس کی رشد سے عَلٰمِیْنَ (خوب جاننے والے تھے) یعنی ہم نے جو کچھ دیا یہ جان کر دیا کہ وہ اس کے اہل ہیں۔

۵۲: اِذْ (جب) اذ کو آتینا سے متعلق کرنا درست ہے نمبر ۲۔ رشدہ سے متعلق ہے۔

قَالَ لِاَبِيْہِ وَقَوْمِہٖ مَا هٰذِہٖ التَّمٰثِیْلُ (انہوں نے اپنے والد اور قوم کو کہا یہ کیا مورتیاں ہیں؟) تماثیل یہ بت تھے جن کو مختلف درندوں کی شکل دی گئی تھی۔ اسی طرح پرندوں اور انسانوں کی۔ ان کے معبودوں کی تحقیر ظاہر کرنے کیلئے آپ نے کلام تجاہل عارفانہ انداز سے اختیار کیا حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ وہ مورتیوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ اَلَّتِیْ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ (وہ جن کی عبادت پر تم جیسے ہوئے ہو) لھا کلام اجلہ ہے۔ تعدیہ کا نہیں ہے۔ ان کی عبادت کی خاطر اقامت اختیار کرنے والے ہو۔

۵۳: جب وہ اس پر دلیل دینے سے عاجز ہو گئے۔ تَوَقَّلُوْا وَجَدْنَا اٰبَآءَ نَا لَهَا عٰبِدِیْنَ (تو کہنے لگے ہم نے تو اپنے آباء و اجداد کو ان کی پوجا کرتے پایا) پس ہم نے ان کی تقلید کی ہے۔

۵۴: قَالَ (کہا) ابراہیم علیہ السلام نے لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (یقیناً تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں پڑے ہو) آپ کا مقصد یہ تھا کہ تم پیروی کرنے والے اور جن کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہو ہر دو گمراہی کی لڑی میں دونوں پروئے ہوئے ہو۔ وہ ایسی گمراہی ہے جو کسی عاقل سے مخفی نہیں رہ سکتی۔ اور اس کی مزید تاکید کیلئے۔ انتم لائے تاکہ عطف صحیح ہو سکے۔ کیونکہ کسی ضمیر پر جب عطف کیا جائے تو وہ اس ممتنع فعل کا بعض حصہ ہی بن جاتا ہے۔

یہ حقیقت یا تفریح:

۵۵: قَالُوْا اَجْنُنَا بِالْحَقِّ (انہوں نے کہا کیا تم کوئی واقعی ہم سے بات کہہ رہے ہو) حق یہاں ہزل کے بالمقابل استعمال ہوا جس کا معنی واقعی ثبوت والی بات۔ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللَّٰعِبِیْنَ (یا تم دل لگی کر رہے ہو) اپنی بات کہنے میں تم حقیقت پسند ہو یا تفریح طبع کیلئے کہتے ہو۔ انہوں نے آپ کے انکار کو بہت اوپر اقرار دیا۔ اور اس کے ضلال و گمراہی قرار دینے کو بہت ہی بعید قرار دیا۔ پس اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سے اعراض کیا اور ان کو بتلایا کہ میں نے واقعی بات کہی ہے اس میں تفریح طبع کا دخل نہیں۔ اپنے ارشاد سے شہنشاہ مطلق کی ربوبیت اور بتوں کی بے بسی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

۵۶: قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ (ابراہیم نے کہا بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو نیست سے وجود بخشا ہے) یعنی تماثیل۔ پس خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت کیسے کی جاسکتی ہے مفسر علام نے ہن کا مرجع تماثیل کو بنایا ہے جبکہ اقرب مرجع السموات والارض موجود ہے۔ دیگر مفسرین نے یہی اختیار کیا ہے۔ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکُمْ (اور میں اس پر) مذکورہ توحید پر ایک شاہد ہوں۔ مِّنَ الشَّہِیْدِیْنَ (مجملہ شہداء میں سے)

وَتَاللّٰهِ لَا كَيْدَ لَنَا صَنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوا مُدْبِرِيْنَ ۝۵۷ فَجَعَلَهُمْ جُذًا

اور اللہ کی قسم میں اس کے بعد ضرور ضرور تمہارے بتوں کے بارے میں کوئی تدبیر کروں گا جب تم پشت پھیر کر چلے جاؤ گے۔ سو انہوں نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا

اِلَّا كِبٰرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝۵۸ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاِلٰهِنَا اِنَّهٗ

سوائے ان کے ایک بڑے بت کے شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ بے شک ایسا

لَمِنْ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۹ قَالُوْا سَمِعْنَا فِتًّیٰ يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ ۝۶۰

کرنے والا ظالموں میں سے ہے۔ کہنے لگے کہ ہم نے ایک نوجوان کو سنا تھا جو ان کا ذکر کر رہا تھا اس جوان کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔

قَالُوْا فَاَتُوْا بِهٖ عَلٰی اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝۶۱ قَالُوْا اَنْتَ فَعَلْتَ

کہنے لگے اس جوان کو لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ گواہ ہو جائیں۔ کہنے لگے اے ابراہیم کیا تم نے ہمارے معبودوں کے

هٰذَا بِاِلٰهِنَا يَا اِبْرٰهِيْمُ ۝۶۲ قَالَ بَلْ فَعَلَهُۥ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْأَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا

ساتھ آیا کیا ہے؟ ابراہیم نے کہا بلکہ یہ حرکت ان کے اس بڑے نے کی ہے سو تم ان سے پوچھ لو اگر وہ

يَنْطِقُوْنَ ۝۶۳ فَرَجَعُوْا اِلٰی اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْا اِنَّكُمْ اَنْتُمْ الظّٰلِمُوْنَ ۝۶۴ ثُمَّ نَكِسُوْا

بولتے ہیں پھر انہوں نے اپنے نفسوں کی طرف رجوع کیا۔ پھر کہنے لگے کہ بلاشبہ تم ہی ظلم کرنے والے ہو پھر انہوں نے اپنے سروں کو

عَلٰی رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ اِهٖٓۤ اَوْ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝۶۵ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ

جھکایا بے شک اے ابراہیم تم کو معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ابراہیم نے کہا کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْْءًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ۝۶۶ اَفِ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ

چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ کچھ نفع دے سکے نہ نقصان پہنچا سکے۔ تف ہے تم پر اور ان پر جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۷ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانصُرُوْا اِلٰهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

پوجتے ہو۔ کیا تم سمجھ نہیں رکھتے ہو؟ کہنے لگے اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں

فَعِلٰیۙنَ ۝۶۸ قُلْنَا اِنَّا رُكُوْنٰۤی بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ ۝۶۹ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا

کچھ کرنا ہے۔ ہم نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔ اور ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنا چاہا

فَجَعَلْنٰهُمْ الْاٰخَسِرِيْنَ ۝۷۰

سو ہم نے انہیں ان میں سے کر دیا جو بہت ہی زیادہ ناکام ہوتے ہیں۔

۵۷: وَتَاللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَيْفَ يَشَاءُ لَا يَخْفَا عَلَيْهِ شَيْءٌ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ لَهُ اَسْمَاءُ الْغَيْبِ لَا يَخْفَا عَلَيْهَا شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۚ

۵۷: وَتَاللّٰهِ اور اللہ کی قسم! یہ اصل میں واللہ ہے۔ اور تاء میں تعجب کا معنی ہے گویا انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس تدبیر کی کامیابی پر تعجب کیا کیونکہ بتوں کو توڑنا آسان کام نہ تھا بلکہ ایک مشکل کام تھا کیونکہ بت پرستوں کو نمرود و ساری قوم کی حمایت حاصل تھی۔ نمرود خود بہت طاقتور بادشاہ تھا۔

لَا يَخْفَا عَلَيْهِ شَيْءٌ ۚ (میں تمہارے بتوں کی گت بناؤں گا) ضرور ان کو توڑ ڈالوں گا۔ بَعْدَ اَنْ تَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ (جب کہ تم ان سے منہ پھیر کر چلے جاؤ گے) اس کے بعد کہ تم ان کو چھوڑ کر اپنے تہوار اور میلے پر چلے جاؤ گے۔ یہ بات آپ نے قوم سے خفیہ کہی اس کو ایک آدمی نے سنا۔ پس آپ نے تعریض کرتے ہوئے اِنِّیْ سَقِیْمٌ [الصافات: ۸۹] فرمایا کہ (عمقریب میں بیمار ہونے والا ہوں) یہ تعریض پیچھے رہنے کی غرض سے کی تھی۔ پھر آپ بیت الاضنام کی طرف لوٹے۔

بتوں کا حشر:

۵۸: فَجَعَلَهُمْ جَذَآءًا (پس ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا) ٹکڑے ٹکڑے یہ الجذ سے ہے وہ کاٹنے کو کہتے ہیں۔ جمع جذاۃ جیسے زجاجة اور زجاج۔

قرأت: علی نے میم کے کسرہ سے پڑھا۔ یہ جمع جذید کی ہے جو کہ مجذوذ کے معنی میں ہے۔ جیسے خفیف اور خفاف۔

اِلَّا كَبِیْرًا ۚ (مگر بڑے بت کو) ان بتوں کیلئے نمبر ۲ کفار کیلئے (ہم ضمیر جمع مذکر لائے اس لئے کہ بت پرستوں کے خیال میں وہ ذی علم تھے) یعنی تمام کو کلہاڑے سے توڑ ڈالا مگر ان بتوں کے بڑے کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کی گردن میں لٹکا دیا۔ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ (شاید کہ وہ اس کی طرف) یعنی بڑے کی طرف یَرْجِعُوْنَ (رجوع کریں) پھر ان کے توڑنے والے کے متعلق پوچھ گچھ کریں۔ جس سے ان کے سامنے اس کا عجز ظاہر ہو جائے۔ نمبر ۲۔ ذکا مرجع ابراہیم علیہ السلام ہیں کہ وہ ابراہیم کی طرف رجوع کریں تاکہ وہ ان کے سامنے حجت پیش کریں۔ نمبر ۳۔ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے کہ وہ اپنے آلہ کا عجز دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع کر سکیں۔

۵۹: قَالُوْا (انہوں نے کہا) یعنی کفار نے جبکہ وہ اپنی عید سے لوٹے اور یہ منظر دیکھا۔

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاِلٰهِنَا اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ (کس نے یہ حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ کی ہے۔ بلاشبہ وہ ظالموں میں سے ہے) یعنی جس نے یہ توڑنے کی حرکت کی ہے اس نے سخت ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ جو معبودان کے ہاں حقیقتہً توقیر و تعظیم کے لائق ہیں۔ اس نے ان کی توہین کا ارتکاب کیا ہے۔

۶۰: قَالُوْا سَمِعْنَا فَتٰی یُّذَكِّرُهُمْ یَقَالُ لَهُ اِبْرٰهیمُ (انہوں نے کہا ہم نے ایک نوجوان کو ان بتوں کا برائی سے تذکرہ کرتے سنا تھا۔ اس نوجوان کو ابراہیم کہا جاتا ہے) یہ دونوں جملے فتی کی صفت ہیں۔ البتہ پہلا جملہ یذکرہم ہے جس کا معنی عیب جوئی کرنا ہے۔ اس کا سمع سے تعلق ضروری ہے کیونکہ تم اس طرح نہیں کہتے سمعت زیداً اور پھر خاموش ہو جائیں جب تک کوئی ایسی چیز کا ذکر نہ ہو جو مسموع ہو۔ بخلاف دوسرے جملے کے اس کے لئے یہ لازم نہیں۔ ابراہیم یقال کا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ مراد اسم ہے مسمی نہیں یعنی وہ شخص جس کا یہ نام بولا جاتا ہے۔

۶۱: قَالُوا (انہوں نے کہا) یعنی نمرود اور اس کی قوم کے دیگر سرداروں نے کہا فَاَتُوبُ اِيْهِ (پس تم اس کو لاؤ) ابراہیم کو حاضر کرو۔ عَلٰی اَعْيُنِ النَّاسِ (لوگوں کے سامنے) یہ محلا حال ہے بمعنی معاینہ و مشاہدہ آلوگوں کے سامنے اور منظر عام عوام پر۔ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ (تاکہ وہ شہادت دیں) اس بات کی جو اس کے متعلق سنا جا رہا ہے۔ نمبر ۲۔ جو اس نے کہا گویا انہوں نے بلا دلیل ان کو سزا دینا ناپسند کیا۔ نمبر ۲۔ ہماری طرف سے ملنے والی سزا پر قوم کے لوگ حاضر ہوں۔

۶۲: جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو لا حاضر کیا تو قَالُوا اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِالِهَيْتِنَا يَا اِبْرٰهِيْمُ (انہوں نے کہا اے ابراہیم کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔)

۶۳: قَالَ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا) بَلْ فَعَلْتُهُ (بلکہ اس کو کیا ہے)

قراءت: کسائی اس پر وقف کرتے ہیں ای فعلہ من فعلہ۔

نحو: اس میں فاعل محذوف ہے اور وہ جائز نہیں اور یہ جائز ہے کہ فعل کی اسناد اس فعلی کی طرف کی جائے جو اس آیت میں ہے سَمِعْنَا فَتٰی يٰذِكْرٰهُمْ نمبر ۲۔ ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت کی جائے جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ یٰ اِبْرٰهِيْمُ پھر کہا کَبِيْرُهُمْ هٰذَا (بڑا ان کا یہ ہے) یہ مبتدا اور خبر ہے۔

اکثر کا قول: فعلہ پر وقف نہیں اور کبیرہم اس کا فاعل ہے اور ہذا اس کی صفت ہے یا بدل ہے اور فعل کی نسبت کبیرہم کی طرف کی گئی اور مقصود اپنی ذات کیلئے اس کو پختہ کرنا ہے۔ اور ثابت کرنا ہے۔ جیسا کہ تعریف میں یہ طریقہ ہے۔ اس سے مشرکین کو شرمندہ کرنا اور ان پر اتمام حجت کرنا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس بات میں غور کر لیں گے تو بڑے کی عاجزی ان کے سامنے کھل جائے گی اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ وہ معبود نہیں اور نہ اس میں معبود بننے کی صلاحیت ہے اور یہ اسی طرح ہے جس طرح تمہیں تمہارا دوست کہے (وقد کتبت کتابا بخط رشیق) حالانکہ تم نے اس کو واضح الفاظ میں خط لکھا ہو۔ اَنْتَ کتبت ہذا؟ کیا تم نے یہ خط لکھا ہے؟ اور تمہارا دوست بالکل جاہل اور ان پڑھ ہو تو تم اس کے جواب میں کہو گے۔ بل کتبتہ انت! جناب یہ تو آپ نے ہی لکھا ہے۔ اس بات سے آپ کا مقصد۔ اس خط کو اپنے لئے ثابت کرنا اور اس کے ساتھ استہزاء و مذاق دونوں ہی حاصل ہیں یہ خط کی اپنے سے نفی ہے۔ اور نہ اس امی کیلئے اس کا ثبوت ہے۔ بلکہ تم دونوں میں سے عاجز کیلئے اس کا اثبات ہو رہا ہے۔ اور معاملہ تم دونوں کے درمیان دائر ہے اس کے ساتھ بطور استہزاء کے اور دراصل خط پر قدرت رکھنے والے کیلئے اس کا اثبات بطور حقیقت گویا بت شکنی پر تعریف اقرار نما کی استہزاء کے طرز پر خود بت توڑنے کا اپنے لئے اقرار کیا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے جب آپ نے بتوں کو قطار در قطار دیکھا تو آپ کو بہت غصہ آیا اور بڑے پر غصہ بہت زیادہ تھا کیونکہ اس کی تعظیم وہ سب سے زیادہ کرتے تھے۔ اس لئے فعل کی نسبت بھی کبیرہم کی طرف کر دی گئی۔ کیونکہ جس طرح نسبت فعل خود فعل کرنے والے کی طرف ہوتی ہے۔ اسی طرح فعل کا اسناد اس کی طرف بھی کیا جاتا ہے جس پر فعل کا اثر ہو۔

اور یہ بھی درست ہے کہ اس بات کی حکایت ہو کہ جس کی طرف ان کے مذہب کا جواز لے جاتا تھا۔ اور جو ان کا اعتقاد تھا گویا ان کو کہا ممکن ہے بڑے نے یہ کر دیا ہو کہ اس کی موجودگی میں ان کی پوجا ہوتی ہے اس نے غضبناک ہو کر سب کو توڑ ڈالا تاکہ اس کی

الوہیت میں شراکت نہ رہے۔ روایت میں وارد ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بڑے کو اس بات پر غصہ آیا ہے کہ اس کے ساتھ ان چھوٹوں کی بھی عبادت ہو جبکہ وہ بڑا موجود ہو پس اس نے ان کو توڑ دیا۔

نمبر ۲۔ یہ ایسی شرط سے متعلق ہے جو نہ ہونے والی ہے اور وہ بتوں کا بولنا ہے پس اس صورت میں یہ مخبر یہ کی نفی ہے ای بل فعلہ کبیرہم۔ ان کانوا ینطقون (بلکہ اس کو ان کے بڑے نے کیا ہے اگر یہ بولتے ہیں) اور فسئلوہم یہ جملہ معترضہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کبیر کہہ کر اپنی ذات کی تعریض کی ہے اور اپنی ذات کی اضافت اس لئے کی کیونکہ آپ وہاں موجود تھے۔

فَسئلُوہُمْ (پس ان سے دریافت کرو) ان کی حالت کے متعلق اِنْ کَانُوا یَنطِقُوْنَ (اگر وہ بولتے ہیں) اور تم ان کے عجز سے واقف ہو۔

۶۴: فَرَجَعُوْا اِلٰی اَنْفُسِهِمْ (اس پر وہ اپنے دل میں سوچنے لگے) عقلوں کی طرف رجوع کیا اور دلوں میں سوچ و بچار کرنے لگے جبکہ آپ نے ان کی مخالفت شروع کی۔ فَقَالُوْا اِنَّکُمْ اَنْتُمُ الظَّالِمُوْنَ (پھر آپس میں کہنے لگے حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو) حقیقت میں اس لئے کہ تم ان کی عبادت کرتے ہو جو بولتے بھی نہیں۔ وہ ظلم نہیں جس کو تم یہ کہہ کر ظالم قرار دے چکے۔ من فعل هذا بالہتنا انه لمن الظالمین [الانبیاء: ۵۹] اس لئے کہ جو اپنے سر سے کلہاڑے کو نہیں ہٹا سکے وہ اپنے عابد کی تکالیف کا کیسے ازالہ کر سکتے؟

۶۵: ثُمَّ نِکْسُوْا عَلٰی رُءُوسِهِمْ (پھر انہوں نے (شرمندگی سے) سر جھکا لیے۔) علمائے مفسرین کا بیان: پہلے قول میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر حق کو جاری کر دیا۔ مگر پھر بدبختی ان پر طاری ہو گئی۔ یعنی اپنے بارے میں ظلم و ناحق ہونے کا اعتراف کر کے پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے۔

تکتہ: نکستہ، قلبتہ فجعلت اسفلہ اعلاہ یعنی اسے پلٹ دیا اور اندھا کر دیا۔ اس کو سر کے بل کر دیا۔ یعنی جب اپنے نفوس میں غور و فکر کی تو درست سوچ نے ان کی راہنمائی کی اور ضمیر کی اصل آواز بلند ہوئی مگر پھر اس حالت سے پلٹ کر ناجائز جھگڑے اور ضد بازی پر اتر آئے اور کہنے لگے۔ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هٰؤُلَاءِ یَنطِقُوْنَ (تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں) پھر تم ان کے متعلق سوال کا حکم کیسے دیتے ہو؟ یہ جملہ علمت کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بولنے سے ان کی عاجزی جب تمہیں معلوم ہو چکی تو پھر ہم ان سے کس طرح پوچھیں؟

۶۶: قَالَ (ابراہیم علیہ السلام نے ان کو حجت پیش کرتے ہوئے کہا) اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُکُمْ شَیْئًا (تو کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر تم ایسی چیز کی پوجا کرتے ہو جو تمہیں کچھ نہ نفع پہنچاتی ہیں) شَیْئًا یہ مصدر کی جگہ استعمال ہوا ہے ای نفعاً ما ذرا بھرنفع پہنچانا۔ وَا لَا یَضُرُّکُمْ (اور نہ نقصان دے سکتی ہیں) اگر تم ان کی عبادت نہ کرو۔

۶۷: اَفِ لَکُمْ وَلِیْمًا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو) اف کا کلمہ یہ کسی چیز سے ضح و اکتاہٹ کو ظاہر کرنے کیلئے بولا جاتا ہے۔ آپ نے ان سے اکتاہٹ اس لئے ظاہر کی کیونکہ حق واضح ہو کر ان کا عذر منقطع ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود وہ باطل پر اڑے ہوئے تھے۔ پس آپ نے ان کو اف کہا لکم میں لام متافف یہ کو بیان کرنے کیلئے

ہے ای لکم ولاہتکم هذا التاف کہ یہ تافیف تمہارے اور تمہارے معبودوں کیلئے ہے۔
 قراءت: اُن مدنی وحفص نے پڑھا۔ مکی و شامی نے اُف بالفتح پڑھا اور دیگر قراء نے اُف بالکسر پڑھا ہے۔
 اَفْلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے) کہ جس میں یہ صفت پائی جائے وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ جب حجت ان پر تمام ہو چکی
 اور وہ لا جواب ہو چکے تو کہنے لگے۔

قومی فیصلہ:

۶۸: قَالُوا حَرِّقُوْهُ (کہنے لگے اس کو آگ سے جلا دو) کیونکہ سزا دی جانے والی اشیاء میں سے یہ زیادہ ہولناک اور رسوا کن
 ہے۔ وَاَنْصُرُوْا الْاِلٰهَتَكُمْ (اور تم اپنے معبودوں کی مدد کرو) اس سے انتقام لیکر اِنْ كُنْتُمْ فَعٰلِیْنَ (اگر تم کرنے والے ہو) تو
 کرو یعنی اگر تم اپنے معبودوں کی پوری مدد کرنا چاہتے ہو تو اس کے لئے سب سے زیادہ خوفناک سزا کا انتخاب کرو اور وہ جلا کر
 خاکستر کر دینا ہے۔

ورنہ تم ان کی امداد میں کوتاہی کرنے والے شمار ہو گے۔ نمبر ۱۔ جس نے جلانے کا مشورہ دیا وہ نمرود تھا یا ایران کا ایک کردی
 جلانے کا مشورہ دینے والا تھا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ جب انہوں نے جلانے کا ارادہ کیا تو ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر کے بند کر دیا اور کوئی شہر میں ایک وسیع احاطہ تعمیر
 کیا اور ایک ماہ تک مختلف قسم کی لکڑیاں جمع کیں پھر اس میں آگ بڑھکائی اس کی لپٹ سے فضا میں گزرنے والا پرندہ جل اٹھتا تھا۔
 پھر ابراہیم علیہ السلام کو منجیق میں جکڑ کر رکھا اور آگ میں پھینک دیا ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر حسبی اللہ و نعم الوکیل
 کے کلمات تھے۔

جبریل امین نے حاضر ہو کر کہا کیا کوئی ضرورت ہے تو حاضر ہوں آپ نے فرمایا ضرورت تو ہے مگر تیرے پاس نہیں انہوں
 نے کہا اپنے رب تعالیٰ سے مانگ لو۔ تو جواب میں آپ نے فرمایا۔ حسبی من سؤالی علمہ بحالی میری حالت کا اس کو علم
 ہے وہ سوال کی طرف سے کفایت کرنے والا ہے۔ آگ کی وجہ سے وہ تمام بندھن جل گئے مگر آپ کے جسم اطہر کو ذرا بھرتیش کا نام
 بھی نہ پہنچا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ انہوں نے حسبی اللہ و نعم الوکیل سے نجات پائی۔

آگ کو حکم:

۶۹: قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَسَلٰمًا (اور ہم نے کہا اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی بخش ہو جا) ای ذات برہ و سلام ٹھنڈک
 و سلامتی والی۔ پس اس میں مبالغہ کیا گیا گویا کہ آگ کی ذات ہی ٹھنڈک اور سلامتی تھی۔ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ (ابراہیم علیہ السلام پر)
 مراد یہ تھی تو ٹھنڈی ہو جا پس ابراہیم تجھ سے سلامت رہیں گے۔

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ^(۷۱) وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ

اور ہم نے ابراہیم کو اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات دے دی جس میں ہم نے دنیا جہاں والوں کے لئے برکت رکھ دی ہے اور ہم نے ابراہیم کو اسحق

وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً^(۷۲) وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ^(۷۳) وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يُهْدُونَ بِأَمْرِنَا

اور یعقوب پوتا عطا کیا اور ہم نے ان سب کو صالحین بنا دیا اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور

أَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَبِيدِينَ^(۷۴)

ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نماز کی پابندی کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے۔

وَلُوطًا اتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِيثَ

اور ہم نے لوط کو حکم اور علم عطا کیا اور ہم نے انہیں اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے برے کام کیا کرتے تھے

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَسَقِينَ^(۷۵) وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ^(۷۶)

بلاشبہ وہ لوگ بد ذات تھے بدکار تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کر دیا بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اگر یہ نہ کہا جاتا تو وہ اپنی ٹھنڈک سے ان کو ہلاک کر دیتی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ سے اس کی طبیعت احراقی اور حرارت سلب کر لی اور اس کی روشنی باقی رکھی اور چمک باقی رہی جیسا کہ پہلے تھی اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

قوم کی ناکامی اور ابراہیم علیہ السلام کی کامیاب ہجرت:

۷۰: وَارَادُوا بِهِ (اور انہوں نے) ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بری تدبیر کی (جلانے کی کینڈا فجعلنہم الاخسرین) (پس ہم نے ان کو ناکام کر دیا) اللہ تعالیٰ نے نمرود اور اس کی قوم پر چھڑ بھجج دیئے جنہوں نے ان کے گوشت کھائے اور ان کے خون پئے اور چھڑ نمرود کے دماغ میں داخل ہو گیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

۷۱: وَنَجَّيْنَاهُ (اور ہم نے اس کو نجات دی) یعنی ابراہیم علیہ السلام کو و لوطًا (اور لوط کو) یہ ان کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے ہاران بھی عراق میں رہتے تھے۔ اِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ (اور ان کو اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے دنیا جہاں والوں کیلئے خیر و برکت رکھی تھی) اس سے مراد سرزمین شام اور اس سرزمین کی برکات نمبر ۱۔ انبیاء علیہم السلام کی کثرت جن کے دینی آثار دنیا میں پھیلے سرسبز اور زرخیز سرزمین ہے جس میں غنی و فقیر کا گزر اوقات خوب ہے۔ دوسرا قول زمین میں جو بھی میٹھا پانی ہے۔ اس کی اصل صحرہ بیت المقدس سے پھوٹی ہے۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ آپ تو فلسطین میں اترے اور لوط علاقہ سدوم وغیرہ میں رہے اور ان کے مابین ایک دن رات کا فاصلہ تھا۔ قول حضور علیہ السلام: غفر یرب ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی۔ پس میرے ہاں پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو ابراہیم علیہ السلام کے مقام ہجرت کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں۔ [ابوداؤد]

۷۲: وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً (ہم نے اس کو عطاء کیا اسحاق اور مزید یعقوب) بعض نے کہا نافلة مصدر ہے۔ جیسا کہ العافیہ۔ اگرچہ فعل لفظوں میں موجود نہیں۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی و و ہبنا لہ ہبۃ ہم نے دیا دینا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بیٹا مانگا اللہ تعالیٰ نے بیٹا اور یعقوب زائد عنایت فرمایا۔ جو محض فضل تھا۔
نَجْوٰی: نافلة یہ یعقوب سے حال ہے۔ وَكُلًّا (تمام) یعنی ابراہیم، اسحاق، یعقوب۔

نَجْوٰی: یہ جَعَلْنَا کا مفعول اول ہے اور دوسرا مفعول صالحین ہے۔ صَلِحِیْنَ (نیک تھے) دین اور نبوت میں۔
۷۳: وَجَعَلْنَاهُمْ اٰیٰمَةً (اور ہم نے ان کو دین میں مقتدی بنایا۔) يَهْدُوْنَ (وہ راہنمائی کرتے ہیں) لوگوں کی بِاٰمِرِنَا (ہمارے حکم سے) ہماری وحی کرنے سے وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ (اور ہم نے ان کے پاس حکم بھیجا نیک کام کرنے کا) اور خیرات تمام اعمال صالحہ ہیں جو افعال خیر میں شامل ہیں اور بھلائی کے کام بار بار کیے جائیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ وَاقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتٰآءَ الزَّكٰوةَ (اور نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا) اور اصل میں یہ عبارت اقامۃ الصلوٰۃ ہے البتہ مضاف الیہ کو حاکم کا بدل قرار دیا۔ وَكَانُوْا لَنَا عَلٰی دِیْنٍ (اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے) نہ کہ بتوں کی۔ پس تم اے گروہ عرب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہو اس سلسلہ میں بھی ان کی اتباع کرو۔

۷۴: وَلَوْ طَا (اور لوط علیہ السلام کو) یہ اس فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر اتیناہ حکماً کر رہا ہے۔ اَتَيْنَهُ حُكْمًا وَعِلْمًا (ہم نے ان کو حکمت و علم عنایت فرمایا) حکم سے مراد حکمت ہے اور وہ ایسے فعل کو کہتے ہیں جس میں عمل ضروری ہو۔ نمبر ۱۔ جھگڑے کا فیصلہ۔ نمبر ۲۔ نبوت۔

عِلْمًا (اور علم) یعنی سمجھ و نَجَّیْنَاهُ مِنَ الْقُرْبٰیۃِ (اور ہم نے ان کو ایسی بستی سے نجات دی) القریۃ سے اہل قریہ مراد ہیں۔ اور مراد اس سے سدوم ہے۔ اَلَّتِیْ كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِیْثَ (جو کہ گندی حرکات کرتی تھی) لواطت، گندی ہوا زور سے چھوڑنا، گزرنے والوں کو کنکریاں مارنا وغیرہ۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا سَوِیًّا فٰسِقِیْنَ (بیشک وہ بڑے بدکار نافرمان لوگ تھے) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والے تھے۔

۷۵: وَادْخَلْنَاهُ فِیْ رَحْمَتِنَا (اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا) اہل رحمت میں نمبر ۲۔ اہل جنت میں اِنَّہٗ مِنْ الصَّٰلِحِیْنَ (بیشک وہ نیکوں میں سے تھے) ان کی بھلائی پر بدلہ عنایت فرمایا۔ جیسا کہ ان کی قوم کو ان کے بگاڑ کی سزا میں ہلاک کر دیا۔

وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ٧٦

اور نوح کو یاد کیجئے جب اس نے اس سے پہلے پکارا سو ہم نے ان کی دعا قبول کی پھر ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو بڑی بے چینی سے نجات دی

وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْإِنِّائِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان سے نجات دینے کے لئے ہم نے نوح کی مدد کی بلاشبہ وہ برے لوگ تھے سو ہم نے

أَجْمَعِينَ ٧٧ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ

ان سب کو ڈبو دیا۔ اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جبکہ وہ کھیتی کے بارے میں فیصلہ دے رہے تھے جبکہ اس کو قوم کی بکریاں روند گئی تھیں

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ٧٨ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ٧٩ وَكُلًّا آتَيْنَاهُمْ حُكْمًا وَعِلْمًا وَ

اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے۔ سو ہم نے یہ فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور

سَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ٧٩ وَعَلَّمْنَاهُ

ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا اور پرندوں کو جو تسبیح میں مشغول رہتے تھے اور ہم کرنے والے تھے اور ہم نے داؤد کو

صَنَاعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِيُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ ٨٠

زرہ بنانے کی صنعت سکھائی تاکہ وہ تمہیں جنگ میں محفوظ رکھے۔ سو کیا تم شکر کرنے والے ہو

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا

اور سلیمان کے لئے تیزی سے چلنے والی ہوا مسخر کر دی جو ان کے حکم سے اس زمین کی طرف لے جاتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے

وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمِينَ ٨١ وَمِنَ الشَّيَاطِينِ مَنْ يَغُوصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ

اور ہم ہر چیز کو جانتے والے ہیں اور بعض شیاطین ایسے تھے جو ان کے لئے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ

عَمَلًا دُونَ ذَلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حَفِظِينَ ٨٢

دوسرے کام بھی کرتے تھے۔ اور ہم حفاظت کرنے والے تھے۔

واقعہ نوح علیہ السلام:

۷۶: وَنُوحًا (اور نوح کو) یہ اذکر فعل محذوف کا مفعول ہے۔ اِذْ نَادَى (جب کہ اس نے پکارا) اپنی قوم کے متعلق ہلاکت کی

بد دعا کی۔ مِنْ قَبْلُ (ان مذکورہ لوگوں سے پہلے) فَاسْتَجَبْنَا لَهُ (ہم نے ان کی دعا کو قبول کیا) فَنَجَّيْنَاهُ وَاهْلَهُ (پس ہم نے اس کو اور اس کے اہل کو نجات دی) ان کی اولاد میں سے جو ایمان والے تھے۔

مِنْ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ (سخت غم سے) یعنی طوفان سے اور سرکش لوگوں کی تکذیب کی کڑھن سے۔

بُری قوم کی ہلاکت:

۷۷: وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْإِنِّا (اور ہم نے اس کی مدد اس قوم کے خلاف کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) نصرنا منه کا معنی ہم نے ان کی ایذا سے اس کی حفاظت کی یعنی بچایا اُنہم کَانُوا قَوْمَ سَوِيٍّ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ (پس ہم نے ان تمام کو ڈوبو دیا بیشک وہ بُری قوم تھی) یعنی ان کے بڑے چھوٹے، مرد و عورتیں تمام کو۔

تذکرہ سلیمان اور داؤد کی ایک کھیتی کا فیصلہ:

۷۸: وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ (اور داؤد و سلیمان کا) اِنکا تذکرہ کرو۔ اِذْ يَحْكُمَنِ فِي الْحَرْثِ (جب کہ دونوں ایک کھیت کے متعلق مشورہ کرنے لگے) الْحَرْثِ کھیتی کو کہتے ہیں یا انگوڑ کی بلیں۔

تَحْكُمَنِ: اذ یہ داؤد و سلیمان سے بدل ہے۔ اور يَحْكُمَنِ کا ظرف ہے۔ نَفْسَتْ (چیر لینا) داخل ہونا۔ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ (اس میں قوم کی بکریاں) رات کو داخل ہوئیں اور کھیت کو اجاڑ دیا۔ النَفْسُ بغیر چرواہے کے بکریوں کا رات کو چرنا۔ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ (اور ہم ان کے فیصلے سے) ضمیر ہم جمع ان دونوں اور فیصلہ کرانے والوں کو شامل فرما کر لائی گئی۔ شَهِدَيْنِ (واقف تھے) وہ معاملہ ہمارے علم میں تھا۔ اور ہمارے سامنے تھا۔

۷۹: فَقَضَيْنَاهَا (پس ہم نے سمجھا دیا) وہ فیصلہ یا فتویٰ سُلَيْمَانَ (سلیمان علیہ السلام کو)

دلیل: اس میں دلیل ہے کہ اس میں مصیب سلیمان علیہ السلام تھے۔

واقعہ: بکریوں نے ایک شخص کے کھیت کو رات کے وقت چرواہے کی عدم موجودگی میں چر کر برباد کر دیا۔ فریقین حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں فیصلہ لائے۔ آپ نے حکم دیا کہ بکریاں کھیت والوں کو دیدیں جائیں اس لئے کہ نقصان ان بکریوں کی قیمت کے برابر تھا۔

سلیمان علیہ السلام نے کہا جبکہ ان کی عمر صرف گیارہ برس تھی۔ اس کے علاوہ دوسری بات فریقین کیلئے زیادہ مناسب ہے۔ پس ان کو تاکید کی گئی کہ وہ ضروری فیصلہ کریں۔ تو انہوں نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ بکریاں سردست کھیتی والوں کے سپرد ہوں وہ ان کے دودھ سے نفع اٹھائیں اور ان کے بچوں اور اون کو اپنے استعمال میں لائیں اور کھیتی بکریوں کے مالکوں کے حوالہ کی جائے وہ اس کی حفاظت اور آبیاری کرتے رہیں تاکہ کھیتی اپنے جو بن کو پہنچ جائے۔ پھر دونوں ایک دوسرے کی طرف اپنی اپنی چیز لوٹا دیں۔ اس پر داؤد علیہ السلام نے فرمایا فیصلہ یہ، اصوب ہے جو تم نے کیا اور اس کو نافذ فرما دیا۔ اور یہ ہر دو ہستیوں کا اجتہاد تھا۔ اور یہ اس شریعت میں درست تھا۔

شریعت محمدیہ:

ہماری شرع میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے حامی علماء کے ہاں جانوروں کا اس قسم کا نقصان خواہ رات کو ہو یا دن کو اس پر ضمان نہیں ہے جبکہ چرواہا ساتھ نہ ہو۔

جب سائق و چرواہا ساتھ ہو قائد لے جا رہا ہو تو ایسی صورت میں ضمان آئے گا۔ یہ عدا نقصان کرنے میں شمار ہوگا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک رات کو اس قسم میں ضمان لازم ہے۔ قول بھاص: انہوں نے ضمان کو لازم اس لئے قرار دیا کیونکہ انہوں نے ان کو کھلا چھوڑا تھا باڑہ میں بند نہ کیا تھا اب ضمان آپ ﷺ کے اس فرمان سے منسوخ ہے۔ العجماء جبار۔

(احمد، بخاری، مسلم)

قول مجاہدؒ:

یہ فیصلہ صلح کی صورت میں تھا۔ اور داؤد علیہ السلام کا فعل وہ حکومتی فیصلہ تھا۔ اور صلح تو بہر حال بہتر ہے۔ وَكُنَّا (اور ہر ایک) داؤد و سلیمان میں سے اَقَيْنَا حُكْمًا (اور ہر ایک کو ہم نے نبوت عنایت فرمائی) وَ عَلِمَا (اور علم) حکم کے مناسب معرفت و پہچان وَ سَخَّرْنَا (اور ہم نے تابع کر دیا) مطیع کر دیا۔ مَعَ دَاوُدَ الْجَبَالِ يُسَبِّحُنَ (داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو وہ تسبیح کرتے تھے)۔

پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح:

يُسَبِّحُنَ: یہ حال ہے اور مسجات کے معنی میں ہے۔ نمبر ۲۔ جملہ مستانفہ ہے گویا کہنے والا اس طرح کہہ رہا ہے کس طرح پہاڑوں کو ان کے تابع کیا؟ اور جواب فرمایا یُسَبِّحُنَ۔ وَالطَّيْرَ (اور پرندوں کو) اس کا عطف الجبال پر ہے۔ نمبر ۲۔ مفعول معد ہے۔

سوال: پہاڑوں کو پرندوں پر مقدم کیونکر کیا گیا؟

جواب: کیونکہ ان کی تسبیح و تسخیر دونوں عجیب تر ہیں اور غریب تر ہے۔ اور معجزہ میں داخل ہے کیونکہ وہ حماد محض ہیں۔ روایت ہے جب داؤد علیہ السلام پہاڑوں کے پاس سے تسبیح کرتے ہوئے گزرتے تو پہاڑ تسبیح سے انکا جواب دیتے۔ دوسرا قول پہاڑ ان کے ساتھ چلتے جہاں جاتے وَكُنَّا فاعِلِينَ (اور یہ ہم ہی کرنے والے تھے) انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اس طرح کے معاملات اگرچہ یہ تمہارے ہاں عجیب ہیں۔

۸۰: وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ (اور ہم نے ان کو زہ بنانے کی صنعت سکھائی جس میں تمہارا فائدہ تھا) یعنی لباس اور زر ہیں بنانا۔ لباس کو ہی کہتے ہیں مراد یہاں زر ہیں۔ لِتُحْصِنَكُمْ (تاکہ وہ تمہیں ایک دوسرے کی زد سے محفوظ رکھے)

قراءت: شامی، حفص نے پڑھا ہے۔ بمعنی وہ صنعت تم کو محفوظ رکھے ابو بکر اور حماد نے نون سے پڑھا ہے تاکہ ہم تم کو محفوظ کریں یعنی اللہ تعالیٰ لتحصنکم دیگر قراء نے یاء سے پڑھا ہے وہ لباس یا اللہ عز وجل تمہیں محفوظ کریں۔ مِّنْ بَّاسِكُمْ (تمہاری لڑائی)

وَاَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهُ اِنِّیْ مَسْنٰی الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِیْمِیْنَ ۝۸۳

اور ایوب کو یاد کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے آپ ارحم الراحمین ہیں

فَاَسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَاَتَيْنَاهُ اَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی جو تکلیف تھی وہ دور کر دی ہم نے ان کو ان کا گنبہ عطا فرما دیا اور ان کے ساتھ ان کے برابر

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ۝۸۴

اور بھی دیا اپنی رحمت خاصہ کی وجہ سے اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے۔

سے) دشمن کی لڑائی سے فہل اَنْتُمْ شٰکِرُوْنَ (کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو) یہ استفہام بمعنی امر ہے یعنی اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرو۔

تسخیر ریح اور تسخیر شیطین:

۸۱: وَلَسْلَيْمٰنَ الرِّیْحَ (اور سلیمان علیہ السلام کیلئے ریح کو) یعنی ہم نے ان کے لئے ریح کو مسخر کیا۔ عَاصِفَةً (تیز)۔

نَحْوُ: یہ حال ہے بہت تیز چلنا۔ دوسرے مقام پر اس کی صفت الرِّحَاء سے کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ ہوا آپ کے اختیار سے چلی تھی۔ کسی وقت تیز اور دوسرے وقت نرم۔ آندھی کی طرح نہ ہوتی تھی بلکہ نرم و خوشگوار۔

تَجْرِیْ بِاَمْرِہ (وہ سلیمان علیہ السلام کے حکم سے چلتی) اذ کی ضمیر سلیمان علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اِلٰی الْاَرْضِ الَّتِیْ بَرَكْنَا فِیْہَا (اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت دی ہے) برکت نہروں کی کثرت، درختوں اور پھلوں کی کثرت سے۔ اس سے مراد شام کی سرزمین ہے اور آپ کی رہائش شام کی سرزمین میں تھی دیگر اطراف سلطنت سے ہوا آپ کے تخت کو اٹھا کر وہاں پہنچاتی تھی۔

وَکُنَّا بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمِیْنَ (اور ہم ہر چیز سے واقف تھے) ہر چیز کو ہمارا علم محیط ہے۔ اشیائے مختلفہ ہمارے تقاضائے علمی کے مطابق ہی چلتی ہیں۔

۸۲: وَ مِنَ الشَّیْطٰنِ (اور کچھ شیطین ایسے تھے) اور ہم نے بعض سرکش شیطین کو آپ کے تابع کر دیا۔ مَنْ یَّغْوُ صُوْنَ لَهُ (جو آپ کے لئے غوطہ لگاتے) سمندروں میں تاکہ ان میں سے آپ کے حکم کے مطابق موتی نکالیں اور دیگر جو اشیاء سمندر کی تہہ میں ہوتی ہیں ان کو نکال لائیں۔ وَ یَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِکَ (اور اس کے علاوہ دیگر کام بھی کرتے تھے) غوطہ خوری کے علاوہ جن کا تذکرہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ مثلاً قلعے، بے جان مورتیاں، محلات، بڑی بڑی دیگیں، اور لگن وغیرہ۔

وَکُنَّا لَهُمْ حَفِیْظِیْنَ (اور ہم ہی ان کو سنبھالنے والے تھے) کہ وہ ان کے حکم سے ٹیڑھا پن اختیار کریں۔ نمبر ۲۔ اس حکم کو تبدیل کریں نمبر ۲۔ جس کام کیلئے ان کو مسخر کیا گیا اس میں ان کی طرف سے بگاڑ پایا جائے۔

واقعہ ایوب علیہ السلام:

۸۳: وَ اَيُّوبَ (اور تم ایوب کا تذکرہ کرو) یہ اذکر فعل محذوف کا مفعول ہے۔ اِذْ نَادَى رَبَّهُ اَنِّی (جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے) انہوں نے دعا کی کہ مجھے مَسْنِیَ الضُّرِّ (تکلیف نے چھو لیا ہے۔) الضُّرُّ: جان میں مرض کے اثرات الضُّرُّ: چیز میں تکلیف کے اثرات (نقصان مال و اولاد، بیماری وغیرہ) یَا الضُّرُّ بمعنی کمزوری۔ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِیْمِیْنَ (اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔) سوال میں نرمی کا ایسا انداز اختیار کیا جس سے رحمت الہی کو جوش آئے اور رب تعالیٰ کی صفت غایت رحمت سے یاد کیا اور اپنا مطلوب الفاظ میں ذکر نہ کیا۔ گویا اس طرح فرمایا آپ اس لائق ہیں کہ رحمت فرمائیں اور ایوب اس بات کا مستحق ہے کہ اس پر رحمت کا باب کھول دیا جائے پس آپ رحمت فرمادیتے اور اس سے اس تکلیف کا ازالہ فرمادیں جس نے اس کو چھو لیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول: آپ نے اپنے ضعف کی اس وقت خبر دی جب نماز کیلئے اٹھنے سے عاجز ہوئے۔ مگر شکوہ نہیں کیا وہ کیونکر شکوہ کر سکتا ہے جس کے متعلق اعلان الہی تھا۔ اِنَّ وَ جَدْنَا هٗ صَابِرًا نَّعَمَ الْعَبْدُ [ص: ۴۴] دوسرا قول انہوں نے شکوہ سرگوشی میں تلذذ کے طور پر کیا۔ اس کی طرف سے تضرر کے اظہار کیلئے نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت تو انتہائی قرب کی علامت ہے جیسا کہ اس کے متعلق شکوہ اور کسی اور سے شکایت انتہائی دوری کی علامت ہے۔

قبولیت دعا:

۸۴: فَاسْتَجَبْنَا لَهُ (پس ہم نے ان کی دعا کو قبول کیا) ہم نے ان کی نداء کا جواب دیا۔ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ (پس ہم نے جو کچھ رکھا تھا اس کو دور کر دیا) یعنی اس پر انعام کرتے ہوئے ان کی تکلیف کو کھول دیا۔ وَاَتَيْنَاهُ اَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ (اور ہم نے ان کو ان کے بیوی بچے اور اتنے ہی اور بھی عطاء کر دیئے)

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ ایوب علیہ السلام رومی تھے۔ آپ اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے سات بیٹے اور سات بیٹیاں اور تین ہزار اونٹ، سات ہزار بکریاں، پانچ سو بیلوں کی جوڑیاں جن کے پیچھے پانچ غلام ہر غلام کی بیوی بیٹے اور کھجور کے باغات تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انکا امتحان لیا۔ ان کے بیٹے اور مال مر گئے اور اور بدن پر اٹھارہ سال بیماری کا حملہ رہا یا تیرہ سال یا تین سال ایک دن ان کو ان کی بیوی نے کہا اگر تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تو اچھا ہوتا؟ آپ نے فرمایا خوشحالی کا زمانہ کتنا تھا اس نے کہا اسی سال۔ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے۔ کہ میں اس تکلیف کے متعلق اس سے دعا کروں جبکہ ابھی میری آزمائش خوشحالی کی مدت کے برابر بھی نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے تکلیف کو دور فرمایا تو ان کے بیٹوں کو بے عینہ زندہ کر دیا اور اتنے بیٹے اور عنایت فرمادیئے۔

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا (اپنی رحمت کی وجہ سے) رحمۃ یہ مفعول لہ ہے۔ وَ ذِكْرًا لِّلْعَبِيدِیْنَ (اور عبادت گزاروں کو نصیحت کرنے کیلئے) یعنی ایوب پر رحمت کی خاطر اور دوسرے عابدین کی نصیحت کرنے کیلئے تاکہ وہ ان کی طرح صبر کریں اور انہی کی طرح

وَاسْمَاعِيْلَ وَاٰدِرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۸۵ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ

اور اسماعیل کو اورادریس اور ذوالکفل کو یاد کرو۔ یہ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے۔ اور ہم نے انہیں اپنی رحمت میں

رَحْمَتِنَا ۖ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۶

داخل کر لیا بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے۔

ثواب پائیں۔

تذکرہ اسماعیل علیہ السلام وادریس علیہ السلام:

۸۵: وَاسْمَاعِيْلَ (اور اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام) وَاٰدِرِيسَ (اورادریس بن شیث بن آدم علیہم السلام) وَذَا الْكِفْلِ (اور ذوالکفل) یہ تمام اُذکر کے مفعول ہیں کہ انکان ذکر کرو۔ ذوالکفل یہ الیاس علیہ السلام ہیں۔ نمبر ۲۔ زکریا۔ نمبر ۳۔ یوشع بن نون۔ اور ان کا نام یہ اسلئے رکھا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب والے تھے۔ الکفل حصے اور نصیب کو کہتے ہیں کُلُّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ (تمام صبر کرنے والوں میں سے تھے) یہ جن کا تذکرہ ہوا یہ تمام صفت صبر سے متصف تھے۔

۸۶: وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا (اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا) رحمت سے نبوت مراد ہے یا آخرت کی نعمت اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (بیشک وہ نیکوں میں سے تھے) یعنی یہ وہ لوگ تھے جن کی صلاح و فلاح میں فساد کی ملاوٹ نہ تھی۔

وَذَٰلِ النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي

اور مچھلی والے کو یاد کرو جبکہ وہ غصہ ہو کر چل دیئے سوانہوں نے گمان کیا کہ ہم ان کے ساتھ تنگی والا معاملہ نہ کریں گے سوانہوں نے اندھیروں میں

الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۸۷﴾

یوں پکارا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۸﴾

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں غم سے نجات دے دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔

مچھلی والا پیغمبر:

۸۷: وَذَٰلِ النُّونِ (اور تم تذکرہ کرو مچھلی والے پیغمبر کا) النون مچھلی کو کہتے ہیں۔ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اس لئے اسی کی طرف نسبت کر دی۔ اِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا (جبکہ وہ انتہائی غصہ میں چل دیئے)

تخفوف: یہ حال ہے یعنی اپنی قوم کیلئے ناراض ہو کر۔ مطلب یہ کہ آپ نے ان سے جدا ہو کر ان کو ناراض کیا کیونکہ اس صورت میں ان پر عذاب اترنے کا خطرہ تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ اپنی قوم سے تنگ آ گئے کیونکہ آپ نے ان کو عرصہ دراز نصیحت کی مگر انہوں نے نصیحت پر کان نہ دھرا۔ بلکہ کفر پر قائم رہے۔ اس پر آپ غضبناک ہو گئے اور یہ خیال کیا کہ جائز ہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ناراض ہو کر کیا ہے اور کفر اور کفار سے بغض کی بناء پر کیا ہے۔ ان پر لازم تھا کہ ہجر کرتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کے اذن کا انتظار کرتے۔ اس پر وہ مچھلی کے پیٹ میں پہنچا کر ابتلاء میں ڈال دیئے گئے۔ فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ (پس انہوں نے گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہ کریں گے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ایک دن وہ حضرت معاویہ رضی اللہ کے پاس گئے۔ اور کہا لقد ضربتني امواج القرآن البارحة فغرقت فيها۔ گزشتہ رات مجھ تک قرآن کی امواج پہنچیں تو میں ان میں ڈوب گیا میں نے ان میں سے نکلنے کا راستہ تیرے علاوہ کوئی نہ پایا آپ نے کہا اے معاویہ وہ کیا ہے۔ چنانچہ معاویہ نے یہ آیت تلاوت کی اور کہا کیا اللہ تعالیٰ کا پیغمبر یہ گمان کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت نہیں ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تقدیر الہی ہے قدرت بندہ نہیں ہے۔

فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ (پس انہوں نے اندھیروں میں آواز دی) یعنی مچھلی کے پیٹ کی شدید ظلمت جیسا کہ فرمایا اِذْ ذَهَبَ اللَّهُ بَنُو رَهْمٍ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ [البقرہ: ۱۷۴]

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿۸۹﴾

اور زکریا کا تذکرہ کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے تنہا نہ چھوڑے اور آپ سب وارثوں سے بہتر وارث ہیں

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں یحییٰ عطا کر دیا اور ان کی بیوی کو اولاد کے قابل بنا دیا بلاشبہ یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی

فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَشِيعِينَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِي

کرتے تھے اور ہمیں رغبت کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے پکارا کرتے تھے اور ہمارے سامنے خشوع سے رہتے تھے اور اس عورت کو یاد کیجئے

أَحْصَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿۹۱﴾

جس نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا سو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اس کے بیٹے کو جہان والوں کے لئے نشانی بنا دیا۔

وقت مصیبت کی دعا:

نمبر ۲۔ رات کا اندھیرا اور سمندر کا اندھیرا اور مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا۔ (اَنْ اٰی بَانَةُ اَنْ اَصْلٌ مِّنْ اَنْ هِیْ اَوْرَةُ ضَمِیْرٌ مَحْذُوفٌ هِیْ) لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ (یہ کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں مگر تو) اَلَا یَا اٰی کے معنی میں ہو سکتا اٰی سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ (اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہوں کہ آپ کی اجازت سے پہلے اپنی قوم سے نکل آیا۔) حدیث میں ہے کہ جو مصیبت زدہ اس دعا کو پڑھے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔ (ترمذی، نسائی) قول حسن رحمۃ اللہ علیہ ان کو اس لئے نجات ملی کہ انہوں نے اپنے متعلق زیادتی کا اقرار کر لیا۔

۸۸: فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ (پھر ہم نے ان کی دعا کو قبولیت عنایت فرمائی اور ان کو غم سے نجات دی) لغزش وحشت اور وحدت کا غم۔ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ (اور ہم مؤمنین کو اسی طرح نجات دیتے ہیں) جب وہ دعا کرتے ہیں اور ہم سے فریاد کرتے ہیں۔

قراءت: شامی اور ابوبکر نے جیم اور نون کے ادغام سے پڑھا ہے اور یہ بعض قراء کا مسلک ہے کیونکہ نون کا جیم میں ادغام نہیں ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ نُنْجِی النِّجَاءُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یا کو تخفیف کیلئے ساکن کر دیا۔ اور فعل کا اسناد مصدر کی طرف کر دیا اور مؤمنین کو النجاء مصدر کی وجہ سے نصب دیا۔ لیکن اس میں مصدر کو فاعل کے قائم مقام لایا گیا ہے جبکہ مفعول موجود ہے اور یہ جائز نہیں اور یا کا سکون پایا گیا ہے۔ مگر یہ ضرورت کا تقاضا ہے اسلئے جائز ہو گیا۔

ایک اور قول یہ ہے:

اس کی اصل ننجی تنجیہ میں سے ہے۔ دونوں کے اجتماع سے دوسری نون کو حذف کر دیا جیسا کہ ایک تاء کو اس آیت

میں حذف کیا گیا ہے۔ تنزل الملائكة - [القدر: ۴]

زکریا علیہ السلام کا تذکرہ:

۸۹: وَزَكْرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا (اور زکریا کو یاد کرو جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ ان کو بیٹا عنایت فرمائے جو ان کا وارث ہو۔ اور بغیر وارث کے ان کو اکیلا نہ چھوڑیں۔ پھر اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالہ کرتے ہوئے کہا۔ وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ (سب وارثوں سے بہتر وارث آپ ہی ہیں) یعنی اگر آپ وارث نہ عنایت فرمائیں گے تو تب بھی کوئی پرواہ نہیں اس لئے کہ آپ سب سے بہتر وارث ہیں۔ اور ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔

۹۰: فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى (پھر ہم نے ان کی دعا کو قبول کیا اور ان کو یحییٰ بیٹا عنایت فرمایا) وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ (اور ہم نے ان کی بیوی کو درست کر دیا) بانجھ پن کے بعد ولادت کے قابل بنا دیا نمبر ۲۔ خوبصورت بنا دیا وہ بد صورت تھیں۔ إِنَّهُمْ (بیشک وہ) یہ انبیائے مذکورین۔

كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ (وہ بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنے والے تھے) ان کی دعائیں اس لئے جلد قبول ہوئیں کیونکہ وہ ابوابِ خیر کی طرف جلدی کر نیوالے تھے اور خیر کے حصول میں مسارعت کرنے والے تھے۔ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا (اور امید و خوف سے وہ ہمیں پکارتے تھے) رحمت کی طمع اور سزا کا خوف جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيرجو أَرْحَمَ رَبِّهِ [الزمر: ۹]

يَخْجَوْنَ: رَغْبًا وَرَهْبًا یہ دونوں مصدر ہیں اور موضعِ حال میں ہیں۔ نمبر ۲۔ دونوں مفعول لہ ہیں۔ مطلب یہ ہے ہماری رغبت کیلئے اور ہمارے ڈر سے۔ وَكَانُوا لَنَا خَشِيعِينَ (اور وہ ہمیں سے ڈرنے والے تھے) تواضع کرنے والے اور ہماری عظمت سے ڈرنے والے۔

تذکرہ مریم علیہا السلام:

۹۱: وَالَّتِي (اور یاد کرو اس عورت کو) عبارت اس طرح ہے اذْكَرَ التِّي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی) حلال و حرام ہر دو سے فَتَفَحَّخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا (پھر ہم نے پھونکا اس کے اندر اپنی روح کو) ہم نے اس میں روحِ مسیح کو جاری کر دیا۔ نمبر ۲۔ ہم نے جبرئیل کو حکم دیا انہوں نے مریم کے گریبان میں پھونک ماری۔ پھر اس پھونک سے عیسیٰ کو مریم کے لپٹن میں پیدا کر دیا۔ اضافت روح کی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف کیلئے فرمائی ہے۔

وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ (اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو جہان والوں کیلئے نشانی بنا دیا) آیت یہ مفعول ثانی ہے۔ یہاں جہان والوں کیلئے نشانی فرمایا یہ دونوں نشانیاں نہیں فرمایا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ [الاسراء: ۱۲] کیونکہ ان کا مجموعی وجود قدرت کی ایک نشانی ہے اور وہ بغیر باپ ان کی پیدائش ہے۔

نمبر ۲۔ تقدیر عبارت اس طرح تھی: وَجَعَلْنَاهَا آيَةً وَابْنَهَا كَذَلِكَ کہ ہم نے مریم کو بھی نشانی بنایا اور اسی طرح ان کے بیٹے کو بھی پس آیت مفعول معطوف علیہ ہے۔ اور اس کے لئے دلیل وہ قراءت ہے جس میں آیتیں اس کو پڑھا گیا ہے۔

اِنَّ هَذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۚ وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنَ ۝۹۲ وَتَقَطَّعُوا اَمْرَهُمْ

بلاشبہ یہ تمہارا دین ہے جو ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم میری عبادت کرو اور اپنے دین میں اختلاف کر کے لوگ ٹکڑے ٹکڑے

بَيْنَهُمْ كُلُّ إِلَيْنَا رَجْعُوْنَ ۝۹۳

ہو گئے سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے۔

۹۲: اِنَّ هَذِهِ اُمَّتُكُمْ (بیشک یہ تمہاری ملت ہے) الامۃ ملت کے معنی میں ہے۔ ہذہ کا مشارالیه ملت اسلام ہے اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ملت ہے۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً (ایک ہی ملت ہے) یہ حال ہے یعنی ایک ہی ملت ہے جس میں دوسروں کا اشتراک نہیں۔ اور اس میں عامل وہ ہے جس پر اسم اشارہ دلالت کر رہا ہے۔ یعنی ملت اسلام ہی تمہاری وہ ملت ہے جس پر قائم رہنا تمہارے لئے ضروری ہے اور تم اس سے قطعاً انحراف اختیار نہ کرو اس بات کی طرف ایک حلت ہونا اور مختلف نہ ہونا اشارہ کر رہا ہے۔

وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنَ (اور میں تمہارا رب ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو) میں نے اپنے اختیار سے تمہاری تربیت کی پس شکریہ اور افتخار کے طور پر تم میری ہی عبادت کرو اور اس میں خطاب تمام لوگوں کیلئے ہے۔

۹۳: وَتَقَطَّعُوا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ (اور انہوں نے آپس میں اپنا کام ٹکڑے ٹکڑے کر دیا) اصل کلام اس طرح ہے تَقَطَّعْتُمْ تَمَّ نَے ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ البتہ کلام کا رخ مخاطب سے غائب کی طرف پھیرا گیا جیسا کہ التفات کا طریقہ ہے مطلب یہ ہے انہوں نے اپنے دین کے معاملے کو اپنے مابین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ اور جماعتیں بن گئیں پھر ان کو ڈرایا کہ یہ فرقے مختلف ہیں۔

كُلُّ إِلَيْنَا رَجْعُوْنَ (تمام ہماری طرف لوٹنے والے ہیں) پس ہم ان کو ان کے اعمال پر بدلہ دیں گے۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿۹۴﴾

اور جو شخص نیک عمل کرے اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو سو اس کی محنت کی راہ کی نافرمانی نہیں اور بلاشبہ ہم اسے لکھ لیتے ہیں۔

وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۹۵﴾

اور یہ بات ضروری ہے کہ ہم نے جس بستی کو ہلاک کیا وہ رجوع نہیں کریں گے

۹۴: فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ (جو شخص بھی نیکیاں کرے) ذرا بھرو ہو مُؤْمِنٌ (اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو) جس پر ایمان لانا ضروری ہو۔ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ (اس کی کوشش کی نافرمانی نہ کی جائے گی) یعنی اس کی کوشش مقبول و منظور ہے۔ کفران یہ محرومی ثواب میں ایک مثال ہے۔ جیسا کہ شکر عطاء میں ایک حالت ہے بلاغت میں اضافہ کیلئے جنس کی نفی کی گئی ہے۔ وَإِنَّا لَهُ (اور بیشک ہم اس کے لئے) اس کوشش یعنی ہمارے حکم کی حفاظت و نگہبانی کو کَاتِبُونَ (لکھنے والے ہیں) اس کے صحیفہ عمل میں پس اس پر اس کو ثواب دیں گے۔

واپس لوٹنا ناممکن:

۹۵: وَحَرَامٌ (اور ناممکن ہے)

قراءت: خلف اور حفص کے علاوہ کوئی قراء نے اس کو حَرَامٌ پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں لغات ہیں جیسے وَحَلَالٌ اور یہ معنی کے لحاظ سے اس کی ضد میں۔ حرام سے یہاں مراد وہ جس کا وجود ممتنع ہو۔

عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (ان بستیوں کیلئے ان کو ہم نے فنا کر دیا کہ وہ دنیا میں لوٹ کر آئیں) مطلب یہ ہے یہ بات ہلاک کئے ہوئے کیلئے ناممکن ہے کہ وہ بعث کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف نہ لوٹے۔ نمبر ۲۔ ناممکن ہے اس بستی کیلئے جس کو ہم نے تباہ کر دیا یعنی ہلاک کرنا مقرر کر دیا یا ہلاکت کا حکم کر دیا کہ وہ ان اعمال کی طرف لوٹ آئیں جن کا پہلی آیت میں عمل صالح اور مقبول کوشش کی صورت میں ذکر ہوا۔ وہ کفر سے اسلام کی طرف نہ لوٹیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۙ لَا

بلاشبہ جن کے لئے پہلے ہی ہماری طرف سے بھلائی کا فیصلہ مقرر ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے ۱۱

يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۙ لَا يَحْزَنُهُمْ

اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے ان کو بڑی گھبراہٹ

الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقَّيْهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ ۖ هٰذَا يَوْمُكُمْ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ ۙ

رنجیدہ نہ کریں گے اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطِیِّ السَّجْلِ لِلْکُتُبِ ۖ کَمَا بَدَاۤ اَنَا۠ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ۖ وَوَعْدًا

وہ دن یاد رکھنے کے قابل ہے جس روز ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمونوں کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے ہم نے جس طرح پہلی بار مخلوق کی پیدائش کی ابتدا کی تھی

عَلٰیۤنَا اِنَّا کُنَّا فَعٰلِیْنَ ۙ وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزُّبُوْرِ مِّنْۢ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ

اسی طرح ہم اسے لوٹا دیں گے ہمارے ذمہ وعدہ ہے بلاشبہ ہم کرنے والے ہیں اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے ذکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ بلاشبہ زمین کے وارث

یَرِثُهَا عِبَادِی الصّٰلِحُوْنَ ۙ اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ۙ

میرے نیک بندے ہوں گے بلاشبہ اس میں عبادت گزاروں کے لئے کافی مضمون ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۙ

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر

اطاعت والے جہنم سے محفوظ:

۱۰: اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى (جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہوگی) الحسنى جن میں مرتبہ والی خصلت و عادت۔ یہ احسن کی مؤنث ہے اور نمبر ۱۔ سعادت کو کہتے ہیں نمبر ۲۔ ثواب کی بشارت نمبر ۳۔ اطاعت کی توفیق۔

شأن نزول: یہ آیت ابن الزبیری کے اس قول کے جواب میں اتری جو اس نے آنحضرت ﷺ کی تلاوت جو صنادید قریش کے سامنے کی گئی اس کو سن کر کہا انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم الی قوله خالدون۔ تو وہ کہنے لگا کیا یہود نے عزیر اور نصاریٰ نے مسیح اور نبویؑ نے ملائکہ کی عبادت نہیں کی۔ اور ما تعبدون میں ما غیر ذوی العقول کیلئے آتا ہے۔ اس میں یہ عاقل شامل ہی نہیں مگر وہ معاندین تھے اس لئے ما کو عموم پر قرار دیکر اس میں شامل کر لیا۔ اُولٰٓئِكَ (وہ یعنی عزیر و مسیح اور ملائکہ) عَنْهَا

(اس سے) یعنی جہنم سے مُبْعَدُوْنَ (دور رکھے جائیں گے)۔ کیونکہ انہوں نے نہ عبادت کا حکم دیا اور نہ اس کو پسند کرتے تھے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ ان الذین سبقت لہم منا الحسنی سے مراد تمام مؤمن ہیں۔ اس لئے کہ علی رضی اللہ عنہ سے روای ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ اور فرمایا میں ان لوگوں میں سے ہوں اور ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمان، ان میں سے ہیں۔

قول جنید رحمۃ اللہ علیہ: شروع میں ہماری عنایت ان پر ہو چکی انتہاء میں ہماری ولایت ان پر ظاہر ہو جائے گی۔
۱۰۲: لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا (وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے) حسیس سے وہ آواز مراد ہے جو جس سے معلوم ہو اور جہنم کی بھڑک کی حرکت۔ یہ درحقیقت جہنم سے ان کو دور ہونے میں مبالغہ ظاہر کرنے کیلئے فرمایا یعنی وہ اس کے قریب بھی نہ ہونگے اس کی آواز ان کو سنائی دے اور اس کی لپٹوں کی آواز سنائی دے۔

وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ (اور وہ اپنی اپنی من پسند نعمتوں میں) خِلْدُوْنَ (ہمیشہ رہیں گے) ہمیشہ ان کی اقامت ان نعمتوں میں ہوگی۔

۱۰۳: لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (ان کو بڑی گھبراہٹ غمگین نہ بنائے گی) مراد فزع اخیرہ ہے۔ وَتَتَلَقَّوْهُمْ (اور ان کو ملیں گے) انکا استقبال کریں گے۔ الْمَلٰٓئِكَةُ (فرشتے) جو جنت کے دروازوں پر ان کو مبارک بادیاں دیں گے اور کہیں گے۔ هٰذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ (یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ لیا گیا) یہ تمہارے اس ثواب کا وقت ہے جس کا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے دنیا میں وعدہ فرمایا۔

آسمان کا لپیٹنا:

۱۰۴: يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ (وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے)

نَحْوًا: اس میں عامل لا يحزنہم ہے۔ نمبر ۲۔ اس میں عامل وتلقاہم ہے۔

قراءت: نَطْوِي السَّمَاءَ بَزِيد نے پڑھا ہے۔ طی السماء سے مراد اس کے ستاروں کا مٹنا اور بے نور ہونا۔ نمبر ۲۔ یہ نشر کی ضد ہے جس کا معنی پھیلانا ہے یعنی اس کے ستاروں کو جمع کر دیں گے اور لپیٹ لیں گے۔ یہ ساری بساط لپیٹ لی جائے گی۔ كَطَيِّ السَّجِلِ (جیسے صحیفہ کو لپیٹتے ہیں) لِلْكِتٰبِ (لکھنے کیلئے) حمزہ، علی، حفص نے اسی طرح پڑھا ہے۔ اِی لِّلْمَكْتُوٰتِ (یعنی اس میں معانی کثیرہ وغیرہ لکھے جائیں)۔ یعنی معنی یہ ہے مکتوبات کیلئے جیسے کاغذ لپیٹا جاتا ہے۔ نمبر ۲۔ لِلْكِتَابِ۔ اِی کَمَا يَطْوِي الطُّوْمَارَ الْكِتَابَةَ (جس طرح کاغذوں کو لکھنے کیلئے لپیٹتے ہیں)۔ نمبر ۳۔ لِلْكِتٰبِ اس کے لئے جو اس میں لکھا جائے۔ کیونکہ کتاب کا اصل مصدر ہے۔ جیسا کہ البناء پھر اس کا اطلاق مکتوب پر آنے لگا۔

دوسرا قول:

اسجل یہ ایک فرشتہ ہے جو بنی آدم کے صحیفے لپیٹتا ہے جبکہ وہ اس کی طرف اٹھا کر لائے جائیں اس کے حوالہ کئے جائیں۔ تیسرا قول یہ رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا۔ اس صورت میں الکتاب وہ کاغذ جس میں لکھا جائے الطی کی اضافت قائل کی طرف کی گئی

ہے۔ اور پہلی صورتوں میں اضافت مفعول کی طرف ہے۔ گمّا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ (جیسا ہم نے شروع میں ابتداء تخلیق کی تھی) اسی طرح آسانی سے ہم اس کو دوبارہ پیدا کریں گے۔

نَحْجُو: گمّا کا کاف فعل مضمّر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر نعیّدہ کر رہا ہے۔ اور ما موصولہ ہے۔ ای نعیّد مثل الذی بدأناہ نعیّدہ اور اول یہ بدأنا کا ظرف ہے ای اول ما خلق اول جو پیدا کیا۔ نمبر ۲۔ اس ضمیر موصول سے حال ہے جو لفظوں میں ساقط ہے۔ اور معنی میں ثابت ہے۔

اول خلق سے اس کی ایجاد مراد ہے۔ ای کما اوجدہ اولاً یعیّدہ ثانیاً۔ کہ جس طرح اول مرتبہ اس کو وجود دیا دوسری مرتبہ اسی طرح اعادہ کرے گا۔ اس میں اعادہ کو اباء سے تشبیہ دے کر سمجھایا کہ دونوں پر قدرت تو یکساں ہے پھر ایک کا اقرار دوسرے کا انکار چہ معنی دارد۔

خلق میں تنگی اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں ہو اول رجل جاءنی اس سے مراد اول الرجال ہوتی ہے لیکن واحد اور نکرہ لا کر ایک ایک آدمی کی تفصیل کا تم نے ارادہ کیا ہے پس اسی طرح یہاں معنی ہوگا۔ اول خلق بمعنی اول الخلق یعنی اول الخلائق تخلیق میں سب سے پہلا۔ خلق مصدر ہے۔ اس کی جمع نہیں آتی۔

وعدا: یہ مصدر موکد ہے کیونکہ نعیّدہ میں اعادہ کا وعدہ ہے۔ عَلَيْنَا (ہمارے ذمہ ہے) یعنی ایسا وعدہ جو بہر صورت میں ہو کر رہے گا۔ اِنَّا كُنَّا فَعِلَيْنَ (بیشک ہم ہی کرنے والے ہیں) یہ سب یعنی اس وعدے کو سچ کر دکھائیں گے تم اس کی تیاری کرو اور صالح اعمال کو آگے بھیجنا کہ ان خوفناک مقامات سے اپنے کو چھوڑ واسکو۔

جنت ایمان والوں کو:

۱۰۵: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ (تحقیق ہم نے زبور میں لکھ دیا)۔ زبور داؤد علیہ السلام کی کتاب کا نام ہے۔ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ (ذکر کے بعد)۔ ذکر سے یہاں تورات مراد ہے۔ اَنَّ الْأَرْضَ (کہ زمین) اس سے مراد سرزمین شام ہے۔ يَوْمَئِذٍ عِبَادِي (اس کے وارث میرے بندے ہونگے)۔

قراءت: یاء کے سکون سے حمزہ نے پڑھا۔ دیگر قراء نے یاء کے فتح سے پڑھا ہے۔ الصَّلٰحُونَ (نیک) مراد امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ دوسرا قول الزبور کا معنی مزبور یعنی مکتوب لکھا ہوا۔ انبیاء علیہم السلام پر اتاری جانے والی تمام کتب مراد ہیں۔ الذکر سے ام الکتاب یعنی لوح محفوظ مراد ہے۔ کیونکہ تمام کتب اسی سے لی گئی ہیں۔ اس کی دلیل حمزہ، خلف کی قراءت الزبور زاء کے ضمہ سے ہے۔ اس صورت میں الزبور کی جمع بمعنی مزبور ہے۔ الارض سے ارض جنت مراد ہے۔

۱۰۶: اِنَّ فِيْ هٰذَا (بیشک اس میں) قرآن میں نمبر ۲۔ اس سورت میں جو اخبار، وعدے اور وعیدیں اور مواعظ مذکور ہوئیں ان تمام میں۔ لَبَلُغًا (البتہ پوری بات ہے) کفایت ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ بلاغ وہ ہے جس سے حاجت و ضرورت پوری ہو جائے۔ لِقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ (عبادت گزار قوم کیلئے) توحید پرست اور وہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔

قُلْ اِنَّمَا يُوحِي اِلَيَّ اَنَّمَا الْهُكْمُ اِلَهٍ وَاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۸﴾

آپ فرما دیجئے کہ میری طرف یہی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو کیا تم بات ماننے والے ہو؟ سو اگر

تَوَلَّوْا فَقُلْ اذْنُكُمْ عَلٰی سَوَاءٍ ۚ وَاِنْ اَدْرِىْ اَقْرَبُ اَمْ بَعِيْدُ مَا تُوعَدُونَ ﴿۱۰۹﴾

وہ روگردانی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تمہیں خوب صاف طریقہ پر اطلاع دے چکا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ ہوا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِىْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ

بلاشبہ بات ہے کہ اللہ زور کی کہی ہوئی بات کو جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہارے لئے امتحان ہو

لَكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قُلْ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعٰنُ

اور ایک وقت تک فائدہ پہنچاتا ہو رسول نے کہا کہ اے میرے رب حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیجئے اور ہمارا رب رحمن ہے جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد مانگی جاتی

عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ہے جو تم بیان کرتے ہو۔

رسول رحمت:

۱۰۷: وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً (اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر) قول علیہ السلام انما انا رحمة مہداة (ابن سعد۔ کنز العمال) میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرستادہ رحمت ہوں۔ لِلْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں کیلئے) کیونکہ آپ اس چیز کو لیکر آئے ہیں اگر وہ اسکی اتباع کر لیں تو وہ سعادت مند ہو جائیں اور جس نے نہ مانا اس نے گویا اپنے آپ کو ضائع کر دیا اور اپنا رحمت والا حصہ رکھ دیا۔ دوسرا قول یہ ہے آپ ایمان والوں کیلئے دونوں جہان میں رحمت ہیں۔ اور کافروں کیلئے دنیا میں رحمت ہیں۔ کیونکہ آپ کی وجہ سے عذاب استیصال مؤخر ہے۔ اسی طرح مسخ اور حذف سے بچے ہوئے ہیں۔ ورحمة یہ مفعول لہ ہے یا حال ہے ای ذارحمة۔

۱۰۸: قُلْ اِنَّمَا (کہہ دیں بیشک) اِنَّمَا حُكْمٌ كَوَاحِدٍ (پس کیا تم اطاعت کرنے والے ہو) یہ استفہام بمعنی امر ہے۔ اِی اسلمو اتم مسلمان ہو جاؤ۔ جیسے انما زید قائم اور انما یقول زید۔ یوحی الی (میری طرف وحی کی جاتی ہے) یوحی کا فاعل اِنَّمَا الْهُكْمُ اِلَهٍ وَاحِدٌ ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ یوحی الی وحدانیت الہی میرے معبود کی وحدانیت میری طرف وحی کی گئی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ معنی اس طرح ہو۔ ان الذین یوحی الی۔ بیشک وہ جو میری طرف وحی کی گئی۔ اس صورت میں ماموصولہ ہے۔

۱۰۹: فَان تَوَلَّوْا (اگر وہ منہ موڑ لیں) اسلام سے فَقُلْ اذْنُكُمْ (پس کہہ دیں کہ میں تمہیں صاف کہہ چکا) میں نے تمہیں جس بات کا حکم دیا وہ اچھی طرح بتلا دی۔ عَلٰی سَوَاءٍ (برابر اور ٹھیک طور پر) یہ حال ہے یعنی تم سب اعلان و اعلام میں برابر ہو ایک کی

دوسرے سے تخصیص نہیں ہے اور نہ ہی میں نے کی۔

دلیل: اس میں دلیل ہے کہ باطنیہ کا مذہب باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص ساتھیوں کو احکام شرع پوشیدہ سکھاتے اور دیواروں کو بھی کان ہوتے ہیں یا یہ کہ ہم اور تم اسی معاملہ میں برابر ہیں جو کچھ مجھے علم ملا اس سے واقف کر دیا کچھ چھپا کر نہیں رکھا۔

وَاِنْ اَذْرٰی اَقْرَبُ اَمْ بَعِيْدُ مَا تُوعَدُوْنَ (اور مجھے معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا دور) یعنی مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر مطلع نہیں کیا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ بہر صورت قیامت واقع ہوگی نمبر ۲۔ مجھے معلوم نہیں کہ تم پر عذاب کب اترے گا۔ اگر تم ایمان نہ لائے۔

۱۱۰: اِنَّهُ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہاری پکار کر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو بات تم دل میں چھپا کر رکھتے ہو۔ اس کا بھی علم ہے) یعنی وہ ذات ہر چیز کا علم رکھنے والی ہے وہ اس کو بھی جانتا ہے۔ جو تم ظاہر کر کے اسلام پر طعنہ زنی کرتے ہو اور جس کو تم کینہ کی صورت میں اپنے دلوں میں چھپاتے ہو۔ وہ اس پر خود تم سے بدلہ لینے والا ہے۔

۱۱۱: وَاِنْ اَذْرٰی لَعَلَّہٗ فِتْنَةٌ لَّکُمْ (اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تاخیر عذاب تمہارے حق میں امتحان و آزمائش ہو) اور مجھے معلوم نہیں کہ شاید تم سے دنیا میں عذاب کی تاخیر میں تمہارے لئے امتحان ہوتا کہ وہ تمہارے اعمال کو دیکھے۔

وَمَتَاعٌ اِلٰی حَیْنٍ (اور تمہارے لئے ایک وقت تک فائدہ اٹھانا ہو) اور مدت تک فائدہ حاصل کرنا ہو۔ تاکہ وہ تمہارے خلاف حجت و دلیل بن جائے۔

طلب فیصلہ:

۱۱۳: قُلْ رَبِّ اَحْكُمْ بِالْحَقِّ (کہا رسول نے اے میرے رب تو حق کا فیصلہ فرما دے) ہمارے اور اہل مکہ کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ فرما دے۔ نمبر ۲۔ جس کے وہ حقدار ہیں اس عذاب کو اتار کر فیصلہ فرما دے ان سے نرمی نہ فرما، ان پر سختی فرما۔ جیسا کہ آپ نے دعا میں فرمایا۔ اللھم اشد دو طائفت علی مضر۔ (رواہ البخاری، مسلم) اے اللہ قریش پر اپنے بندھن کو سخت کر دے۔ قراءت: حفص نے قال رب پڑھا۔ قول رسول ﷺ کی حکایت کے طور پر اور یزید نے رب احکم پڑھا ہے۔ اور یزید نے یعقوب سے ربی احکم پڑھا ہے۔

وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ (اور ہمارا رب رحمان ہے)۔ وہ اپنی مخلوق پر مہربانی فرمانے والا ہے۔ الْمُسْتَعَانُ (وہ مددگار ہے) اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ (اس پر جو تم بیان کرتے ہو) یعنی تمہاری جھوٹے غلط بیان کے برخلاف کہ کافروں کو فتح ہوگی۔

قراءت: ابن ذکوان نے یاء سے پڑھا ہے۔ وہ حالات کو اس کے برخلاف بیان کرتے جس پر وہ چل رہے تھے۔ ان کی طمع و تمنا یہ تھی کہ شوکت و غلبہ ان کو حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گمانوں کی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیں گے اور اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائیں گے اور ایمان والوں کی نصرت و امداد کی جائے گی اور کافر ذلیل و رسوا ہونگے اور وہ اس کے خلاف مدد دینے پر قدرت رکھتا ہے جو کفار بیان کرتے ہیں۔

الحمد للہ ۲۹ نیسویں شب رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ جمعرات اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے سورۃ انبیاء کا ترجمہ مکمل کرنے کی توفیق دی۔

سُورَةُ الْحَجِّ نَبِيٌّ مِّنْهُمْ قَدْ هَدَانَا رَبُّكَ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

سورہ حج مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھتر ۸ آیات اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے

تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا

ہر دودھ پلانے والی اسے بھول جائے گی جسے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی

وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ② وَ

اور اے مخاطب تو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ نشہ کی حالت میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب سخت چیز ہے

مِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ③

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کا اتباع کرتے ہیں

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَن تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ④

جس کے بارے میں یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو بھی کوئی شخص اس سے دوستی کرے گا تو وہ اسے گمراہ کر دے گا اور اسے دہکتی ہوئی آگ کے راستہ پر ڈال دے گا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ (اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو! بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی ہولناک چیز ہے)۔

قیامت کی ہولناکی:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ (اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو!) اس میں اولادِ آدم کو تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر قیامت کا تذکرہ کر کے اس کے لازم ہونے کا سبب بیان کیا۔ اور ہولناک انداز سے اس کا تعارف کرایا پھر فرمایا اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ تاکہ وہ اس حالت کا معائنہ کریں اور اپنی عقلوں سے اس کو تصور میں لائیں تاکہ اپنی بقاء و دوام کے پیش نظر ان نفوس پر رحم کھائیں اور تقویٰ کا لباس پہن کر اس دن کی سختی سے بچ جائیں کیونکہ تقویٰ ہی ایسی چیز ہے جو اس دن کی سختی سے ان کو بچا سکتی

ہے۔

الزلزلة زور سے ہلنا اور جھنجھوڑنا۔ زلزلہ کو الساعۃ کی طرف مضاف کیا۔ یہ اضافۃ المصدر الی الفاعل کی قسم ہے گویا قیامت ہی نے زمین کو ہلایا ہے۔ اس کو مجاز حکمی کہا جاتا ہے۔ نمبر ۲۔ یہ اضافۃ المصدر الی الظرف کی قسم ہے کیونکہ وہ زلزلۃ قیامت میں پیش آئے گا جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ بل مکر اللیل والنہار [سبا: ۳۳] اور اس کا وقت قیامت کے دن ہوگا۔ نمبر ۲۔ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس آیت میں معتزلہ کیلئے کوئی دلیل نہیں کہ معدوم چیز کو شئی کہہ دیا یہ اس کا نام ہے جس کا وجود خالی ہے۔

۲: یَوْمَ تَرَوْنَهَا (جس روز تم اس کو دیکھو گے) آہا کی ضمیر زلزلہ کی طرف راجع ہے۔ نمبر ۲۔ قیامت کی طرف راجع ہے۔ یَوْمَ تَرَوْنَهَا یہ تذہل کی وجہ سے منصوب ہے۔ تَذْهَلُ غافل ہونا۔ الذہول غفلت کو کہتے ہیں۔ کُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ (اور ہر دودھ پلانے والی عورت اس بچے سے غافل ہو جائے گی جس کو دودھ پلا رہی ہوگی) اس کے دودھ پلانے سے نمبر ۲۔ اس بچے سے جس کو وہ دودھ پلاتی ہے۔

ایک قول:

یہ ہے یہاں مرضعہ اس لئے کہا تاکہ یہ دلالت ہو کہ جب یہ خوف طاری ہوگا اور اس وقت بچے نے پستان منہ میں بھی ڈالا ہوا ہو تب بھی وہ پستان اس کے منہ سے کھینچ لے گی۔ اس دہشت کی وجہ سے جو اس پر طاری ہوئی کیونکہ مرضعہ وہی کہلاتی ہے جس کا پستان بچہ منہ میں ڈالنے والا ہو۔ المرضع وہ عورت جو دودھ پلانے کے لائق ہو۔ اگرچہ اس وقت وہ دودھ نہ پلانے والی ہو۔ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا (اور ہر حاملہ اپنا حمل ساقط کر دیگی۔) ذات حمل اس سے مراد حاملہ ہے۔ حملہا تکمیل سے پہلے لڑکا۔

قول حسن رحمہ اللہ دودھ پلانے والی اپنے بیٹے سے بلا دودھ چھڑائے غافل ہو جائے گی۔ وَتَرَى النَّاسَ (اور تم لوگوں کو دیکھو گے) اے دیکھنے والے سُکْرٰی (نشہ میں) بطور مشابہت فرمایا جبکہ وہ تجلیات عظمت و سلطنت جبروت اور کبریائی کے نظارے دیکھیں گے یہاں تک کہ ہر نبی نفسی نفسی پکاریں گے۔

وَمَا هُمْ بِسُکْرٰی (حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہونگے) حقیقت میں وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ (لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔) پس اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف نے ہی ان کی عقلوں کو اڑا دیا ہے۔ اور ان کو ایسے شخص کی حالت کی طرف لوٹا دیا ہے جس کی عقل نشہ سے جاتی رہی ہو۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ اور تم لوگوں کو خوف کی وجہ سے نشہ میں دیکھو گے حالانکہ انکا یہ نشہ شراب سے نہ ہوگا۔ قراءت: حمزہ و علی نے دونوں میں سُکْرٰی۔ امالہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ عطشی کی طرح ہے عطشان میں۔

شان نزول: روایت میں ہے کہ یہ دو روایات غزوہ مصطلق بنو مصطلق کی رات کو اتریں۔ آپ ﷺ نے ان کو پڑھ کر سنایا اس رات سے بڑھ کر لوگوں کو روتا ہوا نہیں پایا۔ (العلی کذا قال الحافظ)

بنو مصطلق:

۳: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑتے ہیں) فی اللہ کا مطلب اللہ تعالیٰ کے دین میں جھگڑنا ہے۔ بَغْيِرِ عِلْمٍ (بغیر علم کے) جھگڑنا: یہ حال ہے۔

یہ نظر بن حارث کے متعلق اتری۔ وہ بڑا جھگڑا لوتا تھا۔ وہ کہتا ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور قرآن مجید پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو بوسیدہ ہڈیاں زندہ کرنے کی قدرت نہیں۔ نمبر ۲۔ یہ آیت عام ہے ہر خواہش پرست جو دین کا مخالف ہو وہ مراد ہے۔ وَ يَتَّبِعُ (اور وہ پیروی کرتا ہے) كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ (ہر سرکش شیطان کی) عاد ہر ایسا سرکش جو شر میں دوام و استمرار اختیار کرنے والا ہو۔ مَرِيدٌ پر وقف نہیں پڑھا جاسکتا کیونکہ مابعد اس کی صفت ہے۔

شیطان کے متعلق فیصلہ:

۴: كُتِبَ عَلَيْهِ (اللہ تعالیٰ نے شیطان کے متعلق لکھ دیا ہے) یعنی شیطان کے متعلق فیصلہ ہو چکا۔ اِنَّهُ (معاملہ و شان یہ ہے۔) یہ کُتِبَ کا نائب فاعل ہے۔ مَنْ تَوَلَّاهُ (کہ جس نے اس سے دوستی اختیار کی) شیطان کی پیروی کی فَانَّهُ (پس وہ اس کو) بیشک شیطان يُضِلُّهُ (ضرور بھٹکا دے گا) سیدھے راستے سے وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ (اور اس کی راہنمائی دوزخ کے عذاب کی طرف کرے گا) عذاب سعیر یعنی آگ۔ قول زجاج فَانَّهُ کی فاء عاطفہ ہے اور اَنَّ کو تاکید کیلئے دوبارہ لایا گیا ہے۔ مگر ابو علی نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا اگر مَنْ شرط کیلئے ہے تو فاء اس کی جزاء کیلئے آئی ہے اور اگر مَنْ کو الذی کے معنی میں مانا جائے تو پھر فاء مبتدا کی خبر پر داخل ہوئی ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے فَلَا مَرُّ اِنَّهُ يُضِلُّهُ اور عطف اور تاکید پہلے کی تکمیل کے بعد آتے ہیں۔ مطلب یہ ہے شیطان کے متعلق لکھ دیا ہے اسی آدمی کا گمراہ کرنا جو اس سے دوستی اختیار کرے اور آگ کی طرف اس کی راہنمائی کرے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن تُرَابٍ ثُمَّ

اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کی طرف سے شک میں ہو تو بلاشبہ ہم نے مٹی سے پھر

مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِّنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِّنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّبَيِّنٍ

نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بولنی بنی ہوئی صورت سے اور جو صورت ابھی نہ بنی ہو اس سے تمہیں پیدا کیا تاکہ ہم تمہیں

لَكُمْ وَنُقَرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نَخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ

بتائیں اور ہم اپنی مشیت کے موافق مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر تمہیں اس حال میں نکالتے ہیں کہ تم بچہ کی صورت میں ہوتے ہو پھر

لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمُرِ

تاکہ تم اپنی قوتوں کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو اٹھائے جاتے ہیں اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو علمی عمر کو پہنچ جاتے ہیں

لَكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا

تاکہ علم کے بعد کچھ بھی نہ جانیں اور اے مخاطب تو زمین کو بھی سوکھی پڑی ہوئی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی

عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ ذٰلِكَ

اتارتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور وہ بڑھ جاتی ہے اور ہر طرح کے خوشنما جوڑے اگا دیتی ہے یہ

بَٰنَ اللّٰهُ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ

اس وجہ سے کہ اللہ حق ہے اور وہ مردوں کو زندہ فرماتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ

السَّاعَةِ آتِيَةٌ لِّمَرِيَبٍ فِيهَا ۝ وَأَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مِّن فِي الْقُبُورِ ۝

قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور بلاشبہ اللہ ان کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

منکرین بعث کے خلاف دلیل:

۵: پھر منکرین بعث پر حجت لازم کرتے ہوئے فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ (اے لوگو! اگر تم کو دوبارہ اٹھائے جانے کا شک ہے) یعنی اگر بعث بعد الموت کے متعلق تمہیں شک ہے تو تمہارے شک کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ تم اپنی ابتدائی خلقت پر نگاہ ڈالو۔ کہ ابتداء میں تم مٹی اور پانی تھے اور تمہارے بعث کے انکار کا سبب بھی یہی انسانی وجود کا مٹی اور پانی

بن جانا ہے۔ فَإِنَّا خَلَقْنٰكُمْ (پس بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا) یعنی تمہارے آباء و اجداد کو مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ (مٹی سے پھر) پیدا کیے گئے مِّنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِّنْ عِلْقَةٍ (ایک بوند سے پھر خون کے جھے ہوئے لو تھڑے سے) جھے ہوئے خون کے ٹکڑے سے۔ ثُمَّ مِّنْ مُّضْغَةٍ (پھر بوٹی سے) چھوٹے گوشت کے ٹکڑے سے جو ایک دفعہ چبایا جاسکے۔ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُّخَلَّقَةٍ (کامل و نامکمل) المخلقة درست و ملائم جو نقص و عیب سے پاک ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ مضغہ مختلف پیدا فرماتے ہیں۔ بعض مضغات ان میں کامل الخلق اور عیوب سے مبرا ہوتے ہیں اور بعض ان میں سے اس کے برعکس ہوتے ہیں یہ فرق ہی انسانوں کی خلقت و بناوٹ، شکل و صورت، طول و قصر، تکمیل و نقص کا باعث ہے۔ بلاشبہ ہم نے تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک خلقت سے دوسری میں منتقل کیا۔ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ (تاکہ ہم تمہارے سامنے واضح کر دیں) اس تدریج میں ہماری کمال قدرت اور کامل حکمت ہے۔ بیشک وہ ہستی جو انسانوں کو مٹی سے ابتدائی مرحلے میں پھر نطفہ سے دوسرے مرحلہ میں بناتی ہے حالانکہ پانی اور مٹی اور انسان میں کوئی مناسبت نہیں وہ اس بات پر قادر ہے کہ نطفہ کو علقہ اور علقہ کو مضغہ اور مضغہ کو ہڈیاں بنادے۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ جس طرح پہلی مرتبہ بنایا اسی طرح اعادہ کر دے۔ وَنُقَرِّؤْ (اور ہم تمہارا تعریف کرتے ہیں)

قرات، مَحْجُوْرٌ: مفضل کے علاوہ تمام نے رفع سے پڑھا ہے۔ یہ وقف کے بعد جملہ مستانفہ ہے ای نحن نثبت فی الارحام مَا نَشَاءُ (ارحام میں جس طرح ہم چاہتے ہیں) اس کا ثبوت اور ٹھہراؤ کرتے ہیں اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (ایک وقت مقررہ تک) ولادت کے وقت تک اور جس کو ٹھہرانا نہیں چاہتے اس کو رحم سے گرا دیتے ہیں۔ ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ (پھر تمہیں نکالتے ہیں) ارحام سے طِفْلًا (بچہ بنا کر)

مَحْجُوْرٌ: یہ حال ہے اور اس سے مراد جنس ہے اسی لئے یہ جمع نہیں لایا گیا۔ نمبر ۲۔ اس سے مراد یہ بھی لی جائے کہ ہم تم میں سے ہر ایک کو نکالتے ہیں طفل کی حالت میں۔ ثُمَّ لَتَبْلُغُوْا (پھر تاکہ تم پہنچ جاؤ) پھر ہم تمہاری تربیت کرتے ہیں تاکہ تم پہنچ جاؤ۔ اَشْدَّكُمْ (اپنی جوانی کو) کمال عقل اور کمال قوت کو۔ قول مفسر: یہ جمع کے ان الفاظ میں سے ہے جن کا واحد مستعمل نہیں ہے۔

قول دیگر اشد، جمع شدت کی ہے جس طرح انعم جمع نعمت ہے فافہم وتد بر مترجم۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفَّى (اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو وفات پا جاتے ہیں) بھر پور جوانی کے وقت یا اس سے قبل ہی یا اس کے بعد وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمْرِ (اور بعض تم میں سے بالکل ناکارہ عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں) ارذل کا معنی اخس ہے یعنی انتہائی پیری اور سن خرافت لِکَيْلًا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْنًا (تاکہ وہ جان چکنے کے بعد پھر بالکل نادان ہو جاتا ہے) یعنی وہ نادان ہو جائے اس کے بعد کہ وہ اس کو جانتا تھا یا تاکہ وہ علمی استفادہ نہ کر سکے اور جو پہلے جانتا تھا اس کو بھی بھول جائے پھر بعث کی ایک اور دلیل پیش کی اور فرمایا وَتَرٰی الْاَرْضَ هَامِدَةً (اور تو دیکھتا ہے زمین خشک پڑی ہے) مردہ، خشک، فَإِذَا اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ (پھر ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی اور پھولتی ہے) اهْتَزَّتْ کا معنی نبات سے حرکت میں آتی ہے۔ وَرَبَّتْ (اور بڑھتی ہے) پھولتی ہے۔ قراءت: یزید نے پورے قرآن میں ربّت کو ربّات پڑھا ہے اور اس کا معنی بلند ہونا۔

وَاَنْبَتَتْ مِنْۢ كُلِّ ذَوْجٍ (اور وہ اگاتی ہے ہر قسم کی نباتات) زوج صنف کے معنی میں ہے۔ بَهِيْجٌ (خوشنما) خوبصورت

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ۝۸

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی ایسی کتاب کے جو روشنی دکھانے والی ہو اللہ کی ذات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں

ثَانِي عَطْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝۹

یہ ایسا شخص ہے جو گردن کو موڑ کر چلا جاتا ہے تاکہ اللہ کے راستہ سے ہٹا کر لوگوں کو گمراہ کرے اس کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ہم اسے قیامت کے دن جلنے کا

الْقِيَمَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝۹ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتَ يَدَكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝۱۰

عذاب چکھائیں گے یہ اس وجہ سے ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

جس کو دیکھ کر دیکھنے والا خوش ہو۔

۶: ذٰلِكَ حُجُوْرٌ: یہ مبتدا ہے اس کی خبر بَانَ اللّٰهُ هُوَ الْحَقُّ ہے (یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے) یہ تخلیق بنی آدم کا جو تذکرہ ہوا اور اسی طرح زمین کی آبادی اور اس سے حاصل ہونے والی قسمائیں کی حکمتیں ثابت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہیں یعنی انہی کا وجود حقیقی اور قائم رہنے والا ہے۔ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَى (اور وہی مردوں کو زندہ کریں گے) جیسا کہ بنجر زمین کو آباد کر دیا۔ وَأَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اور وہی ہر چیز پر قادر ہے) قدرت والا ہے۔

۷: وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ (اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں) گونا گوں تغیرات قیامت کا پیش خیمہ ہیں (اور یہ بات قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا) یعنی وہ حکمت والا ہے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اس نے قیامت و بعث کا وعدہ کیا ہے پس ضروری ہے کہ جو وعدہ اس نے کیا اس کو پورا کرے۔

بعض مجادلین:

۸: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ ۖ فِي اللَّهِ (اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑا کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق ایسی صفات اس کی طرف منسوب کرتے ہیں جو اس کے مناسب نہیں۔ یہ ابو جہل کے متعلق اتری۔

۸۔ بِغَيْرِ عِلْمٍ (بغیر علم کے) علم سے بدیہی جو معرفت الہی تک پہنچائے۔ وَلَا هُدًى (بغیر ہدایت و راہنمائی) اس سے استدلالی علم مراد ہے کیونکہ یہ معرفت کی طرف لے جانے والا ہے۔ وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ (اور بغیر روشن کتاب کے) اس سے مراد وحی ہے انسانی علوم انہی تین طریقوں پر حاصل ہوتا ہے۔

۹: ثَانِي عَطْفِهِ (وہ اپنے پہلو کو موڑنے والا ہے) یہ حال ہے یعنی وہ اپنی گردن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے تکبر و بڑھائی کی وجہ سے موڑنے والا ہے۔

قرأت: حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ثانی عطفہ عین کے فتح سے پڑھا جائے گا۔ اسی مانع تعطفہ الی غیرہ یعنی جو اس کو غیر کی طرف موڑنے والا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی عبادت اس طرح کرتے ہیں جیسے کوئی شخص کنارہ پر ہو پھر اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچ گئی تو اس کی وجہ سے مطمئن ہو گیا

وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ ۖ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ ۚ قَدْ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ

اور اگر کچھ آزمائش آ گئی تو اپنے چہرہ کے بل پلٹ گیا وہ دنیا اور آخرت کے اعتبار سے تباہ ہو گیا۔ یہ

الْخُسْرَانِ الْمُبِينُ ۝ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا نُنْفَعُهُ ۚ

کھلی ہوئی تباہی ہے یہ شخص اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتا ہے جو اسے نہ ضرر دے اور نہ نفع دے۔

ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝ يَدْعُوا لِمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ ۚ لَبِئْسَ

یہ دور والی گمراہی ہے وہ اسے پکارتا ہے جس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے واقعی

الْمَوْلَىٰ وَلِبِئْسَ الْعَشِيرُ ۝

وہ برادر دوست ہے اور برادر نیک ہے۔

لِيُضِلَّ (تاکہ وہ گمراہ کرے) یہ مجادلہ کی علت ہے۔

قرأت: مکی اور ابو عمرو نے لِيُضِلَّ پڑھا ہے۔

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) اس کے دین سے لے فی الدُّنْيَا خِزْيٌ (ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے) یوم بدر میں قتل ہوتا۔ وَ نَذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ (اور ہم اس کو قیامت کے دن جلنے کا عذاب چکھائیں گے) ان کے لئے دونوں جہانوں یعنی دنیا و آخرت کا عذاب جمع کر دیں گے۔

۱۰: ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ يَدَاكَ (یہ تیرے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے) دونوں جہان میں عذاب کا باعث وہی کفر و تکذیب ہے جس کو وہ آگے کما کر روانہ کر چکا اور الید سے اس کی تعبیر اس لئے فرمائی کیونکہ ہاتھ ہی آلہ الکسب ہے۔ وَ أَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ (اور بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بالکل ظلم کرنے والے نہیں) بغیر گناہ کسی کو نہ پکڑیں گے اور کسی کے گناہ کے بدلے دوسرے کو نہ پکڑیں گے۔ اس کا عطف بجا پر ہے۔ اِی وَبَانَ اللَّهُ۔

الظلام مبالغہ کا صیغہ لایا گیا کیونکہ اس کے ساتھ ملکر جمع کا لفظ عبید آ رہا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کی طرف سے قلیل ظلم بھی گناہ کی قباحت اور استغناء کے حاصل ہونے کے باوجود ہماری طرف کے ہونے والے ظلم کے مقابلے میں کثیر ہے۔

دین میں مضطرب لوگ:

۱۱: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ (اور بعض آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے ہیں جیسے وہ کنارے پر

کھڑے ہیں) دین کے ایک کنارے پر نہ اس کے درمیان اور مرکز میں۔ یہ درحقیقت ایک مثال ہے کہ وہ اپنے دین کے متعلق قلق و اضطراب کا شکار ہیں۔ سکون و اطمینان میسر نہیں۔

تَحْوَرُ: یہ حال ہے ای مضطرباً۔ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ (اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچ گئی) جسمانی صحت اور معیشت میں وسعت و اطمینان (تو اس نے قرار پالیا) قرار پکڑا اور پر سکون ہوا۔ بہ (اس پر) اس بھلائی پر جو اس کو میسر ہوئی یا اس دین پر پس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگا۔ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ (اور اگر اس کو کوئی آزمائش مصیبت آگئی) برائی اور جسمانی تکلیف، بد حالی یا نُقْلَبَ عَلَى وَجْهِهِ (تو منہ اٹھا کر کفر کی طرف چل دیتا ہے) اس کی جانب یعنی مرتد ہو کر کفر کی طرف لوٹ جاتا ہے جس طرح وہ شخص جو لشکر کے ایک جانب پڑا ہوا اگر لشکر کا میاں بی و غنیمت حاصل کرے تو مطمئن اور ثابت قدم رہتا ہے ورنہ فرار اختیار کر کے اپنی راہ لیتا ہے۔

قول مفسرین رحمہم اللہ یہ بعض بدوؤں کے متعلق اتری جو مدینہ میں مہاجر بن کر آئے۔ ان میں سے ایک کا جب بدن صحیح ہوتا اور اس کی گھوڑی شاندار پچھیرا جنتی اور اپنے گھر میں بھی بیٹا پیدا ہوتا اور مال و حیوانات میں اضافہ ہوتا تو کہتا میں نے تو اس دین میں برکت ہی برکت پائی ہے اور مطمئن ہوتا اور اگر معاملہ اس کے الٹ ہوتا تو دین سے منہ پھیر لیتا۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ (وہ دنیا و آخرت کھو بیٹھا) یہ حال ہے اور قد مقدرہ ہے اس کی دلیل روح اور زید کی قراءت ہے۔

خاسر الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ خَسِرَ ان فی الدنیا سے قتل وغیرہ مراد ہے۔ اور آخرت کا خسارہ خلود فی النار ہے۔ ذَلِکَ (یہ) دونوں جہان کا خسارہ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ (وہ کھلا ہوا خسارہ ہے) ایسا ظاہر جو کسی پر مخفی نہ رہے گا۔

۱۲: يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ (وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے کی عبادت کرتا ہے) مراد بت۔ وہ ارتداد کے بعد اس طرح کرتا ہے۔ مَا لَا يَضُرُّهُ (جو اس کو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے) اگر وہ اس کی عبادت نہ کرے۔ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ (اور جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے) اگر اس کی عبادت بھی کرے۔ ذَلِکَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ (یہ پرلے درجے کی گمراہی ہے) جو درستگی سے دور ہے۔

کافر جماد کا عابد:

۱۳: يَدْعُوا لِمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ (وہ پکارتا ہے اس کو جس کی عبادت کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ قریب الوقوع ہے)

اشکال: اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں اصنام سے نفع و ضرر کی نفی فرمائی اور اس آیت میں دونوں چیزیں ثابت کیں؟

حل: اگر معنی صحیح طور پر سمجھ لیا جائے تو یہ وہم خود دور ہو جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کی حماقت یہ بیان کی کہ وہ ایک حماد کی عبادت کرتا ہے جو ذرا بھر نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ حالانکہ کافر کا اعتقاد اس کے متعلق یہ ہے کہ وہ اس کا سفارشی بنے گا۔ پھر فرمایا قیامت کے دن یہ کافر بڑے زوردار انداز سے کہہ اٹھے گا جبکہ وہ بتوں کا نقصان ملاحظہ کرے گا۔ مگر شفاعت کا ذرا بھر اثر نہ دیکھے گا۔ جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے کہ یہ بہت برا مددگار ساتھی ہے۔ لَبْسَ الْمَوْلَى (ایسا کارساز بھی بہت برا) مددگار و لَبْسَ الْعَشِيرِ (اور بہت برا رفیق ہے۔)

يَدْعُوا كَالْفُزَارِ بار بار لایا گیا ہے گویا اس طرح فرمایا يدعو، يدعو من دون الله ما لا يضره وما لا ينفعه پھر فرمایا لمن

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ انہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں

الْأَنْهَارُ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ^{۱۴} مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي

گی بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے جو شخص یہ خیال کرتا ہو کہ اللہ دنیا میں اور آخرت میں اپنے رسول ﷺ کی مدد

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لِيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ

نہ کرے گا تو اسے چاہئے کہ آسمان تک ایک رسی تان لے پھر کاٹ دے پھر دیکھ لے آیا اس کی تدبیر اس کے

كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ^{۱۵} وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِيَ مَنْ يُرِيدُ^{۱۶}

غیظ کی چیز کو ختم کر سکتی ہے اور ہم نے اسی طرح کھلی ہوئی آیات نازل کیں اور بلاشبہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

ضرہ اس کے معبود ہونے سے نفع کی نسبت قریب تر ہے۔ جب کہ وہ سفارشی ہو۔

۱۴: إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ (بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے جنت کے ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے) یہ وعدہ ان لوگوں کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہر حال میں کرنے والے ہوں ان کی طرح نہ ہوں جو ایک کنارے پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہوں۔

کفار کا غصہ بے فائدہ ہے:

۱۵: مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (جو شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی مدد دنیا و آخرت میں ہرگز نہ کریں گے) مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے رسول کا مددگار ہے آپ کے دشمنوں میں سے جو اس کے خلاف گمان رکھتا ہے۔ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ (پس اس کو چاہئے کہ وہ ایک رسی تان لے) سبب کا معنی رسی۔ إِلَى السَّمَاءِ (آسمان تک) گھر کی بلندی۔ ثُمَّ لِيَقْطَعْ (پھر وہ وحی کا سلسلہ کاٹ دے) پھر وہ چاہئے کہ گلا گھونٹ لے۔ یہاں گلا گھونٹنے کو قطعاً فرمایا ہے کیونکہ گلا گھونٹنے والا اپنی سانس کے راستوں کو روک کر سانس کو کاٹ دیتا ہے۔

قراءت: بھری و شامی نے لام کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ (پھر غور کرے کہ کیا اس کی تدبیر اس کی ناگواری کی چیز کو) مالدی کے معنی میں ہے ای الذی یغیظہ جو اس کے غصہ دلاتی ہے یا مصدر یہ ہے اب ما یغیظ سے غصہ کرنا مراد اس طرح ہوگا کہ اس کو یہ تصور دل میں لانا چاہئے کہ اگر اس نے ایسا کیا تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی نصرت ہٹ جائے گی جو اس کو غصہ دلا رہی ہے۔ ہرگز نہیں پھر

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہیں اور جو فرقہ صابئین ہے اور نصاریٰ ہیں اور جو مجوس ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے شرک

أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۱۷

کیا یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا بلاشبہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند

وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ط وَكَثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ

اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جن پر

الْعَذَابُ ط وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ ط إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ط ۝۱۸

عذاب کا استحقاق ہو چکا ہے اور اللہ جسے ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بلاشبہ اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

اس غصے کا کیا فائدہ؟ اس کے فعل کو بطور استہزاء کیداً کہا کیونکہ اس نے یہ کید محسود کے ساتھ نہیں کیا بلکہ اپنی ذات سے کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے غصہ دلانے والی چیز کا وہ ازالہ کر سکے۔

۱۶: وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ اور اسی طرح ہم نے اس کو اتارا ہے اس اتارنے کی طرح ہم نے سارا قرآن مجید اتارا ہے۔ ایلٹ بیسٹ (واضح آیات) وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ (اور بیشک اللہ اس کی راہنمائی کرتے ہیں جس کے متعلق ارادہ کرتے ہیں) یعنی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ان لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں جن کے متعلق وہ جانتے ہیں کہ یہ ایمان لائیں گے یا ایمان والوں کو ایمان پر ثابت قدم فرماتے ہیں۔ اور ان کی ہدایت میں اضافہ فرماتے ہیں اسی طرح ہم نے اس کو واضح اتارا ہے۔

حقیقی فیصلہ قیامت کو:

۱۷: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا (بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں یہودی اور صابی اور عیسائی، مجوسی اور مشرکین) ایک قول یہ ہے کہ ادیان پانچ ہیں۔ چار شیطان کیلئے اور ایک رحمان کیلئے۔ الصابئون یہ نصاریٰ کی ایک قسم ہے۔ پس چھ نہ بنے۔

إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے) احوال واماکن کے اعتبار سے ایک ہی سزا دیں گے۔ اور نہ ان کو ایک جگہ جمع کریں گے۔

حَجُّوْا: ان الذين امنوا کی خبر ان الله يفصل بينهم ہے جیسا کہتے ہیں ان زیداً ان اباه قائم۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے) اس کو جاننے والا اور اس کی نگہبانی کرنے والا ہے۔ پس ہر شخص کو اپنے عقیدہ، قول، فعل پر غور کرنا چاہیے۔ یہ انتہائی بلوغ انداز میں وعید ہے۔

۱۸: اَلَمْ تَرَ (کیا آپ نہیں جانتے) کیا تم نہیں جانتے اے محمد ﷺ ایسا علم جو آنکھوں دیکھنے کی طرح ہے۔ اَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ (کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے سب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں)۔

ایک قول:

تمام اس کو سجدہ کرتے ہیں مگر ہمیں اس کی اطلاع نہیں جیسا کہ ان کی تسبیح کی اطلاع نہیں۔ ارشاد الہی ہے۔ وَاَنْ مَنْ شَيْءٍ اِلَّا يَسْبِحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ [الاسراء: ۴۴]

دوسرا قول:

غیر مکلف میں افعال کے اعتبار سے جو تبدیلیاں وارد ہوتی ہے اور اس کے حکموں کیلئے وہ مسخر ہیں جو کام ان کے ذمہ لگا دیا اسی کو جود سے تعبیر کیا۔ مکلف کے سجدہ کے ذریعہ اطاعت کرنے سے تشبیہ دیتے ہوئے کیونکہ مکلف کیلئے سب سے بڑی عاجزی یہی ہے۔ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ (اور بہت سے لوگ) یعنی بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کو طاعت و عبادت کا سجدہ کرتے ہیں۔

يَخْشَوْنَ: یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور مَنْ النَّاسِ اس کی صفت ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور وہ مثبت ہے اس پر كَثِيْرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ دلالت کرتا ہے۔

وَكَثِيْرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ (اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو گیا) یعنی ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ جن پر کفر کی وجہ سے عذاب ثابت ہو چکا اور سجدہ سے انکار کی وجہ سے عذاب لازم ہو چکا۔ وَمَنْ يُهِنِ اللّٰهُ (اور جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کر دے) بد بختی کے ساتھ فَمَالَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ (پس اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں) خوش بختی کے ساتھ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں) اکرام و اہانت وغیر ذلک۔

رد معترضہ:

کہ اللہ تعالیٰ نے چیزوں کو چاہا مگر کیا نہیں۔ ان دونوں آیات کا ظاہر دلالت کر رہا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

هٰذَيْنِ خَصْمَيْنِ اِخْتَصَمُوْا فِي رَّبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ

یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا سو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے قطع کئے

مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۙ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُوْنِهِمْ

جائیں گے ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا جس کی وجہ سے وہ سب گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا

وَالْجُلُوْدُ ۖ وَلَهُمْ مَّقَامِعٌ مِّنْ حَدِيْدٍ ۚ كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ

اور کھالیں بھی گل جائیں گی ان کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے جب کبھی گھٹن کی وجہ سے دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں

غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۚ وَذُقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۖ

گم وہ اس میں واپس کر دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو۔

کفار کا حال:

۱۹: هٰذَيْنِ خَصْمَيْنِ (یہ دونوں فریق ہیں) آپس میں جھگڑنے والے فریق ہیں۔ یہاں فریق کو خصم سے جو کہ صفت ہے تعبیر کر دیا۔ اِخْتَصَمُوْا (انہوں نے اختلاف کیا) معنی کا لحاظ کر کے جمع کا صیغہ لایا گیا۔ اور هٰذَانِ لفظ کا لحاظ کر کے تشبیہ لایا گیا۔ مراد اس سے مؤمن اور کافر دو فریق ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

یہ ضمیر مذکورہ پانچوں اہل ادیان اور مؤمنوں کی طرف لوثی ہے مؤمن ایک فریق ہیں اور باقی پانچوں ایک فریق ہیں فی رَبِّهِمْ (اپنے رب کے متعلق) اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی صفات کے متعلق پھر ہر ایک کی جزاء ذکر کی۔ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (پس وہ لوگ جو کافر ہیں) اللہ تعالیٰ نے ان اللہ یفصل بینہم یوم القیامۃ [الحج: ۱۷] میں جس فیصلے کا ذکر فرمایا اس کی تفصیل اسی آیت میں آرہی ہے۔ وہ یہ ہے قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ (ان کے لئے آگ کے کرتے کاٹے جائیں گے) گویا اللہ تعالیٰ ان کے اجسام کی مقدار سے آگ ان کے لئے مقرر کر دیں گے۔ جو ان پر چھانے والی ہوگی جیسا کہ لباس کے کپڑوں کو جسم پر پورا فٹ مایا جاتا اور کاٹا جاتا ہے۔ یہاں ماضی کا لفظ استعمال کیا گیا کیونکہ یہ بہر صورت ہو کر رہے گا۔ پس یہ ثابت شدہ حقیقت کی طرح ہے۔ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ (ان کے سروں پر انڈیلا جائے گا۔)

قراءت: بصری نے رُءُوسِهِم کو ہا اور میم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ حمزہ، علی اور خلف نے ہا اور میم کو ضمہ سے رُءُوسِهِم پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے ہا کے کسرہ اور ضمہ میم سے پڑھا ہے۔ الْحَمِيْمُ (گرم پانی) قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یکہ اگر اس میں سے نقطہ کے برابر پانی زمین کے پہاڑوں پر گر جائے تو وہ پگھل جائیں۔

۲۰: يُصْهَرُ (اس سے پکھل جائے گا) پگھلا دیا جائیگا۔ یہ (اس گرم پانی کے ساتھ) مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ (جو کچھ کہ ان کے پیٹوں اور چمڑوں میں ہوگا) یعنی وہ پانی ان کی انتڑیاں اور دیگر اندرونی اجزاء کو پگھلا ڈالے گا۔ جیسا کہ ان کے چمڑے پکھل جائیں گے۔ پس وہ پانی ظاہر اور اندرون موثر ہوگا۔

۲۱: وَلَهُمْ مَقَامِعُ (اور ان کے لئے لوہے کے گرز ہتھوڑے ہونگے) خاص قسم کے کوڑے مِنْ حَدِيدٍ (لوہے کے) جس سے ان کو ماریں گے۔

۲۲: كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا (جب بھی وہ دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے) اُٹھنا کی ضمیر ناز کی طرف ہے۔ مِنْ غَمِّ (غم کی بناء پر) یہ مٹھا سے بدل الاشتمال ہے حرف جار کا اعادہ کیا گیا ہے۔ نمبر ۲۔ پہلا مَنْ ابتداءً غایت کیلئے ہے اور دوسرا مَنْ اجلیہ ہے مطلب یہ ہے جب بھی وہ آگ سے نکلنے کا ارادہ غم کی وجہ سے کریں گے جو غم کہ ان پر طاری ہوگا۔ تو بھی نکلنے نہ پائے ہونگے کہ اُعِيدُوا فِيهَا (ان کو اس میں لوٹا دیا جائے گا) گرز مار کر۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ کہ جہنم سے ان کے خروج کا مطلب یہ ہے کہ آگ کی لپٹیں اٹھا کر انہیں اوپر کی طرف پھینکیں گی۔ جب وہ اس کی بلندی میں پہنچیں گے تو ان کو گرز رسید کئے جائیں گے جن سے ستر خریف وہ جہنم میں نیچے جا گریں گے۔ اور بڑی آگ کی طرف لوٹنا مراد ہے نہ کہ آگ سے مکمل طوراً انکا جدا ہونا اور پھر لوٹنا۔

وَذُوقُوا (اور تم چکھو) یعنی ان کو کہا جائے گا تم جلنے کا عذاب چکھو۔ عَذَابُ الْحَرِيقِ (جلنے کا عذاب) پھیلی ہوئی آگ کا سخت عذاب جو شدید ہلاک کن ہے۔ پھر دوسرے فریق کا بدلہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔



طرف کردی گئی یا آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کی اور ان کی زبان پر الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ جاری فرمادیا اور جنت کا راستہ ان کو دکھایا۔

الحمد للہ تعالیٰ کی ذات جن کی تعریف ہر زبان پر ہے۔

۲۵: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (بیشک جو کافر ہوئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے (مسلمانوں کو) روکتے ہیں) اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔

نَحْوُ: کفروا کی ضمیر فاعلی سے ویصدون حال ہے جیسا کہا جاتا ہے فلان یحسن الی الفقراء اس سے مراد اس کی طرف سے فقراء کے ساتھ حسن سلوک کا حال و استقبال میں پایا جاتا ہے۔

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (اور مسجد حرام سے) وہ مسجد حرام اور اس میں داخلہ سے روکتے ہیں۔ الَّذِیْ جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ (جس کو ہم نے تمام آدمیوں کیلئے مقرر کیا) اس میں شہری اور دیہاتی کے امتیاز کے بغیر داخلہ کی کھلی اجازت دی ہے۔

مراد مسجد حرام:

نمبر ۱۔ مکہ مکرمہ مراد ہے۔ اس صورت میں اس آیت میں ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مکہ کے مکانات کو فروخت نہیں کیا جاسکتا۔ نمبر ۲۔ اس سے مراد بیت اللہ ہے تو پھر مطلب یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں کیلئے قبلہ ہے۔

سَوَاءٌ (برابر ہے) قراءت: حفص نے نصب سے پڑھا ہے اور یہ جعلنا کا مفعول ثانی ہے۔ ای جعلناہ مستویا ہم نے اس کو برابر بنایا۔ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ (اس میں رہنے والا ہو اور باہر سے آنے والا ہو) الباد غیر مقیم کو کہتے ہیں۔

نَحْوُ: مکی نے البادی پڑھا ابو عمرو نے وصل میں اس کی موافقت کی اور دیگر قراء نے رفع میں ان کی موافقت کی اور اس کو خبر قرار دیا اور اس کا مبتدا مؤخر ہے ای العاکف فیہ والبادی سواء۔ اور جملہ مفعول دوم ہے جعلنا کا اور للناس حال ہے۔

وَمَنْ يُرْذِیْهِ (اور جو کوئی اس میں ارادہ کرے) یعنی مسجد حرام میں بِالْحَادِیْ بِظُلْمٍ (خلاف دین کام کا ظلم کے ساتھ) یہ دونوں احوال مترادف ہیں اور یروذ کا مفعول قصد متروک ہے تاکہ ہر چیز کو شامل ہو جائے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے من یرذ فیہ

مراداً ما عادلاً من القصد ظالماً۔ جو شخص اس میں کوئی بھی مقصد لیکر میانہ روی سے ہٹے گا وہ ظالم ہوگا۔ الالحاد میانہ روی سے پھر جانا۔ نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ الْیَمِّ (ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے) آخرت میں۔

نَحْوُ: اِنَّ کی خبر محذوف ہے کیونکہ جواب شرط اس پر دلالت کر رہا ہے تقدیر کلام یہ ہے ان الذین کفروا ویصدون عن المسجد الحرام نذیقھم من عذاب الیم وکل من ارتکب فیہ ذنباً فھو کذلک۔ بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے اور

وہ جو مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں ہم ان کو دردناک عذاب چکھائیں گے اور ہر ایسے شخص کو بھی جو اس میں کسی گناہ کا مرتکب ہو۔

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ

اور جب ہم نے ابراہیمؑ کو بیت کی جگہ بتا دی کہ تم میرے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ اور میرے گھر کو

لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝۲۶ وَإِذْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ

طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا اور لوگوں میں حج کا اعلان کرو دو تمہارے پاس

رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝۲۷ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ

پیدل چل کر اور دہلی اونٹنیوں پر آئیں گے یہ اونٹنیاں دور دراز راستوں سے آئیں گی تاکہ لوگ اپنے منافع کے لئے حاضر

لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ

ہوں اور ایام مقررہ میں ان چوپایوں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اللہ نے انہیں عطا

بِهِم مِّنَ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ الْفَقِيرِ ۝۲۸ ثُمَّ لِيَقْضُوا

فرمائے ہوں تم ان میں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھاؤ پھر اپنے میل کچیل کو

تَفَشَّهُمْ وَلِيُوفُوا نَدْوَهُمْ وَلِيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝۲۹

دور کریں اور اپنی نذروں کو پوری کریں اور البیت العتیق کا طواف کریں۔

تذکرہ ابراہیم علیہ السلام اور شعائر اللہ کا تذکرہ:

۲۶: وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ (اور جب ہم نے ابراہیم کیلئے بیت اللہ کی جگہ متعین کر دی) اس وقت کو یاد کرو اے محمد ﷺ جبکہ ہم نے مقرر کر دیا۔ لا ابراہیم مکان البیت (ابراہیم کیلئے بیت اللہ کی جگہ) لوٹنے کی جگہ جس طرف وہ تعمیر و عبادت کیلئے رجوع کر سکیں۔ بیت اللہ کو ایام طوفان میں آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا۔ وہ سرخ یا قوت کا بنا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کیلئے اس جگہ کی نشان دہی ایک ہوا بھیج کر کی جس نے گھروالی جگہ کو صاف کر دیا جیسے جھاڑو دیکر صاف کرتے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے قدیم بنیادوں پر دیواروں کو اٹھایا۔

اَنْ یَہ قول مقدر کی تفسیر کیلئے آیا ہے ای فانیلین لہ۔ یہ کہتے ہوئے کہ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَ طَهِّرْ بَيْتِيَ (کہ تم میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو پاک کرو) ظاہری گندگیوں اور باطنی گندگیوں بتوں وغیرہ سے۔

قراءت: بَیِّنِی مدنی حفص نے فتح یاء سے پڑھا، حمزہ کسائی، ابو عمرو، ابن عامر نے سکون یاء سے پڑھا ہے۔

لِلطَّائِفِينَ (طواف کرنے والوں کیلئے) وَالْقَائِمِينَ (اور ان کے لئے جو قیام کرنے والے ہیں) ورجو مکہ میں اقامت

اختیار کرنے والے ہیں۔ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (اور رکوع سجدہ کرنے والوں کیلئے) جمع راکع اور ساجد کی ہے مراد نماز ادا کرنے والے۔

۲۷: وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (اور تم لوگوں میں حج کا اعلان کر دو) ان میں آواز لگاؤ۔ الحج خاص مقصد کیلئے خاص قصد کرنا۔ روایت میں ہے آپ جبل ابوقبیس پر چڑھے اور اس طرح اعلان فرمایا اے لوگو! اپنے رب کے گھر کا حج کرو۔ تو جن کی قسمت میں حج مقدر تھا انہوں نے اصلاب وارحام سے لبيك اللهم لبيك کہہ کر جواب دیا۔ قول حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے کہ آپ حجۃ الوداع میں یہ اعلان فرمادیں مگر پہلا قول زیادہ ظاہر ہے اور جواب امر یہ آیت ہے۔ يَأْتُوكَ رِجَالًا (تیرے پاس لوگ پیدل آئیں گے) رجال جمع راجل۔ پیدل۔ جیسا کہ قائم و قیام ہے۔ وَ عَلَى كُلِّ ضَامِرٍ (اور ہر کمزور و لاغر اونٹوں پر) اس کا عطف رجال پر ہے گویا اس طرح کہا راجلا آؤر کبانآ۔ الضامر لاغر و دبلا اونٹ

مَسْتَكِلَّةٌ رجال کو رکیبان پر مقدم کر کے پیدل کی فضیلت ظاہر فرمائی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ يَأْتِيَنَّ (وہ آئیں گے) ضامر کی صفت ہے کیونکہ وہ معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔

قراءت: عبد اللہ نے یاتون پڑھا اور اس کو الرجال اور الرکیبان کی صفت قرار دیا۔ مِنْ كُلِّ فُجٍّ (ہر وادی سے) راستے سے عَمِيقٍ (گہرے) دور۔ محمد بن یاسین کا قول: طواف میں مجھے ایک شیخ نے کہا۔ تم کہاں سے ہو؟ میں نے کہا خراسان سے اس نے سوال کیا تمہارے اور بیت اللہ کے مابین کتنا فاصلہ ہے میں نے کہا دو ماہ کا فاصلہ یا تین ماہ کا اس نے کہا تم تو پھر بیت اللہ کے پڑوسی ہو۔ میں نے کہا تم کہاں سے تشریف لائے ہو؟ اس نے کہا پانچ سال کی مسافت سے میں جب نکلا تو جوان تھا۔ اب ادھیڑ عمر ہو گیا تو پہنچا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم یہ خوب بندگی ہے اور سچی محبت کا نشان ہے اس پر وہ ہنس کر کہنے لگا۔

زرد من هویت وان شطط بك الدار و حال من دونه حجب واستار
محبوب کی ملاقات کرو خواہ اس کا گھر دور ہو۔ اور اس کے راستہ میں رکاوٹیں اور پردے حائل ہوں۔

لا يمنعك بعد عن زیارتہ ان المحب لمن يهواه زوار
دوری تمہیں اس کی ملاقات سے رکاوٹ نہیں بنی چاہے بیشک عاشق اپنے محبوب کی ملاقات کیا کرتا ہے۔

۲۸: لَيَشْهَدُوا (تاکہ وہ حاضر ہوں)

نَحْوُ: لام یا تو اذن کے متعلق ہے یا یا توك کے مَنَافِعَ لَهُمْ (اپنے منافع کیلئے۔)

نَحْوُ: منافع کو نکرہ لایا گیا کیونکہ مراد اس سے وہ منافع ہیں جو اس عبادت سے متعلق ہیں خواہ دینی ہوں یا دنیوی۔

منافع حج:

وہ صرف اسی میں پائے جاتے ہیں دیگر کسی عبادت میں موجود نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت ابتلائے نفس کیلئے مشروع ہے۔ مثلاً نماز، روزہ اور ابتلائے مال کیلئے مثلاً زکوٰۃ۔ اور حج ان ہر دو کو شامل ہے۔ نمبر ۲۔ اس کے ساتھ دیگر مشاق اور احوال کو

برداشت کرنا، اسباب سے یکسو ہونا۔ دوست و احباب سے منقطع شہروں اور وطنوں سے دوری، اولاد سے الگ تھلک، دوستوں سے انفصال، نمبر ۳۔ اور اس میں اس کی روزمرہ زندگی کے سلسلہ میں تنبیہ ہے کہ جب انسان دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف سدھارے گا۔ تو یہ کیفیت ہوگی۔

نمبر ۴۔ پس حاجی جب جنگل میں داخل ہوتا ہے تو اس کو اپنے زادراہ پر ہی اکتفاء کرنا ہوتا ہے اور اس میں سے کھانے کیلئے استعمال کرتا ہے۔ نمبر ۵۔ بالکل ٹھیک اسی طرح جب آدمی زندگی کے کنارے سے نکلے گا۔ اور بحروقات میں اس کی کشتی داخل ہوگی اس خلوت میں اس کے وہی چیز فائدہ دے گی جو اس نے معاد کے گزر اوقات کیلئے تیار کی ہوگی۔ اور اس کو انس وہ اور ادھی مہیا کریں گے جن سے وہ دل لگاتا تھا۔

نمبر ۶۔ مجرم کا غسل اور اس کی تیاری اور ان سلعے کپڑے اور خوشبو میں بسنا۔ یہ آئینہ ہے کہ عتقرب اسے چارپائی پر رکھا جائیگا اور غسل تجہیز و تکفین کی جائے گی اور حنوط سے اس کو خوشبودار کیا جائے گا اور ان سلعے کپڑے اس کو پہنا دیے جائیں گے۔ نمبر ۷۔ پھر محرم تو آگے چل کر پراگندہ بال اور پراگندہ حال ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حشر کی گھڑی قبر سے حیران نکلے گا۔ نمبر ۸۔ یہ عرفات میں حجاج کا وقوف و رغبت و خوف سے آس لگانا اور خوف و طمع سے سوال کرنا جبکہ یہاں مقبول و مخذول دو قسم ہوتے ہیں۔ یہ عرصات حشر کی حاضری کی طرح ہی تو ہے۔ جبکہ لا تکلم نفس الا باذنہ فمنہم شقی وسعید [سود: ۱۰۵] شقی وسعید کا مختلط اجتماع اور ہر ایک منہ پر گویا مہر لگی ہے۔

افاضہ عرفات:

نمبر ۹۔ ادھر افاضہ عرفات جانب مزدلفہ پر نگاہ کرو۔ جبکہ سورج غروب ہو چکا ہے یہ قضاء کے فیصلہ کی خاطر چلنے کی طرح ہے۔ نمبر ۱۰۔ اور منی کا موقف یہ گناہ گاروں کیلئے تمنائے شفاعت للشافعیین کی طرح ہے۔ نمبر ۱۱۔ اور سرمند وانا اور صاف ستھرا ہو جانا۔ رحمت و تخفیف کے ساتھ گناہوں کے بوجھ سے نکلنے والے کی طرح ہے۔ نمبر ۱۲۔ اور بیت الحرام جس کے اندر داخل ہونے والے کیلئے فرمایا من دخلہ کان امنا [آل عمران: ۹۷] وہ داخل ہونے والا دنیاوی ایذاؤں، قتال سے بچنے والا، دارالسلام جنت میں داخل ہونے والے کا نمونہ ہے۔ کہ اس میں داخل ہونے والا فناء و زوال سے ہمیشہ کیلئے بچ گیا۔ البتہ جنت نفس کی ناپسند چیزوں سے ڈھانپی گئی ہے۔ جس طرح کہ کعبۃ اللہ کو راستوں کے مالوف جنگلوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ وہ آدمی بہت خوب ہے جو جنگلوں کے خوفناک اور مہلک مقامات سے گزر کر ہانک پکار کے دن کی ملاقات کے شوق میں آگے بڑھ گیا۔

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ (اور وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیں) ذبح کے وقت فی اَیَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ (مقررہ ایام میں) عشرہ ذی الحجہ عند الامام الاعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آخری دن یوم نحر ہے اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اکثر مفسرین بھی اسی طرف گئے ہیں۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ایام نحر مراد ہیں یہ قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْاَنْعَامِ (وہ چوپائے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عنایت فرمائے ہیں) ان کو ذبح کرتے وقت یہ صاحبین رحمہم اللہ کے قول کی تاکید ہے۔ البہیمۃ جنگل و خشکی کے جانوروں میں چار پاؤں والا اس کی وضاحت انعام کے لفظ سے کر دی گئی کہ وہ اونٹ،

گائے، بھیڑ، بکری ہے۔ فَكُلُوا مِنْهَا (پس تم ان میں سے کھاؤ) ان کے گوشت سے۔

مَنْبِتُهُ: یہاں امراباحت کیلئے ہے نفلی ہدی میں سے کھانا درست ہے۔ اسی طرح متعہ اور قرآن کی ہدی میں سے بھی کیونکہ یہ فعل حج کا دم ہے۔ اس لئے قربانی کے مشابہہ ہے۔ باقی ہدایا جو دم جبر وغیرہ ہیں ان میں سے دم دینے والے کو کھانا جائز نہیں فقراء کو درست ہے۔ وَأَطِيعُوا الْبَآئِسَ (اور تم کھلاؤ تنگ دست کو) وہ شخص جس کو بد حالی پہنچے یعنی تنگ دستی۔ الْفَقِيرَ (محتاج) جس کو تنگی نے کمزور کر دیا ہو۔

۲۹: ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ (پھر وہ اپنی میل کچیل کو دور کریں) نمبر ۱۔ اپنے اجسام سے میل کو دور کریں نطفویہ نحوی نے اسی طرح کہا دوسرا قول قضاء تفت، مونچھیں کاٹنے، ناخن اتارنے، بغل کے بال لینے، زیر ناف صاف کرنے کو کہتے ہیں۔ التفت تو میل کو کہا جاتا ہے۔ اور یہاں مراد میل کے ازالہ کو پورا کرنا۔ ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول یہ ہے کہ قضاء و تفت تمام مناسک حج کی ادائیگی کو کہتے ہیں۔

وَلْيُؤْفُوا نَذْرَهُمْ (اور وہ اپنی نذر کو پورا کریں) یعنی حج کے واجبات۔ اور اہل عرب پر اس شخص کو جو اپنے فریضہ سے فارغ ہو کہتے ہیں وفی بندہ خواہ اس نے کوئی نذر نہ مانی ہو۔ نمبر ۲۔ یا نیکی کے وہ اعمال جن کی اعمال حج کے سلسلہ میں وہ نذر مان لیتے ہیں۔

قراءت: ابوبکر نے وَلْيُؤْفُوا لام کے سکون اور تشدید فاء کے ساتھ پڑھا۔ وَلْيُطَوَّفُوا (اور وہ طواف کریں) طواف سے طواف زیارت مراد ہے جو کہ حج کا رکن ہے اور اس کی ادائیگی سے تکمیل تحلل من الاحرام ہو جاتی ہے۔ ليقضوا، لیوفوا، لیطوفوا میں قراءت یہ ہے کہ ابن عامر اور ابو عمرو، ابن کثیر، نافع وغیرہ نے تینوں لامات مکسور پڑھی ہیں البتہ دیگر قراء نے تینوں ساکنہ پڑھی ہیں۔

بیت اللہ العتیق:

بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ (پرانے گھر کا) عتیق قدیم کے معنی میں آتا ہے۔ کیونکہ فرمایا گیا ان اول بیت وضع للناس [آل عمران: ۹۶] آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی پھر تجدید تعمیر ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں کرائی گئی۔ نمبر ۲۔ عتیق کا معنی معزز۔ اسی سے عتاق الخیل جو ان گھوڑوں کو بولتے ہیں جو شاندار عمدہ ہوں اور عتاق الرقیق ان غلاموں کو کہتے ہیں جو غلامی سے نکل کر حریت کی عزت پالیں۔ نمبر ۳۔ یہ غرق سے بچا رہا کیونکہ زمانہ طوفان میں اس کو اٹھالیا گیا۔ نمبر ۴۔ ظالموں کے ہاتھوں سے آزاد کیا ہوا ہے۔ کتنے ہی ظالم اس کو گرانے کیلئے چلے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی۔ نمبر ۵۔ حکمرانوں کے ہاتھوں سے آزاد ہے۔ کوئی اس کا مالک نہیں ہوا۔ یہ زمین والوں کیلئے طواف گاہ ہے جیسا کہ عرش اہل سماء کیلئے مطاف کی جگہ ہے۔

طالب صادق کو جب خوشی ابھارتی اور طلب کی کششیں اپنی طرف کھینچتی ہیں تو وہ زمینی مسافروں کو مرحلوں میں طے کرتا اور خطرناک راستوں کو عبور کرتا ہوا چلا آتا ہے۔ جونہی وہ بیت اللہ کو آنکھوں کے سامنے پاتا ہے اس کا شوق ہدی خوان بن جاتا ہے اور استلام حجر سے بھی اس کے دل کو تسلی نہیں ملتی بلکہ وہ چاہتا ہے۔

☆ چوں برسی کوئے دلبر ہمار جان مضطر

ذٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرْمَتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لّٰهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَاٰحَلَّتْ لَكُمْ

یہ بات ہو چکی اور جو شخص اللہ کی حرمت کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے رب کے نزدیک اس کے لئے بہتر ہے اور تمہارے لئے چوپائے حلال

الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰی عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا

کئے گئے سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنا دیئے گئے ہیں سو تم گندگی سے یعنی بتوں سے بچو اور جھوٹی

قَوْلَ الزُّوْرِ ۚ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۖ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَانَ مِمَّا

بات سے بچو اس طرح سے کہ اللہ کی طرف جھکے ہوئے ہو اس کے ساتھ شریک کرنے والے نہ ہو اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ

خَرَمِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهَا الطَّيْرُ اَوْ تَهْوٰی بِهٖ الرِّیْحُ فِی مَكَانٍ سَحِیْقٍ ۚ ذٰلِكَ

آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں توچ لیں یا اسے ہوا نے اڑا کر کسی دور جگہ جا کر پک دیا۔ یہ بات ہو چکی

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَاۤیِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ ۚ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰی

اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے سو یہ دلوں کے تقویٰ کی بات ہے۔ تمہارے لئے ان میں ایک مقررہ وقت تک

اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ مَجٰلُهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِیْقِ ۚ

منافع ہیں پھر ان کا پہنچنا ہے بیت عتیق تک۔

☆ کہ مبادا بار دیگر حاصل نہ شود اس تمنا

جان کو قابو میں نہ پا کر دیوانہ وار وہ اس کے گرد چکر لگاتا ہے۔ جیسا پیا سا پرندہ منڈلاتا ہے۔

طواف زیارت حج کے تین فرائض میں سے آخری فریضہ ہے۔

اول احرام:

یہ حقیقت میں معاہدہ التزام ہے۔ اور اسلام کے کڑے کو مضبوطی سے تھامنے کا نام ہے۔ تاکہ حج کے ممنوعات کا ارتکاب کر کے اس کا انکار نہ کر بیٹھے اور اس کا عقد مفسدات و منافی کے ساتھ محض نام کا عقد نہ رہ جائے۔ جیسا کہ معاہدہ اسلام کثرت گناہ سے نوثا نہیں۔ اور ایک توبہ سے ایک ہزار گناہ اٹھ جاتے ہیں۔

دوسرا وقوف عرفات:

یہ درحقیقت گڑ گڑانے اور رونے دھونے کا پہلا بہانہ ہے اور اپنے اعمال کے مراتب اور احوال کے مشاہدات پر بھروسہ سے سچی علیحدگی اور دست برداری اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہی پر بھروسہ کا نام ہے۔

تعظیم حرمت:

۳۰: ذٰلِكَ نَحْوُ: یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ اے الامر ذٰلِكَ یا تقدیر عبارت یہ ہے لیفعلوا ذٰلِكَ۔ وَمَنْ يُعْظِمُ حُرْمَتِ اللَّهِ (جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کرے گا) الحرمة جس کی بے عزتی کسی طور پر حلال نہ ہو۔ وہ تمام احکام حج وغیرہ جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا وہ تمام اسی درجہ میں ہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ تمام احکام تکلیفیہ مراد لئے جائیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ فقط احکام حج مراد ہوں۔ ایک قول یہ ہے حرمت اللہ سے بیت اللہ شریف، مزدلفہ، مشعر حرام، مکہ مکرمہ اور مسجد حرام مراد ہے۔

فَهُوَ (پس وہ) تعظیم خَيْرٌ لَّهِ عِنْدَ رَبِّهِ (بہت بہتر ہے اس کے رب کے ہاں) اور تعظیم کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ ان کی رعایت لازم ہے۔ اور ان کی حفاظت اور نگہبانی کرنا ضروری ہے۔ وَأُحِلَّتْ لَكُمْ الْاَنْعَامُ (تمہارے لئے جو پائے حلال کئے گئے) یعنی انکا کھانا اِلَّا مَا يُتْلٰی عَلَيْكُمْ (مگر وہ جو تم پر پڑھا جائے گا) یہ آیت تحریم مراد ہے حرمت علیکم المیتة [المائدہ ۳۱]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمام چوپاؤں کو حلال کیا سوائے ان کے جن کے متعلق اس نے اپنی کتاب میں وضاحت کر دی۔ پس تم اس کے حدود کا لحاظ کرو۔ اور اس کی حلال کردہ اشیاء میں سے کسی چیز کو حرام مت کرو۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے بحیرہ، سائبہ وغیرہ حرام رکھے تھے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان کو حلال مت کرو جیسا کہ بعض مردار اور موقوفہ وغیرہ کھا لیتے تھے۔ جب اپنی حرمت کی تعظیم پر آمادہ کیا تو اس کے مابعد بتوں کی گندگی سے پرہیز کرنے اور جھوٹ سے بچنے کی تعلیم دی۔ چنانچہ فرمایا: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ (تم بتوں کی گندگی سے پرہیز کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو) کیونکہ یہ عظیم ترین حرمت میں سے ہے اور ان میں سب سے بڑھ کر ہے۔

نَحْوُ: من الاوثان یہ الرجس کا بیان ہے کیونکہ الرجس مبہم ہے اور اشیاء کو بھی شامل ہے گویا اس طرح فرمایا فَاجْتَنِبُوا الَّذِیْ هُوَ الْاَوْثَانِ۔ تم اس گندگی سے بچو جو کہ خود بت ہیں۔ اوثان کو رجس بطور تشبیہ کے کہا یعنی تمہارے طبائع میں پلیدی سے نفرت تو پائی جاتی ہے پس تم پر لازم ہے کہ تم ان سے بھی نفرت کرو (کیونکہ وہ باطنی پلیدی ہے جو ظاہری پلیدی سے بڑھ کر ہے)

فَاِنَّكَ: یہاں شرک اور جھوٹ کو ایک صف میں رکھ کر پیش کیا۔ اس سے کذب و بہتان مراد ہے یا جھوٹی گواہی۔ اور یہ الزور کا لفظ زار یزور زور سے لیا گیا ہے جس کا معنی انحراف آتا ہے کیونکہ شرک بھی باب زور سے ہے کیونکہ مشرک کا خیال ہے کہ بت اس کی عبادت کا مستحق ہے اور یہ حق سے انحراف ہے۔

۳۱: حُنْفًا لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کیلئے دین کو خالص رکھنے والے) مسلمان بن کر غَيْرَ مُشْرِکِیْنَ (اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے نہ بنو)

نَحْوُ: یہ حنفاء کی طرح حال ہے۔

شُرک و مشرک کی تشبیہ:

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ (جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کر لیا گویا وہ گر پڑا) خَرَّ کا معنی سقط آتا ہے مِنْ السَّمَاءِ (آسمان سے) زمین کی طرف فَتَخَطَّفُهُ الطَّيْرُ (پھر پرندے اس کی بوٹیاں نوچ لیتے ہیں) خطف جھپٹ لینے کو کہتے ہیں جلدی سے چھیننا۔

قراءت: مدنی نے تخططفہ پڑھا ہے۔

أَوْ تَهْوِي بِه الرِّيحُ (یا ہوا اس کو پھینک دے) گرا دے اھوئی السقوط گرنا۔ فَيُ مَكَانٍ سَحِيقٍ (دور جگہ میں) حقیق بعید کے معنی میں آتا ہے۔ ایک قول یہ بھی درست ہے کہ یہ تشبیہ مرکب ہوا در یہ بھی درست ہے کہ تشبیہ متفرق ہوا اگر تشبیہ مرکب مانیں تو تقدیر کلام اس طرح بنے گی۔ مَنْ اشْرَكَ بِاللَّهِ فَقَدْ اَهْلَكَ نَفْسَهُ اَهْلَاكَ لَيْسَ بَعْدَهُ بَانٌ صَوَّرَ حَالَهُ بِصُورَةٍ حَالٍ مَنْ خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَاصْتَطَفَتْهُ الطَّيْرُ فَتَفَرَّقَ قِطْعًا فِي حَوَاصِلِهَا أَوْ عَصَفَتْ بِه الرِّيحُ حَتَّى هَوَتْ بِه فِي بَعْضِ الْمَهَالِكِ الْبَعِيدَةِ جس نے شرک کیا اس نے تو اپنے آپ کو بالکل ہلاک ہی کر ڈالا۔ کہ جس کے بعد اب ساری صورت حال کو ایسے آدمی کی حالت سے تشبیہ دی جاسکتی ہے کہ جو آسمان سے گرا اسی گھڑی اس کو پرندوں نے اچک لیا پس وہ ان کے حواصل میں ٹکڑے ہو کر پہنچ گیا۔

تشبیہ مفرق:

مانیں تو ایمان کو بلندی میں آسمان سے تشبیہ دی اور شرک کرنے والے کو آسمان سے گرنے والے سے تشبیہ دی۔ ردی خواہشات کو مردار خور پرندوں سے۔ شیطان کو جو اس کو گمراہی میں ڈالتا ہے اس ہوا سے تشبیہ دی جو تیز چل کر ہر سامنے آنے والی چیز کو اٹھا کر ہلاک کن گہرے کھڈوں میں ڈال دے۔

۳۲: ذَلِكَ اِىْ الْاَمْرِ ذَلِكَ (معاملہ یہی ہے) وَمَنْ يُعْظِمُ شَعَائِرَ اللّٰهِ (کہ جو آدمی دین خداوندی کی ان یادگاروں کا پورا لحاظ کرتا ہے) تعظیم شعائر سے حج کے نشانات جیسے ہدایا وغیرہ مراد ہیں۔ ان کے متعلق کو خوب موٹا تازہ، بیش قیمت، خوبصورت خریدنے کا حکم دیا۔ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (پس یہ دلوں کے تقویٰ سے) یعنی شعائر کی تعظیم ان آدمیوں کے افعال میں سے ہے جو دلوں میں تقویٰ رکھتے ہیں تقدیر عبارت یہ ہے: فَانْ تَعْظِمُهَا مِنْ اَفْعَالِ ذَوِى تَقْوَى الْقُلُوبِ یہ تمام مضاف حذف کر کے فقط دلوں کا ذکر کر دیا کیونکہ وہ تقویٰ کے مراکز ہیں۔

۳۳: لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ (اور تمہارے لیے ان میں منافع ہیں) مثلاً ضرورت کے وقت سواری، ضرورت کے وقت دودھ کا استعمال اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک مقررہ وقت تک) ذبح ہونے تک ثُمَّ مَحِلُّهَا (پھر ان کا مقام ذبح) پھر ان کی قربانی کے واجب ہونے کا وقت ختم ہونے والا ہے۔ اِلٰى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ (قدیم گھر کی طرف) اس سے مراد اس کا ذبح کرنا حد و حرم میں ہے جس کا حکم بیت اللہ والا ہے کیونکہ حرم تو بیت اللہ کے حریم ہی کو کہا جاتا ہے جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں بلغت البلد حالانکہ تم تو اس کی حدود میں پہنچے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّذِكْرِ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةٍ

اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کرنا مقرر کر دیا تاکہ وہ ان جانوروں پر جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں اللہ کا نام ذکر

الْأَنْعَامِ ۖ فَالْهَکْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۖ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۚ (۳۲) الَّذِينَ

کریں سو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اسی کے فرمانبردار بنو اور جو لوگ عاجزی کرنے والے ہیں ان کو خوشخبری سنا دو جن کا یہ حال ہے

إِذَا ذَكَرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُمُ وَالْمُقِيمِي

کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور وہ مصیبتوں پر صبر کرنے والے ہیں اور نمازیں قائم

الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۚ (۳۲)

کرنے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

دوسرا قول الشعائر سے تمام مناسک حج مراد ہیں۔ اور ان کی تعظیم سے مراد ان کی تکمیل ہے۔ مگر محلّہا الی البیت العتیق

اس مفہوم کا انکار کرتا ہے۔

ہم نے منسک بنایا:

۳۴: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ (اور ہر ایک امت کیلئے ایک جماعت مؤمنہ ہے جو تم سے پہلے ہوئے۔ جَعَلْنَا مَنْسَكًا (ہم نے ایک منسک بنایا)۔

قراءت: مَنْسَكًا جہاں بھی آئے وہاں سین کے کسرہ کے ساتھ آئے گا۔ معنی موضع ہوگا۔ علی و حمزہ نے اسی طرح پڑھا ہے۔ یعنی

قربانی کی جگہ اور دیگر نے مصدر کی وجہ سے مفتوح پڑھا مَنْسَكًا خون بہانا۔ قربانی کو ذبح کرنا۔ لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ (تاکہ وہ اللہ

تعالیٰ کا نام لیں) اور کسی کا نہ لیں۔ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (جو چوپائے اللہ تعالیٰ نے ان کو عنایت فرمائے ہیں)

ذبح اور نحر کرنے کے وقت فَالْهَکْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ (پس تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے) ذبح کے وقت فقط اللہ تعالیٰ ہی کا نام

لیا کرو۔ اس لئے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

مَسْتَكَلًا: اس میں دلیل ہے کہ ذبیحہ پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لینا شرط ذبح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کیلئے یہ مقرر فرمایا کہ وہ

اللہ تعالیٰ کیلئے قربانی کریں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے قریب کیلئے ذبح کریں اور اس میں علت ذبح قربانی کی اس کے نام لینے کو قرار دیا

اللہ تعالیٰ کے نام کتنے مقدس ہیں۔ فَلَهُ أَسْلِمُوا (اور اسی کی فرمانبرداری اختیار کرو) اس کا خاص ذکر کرو اور اس ذکر کو ملاوٹ سے

بچا کر رکھو۔ شراکت کی ملاوٹ اس میں نہ ملاؤ۔

مخبت کون؟

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ (اور تم خشوع و خضوع برتنے والوں کو خوشخبری دے دو) الْمُخْبِتِينَ اللہ تعالیٰ کی یاد سے مطمئن نمبر ۲۔ تواضع اور

وَالْبَدَنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا

اور قربانی کے اونٹ اور گائیں جن کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے شعائر میں سے بنایا ہے تمہارے لئے ان میں خیر ہے سو تم ان پر

اسمِ اللہ علیہا صواف ۖ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ

اللہ کا نام لو جب قطار میں کھڑے ہوں، سو وہ جب اپنی کروٹوں پر گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور جو صبر کئے ہوئے ہوں اسے اور جو سوالی بن کر آجائے

وَالْمُعْتَصِرَ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۳۱ لَن يَّيْنَالَ اللَّهُ

اس کو کھلاؤ، اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔ اللہ کو ہرگز نہیں پہنچتے

لِحُومِهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّيْنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ

ان کے گوشت اور ان کے خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، اسی طرح اس نے ان کو تمہارے لئے مسخر کیا

لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدٰكُمْ ۚ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۲ اِنَّ اللَّهَ يَدْفَعُ عَن

تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور اچھے کام کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیتے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝۳۳

بلاشبہ اللہ ایمان والوں سے رفع فرمادے گا بلاشبہ اللہ کسی بھی خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔

خشوع کرنے والے یہ الخبت سے نکلا ہے اچھی زر خیز زمین۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: وہ جو ظلم نہیں کرتے جب ان پر ظلم کیا جائے تو بدلہ نہیں لیتے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی تفسیر بعد

والی آیت میں ہے۔

۳۵: الَّذِينَ اِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں)

ہیبت کی وجہ سے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ وَالصَّٰبِرِيْنَ عَلٰی مَا اَصَابَهُمْ (اور وہ صبر کرنے والے ہیں ان تکالیف پر جو ان کو

پہنچتی ہیں) مَصٰبٍ وَشَقٰتِيْنَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ (اور وہ نمازوں کو قائم کرنے والے ہیں) ان کے اوقات پر وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

يُنْفِقُوْنَ (اور جو رزق ہم نے دیا اس میں وہ خرچ کرتے ہیں) صدقہ کرتے ہیں۔

۳۶: وَالْبَدَنَ (اور قربانی کے جانور) یہ جمع بدنہ کی ہے اس کو بڑی جسامت کی وجہ سے بدنہ کہتے ہیں شرع میں اونٹ اور گائے

ہر دو کو شامل ہے۔

قراءت: رفع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اور وہ اس ارشاد کی طرح ہے وَالْقَمَرَ قَدْرَنَه [یس: ۳۹]

جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ (ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے دین کے خاص نشانات میں سے بنایا ہے) اللہ تعالیٰ کی شریعت کے نشانات میں سے۔

تَحْوِی: اسم اللہ کی طرف اضافت اس کی تعظیم و تکریم کیلئے ہے اور یہ جعلنا کا مفعول ثانی ہے۔ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ (تمہارے لئے اس میں خیر ہے) دنیا میں فائدہ اور آخرت میں اجر فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا (پس تم ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو) ذبح و نحر کے وقت صَوَافٍ (جبکہ وہ صف بستہ ہوں) حاضمیہ سے حال ہے ای قائمات قد صففن ایدیہن وارجلہن اس حال میں کہ کھڑے کر کے صف میں ان کے اگلے اور پچھلے پاؤں باندھ دیئے گئے ہوں۔ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا (جب ان کے پہلو زمین پر گر پڑیں) وجوب الجنب زمین پر گرنے کو کہتے ہیں۔ یہ وجب الحائط وجہ سے لیا گیا ہے جبکہ وہ گر جائے۔ جبکہ نحر کے بعد ان کے پہلو زمین پر آ رہیں اور حرکت ختم ہو جائے۔ فَكُلُوا مِنْهَا (پس تم ان میں سے کھاؤ) اگر تم چاہو۔ وَأَطِيعُوا الْقَانِعَ (اور قناعت کرنے والے سائل کو کھلاؤ) مراد سائل ہے یہ قنعت الیہ جب کہ عاجزی کی جائے اور سوال کیا جائے۔ قنوعاً سوال کرنا۔ وَالْمُعْتَرَّ (اور سوال کرنے والے کو) جو اپنا آپ تمہارے سامنے ظاہر کرے اور سامنے تو آئے مگر سوال نہ کرے۔ ایک قول جو کچھ اس کے پاس ہو اس پر راضی و خوش ہو۔ اور جو بلا سوال مل جائے اس پر اکتفاء کرے یہ قِنْعَتٌ قَنَعًا وَقِنَاعَةٌ سے ماخوذ ہے اور المعترّ جو سوال کیلئے دست درازی کرے۔

كَذَلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَعَلَّكُمْ (اسی طرح ہم نے ان کو تمہارے قابو میں دے دیا) جیسا کہ ہم نے ان کے ذبح کا حکم دیا اسی طرح ان کو تمہارے قابو میں دیا۔ نمبر ۲۔ یہ ذَلِكْ مِنْ عَظَمٍ [الحج: ۳۰] کی طرح ہے پھر جملہ مستانفہ لائے اور فرمایا سَخَّرْنَاَهَا لَكُمْ یعنی ان کے عظیم الجثہ اور طاقتور ہونے کے باوجود ان کو تمہارے تابع کر دیا ہے۔ تاکہ تمہیں ان کے ذبح پر قدرت حاصل ہو۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (تاکہ تم شکر یہ ادا کرو) تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے انعامات جو تم پر کئے گئے ہیں شکر یہ ادا کرو۔

فلسفہ قربانی:

۳۷: لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ (ہرگز اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا لیکن تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے) نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ گوشت و خون کو قبول نہیں کرتے بلکہ تقویٰ قبول کرتے ہیں۔ نمبر ۲۔ صدقہ کے گوشت اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو نہیں پہنچتے۔ اور نہ ہی ذبح کے ذریعہ بہائے ہوئے خون۔ مراد یہ ہے کہ گوشت و خون والے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو گوشت و خون سے راضی نہیں کر سکتے جب تک وہ نیت کی نگہبانی اور اخلاص اور تقویٰ کی دیگر شروط کا لحاظ نہ کریں۔ ایک قول یہ ہے جب اہل جاہلیت اونٹوں کو ذبح کرتے تو خون بیت اللہ کے گرد انڈ پلتے اور خون اس کی دیواروں پر لگاتے۔ جب مسلمانوں نے حج کیا تو اس کا ارادہ کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ (اسی طرح ہم نے ان کو تمہارے قابو میں دے دیا) یعنی قربانی کے اونٹوں کو لُكْبَرُوا اللَّهُ (تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑھائی بیان کرو) ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ نمبر ۲۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرو۔ عَلَىٰ مَا هَدَيْنَاكُمْ (جیسا اس نے تمہیں توفیق دی) اس کی طرح کشاں کشاں چلا دیا۔ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ (اور مخلصوں کو خوشخبری دے دو) ثواب کے ساتھ

اٰذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقْتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظَلَمُوْاؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌۙ ۝۳۸ الَّذِيْنَ

ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بلاشبہ اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔ یہ لوگ

اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْ اَدْفَعُ اللّٰهُ النَّاسَ

اپنے گھروں سے تاحق صرف یہ کہنے کی وجہ سے نکالے گئے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بعض لوگوں کو

بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ لَّهْدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيْعٌ وَصَلَوٰتٌ وَمَسٰجِدُ يُذَكِّرُ فِيْهَا

بعض کے ذریعہ دفع فرماتا ہے تو نصاریٰ کے غلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے

اَسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًاؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّصُرُهُؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌۙ ۝۳۹ الَّذِيْنَ اِنْ

اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے گرا دیئے جاتے اور یہ بات ضروری ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے بلاشبہ اللہ قوی ہے غلبہ والا ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ

مَكْنَهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا الزَّكٰوةَ وَامَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ

اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے

الْمُنْكَرِؕ وَبِاللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۴۰

روکیں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اس کے احکام کی تعمیل کرنے والے۔

مدافعت کا وعدہ:

۳۸: اِنَّ اللّٰهَ يُدْفِعُ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہٹائے گا۔)

قراءت: مکی وبھری نے یَدْفَعُ پڑھا اور دیگر نے یُدْفِعُ پڑھا۔ جس کا معنی مدافعت میں مبالغہ کرے گا۔

عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (ایمان والوں سے) یعنی مسلمانوں سے کفار کی دغا بازی کو اور اس کی مثل دوسری آیت ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ

رَسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا [غافر: ۵۱] پھر اس ارشاد میں اس کی تعلیل بیان فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ (بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتے ہر خائن سے) جو اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت کرنے والا

ہو۔ کُفُوْر (ناشکر گزار) اللہ تعالیٰ کے انعامات کا کیونکہ وہ ان کے مخالف کو پسند نہیں کرتا اور وہ خائن کفار ہیں اور اللہ اور رسول کے

ساتھ خیانت برتنے والے اور اپنی امانات میں خیانت کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے منکر اور ناقدری کرنے والے ہیں۔

۳۹: اٰذِنَ (ان لوگوں کو اجازت دے دی گئی)

قراءت: مدنی، بصری، عاصم کی قراءت میں اسی طرح پڑھا گیا ہے۔
لِلَّذِينَ يَقْتُلُونَ (ان لوگوں کو جس سے لڑائی کی جاتی ہے)۔

اجازت قتال اور اس کے اسباب:

قراءت: تاء کے فتح کے ساتھ مدنی، شامی، حفص نے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے ان کو لڑائی کی اجازت دے دی گئی۔ جس کی اجازت دی اس کو حذف کر دیا کیونکہ یقاتلون اس پر دلالت کر رہا ہے۔

بَانْتَهُمْ ظَلَمُوا (اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا) ان کے مظلوم ہونے کی وجہ سے اور اس سے مراد اصحاب رسول ﷺ ہیں۔
مشرکین ان کو بڑی ایذائیں دیتے تھے۔ وہ رسول ﷺ کی خدمت میں مضروب، زخمی سر، مظلومیت کی فریاد کرتے ہوئے آتے۔
آپ ﷺ ان کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے صبر کرو۔

ابھی تک مجھے قتال کی اجازت نہیں ملی۔ یہاں تک کہ ہجرت کا حکم ہوا۔ پھر یہ آیت اتری۔ یہ سب سے پہلی آیت ہے جس میں قتال کی اجازت مرحمت فرمائی گئی اس سے قبل ستر سے زائد آیات میں ممانعت کی گئی تھی۔ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ (اور بے شک اللہ تعالیٰ کو ان کی مدد پر قدرت حاصل ہے) ایمان والوں کی مدد پر لَقْدِيرٌ (البتہ قدرت والے ہیں) قادر مطلق ہیں۔ اس میں ایمان والوں کی نصرت و مدد کی بشارت دی گئی ہے اور یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ ان الله يدافع عن الذين امنوا [الحج: ۳۸]
۴۰: الَّذِينَ (وہ لوگ)

حَجَّوْا: یہ محل جرمیں للذین سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ اعنی کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۳۔ ہم مضمرب کی وجہ سے مرفوع ہے۔
اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ (جن کو ان کے گھروں سے نکالا گیا) مکہ سے بِغَيْرِ حَقِّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ (ناحق سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے) یعنی اور کوئی وجہ نہیں سوائے توحید کے جو کہ اس لائق ہے کہ ان کو پکا ٹھکانہ دیا جائے نہ کہ ان کو نکال باہر کیا جائے۔ اور دوسری آیت اسی کی مثل ہے۔ هل تنقمون منا الا ان امنابالله [المائدہ: ۵۹]
حَجَّوْا: ان يقولوا محلاً مجرور ہے کیونکہ حق سے بدل ہے مطلب یہ ہے ان کو ان کی بات کی وجہ سے گھروں سے نکالا گیا ہے۔
وَلَوْ لَا دَفَعُ اللَّهُ (اگر اللہ تعالیٰ بعض کو دفع نہ کرتا)

قراءت: مدنی و یعقوب نے دفاع پڑھا ہے۔

النَّاسِ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ لَّهْدَمَتْ (بعض سے تو گرا دیے جاتے)

قراءت: حجازی قراء نے هَدَمَتْ کو تخفیف دال سے پڑھا ہے۔

صَوَامِعُ وَبَيْعٌ وَصَلَوَاتُ وَمَسْجِدٌ (درویشوں کی خانقاہیں اور گرجے اور یہود کے عبادت خانے اور مساجد) یعنی اگر تسلط مسلمین کفار پر جہاد کے ذریعہ نہ کیا جاتا تو مشرکین مختلف ادیان والے اپنے اپنے زمانہ میں عبادت گاہوں پر غلبہ پا کر ان کو گرا دیتے اور نہ کسی نصرانی کا گرجا بچتا اور نہ ان کے درویشوں کے گنبد باقی رہتے اور نہ ہی یہود کے تکیہ خانے اور کنائس چھوڑے جاتے بلکہ سب کو زمین بوس کر کے مٹا دیا جاتا۔

الکنیۃ کو صلاۃ کہا کیونکہ اس میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ اور نہ مسلمانوں کی مساجد قائم رہ سکتیں۔ نمبر ۲۔ امت محمدیہ ﷺ میں مشرکین کو مسلمانوں پر غلبہ ملے گا اور ان اہل کتاب پر بھی جو ان کی ذمہ داری میں ہیں۔ اور فریقین کے عبادت خانے گرائے جائیں گے۔ (یہ گویا پیشینگوئی ہے) غیر مساجد کو مساجد سے مقدم اس لئے کیا گیا کیونکہ ان کا زمانہ مقدم تھا نمبر ۲۔ ان کا گرایا جانے کا زمانہ قریب تھا۔

يُذَكِّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا (ان میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے) مساجد میں نمبر ۲۔ تمام میں اپنے اپنے زمانہ میں جبکہ صحیح تعلیمات ان کے ہاں تھیں (ورنہ اب تو اللہ تعالیٰ کے ذکر و نام کی کوئی چیز وہاں نہیں) وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ (ضرور اللہ تعالیٰ ان کی امداد کریں گے جو اس کی مدد کرتے ہیں) جو اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے فرمانبرداروں کی مدد کرنے والے ہیں۔ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ (بیشک اللہ تعالیٰ طاقت ور ہیں) اپنے اولیاء کی مدد پر عزیز (زبردست ہیں) اپنے دشمنوں سے انتقام کے سلسلہ میں۔

مہاجرین کو اقتصادی خوشخبری:

۴: الَّذِينَ يَخْشَوْنَ اللَّهَ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ: یہ من يَنْصُرُهُ سے بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ للَّذِينَ أُخْرِجُوا كَاتِلِج ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ اِنْ مَكَّنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (وہ کہ جب ہم ان کو زمین میں اقتدار عطاء کریں گے تو نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے) اس آیت میں سیرت مہاجرین کے متعلق خبر دی کہ عنقریب ہم ان کو اقتدار دیں گے تو ان سے یہ امور وقوع پذیر ہونگے۔ اور ان کے لئے دنیا کے خزانے کھول دیئے جائیں گے اور وہ دین کے امور کو کس کیفیت سے انجام دیں گے۔

خلفائے راشدین کی خلافت کی حقانیت کی یہ دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمکین فی الارض عنایت فرمائی اور انہوں نے دین کو سیرت عادلہ کے ساتھ نافذ کیا۔ قول حسن رحمۃ اللہ علیہ: اس سے مراد امت محمدیہ ﷺ (پھر بھی صحابہ کرام جو مقدمہ امت ہیں وہ اس کے اولین مصداق ہیں: مترجم) وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (اور تمام امور کا نتیجہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے) اس کے حکم کی طرف لوٹا ہے اور اس کی تقدیر پر اختتام پذیر ہوتا ہے اولیاء کو غلبہ دینے اور ان کی بات کے بلند کرنے کی تاکید مزید ہے۔

وَاِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُودٌ ۝۴۶ وَّقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ

اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم، اور عاد، اور ثمود، اور ابراہیم کی قوم،

وَّقَوْمُ لُوطٍ ۝۴۷ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ وَّكَذَّبَ مُوسٰى فَاَمْلٰتِ لِلْكَافِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذَتْهُمُ

اور لوط کی قوم، اور مدین والے جھٹلا چکے ہیں، اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا سو میں نے کافروں کو مہلت دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا۔

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝۴۸ فَكَآيِنٌ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ

سو کیسا تھا میرا عذاب، سو کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کیا جو ظلم کرنے والی تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری

عُرُوشِهَا وَاَبْدُرُءَعْمَلُهُنَّ فَهِيَ تُهْلِكُنَّ ۝۴۹ اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنُ لَهُمْ

پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں ہیں جو بیکار ہیں اور کتنے ہی محل ہیں جو مضبوط بنائے ہوئے تھے، کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تاکہ انکے

قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمٰى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ

ایسے دل ہوتے جن کے ذریعہ سمجھتے اور ایسے کان ہوتے جن کے ذریعہ سنتے سو بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں لیکن

تَعْمٰى الْقُلُوْبُ الَّتٰى فِي الصُّدُوْرِ ۝۵۰ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ

دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں، اور وہ آپ سے جلد عذاب لانے کا تقاضا کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے

اَللّٰهُ وَعْدَهُ ۝۵۱ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَالْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۵۲ وَكَآيِنٌ مِّنْ

وعدہ کے خلاف نہ فرمائے گا، اور بلاشبہ آپ کے رب کے نزدیک ایک ایسا دن ہے جو تم لوگوں کے شمار کے مطابق ایک سال کے برابر ہوگا، اور کتنی ہی

قَرْيَةٍ اَمْلٰتِ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذَتْهَا ۝۵۳ وَالْاٰلِ الْمَصِيْرُ ۝۵۴

بستیاں تھیں جن کو میں نے مہلت دی اس حال میں کہ ظلم کرنے والے تھے پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آتا ہے۔

۳۲: وَاِنْ يُكَذِّبُوكَ (اور اگر وہ آپ کو جھٹلا دیں) اس میں آنحضرت ﷺ کو قریش مکہ کی مسلسل تکذیب پر تسلی دی یعنی آپ تکذیب میں اکیلے نہیں ہیں۔ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (پس جھٹلایا ان سے قبل) قریش مکہ سے قبل قَوْمُ نُوحٍ (قوم نوح نے) نوح علیہ السلام کو وَّعَادٌ (قوم عاد نے) ہود علیہ السلام کو وَّثَمُودٌ (اور قوم ثمود نے) صالح علیہ السلام کو۔

سابقہ اقوام کے حالات سے عبرت پکڑو:

۳۳: وَّقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ (اور قوم ابراہیم علیہ السلام نے) ابراہیم علیہ السلام کو وَّقَوْمُ لُوطٍ (اور قوم لوط نے) لوط علیہ السلام کو

۳۴: وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ (اور اصحاب مدین نے) شعیب علیہ السلام کو وَکَذَّبَ مُوسَى (اور موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا گیا) ان کو فرعون اور قبطیوں نے جھٹلایا۔

سوال: یہاں قوم موسیٰ نہیں کہا؟

جواب: کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم بنی اسرائیل نے نہیں جھٹلایا قوم کے علاوہ دیگر قوم نے جھٹلایا۔ نمبر ۲۔ گویا ہر قوم کی طرف سے تکذیب رسل کا ذکر کر کے فرمایا و کذب موسیٰ ایضاً مع وضوح آیاتہ واضح آیات کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا گیا۔ اور ان کے معجزات ظاہر ہو چکے مگر وہ جھٹلانے سے باز نہ رہے۔ پس اور کے متعلق کیا کہو گے؟ خود سوچ لو۔ فَأَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ (پس میں نے کفار کو مہلت دی) ان کی سزا کو مؤخر کیا اور ان کو مہلت دی۔ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ (پھر میں نے ان کو پکڑا) ان کے کفر پر ان کو سزا دی فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ (پس میرا انکار کیا رہا۔) یعنی میرا انکار اور میری تبدیلی جبکہ میں نے انعامات کی جگہ عذاب اتارے اور دنیا کی زندگی میں ہلاکت دے دی اور آبادی کی جگہ بربادی بدل دی۔

قراءت: یعقوب نے وصل و وقف میں یاء کے ساتھ نکیری پڑھا ہے۔

۳۵: فَكَانَ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا (بہت سی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا)

قراءت: بصری نے اهلكتھا پڑھا ہے۔

وَهِيَ ظَالِمَةٌ (کیونکہ وہ ظالم تھیں)

تجوید: یہ حال ہے یعنی ان بستیوں والے مشرک تھے۔ فَهِيَ خَاوِيَةٌ (پس وہ گرنے والی ہیں) یہ خوی الجھ سے بنا ہے جبکہ ستارہ گرے۔ عَلَى عُرُوشِهَا (اپنے چھتوں پر) یہ خاویہ کے متعلق ہے مطلب یہ ہے وہ اپنی چھتوں پر گرنے والی ہیں۔ یعنی ان کی چھتیں زمین بوس ہوئیں پھر دیواریں گریں اور وہ چھتوں پر جا پڑیں۔

تجوید: فَهِيَ خَاوِيَةٌ اس کا کوئی محل اعراب نہیں کیونکہ اس کا عطف اھلکنا ہا پر ہے اور یہ ایسا فعل ہے جس کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔ یہ ترکیب اس وقت ہے جبکہ تگائیں کو محلاً منصوب مانیں اور تقدیر عبارت یہ ہو۔ کثیراً من القرى اھلکنا ہا۔ بہت سی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔

وَبَنِي مُعَظَلَةٍ (اور بیکار کنوئیں) ڈول ورستی نہ ڈالنے کی وجہ سے متروک ہو چکے اور ان کی مرمت وغیرہ ترک کر دی گئی۔ نمبر ۲۔ ان میں پانی موجود اور آلات سقایہ بھی موجود ہیں مگر وہ معطل ہو چکے ان کو اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ ان کے آباد کار ہلاک ہو چکے۔ وَقَصْرٍ مَشِيدٍ (اور مضبوط محلات) چونکہ گچ الشید چوڑے کو کہتے ہیں۔ نمبر ۲۔ ان کی عمارات بلند ہوں۔ اس صورت میں یہ شاد البناء ای دفعہ اس نے عمارت کو بلند کیا سے لیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا اور کتنے کنوئیں بے کار کر دیے گئے اور کتنے مضبوط محلات ہیں جن کو ان کے باسیوں سے ہم نے خالی کر دیا۔ یعنی ہم نے ہلاکت میں شہری و دیہاتی کسی کو نہ چھوڑا۔ محلات اپنے رکان سے خالی اور کنوئیں اپنے گھاٹ پر اترنے والوں سے فارغ۔ قول فیصل یہاں قصر و بئر سے عام مراد لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ کسی تخصیص کی چنداں حاجت نہیں۔

۳۶: اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ (کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں) اس میں سفر پر آمادہ کیا گیا تا کہ ان لوگوں کے پھرنے کے مقامات ملاحظہ ہوں جن کو کفر باللہ کی پاداش میں ہلاک کر دیا گیا اور یہ لوگ ان آثار کا مشاہدہ کر کے عبرت حاصل کریں۔ فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا اَوْ اَذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا (پس ان کے دل ایسے ہوتے جن سے وہ ان امور کو سمجھتے یا ان کے کان ہوتے جن سے وہ سنتے) یعنی ان باتوں کو سمجھتے جن کو تو حید وغیرہ میں سے سمجھنا ضروری ہے اور ان باتوں کو سنتے جن کا وحی میں سے سننا لازم ہے۔ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (وہ آنکھوں کے اندھے نہیں بلکہ وہ دل کے نابینا ہیں جو ان کے سینوں میں ہیں)

تَحْجُورٌ: فَاَنَّهُمْ حَا ضَمِيرٌ قَصْدٌ ہے یا یہ ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر الابصار ہے۔ یعنی ماعیت ابصارہم عن الابصار بل قلوبہم عن الاعتبار۔ ان کی صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں بلکہ ان کے دل عبادت سے خالی ہیں۔ ہر انسان کی چار آنکھیں ہیں۔ نمبر ۱۔ دو آنکھیں اس کے سر میں اور دو آنکھیں اس کے دل میں۔ جب وہ دل کی آنکھ سے دیکھتا اور سروالی آنکھ سے نہیں دیکھتا تو اس کو نقصان نہیں پہنچتا۔ اور اگر سروالی آنکھ سے دیکھتا اور دل والی آنکھ سے نہیں دیکھتا تو اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

صدور کا ذکر اس بات کی وضاحت کیلئے ہے کہ علم کا محل قلب ہے اور تا کہ یہ نہ کہا جائے کہ اس دل سے مراد اور کوئی عضو ہے جیسا کہتے ہیں القلب لب لکل شئی۔

۳۷: وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ (وہ آپ سے اس عذاب کا نزول جلد مانگتے ہیں) استہزاء کے طور پر مؤخر عذاب کو جلدی طلب کرتے ہیں۔ وَلَكِنْ يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ (حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہ فرمائیں گے) گویا اس طرح فرمایا: لِمَ يَسْتَعْجِلُونَكَ بِهِ؟ وہ آپ سے کیونکر جلد آنے کا مطالبہ کرتے ہیں؟ گویا وہ اس عذاب کے فوت ہونے کے قائل نہیں اور یہ بات تو اس کے متعلق جائز ہو سکتی تھی جو میعاد کی خلاف ورزی کرنے والا ہو حالانکہ وَلَكِنْ يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ (حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی ہرگز خلاف ورزی نہ فرمائیں گے) اور وہ عذاب جس کا اس نے ان سے وعدہ فرمایا وہ ضرور ان کو پہنچے گا خواہ کچھ وقت کے بعد ہی آجائے۔

وَأَنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ (اور بیشک ایک دن تیرے رب کے ہاں ایک ہزار سال کی طرح ہے تمہاری گنتی کے مطابق)

قراءت: مکی، کوئی سوائے عاصم کے بعدون پڑھتے ہیں۔ یعنی وہ عذاب کس طرح جلد طلب کرتے ہیں۔ جس ذات کے ہاں دن ایام عذاب میں سے تمہارے سالوں کی گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے کیونکہ تکالیف کے ایام طویل ہوا کرتے ہیں۔

۳۸: وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمَلَّتْ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ (اور بہت سی بستیوں والوں کو میں نے مہلت دی اور وہ بے جا حرکات کرنے والے تھے) یعنی بہت سے بستیوں والے ایسے گزرے ہیں جو تمہاری طرح ظلم کرنے والے تھے میں نے ان کو ایک وقت تک مہلت دی۔ ثُمَّ أَخَذْتُهَا (پھر میں نے ان کو عذاب کے ساتھ پکڑا) وَالَّتِي الْمَصِيرُ (اور میرے پاس ہی لوٹ کر آتا ہے) یعنی لوٹنا

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝۴۹ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تمہارے لئے واضح طور پر ڈرانے والا ہوں، سو جن لوگوں نے نیک عمل

الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۝۵۰ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ

کئے ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت والا رزق ہے اور جن لوگوں نے عاجز کرنے کے لئے ہماری آیات کے بارے میں کوشش کی

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝۵۱

یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

میری طرف ہی ہے مجھ سے کوئی چیز فوت نہ ہوگی۔

سوال: اس صورت میں وَكَانَ ذَاؤُكُم مَّشِينٌ (کہہ دیں! اے لوگو! بیشک میں تمہارے لئے کھلا ڈرانے والا ہوں) کے ساتھ ذکر کیا؟

جواب: کیونکہ پہلا کائن فکیف کان نکیر [الحج: ۳۳] کا بدل تھا۔ اور یہ دوسرا پہلے دو جملوں کا حکم رکھتا ہے جن کا عطف واؤ سے

کیا گیا ہے وہ جملے یہ ہیں وَلَن يَخْلُقَ اللَّهُ وَعْدَهُ اور ان یوماً عند ربك [الحج: ۳۷] ہے۔

۴۹: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ (کہہ دیں! اے لوگو! بیشک میں تمہارے لئے کھلا ڈرانے والا ہوں)

یہاں بشیر و نذیر نہیں فرمایا کیونکہ فریقین کا تذکرہ بعد میں آ رہا ہے کیونکہ سیاق کلام مشرکین کی طرف ہے اور یا ایہا الناس کہہ کر انہی

سے مخاطب ہے اور انہی کے متعلق کہا گیا افلح یسیر و اور استعجال کے ساتھ ان کے حالات بیان کیے۔ اور ایمان والوں کے

تذکرے اور ان کے ثواب کو درمیان میں گھسا دیا تاکہ وہ برا سمجھتے ہوں۔ نمبر ۲۔ تقدیر عبارت اس طرح مان لیں۔ نذیر مبین و

بشیر۔ پھر خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا۔

۵۰: فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ (پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے ان کے لئے

بخشش ہے) گناہوں کی وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ (اور عمدہ روزی) اچھی شاندار۔ پھر ڈرایا فرمایا۔

طعن کے لئے دوڑ دھوپ:

۵۱: وَالَّذِينَ سَعَوْا (اور وہ لوگ جو کوشش کرتے رہتے ہیں) سعی فی امر فلان: کسی معاملے میں دوڑ دھوپ کرنا تاکہ وہ اس

معاملے کو بگاڑ دے جب کہ وہ اس کی کوشش سے بگڑتا ہو۔ فِی آيَاتِنَا (ہماری آیات کے متعلق) یعنی قرآن مجید کے متعلق مُعْجِزِينَ

(تاکہ وہ عاجز کر دیں ہر ادیں)۔

محقق: یہ حال ہے

قراءت: کمی، البومرو نے معجزین پڑھا ہے۔ اور عاجزۃ سے سبقت کرنا مراد ہے۔ گویا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو ساتھ ملنے

سے عاجز کرنے کا طلبگار ہے۔ جب ایک ان میں سے آگے بڑھ جاتا ہے تو کہتے ہیں اعجزہ، عجزہ، مطلب یہ ہے کہ وہ اسے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي

اور آپ سے پہلے ہم نے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو جب اس نے پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں شبہ ڈال

أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكُمُ اللَّهُ آيَتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

دیا پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ختم کر دیتا ہے پھر اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے اور اللہ علیم ہے

حَكِيمٌ ۝۵۱ لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ

حکیم ہے تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ان لوگوں کے لئے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں مرض ہے

وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝۵۲ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ

اور جن کے دل سخت ہیں اور بلاشبہ ظلم کرنے والے دور کی مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں اور تاکہ وہ لوگ زیادہ یقین کر لیں

أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ ۝۵۳

جنہیں علم دیا گیا ہے کہ بے شک وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے پھر ایمان پر زیادہ قائم ہو جائیں پھر ان کے دل اس کی طرف اور بھی جھک جائیں

وَأَنَّ اللَّهَ لَهُدَالِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۵۴ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي

اور بلاشبہ اللہ ایمان والوں کو صراط مستقیم کی ہدایت فرماتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ

مِرْيَةٍ مِنْهُ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ عَقِيمٍ ۝۵۵

برابر اس کی طرف سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کے پاس اچانک قیامت آجائے یا ان کے پاس کسی ایسے دن کا عذاب آجائے جس میں کوئی خیر نہ ہو

الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي

اس روز بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہوگی وہ ان کے درمیان فیصلے فرمائے گا سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ نعمت کے

جَنَّتِ النَّعِيمِ ۝۵۶ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝۵۷

باغوں میں ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا سو ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

معانی میں طعن و تشنیع کی خاطر بگھاڑنے کیلئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں کہ کبھی تو سحر کہتے ہیں اور کبھی شعر اور بار دیگر اساطیر کا نام دھرتے ہیں اور اپنے خیال میں اس اندازہ کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ان کی توقعات یہ ہیں کہ اسلام کے سلسلہ میں ان کی تدابیر کامیاب ہوگی۔ اُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (یہ لوگ جہنمی ہیں) بھڑکتی آگ والے ہیں۔

تمنی قراءت کے معنی میں ہے:

۵۲: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ (اے محمد ﷺ ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا) مَنْ ابْتَدَأَ غَايَتْ كَيْلُهُ ہے۔ مَنْ رسول میں مِنْ زائدہ ہے۔ جو تائید نفی کیلئے بڑھا دیا گیا ہے۔ وَلَا نَبِيَّ (اور نہ کوئی نبی)

مَنْبِتْلَهُ: یہ آیت رسول اور نبی کے معنی میں تغایر کی دلیل ہے۔ بخلاف ان حضرات کے جو ان کو ایک کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے انبیاء علیہم السلام کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مائة الف واربعة عشرون الفا پھر سوال کیا گیا ان میں رسل کی تعداد کتنی ہے۔ آپ نے فرمایا ثلاث مائة وثلاثة عشر [رواہ ابن حبان: ۳۶۱۔ ابونعیم فی الحلیہ ۱/۱۶۶]

دونوں میں فرق یہ ہے کہ رسول وہ ہے جس نے معجزہ اور کتاب منزل کو جمع کر لیا ہو۔ نبی وہ ہے جس پر کتاب نہ اترے۔ اس کو پہلی شریعت کی طرف دعوت دینے کا حکم ہو۔ ایک اور قول یہ ہے رسول شرع کا واضع ہوتا ہے اور نبی دوسری شریعت کا حافظ و نگران ہوتا ہے۔

إِلَّا إِذَا تَمَنَّى (مگر جب اس نے پڑھا) تمنیٰ کا معنی قراءت حضرت حسان بن ثابت کے اس شعر میں ہے۔

تمنیٰ کتاب اللہ اول لیلۃ ☆ تمنیٰ داود الزبور علی رسل

وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو شروع رات میں اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہے جیسے داؤد زبور کی تلاوت کرتے تھے۔

أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ (تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں مداخلت کی) امنیۃ سے تلاوت مراد ہے مفسرین کرام نے کہا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو آواز دی تاکہ سورۃ النجم کی تلاوت ان کو سنائیں۔ جب آپ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ پر پہنچے تو زبان پر جاری ہوا۔ تلك الغرانيق العلی۔ وان شفاعتهن لترتجی۔ مگر آپ کو معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ عصمت نے آلیا اور اس پر متنبہ کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو متنبہ کیا آپ کو اطلاع دی کہ یہ شیطان کی شرارت تھی۔ مگر یہ قول درست نہیں ہے اس لئے کہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو آپ نے جان بوجھ کر یہ کلام کیا ہو اور یہ ممکن نہیں کیونکہ یہ کفر ہے اور آپ کی بعثت بتوں کی مذمت کیلئے کی گئی نہ کہ ان کی تعریف کرنے والا بنا کر بھیجا۔ نمبر ۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شیطان نے نبی اکرم ﷺ کی زبان پر جبراً جاری کر دیا ہو کہ آپ اس کو نہ روک سکے ہوں اور یہ بھی ناممکن ہے شیطان جبراً کسی بات کو دوسرے کی زبان پر بھی جاری نہیں کر سکتا۔ ارشاد الہی ہے۔ ان عبادی لیس لك علیہم سلطان [اسراء: ۶۵] تو آپ ﷺ کے حق میں بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔

نمبر ۳۔ تیسری صورت آپ کی زبان پر بھول و غفلت سے جاری ہو گئی ہو مگر یہ بھی مردود ہے کیونکہ اس قسم کی غفلت و بھول تبلیغ وحی کے موقع پر آپ کے متعلق جائز نہیں ہے اگر اس کو جائز قرار دے دیا جائے تو آپ کی بات پر اعتماد باطل ہو جاتا ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق خود فرمایا لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ [فصلت: ۴۲] اور فرمایا انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون [الحجر: ۹]

جب یہ تمام وجوہ باطل ٹھہریں تو اب ایک صورت صرف باقی رہ گئی وہ یہ کہ آپ ﷺ مناة الثالثة الاخری کہہ کر خاموش ہو گئے تو شیطان نے یہ کلمات نبی اکرم ﷺ کی قراءت سے متصلاً آواز ملا کر کہہ دیئے تو بعض کے خیال میں آیا کہ نبی اکرم ﷺ نے (نعوذ باللہ) یہ کلمات کہے ہیں۔ پس یہ القاء فی قراءۃ النبی ﷺ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں شیطان کلام کرتا تھا اور اس کا کلام لوگ سنتے تھے روایت میں وارد ہے کہ شیطان نے احد کے دن آواز دی۔ الا ان محمداً قد قتل۔ اور اسی طرح بدر کے دن مشرکین کو سراقہ کی شکل میں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جارٌ لکم [الانفال: ۳۸]

فَیَنْسَخُ اللَّهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطَانُ (اللہ تعالیٰ شیطان کے شبہات کو نابود کر دیتا ہے) ختم کر دیتا اور بے کار کر دیتا ہے اور اطلاع دے دیتا ہے یہ شیطان کی شرارت اور وسوسہ ہے۔ ثُمَّ یُحْکِمُ اللَّهُ إِلَیْہِ (پھر آیات کو قائم رکھتا ہے) اور شیطان کی طرف سے اس میں اضافہ ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ وَاللَّهُ عَلِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ علم والے) جو ان سے اپنے پیغمبر ﷺ پر وحی اتاری ہوتی ہے اور جو شیطان کا مقصود ہے۔ حَکِیْمٌ (حکمت والے ہیں) اس حقیقت کو منکشف کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اور زائل کر کے ارادہ شیطانی کو ناکام بنا دیتا ہے۔ پھر ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی آزمائش و امتحان ہے فرمایا۔

۵۳: لَیَجْعَلَ مَا یُلْقِی الشَّیْطَانُ فِتْنَةً (تاکہ شیطان کے شبہات کو اللہ تعالیٰ آزمائش بنا دے) آزمائش و مصیبت لِلَّذِینَ فِی قُلُوبِہُمْ مَّرَضٌ (ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں بیماری ہے) یعنی شک و نفاق ہے۔ وَالْقَاسِیَةِ قُلُوبُہُمْ (اور جن کے دل سخت ہیں) یعنی مشرک اور مذبذب لوگ مراد ہیں۔ اس سے انکا شک اور ظلمت بڑھ جاتا ہے وَإِنَّ الظَّالِمِینَ (اور بلاشبہ ظالم) منافق و مشرک لوگ۔ نکتہ: یہ اصل میں انہم تھا مگر ضمیر کی جگہ اسم ظاہر الظالمین لائے تاکہ ان کی ناحق کوشی کی صراحت ہو جائے اور ظالم ہونا پختہ ہو جائے لَفِی شِقَاقٍ (البتہ ضد میں ہیں) مخالفت بَعِیدٌ (دور کی) جو حق سے بہت دور ہے۔

۵۴: وَلَیَعْلَمَ الَّذِینَ أُوتُوا الْعِلْمَ (اور تاکہ علم والے جان لیں) جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین اور آیات کا علم ملا ہے۔ اِنَّہٗ (کہ یہ) قرآن الحق مِنْ رَبِّکَ فِیْہِمْ (برحق ہے تیرے پروردگار کی طرف سے پس وہ اس قرآن پر یقین کریں) فَتُخَبِتُ (پس عاجزی کریں) مُطْمَئِنِّ ہو جائیں۔ لَہٗ قُلُوبُہُمْ وَإِنَّ اللہَ لَہَادِی الذِّیْنَ اٰمَنُوا اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ (اس کے لئے ان کے دل اور بیشک اللہ ایمان والوں کی راہنمائی کرنے والے ہیں سیدھے راستے کی طرف) پس وہ دین میں متشابہ آیات کی تاویلات صحیحہ کرتے ہیں اور جو ان پر اشکال پیدا کرے۔ اس کا صحیح محل تلاش کرتے ہیں۔ جس کا تقاضہ محکمات کے اصول کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کو کوئی حیرت بھی نہیں آئی اور نہ ان کو کوئی اشتباہ پیش آیا ہے۔

کفار کی ضد بازی:

۵۵: وَلَا یَزَالُ الَّذِینَ کَفَرُوا فِیْ مِرَیۃٍ (اور کافر ہمیشہ شک میں پڑے رہیں گے) مِنْہُ (اس کے متعلق) قرآن مجید کے متعلق یا صراط مستقیم کے متعلق حَتّٰی تَأْتِیَہُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً (یہاں تک کہ قیامت ان کے پاس اچانک آن پہنچے)۔ اور اَوْ یَاْتِیَہُمْ عَذَابٌ یَّوْمٍ عَقِیْمٍ یا ان پر کسی بے برکت دن کا عذاب اتر پڑے) یعنی بدر کے دن، وہ عقیم اس لحاظ سے کہ کافروں کو اس میں کوئی

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کئے گئے یا طبعی موت سے وفات پا گئے اللہ انہیں ضرور ضرور اچھا رزق عطا

حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۵۸﴾ لِيَدْخِلَهُمْ مُدْخَلَ رِزْوَانِهِ ۖ

فرمائے گا اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ خیر الرازقین ہے وہ انہیں ضرور ضرور ایسی جگہ میں داخل فرمائے گا جس سے وہ خوش ہوں گے

وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿۵۹﴾ ذَلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوِقِبَ بِهِ

اور بلاشبہ اللہ خوب جاننے والا ہے بہت حلم والا ہے یہ بات یوں ہی ہوگی اور جو شخص اس قدر بدلے جس قدر اسے تکلیف پہنچائی گئی

ثُمَّ يُبْغِيَ عَلَيْهِ لِيَنْصُرَنَّهُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوفٌ غَفُورٌ ﴿۶۰﴾

پھر اس پر زیادتی کی جائے اللہ تعالیٰ ضرور ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔

کشاہدگی میسر نہیں ہوئی یا راحت نہیں پہنچی جیسا کہ الریح العظیم سے کوئی خیر فصلوں اور انسان کو نہیں ملتی۔ نمبر ۳۔ عقیقہ کا معنی سخت دن تھا۔ اس میں رحمت نہ تھی۔ نمبر ۴۔ معاملے کی شدت کی وجہ سے وہ دن بے مثل تھا۔ چونکہ ملائکہ بھی قتال میں شریک تھے۔ قول شحاک رحمۃ اللہ علیہ: اس سے قیامت کا دن مراد ہے اور الساعۃ سے اس صورت میں مقدمات قیامت مراد لیے جائیں گے۔

۵۶: الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ (بادشاہی اس دن) یعنی یوم سے قیامت کا دن مراد ہے اور تنوین اس کی جملہ کے عوض ہے اسی یوم یومنون یا یوم نزول مریتھم اس دن یہ ایمان لائیں گے یا اس دن انکا شک دور ہوگا۔ لِلَّهِ (اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہوگا۔) اس میں کوئی بھی منازعت کرنے والا نہ ہوگا۔ (ظاہر بادشاہتیں بھی نہ ہوں گی) يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (وہ ان کے مابین فیصلے کرے گا) پھر ان میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اس ارشاد میں ذکر فرمایا فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ (پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے وہ نعمتوں والی جنتوں میں ہوں گے)

۵۷: وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔)

رابطہ: پھر اللہ تعالیٰ نے فریق اول میں سے ایک فریق کو اپنے فضل سے خاص کیا اور فرمایا۔

بلا مثال پیدا کرنے والا بلا ملال دے گا:

۵۸: وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی) وہ اپنے اوطان سے جہاد کرنے کیلئے نکلے ہیں۔ ثُمَّ قُتِلُوا (پھر وہ قتل کر دیئے گئے) جہاد میں۔

قراءت: شامی نے قُتِلُوا پڑھا ہے۔ اَوْ مَاتُوا (یا طبعی موت آگئی) لِيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا (اللہ تعالیٰ ضرور ان کو رزق

حسن سے نوازیں گے) ایک قول یہ ہے رزق حسن وہ ہے جو کبھی بھی منقطع نہ ہو۔

وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّزَاقِينَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی بہترین رزق عنایت فرمانے والے ہیں) کیونکہ وہ بلا مثال مخلوق کو ایجاد کرنے والے ہیں۔ اور تمام کے رزق کی بلا ملال کفالت کرنے والے ہیں۔

۵۹: لَيَذُحِلْنَهُمْ مُّذَخَلًا (ضرور وہ ان کو ایسے مقام میں داخل فرمائے گا)

قراءت: مدنی نے مَذَخَلًا پڑھا ہے اس سے مراد جنت ہے۔ يَوْضُوْنَهُ (جس کو وہ پسند کرتے ہیں) کیونکہ اس میں وہ چیزیں ہیں جو نفس کو پسند ہیں اور جن سے آنکھیں لذت اندوز ہوتی ہے۔ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ضرور جاننے والے ہیں) ان کے حالات کو جنہوں نے جہاد میں اپنا وقت پورا کیا اور وہ فوت ہونے والے جو آس لگائے بیٹھے تھے مگر زندگی نے وفاء نہ کی۔ حَلِيمٌ (حوصلہ والے ہیں) اس کو بھی مہلت دیتے ہیں جو ان سے عناد کے ساتھ قتال کرتا ہے۔

نشانِ نَزْوَالٍ: روایت میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے بعض اصحاب نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! یہ لوگ جو شہید ہو گئے ان کے متعلق تو ہم جانتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا خیر ملے گی۔ اور ہم آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے ہیں جیسے وہ شریک ہوتے تھے۔ اگر ہم مربائیں تو ہمیں کیا ملے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیات اتار دیں۔

۶۰: ذٰلِكَ اِیْ الْاَمْرِ ذٰلِكَ (معاملہ یہی ہے۔) اس کے بعد والا جملہ مستانفہ ہے۔ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِہ (جو شخص دشمن کو اسی قدر تکلیف پہنچائے جتنی اس کو دی گئی) ابتدائے جزاء کو عقوبت سے تعبیر کیا کیونکہ وہ عقوبت سے سبب کی نسبت سے ملی ہوئی ہے اور یہ اس کے نتیجے میں ہوا۔ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لِيَنْصُرَ نَہُ اللّٰہُ (پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ضرور مدد دے گا) جس نے اتنی سزا دی جتنی زیادتی اس سے ہوئی۔ پھر اس کے بعد اس پر ظلم کیا گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق بن گیا کہ اس کی مدد کرے۔

إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ (بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں) وہ گناہوں کے آثار کو بھی مٹا دیتے ہیں۔ غَفُورٌ (بخشنے والے ہیں) کہ متنوع اقسام کے گناہ و عیوب چھپاتے ہیں۔

آیت کے سیاق کے مطابق دو آیات میں تقریب اس طرح ہو سکتی ہے کہ معاقب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو پر مقرر کیا گیا ہے اور اسی طرح عقوبت اس ارشاد کے ساتھ فمن عفا واصلح فاجره علی اللہ [الشوری: ۴۰]

وَإِنْ تَعَفَوْا اقْرَبَ لِلتَّقْوَى [البقرہ: ۲۳۷] پس ان باتوں نے اس میں کوئی اثر نہ کیا اور اس نے بدلہ لیا تو وہ انصافیت کا تارک ہوگا۔ وہ دوسری مرتبہ میں اپنی نصرت کا ضامن ہے۔ جبکہ اس نے عفو کو ترک کیا اور باغی سے انتقام لیا اور اس کے باوجود اس پر جو بہتر ہے اس کو یہ دونوں صفات ذکر کر کے تعریض کی جائے گی۔ نمبر ۲۔ عفو و مغفرت کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے کہ اس کو سزا پر قدرت ہے عفو کی صفت اسی کیلئے ثابت اور بیان کی جاسکتی ہے جو اس کے عکس پر قدرت رکھتا ہو۔ جیسا محاورہ ہے: العفو عند۔

[القدرة]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَاَنَّ

یہ اس وجہ سے ہے کہ بلاشبہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور بلاشبہ اللہ

اللّٰهُ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝۶۱ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ

دیکھنے والا اور سننے والا ہے ' یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک اللہ حق ہے اور اس کے علاوہ جو دوسروں کو پکارتے ہیں وہ

هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝۶۲ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ

باطل ہیں ' اور اللہ برتر ہے بڑا ہے ' اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۝۶۳

پانی اتارا پھر زمین بری بھری ہو گئی ' بلاشبہ اللہ بہت مہربان ہے خبر رکھنے والا ہے

نمونہ ہائے قدرت:

۶۱: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ (اور یہ اللہ تعالیٰ کی مدد اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے اور دیکھنے والے ہیں) یعنی یہ مظلوم کی مدد اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں اور اس کی آیات قدرت میں سے یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے یعنی اس میں اس کا اضافہ کر دیتا ہے۔ اور اس کا اس میں اضافہ نمبر ۲۔ اس وجہ سے کہ وہ دن رات کا خالق ہے اور ان میں تصرف وہی کرنے والا ہے۔ آسمان و زمین کے مابین بندوں کے ہاتھوں سے جو خیر و شر انجام پاتا ہے وہ بھی اس سے مخفی نہیں اسی طرح انصاف و سرکشی بھی۔ اور بیشک وہ سمیع (سننے والا) ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں اس کو کسی بات کا سننا دوسرے کی بات سے مشغول نہیں کر سکتا خواہ ان میں آوازیں اور فنون و اقسام الٰہیہ مختلف کیوں نہ ہو۔ بصیر (وہ دیکھنے والے ہیں) ان تمام افعال کو جو وہ کرتے ہیں۔ راتوں میں کی جانے والی کوئی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی۔ خواہ یہ درپردہ اندھیر کیوں نہ ہو۔

۶۲: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (اللہ تعالیٰ کے سوا یہ عبادت کرتے ہیں وہ بالکل باطل و بے حقیقت ہے اور اللہ تعالیٰ ہی عالیشان اور سب سے بڑا ہے۔)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ عراقی قراء نے مایدعون پڑھا ہے۔ ذلک الوصف یہ وصف اس وجہ سے یقینی ہے کیونکہ اس نے رات دن کو پیدا کیا اور جو کچھ ان میں ہو رہا ہے اس کا وہ احاطہ کرنے والا ہے اور ان کے مابین مخلوق کے افعال و اقوال کا اسے ادراک ہے کیونکہ

لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب اس کا ہے اور بلاشبہ اللہ غنی ہے تعریف کا مستحق ہے

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۝

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے وہ سب کچھ سخر فرمادیا جو زمین میں ہے اور کشتی کو سخر فرمادیا وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہے

وَيُمَسِّكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَّءُوفٌ ۝

اور وہ آسمان کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے، مگر یہ کہ اسی کا حکم ہو جائے۔ بلاشبہ اللہ لوگوں پر بہت مہربان ہے

رَّحِيمٌ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ ۝

نہایت رحم فرمانے والا ہے اور اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ فرمائے گا بلاشبہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی الوہیت ثابت و حقیقی ہے اور جن کو لوگ آلہ کے نام سے ذکر کرتے ہیں وہ تمام باطل ہیں اور شان کے اعتبار سے کوئی چیز اس سے اعلیٰ نہیں اور غلبہ کے اعتبار سے اس سے کوئی بڑا نہیں۔

۶۳: أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ پانی اوپر سے اتارتا ہے) یعنی بارش کی صورت میں فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً (جس سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے) نباتات کے ذریعہ اس کے بعد کہ وہ سیاہ خشک تھی۔

لطیفہ نحویہ: تصبح صیغہ مضارع ہے۔ ماضی نہیں لایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ بارش کا اثر زمانہ در زمانہ باقی رہتا ہے جیسا کہتے ہیں۔ انعم علی فلان فاروح و اغدو شاکراً لہ میں صبح و شام اس کا شکر گزار رہو گا۔ اگر تم یوں کہتے فرحت، و غدوت، یہ مفہوم ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ البتہ صبح کا لفظ مرفوع لایا گیا۔ استفہام کے جواب میں منصوب آنا چاہیے تھا وہ نہیں آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر منصوب لاتے تو مقصد باطل ہو جاتا ہے۔

وہ اس طرح کہ اس کا مطلب اخضرار کو نابت کرنا ہے۔ اگر نصب لاتے تو اخضرار کی نفی ہو جاتی ہے جیسا تم اپنے دوست کو کہو۔ الم تر انی انعمت علیک فتشکر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے تم پر احسان کیا پس شکر یہ ادا کرتے رہو۔ اور اگر تم متشکر نصب سے پڑھو تو تم نے اس کے شکر یہ کی نفی کی اور شکر یہ نہ کرنے کی کوتاہی پر تم اس کا شکوہ کر رہے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے تم پر احسان کیا پس تم شکر یہ کیوں ادا نہیں کرتے؟

إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ (بیشک اللہ تعالیٰ لطف والے ہیں) اس کا عمل یا فضل ہر چیز تک پہنچنے والا ہے۔ خبیرو (مطلع ہیں) اپنی مخلوقات کے مصالح اور منافع سے۔ نمبر ۲۔ اللطیف کا معنی دقیق تدابیر کے ساتھ خاص ہیں۔ اور الخبیرو ہر قلیل و کثیر کا احاطہ کرنے والے ہیں۔

۶۳: لَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے) ملکیت اور حاکمیت کے لحاظ سے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات سے بے نیاز ہے) آسمانوں اور زمین کے مابین سب کچھ فناء ہو جانے کے بعد اپنی کمال قدرت کے ساتھ وہ بے نیاز ہے۔ الْحَمِيدُ وہ (مستحق ستائش ہے) آسمانوں اور زمین میں جو موجود ہیں ان سے قبل وہ اپنے انعامات کے سبب ذاتی طور پر محمود ہے۔ خواہ کوئی حمد کرنے والا ہو یا نہ ہو۔

قدرت کے مزید نمونے:

۶۵: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ (کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا جو کچھ کہ زمین میں ہے) خشکی میں چوپائے تمہاری سواریوں کیلئے مطیع کر دیے گئے۔ وَالْفُلُكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہ (اور سمندر میں کشتیاں اور جہاز اسی کے حکم سے چلتے ہیں) یعنی بعض سواریاں سمندر میں چلنے والی ہیں۔

تَحْفُوْ: الْفُلُکَ کو منصوب پڑھا گیا ہے۔ اس کا عطف ما پر ہے اور تجری اس کا حال ہے تقدیر کلام یہ ہے سخر لکم الْفُلُکَ فِیْ حَالِ جَرِیْہَا اور اس نے کشتیوں کو چلنے کی حالت میں مطیع کر دیا۔ وَيُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ اَنْ تَقَعَ عَلٰی الْاَرْضِ (اور وہ آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے) یعنی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں اس سے کہ وہ زمین پر گرے۔ اِلَّا بِاِذْنِہ (مگر اس کے اذن سے) اس کے حکم سے یا اس کی مشیت سے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَکَرُوْۤاۤءٌ وَف (بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربان ہیں) کہ زمین کی تمام اشیاء اس کے کام میں لگا دیں۔ رَحِیْمٌ (مہربان ہیں) آسمان کو روکنے میں تاکہ وہ زمین پر نہ گر پڑے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انعامات کو نام بنام شمار کیا تاکہ انسان انکا شکریہ ادا کریں اور اللہ تعالیٰ کو مختلف صفات سے یاد کریں۔

قول امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ:

اسم اعظم ان آٹھ آیات میں ہے جو ان کو پڑھے گا اس کی دعا یقیناً قبول ہوگی۔

۶۶: وَهُوَ الَّذِیْۤ اَحْیَاکُمْ (اور وہی تو ہے جس نے تمہیں زندگی عطا کی) تمہاری ماؤں کے رحموں میں تُمْ یُمِیْتُکُمْ (پھر وہ تمہیں موت دے گا) جب تمہاری اجل مقررہ ختم ہو جائے گی۔ تُمْ یُحْیِیْکُمْ (پھر وہ تمہیں زندہ کریں گے) تاکہ تمہارا بدلہ دے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ (بیشک انسان البتہ ناشکرا ہے) اس لئے کہ بے شمار قسم کی نعمتوں کا جو اس پر کی گئی ہیں شدت سے انکار کرنے والا ہے۔ اور بے شمار اقسام کے عذاب اس سے ہٹائے وہ پھر مرغ کی ایک ٹانگ ہانک رہا ہے۔

نمبر ۲۔ یہ نعمت پیدائش کو نہیں پہچان رہا جو کہ اس کا ابتدائی وجود ہے اور نہ یہ فناء کو جان رہا ہے جو کہ وعدہ مقررہ سے اس کو قریب کرنے والا ہے اور نہ یہ دوبارہ زندگی کو پہچان رہا جو مقصود تک پہنچانے والی ہے۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ وَإِنْ إِلَىٰ

ہم نے ہر امت کے لئے عبادت کے طریقے مقرر کئے ہیں جن کے مطابق وہ عبادت کرتے تھے سو اس امر میں وہ آپ سے جھگڑا نہ کریں اور آپ ان کو اپنے رب کی

رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ﴿۶۷﴾ وَإِنْ جَدَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا

طرف ہلاتے رہیں بلاشبہ آپ ہدایت پر ہیں جو سیدھا راستہ ہے اور اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو

تَعْمَلُونَ ﴿۶۸﴾ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۶۹﴾

خوب جانتا ہے اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان چیزوں میں فیصلے فرما دے گا جن میں اختلافات کیا کرتے تھے

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ

اے مخاطب کیا تجھے معلوم نہیں جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے بلاشبہ اللہ اس سب کو جانتا ہے سب کچھ کتاب میں لکھا ہے بلاشبہ

ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿۷۰﴾

یہ اللہ پر آسان ہے۔

ہر امت کی ایک شریعت:

۶۷: لِكُلِّ أُمَّةٍ (اور ہر امت کیلئے) اہل دین کیلئے جَعَلْنَا مَنْسَكًا (ہم نے عبادت کا ایک طریق مقرر فرمایا) اس کی وضاحت اسی سورت میں گزری ہے یہاں دوبارہ اس کو ان لوگوں کی تردید کرنے کیلئے لایا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ ذبح کرنا اللہ تعالیٰ نے شروع نہیں فرمایا حالانکہ یہ تو ہر امت کی شریعت میں ہے۔ هُمْ نَاسِكُوهُ (جس کو وہ اختیار کرنے والے تھے) عمل کرنے والے تھے۔ فَلَا يُنَازِعُكَ (پس ہرگز وہ تم سے مجادلہ نہ کریں) مطلب یہ ہے۔ ان کی بات کی طرف مت دھیان دیں اور نہ ان کو موقعہ دیں کہ آپ سے مجادلہ کریں۔ فِي الْأَمْرِ (اس معاملے میں) ذبائح کا معاملہ مراد ہے یا دین کا معاملہ۔

نشانِ نزول: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے مسلمانوں پر یہ کہہ کر طعنہ زنی کی کہ تم تو اپنا مارا کھاتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا مارا نہیں کھاتے؟ یعنی مردار و اذع (اور تم دعوت دو) لوگوں کو الٰہی رَبِّكَ (اپنے رب کی طرف) اپنے رب کی عبادت کی طرف إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ (بیشک آپ ہی ہدایت کے سیدھے راستہ پر ہیں) مضبوط راستے پر۔

نکتہ: یہاں لکل امة کے ساتھ واؤ نہیں لائے جبکہ پہلے ولکل امة واؤ لائی گئی ہے کیونکہ وہ ان آیات کے ساتھ آئی ہے جہاں احکام حج کا تذکرہ ہے اس لئے ان پر عطف مناسب ہے اور یہ آیت ایسے مقام پر واقع ہے جو عبادات کے احکام سے متعلق نہیں۔ اس لئے عطف کی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واؤ نہ لائی گئی۔

۶۸: وَإِنْ جَادَلُوكَ (اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں) ضد و تعنت کی بناء پر آپ سے جھگڑا کریں۔ جیسا کہ حقیقاً کیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود کہ آپ ان سے کبھی تنازع کی صورت نہ پیدا فرماتے تو حکم دیا۔ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا بخوبی علم ہے) ان سے جھگڑا میں نہ پڑیں بلکہ یہ بات کہہ کر مدافعت کریں۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی بخوبی خبر ہے اور جو بدلہ اس پر تمہیں ملنے والا ہے اس سے بھی واقف ہیں پس وہ خود تمہیں بدلہ دیں گے یہ درحقیقت وعید اور انداز ہے لیکن نرم و رقیق انداز میں۔

مَسَنَدُ: اس میں یہ ادب سکھایا کہ ضدی آدمی سے کس طرح پنپنا چاہئے۔ سبحان من ادب نبیہ باحسن الآداب۔
۶۹: اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (اللہ تعالیٰ تمہارے مابین ان باتوں میں قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے جن میں تم اختلاف کرتے تھے) اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمنین اور کفار کو خطاب کیا کہ ثواب و عقاب کا فیصلہ حقیقی قیامت کے دن ہوگا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو ان تکالیف پر تسلی دی گئی جو کفار کی طرف سے روز پیش آتی تھیں۔

۷۰: أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو جو آسمان اور زمین میں ہے جانتے ہیں) یعنی کس طرح تمہارے اعمال اس سے مخفی رہ سکتے ہیں۔ علماء کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ آسمان و زمین میں جو چیز پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پہلے ہی جانتے ہیں۔ إِنَّ ذَلِكَ (بیشک وہ) جو ان دونوں میں موجود ہے۔ فِي كِتَابٍ (لوح محفوظ میں) مندرج ہے۔ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (بیشک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یعنی ان تمام کا جاننا اس پر گراں نہیں بلکہ آسان ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ

اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور نہ ان کے پاس ان کی کوئی

عِلْمٌ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۝۷۱ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ

دلیل ہے اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو خوب واضح ہیں تو اسے مخاطب تو کافروں کے

فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرُ يَكَادُّونَ يَسْطُونِ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ

چہروں میں ناگواری کو پہچان لے گا قریب ہے کہ ان لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتے

آيَاتُنَا قُلْ أَفَأَنْبِئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذَلِكَُمُ النَّارُ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ

ہیں آپ فرما دیجئے کیا میں اس سے زیادہ ناگوار چیز نہ بتا دوں؟ وہ دوزخ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ

كَفَرُوا وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝۷۲

فرمایا ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

۷۱: یہاں سے کفار کی اس جہالت کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو عبادت کے حقدار ہی نہیں ہیں۔ فرمایا: وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا (اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جن کی معبودیت کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری)

قراءت: يَنْزِلُ مکی و بصری نے پڑھا ہے۔ سلطاناً حجت و برہان کو کہتے ہیں۔

وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ (اور نہ ان کے پاس ان کی عبادت کے متعلق علم ہے) (یعنی عقلی دلیل نہیں ہے) یعنی عبادت میں نہ تو کسی آسمانی وحی کی دلیل سے استدلال کرنے والے ہیں اور نہ وہ کسی عقلی دلیل کو پیش کر سکتے ہیں۔ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَّصِيرٍ (اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں) اور نہ ہی ایسے ظلم کا ارتکاب کرنے والے لوگوں کا کوئی مددگار ہے جو ان کے مذہب کی تصویب و توثیق کرے۔

تلاوت پر کفار کا غصہ:

۷۲: وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ (اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں) یعنی قرآن مجید تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرُ (تو تم کفار کے چہروں پر انکار کو پہچانو گے) انکار جو ترش روئی اور کراہت سے پہچانا جاتا ہے۔ الْمُنْكَرُ مصدر میسی ہے انکار کرنا۔ يَكَادُّونَ يَسْطُونِ (قریب ہے کہ وہ حملہ آور ہو جائیں) يَسْطُونَ پکڑ لیں۔ السطو: (کو دنا اور پکڑنا)۔ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا (ان لوگوں پر جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتے ہیں) يتلون کی ضمیر سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ

اے لوگو! ایک مثل بیان کی گئی ہے سو تم اسے دھیان سے سن لو۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت

اللَّهُ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا

کرتے ہیں وہ ہرگز کبھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اس کے لئے وہ سب اکٹھے ہو جائیں اور اگر کبھی ان سے کوئی چیز چھین لے

لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۚ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ

تو اسے چھڑا نہیں سکتے طالب بھی کمزور اور مطلوب بھی کمزور۔ لوگوں نے اللہ کی ایسی تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کی تعظیم کا

قَدَرِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝۷۱

حق ہے بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا ہے زبردست ہے۔

اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

قُلْ أَفَأَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ ذَلِكُمْ (کہہ دیں کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ ناگوار بتلا دوں) تمہارے اس غصہ سے جو تمہیں تلاوت کرنے والوں پر آتا ہے۔ اور ان پر حملہ آور ہونے سے یا جو تمہیں کراہت پہنچی ہے اور ضجر و اکتاہٹ اس تلاوت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ النَّارُ (وہ آگ ہے) یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے گویا کہ کوئی اس طرح کہہ رہا ہے کہ وہ ناگوار ترین چیز کیا ہے؟ تو جواب آیا آگ یعنی وہ آگ ہے۔ وَعَذَابُ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا (جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ فرمایا ہے) یہ جملہ مستأنفہ ہے۔ وَبَشَرٍ الْمَصِيرُ (اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے) یعنی آگ۔

معبودانِ باطلہ کی تحقیر:

۷۳: جب انکا دعویٰ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے شرکاء تو عجیب و غریب اور مشہور ہونے میں ضرب الامثال کی طرح مشہور ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ (اے لوگو! بیان کی جاتی ہے) واضح کی جاتی ہے۔ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ (ایک مثال تم اس کو غور سے سنو!) ہم یہ مثال بیان کرتے ہیں۔ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ (بیشک وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔) قراءت: یعقوب اور سہل نے یدعون پڑھا ہے۔ مِنْ دُونِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے سوا) بطور معبود لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا (وہ ہرگز کبھی پیدا نہ کر سکیں گے)

نحو، صرف: نفی و تاکید مستقبل کیلئے استعمال ہوتا ہے اور اس کی مزید تاکید اس طرح بھی ہے کہ تخلیق ذباب ان سے ناممکن ہے۔ گویا کلام اس طرح ہے محال ان یخلقوا انکا کبھی پیدا کرنا ناممکن ہے۔

۷۴: یہاں کبھی کی تخصیص کیوں کی گئی؟

جواب: ان کی توہین، تذلیل اور ضعف و کمزوری اور انتہائی گندگی ظاہر کرنے کیلئے لائے۔ جو ایسی حقیر ذلیل چیز پر قدرت نہیں رکھتے وہ بڑی اعلیٰ چیز کیا بنا سکیں گے پس وہ معبود بننے کے حقدار نہیں ذباب کو ذباب کہنے کی وجہ جب اس کی گندگی کی وجہ سے اس کو بھگایا جائے تو استکبار کرتے ہوئے یہ واپس لوٹ آتی ہے۔ وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ (اگرچہ وہ تمام اس کے لئے جمع ہو جائیں) مکھی کو پیدا کرنے کیلئے۔ یہ جملہ محل نصب میں ہے کیونکہ حال ہے گویا تقدیر کلام یہ ہے مستحیل منهم ان یخلقوا الذباب مشروطاً علیہم اجتماعہم جمیعاً لخلقہ و تعاونہم علیہ ان سے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ مکھی کو پیدا کریں ان کے ذمہ شرط یہ ہے کہ وہ اس کی پیدائش کیلئے تمام جمع ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں تب بھی تعاون کے باوجود وہ پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ آیت قریش کی تجھیل کیلئے انتہائی مبلغ ہے جب انہوں نے الوہیت کو تصاویر و تماثیل کے ساتھ موصوف کیا جن کو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے قلیل ترین پر بھی قدرت نہیں اگرچہ وہ تمام جمع ہوں۔ (حالانکہ الوہیت کا تقاضہ یہ ہے کہ تمام مقدورات پر اقتدار و قبضہ اور ان کے متعلق تمام معلومات کا احاطہ ضروری ہے) اسی لئے فرمایا وَانْ یَسْلُبْہُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا (اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے)

تجوید: شَیْئًا یہ یسلبہم کا دوسرا مفعول ہے۔

لَا یَسْتَنْقِذُوہُ مِنْہُ (وہ اس سے چھڑوانہیں سکتے) یعنی یہ چھوٹی اور حقیر مخلوق اگر ان سے کوئی چیز اچک کر لے جائے اور وہ تمام اس کے لئے جمع ہوں تاکہ اس سے وہ چیز واپس چھڑوائیں تو اس پر ان کو قدرت نہ حاصل ہوگی۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: وہ اپنے بتوں پر زعفران ملتے اور ان کے سروں پر شہد جب مکھی اس سے لے جاتی تو وہ اس کے لینے سے تمام مل کر بھی عاجز تھے۔ ضَعْفَ الطَّالِبُ (کمزور ہے چاہنے والا) یعنی بت کیونکہ اس سے وہ مانگا جاتا ہے جو اس سے چھین لیا گیا۔ وَالْمَطْلُوبُ (اور مطلوب) مکھی اس چیز کو طلب کرتی ہے جو اس نے چھیننا ہے۔ یہ اس طرح فرمایا گویا کہ کمزور ی میں وہ اور مکھی برابر ہیں۔ اور اگر تحقیق کی نگاہ ڈالی جائے تو طالب بہت ہی زیادہ کمزور ہے بلکہ کمزور ترین ہے۔ اس لئے کہ مکھی تو حیوان ہے۔ اور وہ جماد اور وہ مغلوب مکھی غالب ہے۔

عاجز و عزیز کا مقابل کیسے؟

۷۴: مَا قَدَرُوا اللہَ حَقَّ قَدْرِہِ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مرتبہ کا اندازہ ویسا نہیں کیا جیسا کرنا چاہیے) انہوں نے اس کو اس طرح نہیں پہچانا جیسا پہچانا چاہیے تھا۔ وہ اس طرح کہ اس کمزور بت کو اس طرح شریک بنا ڈالا۔ اِنَّ اللہَ لَقَوِیُّ عَزِیْزٌ (بیشک اللہ تعالیٰ البتہ زبردست قوت والے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ غالب اور قادر مطلق ہیں پھر کس طرح عاجز و مغلوب کو اس کے مشابہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ اپنے اولیاء کی نصرت کی طاقت رکھتے ہیں۔ عزیز یعنی وہ زبردست ہیں ان کے دشمنوں سے انتقام لے سکتے ہیں۔

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٧٥﴾

اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو چن لیتا ہے اور آدمیوں میں سے بھی ' بلاشبہ اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٧٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

وہ جانتا ہے کہ جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے ' اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔ اے

أَمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ ۖ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٧٧﴾

ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور خیر کے کام کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ '

اصطفاۓ الہی:

۷۵: اللَّهُ يَصْطَفِي (اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے) چناؤ کر لیتا ہے۔ مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا (ملائکہ میں سے رسولوں کا) جیسے جبریل، میکائیل، اسرافیلؑ۔ وَمِنَ النَّاسِ (اور انسانوں میں سے) رسول جیسے ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ و محمد ﷺ وغیرہم الصلوٰۃ والسلام۔ یہ درحقیقت اس بات کی تردید ہے جس کا انہوں نے انکار کیا تھا کہ رسول انسانوں میں سے نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں یہ بھی بیان فرمایا کہ رسولوں کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ۱۔ فرشتے۔ نمبر ۲۔ انسان

دوسرا قول یہ ہے کہ اس وقت نازل ہوئی جب کفار نے کہا: نزل علیہ الذکر من بیننا [ص: ۸] إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو سننے والے ہیں)۔ بَصِيرٌ (دیکھنے والے ہیں) اس کو جس کو اس نے اپنے پیغامات کے لیے منتخب کرنا ہے۔ یا رسولوں کے اقوال کو سننے والے ہیں۔ جس کو عقلیں قبول کرتی ہیں۔ بصیر وہ دیکھنے والے ہیں امتوں کے حالات کو قبولیت ورد کے سلسلہ میں۔

۷۶: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ (وہ جانتے ہیں اس کو جو ان کے سامنے ہے) یعنی گزر چکا و مَا خَلْفَهُمْ (اور جو ان کے پیچھے ہے) جو ابھی نہیں آیا۔ یا نمبر ۲۔ جو اعمال وہ حال میں کر رہے ہیں۔ اور جو مستقبل میں کریں گے۔ نمبر ۳۔ ان کی دنیا کے معاملے کو اور انکی آخرت کے متعلق وَ إِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں) یعنی اس کی طرف تمام امور کا لوٹنا ہے اور وہ ذات جس میں یہ صفات پائی جائیں لا یسنل عما یفعل [الانبیاء: ۲۳] اس سے اس بات کا سوال نہیں کیا جاسکتا جو وہ کرے۔ اس کے فیصلوں میں کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں اور اس کی تدابیر اور اختیار رسل پر کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ قراءت: شامی، حمزہ، علی نے تَرْجَعُ پڑھا ہے۔

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ

اور اللہ کے بارے میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تمہیں چن لیا اور اس نے دین میں

فِي الدِّينِ مِنْ حَرْجٍ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ

تنگی نہیں رکھی اپنے باپ ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا

مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى

اس سے پہلے اور اس قرآن میں تاکہ رسول تمہارے بارے میں گواہ بن جائے اور تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ

النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ

بن جاؤ سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو وہ تمہارا مولیٰ ہے

فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝ ۷۸

سو وہ خوب مولیٰ ہے اور خوب مددگار ہے۔

اصول کامیابی:

۷۷: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا (اے ایمان والو! تم رکوع کرو اور سجدہ کرو) اپنی نمازوں میں جب پہلے پہلے اسلام لائے تو وہ بلا رکوع و سجود کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر ان کو حکم ہوا کہ رکوع و سجود کیا کریں۔

مَسْنَدُہ: اس میں دلیل ہے کہ اعمال ایمان کا حصہ نہیں ہیں۔ اور یہ سجدہ نماز کا ہے۔ سجدہ تلاوت نہیں ہے۔

وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ (اور تم اپنے رب کی عبادت کرو) تم اپنے رکوع و سجود سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا قصد کرو۔ نہ کہ بتوں کا وَاَفْعَلُوا الْخَيْرَ (اور بھلائی کے کام کرو) ایک قول یہ ہے جبکہ ذکر و دیگر طاعات پر مقام و مرتبہ حاصل ہے تو اولاً ایمان والوں کو نماز کی طرف بلایا کہ نماز خالص ذکر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاَقِمِ الصَّلَاةَ لَذِكْرِی [طہ: ۱۴] پھر نماز کے علاوہ عبادت کی طرف بلایا۔ مثلاً روزہ، حج وغیرہ۔ پھر تمام دیگر طاعات کی طرف دعوت دی۔ دوسرا قول یہ ہے اس سے مراد صلہ رحمی اور مکارم اخلاق ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ (تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو) نمبر ۱۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ نمبر ۲۔ تم یہ تمام اعمال کرو اس حالت میں کہ تم فلاح کی امید رکھنے والے ہو۔ یقین کر کے نہ بیٹھ جانے والے ہو۔ اور نہ تم اپنے اعمال پر بھروسہ کر کے بیٹھنے والے ہو۔

۷۸: وَجَاهِدُوا (اور تم جہاد کرو) اس میں غزوہ کا حکم دیا۔ نمبر ۲۔ نفس و خواہشات سے جہاد کرو اور یہ جہاد اکبر ہے۔ نمبر ۳۔ سچی بات ظالم حکمران کے سامنے کرنا۔ فِی اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کی خاطر) اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر اور اسی کے سبب سے۔ حَقَّ جِهَادِہ جیسا جہاد کا حق ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرا جائے محاورہ میں کہا جاتا

ہے ہو حق عالم وجدّ عالم ای عالم حقاً وجدّاً (وہ زبردست عالم ہے) حق جہادہ اسی سے ہے قیاس کا تقاضا یہ تھا حق الجہاد فیہ یا حق جہاد کم فیہ۔ حقیقی جہاد تمہارا اس میں ہے۔ لیکن اضافت ادنیٰ ملاست کی وجہ سے کردی جاتی ہے۔ اور اختصاص کی وجہ سے کردی جاتی ہے۔ جبکہ جہاد اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کیلئے کیا جانا خاص تھا اور اس کی وجہ سے تھا تو اس کی اضافت اس کی طرف درست ہوئی اور ظروف کے اندر وسعت ہے جیسا کہتے ہیں ویوم شہدناہ مُلِیماً و عامراً۔ جس دن کہ ہم اس میں سلیم و عامر کے ساتھ حاضر ہوئے۔

هُوَ اجْتَبَکُمْ (اسی نے تمہیں چنا ہے) تمہیں اپنے دین اور اس کی مدد و نصرت کیلئے چنا ہے۔ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّینِ مِنْ حَرَجٍ (اور اس نے تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں مقرر کی) حرج کا معنی تنگی۔ بلکہ اس نے تمام مکلفہ امور میں سہولیات فراہم کی ہیں۔ جیسے کہ طہارت، نماز، روزہ، حج، یتیم، یمام، قصر، افطار جو سفر و مرض سے ہو۔ اور سواری نہ ہونے کی حالتوں وغیرہ میں آسانیاں ہیں۔

مِلَّةَ اٰبِیْکُمْ اِبْرٰہِیْمَ (یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے) تم اس کی اتباع کرو اپنے باپ کی ملت کی۔ نمبر ۲۔ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر کلام یہ ہے اعنی بالدين ملۃ ابيکم۔ میرے دین سے مراد تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو باپ کہا اگرچہ وہ تمام امت کے باپ نہیں ہیں کیونکہ وہ رسول ﷺ کے جد امجد ہیں۔ اور آپ امت کے بمنزلہ باپ ہیں۔ کیونکہ امت رسول اولاد کے حکم میں ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ (احمد، نسائی، ابن ماجہ) میں تمہارے لئے بمنزلہ والد ہوں۔

هُوَ سَمَّکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ (اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا) یعنی اللہ تعالیٰ نے۔ اس کی دلیل ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے: اللہ سماکم۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) پہلی کتب میں وَفِیْ هٰذَا (اور اس میں) قرآن میں یعنی تمہیں تمام امتوں پر فضیلت دی اور تمہارا یہ معزز نام رکھا۔

لِیْکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَہِیْدًا عَلَیْکُمْ (تا کہ رسول تم پر گواہ ہوں) کہ انہوں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ وَتَکُوْنُوْا شَہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ (اور تم لوگوں پر گواہ بنو) رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو اپنی امتوں تک پہنچا دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ عظمت تمہارے ساتھ مخصوص کی ہے۔ اور تمہیں سب پر ترجیح دی ہے۔ تَوَفَّاقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (تو تم نماز کو اس کے فرائض کے ساتھ ادا کرو)۔ وَاتُّوا الزَّکٰوۃَ (اور زکوٰۃ کو اس کی شرائط کے ساتھ ادا کرو)۔ وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ (اور مضبوطی سے اللہ تعالیٰ کو تھام لو) یعنی اللہ تعالیٰ پر کامل یقین اور توکل کرو۔ نہ کہ نماز و زکوٰۃ پر۔ هُوَ مَوْلَکُمْ (وہی تمہارا کارساز ہے) تمہارا مالک ہے اور مددگار اور تمہارے معاملات کا والی ہے۔ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی (وہ خوب کارساز ہے) تمہارے گناہوں کے باوجود رزق کو بند نہیں کیا۔ فَاَسْہَلِیْہِ ہے جب اس کا کارساز ہوتا ثابت ہو تو بس وہی سب سے اعلیٰ کارساز ہے۔ وَنِعْمَ النَّصِیْرُ (اور خوب مددگار ہے) یعنی مددگار وہی ہے کہ تمہاری اطاعت پر وہ اعانت فرمائے گا۔ اور وہ آدمی یقیناً کامیاب ہے جس کا وہ مولیٰ اور ناصر ہو۔

الحمد للہ آج بروز جمعۃ المبارک ۸ شوال ۱۴۲۳ھ بوقت نماز مغرب ترجمہ سورت حج تکمیل پذیر ہوا۔

سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ مَكِّيَّةٌ بِأَرْبَعِ عَشَرَ آيَةً نَزَّلَهَا

سورہ مؤمنون مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو اٹھارہ آیات ہیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝۱ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝۲ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ

تحقیق ایمان والے کامیاب ہو گئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے

اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝۳ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝۴ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ

اعراض کرنے والے ہیں اور جو ادائیگی زکوٰۃ کا کام کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرم کی جگہوں کی حفاظت

حَافِظُونَ ۝۵ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝۶

کرنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے یا ان باندیوں کے جن کے وہ مالک ہوں۔ سو بلاشبہ ان میں اپنی شرم کی جگہوں کو استعمال کرنے پر ملامت کئے ہوئے نہیں ہیں۔

فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝۷ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

سو جس نے اس کے علاوہ کچھ تلاش کیا تو وہ لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہیں اور جو لوگ اپنی امانتوں اور عہدوں کی

رَاعُونَ ۝۸ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝۹ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝۱۰ الَّذِينَ

رعایت کرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو میراث پاتے والے ہیں۔ جو

يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝۱۱

فردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۱: قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔ (تحقیق ایمان والے کامیاب ہو گئے)

۲: الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (تحقیق فلاح پائی ان مؤمنوں نے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں)

ایمان والوں کی متوقع بشارت:

قَدْ أَفْلَحَ میں قد لَمَّا کی نفیض ہے۔ یہ متوقع کو ثابت کرتا ہے جبکہ لَمَّا اس کی نفی کرتا ہے مؤمن اس قسم کی بشارات کی توقع

رکھتے تھے۔ اس میں ان کے لئے کامیابی کے ثابت ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ اس لئے جس بات کی وہ توقع رکھتے تھے اسی کے ثبوت پر دلالت کے انداز سے خطاب کیا گیا۔ الفلاح مطلوب کو پالینا اور خطرات سے بچ جانا۔ یعنی انہوں نے اپنے مطالبے کو پالیا اور جن چیزوں سے وہ خائف تھے ان سے نجات پالی۔ الایمان لغت میں تصدیق کو کہتے ہیں اور المؤمن تصدیق کرنے والا۔
شرع میں ایمان:

ہر وہ شخص جو شہادتین کا زبان سے اس حالت میں اقرار کر لے کہ اس کا دل اس کی زبان سے موافقت کرنے والا ہو۔ وہ مؤمن کہلاتا ہے۔

قول رسول اللہ ﷺ: اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کر کے فرمایا بات کرو تو جنت نے کہا قد افلح المؤمنون تین مرتبہ کہا مجھے ہر بخیل دکھلاوے والے پر حرام کر دیا گیا ہے [ابو نعیم ۱۷] کیونکہ اس نے عبادات بدنہ کو ریا کاری سے باطل کر دیا اور عبادت مالیہ تو پہلے ہی اس کی موجود نہیں ہے۔

۲: الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ خاشعون کا معنی دل سے ڈرنے والے ہیں اور ان کے جوارح پر سکون ہیں۔ دوسرا قول خشوع فی الصلاة اور وہ یہ ہے کہ اپنی توجہ کو اس کے لئے جمع کرنا اور اس کے ماسوا سے اعراض کرنا اور نگاہ کا جائے نماز سے آگے نہ بڑھنا دائیں بائیں متوجہ نہ ہونا۔ نہ کپڑوں سے کھیلنا نہ کپڑا نکاتا۔ نہ انگلیاں مٹکانا۔ اور نہ کنکریوں کو الٹنا پلٹنا وغیر ذلک۔ قول ابو الدرداء رضی اللہ عنہ: زبان کے اخلاص، مقام کی تعظیم اور کامل یقین اور مکمل یکسوئی کو خشوع کہا جاتا ہے۔ خشوع نگاہ و آواز میں تواضع اور خضوع اعضائے بدن میں سکون۔

اضافت صلاة:

نماز کی اضافت نمازیوں کی طرف کی گئی مصلیٰ لہ کی طرف نہیں کی گئی۔ کیونکہ نمازی کو صرف اس سے فائدہ پہنچتا ہے اور وہ اس کا ذخیرہ اور زاد سفر ہے باقی ذات باری تعالیٰ جس کے لیے نماز پڑھی جا رہی ہے۔ وہ اس سے غنی و بے نیاز ہے۔

۳: وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (اور وہ لوگ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہیں)

اللغو ہر گری ہوئی بات جو بے کار ہونے کی مستحق ہو مثلاً جھوٹ، گالی، بکواس، مطلب یہ ہے ان کو ایسا وقار حاصل ہے جو ہزل سے ان کو مصروف کرنے والا ہے۔ پچھلی آیت میں ان کی صفت خشوع فی الصلاة کی ذکر کی تو اس آیت میں ان کی دوسری صفت لغویات سے اعراض کی ذکر کر دی۔ تاکہ نفوس پر گراں گزرنے والی دو باتیں ان میں جمع ہو جائیں۔ نمبراً۔ فعل خشوع اور ترک لغو اور یہی دونوں چیزیں تکلیف کی عمارت کے بنیادی پتھر ہیں۔

۴: وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ (اور وہ لوگ جو زکوٰۃ کو ادا کر نیوالے ہیں) فاعلون کا معنی ادا کرنے والے ہیں۔ فاعلون کے استعمال سے ان کی مداومت کو ثابت کیا۔ مؤدون کا لفظ یہ مداومت نہیں رکھتا۔

ایک قول الزکوٰۃ کا لفظ مشترک ہے اس کا اطلاق اعیان پر ہوتا ہے تو اس سے وہ مالی مقدار مراد لی جائے گی جسے زکوٰۃ دینے

والانصاب میں سے فقیر کے سپرد کرتا ہے اور اگر اس کا اطلاق معنی پر ہو تو پھر مراد اس سے تزکیہ کا فعل جو پاکیزگی والا انجام دیتا ہے۔
مفسر کی رائے:

یہاں یہی مراد ہے تزکیہ کرنے والوں کو فاعلین کہا کیونکہ فعل کا لفظ تمام افعال کو عام ہے جیسے الضرب، القتل وغیرہ۔ تم کہو گے فعل الضرب والقتل والتزکیہ۔

البتہ یہ بھی جائز ہے یہاں زکوٰۃ سے زکوٰۃ مال مراد لی جائے۔ اس صورت میں مضاف کو مقدر مانا جائے گا۔ اور وہ اداء کا لفظ ہوگا۔
تَحْقُوْرٌ: لام کو مفعول کے مقدم ہونے کی وجہ سے اور اسم فاعل کے عمل کے ضعیف ہونے کی بناء پر لایا گیا ہے جیسے تم کہو گے ہذا ضارب لزید مگر اس طرح نہیں کہتے۔ ضَرْبَ لَزِيْدٍ۔

۵: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں)
الفرج یہ مرد و عورت دونوں کے مستورہ اعضاء کو شامل ہے۔

۶: اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ (مگر اپنی بیویوں پر)

تَحْقُوْرٌ: یہ موضع حال میں ہے ای والا والین علی ازواجہم اس حال میں کہ وہ ولایت رکھنے والے ہیں اپنی ازواج پر نمبر ۲۔
ان پر نگہبان ہیں (قوائین کے معنی میں ہے) اس صورت میں یہ اس قول سے ماخوذ ہوگا۔ کانه زياد عمل البصرة۔ ای والیا علیہا اس پر والی تھا۔

مطلب یہ ہے کہ وہ تمام احوال میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر تزوج کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے یا باندی بنانے کی صورت۔ نمبر ۳۔ علی کا تعلق محذوف سے ہے۔ جس پر غیر ملومین دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ یلامون الا علی ازواجہم یعنی یلامون علی کل مباشرة الا ما اطلق لهم فانهم غیر ملومین علیہ۔ وہ ہر مباشرہ پر ملامت کے قابل ہیں۔ مگر وہ جس میں ان کو آزاد چھوڑا گیا وہ قابل ملامت نہیں۔

فرأء کا قول علی من کے معنی میں ہے یعنی وہ حفاظت کر نیوالے ہیں اپنی شرمگاہوں کی مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی باندیوں سے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں) یعنی باندیاں۔ یہاں من کی بجائے ما استعمال کیا گیا۔ حالانکہ وہ غیر ذوالعقول کیلئے ہے۔ کیونکہ مملوک غیر عاقل کے قائم مقام ہے۔ اسی لئے ان کو بہائم کی طرح فروخت کیا جاتا ہے۔ نیز عورتوں کو کم عقلی کی وجہ سے ما کے عموم میں داخل کیا گیا۔

فَانَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِيْنَ (وہ ان کے متعلق قابل ملامت نہیں ہونگے) یعنی اگر وہ اپنی شرمگاہوں کو اپنی بیویوں اور باندیوں سے محفوظ کر کے نہ رکھیں تو وہ قابل ملامت نہ ہونگے۔

۷: فَمَنْ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ (پھر جس نے تلاش کیا اس کے علاوہ اور راستہ) قضائے شہوت کیلئے ان دو کے علاوہ اور راستہ ڈھونڈا۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (پس وہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں) عادون۔ سرکشی میں کامل۔

مَسْتَبَلَّةٌ: اس میں متعہ اور استمناء بالکف کی حرمت ثابت ہو رہی ہے کیونکہ یہ دونوں بارادۂ قضائے شہوت کیلئے کئے جاتے ہیں۔

۸: وَالَّذِيْنَ هُمْ لَا مُنْتِهٰى لَهُمْ وَعَهْدُهُمْ (اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا قراءت: مکی اور مہل نے لا منتہم پڑھا ہے۔

آیت میں مؤتمن علیہ شی اور معاہد علیہ کو امانت سے تعبیر کیا جیسا دوسرے ارشاد میں فرمایا ان اللہ یا امر کم ان تووا الامانات الی اهلہا [النساء: ۵۸] ادائیگی تو عیون کی ہوتی ہے معانی کی نہیں ہوتی۔ پس مراد اس سے وہ تمام امانتیں اور وعدے ہیں جو اللہ تعالیٰ یا مخلوق کی طرف سے کیے جائیں۔ رَاعُوْنَ (وہ حفاظت کرنے والے ہیں۔) الراعی وہ شخص جو کسی چیز کی حفاظت و اصلاح کا ذمہ دار ہو۔ جیسا کہ چرواہا بکریوں کیلئے ہوتا ہے۔

۹: وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ (اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی محافظت کرنے والے ہیں) صَلَوٰتِہُمْ ابو بکر کے علاوہ کوفیین نے واحد پڑھا ہے۔ يُحَافِظُوْنَ (ان کے اوقات میں مداومت کرنے والے ہیں۔)

وجہ اعادۃ صلاۃ:

اہمیت کی وجہ سے نماز کو دوبارہ لایا گیا اور اول آیت میں خشوع صلاۃ کا ذکر تھا اور اس میں محافظت کا تذکرہ فرمایا۔ پہلی آیت میں صلاۃ کو واحد لائے تاکہ جنس صلاۃ میں خشوع کا لازم ہونا ظاہر ہو اور پچھلی آیت میں صلوات جمع لائے تاکہ انواع صلاۃ فرائض واجبات، سنن و نوافل تمام کی محافظت ثابت ہونے کا فائدہ حاصل ہو۔

۱۰: اُولٰٓئِكَ (وہ جو ان صفات کے جامع ہیں۔) هُمُ الْوَارِثُوْنَ (وہی وارث ہیں) اس بات کے حقدار ہیں کہ ان کو وارث کہا جائے اور کوئی اس کا حقدار نہیں۔ پھر وارثین کی اس ارشاد سے ترجمانی فرمائی۔

۱۱: الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ (وہ لوگ جو کہ وارث ہونگے) کفار کی متروکات سے۔ حدیث میں ہے تم میں سے ہر ایک کے دو مکان ہیں ایک آگ میں مکان اور ایک جنت میں مکان۔ اگر مر کر جنت میں گیا تو اہل نار کو اس کا دوزخی مکان مل جائے گا۔ اور اگر مر کر دوزخ میں گیا تو اہل جنت اس کے مکان کے وارث ہونگے [رواہ ابن ماجہ، ابن مردویہ، بیہقی فی البعث] الْفُرْدُوْسَ (فردوس کے) وہ وسیع باغ ہے جس میں پھلوں کی تمام اقسام ہیں۔

قطرب کا قول یہ ہے:

یہ جنتوں میں سے اعلیٰ جنت ہے۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) الْفُرْدُوْسَ کے لفظ کی طرف ہا کی ضمیر تاویل جنت کی بناء پر لوٹائی گئی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نَظْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۱۳

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا پھر ہم نے اسے ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ کی صورت میں رکھا

ثُمَّ خَلَقْنَا النَّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا

پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا پھر ہم نے اس لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو

الْعِظْمَ لَحْمًا ۝۱۴ ثُمَّ اَنْشَاْنَهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۝۱۵ فَتَبَرَّكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝۱۶ ثُمَّ اِتٰكُمْ

گوشت پہنا دیا، پھر ہم نے اسکو دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا، سو بابرکت ہے اللہ کی ذات جو سب صناعوں سے بہتر ہے، پھر بلاشبہ تم

بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝۱۷ ثُمَّ اِتٰكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝۱۸

اسکے بعد ضرور ہی مرجانے والے ہو، پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

تخلیق آدم علیہ السلام:

۱۲: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (تحقیق ہم نے جنس انسان کو پیدا کیا) یعنی آدم علیہ السلام کو۔ مِنْ سُلَالَةٍ (خلاصہ سے) نَحْوُ: مَنْ اَبْدَانِيَّةٍ ہے۔ السُّلَالَةُ۔ خلاصہ نچوڑ، کیونکہ اس کو گد لے پن میں سے نکالا جاتا ہے۔ ایک قول جس مٹی سے آدم علیہ السلام کو بنایا اسی کو سلالہ فرمایا کیونکہ وہ ہر مٹی کا جو ہر تھا۔ مِّنْ طِيْنٍ (مٹی سے) مَنْ بَيَانِيَّةٍ ہے۔ جیسا اس آیت میں من الاوثان [الحج: ۳۰]

نسل کے مراحل تخلیق:

۱۳: ثُمَّ جَعَلْنَاهُ (پھر اس کو بنایا) یعنی اس کی نسل کو۔

نَحْوُ: مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام بنا دیا کیونکہ آدم علیہ السلام کو نطفہ سے نہیں بنایا گیا۔ وہ اسی طرح ہے جیسے فرمایا و بدأ خلق الانسان من طين ثم جعل نسله من سلاله من ماء مهين [السجده: ۷: ۸]

ایک قول الانسان سے بنو آدم مراد ہیں اور السلالہ سے نطفہ اہل عرب نطفہ کو سلالہ کہتے ہیں۔ ای ولقد خلقنا الانسان من سلاله یعنی ایسے نطفہ سے جو مٹی سے نکالا اور بنا ہوا ہے اور وہ آدم علیہ السلام ہیں۔

نُطْفَةٍ (معمولی پانی) فِيْ قَرَارٍ (ایک قرار گاہ میں) یعنی رحم مکیں (مضبوط۔)

۱۴: ثُمَّ خَلَقْنَا النَّطْفَةَ (پھر ہم نے نطفہ کو بنایا۔)

نَحْوُ: یہاں خلق کو صیر کے معنی میں لیا کیونکہ وہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ اور اصل میں خلق ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ عَلَقَةً (خون کا لوتھڑا)۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے سفید نطفہ کو سرخ لوتھڑا بنایا۔

فَخَلَقْنَا الْعُلَقَةَ مُضْغَةً (پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں) فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا (پھر لوتھرے کی بوٹی بنائی)
فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا (پھر ہم نے ہڈیوں کو گوشت پہنایا) ہڈیوں پر گوشت اُگادیا۔ وہ ہڈیوں کا لباس سا بن گیا۔
قراءت: شامی اور ابوبکر نے العظم پڑھا ہے۔ زید نے یعقوب سے العظام اور ابو زید سے العظم واحد کو جمع کی جگہ لائے
کیونکہ التباس کا خدشہ نہیں اور انسان بہت سی ہڈیوں والا ہے۔
ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ (پھر اس کو بنایا) اس میں ضمیر انسان کی طرف لوٹی ہے۔ نمبر ۲۔ المذکور کی طرف لوٹی ہے۔ خَلَقًا آخَرَ (دوسری مخلوق) یعنی ایسی تخلیق جو پہلی کے خلاف تھی۔ اولاً جماد تھا پھر حیوان بنا دیا۔ اور حیوان ناطق سمیع و بصیر بنایا۔ حالانکہ پہلے وہ اس کے برعکس تھا۔

قول احناف:

اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں اگر کسی نے ایک انڈا غصب کیا وہ بار آور تھا اس سے چوزا نکل آیا۔ اس پر انڈے کی ضمان لازم ہے۔
چوزا واپس نہ کرے گا۔ کیونکہ وہ (خلق آخر) دوسری تخلیق ہے جو انڈے سے مختلف اور الگ ہے۔
فَتَبَرَّكَ اللَّهُ (پس اللہ تعالیٰ بڑی شان والے ہیں) علم و قدرت میں اس کی شان بلند ہے۔
أَحْسَنُ مَخْلُوقٍ: یہ خبر مبتداً محذوف کی ہے۔ یا بدل ہے مگر صفت نہیں کیونکہ یہ نکرہ ہے خواہ مضاف ہے کیونکہ یہاں مضاف
الیہ من کے عوض آیا ہے۔ الْخَالِقِينَ (سب سے بہتر پیدا کرنے والے ہیں) خالقین۔ مقدرین کے معنی میں ہے یعنی وہ اندازہ
کرنے والوں میں سب سے بہتر انداز کرنے والے ہیں۔ تو ممیز کا ذکر الخالقین کی دلالت کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

ایک قول:

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نبی اکرم ﷺ کا کاتب تھا۔ اس نے یہ جملہ آپ کے لکھوانے سے پہلے بولا۔ تو رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ اس پر عبداللہ کہنے لگا۔ اگر محمد نبی ہیں تو میں بھی نبی ہوں اور مجھ پر بھی وحی آتی ہے پھر وہ مرتد
ہو کر مکہ چلا گیا پھر فتح مکہ کے روز مسلمان ہوا۔

دوسرا قول:

یہ حکایت جس کو سبیل الرشاد اور ثعلبی نے کلبی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ صحیح نہیں کیونکہ ارتداد کا
واقعہ مدینہ کا ہے اور یہ سورۃ مکمل کی ہے دوسرا کلبی مشہور دروغ گوراوی ہے۔ (فلیحذر) اور قول یہ ہے کہ یہ جملہ فاروق اعظم کی
زبان سے نکلا (موافقات وحی میں سے ہے) یا معاذ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا ہے۔
۱۵: ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ (پھر تم اس کے بعد) اس کے بعد جو ہم نے تمہارا معاملہ ذکر کیا۔ لَمَيِّتُونَ (البتہ مرنے والے ہو) اپنی
مدت عمر ختم ہونے پر۔
۱۶: ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تُبْعَثُونَ (پھر بیشک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے) جزاء کیلئے زندہ کئے جاؤ گے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ ۝۱۷ وَأَنْزَلْنَا مِنَ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر سات طرائق پیدا کیے ہیں اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں ہیں۔ اور ہم نے آسمان سے

السَّمَاءِ مَاءً يُقَدِّرُ فَأَسْكَنَهُ فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ ۝۱۸

خاص مقدار کے مطابق پانی اتارا پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس کے معدوم کرنے پر قادر ہیں

فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّاتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ ۚ لَّكُمْ فِيهَا فَوَاكِهٌ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا

پھر ہم نے اس کے ذریعہ تمہارے لیے کھجور اور انگور کے باغ پیدا کیے ان میں تمہارے لیے بکثرت میوے ہیں اور ان میں سے

تَأْكُلُونَ ۝۱۹ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالذَّهْنِ وَصَبِغٍ لِّلْأَكْلِينَ ۝۲۰

تم کھاتے ہو، اور ہم نے ایک درخت پیدا کیا جو طور سیناء سے تیل لیے ہوئے اگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے۔

آسمانی مہد کے تخلیقی نمونے:

۱: وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ (یقیناً ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنادیے) طرائق جمع طریقہ کی ہے اور مراد اس سے آسمان ہیں کیونکہ وہ ملائکہ کے راستے ہیں اور ان کے آنے جانے کی جگہیں ہیں۔ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ (اور ہم مخلوق سے بے خبر نہ تھے) خلق سے السموات مراد ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا: خلقنا ہا فوقہم۔ ہم نے ان کو اوپر بنایا اور ہم ان سے بے خبر اور ان کی حفاظت سے غافل نہیں۔

نمبر ۲۔ الخلق سے لوگ مراد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان آسمانوں کو انسانوں کے اوپر اس لئے بنایا ہے تاکہ ان پر رزاق و برکات کھول دیے جائیں اور اللہ تعالیٰ نہ ان سے بے خبر ہیں اور نہ ان کی مصالح سے غافل ہیں۔

۱۸: وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا) یعنی بارش بقدر (ایک مقدار سے) ایک انداز سے تاکہ اس کے ساتھ مضرت سے محفوظ رہیں۔ اور منفعت کو پالیں یا اتنی مقدار سے جتنی ان کی ضروریات کے مطابق ہم نے جانی۔ فَأَسْكَنَهُ فِي الْأَرْضِ (پس اس کو ہم نے زمین میں ٹھہرا دیا) جیسا دوسرے ارشاد میں فرمایا: فسلکہ ینابیع فی الارض [الزمر: ۲۱] ایک اور قول یہ ہے ہم نے اس کو زمین میں قائم رکھا زمین کا تمام پانی بارش ہی کا ہے۔ پھر ان سے شکر یہ کا اس انداز سے مطالبہ کیا۔ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ (اور بیشک ہم اس کو معدوم کرنے پر قدرت رکھتے ہیں) یعنی جس طرح ہم اتارنے پر قادر ہیں اسی طرح لے جانے پر بھی قدرت رکھتے ہیں پس اس نعمت کو شکر پے سے محفوظ کرو۔

۱۹: فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّاتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ (پس ہم نے تمہارے لئے اس سے پیدا کر دیا) یعنی پانی سے جنت مِّنْ نَّخِيلٍ وَّأَعْنَابٍ لَّكُمْ فِيهَا کھجور اور انگور کے باغات تمہارے فائدہ کے لئے ان میں (یعنی باغات میں فَوَاکِہٌ کَثِیرَةٌ) (بہت سے میوہ جات) کھجور انگور کے علاوہ

بھی ہیں۔ وَ مِنْهَا تَأْكُلُوْنَ (اور انہی میں سے تم کھاتے ہو) ان باغات یعنی ان کے پھلوں سے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ اس قول سے ماخوذ ہو فلان یا کل من حرفة يحترفها ومن صنعة يفتلها یعنی اس کا وہ رزق ہے اور وہ ذریعہ ہے جس سے رزق کماتا ہے گویا اس طرح فرمایا کہ یہ باغات تمہارے ارزاق و معیشت کے اسباب و ذرائع ہیں انہی سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور انہی سے تم گزراوقات کرتے ہو۔

۲۰: وَ شَجَرَةً (اور ہم نے ایک درخت پیدا کیا) اس کا عطف جنات پر ہے اور وہ زیتون کا درخت ہے۔ تَخْرُجُ مِنْ طُورٍ سَيْنَاءَ (جو طور سیناء میں پیدا ہوتا ہے)

تَخْرُجُ: طور سیناء اور طور سینین میں یا تو طور کی اضافت بقعہ کی طرف ہو جس کا نام سیناء اور سینون ہو یا نمبر ۲۔ پہاڑ کا نام جو مضاف، مضاف الیہ سے مرکب ہو جیسے امری القیس۔ یہ فلسطین کا ایک پہاڑ ہے۔ اور سیناء ہر حال میں غیر منصرف ہے اس کا سین مکسور ہے۔ جیسا حجازی اور ابو عمرو نے سیناء پڑھا ہے اور دو وجہ تعریف اور عجمہ پائی جاتی ہیں۔ یا یہ سَيْنَاء جیسا دیگر قراء کی قراءت ہے کیونکہ الف تانیث ہے جیسے صخراء یہ دو سبب کے قائم مقام ہے۔

تَنْبِتُ بِالذَّهْنِ (جو اگتا ہے تیل لیے ہوئے) زجاج کا قول: بَاءُ حَالٍ كَيْلُ لَائِى تَنْبِتُ وَ مَعَهَا الدَّهْنُ گویا بَاءُ مَع کے معنی میں ہے۔ وہ اس حال میں اگتا ہے کہ اس کے ساتھ تیل ہوتا ہے۔

قراءت: تَنْبِتُ مکی اور ابو عمرو نے پڑھا خواہ اس وجہ سے کہ اَنْبِتَ بمعنی نَبَتَ آیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں حتی اذا نبت البقل امر نبت البقل: سبزہ اُگا۔ یا اس کا مفعول محذوف ہے ای تَنْبِتُ زَيْتُونَهَا وَ فِيهِ الدَّهْنُ۔ وہ اپنے زیتون کو اگاتا ہے جس میں تیل ہوتا ہے۔

وَ صَبْغٍ لِّلْاَكْلِیْنَ (اور کھانے والوں کیلئے سالن) یعنی وہ اس میں روٹی ڈبو کر یا چرب کر کے کھاتے ہیں۔

قول مقاتل:

اللہ تعالیٰ نے اس میں سالن اور تیل رکھ دیا۔ الا دَامَ الزَيْتُونُ كَاِچَارِ الدَّهْنِ تِل۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ زمین پر پہلا درخت تھا جو طوفان کے بعد اُگا۔

وجہ تخصیص:

ان تین اقسام کو خاص اس لئے کیا کیونکہ یہ معزز اور افضل اور کثیر المنافع درخت ہے۔

چوپایوں کا تذکرہ:

۲۱: وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ (اور بیشک تمہارے لئے چوپایوں میں) انعام جمع نعم کی ہے اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ، لَعْبَرَةٌ نُسْقِيْكُمْ (البتہ عبرت ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں۔)

قراءت: شامی، نافع، ابو بکر نے نُسْقِيْكُمْ پڑھا ہے۔ اور یہ سقٰی و اسقٰی کی طرح دو لغات ہیں۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ

اور بلاشبہ تمہارے لیے چوپایوں میں عبرت ہے، ہم تمہیں ان میں سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے، اور تمہارے لیے ان میں بہت منافع ہیں

وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ^{۲۱} وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ^{۲۲}

اور ان میں سے تم کھاتے ہو، اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر اٹھائے جاتے ہو۔

مِمَّا فِي بُطُونِهَا (اس سے جو ان کے پیٹوں میں ہے) یعنی ہم ان کے پیٹوں سے تمہارے لئے خالص مزیدار دودھ نکالتے ہیں۔ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ (اور تمہارے لئے ان میں اور بہت فوائد ہیں) جو دودھ کے علاوہ ہیں۔ مثلاً اون، بال، پشم، جن سے مختلف انسانی لباس بنتے ہیں۔ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ (اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو) یعنی ان کا گوشت۔
۲۲: وَعَلَيْهَا (اور ان پر) چوپایوں پر خشکی میں وَعَلَى الْفُلْكِ (اور کشتیوں پر) سمندروں میں تُحْمَلُونَ (لدے پھرتے ہو اپنے سفروں میں) اور اس میں اشارہ ہے کہ انعام سے مراد اونٹ ہے کیونکہ عادتاً انہی پر بوجھ لاداجاتا ہے اسی وجہ سے فلک کے ساتھ ملا کر ذکر کیا۔ کیونکہ اونٹوں کو بھی سفائن البر یعنی خشکی کے جہاز نام دیا جاتا ہے جیسا ذوالرمہ شاعر کا قول ہے۔ سفینۃ برّ تحت خدّی زمامہا۔ خشکی کی کشتی کہ جس کی ٹکیل میری رخسار کے نیچے ہے۔ سفینہ سے یہاں اپنی اونٹنی مراد لے رہا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهِ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم

تَتَّقُونَ ۝ فَقَالَ الْمَلَأُوا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ

ڈرتے نہیں ہو، سو ان کی قوم کے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر اختیار کیا کہ یہ فحش تمہارے ہی جیسا آدمی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تم پر

يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۝

فضیلت والا بن کر رہے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتوں کو نازل فرما دیتا ہم نے تو یہ بات اپنے باپ دادوں میں نہیں سنی جو ہم سے پہلے تھے،

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ:

۲۳: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ (اور تحقیق ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) یعنی اس کو وحدہ لا شریک مانو۔ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهِ (تمہارے لئے اور کوئی معبود) الہ معبود کے معنی میں ہے۔ غَيْرُهُ اس کے سوا۔

يَخْوَفُ: یہ محلاً مرفوع ہے اور لفظوں کے لحاظ سے مجرور ہے۔ اور جملہ مستأنفہ ہے امر عبارت کی تعلیل کے طور پر لایا گیا ہے۔ أَفَلَا تَتَّقُونَ (پس کیا تم اس سے ڈرتے نہیں ہو) یعنی کیا تمہیں اس کے عذاب کا ڈر نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ جو کہ تمہارا رب ہے اور تمہارا خالق ہے جبکہ تم دوسروں کی عبادت کرتے ہو جو عبادت کا ذرا بھراستحقاق نہیں رکھتا۔

قوم کے بڑے:

۲۳: فَقَالَ الْمَلَأُوا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ (پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا) یعنی شرفاء و سرداروں نے عظیم الناس کو کہا۔ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (یہ تم جیسا انسان ہے) جو کھاتا پیتا ہے۔ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ (تم پر برتری چاہتا ہے) یعنی تم پر بزرگی اور سرداری کرنا چاہتا ہے۔ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے) کہ وہ اپنا رسول بھیجیں۔ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً (تو وہ ضرور فرشتے اتارتا) مَا سَمِعْنَا بِهَذَا (ہم نے یہ بات نہیں سنی) بشر کو رسول بنا کر بھیجنے والی بات یا وہ بات جس کا یہ ہمیں حکم دیتا ہے جیسے توحید، سب معبودان باطلہ وغیرہ۔

نکتہ: مزاج انسانی ملاحظہ ہو۔ پتھر کو اٹھا کر الو ہیت کا مرتبہ دے دیا۔ مگر بشر کے لئے نبوت کے قائل نہ ہوئے۔ فِیْ آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ (اپنے پہلے آباء و اجداد میں۔)

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ بِهٖ جَنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰی حِیْنَ ۲۵ قَالَ رَبِّ اَنْصُرْنِیْ بِمَا

اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے کہ اس کو جنون ہو گیا ہے سو تم کچھ وقت تک اس کا انتظار کر لو۔ نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب اس سبب سے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا

كَذَّبُوْنَ ۲۶ فَاَوْحٰیْنَآ اِلَیْهِ اَنْ اَصْنَعْ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوْحِیْنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا

میری مدد فرمائیے سو ہم نے نوح کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے اور ہماری وحی سے کشتی بنا لو پھر جب ہمارا حکم پہنچے

وَفَارَ التَّوْرُ فَاسْلُكْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ اِثْنِیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ

اور تور سے پانی پھوٹ نکلے تو ہر جوڑے سے دو عدد یعنی ایک ایک نر ایک ایک مادہ کشتی میں داخل کر دینا اور اپنے گھر والوں کو بھی موائے اسکے جس پر

عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَاِلَّا تُخَاطَبُنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۲۷ فَاِذَا

ان میں سے پہلے بات طے ہو چکی ہے۔ اور ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے خطاب نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا، بلاشبہ وہ غرق کئے جانے والے ہیں، سو جب

اَسْتَوِیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَی الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجَّیْنَا مِنْ الْقَوْمِ

تم اور وہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں ٹھیک طرح کشتی میں بیٹھ جائیں تو یوں کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے

الظَّالِمِیْنَ ۲۸ وَقُلْ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَرَّکًا وَاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۲۹ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

نجات دی، اور تم یوں دعا کرو کہ اے میرے رب مجھے برکت کا اتارنا اتار پو اور آپ امارے والوں میں سب سے بہتر ہیں، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں

وَاِنْ كُنَّا الْمُبْتَلِیْنَ ۳۰

اور بلاشبہ ہم ضرور آزمائے جانے والے ہیں۔

۲۵: اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ بِهٖ جَنَّةٌ (یہ صرف ایک ایسا آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے) جَنَّةٌ کا معنی جنون ہے فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰی حِیْنَ (پس اس کو برداشت کرو اور ایک وقت کا انتظار کرو) پس تم انتظار کرو اس کے متعلق ایک زمانہ تک صبر کرو یہاں تک کہ اس کا معاملہ کھل کر سامنے آجائے۔ پھر اگر تو جنون سے افاقہ ہو اور نہ اس کو قتل کر دینا۔

۲۶: قَالَ رَبِّ اَنْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْۤا (کہا نوح علیہ السلام نے اے میرے رب چونکہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے اس لئے تو ان سے میرا بدلہ لے) جب نوح علیہ السلام ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے انتقام کی دعا کی۔ مطلب یہ ہے میری تکذیب کرنے کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دے۔ کیونکہ نوح علیہ السلام کی نصرت ان کے ہلاک کرنے سے ہی ہو سکتی تھی۔ یا نمبر ۲۔ اَنْصُرْنِیْ یہ ما کذبون کا بدل ہے جیسے تم کہو۔ ہذا بذالک ای بدل ذالک۔ اس طرح معنی یہ ہوگا اے میرے رب ان کی تکذیب کے غم کو ان پر غلبہ کی تسلی سے بدل دے۔

کشتی سامنے بنانے کا مطلب:

۲۷: فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ (پس ہم نے ان کی طرف وحی کی) یعنی ان کی دعا کو قبولیت بخشی اور ان کی طرف یہ وحی بھیجی۔ اَنْ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا (تم ہمارے سامنے کشتی تیار کرو) تم اس کو اس حالت میں بناؤ کہ تمہیں اپنے متعلق اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا یقین ہو اور یہ بھی یقین ہو کہ تم اس کی نگاہ میں ہو یا ہماری حفاظت و نگرانی کا یقین اس قدر ہو گیا کہ تمہارے ساتھ ہمارے حفاظت کرنے والے ہیں جو اپنی آنکھوں سے تمہاری نگہبانی کر رہے ہیں تاکہ کوئی تمہارے معاملے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالے اور نہ کوئی مقصد تمہارے کام کو برباد کر سکے اہل عرب کا محاورہ ہے عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ عَيْنٌ كَالنَّهْلِ اس پر اللہ تعالیٰ کی نگرانی ہے۔ وَوَحَيْنَا (اور ہماری وحی سے) ہمارے حکم اور ہماری اس تعلیم سے جو اس کے بنانے کے سلسلے میں ہم نے دی ہے۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ وہ کشتی پر بندے کے سینے کی مثال سامنے رکھ کر بنائیں۔

فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا (پس جب ہمارا حکم آجائے) عَذَابٌ وَالْأَحْكَمُ وَفَارَ التَّنُورُ (اور تنور نے جوش مارا) یعنی پانی روٹی کے تنور سے جوش مارنے لگے۔

کرشمہ قدرت: دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کا چشمہ آگ جلنے کے مقام سے نکال دیا۔ تاکہ عبرت و انداز کے لیے زیادہ فائدہ دے۔

تفسیری روایت میں ہے نوح علیہ السلام سے کہا گیا کہ جب تم تنور میں سے پانی نکلتا دیکھو تو ایمان والوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ جب تنور سے پانی اُبلتا تو ان کی بیوی نے ہی آکر اطلاع دی یہ تنور آدم علیہ السلام کے زمانہ سے چلا آ رہا تھا۔ یہ پتھروں کا بنا ہوا تھا۔ البتہ اس کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ وہ کہاں واقع تھا ایک قول یہ ہیکہ مسجد کوفہ والی جگہ پر واقع تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شام میں تیسرا قول یہ ہے کہ ہند میں۔

فَأَسْلُكُ فِيهَا (پس اس میں داخل کر لینا) یعنی کشتی میں مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ (ہر قسم کے جانوروں کا ایک جوڑا) یعنی ایک نر ایک مادہ، مثلاً ایک اونٹ، ایک نافت، ایک گھوڑا ایک گھوڑی، اثنین (دو واحد کر) ایک اونٹ، اونٹنی، گھوڑی، گھوڑا۔ تفسیری روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھ بچے جننے اور انڈے دینے والے جانور لئے۔

قراءت: مِنْ كُلِّ كَسْرَةٍ کے ساتھ ابن عامر، حمزہ، نافع وغیرہ کی قراءت ہے۔ جبکہ حفص نے مِنْ كُلِّ پڑھا ہے۔ یعنی ہر جماعت سے زوجین اثنین ایک جوڑا۔ اثنین یہ تاکید اور زیادہ وضاحت کے لئے لایا گیا ہے۔ وَأَهْلَكَ (اور اپنے اہل کو) عورتوں اور بچوں کو۔

إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ۔ (مگر وہ جن کے متعلق پہلے ہی حکم نافذ ہو چکا ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی ہلاکت کے متعلق اور وہ ان کا بیٹا اور ایک بیوی تھی۔

یہاں عَلٰی کا لفظ لایا گیا اس کے باوجود کہ نقصان دہ چیز کا پہلے ذکر ہو چکا۔ جیسا کہ لام کو لایا گیا باوجود یکہ نافع کا تذکرہ ہو چکا اس ارشاد میں وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ [الصافات: ۱۷۱] اور اسی طرح لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت

[البقرہ: ۲۸۶] وَلَا تُخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُّغْرَقُونَ (اور ظالموں کے متعلق ہم سے کلام نہ کرنا۔ بلاشبہ وہ غرق کئے جائیں گے) کافروں کے بچانے کا مجھ سے سوال نہ کرنا اس لئے کہ میں نے ان کو ڈبونا ہے۔
 ۲۸: فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلِكِ (جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ چکیں) جب تم اچھی طرح مطمئن ہو کر سوار ہو جاؤ۔ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (تو اس طرح کہو تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ظالم قوم سے ہمیں نجات دی) اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت اور ان سے نجات پر حمد و ثناء کا حکم دیا۔ یہاں قولوا نہیں کہا گیا اگرچہ
 فإذا استويت انت ومن معك معنی کے لحاظ سے اذا استويتم کے معنی جمع دے رہا ہے کیونکہ وہ ان کے پیغمبر و مقتدی ہیں۔
 اور آپ کا قول انہی کا قول ہے اور مقتدی کا کہنا مقتدیوں کا کہنا ہے۔
 مَنِئْزِلَةً: اس میں نبوت کی فضیلت کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔
 کشتی:

۲۹: وَقُلْ (اور کہو) جب تم کشتی پر سوار ہو یا جب اس سے نکلو۔ رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبَرَّكًا (اے میرے رب تو مجھے اتارنا برکت کے ساتھ) مُنْزَلًا مصدر بانیں تو انزال کے معنی میں۔ نمبر ۲۔ اترنے کی جگہ۔
 وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (اور آپ سب سے بہتر اتارنے والے ہیں) کشتی کی برکت کا مطلب اس میں بیٹھ کر طوفان سے نجات پانا۔ نکلنے میں برکت کا مطلب نسل کا بڑھنا اور پے در پے مال و دولت کا حاصل ہونا ہے۔
 ۳۰: إِنَّ فِي ذَلِكَ (بے شک اس میں) جو نوح علیہ السلام اور قوم نوح کے ساتھ کیا گیا۔ لَا يَلَيْتُ (البتہ نشانیاں ہیں) البتہ عبرتیں اور نصائح ہیں۔ وَإِنْ (اور بیشک) یہ مخففہ من المثلہ ہے اور لام اس کو اور نافیہ کو جدا کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے إِنَّ الشَّانِ وَالْقِصَّةَ شَانٍ اور قصہ یہ ہے۔ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ (ہم ضرور آزمائے والے تھے) قوم نوح کو سخت سزا اور بڑا عذاب دینے والے ہیں یا ان آیات سے اپنے بندوں کو آزمائے والے ہیں تاکہ ہم دیکھیں کہ کون عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا
 وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مَّدَكٍ [القر: ۱۵]

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرَيْنَ ۝۳۱ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنْ اَعْبُدُوْا

پھر ہم نے ان کے بعد دوسرا گروہ پیدا کیا پھر ہم نے ان میں سے رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ ۝۳۲ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۳۳ وَقَالَ الْمَلَاۤئِكَةُ مِّنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کرو اسکے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم نہیں ڈرتے ہو۔ اس رسول کی قوم کے چودھری جنہوں نے کفر اختیار کیا

وَكَذَّبُوْا بِلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ وَاتَّرَفُوْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ

اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا میں عیش کی زندگی دی تھی انہوں نے کہا یہ تو تمہارے جیسا ہی آدمی ہے اسی میں سے یہ

مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝۳۴ وَلَیْنِ اطْعَمْتُمْ بِشَرٍّ مِّثْلِكُمْ اِنَّكُمْ

کھاتا ہے جس سے تم کھاتے ہو اور اسی میں سے پیتا ہے جس سے تم پیتے ہو، اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی بات مان لی تو بلاشبہ تم

اِذَا الْخُسُوفُ ۝۳۵ اَيَعِدْكُمْ اَنْتُمْ اِذَا مِثْمُوكُمْ وَرَبَّآءُكُمْ وَعِظَامُكُمْ مِّنْخُرُوجٍ ۝۳۶

ضرورتی نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے، کیا یہ شخص تمہیں یہ بتاتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم نکالے جاؤ گے

قوم عاد کو دعوت کا تذکرہ:

۳۱: ثُمَّ اَنْشَاْنَا (پھر ہم نے پیدا کئے) مِنْۢ بَعْدِهِمْ (ان کے بعد) قوم نوح کے بعد قَرْنًا اٰخَرَيْنَ (ایک اور قوم کو) وہ عاد ہے جو کہ ہود علیہ السلام کی قوم تھی جس کے لئے ہود علیہ السلام کا قول گواہی دیتا ہے واذا کروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح [الاعراف: ۶۹] اور قصہ نوح کے بعد اعراف میں ہود کا قصہ لایا گیا اور اسی طرح سورت ہود اور شعراء میں۔

۳۲: فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ (پس انہیں بھیجے) ارسال کا لفظ آلی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے فی کے ساتھ متعدی نہیں ہوتا۔ مگر یہاں اور اس قول میں كذلك ارسلك في امة [الرعد: ۳۰] اور وما ارسلك في قرية [الاعراف: ۹۳] فی کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے لیکن امة اور قریہ کو ارسال کی جگہ اور ظرف قرار دیا جیسا ربوبہ کا قول ہے۔

ارسلت فيها مصعباً ذاء قحام

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کلام عرب میں اس کا استعمال پہلے پایا جاتا ہے۔ باقی قرآن مجید کو دیکھ کر تمام نحو و صرف ایجاد ہوئی ہے۔ رَسُوْلًا (ایک رسول) ہود علیہ السلام مِّنْهُمْ (انہی میں سے) ان کی قوم میں سے اَنْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں۔ پس کیا تم اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے) اَنْ يَّارْسَلْنَا کی تفسیر کر رہا ہے اِی قلنا لهم علی لسان الرسول اعبدوا الله ہم نے ان کو پیغمبر کی زبان سے کہا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

۳۳: وَقَالَ الْمَلَاۤئِكَةُ مِّنْ قَوْمِهِ (ان کی قوم کے سرداروں نے کہا)

واؤ کو مقدم کرنے کی وجہ:

اعراف وہود میں قوم ہود کی بات بغیر واؤ ذکر کیا۔ کیونکہ وہ وہاں سائل کے سوال کو مقدر مان کر جواب میں لایا گیا قال فما قال قومہ؟ ان کی قوم نے کیا جواب دیا تو جواب دیا گیا انہوں نے یہ یہ کہا۔ اور یہاں واؤ کے ساتھ لائے کیونکہ اس کا عطف اس پر ہے جو انہوں نے اس وقت کہا جب ان کو رسول نے کہا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اس حق اور باطل کے حصول میں جمع ہو گئے۔ اور نبی ﷺ کا جواب ان کے کلام سے متصل نہیں اور قاء سے بھی نہیں لائے۔ البتہ قاء کے ساتھ قصہ نوح علیہ السلام میں لائے۔ کیونکہ یہ ان کے اس قول کا جواب ہے جو اس کے متصل آرہا ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا (وہ لوگ جو کافر ہوئے) یہ الملائکہ کی صفت ہے یا القومہ کی صفت ہے۔ وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ (اور انہوں نے آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا) یعنی اس میں پیش آنے والے حساب اور ثواب اور عقاب وغیرہ کا انکار کیا۔

نبی بھی تمہاری مثل بشر ہیں:

وَأَنزَلْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (اور ہم نے ان کو نعمتیں دیں دنیا کی زندگی میں) کثرت اموال و اولاد مآلذاً (نہیں ہے یہ) نَبِيٍّ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ (مگر یہ تم جیسا انسان ہے وہ کھاتا ہے وہی جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیئے ہو) ای تشریبون منہ۔ منہ کو ماقبل کی دلالت سے حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کہاں سے نبوت کا دعویٰ دار بن بیٹھا جبکہ وہ تم جیسا ہے؟

۳۴: وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ (اگر تم نے اپنے جیسے انسان کی اطاعت کی) ان باتوں میں جن کا وہ تمہیں حکم دیتا ہے اور جن سے تمہیں روکتا ہے۔ اِنْكُم اِذَا (بیشک تم اس وقت) ان یہ جزاء شرط کے موقعہ میں ہے اور ان کا جواب جنہوں نے قوم میں سے یہ بات کہی تھی لخاصرون ہے۔ لَخَسِرُون (ضرور نقصان میں پڑنے والے ہو)۔ اس لئے کہ تم نے اپنے جیسے انسان کی اطاعت اختیار کر لی۔

کفار کی حمایت:

اپنے جیسے انسان کی اتباع کا انکار کیا اور اپنے سے عاجز تر چیزوں کی عبادت کرنے لگے۔

۳۵: اَيَعِدْكُمْ اَنَّا كُم اِذَا مِتُّمْ (کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے)

قراءت: نافع، حمزہ، علی، حفص نے میم کے کسرہ سے اور دیگر قراء نے متم ضمہ میم سے پڑھا ہے۔ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظًا مَّا اَنَّا كُم مَّخْرَجُونَ (اور تم خاک اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو دوبارہ زندہ کر کے زمین سے نکالے جاؤ گے) سوال کیلئے اٹھائے جاؤ گے اور حساب، کتاب اور ثواب و عذاب ہوگا۔

مَخْرَجُونَ: انکم کو دو مرتبہ تاکید کیلئے لائے اور ظرف کے ساتھ دونوں کا فاصلہ بہت خوب ہے اور مخرجون اول کی خبر ہے۔ اور تقدیر کلام اس طرح ہے۔ ايعدکم انکم مخرجون اذامتم و كنتم ترابا و عظاما۔ ايعد کا استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہیں چاہیے یا سوال تقریری ہے یہ ضرور ایسا کہہ رہا ہے۔ یا مقولہ سابقہ کی علت ہے تم گھاناہ اسلئے پاؤ گے کہ یہ قیامت کا قائل ہے

هِيَاهَاتْ هِيَاهَاتْ لِمَا تُوعَدُونَ ۝۳۶ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا

دور ہے دور ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے یہ تو بس دنیا والی ہی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝۳۷ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ اُفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ

اور ہم اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ یہ کچھ نہیں بس یہ صرف ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم اس پر ایمان لانے والے

بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۳۸ قَالَ رَبِّ اَنْصُرْنِيْ بِمَا كَذَبُوْنَ ۝۳۹ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لِّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ ۝۴۰

نہیں ہیں۔ اس پیغمبر نے عرض کیا کہ اے میرے رب اس سب سے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا میری مدد فرمائیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عنقریب یہ لوگ پشیمان ہونگے

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غُرَّتًا ۝۴۱ فَبَعْدَ اللِّقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۝۴۲

سوان لوگوں کو سچے وعدہ کے موافق سخت جج نے پکڑ لیا، پھر ہم نے انہیں خس و خاشاک کر دیا۔ سو دوری ہے ظالم قوم کے لیے۔

دنیا کے عیش میں غل ڈالنا چاہتا ہے۔

کفار کا استبعاد قیامت:

۳۶: هِيَاهَاتْ هِيَاهَاتْ لِمَا تُوعَدُونَ (بہت ہی بعید ہے اور بہت بعید جو بات تم سے کہی جا رہی ہے)

قراءت: یزید نے ہیہات تاء کے کسرہ اور تنوین سے پڑھا ہے اور کسائی نے ہاء پر وقف کیا جبکہ دیگر نے تاء پر وقف کیا۔

تَحْوِيلٌ: ہیہات یہ اسم فعل ہے بعد کا معنی دیتا ہے اس کی فاعل مضمَر ہے۔ اِی بَعْدَ التَّصْدِیْقِ یَا بَعْدَ الْوُقُوْعِ۔ قیامت کی

تصدیق بہت بعید ہے یا وقوع بہت بعید ہے۔ ما تو عدون سے عذاب مراد ہے۔ یا اس کا فاعل ما تو عدون ہے اور لما کی لام زائدہ

ہے اِی بعد ما تو عدون من البعث بہت دور ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یعنی بعث۔

۳۷: اِنْ هِيَ (نہیں ہے وہ)

تَحْوِيلٌ: ہمتی یہ ایک ایسی ضمیر ہے جس کا مقصد اس کے بعد آنے والی وضاحت کے بغیر معلوم نہیں ہوتا۔ اصل اس طرح کلام ہے

اِنْ الْحَيَاةَ الْاِحْيَاتِنَا الدُّنْيَا۔ نہیں زندگی مگر فقط ہماری دنیا ہی زندگی۔ پھر ہمتی ضمیر کو الحیاة کی جگہ لائے کیونکہ خبر اس پر دلالت کر

رہی ہے اور اس کی وضاحت کر رہی ہے۔ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا (مگر ہماری دنیا ہی کی زندگی) اب معنی اس طرح ہے لا حیاة

الاهذه الحیاة التی نحن فیہا ودفنت منا کوئی زندگی نہیں مگر یہی زندگی جس کو ہم گزار رہے ہیں اور جو ہمارے قریب ہے۔

وجہ عجیبہ:

اس کی یہ ہے اِنْ نافیہ کو ہی پر داخل کیا اور وہ ہی الحیاة کے معنی میں ہے جو کہ جنس پر دلالت کر رہی ہے پس اس کی نفی کی اور لا

کے وزن میں بن گیا جو نفی جنس کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

نَمُوْتُ وَنَحْيَا (ہم مرتے اور زندہ ہوتے ہیں) یعنی بعض پر موت آتی ہے اور بعض پیدا ہوتے ہیں ایک زمانہ والے سمت جاتے ہیں تو دوسرے اہل زمانہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یا اس میں تقدیم و تاخیر ہے ای نحیا و نموت اور یہ ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (اور اٹھائے نہ جائیں گے) موت کے بعد۔

پیغمبر پر دروغ گوئی کا الزام:

۳۸: اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ اِفْتَرٰى عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا (وہ ایک جھوٹا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر دروغ بندی کی ہے) یہ اپنے بارے میں نبوت کا جو دعویٰ کرتا ہے اس میں یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے والا ہے اور جو ہم سے بعث کا وعدہ کرتا ہے اس میں بھی جھوٹا ہے۔ وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِيْنَ (اور ہم تو اس کی بات کا یقین کرنے والے نہیں) مؤمنین بمعنی مصدقین ہے تصدیق کرنے والے۔

۳۹: قَالَ رَبِّ اَنْصُرْنِيْ بِمَا كَذَبُوْنَ (پیغمبر نے کہا اے میرے رب کافروں نے میری تکذیب کی ہے تو میری مدد فرما) اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور فرمایا۔

۴۰: قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کچھ ہی وقت کے بعد)

خَجُوْا: مَا زَاٰنِدَہ ہے یا مآ شنی کے معنی میں ہے یا مآ زمن کے معنی میں ہے اور قلیل یہ مآ کا بدل ہے اور قسم کا جواب محذوف ہے۔ لَيَصْبَحُنَّ نَدِيْمِيْنَ (یہ لوگ ضرور پشیمان ہوں گے) جب یہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے جو عذاب ان پر اترے گا۔

چیخ کے ہلاکت:

۴۱: فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ (ان کو چیخ نے آ پکڑا) یعنی جبریل علیہ السلام نے چیخ ماری جس نے تمام کو تہس نہس کر دیا۔ بِالْحَقِّ (حق کے موافق) اللہ تعالیٰ کے عدل کے مطابق۔ محاورہ میں کہتے ہیں: فلان يقضى بالحق ای بالعدل فلاں عدل سے فیصلے کرتا ہے۔ فَجَعَلْنٰهُمْ غُتًا (پس ہم نے ان کو خس و خاشاک کر دیا) ان کی ہلاکت و تباہی کو غشاء سے تعبیر فرمایا۔ الغشاء اس کوڑا کرکٹ کو کہا جاتا ہے جو سیلاب کی رو بہا کر لاتی ہے اور وہ پرانے پتے اور بوسیدہ ٹہنیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ فَبُعْدًا (پس دوری ہے) ہلاکت ہے محاورہ میں کہا۔ خَجُوْا: بَعْدَ وَبَعْدَ و بُعْدًا ای هلك یہ ایسے مصادر ہیں جو اپنے افعال سے منصوب ہوتے ہیں جن افعال کو ظاہر کرنا درست نہیں۔ لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ (ظالم قوم کیلئے) یہ ان لوگوں کا بیان ہے جن کے متعلق بددعا کی گئی۔ جیسا اس آیت میں ہبت لك۔ [یوسف: ۲۳]

خَجُوْا: بُعْدًا مصدر قائم مقام اور للقوم الظالمین یہ قائم مقام فاعل ہے اور لام زائد ہے یا تاکید مصدر ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ۝۴۲ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا

پھر ہم نے ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کیا کوئی امت اپنی اجل سے نہ آگے بڑھ سکتی تھی اور نہ وہ

يَسْتَاخِرُوْنَ ۝۴۳ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا ۝۴۴ كُلَّمَا جَاءَ اُمَّةٌ رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاتَّبَعْنَا

لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے، پھر ہم نے یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجا جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا سو ہم بعض کو بعض کے

بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ اَحَادِيْثَ فَبَعْدَ الْقَوْمِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۴۵ ثُمَّ اَرْسَلْنَا

پیچھے وجود میں لاتے رہے اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیں سو اس قوم کے لیے دوری ہے جو ایمان نہیں لاتے، پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی

مُوسٰى وَاٰخَاهُ هٰرُوْنَ ؑ بِآيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۴۶ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَٲِيْهِ

ہارون کو اپنی آیات اور کھلی ہوئی دلیل کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا

فَاَسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عٰلِيْنَ ۝۴۷ فَقَالُوْا اَنْتُمْ مِّنْ لَّبٰثِيْنَ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا

سو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ اونچے تھے، سو ان لوگوں نے کہا کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لائیں اور حال یہ ہے کہ ان کی قوم ہمارے زیر حکم

عِبٰدُوْنَ ۝۴۸ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِّنَ الْمُهْلٰكِيْنَ ۝۴۹ وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ

ہے، سو ان دونوں کو انہوں نے جھٹلایا لہذا وہ ہلاک کیے جانے والے لوگوں میں شامل کر دیئے گئے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۵۰ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَامَّةً اٰیَةً ۝۵۱ وَآوَيْنَاهُمَا اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ

تا کہ وہ لوگ ہدایت پائیں، اور ہم نے ابن مریم اور انکی والدہ کو ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسے ٹیلے پر ٹھکانہ دیا جو غمخیزوں کی

قَرَارٍ وَمَعِيْنٍ ۝۵۲

اور پانی جاری ہونے کی جگہ تھی۔

دیگر اقوام اور رسولوں کی آمد:

۴۲: ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ (پھر ہم نے اٹھایا ان کے بعد دوسرے زمانہ والوں کو) قوم صالح، قوم لوط، قوم شعیب وغیرہم۔

۴۳: مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ (نہیں سبقت کرتی کوئی امت)

نَحْوُ: من صلہ ہے ای ما تسبق امة۔

اَجَلَهَا (اپنے وقت مقررہ سے) وہ وقت جو اس کی ہلاکت کا مقرر ہے اور لکھا جا چکا ہے۔ وَمَا يَسْتَاخِرُوْنَ (اور نہ مقررہ میعاد سے پیچھے رہ سکتی ہے) اس سے وہ موخر نہیں ہو سکتی۔

۴۴: ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا (پھر ہم نے اپنے رسولوں کو مسلسل بھیجا) تَتْرًا یہ فعلی کا وزن ہے۔ الف تانیث کی ہے جیسے سَكْرَتَا کیونکہ رسل جماعت ہے اس لئے اس پر تنوین نہیں ہے کیونکہ غیر منصرف ہے۔

قرات: مکی اور ابو عمرو اور یزید نے تَتْرًا تنوین سے پڑھا ہے۔ اس بناء پر کہ الف الحاقی ہے جیسے اِطْلُ میں ہے۔

نَحْوُ: دونوں قراءتوں میں نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے۔ ای متتابعًا واحدًا بعد واحد اس میں کہ وہ پے درپے یکے بعد دیگرے آنے والے تھے۔ اس میں (تتْرًا) تاء واؤ کے بدلہ میں آئی ہے یہ اصل میں وتری ہے جو وتر سے لیا گیا ہے جو فرد کو کہتے ہیں شفع کا بالمقابل ہے واؤ کو تاء سے بدل دیا جیسا کہ تراث میں ورث ہے۔ كَلَّمَا جَاءَ اُمَّةٌ رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ (جب بھی کسی امت کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلادیا)

وجه اضافت:

رسول کا تعلق اور ملا بہت مرسل اور مرسل الیہ دونوں کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے دونوں کی طرف اضافت کی جاسکتی ہے اور یہ اضافت ملا بہت کی وجہ سے ہے۔

قاعدہ: رسول کے ساتھ ارسال کا ذکر ہو تو بھیجنے والے کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ مثلاً اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا۔ اللہ کا رسول اور اگر رسول کے ساتھ آنے اور پہنچنے کا ذکر ہو جن کی طرف رسول بھیجا تو لوگوں کی طرف نسبت ہوگئی جیسے جَاءَ اُمَّةٌ رَّسُولُهَا قوم ثمود کا رسول۔

ہلاکت میں نمبر لگا دیا:

فَاتَّبَعْنَا (پس ہم نے بھی ہلاکت میں نمبر لگا دیا) احمقوں اور اہل زمانہ کا۔ بَعْضَهُمْ بَعْضًا (ایک کے بعد ایک کا) ہلاکت میں وَجَعَلْنَاهُمْ اَحَادِيثًا (اور ہم نے ان کو کہانیاں بنا دیا) رات کو لوگ ان کے قصے سناتے ہیں اور ان سے تعجب کرتے ہیں۔

نَحْوُ: الاحادیث یہ حدیث کا اسم جمع ہے۔ اور اسی سے یہ استعمال ہے احادیث النبی ﷺ، احادیث الرسول ﷺ اور یہ احاد واثہ کی جمع بھی آتی ہے اور احاد واثہ اس بات کو کہتے ہیں جس کو لوگ بطور دل بہلانے کے بیان کریں اور تعجباً ذکر کریں۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔ فَبَعْدًا لِّقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ (پس ایمان نہ لانے والی قوم پر خدا کی مار)۔

نَحْوُ: یہ جملہ انشائیہ ہے یا خبریہ ہے لام زائدہ ہے۔

بعثت موسیٰ و ہارون علیہما السلام:

۴۵: ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوسٰی وَاَخَاهُ هَارُوْنَ (پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو بھیجا)۔

نَحْوُ: ہارون یہ آخاہ سے بدل ہے۔

بِاٰتِنَا (اپنی آیات دے کر) نو آیات معجزات مراد ہیں۔ وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (اور وہ دلائل) غالب آنے والے دلائل یا عصا۔
۳۶: اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلٰٓئِہٖ فَاسْتَكْبَرُوْا (فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف پس انہوں نے تکبر کیا) بڑائی کی وجہ سے ایمان کو قبول کرنے سے باز رہے۔ وَكَانُوْا قَوْمًا عٰلٰییْنَ (اور وہ لوگ تھے ہی متکبر و مغرور)۔

۳۷: فَقَالُوْا اَنْتُمْ لِبَشَرٍ مِّثْلٰنَا (یہ کہنے لگے کیا ہم اپنے جیسے انسانوں پر ایمان لائیں)۔
نَحْنُوْا: البشر کا لفظ واحد اور جمع دونوں آتا ہے۔ اور مثل اور غیر کا لفظ تشبیہ اور جمع اور مذکر و مؤنث دونوں کی صفت بن سکتے ہیں۔
وَقَوْمُهُمَا (اور ان کی قوم) مراد بنی اسرائیل لَنَا عِبْدُوْنَ (ہمارے خدمت گار ہیں) مطیع اور حکم بردار ہیں۔
اطلاق عرب: اہل عرب کے ہاں ہر وہ شخص جو کسی بادشاہ کا خدمت گزار و مطیع ہو اس کو عابد کہتے ہیں۔

۳۸: فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلٰكِيْنَ (پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا نتیجتاً وہ ہلاک ہونے والے لوگوں میں سے ہو گئے) غرق سے ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

۳۹: وَلَقَدْ اٰتٰیْنَا مُوْسٰی (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو دی) یعنی قوم موسیٰ علیہ السلام کو الْكِتٰبَ (کتاب) تورات لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (تاکہ وہ ہدایت پائیں) اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں اور اس کے مواعظ سے نصیحت پکڑیں۔

مریم اور ابن مریم علیہم السلام کا تذکرہ اور ان کا ٹھکانہ:

۵۰: وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ اٰیۃً (اور ہم نے ابن مریم اور ان کی ماں کو نشانی بنایا) جو ہماری قدرت تامہ پر دلالت کرنے والی ہے کہ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں کیونکہ وہ بلا تطفہ پیدا کئے گئے۔ اٰیۃً کا لفظ واحد لایا گیا کیونکہ انجوبہ دونوں میں ایک ہی ہے۔ یا مراد یہ ہے وجعلنا ابن مریم اٰیۃً وَاُمَّہٗ اٰیۃً اول کو حذف کر دیا کیونکہ ثانیہ کی دلالت اس پر موجود ہے۔ وَاَوٰیْنٰهُمَا (اور ہم نے ان کو پناہ دی) ان کو ٹھکانہ دیا اِلٰی رَبْوۃٍ (ایک بلند زمین پر)۔

قراءت: شامی و عاصم نے رَبْوۃٍ پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے رَبْوۃٍ پڑھا۔

رَبْوۃٍ بلند زمین، نمبر ۱۔ وہ بیت المقدس ہے نمبر ۲ دمشق نمبر ۳۔ رملہ یا نمبر ۴۔ مصر۔

ذَاتِ قَرَارٍ (قرار والی) ہموار زمین جس پر بسنے والے ٹھہر سکیں۔ نمبر ۲۔ پانی اور پھلوں والی یعنی پھلوں کی وجہ سے لوگ وہاں ٹھہرتے ہیں۔ وَاَمَعِیْنِ (اور جاری چشمے) ایسا پانی جو سطح زمین پر چلنے والا ہو۔

صرف: یہ مفعول کا صیغہ ہے۔ یعنی جس کے جاری ہونے کا آنکھ ادراک کرے ظاہر ہونے کی وجہ سے۔ یہ عائلۃ سے لیا گیا جبکہ آنکھ سے اس کا معائنہ کرے۔ نمبر ۲۔ یہ فعل کا وزن ہے کیونکہ یہ اپنے چلنے کی وجہ اور ظاہر ہونے کی بناء پر قائمہ پہنچانے والا ہے۔ اس لئے یہ الماعون سے ماخوذ ہوگا اور وہ منفعت کو کہتے ہیں۔ یامَعْنَ سے ہے جس کا معنی جاری ہونا ہے اس صورت میں میم اصل یہ ہے اور یہ صحیح ہے۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝۵۱

اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو بلاشبہ میں ان کاموں کو جانتا ہوں جنہیں تم کرتے ہو،

وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ۝۵۲ فَتَقَطُّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ

اور بلاشبہ یہ تمہارا طریقہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرو۔ سو ان لوگوں نے الگ الگ طریقہ اختیار کر کے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے

زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝۵۳ فَذَرُهُمْ فِي عَمَرَتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝۵۴ اِيْحَسِبُونَ

ہو گئے ہر جماعت کے لوگ اس سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے سو آپ انہیں ایک وقت تک ان کی جہالت میں چھوڑ دیں کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں

أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَّالٍ وَبَنِينَ ۝۵۵ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۵۶

کہ ہم جو ان کو مال اور بیٹے دیتے جاتے ہیں ان کو فائدہ پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ شعور نہیں رکھتے

ہر رسول کو خطاب:

۵۱: يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ (اے رسولو حلال چیزیں کھاؤ) یہ نداء اور خطاب دونوں اپنے ظاہر پر نہیں ہیں کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہائے نبوت مختلف ہیں۔ معنی اس کا یہ ہے کہ ہر رسول کو اس کے زمانہ میں یہ بات کہی گئی اور اس کی اس نے وصیت و نصیحت فرمائی تاکہ سامع معتقد ہو کہ یہ ایسا حکم ہے جس کی تمام انبیاء کو اطلاع دی گئی اور انہوں نے اس کی وصیت کی پس ایسی بات قبولیت کے خاص طور پر لائق و مناسب ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

نمبر ۲۔ یا یہ حضرت محمد ﷺ کو خطاب ہے کیونکہ آپ اپنے زمانہ میں تمام کے قائم مقام ہیں اور قیامت تک نبوت آپ کی ہی ہے۔ اور آپ ہی غنائم کو استعمال میں لانے والے ہیں۔ جو پاکیزہ ترین مال ہے۔ یا نمبر ۳۔ یا متصل آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ وہی مراد ہیں اور وہ والدہ کے سوت کاتنے کی کمائی پر گزارہ کرتے اور کسب ید یہ پاکیزہ روزی ہے۔ اور طیبات سے مراد ہے جو حلال ہو۔ اور امر تکلیف کیلئے ہے یعنی مکلف ہونے کو ثابت کرتا ہے کہ حلال جو میسر ہو کھاؤ۔ نمبر ۴۔ عمدہ اور لذیذ چیزوں کو طیبات سے مراد لیا جائے تو امر اباحت اور سہولت کیلئے ہے کہ رہبانیت میں مزید چیزیں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ بقدر ہمت مگر انہی میں مشغولی نہ ہو۔

وَاعْمَلُوا صَالِحًا (اور تم نیک اعمال کرو) جو شریعت کے موافق ہوں۔ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (بیشک میں تمہارے اعمال کو جانتا ہوں) پس تمہارے اعمال پر بدلہ دوں گا۔

۵۲: وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّةً وَاحِدَةً (بیشک یہ)۔

قراءت: کوئی قراء نے استیناف کی بناء پر اَن پڑھا اور حجازی نے اَن اور بصری ان کو بمعنی وَلَآئ کے تسلیم کیا۔

یعنی فاتقون لان ہذہ یا ما قبل پر معطوف ہے ای بما تعملون علیہم و بأن ہذہ یا تقدیر اس طرح مائیں واعلموا ان ہذہ امتکم (تمہارا طریقہ) یعنی تمہاری ملت و شریعت جس پر تم قائم ہو۔ اُمَّةً وَاحِدَةً (ایک طریقہ ہے) وہ شریعت اسلام ہے۔ امۃ منصوب حال ہونے کی وجہ سے ہے مطلب یہ ہے کہ دین ایک ہے اور وہ اسلام ہے اور اس کی مثل دوسری آیت ہے ان الدین عند اللہ الاسلام [آل عمران: ۱۹] اَوْ اَنَّا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوا (اور میں تمہارا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرو) مجھ اکیلے سے۔ میرے حکم کی مخالفت میں میرے عذاب سے ڈرو۔

لوگوں کا کتابوں سے سلوک:

۵۳: فَتَقَطَّعُوا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ (پس لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کر لیا) تقطع بمعنی قطع ہے اپنے دین کے معاملے کو قطع کیا۔ زُبُرًا (ٹکڑے ٹکڑے) یہ زبور کی جمع ہے۔ مختلف کتابیں یعنی انہوں نے اپنے دین کو کئی دین بنا دیا۔ ایک قول وہ اپنے دین میں کئی فرقوں میں بٹ گئے ہر فرقہ ایک کتاب کو اٹھائے ہوئے ہے۔ قول حسن رحمۃ اللہ علیہ: اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مختلف ٹکڑوں میں کاٹ دیا اور اس کی تحریف کر ڈالی۔

قراءت: زُبُرًا جمع زُبْرۃ پڑھا جاتا ہے ٹکڑا۔ کُلُّ حِزْبٍ (ہر گروہ) دین کو کاٹ کر جدا کرنے والوں میں سے ہر گروہ۔ بِمَالَدِيهِمْ (جو کچھ ان کے پاس ہے) یعنی کتاب اور دین یا خواہش و رائے۔ فَرِحُوْنَ (وہ اس پر خوش ہے) وہ خوش ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں۔

۵۴: فَذَرُوهُمْ فِيْ غَمَرَتِهِمْ (ان کو آپ اسی جہالت میں چھوڑ دیں) غمرۃ جہالت و غفلت کو کہتے ہیں حَتّٰی حِجْبٍ (ایک وقت تک) یہاں تک کہ وہ قتل کئے جائیں یا موت ان کو دبوچ لے۔

۵۵، ۵۶: اَيُّحْسِبُوْنَ اَنَّمَا نُمِثُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَبَيِّنٍ (کیا ان کا خیال یہ ہے کہ ہم ان کو جو مال و اولاد دیتے جاتے ہیں) مَا الَّذِیْ کے معنی میں ہے اَنَّ کی خبر نَسَارِعْ لَهُمْ فِی الْخِیْرَاتِ ہے۔ اور خبر سے اسم کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے ای نَسَاۤیْ عْ لَهُمْ بِهٖ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخِیْرَاتِ مطلب یہ ہے کہ یہ امداد باوجود معاصی کے صرف استدراج ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ ان کو جلد از جلد امداد مل رہی ہے اور ان کی عمدہ کارکردگی پر ہم ان کو ثواب کا پیشگی بدلہ دے رہے ہیں۔

استدلال آیت:

معتزلہ کے عقیدہ کی تردید ہے کہ اصلح فی الدین اللہ پر لازم ہے اس آیت میں خبر دی کہ یہ بات ان کے لئے دینی اعتبار سے خیر نہیں اور نہ ہی اصلح۔ بلکہ اضرر ہے۔ بَلْ لَا یَشْعُرُوْنَ (بلکہ ان کو شعور نہیں) بل یہ ایحسبون سے استدراک کر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ حیوانات کی طرح ہیں ان میں شعور نہیں جب تک کہ اس بات پر غور نہ کریں کہ یہ استدراج ہے یا بھلائی میں مسارعت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ

بلاشبہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان

يُؤْمِنُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَ

رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے اور جو لوگ کچھ دیتے ہیں تو اس حال میں دیتے ہیں

قُلُوبُهُمْ وَجِلَّةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا

کہ ان کے دل اس بات سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس لوٹنے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں

سَابِقُونَ ۝ وَلَا نَكْفِ نَفْسًا إِلَّا أَوْسَعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

اور ان کی طرف دوڑ رہے ہیں ہم کسی جان کو اسکی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتے اور ہمارے پاس کتاب ہے جو حق کے ساتھ ہے بیان کر دے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

اولیاء کی صفات کا دوبارہ تذکرہ:

۵۷: پھر اپنے اولیاء کا وضاحت سے تذکرہ فرمایا۔ إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ (بیشک وہ لوگ جو اپنے رب کے ڈر سے ہیبت زدہ ہیں) خائف ہیں۔

۵۸: وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ (اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لانے والے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں پر۔ وہ ان کتابوں میں ایمان کے لحاظ سے تفریق کرنے والے نہیں ان لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور وہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہیں۔

۵۹: وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ (اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے نہیں) جیسا کہ مشرکین عرب کرتے تھے۔

۶۰: وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ دیتے ہیں جو دیتے ہیں) یعنی جو دینے والی چیزیں زکوٰۃ و صدقات وغیرہ دیتے ہیں۔

قراءت: یأتون ما اتوا قصر کے ساتھ پڑھا گیا اس صورت میں معنی یہ ہوگا۔ یفعلون ما فعلوا وہ جو کرنا ہوتا ہے کرتے ہیں۔ وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَّةٌ (اس حال میں کہ ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں) اس بات سے خائف ہوتے ہیں کہ ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے کہیں یہ نامقبول نہ ہو۔ أَنَّهُمْ لَهَا إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ (بیشک وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں) جمہور کے نزدیک اس کی تقدیر عبارت یہ ہے لا نھم الی ربھم راجعون اور ان الذین کی خبر اولئک یسارعون فی الخیرات ہے۔

۶۱: أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ (وہی لوگ بھلائی کے کاموں میں جلدی کر نیوالے ہیں) وہ طاعات کی رغبت رکھتے ہیں

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عَمِلُوْنَ ۶۱

بلکہ ان کے دل اس دین کی طرف سے جہالت میں ہیں اور اسکے علاوہ اور بھی ان کے اعمال ہیں جنہیں وہ کرتے ہیں

حَتّٰی اِذَا اُخِذْنَا مُتَرَفِّعِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَّجْعُرُوْنَ ۶۲ لَا تَجْرُوا الْيَوْمَ اَنْفُكُمُ

یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب کے ساتھ پکڑ لیں گے تو وہ جھٹائیں گے، آج مت جھاؤ، بلاشبہ آج ہماری طرف سے

مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۶۳ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ۶۴

تمہاری مدد نہیں کی جائے گی، تم پر میری آیات تلاوت کی جاتی تھیں سو تم تکبر کرتے ہوئے قرآن کو مشغلہ بناتے ہوئے بے ہودہ

اور ان کو جلد انجام دیتے ہیں۔ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ (اور وہ ان کی طرف تیزی سے جانے والے ہیں) یعنی نیک کاموں کی وجہ سے جنتوں کی طرف تیزی سے رواں دواں ہیں۔ یا ان بھلائیوں کی وجہ سے وہ لوگ نیکی میں آگے بڑھ گئے۔

۶۲: وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اور کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کام کا حکم نہیں دیتے) وسعت کا معنی طاقت، مقدور، صالحین کی جو صفات مذکور ہوئیں یہ طاقت سے زائد نہیں۔ اسی طرح ہر وہ کام جس کا بندے کو مکلف بنایا گیا وہ بھی بندوں کی طاقت کے دائرے میں ہیں۔ اس میں تردید اس گروہ کی ہے جو انسانی تکالیف کو تکلیف مالا یطاق قرار دیتے ہیں۔ وَلَدَيْنَا مِكْتٰبٌ (ہمارے پاس ایک کتاب ہے) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے یا اعمال نامہ مراد ہے۔

يَنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (جو ٹھیک ٹھیک بتا دے گا اور کسی پر ذرا بھڑکے گا) اس سے وہی پڑھیں گے جو صدق و عدل ہوگا۔ اس میں نہ کمی اور نہ اضافہ اور نہ ہی کسی کو زیادہ سزا دیکر ظلم کیا جائے گا۔ یا ثواب کا نقصان نہ ہوگا۔ یا ایسی تکلیف جس کی اس میں طاقت نہ ہو۔

کفار شکار غفلت:

۶۳: بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا (بلکہ ان کے دل اس دین کے متعلق شک میں پڑے ہیں) بلکہ کفار کے قلوب ایسی غفلت کا شکار ہیں جو ان کو اس چیز سے ڈھانپنے والی ہے جس پر یہ ایمان والے قائم ہیں۔ وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ (اور ان کے اس کے علاوہ بھی اعمال ہیں) ان کے مخفی اعمال تو اس بات سے تجاوز کرنے والے ہیں جس سے مؤمن موصوف ہیں۔ هُمْ لَهَا عَمِلُوْنَ (اور وہ ان کو کئے جا رہے ہیں) اور اس پر قائم رہنے والے ہیں اور ان کو اس وقت تک چھوڑنے کیلئے تیار نہیں یہاں تک کہ ان کو عذاب آپکڑے۔

۶۴: حَتّٰی اِذَا اُخِذْنَا مُتَرَفِّعِيْهِمْ (یہاں تک کہ جب ہم ان کے مالداروں کو پکڑیں گے) خوشحال لوگوں کو بِالْعَذَابِ (دنیا کے عذاب میں) اور وہ سات سال کا قحط ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی بددعا سے مسلط فرمایا یا بدر کے دن قتل ہونا۔ حتیٰ ابتدا یہ اور جملہ شرطیہ ہے اِذَا هُمْ يَّجْعُرُوْنَ (اسی وقت چیخے لگیں گے) فریاد کرتے ہوئے چیخیں گے۔ الجوار مدد کیلئے پکارنا۔ اس کے

مُسْتَكْبِرِينَ ۖ بِهِ سِمِرَاتُ هَاجِرُونَ ۖ اَفَلَمْ يَذَّبُوا الْقَوْلَ اَمَّا جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ

باتیں کرتے ہوئے لٹے پاؤں بھاگ جاتے تھے۔ کیا ان لوگوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جو ان سے پہلے ان کے بڑوں کے

اَبَاءَهُمُ الْاَوَّلِينَ ۖ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ۖ اَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ ۚ

پاس نہیں آئی یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا سو وہ اس کے منکر ہو رہے ہیں یا وہ یوں کہتے ہیں کہ اس کو دیوانگی ہے،

بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاکْثَرَهُمُ لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ۖ

بلکہ یہ رسول ان کے پاس حق لیکر آیا ہے اور ان میں اکثر وہ ہیں جو حق کو مکروہ جانتے ہیں۔

جواب میں ان کو کہا جائے گا۔

۶۵: لَا تَجْنُرُوا الْيَوْمَ (مت چیخو) چیخنا تمہارے لئے فائدہ مند نہیں۔ اِنْكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُونَ (بیشک ہماری طرف سے تمہاری مدد نہ کی جائیگی) ہماری جانب سے تمہیں کوئی نصرت یا اعانت نہ ملے گی۔

۶۶: قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِي تُتْلٰی عَلَیْكُمْ (میری آیات تم پر پڑھی جاتی تھیں) یعنی قرآن فُکُنْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ تُنْكَصُونَ (تم اپنی ایڑیوں کے بل مڑتے تھے) تم اٹھ قدموں لوٹے انکوص: اٹھ پاؤں مڑنا۔ یہ سب سے بدترین چال ہے کیونکہ وہ اپنے پیچھے دیکھتا نہیں۔

۶۷: مُسْتَكْبِرِينَ (تکبر کرتے ہوئے) مسلمان پر بڑھائی ظاہر کرتے ہوئے۔

نَحْنُ: یہ تنکصون سے حال ہے۔

بِه (بیت اللہ پر یا حرم پر)۔ کفار یہ کہا کرتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں۔ اس لئے ہم پر کوئی غالب نہ آئے گا۔ یہ مفہوم اس قول کے مطابق ہے۔ جنہوں نے ضمیر کا مرجع بیت کو قرار دیکر استکبار بالبت مراد لیا۔ نمبر ۲۔ ہ کا مرجع آیات قرار دیا۔ انہوں نے آیات کو کتاب کے معنی میں لیا اور استکبار بالقرآن کا مطلب تکذیب ہے۔

نَحْنُ: مستکبرین میں ضمنا مکذبین کا معنی پایا جاتا ہے اسی لئے اس کے متعدی بنانے کیلئے کذب فعل والا حرف تعدیہ استعمال کر لیا گیا ہے۔

نمبر ۳۔ یا سمرات سے متعلق ہے ای تسمرون بذکر القرآن و بالطعن فیہ سِمِرًا تَهْجُرُونَ (مشغلہ بناتے ہوئے) وہ بیت اللہ کے گرد رات قصہ گوئی کرتے اور ان کی عمومی قصہ گوئی قرآن کے متعلق ہوتی وہ کبھی قصہ کہانی کہتے اور کبھی سحر و شعر کا نام دیتے۔ سامر کا لفظ حاضر کی طرح واحد و جمع پر اطلاق کیا جاتا ہے۔

قراءت: اس کو سماراً بھی پڑھا گیا ہے۔

نمبر ۴۔ یا تہجرون سے متعلق ہے اور یہ الہجر سے مشتق ہے جس کا معنی ہڈیاں آتا ہے۔ (ہجر کا معنی کٹ جانا، کترا جانا،

بیہودہ کہو اس کرنا آتا ہے)

قراءت: نافع نے تہجرون پڑھا ہے اس صورت میں یہ اہجر فی منطقہ ای افحش اس نے اپنی گفتگو میں فحش طریق اختیار کیا۔

کفار کا انکار چہ معنی دارد وہ ذاتی غیرت کی وجہ سے نہیں مانتے:

۶۸: اَقْلَمُ يَذَّبُرُوا الْقَوْلَ (کیا انہوں نے کلام الہی میں غور نہیں کیا) کیا انہوں نے قرآن مجید میں غور نہیں کیا تا کہ ان کو علم ہوتا کہ وہ کھلا ہوا حق ہے پس وہ اس کی تصدیق کرتے اور اس کو سچا جانتے جو وہ لے کر آئے ہیں۔ اَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ اَبَاءَهُمْ الْاَوَّلِينَ (یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے بڑوں کے پاس نہیں آئی) آم بل کے معنی میں ہے اور استفہام انکاری ہے مطلب اس طرح ہے بلکہ ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو ان کے اولین آباء کے پاس نہ آئی ہو بلکہ وہی چیز آئی ہے پھر ان کا انکار اور اس کو اوپر اقرار دینا چہ معنی دارد۔

۶۹: اَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ (یہ لوگ اپنے رسول کو نہیں پہچانتے) محمد الصادق الامین کو اور یہ ان کے وفور عقل اور صحت نسب اور حسن اخلاق سے واقف نہیں۔ یعنی وہ ان صفات سے ان کو پہچانتے ہیں۔ فَهُمْ لَكَ مُنْكَرُونَ (پھر انہی کے منکر ہیں) کیا وجہ ہے سوائے ضد اور حسد کے اور تو کچھ نہیں۔

۷۰: اَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ (یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول کو جنون ہے) جِنَّة کا معنی جنون ہے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ اس میں عقلی اعتبار سے سب سے بڑھ کر پختہ اور ذہنی لحاظ سے سب سے روشن ذہن والے ہیں۔ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ (بلکہ یہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں) واضح حق، صراط مستقیم اور وہ چیز جو ان کی شہوات، خواہشات کے خلاف ہے اور وہ توحید اور اسلام ہے اب انہوں نے اس کا کوئی جواب اور دفاع موجود نہ پا کر اس کو مجنون کہنا شروع کر دیا۔

وَكَثُرُهُمْ لِلْحَقِّ كِرْهُوْنَ (اور ان کی اکثریت حق سے نفرت کرنے والی ہے) اِس مِنْتِلَہ: اس میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ان میں سے قلیل تعداد حق کو ناپسند نہیں کرتی تھی بلکہ ایمان کو ذاتی غیرت اور اپنی قوم کی ناپسندگی اور حقارت کی خاطر چھوڑنے والی تھی کہ قوم کے لوگ ان کو صابی کہہ کر طعن زنی کریں گے اور آباء و اجداد کے دین کو چھوڑنے کے طعنے ماریں گے جیسے خواجہ ابوطالب وغیرہ کہ ان کو دین سے عناد نہ تھا۔

وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَهُمْ

اور اگر حق ان کی خواہشوں کے تابع ہو جائے تو آسمان اور زمین اور جو ان کے پاس ان کی

بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ﴿٧١﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَقُلْ رَبِّكَ خَيْرٌ بِهِ

نصیحت بھیجی ہے سو وہ اپنی نصیحت سے روگردانی کر رہے ہیں، کیا آپ ان سے کچھ آمدنی کا سوال کرتے ہیں سو آپ کے رب کی آمدنی بہتر ہے اور وہ

خَيْرُ الرِّزْقِينَ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٧٣﴾ وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

سب دینے والوں سے بہتر ہے، اور بلاشبہ آپ انہیں صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں اور بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں

بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنُكَذِّبُوكَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٍّ لَلْجُورِ

لاتے، وہ راستے سے ہٹے ہوئے ہیں اور اگر ہم ان پر مہربانی کریں اور وہ جس تکلیف میں ہیں اسے دور کر دیں تو وہ اپنی سرکشی میں جھٹکے

فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا

ہوئے اصرار کرتے رہیں گے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کیا سو وہ اپنے رب کے سامنے نہ

يَتَضَرَّعُونَ ﴿٧٦﴾ حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ إِذْ هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٧﴾

جھکے اور نہ عاجزی اختیار کی یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب والا دروازہ کھول دیں گے تو اچانک وہ اس میں حیرت زدہ ہو کر رہ جائیں گے۔

۷۱: وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ (اور اگر بالفرض دین ان کے خیالات کے تابع ہو جاتا) ابن جریر وغیرہ نے الحق سے یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات مراد لی ہے۔ اَهْوَاءُهُمْ سے مراد کئی الہہ کا اعتقاد رکھنا ہے۔ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ (تو آسمان و زمین تباہ ہو جاتے) جیسا کہ فرمایا: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا [الانبیاء: ۲۲] وَمَنْ فِيهِنَّ (اور جو کچھ ان میں ہے) عتلاء کو من کے ساتھ خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ غیر عتلاء ان کے تابع ہیں۔

بَلْ أَتَيْنَهُمْ بِذِكْرِهِمْ (بلکہ ہم نے تو ان کے پاس ان کی نصیحت کی بات بھیجی) یعنی اس کتاب کو بھیجا ہے جو ان کے لئے نصیحت یا ان کے لئے باعث شرف ہے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہی میں سے ہیں اور قرآن انہی کی لغت میں سے ہے۔ یا وہی ذکر ہے جس کی یہ تمنا کرتے تھے اور کہا کرتا تھے لو أَنَّا عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْاَوَّلِينَ [الصافات: ۱۶۸]

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ (پس وہ لوگ اپنی نصیحت کی بات سے روگردانی کرنے والے ہیں) اپنے برے اختیار اور چناؤ کی وجہ سے۔

۷۲: أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَقُلْ رَبِّكَ خَيْرٌ (یا تم ان سے کسی آمدنی کے خواستگار ہو تو آپ کے رب کی عطا کردہ سب سے

بہتر ہے۔

قراءت: حجازی، بصری، عاصم نے فَخْرَاجُ پڑھا ہے۔ شامی نے خَرَجًا.... فَخْرَجُ پڑھا۔ علی، حمزہ نے خَرَجَا..... فَخْرَاجُ پڑھا۔

خراج زمین کی زکوٰۃ جو امام کو دی جاتی ہے اور ہر عامل کو اس کی جو اجرت اور انعام دیا جاتا ہے الخرج کا لفظ الخراج سے خاص ہے۔ جیسا کہتے ہیں خراج القرية۔ خرج الكوفة لفظ کا اضافہ معنی میں اضافہ کو ظاہر کرتا ہے اسی لئے پہلی قراءت سب سے اولیٰ ہے۔ یعنی ام تساء لهم على هدايتك لهم قليلاً من عطاء الخلق فالكثير من الخلق خير۔ کیا آپ ان سے ہدایت پر مخلوق سے قلیل عطیہ مانگتے ہیں۔ خالق کی طرف سے ملنے والا کثیر اجر سب سے بہتر ہے۔ (یہ استفہام بھی انکاری ہے کہ آپ ان سے کسی چیز کے خواستگار نہیں) وَهُوَ خَيْرُ الرَّزِقِينَ (اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والے ہیں۔)

۷۳: وَانْكَ لَتَدْعُوهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (اور بیشک آپ تو ان کو سیدھے راستے کی طرف دعوت دینے والے ہیں) اور وہ دین اسلام ہے پس زیادہ مناسب ہے کہ وہ آپ کی بات کو مان لیں۔

۷۴: وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَّاَكِبُوْنَ (اور بیشک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ راستے سے ہٹنے والے ہیں) وہ اس مذکورہ راستے سے عدول کرنے والے ہیں۔ اور حالانکہ وہ صراط مستقیم ہے۔

کفار کی ضد کا حال:

۷۵: وَلَوْ رَحِمْنَهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٍّ (اگر ہم ان پر مہربانی کر دیتے اور ان کی تکلیف کو دور کر دیتے) جب اللہ تعالیٰ نے کفار کو قحط کے ساتھ پکڑا تو خون اور اون سے تیار شدہ کھانا ان کو کھانا پڑا ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم اور رحم کا واسطہ دیتا ہوں۔ کیا تمہارا خیال نہیں کہ تم جہان والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہو آپ نے فرمایا کیوں نہیں اس نے کہا۔ تم نے آباء کو تلوار سے قتل کیا اور اولاد کو بھوک سے؟ پس یہ آیت اتری (ذکرہ الواحدی فی اسباب النزول) مطلب یہ ہے اگر اللہ تعالیٰ یہ تکلیف ان سے دور کر دے الضر سے وہ قحط مراد ہے جس نے ان کو آلیا تھا اور وہ آپ کی رحمت سے ان کو پہنچا تھا اور وہ خوشحالی پالیں۔ لَلْجُودَا (تو ضرور جے رہیں۔) فِی طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (اپنی سرکشی میں سرگرداں پھرتے رہیں گے) متردد رہیں گے۔ یعنی تو دوبارہ یہ تکبر، عداوت رسول ﷺ کو عداوتِ مؤمنین کرنے لگیں گے اور یہ چاپلوسی وقتی ختم ہو جائے گی۔

۷۶: وَلَقَدْ اَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَغْنَوْا لِرَبِّهِمْ (اور ہم نے ان کو گرفتار عذاب بھی کیا تب بھی انہوں نے اپنے رب کے سامنے نہ عاجزی اختیار کی نہ گڑگڑائے) اس سے اس بات پہ استشہاد پیش کیا کہ ہم نے اولاً ان کو تلواروں سے پکڑا۔ اور بدر کے دن جو ان کے صنادید کے ساتھ قتل و قید کی صورت میں پیش آیا۔ مگر اس سب کے باوجود ان کی طرف سے رجوع اور توبہ نہیں پائی گئی۔ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ (اور نہ وہ گڑگڑائے) یہ ان کی دوامی حالت کی تعبیر ہے کہ وہ تو ابھی تک سابقہ روش پر ہیں۔ اسی لیے ماتضرعوا نہیں کہا بلکہ مضارع استعمال فرمایا گیا۔ استکان یہ استفعل کے وزن پر کون مصدر سے بنایا گیا ہے۔ ای انتقل من

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝۷۸ وَهُوَ

اور ا وہی ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تم کم شکر ادا کرتے ہو اور وہی ہے

الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝۷۹ وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ

جس نے تمہیں زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے،

وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝۸۰ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ۝۸۱

اور اسی کے اختیار میں ہے رات دن کا یکے بعد دیگرے آنا جانا، سو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔ بلکہ انہوں نے وہ بات کہی جو ان سے پہلے لوگوں نے کہی۔

کون الی کون۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہوا جیسا کہ کہا جاتا ہے استحال اذا نقل من حال الی حال وہ ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوا۔

۷۹: حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا (یہاں تک کہ جب ہم نے سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا)۔

قراءت: یزید نے فَتَحْنَا پڑھا ہے۔

قحط سے پکڑ:

عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ عذاب شدید سے بھوک مراد ہے جو کہ قید و قتل سے سخت تر ہے۔ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ (تو اسی وقت وہ حیران مایوس ہو گئے) متحیر اور ہر خیر سے مایوس ہونے لگے اور ان میں سے سب سے سرکش اور متمرّد شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوا اور رحم کی اپیل کی یا ہم نے ان کا امتحان ہر قسم کے امتحان قتل و بھوک سے لیا مگر ان میں نرمی اور زاری پیدا نہیں ہوئی اور وہ اس طرح رہیں گے یہاں تک کہ جب جہنم کی آگ سے ان کو عذاب دیا جائے گا تو تب مایوس ہو گئے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا یوم تقوم الساعة یبلس المعرّمون [الروم: ۱۳]

انعامات سے یاد دہانی:

۷۸: وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ (اور اللہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل پیدا کئے) تین حواس کا خصوصاً اس لئے ذکر کیا کہ عموماً انہی سے دینی اور دنیوی فوائد زیادہ تر متعلق ہیں دیگر حواس سے اتنے نہیں۔ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو) تم تھوڑا شکریہ ادا کرتے ہو۔ مانتا کید کیلئے زائد کیا گیا ہے اور حقا کے معنی میں ہے مطلب اس طرح ہوا تم نے ان انعامات کی عظمت نہیں پہچانی اور تم نے ان کو بے محل استعمال کیا۔ تم نے آنکھوں اور کانوں سے اللہ تعالیٰ کی آیات اور افعال کے سلسلہ میں کام نہیں لیا۔ اور نہ اپنے دلوں سے استدلال کیا۔ کہ تم منعم کو پہچان کر کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے۔

قَالُوا إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وَعَدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا

انہوں نے کہا کیا ہم جب مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے کیا ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، اس بات کا ہم سے اور ہم سے پہلے

هَذَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا

ہمارے باپ دادوں سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے یہ بات پرانے لوگوں سے نقل ہوئی آئی ہے، آپ فرمادیجئے کس کے لئے ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ

اگر تم جانتے ہو اس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ اللہ ہی کے لئے، آپ فرمائیے پھر کیوں غور نہیں کرتے، آپ فرمادیجئے کہ ساقوں آسمانوں کا

السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْ

اور عرش عظیم کا رب کون ہے، وہ جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہے آپ فرمادیجئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ آپ فرمائیے کہ وہ کون ہے

بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۸﴾

جس کے قبضے میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو؟

سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَأَنِّي تُسْحَرُونَ ﴿۸۹﴾ بَلْ أَتَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۹۰﴾

وہ جواب دیں گے کہ یہ صفات اللہ ہی کی ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ پھر تم کہاں ہو جاؤ گے ہوئے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے ان کے پاس حق بھیجا ہے اور بلاشبہ جھوٹے ہیں۔

۷۹: وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ (اور وہ وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا) اور تاسل وتوالد کے ذریعہ زمین میں پھیلا دیا۔ وَاللّٰهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ (اور وہی ذات ہے جو زندگی اور موت دیتی ہے) وہ اجسام کو پیدا کر کے زندہ کرتا اور فناء کر کے

موت دیتا ہے۔ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ (اور اسی کیلئے رات اور دن کا مختلف ہونا ہے) کہ ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا ہے۔ اور روشنی اور اندھیرے کے لحاظ سے ان کا مختلف ہونا۔ یا بڑھنے اور کم ہونے کے لحاظ سے ان کا مختلف ہونا اور یہ خاص اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے ان میں تصرف کا کسی اور کو اختیار نہیں اور نہ قدرت ہے۔ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو) کہ تم اٹھائے جانے پر ہماری قدرت کو پہچانو۔ یا صنعت سے صانع پر استدلال کر سکو اور پھر ایمان لے آؤ۔

پرانی اڑ پر قائم:

۸۱: بَلْ قَالُوا (بلکہ انہوں نے کہا یعنی اہل مکہ نے) مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ (اس کی مثل کہتے ہیں جو اگلے کافروں نے کہی) الاولون سے مراد وہ کفار ہیں جو ان سے پہلے ہوئے۔ پھر وضاحت کی جو انہوں نے کہا فرمایا

۸۲: قَالُوا اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (وہ کہتے ہیں کہ جب ہم مرجائیں گے اور خاک اور ہڈیاں بن کر رہ جائیں گے تو کیا زندہ کر کے ہم اٹھائے جائیں گے)
قراءت: مِتْنَا نافع، حمزہ، علی، حفص نے پڑھا ہے۔

۸۳: لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا هٰذَا (اس کا ہم سے اور ہمارے آباء و اجداد سے وعدہ ہوا) ہٰذَا کا مشار الیہ البعث ہے مِنْ قَبْلُ (اس سے قبل) محمد ﷺ کی آمد سے قبل اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلٰیْنَ (یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں)۔
تخفیف: اساطیر جمع اسطار، اسطار جمع سطر، وہ کہانی جس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔ اور اسطورة کی جمع قرار دینا زیادہ مناسب ہے پھر اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا کہ مشرکین پر اتمام حجت کریں چنانچہ فرمایا۔

اعتراض و دلائل:

۸۴، ۸۵: قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (آپ ان سے کہہ دیں کہ زمین اور جو بھی زمین میں ہے یہ کس کے ہیں۔ اگر تم جانتے ہو) یہ لوگ عنقریب کہیں گے۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ (عنقریب یہ کہیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے) کیونکہ ان کو اس بات کا تو اقرار ہے کہ وہ خالق ہے۔ جب وہ اعترافِ خالقیت کر لیں تو آپ فرمائیں۔

قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کہہ دیجئے کہ پھر تم کیوں غور نہیں کرتے) پھر تمہیں یہ جان لینا ہوگا کہ جس نے زمین کو پیدا کیا اور اس میں تمام اشیاء بنائیں وہ مخلوق کو دوبارہ لوٹانے کی قدرت رکھتا ہے اور وہ اس بات کے لائق ہے کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اس کی مخلوق کو اس کی ربوبیت میں شریک نہ کیا جائے۔

قراءت: افلاتذکرون تخفیف کے ساتھ حمزہ، علی اور حفص نے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔

۸۶، ۸۷: قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ: سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (آپ ان سے یہ کہیں کہ ساتوں آسمانوں اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے۔ وہ عنقریب کہیں گے اللہ تعالیٰ آپ فرمادیں پھر تم اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتے) پھر تم اس سے کیوں نہیں ڈرتے کیونکہ دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ یا تم اس کی قدرت دوبارہ اٹھائے جانے کے سلسلہ میں کیوں نہیں مانتے حالانکہ تم ان تمام اشیاء کی تخلیق کے قائل ہو۔

۸۸: قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (کہہ دیں کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے) ملکوت، الملک ایک معنی میں ہیں۔ واو اور تاء مبالغہ کیلئے ہیں جو اس کی بادشاہت کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔ وَهُوَ يُجَبِّرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دی جاسکتی۔ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ) عرب کا محاورہ ہے اجرت فلاناً علی فلان جب اس سے بچانے کیلئے تم اس کی فریاد رسی کرو اور اس کا دفاع کرو۔ مطلب یہ ہے وہ جس کی چاہتا ہے فریاد رسی کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حفاظت کرتا ہے اور کوئی اس کے ضرر سے بچانے کیلئے اس کے خلاف پناہ نہیں دے سکتا۔

۸۹: سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ (وہ عنقریب کہیں گے اللہ ہی کی ہے کہہ دیں پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے) تسحر وں کا

مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا لَذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ

اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا قرار نہیں دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا

وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ۙ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

اور ہر ایک دوسرے پر چڑھائی کر لیتا، اللہ ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں پوشیدہ اور آشکارا ہر چیز کا جاننے والا ہے

فَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۙ

سو وہ ان لوگوں کے شرک سے بالاتر ہے۔

معنی تخذعون ہے۔ نمبر ۱۔ تخذعون عن الحق کا مطلب یہ ہے کہ کس فریب میں پڑ کر حق و ہدایت سے روگرداں ہو رہے ہو۔ نمبر ۲۔ تم پھر حق کو باطل کس طرح خیال کرتے ہو۔ نمبر ۳۔ تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت کے متعلق کیوں دھوکہ میں مبتلا ہو۔ دھوکہ باز شیطان اور خواہشات ہیں۔ من اول کا جواب تو اللہ سے درست ہے کیونکہ من کے ساتھ بھی لام آیا ہے۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے من کا جواب اہل بصرہ کے علاوہ دیگر علماء کے ہاں درست ہے کیونکہ اس کا معنی جب تم کہو من رب هذا؟ تو مطلب یہ ہے لمن هذا؟ تو جواب میں لفلان کہا جائے گا۔ جیسا شاعر کا قول

اذا قيل من رب المزالف بالقرى ورب الجياد الجرد؟ قيل لمخالد۔

مطلب یہ ہے کہ مزالف کس کے ہیں؟ تو جواب ملا خالد کے ہیں۔

دوسرا قول:

جنہوں نے حذف سے پڑھا تو انہوں نے ظاہر پر رکھا۔ کیونکہ جب اس طرح کہیں گے من رب هذا؟ تو اس کے جواب میں کہتے ہیں فلان۔

۹۰: بَلْ اتَّيْنَهُم بِالْحَقِّ (بلکہ ہم نے ان کو سچی بات پہنچائی ہے) کیونکہ اس کی طرف بیٹے کی نسبت ناممکن ہے اور شرک باطل ہے وَانَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (اور بیشک وہ جھوٹے ہیں) اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا اور شریک تجویز کر لئے پھر ان کا جھوٹ اور کھول دیا فرمایا۔

اللہ اولاد سے پاک ہے:

۹۱: مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ (اللہ تعالیٰ نے کوئی بیٹا نہیں بنایا) کیونکہ وہ نوع و جنسیت سے پاک ہے اور آدمی کا بیٹا اس کی جنس سے ہوا کرتا ہے۔ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ (اور اس کے ساتھ کوئی شریک بھی نہیں) جو الوہیت میں اس کا ساجھی ہو۔ إِذَا لَذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ (ہر الہ اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتا) ہر معبود اپنی مخلوق لے کر منفرد ہو جاتا اور اپنی مخلوق

قُلْ رَبِّ اِمَّا تُرِيْنِيْ مَا يُوعَدُوْنَ ۙ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۙ ﴿۹۲﴾

آپ یوں دعا کیجئے کہ اے میرے رب جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جا رہا ہے اگر وہ آپ مجھے دکھادیں تو اے میرے رب مجھے ان ظالموں میں شامل نہ فرمائیے

وَ اِنَّا عَلٰی اَنْ تُرِيْكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَدْ رُوْن ۙ ﴿۹۳﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السِّيْئَةِ ط

اور بلاشبہ ان سے ہم جو وعدہ کر رہے ہیں ہمیں اس پر قدرت ہے کہ اے آپ کو دکھادیں، آپ اس طریقے پر ان کی بد معاہدگی کو دفع کیجئے جو بہت ہی اچھا طریقہ ہے،

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۙ ﴿۹۴﴾ وَقُلْ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطٰنِ ۙ ﴿۹۵﴾

ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہیں، اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے میرے رب میں شیطان کے وسوسوں سے آپ کی پناہ لیتا ہوں

وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ۙ ﴿۹۶﴾

اور اس بات سے آپ کی پناہ لیتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔

میں تصرف کرنے سے دوسرے کو روک کر خود مختار ہو جاتا ہے۔ تاکہ ہر ایک کی بادشاہی دوسرے سے ممتاز ہو۔

وَلَعَلَّا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ (اور وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتے) اور بعض دوسروں پر غالب آجاتے۔ جیسا کہ تم دنیا کے حکمرانوں کو دیکھ رہے ہو کہ ہر ایک ملک دوسرے سے ممتاز اور الگ ہے اور وہ ایک دوسرے پر غلبہ کیلئے کوشاں ہیں۔ جب یہاں کوئی معمولی سا اثر بھی ممالک کے باہمی امتیاز اور ایک دوسرے پر غلبہ کیلئے دوڑ دھوپ کا آج تک پایا نہیں گیا تو یقین کر لو کہ وہ ایک ہی معبود ہے جس کے قبضہ میں ہر چیز کی ملکیت ہے۔

اور یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ اذاتو اس کلام میں داخل ہوتا ہے جس میں جزاء اور جواب پایا جائے حالانکہ یہاں لذہب جزاء اور جواب ہے مگر اس سے قبل شرط موجود نہیں اور نہ ہی کسی سائل کا سوال موجود ہے۔ کیونکہ شرط محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے کہ ولو کان معہ الہة اس پر ما کان معہ من الہ دلالت کر رہا ہے۔ اور یہ درحقیقت حجت باز مشرکین کا جواب ہے۔ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (اللہ تعالیٰ پاک ہے ان سب باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں) مثلاً شریک اور اولاد وغیرہ۔

۹۲: عظیم (وہ جاننے والا ہے)

مُخَوِّمٌ: مجرور ہو تو یہ اللہ کی صفت ہے اور رفع کی صورت میں یہ ہو مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

قراءت: جر حفص کی قراءت ہے اور مدنی اور کوئی قراء علاوہ حفص کے رفع پڑھتے ہیں۔

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (پوشیدہ اور ظاہر کا) مخفی اور اعلانیہ کا فَعَّلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (وہ بلند و برتر ہے ان تمام سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں) بت وغیرہ۔

المومن کو عذاب دیتے وقت اپنے میں رکھنا:

۹۳: قُلْ رَبِّ اِمَّا تُرِيْنِيْ مَا يُوعَدُوْنَ (کہہ دیں اے میرے رب اگر وہ عذاب تو مجھے دکھادے جس کا ان کافروں سے وعدہ کیا

جاتا ہے۔) ما اور نون دونوں تاکید کیلئے ہیں۔ یعنی اگر ضروری ہے کہ تو ان سے وعدہ کیا جانے والا عذاب دنیا میں مجھے دکھائے یا آخرت میں۔

۹۴: رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (تو اے میرے رب مجھے ان ظالموں کے ساتھ شامل نہ کرنا) یعنی مجھے ان کا ہمراہی نہ بنانا اور ان کو دیئے جانے والا عذاب مجھے نہ دینا۔ قول حسن: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی ہے کہ آپ کی امت پر ناراضی کی سزا واقع ہوگی مگر یہ اطلاع نہیں دی کہ کب وہ عذاب اترے گا۔ پس اپنے پیغمبر ﷺ کو یہ دعا کرنے کا حکم فرمایا۔ نمبر ۲۔ یہ بھی درست ہے کہ نبی معصوم ﷺ نے اپنے رب سے سوال کیا جس کے متعلق آپ کو معلوم ہوا کہ عنقریب وہ کرنے والے ہیں اور اس سے پناہ طلب کر رہے ہوں جس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ ایسا نہیں کریں گے یہ بطور اظہار عبودیت کے ہو۔ اور بطور تواضع ہو چنانچہ آپ ﷺ کا استغفار ایک ایک مجلس میں ستر ستر مرتبہ وہ اسی بناء پر تھا۔

نحو: فاء یہ جواب شرط میں لائی گئی ہے۔ اور رب والا جملہ معترضہ ہے جو جزاء و شرط کے درمیان آیا ہے۔

۹۵: وَ اَنَا عَلَىٰ اَنْ تُرِيكَ مَا نَعِدُ هُمْ لَقَدْ رُؤِنَا (اور بیشک ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جس عذاب کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں وہ آپ کو دکھادیں) کفار مکہ عذاب کا اتکار کرتے اور اس کا مضحکہ اڑاتے تھے اس پر انہیں کہا گیا اللہ تعالیٰ اس وعدے کو پورا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اگر تم غور کرو۔ اس انکار کی کوئی وجہ نہیں؟ (کیونکہ دلائل قدرت تو شاہد ہیں)

درگزر و احسان سے کام لیں:

۹۶: اِذْفَعْ بِالَّتِيْ اِذْفَعُ بِالْحَسَنِ السَّيِّئَةِ (آپ ان کی برائی کا دفعیہ ایسی خصلت سے کر دیا کریں) هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةِ (جو کہ بہت ہی خوب ہو) یہ انداز بالاحسنہ السیئہ کہنے کی نسبت زیادہ بلند اور اوقع فی القلب ہے اس لئے کہ اس میں اسم تفصیل ہے۔ گویا اس طرح فرمایا اذفع بالاحسنی السیئہ مگر اس انسانی عبارت کی اس کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی زیادتیوں کے مقابلہ میں درگزر و احسان سے حتی الامکان کام لیا جائے۔ قول ابن عباس کہ احسن لا اله الا الله ہے اور السیئہ شرک ہے یا سلام میں فحش انداز یا موعظہ کو غلط انداز سے کرنا۔ نمبر ۲۔ یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔ نمبر ۳۔ محکم آیت ہے۔ مدارات کا تو اس وقت تک حکم ہے جب تک اس سے دین میں نقصان نہ ہوتا ہو۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ (ہم بخوبی ان باتوں سے واقف ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں) شرکیات وغیرہ یا آپ کے متعلق طعن و تشنیع پس ہم ان کو خود سزا دیں گے۔

۹۷: وَقُلْ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطٰنِ (اور کہہ دیں اے میرے رب میں شیاطین کے وساوس سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں) یعنی ان کے وساوس اور طعنہ زنیوں سے۔

الهمز چھوٹا، الہزات یہ جمع ہے جو مرۃ اور ایک بار کا معنی دیتی ہے اور اس سے مہمازا الرأض۔ سدھارنے والے کا کیلا۔ مطلب یہ ہے شیاطین لوگوں کو گناہ پر ابھارتے ہیں جس طرح سدھارنے والے جانوروں کو چال پر چلانے کیلئے ابھارتے ہیں۔

۹۸: وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْا (اور اے میرے رب میں شیطان کے اپنے پاس حاضر ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں) نمبر ۱۔ شیاطین کے چوکوں سے دعائے انداز میں پناہ مانگنے کا حکم دیا پہلے تو وساوس سے پناہ مانگی اور دوسری مرتبہ بالکل ان کے پاس بھگتنے سے پناہ کا حکم دیا۔ (کیونکہ جب وہ پاس آئیں گے تو ضرور وسوسہ ڈالیں گے)۔ نمبر ۲۔ یہ فقط تلاوت قرآن کے وقت حکم دیا

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۙ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا

یہاں تک کہ جب اس کے پاس موت آ پہنچے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس کیجئے تاکہ میں جس کو چھوڑ کر آیا ہوں اس میں

تَرَكْتُ كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۚ وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۙ

نیک عمل کروں، ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ بات ہے جس کا وہ کہنے والا ہے اور ان کے آگے اٹھائے جانے کے دن تک برزخ ہے،

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۙ ۙ فَمَنْ ثَقُلَتْ

سو جب صور پھونکا جائے گا تو اس روز ان میں باہمی رشتے نہ رہیں گے اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو پوچھیں گے، سو جس کے وزن بھاری

مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۙ ۙ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا

ہونگے تو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہوں گے اور جس کے وزن ہلکے ہوں گے تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کا نقصان

أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۙ ۙ تَلْفَحُ وَجُوهُهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ۙ ۙ

کر لیا، ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، ان کے چہروں کو آگ جھلکتی ہوگی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوئے ہوں گے،

گیا ہے جیسا دوسری آیات اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله) نمبر ۳۔ فزع کے وقت۔

قیامت کے وقت حسرت و ندامت کا کلمہ:

۹۹: حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ (یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آکھڑی ہوتی ہے) نمبر ۱۔ یہ یصفون سے متعلق ہے ای لا یزالون یشرکون الی وقت مجنی الموت کہ وہ شرک پر جسے رہیں یہاں تک کہ ان پر موت آئے۔ نمبر ۲۔ وہ اس میں برے تذکرہ پر اس وقت تک قائم رہیں گے درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور ان سے چشم پوشی کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ سے شیطان کے خلاف مدد مانگتا رہے تاکہ وہ کہیں ان کو خوابوں میں نہ اتار دے اور ان سے بدلہ لینے پر نہ ابھارے۔

قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ (کہتا ہے اے میرے رب تو مجھے دنیا میں واپس کر دے) یعنی واپس لوٹا دو مجھے دنیا کی طرف۔ ارْجِعُوا جمع کا صیغہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے بطور تعظیم لایا گیا ہے جیسا کہ بادشاہوں سے تعظیمی الفاظ سے خطاب ہوتا ہے۔

۱۰۰: لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ (شاید کہ میں اعمال صالحہ کروں اس دنیا میں جس کو میں چھوڑ آیا ہوں) اس جگہ میں جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اور وہ دنیا ہے کیونکہ اس نے دنیا کو چھوڑا اور آخرت میں پہنچ گیا۔

قول قتادہ رحمہ اللہ:

اس نے اہل و عیال اور خاندان کی طرف لوٹنے کی تمنا نہیں کی بلکہ یہ تمنا کی جو دنیا میں برے کام ہوئے ان کا تدارک کرنے

کیلئے اسے لوٹا دیا جائے۔ لَعَلَّی (شاید کہ میں) قراءت: لَعَلَّی یائے ساکنہ کے ساتھ کوئی، سہل، یعقوب نے پڑھا ہے۔ یاء کے فتح کے ساتھ نافع ابن کثیر، ابو عمرو نے پڑھا ہے یعنی لَعَلَّی۔ کَلَّا (ہرگز نہیں) رجوع کے مطالبہ کو مسترد کیا اور اس سے انکار کیا اور اس سے استبعاد کا اظہار کیا ہے کہ ایسا ہونا بہت بعید تر ہے۔

نَحْوُ: یہ کلمہ وعید ہے کبھی بمعنی حقا بھی آجاتا ہے۔

اِنَّهَا کَلِمَةٌ (اس کی یہ بات ہی بات ہے) کلمہ سے مراد کلام کا ایک ایسا مجموعہ جو ایک دوسرے سے مربوط ہو اور وہ اس کا مقولہ ہے (رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت) هُوَ قَالَتْهَا (جو وہ کہے جا رہا ہے) اور کہتا جائے گا اس کو نہ چھوڑے گا اور نہ اس سے خاموشی اختیار کرے گا۔ کیونکہ حسرت و ندامت کا اس پر غلبہ ہوگا۔ وَمِنْ وَّرَائِهِمْ (اور ان کے آگے) تھم کی ضمیر جماعت کی طرف ہے۔ بَرَزَخ (پردہ ہے) جو ان کے اور دنیا کی طرف واپس لوٹنے کے درمیان حائل کر دیا گیا ہے۔ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (اس دن تک جب کہ ان کو اٹھایا جائے گا) یہ مراد نہیں کہ وہ بعثت سے واپس لوٹیں گے بلکہ یہ کلی طور پر نا امید ہے اس لئے کہ یہ بات پختہ طور پر ثابت ہے کہ بعثت کے بعد تو آخرت ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

نسخ صور اور قیامت کا منظر:

۱۰۱: فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ (جب صور میں پھونک مار دی جائے گی) ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فقہ ثانیہ یعنی فقہ بعثت ہے یہی صحیح ہے فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ (پس ان کے درمیان باہمی رشتہ داریاں اس دن نہ رہیں گی) قراءت: یَوْمَئِذٍ یہ ادغام کے ساتھ ابو بکر نے پڑھا ہے۔ کیونکہ اجتماع مثلیں ہے۔ اگرچہ یہ دو کلمے ہیں۔ مطلب یہ ہے ان کے درمیان انقطاع اسی وقت ہی واقع ہو جائے گا جبکہ ان کی دو جماعتیں نمبر ۱۔ ثواب والے نمبر ۲۔ سزا والے ہو جائیں گی اور ان کے درمیان صرف نسبی تعلق سے ملاپ کی صورت رہ جائے گی جبکہ وہ یَوْمِ یَفْرُ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهِ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِیْهِ [جس ۳۶، ۳۷] وہ صرف اعمال کی بنیادی پر رہ جائے گی۔

وَلَا یَتَسَاءَلُوْنَ (وہ آپس میں ایک دوسرے سے سوال نہ کریں گے) یعنی رشتہ داری اور خاندان کا سوال نہ کریں گے جیسا کہ وہ دنیا میں سوال کرتے تھے کیونکہ ہر ایک اپنی حالت میں اس قدر مگن ہوگا کہ ساتھی کے متعلق پوچھنے سے بے نیاز ہوگا۔

ایک حل:

اس آیت میں لَا یَتَسَاءَلُوْنَ آرہا ہے۔ اور دوسری آیت وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَاءَلُوْنَ [الصافات: ۲۷] میں سوال کا تذکرہ موجود ہے۔ حقیقت میں ان کے مابین کوئی تناقض نہیں کیونکہ قیامت کے طویل دن میں بہت سے مواقع پیش آئیں گے۔ بعض مقامات پر خوف شدید ہونے کی وجہ سے باہمی سوال نہ کر سکیں گے۔ اور بعض مواقع میں افاقہ پا کر ایک دوسرے سے پوچھ لیں گے۔

۱۰۲: وَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهُ (پس جس کے میزان بھاری ہو گئے) موازن جمع موزون کی ہے۔ اور یہ تو لے جانے والے اعمال صالحہ ہو گئے جن کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے ہاں پائی جاتی ہے اور کافروں کے متعلق تو فرمایا فلا نقیم لهم یوم القیامۃ

اَلَمْ تَكُنْ اِتٰی تَتْلٰی عَلَیْكُمْ فَاَنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا

کیا تمہارے پاس میری آیتیں نہیں آئی جو تمہارے اوپر تلاوت کی جاتی تھیں پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہماری بدبختی ہم پر

شَقُوْتُنَا وَاَوْكُنَّا قَوْمًا ضَالِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظَالِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے اور اے ہمارے رب ہمیں اس سے نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے،

قَالَ اٰخِصُّوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ تم ہی میں رانا۔ ے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ بلاشبہ بات یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے ایک جماعت تھی، جو یوں دعا کرتے تھے

رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَاَرْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّحِیْمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذُ تُمُوْهُمْ سَخِرَیًّا

کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو آپ ہمیں بخش دیجئے اور ہم مہربان فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں، سو تم نے ان کو مذاق بنالیا

حَتّٰی اَنْسَوْكُمْ ذِکْرٰی وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّیْۤ اِنۡزِیْتُهُمْ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا

یہاں تک کہ انہوں نے تمہیں میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنستے تھے بلاشبہ آج میں نے انہیں ان کے صبر کرنے کی وجہ سے یہ بدلہ دیا

اِنَّهُمْ هُمُ الْفٰیِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

کہ وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

وزنا [الکہف: ۱۰۵] فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پس وہی کامیاب ہونے والے ہیں)

خسارے والوں کا ذکر اور انکارِ اعتراف:

۱۰۳: فَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهُ (اور جن کے میزان ہلکے ہو گئے) گناہوں کی وجہ سے۔ اس سے مراد کفار ہیں۔ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ (پس یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفوس کو نقصان میں ڈالا) گھائے میں مبتلا کیا۔ فِیْ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ (وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہو گئے۔)

تَحْجُوْا: یہ خسروا نفسہم سے بدل ہے اور بدل اور مبدل منہ کا کوئی محل اعراب نہیں ہے کیونکہ صلہ کا کوئی محل نہیں ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ دوسری خبر ہے اولئک کیلئے۔ نمبر ۳۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

۱۰۴: تَلْفَحُ (جھلسادے گی) جلادے گی۔ وَجُوْهُهُمْ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ (ان کے چہروں کو آگ اور وہ اس آگ میں بد شکل ہو گئے) ترش رو ہو گئے۔ پس انہیں کہا جائے گا۔

۱۰۵: اَلَمْ تَكُنْ اِتٰی تَتْلٰی عَلَیْكُمْ (کیا تم کو میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی گئیں یعنی قرآن) دُنِیَا میں فَاَنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ

(پھر تم ان کو جھوٹا قرار دیتے تھے) اور یہ گمان کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں۔
 ۱۰۶: قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا (وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر غالب آگئی) ہمیں گھیر لیا شِقْوَتُنَا (ہماری بدبختی نے)
 قراءت: حمزہ و علی نے شقاوتنا پڑھا ہے اور یہ دونوں مصدر ہیں۔ مطلب یہ ہے ہم اپنے برے اعمال سے بدبخت ہو گئے جو ہم نے کیے۔

اہل تاویل کا قول:

ہم پر غالب آگئی وہ بدبختی جو ہمارے لیے لکھی تھی۔ یہ درست نہیں ہے کیونکہ وہ لکھا جاتا ہے جو کہ بندہ کرتا اور جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ وہ اسی کا چناؤ کرے گا اور نہیں لکھا جاتا اس کے علاوہ کہ جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ اس کے اختیار کرے گا۔ پس بندہ مغلوب و مضطر فعل میں نہ ہوا۔

اہل جہنم یہ بات بطور معذرت کریں گے کیونکہ وہ جانتے ہوئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں بڑی کوتاہی کی ہے پس اس موقع پر یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے قصور کے سلسلے میں اپنے نفوس کیلئے معافی طلب کریں اور اسی لئے بطور اعتراف کہیں گے۔
 وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ (اور ہم راستہ کو گم کرنے والے لوگ تھے) حق و صواب سے گم گشتہ تھے۔

۱۰۷: رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا (اے ہمارے رب! تو ہمیں اس سے نکال دے) اھا کی ضمیر آگ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ فَإِنْ عُدْنَا (پس اگر ہم دوبارہ ایسا کریں) یعنی کفر کی طرف لوٹیں اور تکذیب اختیار کریں۔ فَإِنَّا ظَالِمُونَ (پس بیشک ہم ظالم و قصور وار ہو گئے) ہم اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے ہو گئے۔

آخری کلام:

۱۰۸: قَالَ احْسِنُوا فِيهَا (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس میں راندے ہوئے پڑے رہو) ذلت و رسوائی کے ساتھ بالکل خاموشی اختیار کرو۔ وَلَا تَكْلِمُونَ (اور مجھ سے بات نہ کرو) اپنے سے عذاب کو دور کرنے کے سلسلہ میں اس لئے کہ عذاب نہ ہٹایا جائے گا اور نہ اس میں تخفیف ہوگی۔

ایک قول یہ ہے یہ آخری کلام ہوگی جو جہنمی کرپائیں گے پھر کلام نہ ہوگا بیٹلتے کی زوردار اور ہلکی آوازیں فقط نکلیں گی۔ (لھم فیہا زفیر و شہیق)

قراءت: ان یحضرونی اور ارجعونی ولا تکلمونی وصل ووقف دونوں حالتوں میں یاء سے پڑھے گئے ہیں۔ البتہ یعقوب وغیرہ نے بغیر یاء کے پڑھا ہے۔

نیکوں سے تمسخر کا نتیجہ:

۱۰۹: إِنَّهُ (بیشک معاملہ اور شان یہ ہے) یہ ضمیر شان ہے۔ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ فَاتَّخَذُ تَمَوْهُمْ سَخِرَیًّا (کہ میرے بندوں کی ایک جماعت تھی جو کہا کرتے تھے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے

پس تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے پس تم نے انکا مذاق اڑایا

قُلْ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿١٢﴾ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کہ تم برسوں کی گنتی کے اعتبار سے زمین میں کتنے دن رہے وہ کہیں گے کہ ایک یا ایک دن سے بھی کم رہے

فَسَلِّ الْعَادِّينَ ﴿١٣﴾ قُلْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنْتُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾

سو آپ گننے والوں سے سوال فرمائیجئے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ تم تھوڑی ہی مدت رہے اگر تم جانتے ہو،

أَفَحَسِبْتُمْ أَنْمَّا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنْتُمْ عَلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١٥﴾ فَتَعَلَى الْمَلِكِ

کہ کیا تم نے یہ خیال کیا کہ ہم نے تمہیں بطور عبث پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے۔ سو برتر ہے اللہ جو بادشاہ ہے

الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ﴿١٦﴾ وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے، اور جو کوئی شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے

لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿١٧﴾ وَقُلْ

جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے سو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، بلاشبہ بات یہ ہے کہ کافر لوگ کامیاب نہیں ہونگے، اور آپ یوں دعا کیجئے

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٨﴾

کہ اے میرے رب بخش دیجئے اور رحم فرمائیے بلاشبہ آپ رحم کرنے والوں میں سے سب سے بہتر رحم فرمانے والے ہیں۔

تَحْوِيلٌ: سِخْرِيَا یہ مفعول ثانی ہے (باتوں میں مذاق اڑانا، استہزاء کرنا جب سین کے کسرہ سے ہو کذا قال الفراء)

قراءت: سِخْرِيَا مدنی، حمزہ، علی نے پڑھا (کسی کو غلام بنانا اور تحقیر کرنا) دراصل یہ دونوں مصدر ہیں السخر اور السخر۔ البتہ یائے نسبت لگ جانے سے معنی میں مبالغہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ ایک قول یہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ دوسرا قول خصوصاً اصحاب صفہ مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے تم نے ان کا مذاق اڑایا اور ان کے ساتھ تمہیں ہر چیز سے بے خبر کر دیا۔ حَتَّى اُنْسَوْكُمْ (یہاں تک کہ اس بات نے تمہیں میری یاد بھلا دی) ایمان والوں کو ہنسی کے مشغلہ نے ذِکْرُی (میری یاد کو تم نے چھوڑ دیا)۔

مطلب یہ ہے کہ ان میں مشغولیت میری یاد کے بھلانے کا سبب بنی۔ وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ (تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے) ۱۱۱: اِنِّیْ جَزَيْتَهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوا (میں نے آج ان کو ان کے صبر کے باعث بدلہ دیا) ان کے صبر کے سبب۔ اَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ ہُمُ الْفَائِزُونَ (وہی ہیں کامیاب)

تَحْوِيلٌ: جائز ہے کہ یہ مفعول ثانی ہو۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی جزیتہم الیوم فوزہم میں نے ان کو کامیابی کا بدلہ دیا۔ کیونکہ

جزاء کا لفظ دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا و جزا لهم بما صبروا الجنة [الانسان: ۱۲]
 قراءت: انہم کسرہ کے ساتھ حمزہ، علی نے پڑھا اور جملہ مستاتفہ قرار دیا ہے ای انہم ہم الفائزون الا انتم بیشک وہ وہی
 کامیاب ہیں نہ کہ تم۔

۱۱۲: قُلْ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) یا جو فرشتہ ان کے سوال و جواب پر مقرر کیا گیا ہوگا۔
 قراءت: قل کی حمزہ، علی نے پڑھا ہے مالک فرشتہ کو حکم ہوگا کہ ان سے سوال کرے۔ کُمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ (تم زمین یعنی دنیا
 میں کتنا عرصہ ٹھہرے) عَدَدَ سِنِينَ (گنتی کے سال) یعنی تمہارے ٹھہرنے کے سالوں کی گنتی کتنی ہے۔
 نَحْوُ: تم یہ لبثتم کی وجہ سے منصوب ہے اور عدد یہ تمیز ہے۔

دنیا کی قلیل مدت:

۱۱۳: قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ (انہوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا بعض حصہ ٹھہرے ہیں) انہوں نے دنیا کی اس مدت کو
 خلود کے مقابلہ میں قلیل قرار دیا اور اس لئے بھی کہ وہ عذاب میں مبتلا ہیں اور عذاب میں پڑا ہوا تکلیف کے دنوں کو طویل قرار دیتا
 ہے اور خوش بختی کے ایام کو قلیل قرار دیتا ہے۔ فَسَلِّ الْعَادِينَ (تم گنتی کرنے والوں سے دریافت کرو) عادیں حساب کرنے
 والے یا وہ ملائکہ جو انسانوں کی عمروں اور اعمال کی گنتی پر مقرر ہیں۔

قراءت: کمی و علی نے فسَلْ بلا حمزہ پڑھا ہے۔

۱۱۴: قُلْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا (ارشاد ہوگا تم دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر تھوڑا تھوڑا۔ لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ) لیکن کیا خوب ہوتا ہے کہ
 تم سمجھتے ہوئے دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کے قلیل ہونے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق فرمائی اور ان کی غفلت پر ان کو متنبہ کیا۔
 قراءت: حمزہ و علی نے قُلْ اِنْ پڑھا ہے۔

اپنے کو بیکار سمجھنا:

۱۱۵: أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا (پس کیا تم نے یہ خیال کر لیا تھا کہ ہم نے تم کو محض بیکار پیدا کیا ہے)
 نَحْوُ: عبثاً یہ حال ہے اس حال میں کہ تم بیکار قرار دینے والے تھے۔ نمبر ۲۔ مفعول لہ یعنی للبعث ہم نے تم کو بیکاری کیلئے پیدا کیا
 ہے۔ وَ أَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (اور تم ہمارے پاس لوٹا کر نہیں لائے جاؤ گے)

قرات: حمزہ و علی و یعقوب نے تاء کے فتح اور جیم کے کسرہ سے پڑھا ہے اور اس صورت میں اس کا عطف انما خلقنا کم پر ہے یا
 عبثاً پر ہے۔ یعنی بیکاری کیلئے اور اس لئے تاکہ ہم تمہیں بغیر لوٹائے چھوڑ دیں گے؟ بلکہ ہم نے تمہیں مکلف بنایا تاکہ پھر تکلیف
 کے مقام سے وارا الجزاء کی طرف لوٹا کر محسن کو ثواب اور گناہ گار کو سزا دیں۔

وہ جس کی مملکت کو زوال نہیں:

۱۱۶: فَتَعَالَى اللَّهُ (پس بہت عالی شان ہے) اس سے کہ بے کار پیدا کرے۔ الْمَلِكُ الْحَقُّ (سچا بادشاہ) وہ ذات جس کو
 بادشاہی لائق ہے کیونکہ ہر چیز اسی نے بنائی اور اسی کی طرف لوٹ کر جائے گی۔ نمبر ۳۔ وہ قائم رہنے والی ذات ہے کہ جس پر زوال

نہیں اور نہ اس کی مملکت کو زوال ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ (اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی بزرگی والے عرش کا مالک ہے) عرش کی صفت کرم سے فرمائی گئی ہے کیونکہ رحمت الہی اسی سے زمین پر اترتی ہے۔ نمبر ۲۔ کیونکہ اس عرش کی نسبت اس ذات کی طرف ہے جو اکرم الاکرین ہے۔

قراءت: شاذہ میں الکریم کو ضمہ سے پڑھا گیا ہے اور رب کی صفت بنائی ہے۔

باطل کی سرے سے دلیل ہی نہیں:

۱۷: وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ۔ (واللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرتا ہے کہ جس کے معبود ہونے پر کوئی دلیل بھی اس کے پاس نہیں)

برہان کا معنی حجت ہے لہٰذا یہ یہ جملہ معترضہ ہے جو شرط و جزاء کے درمیان واقع ہے جیسا کہتے ہیں من احسن الی زید۔ لا احق بالا حسان منه فان الله مثيبه۔ جو زید پر احسان کرے پس اللہ تعالیٰ اس کو بدلہ دینے والے ہیں کیونکہ زید سے بڑھ کر احسان کا کوئی حقدار نہیں۔ نمبر ۲۔ یہ صفت لازمہ ہے جس کو تاکید کیلئے لایا گیا ہے مثلاً فرمایا گیا یطیر بجنا حیہ [الانعام: ۳۸] پرندے نے تو اڑنا ہی پروں سے ہے جناحین کا ذکر تاکید کیلئے فرمایا گیا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ میں کوئی ایسا ہے جس کے لئے کوئی دلیل الوہیت ہو سکتی ہے (بلکہ دوسروں کی عبادت جب باطل ہے تو باطل کی سرے سے دلیل ہوتی ہی نہیں) فَإِنَّمَا حِسَابُهُ (پس بیشک اس کا حساب) یعنی اس کی جزاء اور یہ شرط کی جزاء ہے۔ عِنْدَ رَبِّهِ (اپنے رب کے ہاں) یعنی پس وہ اس کو بہر صورت سزا دیگا۔ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ (بیشک کافروں کو کبھی کامیابی نہ ہوگی)

آغاز و انتہائے سورت:

سورت کے آغاز کو ایمان والوں کی فلاح سے شروع کیا قد افلح المؤمنون اور اس کا اختتام ایمان کی ضد کفر کو اختیار کرنے والوں کے انجام پر فرمایا۔ ابتداء و انتہاء میں کتنا فاصلہ ہے کہ ناکام ایمان نہ لانے والے ہیں پھر ہمیں مغفرت و رحمت کا سوال آخر میں سکھایا تاکہ انجام کفر سے بچیں اور بچا سکیں۔

انجام بد سے بچانے کے لئے رحمت و مغفرت کا سوال:

۱۸: وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ (کہہ دیں اے میرے رب تو بخشش فرما اور رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے) بخشش و رحمت طلب کرنے کے بعد پھر فرمایا آپ تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں کیونکہ اس کی رحمت جب بندے کو پالے تو کسی دوسرے کی رحمت کی ضرورت نہیں رہتی اور دوسروں کی رحمت و مہربانی اس کی رحمت سے مستغنی نہیں کر سکتی۔ اللهم اغنني برحمتك يا ارحم الرحمين

الحمد لله حمداً لا غناء عن رحمته سورة المؤمنون کا تفسیری ترجمہ آج نماز عشاء کے بعد بروز منگل ۱۳۲۳ھ ۱۳ شوال مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ النَّوْرِ مَدْرُوْرَةٌ اَرْبَعُوْنَ اٰیَةً وَتَسْعُ رُكُوْعًا

سورہ نور مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں چونسٹھ آیات اور نور کوغ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سُوْرَةُ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَا اٰیٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱ الزَّانِيَةُ

یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے اور ہم نے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار بنایا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو۔ زنا کرنے والی

وَالزَّانِي فَاَجْلِدُوْهُمَا كُلًّا وَاَحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةٌ جَلْدَةً ۖ وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَافَةٌ

عورت اور زنا کرنے والا مردان میں سے ہر ایک کو سو درے مارو اور اللہ کے دین میں ان دونوں کے بارے میں تمہیں

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَيْشَهِدَ عَدَاِبُهُمَا

رحمت نہ پکڑے اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور ان کی سزا کے وقت مؤمنین کی

طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲

ایک جماعت حاضر ہے۔

۱: سُوْرَةُ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَا اٰیٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (یہ ایسی سورہ ہے کہ جو ہم نے نازل کی ہے اور اس کو فرض کیا اور اس کے اندر کھلی آیات نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو)۔

سُوْرَةُ نَجْوٰی: یہ مبتدأ محذوف ہذہ کی خبر ہے۔

اَنْزَلْنٰهَا (ہم نے اس کو اتارا ہے) یہ سورہ کی صفت ہے۔

قراءت: طلحہ کی قراءت میں سورہ پڑھا گیا ہے اس صورت میں ترکیب زیداً ضربتہ کے انداز سے ہوگی امے انزل سورہ انزلنہا نمبر ۲۔ اتل سورہ۔ فعل محذوف کا مفعول بنے گی۔ السورۃ ایسا مجموعہ کلام جو کئی جملوں پر مشتمل ہو جس کی ابتداء بھی ہو اور اختتام بھی۔ یہ سور المدینہ کے محاورہ سے اخذ کی گئی ہے۔ وَفَرَضْنٰهَا (اور اس کو فرض کر دیا) یعنی اس کے ان احکامات کو جن پر وہ سورہ مشتمل ہے ہم نے فرض کر دیا۔ الفرض کا اصل معنی کا تبا ہے اور ہم نے اس سورت کو احکام میں الگ الگ بیان کیا ہوا کر دیا۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے فَرَضْنٰهَا تشدید کے ساتھ پڑھا۔ ایجاب و تاکید میں اس سے اضافہ ہو جاتا ہے نمبر ۲۔ کیونکہ اس میں

مختلف قرائض ہیں۔ نمبر ۳۔ سلف اور ان کے بعد جو لوگ گزرے ہیں کیونکہ ان کی ذمہ داریاں زیادہ تھیں۔
وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ (اور ہم نے اس کے اندر کھلی آیات نازل کی ہیں) یعنی واضح دلائل لعلکم تذکرون (تاکہ تم نصیحت قبول کرو) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

قراءت: حمزہ، علی و خلف و حفص نے تذکرون ذال کی تخفیف سے پڑھا ہے۔ پھر اس کے احکامات کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا:

زانی کی سزا:

۲: الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي (زانی مرد، زانی عورت) ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہیں اور خبر محذوف ہے۔ یعنی زانیہ اور زانی کے سلسلہ میں تم پر فرض ہے یعنی ان دونوں کو کوڑے لگانا۔ نمبر ۲۔ خبر فاجلدوا ہے الف لام الذی کے معنی میں ہے جس میں شرط کا معنی متضمن ہے اس وجہ سے خبر پر فاء داخل کی گئی ہے تقدیر کلام یہ ہے وہ عورت جو زنا کرے اور وہ مرد جو زنا کا مرتکب ہو پس ان دونوں کو کوڑے لگاؤ اس کی مثال دوسرے ارشاد میں ہے والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا بأربعة شہداء فاجلدوہم [النور: ۴]
قراءت: عیسیٰ بن عمر نے نصب سے پڑھا ہے۔ اس فعل کو مضمّر مانا ہے۔ جس کی ظاہر تفسیر کر رہا ہے اور یہ سورۃ انزلناھا سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ امر ہے۔

فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ (تم ان میں سے ہر ایک کو کوڑے مارو) الجلدہ بدن پر مارنا۔
مَسْنَلَةٌ: اس میں اشارہ ہے کہ کوڑا مارنے میں اتنا مبالغہ نہ کیا جائے گا۔ کہ تکلیف گوشت تک پہنچے اور خطاب حکام کو کیا گیا ہے کیونکہ حد کی اقامت دین میں سے ہے اور اس کی ذمہ داری تمام لوگوں پر ہے اور تمام کا اجتماع ممکن نہیں پس امام ان کے قائم مقام ہوا اور یہ اس آزاد کا حکم ہے جو شادی شدہ نہ ہو کیونکہ شادی شدہ کی سزا تو سنگ ساری ہے۔

شرائط احصان:

رجم کیلئے یہ ہیں۔ نمبر ۱۔ آزادی، نمبر ۲۔ عقل، نمبر ۳۔ بلوغ، نمبر ۴۔ اسلام، نمبر ۵۔ صحیح نکاح سے شادی، نمبر ۶۔ قربت۔
مَسْنَلَةٌ: یہ دلیل ہے کہ تغریب حد شرعی میں داخل نہیں اس لئے کہ فاء شرط کی جزاء پر داخل ہوتی ہے اور جزاء اس چیز کو کہتے ہیں جو کفایت کرنے والی ہو۔ جس روایات میں تغریب کا تذکرہ ہے وہ آیت سے منسوخ ہے جیسا کہ جس اور ایذا اس قول میں منسوخ ہے فاسکوہن فی البیوت [النساء: ۱۵] اور فاذوہما [النساء: ۱۶] اس آیت کے ذریعہ وَلَا تَأْخُذْکُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ (اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہیے) رافۃ بمعنی رحمت ہے۔

قراءت: مکی کی قراءت میں رافۃ، راء کے فتح کے ساتھ ہے۔

ایک قول: ناپسند کو دفع کرنا رافۃ کہلاتا ہے پسندیدہ چیز کا پہنچنا رحمت کہلاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو پورا کرنے میں مسلمانوں کو پختگی سے کام لینا چاہیے اور اس کی حدود کے پورا کرنے میں نرمی ہرگز نہ برتنی چاہیے کہ جس سے حدود

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرک کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا

أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۴۳

مشرک کے اور یہ مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے۔

معطل ہوں یا ضرب میں تخفیف کریں فی دین اللہ (اللہ تعالیٰ کے دین میں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا اس کے حکم میں ان کُنتُمْ تَوَمِّنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے) اس میں ابھارا گیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی خاطر غیرت کو برا سمجھتے کیا گیا ہے۔

نَحْوُ: یہ شرط ہے اور اس کا جواب مضمرب ہے۔ فاجلدوا ولا تعطلوا الحسد،

سزا کے وقت لوگوں کی موجودگی:

وَلْيَشْهَدْ عَذَابُهُمَا (اور ان کی سزا کے وقت میں حاضر ہو) ان کو حد لگنے کے مقام پر موجود ہو۔ عذاب سے حد کو تعبیر کر کے بتلادیا کہ وہ سزا ہے۔ طائفة (ایک گروہ، جماعت) ممکن ہے کہ وہ حلقہ بنالیں تاکہ وہ عبرت پکڑیں اور اس کو ڈانٹ پڑے۔ ان کی کم سے کم تعداد تین یا چار ہے۔ یہ طائفہ صفت غالبہ ہے گویا ایسی جماعت ہو جو کسی چیز کے گرد گھیرنے والی ہو۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: چار سے چالیس آدمی ہوں۔ من المؤمنین (اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرنے والوں میں سے)۔

شفاعت میں اضافہ کے لئے قرین مشرک بنانا:

۳: الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ (زنا کرنے والا نکاح نہیں کرتا مگر زنا کرنے والی سے یا مشرک کر نیوالی سے اور زانیہ سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک) یعنی وہ خبیث شخص جس کا کام زنا والا ہے وہ صالح عورتوں سے نکاح کی رغبت نہیں رکھتا وہ اپنے جیسی خبیثہ کی طرف ہی رغبت رکھتا ہے۔ یا مشرک کی طرف راغب ہے۔

الخبیثۃ یعنی زانیہ وغیرہ اسی طرح اپنے نکاح کیلئے نیک لوگوں کی طرف رغبت نہیں رکھتی وہ نکاح کی رغبت فساق و فجار اور مشرکین سے رکھتی ہے جو اسی طرز و طریق والے ہوتے ہیں۔

حاصل آیت یہ ہے زانیہ عورتوں کے ساتھ نکاح سے زہد اختیار کیا جائے۔ اس لئے کہ زنا قباح و شناعیت میں مشرک کا معادل ہے اور ایمان اور پاکدامنی چولی دامن کا ساتھ رکھتے ہیں اس کی نظیر دوسرے ارشاد میں ہے۔ الخبیثات للخبیثین [النور: ۲۶] ایک قول یہ ہے زانیہ عورت سے نکاح ابتدائے اسلام میں حرام تھا۔ پھر اس آیت سے منسوخ ہوا وانکحوا الایامی منکم [النور: ۳۲] (یہ سعید بن مسیب کا قول ہے گویا اس آیت سے بے شوہر عورتوں سے بلا تخصیص نکاح کی اجازت ہو گئی)

قول دیگر یہ ہے نکاح سے وطی مراد ہے کیونکہ غیر زانی، زانیہ عورت کو گندا سمجھتا ہے اور اس کی خواہش نہیں رکھتا یہ بات تو صحیح

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَا يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی درجے

جلد دے و لا تقبلوا لهم شهادة ابداً وأولئك هم الفاسقون ۴۱ إِلَّا الَّذِينَ

مارو، اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہ لوگ فاسق ہیں مگر جو لوگ

تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۴۲

اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہے مگر یہ اس قول کی طرف پہنچانے والی ہے الزانی لا یزنی الا بزانیة والزانیة لا یزنی بها الا زانی کہ زانی تو زانیہ سے ہی زنا کرتا ہے اور زانیہ زانی کے ساتھ ہی زنا کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے کسی عورت سے زنا کیا ہو۔ پھر اس سے شادی کر لے تو فرمایا اس کی ابتداء تو زنا ہے اور انتہاء نکاح ہے۔ (کنز العمال) اول جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زانی کی حالت یہ ہے کہ وہ پاک دامن عورتوں کی طرف رغبت نہیں رکھتا۔ لیکن زانیہ عورتوں کی طرف راغب ہے۔ دوسرے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زانیہ عورت کی حالت تو یہ ہے کہ وہ پاک دامن مردوں کی طرف رغبت تو نہیں رکھتی لیکن زانیوں کی طرف رغبت رکھتی ہے۔ یہ دو معانی مختلف ہیں۔

نکتہ: الزانیہ کو الزانی سے پہلے لایا گیا۔ کیونکہ یہ آیت دونوں کی حرکت پر حد کیلئے اترتی اور عورت ہی تو مادہ جنابت ہے کیونکہ اگر وہ مرد کو طمع نہ دلاتی اور نہ بھڑکاتی اور اس کو اپنے اوپر قابو نہ دیتی تو وہ اس کی طمع نہ کر سکتا تھا اور نہ ہی اس پر قابو پا سکتا تھا۔ جب وہ اس میں اصل اور بنیاد ٹھہری تو تشبیح کیلئے اولاً اس کا تذکرہ کر دیا گیا۔ اور دوسری آیت تذکرہ نکاح کیلئے لائی گئی ہے اور اس میں مرد اصل ہے۔ کیونکہ پیغام نکاح دینے والا وہی ہے۔ اور طلب کی ابتداء اسی کی طرف سے ہوئی۔

قراءت: لَا یَنْکَحْ نہی قرار دیکر جزم سے پڑھا گیا اور مرفوع پڑھنے میں بھی معنی نہیں کا پایا جاتا ہے اور یہ زیادہ بلغ و مؤکد ہے۔ ایک قول یہ ہیکہ یہ خبر محض بھی ہو سکتی ہے اس کا معنی یہ ہوگا ان کی عادت اسی طریقہ سے چلی آرہی ہے پس مؤمن کیلئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو اس عادت کے تحت داخل کرے اور وہ اس سے اپنے کو بچا کر رکھے۔

تحریم کا معنی:

وَحَرَّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (اور حرام کی گئی یہ ایمان والوں پر) یعنی زنا یا زانیہ سے ان کی کمائی کھانے کی غرض سے نکاح کرنا یا اس میں فساق سے مشابہت اور مواقع تہمت میں اپنے آپ کو پیش کرنا ہے اور اپنے متعلق بری بات کا سبب پیدا کرنا اور غیبت میں مبتلا کرنا، غلط مجالس کا اختیار کرنا بلکہ ارتکاب گناہ کے کتنے ہی مواقع مہیا کرنا ہے؟ پھر زانیہ اور فحشہ خانے کی عورتوں سے نکاح تو مرکز گناہ کیونکر نہ ہو؟

تہمت لگانے والوں کا حکم:

۴: وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ (اور وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں) قراءت: علی نے مُحْصَنَات پڑھا ہے۔

مطلب یہ ہے وہ زنا کی تہمت، آزاد، پاکدامن مسلمہ مکلفہ پر لگاتے ہیں۔ القذف تہمت زنا اور دیگر تہمتوں کیلئے بھی آتا ہے یہاں مراد زنا کی تہمت ہے کہ اس طرح کہے یا زانیہ۔ نمبر ۱۔ کیونکہ زانیہ عورتوں کے بعد پاکدامنہ عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نمبر ۲۔ اس لئے بھی کہ چار گواہ اس کے لیے شرط نہیں اس ارشاد کی بناء پر تہمت لگنے پر چار گواہ (پھر وہ چار گواہ نہ لائے) وہ چار گواہ نہیں لائے جو زنا کی گواہی دیں کیونکہ قذف بغیر زنا یہ ہے کہ کہے یا فاسق یا آکل الربا۔ اس میں دو گواہ کافی ہیں اور اس پر تعزیر ہوگی۔

شروط احصان القذف:

نمبر ۱۔ حریت نمبر ۲۔ عقل۔ نمبر ۳۔ بلوغ نمبر ۴۔ اسلام، نمبر ۵۔ زنا سے پاک ہونا۔ محسن اور محصنہ وجوب حد قذف میں برابر ہیں۔ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً (ان کو اسی کوڑے مارو) اگر (قاذف) تہمت لگانے والا آزاد ہو۔

تخفیف: ثمانین اسی طرح منصوب ہے جیسے مصدر منصوب ہوتے ہیں جیسا کہ مائتہ جلدۃ منصوب ہے اور جلدۃ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا (اور تم ہرگز ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو) شہادت کا لفظ نکرہ تحت النفی ہے جو کہ ہر شہادت کو عام ہے۔ احناف کے نزدیک حد کی شہادت رد کردی جائے گی اور اس کا تعلق استیفائے حد یا بعض حد سے ہے جیسا کہ معروف ہے۔

عند الشافعی رحمہ اللہ اس کی شہادت کا مسترد کرنا نفس قذف سے ہے۔ عندنا رمی کی سزا کوڑے ہیں اور شہادت کا رد کرنا مدت حیات تک ہوگا۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (اور یہ لوگ فاسق ہیں)۔ یہ جملہ متانفہ ہے۔ شرط کی جزاء کی حدود میں داخل نہیں ہے جملہ شرطیہ کے اختتام پر گویا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تہمت لگانے والوں کی حکایت حال ذکر کی گئی اور اس کا فرمانا: ۵: إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ (مگر وہ لوگ جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی) تہمت سے وَأَصْلَحُوا (اور درستگی کر لی) اپنے حالات کی۔

تخفیف: یہ الفاسقون سے استثناء ہے اور اس پر یہ ارشاد دلالت کر رہا ہے۔

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (پس بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) وہ گناہوں کو بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ عندنا مستثنیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ منصوب ہو کیونکہ وہ کلام موجب سے استثناء ہے۔ دوسرا قول جنہوں نے استثناء کو جملہ ثانیہ سے متعلق قرار دیا ان کے ہاں مجرور ہے اور لہتم میں تہمت سے بدل ہے۔ (نلاحظ: پہلے اجنبی عورتوں کے قذف کا ذکر تھا۔ اب ازواج کے قذف کا ذکر فرمایا۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں اور ان کے پاس ان کی اپنی جانوں کے علاوہ گواہ نہ ہوں تو یہ تہمت لگاتے والا

أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ④ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ

اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ یوں کہے کہ بلاشبہ وہ بچوں میں سے ہے، اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت

عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ⑤ وَيَذَرُاعْنَهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ

ہو اگر میں جھوٹا ہوں، اور عورت کی سزا اس طرح مل جائے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یوں

بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ⑥ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ

کہے کہ بلاشبہ یہ جھوٹوں میں سے ہے، اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ بچوں میں

الصَّادِقِينَ ⑦ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ⑧

سے ہو، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے حکمت والا ہے تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے۔

بیوی پر تہمت کا حکم لعان:

۶: وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ (اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں) یعنی اپنی بیویوں پر تہمت زنا لگاتے ہیں۔ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ (اور ان کے پاس گواہ بھی نہیں) اور ان کے پاس ان کی بات کی تصدیق کرنے والا کوئی نہیں جو گواہی دے۔ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ (مگر صرف اپنی ذات) یہ شہداء سے بدل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ (تو ان میں سے ایک کی شہادت یہی ہے کہ وہ چار بار)۔

قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوئی قراء نے رفع پڑھا ہے۔ اس بناء پر کہ یہ شہادہ احدہم مبتدا کی خبر ہے۔ دیگر قراء نے نصب پڑھا ہے کیونکہ یہ اس مصدر کے حکم میں ہے جو مصدر کی طرف مضاف ہو۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی فواجب شہادۃ احدہم اربع۔ چار مرتبہ اس کا شہادت دینا ضروری ہے۔ شہادت بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ (اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم کھا کر کہے کہ بلاشبہ میں سچا ہوں) اس زنا کی تہمت میں جو میں نے لگائی ہے۔

۷: وَالْخَامِسَةُ (اور پانچویں مرتبہ اس طرح کہے) الخامسۃ کے مرفوع ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے والشہادۃ الخاصۃ۔ اَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ (کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو)

محذوف: یہ مبتدا اور خبر ہے

إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (اگر وہ جھوٹا ہو) اس الزام میں جو اس نے اس عورت پر لگایا ہے۔

۸: وَيَذَرُوا عَنْهَا الْعَذَابَ (اور اس سے سزا کو روک دے گا) جس کو اس سے روک دے گا۔ پدراً کا فاعل ان تشهد الایہ ہے۔ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَدَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ (وہ عورت گواہی دے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر کہ) اس کا خاوند لَمِنْ الْكَذِبِيْنَ (پر لے درجہ کا جھوٹا ہے) اس الزام میں جو زنا کا اس نے میرے ذمہ لگایا ہے۔

۹: وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ (اور پانچویں مرتبہ وہ اس طرح کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اگر ہو اس کا) خاوند۔ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (سچوں میں سے) اس بات میں جو اس نے زنا کی تہمت مجھ پر لگائی ہے۔

قراءت: الخامسة کو حفص نے اربع پر عطف کرتے ہوئے پڑھا اور اس کو منصوب قرار دیا جبکہ دیگر قراء نے ابتداء کی وجہ سے رفع دیا ہے اور اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ اس کی خبر ہے اور نافع نے اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ اور اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ کے اَنَّ کو تخفیف کے ساتھ اور غَضَب کی ضاد کو کسرہ سے پڑھا اور یہ دونوں اَنَّ مثقلہ کے حکم میں ہیں۔ اور اَنَّ غَضَبُ اللّٰهِ سہل اور یعقوب نے پڑھا ہے۔

وجہ تخصیص:

عورت والی جانب خاص طور پر غضب اللہ کا لفظ استعمال فرمایا حالانکہ قضیہ تو طرفین کا ایک ہی قسم سے ہے کیونکہ عورتیں اپنی کام میں لعنت کثرت سے استعمال کرتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے بسا اوقات ہو سکتا ہے کہ زبان پر کثرت سے جاری ہونے کی وجہ سے اس موقع پر بے پرواہ ہو کر لعنت کا لفظ زبان پر کہہ گزریں اور معاملہ کی اہمیت ان کے سامنے نہ رہے بلکہ گر جائے تو عورتوں کی جانب غضب کا لفظ استعمال کر دیتا کہ وہ قسم سے باز رہیں اور کسی شدید مجبوری پر ہی اٹھائیں۔

الاصل:

اصل بات یہ ہے کہ لعان ہمارے نزدیک گواہیاں ہیں جو قسم کے ساتھ مؤکد ہیں اور لعنت ان کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور مرد کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہیں اور عورت کے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شہادت کہا ہے۔ جب خاوند نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ دونوں اہل شہادت میں سے ہوں۔ تو لعان ان کے درمیان صحیح ہے اور جب دونوں نے لعان کر لی جیسا کہ ”النہر“ کتاب میں بیان کیا گیا تو اس وقت تک فرقت واقع نہ ہوگی جب تک قاضی ان کے مابین تفریق نہ کرے۔ عند زفر لعان سے ہی فرقت واقع ہو جائے گی۔ یہ فرقت طلاق بائنہ ہے۔ عند ابی یوسف، زفر، والشافعی ابدی حرمت ہے۔

نشان نَزْوَل: آیت لعان ہلال یا عویمر عجلانی کے متعلق اتری جبکہ اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کے پیٹ پر جس کا نام خولہ ہے شریک بن حماء کو پایا عورت نے اس کی تکذیب کر دی آپ ﷺ نے ان پر لعان کو جاری فرمایا۔ (ابوداؤد)

۱۰: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ (اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا) عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهُ (تم پر اور اس کی رحمت) لَمِیْنِیْ وَ اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِیْمٌ (اور بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والے حکمت والے ہیں) لولا کا جواب محذوف ہے ای لفضحکم ضرور تمہیں رسوا کر دیتا۔ نمبر ۲۔ سزا جلد دیتا۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

بلاشبہ جو لوگ تہمت لے کر آئے یہ تم میں سے ایک جماعت ہے تم اسے اپنے لئے شر نہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے،

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ

ان میں سے ہر شخص کے لئے گناہ کا وہ حصہ ہے جو اس نے کمایا، اور ان میں سے جس شخص نے بڑا حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب

عَظِيمٌ ۝۱۱ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا

ہے، جب تم نے اس کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ اچھا گمان کیوں نہ کیا اور یوں کیوں نہ کہا

هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝۱۲ لَّوْلَا جَاءَ وَعَلَيْهِ بَارِعَةٌ شَهَادَةٌ فَإِذْ لَمَّا يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ فَاولِيكَ

کہ یہ صریح تہمت ہے، وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، سو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہ

عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَذِبُونَ ۝۱۳ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ

اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں، اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس بات میں تم گئے رہے اس کی

فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۱۴ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنِّتِمْ وَتَقُولُونَ يَا فَوَهِكُم

وہ سے تم پر بڑا عذاب واقع ہو جاتا، جب تم اس بات کو اپنی زبانوں سے نقل و نقل کر رہے تھے اور اپنے مونہوں سے

مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا ۝۱۵ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝۱۶ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ

ایسی بات کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم نہیں ہے، اور تم اسے ہلکی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے، اور جب تم نے اس کو سنا

قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَنَكَ هَذَا ابْهَتَانِ عَظِيمٌ ۝۱۷ يَعِظُكُمُ اللَّهُ

تو یوں کیوں نہ کہا کہ یہ بات اس لائق نہیں ہے کہ ہم اسے اپنے منہ سے نکالیں سبحان اللہ یہ بڑا بہتان ہے، اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے

أَنْ تَعُودُوا وَالْمِثْلَهُ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝۱۸ وَيَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

کہ پھر کبھی تم بھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو، اور اللہ تمہارے لئے احکام بیان فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا

حَكِيمٌ ۝۱۹ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ

حکمت والا ہے۔ بلاشبہ جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا ہو ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک

الِيمٌ ۝۲۰ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝۲۱ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ

عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝۲۲

ہوتی اور یہ بات کہ اللہ بڑا مہربان ہے بڑی رحمت والا ہے تو تم بھی نہ بچتے۔

واقعہ افک:

۱۱: اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ (بیشک جو لوگ طوفان لائے وہ تمہاری ہی ایک جماعت ہے) افک انتہائی درجہ کا جھوٹ و افتراء۔ افک کی اصل الٹ دینا، موڑ دینا ہے کیونکہ یہ بات اپنی اصل سے پلٹی ہوئی ہے۔ اور یہاں اس سے وہ بہتان مراد ہے جو حضرت عائشہؓ پر باندھا گیا حضرت عائشہؓ کی زبان سے سنیں۔ میں نے غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر ایک ہارگم پایا۔ پس میں لشکر سے پیچھے رہ گئی اور جسامت کے ہلکا ہونے کی بناء پر ہودج باندھنے، اٹھانے والوں کو معلوم نہ ہو سکا۔ جب وہ کوچ کر چکے تو صفوان بن معطل نے میرے لئے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور لے کر چل دیئے یہاں تک کہ قافلے کے اترنے کے بعد قافلے کے ساتھ ملا دیا۔ پس میرے متعلق ہلاک ہوئے جو ہلاک ہوئے۔ میں تو ایک ماہ بیمار پڑ گئی۔ آپ ﷺ پوچھتے تیرا کیا حال ہے؟ مجھے آپ کی طرف سے شفقت کا وہ انداز نظر نہ آیا جو پہلے تھا۔ یہاں تک کہ میرے والد کی خالہ ام مسطح کا پاؤں ایک دن کسی چیز سے اٹک کر لڑکھڑا گیا۔ تو ان کی زبان سے نکلا تعس مسطح میں نے ان کی اس بات کو غلط قرار دیا تو اس نے مجھے بہتان کی اطلاع دی۔ جب میں نے سنا تو میری بیماری میں اضافہ ہو گیا اور اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت لے لی۔ میرے آنسو تھمتے نہ تھے۔ آنکھوں میں نیند نہ آتی تھی۔ میرے ماں باپ کا خیال تھا کہ یہ آنسو میرے جگر کو پھاڑ ڈالیں گے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا بشری یا حمیراء اے حمیرا خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری براءت اتار دی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے نہ کہ آپ کی مہربانی سے۔ (رواہ احمد، البخاری، مسلم)

عُصْبَةُ (ایک جماعت) جس کی تعداد دس سے چالیس تک ہو۔ اعصوبوا کا معنی جمع ہونا آتا ہے وہ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین اور زید بن رقاہ حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور حمزہ بنت جحش اور ان کے معاونین تھے۔ مِّنْكُمْ (تم میں سے) مسلمانوں کی جماعت میں سے ہیں۔ حالانکہ خاندان صدیق کا خیال یہ تھا کہ افک کفار کی طرف سے پیش آیا ہے ایمان والوں کا اس میں فعل نہیں۔ لَا تَحْسَبُوْهُ (تم نہ گمان کرو) اس افک کو شراً لَّكُمْ (کہ وہ تمہارے لئے برا ہے) اللہ تعالیٰ کے ہاں بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ بلکہ وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں اس پر ثواب ملے گا۔ اور اس بہتان سے براءت کیلئے اٹھارہ آیات اتاریں ہیں۔ اس خطاب میں رسول اقدس ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صفوان بن معطل اور وہ ایمان والے جن کو تکلیف پہنچی تھی۔ لِكُلِّ اَمْرٍ مِّنْهُمْ مَا اُكْتَسِبَ مِنَ الْاِثْمِ (ان میں سے ہر شخص کیلئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا) یعنی جماعت میں سے ہر شخص کی سزا اتنی ہی ہے جتنا اس نے گناہ میں حصہ لیا ہے۔ بعض صرف سن کر ہنس دیے اور بعض نے خاموشی اختیار کی اور بعض نے اس کے متعلق گفتگو بھی کی۔ وَالَّذِيْنَ تَوَلّٰى كِبْرَهُ (اور وہ شخص جس نے اس طوفان میں بڑا حصہ لیا) کبرہ معنی بڑا حصہ۔ مراد عبد اللہ بن ابی ہے۔ مِنْهُمْ (اس گروہ میں سے) کَلَّهٖ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (اس کے لئے بڑا عذاب ہے) اس سے مراد جہنم ہے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ صفوان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج لے کر گزرے جبکہ عبد اللہ بن ابی اپنی قوم کے گروہ میں بیٹھا تھا۔ تو اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا عائشہ ہیں اس نے کہا اللہ کی قسم نہ یہ اس سے بچی اور نہ وہ اس سے بچا۔

مقولہ عمر رضی اللہ عنہ:

۱۲: پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں حصہ لینے والوں کو توبیح کی۔ فرمایا لَوْلَا (کیوں نہ ایسا ہوا) اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ (جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی) یعنی افک و بہتان ظَنُّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَاَنْفُسِهِنَّ (تو مومن مردوں اور مومنہ عورتوں نے اپنے متعلق

نیک گمان کیوں نہیں کیا) یعنی ان لوگوں کے متعلق جو انہی میں سے تھے پس مسلمان ایک جان کی طرح ہیں اور یہ اس ارشاد الہی کی طرح ہے وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ [الحجرات: ۱۱] خَيْرًا (یعنی پاکدامنی اور بھلائی) اور یہ اسی طرح ہے جو روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے عرض کیا میں قطعی طور پر اس کو منافقین کا کذب قرار دیتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مکھی سے آپ کی ظاہر جلد کو جب محفوظ رکھا ہوا ہے کیونکہ مکھی بخارات پر بیٹھ کر اس سے لت پت ہو جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے اس ظاہر گندگی سے آپ کو بچایا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی عورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھیں جو اس قسم کے فحش کام میں لت پت ہو۔

بقول حضرت عثمانؓ، اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں ڈالا تا کہ اس پر کوئی انسان قدم رکھے جب آپ کے سایہ پر قدم رکھنا ممکن نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی عزت کو کوئی پامال کرے۔ حضرت علیؓ جبریلؑ نے آپ کو اطلاع دی کہ آپ کے نعلین میں گندگی اور جوتا اپنے پاؤں سے اتارنے کا حکم دیا۔ اس گندگی کی بناء پر جو اس سے چٹ گئی تھی پھر وہ اس کو نکالنے کا کیوں حکم نہ دے گا۔ بالفرض والتقدیر اگر اس نے فواحش سے اپنے آپ کو ملوث کیا ہے؟ ابویوب انصاریؓ نے اپنی بیوی کو کہا کیا تم دیکھ رہی ہو جو کچھ کہا جا رہا ہے تو انکی بیوی نے کہا اگر تو صفوان کی جگہ ہوتا تو حرم رسولؐ کے متعلق بدگمانی کر سکتا تھا؟ ابویوب نے کہا نہیں۔ اس پر ام ایوبؓ کہنے لگیں اگر میں عائشہ کی جگہ ہوتی تو میں بھی رسول اللہؐ کی خیانت نہ کرتی۔ عائشہ تو مجھ سے بہت بہتر ہے اور صفوان تجھ سے بہتر ہے۔

حسن ادب:

صیغہ خطاب سے غائب کی طرف پھیرا گیا۔ اور ضمیر کی بجائے ظاہر لائے اور اس طرح نہیں کہا ظننتم بانفسکم خیرًا وقلتم تا کہ بطریق التفات تو بخ میں مبالغہ ہو اور لفظ ایمان کی تصریح دلالت کرے کہ ایمان میں اشتراک اس بات کا متقاضی ہے کہ وہی مؤمن و مؤمنہ دوسرے مؤمن و مؤمنہ کے متعلق کسی غائب اور طعنہ زن کی بات کا اعتبار نہ کرے۔ اور یہ بہترین تادیب ہے جس کا بہت کم لوگ لحاظ کرنے والے و کم لوگ اس کی نگہبانی کرنے والے ہیں کاش تم بھی ایسا شخص پالیتے جو بات سنے اور خاموش رہے اور دوسروں میں اس کو پھیلائے۔ وَقَالُوا هَذَا أَفْكٌ مُّبِينٌ (اور وہ اس طرح کہے یہ کھلا ہوا افتراء ہے) یہ کھلا جھوٹ ہے اور ان دونوں کے مناسب نہیں۔

۱۳ نَوَلَا جَاءَ وَ عَلَيْهِ بَارَبَعَةَ شُهَدَاءَ (اور وہ کیوں نہ لائے اس پر چار گواہ) اس تہمت پر اگر وہ سچے تھے۔ فَإِذْلَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ (پس جب وہ گواہ نہیں لائے) چار قَوْلُكَ عِنْدَ اللَّهِ (پس وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں) اس کی شریعت و حکم میں هُمْ الْكَذِبُونَ (وہ وہی جھوٹے ہیں) یعنی تہمت لگانے والے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سچے اور جھوٹے الزام میں چار گواہوں کی گواہی کو سچ و جھوٹ کے مابین فیصلہ کرنے والی قرار دیا۔ اور اس کے انتفاء کو الزام کی نفی قرار دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے پاس اپنی بات کی کوئی دلیل نہ تھی پس وہ جھوٹے تھے۔

۱۴ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (اگر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت تم پر نہ ہوتی تو جس حرکت میں تم پڑ گئے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا) لولا یہ شئی کے

اعتناع کیلئے ہے دوسری چیز کے وجود کے سبب۔ بخلاف اس کے جو پہلے گزرا ہے مطلب یہ ہوا کہ اگر میں نے تم پر دنیا میں قسم قسم کی نعمتوں کو عنایت کرنے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا۔ جس میں سے ایک یہ ہے کہ ہم مجرمین کو مہلت دیتے ہیں تاکہ توبہ کی طرف لوٹ آئیں اور آخرت میں ہم عفو و مغفرت کر دیں۔ تو جس افک والی بات میں تم مبتلا ہو گئے تھے اس پر جلد عذاب تم پر نازل ہوتا۔ محاورہ عرب ہے افاض فی الحدیث و فاض و اندفع کسی بات میں گھس جانا۔

۱۵: اِذْ (یہ) مَسَّكُمْ کا ظرف ہے یا اَفْضَتُمْ کا ظرف ہے تَلَقَّوْهُ (نقل در نقل کرنا) ایک دوسرے سے لے کر نقل کرتے تھے کہا جاتا ہے تَلَقَّى الْقَوْلَ وَتَلَقَّاهُ بَاتٍ کَوَاجِبٍ کرنا۔ بِالنَّسْتِکُمْ (اپنی زبانوں سے) یعنی تم ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے۔ کیا تمہیں عائشہ کی بات پہنچی ہے؟ یہاں تک کہ یہ بات پھیل گئی اور منتشر ہو گئی کوئی گھر اور مجلس ایسی نہ رہی جس میں یہ بات نہ اڑی ہو۔

وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ (اور تم اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا) اس کو اقواہ سے مقید فرمایا حالانکہ بات تو ہوتی ہی منہ سے ہے کیونکہ معلوم چیز کا علم دل میں ہوتا ہے پھر زبان اس کی ترجمانی کرتی ہے اور یہ افک محض بات ہی ہے جو تمہارے مونہوں میں گھوم رہی ہے دل میں اس کا علم نہیں کہ جس کی ترجمانی زبانیں کر رہی ہوں۔

جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا یَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ [آل عمران: ۱۶۷]

وَتَحْسِبُونَهُ (اور تم اس کو گمان کر رہے تھے) یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بات کے نقل کرنے کو تم گمان کر رہے تھے کہ هَيِّنًا (آسان ہے) چھوٹی بات ہے وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ (حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی بات ہے) بڑی ہے بعض لوگوں نے موت کے وقت گھبراہٹ ظاہر کی تو ان کو اس سلسلہ میں کہا گیا مجھے اس گناہ کا خطرہ ہے کہ جس کی مجھے پرواہ نہ تھی مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا ہے۔

۱۶: وَلَوْلَا (اور کیوں نہ ایسا ہوا) اِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا اَنْ نَّكَلِّمَ بِهٰذَا (جب تم نے یہ بہتان سنا تھا تو تم نے کہہ دیا ہوتا کہ ہمارے لئے یہ بات کہنی جائز نہیں)

تَحْجُوزٌ: لولا اور قلتم کے درمیان ظرف سے فاصلہ ہے کیونکہ ظروف کا معاملہ الگ ہی ہے کہ اشیاء کیلئے ان کی ذات کے قائم مقام آتے ہیں کیوں اشیاء انہی کے اندر پائی جاتی ہیں۔ اور یہ اشیاء سے الگ نہیں ہوتے اس لئے ظروف میں جو وسعت ہے وہ دوسروں میں نہیں۔

فائدہ تقدیم ظرف :

ان پر لازم تھا کہ جو نبی انہوں نے افک کو سنا تھا اس کے متعلق گفتگو نہ کرنے کا فائدہ اٹھاتے۔ جب وقت کو ذکر کر دیا تو مزید اہمیت والی بات ہو گئی مطلب یہ ہوا جب تم نے افک کو سنا تو اس طرح کیوں نہ کہا کہ ہمارے لئے درست نہیں کہ ہم اس کے متعلق کلام بھی کریں۔ سُبْحٰنَكَ (پاک ہیں آپ) معاملے کی بڑھائی پر تعجب کیلئے لایا گیا ہے۔

تعجب فی التبیح کا مطلب:

کہ اصل تو یہ ہے کہ کسی عجیب صنعت کو دیکھ کر اس پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے۔ پھر اس کا استعمال کثرت سے ہونے لگا یہاں تک کہ ہر عجیب کیلئے استعمال کرنے لگے۔ یا سجا تک اس لئے لایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے نبی کی بیوی فاجرہ ہو۔ البتہ یہ درست ہے کہ نبی کی بیوی کافرہ ہو جیسے نوح و لوط علیہما السلام کی بیوی تھیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ فاحشہ ہو کیونکہ پیغمبر کی بعثت ان کو دعوت الی الایمان کیلئے ہے پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایسی بات نہ ہو جو ان کو متنفر کرے۔ اور کفر نفرت دلانے والا نہیں۔ دیوثی و بے غیرتی ضرور متنفر کرنے والی ہے۔

هَذَا بُهْتَانٌ (یہ بہتان ہے) یہ ایسا جھوٹ ہے جو سننے والے کو متحیر کر دیتا ہے۔ عَظِيمٌ (بہت بڑا) جیسا کہ پہلے فرمایا ہذا افک مبین [النور: ۱۲] یہ بھی درست ہے کہ ان دونوں کا مسلمانوں کو اس لئے حکم دیا ہوتا کہ براءت عائنہ میں مباغہ ہو۔ ۱۷: يَعْظُكُمُ اللَّهُ اَنْ تَعُوْذُوْا (اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ ایسی حرکت دوبارہ پھر کبھی نہ کرنا) یہ فی ان تعودوا کے معنی میں ہے۔ لِمِثْلِهِ اَبَدًا اس جیسی تہمت والی بات یا اس جیسی بات کو سننا جب تک تمہاری زندگی ہو اور تم مکلف رہو۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم مؤمن ہو) اس نصیحت حاصل کرنے پر برا بیچتہ کیا گیا ہے اور یہ یاد دلایا گیا کہ اس کا اعادہ نہ کرنا ضروری ہے۔ اور وہ سچا ایمان ہے جو کہ ہر برائی سے بچانے والا ہے۔

وعظ: خوف دلانے والی یا زداشت نمبر ۲۔ خیر کورقت کے ساتھ یاد دلانا۔ (خلیل رحمہ اللہ)

۱۸: وَيَبِيْنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْاٰيٰتِ (اور اللہ تعالیٰ آیات کو تمہارے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں) واضح دلائل شرائع کے احکامات اور عمدہ آداب وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے اعمال کو جاننے والے ہیں) یا ان کی پاکیزگی کی صداقت کا علم ہے اور براءت کی حکمت وہ جانتے ہیں۔

برائی کی اشاعت کرنے والوں کی سزا:

۱۹: اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (بیشک وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی ایمان والوں میں پھیل جائے) فاحشہ انتہائی قبیح کو کہا جاتا ہے۔ (زنا وغیرہ) مطلب یہ ہے کہ جو لوگ برائی کی اشاعت اور برائی کی محبت کی وجہ سے برائی کو پھیلاتے ہیں۔

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا (ان کے لئے دنیا میں دردناک عذاب ہے) دنیا میں ان پر حد جاری ہوگی۔ ابن ابی اور حسان اور مسطح کو حد لگائی گئی۔ وَالْاٰخِرَةُ (آخرت میں) آگ کے ساتھ۔ اس کا وعدہ کیا اگر توبہ کے بغیر مر گئے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں) تمہارے معاملات کے اندرون اور تمہارے دلوں کی مخفی باتیں۔ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم نہیں جانتے) یعنی وہ جانتے ہیں کہ برائی کو پھیلانے کے ساتھ کس قدر ان کی محبت ہے اس کے مطابق وہ ان کو سزا دیں گے۔

۲۰: وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ (اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے) تو وہ تمہیں جلد سزا دیتے اس نے جلد عذاب نہ دیکر بار دیگر احسان فرمایا ہے۔ اور جواب کو اس لئے حذف کر دیا تا کہ احسان میں مبالغہ ظاہر ہو اور توبیخ کا فائدہ بھی حاصل ہو۔ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ (اور اللہ تعالیٰ بڑا شفیق ہے) کہ جس پر تہمت لگی اس کی براءت واضح فرمائی اور ان کو اجر سے نوازا۔ رَّحِيمٌ (رحم کرنے والے ہیں) تہمت لگانے والا اگر توبہ کرے تو اس کی جنایت و گناہ کو بخشنے والے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ

اے ایمان والو شیطان کے قدموں کا اتباع نہ کرو، اور جو شخص شیطان کے قدموں کے پیچھے چلتا ہے

فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنْكُمْ

سو وہ بے حیائی کے کاموں کا اور برائیوں کا حکم دیتا ہے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کبھی بھی

مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۲۱ وَلَا يَأْتِلْ

کوئی شخص پاک نہ ہوتا، لیکن اللہ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے، اور جو لوگ تم میں سے

أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ

بڑے درجے والے اور وسعت والے ہیں وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ

مال نہ دینے کی قسم نہ کھالیں اور معاف کریں اور درگزر کریں، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے اللہ تمہیں بخش دے، اور اللہ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۲۲ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغُفْلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعُنُوا فِي

بخشنے والا مہربان ہے، بلاشبہ جو لوگ بے خبر مومن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں دنیا اور آخرت میں ان پر

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ سَوَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۲۳ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ

لعنت کر دی گئی اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے، جس روز ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے

وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۲۴ يَوْمَ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ

پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو یہ لوگ کیا کرتے تھے، اس دن اللہ ان کو پوری سزا دے دے گا جو ان کی واقعی سزا ہوگی اور وہ لوگ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ

هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝۲۵ اللَّخِيْثَةُ لِلْخَبِيثَاتِ وَالْمُحْيِيَّتُ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَةُ لِلطَّيِّبَاتِ

حق ہے اور ظاہر فرمانے والا ہے۔ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لائق ہیں

وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝۲۶

اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لائق ہیں، یہ لوگ اس سے بری ہیں جو تہمت لگائے والے کہتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت والا رزق ہے۔

۲۱: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ (اے ایمان والو شیطان کے قدم بقدم نہ چلو) خطوات سے قدموں کے نشانات اور وساوس شیطانی مراد ہیں ان کی اتباع یہ ہے کہ افک کی طرف کان لگائے اور زبان سے گفتگو کرے۔ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهُ (اور جو شخص شیطان کے قدم بہ قدم چلے گا وہ تو ہمیشہ) ذکا مرجع شیطان ہے یعنی شیطان یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (وہ فحشاء کا حکم دیتا ہے) فحشاء اس کو کہتے ہیں جو انتہائی فحش ہو۔ وَالْمُنْكَرِ (اور منکر کا) جس کو نفوس ناپسند کریں اور اس سے نفرت کریں اور نامعقول قرار دیں۔

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكٰی مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا (اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو اس گناہ سے تم میں سے کبھی کوئی پاک نہ ہوتا) اگر خالص توبہ کا احسان نہ فرمایا ہوتا تو افک کے گناہ سے ابدالاباد تک کیلئے تم میں سے کوئی پاک نہ ہو سکتا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ (لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے) وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کر کے ان کو پاک کرتا ہے جبکہ وہ مخلصانہ طور پر توبہ کریں۔ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ (اور اللہ تعالیٰ سننے والے ہیں) ان کی بات کو علیہم (جاننے والے ہیں) ان کے ضمائر اور ان کے اخلاص کو۔

فضل کے مستحقین پر احسان میں کمی نہ کریں:

۲۲: وَلَا یَاْتَلِ (اور نہ قسم کھائیں) نمبر ۱۔ اَنْتَلٰی اِذْ حَلَفَ بِهٖ الْاَلٰیةِ سے باب افعال ہے قسم کھانے کے معنی میں آتا ہے۔ نمبر ۲۔ اَلَاؤُ سے لیا جائے تو کمی نہ کریں معنی ہوگا۔ اُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ (تم میں سے دینی فضیلت والے) وَالسَّعَةِ (وسعت والے) مال میں اِنْ یُّؤْتُوْا اُولٰٓئِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْمُهَاجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (کہ نہ دیں گے قرابت والوں کو مساکین اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو) مطلب یہ ہے کہ وہ قسم نہ اٹھائیں کہ وہ مستحقین پر احسان نہ کریں گے۔

نمبر ۳۔ ان پر احسان کرنے میں وہ کمی نہ کریں خواہ ان کے مابین رنجش ہو کسی ایسے جرم کی وجہ سے جو مساکین نے کیا ہو۔

مَسْكَلًا: معلوم ہوا کہ مسکین بحیثیت مسکین قابل رحم ہے اگرچہ گناہ گار ہو۔

وَلِیَعْفُوْا وَلِیَصْفَحُوْا (اور ان کو معاف کر دیں اور ان سے درگزر کریں) عفو (پردہ پوشی) صفح (اعراض کرنا) مطلب یہ ہوا کہ جفاء سے تجاوز کریں اور عقوبت سے اعراض کریں اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے) پس تم وہی سلوک ان سے کرو اگرچہ ان کی غلطیاں زیادہ ہیں جو سلوک تم اپنے متعلق اپنے رب کی بارگاہ سے چاہتے ہو۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) اللہ تعالیٰ کے آداب سے ادب حاصل کرو۔ بخشش کرو اور رحم کرو۔

شان نزول: یہ آیت صدیق اکبرؑ کے متعلق اتری جب انہوں نے قسم اٹھالی کہ وہ سطح پر کچھ بھی خرچ نہ کریں گے کیونکہ سطح نے اس طوفان میں براہ راست حصہ لیا تھا۔ یہ سطح ان کے بھانجے لگتے تھے مسکین تھے مہاجر بھی تھے اور غزوہ بدر میں شرکت کر چکے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پڑھی تو وہ فوراً پکار اٹھے کیوں نہیں۔ میں پسند کرتا ہوں

کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔ اور سطح کا خرچہ جاری کر دیا۔ بلکہ بعض روایت میں دو گنا کر دیا۔

پاکدامن پر تہمت لگانے والے ملعون ہیں:

۲۳: اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ (بیشک جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں) محصنات سے پاکدامن مراد ہیں۔ الغفلت (بے خبر)۔ صحیح سالم سینہ والیاں۔ پاکیزہ دل ایسی کہ ان میں چال بازی اور قریب کا نام نہیں کیونکہ ان کو کسی بات کا تجربہ نہیں المؤمنت (مومنہ) جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قول ابن عباس: اس سے مراد آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔ ایک قول: اس سے مراد تمام مومنہ عورتیں ہیں۔

فَاِنَّ ذٰلِكَ: کیونکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے۔ سبب خاص کا لحاظ نہیں۔

ایک قول اس سے مراد اکیلی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ صیغہ جمع کا لایا گیا تو اس کا حل یہ ہے کہ جو شخص ازواج مطہرات میں سے کسی ایک پر بھی تہمت زنی کرتا ہے وہ تمام پر تہمت لگاتا ہے۔ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْآٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (ان پر دنیا میں لعنت کی گئی اور آخرت میں بھی اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے)۔ تہمت لگانے والوں کو ملعون قرار دیا اس دنیا میں اور آخرت دونوں جہانوں میں اور ان کو آخرت کے بہت بڑے عذاب سے ڈرایا اگر ان کی موت اسی حالت پر آگئی۔

۲۴: يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ (جس روز کہ ان پر گواہی دیں گی) یوم کا عامل یعذبون ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے یاء سے پڑھا ہے۔

السِّنْتُهُمْ وَاَيْدِيَهُمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں جو کچھ وہ کرتے رہے) یعنی جو طوفان انہوں نے اٹھایا جو بہتان باندھا۔

۲۵: يَوْمَ يَدْعُۢهُمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ (اس دن اللہ تعالیٰ ان کو ان کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا) یوم منذ نصب کی صورت میں دین کی صفت ہے۔ اور دین کا معنی جزاء یعنی عوض ہے اور الحق وہ واجب و لازم جس کے وہ مستحق ہیں۔

قراءت: مجاہد نے رفع کے ساتھ پڑھا اور لفظ اللہ کی صفت قرار دیا۔ جیسا کہ قراءت میں یہ بھی جائز ہے کہ الحق کو اللہ کی صفت بنائیں اور مدح کی بناء پر منصوب پڑھیں۔ وَيَعْلَمُوْنَ (اور وہ جان لیں گے) اس وقت اَنَّ اللّٰهُ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ (کہ اللہ تعالیٰ ہی بات کو ٹھیک کھول دینے والے اور ٹھیک فیصلہ کرنے والے ہیں) شکوک کے ازالہ اور علم ضروری کے حصول کیلئے۔

معاملہ افک:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی معصیت کے سلسلہ میں اتنی تغلیظ و شدت نہیں فرمائی جتنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ میں فرمائی کبھی اختصار، کبھی اشباع، کبھی تفصیل اور کبھی اجمال اور کبھی تاکید اور پھر بار بار بیان کی اور یہ بات اس معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر اختیار کی گئی۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: جس نے کوئی گناہ کیا پھر توبہ کی تو اس کی توبہ قبول کر لی گئی مگر وہ کہ جس نے عائشہ رضی اللہ عنہا

کے معاملہ میں حصہ لیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاملہ افک کی عظمت میں اور مبالغہ کے پیش نظر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے چار کو چار گواہوں سے بری کیا نمبر ۱۔ یوسف علیہ السلام کو عورت کے خاندان کے ایک گواہ سے بری الذمہ قرار دیا۔ نمبر ۲۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہود کے الزام سے اس پتھر کے ذریعہ بری کیا جو آپ کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہو۔ نمبر ۳۔ مریم صدیقہ علیہ السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں گویا کر کے بری الذمہ ٹھہرایا۔

براءت عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن سے:

نمبر ۴۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی کتاب معجز نما کی ان آیات کو اتار کر بری الذمہ قرار دیا۔ یہ آیت اپنے مبالغہ انداز سے رہتی دنیا تک پڑھی جاتی رہیں گی۔ ذرا توجہ تو کرو! کس قدر واضح کیا اور ان کی براءت کو کس شان سے بیان کیا؟ اور یہ تمام باتیں اپنے رسول کے مرتبہ عالی کو ظاہر کرنے اور آپ کے اور آپ کے گھر والوں کے مقام کی نزاکت پر متنبہ کرنے کیلئے ہیں۔
۲۶: الْخَبِيثَاتُ (خبیث باتیں) لِلْخَبِيثِينَ (وہ خبیث مردوں اور عورتوں کیلئے ہیں) وَالْخَبِيثُونَ (اور ان میں سے جو گندے ہیں وہ میلان رکھتے ہیں) لِلْخَبِيثَاتِ (خبیث باتوں کی طرف) اور اسی طرح وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ (اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ انسانوں کے لئے اور پاکیزہ انسان پاکیزہ باتوں کیلئے ہیں وہ لوگ بری الذمہ ہیں ان تمام باتوں سے جو وہ کہتے ہیں) ان کے متعلق اولئک کا مشارالیه الطَّيِّبِينَ ہے۔ اور وہ ان خبیث کلمات سے بری الذمہ ہیں جو یہ خبیث لوگ کہتے ہیں اور یہ کلام بطور تمثیل کے عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بیان فرمائی ہے کہ جو الزام بازی ان کے متعلق کی گئی ہے وہ ان کی نزاہت و پاکیزگی والی حالت کے مناسب نہیں ہے۔

نمبر ۲۔ یہ بھی درست ہے کہ اشارہ اہل بیت کی طرف ہو کہ وہ افک والوں کے اقوال سے بری الذمہ ہیں۔ اور الخبیثات اور الطبیبات سے وہ عورتیں مراد ہوں کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں سے شادی کرتی ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں سے شادی کرتے ہیں۔ اس طرح پاکیزگی والی عورتیں پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں سے شادی کرتے ہیں۔ لَھُمْ مَغْفِرَةٌ (ان کے لئے بخشش ہے) نمبر ۱۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر ۲۔ یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (اور شاندار رزق ہے) جنت میں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مرض الموت میں داخل ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی سے ڈر رہی تھیں۔ تو ابن عباس کہنے لگے مت گھبراؤ تم نے تو مغفرت اور رزق پر ہی پہنچنا ہے اور یہ آیت تلاوت کی اس پر خوشی سے یہ تلاوت سن کر بیہوش ہو گئیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی توفیقیتیں:

صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول: مجھے نواہی توفیقیتیں میسر آئیں جو کسی زوجہ کو میسر نہ آئیں۔ نمبر ۱۔ جبریل امین میری تصویر لائے جب

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ انیسیت حاصل نہ کر لو اور ان گھروں کے رہنے والوں کو سلام

أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا

نہ کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کر لو۔ سو اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو اس وقت تک ان میں داخل نہ ہو

حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا

جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے سو اگر تم سے کہا جائے کہ واپس ہو جاؤ تو لوٹ جاؤ یہ تمہارے لئے خوب زیادہ پاکیزگی کی چیز ہے، جو کچھ تم کرتے ہو

تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۗ

اے اللہ جاننے والا ہے۔ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جن میں کوئی رہتا نہیں ان میں تمہارے استعمال کرنے کی کوئی چیز ہو۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

آپ کو میرے ساتھ نکاح کا حکم ہوا۔ نمبر ۲۔ میرے علاوہ اور کسی کنواری عورت سے آپ نے شادی نہ کی۔ نمبر ۳۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ کا سر میری گود میں تھا۔ نمبر ۴۔ آپ کا مدفن میرا حجرہ بنا۔ نمبر ۵۔ آپ ﷺ پر وحی کا نزول اس حالت میں بھی ہو جاتا کہ میں آپ کے ساتھ ایک لحاف میں ہوتی۔ نمبر ۶۔ میری پاک دامنی کی صراحت آسمانوں سے نازل ہو گئی۔ نمبر ۷۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کی صاحبزادی ہیں اور آپ کے دوست کی صاحبزادی ہیں۔ نمبر ۸۔ میں طیب کے ہاں طیبہ پیدا ہوئی۔ نمبر ۹۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔

قول حسان رضی اللہ عنہ جو ان کے حق میں معذرت ظاہر کر رہا ہے۔

نمبر ۱۰۔ وہ بڑی پاک دامن اور بڑی باوقار ہیں کسی شبہ کی بات سے متہم نہیں کی جاسکتیں ان کا پیٹ بے خبر بھولی عورتوں کے گوشت سے خالی رہتا ہے۔ (یعنی کسی کی غیبت نہیں کرتیں) نمبر ۱۱۔ وہ ان کی زوجہ محترمہ ہیں جو لوگوں میں دین و منصب کے اعتبار سے سب سے بہتر ہیں۔ وہ ہدایت و عظمت اور فضیلتوں والے پیغمبر ہیں۔ نمبر ۱۲۔ وہ لوی بن غالب کے قبیلہ کی چنی ہوئی عقل مند عورت ہیں جو خنی خاندان ہے۔ ان کی بزرگی زائل ہوئی والی نہیں۔ نمبر ۱۳۔ وہ تہذیب والی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی طبیعت و عادات کو پاکیزہ بنایا ہے اور ان کو ہر عیب اور بری بات سے پاک رکھا ہے۔

گھروں میں داخلے کے احکامات:

۲۷: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ (اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھر میں داخل

نہ ہو) یعنی ان گھروں میں جن کے تم مالک نہیں ہو۔ اور نہ ان میں تمہاری رہائش ہو۔ حَتّٰی تَسْتَأْنِسُوْا (یہاں تک کہ تم ان سے اجازت نہ حاصل کرلو) ان سے اجازت طلب کرلو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اسی طرح پڑھا۔ الاستیناس اصل میں اطلاع طلب کرنا، ظہور طلب کرنا۔ یہ آنس سے باب استفعال ہے۔ آنس الشی اس وقت کہتے ہیں جب کسی چیز کو ظاہراً کھلا ہوا دیکھے یہاں تک کہ تم معلوم کرلو کہ آیا تمہیں داخلہ کی اجازت ہے یا نہیں اور اس کا طریقہ زور سے سبحان اللہ کہنا یا اللہ اکبر کہنا یا الحمد للہ کہنا یا کھنکھارنا۔

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهَا (اور تم گھر والوں کو سلام نہ کرلو) سلام یہ ہے کہ اس طرح کہے السلام علیکم۔ اُدْخُلْ کیا میں آجاؤں تین مرتبہ کہے (جیسا کہ ابو داؤد، ترمذی کی روایت میں ہے) اگر اجازت مل گئی فبہا ورنہ واپس لوٹ جائے۔ ایک قول یہ ہے اگر دونوں ملیں تو سلام پہلے کیا جائے ورنہ اجازت طلب کی جائے۔ ذَلِکُمْ (وہ اجازت و سلام تمہارے لئے) خَیْرٌ لَّکُمْ (تمہارے لئے بہت بہتر ہے) جاہلیت کے سلام یا بلا اجازت داخلہ سے۔ زمانہ جاہلیت میں اگر کوئی کسی کے گھر میں داخل ہو جاتا تو کہتا حیّتم صباحاً و حیّتم مساءً پھر داخل ہو جاتا۔ بعض اوقات وہ اس آدمی کو اپنی عورت کے ساتھ ایک لحاف میں پالیتا۔ لَعَلَّکُمْ تَذْکُرُوْنَ (تا کہ تم نصیحت قبول کرو) یعنی تمہیں اس لئے کہا گیا تا کہ یاد رکھو اور نصیحت حاصل کرو۔ اور استیذان کے سلسلہ میں جو تمہیں حکم ملا ہے اس پر عمل پیرا ہو۔

۲۸: فَإِنْ لَمْ تَجِدُوْا فِیْہَا (اگر تم ان میں نہ پاؤ) یعنی گھروں میں اَحَدًا (کسی کو) اجازت دینے والوں میں سے فَلَا تَدْخُلُوْہَا حَتّٰی یُوْذَنَ لَکُمْ (تو ان میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے) یہاں تک کہ تم اجازت دینے والے کو پاؤ۔ یا نمبر ۲۔ اگر تم وہاں کسی کو نہ پاؤ اور تمہیں داخل ہونے کی ضرورت ہے تو اس میں داخل نہ ہو۔ جب تک گھر والوں کی طرف سے اجازت نہ مل جائے کیونکہ غیر کی ملک پر تصرف بلا اجازت درست نہیں ہے۔

وَإِنْ قِیلَ لَکُمْ اَرْجِعُوْا (اور اگر تمہیں لوٹنے کو کہا جائے) یعنی جب وہاں کچھ لوگ موجود ہوں اور وہ کہیں کہ واپس لوٹ جاؤ تو تم واپس آ جاؤ۔ اور اذن عام کیلئے اصرار نہ کرو۔ اور پردے کی آسانی کیلئے بہانہ مت تلاش کرو اور دروازوں پر مت کھڑے ہو کیونکہ اس سے ناپسندیدگی جنم لیتی ہے جب اس بات سے منع کر دیا جو ناپسندیدگی پیدا کرتی ہو تو ہر ایسی بات سے باز رہنا ضروری ہو گیا جو اس کی طرف لے جانے والی ہو۔ مثلاً زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانہ اور گھر والے کو چیخ کر آواز دینا وغیرہ۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ میں نے کسی عالم کا دروازہ آج تک کبھی نہیں کھٹکھٹایا۔ فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ (اور تم لوٹ آؤ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے) یعنی لوٹ جانا زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے کیونکہ اس میں سینہ کی صفائی اور اشتباہ سے دوری ہے۔ نمبر ۲۔ زیادہ نفع بخش اور بھلائی کو بڑھانے والا ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا علم ہے) اس میں مخاطبین کیلئے وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال معلوم ہیں وہ ان پر پورا پورا بدلہ دینے والے ہیں۔

غیر رہائشی مکانات کا حکم:

۲۹: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا (تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم داخل ہو) تمہارے داخل ہونے میں بیوتاً غیر مسکونۃ (ایسے گھروں میں جہاں کسی کی سکونت نہ ہو) اجازت داخلہ سے ان گھروں کو مستثنیٰ کر دیا گیا جن میں رہائش نہ ہو مثلاً ہوٹل، سرائیں، منڈیاں۔ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ (ان میں تمہارے لئے سامان نفع ہو)۔ اس میں فائدہ ہو مثلاً گرمی، سردی سے بچنے کا سامان، کباوے اور ہتھیاروں اور ان کی خرید و فروخت کے مقامات۔ ایک قول ویران جنگل جو قضائے حاجت کیلئے استعمال ہوتے ہیں المتاع سے مراد بول و براز کیلئے جانا۔ یہ قول عطاء ہے۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو) اس میں ان مشکوک لوگوں کیلئے وعید ہے جو ویرانوں اور گھروں میں فساد کی غرض سے داخل ہوتے ہیں۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ

آپ مومنین سے فرمادیجئے کہ اپنی آنکھوں کو پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کو محفوظ رکھیں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے، بلاشبہ اللہ

خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ

ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو، اور مومن عورتوں سے فرمادیجئے کہ اپنی آنکھوں کو پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کو محفوظ رکھیں

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا

اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنے دو پنوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اور اپنی

يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ

زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپوں پر یا اپنے شوہروں کے باپوں پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے

بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ

بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی مملوک

أَيْمَانُهُنَّ أَوِ الشَّبَعِ غَيْرِ أُولَى الْأَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا

باندیوں پر یا ایسے مردوں پر جو طفلی بن کر رہ رہے ہیں جنہیں کوئی حاجت نہیں یا ایسے لڑکوں پر جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے

عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا

واقف نہیں ہوئے، اور مومن عورتیں زور سے اپنے پاؤں نہ ماریں تاکہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے، اور اے مومن!

إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا إِنَّهُ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۱﴾

تم سب اللہ کے حضور میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ

غض بصر کا حکم:

۳۰: قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ (ایمان والوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں)۔

تخفوا: من یہاں تبغضیہ ہے یہاں مرادنا محرم سے نگاہ کا نیچا رکھنا ہے اور اس پر اکتفائے نظر کرنا جن کو دیکھنا حلال ہے۔

وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ (اور وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں)۔ زنا سے۔

نکتہ: یہاں من نہیں لایا گیا۔ کیونکہ زنا کی کسی طور پر بھی رخصت نہیں۔ البتہ بعض حالات مخصوصہ میں اجنبیہ کے چہرے پر نظر

درست ہے اسی طرح اس کے ہاتھوں اور قد میں کا بھی حکم ہے۔ ایک روایت اور محارم کے سر، سینہ، پنڈلیاں اور عضوین پر ضرورت کے وقت نظر درست ہے۔ ذَلِکَ (یہ) یعنی نگاہ کانچا کرنا اور شرمگاہ کی حفاظت اَزْکٰی لَہُمْ (ان کے لئے زیادہ ستھرائی کی بات ہے) یعنی گناہ کی میل سے زیادہ صفائی و پاکیزگی کی بات ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کاموں کی خبر رکھتے ہیں جو وہ کرتے ہیں) اس میں ترغیب و ترہیب دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے احوال و افعال کی اطلاع ہے اور ان کی نگاہوں کی خیانت سے بھی واقف ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعِیْنِ وَمَا تَخْفٰی الصُّدُوْرُ [غافر: ۱۹] پس ان کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ اس بات کو پہچانتے ہیں ہر حرکت و سکون میں محتاط رہیں اور تقویٰ کو سامنے رکھیں۔

غض بصر کا حکم عورتوں کو:

۳۱: وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں)۔ عورتوں کو غض بصر کا حکم دیا گیا ہے عورت کو جائز نہیں کہ اجنبی مرد کے ناف سے لے کر گھٹنوں کے نچلے حصہ پر نگاہ ڈالے اور اگر دل کے اندر خواہش پیدا ہو تو سرے سے عورت اپنی نگاہ کو بند کر لے۔ اور عورت اجنبی مرد کے اس جسمانی حصہ پر نگاہ ڈال سکتی ہے۔ جتنے حصہ پر اجنبی مرد دوسرے مرد کے جسم پر ڈال سکتا ہے۔ اجنبیوں سے نگاہ کانچا کر لینا ہی اولیٰ ہے۔ تاکہ فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔ آیت میں غض البصار کو حفاظت فروج پر مقدم کیا کیونکہ نگاہ تو زنا کا قاصد ہے اور برائی کا مقدمۃ الخیش ہے۔ محبت کا بیج بد نظری ہے۔

اظہار زینت کی ممانعت:

وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ (اور وہ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں) الزینۃ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو عورت تزیین کیلئے استعمال کرتی ہے۔ مثلاً زیورات، یا سرمہ یا خضاب وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ زینت کے مقامات کو عورتیں ظاہر نہ کریں اس لئے کہ بعینہ زینت کا اظہار اور وہ زیورات وغیرہ ہیں تو جائز ہے پس مراد اس سے مقامات زینت ہی ہیں۔ نمبر ۳۔ ان زیورات کا اظہار جبکہ وہ اپنے مقامات پر سجے ہوں تاکہ وہ مقامات ظاہر ہوں نہ یہ کہ بعینہ زیورات ظاہر ہوں۔ مقامات زینت سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کلائی، پنڈلیاں اور ان کے زیورات تاج، بالی، ہار، بازو بند، جڑاؤ پیٹ، کنگن، پازیب، اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو) مگر وہ حصہ جس کے متعلق عادت و طبیعت ظاہر کرنے کی ہو۔ اور وہ چہرہ، ہتھیلیاں، دونوں قدم۔ ان کو چھپانے میں واضح تنگی ہے۔ عورت کیلئے اس سے کوئی چارہ کار نہیں کہ اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتی ہے اور چہرے کو کھولنا خصوصاً فیصلوں اور گواہیوں اور نکاح میں مجبوری ہے اور راستوں پر آنے جانے کیلئے قدموں کا ظاہر ہونا ضروری ہے خاص طور پر وہ عورتیں جو ان میں سے فقیر و محتاج ہیں۔ وَلَیُّضْرِبْنَ (اور وہ ڈال لیں) اور وہ رکھ لیں اہل عرب کہتے ہیں ضربت بیدی علی الحائط۔ جبکہ ہاتھ کو دیوار پر رکھا جائے۔ بِخُمْرِهِنَّ (اپنی اوڑھنیاں) خمر جمع خمار کی ہے۔ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ (اپنے گریبانوں پر) قراءت: مدنی، بصری، عاصم نے خمر جیم سے پڑھا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے رواج میں ان کے گریبان کھلے ہوتے تھے جس سے سینہ اور اس کے ارد گرد کا حصہ نظر

آتا تھا۔ اور عورتیں اوڑھنیاں کچھلی جانب کو لٹکا دیتی تھیں جس سے سینہ کھلا رہ جاتا اسلام نے آکر ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اگلی جانب لٹکائیں تاکہ سینہ ڈھانپ جائے۔

وَلَا يُلْدُنَ زَيْنَتُهُنَّ (وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں)۔ یعنی مقامات زینت جو کہ چھپے ہوئے ہوں۔ مثلاً سینہ پنڈلی، سر وغیرہ۔ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ (مگر اپنے خاندوں کیلئے) بعول جمع بعل کی ہے۔ اَوَابَا نِهِنَّ (یا اپنے باپوں کیلئے) اس میں اجداد بھی داخل ہیں۔ اَوَابَا بُعُولَتِهِنَّ (یا اپنے خاندوں کے باپ) اس لئے کہ وہ محارم بن چکے۔ اَوَابَا نِهِنَّ (یا اپنے بیٹوں کیلئے) اس میں پوتے اور نواسے سب شامل ہیں۔

اَوَابَا بُعُولَتِهِنَّ (یا اپنے خاندوں کے بیٹے) اس لئے کہ وہ بھی محارم بن چکے۔ اَوَاخُوا نِهِنَّ اَوْبَنِي اِخْوَانِهِنَّ اَوْبَنِي اِخْوَانِهِنَّ (یا اپنے بھائیوں کیلئے یا اپنے بھتیجیوں کیلئے یا اپنے بھانجیوں کیلئے) اس میں ان کی اولاد در اولاد اور تمام محارم مثلاً چچا، ماموں وغیرہ دلالت النص سے شامل ہیں۔ اَوْنَسَا نِهِنَّ (یا اپنی عورتوں کیلئے) یعنی آزاد عورتیں نساء کا لفظ مطلقاً حرام پر بولا جاتا ہے۔ اَوَمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ (یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہوں) یعنی باندیاں لیکن عورت کے غلام کیلئے جائز نہیں وہ اپنی مالکہ کے ان مواضع پر نظر ڈالے۔ خواہ وہ غلام خسی ہو یا عنین یا غل۔

قول سعید بن مسیب سورہ نور کی آیت سے دھوکا میں نہ پڑ جانا وہ لونڈیوں کے متعلق ہے غلاموں کے متعلق نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے غلام کیلئے اپنی آقا کے ان مقامات پر نظر ڈالنا درست قرار دیا ہے۔ اَوَالْتَابِعِينَ غَيْرِ اُولَى الْاَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ (یا ان مردوں پر جو طفیلی کے طور پر رہتے ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو) قراءت: شامی اور یزید اور ابو بکر نے استثناء کی وجہ سے نسب پڑھا ہے یا حال کی بناء پر منصوب قرار دیا اور دیگر قراء نے بدل کی وجہ سے جر پڑھا ہے یا وصفیت کی وجہ سے مجرور قرار دیا ہے۔ اولى الاربعہ سے مراد جن کو عورتوں کی طرف حاجت نہ ہو۔

ایک قول :

یہ ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گھروں میں اس لئے رہتے ہیں تاکہ بچا کھچا کھانا کھائیں اور ان کو عورتوں کی طرف میلان نہیں رہا ہے۔ خواہ کم عقل ہونے کی وجہ سے عورتوں سے کسی معاملے کو نہیں جانتے یا نیک صالح بوڑھے ہیں یا نامرد یا خسی یا جھڑے ہیں۔ ایک اثر یہ ہے کہ اس سے مراد مقطوع الذکر ہیں۔ مگر قول اول ہی درست ہے۔

نَحْوُ: مِنَ الرِّجَالِ یہ حال ہے۔

اَوَالْطِّفْلِ الَّذِيْنَ (یا وہ بچے) الطفل جنس ہے بہتر یہ ہے کہ اس سے مراد جمع لی جائے۔ لَمْ يَظْهَرُوا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ (جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ناواقف ہوں) ان کو شہوت نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کے بھید کی اطلاع نہ ہو۔ ظہر علی الشئی سے لیا گیا جبکہ وہ مطلع ہو۔ یا ابھی تک وطی پر قدرت کا زمانہ نہ آیا ہو۔ اس صورت میں یہ ظہر علی فلان سے ہوگا جبکہ اس پر قوت حاصل ہو جائے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بَادِرُ جُلُوهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ (اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں کہ ان کا چھپا ہوا زیور معلوم ہو)

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۖ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ

اور تم میں سے جو بے نکاح ہو اور تمہارے غلام اور باندیوں میں سے جو نیک ہو ان کا نکاح کر دیا کرو، اگر وہ تنگدست ہوں

يُغْنِيهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۳﴾

تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی فرما دے گا، اور اللہ وسعت والا ہے جاننے والا ہے۔

جائے (عورت چلتے ہوئے زمین پر پاؤں مارتی تاکہ اس کے پازیب کی آواز سنائی دے۔ اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ پازیب پہننے والی ہے۔ چنانچہ عورتوں کو اس بات سے روک دیا گیا کیونکہ زینت والی چیز کی آواز کا سننا خود اس کے ظاہر کرنے کی طرح ہے۔ اسی لئے زیورات کی آواز کو وسواس کہتے ہیں۔ وَتَوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ (اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو)

قرأت: شامی نے یاء کی اتباع میں ہ کو بھی ضمہ سے پڑھا اور الف کو اتقائے سائنین کی وجہ سے گرایا ہے دیگر قراء نے فتح پڑھا ہے کیونکہ اس کے بعد اصل کے لحاظ سے الف ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ (تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل میں کوئی بندہ سہو و تقصیر سے پاک نہیں خواہ اس کے لئے وہ کتنی ہی کوشش کرے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو توبہ کا حکم فرمایا اور جب توبہ کر لیں تو کامیابی کی امید لگائیں کہا گیا ہے کہ سب سے زیادہ توبہ کی اس کو ضرورت ہے جس کے وہم میں یہ بات ہے کہ اس کو توبہ کی ضرورت نہیں۔

مَسْئَلَةٌ: آیت کے ظاہر سے معلوم ہو رہا ہے کہ گناہ ایمان کے منافی نہیں۔

رائٹوں کے نکاح کا حکم:

۳۳: وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ (اور تم نکاح کرو اپنے میں سے رائٹوں کا) (الایامی جمع ایم کی ہے۔ جس کی بیوی نہ ہو یا جس عورت کا خاوند نہ ہو۔ خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ یہ اصل میں ایام تھا قلب سے ایامی ہو گیا۔ وَالصَّالِحِينَ (نیک و صالح) پسندیدہ یا مؤمن مطلب یہ ہے جو آزاد رائٹ ہو جائے یا جو عورت بیوہ ہو جائے اور اس میں بھلائی ہو۔ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ (اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے) یعنی تمہارے غلاموں میں سے اور تمہاری باندیوں میں سے۔ امر ندب و استحباب کیلئے ہے کیونکہ نکاح مستحب ہے۔

إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ (اگر وہ تنگدست ہونگے) مالی لحاظ سے يُغْنِيهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے مستغنی کر دے گا) کفایت و قناعت سے یا دور رزق جمع ہو جانے سے۔ حدیث میں ہے: ((التمسوا الرزق بالنکاح))۔ (دیلمی)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے۔ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) غنی ہیں، وسعت والے ہیں مخلوق کا غناء اس کو عیب وار نہیں کر سکتا۔ عَلِيمٌ (علم والے ہیں) یسقط الرزق لمن يشاء يُقدر [الرعد: ۲۶]۔

وَلَيْسَتَعْفِی الدِّیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰی یُعْغِیْهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ ط وَالَّذِیْنَ

اور جو لوگ نکاح کی قدرت نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ وہ اپنے جذبات پر قابو رکھیں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے مال دار کر دے اور

یَتَّبِعُوْنَ الْکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ فَکَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا ط وَاَنْتُمْ مِّنْ

تمہاری ملکیت میں جو لوگ ہیں ان میں سے جو مکاتب ہونے کی خواہش رکھتے ہوں انہیں مکاتب بنادو اگر تم ان میں بہتری پاؤ۔ اور تم انہیں اللہ کے

مَالِ اللّٰهِ الَّذِیْ اَنْتُمْ وَلَا تَکْرَهُوْا فِتْنٰتِکُمْ عَلٰی الْبَغَاۤءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ

مال میں سے دے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے، اور اپنی باندیوں کو زنا کرنے پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاکدامن رہنا چاہیں تاکہ تم کو دنیاوی زندگی کا

الْحَیْوةِ الدُّنْیَا ط وَمَنْ یُّکْرِهْمُنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِکْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۳۳ وَلَقَدْ

کوئی مال مل جائے۔ اور جو شخص ان پر زبردستی کرے تو اللہ انہیں مجبور کرنے کے بعد بخشنے والا ہے مہربان ہے، اور ہم نے تمہاری طرف

اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ اٰیٰتٍ مُّبِیْنٰتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ۳۴

کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے تھے ان کی بعض حکایات اور متقیوں کے لئے نصیحت نازل کی ہیں۔

۳۳

سوال: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں و رائندوں کی شادی اولیاء کے ذمہ ہے۔ جیسا کہ غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح موالی کے ذمہ ہے؟

نکاح کی توفیق نہ ہو تو پاکدامنی کو تھامے رکھیں:

جواب: آدمی کو رائند پر ولایت اس کے اذن سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح عورت پر ولایت بھی اس کے اذن سے ہوگی کیونکہ ایم کا لفظ اس کو بھی شامل ہے۔ بالاتفاق بالغ مردوں کو اپنے نکاح کا اختیار ہے پس استدلال درست نہ رہا۔

۳۳: وَلَيْسَتَعْفِی الدِّیْنَ (چاہیے کہ پاکدامنی اختیار کریں وہ لوگ) پاکدامنی کی خوب کوشش کریں گویا کہ مستعف خود عفاف و پاکدامنی کا طالب ہے۔ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا (جو نکاح نہیں پاتے) مہر کے ساتھ شادی کی وسعت نہیں رکھتے اور خرچہ کی طاقت نہیں رکھتے حَتّٰی یُعْغِیْهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے بے نیاز کر دے گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو مہر و نفقہ کی قدرت عنایت فرمائیں گے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیزوج فانه اغض للبصر و احسن للفرج و من لم یستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء۔ [بخاری، مسلم، احمد] اے نوجوانو! جو تم میں سے وسعت رکھتا ہو وہ شادی کرے کیونکہ نکاح نگاہ و شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جو طاقت نہیں رکھتا وہ روزہ رکھے۔ روزہ اس کے لئے شہوت شکن ہو جائے گا۔

اوامر کی عجیب ترتیب:

ان ارشادات پر نگاہ ڈالو۔ کس طرح اوامر کو مرتب فرمایا گیا نمبر ۱۔ اولاً ایسی چیز کا حکم دیا جو فتنے سے بچائے اور معصیت کے مواقع سے دور رکھے اور وہ نگاہ کا نیچا رکھنا ہے۔ پھر ۲۔ پاکدامنی والا نکاح جو دین کیلئے ہو جو حرام سے بے نیاز کرنے والا ہے۔ نمبر ۳۔ عزت نفس کے ذریعہ وہ نفس جو برائیوں کی طرف جھک پڑنے والا ہے تاکہ نفس شہوات کی طرف جھکاؤ نہ اختیار کرے جب تک کہ نکاح سے عاجز ہو یہاں تک کہ اس میں نکاح کی قدرت پیدا ہو جائے۔ وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (تمہارے وہ مملوک اور باندیاں جو مکاتب بنائے جانے کی درخواست کریں) یعنی ایسے غلام جو تم سے مکاتب کا مطالبہ کریں۔

نَحْوُ: الذین ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے یا ایسے فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس فعل کی تفسیر فکاتبو ہم کر رہا ہے۔ فَكَاتَبُوهُمْ (تم ان کو مکاتب بنا لو) اس میں امر ندب کیلئے ہے۔ اور فاء اس لئے لائے کیونکہ امر میں شرط کا معنی متضمن ہے۔ الكتاب المکاتبۃ یہ عتاب اور معاتبہ کی طرح ہیں۔ مکاتب یہ ہے کہ اپنے غلام کو کہے کاتبتک علی الف درہم اب اگر غلام نے ایک ہزار درہم ادا کر دیئے تو وہ آزاد ہے مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہارے لیے اپنے نفس پر یہ چیز لکھ لی ہے کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے اگر تم مال کو ادا کر دو اور تم نے اپنے اوپر یہ لکھ لیا ہے کہ تو مال کی ادائیگی میں پورا اترے گا۔

یا میں نے تم پر مال کو دینا لازم کیا اور تم نے مجھ پر آزادی کو لازم کیا۔ مال کی ادائیگی اسی وقت بھی درست ہے اور ایک مدت مقررہ کے بعد بھی اور قسط وار اور ایک مشقت مہر کی طرح کیوں کہ امر مطلق ہے۔ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا (اور اگر تم ان کے متعلق کوئی بھلائی جانو) خیر سے یہاں قدرت علی الکسب مراد ہے۔ یا امانت و دیانت اور امر کی ندبیت اس شرط سے متعلق ہے۔ وَ اَتَوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْ اَتٰكُمْ (اور تم ان کو اس مال سے دو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے) اس میں عامۃ المسلمین کو حکم دیا کہ وہ مکاتبین کی اعانت کریں اور ان کو زکوٰۃ کا حصہ دیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وَفِی الرِّقَابِ [البقرہ: ۱۷۷] قول شافعی رحمۃ اللہ علیہ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بدل کتابت میں سے چوتھائی ختم کر دو اور یہ ہمارے نزدیک تو بطور ندب ہے۔ مگر صبیح نے اپنے آقا سے مکاتب کا مطالبہ کیا تو ان کے آقا حویطب نے انکار کیا اس پر یہ آیت اتری۔

غلاموں کی اقسام:

غلاموں کی چار اقسام ہیں نمبر ۱۔ غلام خدمت نمبر ۲۔ غلام ماذون فی التجارۃ۔ نمبر ۳۔ مکاتب، نمبر ۴۔ بھاگنے والے غلام۔

اول کی مثال:

وہ ولی عزالت نشین ہے جس کو عزالت اس لئے ملی ہے۔ کہ اس نے خلوت کو ترجیح دی اور میل جول کو ترک کر دیا۔ دوسرا ولی العشرۃ ہے اس کو حضرت میں سرگوشی میسر ہے لوگوں سے اس کا میل ملاپ امتحان و تجربہ کیلئے ہے لوگوں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا اور ان کو غیرت کے ساتھ حکم دیتا ہے یہ اللہ کے رسول ﷺ کا خلیفہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے حق وصول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں ڈالی ہوئی بات سمجھتا ہے

اور خدا لگتی بات کہتا ہے۔ یہ دنیا تو اس کیلئے تجارت آخرت کا بازار ہے اور عقل اس کا حقیقی سامان ہے۔ غصہ میں دامن عدل کو وہ تھامنے والا ہے اور رضا مندی الہی اس کا میزان ہے۔ فقر و غناء میں میانہ روی اس کا طرہ امتیاز ہے اور علم اس کی پناہ گاہ اور نجات کا مقام ہے۔ اور قرآن مجید اس کے آقا کا خط ہے جو اس کے لئے اجازت نامہ ہے۔ اگرچہ اپنے ظواہر سے لوگوں میں ملا جلا ہے۔ مگر اپنے سرائر کے اعتبار سے ان سے جدا ہے۔ اس نیک لوگوں کو اپنے حقوق اللہ تعالیٰ کے ساتھ باطن میں تعلق کی وجہ سے چھوڑ دیا پھر اللہ تعالیٰ کی خاطر جو لوگوں کے ظاہر احقوق اس کے ذمہ بنتے تھے۔ ان کی ادائیگی کیلئے لوگوں سے میل جول اختیار کیا۔ بقول شاعر اس کا حال یہ ہے۔

وَمَا هُوَ مِنْهُمْ بِالْعَيْشِ فِيهِمْ ☆ وَلَكِنْ مَعْدِنَ الذَّهَبِ الرَّغَامِ

ظاہری زندگی گزرانے میں تو وہ ان میں سے رہ رہا ہے مگر حقیقت میں وہ ان میں سے نہیں۔ بلکہ وہ مٹی میں سونے کی کان کی طرح ہے۔ وہ اگرچہ وہی کھاتا ہے جو وہ کھاتے اور وہی پیتا ہے جو وہ پیتے ہیں اور انہیں کیا معلوم کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے وہ خیال کرتا ہے گویا آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم رہنے والے ہیں گویا اس کے متعلق کہا گیا ہے۔ اگر تو لوگوں کی موافقت کرے اس حال میں کہ تو ان میں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہے مشک بھی تو ہرن کے خون کا ایک حصہ ہی ہے۔ ولی عزالت کا حال تو زیادہ صفائی والا اور زیادہ شاندار ہے۔ مگر ولی عشرت کا حال تو زیادہ اعلیٰ و اعلیٰ ہے رحمان کی بارگاہ احدیت میں اول کا مرتبہ دوسرے کے مقابلے میں ایسا ہے جیسا کہ بادشاہ کے درباری وزیر کا ہم نشین۔ رہے نبی کریم ﷺ تو وہ دونوں طرفوں کے اعتبار سے معزز ہیں۔ موتیوں اور سونے کے ٹکڑوں کا معدن ہیں۔ دونوں حالتوں کے جامع ہیں۔ دونوں میٹھے چشموں کا منبع ہیں۔ آپ کے احوال کا باطن ولی عزالت کیلئے ہدایت کا مینار ہے اور آپ کے ظاہر اعمال ولی عشرت کیلئے سنگ میل ہیں۔

اور نمبر ۳۔ تیسرا مجاہد، محاسبہ کرنے والا، عمل کرنے والا دن اور رات میں پانچ قسطوں سے اپنے مقاصد پورے کرنے والا ہے جیسا کہ مکاتب اپنی اقساط پوری کرتا ہے۔ دوسو میں پانچ کی قسط (زکاۃ مراد ہے) اور سال میں ایک مہینہ کی قسط (روزے) اور عمر میں ایک ملاقات، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اپنے رب کے ہاتھ ان اقساط مرتبہ پر بیچ ڈالا ہے۔ وہ اپنی گردن کو آزاد کرانے کی کوشش کرتا ہے غلامی کا پٹہ اس کی گردن سے نکل جائے اور وہ آزادی کے میدان اور وسعت کی طمع رکھتا ہے۔ تاکہ جنت کے باغ میں وہ چر سکے۔ اور اپنی تمنا کو وہ پاس کے اور اپنی مرضی اور خواہش کو پورا کرے۔ نمبر ۴۔ بھاگنے والا غلام۔ یہ تو بہت زیادہ ہیں ان میں سے ایک ظالم قاضی اور عالم بے عمل دکھلاوے کی خاطر قراءت کرنے والا۔ اور قول و فعل میں تضاد والا واعظ اور اس کے اکثر اقوال فضولیات ہوتے ہیں اور ہر ایسے آدمی پر جن کو تیروں کے پیکان بھی فائدہ نہیں دیتے چہ جائیکہ چور، زانی، غاصب کو اس سے فائدہ ہو۔ انہی کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اس دن کی مدد ایسے لوگوں کے ساتھ بھی فرما دے گا جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ (رواہ احمد، طبرانی، مجمع الزوائد)

وقتی سبب بتا کر ڈانٹ پلائی:

وَلَا تُكْرِهُوا فَتِيكُم عَلَى الْبِغَاءِ (اور نہ مجبور کرو اپنی لونڈیوں کو زنا پر) ابن ابی کی چھ لونڈیاں۔ معاذہ، مسیلہ،

امیر، عمرہ، اروی، قلیلہ بے حیائی کو ناپسند کرتی تھیں اس نے ان پر ٹیکس لگا رکھا تھا دو نے رسول ﷺ کی خدمت میں شکایت کی تو یہ آیت اتری۔ الفتی اور الفتاة کا لفظ غلام و لونڈی دونوں کے متعلق بولا جاتا ہے البغاء کا لفظ عورتوں کیلئے زنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہ البغی کا مصدر ہے۔

اِنْ اَرَدَنْ تَحْصُنَا (اگر وہ پاکدامنی کا ارادہ کریں) زنا سے بچنے کا یہ شرط اس لئے لگائی گئی کیونکہ اکراہ ہوتا ہی تب ہے جبکہ انکا اپنا ارادہ پاکدامنی اختیار کرنے کا ہو۔ زنا پر اپنی مرضی سے آمادہ کو مکرہ نہیں کہا جاتا ہے اور نہ ہی اس کو حکم دینا اکراہ کہلاتا ہے۔ نمبر ۲۔ یہ آیت ایک سبب کے پیش نظر اتری۔ پس نبی بھی اسی سبب کو پیش نظر رکھ کر وارد ہوئی۔ اس میں حقیقتہً ان آقاؤں کو توبیخ کی گئی ہے یعنی وہ ضعیف العقل ہو کر پاکدامنی اختیار کرنا چاہتی ہیں تم تو مکمل عقل والے ہو کر پاکدامنی اختیار کرنے کروانے کے زیادہ حقدار ہو۔

لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (تاکہ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہو) یعنی ان کو زنا پر مجبور کر کے تم ان کی کمائی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اور ان سے اولاد بھی چاہتے ہو۔ وَمَنْ يُكْرِهْنَنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور جس نے ان کو مجبور کیا پس اللہ تعالیٰ ان کو مجبور کرنے کے بعد بخشنے والے مہربان ہیں۔) اکراہہن امے اکراہ لہن اور مصحف ابن مسعود میں اسی طرح ہے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے لہن ہے اللہ کی قسم۔ شاید کہ اکراہ اس کے علاوہ صورت میں ہو جس کو شریعت نے اکراہ کہا ہے اور وہ اکراہ تو وہی ہے جس سے ہلاکت کا خدشہ ہو پس وہ گناہ گار ٹھہری۔ پس ہم ان کو بخشنے والے ہیں جبکہ وہ توبہ کریں۔

۳۴: وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ (تحقیق ہم نے تمہاری طرف واضح آیات اتاریں)۔

قراءت: حجازی اور بصری اور ابو بکر اور حماد نے مبینات پڑھا ہے۔ یاء کے فتح کے ساتھ۔ آیات سے مراد وہ آیات ہیں جو اس سورۃ میں واضح کر دی گئی۔ احکام و حدود کے معانی میں ان کو کھول دیا گیا۔

نَحْوُ: یہ بھی درست ہے کہ مبینا ہو اور ظرف میں وسعت ہے۔

دیگر قراء نے کسرہ سے پڑھا ہے۔ یعنی احکام و حدود ہی وضاحت شدہ ہیں اور فعل کو اس کا مجاز قرار دیا۔ بین بمعنی تبین ہے۔ مثال مشہور ہے قد بین الصبح لذی عینین وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْۢ قَبْلُکُمْ (اور مثال ان لوگوں کی جو تم سے پہلے ہو گزرے) تمہارے ہم مثل۔ یعنی عجیب واقعہ جیسا کہ یوسف و مریم علیہما السلام کا واقعہ یعنی قصۃ عائشہ رضی اللہ عنہا و مَوْعِظَةُ (نصیحت) وہ امثال و آیات جن سے نصیحت کی گئی ہے جیسا کہ اس ارشاد میں و لا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ [النور: ۲] لَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوہ [النور: ۱۲] وَلَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوہ [النور: ۱۶] یُعْظَکُمْ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْذُوْا لِمِثْلِهٖ اَبَدًا [النور: ۱۷] اَللّٰمُتَّقِیْنَ (متقین کیلئے) کیونکہ وہی اس سے فائدہ حاصل کر نیوالے ہیں اگرچہ نصیحت تو تمام کیلئے ہے۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي

اللہ آسمانوں کا اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک

زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا

شیشہ کے قندیل میں ہے وہ قندیل ایسا ہے جیسے ایک چمکدار ستارہ ہو وہ چراغ بابرکت درخت سے روشن کیا جاتا ہو جو زیتون ہے یہ درخت

شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ

نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف، قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے نور علی نور ہے،

يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے، اور لوگوں کے لئے اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

نورِ ایمان یا نورِ وجود:

۳۵: اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) اللہ نور الایۃ کی نظیر بمع اس کے ارشاد مثل نورہ ویہدی اللہ لنورہ۔ تمہارا یہ قول ہے زید کرم وجود۔ پھر تم کہو ینعش الناس بکرمہ وجودہ زید تو نری سخاوت ہے لوگ اس کی سخاوت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے ذونور السموات نمبرا۔ آسمانوں کے نور والا ہے۔ اور آسمان وزمین کا نور حق ہے جس کو ظہور و بیان میں نور سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمات الی النور [البقرہ: ۲۵۷] یعنی باطل سے حق کی طرف نکال لاتے ہیں۔ آسمان وزمین کی طرف نور کی اضافت وسعت چمک اور روشنی کے پھیلنے کی وجہ سے ہے۔ یہاں تک کہ اس سے آسمان وزمین روشن ہیں۔ نمبر ۲۔ اور یہ جائز ہے کہ اس سے مراد اہل السموات والارض مراد لئے جائیں کیونکہ وہ اس روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مِثْلُ نُورِهِ (اور اس کے نور کی مثال) جو اپنی روشنی میں عجیب طرح کا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: مثل نورہ اس کے نور کی مثال یعنی وہ نور جس سے مسلمان کو ہدایت بخشی ہے۔ قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مثل نورہ فی قلب المؤمن کمشکاة اور ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت میں مثل نورہ المؤمن ہے۔

کَمِشْكُوتٍ (ایک طاقت کی طرح ہے) طاقت جیسی حالت ہے اور وہ دیوار میں ایسا روشن دان جو باہر کو نہ کھلے۔ فِیْہَا مِصْبَاحٌ (اس میں دیا ہو) بہت بڑا دیا چمکدار دیا۔ الْمِصْبَاحُ فِی زُجَاجَةٍ (دیا شیشے میں ہو) یعنی فی قندیل من زجاج۔ شیشے کے چراغ دان میں ہو۔

قراءت: شامی نے زاء کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (شیشے کا فانوس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک موتی جیسا تارا ہے) دری بمعنی روشن۔ یاء کی تشدید اور وال کی ضم سے پڑھا گیا اور در کی طرف نسبت کی گئی ہے اس کی روشنی کی صفائی اور زیادتی کی وجہ سے۔
قراءت: ابوبکر اور علی نے کسرہ اور ہمزہ سے پڑھا ہے۔ گویا کہ وہ اپنی روشنی سے اندھیرے کو بھگاتا ہے۔ اور ضمہ اور ہمزہ کے ساتھ ابوبکر و حمزہ نے پڑھا۔ انہوں نے آب و تاب میں روشن ستاروں میں سے ایک سے تشبیہ دی ہے مثلاً مشتری، زہرہ، وغیرہ۔
يُوْقَدُ (روشن ہوتا ہے)

قراءت: تُوْقَدُ تخفیف کے ساتھ حمزہ، علی، ابوبکر نے پڑھا ہے۔ یعنی وہ چراغ (الزجاجہ) اور یوقد تخفیف کے ساتھ شامی اور نافع، حفص نے پڑھا ہے۔ تُوْقَدُ کی اور بصری نے پڑھا ہے یعنی یہ دیا (المصباح) مِنْ شَجَرَةٍ (درخت سے) یعنی اس کے جلنے کی ابتداء زیتون کے درخت سے ہے یعنی اس کی جتنی کوزیتون کے تیل سے سیراب کیا جاتا ہے۔ مُبْرَكَةٌ (مبارک سے) جو بہت زیادہ منفعت بخش یا اس لئے کہ وہ ایسی زمین میں اگتا ہے جس میں جہان والوں کیلئے برکت دی ہے۔ ایک قول یہ ہے اس میں برکت اس طرح دی کہ ستر پیغمبر معبود فرمائے جن میں ایک ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

زَيْتُونَةٍ (یعنی زیتون کا) یہ شجرہ سے بدل ہے اس کی صفت لَا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ ہے (نہ مشرقی ہے اور نہ مغربی) اس کے اُگنے کا مقام شام ہے۔ یعنی نہ وہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں بلکہ دونوں کے وسط میں ہے اور ملک شام ہے اور بہترین و عمدہ زیتون شام کا ہے۔

ایک قول یہ ہے وہ ایسے مقام پر زیتون واقع ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت ہی اس پر شعاعیں نہیں پڑتی اور نہ ہی غروب کے وقت بلکہ صبح شام کے تمام اوقات میں اس پر شعاعیں پڑتی ہیں پس وہ درخت مشرقی بھی ہے اور مغربی بھی۔ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيُّ (قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے) یعنی اس کا تیل وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ (اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے) اس میں تیل کی تعریف صفائی اور سفیدی میں فرمائی کہ وہ اپنی چمک کی وجہ سے بغیر آگ کے روشن ہوا چاہتا ہے۔ نُورٌ عَلَى نُورٍ (وہ نور بالائے نور ہے) یعنی یہ نور جس کے ساتھ حق کو تشبیہ دی ہے یہ کئی گنا بڑھنے والا نور ہے۔ اور اس اضافہ میں طاقچہ، فانوس اور دیا اور زیتون کا تیل ایک دوسرے کے معاون بنے ہیں یہاں تک کہ ذرہ بھر کسر اس نور کے قوی ہونے میں باقی نہیں رہی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دیا جب ایک طاقچہ کی طرح تنگ مقام میں ہو تو اس کی روشنی مجتمع ہو جاتی ہے اور کھلے مقام پر دیا پڑا ہو تو روشنی پھیل کر مدہم پڑ جاتی ہے اور روشنی کے اضافہ میں سب سے بڑھ کر معاون چیز فانوس ہے اسی طرح زیتون کا صاف و شفاف تیل بھی روشنی میں معاون ہے۔

ایک محسوس مثال:

مثال ایک محسوس، جانی پہچانی، جسم دار چیز کی پیش کی گئی نہ کسی بلند اور مشاہدہ اور معاینہ میں نہ آنے والی چیز کی ابو تمام صاحب الجماسہ نے جب مامون الرشید کی مدح میں کہا۔ عمرو کا اقدام اور حاتم کی سخاوت، اخف کا حلم اور ایاس کی ذکاوت جناب میں جمع ہے۔ اس کو لوگوں نے کہا جن لوگوں سے تو نے خلیفہ کو تشبیہ دی ہے خلیفہ تو ان سے بڑھ کر ہیں تو اس نے فی البدیہہ کہا۔ کم

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۖ

ایسے گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے ایسے لوگ صبح شام اللہ کی پاکی بیان کرتے

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ

ہیں جنہیں اللہ کی یاد سے، اور نماز پڑھنے سے، اور زکوٰۃ دینے سے، سوداگری اور خرید و فروخت کرنا غفلت میں نہیں ڈالتا، وہ اس دن سے

يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۚ لِيَجْزِيَ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ

ذرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی، تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا اچھے سے اچھا بدلہ دے اور اپنے فضل سے انہیں

مَنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۚ

اور بھی زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بلا حساب رزق دیتا ہے۔

مرتبہ لوگوں کے ساتھ خلیفہ کی مثال دینے پر تعجب مت کرو۔ سخاوت اور شجاعت کی منتشر مثالیں جو میں نے دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال ایک اقل چیز طاقہ اور بتی سے دی ہے۔

يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ (اللہ تعالیٰ اپنے نور کے ذریعہ جس کو چاہتا ہے ہدایت یاب کر دیتا ہے) اس چمکدار نور کی طرف مَنْ يَشَاءُ (جس کی وہ چاہتا ہے) اپنے بندوں میں سے یعنی اللہ تعالیٰ حق کو پالنے کیلئے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے الہام فرماتا ہے۔ یا دلیل میں غور کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ (اور اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتا ہے) بات کو ان کے فہموں کے قریب تر کرنے کیلئے تاکہ وہ عبرت حاصل کر کے ایمان لائیں۔ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) وہ ہر چیز کو کھول کر بیان کرتے ہیں جس چیز کا انسانوں کے علم میں آنا ممکن ہو۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: مثل نوری نور اللہ الذی ہدی بہ المؤمن میرے نور کی مثال اللہ تعالیٰ کا وہ نور جس سے مؤمن کی راہنمائی فرمائی۔

قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ مثل نورہ فی قلب المؤمن کمشکاة۔ وقرأ ابی مثل نور المؤمن۔

فی بیوت کا تعلق مشکاة سے ہے:

۳۶: فِی بُیُوتٍ (ایسے گھروں میں) یہ مشکاة سے متعلق ہے یعنی جیسا کہ طاقہ جو کسی مسجد میں ہو۔ گویا اس طرح فرمایا مثل نورہ کما تری فی المسجد نور المشکاة الی من صفتها کیت و کیت اس کے نور کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ تم مسجد میں اس طاقے کی روشنی دیکھتے ہو جو طاقہ ان ان صفات سے متصف ہے۔ یا نمبر ۲۔ تو قد سے متعلق ہے ای تو قد فی بیوت وہ دیا گھروں میں جلایا جاتا ہے۔

نمبر ۳۔ تسبیح سے متعلق ہے ای یسبح له رجال فی بیوت اس کی تسبیح کچھ لوگ کرتے ہیں ایسے گھروں میں اور نمبر ۱۔ فیہا کالفظ بارد گیر لایا گیا ہے اس سے تاکید مقصود ہے۔ مثلاً زید فی الدار جالس فیہا۔ نمبر ۲۔ محذوف سے متعلق ہے ای سَبَّحُوا فی بیوت تم ایسے گھروں میں تسبیح کرو۔ اَذِنَ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ نے حکم دیا) اَنْ تَرْفَعَ (کہ ان کو بنایا جائے۔) جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: واذیرفع ابراہیم القواعد [البقرہ: ۱۲۷] نمبر ۲۔ تعظیم کرنے کا حکم دیا اس صورت میں یہ الرفعة سے لیا جائے گا۔ قول حسن رحمۃ اللہ علیہ: اللہ تعالیٰ نے تعمیر میں بلندی کا حکم نہیں دیا بلکہ تعظیم میں بلندی کا حکم دیا۔ وَاِذْ كَرَّمْنَا اسْمَهُ (ان میں ذکر کیا جائے اس کے نام) اس میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ نمبر ۲۔ ہر ذکر کیلئے یہ عام ہے۔

صالحین کی صفات کا تذکرہ:

يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ (صبح و شام ان مساجد میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں) یعنی اس کے لئے اس میں صبح کے وقت نماز فجر اور شام کو ظہر، عصر اور مغرب و عشاء پڑھتے ہیں۔ نکتہ: غدو کالفظ واحد لایا گیا کیونکہ اس وقت میں پڑھی جانے والی نماز ایک ہے اور اصل میں کئی نمازیں ہیں اور اصل جمع اصل کی ہے اور اصل جمع اصل کی ہے اور پچھلے پہر کو کہا جاتا ہے۔ ۳۔ رِجَالٌ (ایسے مرد) یہ تسبیح کا فاعل ہے۔

قراءت: شامی، ابو بکر نے یُسَبِّحُ پڑھا ہے، اور اس کا اسناد تینوں ظروف میں سے کسی ایک کی طرف کیا جاتا ہے میری مراد لہ، فیہا بالغدو ہے اور رجال مرفوع ہے۔ اس بناء پر جس پر تسبیح دلالت کرتا ہے ای یسبح له۔ لَا تُلْهِهِمْ (ان کو غافل نہیں کرتی) تِجَارَةٌ (کوئی تجارت) حالت سفر میں وَلَا بَيْعٌ (اور خرید و فروخت) گھر موجودگی میں۔ ایک قول التجارة اسم جنس ہے مطلقاً خریدنا مراد ہے خواہ کسی نوع کا ہو۔ ایک اور قول بیع کو تجارت کے بعد خاص طور پر ذکر کیا حالانکہ تجارت میں یہ شامل ہے کیونکہ بیع شراء کی نسبت غفلت میں زیادہ مبتلا کرنیوالی ہے۔ اس لئے کہ نفع بخش بیع میں نفع یقینی ہے اور شراء تو گمان نفع کا ہے۔

عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی یاد سے) خواہ دل کے ساتھ ہو خواہ زبان سے وَ اِقَامِ الصَّلَاةَ (اور نماز کے قائم کرنے سے) نماز کی اقامت سے۔ اقامۃ میں تاء اس الف کے عوض میں ہے جو تعلیل کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے یہ اصل میں اقواما تھا۔ جب واو کو الف سے بدلا تو دو الف جمع ہوئے ایک التقائے ساکنین کی وجہ سے گرادیا پس اقاما باقی رہا محذوف کے بدلے تاء کو لائے۔ جب مضاف کیا تو اضافت کو قائم مقام تاء کے لائے اور تاء کو ساقط کر دیا۔

وَ اِيتَاءِ الزَّكَاةِ (زکوٰۃ کی ادائیگی سے) ای عن ایتاء الزکاۃ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی تجارت نہیں کہ جو ان کو غافل کر دے جیسا اولیائے عزالت۔ نمبر ۲۔ خرید و فروخت کے دوران بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہیں اور جب نماز کا وقت آجائے تو بوجھ محسوس کرنے کے بغیر فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں جیسا کہ اولیائے عشرت ہیں۔

يَخَافُونَ يَوْمًا (وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں) یعنی قیامت کا دن۔

نَحْوُ: یہ تلہیہم کی ضمیر سے حال ہے یا نمبر ۲۔ رجال کی صفت ثانی ہے۔ تَتَّقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ (جس میں بہت سے دل اور

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمَانُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے چھیل میدان میں چمکتا ہوا ریت ہو جسے پیاسا آدمی پانی سمجھ رہا ہو۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا

لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فُوفَةٌ حِسَابَهُ ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝۵

تو اس کو کچھ بھی نہ پایا۔ اور اس نے وہاں اللہ کی قضاء کو پایا سو اللہ نے اس کا حساب پورا کر دیا۔ اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے یا

كَظَلُمْتُ فِي بَحْرِ لَجِّي يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظَلُمْتُ بَعْضُهَا

جیسے کسی گہرے سمندر کے اندرونی حصہ میں اندھیریاں ہوں جسے موج نے ڈھانک رکھا ہو۔ اس کے اوپر ایک موج ہوں کے اوپر بادل ہوں اندھیریاں ہیں ان میں سے بعض

فَوْقَ بَعْضٍ ۚ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكْدِيرْهَا ۚ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ ۝۶

بعض کے اوپر ہیں۔ جب اپنے ہاتھ کو نکالے تو اسے نہ دیکھ پائے۔ اور جس کے لئے اللہ نور مقرر نہ فرمائے سو اس کے لئے کوئی نور نہیں۔

۵

آنکھیں پلٹ جائیں گی) اس وجہ سے کہ دل حلق کو پہنچ جائیں گے۔ وَالْأَبْصَارُ (اور آنکھیں) پھرانے کی وجہ سے یا نیلگوئی کے سبب نمبر ۲۔ دل ایمان کی طرف پلٹ آئیں گے حالانکہ وہ پہلے کفر کرتے تھے۔ اور آنکھیں کھلے طور پر معائنہ کریں گی اس کے باوجود کہ وہ پہلے سرکشی کی وجہ سے انکاری ہو گئی جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَانَكَ فَبَصَرَ الْيَوْمَ حَدِيدٍ [ق: ۲۲]

۳۸: لِيَجْزِيََهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّنْ فَضْلِهِ (تاکہ اللہ تعالیٰ ان کا بہترین بدلہ عنایت کرے اور اپنے فضل سے اس سے زائد بھی عنایت فرمائے) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے اور ڈرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے یعنی تاکہ ان کو دو گنا ثواب سے بدلہ دے۔ ویزیدہم (اور اس میں اضافہ فرمائے) عمل پر مقررہ ثواب پر بطور فضل اضافہ فرمائے۔ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب رزق دیتے ہیں) یعنی جس کو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ایسا ثواب دیتے ہیں جو دیگر مخلوق کے حساب میں داخل نہیں ہوتا یہ تو اللہ تعالیٰ کے نور سے ہدایت یافتہ کی صفات ہیں۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے گمراہی کو وطیرہ بنا لیا ان کا تذکرہ اگلی آیت میں فرمایا ہے۔

کفار کے اعمال کی دو مثالیں:

۳۹: وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ (اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے اعمال سراب کی طرح ہیں) سراب دو پہر کے وقت چلچلاتی دھوپ میں چمکتی ہوئی ریت جو پانی کا سیلاب معلوم ہوتا ہے۔ بِقِيعَةٍ یہ قاع یا بقاع کی جمع ہے ہموار میدان جیسا کہ حیرہ و جار۔ يَحْسَبُهُ الظَّمَانُ (گمان کرتا ہے اس کو پیاسا) مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ (پانی یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے) یعنی وہ اس کی طرف آیا جس کو اس نے پانی خیال کیا۔ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا (اس نے کچھ بھی نہ پایا) جیسا اس نے گمان کیا وَوَجَدَ اللَّهَ (اور اس نے اللہ تعالیٰ کو پایا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے بدلے کو پایا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا يَجِدُ اللَّهُ

غفوراً رحیمًا [النساء: ۱۱] یعنی وہ اس کی مغفرت اور رحمت کو پائے گا۔ عِنْدَهُ (اپنے پاس) کا مرجع کافر ہے (کافر کے پاس) فَوْقَهُ حِسَابَهُ (پس اس نے پورا پورا دے دیا اس کا حساب) اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے دیا۔

سوال: والذین کفروا میں جمع لائے اور یہاں ضمائر واحد ذکر کیسے؟

جواب: ہر ہر کافر کا لحاظ کر کے ضمیر واحد لائے۔

وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ (اور اللہ جلد حساب لینے والے ہیں) کیونکہ اس کو شمار و حساب کی محتاجی نہیں اور ایک حساب اس کو دوسرے کے حساب سے مشغول نہیں کر سکتا۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کا حساب قریب ہے کیونکہ ہر آنے والا قریب ہے۔

حاصل آیت:

اس آیت میں اس شخص کے اعمال کو جو ایمان نہ رکھتا ہو اور نہ اعمال صالحہ میں طریق حق کی پیروی کرتا ہو مگر ان اعمال صالحہ پہ خوش گمانی رکھتا ہو کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کام دیں گے اور اس کے عذاب سے نجات کا باعث ہونگے پھر آخرت میں اس کی امید بھرنے آئے بلکہ اس کے اندازے کے خلاف واقع ہو۔ سراب سے تشبیہ دی جس کو کافر میدانِ حشر میں دیکھے گا۔ اور قیامت کے دن کی پیاس اس پر چھا چکی ہوگی وہ اس کو پانی سمجھ کر اس کی طرف جائے گا۔ تو وہاں اپنی امید کو بار آور نہ پائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو وہاں پائے گا۔ جو اسے پکڑ کر جہنم کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے۔ اور گرم پانی اور غساق پلائیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا گیا۔ عاملة ناصبة [الغافۃ: ۳۰] دوسری آیت میں وہم یحسبون انهم یحسنون صنعا [الکہف: ۱۰۴]

ایک قول: یہ آیت عقبہ بن ربیعہ بن امیہ کے متعلق اتری۔ اس نے زمانہ جاہلیت میں دین حق کی تلاش میں رہبانیت اختیار کر لی تھی جب اسلام آیا تو اس نے انکار کر دیا۔

۴۰: اَوْ كَظَلُمْتُ فِيْ بَحْرٍ (یا ان کے اعمال اندھیروں کی طرح ہیں جو سمندر میں ہوں) یہاں آو کا لفظ اسی طرح ہے جیسا کہ: او کصیب [البقرہ: ۱۹] میں ہے۔ لُجَّی (جو گہرا ہو) بہت زیادہ پانی والا گہرا۔ یہ اللج سے اسم منسوب ہے۔ لُجَّی پانی کا وہ حصہ جہاں پانی زیادہ ہو۔ یَغْشَاهُ (ڈھانپے اس کو) یعنی سمندر کو ڈھانپنے یا اس شخص کو ڈھانپنے اور اس پر غالب آ جانے اور اس پر چھا جائے۔ مَوْج (موج) پانی کی اٹھنے والی لہر مَوْجِ فَوْقَهُ مَوْج (اس موج کے اوپر موج ہو) مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ (اور اس کے اوپر پانی ہو) اوپر والی موج پر بادل ہو ظَلُمْتُ (اندھیرے) یعنی یہ اندھیرے ہیں۔ نمبر ۱۔ بادل کا اندھیرا نمبر ۲۔ موج کا اندھیرا نمبر ۳۔ سمندر کا اندھیرا۔ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں) لہر کا اندھیرا سمندر کے اندھیرے پر اور لہر کا اندھیرا دوسری لہر پر اور پھر بادل کا اندھیرا موج پر چھایا ہوا ہے۔

اِذَا اَخْرَجَ يَدَهُ (جب وہ اپنا ہاتھ نکالتا ہے) وہ شخص جو سمندر میں گرنے والا ہے۔ لَمْ يَكْذِبْ رَاحَا (وہ اپنے ہاتھ کو دیکھنے کے قریب بھی نہیں) یہ نہ دیکھنے میں مبالغہ ظاہر کرنے کیلئے فرمایا مطلب یہ ہے کہ وہ دیکھنا تو درکنار دیکھنے کے قریب بھی نہیں۔ فَكَانَتْ كَذٰلِكَ: ان کے اعمال کو اولاً نفع کے حاصل نہ ہونے بلکہ نقصان دہ ہونے کو سراب سے تشبیہ دی۔ اس کو وہ شخص قطعاً کام نہ آئے گا جس نے اس کو دور سے دھوکا دیا اور نہ ہی وہ اس کی رسوائی و ناکامی کیلئے کافی ہوگا۔ اگرچہ دوسرے کو جس طرح سراب سے کوئی

الْمُتَرَانَّ اللَّهُ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفَتْ كُلُّ قَدِّ

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور پرندے جو پر پھیلائے ہوئے ہیں ہر ایک نے

عِلْمَ صَلَاتِهِ وَتَسْبِيحِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝۴۱ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اپنی نماز اور تسبیح کو جان لیا ہے۔ اور جن کاموں کو لوگ کرتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے ملک ہے آسمانوں کا اور زمین کا

وَالِیُّ اللَّهِ الْمَصِيرُ ۝۴۲ الْمُتَرَانَّ اللَّهُ يُرْجَى سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَّامًا فَتَرَى

اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جاتا ہے۔ اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادل کو چلاتا ہے۔ پھر بادلوں کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہہ بہ تہہ بنا دیتا ہے۔ پھر اے مخاطب

الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خَلِيهِ وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ

تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے اور بادل سے یعنی بادل کے بڑے بڑے ٹکڑوں میں سے جو پہاڑ کی طرح ہیں اگلے برساتا ہے پھر ان کو جس پر

بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ ۝۴۳ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ۝۴۴

چاہتا ہے گرا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو ہٹا دیتا ہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی روشنی آنکھوں کو ختم کر دے۔

فائدہ نہ ہوا اس کو بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اس نے زبانیہ کو وہاں پالیا جو اس کو کھینچ کر آگ کی طرف لے جائیں گے۔ دوسری مرتبہ اس کے اعمال کو اندھیرے اور سیاہی میں تشبیہ دی۔ کیونکہ وہ اعمال باطل ہیں۔ اور نور حق سے خالی ہونے کو ظلمات سے تشبیہ دی۔ ایسے اندھیرے جو تہ بہ تہ ہوں جیسے موج بحر کا اندھیرا۔ امواج و سحاب کے اندھیرے۔ وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَالَهُ مِنْ نُورٍ (اور جس کو اللہ تعالیٰ نے روشنی عنایت نہ فرمائی ہو اس کو روشنی نہیں مل سکتی) جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیں وہ ہدایت نہیں پاسکتا۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

حدیث میں ہے کہ: خلق الله الخلق في ظلمة ثم رش عليهم من نوره فمن اصابه من ذلك النور اهتدى ومن اخطاه ضل۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا۔ پھر اپنا کچھ نور اس پر ڈال دیا پس جس پر اس نور کا کوئی چھینٹا پڑ گیا وہ ہدایت یاب ہو گیا۔ اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔

۴۱: اَلَمْ تَرَ (کیا آپ نے نہیں دیکھا) کیا تمہیں معلوم نہیں اے محمد ﷺ ایسا علم جو معائنہ کی طرح یقینی ہو۔ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفَتْ (کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے بھی اس حال میں کہ وہ اپنے پر پھیلائے ہوتے ہوں)

نَحْوُ: الطَّيْرِ کا عطف من پر ہے۔ اور صافات یہ الطیر سے حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ ہوا میں اپنے پر پھیلائے ہوں۔

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ (ان میں سے ہر ایک اپنی دعا اور تسبیح سے واقف ہے) علم میں ضمیر کل کی طرف راجع ہے۔ یا اللہ کی طرف راجع ہے۔ اسی طرح صلات اور تسبیح کی ضمیروں کے دونوں مرجع بن سکتے ہیں۔

الصَّلَاةُ بمعنی دعا۔ اس میں کوئی بعید بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ پرندوں کو ان کی دعا و تسبیح الہام کرتا ہو جیسا کہ ان کو دیگر دقیق علوم الہام کرتا ہے جن کو عقلاء کی عقل بھی دریافت نہیں کر سکتی۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ (اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کو جاننے والے ہیں) اس کے علم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

۴۲: وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے آسمان و زمین) کیونکہ وہ ان کا خالق ہے اور کسی چیز پر تملیک یہ مالکیت ہی کا اثر ہے۔ وَاللّٰهُ الْمَصِيْرُ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف تمام نے لوٹتا ہے۔)

۴۳: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزِجُ سَحَابًا (کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو ہنکاتا ہے) وہ چلا کر بھیجتا ہے جہاں وہ ارادہ فرماتا ہے۔

نَحْوُ: سحاب یہ جمع سحابہ کی ہے اس کی دلیل ثَمَّ يُؤَلَّفُ بَيْنَهُ (پھر ان کو جوڑتا ہے) ثَمَّ یُوْلَفُ بَيْنَهُ میں ہ کی ضمیر کو لفظ کا لحاظ کر کے مذکر لایا گیا ہے یعنی ان کو ایک دوسرے سے ملا کر یکجا کرتا ہے۔ ثَمَّ یَجْعَلُهُ رُكَّامًا (پھر اس کو تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے) تہہ بہ تہہ ایک دوسرے کے اوپر فتری الودق (پھر تم بارش کو دیکھتے ہو) یَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ (اس کے شگافوں سے نکلتی ہے) اس کے پھٹے ہوئے اور نکلنے کے مقامات سے۔ یہ خلل کی جمع ہے جیسے جبال جمع جبل کی ہے وَیَنْزِلُ (اور وہ اتارتا ہے)۔

قراءت: یُنَزِّلُ مکی و بصری نے پڑھا ہے۔

مِنَ السَّمٰوٰءِ (آسمان سے)

نَحْوُ: مَنْ اَبْدَا غَايَتَ کِلْمٍ ہے۔ کیونکہ اتارنے کی ابتداء آسمان سے ہوتی ہے۔ مِنْ جِبَالٍ (پہاڑوں سے)

نَحْوُ: مَنْ تَبْعِیْضِہِ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو آسمان کے بعض پہاڑوں سے اتارتے ہیں۔

فِیْہَا مِنْ بَرَدٍ (ان میں جو ازلے ہیں) یہ مَنْ بَیَانِیہ ہے۔ نمبر ۲۔ اول دونوں مَنْ اَبْدَاۓ اور یہ مَنْ تَبْعِیْضِہِ کیلئے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ ازلے اتارتا ہے آسمان سے پہاڑوں سے جو اس آسمان میں سے ہیں۔ اول صورت میں یَنْزِلُ کا مفعول مَنْ جِبَالٍ ہے۔ یعنی بعض پہاڑ اور معنی یہ ہوگا بعض پہاڑ جن میں ازلے ہیں آسمان میں اولوں کے پہاڑ قدرت کیلئے بعید و مشکل نہیں جیسے کہ زمین میں پتھر کے پہاڑ۔

نمبر ۳۔ پہاڑوں کے تذکرہ سے کثرت مراد ہے جیسا کہا جاتا ہے فَلَانِ یَمْلِكُ جَبَا لَا مِنْ ذَهَبٍ کہ فلاں کثیر دولت کا مالک ہے۔ یعنی آسمان سے کثرت سے ازلے برساتا ہے۔ فِیْصِیْبُہِ (پس وہ ازلے پہنچا دیتا ہے) یعنی وہ ازلے مَنْ یَّشَاءُ (جس کو وہ چاہتا ہے) جس انسان اور اس کی کھیتی پر گرانا چاہتا ہے۔ وَیَصْرِفُہُ عَنْ مَنْ یَّشَاءُ (اور جس سے چاہتا ہے پھیر لیتا ہے) پس وہ اس پر نہیں گراتا۔ نمبر ۲۔ جس کو چاہتا ہے وہ سزا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے اس سے اس کو سزا نہیں دیتا۔ یَغَادُ سَنَابِرُہِ (قریب ہے کہ اسکی بجلی کی چمک) سنا روشنی کو کہتے ہیں۔ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (آنکھوں کو جھپٹ لے) اچک لے اسکے ذریعہ۔

يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۚ ۴۱ وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ

اور اللہ رات اور دن کو بدلتا ہے اس میں ضرور عبرت ہے آنکھ والوں کے لئے، اور اللہ نے ہر چلتے والے جاندار کو

دَابَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ ۚ

پانی سے پیدا فرمایا پھر ان میں بعض وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ ۖ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ ۴۲

اور بعض وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قراءت: یزید نے یاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ بہ یذهب۔

۴۱: يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (اللہ تعالیٰ دن اور رات کو الٹ پلٹ کرتا ہے) لمبائی اور چھوٹائی کے مختلف ہونے کے ساتھ پھیرتا ہے ایک دوسرے کے پیچھے آنا ان فی ذلک (بیشک اس میں) بادلوں کے اس ملنے اور بارش اور سردی کے اتارنے، دن اور رات کے آنے جانے میں نشانیاں ہیں۔

لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ (البتہ عبرت ہے آنکھوں والوں کے لیے) عقل مندوں کیلئے۔

آیات کا ربط:

ربوبیت باری تعالیٰ پر دلائل ذکر فرمائے۔ نمبر ۱۔ آسمان وزمین میں ان کی تسبیح کا ذکر کیا۔ نمبر ۲۔ جو ان کے مابین اڑنے والے ہیں ان کا تسبیح کرنا اور اس سے دعا کرنا مذکور ہوا۔ نمبر ۳۔ بادلوں کو مسخر کرنا الی آخرہ یہ وجود باری تعالیٰ پر واضح دلائل ہیں اور غور و تدبیر کرنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ کی صفات کو واضح کرنے والے نشانات ہیں۔ پھر ایک اور دلیل اس انداز سے ذکر فرمائی۔ ۴۵: وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ

قراءت: حمزہ علی نے خالق کل پڑھا ہے۔

دابہ کی مراد:

دَابَّةٍ (ہر حیوان کو جو زمین پر ریٹکتا ہے) مِّنْ مَّاءٍ (پانی سے) نمبر ۱۔ ایک خاص نوع کے پانی سے جو اس دابہ کے ساتھ خاص تھا۔ نمبر ۲۔ ماء مخصوص یعنی نطفہ ہے۔ پھر نطفہ سے تخلیقات میں بعض کو کیڑے مکوڑے اور بعض کو چوپائے اور بعض کو انسان بنا دیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا یسقی بما ۚ واحد وفضل بعضها علی بعض فی الاکل [الرعد: ۳]

طریق استدلال:

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا کوئی خالق و مدبر ہے ورنہ ایک اصل سے یہ مختلف کیسے بن گئے۔

وجہ فرق: اس آیت میں ماء کو نکرہ لائے جبکہ دوسری آیت وجعلنا من الماء کل شیء حتی [الانبیاء: ۳۰] میں الماء معرفہ لایا گیا ہے؟

جواب: کیونکہ اس جگہ مقصود یہ تھا کہ حیوانات کی تمام اجناس کو جنس ماء سے پیدا فرمایا گیا ہے اور وہی ان کی اصل ہے اگرچہ ان کے درمیان بہت سے وسائط ہیں۔

قول بعض علماء:

نمبر ۱۔ اولاً اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا فرمایا پھر اس سے آگ پیدا فرمائی اور ہوا اور مٹی۔ پھر نار سے جنات کو پیدا فرمایا۔ اور ریح سے ملائکہ اور مٹی سے آدم اور دیگر دواب الارض کو پیدا فرمایا۔ جب دابہ کا لفظ ممیز اور غیر ممیز تمام کو شامل ہے پھر تمیز والوں کو غلبہ دیکر بقیہ پر وہی حکم لگا دیا۔ گویا تمام دواب تمیز والے ہیں اسی لئے فرمایا۔

پیٹ پر چلنے والے جاندار:

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِي عَلَى بَطْنِهِ (پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں) جیسے سانپ، مچھلی، نمبرا۔ اس میں پیٹ کے بل ریگنے کو استعارۃً مشی سے تعبیر فرمایا جیسا کہ امر مستمر میں کہا جاتا ہے قدمشی هذا الامر۔ نمبر ۲۔ بطریق مشاکلت فرمایا کیونکہ زاحف کو ماشی کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو دو ٹانگوں پر چلتے ہیں) مثلاً انسان، پرندے وَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِي عَلَى أَرْبَعٍ (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو چار ٹانگوں پر چلتے ہیں)۔ مثلاً بہائم۔

ترتیب عجیب:

اولاً ان کو لائے جو قدرت میں زیادہ فائق ہیں۔ اور وہ وہی ہیں جو آکے مشی کے بغیر چلتے ہیں مثلاً ٹانگیں وغیرہ پھر دوسرے نمبر پر دو ٹانگوں پر چلنے والے پھر چار ٹانگوں پر چلنے والے۔ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں) جس طرح چاہتے ہیں۔ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے) کوئی چیز اس پر مشکل نہیں۔

لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۴۶ وَيَقُولُونَ

واقعی بات یہ ہے کہ ہم نے ایسی آیات نازل کی ہیں جو بیان کرنے والی ہیں، اور اللہ جسے چاہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے، اور وہ لوگ کہتے ہیں

أَمَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا

کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور ہم فرماں بردار ہیں پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق روگردانی کر لیتا ہے، اور یہ لوگ

أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۴۷ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ

مؤمن نہیں ہے، اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دے تو ان میں سے ایک فریق

مُعْرِضُونَ ۴۸ وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ۴۹ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمْ

اسی وقت پہلو تہی کر لیتا ہے، اور اگر ان کا کوئی حق ہو تو اس کی طرف فرمانبردار بنے ہوئے چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں مرض ہے یا

ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۵۰ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۵۱

انہیں شک ہے یا انہیں اس بات کا خوف ہے کہ ان پر اللہ اور اس کا رسول ظلم کریں گے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ یہی لوگ ظالم ہیں۔

الْبَاقِي

۳۶: لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (تحقیق ہم نے واضح آیات نازل کی ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کی چاہتے ہیں راہنمائی فرماتے ہیں) اپنی مہربانی اور مشیت سے الٰہی صِرَاطِ مُسْتَقِيمِ (سیدھے راستہ کی طرف) دین اسلام کی طرف جو کہ جنت کی طرف پہنچانے والا ہے۔ پس یہ آیات تو اس کی حجت و دلیل کو لازم کرنے کیلئے ہیں۔

تین گروہ:

۳۷: جب آیات کے اتارنے کا ذکر ہو چکا اب اس کے بعد لوگوں کے تین گروہوں میں بٹ جانے کا ذکر کیا۔ نمبر ۱۔ ایک جماعت نے ظاہر ان آیات کی تصدیق اور باطناً تکذیب کی یہ منافق کہلائے دوسری جماعت نے ظاہر و باطن سے تصدیق کی یہ مخلصین کی جماعت ہے نمبر ۲۔ تیسرا گروہ اس نے ظاہر و باطن میں تکذیب کی یہ کافر ہیں۔ اسی ترتیب سے تذکرہ آ رہا ہے ارشاد فرمایا۔ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ (وہ اپنی زبانوں سے آمنا باللہ و بالرسول کہتے ہیں۔) وَأَطَعْنَا (اور ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی) ثُمَّ يَتَوَلَّى (پھر ایک جماعت اللہ تعالیٰ اس کے رسول کے حکم کو ماننے سے گریزاں ہے۔) فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ (اس اقرار کے بعد) آمنا باللہ و بالرسول و اطعنا۔ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ (حالانکہ وہ مؤمن نہیں ہیں) یعنی مخلص نہیں اس کہنے والوں کے قول آمنا اطعنا کی طرف اشارہ ہے فقط اس فریق کی طرف اشارہ نہیں جو معرض ہے اس میں اس بات کی اطلاع دی گئی ہے کہ ان تمام کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ جس کا سبب ان کا غلط اعتقاد و اعراض ہے۔ اگرچہ اعراض والی حرکت بعض سے سرزد ہوتی ہے مگر اعراض پر پورا طبقہ راضی اور خوش ہوتا ہے (اور رضاء بالکفر بھی کفر ہے۔)

۳۸: وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ (اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے) رسول اللہ ﷺ کی طرف۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہتے ہیں۔ اعجبی زید و کرمہ مراد اس سے کرم زید ہے مجھے زید کی سخاوت پسند ہے۔ لِيَحْكُمَ (تاکہ وہ فیصلہ کریں۔) رسول ﷺ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ (ان کے مابین تو اسی وقت ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی ہے) اچانک ایک گروہ اعراض کر جاتا ہے۔

شان نزول: یہ بشر منافق اور اس کے مخالف یہودی کے متعلق نازل ہوئی جبکہ دونوں کا ایک قطعہ زمین پر جھگڑا ہوا۔ یہودی اس کو رسول ﷺ کی خدمت میں لے جانے کی کوشش کر رہا تھا اور منافق کعب بن اشرف یہودی کے پاس لے جانا چاہتا تھا۔ اور کہتا محمد (ﷺ) ہم پر ظلم کریں گے (نعوذ باللہ)

۳۹: وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ (اور اگر واقعی ان کا حق ہوتا) جب ان کا حق دوسرے پر لازم ہوتا۔ يَأْتُوا إِلَيْهِ (تو رسول ﷺ) کی طرف آتے۔ (مُذْعِنِينَ) (دوڑتے ہوئے)۔

مخبر: یہ حال ہے۔ اور اطاعت میں جلدی کرتے ہوئے تاکہ اپنا حق طلب کریں اس لئے نہیں کہ آپ کے فیصلہ پر راضی ہوں۔ قول زجاج: الاذعان تیزی جس میں طاعت ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ آپ تو خالص حق اور قاعدل قائم فرمائیں گے۔ اس لئے آپ سے فیصلہ کرانے سے اعراض کرتے ہیں کیونکہ انہیں حق قبول کرنا پڑے گا۔ اور آپ ان کے مخالف کا حق ان سے چھین کر حقدار کے حوالے کریں گے۔ اور جب ان کا اپنا حق بنتا ہو اور مخالف ناحق پر ہو تو جلدی سے آپ کی طرف آتے ہیں۔ اور آپ کے فیصلہ میں سے ان کو اتنی بات پسند ہے کہ ان کا حق آپ ان کے مخالف سے لے کر انہیں دلائیں بس۔

اعراض کی تین وجوہ:

۵۰: أَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ (کیا ان کے دلوں میں کوئی بیماری ہے یا وہ شک میں پڑ گئے ہیں) یا وہ اُنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ (یہ اندیشہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی کرے گا) آپ کے فیصلہ سے اعراض کے معاملہ کو تقسیم کیا اور تین وجوہ بیان فرمائے۔ نمبر ۱۔ جبکہ فیصلہ ان کے خلاف جاتا ہو۔ کہ اولاً تو ان کے دل بیمار ہیں۔ ان میں منافقت بھری ہے۔ نمبر ۲۔ یا آپ کے معاملہ نبوت میں شک کرنے والے ہیں۔ نمبر ۳۔ یا پھر آپ کی طرف سے حق تلفی کا خدشہ ہے۔ پھر اس تیسری صورت کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں) یعنی ان کو یہ خطرہ نہیں کہ ان کی حق تلفی ہوگی کیونکہ وہ آپ کی حالت سے واقف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ظالم ہیں اور صاحب حق کا حق مار کر ظلم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کی مجلس میں یہ کرایا نہیں جاسکتا اسی وجہ سے آپ کے ہاں فیصلہ لے جانے سے کتراتے ہیں۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا

جب مؤمنین کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو ان کا کہنا یہی ہوتا ہے

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ

کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں، اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے

وَيَتَّقِ اللَّهَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۵۲﴾

اور اس کی نافرمانی سے بچے، سو یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔

۵۱: إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ (مسلمانوں کا قول) قول حسن رحمۃ اللہ: نَحْنُو: قول کا لفظ رفع سے پڑھا جائے گا۔ مگر نصب زیادہ قوی ہے کیونکہ دونوں اسموں میں سے پہلا تعریف میں دوسرے کی نسبت زیادہ مشغول ہونا چاہیے یہاں ان یقولوا جو کہ دوسرا اسم ہے وہ زیادہ مشغول ہے۔ قول المؤمنین کی بجائے۔ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ (جبکہ ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف کسی فیصلہ کے لئے بلایا جاتا ہے) تاکہ نبی اکرم ﷺ فرمائیں۔

قراءت: یزید نے لِيَحْكُمَ پڑھا ہے تاکہ ان کا فیصلہ کیا جائے۔ بَيْنَهُمْ (ان کے مابین) اس فیصلہ کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اتارا ہے۔ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا (بس یہ ہوتا ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں) ہم نے آپ کا ارشاد سنا۔ وَلَطَعْنَا (اور آپ کا حکم مانا) وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (وہ وہی کامیاب ہیں)۔ مفلح کا معنی فائز ہے۔

۵۲: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ (جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے) اپنے فرائض میں وَرَسُولَهُ (اور اس کے رسول کی) ان کے طرق میں وَيَخْشَ اللَّهَ (اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے) اپنے گزشتہ گناہوں کے سلسلہ میں وَيَتَّقِ اللَّهَ (اور وہ تقویٰ اختیار کرے) زمان مستقبل میں۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (وہی کامیاب ہونے والے ہیں)

نکتہ: کسی بادشاہ نے پوچھا کہ قرآن مجید میں کافیہ آیت کونسی ہے تو جواباً ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی۔ واقع میں یہ آیت کامیابی کے تمام اسباب کو جمع کرنے والی ہے۔

قراءت: وَيَتَّقِ ہاء کے سکون سے پڑھنا ابو عمرو، ابو بکر نے بنسبت وقف درست قرار دیا ہے اور حفص نے قاف کے سکون، کسرہ ہاء سے اور قاف اور ہاء کے کسرہ سے دوسروں نے پڑھا ہے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَا تُقْسِمُوا طَاعَةً

اور انہوں نے خوب مضبوطی کے ساتھ قسم کھائی کہ اگر آپ ہمیں حکم دیں گے تو وہ ضرور نکل جائیں گے۔ آپ فرما دیجئے کہ قسم نہ کھاؤ فرماں برداری

مَعْرُوفَةٌ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۳﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

پہچانی ہوئی ہے۔ بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا

سو اگر تم روگردانی کرو گے تو رسول کے ذمہ ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا۔ اور تمہارے ذمہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا اور اگر تم نے ان کی فرماں برداری کی تو ہدایت پانے والے بن

وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۵۴﴾

جاؤ گے اور رسول کے ذمہ صرف واضح طور پر پہنچانا ہے۔

منافقین کا طرزِ عمل:

۵۳: وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْْمَانِهِمْ (وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں) منافقین نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پکی قسمیں اٹھائیں ان کو جھد اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے اپنی پوری کوشش ان میں صرف کر دی۔ جھد یمینہ کو جھد نفسہ کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا۔ جبکہ وہ اس میں اپنی پوری وسعت و کوشش صرف کر دے اور یہ اسی وقت ہے جب وہ قسم میں مبالغہ کرے اور اس کی پختگی و تاکید میں انتہاء کر دے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: جس شخص نے اپنی قسم کے ساتھ باللہ کہا اس نے اپنی قسم کو انتہائی مضبوط کر دیا۔ اور اصل کلام اس طرح ہے اقسام جہد الیمین اے اقسام بجہد الیمین جہداً فعل کو حذف کر کے مصدر کو مقدم کر دیا اور اس کی جگہ رکھ کر مقبول کی طرف مضاف کر دیا۔ جیسا اس ارشاد میں ہے فضرب الرقاب [محمد: ۴] اس منصوب کا حکم حال والا ہے گویا اس طرح کہا گیا جاہدین ایمانہم اس حال میں کہ وہ اپنی قسموں میں کوشش کرنے والے ہیں۔

لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ (اگر آپ ہمیں حکم دیں گے تو ہم ضرور نکل کھڑے ہونگے) یعنی اگر ہمیں محمد ﷺ غزوہ کی طرف نکلنے کا حکم دیں گے تو ہم ضرور جائیں گے یا اگر ہمیں ہمارے گھروں سے نکلنے کا حکم دیں گے تو ہم ضرور نکل جائیں گے۔ قُلْ لَا تُقْسِمُوا (آپ ان سے کہہ دیں تم قسمیں مت اٹھاؤ) جھوٹی قسمیں نہ اٹھاؤ کیونکہ وہ گناہ کبیرہ ہیں۔ طَاعَةٌ مَعْرُوفَةٌ (تمہاری فرمانبرداری معلوم ہے) اس جھوٹے ایمان سے کھلی خالص اطاعت زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے۔

نحو: یہ مبتدأ ہے اس کی خبر محذوف ہے نمبر ۲۔ یہ خبر ہے اور اس کا مبتدأ محذوف ہے یعنی جو تم سے مطلوب ہے وہ معروف طاعت ہے جس میں کوئی اشتباہ نہ ہو اور نہ شک کیا جاسکے جیسا کہ مخلص مسلمانوں کی طاعت ہے وہ ایمان معتبر نہیں جس کی تم اپنے منہ سے

قسمیں اٹھاتے ہو۔ حالانکہ تمہارے دل اس کے مخالف ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے) جو تمہارے ضمائر میں ہے اس کو بھی جانتے ہیں۔ اور تمہارے مخفی راز اس کے سامنے ہیں وہ تمہیں رسوا کرے گا۔ اور تمہارے نفاق پر بدلہ دے گا۔

انکی طاعت سے اعراض پر آپ کا کچھ نقصان نہ ہوگا:

۵۴: قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (کہہ دیجئے! تم اللہ اور رسول کی طاعت کرو) التفات کی خاطر خطاب سے غائب کی طرف کلام کو موڑ دیا یہ ان کے روندنے کیلئے بلیغ انداز ہے۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ (اگر تم منہ موڑ لو تو رسول پر وہ لازم ہے جس کا بوجھ تم پر ڈالا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا بوجھ تم پر ڈالا گیا) مراد یہ ہے کہ اگر تم طاعت سے اعراض کرو گے تو ان کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا بلکہ تمہارا اپنا نقصان ہوگا۔ رسول کی ذمہ داری اتنی ہے جتنی اس پر ڈالی گئی اور ادائے رسالت کا ان کو مکلف بنایا گیا۔ جب انہوں نے پیغام کو پہنچا دیا تو وہ اپنی ذمہ داری سے نکل گیا۔ باقی تم پر ذمہ داری اس کی بات کو قبول کرنے اور یقین کرنے کی رہ گئی اگر تم نے وہ ادا نہ کی اور منہ موڑ لیا تو تم نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب کے حوالے کر دیا اور اس کے عذاب پر اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ وَإِنْ تَطِيعُوهُ تَهْتَدُوا (اگر تم اس کی طاعت کرو گے تو راہ پا جاؤ گے) یعنی اگر تم نے اطاعت کی ان تمام باتوں کی جن کا وہ تمہیں حکم دیتے اور منع کرتے ہیں تو ہدایت کا حصہ تم نے پالیا۔ نفع و نقصان بہر صورت ہماری طرف لوٹنے والے ہیں۔

آپ کی ذمہ داری پہنچا دینا ہے:

وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (اور رسول کے ذمہ تو فقط ان احکامات کا کھول کر پہنچا دینا ہے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو ان احکام کا پہنچا دینا ہے تمہارے قبول کر لینے میں ان کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی تمہارے اعراض سے ان کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ البلاغ کا معنی تبلیغ ہے۔ جیسا کہ الاداء بمعنی التادیۃ آتا ہے۔ امبین ظاہر۔ یہ اس لئے کہا کیونکہ وہ احکام آیات و معجزات کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔

رابطہ پھر مخلصین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا

اور تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ

اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ

ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور اس نے ان کے لئے جس دین کو پسند فرمایا ہے اسے ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے خوف کے بعد

مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ

ضرور ضرور امن سے بدل دے گا وہ میری عبادت کرتے ہیں میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جو شخص اس کے بعد ناشکری

ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٥﴾ وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا

کرے گا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔ اور نماز کو قائم کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور رسول کی فرماں برداری

الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ

کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے مخاطب ان کے بارے میں یہ ہرگز خیال نہ کر کہ روئے زمین میں عاجز کرنے والے ہیں،

وَمَا لَهُمْ النَّارُ ۖ وَلَيْْسَ الْمَصِيرُ ۚ ﴿٥٧﴾

اور ان کا نھکا نہ دوزخ ہے، اور البتہ وہ بری جگہ ہے۔

آیت تمکین فی الارض:

۵۵: وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وعدہ فرمایا) اس میں نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے۔ منکم یہ بیان وضاحت کیلئے ایک قول یہ ہے اس سے مراد مہاجرین ہیں اور من تبعیض کیلئے ہے۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ (ضرور بضرور ان کو زمین میں خلافت عنایت فرمائیں گے) ارض سے ارض کفار مراد ہے ایک قول ارض مدینہ مراد ہے۔

صحیح قول: یہ ہے کہ یہ عام ہے اس لئے کہ علیہ السلام کا ارشاد ہے لیدخلن هذا الدين على ما دخل عليه الليل۔ اس دین کو اللہ تعالیٰ وہاں تک داخل کرے گا۔ جہاں تک رات چھائی ہے۔ گمما استخلف جیسے اس نے خلیفہ بنایا۔ قراءت: ابوبکر نے استخلف پڑھا ہے۔

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ (ان لوگوں کو جو ان سے پہلے ہوئے اور ضرور بضرور تمکین عنایت فرمائے گا اس دین کو جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور ضرور بضرور بدل دے گا)۔

قراءت: لِيُبْدِ لَهُمْ كَوْتَحْفِيفٍ سے کی اور ابو بکر نے پڑھا ہے۔

مَنْ بَعْدَ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (ان کے خوف کو امن سے) اس میں نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو کفر پر غلبہ کا وعدہ فرمایا ہے اور ان کو زمین پر وارث اور خلفاء بنائے گا۔ وعدہ کیا ہے جس طرح کہ بنی اسرائیل کے ساتھ کیا جبکہ ان کو مصر و شام عنایت فرمائے اور وہاں پر قابض جبارہ کو ہلاک کر دیا۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی وعدہ فرمایا کہ پسندیدہ دین کو تمکین عنایت فرمائے گا اور یہ دین اسلام ہی ہے۔ تمکین سے مضبوطی و پختگی مراد ہے۔ نمبر ۳۔ ان کا قبیلہ ایمان لے آئے گا۔ اور موجودہ خوف کی حالت زائل ہو جائے گی۔ اور یہ اسی طرح ہوا کہ رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم دس سال تک مکہ میں خوف کی حالت میں اقامت پذیر رہے جب ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو صبح و شام ہتھیار بند رہتے یہاں تک کہ ان میں سے ایک کی زبان سے نکلا کیا ہم پر کوئی دن ایسا آئے گا کہ ہم ہتھیار رکھیں گے تو یہ آیت اتری اس پر علیہ السلام نے فرمایا تم پر زیادہ زمانہ نہ گزرے گا یہاں تک کہ تم میں ہر آدمی بڑے گروہوں میں اجتماع کے ساتھ بیٹھے گا اور اس وقت اس کے ساتھ ذرا سا ہتھیار بھی نہ ہوگا۔ (ابن جریر فی تفسیرہ) اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جزیرہ عرب پر غلبہ دیا اور انہوں نے مشرق و مغرب کے دور علاقے بھی فتح کر لیے قیصر و کسری کے ممالک کو چیر کر پارہ پارہ کر دیا اور ان کے خزانوں کے مالک بنے اور دنیا میں غالب رہے۔

لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي قَوْمٍ جَوْلَامٍ اور نون سے متصل تھی اس کو حذف کر دیا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ وعدہم اللہ واقسم اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا اور قسم اٹھائی يَسْتَخْلِفَنَّهُمْ۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو وقوع کے لحاظ سے قسم کی جگہ لایا گیا اور لوازمات قسم کو ذکر کر دیا گویا کہ اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر فرمایا لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ۔

يَعْبُدُونَنِي (وہ میری عبادت کرتے ہونگے) اگر تم اس کو جملہ مستانفہ بنا لو تو پھر اس کا کوئی محل اعراب نہیں گویا کلام اس طرح ہے مالہم يستخلفون ويؤمنون؟ پھر فرمایا يعبدونني اگر اس کو تم وعدہ اللہ سے حال بناؤ یعنی وعدہم اللہ فی حال عبادتہم کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ اس حالت میں فرمایا کہ وہ اس کی عبادت کرتے ہونگے اس صورت میں یہ محل نصب میں ہے۔ لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا (وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہونگے)۔

مَنْ يَعْبُدُونِ کے فاعل سے حال ہے یعنی يعبدونني موحدين وہ میری عبادت ایسی حالت میں کریں گے کہ توحید پرست ہونگے۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ حال پہلے حال سے بدل ہو۔

منکرین نعمت خلافت کو فاسق کہا:

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ (اور اس کے بعد جو لوگ کفر کریں گے) یعنی اس وعدہ کے بعد۔ یہاں مراد کفر سے کفرانِ نعمت ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا فکفرت بانعم اللہ [النحل: ۱۱۲]

فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ (پس وہی لوگ فاسق ہیں) یعنی فسق میں کمال کو پہنچنے والے ہیں اس لئے کہ وہ اس عظیم الشان نعمت کے منکر ہیں اور اس نعمت کو حقیر قرار دینے کی جسارت کی۔ علماء کہتے ہیں کہ اس نعمت کی سب سے اول ناشکری کرنے والے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے اس کے بعد کہ وہ آپس میں بھائی بھائی تھے اور امت کے امن کو خوف سے بدلا۔

واضح استدلال:

یہ آیت واضح دلیل ہے کہ خلقائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت برحق تھی کیونکہ جن ایمان والوں اور اعمال صالحہ والوں کے متعلق قسم اٹھائی گئی ہے وہ وہی ہیں۔

۵۶: وَاقِمُْوا الصَّلَاةَ (اور تم نماز کو قائم کرو۔)

حجۃ: اس کا عطف اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول پر ہے۔ اور فاصلہ خواہ زیادہ ہو اس سے عطف میں فرق نہیں پڑتا۔

وَ اتُوا الزَّكَاةَ وَ اطِيعُوا الرَّسُولَ (اور تم زکوٰۃ ادا کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو) جس کی طرف وہ بلا تے ہیں اطاعت رسول کو واجب ہونے کی بناء پر دوبارہ لایا گیا تاکہ مزید تاکید ہو جائے۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (تاکہ تم پر رحم ہو) تاکہ تم پر رحم کیا جائے اس لئے کہ یہ اعمال رحمت کو پہنچ کر لانے والے ہیں۔

رُحِمَ: اب ان کے بالمقابل کفار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

۵۷: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ (ہرگز کافر لوگ گمان نہ کریں کہ وہ زمین میں ہمیں تھکا دیں گے) وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر قابو نہ ہو۔

حجۃ: اس میں تاء خطاب کیلئے ہے جو نبی اکرم ﷺ کو کیا جا رہا ہے اور وہی فاعل ہے اور دو مفعول نمبر ۱۔ الذین کفروا اور نمبر ۲۔ معجزین ہیں۔

قراءت: شامی اور حمزہ نے یاء سے پڑھا ہے۔ فاعل نبی اکرم ﷺ ہی ہیں کیونکہ پہلے آپ کا تذکرہ ہوا اور الذین کفروا مفعول اول ہے جبکہ معجزین مفعول دوم ہے۔

وَمَا لَهُمُ النَّارُ (اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے)

حجۃ: اس کا عطف لا تحسبن الذین کفروا معجزین پر ہے۔ گویا کلام اس طرح ہے۔ الذین کفروا لا يفوتون الله وما واهم النار۔ کافر لوگ اللہ تعالیٰ سے بھاگ نہ سکیں گے اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے۔ وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ (اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔) المصیر کا معنی مرجع ہے اور وہ آگ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ

اے ایمان والو جو تمہارے مملوک ہیں اور تم میں سے وہ لڑکے جو بلوغ کو نہیں پہنچے تین وقتوں میں

مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ

اجازت لیا کریں، نماز فجر سے پہلے اور جس وقت تم دوپہر میں اپنے کپڑے اتار کر رکھتے ہو،

وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ طَيْسٌ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ

اور نماز عشاء کے بعد، یہ تین وقت تمہارے پردہ کے ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ تم پر اور ان پر کوئی گناہ

جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوْفُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ

نہیں ہے۔ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے ہیں، کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس، اللہ اسی طرح تمہارے لئے احکام بیان

الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٨﴾ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا

فرماتا ہے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے، اور تمہارے لڑکے جب حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اجازت لیں جیسے

أَسْأَدَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٩﴾

ان لوگوں نے اجازت لی جو ان سے پہلے ہیں، اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔

تین آیات کے درجات:

۵۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (اے ایمان والو! چاہیے کہ اجازت طلب کریں وہ لوگ جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ غلام یا غلام اور لونڈیاں اجازت لے کر گھر میں داخل ہوں۔ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ (اور تمہارے وہ لڑکے جو ابھی جوانی کو نہیں پہنچے) آزاد لڑکوں میں سے جو بچے ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے۔

قراءت: حُلُم اس کو سکون لام کے ساتھ تخفیف کے طور پر پڑھا گیا ہے۔

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (تین مرتبہ) دن اور رات میں اور وہ اوقات یہ ہیں۔ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ (فجر کی نماز سے قبل) کیونکہ یہ خوابگا ہوں سے بیداری کا وقت ہوتا ہے۔ اس میں نیند کے کپڑے اتارے اور بیداری کا لباس پہنا جاتا ہے۔ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ (اور جبکہ تم دوپہر کے وقت اپنے کپڑے اتارتے ہو) اور وہ دوپہر کا وقت ہے موسم گرما میں یہ بھی قیلول کیلئے زائد کپڑے اتارنے کا وقت ہے۔ اور نیند کے کپڑے زیب تن کئے جاتے ہیں۔

وَمِنْ بَعْدِ صَلَوةِ الْعِشَاءِ (عشاء کی نماز کے بعد) کیونکہ یہ وقت بھی بیداری کے کپڑے اتارنے اور خواب کے کپڑے پہننے کا ہوتا ہے۔ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ (یہ تین اوقات تمہارے لئے پردے کے ہیں) یعنی یہ اوقات ثلاثہ پردے کے ہیں۔
تَحْجُو: مبتدا اور مضاف کو حذف کر دیا ہے تقدیر کلام یہ ہے ہی ثلاث عورات۔ نصب کی صورت میں کوئی قراء نے پڑھا۔ مگر حفص نے مرفوع ہی پڑھا ہے۔ کوئی قراء نے ثلاث مرات سے بدل قرار دیا ہے ای اوقات ثلاث عورات۔
ان اوقات میں سے ہر وقت کو عورة کے لفظ سے تعبیر فرمایا کیونکہ ان اوقات میں آدمی اپنے تستر کو کم کرتا اور اس میں رخنہ اور شکاف ڈالتا ہے۔ اور العورة کا معنی شکاف ہے اور اسی سے الا عورة ہے جس کی آنکھ میں خلل ہو دوسرے مقام پر فرمایا ان بیوتنا عورة۔
شان نزول: ایک انصاری غلام مدح بن عمرو دو پہر کے وقت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور آپ کا کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت میں بلا اذن داخل ہونے سے منع فرمادیں۔ وہ غلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

رابطہ: اگلی آیات میں ان تین اوقات کے علاوہ اوقات میں استیذان کی اجازت موقوف کی گئی۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ (ان تین اوقات کے علاوہ اوقات میں بغیر اجازت کے آنے میں تمہیں اور انہیں کوئی گناہ نہیں) یعنی نہ تو تم پر گناہ ہے اور نہ ہی ان مذکورین پر کوئی گناہ ہے کہ ان کے علاوہ اوقات میں اگر وہ بلا استیذان داخل ہو جایا کریں۔

عدم استیذان کی علت:

رابطہ: اب عدم استیذان کی علت واضح کی طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ (وہ تمہارے ہاں بار بار آنے والے ہیں) وہ گھریلو ضروریات میں بار بار آنے والے ہیں۔ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ (ایک دوسرے پر) یہ مبتدا خبر ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے بعضکم طائف علی بعض۔ طائف کو حذف کر دیا کیونکہ طوافون اس پر دلالت کر رہا ہے۔

نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ پورا جملہ ماقبل کا بدل ہو۔ نمبر ۳۔ جملہ مبینہ مؤکدہ بھی بن سکتا ہے تقدیر کلام اس طرح ہوگی ان بکم و بہم حاجة الى المخالطة والمداخلة يطوفون عليكم للخدمة وتطوفون عليهم للاستخدام تمہیں اور انہیں میل جول اور آنے جانے کی بار بار ضرورت ہوگی۔ خدمت کیلئے اور تم ان سے خدمت لینے کیلئے بار بار آؤ جاؤ گے۔ پس اگر استیذان ان کو ہر وقت لازم کر دیا جائے تو اس سے تنگی پیدا ہوگی اور وہ نص کی وجہ سے شرعاً اٹھالی گئی ہے۔

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ (اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہاری خاطر آیات کو کھول کر بیان فرماتے ہیں) جیسا کہ استیذان کا حکم کھول کر بیان کیا اسی طرح دیگر آیات کو وضاحت سے بیان فرماتے ہیں۔ جن میں تمہیں بیان کی ضرورت ہے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں) اپنے بندوں کی مصلحتوں کو حکیم (حکمت والے ہیں) اس کی مراد کو بیان کرنے میں۔

حکم بلوغت:

۵۹: وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمْ (اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں) مراد احرار ہیں غلام مراد نہیں۔ الْحُلُمُ (بلوغت)

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ

اور جو عورتیں بیٹھ چکی ہیں جنہیں نکاح کرنے کی امید نہیں ہے سو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر

ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٦٠

رکھ دیں بشرطیکہ زینت کا اظہار کرنے والی نہ ہوں، اور یہ بات کہ پرہیز کریں ان کے لئے بہتر ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

حکم بمعنی احتلام ہے یعنی بلوغت کو پالینا اور وہ بچے گھر میں داخل ہونا چاہیں۔ فَلْيَسْتَأْذِنُوا (پس چاہئے کہ وہ اجازت طلب کریں) تمام اوقات میں کَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جیسے ان لوگوں نے اجازت طلب کی جو ان سے قبل ہوئے) یعنی وہ لوگ جو ان سے قبل بالغ ہوئے اور وہ مرد ہیں نمبر ۲۔ وہ لوگ مراد ہیں جن کا تذکرہ ہوا پہلے اس ارشاد میں ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بِيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا [النور: ۶۷]

تین اوقات کے علاوہ بچوں کا بلا اجازت داخلہ:

مطلب یہ ہے کہ بچوں کو بلا اجازت داخلے کی اجازت ہے سوائے ان تین اوقات کے ان میں ان کو بھی اجازت لے کر آنا ہوگا۔ جب وہ اس کے عادی ہو جائیں گے۔ پھر وہ بلوغت کی عمر کو پہنچیں گے یا احتلام کی علامت سے بالغ ہونگے۔ تو پھر ان سے بلا اذن داخل ہونے کی عادت چھوڑ دینی ہوگی اور ان کو اس بات کا ذمہ دار بنایا جائے گا۔ کہ وہ بھی بڑوں کی طرح اجازت لے کر آیا کریں۔ حالانکہ لوگ اس بات سے غافل ہیں۔

قول ابن عباس: تین آیات ہیں جن کا لوگوں نے زور سے انکار کر دیا ہے نمبر ۱۔ تمام کا اجازت لینا نمبر ۲۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم [الحجرات: ۱۳] نمبر ۳۔ اذا حضر القسمة [النساء: ۸] سعید بن جبیر کا قول ہے کہ لوگ کہتے ہیں یہ منسوخ ہے اللہ کی قسم! یہ آیت منسوخ نہیں۔

كَذَلِكَ يبينُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ (اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں) لوگوں کی مصلحتیں حَکِيمٌ (حکمت والے ہیں)۔ (ان احکامات میں جن کو کھول کر بیان کیا)

۶۰: وَالْقَوَاعِدُ (اور بڑی بوڑھی عورتیں) یہ قاعد کی جمع ہے۔ یہ عورت کی مخصوص صفات میں سے ہے جیسے طالق اور خالص۔ مراد یہ ہے وہ عورتیں جو اولاد اور حیض سے زیادتی عمر کی وجہ سے بیٹھ جائیں۔ مِنَ النِّسَاءِ (عورتوں میں سے) مَحْجُورٌ: یہ حال ہے۔

الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا (وہ عورتیں جو نکاح کی طمع نہ رکھتی ہوں)

مَحْجُورٌ: یہ محل رفع میں القواعد مبتدأ کی صفت ہے اور خبر فلیس علیہن جناح ہے۔

فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ (پس ان پر کوئی گناہ نہیں)

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى

نہ تو نابینا آدمی کے لئے کوئی مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کے لئے کوئی مضائقہ ہے اور نہ مریض کے لئے کوئی مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے

أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ امَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ

کوئی مضائقہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے،

أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ

یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموں کے گھروں سے، یا اپنی خالائوں کے

خَلَاتِكُمْ أَوْ مِمَّا مَلَكَتُمْ مَفَاتِحَهُ أَوْ صَدِيقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا

گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیوں کے تم مالک ہو، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے کھاؤ، تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ سب مل کر

جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةٌ مِّنْ

کھاؤ یا الگ الگ، سو جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے

عِنْدَ اللَّهِ مُبْرَكَةٌ طَيِّبَةٌ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١١﴾

دعاء مانگنے کے طور پر، جو مبارک ہے پاکیزہ ہے، اللہ اسی طرح تمہیں اپنے احکام بتاتا ہے تا کہ تم سمجھ لو۔

نَحْوُ: الف لام کی وجہ سے مبتداء میں شرط کا معنی پایا جاتا تھا اس لئے شرط پر فاء لائی گئی۔

أَنْ يَضَعْنَ کہ وہ (اپنے زائد کپڑے) اتار دیں اس بات میں کہ وہ اپنے زائد کپڑے اتار دیں۔ ثِيَابَهُنَّ (اپنے کپڑے) یعنی ظاہری کپڑے جیسے اوپر اوڑھنے والا کپڑا۔ دوپٹے کے اوپر منہ پر ڈالنے والا جلباب۔ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ (وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کرنے والی ہوں) وہ زینت کو (غیر مردوں) کے سامنے ظاہر کرنے والی نہ ہو۔ الزينة سے مراد خفیہ چیزیں مثلاً بال، سینہ، پنڈلی، وغیرہ ان کے اتارنے سے تبرج مقصود نہ ہو۔ بلکہ کپڑوں کو ہلکا کرنا ہو۔

تبرج کی حقیقت:

جس کا چھپانا واجب ہو اس کے اظہار میں تکلف سے کام لینا۔ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ (اور اگر وہ اس سے اجتناب کریں) اگر وہ کپڑے اتارنے سے اجتناب کریں اور کپڑے پہنے رکھیں تو بہت بہتر ہے۔

نَحْوُ: وہ مبتداء ہے اور اس کی خبر خیر لہن ہے۔

خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (تو ان کے لئے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو سننے والے ہیں) جو وہ ظاہر کہیں اور علیم یعنی (جاننے والے ہیں) ان کے مقصود کو۔

۶۱: لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ (اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی ہے اور نہ مریض پر کوئی تنگی ہے)۔

معذورین کا حکم:

قول سعید بن مسیب رحمہ اللہ ہے کہ مسلمان جب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوات میں نکلتے تو اپنی چابیاں نابیناؤں، مریضوں اور لنگڑوں اور اپنے اقارب کو دے جاتے اور ان کو اپنے گھروں سے کھانے پینے کی اجازت دے جاتے۔ مگر یہ لوگ اس بات میں تنگدلی محسوس کرتے کہ شاید انہوں نے دل سے اجازت نہ دی ہو۔ پس یہ آیت اتری اور ان کی رخصت کا ذکر فرمایا۔

بلا تکلف کھانے کے مقامات:

وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ (اور نہ تمہارے اپنے نفسوں پر کوئی حرج ہے)۔ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ (کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ)۔ یعنی اپنے اولاد کے گھروں سے کیونکہ آدمی کی اولاد اس کا بعض حصہ ہوتا ہے اور اس کا حکم اپنی ذات کا حکم رکھتا ہے اسی لئے اولاد کا ذکر آیت میں نہیں کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَنْتَ وَ مَالِكَ لَا بَيْتَ)) (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ) یا اپنی ازواج کے گھروں سے کیونکہ زوجین ایک نفس کی طرح ہیں پس عورت کا گھر مرد کا اپنا گھر ہے۔

اَوْ بِيُوْتِ اٰبَائِكُمْ اَوْ بِيُوْتِ عَمَّتِكُمْ اَوْ بِيُوْتِ اٰخْوَالِكُمْ اَوْ بِيُوْتِ خَلَتِكُمْ (یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا ماؤں کے گھروں سے یا بھائیوں کے گھروں سے یا بہنوں کے گھروں سے یا چچاؤں کے گھروں سے یا پھوپھیوں کے گھروں سے یا ماؤں کے گھروں سے یا خالاؤں کے گھروں سے)۔ کیونکہ ان کی طرف سے دلالت اجازت ثابت ہوتی ہے۔ اَوْ مِمَّا مَلَكَتُمْ مَفَاتِحُہُ (یا جن کی کنجیوں کے تم مالک ہو)۔ مفاتح جمع مفتاح کی ہے جس سے کسی بند چیز کو کھولا جائے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: آدمی کا وکیل اور زمین کا نگران، چوپایوں کا نگران مراد ہے وہ اس کی حفاظت اور اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ایک قول: اس سے غلام کا گھر مراد ہے کیونکہ غلام کے پاس جو کچھ ہے وہ تمام آقا کا ہے۔

اَوْ صَدِيقُكُمْ (یا دوستوں کے گھروں سے) بیوت اصداقائکم (اپنے دوستوں کے گھروں سے)۔

صدیق: ایک بھی ہو سکتا ہے اور کئی بھی ہو سکتے ہیں۔ صدیق وہ ہے جو تیری محبت میں سچا ہو اور تو اس کے ساتھ دوستی میں مخلص ہو۔ گزشتہ زمانہ میں لوگ اپنے دوستوں کے گھروں میں داخل ہو کر اس کی غیر موجودگی میں اس کی لونڈی سے روپوں کی تھیلی مانگتے اور اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لیتے۔ جب وہ واپس لوٹتا تو خوشی سے لونڈی کو آزاد کر دیتا۔ مگر آج کل طبائع میں بخل کا غلبہ ہو چکا اس لئے بغیر اجازت کھانا جائز نہیں ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا (تم پر کوئی گناہ نہیں مل کر کھانے میں) اکٹھا اَوْ اَشْتَاتًا (یا متفرق)۔ اشتات جمع شت کی ہے۔

نشان نزول: یہ بنی لیث بن عمرو کے متعلق نازل ہوئی وہ الگ کھانے کو گناہ قرار دیتے۔ بعض اوقات انتظار میں صبح سے شام ہو جاتی۔ اگر کوئی بھی نہ ملتا تو اتنا کھا لیتے جو ضرورت کو پورا کرتا۔ یا بعض انصار کے متعلق اتری۔ کہ جب ان کے ہاں کوئی مہمان آتا تو

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ

ایمان والے وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ رسول کے ساتھ کسی ایسے کام کیلئے جمع ہوتے ہیں جس کے لئے جمع کیا گیا

لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

تو اس وقت تک نہیں جاتے جب تک ان سے اجازت نہ لیں، بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان

وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأَذِنَ لِمَن شِئْتَ مِنْهُمْ

رکھتے ہیں، سو جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جسے چاہیں اجازت دیدیں

وَأَسْتَغْفِرُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ

اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے، تم اپنے درمیان رسول اللہ کے بلانے کو ایسا مت سمجھو

كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ

جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بے شک اللہ ان کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ میں ہو کر کھٹک جاتے ہیں سو جو لوگ رسول کے

الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ

حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ ان پر کوئی مصیبت آپڑے یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے

وہ اپنے مہمان کے ساتھ مل کر کھاتے۔ یا کھانے پر اجتماع کو گناہ خیال کرتے تھے کیونکہ لوگوں کے طبائع کھانے میں مختلف ہیں۔ بعض کچھ لوگ زیادہ کھاتے ہیں دوسرے کم فاذا دخلتم بيوتا (جب تم گھروں میں داخل ہو) یعنی ان مذکورہ گھروں میں کھانے کیلئے داخل ہو۔ فسلموا على أنفسكم (تو اپنیوں کو سلام کرو) تم گھر والوں کو سلام کرنے میں پہل کرو۔ جو دین و قرابت کے لحاظ سے تمہیں میں سے ہیں۔ بیوتا سے خالی گھر مراد ہیں یا مساجد۔ تو تم اس طرح کہو السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين۔

تَحِيَّةٌ (بطور دعا) یہ سلمو کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ یہ تسلیمنا کے معنی میں ہے جیسے قعدت جلوسا۔ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جو کہ اس کے حکم سے ثابت ہے اور اس کی طرف سے مقرر ہوا ہے۔ یا سلام اور دعا طلب سلامتی کا نام ہے اور جس کو سلام کیا گیا اس کے لئے زندگی کا پیغام ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے۔ مَبْرُكَةً طَيِّبَةً (مبارک پاکیزہ) اس کی تعریف برکت اور طیب کے الفاظ سے کی۔ کیونکہ یہ تو ایک مؤمن کی دوسرے مؤمن کے حق میں دعا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے وہ اضافہ کا امیدوار ہے اور پاکیزہ رزق کا خواہش مند ہے۔

كَذَٰلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کھول کر تمہارے لئے احکامات کو بیان کرتے ہیں تاکہ تم سمجھو) تاکہ تم سمجھو اور عقل کرو۔

۶۲: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهُ عَلٰى اَمْرٍ جَامِعٍ (مؤمن حقیقت میں صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں ہوتے ہیں) جامع سے ایسا کام جس کے لئے لوگوں کو مجتمع کیا گیا مثلاً جہاد، لڑائی کی تجاویز و مشورہ، جمعہ و عیدین بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا جانے والا ہر اجتماع۔ لَمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ (وہ اس وقت تک وہاں سے نہیں جاتے جب تک اجازت نہیں لیتے) وہ اپنے لئے اجازت لیتے ہیں۔
عظیم جنایت:

مجلس رسول ﷺ سے بلا اذن چلے جانے کا سخت گناہ ہونا اس طرح بیان فرمایا کہ اولاً ایمان یا اللہ اور پھر ایمان بالرسول پھر تیسرے نمبر پر بلا اجازت نہ جانے کو ذکر کر کے پہلی دونوں باتوں کو اس کے لئے تشبیہ قرار دیا۔ اور ان کے تذکرہ کو پھیلا یا۔ اور اس کے ساتھ جملہ کو انما کلمہ حصر کے ساتھ لائے اور المؤمنون کو مبتدأ لائے اور اسم موصول سے اس کی خبر ذکر کی جس کا صلا ان دونوں قسموں کا احاطہ کرنے والا ہے۔ پھر تاکید و تشدید میں اضافہ کیلئے دوسرے اسلوب سے اسی کا اعادہ فرمایا۔

مجلس کے استیذان کے ساتھ جانا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اور اس کے ضمن میں ایک اور چیز کا اضافہ فرمایا۔ استیذان ان کو دونوں ایمانوں کیلئے مصداق کے طور پر ذکر کیا۔ اور منافقین کے حال پر تعریض فرمائی اور ان کا مخفی طور پر کھسک جانا ذکر کیا۔ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ (جب وہ آپ سے اجازت طلب کریں) واپس لوٹنے کی بعض شانہم (اپنے کسی کام کی غرض سے) فَاِذْنُ لِّمَنْ يَشْتِئُ مِنْهُمْ (تو تم جس کو چاہو اجازت دو ان میں سے) اس میں آنحضرت ﷺ کی عظیم شان کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور ان کیلئے استغفار کرو اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہیں) اجازت طلب کرنے والوں کے ساتھ استغفار کا تذکرہ بتلارہا ہے کہ افضل تو یہی ہے کہ وہ اجازت نہ لیں۔

قول علماء یہ ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے علماء اور دین و علم میں مقدم لوگوں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک رکھیں ان کے ساتھ معاونت کریں اور ان کی اجازت کے بغیر وہاں سے نہ جائیں۔ ایک قول یہ ہے یہ آیت خندق کے دن اتری۔ منافقین اپنے گھروں کو بلا اجازت لوٹ آتے تھے۔

۶۳: لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۤءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۤءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو ایسا قرار نہ دو جیسا تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو) جب رسول اللہ ﷺ کو کسی اجتماعی معاملے کیلئے تمہاری ضرورت ہو اور وہ تمہیں بلائیں تو ان کے بلانے کو ایک دوسرے کے بعض امور کیلئے بلانے پر قیاس نہ کرو۔ اور بلا اذن مجمع سے لوٹنے کو اپنے مجمع کی طرح مت خیال کرو۔

آپ کا نام عظمیٰ لو:

یا نمبر ۲۔ آپ ﷺ کا نام لے کر حضور علیہ السلام کو مت بلاؤ جیسا کہ تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ اس کا وہ نام لیتے ہو جو اس کے والدین نے رکھا ہو تم یا محمد (ﷺ) کہہ کر مت آواز دو۔ بلکہ یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ جیسے توقیر و عظمت کے الفاظ بلکی باادب

الْاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ

خبردار بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، بلاشبہ وہ جانتا ہے کہ تم کس حال پر ہو، اور جس دن وہ اس کی طرف

اِلَيْهِ فَيَنْبِئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۷﴾

لوٹائے جائیں گے وہ اس دن کو بھی جانتا ہے۔ پھر وہ انہیں بتلا دے گا جو عمل انہوں نے کئے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

آواز سے استعمال کرو۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتے ہیں جو تھوڑے تھوڑے کر کے کھسک جاتے ہیں) تھوڑے تھوڑے کر کے نکل جاتے ہیں۔ مِنْكُمْ لَوْ اِذَا (تم میں سے مخفی طور پر)

مُخْفَوْنَ: یہ حال ہے اسی ملاو ذین اور اللوا ذو الملاو ذہ وہ اس کی پناہ لے اور یہ اس کی پناہ لے یعنی وہ جماعت سے خفیہ طور پر ایک دوسرے کی اوٹ میں کھسک جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے چھپ کر نو دو گیارہ ہوتے ہیں۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہ (پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے) یعنی وہ لوگ جو آپ کے حکم سے کتراتے ہیں مومنوں کو چھوڑ کر وہ منافق ہیں۔ محاورہ عرب یہ ہے خالفہ الی الامر جب اس کی طرف جائے دوسروں سے کترا کر اور ان کو چھوڑ کر۔ اس ارشاد میں یہی معنی ہے۔ وما ارید ان اخالفکم الی ما انھا کم عنہ۔ [ہود: ۸۸]

خالفہ عن الامر اس وقت بولتے ہیں جبکہ اس سے رک جائے دوسروں سے کترا کر۔

مُخْفَوْنَ: امرہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ یا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے اس کی اطاعت سے اور اس کے دین سے۔ اور یحذر کا مفعول ان تصیبہم فتنہ ہے۔ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ (کہ ان پر کوئی آفت نہ آن پڑے) فتنہ کا معنی دنیا میں عذاب یا قتل یا زلزلہ اور خوف یا ظالم حکمران کا تسلط یا دل کی سختی جو معرفت رب سے رکاوٹ بن جائے۔ یا بطور استدراج وسعت دنیا۔ اَوْ يُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (یا ان کو دردناک عذاب) (آخرت میں) پہنچے گا۔ دلالت آیت: امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

مالک عالم الغیب وہی ہے اس سے کسی کی جہالت کیسے چھپ سکتی ہے:

۶۳: اَلَا اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (خبردار بیشک اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے) (الایہ حرف تنبیہ ہے اس لئے لایا گیا تاکہ وہ اس ذات کے حکم کی مخالفت نہ کریں۔ جو آسمان و زمین کا مالک ہے۔ قَدْ يَعْلَمُ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ (تم جس حالت پر ہو وہی اس کو جانتا ہے) یہاں قد کو لائے تاکہ تاکید کر دی جائے کہ جس منافقت اور دین کی مخالفت پر وہ چل رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں قطعی طور پر ہے۔ جب علم میں ہے تو انہیں پھر اس کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے۔

مطلب یہ ہے آسمان و زمین کی ہر چیز تخلیق میں اس کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور مالک بھی وہی ہے اور ان کو جانتا بھی وہی ہے

پس منافقین کی حالت اس سے چھپی ہوئی کس طرح رہ سکتی ہے خواہ وہ چھپنے کی کتنی کوشش کریں۔ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْہِ (اور جس روز لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا کر لائے جائیں گے)

قراءت: یُرْجَعُوْنَ یعقوب نے یاء کے فتح اور جیم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوگا وہ اس دن کو بھی جانتا ہے جس دن وہ اس کی بارگاہ میں جزاء کیلئے لوٹیں گے وہ قیامت ہی کا دن ہے۔

خطاب و غیبت:

قد یعلم ما انتم علیہ و یوم یرجعون الیہ میں خطاب و غیبت کے صیغے یہ بھی جائز ہے کہ تمام منافقین کیلئے ہوں بطور التفات۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ما انتم علیہ عام ہو اور یرجعون منافقین کیلئے ہو۔ فَيُنَبِّئُهُمْ (پس وہ ان کو مطلع فرمائیں گے) قیامت کے دن بِمَا عَمِلُوْا (اس پر جو انہوں نے عمل کئے) جو بد اعمالیاں انہوں نے چھپائیں وہ ان کو ان پر واقعی سزا دیں گے۔ وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے)۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ النور منہر پر حج کے ایام میں پڑھی۔ اور اس کی ایسے انداز سے تفسیر فرمائی کہ اگر اہل روم اس کو سن لیتے تو وہ ضرور مسلمان ہو جاتے۔

الحمد لله حمداً کما امر والصلوة والسلام علی رسولہ افضل الخلق والبشر اما بعد سورۃ النور کی تفسیر کا ترجمہ آج لیلۃ

الجمعة ۲۲ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ اختتام پذیر ہوا۔ الموافق ۲۷ دسمبر ۲۰۰۲

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ بِكَتَبِهِ وَفُوحِ سَبْعٍ وَسَبْعِينَ آيَةً نَزَّلَتْ كَوْعًا

سورہ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اس میں ستر آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝۱ الَّذِي لَهُ مَلِكُ

وہ ذات باہرکت ہے جس نے اپنے بندہ پر فیصلہ کرنی والی کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ جہانوں کا ڈرانے والا ہو جائے، اللہ کی وہ ذات ہے جس کے لئے ملک ہے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا ۖ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ

آسمانوں کے اور زمین کے اور اس نے کسی کو اپنی اولاد قرار نہیں دیا، اور حکومت میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور اس نے ہر چیز کو پیدا

شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا ۝۲ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ

کیا، پھر اس کا ٹھیک اندازہ مقرر فرمایا، اور لوگوں نے اس کے علاوہ معبود بنا لئے جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور حال یہ ہے کہ وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور وہ

يَخْلُقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ ۖ لَا نَفْسٌ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً

اپنی جانوں کے لئے کسی ضرر اور کسی نفع کے مالک نہیں ہیں، اور نہ وہ کسی کی موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ حیات کا،

وَلَا نُشُورًا ۝۳ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا افْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ

اور نہ کسی کو زندہ کر کے اٹھانے کا، اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے صرف ایک جھوٹ ہے جسے اپنے پاس سے بنالیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس

قَوْمًا آخَرُونَ ۖ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا ۝۴ وَقَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۖ اكْتَتَبَهَا

بارے میں اس کی مدد کی ہے، سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کو لکھ آئے، اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ پرانے لوگوں کی باتیں ہیں جو منقول ہوتی چلی آتی ہیں جن کو اس نے نکھولیا ہے

فَهِىَ ثَمَلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝۵ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ

سو وہی صبح شام اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اس کو اس ذات نے نازل فرمایا ہے جو چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے آسمانوں میں سون

وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝۶ وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ

یا زمین میں، بلاشبہ وہ بخشنے والا ہے مہربان ہے اور ان لوگوں نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے

وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۖ لَوْلَا أَنْزَلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ۝۷ أَوْ يُلْقَىٰ

اور بازاروں میں چلتا ہے اس پر کیوں نہیں نازل ہوا ایک فرشتہ جو اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا، یا اس کی طرف کوئی

إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا

خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس میں سے کھاتا، اور ظالموں نے کہا کہ تم ایسے ہی آدمی کا اتباع کرتے ہو جس پر

مَسْحُورًا ۝۸ أَنْظِرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۝۹

جادو کیا گیا ہے، آپ دیکھ لیجئے انہوں نے آپ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کی ہیں سو وہ گمراہ ہو گئے پھر وہ کوئی راہ نہیں پائیں گے۔

تبارک اور فرقان کا معنی:

۱: تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (بڑی خیر والا ہے وہ جس نے قرآن کو اپنے بندے پر تھوڑا تھوڑا) عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَلَمِينَ نَذِيرًا (اتار انا کہ وہ سارے جہانوں کیلئے ڈرانے والا ہو)۔ تبارک یہ البرکۃ سے تفاعل کے وزن پر ہے۔ اور البرکت خیر کثیر اور اس کے اضافہ کو کہتے ہیں۔ تبارک اللہ کا معنی اس کی بھلائی بڑھنے والی ہے اور کثیر ہونے والی ہے۔ نمبر ۲۔ ہر چیز سے بڑھنے والی ہے اور ہر چیز سے اپنی صفات و افعال میں بلند ہے۔ یہ تعظیمی کلمہ ہے جو اللہ وحدہ لا شریک کیلئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی مجرد حسب باب سے آتی ہے (البتہ مزید کی گردان نہیں آتی کیونکہ یہ صفت باری کیلئے خاص ہے)

الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (وہ جس نے قرآن مجید کو اتارا) الفرقان مصدر ہے جو دو چیزوں کے مابین جدائی کیلئے آتا ہے قرآن کو فرقان کہنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ قرآن حق و باطل میں جدائی ڈالتا ہے حلال و حرام کو الگ کرتا ہے نمبر ۲۔ اسلئے کہ اکٹھا نازل نہیں ہوا۔ بلکہ اترنے میں جدا جدا اور تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ جیسا اس آیت میں مذکور ہے۔ وقرءانا فرقناه لتقرأ علی الناس علی مکث و نزلنہ تنزیلاً [الاسراء: ۱۰۶]

عَلَى عَبْدِهِ (اپنے بندے پر) یعنی محمد ﷺ پر لِيَكُونَ (تاکہ ہو وہ) بندہ یا فرقان لِلْعَلَمِينَ (جہان والوں کیلئے) جنات و انس کیلئے۔ رسالت کا عام ہونا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ نَذِيرًا (ڈرانے والا) نذیر منذر کے معنی میں ہے یا نذیر بمعنی انذار ہے جیسا تکوین کا معنی انکار ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں یہی معنی ہے فکیف کان عذابی و نذیر [القم: ۱۶]

۲: الَّذِي (وہ اللہ تعالیٰ)

مَحْجُور: نمبر ۱۔ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ نمبر ۲۔ یہ الذي نزل کا بدل ہے۔ اور بدل مبدل منہ میں لیکن کا فاصلہ جائز ہے کیونکہ مبدل منہ کا صلہ نزل ہے اور لیکن اس کی علت ہے گویا مبدل منہ اسی سے مکمل ہوا۔ نمبر ۳۔ یہ منصوب علی المدح ہے۔

ہر چیز کا ایک موجد:

لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (اسی کا اقتدار آسمانوں اور زمین میں ہے) خالص وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا (اور اس نے بیٹا نہیں بنایا) جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے عزیر اور مسیح علیہ السلام کے بارے میں خیال کیا۔ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ (اور نہ ہی حکومت میں اس کا کوئی حصہ دار ہے) جس طرح کہ ثنویہ اور مجوسیوں کا خیال ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ (اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا) یعنی ہر چیز کو اس اکیلے نے ہی ایجاد کیا اس طرح نہیں جیسا کہ مجوسی اور ثنویہ کہتے ہیں کہ نور سے یزداں کو اور ظلمت سے اہرن کو پیدا کیا۔ اس آدمی کے لیے اس شبہ میں کوئی گنجائش نہیں جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شئی ہے اور نہ اس آدمی کیلئے جو یہ کہتا ہے قرآن مخلوق ہے کیونکہ فاعل اپنی تمام صفات کے ساتھ مفعول نہیں بن سکتا البتہ لفظ شئی کا بیان اس چیز کے لیے خاص ہے کہ جس کے لئے مخلوق ہونا صحیح ہے اور اس معنی کے لیے قرینہ خود آیت میں موجود ہے۔ وخلق یہ ہماری واضح دلیل ہے جس کو ہم معتزلہ کی تردید کے لیے پیش کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے۔ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا (پھر اس نے ہر چیز کا الگ الگ اندازہ رکھا)

اس کو ایسی چیزیں مہیا فرمائیں جو بغیر کسی رکاوٹ کے اس کے لیے مناسب اور درست تھیں۔ جس طرح کہ اس نے انسان کو اس شکل میں بنایا جس کو اس کے لیے اتارا۔ پھر اس کے لیے دین و دنیا کی وہ مصلحتیں اور ذمہ داریاں ایک اندازہ کے مطابق مقرر فرمائیں۔ نمبر ۲۔ ایک مقررہ قلیل مدت کے لئے اس کے باقی رہنے کا اندازہ کیا۔

عاجز بندوں کو اس کی ذات پر ترجیح دی:

۳: وَاتَّخِذُوا (اور انہوں نے بنائے ہیں) اس میں ضمیر کفار کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ عالمین کے تحت وہ بھی شامل ہیں۔ نمبر ۲۔ دلالت کی وجہ سے کیونکہ نذیر کا لفظ فرمایا گیا۔ پس منذر وہی ہیں یعنی ڈرائے ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ ضمیر کفار کی طرف لوٹ رہی ہے۔ مِنْ دُونِهِ الْهَيْهَةَ (اس کے سوا اور معبود) یعنی اصنام لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ (وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں) یعنی ان لوگوں نے اس ذات کی عبادت پر جو اپنی الوہیت، بادشاہی اور تخلیق میں منفرد ہے اور تقدیر میں اس کا کوئی سا جہی نہیں ایسے عاجز بندوں کو ترجیح دی جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی قدرت تو کیا رکھتے وہ خود مخلوق ہیں۔ وَ لَا يَمْلِكُونَ لَانْفُسِهِمْ ضَرًّا وَ لَا نَفْعًا (وہ خود نہ اپنے ضرر پر قابو رکھتے ہیں اور نہ نفع پر) یعنی اپنے نفسوں سے ضرر کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ اپنے نفسوں کو نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ وَ لَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا (وہ موت پر قابو نہیں رکھتے) یعنی کسی پر موت مسلط کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ وَ لَا حَيٰوةً (اور نہ زندگی پر) یعنی نہ ابتداء زندگی دینے پر وَ لَا نُشُوْرًا (اور نہ اٹھانے پر) یعنی موت کے بعد اٹھانے پر اور یہاں بتوں کو عقلاء شمار کیا گیا کیونکہ ان کی عبادت کرنے والے ان کے متعلق یہی خیال کرتے تھے۔

کفار نے قرآن کو مفتری کہا:

۴: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا اِنْ هٰذَا (اور کافروں نے کہا نہیں ہے یہ) یعنی قرآن اِلَّا اِفْكٌ (مگر جھوٹ) اِفْتَرَاهُ (جو اس نے گھڑ لیا ہے) یعنی اس کو محمد ﷺ نے خود اپنی طرف سے گھڑ لیا اور تراش لیا ہے۔ وَ اَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُونَ (اور اس کام میں کچھ دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے یعنی ہودے یا بعد اس نے یا یسار نے یا ابوقلیہ رومی نے یہ بات نصر بن حارث نے کہی فَقَدْ جَاءَ وَ اٰ ظُلْمًا وَ زُورًا) (پس بلاشبہ انہوں نے بے جا بات کی اور جھوٹ کہا) یہ کفار کی تردید کے لئے اللہ کی طرف سے اطلاع دی گئی ہے۔ جَاءَ وَا کی ضمیر کا مرجع کفار ہے اور جَاءَ فعل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اسی صیغے سے متعدی ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ جار کو حذف کیا اور فعل کو ملا دیا یعنی جَاءَ بِظُلْمٍ وَ جَوْرٍ ان کا ظلم یہ تھا کہ ایک عربی کے متعلق یہ کہنے لگے کہ وہ ایک عجمی رومی سے عربی کلام حاصل کرتا ہے جس کلام کی فصاحت نے تمام فصحاء عرب کو عاجز کر دیا اور زور سے اس لحاظ سے کہا کہ یہ محض آپ پر بہتان تھا حالانکہ آپ تو اس سے بالکل بری الذمہ تھے۔

بے سند باتیں قرار دیا:

۵: وَ قَالُوا اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِيْنَ (اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی بے سند باتیں ہیں) یعنی پہلے لوگوں کی منقول شدہ باتیں یا

مکتوب شدہ باتیں ہیں۔ جیسے رستم اسفندیار وغیرہ (اساطیر) جمع اسطاریا اسطور جیسے احدثہ۔ اکتبہا (جن کو اس نے اپنے لیے لکھ لیا ہے) فَهِيَ تُمْلِي عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا (اور وہ اس پر اس لکھی ہوئی کتاب میں سے صبح و شام پڑھی جاتی ہے۔) بکرۃ دن کے پہلے حصہ کو کہتے ہیں اور اصیل دن کے آخری حصہ کو۔ یہ محمد ﷺ ان پڑھے جانے والے واقعات کو یاد کر کے ہمیں سنا دیتے ہیں۔

اس کو کائنات کے راز دان نے اُتارا:

۶: قُلْ (کہہ دیں محمد ﷺ) اَنْزَلَهُ (اس کو اُتارا ہے) یعنی قرآن کو الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اس ذات نے جو آسمان و زمین کی پوشیدہ باتیں جانتے ہیں) یعنی ہر وہ پوشیدہ سے پوشیدہ تر چیز جو آسمان و زمین میں پائی جاتی ہے یعنی قرآن مجید جب ایسی غیب کی اطلاعات پر مشتمل ہے جن کا عادیہ جان لینا بغیر تعلیم کے محمد ﷺ کے لیے محال ہے تو یہ اس بات کی خود دلیل بن گئی کہ قرآن علام الغیوب کی طرف سے ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے) اسی لیے ان کو مہلت دے رہا ہے اور جلدی سزا نہیں دیتا۔ حالانکہ وہ انکار حق کی وجہ سے عذاب کے حقدار ہو چکے ہیں۔

رسالت پر اعتراض:

۸: ۷: وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ (اور انہوں نے کہا یہ کیسا رسول ہے) قرآن مجید میں ہاء کو لام سے الگ لکھا گیا ہے۔ قرآن مجید کا یہ رسم الخط سنت ہے اس کو تبدیل نہ کیا جائے گا کفار نے الرسول کا لفظ آپ ﷺ کے لئے بطور مذاق کے استعمال کیا گویا ان کی بات کا مطلب یہ تھا کہ اس اپنے آپ کو رسول کہنے والے کو کیا ہوا۔ يٰۤاَكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْاَسْوَاقِ (وہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا ہے)

مَحْجُوْر: یہ حال ہے اور اس کا عامل ہذا ہے۔ لَوْلَا اَنْزَلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنُ مَعَهُ نَذِيْرًا (کیوں نہیں اس کے ساتھ فرشتہ بھیجا گیا کہ جو اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا)

اَوْ يُنْفِىْ اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهُ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا (یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کا باغ ہوتا جس پر اپنا گزر اوقات کرتا) یعنی اگر اس کا رسول اللہ ہونا درست ہے تو پھر یہ ہماری طرح کھانا کیوں کھاتا ہے اور طلبِ معاش میں ہماری طرح بازاروں میں کیونکر آتا جاتا ہے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ پیغمبر فرشتہ ہونا چاہئے جو کھانے پینے اور معاش سے بے نیاز ہو۔ پھر انہوں نے اپنے اس موقف سے نیچے اتر کر کہا کہ چلو ہم نے مان لیا کہ وہ انسان ہو۔ مگر اس کے دعوائے نبوت کو ماننے کی شکل یہ ہے کہ ایک فرشتہ اس کی معیت میں ہو جو تخویف و انداز میں اس کا دست و بازو بنے۔ پھر اس سے نیچے اتر کر کہنے لگے چلو یہ نہیں تو کم از کم آسمان سے اس پر خزانہ اتارا جاتا جس کے ذریعہ اپنی پشت کو مضبوط کر کے کسب و معاش سے تو مستغنی ہو جاتا ہے اگر یہ بھی نہیں تو پھر کم سے کم ایک باغ کا مالک ہوتا جس سے خوشحال لوگوں کی طرح اپنا گزر اوقات کر لیتا یا ہم اس سے کھاتے اور فائدہ اٹھاتے۔

قرأت: حمزہ و علی نے تامل پڑھا ہے۔

مَحْجُوْر: مضارع یلقی اور تکون کا انزل پر عطف بہت خوب ہے اگرچہ وہ ماضی ہے اور درمیان میں فیکون مضارع ہے اور اس پر فاء اس لئے کہ وہ لولا کے جواب میں آئی ہے اور یہ قراءۃ مشہورہ کے مطابق منصوب ہے لولا ہلا کے معنی میں ہے اور حکم استقہام

والا ہے۔

وَقَالَ الظَّالِمُونَ (اور ظالموں نے کہا) ظالموں سے مراد خاص معینہ لوگ ہیں البتہ ضمیر کی جگہ ظاہر اسم لائے تاکہ ان کی بات کا ظالمانہ ہونا تحریر سے ثابت ہو جائے یہ لوگ کفار قریش ہی تھے۔ اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا (تم نہیں اتباع کرتے مگر ایک سحر کئے ہوئے آدمی کی) اس کو سحر کیا گیا جس سے جنون ہو گیا۔ نمبر ۲۔ یہ سحر والا ہے اور وہ جنات کے اثر کو کھا جاتا ہے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ انسان ہیں فرشتے نہیں۔

اجمال جواب:

۹: اَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا (غور تو کرو کس طرح یہ بیان کرتے ہیں) ضرب کا معنی یہاں بیان کرنا ہے۔ لَكَ الْاَمْثَالُ (تمہارے متعلق مثالیں) یعنی تمہارے متعلق یہ باتیں کہتے ہیں اور یہ بات تیرے بارے میں تجویز کی ہے یہ مفتری مسحور اور دوسروں سے لکھوا لیتا ہے۔ فَضَلُّوا (پس وہ گمراہ ہوئے) حق کے راستہ سے فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا (پس وہ راستے کی طاقت نہیں رکھتے) پس وہ حق کی راہ ہی نہیں پاتے۔

تَبْرَكَ الَّذِي اِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

بارکت ہے وہ ذات جو اگر چاہے تو آپ کے لئے اس سے بہتر نعمتیں عطا فرما دے یعنی ایسے باغ جن کے نیچے نہریں جاری

الْاَنْهَارُ وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا ۱۰ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۖ وَاعْتَدْنَا لِلْمَنَ كَذَبَ

ہوں اور آپ کے لئے محل بنا دے، بلکہ ان لوگوں نے قیامت کو جھٹلایا اور جو شخص قیامت کو جھٹلائے ہم نے اس کے لئے

بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ۱۱ اِذَا رَأَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغِيْطًا وَرَفِيْرًا ۱۲ وَاِذَا

دھکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے، جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کی غھبناک اور جوش و خروش والی آوازیں سنیں گے، اور جب

اَلْقَوْمُ مِنْهَا مَكَانًا ضِيْقًا مُّقْرَنَيْنِ ۖ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ۱۳ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ

وہ اس میں ایسی حالت میں ڈالے جائیں گے کہ ان کے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے تو وہاں ہلاکت کو پکاریں گے، آج ایک

ثُبُورًا وَّاحِدًا ۖ وَاَدْعُوا ثُبُورًا كَثِيْرًا ۱۴ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي

ہلاکت کو مت پکارو اور بہت سی ہلاکتوں کو پکارو، آپ فرما دیجئے کہ یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کی رہنے والی جنت بہتر ہے جس کا

وَعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۖ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءٌ وَصِيْرًا ۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۖ كَانَ

متقیوں سے وعدہ کیا گیا جنت ان کے لئے بطور بدلہ عطا کی جائے گی اور ان کا ٹھکانہ ہوگی اور ان کے لئے اس میں وہ کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ

عَلٰی رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْرًا ۱۶

آپ کے رب کا وعدہ جس کا پورا کرنا اس نے اپنے ذمہ لے لیا ہے جس کی درخواست کرنی چاہیے۔

مال والے اعتراض کا جواب:

۱۰: تَبْرَكَ الَّذِي اِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا (بڑی برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کہ اگر چاہے تو آپ کیلئے اس سے بہتر دنیا ہی میں نعمتیں عنایت فرما دے ایسے باغ جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہوں اور آپ کیلئے محلات تیار کر دے) مال کی وہ کثرت جس کو اللہ تعالیٰ اگر دنیا میں آپ کو دینا چاہے تو اس سے کہیں بہتر دے سکتا ہے جو انہوں نے کہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ کو عنایت فرمائے اسی طرح کے باغات و محلات جن کا وعدہ اس نے آپ سے فرمایا ہے۔

مُخْجَوٌ: جنات یہ خبر اسے بدل ہے۔

قراءت: يجعلُ رفع کے ساتھ مکی، شامی اور ابو بکر نے پڑھا ہے کیونکہ شرط جب ماضی ہو تو جزاء میں مضارع پر جزم و رفع دونوں جائز ہیں۔

اصل قیامت کو جھٹلایا ہے:

۱۱: بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ (بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا) ان سے جو کچھ بیان کیا گیا یہ اس پر عطف ہے فرماتے ہیں بلکہ انہوں نے ان سب سے عجیب تر بات کہی ہے اور وہ قیامت کو جھٹلانے والی بات ہے۔

نمبر ۲۔ یہ قریب سے متصل و منسلک ہو۔ گویا انہوں نے اس طرح کہا بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا اس لئے وہ اس جواب کی طرف کیسے توجہ دے سکتے ہیں؟ اور کس طرح وہ ان چیزوں کا جلد ملنا مان سکتے ہیں جن جیسی چیزوں کا وعدہ آخرت میں آپ سے کیا گیا جبکہ ان کو آخرت پر ایمان ہی نہیں۔ وَاعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا (اور ہم نے اس شخص کیلئے جس نے قیامت کو جھٹلایا بڑھکتی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے) ہم نے قیامت کے منکروں کیلئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

مناظر قیامت:

۱۲: إِذَا رَأَوْهُمْ (جب وہ آگ ان کو دیکھے گی) یعنی ان کے سامنے ہوگی مَنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ (دور مقام سے) یعنی جب آگ ان سے اتنی دور رہ جائے گی جتنی دیکھنے والوں کو آنکھوں سے نظر آ سکتی ہے۔ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا (تو وہ اس آگ کے غضبناک ہونے کی آواز اور غرغراہٹ سنیں گے) وہ اس کے جوش مارنے کو سنیں گے اور اس کو غضبناک اور غرانے والے کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے۔ نمبر ۲۔ جب آگ کے نگران ان کو دیکھیں گے غضبناک ہو گئے اور کفار پر غصہ سے غرائیں گے۔

۱۳: وَإِذَا الْقُؤُوتُ مِنْهَا (اور جب ان کو ڈالا جائے گا) آگ میں مَكَانًا ضَيِّقًا (تنگ مقام میں)

قراءت: مکی نے ضیقاً پڑھا ہے۔

الضيق دکھ، تنگی سمیت جیسا کہ الروح آرام بمعہ وسعت کو کہتے ہیں۔

نکتہ: اسی وجہ سے جنت کی تعریف اس طرح فرمائی کہ اس کی وسعت آسمان و زمین کے برابر ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: ان پر اس طرح تنگی ہوگی جیسے پوری نیزے میں مُقَرَّرَيْنِ (گردن سے ہاتھ باندھ کر) وہ اس تنگی کے ساتھ ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہونگے۔ اور ان کے ہاتھوں کو زنجیروں کے ذریعہ ان کی گردنوں سے باندھ دیا جائے گا۔ نمبر ۲۔ ہر کافر کے ساتھ اس کے شیطان کو ملا کر باندھ دیا جائے گا۔ اور ان کی ٹانگوں میں بیڑیاں ہونگی۔ دَعُوا هُنَالِكَ (اس وقت ہلاکت کو پکاریں گے) ثُبُورًا ہلاکت یعنی اس طرح کہیں گے ہائے! ہلاکت اے ہلاکت آج یہ تیرے آنے کی گھڑی ہے۔ ان کو جواب میں کہا جائے گا۔

۱۴: لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا (تم ایک ہلاکت کو مت پکارو بلکہ یہ تو مجموعہ ہلاکت ہے۔)

۱۵: قُلْ أَذَلِكَ خَيْرٌ (کہہ دیں کہ کیا یہ بہت بہتر ہے) یعنی آگ کی صفت جو مذکور ہوئی یہ بہتر ہے۔ أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ (یا ہمیشہ کی وہ جنت جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا۔)

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضَلَلْتُمْ

اور یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع فرمائے گا اور ان کو بھی جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کیا تم نے میرے ان بندوں کو

عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ﴿١٧﴾ قَالُوا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي

گمراہ کیا یا وہ خود ہی گمراہ ہو گئے؟ وہ کہیں گے کہ آپ کی ذات پاک ہے ہمارے لئے یہ درست نہیں

لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ

ہے کہ ہم آپ کے علاوہ دوسروں کو اولیاء بنا لیں لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو نعمتیں دیدیں یہاں تک کہ

نَسُوا الذِّكْرَ ۖ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴿١٨﴾ فَقَدْ كَذَّبُكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ

وہ ذکر کو بھول گئے، اور وہ لوگ ہلاک ہونے والے تھے، سو انہوں نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا سو تم کسی بھی طرح عذاب

صَرْفًا وَلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَظْلِمِ مِّنْكُمْ نَذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴿١٩﴾

دفع نہیں کر سکتے اور نہ کسی طرح کی مدد پاسکتے ہو اور تم میں سے جو شخص ظلم کرے گا ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔

نَحْوُ: یہاں موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے ای وعدہا۔

انذار تو تخیخ:

اذلک خیر کہا گیا حالانکہ آگ میں خیریت کا ہے کی۔ درحقیقت یہ کفار کو تخیخ ہے۔

كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءٌ (یہ ان کے لئے جزاء) ثواب و مصیر اور لوٹنے کی جگہ ہوگی۔

نکتہ: یہاں کانت کہا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے اسی طرح ہیں گویا ہو چکے اس لئے کان ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا نمبر ۲۔ ان کی پیدائش سے پہلے یہ لوح محفوظ میں لکھا گیا تھا۔

۱۶: لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ (جو کچھ وہ چاہیں گے ان کو وہ ملے گا) یعنی ما یشاء وونہ مراد ہے جس چیز کی ان کو خواہش ہوگی خَلِيدِينَ (وہ ہمیشہ رہنے والے ہونگے)۔

نَحْوُ: یہ یشاؤون کی ضمیر سے حال ہے۔ اور گان ضمیر میں ما یشاؤون کی طرف لوٹ رہی ہے۔

عَلَىٰ رَبِّكَ وَعْدًا مَّتَسُوْلًا (اور یہ ایک وعدہ ہے جو اے پیغمبر آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے) وعدہ یہ موعود کے معنی میں اور مَسُوْلًا کا معنی مطلوب نمبر ۲۔ یا اس بات کا اہل و مستحق ہے کہ اسکی درخواست کی جائے۔ نمبر ۳۔ یا اس وعدے کا

سوال مسلمانوں اور ملائکہ نے اپنی دعاؤں میں کیا ہے۔ جیسا اس آیت میں رہنا و آتنا ما وعدتنا علیٰ رسلک [آل عمران: ۱۹۳]

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً [البقرہ: ۲۰۱] رَبَّنَا وَادْخُلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ [غافر: ۸]

۱۷: وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ (اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا) دوبارہ حشر کیلئے۔

قراءت: یاء کے ساتھ کی، یزید، یعقوب، حفص نے پڑھا۔ نَحْشَرُهُمْ یہ قراءت جمہور قراء کی ہے ابن عامر، حمزہ، کسائی، نافع، عاصم، طلحہ، الحسن، شعبہ، خلف وغیرہم وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (اور ان کو جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے) اس سے وہ معبود مراد ہیں جو کہ ملائکہ، مسیح، عزیر کی قسم سے ہونگے۔ بقول کلیبی، بت مراد ہیں ان کو اللہ تعالیٰ قوت گویائی دیں گے۔ ایک اور قول: یہ عام ہے ماعقلاء اور غیر عقلاء تمام کو شامل ہے کیونکہ اس سے وصف مراد ہے گویا اس طرح فرمایا وَمَا يَعْبُدُونَ اِلهَ مَعْبُوْدِيْهِمْ ان کے معبود۔ فَيَقُولُ (پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے)

یہ سوال تذلیل کیلئے ہوگا:

قراءت: شامی نے نقول پڑھا ہے اَنْتُمْ اَضَلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰؤُلَاءِ (کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا)

نَحْوُ: هٰؤُلَاءِ یہ عبادی سے بدل ہے مراد اس سے مشرکین ہیں۔ اَمْ هُمْ ضَلُّوْا السَّبِيْلَ (یا وہ خود راستہ بھول گئے)۔

نَحْوُ: قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا ضل عن السبیل مگر یہاں جار کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا۔ جس طرح اس محاورہ میں، ہداه الطريق حالانکہ اس کی اصل ہداه الی الطريق ہے یا ہداه للطریق۔ ضل یہ اضل کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ تم نے ان کو گمراہی میں ڈالا۔ حق راستہ سے شبہات ڈال کر دور کر دیا۔ یا وہ خود گمراہ ہو گئے۔

یہاں اَضَلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰؤُلَاءِ اَمْ ضَلُّوْا السَّبِيْلَ نہیں فرمایا بلکہ اس کی بجائے اَتَمُّ اور تَمُّ دو ضمائر کا اضافہ فرمایا کیونکہ اصل سوال فعل اور وجود فعل کا نہیں کیونکہ فعل نہ ہوا ہوتا تو عتاب ہی متوجہ نہ ہوتا بلاشبہ یہ سوال تو اس سے ہو رہا ہے۔ جو اس سے منہ موڑ رہا ہے پس ضروری ہو گیا کہ اس کا تذکرہ ہو اور ساتھ ہی حرف استفہام لائے تاکہ اس کو معلوم ہو کہ اسی سے دریافت کیا جا رہا ہے یہ کہ اس سوال کا کیا فائدہ ہے جبکہ مسؤول عنہ کو بخوبی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تاکہ وہی جواب دیں جو جواب انہوں نے دیا اس سے ان کی پوجا کرنے والوں کی تذلیل ہو اور ان کی حسرت میں اضافہ ہو۔

۱۸: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ (وہ کہیں گے تو پاک ہے) ان کی طرف سے اس بات پر اظہار تعجب ہے کہ جو کچھ ان کے متعلق کہا گیا۔ نمبر ۲۔ اس سے مقصود ان کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شریکوں سے منزہ اور پاک قرار دیں اور اس سے کہ کوئی پیغمبر یا فرشتہ اور کوئی مخلوق اس کی شریک بنے۔ پھر وہ کہنے لگے۔ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ ذُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَاءَ (ہمارے لئے مناسب نہ تھا کہ ہم تیرے سوا دوسروں کا کارساز بنائیں) یعنی ہمارے لئے درست نہ تھا اور نہ ٹھیک بیٹھنا تھا کہ ہم تیرے سوا اور کو کارساز بنائیں پھر یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ ہم دوسروں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ ہمیں تیرے سوا کارساز ماننے لگ جائیں؟

نَتَّخِذَ یزید نے پڑھا۔ اتخذ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ مثلاً اتخذ ولّیاً اور دونوں مفعول کی طرف جیسے اتخذ فلاناً ولّیاً۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَمْ اتَّخَذُوا الْاِلٰهَةَ مِنَ الْاَرْضِ [الانبیاء: ۲۱] دوسرے مقام پر فرمایا: اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا [النساء: ۱۲۵] پس پہلی قراءت میں یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے اور وہ من اولیاء ہے اصل یہ ہے ان نتخذ اولیاء من کا اضافہ نفی کے معنی کی تاکید کیلئے ہے۔ اور قراءت ثانیہ متعدی الی المفعولین کے لئے ہے۔ پہلا مفعول تو وہی ہے۔ جس کے لئے

فعل بنایا گیا۔ اور مفعول ثانی من اولیاء ہے اور من تبعیضیہ ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ای لا نتخذ بعض اولیاء کیونکہ من مفعول ثانی میں نہیں آسکتا بلکہ اول میں آتا ہے جیسا کہ تم کہو گے ما اتخذت من احد ولیاً مگر اس طرح نہیں کہہ سکتے ما اتخذت احداً من ولیّ۔

وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَاءَهُمْ (لیکن تو نے ان کو اور ان کے بڑوں کو خوشحالی دی) اموال و اولاد اور طوالتِ عمر اور عذاب سے حفاظت کے ذریعہ حتیٰ نسوا الذِّکْرَ (یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھلا بیٹھے) یعنی! اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس پر ایمان اور قرآن و شرائع۔ وَكَانُوا اور وہ تھے) اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ قَوْمًا بُورًا (وہ لوگ خود ہی برباد ہوئے) یہ جمع بار کی ہے۔ جیسا کہ عائد کی جمع عود ہے۔

غیبت سے مخاطب:

۱۹: پھر کفار سے مخاطب کر کے اور غیبت سے اعراض کرتے ہوئے کہا جائے گا۔ فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ (انہوں نے تمہاری بات کو جھٹلادیا) یہ مناجاتی انداز کلام احتجاج والزام کیلئے بہت مناسب ہے اور خاص کر جبکہ التفات کو اس کے ساتھ ملا دیا اور قول کو حذف کر دیا اس کی نظیر اس آیت میں موجود ہے یا اهل الكتاب قد جاءكم رسولنا یبین لكم علی فترة من الرسل الی قوله فَقَدْ جَاءَكُمْ بِشِیرٍ وَنَذِیرٍ [المائدہ: ۱۹] اور شاعر کا یہ قول۔

قالوا اخرسان اقصیٰ ما یراد بنا ○ ثم القفول فقد جننا خراسانا

”انہوں نے کہا ہمارا انتہائی مقصود تو خراسان ہے وہ دور ہے پھر واپس لوٹنا ہے۔ لیجئے، خراسان تو آگیا۔“

بِمَا تَقُولُونَ (جو کچھ تم کہتے تھے) تمہاری بات جو ان کے متعلق تم کرتے تھے کہ وہ معبود ہیں۔ اس صورت میں باء اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں: بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ [ق: ۵] اور جار، مجرور، ضمیر کا بدل ہیں گویا کہ اس طرح فرمایا گیا ہے۔ فَقَدْ كَذَّبُوا بِمَا تَقُولُونَ یعنی تمہاری یہ بات جو تم کہتے تھے کہ یہ ہمارے معبود ہیں یا ہمیں گمراہ کرنے والے ہیں۔ خود انہوں نے تکذیب کر دی۔

قراءت: قنبل نے یاء سے پڑھا اور اس کا معنی انہوں نے تمہاری تکذیب خود اپنے قول سے کر دی جو کہ سبحانه ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من دونك من اولیاء [الفرقان: ۱۸] اور باء اس صورت میں استعانت کیلئے جیسے کتبت بالقلم میں ہو۔

فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا (تم نہ عذاب لوٹانے کی طاقت رکھتے ہو نہ مدد کی) تمہارے معبود طاقت نہیں رکھتے کہ وہ تم سے عذاب کو پھیر دیں اور ہٹا دیں۔ نمبر ۲۔ تمہاری مدد کریں۔

قراءت: حفص نے تاء سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے اے کفار تم اپنے سے عذاب کو پھیرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی تم اپنی مدد کر سکتے ہو۔ پھر علی العموم مکلفین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ وَمَنْ يُّظْلِمُ مِّنْكُمْ (جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا) یظلم، یشرک کے معنی میں ہے۔ کیونکہ ظلم وضع الشئی فی غیر موضع کو کہتے ہیں اور جس نے مخلوق کو اس کے خالق کا شریک بنا ڈالا تو اس نے یقیناً ظلم کیا۔ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے ان الشرک لظلم عظیم [القمان: ۱۳]

نَذِقُهُ عَذَابًا کَبِیرًا (ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے) اس کی تفسیر خلود فی النار سے کی گئی جو شرک کے لائق ہے فاسق کے نہیں البتہ معز لہ اور خوراج فاسق کے خلود فی النار کے قائل ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي

اور بات یہی ہے کہ آپ سے پہلے جو پیغمبر ہم نے بھیجے وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں

الْأَسْوَاقِ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ۚ

چلتے تھے اور ہم نے تم میں بعض کو بعض کے لئے امتحان بنایا ہے کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب دیکھنے والا ہے

رسالت پر اعتراض کا جواب:

۲۰: وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ (اور ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر نہیں بھیجے مگر ایسے ہی کہ جو کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے)

تَحْوِيلًا: ان اخیر میں لام کی وجہ سے ان مکسور ہے اور اللہ کے بعد والا جملہ موصوف محذوف کی صفت ہے مطلب یہ ہے وما ارسلنا قبلك احدا من المرسلين آكلين و ماشين اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کسی کو رسولوں میں سے مگر کہ وہ کھانا کھانے والے پیدل چلتے والے تھے۔ اس کو حذف جار مجرور پر اکتفاء کی وجہ سے کیا ہے؟ یعنی من المرسلين اس کی مثال دوسرے مقام پر اس طرح ہے وما منا الا له مقام معلوم [الصافات: ۱۶۳] یعنی وما منا احد ہم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر کہ اس کا ایک مقام معلوم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں کے خلاف احتجاج ہے کہ جو کہتے ہیں ما هذا الرسول یا کل الطعام و یمشی فی الاسواق اور اس میں پیغمبر ﷺ کیلئے تسلی کا پہلو بھی ہے۔

دلاسہ رسول:

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً (اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا) ابتلاء، آزمائش بنایا ہے۔ اس میں حضور ﷺ کو دلاسہ دیا اس لئے کہ کفار آپ کو فقر کا طعنہ دیتے اور بازار میں چلنے کی طعنہ زنی کرتے تھے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کو فقراء کیلئے آزمائش بنایا ہے جس کو وہ چاہتا ہے غنی بناتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے فقر دیتا ہے۔ أَتَصْبِرُونَ (کیا تم صبر کرو گے) اس آزمائش پر تا کہ اجر پاؤ۔ یا پھر صبر نہ کرو گے تو عذاب میں اضافہ ہوگا۔

حکایت: بعض صالحین اپنے تنگی گزران سے پریشان ہو کر اکتائے اور باہر نکلے۔ انہوں نے ایک غلام کو سوار یوں اور پالکیوں میں دیکھا تو ان کے دل میں ایک خیال گزرا۔ اسی وقت انہوں نے کسی کو یہ آیت پڑھتے سنا تو کہنے لگے بلی نصبر رہنا۔ اے رب ہم ضرور صبر کریں گے۔

نمبر ۲۔ ہم نے آپ کو ان کیلئے آزمائش بنایا ہے کیونکہ اگر آپ مالدار، باغات والے، خزانوں کے مالک ہوتے تو لوگ آپ کی اطاعت دنیا کی خاطر کرتے یا کم از کم دنیا سے ملاوٹ شدہ کرتے۔ ہم نے آپ کو تنگ دست بھیجا تا کہ آپ کی اطاعت خالص ہماری رضا مندیوں کیلئے ہو۔ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا (اور آپ کا رب سب کو خوب دیکھتا ہے) اس چیز کا صواب وہی جانتا ہے جس میں کسی کا ابتلاء ہے۔ نمبر ۲۔ اس کا صواب جانتے ہیں جو صبر کرنے والا اور گھبراہٹ کا اظہار کرنے والا ہے۔ ترجمہ محل نظر ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلِيْكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا لَقَدْ

اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہ ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہ نازل کئے گئے یا یہ کیوں نہ ہوا کہ ہم رب کو دیکھ لیتے، بلاشبہ

اُسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا ۚ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰی يَوْمَئِذٍ

انہوں نے اپنے نفسوں کو بڑا سمجھا اور انہوں نے بڑی سرکشی اختیار کی، جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرمین کے لئے کوئی بشارت کی چیز

لِلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حَجْرًا مَّحْجُورًا ۚ وَقَدْ مَنَّآ اِلٰی مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ

نہیں ہوگی، اور وہ کہیں گے ہٹاؤ اور بجاؤ، اور انہوں نے جو بھی عمل کئے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر فضا میں نظر آنے والے مٹی کے باریک

هَبَاءً مَّنْشُورًا ۚ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيلًا ۚ

ذرات بنا دیں گے، اس دن جنت والے بہتر ہوں گے ٹھہرنے کی جگہ کے اعتبار سے اور آرام کرنے کی جگہ کے اعتبار سے

ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے:

۲۱: وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا (اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے) لا یرجون کا معنی امید نہ رکھنا۔ لقاء ہماری ملاقات خیر کے ساتھ کیونکہ وہ کافر ہیں بعث پر ان کا ایمان نہیں ہے۔ نمبر ۲۔ وہ ہمارے عذاب سے نہیں ڈرتے خواہ اس وجہ سے کہ جو شخص امیدوار ہو وہ اپنی امید کے متعلق خوف زدہ کی طرح مضطرب ہوتا ہے۔ نمبر ۳۔ رجاء اہل تہامہ کی لغت میں خوف کے معنی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

لَوْلَا یہ هَلَّا کے معنی میں ہے۔ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ (کیوں نہیں اتارے جاتے ہم پر فرشتے) بطور رسول انسانوں کی بجائے نمبر ۲۔ نبوت کی صداقت پر گواہ اور دعویٰ رسالت پر شاہد بنا کر اُوْنُرٰی رَبَّنَا (یا کیوں نہیں ہم دیکھتے اپنے رب کو) سامنے تاکہ وہ ہمیں خود ان کی رسالت کی اطلاع دے اور اس کی اتباع کا حکم دے لَقَدْ اُسْتَكْبَرُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ (یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں) حق کے متعلق ان کے ضمائر میں تکبر بھرا ہوا ہے اور وہ کفر و عناد ہے جو ان کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔ وَعَتَوْا (وہ حد سے آگے نکل گئے) ظلم میں وہ حد سے تجاوز کر گزرے۔ عُتُوًّا کَبِیْرًا (بہت بڑا آگے نکلنا) العتو کی صفت کبیر کے لفظ سے فرما کر افراط میں ان کے مبالغہ کو ثابت کیا مطلب یہ ہے انہوں نے صرف اس بڑی بات پر جسارت ہی نہیں کی بلکہ وہ تو تکبر کی انتہاء اور سرکشی کی آخری حد کو پھاند چکے۔ لام قسم محذوف کے جواب میں آئی ہے۔

جب فرشتے سامنے آئیں گے تو وہ ان کے غم کا دن ہوگا:

۲۲: یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ (جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے) یعنی موت کے دن یا بعث کے دن۔

حَجْرًا: یوم اس فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس پر لَا بُشْرٰی دلالت کرتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے یوم یرون الملائکة

يَمْنَعُونَ الْبَشْرَى۔ جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے وہ بشارت سے روک دیئے جائیں گے۔ لَا بُشْرَى يَوْمَئِذٍ (اس دن کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی۔)

خَجُورٌ: یہ یوم یرون کی تاکید ہے نمبر ۲۔ اذکر مضمّر ہے ای اذکر یوم یرون الملائکۃ پھر خبر دی لا بشری بالجنہ یومئذ (اس دن ان کو جنت کی خوشخبری نہ ہوگی) یہ یرون کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ مضاف الیہ مضاف میں عمل نہیں کرتا اور نہ یہ بشری کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ وہ مصدر ہے۔ اور مصدر اپنے ماقبل پر عامل نہیں ہوتا اور دوسری وجہ یہ بھی ہے لا سے جس کی نفی آتی ہے وہ لا کے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔

لِلْمُجْرِمِينَ (مجرمین کیلئے) ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو لائے نمبر ۲۔ یہ عام ہے اپنے عموم کو شامل ہے۔ اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہوں کو کمانے والے ہیں مراد اس سے کافر ہیں کیونکہ مطلق اسماء سے مکمل افراد مراد ہوتے ہیں۔ وَيَقُولُونَ (اور وہ کہتے ہیں) یعنی ملائکہ حَجُورًا مَحْجُورًا (پناہ ہے پناہ ہے) تم پر خوشخبری مکمل حرام ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے حق میں حرام کر دیا بلاشبہ بشارت ایمان والوں کیلئے ہوگی۔

خَجُورٌ: الْحَجَرُ یہ مصدر ہے اس میں کسرہ وفتح دونوں لغات ہیں۔ یہ حجرہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی منع کرنا ہے۔ یہ ان مصادر میں سے ہے جو ایسے افعال کی وجہ سے منصوب ہیں جن افعال کا اظہار متروک ہے۔ مجوراً یہ حجر کے معنی کی تاکید کیلئے مصدر منصوب لایا گیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں موث مائت۔

بادشاہ کی مخالفت کی تمثیل:

۲۳: وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا (اور ہم ان کے ان اعمال کی طرف جو وہ پہلے کر چکے تھے۔ متوجہ ہو گئے پس ان کو بکھرا ہوا غبار بنادیں گے) یہ آیت ہباء کی صفت ہے۔ یہاں قدوم کا کوئی مطلب نہیں لیکن ان لوگوں کے احوال اور اعمال کو جو وہ کفر کی حالت میں بھی انجام دیتے رہے مثلاً صلہ رحمی، مظلوم کی اعانت، میزبانی وغیرہ کو اس آدمی کی حالت کے ساتھ بطور تمثیل و تشبیہ بیان کیا جس نے اپنے بادشاہ کی مخالفت کی اور اس کا نافرمان ہو گیا۔ پس بادشاہ نے اس کے حمایتیوں اور اس کے ہاتھوں میں جتنا کچھ تھا سب کا قصد کر کے سب کچھ کو تہس نہس کر دیا اور ان میں سے کسی چیز کا نشان تک باقی نہ چھوڑا ہو۔

الہباء۔ سورج کی روشنی کے ساتھ روشندان میں اڑتے ذرات جو نظر آتے ہیں بکھرے غبار سے تشبیہ یہ استعارہ ہے کہ ان کے اعمال اس طرح ہو گئے کہ نہ وہ اجتماع کو قبول کرتے ہیں اور نہ انقاع کو اگلی آیت میں اہل جنت کو اہل نار پر حاصل ہونے والی فضیلت کا ذکر فرمایا۔

۲۴: أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا (جنتی اس دن قرار گاہ کے اعتبار سے بہت بہتر ہونگے) مستقر ایہ تمیز ہے المستقر سے مراد وہ مکان ہے جس میں وہ اکثر اوقات بیٹھیں اور باتیں کریں گے۔ وَأَحْسَنُ مَقِيلًا (ٹھکانہ کے اعتبار سے بہت اچھے ہونگے)۔ مَقِيلًا سے وہ ٹھکانہ جس کی طرف آرام لینے اور بیویوں سے تمتع کرنے کیلئے رجوع کرتا ہو۔ جنت میں نیند نہیں ہے۔ لیکن حوروں کے ساتھ آرام کے مقام کو بطور تشبیہ مقیل فرمایا روایات میں ہے کہ حساب سے آدھے دن میں فراغت پالیں گے اور

وَيَوْمَ تَشْقُقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا ۚ ۲۵ الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ ۚ

اس وقت کو یاد کرو جب آسمان بادلوں سے پھٹ جائے گا اور بکثرت فرشتے نازل کئے جائیں گے، آج بادشاہت رحمن ہی کے لئے ہے،

وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ۚ ۲۶ وَيَوْمَ يَعِضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ

اور یہ دن کافروں پر سخت ہو گا اور اس دن کو یاد کرو جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹے گا اور یوں کہے گا

يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۚ ۲۷ يُوَيْلَتِي لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۚ ۲۸

کاش میں رسول کے ساتھ راستہ بنا لیتا، ہائے میری بربادی کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا،

لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۚ ۲۹ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ۚ ۳۰ وَقَالَ

البتہ اس نے مجھے اس کے بعد ذکر سے ہٹا دیا جبکہ میرے پاس ذکر آگیا تھا اور شیطان انسان کو بے یار و مددگار چھوڑنے والا ہے، اور رسول کا

الرَّسُولُ يُرَبِّ إِنَّا قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۚ ۳۱ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ

کہنا ہو گا کہ اے رب میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا، اور اسی طرح ہم نے مجرم لوگوں میں

نَبِيِّ عَدُوٍّ وَأَمِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۚ ۳۲ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۚ ۳۳

ہر نبی کے لئے دشمن بنائے ہیں اور ہدایت دینے اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے۔

اہل جنت جنت میں جا کر قیلولہ کریں گے اور اہل نار نار میں۔ احسن کا لفظ لا کر تمہم مقصود ہے۔

قیامت کا ایک منظر:

۲۵: وَيَوْمَ اس سے پہلے اذکر فعل محذوف ہے تَشْقُقُ السَّمَاءُ (جس دن آسمان پھٹ جائے گا) تَشْقُقُ اصل میں تَشْقُقُ ہے ایک تاء کو حذف کر دیا۔ کوئی اور ابو عمر و اور دیگر قراء نے اس کو شین میں ادغام کیا ہے۔ بِالْغَمَامِ (بادلوں کے ساتھ) جب آسمان کا پھٹنا بادلوں کے ظاہر ہونے کے ساتھ ہو گا تو بادلوں کو اس طرح قرار دیا گیا گویا کہ اس سے آسمان پھٹ جائے گا۔ جب تم کہو شق السنام بالشفرة وانشق بها۔ اس نے کوہان کو تلوار سے چیر دیا وہ تلوار سے پھٹ گئی۔ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا (اور فرشتے اتارے جائیں گے اتارنا)۔

قراءت: نُزِّلَ مکی نے پڑھا ہے۔ اس صورت میں تنزیلاً مصدر غیر لفظ فعل مانا جائے گا۔ مطلب یہ ہو گا کہ آسمان سے سفید بادل ظاہر ہو گا۔ جس سے آسمان پھٹ جائے گا۔ اور بادلوں میں سے فرشتے اتریں گے جن کے ہاتھوں میں انسانوں کے صحائف اعمال ہونگے۔

۲۶: الْمُلْكُ يَوْمَ يُمِيزُ الْبَاقِ (بادشاہی اس دن رحمان ہی کی ہوگی) الْمُلْكُ مبتداً اور یومِ میز اس کا ظرف اور الحق اس کی صفت ہے۔ الحق ثابت کو کہتے ہیں۔ کیونکہ تمام عارضی بادشاہتیں اس دن باقی نہ رہیں گی۔ فقط اس کی بادشاہی ہوگی۔ لِلرَّحْمَنِ (رحمان کی) یہ اس کی خبر ہے وَكَانَ (ہوگا) وہ دن یَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا (کافروں پر دشوار) عسیر کا معنی شدید ہے جیسے کہتے ہیں عَسْرٌ عَلَيْهِ فَهُوَ عَسِيرٌ وَعَسِيرٌ (اس پر دشوار ہوا) اسی سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ مؤمنوں کیلئے آسان ہوگا۔ حدیث میں فرمایا قیامت کا دن مؤمن کیلئے فرضی نماز سے بھی زیادہ خفیف اور ہلکا ہوگا۔ (رواہ، احمد و ابویعلیٰ)

کفار کی حسرت و غیظ:

۲۷: وَيَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ (اور جس روز ظالم اپنے دانتوں سے اپنے ہاتھ کاٹے گا) عَصُ الْيَدَيْنِ یہ حسرت و غیظ سے کنایہ ہے کیونکہ ہاتھ کاٹنا اس کا ردیف ہے پس بعد میں آنے والے کا ذکر کر کے اصل پر دلالت کر دی۔ اس سے کلام کا مرتبہ فصاحت بھی انتہائی بلند ہو گیا اس کو سن کر سامع پر ایسا رعب طاری ہوتا ہے جو اصل کو سن کر نہیں ہوتا۔ الظالم نمبر ۱۔ میں الف لام عہد خارجی کا ہے اس سے ظاہر مراد عقبہ بن ابی معیط ہے۔ نمبر ۲۔ الف لام جنس کا ہے اس صورت میں عقبہ اور اس جیسے دیگر کفار کو بھی شامل ہوگا۔

يَقُولُ يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ (کہے گا کاش میں پکڑ لیتا) دُنْيَا مَعَ الرَّسُولِ (رسول کے ساتھ) حضرت محمد ﷺ سے مراد ہیں۔ سَبِيلًا (راستہ) نجات کی راہ اور جنت کی راہ اور وہ ایمان ہے۔ ۲۸: يُولِيْتَنِي (ہائے افسوس)۔

ظالم کا افسوس:

قرأت: یہ یا و یلتی یاء کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اور وہ اصل ہے کیونکہ آدمی اپنی ہلاکت کو بلاتا ہے اور اس کو کہتا ہے اے میری ہلاکت آج یہ تیرا زمانہ ہے البتہ یاء کو الف سے اسی طرح بدلا جیسا صحاری اور مداری میں۔ لَيْتَنِي لَمْ اتَّخِذْ فَلَانًا خَلِيلًا (کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا) فلاں کا لفظ علم سے کنایہ ہے اگر ظالم سے عقبہ بن ابی معیط مراد ہو جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ اس نے ایک دن ضیافت کا انتظام کیا اور رسول ﷺ کو بھی اس میں دعوت دی آپ نے اس کا کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا جب تک شہادتین کا اقرار نہ کرے گا میں تیرا کھانا نہ کھاؤں گا اس نے اسی طرح کر دیا اس کے دوست ابی بن خلف نے کہا میں تیرا چہرہ نہ دیکھوں گا۔ اور تو میرا چہرہ نہ دیکھ پاؤ گا۔ صرف ایک صورت ہے کہ کفر کی طرف لوٹ آ اور اسلام سے ارتداد اختیار کر لے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ وہ قیامت کو کہے گا کاش میں ابی بن خلف کو دوست نہ بناتا اس کے نام سے فلاں کہہ کر کنایہ کیا گیا اگرچہ مراد جنس ہے ہر وہ آدمی جو گمراہوں میں سے کسی کو دوست بنائے تو وہ اپنے خلیل کیلئے بہر صورت اسم علم ہوگا۔ پس اس سے کنایہ بن جائے گا۔

ایک قول: یہ شیطان سے کنایہ ہے۔

شیطان کی گمراہی:

۲۹: لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ (اس نے مجھے اللہ تعالیٰ کی یاد سے گمراہ کیا) الذکر سے ذکر اللہ مراد ہے۔ نمبر ۲۔ قرآن مراد ہے۔ نمبر ۳۔ ایمان مراد ہے۔

بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي (اس کے بعد کہ وہ میرے ہاں آچکا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَكَانَ الشَّيْطَانُ (اور شیطان ہے) اس کا خلیل۔ اس کو شیطان اس لئے کہا کیونکہ اس نے اس کو اسی طرح گمراہ کیا جیسا شیطان گمراہ کرتا ہے۔ نمبر ۲۔ ابلیس لعین مراد ہے کیونکہ اسی نے گمراہ کی دوستی پر اسے برا بیخستہ کیا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت پر ابھارا۔ لِلْإِنْسَانِ (انسان کیلئے) جو اس کا مطیع بن جاتا ہے۔ خَذُولًا (یہ رسوا کرنے والا) یہ خذلان سے مبالغہ ہے۔ اس کی عادت یہ ہے کہ جو اس سے دوستی اختیار کرتا بالآخر گمراہ کر کے اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ نمبر ۱۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی حکایت ہے۔ نمبر ۲۔ ظالم کے کلام کی حکایت ہے۔

شکایت رسول:

۳۰: وَقَالَ الرَّسُولُ (اور کہیں گے رسول) صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (یعنی محمد ﷺ) دُنْيَا فِي يَدَيْ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي (اے میرے رب میری قوم) قریش نے اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (اس قرآن کو متروک کر رکھا تھا) مہجور کا معنی متروک ہے اس کو چھوڑ دیا اور اس پر ایمان نہ لائے یہ ہجران سے لیا گیا ہے یہ اتَّخَذُوا کا دوسرا مفعول ہے اس میں شکایت کو بہت بڑا کر کے ظاہر کیا گیا اور قریش کو ڈرایا گیا کیونکہ انبیاء علیہم السلام جب اقوام کا بارگاہ میں شکوہ کرتے ہیں تو ان کی مہلت تمام ہو کر عذاب ٹوٹ پڑتا ہے۔

۳۱: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا (اسی طرح ہم نے مشرکوں میں ہر پیغمبر کے دشمن بنادیئے تھے۔ اور آپ کا رب آپ کو راستہ بتانے والا اور آپ کی مدد کرنے والا کافی ہے) یعنی اس طرح ہر پیغمبر کو اپنی قوم کو عدوات سے سابقہ پڑا اور آپ کے لئے آپ کا رب کافی ہے جو مغلوبیت کے راستہ کی طرف ان کو لے جا رہا ہے اور ان سے بدلہ لے گا اور آپ کی ان کے خلاف مدد فرمائے گا۔

تَخَفُوا: عدو کا لفظ واحد و جمع دونوں ہو سکتا ہے۔ باء زائدہ ہے اے کافی ربك ہادی۔ ہادیاً یہ تمیز ہے۔
هَادِيًا وَنَصِيرًا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ

اور کافروں نے کہا کہ ان پر قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نازل نہ کر دیا گیا، ہم نے اسی طرح نازل کیا ہے،

لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلًا ۝۳۲ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ

تاکہ اس کے ذریعہ ہم آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے، اور یہ لوگ آپ کے سامنے کیسا ہی عجیب سوال کریں، ہم ضرور اس کا ٹھیک جواب خوب

وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۝۳۳ الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوْهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ سَرْمَكَنَّا

وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو عطا کر دیں گے جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے یہ لوگ جگہ کے اعتبار سے بھی بدترین ہیں

وَأَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۳۴

اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہیں۔

قرآن اکٹھا کیوں نہ اُترا:

۳۲: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافروں نے کہا) کافر سے یہاں قریش مکہ یا نمبر ۲۔ یہود مراد ہیں۔ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً (کیوں اس پر قرآن مجید اکٹھا ایک مرتبہ نہیں اتارا گیا) جملہ واحدہ بمعنی اکٹھا اور یہ حال ہے مطلب یہ ہے اس پر قرآن ایک مرتبہ ایک ہی وقت میں کیوں نہیں اتارا گیا جیسا کہ تورات، انجیل و زبور اتاری گئی اس کو متفرق کیوں اتارا جا رہا ہے۔ یہ فضول سوال ہے اور بے جاشک ہے کیونکہ اعجاز قرآنی اور دلائل قرآنی ایک مرتبہ اتارے جانے یا تھوڑا تھوڑا اتارے جانے سے اعجاز نمائی اور حجیت میں چنداں مختلف نہیں ہیں۔ نزل یہاں انزل کے معنی میں ہے ورنہ یہ جملہ واحدہ کے خلاف پڑے گا۔

کفار کا یہ اعتراض بالکل بے حقیقت تھا کیونکہ ان کو ایک سورت لانے کا چیلنج دیا گیا تھا خواہ وہ قرآن کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی سورت ہوں انہوں نے اس سے اپنے عجز کا اظہار کیا اور مخالفت اور لڑائی پر اتر آئے اور جوش کو صرف کیا حجت و دلیل کی طرف نہیں آئے۔

كَذَلِكَ (اسی طرح) اس میں ان کو جواب دیا گیا یعنی قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے بیس سال میں اتارا۔ یا تیس سال اور کذٰلک میں لولا انزل علیہ القرآن جملہ کے مدلول کی طرف اشارہ کیا گیا کیونکہ اس کا معنی یہ ہے تم پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں اتارا گیا؟ تو جواب دیا اسی طرح پس اس کے فوائد کو تم بھی جان لو نمبر ۱۔ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ (تاکہ اس سے تیرے دل کو مضبوط کر دیں۔ اس کے متفرق اتارنے سے آپ کے دل کو مضبوط کر دیں۔ نمبر ۱۔ یہاں تک کہ تو اس کو یاد کرے اور محفوظ کرے کیونکہ جس کو تلقین کی جائے اس کا دل علم کی کسی چیز کو یاد کرنے کیلئے آہستہ آہستہ قوی و مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے اور ایک جزو کے بعد دوسرا جزو اپنانے کیلئے۔ اگر ایک مرتبہ ہی اس پر ڈالا جاتا ہے تو وہ اس کے یاد کر لینے سے عاجز آ جاتا ہے۔

نمبر ۲۔ آپ کے دل کو اکتاہٹ سے بچانے کیلئے متواتر قرآن کو پہنچایا اور جبریل علیہ السلام کو بھیجا کیونکہ محبت کا دل محبوب کے خطوط و پیغامات مسلسل آنے سے پرسکون ہوتا ہے۔ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلًا (اور ہم نے اس کو پڑھا الگ الگ) اس کا عطف اس فعل پر ہے جس کے متعلق کذلک ہے گویا اس طرح فرمایا کذلک فرقناہ ورتلناہ یعنی ہم نے ایک آیت کے بعد دوسری آیت سے اندازہ کیا۔ وقفہ کے بعد وقفہ سے۔ نمبر ۲۔ ہم نے اس کی قراءت میں ترتیل کا حکم دیا اور اس معنی کو دوسری آیت میں اس طرح بیان فرمایا ورتل القرآن ترتیلاً۔ [الزلزلہ: ۴] (یعنی اس کو ترتیل سے پڑھ اور ٹھہر ٹھہر کر) نمبر ۳۔ ہم نے اس کو خوب کھول کر بیان کیا اور ترتیل الگ الگ، صاف صاف ٹھہر کر پڑھنا۔

۳۳: وَلَا يَأْتُوكَ بِمَثَلٍ (وہ نہیں لاتے آپ کے پاس کوئی عجیب سوال) مثل سے یہاں عجیب سوال مراد جو وہ باطل سوالات کرتے رہتے تھے۔ گویا باطل ہونے میں ایک مثال ہے۔ إِلَّا جِئْنُكَ بِالْحَقِّ (مگر ہم آپ کو اس کا صحیح جواب عطاء کر دیتے ہیں) مگر ہم آپ کے پاس صحیح تردید جس سے بھاگنے کا راستہ نہ ہولے آتے ہیں۔ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا (اور بہترین تشریح کے ساتھ) اور اس چیز کے ساتھ جو معنی میں زیادہ خوب ہو اور اس کے سوال کا جواب بھی ہو۔ یہاں مکہم کا لفظ حذف کر دیا گیا کیونکہ خود کلام میں اس حذف کی دلیل ہے جیسا کہ تم کہو: رایت زیدًا وعمروا وکان عمرو احسن وجهًا اس میں دلیل ہے کہ تمہارا مقصود احسن و جہًا من زید ہے۔ جب تفسیر خود کلام کی دلالت کو کھولنے والی ہے تو اس کو اس کے معنی کی جگہ رکھ دیا گیا۔ چنانچہ کہتے ہیں تفسیر هذا الکلام کیت و کیت۔ جیسا کہا گیا ہے اس کا معنی کذا و کذا اولاً یا تونک بحال و صفة عجیبة کیا وہ نہیں لاتے کسی حالت میں کوئی عجیب بات یہ کہتے ہوئے کیونکر قرآن اس پر اکٹھا نہیں اتارا گیا مگر ہم آپ کو ایسے حالات لاتے ہیں جن احوال کے آپ ہماری حکمت کے مطابق مستحق ہیں اور وہ حالات زیادہ واضح کرنے والے ہیں اس چیز کو جو آپ دیکر بھیجے گئے ہیں اور نبوت کی درستگی پر دلالت کرنے والے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن کا تھوڑا ترنا اور ان کو یہ چیلنج دینا کہ بعض حصہ قرآن کا مقابلہ میں قرآن بنا کر لائیں مگر ایسا کرنے سے وہ عاجز ہیں تو پورے قرآن کے مقابلہ سے خود عاجز ہو گئے کیونکہ قرآن سارا معجزہ ہے۔

۳۴: الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوْهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ (وہ لوگ جن کو منہ کے بل جہنم کی طرف ہٹکا کر لے جایا جائے گا وہ بدتر ہوں گے)

يُحْشَرُونَ: الذين مبتدأ اور اولئك مبتدأ ثانی اور شر خبر ہے اور اولئك مع الشر الذين کی خبر ہے۔ مَكَانًا (مقام کے اعتبار سے) مقام و مرتبہ یا رہائش و ٹھکانہ وَأَضَلُّ سَبِيلًا (اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہوں گے) یعنی راستہ کے لحاظ سے خطا کرنے والے ہونگے یہ اسناد مجازی ہے مطلب یہ ہے کہ تمہیں ان سوالات پر یہ چیز آمادہ کرتی ہے کہ تم اسکے راستہ کو گمراہی قرار دیتے ہو اور اسکے مقام و مرتبہ کو حقیر قرار دیتے ہو۔ اگر تم انصاف کی آنکھ سے دیکھتے اس حال میں کہ تمہیں جہنم پر منہ کے بل گھسیٹا جا رہا ہو۔ تو تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہارا مقام انکے مقام سے بہت برا اور تمہارا راستہ گمراہی میں بہت بڑھا ہوا ہے۔ قرآن مجید میں اسی کا ذکر فرمایا۔ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ۔ [المائدہ: ۶۰]

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا ۝۲۵ فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا فَدَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا ۝۲۶ وَقَوْمُ نُوحٍ لَمَّا كَذَبُوا الرُّسُلَ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی کو وزیر بنا دیا۔ پھر ہم نے دونوں کو حکم دیا کہ اس قوم کی طرف

اَجْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۝۲۷ وَاعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۲۸ وَعَادًا وَثَمُودًا ۝۲۹ وَأَصْحَابَ الرِّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۝۳۰ وَكُلًّا ضَرَبْنَاهُ الْأَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ۝۳۱ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أَمْطَرْنَا مَطَرًا سَوِيًّا ۝۳۲ فَلَمْ يَكُونُوا

چلے جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، پھر ہم نے اس قوم کو بالکل ہی ہلاک کر دیا، اور ہم نے قوم نوح کو ہلاک کیا جبکہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا،

أَعْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۝۲۷ وَاعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۲۸ وَعَادًا وَثَمُودًا ۝۲۹ وَأَصْحَابَ الرِّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۝۳۰ وَكُلًّا ضَرَبْنَاهُ الْأَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ۝۳۱

ہم نے انہیں غرق کر دیا اور ان کو لوگوں کے لئے عبرت بنا دیا، اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے، اور ہم نے عاد اور ثمود کو

وَأَصْحَابَ الرِّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۝۳۰ وَكُلًّا ضَرَبْنَاهُ الْأَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ۝۳۱ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أَمْطَرْنَا مَطَرًا سَوِيًّا ۝۳۲ فَلَمْ يَكُونُوا

اور اصحاب الرس کو اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو ہلاک کیا اور ان میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے امثال بیان کیں، اور ہر ایک کو ہم نے پوری طرح

تَتْبِيرًا ۝۳۱ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أَمْطَرْنَا مَطَرًا سَوِيًّا ۝۳۲ فَلَمْ يَكُونُوا

ہلاک کر دیا، بلاشبہ یہ لوگ اس بستی پر گزرے ہیں جس پر بری بارش برساتی گئی کیا یہ اسے نہیں دیکھتے

يَرَوْنَهَا بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝۳۳ وَإِذَا رَأَوْكَ أَنْ يَنْتَحِدُوا فَذُنُوبُهُمْ أَلَا هُمْ زَوَّارُونَ ۝۳۴

رہے، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ موت کے بعد اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے، اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کا مذاق ہی اڑاتے ہیں

أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝۳۵ إِنْ كَادَ لَيُضِلَّنَا عَنْ الْهَتَنِالَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا

کیا یہی شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اس نے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جھجے ہوئے

عَلَيْهَا ۝۳۶ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝۳۷ أَرَأَيْتَ مَنْ

نہ رہتے، اور جس وقت یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے اس بات کو جان لیں گے کہ کون شخص راہ سے ہٹا ہوا تھا، کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے

اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ ۝۳۸ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝۳۹ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ

اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا، سو کیا آپ اس کے وکیل ہیں، آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر

يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۝۴۰ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝۴۱

سننے میں یا سمجھتے ہیں، یہ لوگ محض چوپایوں کی طرح سے ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔

حشر کی تین قسمیں:

حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے قیامت کے دن لوگوں کا حشر تین قسم پر ہوگا۔ نمبر ۱۔ جانوروں پر سوار۔ نمبر ۲۔ پیدل۔ نمبر ۳۔ چہروں کے بل، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ چہروں کے بل کیسے چلیں گے تو ارشاد فرمایا جس نے ان کو پاؤں سے چلایا وہی ان کو چہروں کے بل چلائے گا۔ [احمد، ترمذی]

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی فرعون کی طرف بعثت:

۳۵: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی) تورات جیسا کہ آپ کو قرآن دیا۔ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا (اور ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو مددگار بنا دیا)۔
تجوید: ہارون یہ اخاہ کا بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ وَزِيرًا مددگار۔ لغت میں اس کو کہتے ہیں جس کی رائے کی طرف رجوع کیا جاتا ہو اور جس کی رائے باعث تخصیص ہو یہ الوزر سے لیا گیا ہے جس کا معنی پناہ گاہ ہے اور وزارت نبوت کے منافی نہیں۔ ایک زمانہ میں انبیاء علیہم السلام کو بھیجا جاتا اور ان کو ایک دوسرے کی مدد کا حکم دیا جاتا۔

۳۶: فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْآيَاتِ (اور ہم نے کہہ دیا کہ تم دونوں اس قوم کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے) مراد فرعون اور اس کی قوم ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ فَذْهَبَا إِلَيْهِمْ وَانْذِرْ أَفْكَذِبُوهُمَا۔ وہ ان کے پاس دونوں گئے اور ان کو ڈرایا مگر انہوں نے جھٹلایا۔

تکذیب کی وجہ سے فرعون کیوں کو ہلاک کر دیا:

فَقَدْ مَرَّ نَهُمْ تَدْمِيرًا (پس ہم نے ان کو ملیا میٹ کر دیا) التدمیر کسی عجیب انداز سے ہلاک کرنا۔ قصہ کو مختصر فرمایا اس کا اول و آخر ذکر کر دیا۔ کیونکہ مقصود قصہ یہی ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ بعثت رسل کے ذریعہ حجت تمام کر دی جائے اور تکذیب کی وجہ سے استحقاق عذاب ظاہر کر دیا جائے۔

قوم نوح اور دیگر ہلاک شدہ اقوام کی طرف اشارہ:

۳۷: وَقَوْمَ نُوحٍ (اور قوم نوح کو) یعنی ہم نے قوم نوح کو ہلاک کر دیا۔ لَمَّا كَذَبُوا الرُّسُلَ (جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا) یعنی نوح علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام کو یا ایک کی تکذیب تمام کی تکذیب ہے۔ أَغْرَقْنَاهُمْ (ہم نے ان کو ڈبو دیا) طوفان کے ذریعہ وَجَعَلْنَاهُمْ (اور ہم نے بنا دیا ان کو) یعنی ان کے غرق یا واقعہ کو لِلنَّاسِ آيَةً (لوگوں کیلئے نشانی) عبرت جس سے وہ عبرت حاصل کرتے ہیں۔ وَأَعْتَدْنَا (ہم نے تیار کر رکھا ہے) لِلظَّالِمِينَ (ظالموں کیلئے) قوم نوح کیلئے اور اصل عبارت اس طرح ہے وَاعْتَدْنَا لَهُم مَّكَانًا يَدْخُلُونَ (ظالموں کیلئے) کی بجائے ضمیر لائے۔ نمبر ۲۔ یہ ہر اس آدمی کیلئے عام ہے جو شرک والا ظلم ڈھانے والا ہو اور اپنے عموم کی وجہ سے ان کو بھی شامل ہوگی۔ عَذَابًا أَلِيمًا (دردناک عذاب) مراد آگ۔

۳۸: وَآعَادُوا نِعْمَتَهُمْ (اور عادی و ثمود کو ہم نے ہلاک کر دیا)۔

قراءت: حمزہ، حفص نے قبیلہ کی تاویل سے بلا تنوین پڑھا۔ اور دیگر قراء نے ثمود تنوین سے پڑھا خاندان کی تاویل نمبر ۳۔ یہ بڑے باپ کا نام ہے۔

وَأَصْحَابُ الرَّسِّ (کنوئیں والے) یہ قوم شعیب علیہ السلام ہے۔ وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ انہوں نے شعیب کو جھٹلایا ایک دن وہ کنوئیں کے گرد تھے۔ کنوئیں کی دیواریں گریں اور ان کو زمین میں گھروں سمیت دھنسا دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ الرس ایک بستی کا نام ہے انہوں نے اپنے پیغمبر کو قتل کر دیا جس کے نتیجہ میں سب کو ہلاک کر دیا گیا۔ اور ایک قول یہ ہے یہی اصحاب اخدود ہیں۔ الرس خندقوں کو کہا جاتا ہے۔ وَقُرُونًا (اور زمانہ والوں کو ہم نے ہلاک کیا)۔ بَيْنَ ذَلِكَ (ان کے مابین) کَثِيرًا (بہت) جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رسولوں کو بھیجا۔ انہوں نے جھٹلایا تو ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

۳۹: وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ (تمام کیلئے ہم نے مثالیں بیان کیں) یعنی پہلے لوگوں کے عجیب عجیب واقعات بیان کیے۔ وَكُلًّا تَبَرَّنَا تَبِيرًا (ہم نے تمام کو برباد کر دیا) ان کو بالکل ہلاک کر دیا۔

نَحْوُ: پہلا کلاً اندر نا کی وجہ سے محذوف یا حذرنا کی وجہ سے اور دوسرا کلاً تہرنا کی وجہ سے محذوف ہے وہ اس کے لئے فارغ ہے۔

۴۰: وَلَقَدْ آتَوْنَا عَلَى الْقَرْيَةِ (اور تحقیق ان کا گزر اس بستی کی طرف سے ہوتا ہے۔)

نَحْوُ: اتوا کا فاعل اہل مکہ ہیں۔

القریہ سے مراد سدوم وغیرہ ہیں۔ یہ قوم لوط کا سب سے بڑا مرکزی شہر تھا۔ کل پانچ شہر تھے چار کو اللہ تعالیٰ نے اہل سمیت ہلاک کر دیا۔ اور ایک ان میں سے باقی رہ گیا۔

الَّتِي أَمْطَرْتُ مَطَرًا سَوِيًّا (جن پر بری بارش کی گئی) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھر برسائے۔ قریش مکہ کا اکثر قافلوں میں گزران بستیوں کے پاس سے ہوتا تھا یہ شام کی شارع پر واقع ہوتے تھے۔ ان بستیوں کو پتھروں کی آسمانی بارش سے ہلاک کر دیا گیا۔

نَحْوُ: مطر السوء یہ مفعول ثانی ہے۔ اور اصل عبارت اس طرح ہے امطرت القریہ مطر انمبر ۲۔ مصدر محذوف الزوائد ہے یعنی امطار السوء۔

أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا (کیا یہ اس بستی کو دیکھا نہیں کرتے) کیا انہوں نے شام کی طرف سفر میں آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ پھر ان کو سوچ کر ایمان لانا چاہیے تھا۔ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا (بلکہ وہ دوبارہ اٹھنے کی امید نہیں رکھتے) بلکہ یہ لوگ تو بعث کے انکاری ہیں۔ یہ بعث سے نہ ڈرتے اور نہ ہی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ نمبر ۲۔ ان کو اٹھنے کی امید نہیں جیسا کہ مؤمن امید کرتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کو اپنے اعمال کے ثواب کی طمع ہے۔

۴۱: وَإِذَا رَأَوْكَ أَنْ يَنْخَذُوكَ (اور جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کا مذاق بنا لیتے ہیں)

شَحْوًا: ان نافیہ ہے۔

استہزاء کے کفار:

اَلَا هَؤُلَاءِ اتَّخَذُوا كَا مَعْنٰی استہزاء بہ ہے اور اصل اتَّخَذَہ موضع ہزؤ یا مہزوء بہ آپ کو استہزاء کی جگہ بنا لیتے ہیں یا مسخرہ بنا لیتے ہیں۔ اَھَذَا الَّذِی بَعَثَ اللّٰہُ رَسُوْلًا (کیا یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا ہے) قول کو مضمحل قرار دیکر ہذا کو بطور استہزاء تحقیر لائے۔ اِی قائلین اھذا۔ وہ یہ کہتے ہیں کیا یہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا ہے اور محذوف حال ہے اور الذی کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے۔ اِی بعثہ۔

۴۲: اِنْ كَاذَ لَيُضِلُّنَا عَنْ الْهَيْتَا لَوْلَا اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا (قریب تھا کہ ہم کو ہمارے معبودوں کی طرف سے بہکا لیتا۔ اگر ہم ان معبودوں پر جمنے نہ رہتے)۔

شَحْوًا: اِنْ مَخْفَفَةٌ مِنَ الْمُثْقَلَةِ ہے اور لام اس کی دلیل ہے۔ قریش کو دعوت دینے میں آپ ﷺ کیلئے کس قدر مشکلات تھیں اور ان کے سامنے معجزات کے پیش کرنے میں کتنا بڑا مجاہدہ تھا۔ کہ وہ اپنے خیال کے مطابق اپنا دین چھوڑنے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اگر وہ اس پر اصرار نہ کرتے اور اپنے معبودوں کی عبادت کو تھا مے نہ رکھتے۔

وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ (وہ عنقریب جان لیں گے جب کہ وہ عذاب کو ملاحظہ کریں گے) اس میں کفار مکہ کیلئے وعید ہے اور یہ بھی دلالت ہے کہ اس کو ترک کرنے پر تیار نہیں خواہ مدت مہلت کتنی طویل کر دی جائے۔ مَنْ اَصْلُ سَبِيلًا (کہ راستہ کے اعتبار سے کون گمراہ ہے۔) یہ ان کا دلیضلنا کے جواب کی طرح جملہ لایا گیا ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف انہوں نے ضلال کی نسبت کی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ دوسرے کو گمراہ وہ کرتا ہے جو خود گمراہ ہو۔

یہ خواہشات کے پجاری ہیں:

۴۳: اَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْهَوٰہُ (اے پیغمبر ﷺ) آپ نے اس شخص کی حالت دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے) یعنی جس نے کئی چیز کو چھوڑنے اور کرنے کیلئے خواہش کی اطاعت کی تو وہ اپنی خواہش کا پیرو ہے اور اس کو معبود بنانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو فرما رہے ہیں۔ اس شخص کو اپنی خواہش ہی معبود نظر آتی ہے آپ اس کو ہدایت کی طرف کس طرح دعوت دے سکتے ہیں۔ روایت میں ہے ایک آدمی اہل جاہلیت میں سے پتھر کو پوجتا تھا جب وہ کوئی خوبصورت پتھر دیکھتا تو پہلا چھوڑ کر دوسرا اٹھا لیتا اور اس کی پوجا شروع کر دیتا۔

قول حسن رحمہ اللہ علیہ: اس سے مراد ہر خواہش پرست ہے۔

اَقَانَتْ تَكُوْنُ عَلَیْہِ وَكِیْلًا (تو کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو گئے) یعنی ایسے محافظ جو اتباع خواہشات سے اس کو بچا سکیں اور اپنی من پسند کی عبادت سے اس کو روک لیں۔ نمبر ۳۔ کیا آپ کو اس بات پر مقرر کر دیا گیا کہ خواہشات سے موڑ کر اس کو ہدایت پر لگا دیں اس میں آپ ﷺ کو بتلایا کہ آپ کے ذمہ فقط تبلیغ ہے۔

۴۴: اَمْ تَحْسَبُ اَنْ اَكْثَرُهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَا لَا نِعَامٍ بَلْ هُمْ اَصْلُ سَبِیْلًا (کیا آپ یہ خیال کرتے

ہیں کہ ان کی اکثریت (کلام اللہ) کو سنتے یا سمجھتے ہیں وہ نہیں ہیں مگر چوپایوں کی طرح بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ۔
 خُفُو: یہ ام منقطعہ ہے اور اس کا معنی مل ہے بلکہ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں گویا پہلے جو مذمت گزری یہ اس سے زیادہ سخت ہے
 یہاں تک کہ اس سے اضراب کر کے اس کی طرف رجوع کرنا پڑا۔

تفصیل اعراض:

وہ یہ ہے کہ ان کی عقلیں اور قوتِ سمع چھن چکی ہے۔ کیونکہ وہ حق کو سننے کی طرف ذرا کان نہیں دھرتے۔ اور نہ اس میں تدبیر
 کیلئے عقل کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ تو ڈھوروں اور ڈنگروں کے مشابہہ ہیں جو غفلت و ضلالت میں مثال ہیں ان پر شیطان ان کو
 ذلیل کرنے کیلئے سوار ہے جس وجہ سے انہوں نے استدلال کو بالکل ترک کر دیا۔ پھر یہ حیوانات سے گمراہی میں بڑھ کر ہیں کیونکہ
 چوپائے تو اپنے رب کے تسبیح خواں اور سجدہ کننا ہیں اور جو ان کو چارہ ڈالے اس کی بات مانتے ہیں اور محسن و مہربان کی پہچان رکھتے
 ہیں اور اپنے نفع کے طالب اور دینے والی چیز سے گریزاں ہیں اپنے گھانٹوں اور چراگاہوں کی طرف راستہ پانے والے ہیں۔
 یہ اپنے پروردگار کی اطاعت نہیں کرتے۔ نہ اس کے احسانات کو شیطان کی برائیوں سے جدا کر پاتے حالانکہ شیطان تو ان کا
 دشمن ہے اور یہ ثواب کو جو سب سے بڑا نفع ہے چھوڑنے والے ہیں۔ یہ اس انجام سے لرزاں و ترساں نہیں جو سب سے سخت
 نقصان اور ہلاکت کی جگہ ہے۔ اور حق کی طرف راہ نہیں پاتے حالانکہ وہ میٹھا اور خوشگوار چشمہ ہے۔
 قول علماء: ملائکہ میں روح و عقل اور بہائم میں نفس و خواہش۔ اور آدمی میں تمام بطور ابتلاء و آزمائش اکٹھی کر دیں اگر انسان
 پر نفس و خواہش نے غلبہ پالیا تو چوپائے اس سے بڑھ گئے اور اس پر روح و عقل کا غلبہ ہو گیا۔ تو یہ معزز ملائکہ سے سہقت لے گیا۔
 یہاں الا اکثر کا لفظ استعمال فرمایا کیونکہ ان میں بعض وہ تھے جن کو صرف سرداری ہی اسلام کے راستہ سے رکاوٹ تھی اور یہ لا علاج
 مرض ہے اور اسلئے کہ ان میں وہ بھی تھے جو ایمان لے آئے۔

الْمُتَرَالِي رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ

اے مخاطب کیا تو نے اپنے رب کی طرف نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کیسے پھیلا یا ہے، اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ٹھہرا ہوا رکھتا، پھر ہم نے آفتاب کو اس پر

عَلَيْهِ دَلِيلًا ۴۵ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۴۶ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا

علامت مقرر کیا، پھر ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا، اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس

وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۴۷ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ

اور نیند کو آرام کی چیز بنایا، اور دن کو بچل جانے کا وقت بنایا، اور وہ ایسا ہے جس نے اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں

يَدَي رَحْمَتِهِ ۴۸ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۴۹ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا وَنُسْقِيَهُ

بھیج دیں، اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا تاکہ ہم اس کے ذریعے مردہ زمین میں جان ڈال دیں، اور تاکہ یہ پانی ہم اپنی

مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنْ آسَى كَثِيرًا ۵۰ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيهِمْ لِيَذَكَّرُوا فَأَلَّى

مخلوق میں سے چوپایوں کو اور بہت سے انسانوں کو پادیں، اور ہم اسے ان کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، لیکن

أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كَفُورًا ۵۱ وَلَوْ شِئْنَا لَبعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا ۵۲ فَلَا تُطِيعُ

اکثر لوگ ناشکری کے بغیر نہیں رہتے، اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے، سو کافروں کی

الْكُفْرَيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ۵۲

بات نہ مانگے اور اس کے ذریعہ ان سے خوب بڑا مقابلہ کیجئے۔

سورج سے سایہ کی پہچان:

۳۵: اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ (کیا تم نے اپنے رب کی صنعت و قدرت کو نہیں دیکھا)۔ کَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (کہ کس طرح اس نے سایے کو دراز کیا) اسکو پھیلا کر زمین پر عام کر دیا اور یہ طلوع فجر سے طلوع شمس کے وقت تک ہے جمہور کا قول یہی ہے۔ کیونکہ یہ ایسا دراز سایہ ہے جس کے ساتھ سورج کی شعاعیں بالکل نہیں۔ اور نہ ہی اندھیرا ہے اور یہ اس طرح ہے جیسا جنت کے سایہ کے بارے میں فرمایا و ظل ممدودہ اور نہ اندھیرا ہوگا۔ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا (اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سایہ کو ٹھہرنے والا بنا دیتا) یعنی دائمی بنا دیتے جو کبھی زائل نہ ہوتا اور نہ اس کو سورج ختم کر سکتا۔ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا (پھر ہم نے سورج کو اس سایہ کی دلیل بنا دیا) دلیل کا مطلب یہ ہے کہ سورج سے سایہ کی پہچان ہوتی ہے اگر سورج نہ ہو تو سایہ کی پہچان نہ ہو اشیاء کی پہچان اضداد سے ہوتی ہے۔

۳۶: ثُمَّ قَبْضُہُ (پھر ہم نے اس کو سمیٹ لیا) یعنی اس دراز سائے کو سمیٹ لیا۔ اِلَیْنَا (اپنی طرف سے) مراد جہاں ہم نے چاہا اس طرف قَبْضًا یَسِیْرًا (تھوڑا تھوڑا کر کے) آسانی کے ساتھ اس میں تکلیف قطعاً نہ تھی۔ نمبر ۲۔ آہستہ آہستہ یعنی ایک ایک جزو کر کے اس سورج کے ذریعہ جو اس پر آتی ہے۔

فَاِنَّ ذٰلَکَ: یہاں تم امور کے مابین تفاضل کیلئے استعمال ہوا ہے گویا دوسرا پہلے سے بہت بڑا ہے اور تیسرا دوسرے سے بھی اعظم تر ہے فضیلت کے مراتب میں فرق کو وقت میں پیش آئندہ حوادث سے تشبیہ دی۔

نیند و بیداری موت و حیات کے مشابہ ہے:

۳۷: وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْکَیْلَ لِبَاسًا (اور وہی رب تو ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس بنایا) ڈھانپنے والے اندھیرے کو لباس کی مانند قرار دیا۔ وَ النَّوْمَ سُبَاتًا (اور نیند کو آرام) تمہارے ابدان کی راحت اور اعمال کو منقطع کرنے والی۔ السبت کا معنی کاٹنا ہے اور سونے والا قطع کیا ہوا ہے۔ کیونکہ اس کا عمل و حرکت منقطع ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ السبات: موت کو کہتے ہیں اور منقطع کیا ہوا مردہ ہے کیونکہ اس کی زندگی منقطع کر دی گئی جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا: وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفَّکُمْ بِاللَّیْلِ [الانعام: ۶۰] اور اس معنی کی تائید اس کے مقابلہ میں نشور کے تذکرہ سے بھی ہوتی ہے۔ وَجَعَلَ النَّهَارَ نُسُورًا (اور دن کو اٹھنے کا وقت بنایا) النشور غیند سے بیدار جیسا کہ میت کو حشر کے دن اٹھایا جائے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ مخلوق دن میں معاش کیلئے اٹھتی ہے۔ آیت میں جہاں قدرت باری تعالیٰ پر دلالت موجود ہے اس میں مخلوق پر اظہارِ نعمت بھی ہے کیونکہ رات کے پردہ میں چھپ جانے پر دینی و دنیوی فوائد ہیں اور نیند و بیداری یہ موت و حیات کے ساتھ مشابہت رکھتی ہیں اور عبرت والے کیلئے باعثِ عبرت ہیں حضرت لقمان رحمہ اللہ نے بیٹے کو فرمایا کما تنام فتوقظ کذلک تموت فتنشور جیسے نیند سے جاگنا اسی طرح موت سے اٹھنا۔

۳۸: وَهُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیْحَ (اور وہ رب وہی تو ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے) قراءت: مکی نے الریح مفرد پڑھا مراد جنس لی ہے۔

ماء طہور کا ذکر:

بُشْرًا (خوشخبری دینے والیاں) تخفیف کے ساتھ بشر جمع بشور بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهِ (اس کی رحمت سے پہلے) بارش سے پہلے کیونکہ وہ ریح ہے پھر بادل پھر بارش۔ یہ انتہائی عمدہ استعارہ ہے۔ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا) ماء سے بارش مراد ہے۔ طَهُورًا (بالکل پاک) یہ طہارت کا مبالغہ ہے اور صیغہ صفت ہے جیسا کہتے ہیں ماء طہوراً یعنی طاہر اور یہ اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے جس سے طہارت حاصل کی جاتی ہے ان تمام کو طہور کہتے ہیں مثلاً وضوء اور ایندھن کیونکہ اس سے وضوء کیا جاتا ہے اور ان سے آگ جلانی جاتی ہے اور طہور مصدر بمعنی تطہر ہے جیسے کہتے ہیں تطہرت طہوراً حسناً میں نے خوب طہارت حاصل کی اور یہی معنی اس ارشاد نبوی ﷺ کا ہے: لَا صَلَوةَ إِلَّا بِطُہورٍ (ترمذی) ای لا تقبل صلاة بغير طهارة۔

قول ثعلب ہے کہ طہور وہ ہے جو بذات خود طاہر ہو اور دوسرے کو پاک کرے امام شافعی رحمۃ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ اگر یہ طہارت میں مزید اضافے کو ظاہر کرنے کیلئے ہے تو یہ قول خوب ہے اس کی تائید اس ارشاد باری تعالیٰ میں ملتی ہے و ينزل عليكم من السماء ماء ليطهركم به [الانفال: ۱۱] ورنہ فاعول کا تفعیل سے کوئی سروکار نہیں۔ باقی افعال متعدیہ کے مشتقات جو فاعول کے وزن پر آتے ہیں۔ مثلاً قطوع اور منوع پر قیاس درست نہیں ہے کیونکہ فاعول پر آنے کا مقصد تو مبالغہ ہے پس اگر فاعول متعدی ہو تو مفعول متعدی ہوتا ہے اور اگر لازم ہو تو لازم۔

۴۹: لَنُحْيِيْ بِهٖ (تاکہ ہم بارش سے زندہ کریں) بَلَدَةً مَّيْتًا (مردہ شہر) میت کو مذکر اس لئے لائے بلد کا ارادہ کریں یا مکان مراد لیں۔ وَنُسْقِيْهِ مِمَّا خَلَقْنَا اَنْعَامًا وَّاَنْاسًا كَثِيْرًا (اور ہم وہ پانی اپنی مخلوق کو پہنچائیں جو پایوں اور بہت سے انسان کو) یعنی ہم انسانوں اور جو پایوں کو پانی پلائیں۔

مَخْرُوْجًا: مِمَّا خَلَقْنَا یہ انعاماً و اناسی سے حال ہے اور ای انعاماً و اناسی مِمَّا خَلَقْنَا اور سقٰی و اسقٰی دونوں لغات میں۔

قراءت: مفضل اور بزجمی نے و نسقیہ پڑھا ہے: الاناسی جمع انسی علی القیاس جیسے کرسی و کراسی یا انسان کی جمع ہے اور یہ اصل میں اناسین ہے جیسا کہ سر جان اور سراجین نون کو یاء سے بدل دیا اور ادغام کر دیا۔

تقدیم ارض کی وجہ:

نکتہ: زمین کے احياء کو انسانوں اور جو پایوں کو پانی پلانے سے مقدم کیا کیونکہ زمین کی زندگی ان کی زندگی کا سبب ہے پس جو ان دونوں کی حیات کا سبب تھا اس کو مقدم کیا اور پانی پلانے کا بعد میں ذکر فرمایا پھر پانی پینے والے حیوانات میں جو پایوں کو خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ انسانی منافع عام طور پر جو پایوں سے متعلق ہیں گویا کہ جو پایوں کو پانی پلانے کا انعام ان کے پانی پینے کے سبب حاصل ہونے والے انعام کی طرح ہے اور انعام، اناسی کو نکرہ لا کر پھر کثرت کو ان کی صفت کے طور پر ذکر کیا۔ کیونکہ اکثر لوگ وادیوں اور نہروں کے قریب رہائش پذیر ہیں بارش کی سیرابی سے ایک گونہ مستغنی نہیں اور ان کے علاوہ لوگوں کی کثرت اس پانی پر زندگی گزارتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ بارش سے نازل فرماتے ہیں بلدۃ کا لفظ بھی نکرہ لایا گیا ہے کیونکہ اس سے مراد ان کے وہ بعض علاقے ہیں جو پانی کے مقامات سے دور واقع تھے۔ جب انسانوں کا پانی پینا من جملہ ان چیزوں میں سے تھا۔ جس کے لئے پانی کو اتارا گیا۔ اور انسانوں کے اکرام کیلئے پانی کی صفت طہور ذکر فرمائی۔

اشارہ: اور طہور کہہ کر یہ واضح کر دیا کہ انسانوں پر لازم ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی طہارت کو ترجیح دیں کیونکہ طہوریت زندگی کے لئے شرط ہے۔

بارش کو پھیرنے کا معنی:

۵۰: وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهٖ بَيْنَهُمْ لِیَذْكُرُوْا (اور ہم نے پانی کو انسانوں میں گھمایا اور پھرایا تاکہ لوگ غور کریں) قراءت: لِیَذْكُرُوْا حمزہ و علی نے پڑھا ان کی مراد یہ ہے کہ ہم نے یہ بات لوگوں کے درمیان قرآن اور تمام کتب منزلہ علی الرسل

میں پھیر پھیر کر بیان کی۔ اور وہ بادل کا بننا اور بارش کا اترنا۔ تاکہ لوگ سوچ و بچار کریں اور عبرت حاصل کریں اور اس پانی میں اللہ تعالیٰ کے انعام کا حق پہچان کر شکریہ ادا کر لیں۔ فَاَبۡیۡ اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كٰفُوْرًا (مگر لوگوں کی اکثریت ناشکری کے بغیر نہ رہی) اکثریت نے کفرانِ نعمت کے علاوہ ہر بات سے انکار کر دیا۔ اور نعمت کو جھٹلا دیا۔ اور کثرت میں قلت کر دی۔

نمبر ۲۔ تشریف کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے بارش کو مختلف شہروں میں مختلف اوقات میں بانٹ دیا اور مختلف نوعیت کی بارش کی کہیں موسلا دھار اور کہیں ہلکی پھلکی بڑی بوندوں والی، چھوٹی بوندوں والی۔ مسلسل برسنے والی مگر لوگ ناشکری کر کے رہے اور یہ کہنے لگے فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی۔ اللہ تعالیٰ کی صنعت و رحمت کو بالکل یاد نہیں کرتے۔

قول ابن عباسؓ: کوئی سال دوسرے سال سے کم بارش والا نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کو جہاں چاہتے ہیں پھیر دیتے ہیں اور پھر یہ آیت پڑھی۔ ایک روایت تفسیر یہ ہے کہ فرشتے ہر سال کی مقدارِ مطر اور عددِ مطر جانتے ہیں کیونکہ وہ پہلے سے مختلف نہیں لیکن علاقے مختلف ہو جاتے ہیں کسی سال کسی علاقہ میں اگلے سال دوسرے علاقہ میں یہاں سے بلدۃ کے نگرہ لانے کا جواب اور اسی طرح انعام و اناسی کے نگرہ ذکر کرنے کا جواب نکلتا ہے۔

مَسۡئَلَةٌ: جس شخص نے بارش کی نسبت ستارے کی طرف کی اور بارش اور ستارے کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایسا ہونے سے انکار کیا وہ کافر ہوا اگر اس کا خیال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ بارش کا خالق ہے اور ستارے کی طرف نسبت صرف بارش کی علامت اور بارش کی دلالت کے طور پر کی ہے تو پھر کافر نہ قرار دیا جائے گا۔

ہر بستی کی بجائے ساری کائنات میں ایک ہی منذر بھیج دیا:

۵۲، ۵۱: وَلَوْ شِئْنَا لَبعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَۃٍ نَّذِیْرًا۔ فَلَا تُطِيعُ الْکٰفِرِیۡنَ (اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔ پس آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کریں) اگر ہم چاہتے تو تمام بستیوں کو ڈرسانے کی ذمہ داری آپ سے کم کر کے ہر بستی میں ایک پیغمبر بھیج دیتے۔ لیکن ہم نے چاہا کہ آپ کیلئے تمام رسولوں کے فضائل جمع کریں کافۃً للناس کی طرف آپ کو رسول بنائیں۔ ہم نے آپ کو بھیجنے پر اکتفاء کیا اور آپ کو عظمت سے نوازا۔ پس آپ اکیلے ان تمام کی طرح ہیں اسی وجہ سے خطاب میں صیغہ جمع کا لائے بایہا الرسل [المؤمنون: ۵۱] پھر شکر اور پختگی اور ثابت قدمی سے اس کا تقابل کیا آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیں جس کی طرف وہ آپ کو بلاتے ہیں کہ آپ ان کی موافقت اختیار کریں اور مدہانت اختیار کریں۔ جس طرح میں نے تمام انبیاء پر ترجیح دی پس میری رضامندی کو تمام خواہشات پر ترجیح دو اس سے آپ کو اور ایمان والوں کو برا بیچنے کرنا مقصود ہے۔

جامع مجاہدہ اور جامع رسول:

وَجَاهِدْهُمْ بِہ (اور اس سے ان کا زور سے مقابلہ کرو) نمبر ۱۔ ہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور مراد اس کی مدد و توفیق کے ساتھ۔ نمبر ۲۔ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے یعنی قرآن کے دلائل سے ان کا مقابلہ کرو اور ان کے مقابلہ سے عاجزی پر ان کو جھنجھوڑو! جِهَادًا کَبِیْرًا (بڑا جہاد) اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بڑا مرتبہ ہے اس لئے کہ اس میں تکالیف شاقہ کا سامنا ہوگا۔ نمبر ۳۔ ہ کی ضمیر کا مرجع وہ ہو جس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے وَلَوْ شِئْنَا لَبعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَۃٍ نَّذِیْرًا [الفرقان: ۵۱] اس لئے کہ

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ

اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریاؤں کو ملایا جن میں یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا ہے، اور یہ شور ہے کڑوا ہے، ان کے درمیان میں

بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَجُجْرًا مَّحْجُورًا ۝۵۲ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا

ایک حجاب بنا دیا۔ اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا فرمایا پھر اس کو خاندان والا اور

وَصِهْرًا ۖ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝۵۳

سسرال والا بنادیا اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔

آپ تمام شہروں کے نذیر ہیں اگر ہر بستی کی طرف الگ نذیر مبعوث ہوتا تو ہر نذیر کے ذمہ اپنی بستی والوں کے ساتھ مجاہدہ کی ضرورت تھی اب رسول ﷺ پر تمام مجاہدات جمع ہو گئے کیونکہ آپ کا جہاد و مجاہدہ سب سے بڑھ کر اور سب سے عظیم تر ہے۔ اسی لئے فرمایا: جاہدہم ان سے جہاد کرو کیونکہ تم ساری دنیا کے نذیر ہو اور ایسا جہاد کرو جو تمام مجاہدات کا جامع ہو۔

قدرت کا عجیب نظارہ:

۵۳: وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ (اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملایا) مرج کا معنی ملا ہوا اور پاس پاس چھوڑ دیا۔ یہ مرجت الدابة سے لیا گیا جبکہ اس کو چرنے کیلئے چھوڑا جائے بحرین کثیر مقدار اور وسیع مقدار میں پانی کو کہتے ہیں۔ ہذا (یہ) ایک ان میں سے عَذْبٌ فُرَاتٌ (میٹھا پیاس بجھانے والا)۔

نَحْوُ: فرات یہ عذب کی صفت ہے۔ بہت ہی میٹھا یہاں تک کہ حلاوت کے قریب پہنچ جائے۔

وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ (اور یہ نمکین کھاری ہے) أُجَاجٌ یہ مِلْح کی صفت ہے یعنی انتہائی نمکین۔ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا (اور ان کے درمیان پردہ بنادیا) ان کے مابین حائل بنایا جو ان کو جدا کرتا ہے اور ملنے سے مانع ہے وہ ظاہر میں ملے ہیں مگر حقیقت میں جدا ہیں۔ وَجُجْرًا مَّحْجُورًا (ایک مضبوط بندش کردی) ایک ایسا پردہ ہے جو آنکھوں سے تو مخفی ہے مگر ان کو ایک دوسرے سے روکے ہوئے ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: حجابًا مَسْتُورًا - [الاسراء: ۳۵]

انسانوں کی دو قسمیں:

۵۴: وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ (اور اللہ وہی ہے جس نے پانی سے پیدا کیا) الْمَاءِ سے یہاں نطفہ مراد ہے۔ بَشَرًا (انسان) فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا (پس اس کو نسب و دامادی والا بنایا) مراد یہ ہے کہ انسانوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ نمبر ۱۔ نسب والے یعنی مذکر جن کی طرف نسبت کر کے کہا جاتا ہے فلان بن فلان اور فلانہ بنت فلان نمبر ۲۔ دامادی والے یعنی مؤنث ان کی وجہ سے مصاہرت کی جاتی ہے جیسا کہ دوسرے مقام میں فرمایا: فجعل منه الزوجين الذکر والانثی [القیامہ: ۳۹]

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۖ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ

اور اللہ کو چھوڑ کر یہ لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ کچھ نفع پہنچا سکیں اور نہ انہیں کچھ ضرر دے سکیں، اور کافر اپنے رب کا

رَبِّهِ ظَهِيْرًا ۝۵۵ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝۵۶ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ

مخالف ہے، اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ فرمادیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا

إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝۵۷ وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ

ہاں جو شخص یہ چاہے کہ اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے، اور آپ اسی ذات پر بھروسہ کیجئے جو زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی،

وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۖ وَكَفَىٰ بِهِ يَدُنُوبِ عِبَادِهِ خَيْرًا ۝۵۸ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور اس کی تسبیح و تحمید میں لگے رہنے اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہونے کے لئے کافی ہے، جس نے آسمانوں کو

وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمٰنُ فَسَّلٰ بِهِ

اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا فرمایا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، وہ بڑا مہربان ہے سو اس کی شان کسی جاننے والے سے

خَيْرًا ۝۵۹ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا

دریافت کر لو، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہے کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو

تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝۶۰ تَبٰرَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا

سجدہ کرنے کا تو ہمیں حکم دیتا ہے، اور ان کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے، وہ ذات عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور ان میں ایک چراغ بنایا

وَقَمَرًا مُّنِيرًا ۝۶۱ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُوْرًا ۝۶۲

اور روشن کرنے والا چاند بنایا، اور وہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے آگے پیچھے آنے جانے والا بنایا اس شخص کے لئے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا (اور آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے۔) کہ اس نے ایک ہی نطفہ سے دو قسم کے انسان بنادیے۔

مذکر و مؤنث۔ ایک قول یہ ہے کہ نسا کا معنی قرابت اور صہر بمعنی دامادی یعنی نکاح کا ذریعہ انساب بنا کر احسان فرمایا کیونکہ مواصلت

اسی سے ہوتی ہے اور مصاہرت کا احسان کیا کیونکہ توالد و تناسل اسی سے ہوتا ہے۔

۵۵: وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ (وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں۔ جو ان کو فائدہ نہیں پہنچاتی) خواہ

اس کی عبادت کریں۔ وَلَا يَضُرُّهُمْ (اور ان کو نقصان نہیں پہنچاتی ہیں) اگر ان کو چھوڑ دیں وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ (اور کافر

۵۶: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا (اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر مبشر بنا کر) ایمان والوں کیلئے وَنَذِيرًا (اور ڈرانے والا) کفار کیلئے۔

۵۷: قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ (کہ دین میں تم سے اس پر نہیں مانگتا) تبلیغ رسالت پر مِنْ أَجْرِ (کوئی اجرت) انعام اس کی مثل
 إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا (مگر جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف پہنچنے کا راستہ بنا لے) مطلب یہ ہے مگر اس کا
 عمل جس نے چاہا۔

آجر کا استثناء اسی طرح ہے جیسا کہ کوئی تمہارا بڑا محسن ہو اور تمہارے لئے اس نے حصول میں تگ و دوہ بھی کی ہو۔ وہ کہے۔
ما اطلب منك ثوابا على ما سعت الا ان تحفظ هذا المال ولا تضعه في تم سے اپنی معاونت پر ثواب نہیں چاہتا مگر اتنی بات ضرور چاہتا ہوں کہ تو اس مال کی حفاظت کر اور اس کو ضائع مت کر۔ یہاں تمہارا حفاظت مال کا مطالبہ تمہارے اپنے نفس کیلئے ثواب کی قسم سے نہیں لیکن اس کو ثواب کی شکل میں پیش کیا ہے گویا وہ کہنا چاہتا ہے کہ تیرا اپنے مال کی حفاظت کرنا یہ میرے لئے بمنزلہ ثواب ہے اور میری اس پر رضا مندی اس شخص کی طرح ہے جو ثواب پر راضی ہو۔ اور میری عمر کی قسم کہ آنحضرت ﷺ اپنے امت کے ساتھ اس مقام پر تھے۔ اتخاذهم الى الله سبيلا کا معنی ایمان و طاعت سے تقرب حاصل کرنا۔ نمبر ۲۔ صدقہ و نفقہ سے قرب حاصل کرنا۔ ایک قول یہ ہے کہ مراد یہ ہے لیکن جو یہ چاہے کہ وہ مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ اختیار کرے اس کو ایسا ضرور کرنا چاہیے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ تقدیر کلام اس طرح ہے لا اسالکم علی ما ادعو کم الیہ اجراً الا اتخاذه المدعو سبیلاً الی ربہ بطاعته۔ فذلک اجرہ لان اللہ یا جرنی علیہ میں تمہیں جس چیز کی طرف دعوت دیتا ہوں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ جس کو دعوت دی گئی ہو وہ اطاعت سے اپنے رب کی طرف سے راستہ بنائے پس یہی میرا اجر ہے اسی پر میرا رب مجھے اجر دے گا۔

۵۸: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (اور اس ذات پر بھروسہ کرو جو زندہ ہے کبھی نہ مرے گا) جس پر موت نہیں اس کو کارساز بناؤ۔ وہ ان کے سپرد تمہیں نہیں کرے گا۔ جو ذلت کی موت مرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے اس پر اعتماد کرو اور ان کے شرور سے بچاؤ کیلئے اپنا معاملہ اس کے سپرد کرے اور ایسے زندہ پر بھروسہ نہ کرے جس پر موت آئے گی۔

نکتہ: بعض صالحین نے جب یہ آیت تلاوت کی تو کہنے لگے عقل مند کو مناسب نہیں کہ اس کے بعد بھی مخلوق پر اعتماد کرے
التوکل ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ۔

وَسَبِّحْ (اور اس کی تسبیح بیان کر) اللہ تعالیٰ کو اس بات سے پاک قرار دے کہ اس پر توکل کرنے والا کسی غیر پر بھروسہ کرے گا۔ بِحَمْدِهِ (اس کی حمد کے ساتھ) اس کی ایسی توفیق سے جو حمد کو لازم کرتی ہے۔ نمبر ۲۔ کہو سبحان اللہ و بحمدہ نمبر ۳۔ اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک قرار دو۔ ایسی تعریف سے جو تم اس کی بیان کرو۔ وَكَفَى بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا (اور وہ بندوں کے گناہوں سے پورے طور پر باخبر ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے گناہوں کی اطلاع ہونا کافی ہے۔ مطلب یہ ہے وہ ان کے حالات سے واقف ہے اور ان کے اعمال کا بدلہ دینے کیلئے کافی ہے۔

رحمن کی صفت کا تذکرہ:

۵۹: الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ (وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین جو کچھ ہے چھ دن میں پیدا کر دیا) اتنی مدت کی مقدار کے مطابق کیونکہ یہ دن رات تو اس وقت نہ تھے۔

قول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ: پہلا دن ہفتہ اور آخری یوم جمعہ تھا۔ اور ان کو چھ دن میں بنایا۔ حالانکہ وہ تو ان کو ایک لحظہ میں پیدا کر سکتا ہے صرف مخلوق کو معاملات میں پختگی اور آہستگی کی تعلیم دینے کیلئے ایسا کیا گیا۔ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ الرَّحْمَنُ (پھر عرش پر جا ٹھہرا) یعنی وہ رحمان ہے۔

يَحْكُمُ: الرَّحْمَنُ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ نمبر ۲۔ ضمیر سے بدل ہے جو استوی میں پائی جاتی ہے۔ نمبر ۳۔ الذی خلق مبتدأ اور الرحمن اس کی خبر۔ فَسَلِّ (تم پوچھو) قراءت: بلا ہمزہ مکی و علی نے پڑھا۔

یہ يَحْكُمُ: یہ اسل کا صلہ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں سال سائل بعد اب واقع [العارج: ۱] جیسا کہ اس کا صلہ عن سے آتا ہے ارشاد الہی ہے ثُمَّ لَتَسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ [الحاک: ۸] سأل یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو اہتم بہ و اشتغل بہ اور سال منہ اس طرح ہے جیسا کہیں بحث عنده و فتش عنه۔

نمبر ۲۔ یہ خبر ا کا صلہ ہے اور خبر ا اسئل کا مفعول ہے تقدیر کلام یہ ہے اَسْأَلُ عَنْهُ رَجُلًا عَارِفًا يُخْبِرُكَ بِرَحْمَتِهِ اس کے متعلق کسی ایسے شخص سے دریافت کرو وہ تمہیں اس کی رحمت کی اطلاع دے گا۔ نمبر ۲۔ فَا سأل رَجُلًا خَبِيرًا بہ و بر حمتہ۔ پس تم اس کے بارے میں اور اس کی رحمت کے بارے میں خبر رکھنے والے سے پوچھو۔

نمبر ۳۔ الرحمان کا وصف جو صفات باری تعالیٰ میں سے ہے۔ یہ کتب متقدمہ میں مذکور نہ تھا۔ اور وہ اس کو جانتے بھی نہ تھے۔ اس لئے ان کو کہا گیا تم اس اسم کے متعلق اس سے دریافت کرو جو اہل کتاب میں سے ہو اور تمہیں اس کی خبر دے تاکہ ان کو معلوم ہو جو ان کو عجیب خیال کرتے ہیں۔ اسی لئے کفار مکہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہم تو رحمان یمامہ (مسلمہ الکذاب نے اپنا لقب رکھا تھا) کو جانتے ہیں اور کسی رحمان کو نہیں جانتے۔ خَبِيرًا (خبر رکھنے والا)۔

۶۰: وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے) جب محمد ﷺ مشرکین کو کہتے ہیں۔ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ (کہ تم رحمان کو سجدہ کرو) اللہ تعالیٰ کیلئے نماز پڑھو اور خضوع اختیار کرو۔ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ (وہ کہتے ہیں رحمان کون ہے؟) ہم تو رحمان کو نہیں جانتے

کہ اس کو سجدہ کریں یہ سوال مسمیٰ بہ کے متعلق ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس نام سے نہ جانتے تھے۔ اسی لئے مجہول کے متعلق سوال سے کیا نمبر ۲۔ رحمان کا معنی ہم نہیں جانتے کیونکہ ان کے کلام میں یہ مستعمل نہ تھا۔ جیسا کہ الرحیم، الراحم، الرحوم وغیرہ استعمال ہوتے تھے۔ اَنْسُجِدْ لِمَا تَأْمُرُنَا (کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو تو ہمیں حکم دیتا ہے) اس ذات کو جس کو سجدہ کرنے کا ہمیں حکم دیتا ہے۔ نمبر ۲۔ اس لئے کہ تو ہمیں اے محمد ﷺ ہمارے علم کے بغیر سجدہ کا حکم دیتا ہے۔

قراءت: علی و حمزہ نے یا مرنا پڑھا ہے۔

گویا کہ بعض نے بعض کو کہا انسجد لما یا مرنا محمد یا ہمیں مسمیٰ رحمان کا حکم دیتے ہیں۔ اور ہم تو پہنچانے نہیں کہ وہ کیا ہے؟ وہ عناد پر اتر آئے کیونکہ اس کا مطلب اہل لغت کے ہاں ایسا رحمت والا کہ جس کی رحمت کی کوئی انتہاء نہیں کیونکہ فعلان مبالغہ کے اوزان میں سے ہے تم کہتے ہو رجل عطشان جبکہ وہ انتہائی پیاسا ہو۔

وَزَادَهُمْ (اور ان کی نفرت بڑھ جاتی ہے) رحمان کو سجدہ کرنے کے حکم سے نفوذاً (ایمان سے دُوری)۔

آسمان میں برج بنائے:

۶۱: تَبَرَّكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا (بڑی خیر والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمان میں برج بنائے) برج سے سب سے سیارات کی منازل مراد ہیں۔ ہر ستارے کے دو ٹھکانے ہیں جن میں اس کی حالت مضبوط ہوتی ہے۔ اور سورج کا ایک گھر اور چاند کا ایک گھر اور حمل و عقرب مرتخ کا مکان ہے۔ اور ثور و میزان یہ زہرہ کے گھر ہیں۔ جوزاء اور سنبلہ یہ دونوں عطارد کا گھر ہیں۔ اور سرطان چاند کا گھر ہے۔ اور اسد سورج کا گھر ہے۔ اور قوس و حوت یہ دونوں مشتری کے گھر ہیں اور جدی اور دلو یہ دونوں زحل کے گھر ہیں۔ ان بروج کی طبع کے لحاظ سے چار قسمیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک تین بروج کو پاتا ہے پس حمل، اسد، قوس تینوں ناری مثلث ہیں اور سرطان و عقرب، حوت مثلث مائے ہیں۔

بروج کی وجہ تسمیہ:

برج بلند محل کو کہا جاتا ہے ان کو بروج اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ان ستاروں کے لئے اسی طرح ہیں جیسا کہ ساکنین کیلئے مکان ہوتے ہیں۔ یہ لفظ البرج سے نکلا ہے جس کا معنی ظہور ہے۔ قول حسن، قتادہ و مجاہد: البروج بڑے ستارے کو اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ زیادہ واضح و ظاہر ہیں۔

وَجَعَلَ فِيهَا (اور بنایا اس میں) یعنی آسمان میں۔ سِرَاجًا (دیا) یعنی سورج۔ اس کو سراج زیادہ روشنی کی وجہ سے کہا۔

قراءت: حمزہ و علی نے سُرُجًا پڑھا یعنی ستارے۔ وَقَمَرًا مُنِيرًا (روشن چاند) رات کو روشنی دینے والا۔

رات دن کا انعام:

۶۲: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا) خلیفہ یہ فعل کا وزن ہے خلف سے لیا گیا جیسا کہ ركب سے۔ خلیفہ اس حالت کو کہا جاتا ہے جس پر دن اور رات ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ مطلب یہ ہے جعلہما ذَوٰی خلیفہ ایک دوسرے کے پیچھے اسکے چلے جانے پر آتا ہے۔ نمبر ۲۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا

اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو عاجزی کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے بات کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں

سَلَامًا ۚ وَالَّذِينَ يُبَيِّتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۖ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ

کہ ہمارا سلام ہے۔ اور وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لئے اس طرح رت گزارتے ہیں کہ بعدوں میں اور قیام میں مشغول رہتے ہیں۔ اور وہ لوگ ہیں جو یہیں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب

عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۚ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۖ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا

ہم سے جہنم کا عذاب دور رکھئے بلاشبہ اس کا عذاب بالکل ہی تباہ کرنے والا ہے۔ بے شک وہ برا ٹھکانہ ہے

وَمَقَامًا ۖ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ

اور برا مقام ہے، اور جب وہ لوگ خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس نے درمیان اعتدال

قَوَامًا ۖ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي

والا ہوتا ہے، اور وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی جان کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل

حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۖ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۖ يُضْعَفُ

اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ، اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو وہ بڑی سزا سے ملاقات کرے گا۔ اس کے لئے

لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا ۖ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا

قیامت کے دن عذاب بڑھتا چلا جائے گا اس میں اور وہ ذلیل ہو کر ہمیشہ رہے گا، سوائے اس کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل

صَالِحًا فَلِئِنَّكَ بِدِلِّ اللَّهِ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۖ

کئے سو یہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے

ایک دوسرے کا قائم مقام ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی عمل دن کا فوت ہو رات میں قضاء کر لیا اور رات کا فوت ہو تو دن میں قضاء کر لیا۔

لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْتَكِرَ أَوْ أَرَادَ سُكُورًا (جو سمجھنا یا شکر کرنا چاہتا ہو) ان کی تسخیر میں سوچے اور ان کے اختلاف میں غور کر

کے ان کے مدبر کو پہچانے۔

قراءت: حمزہ، خلف نے یذکر پڑھا اے یذکر اللہ یا بھولنے والا قضاء کرے۔

أَوْ أَرَادَ سُكُورًا (یا شکر گزاری کا ارادہ کرے) ان دونوں کے سلسلہ میں جو اس پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہو اس پر شکریہ ادا کرے۔

رحمن کے بندوں کی صفات:

۶۳: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ (اور رحمان کے خاص بندے)

تَحْكُمُ: یہ مبتدأ ہے اور الَّذِينَ يَمْشُونَ (وہ جو چلتے ہیں) یہ اس کی خبر ہے۔ نمبر ۲۔ اولئك یجزون اور الذین یمشون اور اس کا مابعد یہ صفت ہے۔ رحمان کی طرف اضافت تخصیص اور تفصیل کو ظاہر کرتی ہے۔ پہلے اپنے اعداء کا حال بیان کیا اور پھر اپنے اولیاء کا عَلٰی الْاَرْضِ هَوْنًا (زمین پر آہستگی سے) یہ حال یا مشی کی صفت ہے اِی هٰیْنِیْنِ یا هٰیْنًا۔ الهون نرمی و رفق کو کہتے ہیں یعنی سکون و وقار سے چلتے ہیں۔ وہ اپنے جوتے تکیر و بڑھائی کی وجہ سے نہیں چٹاتے اسی لئے بعض علماء نے بازار میں سواری کو ممنوع قرار دیا ہے اور اس ارشاد کی وجہ سے بھی و یمشون فی الاسواق [الفرقان: ۲۰]

عدم مشارکت:

وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ (اور جب ان سے جاہل لوگ مخاطب ہوتے ہیں) بیوقوف لوگ جو چیز ان میں ناپسند کرتے ہیں۔ قَالُوْا سَلٰمًا (وہ سلام کہتے ہیں) درست بات کہتے ہیں جس میں ایذا و گناہ سے محفوظ رہ سکیں۔ نمبر ۲۔ ہم تم سے بچتے ہوئے تمہیں چھوڑتے ہیں اور تم سے جہالت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ یہاں سلام کو تسلیم کی جگہ لایا گیا۔ ایک قول آیت قال سے یہ منسوخ ہے اور اس کی ضرورت نہیں بیوقوفوں سے چشم پوشی مستحسن اور مشروع ہے اور مروت کے طور پر جائز ہے۔ یہ تو ان کے دن کا حال ہے پھر ان کی رات کا ذکر کیا۔

۶۴: وَالَّذِیْنَ یَبْتَئُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِیَامًا (اور وہ لوگ رات کو اپنے رب کے سامنے سجدہ اور قیام کرتے ہیں) سُجَّدًا جمع ساجد کی ہے اور قِیَامًا جمع قائم کی ہے۔ البیتوتہ سائے کے خلاف کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ رات کو وہ پالے خواہ سوئے یا نہ سوئے۔ قول علماء: جس نے نماز میں تھوڑا سا قرآن رات کو پڑھا گویا اس نے ساری رات سجدہ و قیام میں گزار دی۔ ایک قول یہ مغرب کے بعد والی دو رکعتیں ہیں۔ اور عشاء کے بعد والی دو رکعتیں۔ مگر ظاہر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت احیائے لیل یا اکثر لیل کو بیان فرمایا۔

۶۵: وَالَّذِیْنَ یَقُولُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری طرف سے عذاب جہنم (کارخ) پھیر دے بلاشبہ جہنم کا عذاب بڑا سخت ہے)۔ غراماً وہ ہلاکت جو لازم ہو جانے والی ہو۔ اسی سے الغریم کا لفظ ہے کیونکہ وہ اس کو لازم پکڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی احیائے لیل کی تعریف فرمائی کہ وہ سجدہ و قیام کی حالت میں رات گزار دیتے ہیں پھر ان کی دعا کا ذکر کیا گیا تاکہ وہ باوجود اتنی محنت و کوشش جو عبادت کے سلسلہ میں انجام دیتے ہیں پھر بھی خوف زدہ اور دعا میں خوب گڑگڑانے والے ہیں کہ اے اللہ ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔

جہنم بدترین قرار گاہ:

۶۶: اِنَّهَا سَآءٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا (وہ دوزخ بری قرار گاہ اور جائے قیام ہے۔)

نَحْوُ: ساءت کا حکم بست ہے۔ اس میں ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر مستقراً کر رہا ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے ساءت مستقراً و مقاماً ہی ہے (وہ جہنم بہت بری قرار گاہ اور قیام گاہ ہے) اور یہی وہ ضمیر ہے جس نے جملہ کو ان کے اسم سے جوڑ دیا ہے اور اس کی خبر بنا دیا ہے۔ نمبر ۲۔ ساءت بمعنی احزنت ہے اور اس میں ضمیر ہے جو ان کا اسم ہے اور مستقراً یہ حال یا تمیز ہے۔ قول آخر: اور یہ بھی صحیح ہے کہ دونوں تعلیلیں ایک دوسری میں داخل یا مترادف ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہو اور ان کے قول کی حکایت ہو۔

۶۷: وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا (اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہوئے اسراف سے کام نہیں لیتے) خرچ میں حدود سے تجاوز نہیں کرتے۔ نمبر ۲۔ وہ خوش عیشی کیلئے نہیں کھاتے اور ڈھینگ مارنے کیلئے نہیں پہنتے ہیں۔ قول ابن عباس: وہ گناہوں پر خرچ نہیں کرتے

اسراف کی تعریف:

اسراف: حکم کے حدود سے تجاوز کو کہتے ہیں اور مقدار کے اندر تجاوز نہیں۔ ایک آدمی نے ایک دوسرے آدمی کو یہ کہتے سنا اسراف میں کوئی خیر نہیں تو اس نے کہا لا اسراف فی الخیر۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے کسی حق والے کا حق روکا اس نے بخل کیا اور جس نے کسی غیر مستحق کو دیا اس نے اسراف کیا۔ وَلَمْ يَقْتُرُوا (اور وہ کنجوسی نہیں کرتے)

قراءت: کوئی نے ضمہ تاء کے ساتھ پڑھا یہ مدنی و شامی نے ضمہ یاء اور کسرہ تاء سے اور مکی و بصری نے فتح یاء اور کسرہ تاء سے پڑھا ہے۔ القتر الاقار اور تقیر یہ تہیق کو کہا جاتا ہے جو کہ اسراف کی نقیض ہے۔ وَكَانَ (اور ہے) ان کا انفاق بَيْنَ ذَلِكَ (ان کے درمیان) یعنی اسراف و اقار کے مابین۔ قَوَامًا (اعتدال) ان کے دونوں کے درمیان معتدل۔ القوام۔ چیزوں کا درمیان۔ اور بَيْنَ ذَلِكَ اور قَوَامًا یہ دونوں خبریں ہیں۔ ان کی تعریف اس میانہ روی سے کی جو غلو و تقصیر کے مابین ہے اسی طرح کا حکم رسول اللہ ﷺ کو فرمایا گیا ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك [الاسراء: ۳۹]

قوام جو غفو تقصیر کے مابین ہو:

نکتہ: عبد الملک بن مروان نے عمر بن عبد العزیز سے خرچہ پوچھا جبکہ اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کیا تو انہوں نے کہا الحسنۃ بین السیمین تو عبد الملک سمجھ گیا جو عمر بن عبد العزیز کا اس آیت کے اشارے سے مقصود تھا۔ ایک قول یہ ہے وہ اصحاب محمد ﷺ تھے وہ کھانا خوش عیشی کیلئے نہ کھاتے اور نہ ہی لذت اندوزی کیلئے اور اپنے کپڑے خوبصورتی اور زینت کے لئے نہ پہنتے بلکہ بھوک دور کرنے اور ستر عورت کی غرض ہوتی اور گرمی و سردی کا دفاع مقصود ہوتا۔ قول عمر رضی اللہ عنہ: یہ اسراف ہے کہ من چاہی چیز ہر وقت کھائے۔

حق سے قتل یا بچ قسم:

۶۸: وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود کو نہیں پکارتے) یعنی شرک نہیں کرتے۔ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ (اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے) اس کے قتل کو حرام کیا ہے۔ إِلَّا بِالْحَقِّ (مگر حق کے ساتھ) قصاص یا رجم یا نمبر ۳۔ ارتداد یا نمبر ۴۔ شرک یا نمبر ۵۔ زمین میں فساد برپا کرنے کے باعث خُجُو: یہ قتل محذوف سے متعلق ہے یا لا يقتلون سے وَلَا يَزْنُونَ (وہ زنا نہیں کرتے) اللہ تعالیٰ نے ان کی بار کی اپنے صالح بندوں سے نفی کی اس میں قریش پر تعریض ہے جن میں یہ رذائل پائے جاتے تھے۔ گویا اس طرح فرمایا وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں سے پاک کر دیا جن میں تم مبتلا ہو۔ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ (جو یہ مذکورہ کام کرتا ہے) يَلْقَ أَثَمًا (وہ گناہ کو ملے گا) یعنی گناہوں کی سزا پائے گا۔

۶۹: يُضَاعَفُ (دو گنا کیا جائے گا) یہ یلق سے بدل ہے کیونکہ دونوں کا ایک معنی ہے۔ کیونکہ مضاعفة العذاب وہی گناہوں کا ملنا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں ہے

متی تاتنا تلیم بنا فی دیارنا ☆ تجد حطباً جزلاً وفاراً تاجعاً

یہاں تُلیم مجزوم ہے کیونکہ یہ قاتنا کے معنی میں ہے۔ کیونکہ آنا وہی اترنا اور تشریف رکھنا ہے۔

قراءت: مکی و یزید، یعقوب نے یَضَعُ پڑھا ہے۔ اور شامی نے یَضَعُ۔ اور ابو بکر نے یضاعف پڑھا اور جملہ کو مستأنف قرار دیا یا حال کی وجہ سے اس صورت میں یضاعف لہ العذاب یَوْمَ الْقِيَمَةِ سے مراد ان کو آخرت میں مرورایام پر عذاب پر عذاب دیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے جب مشرک شرک کے ساتھ اور معاصی بھی کرتا ہو تو اس کو شرک پر عذاب ہوگا اور معاصی پر بھی اور عذاب کا تضاعف گناہوں کے بڑھنے کی وجہ سے ہے۔ وَيَخْلُدُ فِيهِ (اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا)

قراءت: جن قراء نے یضاعف کا جزم پڑھا انہی نے اس کا جزم پڑھا اور جنہوں نے رفع پڑھا انہوں نے اس کا بھی رفع پڑھا ہے کیونکہ وہ معطوف علیہ ہے فیہ (اس عذاب میں) قراءت: مکی حفص نے فیہی اشباع سے پڑھا۔ البتہ حفص نے اشباع کو اسی کلمہ سے خاص کیا تاکہ مبالغہ فی الوعید ہو اہل عرب مبالغہ کے لئے مد کرتے ہیں اس کے باوجود کہ ہاء کنا یہ میں اصل اشباع ہے۔ مَهَانًا (ذلیل کیا ہوا)۔

خُجُو: یہ حال ہے۔

تائبین کی صفات:

۷۰: إِلَّا مَنْ تَابَ (مگر وہ شخص جس نے توبہ کی) یہاں شرک سے توبہ مراد ہے یہ جنس سے استثناء ہے اور مقام نسب میں واقع ہے۔ وَآمَنَ (جو ایمان لایا) محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا (اور اس نے نیک عمل کیا) اپنے توبہ کرنے کے بعد قَالُوا لَكَ يَبْدُلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ (ان لوگوں کی سیئات کو اللہ تعالیٰ صفات سے بدل دیں گے) قُبَاح کے بعد محاسن کی توفیق دیں گے۔ نمبر ۱۔ توبہ سے گناہوں کو مٹا دے گا۔ اور اس کی جگہ نیکیاں لکھ دے گا۔ الحسنات سے ایمان باللہ مراد ہے اس سے

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۝۷۱ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ

اور جو شخص توبہ کرے اور نیک کام کرے سو وہ اللہ کی طرف خاص طور پر رجوع ہوتا ہے، اور وہ لوگ ہیں جو جھوٹ کے کاموں میں حاضر نہیں ہوتے

وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝۷۲ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخْرُوْا عَلَيْهَا صُمًّا

اور جب یہودہ کاموں کے پاس کو گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ ہیں جب انہیں ان کذب کی آیات کے ذریعہ سمجھایا جاتا ہے تو ان پر ہرے اور

وَعُمِيَانًا ۝۷۳ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ

اندھے ہو کر نہیں گرتے، اور وہ لوگ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما دے،

وَجَعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝۷۴ أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا مَنَاجِيَ

اور ہم کو متقیوں کا امام بنا دیجئے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ثابت قدم رہنے کی وجہ سے بالا خانے ملیں گے اور اس میں ان کو بقاء کی دعا اور سلام

وَسَلَامًا ۝۷۵ خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝۷۶ قُلْ مَا يَعْبُؤُابِكُمْ رَبِّي

لے گا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ ٹھہرنے کی اچھی جگہ ہے اور اچھا مقام ہے، آپ فرما دیجئے کہ میرا رب پرواہ نہ کرتا

لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۝۷۷

اگر تمہارا پکارنا نہ ہوتا، سو تم نے جھٹلایا سو غریق وبال ہو کر رہے گا۔

یہ مراد نہیں کہ برائی بعینہ حسنہ بن جاتی ہے بلکہ گناہوں کو مٹا کر نیکیاں لکھنا ہے۔

قرأت: يُبْدِلُ تَخْفِيفٌ سَبْرًا ۝۷۸ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا ۝۷۹ (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) وہ سینات کو مٹائیں گے۔ رَحِيمًا (وہ رحم کرنے والے ہیں)۔ ان کو حسنات سے بدل دیں گے۔

اے: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا (اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیے پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے رجوع کرنا) یعنی جس نے توبہ کی اور پھر توبہ پر مضبوطی سے عمل صالح کے ذریعہ قائم رہا پس وہ اس ثابت قدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والا ہے۔ ایسا رجوع کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ غلطیوں کو مٹانے والا اور ثواب کو مہیا کرنے والا ہے۔

۷۲: وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ (اور وہ لوگ جو جھوٹ کی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے) الزور سے جھوٹ مراد ہے کذابوں کی مجالس سے ان کو نفرت ہے اور گناہوں میں ملوث لوگوں کی مجالس سے وہ ایک طرف رہتے ہیں ان کے قریب تک نہیں جاتے تاکہ شر اور شریروں سے بچیں اور باطل کا مشاہدہ بھی شرک کے مترادف ہے اس کا ارتکاب نہ ہو۔

مَسْتَلَكُهُ: کسی ایسی چیز کو دیکھنا جس کی شریعت نے اجازت نہ دی ہو گناہ کرنے والوں کے ساتھ شرکت کی طرح ہے۔ کیونکہ

وہاں حاضری اور نظارہ یہ رضا مندی کی دلیل ہے۔ اور اس برائی میں اضافہ کا باعث ہے۔ موعظہ عیسیٰ خطا کاروں کی مجالس سے بچو! نمبر ۲۔ لا یشہدون الزور کا معنی جھوٹی شہادت نہیں دیتے گویا مضاف محذوف ہے۔ قول قنادہ ہے کہ اس سے مراد باطل مجالس ہیں۔

قول ابن حنفیہ ہیکہ لہو وغناء میں وہ حاضر نہیں ہوتے وَ اِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ (اور جب وہ اچانک لغو مجالس کے پاس سے گزریں) لغو سے فحش مراد ہے اور ہر ایسی چیز جو مناسب نہ ہو اور پھینکنے کے لائق ہو۔ مطلب یہ ہے جب ان کا گزر لغو والوں کے پاس سے ہوتا ہے اور لغو میں مشغول ہوتے ہیں تو مَرُّوا بِکَرَامًا (تو وہ معززانہ گزر جاتے ہیں) ان سے اعراض کرتے ہیں اور اس میں اپنے نفوس کو ملوث کرنے سے بچاتے ہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوا عَنْهُ [القصاص: ۵۵] قول باقر: جب وہ فروج کا ذکر کرتے ہیں تو کنایات سے کرتے ہیں۔

۷۳: وَالَّذِينَ اِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ (اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے) یعنی ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے نمبر ۲۔ قرآن کے مواعظ بیان کیے جاتے ہیں۔ لَمْ يَخْرُ وَاَعْلِيهَا صُتًا وَ عُمِيَانًا (تو ان احکام پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے) اس میں خورور کی نفی نہیں بلکہ اس کا اثبات ہے اور اندھے پن کی نفی ہے گویا نفی فعل مراد نہیں بلکہ مرد کی حالت کی نفی مقصود ہے جیسے کہتے ہیں لا یلقانی زیدٌ مسلماً اس میں ملاقات کی نفی نہیں بلکہ سلام کی نفی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب ان کو نصیحت کی جائے تو اندھوں بہروں جیسی ان کی حالت نہیں ہوتی بلکہ وہ سجدہ میں روتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور یاد رکھنے والے کانوں سے سنتے اور نگران آنکھوں سے دیکھتے اور ان کی منافی باتیں نہ کہ منافقین اور ان جیسوں کی طرح اور اسکی دلیل اللہ کا قول ہے: وَمَنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تَلٰى عَلَيْهِمْ آيَاتِ الرَّحْمٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًا [مریم: ۵۸]

آنکھوں کی ٹھنڈک اولاد:

۷۴: وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا (اور وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں تو ہماری اولاد اور ازواج میں سے) من بیان یہ ہے گو اس طرح فرمایا ہب لنا قرۃ اعین۔ پھر (قرۃ) کو واضح کر کے اس کی تفسیر کر دی گئی۔ مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا اس کا مطلب یہ ہے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے۔ قُرَّةٌ اَعْيُنٍ (آنکھوں کی ٹھنڈک) یہ اسی طرح ہے جیسے محاورہ غرب میں کہتے ہیں۔ رایت منک اسدٌ یعنی انت اسد تو شیر ہے۔

نمبر ۲۔ ابتداء کیلئے ہے اس صورت میں معنی یہ ہے ہم کو ان کی طرف سے اس میں وہ بات عنایت فرما جو ہماری آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بھلائی کی وجہ سے ٹھنڈا کر دے۔

قراءت: ذُرِّيَّتِنَا ابو عمرو اور حفص کے علاوہ کو فیوں نے پڑھا ہے۔ اور مراد جنس لی گئی اور دیگر قراء نے ذریا تا قرۃ اعین۔ اعین کو نکرہ اس لئے لائے کیونکہ قرۃ نکرہ ہے کیونکہ مضاف کو نکرہ لانے کی ایک ہی مشکل ہے مضاف الیہ کو نکرہ بنا دیا جائے گویا اس طرح فرمایا: هب لنا منهم سروراً ہمیں ان سے سرور عنایت فرما۔

یہاں عین جمع قلت کا وزن لائے عیون نہیں لائے کیونکہ اس سے صرف متعین کی اعین مراد ہیں اور یہ آنکھیں دوسروں کی

نسبت قلیل ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔ و قلیل من عبادی الشکور [سبا: ۱۳]

نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اعرین کو نکرہ لانے میں بھی یہی وجہ بیان کی جاسکتی ہے کہ اس سے مخصوص آنکھیں مراد ہیں۔ اور وہ متقین کی آنکھیں ہیں۔ مطلب یہ ہے انہوں نے بارگاہ الہی میں یہ سوال کیا کہ وہ ان کو بیویاں اور ایسے پیروکار جو اللہ تعالیٰ کی خاطر عمل کرنے والے ہوں اور اپنے مرتبے اور تقرب سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والے ہوں۔

دین میں مقتدا:

ایک قول یہ ہے مؤمن کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں کر سکتی جبکہ وہ اپنی اولاد و ازواج کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار دیکھتا ہے۔ قول ابن عباس: اس سے مراد بیٹا ہے جب اس کو دیکھے دین کی سمجھ کی باتیں لکھ رہا ہو۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا (اور ہمیں متقین کا مقتدا بنا) مقتدا بنا کہ دین میں لوگ ہماری پیروی کریں۔ امانا کا لفظ واحد لائے اور مراد جنس لی گئی کیونکہ مراد میں کوئی خطرہ التباس نہیں۔ نمبر ۲۔ تقدیر کلام اس طرح ہے واجعل کل واحد منا اماما ہم میں سے ہر ایک کو مقتدا بنا۔ ایک قول یہ ہے آیت دلالت کرتی ہے کہ یہ ریاست و عہدہ دینی طلب سے لینا ضروری ہے اور اس کی طرف رغبت رکھنا بھی ضروری ہے۔

صلہ آخرت:

۷۵: اُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرَّةَ (ان لوگوں کو بدلے میں بالا خانے دیئے جائیں گے) غرفہ سے مراد غرفات ہے جنت کے بلند مقامات۔ واحد لا کر جنس کی طرف اشارہ کر دیا اس کی دلیل یہ قول ہے وہم فی الغرفات امنون [سبا: ۳۷] بِمَا صَبَرُوا (صبر کے باعث و سبب) طاعات پر جمے رہنے اور شہوات سے باز رہنے اور کفار کی ایذاؤں اور تکلیفوں اور فقر وغیرہ پر صبر کرنے کی وجہ سے۔ وَيُلْقَوْنَ فِيهَا (اور ان کو ملے گا اس جنت میں) قراءت: يُلْقَوْنَ حفص کے علاوہ کوئی قراء نے پڑھا۔

تَحِيَّةٌ (بقاء کی دعا) آبادی کی دعا وَسَلَامًا (اور سلام) سلامتی کی دعا یعنی فرشتے ان کو دعا دیں گے اور تحفہ سلام پیش کریں گے۔ نمبر ۲۔ جنتی ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور بقاء کی دعا دیں گے۔

۷۶: خَالِدِينَ فِيهَا (وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے) یہ حال ہے حُسْنَت (وہ بہت خوب ہے) وہ بالا خانہ بہت خوبصورت ہے۔ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا (قرارگاہ اقامت کی جگہ ہے) یہ ساءت مستقرًّا و مقامًا کے مقابلہ میں ہے [القرآن: ۶۶]۔

اگر تمہیں اسلام کی طرف دعوت دینا نہ ہوتا:

۷۷: قُلْ مَا يَعْبُوْا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ (آپ کہہ دیں میرے رب کو تمہاری ذرہ بھر پرواہ نہیں اگر تم عبادت نہ کرو گے) اس میں استفہام کا معنی خود پایا گیا۔ اور یہ محل نصب میں ہے مطلب یہ ہے: مَا يَصْنَعُ لَكُمْ رَبِّيْ میرے رب نے تمہیں کیا کرنا ہے اگر تمہارا اسلام کی دعوت دینا طے نہ ہو چکا ہوتا۔

نمبر ۲۔ اگر تم اس کی عبادت نہ کرتے ہوئے یعنی اس نے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا جیسا کہ فرمایا وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون [الزاريات: ۵۶] تمہارا اعتبار تمہارے رب کے ہاں تمہاری عبادت ہی کی وجہ سے ہے۔
نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عذاب دیکر کیا کرنا ہے۔ اگر تم اس کے ساتھ دوسروں کو پکارنے والے نہ ہوتے یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ ما يفعل الله بعد ابكم ان شكرتم [النساء: ۱۴۷] فَقَدْ كَذَّبْتُمْ (پس تم نے اے اہل مکہ میری رسالت کو جھٹلادیا)۔ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا (عنقریب لازم پکڑنے والا عذاب ہوگا)۔ نمبر ۲۔ چمٹنے والا۔ امے ذا لزام یا ملازمًا لازم کے مصدر کو اسم فاعل کی جگہ لائے۔

قول ضحاک:

اس کو تمہارے بخش دینے کی کیا پرواہ ہے (اس کے خزانوں میں اس سے کچھ کمی نہیں آجاتی) اگر تم اس کے ساتھ دوسروں کو نہ پکارو۔

تمت ترجمة سورة الفرقان ليلة يوم الاثنين ۴ جنوری ۲۰۰۳ الموافق ۳۰ شوال ۱۴۲۳ھ

سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ مَثْنَوِيَّةٌ ثَمَانِيْنَ اَيَّةً وَارْبَعُوْنَ كُوْعًا

سورہ شعراء مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو ستائیس آیاتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طسّم ۱ تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۲ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا

طسّم یہ کتاب مبین کی آیات ہیں، کیا ایسا ہونے کو ہے کہ آپ اپنی جان کو اس وجہ سے ہلاک کر دیں کہ یہ لوگ ایمان

مُؤْمِنِيْنَ ۳ اِنْ نَّشَاۤءُ نُنْزِلُ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اَيَّةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ

نہیں لاتے۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کر دیں، پھر ان کی گردنیں اس

لَهَا خَضِيْعِيْنَ ۴ وَمَا يٰۤاَتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحَدَّثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهٗ

نشانی کی وجہ سے جھک جائیں، اور ان کے پاس رحمن کی طرف سے جو بھی کوئی نصیحت آجاتی ہے تو اس سے اعراض کرنے والے

مُعْرِضِيْنَ ۵ فَقَدْ كَذَّبُوْا فِسٰیۤاَتِيْهِمْ اَنْۢبَاۤءُ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۶

بن جاتے ہیں، سو انہوں نے جھٹلا دیا سو آجائیں گی ان کے پاس اس چیز کی خبریں جس کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے،

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۷ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰیةٌ ط

کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا اس میں ہم نے کتنی قسم کی اچھی اچھی بوٹیاں اگائی ہیں بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے،

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۸ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۹

اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں اور بلاشبہ آپ کا رب نہ بردست ہے رحمت والا ہے۔

طسّم۔ تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُّؤْمِنِيْنَ۔ اِنْ نَّشَاۤءُ نُنْزِلُ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ وَمَا يٰۤاَتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحَدَّثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهٗ مُّعْرِضِيْنَ۔

طسّم: یہ کھلی کتاب کی آیات ہیں آپ اپنی جان کھودیں گے۔ اس وجہ سے کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں جس سے ان کی گردنیں جھک جائیں اور کوئی جدید نصیحت ان کے پاس رحمان کی طرف سے نہیں اترتی مگر وہ اس سے روگردانی کرنے والے ہیں۔

۲:۱ طسّم قراءت: طس، لیس، جم امالہ سے پڑھیں گے کوفیوں کے ہاں مگر اعشٰی، حفص، برجی امالہ نہیں کرتے میم کے وقت نون کو

ظاہر کرتے ہیں یزید، حمزہ، اور ان کے علاوہ ادغام کرتے ہیں۔ تِلْكَ اَيُّ الْكِتَابِ الْمُبِينِ (یہ واضح کتاب کی آیات ہیں) جس کا اعجاز ظاہر ہے اور اس کا من عند اللہ ہونا صحیح ہے کتاب سے مراد سورۃ ہے۔ یا نمبر ۲۔ قرآن مجید۔ مطلب یہ ہے کہ اس مجموعہ کی آیات کتاب مبین کی آیات کے حروف مبسوطہ میں سے ہیں۔

ان کے ایمان لانے پر اپنے کو نہ کو سیں:

۳: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ (شاید آپ اپنی جان کھودیں گے) بخی کا معنی ہلاک کرنا ہے اور لعل شفت کیلئے لایا گیا۔ نَفْسَكَ (اپنی جان غم کی وجہ سے) یعنی آپ اپنے اوپر رحم کریں اس سے کہ اپنے کو اپنی قوم کے اسلام نہ لانے کی وجہ سے غم و حسرت میں ڈال کر ہلاک کریں۔ اَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (اس بناء پر کہ وہ ایمان نہیں لاتے) نمبر ۲۔ ان کے ایمان سے باز رہنے کی وجہ سے۔ نمبر ۳۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

۴: اِنْ نَّشَأْ (اگر ہم ان کا ایمان چاہیں) نَزَّلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ اٰیَةً (ہم ان پر آسمان سے کوئی ایسی نشانی اتار دیں) واضح دلالت فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ (پھر ان کی گردنیں ہو جائیں گی)۔

تَحْفَظُ: یہاں ظلت ماضی، بمعنی مضارع تظل ہے کیونکہ شرط جزاء میں اگر ماضی آ بھی جائے وہ بھی مستقبل کے معنی میں ہے۔ جیسے کہتے ہیں ان زرتنی اکرمتک ای اکرمک کذا قالہ الزجاج۔

اعناقہم سے ان کے رؤساء اور پیش پیش لوگ مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ ان کی جماعتیں جیسا کہ کہتے ہیں جاء عنق من الناس یعنی ان میں سے ایک جماعت آئی۔ لَهَا خَاضِعِينَ (جھکنے والی) مطیع۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ ہمارے اور بنو امیہ کے متعلق اتری۔ عنقریب ہم کو ان پر برتری حاصل ہوگی۔ اور ان کی گردنیں کچھ صعوبت کے بعد ذلیل ہو جائیں گی اور ان کو عزت کے بعد ذلت میسر ہوگی۔

ان کا اعراض بڑھ گیا عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا:

۵: وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرِ مِنَ الرَّحْمَنِ مُحَدِّثٍ اِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ (اللہ تعالیٰ ان کی طرف جو وحی و وعظ و تذکیر کیلئے اتارتے ہیں اس سے ان کا اعراض و کفر بھی نیا ہو جاتا ہے)۔

۶: فَقَدْ كَذَّبُوا (پس یقیناً انہوں نے تکذیب کی) محمد ﷺ کی ان باتوں میں جو آپ ان کے پاس لے کر آئے۔ فَسَيَأْتِيهِمْ (پس عنقریب ان کے پاس آجائیں گی) عنقریب وہ جان لیں گے۔ اَنْبَتُوا (خبریں) مَا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (اس کی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے) ماسے مراد قرآن ہے۔ اس میں ان کے لئے وعید اور انداز ہے۔ عنقریب ان کو علم ہوگا جب ان کو اللہ تعالیٰ کا عذاب چھوئے گا۔ بدر کے دن اور قیامت کے دن کہ وہ کس چیز کا انکار کرتے تھے اور عنقریب ان کے سامنے وہ خبریں اور حالات آجائیں گے جو ان پر مخفی تھے۔

وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰ إِنَّ أَتِ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۱۰ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۝۱۱ أَلَا يَتَّقُونَ ۝۱۲

اور جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ ظالم قوم یعنی قوم فرعون کے پاس چلے جاؤ کیا یہ لوگ ڈرتے نہیں ہیں،

قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ۝۱۲ وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ

موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں، اور میرا سینہ تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی لہذا

إِلَىٰ هَارُونَ ۝۱۳ وَلَهُمْ عَلَىٰ ذَنْبٍ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۝۱۴ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا

بلوین کو بھی پیغمبر بنا دیجئے اور مجھ پر ان لوگوں کا جرم ہے لہذا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھے قتل کر ڈالیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا سو تم دونوں ہماری آیات لے کر جاؤ،

إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ ۝۱۵ فَاتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۱۶ أَنْ أَرْسِلْ

بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں سننے والے ہیں، سو تم فرعون کے پاس جاؤ اور یوں کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کے پیغمبر ہیں یہ کہ تو ہمارے ساتھ

مَعَا بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝۱۷ قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرٍ مِّنْ سِنِينَ ۝۱۸

بنی اسرائیل کو بھیج دے فرعون نے کہا کہ کیا ہم نے تجھے اپنے پاس رکھ کر اس وقت نہیں پالا جب تو نومولود تھا، اور تو ہمارے اندر اپنی عمر کے برسہا برس رہا ہے

کمال قدرت:

۱: أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ بَنَيْنَا (کیا انہوں نے زمین کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا کہ ہم نے کس قدر اگایا) نَحْنُ: ہم یہ انبتنا کی وجہ سے منصوب ہے۔

فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَوْجٍ (اس میں ہر طرح کا سبزہ) زوج کا معنی اقسام نبات کجریم (شاندار)، کثیر الفوائد جس سے انسان و حیوان ہر دو مستفید ہوتے ہیں جیسا کہ کریم شخص کا نفع ہر ایک کیلئے عام ہوتا ہے۔

فَلَا تُدْرِكُهُ: کثرت و احاطہ کے دونوں کلمات کو جمع کر دیا۔ کل کا کلمہ نبات کے افراد پر تفصیل سے بطور احاطہ دلالت کرتا ہے اور کم کثرت اصناف کو محیط ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت پر متنبہ کیا ہے۔

۸، ۹: إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْفَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ (بلاشبہ اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے) یعنی ان اوصاف کے ثابت کرنے میں قدرت الہی کی نشانی ہے کہ ان کا اگانے والا مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ان میں سے اکثریت کے دلوں پر مہریں لگ چکی ہیں۔ ان سے ایمان کی کوئی امید نہیں ہے۔ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ (اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا رب غالب ہے۔) کفار سے اپنے انتقام میں الرَّحِيمُ (مہربان ہے) ان کے لئے جو ان میں سے ایمان لائیں۔ ایہ کالفظ واحد لایا گیا حالانکہ ان کی کثرت کی خبر دی۔ کیونکہ ذلک سے انبتنا مصدر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ جنس پر دلالت کرتا ہے۔ نمبر ۲۔ ان میں سے ہر نبات کے جوڑے میں کیا خوب نشانی ہے۔

۱۰: وَ اِذْ نَادٰى (اور اس وقت کو یاد کرو جب پکارا)

نَحْوُ: اذ یہ اذ کر فعل محذوف کا مفعول ہے ای واذ کر اذ نادى (پکارنا، بتلانا)۔ رَبُّكَ مُوسٰى اِنْ اَنْتَ (تیرے رب نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کہہ تم جاؤ)۔

نَحْوُ: یہاں ان ای کے معنی میں ہے۔ الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ (ظالم قوم کے پاس) اپنے نفوس پر کفر کے سبب ظلم کرنے والے اور بنی اسرائیل پر غلام بنانے کی وجہ سے ظلم کرنے والے اور اسی طرح ان کے بچوں کو ظلم کے طور پر قتل کر کے ان پر ظلم کی دستاویز لکھ دی۔ قَوْمَ فِرْعَوْنَ الظَّالِمِيْنَ کا عطف بیان ہے گویا قوم ظالمین کا معنی اور ترجمہ ہی قوم فرعون ہے اور گویا دو عبارتیں یکے بعد دیگرے ایک ہی بات کو ادا کر رہی ہیں۔ اَلَا يَتَّقُوْنَ (کیا وہ ہمارے غضب سے نہیں ڈرتے) یعنی ان کے ہاں زاجر بن کر جائیں۔ ان کے ڈرنے کا وقت قریب آچکا۔

نَحْوُ: اَلَا کا کلمہ یہ براہِ یختہ کرنے کیلئے آتا ہے نمبر ۲۔ یہ الظالمین کی ضمیر سے حال ہو یعنی وہ ظلم کرتے ہیں مگر اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کی سزا سے ذرا نہیں ڈرتے ہمزہ انکار کو حال پر داخل کر دیا گیا۔

خطرہ تکذیب:

۱۲، ۱۳: قَالَ رَبِّ اِنِّىْ اَخَافُ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے اندیشہ ہے) خوف مستقبل میں پیش آنے والے معاملے پر غم۔ اَنْ يُكْذِبُوْنَ (کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے) وَيَضِيقُ صَدْرِىْ (اور میرا سینہ تنگ ہوگا) ان کے مجھے جھٹلانے کی وجہ سے۔ یہ جملہ متائفہ ہے نمبر ۲۔ یا اخاف پر عطف ہے۔ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ (اور میری زبان نہیں چلے گی) اس پر کہ ان کے غلط کام دیکھ کر غیرت مجھ پر غالب آئے گی۔ اور میں ان کا جھگڑا سنوں گا تو میری زبان نہ چلے گی۔ نمبر ۲۔ ان دونوں کو یعقوب نے نصب سے پڑھا اور اس کا عطف یکذبون پر والا اس صورت میں خوف ان تینوں سے متعلق ہے۔ نمبر ۳۔ اور اگر رفع مانیں تو اس صورت میں خوف تکذیب سے متعلق ہے۔ فَارْسِلْ اِلٰى هٰرُونَ (پس ہارون کے پاس (وحی) بھیج دے) یعنی جبریل علیہ السلام کو ان کی طرف بھیج کر ان کو پیغمبر بنا۔ تاکہ پیغام رسالت میں وہ میری اعانت کریں۔ حضرت ہارون اس وقت مصر میں تھے جب موسیٰ علیہ السلام کو شام میں نبوت عنایت کی گئی۔ یہ التماس موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تعمیل حکم میں ٹال مٹول نہ تھی۔ بلکہ اپنے ساتھ ملانے اور تبلیغ رسالت میں معاونت کی غرض سے التماس کی۔ معاملے کو چلانے کیلئے معین کا مطالبہ عذر سے شروع کیا اور معاون کی طلب قبولیت کی تو کھلی دلیل نہ کہ ٹال مٹول کی۔

دعویٰ گناہ کو گناہ کہا:

۱۴: وَلَهُمْ عَلٰى ذَنْبٍ (اور ان کا میرے اوپر ارتکاب گناہ کا دعویٰ ہے) قبطلی کے مکہ سے قتل ہو جانے کا۔ یہاں مضاف حذف کر دیا گیا۔ اى تبعة ذنب۔ نمبر ۲۔ دعویٰ گناہ کو ذنب کہا جیسا کہ جزاء سیدہ کو سیدہ کہتے ہیں۔ فَاَخَافُ اَنْ يَقْتُلُوْنَ (پس مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں) کہ وہ مجھے قصاصاً قتل کر دیں۔ یہ بھی بہانہ بازی نہیں بلکہ ایک متوقع مصیبت کو دفع کا مطالبہ ہے جس میں ابتلاء کا قوی اندیشہ ہے اور تبلیغ رسالت کے فریضہ کی ادائیگی سے قبل ہی قتل کر دیں یہ اس اندیشے کا اظہار ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ۔

حفاظت کا وعدہ فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کو کھلا جو کلمہ ردع ہے اس کے ذریعہ جواب دیکر دو قبولیتیں ایک جگہ جمع فرمادیں۔ فرمایا
تسلی باری تعالیٰ:

۱۵: قَالَ سَكَلًا فَاذْهَبَا (فرمایا ہرگز نہیں تم دونوں جاؤ) کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی طرف سے پہنچنے والی مصیبت کا دفاع طلب کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ خوف کو ان سے ہٹا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بھائی کیلئے رسالت طلب کی تو جواب ملا اذھبا یعنی میں نے اس کو تیرے ساتھ ہی رسول بنا دیا پس تم دونوں ادائیگی فریضہ کیلئے جاؤ۔ فاذهبا کا عطف اس فعل پر ہے جس پر کھلا دلالت کرتا ہے گویا اس طرح فرمایا اے موسیٰ تو اس قسم کے گمان سے باز رہو اور تم اور ہارون مل کر جاؤ۔ بِالْإِسْنَاءِ (ہماری آیات کے ساتھ) اور وہ ید بیضاء اور عصا وغیرہ ہیں۔ إِنَّا مَعَكُمْ (ہم معاونت و مدد سے تمہارے ساتھ ہیں)۔ اور جن کی طرف تم بھیجے گئے ہو علم و قدرت سے وہاں بھی موجود ہیں۔ مُسْتَمِعُونَ: یہ ان کی خبر ہے اور معلّم لغو ہے۔ (ہم تمہاری باتیں سننے والے ہیں) نمبر ۲۔ یہ دونوں ان کی خبریں ہیں۔ یعنی سننے والے ہیں۔

استعمال استماع:

اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ استماع تو صرف کان لگانے کیلئے آتا ہے کہا جاتا ہے استمع الی حدیثہ ای اصغی الیہ۔ مگر یہاں اس پر محمول کرنا درست نہیں۔ پس یہاں اس کا معنی سماع، سننا کیا جائے گا۔

گویا دونوں ایک رسول تھے:

۱۶: قَاتِلَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ (پس تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو ہم رب العالمین کے قاصد ہیں) نکتہ: اس مقام پر رسول کا لفظ تشبیہ نہیں لائے جیسا کہ دوسرے مقام پر انا رسول ربک ہے۔ کیونکہ الرسول بمعنی المرسل ہوتا ہے اور الرسالة کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس آیت میں تشبیہ لانے کے بغیر چارہ کار نہ تھا کیونکہ الرسول بمعنی المرسل تھا۔ اور موجودہ آیت میں بمعنی الرسالة ہے پس اس کی صفت واحد، تشبیہ جمع تینوں طرح درست ہے۔ نمبر ۲۔ کیونکہ یہ دونوں ایک شریعت پر متحد و متفق تھے گویا دونوں ایک رسول تھے۔ نمبر ۳۔ مراد یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک ہماری طرف سے ہے۔

۱۷: اَنْ اَرْسِلُ (کہ بھیج دو) یہ معنی ارسل ہے۔ کیونکہ رسول کے لفظ میں ارسال کا معنی پہلے پایا جاتا ہے اور اس میں قول کا معنی ہے۔ مَعَنَا بَنِي إِسْرَآءِیْلَ (ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو) مراد یہ ہے کہ ان کو فلسطین جانے کیلئے آزاد چھوڑ دو۔ اور یہ فلسطین ان کا مسکن تھا۔ پس دونوں اس کے دروازہ پر گئے مگر ایک سال تک ان کو اندر آنے کی اجازت نہ ملی یہاں تک کہ ایک دربان نے کہا یہاں ایک انسان ایسا ہے کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ رب العالمین کا رسول ہے اس پر فرعون نے اندر آنے کی اجازت دی اور کہنے لگا اس کو اندر آنے دو۔ شاید اس سے ہنسی مذاق کر لیں۔ دونوں نے داخل ہو کر پیغام رسالت پہنچایا۔ اس وقت فرعون نے موسیٰ کو پہچان کر کہا۔

وَفَعَلْتَ فَعَلَتِكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝۱۹ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ

اور تو نے وہ کام کیا جو تو نے کیا اور تو ناشکروں میں سے ہے، موسیٰ نے جواب دیا یہ فعل میں نے اس وقت کیا تھا جبکہ میں چوک جانے والوں

الضَّالِّينَ ۝۲۰ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خَضَّكُمُ فَوْهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ

میں سے تھا، سو میں تمہارے یہاں سے فرار ہو گیا جب مجھے تمہاری طرف سے ڈر لگا سو میرے رب نے مجھے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھے پیغمبروں میں

الْمُرْسَلِينَ ۝۲۱ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَىٰ أَنْ عَبَّدَتْ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝۲۲ قَالَ فِرْعَوْنُ

شامل فرما دیا، اور وہ جو تو مجھ پر اپنا احسان جتلا رہا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا، فرعون نے کہا

وَمَارَبُّ الْعَالَمِينَ ۝۲۳ قَالَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ۝۲۴

کہ اور رب العالمین کون ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا کہ رب العالمین وہی ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو،

تر بیت کا احسان:

۱۸۔ قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلَيْدًا (کہنے لگا کیا ہم نے اس وقت اپنے گھروں میں تجھے نہیں پالا تھا کہ تو بچہ تھا) بطور اختصار یہاں یہ محذوف ہے فأتيا فرعون فقال له ذلك۔ الوليد بچہ کیونکہ اس کا زمانہ ولادت قریب ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تو چھوٹا نہ تھا پس ہم نے تیری تربیت کی۔ وَكَبَّشْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ (اور تو ہم میں اپنی عمر کے کئی سال ٹھہرا رہا) ایک قول یہ ہے تیس سال۔

۱۹۔ وَفَعَلْتَ فَعَلَتِكَ الَّتِي فَعَلْتَ (اور تو نے اپنا وہ کام دکھایا جو تو نے دکھایا) یعنی قبلی کو قتل کر دیا اس نے تعریض کے طور پر بات اس لئے کی کہ وہ بادشاہ تھا۔ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ (اور تو کافروں میں سے ہے) یعنی میری نعمتوں کا منکر ہے کہ تو نے میرے ہی نان بابی کو قتل کر دیا۔ نمبر ۲۔ تو ہمارے اس دین پر تھا جس کو تو اب کفر کا نام دے رہا ہے اور یہ بہتان ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اس نے باندھا۔ کیونکہ وہ معصوم پیغمبر ہیں آپ ان میں نبوت سے قبل خاموشی سے بچا کر زندگی گزارتے رہے۔

جواب موسیٰ علیہ السلام:

۲۰۔ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذَا (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں نے وہ کام اس وقت کیا) ای اذ ذاک۔ وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ (جبکہ میں ناواقفوں میں سے تھا)۔ الضالین یعنی الجاہلین بانہا تبلغ القتل اس کے قتل تک پہنچنے سے بے خبر تھا۔ الضال عن الشئی۔ پہچان کا ختم ہونا نمبر ۲۔ بھولنے والے۔ اس صورت میں اس آیت کے معنی میں ہوگا۔ ان تَضَلَّ احداهما فتذكر احدهما الاخری [البقرہ: ۲۸۲] آپ نے اپنی ذات سے انت من الکافرین کے فرعون کو دفع کیا اور الکفرین کی جگہ الضالین کا لفظ لائے۔ اور اذا جواب بھی ہے اور جزاء بھی اور یہ کلام فرعون کا جواب اور اس کی جزاء بھی ہے کیونکہ فرعون کا قول وفعلت

فعلتک ہے جس کا معنی یہ ہے تم نے میرے احسان کا بدلہ اپنے اس قتلِ قبطی والے فعل سے دیا ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا۔ نعم فعلتھا مجازیاً لک ہاں میں نے تجھے بدلہ اور جزاء دیتے ہوئے یہ کیا اور یہ بات آپ نے برسمیل تسلیم فرمائی کیونکہ اس کا احسان تھا ہی اس انداز کا جس کا بدلہ اسی قسم کا دیا جاتا ہے۔

تمام وزرائے فرعون مشورہ قتل میں شریک تھے:

۲۱: فَقَرَرْتُ مِنْكُمْ (پس میں تم سے بھاگ گیا) مدین کی طرف لَمَّا خِفْتُكُمْ (جب مجھے تمہارے طرف سے ڈر لگا) کہ تم مجھے قتل کر دو گے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کو آل فرعون کے مؤمن نے کہا ان الملائمات یأترونک لیقتلوک فاخرج۔ [القصاص: ۲۰] فَوَهَّبَ لِي رَبِّي حُكْمًا (میرے رب نے مجھے حکم عطاء فرمایا) حکم سے نبوت اور علوم نبوت مراد ہے اور مجھ سے بھول اور ناواقفیت کو دور فرمایا۔ وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ (اور اس نے مجھے پیغمبروں سے بنایا) منجملہ رسولوں میں سے۔

۲۲: وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتُ بَنِي إِسْرَآءِیْلَ (یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھ رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے) تربیت کا احسان جتلانے کی خبر کو دوبارہ اور اس کو جڑ سے کاٹ دیا اور اس کا نام نعمت ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر اس کا نعمت ہونا ظاہر کیا کہ تیرے انعام کی حقیقت بنی اسرائیل کی غلامی ہے کیونکہ اس کی غلامی اور ان کے بیٹوں کا ذبح کرنا ہی وہ سبب تھا جس سے موسیٰ علیہ السلام اس کے ہاں پہنچے اور ان کی پرورش کی اگر وہ ایسی حرکت نہ کرتا تو موسیٰ علیہ السلام کے والدین ان کی تربیت کرتے گویا فرعون نے موسیٰ پر احسان ان کی قوم کو غلام بنانے ماں کی گود سے نکالنے کے بدلہ میں کیا جبکہ یہ احسان ثابت ہو جائے۔

تعبیدہم کا مطلب تذلیل کرنا اور ان کو غلام بنانا ہے۔

فَاتَّكَلَا: ضمیر تمہا اور عبدت میں واحد لائی گئی۔ منکم اور خفتکم میں جمع ہے کیونکہ خوف و فرار دونوں فقط فرعون ہی سے نہ تھا بلکہ اس کے ہم مذہب وزراء جو قتل موسیٰ کا مشورہ دینے والے تھے وہ بھی اس میں شریک تھے اس کی دلیل یہ ارشاد ہے ان الملائمات یأترونک لیقتلوک [القصاص: ۲۰] باقی احسان پرورش تو صرف اسی کی طرف سے تھا اور تعبید بنی اسرائیل بھی اس کا شاہی آرڈر تھا۔ تلک کا مشار الیہ اس کی مبہم و مخفی بدترین خصلت جو کہ بلا وضاحت معلوم نہ ہو سکتی تھی۔ ان عبدت یہ مرفوع ہے اور تلک کا عطف بیان ہے ای تعبیدک بنی اسرائیل نعمة تمنها علی تیرا بنی اسرائیل کو غلام بنانا نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے۔

فرعون کا سوال:

۲۳: قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ (فرعون کہنے لگا رب العالمین کیا چیز ہے) یعنی تو اس بات کا احوال دے کہ تو رب العالمین کا رسول ہے تو اس کی تعریف کیا ہے؟ کیونکہ جب زید کی صفات کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں۔ مازید؟ اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ لمبایا چھوٹا فقیہ یا طبیب صاحب کشف نے یہ لکھا ہے۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ۚ ۲۵ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۚ ۲۶ قَالَ

فرعون اپنے آس پاس کے بیٹھنے والوں سے کہنے لگا کیا تم نہیں سنتے؟ موسیٰ نے کہا کہ وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے، فرعون نے کہا

إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ۚ ۲۷ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا

بلاشبہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے، موسیٰ نے کہا کہ وہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ

بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۚ ۲۸ قَالَ لَئِنْ اتَّخَذَتِ الْهَاءُ غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ

ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے اگر تم سمجھتے ہو، فرعون نے کہا اگر تو نے میرے علاوہ کوئی معبود بنایا تو میں ضرور ضرور تجھے قیدیوں میں

الْمَسْجُونِينَ ۚ ۲۹ قَالَ أَوْ لَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ ۚ ۳۰ قَالَ فَأَتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ

شامل کر دوں گا، موسیٰ نے کہا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی واضح دلیل پیش کر دوں؟ فرعون نے کہا اگر تو بچوں میں سے

الصَّادِقِينَ ۚ ۳۱ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۚ ۳۲ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ

ہے تو دلیل پیش کر دے، اس پر موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا سو وہ اچانک واضح طور پر اڑدھا بن گیا اور اپنا ہاتھ نکالا سو وہ اچانک دیکھنے والوں کے لئے

لِلنَّظِيرِينَ ۚ ۳۳

سفید ہو گیا تھا۔

جواب موسیٰ علیہ السلام:

۲۴: قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سوال کے موافق جواب دیتے ہوئے فرمایا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (وہ آسمانوں اور زمین میں ان کے مابین سب کا رب ہے) یعنی دونوں جنسوں کے جو کچھ درمیان میں ہے إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ (اگر تم یقین کرنے والے ہو) یعنی اگر تم دلائل سے اشیاء کو پہچانتے تو ان اشیاء کی تخلیق بطور دلیل کافی ہے۔ نمبر ۲۔ اگر تم سے اس یقین کی امید ہے جس تک صحیح سوچ و فکر پہنچاتی ہے تو یہ جواب تمہارے حق میں نفع بخش ہوگا۔ ورنہ فائدہ نہ ہوگا۔ الا یقین سے مراد استدلال سے حاصل ہونے والا علم اسی وجہ سے محاورہ میں یہ کہنا درست نہیں۔ اللہ مُوقِن۔

۲۵: قَالَ (فرعون نے کہا) لِمَنْ حَوْلَهُ (ان کو جو اس کے ارد گرد تھے) یعنی اس کی قوم کے سردار جن کی تعداد پانچ سو تھی جو کنگن پہنے ہوئے تھے یہ بادشاہوں کیلئے خاص تھی أَلَا تَسْتَمِعُونَ (کیا تم سن رہے ہو!) اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کے جواب پر تعجب میں ڈالنا چاہ رہا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ آسمان و زمین کے قدیم ہونے کے قائل تھے اور ان کے متعلق کسی رب کے قائل نہ تھے اسی لئے موسیٰ علیہ السلام کو ضرورت پڑی کہ ان کے سامنے ایسا استدلال پیش کریں جس سے آسمان و زمین کا حدوث و فناء ان کو مشاہداتی

طور پر معلوم ہو جائے پس استدلال کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

۲۶: قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے) یعنی وہ تمہارا بھی خالق اور تمہارے آباء کا بھی خالق ہے اگر تم دوسروں سے دلیل اخذ نہیں کرتے تو اپنے اپنے نفوس سے استدلال پکڑو۔

قَالَ تَزَكَّى: موسیٰ علیہ السلام نے رب ابائکم فرمایا کیونکہ فرعون اپنے اہل عصر پر ربوبیت کا دعوے دار تھا پہلوں کے متعلق ربوبیت کا مدعی نہ تھا۔

فرعون کا ٹیٹانا:

۲۷: قَالَ (فرعون نے کہا) إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ (تمہاری طرف جو رسول بھیجا گیا ہے وہ بلاشبہ مجنون ہے) اس لئے کہ اس کا خیال یہ ہے میرے سوا اور بھی کوئی معبود موجود ہے۔ فرعون اپنے علاوہ کسی دوسرے کی الوہیت کا منکر تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی ایک اور دلیل:

۲۸: قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ (موسیٰ نے کہا وہی مشرق و مغرب کا رب ہے اور ان کے درمیان جو کائنات ہے اس کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو) تو تم میرے قول سے استدلال کر کے اپنے رب کو پہچان لو گے۔ اور یہ اصل مقصودی ارشاد ہے۔ نمبر ۲۔ پھر اس عام سے ان کے اور ان کے آباء و اجداد کے نفوس کو وضاحت کیلئے خاص کیا کیونکہ دیکھنے کو اپنا نفس سب سے قریب تر ہوتا ہے۔ اور وہ بھی جس سے وہ پیدا ہوا۔ اور وہ مشاہدات بھی قریب تر ہوتے جو ولادت سے وفات تک دیکھتا ہے۔ نمبر ۳۔ پھر آپ نے مشرق و مغرب کی تخصیص فرمائی کیونکہ طلوع شمس ایک جانب اور غروب آسمان کے دوسری جانب ہوتا ہے اور سال کے موسم میں ایک ٹھیک اندازے سے اور صحیح حساب سے ہوتا ہے اس لئے یہ ظاہر ترین استدلال ہے اسی ظہور عمومی کی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیاء و امات سے نمرود بن کنعان کے سامنے اسی دلیل کی طرف رجوع فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ فرعون نے اپنے سوال کی حقیقت سمجھے بغیر ماسے سوال کر دیا مگر جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کا حقیقی جواب دیا تو اس کے دماغ میں یہ بات پیدا ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام تو جواب سے رکنے والے ہیں اس لئے کہ میں نے سوال ماہیت کا کیا اور وہ جواب ربوبیت اور آثار صنعت سے دے رہے ہیں۔ اسی لئے اس نے موسیٰ علیہ السلام کے جواب سے ان کو تعجب میں ڈالنے کیلئے کہا۔ اَلَا تَسْتَمْعُونَ؟ پس موسیٰ علیہ السلام نے پہلے قول جیسا قول کیا۔ اس پر فرعون نے ان کو مجنون قرار دیا یہ سمجھ کر کہ موسیٰ اس کے جواب سے رخ موڑنے والے ہیں۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے تیسری بار پہلی کلام جیسا کلام دہرا کر واضح کر دیا کہ فرد حقیقی کی معرفت و پہچان صفات سے ہی ہوتی ہے اور ماہیت کا سوال ناممکن ہے اور اس ارشاد میں اسی طرح اشارہ ہے ان کُنْتُمْ تَعْقِلُونَ یعنی اگر تم میں عقل ہوگی تو تم جان لو گے کہ اس کی معرفت کا راستہ یہی ہے جب فرعون حیرت زدہ ہوا تو اسے آثار صنعت باری تعالیٰ کے آثار کو رد کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

فرعون کی دھمکی:

۲۹: قَالَ لِّہِیْ اَتَّخِذْتُ الْہٰٓءَا غَیْرِیْ (اگر تو نے میرے سوا اور کسی کو الہ مانا) لَا جَعَلَنَّاكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ (تو میرا تجھے قید کر دوں گا) یعنی میں تمہیں بھی ان لوگوں میں سے ایک بنا دوں گا جن کا حال تم میری جیلوں میں جانتے ہو اس کی عادت یہ تھی کہ جس کے متعلق چاہتا پکڑ کر جیل ڈلوادیتا۔ وہ جیلیں زمین میں دور تک لمبی لمبی سرنگیں تھیں جو خوب گہری ہوتی تھیں۔ ان میں جانے والا نہ کچھ دیکھ سکتا اور نہ سن سکتا تھا اور یہ صورت حال قتل سے کہیں بدتر تھی۔ اور اگر سبحنک لا سجنک ہوتا تو یہ معافی ادا نہ ہو سکتے جو لا جعلنک من المسجونین سے ادا ہو رہے ہیں۔ اگرچہ وہ مختصر ہے۔

۳۰: قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ (موسیٰ نے کہا کیا تو مجھے) ایسی حالت میں بھی قید کر سکے گا) اگر میں تیرے پاس لے آؤں)۔

نحو: اس میں واؤ حالیہ ہے اور اس پر ہمزہ استفہام انکاری کا داخل کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کیا تو مجھے قید خانے میں اس حال میں بھی ڈال دیگا۔ اگرچہ میں تیرے پاس لے آؤں۔ بِشْیْءٍ مُّبِیْنٍ (کوئی ایسی واضح چیز) یعنی معجزہ لے آؤں۔

۳۱: قَالَ فَاتِّبِعْ (اس نے کہا تو اس کو پیش کر) جو تیری سچائی کو واضح کر دے اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (اگر تو سچا ہے) تیرے پاس دلیل ہے۔ نحو: جواب شرط مقدر ہے۔ جو کہ (فاحضرہ) ہے یعنی تو اس کو حاضر کر دے۔

ظہور معجزہ:

۳۲: فَالْقَىٰ عَصَاهُ فَاِذَا هِیْ تُعْبَاۡنُ مُبِیْنٌ (پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی تو وہ یکدم کھلم کھلا اڑدھا بن گئی) جس کا اڑدھا ہونا ظاہر تھا۔ وہ ایسی چیز نہ تھی جو اڑدھا کے مشابہ ہو جیسا کہ سحر و شعبدہ بازی سے اشیاء ہوا کرتی ہیں۔ تفسیری روایت میں ہے کہ اس کی بلندی آسمان میں ایک میل تھی پھر وہ نیچے اتر فرعون کی طرف متوجہ ہوا فرعون کہنے لگا اے موسیٰ تم جو چاہو مجھے حکم دو۔ اے موسیٰ میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں کہ اس کو پکڑو! موسیٰ علیہ السلام نے پکڑا تو وہ عصا بن گیا۔

۳۳: وَ نَزَعَ يَدَهُ فَاِذَا هِیْ بَیْضَاۡءٌ لِّلنَّظْرِیْنَ (اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ کھینچا تو وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں ضیاء پاش تھا دیکھنے والوں کیلئے) اس میں دلیل ہے کہ اس کی سفیدی ایسی تھی کہ اس کی طرف نگاہیں دیکھنے سے جم جاتیں کیونکہ وہ خلاف عادت تھا اور اس کی سفیدی نورانیت کی وجہ سے تھی۔

روایت تفسیر یہ ہیں کہ جب فرعون نے پہلی نشانی دیکھی تو کہنے لگا کیا اور کوئی نشانی بھی ہے؟ اس پر آپ نے اپنا دست اقدس نکالا اور فرعون کو کہا یہ کیا ہے اس نے کہا یہ تمہارا ہاتھ ہے پھر آپ نے اس کو اپنی بغل کے نیچے دبا کر نکالا تو اس میں اتنی شعاعیں نکل رہی تھیں جس سے آنکھیں چندھیا نے لگیں اور افق کو روشنی نے بھر دیا۔

قَالَ لِلْمَلَاحِقَةِ إِنَّ هَذَا السِّحْرُ عَلِيمٌ ۖ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ ۖ

قوم کے سردار جو فرعون کے آس پاس موجود تھے ان سے فرعون نے کہا کہ بلاشبہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم لوگوں کو تمہاری سرزمین سے نکال دے۔

فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۚ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَبْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۖ يَا تُوّكُّ بِكُلِّ

سو بتاؤ تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ اس شخص کو اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور شہروں میں اپنے کارندوں کو بھیج دو۔ جن کا یہ کام ہو کہ لوگوں کو جمع کریں تمہارے پاس ہر

سَحَّارٍ عَلِيمٍ ۚ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۖ وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ

بڑے ماہر جادوگر کو لے آئیں۔ سو ایک مقررہ دن کے خاص وقت پر جادوگر جمع کئے گئے۔ اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع

مُجْتَمِعُونَ ۚ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۖ فَلَمَّا جَاءَ

ہونے والے ہو؟ شاید ہم جادوگروں کی راہ کو قبول کر لیں اگر وہ غالب ہو جائیں گے، جب جادوگر

السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَإِنَّا لَنَأْجُرُ إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۖ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ

آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب ہو گئے تو کیا یقینی طور پر ہمیں کوئی بڑا انعام ملے گا؟ فرعون نے کہا ہاں اور اس میں شک نہیں کہ

إِذَا لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۖ قَالَ لَهُمُ مُوسَى الْقَوْمَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۖ

اس صورت میں تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔ موسیٰ نے کہا کہ تم ڈال دو جو کچھ ڈالنے والے ہو۔

فرعون کی سیاسی چال:

۳۴: قَالَ (فرعون کہنے لگا) لِلْمَلَاحِقَةِ (اپنے ارد گرد کے سرداروں کو)

مَخْبُورًا: اس پر دو نصب ہیں لفظوں میں منصوب ہے اور اس کا عامل ظرف میں مقدر فعل ہے اور محلاً منصوب ہے کیونکہ یہ الماء سے حال ہے۔ ای کائناتین حوالہ اور اس کا عامل قال ہے۔

إِنَّ هَذَا السِّحْرُ عَلِيمٌ (بیشک یہ پڑھا لکھا جادوگر ہے) یہ جادو کو جاننے والا ہے پھر اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف برا بیختہ کیا۔ یہ کہتے ہوئے۔

۳۵: يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَاذَا (وہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے نکال باہر کرے) یہ منصوب ہے کیونکہ یہ مفعول بہ ہے یہ اس قول کی طرح ہے امرتک الخیر۔ تَأْمُرُونَ (تم مجھے حکم دیتے ہو) اس کے متعلق کیا مشورہ دیتے ہو قید کردوں یا نمبر ۲۔ قُل تَأْمُرُونَ یہ المؤمنہ سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی مشورہ ہے یا نمبر ۲۔ ایسا حکم جو نبی کی ضد ہو۔ جب فرعون دونوں نشانیاں دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اور اپنی الوہیت کا تذکرہ بھی بھول گیا اور اپنے کندھوں سے ربوبیت

کی چادر گرا دی اور اس کے کندھے پر کپچی طاری تھی اور ساتھیوں سے مشورے کرنے لگا گویا ان کو حاکم مان لیا حالانکہ اس کے خیال باطل میں وہ اس کے بندے اور غلام تھے اب یکا یک ان کو مامور مان کر ان کا حکم مان لیا۔

سرداروں کا فتویٰ:

۳۶: قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ (انہوں نے کہا اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دے دو) ان کے ہر معاملے کو ملتوی کر دو۔ اور فتنہ کے خطرہ کی وجہ سے ان کے قتل پر برا بیچتے مت کرو۔ وَأَبْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ (اور شہروں میں جمع کرنے والے مقرر کرو) پولیس کے اہل کار جو جادو گروں کو جمع کر لائیں انہوں نے فرعون کے قول ان هذا لساحرٌ عَلِيمٌ کا اس قول سے معارضہ کیا۔
۳۷: يَأْتُونَكَ بِكُلِّ سَحَابٍ عَلِيمٍ (وہ تیرے پاس بڑے بڑے پڑھے لکھے جادو گروں کو لے آئیں گے) کل کا لفظ اور سحار مبالغہ کا صیغہ استعمال کیا تا کہ فرعون کے اضطراب میں کچھ کمی واقع ہو۔

۳۸: فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتٍ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ (چنانچہ جادو گروں کو مقررہ تاریخ کو معین وقت پر جمع کیا گیا) یوم معلوم یعنی یوم زینت اور میقات سے چاشت کا وقت کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے یہی وقت ان سے مقرر فرمایا تھا جیسا کہ اس ارشاد میں ہے موعدهم يوم الزينة وان يحشر الناس ضحى [۵۹: طہ] میقات جس کو مقرر کر دی اور جس زمانہ کو حد بندی کر دی جائے یا جو جگہ طے کی جائے اور اسی سے مواقیت الاحرام ہیں۔

۳۹: وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُجْتَمِعُونَ (اور لوگوں کو کہا گیا کہ تم بھی جمع ہو جاؤ گے) یعنی تم جمع ہو جاؤ ان کے اجتماع کے سلسلہ میں ان سے سستی کا گمان ہے اور مراد اس سے ان کا جلد جمع کرنا ہے۔

۴۰: لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ (تا کہ ہم جادو گروں کی راہ پر چلیں) ان کے دین کے سلسلہ میں اِنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ (اگر وہ غلبہ پانے والے ہوں) موسیٰ کو اس کے دین کے سلسلہ میں مغلوب کر دیں اس سے ان کی غرض ساحروں کی اتباع نہیں بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ وہ موسیٰ کی اتباع نہ کریں انہوں نے کنایہ کے انداز میں بات کی کہ جب وہ جادو گروں کے پیرو ہو گئے تو کم از کم موسیٰ کی پیروی تو نہ کریں گے۔

جادو گر کے مقابلے میں:

۴۱: فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَإِنَّا لَنَأْجُرُكَ إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ (پس جب جادو گر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے کہا اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہم کو کچھ اس کا بدلہ یقینی طور پر ملے گا)

۴۲: قَالَ نَعَمْ (فرعون نے کہا ہاں!)

قراءت: علی نے نَعَمْ پڑھا ہے اور یہ دونوں لغات ہیں۔

وَأَنْتُمْ إِذَا لِمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (اور بلاشبہ تم اس وقت شاہی مقرب بن جاؤ گے) یعنی فرعون نے کہا ہاں! تمہارے لئے میرے ہاں اجر ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ تم شاہی مقربین میں شامل ہو جاؤ گے میرے ہاں تمہارا مرتبہ و مقام ہوگا تم میرے درمیان میں سب سے پہلے داخل ہونے والوں میں اور سب سے آخر میں نکلنے والوں میں سے ہو گے۔ جب کہ وہ جادو گروں کا

فَالْقُوا حِبَالَهُمْ وَعَصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿۴۲﴾ فَأَلْقَى مُوسَى

سوان لوگوں نے اپنی رسیاں اور لائٹیاں ڈال دیں اور فرعون کی عزت کی قسم کھا کر بولے کہ بلاشبہ ہم ہی غالب ہوں گے۔ سو موسیٰ نے اپنا عصا

عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۴۳﴾ فَأَلْقَى السَّحَرَةُ سِحْرَهُمْ سِجْدِينَ ﴿۴۴﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ

ڈالا۔ سو اچانک وہ ان لوگوں کے بنائے ہوئے دھندے کو نگٹنے لگا۔ پھر جادوگر سجدے میں ڈال دیئے گئے۔ کہنے لگے ہم رب العالمین پر

الْعَالَمِينَ ﴿۴۵﴾ رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ ﴿۴۶﴾ قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ أَدْنِ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمْ

ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ فرعون نے کہا کیا تم اس پر اس سے پہلے ایمان لے آئے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ بے شک بات یہ ہے کہ تم سب کا بڑا ہے

الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ هَ لَا قِطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلُكُمْ مِّنْ

جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، سو یہ ضروری بات ہے کہ تم عنقریب جان لو گے میں ضرور ضرور تمہارے ہاتھوں کو اور پاؤں کو مخالف جانب سے

خِلَافٍ وَلَا وَصَلَبْنَكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۷﴾ قَالُوا لَا ضَيْرَ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ﴿۴۸﴾ إِنَّا

کٹاں دوں گا اور ضرور ضرور تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا، انہوں نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں۔ بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ہم

نَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطِيئَاتِنَا إِنَّ كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۹﴾

امید کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو اس وجہ سے بخش دے گا کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

قول: ائن لنا لا جرًا جزاء شرط کے معنی میں ہوا جیسا کہ اس پر دلالت موجود ہے تو فرعون کا قول وانکم اذالمن المقربین اسی پر معطوف ہے اور اذا کو جواب جزاء کے تقاضے کے مطابق اس کے قائم مقام لایا گیا ہے۔

۴۳: قَالَ لَهُمْ مُوسَى اَلْقُوا مَا اَنْتُمْ مُّلقُونَ (موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا تم ڈالو جو تم نے ڈالنا ہے) جادو میں سے پس عنقریب تمہیں اس کا انجام نظر آ جائے گا۔

سحر کے اثرات:

۴۴: فَالْقُوا حِبَالَهُمْ (پس انہوں نے اپنی رسیاں ڈالیں) جو کہ ستر ہزار تھیں۔ وَعَصِيَّهُمْ (اور اپنی لائٹیاں) جو کہ ستر ہزار تھیں۔ دوسرا قول ہر دو بہتر ہزار تھیں۔ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ (اور کہنے لگے فرعون کی عزت کی قسم بیشک ہم ہی غالب رہیں گے) انہوں نے فرعون کی عزت و قوت کی قسم کھائی۔ اور جاہلیت کا ایمان یہی تھا۔ باء قسمیہ ہے یا بطور تبرک فرعون کی عزت کا ذکر کیا۔

اثر و سبب کچھ نکل گیا:

۳۵: فَالْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ (پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لٹھی زمین پر ڈال دی تو وہ اسی وقت نکلنے والی تھی) تَلْقَفُ کا معنی نکلنا ہے۔ مَا يَأْتِي فَيَكُونُ (جو چیزیں انہوں نے شعبدہ گری سے بنائیں) یعنی جن چیزوں کو وہ اپنے سحر کے بل بوتے پر انکی حقیقت و ظاہر سے پھیرتے تھے اور جھوٹی شعبدہ بازی کرتے تھے وہ اپنی لٹھیوں اور رسیوں کے متعلق تخیل پیدا کرتے کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔
۳۶: فَالْقَىٰ السَّحَرَةُ سَجْدًا (جادوگر سجدہ میں ڈال دیے گئے) یہاں گرنے کو ڈالنے سے بطور مشاکلت تعبیر کیا گیا کیونکہ یہاں اس کو القاءات کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ سجدہ میں تیزی کی وجہ سے اس طرح ہو گئے گویا کہ ان کو سجدہ میں ڈال دیا گیا ہو۔

۳۷: قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ (وہ کہنے لگے ہم رب العالمین پر ایمان لائے) قول عکرمہ رضی اللہ عنہ: صبح سویرے جادوگر تھے شام پڑنے سے پہلے ایمان والے شہداء بن گئے۔

۳۸: رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ (جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے) یہ رب العالمین کا عطف بیان ہے کیونکہ فرعون اپنے متعلق ربوبیت کا دعویدار تھا پس انہوں نے اس کو اس سے ایک طرف کر دیا۔

ایک قول یہ ہے فرعون نے جب ان سے سنا۔ امنا بر رب العالمین تو کہنے لگا تم نے مجھے ہی مراد لیا ہے؟ انہوں نے جواباً کہا: رب موسیٰ و ہارون۔

فرعون کی دھمکی اور ساحروں کا مو منانہ جواب:

۳۹: قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ (فرعون نے کہا میری اجازت کے بغیر تم ایمان لے آئے ہو) اس پر اِنَّهٗ لَكَبِيرٌ كُمْ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ (حقیقت میں وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا) تم نے ایک سازش پر موافقت کر لی ہے۔ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (تم عنقریب جان لو گے) اس فعل کی سزا جو تم نے کیا ہے پھر اس نے تصریح کرتے ہوئے کہا۔ لَا قِطْعَنَ اَيْدِيكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِنْ خِلَافٍ (میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کو اڈونگا) اس مخالفت کی وجہ سے جو تم سے ظاہر ہوئی ہے۔ وَلَا صَلْبَتَكُمْ اَجْمَعِينَ (اور تم تمام کو میں سولی پر لٹکا دوں گا) اس سے اس کا مقصود عام لوگوں کو ڈرانا تھا تا کہ ایمان لانے میں وہ ان کی اتباع نہ کرنے لگیں۔

۵۰: قَالُوا لَا ضَيْرَ (انہوں نے کہا کوئی ضرر نہیں) اس میں ضیر ضرر کے معنی میں ہے۔ اور لا کی خبر محذوف ہے ای فی ذلک نمبر ۲۔ ہم پر کوئی ضرر نہیں۔ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ (بیشک ہم تو اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں)۔

۵۱: اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطِيئَاتِنَا اَنْ كُنَّا (ہم کو تو یہی خواہش ہے کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اس وجہ سے کہ ہم) اس لئے کہ ہم اَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ (سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں) اہل شہادت میں سے (جو اس میلہ میں موجود ہیں) نمبر ۲۔ فرعون کی رعایا سے۔ نمبر ۳: اہل مصر قبطیوں میں سے۔ ان کا مقصد یہ تھا۔ اس سلسلہ میں ہم پر کوئی نقصان نہیں بلکہ ہمیں تو بہت بڑا

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنْ كُنَّمُ مُتَّبِعُوْنَ ۝۵۲ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو ساتھ لے کر راتوں رات چلے جاؤ بلاشبہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ پھر فرعون نے شہروں میں اہل کار

حٰشِرِيْنَ ۝۵۳ اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝۵۴ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِطُوْنَ ۝۵۵ وَاِنَّا لَجَمِيعٌ

بھیج دیئے، بلاشبہ یہ تھوڑی سی جماعت ہے اور انہوں نے ہم کو غصہ دلایا ہے، اور بلاشبہ ہم سب

حٰذِرُوْنَ ۝۵۶ فَاَخْرَجْنَاهُمْ مِّنْ جَنَّتٍ وَعُيُوْنٍ ۝۵۷ وَكُنُوْا مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝۵۸ كَذٰلِكَ ط

خطر رکھنے والے ہیں، سو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے اور غزانوں سے اور عمدہ جائے قیام سے نکال دیا، یہ بات اسی طرح سے ہے،

وَاَوْرَثْنَاهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۝۵۹ فَاتَّبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝۶۰ فَلَمَّا تَرَاۤءِ الْجَمْعُ مِنْ قَالٍ

اور یہ چیزیں ہم نے بنی اسرائیل کو دے دیں سو سورج نکلنے کے وقت ان کے پیچھے جا پہنچے پھر جب دونوں جماعتوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ

اَصْحٰبُ مُّوسٰى اِنَّا لَمُدْرِكُوْنَ ۝۶۱ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝۶۲ فَاَوْحَيْنَا

کے ساتھیوں نے کہا یہ یقینی بات ہے کہ ہم تو پکڑ لئے گئے، موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ مجھے ابھی راہ بتا دے گا، سو ہم نے

اِلٰى مُّوسٰى اِنْ اَضْرَبَ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝۶۳

موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لاٹھی کو مارو، سو وہ پھٹ گیا ہر حصہ اتنا بڑا تھا جیسے بڑا پہاڑ

فائدہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر اس دین پر جسے رہنے کی بناء پر ہمیں ملے گا۔ نمبر ۲۔ ہمیں اس کا کچھ نقصان نہیں جس سے تو ہمیں دھمکیاں دے رہا ہے۔ کیونکہ لازماً ہم نے اپنے رب کی بارگاہ میں اسباب موت میں سے کسی نہ کسی سبب کے ساتھ پلٹ کر جانا ہے اور قتل تو اس کے اسباب میں آسان اور قابل ترجیح ہے۔ نمبر ۳۔ تیرا ہمیں قتل کر دینے سے ہمیں کوئی نقصان نہیں اگر تو قتل کر دے گا تو ہم اپنے رب کی بارگاہ میں اس شخص کی طرح پلٹ کر جائیں گے جو اس کے ہاں بخشش کی طمع رکھتا ہو اور اس کی رحمت کا امیدوار ہو اس لئے کہ ہمیں سبقت ایمان میسر آگئی۔

بنی اسرائیل کو رات نکلنے کا حکم:

۵۲: وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُّوسٰى اَنْ اَسْرِ (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو رات کو نکال کر لے جا)

قراءت: حجازی نے ہمزہ وصل سے پڑھا۔ ای اَنْ اَسْرِ۔

بِعِبَادِي (میرے بندوں کو) مراد بنی اسرائیل۔ ان کو اپنے بندے ہونے کی نسبت سے نوازا اس لئے کہ وہ خدا کے رسول پر ایمان لائے تھے۔ اسر کا معنی ان کو رات کو لے کر جاؤ۔ یہ حکم جادو گروں کے ایمان لانے کے عرصہ بعد ہوا۔ اِنْ كُنَّمُ مُتَّبِعُوْنَ (تمہارا

پیچھا کیا جائے گا) فرعون اور اس کی قوم تمہارا پیچھا کریں گے رات کو چلنے کے حکم کی علت فرعون اور اس کے لشکر کے تعاقب کو قرار دیا مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہارے اور ان کے معاملے کی تدبیر اس طرح بنائی ہے کہ تم آگے چلو گے اور یہ تمہارے تعاقب میں پیچھے آئیں گے اور سمندر کی جس راہ میں تم داخل ہو گے اسی میں وہ داخل ہو گئے تو میں ان کو ہلاک کر دوں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس رات ان کے ہر گھر میں ایک ایک بیٹا مر گیا وہ ان اموات کے معاملہ میں مشغول ہو گئے ادھر موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکل گئے۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے ہر چار گھروں کو ایک گھر میں جمع کرو پھر بکرے ذبح کر کے ان کے خون اپنے دروازوں پر لگا دو۔ میں فرشتوں کو حکم دوں گا کہ اس دروازے میں داخل نہ ہوں جس پر خون کا نشان لگا ہو اور انہی فرشتوں سے قبطوں کے پلوٹھے بچے قتل کروادوں گا اور اپنے لئے جلدی سے تازی روٹی تیار کر کے ان کو راتوں رات لے چلو یہاں تک کہ سمندر تک پہنچو پھر اس کے متعلق میرا حکم اسی وقت اترے گا۔

فرعون کا شدید غم و غصہ:

۵۳: فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ (فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیج دیے) تاکہ وہ لوگوں کو زبردستی اکٹھا کر دیں جب لوگ جمع ہو گئے تو فرعون کہنے لگا۔

۵۴: إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ (پیشک یہ تھوڑے سے آدمی ہیں) لشرذمہ چھوٹی جماعت۔ ان کو اسی نام سے ذکر کیا جو قلت کو ظاہر کرتا ہے پھر اس کی صفت قلیلون لائے اور اس کو جمع قلت لائے گویا اس کے ہر گروہ کو بہت کم تعداد میں ظاہر کرنا مقصود ہے۔ نمبر ۲۔ قلت سے مراد ذلت ہے تعداد کی قلت مراد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ذلیل ہیں اس لئے ان کے غلبہ کی کوئی توقع ہی نہیں ہے اس نے قوم موسیٰ علیہ السلام کو قلیل قرار دیا حالانکہ ان کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی کیونکہ فرعونوں کی تعداد ان کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی ان کی تعداد بقول ضحاک سات کروڑ تھی۔

۵۵: وَآتَيْنَاهُمُ لَنَا لَغَافِظُونَ (بلاشبہ وہ ہم کو غصہ دلا رہے ہیں) یعنی وہ ایسے افعال کر رہے ہیں جو غصہ دلانے والے ہیں اور ان کی وجہ سے ہمارے سینوں میں تنگی پیدا ہوئی ہے وہ ان کا ہمارے مصر سے خروج اور ہمارے زیورات کو اٹھا کر لے جانا اور ہمارے پلوٹھے بیٹوں کا قتل ہے۔

۵۶: وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حٰذِرُونَ (اور پیشک ہم سب ایک مسلم جماعت ہیں)۔

قرأت: شامی و کوئی نے اسی طرح پڑھا اور دوسروں نے حذرون پڑھا ہے۔

الحذر محتاط، الحاذر، احتیاط میں تجدید کرنے والا۔

ایک قول یہ ہے ہتھیار میں مسلح، وہ اپنی ذاتی حفاظت کیلئے بطور احتیاط ایسا کرتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم بیدار مغز اور محتاط لوگ ہیں یہ چیز ہماری عادت ثانیہ ہے کہ ہم معاملات کو دیکھ بھال سے کرتے ہیں جب کوئی ہمارے خلاف خروج کرتا ہے تو جلدی سے ہم اس کا فساد مٹا دیتے ہیں یہ اعذار ہیں جو فرعون نے شہر والوں کو پیش کیا تاکہ وہ عاجزی اور کمزوری کا گمان نہ کریں۔

۵۷: فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِنْ جَنَّاتٍ (اور ہم نے ان کو باغات سے نکال دیا) وَءَعْيُونٍ (اور چشموں سے) جاری نہروں سے

۵۸: وَ كُنُوزٍ (اور خزانوں سے) اموال ظاہرہ جو سونے اور چاندی کی جنس سے تھے ان کو کنوز کہا کیونکہ ان کو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف نہ کرتے تھے۔ وَ مَقَامٍ (اور مکان) کَرِیْمٍ (پر رونق عمدہ)۔ قول ابن عباس: مقام سے منابر مراد ہیں۔
 ۵۹: كَذَلِكَ (اور واقعہ یونہی ہوا) اس میں نصب کا احتمال ہے جب کہ آخر جتا کے ماتحت ہوا ہی خرجنا ہم مثل ذلك الاخراج الذی وصفنا۔ نمبر ۲۔ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہو تو مرفوع ہے ای الامر كذلك وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَآءِیْلَ (اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا) قول حسن رحمۃ اللہ علیہ: جب سمندر پار گزر گئے تو واپس لوٹے اور انہوں نے اپنے مکانات و اموال واپس لے لئے (مگر یہ محل نظر ہے بنی اسرائیل و شام و فلسطین کی حکومت ملنے کے بعد بطور اقتدار لوٹنا ممکن ہے ثابت ہو قافہم)

فرعون کا تعاقب:

۶۰: فَاتَّبَعُوْهُمْ (پس انہوں نے ان کو آلیا)۔ قراءت: فَاتَّبَعُوْهُمْ یزید نے پڑھا ہے۔ مُشْرِقِیْنَ (طلوع شمس کے وقت)۔
 تَحْفَظُ: یہ حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ طلوع شمس میں داخل ہو رہے تھے۔ یعنی قوم فرعون اور فرعون نے طلوع شمس کے وقت ان کو آلیا۔

۶۱: فَلَمَّا تَرَأَوْا الْجَمْعَیْنِ (جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا) آمنا سامنا ہوا۔ اس طرح کہ ہر فریق دوسرے کو دیکھ سکتا تھا۔ اسرائیلی اور قبیلی مراد ہیں۔ قَالَ أَصْحَبُ مُوسَى إِنَّا لَمُدْرِكُوكُمْ (تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا بیشک وہ تو ہم کو پکڑ لیں گے) قریب ہے کہ ہمارا دشمن ہمیں آ ملے اور ادھر ہمارے سامنے سمندر ہو۔

۶۲: قَالَ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) کیونکہ ان کو اپنے رب کے وعدہ پر پختہ یقین تھا۔ كَلَّا (ہرگز نہیں) اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی سے باز آؤ۔ وہ تمہیں ہرگز پکڑ نہ سکیں گے۔ إِنَّ مَعِيَ رَبِّیْ سَیْهْدِیْنِ (بیشک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ عنقریب راہنمائی فرمائے گا)۔

قراءت: حفص نے مَعِيَ پڑھا۔ یعقوب نے سیہدین بینی پڑھا ہے سیہدین کا مطلب سیہدینی طریق النجاة من ادراکهم واضرارهم وہ عنقریب ان کے پکڑنے اور تکلیف پہنچانے کے متعلق میری راہنمائی فرمائے گا۔

بنی اسرائیل کا لشکر سمندر کے درمیان:

۶۳: فَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ (پس ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تم اپنی لاٹھی سمندر پر مارو) البحر سے بحر قلزم مراد ہے یہی وہ سمندر ہے جس میں لوگ یمن سے مصر کی طرف جاتے ہیں۔ نمبر ۲۔ دریائے نیل۔ فَأَنْفَلَقَ (پس وہ پھٹ گیا) یعنی انہوں نے مارا تو وہ پھٹ گیا۔ اور اس میں بارہ راستے بن گئے اور قبائل بنی اسرائیل کی تعداد بھی اس قدر تھی۔ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ (ہر حصہ) ایک حصہ دوسرے سے جدا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ كَالطُّوْدِ (گویا کہ وہ ایک بڑا پہاڑ ہے) آسمان میں بلند ہونے والا پہاڑ الْعَظِیْمِ (بڑا)۔

وَأَزَلَفْنَا ثُمَّ الْآخِرِينَ ﴿٦٤﴾ وَأَنْجَيْنَا مُوسَى وَمَنْ مَّعَهُ أَجْمَعِينَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا

اور ہم نے اس موقع پر دوسروں کو قریب کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے سب کو نجات دی، پھر ہم نے دوسروں کو

الْآخِرِينَ ﴿٦٦﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ط وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٦٧﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ

فرق کر دیا بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے، بلاشبہ آپ کا رب

لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٨﴾

زبردست ہے رحمت والا ہے۔

ع
(۱۷)
۸

۶۴: وَأَزَلَفْنَا ثُمَّ (اور ہم نے قریب کر دیا) اس جگہ کے (فرعونوں کو) جہاں سے سمندر پھٹا۔ الْآخِرِينَ (پچھلوں کو) قوم فرعون یعنی ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے قریب کر دیا۔ نمبر ۲۔ سمندر کے قریب کر دیا۔

۶۵: وَأَنْجَيْنَا مُوسَى وَمَنْ مَّعَهُ أَجْمَعِينَ (اور ہم نے موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں تمام کو نجات دی) یعنی ڈوبنے سے نجات دی۔ ہلاکت فرعون:

۶۶: ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخِرِينَ (پھر دوسروں کو ہم نے ڈبو دیا) فرعون اور قوم فرعون کو۔

فائدہ عظیمہ:

زندگیوں میں ستاروں کی تاثیر کے نظریہ کو یہ آیت باطل کر رہی ہے ان سب کے طوابع مختلف تھے مگر ہلاک میں سب اکٹھے ہو گئے۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام بنی اسرائیل اور آل فرعون کے درمیان آ گئے وہ بنی اسرائیل کو تلقین فرما رہے تھے کہ اگلے کو جاملو۔ اور قبطیوں کے سامنے روک کر فرماتے تم ٹھہرو تا کہ تمہارے پیچھے والے ساتھ مل جائیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارہ پر پہنچ گئے۔ تو یوشع علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ کو کہاں کا حکم ملا ہے؟ یہ سمندر تمہارے سامنے ہے۔ اور آل فرعون پیچھے دبائے چلے آ رہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہاں کا حکم ہوا یوشع پانی میں گھس گئے اور موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری پھر وہ داخل ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت فرمایا: یا من کان قبل کل شیء والمکون لکل شیء۔ والکائن بعد کل شیء اے وہ ذات جو ہر چیز سے پہلے ہے اور ہر چیز کو بنانے والی ہے اور ہر چیز کے بعد ہمیشہ رہے گی۔

۶۷: إِنَّ فِي ذَلِكَ (بے شک اس میں) جو ہم نے موسیٰ اور فرعون کے ساتھ کیا لَآيَةً (ضرور نشانی ہے) عجیب عبرت ہے جس کا بیان نہیں کیا جاسکتا۔ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ (اور ان کی اکثریت نہ تھی ڈوبنے والوں کی) مُؤْمِنِينَ (ایمان لانیوالی) علماء کا بیان ہے

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ۖ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۖ قَالُوا نَعْبُدُ

اور آپ ان کے سامنے ابراہیم کا قصہ بیان کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور قوم سے کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم بتوں کی

أَصْنَامًا فَظَلَّ لَهَا عَافِيْنَ ۖ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكَ إِذْ تَدْعُونَ ۚ أَوْ يَنْفَعُونَكَ

عبادت کرتے ہیں اور ان کے پاس جمع رہتے ہیں ابراہیم نے کہا کیا یہ تمہاری بات سننے میں جب تم انہیں پکارتے ہو یا یہ تمہیں نفع دیتے ہیں

أَوْ يَضُرُّونَ ۚ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۚ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا

یا ضرر دیتے ہیں؟ وہ لوگ کہنے لگے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے، ابراہیم نے کہا کیا تم نے ان کو دیکھا کہ

كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۚ أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ الْأَقْدَمُونَ ۚ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيَ إِلَّا رَبَّ

تم اور تمہارے باپ دادے جن چیزوں کی عبادت کرتے ہو سب بے شک وہ میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین

الْعَالَمِينَ ۚ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۚ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۚ

کے جس نے مجھے پیدا کیا سو وہ مجھے ہدایت دیتا ہے اور مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے

کہ قبطیوں میں سے صرف آسیہ، حزقیل مؤمن آل فرعون اور مریم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر یوسفی کی نشان دہی کی یہ ایمان لائے۔

۶۸: إِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ (اور بلاشبہ آپ کا رب البتہ زبردست ہے) اپنے دشمنوں سے انتقام و بدلہ لینے میں الرَّحِيمُ (مہربان ہے) اپنی فرمانبرداری پر انعامات کرنے میں۔

ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ:

۶۹: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ (آپ ان پر پڑھیں) یعنی قریش مکہ پر نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ابراہیم علیہ السلام کے حالات۔

قوم اور والد کے ساتھ پیش آنے والے حالات:

۷۰: إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ (جبکہ انہوں نے اپنے والد اور قوم کو فرمایا) قوم ابراہیم یا قوم والد مَا تَعْبُدُونَ (تم کس چیز کی پوجا کرتے ہو) لیکن یہ سوال ان سے اس بناء پر کیا کہ ان کو بتلایا جائے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو یہ مستحق عبادت نہیں ہیں۔

اے: قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا (وہ کہنے لگے ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں) مَا تَعْبُدُونَ کا جواب اصناماً ہے جیسا کہ اس آیت میں العفو جواب ہے مَاذَا يَنْفِقُونَ کا۔ آیت يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يَنْفِقُونَ قل العفو [البقرہ: ۲۱۹] اسی طرح دوسری آیت میں مَاذَا قَالَ کے

جواب میں الحق ہے مَاذَا قَالَ رَبِّكُمْ قَالُوا الحق [سبا: ۲۳]

کیونکہ یہ سوال معبود کے متعلق تھا عبادت کے متعلق نہ تھا۔ انہوں نے جواب میں فخر کے طور پر نعت کا اضافہ کر دیا اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کی عبادت پر مباحات کے طور پر نعت لائے اور اس پر بطور عطف۔ فَنَظَّلُ لَهَا عَلِيفِينَ (پس ہم ان کی عبادت پر دن گزراتے ہیں) ہم ان کی عبادت سارا دن کرتے ہیں۔ انہوں نے فنظل کہا کیونکہ وہ ان کی عبادت دن کے وقت کرتے تھے نہ کہ رات کو نمبر ۲۔ اس کا معنی دوام و ہمیشگی ہے۔

۷۲: قَالَ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا) هَلْ يَسْمَعُونَكُم (کیا وہ سنتے ہیں) کیا وہ تمہاری دعائیں سنتے ہیں مضاف محذوف ہے کیونکہ اِذْ تَدْعُونَ اِسْ پر دلالت کر رہا ہے۔

۷۳: اَوْ يَنْفَعُونَكُم (یا وہ تمہیں فائدہ دیتے ہیں) اگر تم ان کی عبادت کرتے ہو اَوْ يَضُرُّوْنَ (یا وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں) اگر تم ان کی عبادت چھوڑ دو۔

۷۴: قَالُوا بَلْ (انہوں نے کہا بلکہ) بل اضراب کیلئے ہے کہ وہ نہ سنتے ہیں اور نہ نفع پہنچاتے اور نہ نقصان دیتے ہیں اور نہ ہم ان میں سے کسی غرض کی بناء پر ان کی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (ہم نے اپنے آباء کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا) پس ہم ان کی تقلید کرتے ہیں۔

۷۵، ۷۶: قَالَ اَقْرَأْ يَتُومًا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ الْاَقْدَمُونَ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا تم نے دیکھا کہ تم خود اور تمہارے اگلے باپ دادا کس چیز کو پوجتے ہیں) اقدمون کا معنی پہلے ہے۔

۷۷: فَاِنَّهُمْ (پس بیشک وہ) یعنی اصنام عَدُوٌّ لِّيْ (میرے دشمن ہیں) عدو اور صدیق یہ دونوں لفظ واحد جمع کیلئے مستعمل ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر تم پوجا کرو تو قیامت کے دن وہ میرے دشمن ہو گئے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا سیکفرون بعبادتهم ویکونون علیہم ضداً [مریم: ۸۲]

قول فراء: یہ کلام مقلوب کی قسم ہے مطلب اس طرح ہے: فانی عدولہم (کہ میں ان کا دشمن ہوں) حالانکہ آپ کے قول میں عدولی ہے عدولکم نہیں۔ ان کی زیادہ خیر خواہی کرتے ہوئے قبولیت حق کی دعوت دی ہے اگر آپ فانہم عدولکم فرماتے تو کلام سے یہ مقصد پورا نہ ہوتا۔

اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (مگر رب العالمین)۔

مَحْجُوْر: یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ وہ اعداء کے تحت داخل ہی نہیں کہ الا سے خارج کیا جائے گویا اس طرح فرمایا لکن رب العالمین لیکن رب العالمین میرا دوست ہے۔

۷۸: الَّذِیْ خَلَقَنِیْ (وہ جس نے مجھے پیدا کیا) ٹھہرنے کی مقررہ جگہ میں رکھ کر فَهُوَ یَهْدِیْنِ (پس وہی میری راہنمائی کرنے والے ہیں) دنیاوی راستوں اور مصالح دین کی جانب یھدینی کو صیغہ مستقبل سے لایا گیا ہے حالانکہ عنایت تو پہلے گزر چکی کیونکہ یھدینی اہم وافضل اور کامل واکمل کا احتمال رکھتا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا اپنی خدمت کے اسباب کیلئے پس وہی میری راہنمائی آداب خلعت کی طرف فرمائیں گے۔

۷۹: وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ (اور وہ ذات جو مجھے کھلاتی ہے) یہاں اطعام کی نسبت انعامات کے والی کی طرف کی گئی ہے۔ کیونکہ

وَإِذَا مَرَضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِي^{۸۰} وَالَّذِي يُمَيِّتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِي^{۸۱} وَالَّذِي أَطْمَعُ

اور جب بیمار ہو جاؤں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے اور جو مجھے موت دے گا پھر زندہ فرمائے گا اور جس سے میں امید رکھتا ہوں

أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ^{۸۲} رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَالْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ^{۸۳}

کہ قیامت کے دن میرا قصور معاف فرما دے گا، اے میرے رب مجھے حکم عطا فرمائیے اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرمائیے،

وَأَجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ^{۸۴} وَأَجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ^{۸۵}

اور بعد میں آنے والے لوگوں میں اچھائی کے ساتھ میرا ذکر باقی رکھے، اور مجھے جنت النعیم کے وارثوں میں بنادیتے

وَاعْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ^{۸۶} وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ^{۸۷} يَوْمَ لَا يَنْفَعُ

اور میرے باپ کی مغفرت فرمائیے بلاشبہ وہ گمراہوں میں سے ہے، اور مجھے اس دن رسوا نہ کیجئے گا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے جس دن نہ کوئی

مَالٌ وَلَا بَنُونَ^{۸۸} إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ^{۸۹}

مال نفع دے گا اور نہ بیٹے، سوائے اس شخص کے جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کے پاس آئے۔

اسباب کی طرف جھک پڑنا یہ چوپایوں کی عادت ہے۔ وَيَسْقِيْنِ (اور وہ مجھے شفاء بخشنے والے ہیں) قول ابن عطاء: وہ ذات جو کھانا کھلا کر زندہ رکھتی ہے اور مشروبات پلا کر سیرابی بخشتی ہے۔

۸۰: وَإِذَا مَرَضْتُ (اور جب میں بیمار ہوتا ہوں) ابرہیم علیہ السلام نے یہاں اس طرح نہیں فرمایا: امرضتی۔ کیونکہ زبانی تذکرہ سے یہاں شکر مقصود ہے اسی لئے اس کی طرف اس چیز کی نسبت نہیں کی جو خیر و نقصان کی متقاضی تھی (یہ کمال ادب ہے)۔ قول ابن عطاء: جب میں مخلوق کو دیکھ کر بیمار ہوتا ہوں تو مشاہدہ حق سے مجھے وہ شفاء دیتا ہے۔ فَهُوَ يَشْفِينِي (وہ شفاء بخشتا ہے!) قول جعفر صادق: جب میں رؤیت افعال سے بیمار پڑ جاتا ہوں تو وہ افضال کے احسان سے اس کا ازالہ فرما دیتا ہے۔

تعبیر کی خوبصورتی:

۸۱: وَالَّذِي يُمَيِّتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ (اور وہ ذات جو مجھے موت دے گی پھر وہ مجھے زندہ کرے گی) یہاں اذامت نہیں فرمایا کیونکہ موت ابتلاء کی قید اور دار الفناء سے نکلنے اور بقاء کے باغ میں وعدہ لقاء کیلئے داخلے کا نام ہے۔

ثم اور فاء کا فرق:

یہاں تم لایا گیا کیونکہ فناء کے عرصہ پر احیاء ہے گزشتہ آیات میں شفاء اور ہدایت پر فاء کو داخل کیا کیونکہ مخلوق کو باری باری حاصل ہوتی ہیں دونوں ساتھ ساتھ میسر نہیں ہوتی۔

۸۲: وَالَّذِي أَطْمَعُ (اور وہ ذات جس سے میں طمع رکھتا ہوں) موالی سے غلاموں کی طمع تو افضال ہی ہوتا ہے سوال سے ان کا استحقاق مقصود نہیں ہوتا۔ اَنْ يَغْفِرَ لِيْ خَطِيئَتِيْ (کہ وہ میری لغزش کو بخش دیں گے) ایک قول یہ ہے کہ اس خطا سے اپنی سقیم [الصفات: ۸۹] بل فعلہ کبیر ہم [الانبیاء: ۶۳] ہذا ادبی [الانعام: ۷۷] اور بازغ بادشاہ مصر کو سارہ کے متعلق فرمایا ہی اختی یہ تمام جائز تعریضات ہیں یہ خطایا نہیں کہ جن سے استغفار کی ضرورت ہو باقی انبیاء علیہم السلام کا استغفار تو رب کی بارگاہ میں تواضع و انکساری ہے اور امت کو طلب مغفرت کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ یَوْمَ الدِّينِ (قیامت کے دن) جو کہ جزاء کا دن ہے۔

دعائے ابراہیم علیہ السلام:

۸۳: رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا (اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما) حکم سے حکمت مراد ہے یا نمبر ۲۔ لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا۔ نمبر ۳ نبوت کیونکہ نبی علیہ السلام حکمت والے اور لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ وَالْحَقِّيْنِ بِالصَّالِحِيْنَ (اور تو مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے) صالحین سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرما کر اعلان کر دیا: وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِيْنَ [البقرة: ۱۳۰]

۸۴: وَاجْعَلْ لِّىْ لِسَانَ صِدْقٍ فِى الْاٰخِرِيْنَ (اور میرا تذکرہ اخیر آنے والے لوگوں میں کر دے) یعنی اچھی تعریف اور آنے والی امتوں میں اچھا تذکرہ۔ پس یہ دعا قبول کر لی گئی تمام ادیان والے ان سے دوستی رکھتے اور ان کی تعریف کرتے ہیں۔ نکتہ: یہاں قول کی بجائے لسان کو لایا گیا کیونکہ قول زبان ہی سے ادا ہوتا ہے۔

۸۵: وَاجْعَلْنِيْ مِنْ (تو مجھے بنادے)

نَحْوِ: یہ وارثاً مخدوف کے متعلق ہے ای وارثان وراثۃ جنة النعيم۔

وَرَّثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ (نعمتوں والی جنت) یعنی اس میں باقی رہنے والے لوگوں میں سے ہے۔

۸۶: وَاعْفِرْ لِاَبِيْ (اور میرے والد کو بخش دے) اس کو اسلام نصیب کر کے اہل جنت میں سے بنادے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کے وقت اس سے جدائی اختیار کی تو اس وقت یہ وعدہ فرمایا ساستغفرلك ربى اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ (بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے) ضال سے مراد کافر ہے۔

۸۷: وَلَا تُخْزِنِيْ (اور مجھے رسوا نہ کرنا) الاخزاء یہ یغزی سے لیا گیا ہے جس کا معنی ذلت ہے نمبر ۲۔ الخزاية سے ہے اور وہ حیاء کو کہتے ہیں۔ یہ استغفار کی طرح ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ یَوْمَ يَبْعَثُوْنَ (جس دن ان کو اٹھایا جائے گا) یبعثون کی ضمیر عباد کی طرف ہے کیونکہ وہ خود سمجھ آ رہے ہیں۔ نمبر ۲۔ ضالین کی طرف راجع ہے اور یہ سارا استغفار والد کیلئے قرار دیا جائے مطلب اس طرح ہوگا ولا تخزنى يوم يبعث الضالون و ابى فيهم اور تو مجھے رسوا نہ کرنا جس دن گمراہوں کو اٹھایا جائے گا اس حال میں کہ میرا والد ان میں ہوگا۔

۸۸: يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ (جس دن مال کام نہ آئے گا)

نَحْوِ: یہ یوم اول سے بدل ہے۔

وَلَا بَنُونَ (اور نہ بیٹے) کسی ایک کو بھی۔

قلب سلیم:

۸۹: اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سالم دل کے ساتھ آیا) سلیم سے مراد کفر و نفاق سے بچا ہوا دل۔ کافر و منافق کا دل بیمار ہوتا ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فِي قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ [البقرة: ۱۰] مطلب یہ ہے۔ کہ مال کو جب نیکی کے مقامات پر صرف کیا جائے اور اولاد بھی صالح ہو تو اس کو اس سے فائدہ پہنچے گا اور ان کی وجہ سے وہ سلیم القلب ہوگا۔ نمبر ۲۔ مال اور اولاد کو غناء کے معنی میں قرار دیا گیا اس طرح فرمایا یوم لا ینفع غنی الا غنی من اتی اللہ بقلب سلیم اس دن کسی کو غناء کام نہ دے گا مگر اس کا غناء جو صحیح سالم دل لے کر آیا کیونکہ دینی غناء سلامتی قلب سے ہی میسر آتا ہے جیسا کہ غناء ظاہری مال و اولاد سے ملتا ہے۔

آیت میں مَنْ کو ینفع کا مفعول قرار دیا گیا ای لا ینفع مال ولا بنون الا رجلا سلم قلبه مع ماله حیث انفقه فی طاعة الله و مع نبیه حیث ارشدہم الی الدین و علمہم الشرائع۔ نہ مال کام آئے گا۔ اور نہ اولاد مگر وہ آدمی جس کا دین بمع مال بچا ہوا ہو۔ وہ اس طرح کہ اس نے مال کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کیا اور اولاد کو دین کی طرف راہنمائی کی اور ان کو شرائع کا علم سکھایا۔ اس صورت میں یہ بھی جائز ہے الا من اتی اللہ بقلب سلیم من فتنۃ المال مگر جو شخص فتنہ مال و اولاد سے بچا ہوا دل لے کر آیا۔ اللہ تعالیٰ جو کہ جلیل القدر ذات ہے اس نے خلیل کے استثناء کی بطور اکرام تہویب فرمائی بلکہ ان کے وصف کے طور پر ذکر فرمایا۔ وَاِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَابْرَاهِيْمَ اذ جاء ربه بقلب سلیم [الصافات: ۸۳، ۸۴]۔

حسن ترتیب:

ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کے ساتھ کس عمدہ ترتیب سے کلام فرمایا۔ نمبر ۱۔ اولاً ان سے سوال کیا کہ وہ کس چیز کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ سوال ان سے اقرار کروانے کیلئے فرمایا بطور استفہام نہیں فرمایا۔ نمبر ۲۔ پھر ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہو کر ان کی حیثیت کو اس طرح باطل قرار دیا کہ وہ نقصان و نفع نہیں دے سکتے اور نہ ہی فریادوں کو سنتے ہیں۔ نمبر ۳۔ پھر ان کی آبائی تقلید کا ابطال کیا یہ دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی پھر مسئلہ کی صورت اپنی ذات کی طرف نسبت کر کے سمجھائی ان کی طرف نسبت نہیں کی یہاں تک کہ اس گفتگو سے یاد الہی کی طرف متوجہ ہو کر اس کی عظمت بیان فرمائی اور اس کے انعامات و ولادت سے وفات تک ذکر کئے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت کے امید یافتہ انعامات کا تذکرہ کر دیا۔ پھر بارگاہ الہی میں مخلصانہ دعائیں اور اس کی بارگاہ میں کامل رجوع کرنے والوں کی طرح گڑ گڑاتے پھر اس کو تذکرہ قیامت اور اللہ تعالیٰ کے ثواب و عقاب کے ساتھ ملایا اور مشرکین کے اس انجام کا ذکر کر دیا جس کی طرف ان کو اس دن دھکیلا جائے گا۔ وہاں جس قدر ان کو شرمندگی و ندامت پیش آئے گی جو اس گمراہی کی بناء پر ہوگی جس پر آج وہ قائم ہیں وہ ندامت کی وجہ سے دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا ظاہر کریں گے تاکہ وہ ایمان و طاعت اختیار کریں۔ (مگر اے بسا آرزو کہ خاک شد)

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۙ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوِينَ ۙ وَقِيلَ لَهُمَ إِنَّمَا

اور متقیوں کے لئے جنت قریب کر دی جائے گی اور گمراہوں کے لئے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی، اور ان سے کہا جائے گا کہ اللہ کو

كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۙ مَنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ۙ فَكُفُّوا

چھوڑ کر تم جن کی عبادت کیا کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں، پھر وہ لوگ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کے لشکر سب اس میں اوندھے

فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ۙ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ۙ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ۙ

منہ ڈال دیئے جائیں گے، وہ لوگ دوزخ میں ہوتے ہوئے آپس میں جھگڑیں گے

متقین کا انجام:

۹۰: وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ (جنت کو متقین کے قریب کر دیا جائے گا) أُزْلِفَتِ کا معنی قریب کیا جانا۔ جملہ کا عطف جملہ پر ڈالا گیا ای تزلف من موقف السعداء فينظرون اليها۔ موقف سعداء اور جنت میں قرب پیدا کر دیا جائے گا پس وہ جنت کی طرف دیکھ لیں گے۔

غاوین کا تذکرہ:

۹۱: وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ (اور جہنم کو ظاہر کر دیا جائے گا) یعنی وہ اس قدر ظاہر کر دی جائے گی یہاں تک کہ یوں محسوس ہوگا کہ اس کی لپٹ ان کو آچھوئے گی۔ الْغَوِينَ (گمراہوں کیلئے) کفار کیلئے۔

۹۲: وَقِيلَ لَهُمَ إِنَّمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ (اور ان سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن کی پوجا کرتے تھے۔ وہ کہاں ہیں کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا وہ خود محفوظ ہو سکتے ہیں) ان کو شرک پر توبیخ کرتے ہوئے کہا جائے گا این الہتکم؟ تمہارے معبود کہاں ہیں کیا وہ مدد کر کے تمہیں نفع پہنچائیں گے؟ یا کیا اپنے آپ کو اپنے غلبہ سے فائدہ پہنچا سکیں گے؟ کیونکہ وہ اور ان کے معبود آگ کا ایندھن بنیں گے۔

۹۳: فَكُفُّوا (پس ان کو اوندھے منہ) اوندھے منہ یا ایک دوسرے پر ان کو پھینکا جائے گا۔ فِيهَا (جہنم میں) هُمْ (یعنی) (معبود) وَالْغَاوُونَ (اور گمراہ) اور جن کی پوجا ان لوگوں نے کی اُن کے لئے جہنم ظاہر کی جائے گی۔ الکہکبة: بار بار اوندھا کرنا۔ لفظ کب کو دوبارہ لانا یہ معنی میں تکرار کی علامت ہے گویا جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ان کو بار بار اوندھا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے پیندے میں جا رہے گا۔ نعوذ باللہ منها۔

۹۵: وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ (اور شیطان کے تمام لشکروں کو) جنود سے مراد شیاطین ہیں نمبر ۲۔ نافرمان جن و انسان جنہوں نے اس کی اتباع کی۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَمَا اَضَلَّنَا اِلَّا

اللہ کی قسم اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم صریح گمراہی میں تھے جبکہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر مانتے تھے اور ہمیں گمراہ نہیں کیا مگر

الْمُجْرِمُوْنَ ۙ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۙ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيْمٍ ۙ فَلَا اَنْ لَّنَا كَرَّةٌ فَنَكُوْنَ

مجرموں نے، سو ہمارے لئے نہ سفارش کرنے والے ہیں اور نہ کوئی مخلص دوست ہے، سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو پھر واپس ہونا نصیب ہو جاتا، سو ہم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ وَاِنَّ رَبَّكَ

اہل ایمان میں سے ہو جاتے، بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور بلاشبہ آپ کا رب

لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ

عزت والا ہے رحم والا ہے۔

۹۶: قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ (اور کہنے لگے اس حال میں کہ وہ دوزخ کے اندر جھگڑ رہے ہونگے) یہ بھی عقلاً جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اصنام کو بولنے کی قوت دیں تاکہ باہمی بات چیت اور گالم گلوچ صحیح ثابت ہو۔ اور یہ بھی درست ہے کہ گالم گلوچ شیاطین اور گناہ گار مجرموں کے مابین ہو۔

اعترافِ جرم:

۹۸، ۹۷: تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ (اللہ تعالیٰ کی قسم بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے جب کہ ہم تمہیں برابر قرار دیتے تھے) نسویم کا معنی بتوں کا برابر قرار دینا۔ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (رب العالمین کے ساتھ) عبادت میں۔

۹۹: وَمَا اَضَلَّنَا اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ (اور ہمیں مجرمین نے گمراہ کیا) یعنی ان کے وہ رؤساء جنہوں نے ان کو گمراہ کیا۔ نمبر ۲۔ ابلیس اور اس کا لشکر اور جنہوں نے شرک کی بنیاد ڈالی۔

۱۰۰: فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ (پس ہمارے لئے آج کوئی شفاعت کرنے والا نہیں) جیسا کہ مومنوں کیلئے انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور اولیاء شفاعت کریں گے۔

۱۰۱: وَلَا صَدِيقٍ حَمِيْمٍ (نہ کوئی گہرا دوست) جیسا کہ ہم دوست آج دیکھ رہے ہیں کیونکہ آخرت میں ایمان والوں کی دوستی ہوگی اہل جہنم میں باہمی عداوت ہوگی جیسا اس ارشاد میں ہے: اَلَا اِخْلَآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ [الزخرف: ۶۷]

نمبر ۲۔ ہمارے لئے کوئی سفارشی نہیں اور نہ گہرا دوست ہے ان شفعاء میں سے جن کو ہم دوست و سفارشی خیال کرتے تھے کیونکہ مشرکین کا اپنے اصنام کے متعلق اعتقاد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ سفارشی بنیں گے اور ان کی دوستیاں شیاطین الانس سے تھیں۔ الحمیم یہ الاحتمام سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی اہتمام ہے حمیم اس شخص کو کہتے ہیں جو اس چیز کو اہمیت دے جس کو تم دیتے

ہو۔ نمبر ۲۔ الحامۃ سے لیا گیا ہے جس کا معنی خاصہ آتا ہے اور وہ خاص دوست کو کہتے ہیں۔

نکتہ: الشافعیین جمع شافع کی ہے اس کو جمع لائے جبکہ صدیق کو واحد لایا گیا ہے کیونکہ عادۃ شفعاء زیادہ ہوتے ہیں باقی سچے دوست جو تمہارے غم و ہم کو اہم سمجھے بہت قلیل ہیں۔ اسی لئے واحد لائے۔

حکیم کا قول

صدق اسم تو ہے مگر اس کا مقصود مفقود ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ صدیق سے جنس مراد لے کر جمع مراد لے لیں۔

۱۰۲: قُلُوْا اَنْ لَّنَا كَرَّةٌ (پس کاش ہم کو ایک بار واپسی لوٹنا میسر آ جاتا) کرہ سے مراد دنیا کی طرف لوٹنا ہے۔ فَتَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (پس ہم ضرور مؤمنین میں سے ہو جاتے)

نحو: لو کا جواب محذوف ہے اور وہ لفعلنا کیت و کیت ہے۔ نمبر ۲۔ لوائے مقام پر تمنی کیلئے ہے گویا اس طرح کہا گیا ہے فلیب لنا کرۃ کاش ہمارے لئے لوٹنا ہو کیونکہ لو اور لیت قریب المعنی ہیں۔

۱۰۳: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) جو اطلاعات مذکور ہوئیں۔ لَاٰیۃٌ (ضرور نشانی ہے) عبرت حاصل کرنے والے کیلئے عبرت ہے۔ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک جماعت ایمان لائی۔

۱۰۴: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور بیشک آپ کا رب البتہ زبردست) وہ ابراہیم کی تکذیب کرنے والوں سے بذریعہ جہنم انتقام لے گا۔ الرَّحِيْمُ (نہایت مہربان ہے) ہر سلامتی والے دل رکھنے والے کو جنت کے سپرد کرنے والے ہیں۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۚ (۱۰۵) إِنِّي لَكُمْ

نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے، بلاشبہ میں تمہارے لئے

رَسُولٌ آمِينٌ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۚ (۱۰۶) وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرِيَ

امانت والا پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا ثواب تو بس

إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۚ (۱۰۷) قَالُوا أَنْتُمْ مِنْ لَدُنْكَ وَاتَّبِعَكَ

رب العالمین کے ذمہ ہے، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو، ان لوگوں نے جواب دیا کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں حالانکہ تیرے پیچھے

الْأَرْضُ لَوْ ۚ قَالَ وَمَا عَلِمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ (۱۰۸) إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي

رضیل ترین لوگ لگے ہوئے ہیں، نوح نے کہا کہ مجھے ان کے کاموں کے جاننے کی کیا ضرورت ہے ان سے حساب لینا تو میرے رب ہی کا کام ہے

لَوْ تَشْعُرُونَ ۚ (۱۰۹) وَمَا أَنَا بِطَارِدٍ الْمُؤْمِنِينَ ۚ (۱۱۰) إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۚ (۱۱۱) قَالُوا لَيْسَ

کاش تم سمجھ رکھتے، اور میں ایمان والوں کو دور کرنے والا نہیں ہوں میں تو بس واضح طور پر ڈرانے والا ہوں، ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے نوح اگر

لَمْ تَدْنِهِ يَنْوُحْ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ۚ (۱۱۲) قَالَ رَبِّ إِنْ قَوْمِي كَذَّبُونِ ۚ (۱۱۳)

تو باز نہ آیا تو ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جنہیں سنگسار کر دیا جاتا ہے، نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب بلاشبہ میری قوم نے مجھے جھٹلادیا

تذکرہ نوح علیہ السلام:

۱۰۵: كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ (قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا) القوم کا لفظ مؤنث و مذکر آتا ہے۔ ایک قول یہ ہے نوح علیہ السلام کی ولادت زمانِ آدم علیہ السلام میں ہوئی۔ المرسلین کو جمع لائے اور مراد نوح علیہ السلام لئے۔ اس کی مثال اس طرح ہے فلان یركب الدواب و یلبس البرود حالانکہ اس کے پاس ایک چوپایہ اور ایک مخلط چادر ہے۔

نمبر ۲۔ وہ سرے سے بعثتِ رسل کے قائل ہی نہ تھے۔ اسی لئے جمع لائے نمبر ۳۔ جس نے ان میں سے ایک کی تکذیب کی اس نے تمام کی تکذیب کی کیونکہ تمام رسول لوگوں کو تمام رسولوں پر ایمان لانے کی طرف بلاتے ہیں اور اسی طرح اس تمام پر جو اس سورت میں ہے۔

۱۰۶: إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ (نوح علیہ السلام نے کہا) (جب ان کو ان کے بھائی نے کہا) نہی بھائی مراد ہے نہ کہ دینی۔ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ (نوح علیہ السلام نے کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے) جو لوگوں کا خالق ہے تاکہ تم بتوں کی عبادت ترک کر دو۔

۱۰۷: إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ آمِينٌ (بیشک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں) نوح علیہ السلام ان میں اسی طرح امانت دار

معروف تھے جیسے حضرت محمد ﷺ قریش میں۔

۱۰۸: فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا (تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو) جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں اور جس حق کی طرف تمہیں دعوت دیتا ہوں۔

۱۰۹: وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ (اور میں اس پر تم سے نہیں مانگتا) اس امر تبلیغ پر مِنْ أَجْرِ (کوئی مزدوری) اِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ (میرا ثواب تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔)

قراءت: اجری مدنی، شامی، ابو عمرو، حفص نے نصب سے پڑھا ہے۔ اسی طرح میں اس کو چاہتا ہوں۔

۱۱۰: فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو) اس کو دوبارہ لائے تاکہ ان کے دلوں میں بات بیٹھ جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان میں سے ہر ایک ایک علت سے متعلق ہے۔

علتِ اوّل:

نوح علیہ السلام کا ان کے مابین امانت سے معروف ہونا۔

علتِ دوم:

ان سے طمع کے الزام کو مٹانا۔

گویا اس طرح فرمایا کہ جب تم میری رسالت و امانت کو پہچان چکے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اذا عرفتم رسالتی و امانتی فاتقوا اللہ پھر جب تم بدلے سے میرا بری الذمہ ہونا معلوم کر چکے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اذا عرفتم احترازی من الاجر فاتقوا اللہ۔

۱۱۱: قَالُوا أَنْتُمْ لَكُمْ وَاتَّبَعَكَ (کہنے لگے کیا ایسی صورت میں ہم تم پر ایمان لا سکتے ہیں۔ جبکہ تمہاری اتباع کرتے ہیں)۔
تَحَقُّرٌ: واو حالہ ہے۔ اور اس کے بعد قد مضمّر ہے۔ اس کی دلیل قراءت یعقوب میں واتباعک جمع تابع جیسے شاہد و اشہاد موجود ہے یا تبع بطل و ابطال کی طرح ہے۔ اَلْأَرْضُ ذُلُونٌ (رذیل)۔ کمینے، الرذالۃ: کمینگی، خسات، انہوں نے ان کو رذیل اس لئے کہا کیونکہ نسب اعلیٰ نہ تھے اور دنیا کا مال بھی ان کے پاس قلیل تھا۔

ایک قول یہ ہے:

وہ کم درجہ پیشے والے تھے حالانکہ صناعت میں دیانت ہو تو کوئی عیب نہیں اصل غنی تو غنائے دین ہے اور اصل نسب بھی نسبت تقویٰ ہے۔ مؤمن کو رذیل کہنا جائز نہیں خواہ وہ لوگوں میں فقیر ترین ہو اور نسب میں انتہائی کم درجہ ہو انبیاء علیہم السلام کے تبعین اولاً ایسے ہی لوگ ہوتے رہے ہیں۔

۱۱۲: قَالَ وَمَا عَلِمْتُمْ (نوح علیہ السلام نے کہا مجھے کیا معلوم وہ کس غرض سے میری بات مانتے ہیں) ما بمعنی ای شئی ہے میری کیا غرض ہے ان کے متعلق۔ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (جو کچھ وہ کرتے ہیں) یعنی صناعات سے غرض نہیں۔ میں تو ان سے ایمان

فَاَفْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۱۱۸ فَاَنْجِئْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ

سو آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادیجئے اور مجھے اور مجھے ساتھ ہیں ان کو نجات دے دیجئے، سو ہم نے نوح کو اور اس کے ساتھیوں کو جو

فِي الْفُلِّكَ الْمَشْحُونِ ۱۱۹ ثُمَّ اغْرَقْنَا بَقِيَّةَ الْبَاقِينَ ۱۲۰ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ

بھری ہوئی کشتی میں تھے نجات دیدی، پھر ہم نے اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا، بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ۱۲۱ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيْمُ ۱۲۲

اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور بلاشبہ تیرا رب عزیز ہے رحیم ہے۔

کا طالب ہوں۔

۱۱۳: کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی ایمانی رذالت کے باوجود ان ایمان والوں پر طعنہ زنی کی اور کہنے لگے کہ جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں جو ایمان یہ ظاہر کر رہے ہیں وہ ان کے دلوں میں پایا نہیں جاتا۔ اس پر نوح علیہ السلام نے فرمایا میرے ذمہ تو صرف ظاہر پر اعتبار کرنا ہے۔ بواطن و سرائر کی تفتیش میری ذمہ داری نہیں۔ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ اَنْ كِي حَسَابُ فَنِي كے اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہیں اگر تم کو شعور ہوتا (اللہ تعالیٰ ان سے اس چیز کا حساب لیں گے جو ان کے قلوب میں ہے۔

مؤمنوں کو نکالنے کا مطالبہ:

۱۱۴: وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ (اور میں ایمان والوں کو اپنے پاس سے نکالنے والا نہیں ہوں) میرے یہ لائق نہیں کہ میں تمہارے ایمان کی طمع میں تمہاری مرضیات پر چلتے ہوئے ان کو اپنے ہاں سے نکال دوں۔

۱۱۵: اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (میں تو کھلا ڈرانے والا ہوں) میرے ذمہ یہی ہے کہ میں صحیح دلیل سے تمہیں ڈراؤں۔ ایسی دلیل جس سے حق و باطل کا فرق واضح ہو جائے پھر تم جانو اور تمہارا کام۔

۱۱۶: قَالُوْا لَہُنْ لَّمْ تَنْتَہِ یٰنُوْحُ (کہنے لگے اے نوح اگر تو باز نہ آیا) اس بات سے جو تو کہہ رہا ہے۔ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (تو ضرور بضرور تمہیں سنگسار کر دیا جائے گا) مرجوم اس کو کہا جاتا ہے جس کو پتھر مار مار کر قتل کر دیں۔

۱۱۷: قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ کٰذِبُوْنَ (کہا نوح علیہ السلام نے اے میرے رب بیشک میری قوم نے مجھے جھٹلادیا) یہ اخبار تکذیب نہیں کیونکہ نوح علیہ السلام جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہیں۔ وہ ہر چیز کو جانتے ہیں۔ لیکن انہوں نے ارادہ کیا کہ میری قوم نے تیری وحی و رسالت میں میری تکذیب کی ہے۔

طلب فیصلہ:

۱۱۸: فَاَفْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا (پس ان کے درمیان اور میرے درمیان فیصلہ فرمادیں) میرے اور ان کے درمیان معاملہ کو طے کر دیں۔ الفتحۃ (فیصلہ کرنا) الفتح (حاکم) کیونکہ وہ بند کو کھولتا ہے جیسا کہ اس کو فیصل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ فیصلے چکاتا

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ هُودٌ ﴿١٢٤﴾ إِنِّي لَكُمْ

قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے بلاشبہ میں تمہارے لئے

رَسُولٌ آمِينٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿١٢٦﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرَى

امانت والا پیغمبر ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا ثواب تو بس

إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ مَرْيَعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ

رب العالمین کے ذمہ ہے، کیا تم ہر اونچے مقام پر کھیل کے طور پر یادگار بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو

لَكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿١٢٩﴾ وَإِذَا بَطِشْتُمْ بَطِشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿١٣١﴾

شاید تم ہمیشہ رہو گے، اور جب تم پکڑتے ہو تو بڑے جابر بن کر گرفت کرتے ہو، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو،

وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنَّتِ وَعُيُونٌ ﴿١٣٤﴾

اور اس ذات سے ڈرو جس نے ان چیزوں کے ذریعہ تمہاری امداد فرمائی جنہیں تم جانتے ہو اس نے چوپائے اور بیٹے اور باغات اور چشموں کے ذریعہ تمہاری امداد فرمائی،

ہے۔ وَفَجَّيْنِي وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (اور مجھے اور میرے ساتھ والے مؤمنوں کو نجات عنایت فرما) ان کے اعمال پر اترنے والے عذاب سے۔

قراءت: حفص نے معی پڑھا ہے۔

۱۱۹: فَأَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلِّ (پس ہم نے ان کو اور ان کے ساتھ جو کشتی میں تھے۔ نجات دی) الْفُلُّ (کشتی) اس کی جمع فُلُكٌ آتی ہے۔ واحد قُفْلٌ ہے اور جمع بَرُوزَانُ اُسْدٌ ہے۔ الْمَشْحُونُ (بھری ہوئی)۔ اس سے شحنة البلد جو اس کو پورے طور پر بھر دے۔ کہتے ہیں۔

غرقابی قوم نوح علیہ السلام:

۱۲۰: ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ (پھر ہم نے ڈبو دیا اس کے بعد) (نوحؑ اور ان کے ساتھ جو ایمان لانے والے تھے ان کو بچا کر باقیوں کو ڈبو دیا) الْبَقِيَّةُ (باقی لوگ) ان کی قوم سے۔

۱۲۱، ۱۲۲: إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ۔ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (بلاشبہ اس میں نشانی ہے اور ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی۔ اور بیشک آپ کا رب البتہ زبردست نہایت مہربان ہے) الْعَزِيزُ (جو آدمی انکار کرے اور کفر پر اصرار کرے ان سے سخت انتقام لینے والا)۔ الرَّحِيمُ (ایمان کا اقرار کرنے والے موحدین کی مدد کر کے ان پر انعامات کرنے والے ہیں)۔

قوم عاد کا تذکرہ:

۱۲۳: كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِينَ (قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلادیا) عاد قبیلہ کا نام ہے اصل میں قبیلہ کے بڑے آدمی کا نام ہے۔
ہود نے کہا تم کو ڈر نہیں ہے بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

حضرت ہود علیہ السلام کی تقریر:

۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶: اِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ (جب ان کو ان کے نسبی بھائی نے کہا) هُوْدُ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اٰمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ (رسول امین کی تکذیب کے سلسلہ میں) وَاطِیْعُوْنَ (اور تم میری بات مانو!)

۱۲۷، ۱۲۸: وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ (اور میں اس پر تم سے مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کیا تم ہر بلند مقام پر عمارت کھڑی کر دیتے ہو) رِیْعٍ بلند مقام۔ ایہ منارہ، حمام، نمبر ۲۔ ایسی عمارت جو بلندی میں بطور نشانی کے استعمال ہو۔ وہ ہر گزرنے والے کا مذاق اڑاتے۔ تَعْبَثُوْنَ (کھیل و تفریح کے طور پر)۔

۱۲۹: وَتَتَّخِذُوْنَ مَصٰنِعَ (اور تم کارخانے بناتے ہو) پانی لینے کے مقامات نمبر ۲۔ بلند محلات نمبر ۳۔ مضبوط قلعے لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (شاید کہ تم نے ہمیشہ رہنا ہے) تم دنیا میں ہمیشہ رہنے کی امید رکھتے ہو۔

۱۳۰: وَاِذَا بَطَشْتُمْ (جب تم کسی پر دارو گیر کرتے ہو) سزا کیلئے ان کو پکڑتے ہو۔ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنِ (تو جابر بن کردار و گیر کرتے ہو) تلوار سے قتل یا کوڑوں سے پٹوانا۔ الجبار (جو قتل کروائے اور غصہ کی حالت میں ضرب لگائے)۔

۱۳۱: فَاتَّقُوا اللّٰهَ (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) پکڑ کے موقعہ میں وَاطِیْعُوْنَ (اور میری بات مانو) جس کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔

۱۳۲: وَاتَّقُوا الَّذِیْ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تم کو وہ نعمتیں بطور امداد عطاء فرمائیں)۔ پھر انعامات ان پر گنائے گئے۔ اور کہا

۱۳۳: اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَبَنِیْنٍ (اس نے امداد کے طور پر چوپائے اور اولاد عنایت کی) بنین و انعام کو ایک صف میں رکھا کیونکہ وہ اپنے بچوں کو جانوروں کی حفاظت اور دیکھ بھال کیلئے مقرر کرتے ہیں۔

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۳۵﴾ قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَضْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ

بیٹک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں، وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو دونوں باتیں برابر ہیں تم نصیحت کر دیا نصیحت کرنے والوں

مِّنَ الْوَعِظِينَ ﴿۱۳۶﴾ إِنَّ هَذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوهُ

میں سے نہ بنو، اس کے سوا کوئی بات نہیں ہے کہ یہ پہلے لوگوں کی عادت ہے اور ہم عذاب میں مبتلا ہونے والے نہیں، سو ان لوگوں نے ہود کو جھٹلایا

فَاَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّمَن كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

سو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور بے شک آپ کا رب

الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۴۰﴾

عزیز ہے رحیم ہے۔

۷۸

۱۳۵، ۱۳۴: وَجَنَّتْ وَ عُيُونٌ - إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (اور باغات اور چشمے مجھے تمہارے متعلق بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے) اگر تم نے میری نافرمانی کی۔

قوم کا جواب:

۱۳۶: قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَضْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوَعِظِينَ (کہنے لگے ہمارے حق میں برابر ہے۔ کہ آیا تم وعظ کرو یا نہ وعظ کہو!) ہم تیرے کلام کو قبول نہیں کرتے اور تیری دعوت نہیں مانتے خواہ وعظ کریا خاموش رہو یہاں ام لم تعظ نہیں کہا تا کہ آیات کے اواخر ایک جیسے ہو جائیں۔

تعمیر و تخریب تو پہلے سے چلتی رہی ہے:

۱۳۷، ۱۳۸: إِنَّ هَذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ (یہ تو پہلے لوگوں کی عادت ہی ہے) یعنی ہم جس زندگی میں رہ رہے ہیں۔ اس میں موت و حیات و تعمیر و تخریب یہ آباء اولین کی عادت چلی آرہی ہے۔ نمبر ۲۔ جس پر ہم ہیں یہ دین اباء اولین ہے۔ إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ یہ کی بصری، یزید و علی نے پڑھا یہ جو کچھ تو لایا ہے یہ پہلے لوگوں کی گھرنٹ ہے۔ اور دعوی نبوت کرنے والوں کا کذب ہے جیسا کہ ارشاد الہی ہے اساطیر الاولین [الانعام: ۲۵] نمبر ۲۔ ہماری پیدائش پہلے لوگوں کی پیدائش کی طرح ہے ہم مرتے اور زندہ رہتے ہیں۔ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ (اور ہمیں عذاب نہ دیا جائے گا۔) دنیا میں اور بعث و حساب کا تو وجود ہی نہیں ہے۔

تکذیب اور اس کا نتیجہ:

۱۳۹: فَكَذَّبُوهُ (پس انہوں نے ہود کو جھٹلادیا) فَاَهْلَكْنَاهُمْ (پس ہم نے ان کو ہلاک کر دیا) تیز و تند ہوا کے ذریعہ إِنَّ فِي ذَلِكَ

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤٦﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ ﴿١٤٧﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ

قوم ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا، جبکہ ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے، بلاشبہ میں تمہارے لئے اللہ کا رسول ہوں

أَمِينٌ ﴿١٤٨﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿١٤٩﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرْتُمْ إِلَّا عَلَى

امانت دار ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور میں تم سے اس پر کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا اجر تو بس رب العالمین کے

رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٥٠﴾ أَتُتْرَكُونَ ﴿١٥١﴾ فِي مَا هَٰهُنَا مِن مِّمِّنْ ﴿١٥٢﴾ فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٥٣﴾ وَزُرُوعٍ

ذمہ ہے، یہاں جو کچھ ہے کیا تمہیں اسی میں امن وامان کے ساتھ چھوڑے رکھا جائے گا باغیچوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں

وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿١٥٤﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَرِهِينَ ﴿١٥٥﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿١٥٦﴾

اور کھجوروں میں جن کے پھسے گوندھے ہوئے ہیں اور تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لیتے ہو اتراتے ہوئے، سو تم اللہ سے ڈرو میری فرماں برداری کرو،

لَا إِلَهَ إِلَّا مَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٥٧﴾ بيشك اس میں البتہ نشان قدرت ہے اور ان میں سے اکثریت ایمان نہ لانے والی تھی

قوم ثمود کا تذکرہ:

۱۴۰ تا ۱۴۶: وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ۔ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ۔

صالح علیہ السلام کی تقریر:

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ ﴿١٤٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿١٤٨﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ

إِنْ أَجَرْتُمْ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٩﴾ أَتُتْرَكُونَ ﴿١٥٠﴾ (اور بیشک آپ کا رب زبردست نہایت مہربان ہے قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا

جب ان کو ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے

ڈرو اور میری بات مانو اور میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا میرا اجر بس رب العالمین کے ذمہ ہے کیا تمہیں چھوڑا جائے گا)۔ یہ

استفہام انکاری ہے کہ ان کو ان نعمتوں میں ہمیشہ چھوڑا نہ جائے گا کہ ان میں رہیں۔ فِی مَا هَٰهُنَا (یعنی اس مقام پر نعمتیں موجود

ہیں)۔ اَمِینَ (عذاب سے مامون) اور زوال و موت سے محفوظ۔ پھر اس کی وضاحت فرمائی۔

۱۴۷: فِی جَنَّتٍ وَعُيُونٍ (باغات اور چشموں میں) یہ بھی اجمال ہے پھر تفصیل ہے۔

۱۴۸: وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ (اور کھیتیاں اور کھجوریں) نخل کا عطف جنات پر ہے حالانکہ باغات میں ہی کھجوریں ہوتی ہیں تاکہ کھجور کی

تمام درختوں پر برتری ثابت ہو جائے۔ طَلْعُهَا (ان کے گاہے، گچھے) یہ کھجور سے تلوار کے پھل کی طرح نکلنے والا حصہ هَضِيمٌ

(گوندھے ہوئے ہیں) نرم پکے ہوئے گویا اس طرح فرمایا کھجوریں کہ جن کا پھل پک چکا۔

۱۴۹: وَتَنْحِتُونَ (اور تم تراشتے ہو) سوراخ کر کے بناتے ہو مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَرِهِينَ (پہاڑوں سے اتراتے ہوئے مکانات

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ۝ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ۝ قَالَُوا

اور ان لوگوں کی بات نہ مانو جو حد سے آگے بڑھ جاتے والے ہیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے، انہوں نے جواب دیا

إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۝ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝

کہ بس تو ان لوگوں میں سے ہے جن پر جادو کر دیا گیا ہو، تو ہمارے ہی جیسا ایک آدمی ہے سو تو کوئی نشانی لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے،

قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝ وَلَا تَمْسُوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ

صالح علیہ السلام نے کہا کہ یہ اونٹنی ہے پانی پینے کے لئے ایک دن اس کی باری ہے اور ایک مقررہ دن میں پینے کی تمہاری باری ہے۔ اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ مت لگانا ورنہ تمہیں

عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ فَعَقَرُوها فَاصْبِرُوا نَدِمَ الَّذِينَ ۝ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ إِنَّ فِي ذَلِكَ

بڑے دن کا عذاب بگڑ لے گا، سو ان لوگوں نے اس اونٹنی کو کاٹ ڈالا پھر پشیمان ہوئے سو انہیں عذاب نے پکڑ لیا۔ بلاشبہ اس میں بڑی عبرت

لَايَةٌ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور بے شک آپ کا رب عزیز ہے رحیم ہے۔

بناتے ہو۔

قراءت: شامی، کوئی نے فارہین پڑھا اور مہارت معنی کیا اور اس کو حال قرار دیا۔ دیگر قراء نے فَرِهَيْن پڑھا۔ اتراتے ہوئے
الفراہة (چالاکي، سمجھ داری)۔

۱۵۰، ۱۵۱: فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا (تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو)۔ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ (اور حدود سے نکل جانے والوں کا کہنا مت مانو) الْمُسْرِفِينَ سے کفار مراد ہیں۔ یا نمبر ۲۔ وہ نو آدمی مراد ہیں۔ جنہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تھیں۔ امر کو مجاز حکمی کے طور پر مطاع قرار دیا۔ اور مراد اس سے امر ہے یہ انبت الربیع البقل کی طرح ہے۔

۱۵۲: الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ (وہ لوگ جو زمین میں فساد کیا کرتے ہیں) ظلم و کفر اختیار کر کے وَلَا يُصْلِحُونَ (وہ اصلاح نہیں کرتے) ایمان و عدل کے ذریعہ مطلب یہ ہے ان کا فساد قطعی ہے اس کے ساتھ صلاح کا نشان تک نہیں جیسا کہ مفسرین کا حال کچھ صلاح کے ساتھ ملا جلا ہوتا۔

قوم کا جواب:

۱۵۳: قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ (کہنے لگے بیشک تمہیں تو جادو کر دیا گیا) السحر (جو سحر کی وجہ سے مغلوب العقل ہو جائے)۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ السحر سے ہے یعنی بہلایا ہوا ہے اور کھاتا پیتا انسان ہے فرشتہ نہیں (قول ابن عباس)۔

۱۵۴: مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (تو تو ہم جیسا انسان ہے پس تو ایک نشانی لے کر آ اگر تو سچا

ہے) اپنے دعویٰ رسالت و نبوت میں۔

۱۵۵: قَالَ هَذِهِ نَاقَةُ لَهَا شِرْبٌ (اس نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے اس کے لئے پانی کا حصہ مقرر ہے) شرب سے مراد پانی کا حصہ ہے کہ وہ اس کے پانی پینے میں مزاحم نہ بنیں۔ وَ لَكُمْ شِرْبٌ يَوْمَ مَعْلُومٍ (اور تمہارے لئے مقررہ دن کا پینا ہے) وہ مزاحمت نہ کرے گی۔

روایت میں ہے انہوں نے کہا ہم تو دس ماہ کی گا بھن اونٹنی چاہتے ہیں جو اس چٹان سے نکلے اور ایک نر بچہ جنے صالح علیہ السلام سوچ و بچار کرنے لگے جبریل علیہ السلام نے کہا دو رکعت نماز ادا کرو اور اپنے رب سے اونٹنی کے متعلق سوال کرو انہوں نے اسی طرح کیا اونٹنی نکلی اور اپنے جیسا قوی ہیکل بچہ جتا۔ جس پہاڑ سے اونٹنی نکلی تھی نکلنے کا مقام ستر ہاتھ تھا۔ جب اونٹنی کے پانی پینے کا دن ہوتا تو یہ تمام پانی پی جاتی جب ان کے جانوروں کی باری ہوتی بالکل پانی نہ پیتی۔

اونٹنی کو حکومت دو:

مَسْنَدُهُ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باری مقرر کرنا جائز ہے۔ کیونکہ لہا شرب و لكم شرب یوم معلوم یہ باری ہی کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۵۶: وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْعٍ (اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا) مار پٹائی یا کوئی نچیں کاٹنا یا اور اسی قسم کی ایذا فَاِخْذُكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (ورنہ تم کو یوم عظیم کا عذاب آپکڑے گا) عظیم اس لئے کہا کیونکہ اس میں عذاب اترا۔ عذاب کی صفت لانے کی بجائے زیادہ بلغ یہ ہے کہ یوم کی صفت لائی جائے اس لئے کہ جب وقت اس کی وجہ سے سخت و مشکل ہو جائے گا تو اس کا واقع ہونا عذاب کے بڑے ہونے سے بڑھ کر ہوگا۔

حکم کی خلاف ورزی:

۱۵۷: فَعَقَرُوْهَا (پس انہوں نے اس کی کوئی نچیں کاٹ دیں) قدار کو نچیں کاٹنے والا تھا لیکن وہ تمام اس پر راضی تھے اس لئے ان کی طرف نسبت کر دی گئی۔

روایت میں ہے کہ اس کی کوئی نچیں کاٹنے والے نے کہا میں اس کی کوئی نچیں اس وقت کاٹوں گا جب تم اس پر راضی ہو گے چنانچہ وہ پردہ نشین عورتوں کے پاس جا کر پوچھتے کیا تم اس پر راضی ہو؟ وہ کہتی جی ہاں اسی طرح بچوں سے بھی رضا مندی لی گئی۔ فَاصْبَحُوا نَدِيْمِيْنَ (وہ پشیمان ہوئے) اس کی کوئی نچیں کاٹنے پر۔ کیونکہ ان کو نزول عذاب کا خطرہ محسوس ہوا یہ شرمندگی تو بہ کی بناء پر نہ تھی۔ نمبر ۲۔ یہ اس وقت شرمندہ ہوئے جب شرمندگی کوئی کام نہ دے سکتی تھی اور یہ عذاب کو آنکھوں سے دیکھنے کا وقت ہے۔ نمبر ۳۔ وہ شرمندہ ہوئے کہ انہوں نے اس کے بچے کو کیوں چھوڑ دیا۔

سزا کا تسلط:

۱۵۸: فَآخَذَهُمُ الْعَذَابُ (پس ان کو عذاب نے آپکڑا) جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ۚ اِذْ قَالَ لَهُمْ اٰخُوهُمْ لُوطُ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۶۰ اِنِّیْ لَكُمْ

لوط کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان کے بھائی لوط نے ان سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے، میں بلاشبہ تمہارے لئے

رَسُوْلٌ اٰمِيْنٌ ۝۱۶۱ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ ۝۱۶۲ وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِي

اللہ کا رسول ہوں امانت دار ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور میں تم سے اس پر کسی عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا اجر تو بس

اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶۳ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶۴ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ

رب العالمین کے ذمہ ہے، کیا تم تمام دنیا جہاں والوں میں سے مردوں سے بدفعی کرتے ہو اور تمہارے رب نے جو تمہارے لئے

رَبُّكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝۱۶۵ قَالُوْا لَیْنِ لَّمْ تَنْتَهِ یٰ لُوطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ

بیبیاں پیدا فرمائیں ہیں ان کو چھوڑتے ہو، بلکہ تم حد سے آگے بڑھ جانے والے لوگ ہو، ان لوگوں نے کہا کہ اے لوط اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور نکال دیئے جانے والے

الْمُخْرَجِيْنَ ۝۱۶۶ قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقٰلِیْنَ ۝۱۶۷ رَبِّ نَجِّنِیْ وَاهْلٰی مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۶۸

لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے، لوط نے کہا کہ میں تمہارے کام سے بغض رکھنے والوں میں سے ہوں، اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں سے نجات دیجئے

مُؤْمِنِيْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی)

۱۵۹: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (بیشک آپ کا رب ہی غالب اور بڑا مہربان ہے)۔

قوم لوط کا تذکرہ:

۱۶۰: كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِيْنَ (قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا)۔

۱۶۱: اِذْ قَالَ لَهُمْ اٰخُوهُمْ لُوطُ اَلَا تَتَّقُوْنَ (جب ان کو ان کے بھائی لوط نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے ہو)۔

۱۶۲: اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اٰمِيْنٌ (بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں)۔

۱۶۳: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو)۔

۱۶۴: وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اور میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ تو فقط

رب العالمین کے ذمہ ہے)۔

۱۶۵: اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ (کیا تم تمام جہاں والوں میں سے مردوں سے بدفعی کرتے ہو)۔ العالمین سے یہاں مراد

لوگ ہیں یعنی کیا تم مردوں سے فعل بد کرتے ہو حالانکہ عورتیں کثرت سے موجود ہیں۔ نمبر ۲۔ کیا تم ہی صرف لوگوں میں سے ایسے

ہو جو مردوں سے بدفعی کرتے ہو۔ یہ بے حیائی تمہاری خصوصیت ہے۔ اس صورت میں العالمین سے مراد ہر وہ حیوان جو نکاح کرتا

ہے وہ مراد ہے۔

فَنَجِّنْهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۝۱۷۰ إِلَّا بَحْرُومًا فِي الْغَابِرِينَ ۝۱۷۱ ثُمَّ دَمَرْنَا الْآخَرِينَ ۝۱۷۲ وَأَمْطَرْنَا

سوہم نے لوط کو اور اس کے تمام گھر والوں کو نجات دیدی سوائے ایک بڑھیا کے، وہ باقی رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور

عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ۝۱۷۳ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝۱۷۴

ہم نے ان پر خاص قسم کی بارش برسادی سو کیا ہی بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برساتی گئی جن کو ڈرایا گیا، بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝۱۷۵

لہذا شک آپ کا بے عزت ہے رحیم ہے

۱۷۶: وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَرْوَاحِكُمْ (اور ان کو چھوڑتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے لئے بیویاں بنائی ہیں)۔

نَحْوُ: من ماخلق کی وضاحت کر رہا ہے۔

نمبر ۲۔ من تبعیض ہے مراد عورتوں کا عضو مباح ہے اور اپنی عورتوں سے بھی لواطت کرتے تھے۔

مَسْتَنَدٌ: اس میں دلیل ہے کہ لواطت بیوی سے بھی حرام ہے۔ اور اسی طرح مملوکہ لونڈیوں سے بھی۔ جنہوں نے اس سلسلہ میں اجازت دی ہے انہوں نے بہت بڑے گناہ و غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ (بلکہ تم تو حد سے نکل جانے والے لوگ ہو)۔ العادی جو اپنے ظلم میں تعدی کرنے والے ہو اور اس میں حد سے تجاوز کر نیوالا ہو یعنی بلکہ تم لوگ تو اس بات کے مستحق ہو کہ تمہاری صفت عدوان سے کی جائے۔ اس لئے کہ تم اس قسم کی بدترین حرکت کر رہے ہو۔

قوم کا جواب:

۱۷۷: قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَلُوطُ (کہنے لگے اگر تو اے لوط باز نہ آیا) ہمارے اوپر تنقید کرنے اور ہمارے فعل کی مذمت کرنے سے۔ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ (تو تمہیں نکال باہر کیا جائے گا) تمہیں ان لوگوں میں سے کر دیں گے جن کو ہم نے جلاوطن کر دیا اور اپنے درمیان سے نکال دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس کو نکالتے تو وہ انتہائی بد حالی کی حالت میں نکالتے تھے۔

ان کی حرکت پر شدید نفرت:

۱۷۸: قَالَ إِنِّي لَعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ (اس نے کہا بیشک میں تمہارے عمل کا سخت دشمن ہوں)۔ القالین کہنا قال کہنے سے زیادہ بلغ ہے۔ جیسا کہتے ہیں فلان من العلماء یہ فلان عالم سے زیادہ بلغ ہے کیونکہ اس میں تم گواہی دے رہے ہو کہ وہ تمام علم میں حصہ دار ہیں۔ القلی شدید بغض کو کہا جاتا ہے۔ جو دل و جگر بھون ڈالے۔

مَسْتَنَدٌ: اس میں لواطت کا عظیم گناہ ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ آپ کا بغض دین ہی کی وجہ سے تھا۔

۱۷۹: رَبِّ نَجِّنِي وَاهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ (اے میرے رب مجھے اور میرے اہل گوان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں۔ نجات عنایت

فرما)۔ ان کے اعمال کی سزا سے۔

۱۷۰: فَنجِئُهُ وَاَهْلَهُ اَجْمَعِينَ (پس ہم نے اس کو اور ان کے تمام اہل کو نجات دی) اصل سے مراد یہاں ان کی اولاد بیٹیاں اور ان کے پیر و کارمؤمن مراد ہیں۔

۱۷۱: اِلَّا عَجُوزًا (مگر ایک بڑھیا) وہ لوط علیہ السلام کی بیوی تھی۔ وہ اس فعل پر راضی تھی اور معصیت پر رضا مندی اختیار کرنے والا گناہ گار کے حکم میں ہے۔

ازالہ: پس اہل میں سے کافرہ کا استثناء جبکہ باقی تمام مؤمن تھے اس بناء پر درست ہے کیونکہ اہل کے لفظ میں وہ شریک تھی اگرچہ ایمان میں شریک حال نہ تھی۔ فی الغیرین (پیچھے رہنے والوں میں سے) یہ عجزوٰ کی صفت ہے یعنی وہ عذاب سے نہ بچ سکی۔ الغار لغت میں باقی کو کہا جاتا ہے۔

گویا کہ کہا گیا لا عجزوٰ غابرہ مگر ایک بڑھیا پیچھے رہنے والی تھی ای مقداراً غبورہا۔ اس کا پیچھے رہنا طے ہو چکا تھا۔ اس لئے کہ باقی رہنا ان کی نجات کے وقت اس کی صفت و حالت نہ تھی۔ (بلکہ وہ ہلاک ہو چکی تھی)

قوم کی ہلاکت:

۱۷۲: ثُمَّ دَمَرْنَا الْاٰخِرِيْنَ (پھر ہم نے پچھلوں کو تہس نہس کر دیا)۔ یہاں تدمیر سے مراد ان کا پلٹ دیا جانا ہے۔

۱۷۳: وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا (اور ہم نے ان پر بارش کی بارش کرنا)۔

قول قتادہ رحمہ اللہ: قوم کے منتشر لوگوں پر آسمانوں سے پتھر برسائے اور ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ فقط پلٹ دینے پر راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ اس کے بعد ان پر پتھروں کی بارش کی۔ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (کیا بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برسی جن کو عذاب سے ڈرایا گیا تھا)۔

مخجور: ساء کا فاعل مطر المنذرین ہے۔ اور مخصوص بالذم مخدوف ہے اور وہ مطر ہم ہے المنذرین سے معینہ لوگ مراد نہیں بلکہ جنس کفار مراد ہیں۔

۱۷۴: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے اور ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی)۔

۱۷۵: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (اور بیشک آپ کا رب البتہ زبردست نہایت مہربان ہے)۔

كَذَّبَ أَصْحَابُ لُؤَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧٦﴾ إِذْ قَالَ لَهُمُ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾ إِنْ

ایک والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے شعیب نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے، بے شک میں

لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا^٢ ﴿٧٩﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ

تمہارے لئے رسول امین ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو، اور تم سے اس پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا میرا

أَجْرِي إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٠﴾ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوا

ثواب تو بس رب العالمین ہی کے ذمہ ہے، تم پورا ناپاک کرو، اور نقصان میں ڈالنے والے مت بنو، اور

بِالْقِسْطِ الْمُسْتَقِيمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخُسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ

ٹھیک طرح سے وزن کیا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹنا کر مت دیا کرو، اور زمین میں فساد کرنے والے

مُفْسِدِينَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأُولَىٰ ﴿١٨٤﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ

نہ بنو، اور اس ذات سے ڈرو جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا فرمایا، ان لوگوں نے کہا کہ بات یہی ہے کہ تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر

المُسْحَرِينَ ﴿١٨٩﴾ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَذِبِينَ ﴿١٩٠﴾

جادو کر دیا گیا ہو، اور تو ہمارے ہی جیسا ایک آدمی ہے اور بے شک ہم تجھے جھوٹوں ہی میں سے خیال کرتے ہیں،

قوم شعیب علیہ السلام:

۱۷۶: كَذَّبَ أَصْحَابُ لُيْكَةٍ الْمُرْسَلِينَ۔ (اصحاب ایکہ نے جھٹلایا) الا یکہ یہ ہمزہ اور جر کے ساتھ درختوں کی گھنٹی جھاڑی۔

قول خلیل
عبد الحمید:

لَئِیْگَہ و حجازی و شامی قراء نے اسی طرح پڑھا ہے اور سورہ ص میں اسی طرح ہے اس صورت میں یہ ایک شہر کا نام ہے ایک قول یہ ہے اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین ایک ہیں۔ جب وادیاں ان پر تنگ ہو گئیں تو گھنے جنگل میں انہوں نے ڈیرے ڈال لئے۔

قول فیصل:

مگر صحیح قول یہ ہے کہ یہ اصحاب مدین سے الگ لوگ ہیں۔ باہر جنگل میں ایک نامی درختوں کے جھنڈ میں مقیم تھے اور ان کے اکثر درخت گوگل کے تھے۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ یہاں اخوہم شعیب نہیں کہا کیونکہ ان سے آپ کا نسبی رشتہ نہ تھا۔ آپ نبا

اہل مدین میں سے تھے حدیث میں فرمایا گیا شعیب اہل مدین کے بھائی ان کی طرف مبعوث ہوئے اور اصحاب ایکہ کیلئے المرسلین کا لفظ ذکر فرمایا۔

۱۷۷: اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُونَ (جبکہ ان کو شعیب علیہ السلام نے کہا کیا تم (اللہ کے عذاب سے) نہیں ڈرتے)۔

وعظ شعیب علیہ السلام:

۱۷۸: اِنِّیْ لَكُمْ رَسُولٌ اَمِيْنٌ (بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں)۔

۱۷۹: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْا (پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو)۔

۱۸۰: وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے)۔

خیانت کا مرض:

۱۸۱: اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ (تم ماپ پورا دو اور کمی نہ کرو)۔ اوفو آ یہاں تمام کے معنی میں ہے المخسرین کا مطلب یہ ہے لوگوں کے حقوق میں کمی نہ کرو۔ ماپ پورا کر کے دینے کا حکم ہے کمی ممنوع ہے اور ان کو دینے کے متعلق خاموشی اختیار فرمائی گئی۔

مَنْبِتْلَه: زائد سے خاموشی یہ اس کے مستحسن ہونے کی دلیل ہے اگر نہ کرے تو گناہ نہ ہوگا۔

۱۸۲: وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (تم صحیح ترازو سے تول کر دیا کرو)۔

قراءت: قسطاس قاف کے کسرہ سے کوئی قراء سوائے ابوبکر کے پڑھتے ہیں اس کا معنی میزان ہے۔ نمبر ۲۔ اور اگر یہ القسط سے لیا جائے تو وہ عدل کو کہتے ہیں۔ عین کلمہ دوبارہ لایا گیا پس اس کا وزن فعل اس بنے گا۔ ورنہ یہ رباعی ہے۔ نمبر ۳۔ وزن کنذا۔

۱۸۳: وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ (اور لوگوں کو ان کی چیز کم نہ کیا کرو)۔ کہا جاتا ہے بخستہ حقہ جب وہ اس کا حق کم کر دے۔

أَشْيَاءَهُمْ (ان کی اشیاء) دراہم و دانیر کی اطراف کاٹ لینا۔ وَلَا تَعْفُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (اور زمین میں فساد مچاتے مت پھرو) ان اشیاء کے بگاڑ میں مبالغہ مت کرو اور اس کی مثال ڈاکہ زنی، لوٹ مار، کھیتوں کو نقصان پہنچانے، ان کا یہ معمول تھا۔ اسی لئے ان کو اس سے روکا گیا کہا جاتا ہے عفا فی الارض جب کہ وہ اس میں بگاڑ پیدا کرے عثیٰ میں ایک لغت یہ بھی ہے۔

۱۸۴: وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ (اور اس ذات سے ڈرو۔ جس نے تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلی مخلوق کو) الجبلہ کا عطف تم پر ہے۔ ای اتقوا الذی خلقکم وخلق الجبلہ تم اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلی مخلوق کو پیدا کیا۔

الْأَوَّلِينَ پہلی یعنی گزشتہ۔

۱۸۵: قَالُوا اِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ (کہنے لگے تمہیں تو جادو کر دیا گیا ہے)۔

۱۸۶: وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (اور تو تو ہم جیسا انسان ہے)

نکتہ: یہاں واؤ کو داخل اس لئے کیا تا کہ دو معنی دے اور وہ دونوں ان کے ہاں رسالت کے منافی تھے۔ نمبر ۱۔ التسخیر۔ نمبر ۲۔

فَاسْقُطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّیْ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۸۸﴾

سواگر تو بچوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے، شعیب نے کہا کہ تم جو کام کرتے ہو انہیں میرا رب خوب جانتا ہے۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُم عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۖ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۸۹﴾ إِنَّ فِي

سوان لوگوں نے انہیں جھٹلایا لہذا ان لوگوں کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا، بلاشبہ اس میں

ذٰلِكَ لَايَةٌ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۹۰﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۹۱﴾

بڑی عبرت ہے، اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں، اور بے شک آپ کا رب عزیز ہے رحیم ہے۔

البشریت۔ قصہ شمود علیہ السلام میں ایک کو چھوڑنا اس وجہ سے ہے تاکہ ایک معنی کا فائدہ دے اور وہ ان کا جادو زدہ ہونا ہے پھر ان جیسا انسان ہونے کا اقرار کیا۔ وَإِنْ تَنْظُنُّكَ لَمِنَ الْكَذِبِينَ (اور ہم بلاشبہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں) یہ ان مخفہ من المشقلہ ہے اور ان نافیہ اور اس کے مابین فرق کیلئے لام کو یہاں داخل کیا گیا ہے۔ اور یہ دونوں فعل ظن پر بھی الگ الگ داخل ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے دونوں میں سے دوسرے مفعول پر بھی کیونکہ دونوں میں اصل یہ ہے کہ وہ مبتدأ و خبر سے جدا ہو جائیں جیسے کہتے ہیں۔ ان زیدًا لمنطلق جب کان اور ظمت دونوں مبتدأ اور خبر کی جنس سے تھے۔ اس لئے دونوں موقعوں پر ان لایا جاتا ہے ان کان زیدًا لمنطلقا اور ان ظنتہ لمنطلقا۔

۱۸۷: فَاسْقُطْ عَلَيْنَا كِسْفًا (پس تو ہم پر ایک بادل کا ٹکڑا گرا دے)

قراءت: كِسْفًا یہ حمزہ، کسائی، ابن کثیر، دیگر تمام قراء کی قرات ہے جبکہ حفص نے كِسْفًا پڑھا ہے اور یہ دونوں كِسْفَةٍ کی جمعیں ہیں اور وہ ٹکڑے کو کہتے ہیں كِسْفَةً کا معنی قِطْعَةٌ ہے۔ مِّنَ السَّمَاءِ (آسمان سے) یعنی بادل نمبر ۲۔ سائبان اِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (اگر تو بچوں میں سے ہے) اگر تو نبوت کا دعویٰ کرنے میں سچا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دے یعنی آسمان کا ٹکڑا بطور سزا و عذاب گرا دے۔

۱۸۸: قَالَ رَبِّیْ (اس نے کہا اے میرے رب)

قراءت: حجازی نے رَبِّیْ پڑھا ہے اور دیگر قراء اور ابو عمرو نے رَبِّیْ سکون سے پڑھا ہے۔

أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ (خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو)۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا علم ہے اور جس سے تم عذاب کے مستحق بنتے ہو۔ اگر آسمان کا ٹکڑا گرا کر وہ تمہیں عذاب دینا چاہے اور اگر وہ اور کوئی سزا دینا چاہے تو وہ اس کی مرضی اور اس کے حکم پر موقوف ہے۔

یوم ظلہ کا عذاب:

۱۸۹: فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُم عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ (پس انہوں نے جھٹلادیا اس لئے یوم ظلہ کے عذاب نے ان کو آ پکڑا) ظلہ وہ ایک

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ

اور بلاشبہ یہ رب العالمین کا اتارا ہوا ہے اس کو آپ کے قلب پر امانت دار فرشتہ لیکر نازل ہوا۔ تاکہ آپ واضح طور پر ڈرانے والوں میں سے

الْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ﴿١٩٥﴾ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٩٦﴾ أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمُ آيَةٌ

ہو جائیں، واضح عربی زبان میں ہے، اور بلاشبہ اس کا ذکر پہلی امتوں کی کتابوں میں ہے، کیا ان لوگوں کے لئے یہ بات دلیل نہیں ہے

أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ

کہ اسے علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر نازل کرتے پھر وہ اس کو ان کے سامنے پڑھ کر سنا دیتا

مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٩﴾ كَذَلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ

بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہ تھے ہم نے اسی طرح اس ایمان نہ لانے کو مجرمین کے دلوں میں ڈال رکھا ہے یہ لوگ اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک

يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَأْتِيهِمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ

کہ درد ناک عذاب نہ دیکھ لیں، سو وہ ان کے پاس اچانک آجائے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی، پھر کہیں گے کیا ہمیں مہلت

مُنْظَرُونَ ﴿٢٠٣﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٠٤﴾ أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾

مل سکتی ہے، کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کو جلدی چاہتے ہیں اے مخاطب ذرا یہ بتا کہ اگر ہم انہیں چند سال عیش میں رہنے دیں

بادل تھا جس نے ہوا کی بندش کے بعد ان پر سایہ کر لیا ان کو سات روز تک گرمی کی حرارت سے عذاب دیا گیا چنانچہ وہ گرمی سے پناہ لینے کیلئے اس بادل کے نیچے پناہ گزیں ہوئے۔ اس پر آگ برسنے لگی جس سے تمام جل گئے اِنَّهٗ كَانَ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (بلاشبہ وہ بڑے دن کا عذاب تھا)۔

۱۹۰: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (بلاشبہ اس میں البتہ نشانی ہے اور ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہ تھی)

سورت ایک بلیغ وعظ:

۱۹۱: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (اور بیشک آپ کا رب البتہ زبردست نہایت مہربان ہے)۔ اس سورت کے ہر واقعہ کے اول اور آخر میں کچھ مضامین بار بار دہرائے گئے ہیں تاکہ ان کا مقصد دلوں میں خوب بیٹھ جائے۔ تاکہ یہ سورت ایک بلیغ وعظ اور زجر کا کام دے۔ کیونکہ ہر واقعہ اس طرح ہے جیسا کہ نئے سرے سے نازل ہوا ہو اور اس میں اسی طرح عبرتیں ہیں جیسے دوسرے واقعات میں۔ اسی لئے مناسب تھا کہ ہر واقعہ کا اختتام وابتداء ایک انداز سے ہونا چاہئے۔

۱۹۲: وَاِنَّهٗ (اور بیشک وہ) یعنی قرآن لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (وہ البتہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے) اس کی طرف

سے اتار گیا ہے۔

۱۹۳: نَزَلَ بِهِ (اس کو لے کر اُترا) الرُّوحُ الْأَمِينُ (روح الامین) یعنی جبریل علیہ السلام۔

مَحْجُوْرٌ: فعل نزل ہے اس کا فاعل الروح الامین ہے۔ الامین اس لئے کہ وہ وحی کا امین ہے جس میں زندگی ہے۔

قراءت: حجازی، ابو عمرو، زید، حفص وغیرہ نے تخفیف سے پڑھا اور دیگر قراء نے تشدید سے اور الروح کا نصب پڑھا اور فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی جعل الله الروح نازلاً به۔ اللہ تعالیٰ نے روح کو مقرر کیا اس حال میں کہ وہ اس کو لے کر اترنے والا ہے باء دونوں قراءتوں میں تعدیہ کیلئے ہے۔

۱۹۴: عَلَى قَلْبِكَ (آپ کے دل پر) یعنی آپ کے حافظہ اور فہم پر اور اس کو آپ کے دل میں اس طرح پختہ کر دیا جو بالکل نہ بولنے پائے جیسا کہ ارشاد فرمایا سنقرئك فلا تنسني [الا علی: ۶] لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں)۔

عربی زبان میں اتارنے کا بیان:

۱۹۵: بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ (عربی زبان میں) لغت قریش و جرہم میں مُبِينٌ (واضح) اس میں ایسی وضاحت ہے کہ عام لوگوں کی زبان میں جو نقائص ہیں یہ ان سے پاک ہے۔

مَحْجُوْرٌ: باء نمبر ۱۔ یہ منذرین سے متعلق ہے تقدیر کلام یہ ہے لتكون من الذين انذر و ابهذا اللسان اور وہ ہود، صالح، شعیب و اسماعیل علیہم السلام ہیں۔ نمبر ۲۔ نزل سے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے نزل بلسان عربی لتنذر به لانه لو نزل بلسان اعجمی لتجافوا عنه اصلاً ولقاموا مانصنع بما لا نفهمه فيتعذر الانذار به اس کو عربی زبان میں اتارنا تاکہ آپ سکے ذریعہ ڈرائیں کیونکہ اگر اس کو عجمی زبان میں اتارتے تو یہ اس سے بالکل دوری اختیار کرتے اور ضرور کہتے ہم اس کو کیا کریں جس کو ہم سمجھتے ہی نہیں پس انذار ناممکن ہو جاتا۔

نکتہ: وجہ ثانی کہ اس کا اتارا جانا عربی زبان میں ہے جو آپ کی قوم اور آپ کی مادری زبان ہے اس کو آپ کے دل پر اتارا گیا ہے کیونکہ تم اس کو سمجھتے ہو اور اپنی قوم کو سمجھا سکتے ہو۔ اگر عجمی زبان میں ہوتا تو آپ کے کانوں پر اتارا جاتا نہ کہ دل پر اس حالت میں آپ حروف کی گھنٹیاں تو سنتے مگر ان کے معانی نہ سمجھتے۔ اور نہ محفوظ کرتے بسا اوقات آدمی کئی لغات کو جانتا ہے جب اس سے مادری زبان میں گفتگو کی جائے اس وقت اس کا دل فوراً معانی کلام کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگر اور زبان میں بات کی جائے تو اس کی نگاہ اولاً الفاظ کی طرف منتقل ہوتی ہے اور پھر معانی کی طرف خواہ اس کی کتنی مہارت رکھتا ہو۔ یہی معنی ہے کہ قرآن آپ کے دل پر اترا ہے کیونکہ وہ عربی زبان میں ہے۔

۱۹۶: وَانَّهُ (اور بیشک وہ) قرآن لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ (البتہ پہلے صحیفوں میں ہے) یعنی اس کا تذکرہ تمام آسانی صحائف میں ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کے معانی ان صحائف میں پائے جاتے ہیں

استدلال مفسر:

اس میں دلیل ہے کہ قرآن کا غیر عربی میں ترجمہ کیا ہوا بھی قرآن ہے اس کو غیر عربی زبان (فارسی وغیرہ) میں جواز قراءت کا ثبوت قرار دیا ہے (مگر یہ قول مرجوح ہے انظر شروح الہدایہ)
۱۹۷: اَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ (کیا ان کے لئے دلیل کافی نہیں)

نحو و قراءت:

شامی نے تکن پڑھا ہے۔ آیت کان کا اسم اور ان یعلمہ کان کی خبر ہے۔ ای القرآن موجود ذکرہ فی التوراة اس قرآن کو وہ جانتے ہیں کیونکہ اس کا تذکرہ تورات میں موجود ہے۔ نمبر ۲۔ ایک قول تکن میں ضمیر قصہ ہے اور آیت خبر مقدم ان یعلمہ مبتدأ اور یہ جملہ کان کی خبر ہے۔

نمبر ۳۔ قول آخر کان تامہ ہے اور آیت فاعل ہے اور ان یعلمہ آیت سے بدل ہے یا مبتدأ محذوف ہے یعنی: اَوَلَمْ تَحْصُلْ لَهُمْ آيَةٌ کیا تم کو ان کی کوئی نشانی نہیں ملی اور دیگر قراء کے نزدیک یکن مذکر ہے اور آیت منصوب ہے اس طرح کہ یہ اس کی خبر ہے اور اَنْ يَّعْلَمَهُ اس کا اسم ہے تقدیر کلام یہ ہے: اَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عِلْمٌ عِلْمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ آيَةٌ کیا نہیں ہے ان کے لئے علمائے بنی اسرائیل کا علم ایک نشانی۔

عُلِّمُوا بَنِي إِسْرَائِيلَ عِلْمًا بَنِي إِسْرَائِيلَ جیسے عبد اللہ بن سلام وغیرہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا۔ واذا يتلى عليهم قالوا امانا به إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا انا كنا من قبله مسلمين [القصص ۵۳]
رسم خط: مصحف میں علموا او او ما قبل الف سے لکھا گیا ہے۔

عجمی و اعجمی کا فرق:

۱۹۸: وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ (اور اگر ہم اس کو اتارتے بعض عجمیوں پر) اعجمین یہ اعجم کی جمع ہے اور وہ غیر فصیح کو کہا جاتا ہے اسی طرح عجمی بھی البتہ اضافت یاء کی وجہ سے تاکید زائد ہے۔ جب کوئی اہل عرب سے ان کی زبان کے علاوہ دیگر زبان میں بات کرتا تو وہ اس کی بات نہ سمجھتے اور اس کو کہتے اعجم و اعجمی اس کو ایسے شخص سے تشبیہ دیتے جو نہ فصیح ہو اور نہ کھول کر وضاحت کر سکتا ہو۔ و اعجمی جو غیر عربی ہو خواہ وہ فصیح ہو یا غیر فصیح۔

قراءت حسن رحمۃ اللہ علیہ: الاعجمیین ایک قول یہ بھی ہے الاعجمین تخفیف کے ساتھ الاعجمیین تشدید کے ساتھ اسی طرح ہے جیسا کہ الاعجمون والاشعریون یائے نسبت کو حذف کر دیا اور اسی طرح نہ مانیں تو یہ جمع سالم نہیں بن سکتا کیونکہ اس کی مؤنث عجماء ہے۔

عجمی پر اتارنے میں نہ مانتے:

۱۹۹: فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ (پس وہ ان پر پڑھتا تو وہ اس پر ایمان لانے والے نہ تھے) مطلب یہ ہے ہم نے قرآن مجید ایک فصیح عربی زبان والے پر فصیح زبان میں اتارا انہوں نے اس کو سمجھ تو لیا اور اس کی فصاحت کو بھی پہچان لیا اور اس کا معجز ہونا بھی ظاہر کیا گیا اور اس کے ساتھ علمائے اہل کتاب کا متفقہ بیان کہ اس کے اتارے جانے کی بشارت تورات میں موجود ہے بھی ملادیا۔ اور قرآن ان کے مقاصد اور قصص کو شامل ہے۔

اس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے قریش کے خیالات کے مطابق ایسا طیر الاولین نہیں۔ مگر قریش ایمان نہ لائے اور اس کا نام کبھی شعر رکھا اور کبھی اس کو سحر قرار دیا اور کہنے لگے یہ محمد ﷺ خود گھڑ گراتے ہیں۔ اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر اتار دیتے جو عربی خوب طرح نہ جانتا چہ جائیکہ اس جیسا کلام بنا سکے۔ اور وہ بھی ان کے سامنے معجزانہ طور پر اس کو پڑھتا تو پھر بھی یہ اس کا انکار کر دیتے جیسا کہ اب کر رہے ہیں۔ یہ اپنے انکار کیلئے کوئی عذر لنگ تلاش کر لیتے اور اس کو سحر قرار دیتے۔

۲۰۰: كَذَلِكَ سَلَكْنَاهُ (اسی طرح ہم نے اس کو داخل کر دیا) یعنی تکذیب کو داخل کر دیا یا کفر کو یہ ما کانوا بہ مؤمنین کا مدلول ہے۔ فِی قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ (مجرمین کے قلوب میں) المجرمین سے مراد وہ کفار ہیں جن کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ وہ کفر ہی اختیار کریں گے اور ان کی طرف سے اصرار کفر ہی ظاہر ہوگا۔ مطلب یہ ہے مثل هذا السلك سلکناہ فی قلوبہم وقررنا فیہا فكيف ما فعل بہم و علی ای وجہ دبر امرہم فلا سبیل الی ان یتغیروا عما ہم علیہ من الکفر بہ والتکذیب لہ اس داخل کرنے کی طرح ہم نے تکذیب کو ان کے دلوں میں داخل کر دیا۔ اور دلوں میں پختہ کر دیا ان کے ساتھ جو کچھ بھی کیا جائے اور جو تدبیر ان کو سمجھانے کی اختیار کی جائے۔ وہ اپنی بات سے بدلنے والے نہیں وہ کفر و تکذیب پر برقرار رہیں گے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ ولونزلنا علیک کتاباً فی قرطاس فلمسوه بایدیہم لقال الذین کفروا ان هذا الا سحر مبین [الانعام: ۷۷]

مَسَّنَدُہ: یہ آیت معتزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے کہ افعال خیر و شر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

قریش انکار پر قائم رہیں گے:

۲۰۱: لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ (وہ قرآن پر ایمان نہ لائیں گے) سلکناہ فی قلوب المجرمین کے بعد لا یؤمنون بہ کو لا کر گویا وضاحت کردی اور ماقبل کا خلاصہ بیان کر دیا کیونکہ یہ آیات آپ کی ثابت قدمی کیلئے اتاری گئیں کیونکہ آپ کی تکذیب کی گئی اور انکار کیا گیا تو آخر میں اسی بات کو پختہ کرنے کیلئے یہ کلام لائے کہ وہ تکذیب کو ترک نہ کریں گے اور انکار کی شدت پر قائم رہیں گے جب تک کہ وعید کو دیکھ نہ لیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ جملہ حال بن جائے تقدیر ہوگی سلکناہ فیہا غیر مؤمن بہ ہم نے اس تکذیب کو ان کے دلوں میں چلا دیا اس حال میں کہ وہ اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ (یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں) اس سے مراد معاینہ عذاب ہے جو ان کو موت کے وقت پیش آئے گا۔ اس وقت

ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۲۹﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُمْتَعُونَ ﴿۳۰﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ

پھر جس کا ان سے وعدہ ہے وہ ان کے سر پر آ پڑے تو ان کا وہ عیش ان کو کیا فائدہ دے سکتا ہے، اور ہم نے جتنی بھی بستیاں ہلاک

قَرِيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ﴿۳۱﴾ ذِكْرِي ﴿۳۲﴾ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۳۳﴾ وَمَا تَنْزَلَتْ بِهِ الشَّيْطَانُ ﴿۳۴﴾

کی ہیں ان سب میں نصیحت کے طور پر ڈرانے والے تھے، اور ہم ظلم کرنے والے نہیں ہیں، اور اس قرآن کو شیاطین لیکر نہیں اترے

وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿۳۵﴾ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعَزُولُونَ ﴿۳۶﴾

اور نہ وہ طاقت رکھتے ہیں، بلاشبہ وہ سننے سے روک دیئے گئے ہیں۔

ایمان پاس ہوگا جو نفع بخش نہ ہوگا۔

۲۰۲: فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ﴿۳۷﴾ (پس وہ عذاب ان پر چاٹک آجائے گا)۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۳۸﴾ (اور ان کو اس کی آمد کا شعور بھی نہ ہوگا)۔

۲۰۳: فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ ﴿۳۹﴾ (اس وقت وہ کہہ اٹھیں گے کاش ہمیں مہلت دے دی جائے)۔

نَحْوُ: فَيَقُولُوا اور فَيَأْتِيَهُمْ دونوں کا عطف یروا پر ہے۔ منظورون کا مطلب یہ ہے کہ پلک جھپک کیلئے مہلت کے طالب ہوئے مگر ان کی بات مانی نہ جائے گی۔

۲۰۴: أَفَبَعَدَ ابْنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۴۰﴾ (کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں) اس میں ان کو تو بخ ہے اور ان کی بات کا انکار کیا گیا ہے جو انہوں نے کہی۔ فَأَمْطِرُ عَلَيْنا حِجَارًا مِّنَ السَّمَاءِ وَابْتِنَا بِعَذَابِ الْيَمِ ﴿۴۱﴾ [الانفال: ۳۲] اور اسی طرح دیگر آیات۔

بڑا غافل، یحییٰ بن معاذ کا قول:

لوگوں میں سب سے بڑا غافل وہ ہے جو اپنی زندگی پر مغرور ہے اور اپنی مالوفات سے اس کو سکون ملتا اور اپنے مراد پالینے سے لذت میسر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

۲۰۵: أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ﴿۴۲﴾ (بھلا دیکھو تو! ہم ان کو برسہا برس تک مزے اڑانے دیں)۔ ایک قول یہ ہے یہ مدت دنیا کے سال ہیں۔

۲۰۶: ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۴۳﴾ (پھر ان کے پاس وہ آچکا جس کا ان سے وعدہ کیا جا چکا) یعنی عذاب۔

عذاب آنے پر طویل عمر کا فائدہ نہ ہوگا:

۲۰۷: مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُمْتَعُونَ ﴿۴۴﴾ (ان کا یہ نفع اٹھانا ان کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گا) ما کانوا یمتعون بہ فی تلك السنین جن چیزوں سے وہ ان سالوں میں تمتع کرتے رہے۔ مطلب یہ ہے وہ جلدی عذاب تو اس وجہ سے مانگتے ہیں کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ عذاب واقع نہ ہوگا اور نہ ان کو پہنچے گا اور وہ طویل عمر میں سلامتی و امن سے گزارتے رہیں گے اس پر اللہ تعالیٰ نے

فرمایا۔ افعذا بنا يستعجلون (کیا وہ ہمارے عذاب کے جلد پہنچنے کے خواستگار ہیں) استہزاء و تمسخر کے طور پر اور لمبی امیدوں پر بھروسہ کرتے ہوئے پھر بطور فرض و تسلیم فرمایا اگر مان بھی لیں کہ معاملہ ان کے اعتقاد کے مطابق بھی ہو اور وہ طویل عمر پالیں اور متاع دنیا سے خوب تمتع حاصل بھی کر لیں۔ پھر اگر ان کو وعید آن پہنچے تو پھر ان کی گزری طویل عمریں اور خوشحال زندگی کیا فائدہ پہنچا سکے گی۔

قول میمون بن مہران: ان کی ملاقات حسن سے طواف کے دوران ہوئی اور ان کے دل میں ان کی ملاقات کی تمنا بھی تھی۔ تو میمون نے کہا مجھے نصیحت فرمادیں حسن رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی۔ اس پر میمون نے کہا تو نے بڑا بلیغ وعظ کیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ جب فیصلہ کیلئے بیٹھتے تو اس آیت کو تلاوت فرماتے۔

۲۰۸: وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ (اور جتنی بستیاں ہم نے ہلاک کیں ان میں ڈرانے والے آئے) منذر سے رسل مراد ہیں جو ان کو ڈراتے رہے۔

نحو: یہاں الا کے بعد والے جملہ پر واو داخل نہیں ہوئی جیسا کہ اس ارشاد میں ہے وما اهلکنا من قرية الا ولها کتاب معلوم [الحجر: ۴۰] کیونکہ اصل واو کا نہ ہونا ہے اسلئے کہ جملہ قریہ کی صفت ہے جب کبھی واو لگاتے ہیں تو وہ صفت و موصوف کے اتصال کی تاکید کیلئے لائی جاتی ہے۔

۲۰۹: ذِکْرٰی (نصیحت کیلئے)۔

چھ تراکیب:

نحو: یہ منصوب ہے اور تذکرہ کے معنی میں ہے کیونکہ اندر اور ذکر قریب قریب ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا مذکورون تذکرہ وہ یاد دلانے والے ہیں یا دلدانا۔

نمبر ۲۔ منذرون کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے ینذرونہم ذوی تذکرہ۔ ان کو نصیحت والے ڈراتے رہے۔

نمبر ۳۔ اس کا مفعول لہ ہے یعنی ینذرون لاجل التذکرہ والموعظة وہ تذکرہ اور موعظہ کیلئے ڈراتے رہے۔

نمبر ۴۔ مرفوع ہے مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای ہذہ ذکری اور جملہ معترضہ ہے۔

نمبر ۵۔ یہ صفت ہے بمعنی منذرون ذوو ذکری۔ ڈرانے والے نصیحت والے۔

نمبر ۶۔ ذکری یہ اهلکنا کے متعلق ہے اس کا مفعول لہ ہے مطلب یہ ہے (وما اهلکنا من اهل قرية ظالمین الا

بعد ما الزمناهم الحجة بارسال المنذرین الیہم لیکون اہلاکھم تذکرہ و عبرة لغيرهم فلا یعصوا مثل عصیانہم) اور ہم نے کسی بستی والوں کو ظلماً ہلاک نہیں کیا مگر اسی وقت جبکہ ان کی طرف ہم نے منذرین کو بھیج کر حجت تمام کر دی تاکہ ان کی ہلاکت دوسروں کیلئے نصیحت و عبرت بن جائے اور وہ ان کی طرح نافرمانی نہ کریں۔ وَمَا کُنَّا ظَلَمِیْنَ (اور ہم ظلم کرنے والے نہ تھے) کہ غیر ظالم قوم کو ہلاک کرتے۔

۲۱۰: جب مشرکین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ شیاطین محمد (ﷺ) پر قرآن لاتے ہیں تو یہ آیت اتری۔ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهٖ الشَّیْطٰنُ

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ ﴿٢١٢﴾ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ

سو آپ اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکاریے ورنہ سزا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو

الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٣﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٤﴾ فَإِنْ عَصَوْكَ

ڈرائیے، اور ان لوگوں کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آئیے جو اہل ایمان آپ کا اتباع کرنے والے ہیں، سو اگر یہ لوگ آپ کی نافرمانی کریں

فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢١٥﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٦﴾ الَّذِي يَرْفَعُ حِينَ

تو آپ فرمادیجئے کہ بلاشبہ میں تمہارے اعمال سے بری ہوں، اور آپ عزت والے رحم والے پر توکل کیجئے جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے

تَقُومُ ﴿٢١٧﴾ وَتَقْلُبُكَ فِي السَّجْدِ ﴿٢١٨﴾ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٢١٩﴾

ہیں اور سجدہ کرنے والوں میں اٹھتے بیٹھتے ہیں، بلاشبہ وہ سننے والا جاننے والا ہے

(اور اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اترتے)۔

۲۱۱: وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ (اور شیاطین کو ایسا کرنا جائز بھی نہیں اور وہ اس کی طاقت بھی نہیں رکھتے) اور ان کو یہ میسر بھی نہیں اور نہ وہ اس کی قدرت رکھتے ہیں۔

۲۱۲: إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ (بیشک ان کو سننے سے) اس کے چرانے سے لَمَعَزُ وُلُوءٍ (شہابوں کے ذریعہ روک دیا گیا)۔

۲۱۳: فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ (پس تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارو۔ کہیں تم بھی ان لوگوں میں ہو جاؤ جن کو عذاب دیا جائے گا)۔ بطریق تعریض دوسروں کو تہدید کی گئی اور آپ ﷺ کو اور زیادہ اخلاص کی تحریک کی گئی ہے۔

اقرب کو خاص کرنے کی وجہ:

۲۱۴: وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (اور آپ اپنے قریب ترین کنبہ والوں کو ڈرائیں)۔ قریبی خاندان کو خاص کیا تا کہ آپ سے اس تہمت کی نفی کر دی جائے عموماً انسان اپنے قرابت والوں کے متعلق چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ نمبر ۲۔ تا کہ رشتہ داروں کو معلوم ہو کہ نجات آپ کی اتباع و پیروی میں ہے قرابت میں نہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے صفا پر چڑھ کر اپنے اقرباء کو آواز دی! یا بنی عبدالمطلب یا بنی ہاشم یا بنی عبدمناف۔ اے پیغمبر کے چچا عباس، اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑانے کے کچھ کام نہ آؤنگا۔ (احمد، مسلم، ترمذی، نسائی)

تواضع کی مثال:

۲۱۵: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ (اور تو جھکا اپنے بازو کو) تواضع اختیار کرو اور نرم گوشہ اختیار کرو۔ اس کی اصل یہ ہے کہ پرندہ اترنا چاہتا

ہے تو بازو کو بند کر کے جھکا لیتا ہے اور جب اڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے پروں کو بلند کرتا ہے تو خفض جناح کو اترنے کے وقت تواضع کی مثال کے طور پر پیش کیا گیا اور نرم پہلو کیلئے لَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (ان کے لئے جو تیرے پیروکار مؤمن ہیں) تمہارے خاندان میں سے ہوں یا غیر۔

۲۱۶: فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ (پھر اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہہ دیں میں تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہوں) مطلب یہ ہے تم اپنی قوم کو ڈراؤ۔ اگر وہ تمہاری اتباع اور اطاعت اختیار کر لیں تو ان کے لئے اپنے بازو کو جھکا دو۔ اور اگر وہ نافرمانی کریں اور اتباع نہ کریں تو ان سے بیزاری کا اظہار کریں اور ان کے اعمال شریک سے بھی۔

۲۱۷: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (اور زبردست اور نہایت رحم والی ذات پر بھروسہ کریں) جو اپنی عزت و جلال سے تمہارے دشمنوں کو مقہور اور اپنی رحمت سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ اور تیرے تمام نافرمانوں کے شر کیلئے بھی وہ کافی ہے۔

توکل:

التوکل آدمی اپنا معاملہ اس کے سپرد کرے جس کو ان کے معاملہ پر اقتدار حاصل ہو۔ اور اس کے نفع و نقصان پر قدرت رکھتا ہو۔ علماء کا قول: متوکل وہ ہے اگر اس کو سخت معاملہ پیش آئے تو وہ اس کو دور کرنے کیلئے اس چیز کو استعمال نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی ہو۔

قول جنید: توکل یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو جاؤ اور اس کے ماسوا سے مکمل اعراض کر لو۔ دونوں جہاں میں تمہاری ضرورت اسی کی بارگاہ سے متعلق ہو۔

قراءت: فتوکل۔ مدنی اور شامی نے پڑھا اور نقل پر اس کا عطف کیا یا فلا تدع پر عطف ہے۔

۲۱۸: الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ (جو تمہیں دیکھتا ہے جس وقت آپ کھڑے ہوتے ہیں) تہجد ادا کرتے ہوئے۔

خصوصی رحمتیں:

۲۱۹: وَتَقَلَّبَكَ فِي السَّجْدَيْنِ (اور نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست کو بھی دیکھتا ہے) تقلبك سے قبل یوری محذوف ہے) الساجدين سے نمازی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول پر رحمتوں کا اندازہ تو کرو کہ رات کے دوران جو کچھ آپ کرتے ہیں تاکہ ان کے جانے بغیر ان کے احوال آپ کو معلوم ہوں اور ان کی عبادت کا علم ہو سکے اور آخرت کیلئے ان کے اعمال معلوم ہو سکیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس وقت بھی تمہیں دیکھتے ہیں جب تم لوگوں کو جماعت کرانے کھڑے ہوتے ہو اور تقلب فی الساجدين کا مطلب: اپنے قیام کو رکوع اور سجود و قعود سے امامت کے دوران ان میں تصرف و تبدیلی۔

قول مقاتل رحمۃ اللہ علیہ:

کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے سوال کیا کہ کیا جماعت کی نماز کا ذکر قرآن مجید میں ہے آپ نے فرمایا مجھے متحضر نہیں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۖ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۚ يُلْقُونَ السَّمْعَ

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں۔ وہ ہر جھوٹے بدکردار پر اترتے ہیں، جو کان لگا کر سنتے ہیں

وَآكْثَرُهُمْ كَذِبُونَ ۚ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ

اور اکثر ان میں جھوٹ بولنے والے ہیں۔ اور شاعروں کے پیچھے گمراہ لوگ چلا کرتے ہیں، اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں

يَهيمُونَ ۚ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۚ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

حیران پھرا کرتے ہیں اور وہ لوگ وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے

وَذَكِّرُوا لِلَّهِ كَثِيرًا وَّانْتَصِرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا ۚ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ

اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا، اور مظلوم ہونے کے بعد انہوں نے بدلہ لیا، اور جن لوگوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے

مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۚ

کہ وہ کیسی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔

عبادت کی مشقت آسان کر دی:

۲۲۰: إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ (بیشک وہ ہر بات کو سننے والا) جو تم کہتے ہو الْعَلِيمُ (اور ہر بات کو جاننے والا ہے) جس کی تم نیت کرتے ہو اور جس پر عمل کرتے ہو۔ اس میں عبادات کی مشقتیں آپ پر آسان کر دی۔ وہ اس طرح کہ آپ کو خبر دی کہ آپ ہماری نگاہ میں ہیں۔ اب اس پر کیا مشقت ہوگی جو یہ جانتا ہو کہ میرا مولا مجھے دیکھ رہا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ کہا جائے یعنی مایتمحمل لمتحملون من اجلی میری خاطر جو برداشت کرنے والے برداشت کرتے ہیں وہ میری نگاہ میں ہے۔

۲۲۱: مشرکین کی بات کے جواب میں اتری کہ شیاطین محمد ﷺ پر القاء کرتے ہیں۔ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ (کیا میں تمہیں بتلاؤں) کیا اے مشرک! میں تمہیں بتلاؤں۔ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ (کہ شیاطین کس شخص پر اترتے ہیں) پھر خبردار کرتے ہوئے فرمایا۔

۲۲۲: تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ أَفَّاكٍ (وہ ہر کذاب پر اترتے ہیں)۔ اِثِيمٍ (گناہ گار پر) گناہوں کے مرتکب اور وہ کافران، متمنی جیسے سطح مسلّمہ وغیرہ۔ اور حضرت محمد ﷺ کو کذابین کی تردید و مذمت کرتے ہیں پس ان پر شیاطین کے نزول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۲۳: يُلْقُونَ السَّمْعَ (وہ ان کی طرف کانوں کو لگاتے ہیں) وہ شیاطین ہیں۔ شیاطین رجم سے قبل ملا اعلیٰ کی طرف کان لگاتے اور ان کی بعض باتوں کو اچک لیتے ہیں جس سے ان کو غیب کی کسی بات کی ان کو اطلاع ہو جاتی۔ پھر وہ اپنے دوست شیاطین کے کانوں میں ڈال دیتے۔

يُلْقُونَ: یہ حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے تنزل ملقین السمع نمبر ۲۔ کل افاک کی یہ صفت ہے کیونکہ یہ جمع کے معنی میں

ہے پس یہ محل جرم میں ہوگا۔ نمبر ۳۔ جملہ مستانفہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں گویا اس طرح فرمایا لم تنزل علی الافاکیں؟ یہ افاکیں پر نہیں اترے۔ پھر کہا گیا وہ ایسا ایسا کرتے ہیں۔ وَأَكْثَرُهُمْ كَذِبُونَ (ان کی اکثریت جھوٹ بولتی ہے) اس میں جو کہ ان کی طرف خفیہ اشارہ کرتے ہیں کیونکہ ان کو وہ بات سناتے ہیں جو انہوں نے سنی نہیں ہوتی (اس لئے اس کا جو چاہتے ہیں مطلب بنا لیتے ہیں)۔

ایک قول یہ ہے وہ اپنے اولیاء کے کانوں میں وہ بات ڈالتے ہیں جو کہ انہوں نے ملائکہ سے سنی ہوتی ہے۔ ایک اور قول افتراء پرداز اور جھوٹے شیطین کی طرف کانوں کو لگاتے ہیں۔ اور ان کے شیطانی اشارے وصول کرتے ہیں۔
قول دیگر:

شیاطین سے سنی ہوئی بات لوگوں کے کانوں میں ڈالتے ہیں اور افتراء پرداز جھوٹے ہیں وہ شیطین کے ذمہ وہ جھوٹی باتیں لگاتے ہیں جو شیطین نے ان کو نہیں کہی ہوتیں۔
الافاکہ جو کثرت سے بہتان بازی کرے مگر یہ بات اس پر دلالت نہیں کرتی کہ وہ افک کے علاوہ بات کرتے ہی نہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ افتراء پرداز بہت سچ بولتے ہیں ان باتوں میں جو جنات سے وہ نقل کرتے ہیں اور ان کی اکثریت جنات پر افتراء باندھنے والی ہوتی ہے۔
قول حسن: تمام متفری ہیں۔

جدایان کی حکمت:

لتنزیل رب العالمین اور وما تنزلت به الشاطین اور هل انبکم علی من تنزل الشاطین ان کوالگ الگ ذکر کیا حالانکہ یہ ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں کیونکہ جب ان کے درمیان ایسی آیات سے فاصلہ کر دیا جو ان کے ساتھ مضمون میں نہیں ملتیں پھر بار بار ان کی طرف رجوع کیا تو اس سے یہ بات خود ثابت ہوئی کہ ان آیات کی طرف خصوصی توجہ ہے اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب تم کوئی بات بیان کرو اور تمہارے دل میں کسی چیز کا خصوصی اہتمام ہو تو تم اس کا بار بار تذکرہ کرو گے اور اس بات کی طرف لوٹنا بالکل ترک نہ کرو گے۔

شعراء کے پیروکار گمراہ:

۲۲۳: یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو شعر کہتے اور ادھر اپنی زبان سے یہ بڑھاتے ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جیسے محمد ﷺ کہتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کے پیرو گمراہ قسم کے لوگ تھے جو ان کے اشعار سنتے۔ وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (شعراء کی اتباع تو بے راہ لوگ چلتے ہیں)۔

خجوة: الشعراء مبتداء اور يتبعهم الغاؤون اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شعراء کی اتباع ان کے باطل ان کے کذب پر کلام، اور اعراض کو پھاڑنے، انسانوں کی عیب جوئی کرنے، اور ان کی تعریف کرنے جو تعریف کے مستحق نہیں اور جو گوئی میں بے راہ رو

لوگ کرتے ہیں سفہاء اور خود پرست اس کو خوب قرار دیتے ہیں۔ نمبر ۲۔ شیطین اس کو پسند کرتے ہیں نمبر ۳۔ مشرکین اس کو پسند کرتے ہیں۔

قول زجاج: جب کوئی شاعر مدح یا مذمت ناممکن چیز کی کرے اور اس کو لوگ پسند کر کے اس کی اتباع کریں تو وہ غاڈن میں شامل ہیں۔

قراءت: يَتَّبِعُهُمْ نَافِعٌ نے پڑھا ہے۔

۲۲۵: اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ (کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ ہر وادی میں) کلام کی وادی مراد ہے۔ يَهَيِّمُوْنَ (سرگرداں پھرتے ہیں)۔

حجّو: یہ اُن کی خبر ہے وہ کذب کے ہر فن میں فرماتے اور بات بناتے ہیں۔ نمبر ۲۔ ہر لغو باطل میں گھسے پھرتے ہیں۔ الہانم جو بلا مقصد جدھر منہ آئے چل دے۔ یہ درحقیقت تمثیل ہے کہ وہ کلام کی ہر گھائی میں جاتے ہیں اور لوگوں میں سے سب سے بڑے بزدل کو عسترہ (جاہلیت کے زمانہ کا مشہور بہادر ہے) سے بڑا بہادر اور انجمل الناس کو حاتم سے بڑا بخئی قرار دیتے ہیں۔

۲۲۶: فرزدق کا قول ہے سلیمان بن عبد الملک نے میرا یہ شعر سنا۔

فَبِتَنَ بَجَانِبِيْ مُصْرَعَاتٍ ☆ وَبِتُ أَفْضُ اغْلَاقَ الْخَتَامِ

تو سلیمان نے کہا تم پر حد لازم آتی ہے فرزدق کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے حد مجھ سے یہ فرما کر ہٹالی۔ اور آیت پڑھی وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَلَا يَفْعَلُونَ (اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے کذب اور وعدہ خلافی کو ذکر فرمایا۔

۲۲۷: پھر مؤمن صالح شعراء کو متثنیٰ فرمایا۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کے) جیسے عبد اللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت، کعب بن زہیر، کعب بن مالک وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں) یعنی ذکر الہی اور تلاوت قرآن ان پر شعر سے زیادہ غالب ہے۔ اور جب کبھی وہ کوئی شعر کہتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ثناء اور حکمت و معظمت، زہد، ادب اور مدح رسول ﷺ اور مدح صحابہ و صلحائے امت پر کہتے ہیں اور اسی طرح کے اور موضوعات جن پر کلام گناہ نہیں ہے۔

قول ابو زید:

ذکر کثیر گنتی اور تعداد کے شمار کرنے سے نہیں جبکہ اس کے ساتھ غفلت ہو بلکہ حضور قلب سے میسر آتا ہے۔

وَأَنْتَصَرُوا (اور انہوں نے انتقام لیا) اور کفار کی ہجو کی مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا (اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا) ان کی ہجو کبھی گئی۔ یعنی انہوں نے ہجائے رسول ﷺ اور ہجائے مسلمین کی تردید و جواب میں ہجو کبھی۔ اور ہجو کا وہ آدمی سب سے زیادہ مستحق ہے جو رسول اللہ ﷺ کی تکذیب بھی کرے اور آپ کی ہجو بھی کرے۔

قول کعب بن مالک کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ان کی ہجو کرو۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان

ہے وہ جو کفار کیلئے تیر اندازی سے زیادہ گراں ہے (عبدالرازق وابن سعد) آپ حسان رضی اللہ عنہ کو فرماتے قل وروح القدس معک تم کفار کے متعلق اشعار کہو اور روح القدس تمہارے ساتھ معاون ہیں۔

اختتام سورت:

سورت کا اختتام اس انداز سے فرمایا جو تدبیر کرنے والوں کے جگر کو کھائے جا رہا ہے اور وہ یہ ارشاد ہے۔ وَسَيَعْلَمُ (اور عنقریب جان لیں گے) اس میں انتہائی بلیغ و عید فرمائی گئی ہے۔ اور یہ ارشاد الَّذِينَ ظَلَمُوا (وہ لوگ جو ظالم ہیں) اور ظلموا کو مطلقاً لائے اور یہ ارشاد ہے۔ اَيُّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ (کہ ان کو کیسی جگہ لوٹ کر جانا ہے) یہاں ابہام کے انداز میں عظیم ہولناکی کا اظہار ہے۔ عمل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اپنا چانشین بنایا تو یہ آیت لکھی اور سلف صالحین اس کو بطور وعظ ایک دوسرے کو سناتے۔

قول ابن عطاء: عنقریب ہم میں سے اعراض کرنے والا جان لے گا کہ کوئی چیز ہم سے رہ گئی ہے۔
ای یہ ینقلبون کا مصدر ہونے کی حیثیت سے منصوب ہے یہ سيعلم کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ اسمائے استفہام ماقبل پر عمل نہیں کر سکتے تقدیر اس طرح ہے ینقلبون ای انقلاب وہ پلٹیں گے کونسا پلٹنا۔ واللہ اعلم

تمت ترجمة سورة الشعراء ليلة الجمعة ۱۴ ذو القعدة ۱۳۲۳ھ ۷ جنوری ۲۰۰۳ء الحمد لله أولاً و آخراً

سُوْرَةُ النَّازِعَاتِ وَهِيَ ثَلَاثٌ وَتِسْعُونَ آيَةً وَسَبْعٌ رُّكُوعَاتٌ

سورہ نازل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طسۚ تِلْكَ آيَةُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ۝۱ هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝۲

طس: یہ آیات ہیں قرآن کی، اور واضح طور پر بیان کرنے والی کتاب کی، اور روشنی ہیں اہل ایمان کے لئے

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝۳ إِنَّ

جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، بلاشبہ

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ نَزَّيْنَا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ۝۴ أُولَٰئِكَ

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے اعمال کو مزین کر دیا۔ سو یہ لوگ بھٹکتے پھرتے ہیں، یہ وہ

الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْآخَسُونَ ۝۵ وَإِنَّكَ

لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے، اور یہ لوگ آخرت میں بہت زیادہ خسارے میں ہوں گے، اور بالیقین آپ کو

لَتُلْقَى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ۝۶

حکمت والے علم والے کی طرف سے قرآن دیا جا رہا ہے۔

الثَّلَاثَةُ

۱: طس تِلْكَ آيَةُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ۔ (طس)۔ یہ قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں۔ وہ ایمان والوں کیلئے ہدایت و بشارت ہے۔

کتاب مبین ای آیات کتاب مبین۔ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔ تِلْكَ سے سورت کی آیات کی طرف اشارہ ہے اور کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔

مبین کا معنی:

مبین کا معنی نمبر۔ ابانت و ظہور ہے اور اس کے ظہور کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ ہونے والا اس میں ظاہر کر دیا گیا اس میں دیکھنے والوں کے لئے قرآن کی آیات واضح ہیں۔

نمبر ۲۔ کتاب مبین سے قرآن مجید مراد ہے اور اس کے ابانت کا مطلب یہ ہے کہ جو حکمتیں اور علوم اس میں بیان کیے گئے یہ ان کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ اس صورت میں عطف صفة علی الصفة الاخریٰ کی قسم سے ہوگا۔ مثلاً هذا فعل السخی والجواد۔

وجہ تنکیر:

کتاب کو نکرہ تفخیم شان کے لئے لایا گیا ہے۔

ایک قول:

یہاں کتاب کو نکرہ اور سورة الحجر میں معرفہ لائے۔ اور یہاں قرآن کو معرفہ اور وہاں نکرہ لایا گیا۔ کیونکہ القرآن اور الکتاب دونوں اسم علم ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منزل شدہ وحی متلو کو کہتے ہیں اور اس کے وصف ہیں اس لئے کہ وہ کتاب پڑھتی اور لکھی جاتی ہے۔ پس اس حیثیت سے بطور علم معرفہ لائے اور اس حیثیت سے کہ یہ اسی کی صفتیں ہیں تو صفت کا لحاظ کر کے نکرہ لائے۔

۲: هُدًى وَبُشْرَى (وہ ہدایت و بشارت ہے)۔ آیات سے حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہیں۔ مطلب یہ ہوا یہ آیات راہنمائی کرنے والی اور بشارت دینے والی ہیں۔ ان میں عامل وہی ہے جو تلک کا عامل ہے۔ یعنی نمبر ۱۔ اشارہ کا معنی۔ نمبر ۲۔ مجرور ہے اس طور پر کہ یہ کتاب سے بدل ہے۔ نمبر ۳۔ کتاب کی صفت ہونے کی بناء پر مجرور ہے۔ نمبر ۴۔ مرفوع ہیں ان کا مبتداً محذوف ہے ہُدًى و بشرى۔ نمبر ۵۔ آیات کا بدل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ نمبر ۶۔ تلک کی دوسری خبر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے تلک آیات و ہادیة من الضلالة و مبشرة بالجنة۔ وہ آیات ہیں اور وہ گمراہی سے ہدایت بخشنے والی اور جنت کی خوشخبری والی ہیں۔

ایک قول:

ہدی لجميع الخلق و بشرى للمؤمنین خاصة۔ یہ تمام مخلوق کے لئے ہدایت اور مؤمن کے لئے خصوصاً خوشخبری دینے والی ہیں۔

تکرار ضمیر کا فائدہ:

۳: الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ (جو نماز قائم کرتے ہیں) اس کے فرائض و سنن پر مداومت اختیار کرنے والے ہیں۔ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ (اور وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں) اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (اور وہی آخرت پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں)۔ یہ نمبر ۱۔ الذین کے صلوات میں سے صلہ ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے پہلے صلہ پورا ہو جائے اور یہ نمبر ۲۔ جملہ معترضہ ہو۔ گویا اس طرح فرمایا۔ هؤلاء الذین يؤمنون ويعملون الصالحات من اقامة الصلاة و ايتاء الزكاة هم الموقنون بالآخرة۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے جیسے اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کرتے رہے وہ آخرت پر یقین رکھنے والے ہیں اور اس پر دلالت موجود ہے۔ جملہ اسمیہ لایا گیا اور اس میں ہم مبتداً کو تکرار کے ساتھ

لائے۔ یہاں تک کہ اس کا معنی اس طرح بن گیا۔ اگر آخرت پر کسی کو یقین ہے تو وہ یہی لوگ ہیں جو ایمان و عمل صالح کو جمع کرنے والے ہیں۔ کیونکہ انجام کا خوف ان کو مشقتیں اٹھانے کیلئے آمادہ کرتا ہے۔

۴: اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یَنَالُهُمْ اَعْمَالُهُمْ (بیشک وہ لوگ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مزین کر دیا)۔ ان میں شہوت پیدا کر کے یہاں تک کہ وہ اس کو اچھا سمجھنے لگے۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔ اَفَمَنْ زینَ لَهُ سُوْءَ عَمَلِهِ فَرَاهَ حَسَنًا [فاطر: ۸]

فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ (پس وہ سرگرداں و حیران ہیں) اپنی گمراہی میں متردد ہیں۔ جیسا کہ راستہ سے گم گشتہ شخص کا حال ہوتا ہے۔
۵: اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْءُ الْعَذَابِ: (یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے)۔ قتل و قید کا جو بدر کے دن پیش آ گیا۔ اس لئے کہ ان کے اعمال برے تھے۔

وَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمْ الْاٰخَسَرُوْنَ (اور یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہیں)۔ وہ خسارے میں تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ ایمان لے آتے تو تمام امتوں پر گواہ بنتے۔ پس ان کو یہ نقصان بھی ہوا اور نقصان نجات اور نقصان ثواب اللہ تو اس سے زائد ہے۔

تمہیدی آیت:

۶: وَاِنَّكَ لَتَلْقٰی الْقُرْآنَ (اور بیشک آپ کو قرآن دیا جا رہا ہے)۔ تاکہ آپ اس کو لیں اور حاصل کریں۔ مِنْ لَّدُنْ حٰکِمٍ عَلِیْمٍ (حکمت والی علم والی ذات کی طرف سے) کتنے بڑے علیم اور کتنے بڑے حکیم کی طرف سے۔ اور یہ معنی ان دونوں کے نکرہ لانے سے ہے۔ یہ آیت بعد والے واقعات کے لئے بطور تمہید لائی گئی ہے اور ان میں جو اللہ تعالیٰ کی لطیف حکمتیں اور علمی نکات ہیں ان کے لئے ابتدائیہ ہے۔

اِذْ قَالَ مُوسٰى لِاٰهْلِهٖ اِنِّىْ اَنْتُمْ نَارٌ اَسَاۤىِٕتِكُمْ مِنْهَا بَخْرًا وَاْتِيَكُمْ بِشِهَابٍ

جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ بلاشبہ مجھے آگ نظر آئی ہے میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لاتا ہوں، یا تمہارے پاس آگ کا ایک شعلہ کسی

قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِىْ اَنْ بُورِكَ مَنْ فِى النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا

لکڑی میں جلتا ہوا لاتا ہوں تاکہ تم تاپ لو۔ سو جب وہ وہاں آئے تو آواز دی گئی کہ وہ شخص مبارک ہے جو آگ میں ہے، اور وہ بھی مبارک ہیں جو اس کے ارد گرد ہیں،

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۸ یٰمُوسٰى اِنَّہٗ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝۹ وَاَلْقَ عَصَاکَ

اور اللہ پاک ہے جو رب العالمین ہے۔ اے موسیٰ بے شک بات یہ ہے کہ میں اللہ ہوں عزیز ہوں حکیم ہوں، اور تم اپنی لاشی کو ڈال دو،

فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَزُّ کَاَنَّهَا جَانٌّ وَّلٰی مَدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ یٰمُوسٰى لَا تَخَفْ اِنِّىْ

سو جب اس لاشی کو دیکھا کہ وہ اس طرح حرکت کر رہی ہے جیسے سانپ ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر لوٹے اور مڑ کر بھی پیچھے نہ دیکھا، اے موسیٰ تم نہ ڈرو، بلاشبہ

لَا یَخَافُ لَدِیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۰ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حَسًاۤ بَعْدَ سُوْءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ

میرے حضور میں پیغمبر نہیں ڈرتے، مگر جس نے ظلم کیا پھر اس نے گناہ کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا تو میں مغفرت کرنے والا ہوں

رَحِیْمٌ ۝۱۱ وَاَدْخَلَ یَدَکَ فِیْ جِیْبِکَ تَخْرُجُ بَیْضًاۤ مِّنْ غَیْرِ سُوْءٍ فَاِنِّیْ تَسْعِیْۤ اٰتٍ

رحمت والا ہوں، اور اے موسیٰ تم اپنا ہاتھ گریبان میں داخل کرو وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا۔ یہ دونوں چیزیں ان نو معجزات میں سے ہیں

اِلٰی فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّہُمْ کَانُوْۤا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ۝۱۲ فَلَمَّا جَاءَتْہُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً

جنہیں لکیر تمہیں فرعون کی طرف جاتا ہے بلاشبہ وہ لوگ نافرمان ہیں۔ سو جب ان کے پاس ہمارے معجزات پہنچے جو واضح تھے

قَالُوْۤا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۳ وَتَّخَذُوْۤا بِہَا وَاٰسِیَۡتِیْنَہَاۤ اَنْفُسُہُمْ ظُلُمًا وَّعُلُوًّا

تو کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔ اور انہوں نے ظلم اور تکبر کی راہ سے ان کا انکار کیا حالانکہ ان کے نظروں نے یقین کر لیا تھا،

فَاَنْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۱۴

سو دیکھو فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا

واقعہ موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر واپسی:

۷: اِذْ قَالَ مُوسٰى لِاٰهْلِهٖ (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو کہا)۔ اذ۔ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے گویا اس طرح فرمایا لو! اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمت و علم کے آثار سے یہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اہلہ سے ان کی زوجہ محترمہ

مراد ہیں اور ان کے ساتھ جو مدین سے مصر واپسی میں ان کے ساتھ تھے۔ اِنِّیْ اَنْتَ نَارًا سَاتِیْکُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ (بیشک میں نے آگ دیکھی ہے۔ میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر ضرور لاؤنگا)۔ جو راستہ کے حالات سے متعلق ہو کیونکہ آپ راستہ بھول گئے تھے۔

اَوْ اَتِیْکُمْ بِشَہَابٍ قَبَسٍ (یا تمہارے پاس کوئی بھڑکتی آگ کا شعلہ لے کر آؤں گا)۔ قراءت: کوئی قراء نے شہاب کو تنوین سے پڑھا ہے۔ شہاب روشن شعلے کو کہتے ہیں۔ قبس۔ چنگاری۔ قبس یہ بدل ہے یا صفت ہے۔ دیگر قراء نے بشہاب قبس۔ اضافت سے پڑھا ہے۔ کیونکہ شہاب کی دو قسمیں ہیں قبس اور غیر قبس۔

ایک نکتہ:

یہاں ساتیکم اور القصص۔ ۲۹ میں لعلی اتیکم ہے ان دونوں میں کوئی منافات نہیں۔ ایک سے رجاء اور دوسرے سے تیقن ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ جب امید پختہ ہو جائے تو یوں کہا جاتا ہے۔ سافعل کذا و سیکون کذا۔ اگرچہ اس میں ناکامی کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ سین تسویف لا کر آپ نے اپنے اہل سے آگ لانے کا وعدہ فرمایا، خواہ اس میں آہستگی ہو یا فاصلہ زیادہ ہو۔

لفظ اَوْ کا فائدہ:

اَوْ اس لئے لائے کہ یہ ظاہر ہو کہ اگر وہ اپنی کامل ضرورت نہ پاسکے تو کم از کم ایک سے محروم نہ ہونگے۔ خواہ راستہ کی راہ نمائی خواہ آگ کی چنگاری اور ان کو معلوم نہ تھا کہ اس آگ پر تو ان کی دو حاجتیں مکمل پوری ہو جائیں گی۔ وہ دنیا کی عزت اور آخرت کا شرف۔

مَنْیَنْتَلٰہ: ان دونوں سورتوں میں ایک قصہ کو مختلف الفاظ سے لانا اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث بالمعنی نقل کرنا بھی درست ہے۔ اسی طرح فارسی میں نماز کا جواز (یہ مرجوح قول ہے) اور نکاح اور تزویج کے الفاظ کے بغیر جواز نکاح۔ لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ (تا کہ تم تپ لو)۔ آگ سے اس سردی کو دور کر لو جو تمہیں پہنچ چکی ہے۔ تصطلون میں طاء یہ تائے افتعل کے بدلہ میں صاد کی وجہ سے آئی ہے۔

نری برکت:

۸: فَلَمَّا جَاءَہَا (پس جب وہ آگ کے پاس پہنچے)۔ ہا سے مراد وہ آگ ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تھی۔ نُودِیْ (موسیٰ کو آواز دی گئی)۔ اَنْ بُورِکَ (کہ اس پر برکت ہے)۔ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَہَا۔ (جو آگ میں ہیں اور اسکے ارد گرد ہیں)۔ نَحْوُ: ان مخففہ من المقلدہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ نودی موسیٰ بنامہ بورک۔ موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی گئی اس لئے کہ ان کو برکت دی گئی۔ اس میں ضمیر شان کی ہے۔ اور یہ ضمیر بلا عوض بھی لانی درست ہے۔ اگرچہ زمخشری اس کو نہیں مانتے دلیل یہ ہے کہ بورک دعا ہے۔ دعا کے احکام دیگر نحوی قوانین سے بہت مختلف ہیں۔ نمبر ۲۔ اَنْ مفسرہ ہے کیونکہ نداء میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے قیل له بورک ای قدس یا جعل البرکة والخیر فی من فی النار ومن حولها ای بورک من فی

مکان النار و هم الملائكة و من حول مکان لها ای موسیٰ ان کو کہا گیا۔ بورک یعنی مقدس بنا دیا گیا۔ یا برکت و خیر ان میں رکھ دی گئی جو آگ میں اور جو اس کے ارد گرد ہیں یعنی جو آگ کی جگہ میں ہیں ان کو برکت دی گئی اور وہ ملائکہ ہیں اور ان کو برکت دی گئی جو آگ کی جگہ کے گرد ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام اس لئے کہ اس جگہ میں ایک دینی معاملہ پیش آیا اور وہ موسیٰ سے اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا ہے۔ اور ان کا نبوت ملنا اور معجزات کا ظاہر ہونا۔

وَسُبْحَنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ پاک ہے جو رب العالمین ہیں)۔ یہ بھی اس نداء میں سے ہے۔ اس میں ذات باری تعالیٰ نے اپنے کو شبہ و غیرہ جو اس کی ذات کے لائق نہیں ہے منزہ قرار دیا۔ تاکہ درخت آگ، نداء سے کوئی شبہ و حول نہ نکال سکے۔

۹: یٰمُوسٰی اِنَّہٗ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (اے موسیٰ حقیقت یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں جو غالب اور حکمت والا ہے) انہ میں ضمیر شان ہے۔ اَنَا اللّٰهُ۔ مبتدا و خبر ہیں۔ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ یہ دونوں خبر کی صفات ہیں یا ضمیر اس طرف لوٹی ہے جس پر ماقبل کی دلالت ہے یعنی اَن مَکَلَمَکَ اَنَا اور اللہ یہ انا کا بیان ہے۔ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ اور یہ مبین کی صفات ہیں۔ یہ ان معجزات کی تمہید ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر کیے جانے والے تھے۔

۱۰: وَاَلْقِ عَصَاکَ (اور تم اپنی لاٹھی پھینک دو)۔ تاکہ تمہیں اپنی نبوت کا معجزہ معلوم ہو اور تو اس سے مانوس ہو جائے۔ اس کا عطف بورک پر ہے۔ کیونکہ معنی اس طرح ہے۔ نودی ان بورک من فی النار و ان الق عصاک۔ یہ دونوں نودی کی تفسیر ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کو کہا گیا برکت دی گئی اس کو جو آگ میں ہے اور ان کو کہا گیا۔ تم اپنی لاٹھی ڈال دو۔ اس پر دلالت کے لئے سورۃ قصص کی یہ آیت و ان الق عصاک القصص۔ ۳۱۔ جو کہ ان یا موسیٰ انا اللہ کے بعد حرف تفسیر کو دوبارہ لا کر ذکر کی گئی۔

فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَزُّ (جب اس کو حرکت کرتے دیکھا)۔ تَهْتَزُّ: یہ راہا کی ہا سے حال ہے۔ کَاَنَّهَا جَانُّ۔ (گویا وہ ہلکا پھلکا سانپ ہے)۔ چھوٹا سانپ۔ تَهْتَزُّ: تہتز کی ضمیر سے حال ہے۔ وَلَی (موسیٰ علیہ السلام مڑے)۔ مُذْبِرًا (اس سے پیٹھ پھیر کر) اور اس کو پشت کی جانب خوف کی وجہ سے کر دیا کہ کہیں وہ حملہ آور نہ ہو۔ وَلَکُمْ یُعَقِّبُ (اور متوجہ بھی نہ ہوئے)۔ یا نہ لوئے اہل عرب کہتے ہیں قد عقب فلان۔ جبکہ وہ لوٹ کر لڑنا شروع کر دے۔ اس کے بعد کہ وہ پیٹھ پھیر کر جا چکا تھا۔ پس ان کو آواز دی گئی۔

یٰمُوسٰی لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَی الْمُرْسَلُوْنَ (اے موسیٰ ڈرو نہیں میرے ہاں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے)۔ میرے مخاطبت کے وقت پیغمبر میری بارگاہ میں ڈرا نہیں کرتے۔ یا نمبر ۲۔ میرے ہاں پیغمبر دوسروں سے ڈرا نہیں کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام کو جو خوف پیدا ہوا وہ طبعی تھا اور ممانعت خوف عقلی کی ہے۔

۱۱: اِلَّا مَنْ ظَلَمَ (مگر وہ جس سے قصور ہوا) لیکن جس نے قصور کیا دوسروں میں سے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام ظلم نہیں کرتے۔ نمبر ۲۔ لیکن جس نے قصور کیا ان میں سے۔ مرسلین میں سے جس سے لغزش ہو گئی۔ جو اس کے مرتبہ عالی کے مناسب نہ تھی۔ اگرچہ

وہ فی نفسہ درست ہو۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام سے جلد بازی اور یونس سلیمان داؤد علیہم السلام سے جلدی ہوئی۔ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا (پھر اس نے اس کو اچھائی سے بدل لیا) یعنی توبہ کر لی۔ بَعْدَ سُوءٍ (غزش کے بعد)۔ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ (پس بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں)۔ اس کی توبہ کو قبول کرتا اور غزش کو بخش دیتا اور اس پر رحم کرتا ہوں اور اس کی امید کو پورا کر دیتا ہوں۔ گویا یہ موسیٰ علیہ السلام کے قول پر تعریض ہے جبکہ قبطنی ان کے مکہ سے مرگیا ہے۔

جیسا دوسری جگہ فرمایا: رَبِّ انِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی فَاغْفِرْ لِی فَاغْفِرْ لَہُ۔ القصص - ۱۶۔

۱۲: وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ (اپنے ہاتھ کو اپنی قمیص کے اندر داخل کرو)۔ اور اس کو نکالو۔ تَخْرُجُ بَيْضَاءَ (وہ سفید ہو کر نکلتے گا)۔ اس کی چمک نور آفتاب پر غالب آجائے گی۔ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ (بغیر کسی خرابی کے)۔ برص وغیرہ کی۔ نَجْوٍ: بَيْضَاءَ اور مِنْ غَيْرِ سُوءٍ دونوں حال ہیں۔ فِي تِسْعِ آيَاتٍ (نو معجزات میں ہیں)۔ نَجْوٍ: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور فی کا تعلق محذوف کے ساتھ۔ اِی اذہب فی تسع آیات۔ نمبر ۲۔ والی عَصَاكَ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَمَلَةٍ تِسْعِ آيَاتٍ۔ القانے عصا اور ید بیضاء دونوں من جملہ ۹ آیات سے ہیں۔

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ (فرعون اور اس کی قوم کی طرف)۔ الی کا تعلق مرسلہ محذوف سے ہے اِی مرسلہ الی فرعون الایۃ۔ اِنَّہُمْ کَانُوْا قَوْمًا فَسِیْقِیْنَ (بلاشبہ وہ قاسق قوم تھے)۔ فاسق کا معنی یہاں کفر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلنا ہے۔

واضح آیات:

۱۳: فَلَمَّا جَاءَ تَهُمَّ اٰیٰتُنَا (جب ان کے پاس ہماری آیات آچکیں)۔ آیات سے معجزات مراد ہیں۔ مُبْصِرَةً (کھلم کھلا)۔ یہ حال ہے۔ یعنی ظاہر و واضح۔ نمبر ۱۔ آیات کے لئے یہاں البصار کا لفظ لائے۔ حالانکہ حقیقت میں آیات تو غور و فکر کرنے والوں کے لئے ہیں۔ کیونکہ نظر و فکر میں وہ آیات ان سے ملا بہت رکھنے والی ہیں۔

نمبر ۲۔ ان آیات کو اس طرح قرار دیا گیا گویا وہ دیکھی جاتی ہیں پس ان سے راہل جاتی ہے۔ کیونکہ اندھا راہ پانے پر قدرت نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ دوسرے کی راہنمائی کرے۔ عرب کا یہ قول اسی قسم میں سے ہے۔ کلمۃ عوراء۔ کیونکہ اچھی بات راہنمائی کرتی ہے اور بری گمراہ کرتی ہے۔ قَالُوا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (وہ کہنے لگے یہ کھلا جادو ہے)۔ مبین کا مطلب یہ ہے غور کرنے والے کے لئے ظاہر ہے۔ آیت میں المہصرۃ اور المبین میں مقابلہ کیا گیا ہے۔

۱۴: وَجَحَدُوا بِهَا (انہوں نے ان آیات کا انکار کر دیا)۔ ایک قول: یہ ہے کہ جحود تو جاحد کے علم سے ہوتا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ جحود انکار کو کہتے ہیں۔ اور بعض اوقات اشیاء کا انکار اس سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہوتا ہے اور کبھی پہچان کے بعد ضد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (گدانی شرح التاویلات) الدیوان کتاب میں مذکور ہے۔ کہا جاتا ہے جحد حقہ و بحقہ ایک ہی معنی میں ہیں۔ وَاسْتَفْتٰنٰہَا (اور یقین کر چکے تھے)۔ واو حال یہ ہے۔ اور اس کے بعد قد مضمر ہے۔ استیقان ایقان سے زیادہ بلغ ہے۔

اَنْفُسُہُمْ (انکے دل) یعنی زبانوں سے تو انہوں نے انکار کیا مگر انکے ضمیر و دل ان آیات پر یقین کر چکے تھے۔ ظُلُمًا (ظلم کے طور پر)۔ نَجْوٍ: یہ جحد و اکی ضمیر سے حال ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات پر دل سے یقین کر لے مگر

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلْنَا عَلَى كَثِيرٍ

اور البتہ تحقیق ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا، اور ان دونوں نے کہا کہ اللہ کے لئے سب تعریف ہے جس نے ہمیں اپنے مومن بندوں میں سے

مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۵ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عِلْمًا مِّنْطِقَ

بہت سوں پر فضیلت دی ہے، اور سلیمان، داؤد کے وارث ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی

الطَّيْرِ وَأَوْتَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ۝۱۶ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ

سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے، بلاشبہ یہ کھلا ہوا فضل ہے۔ اور سلیمان کے لئے ان کے لشکر جمع

جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝۱۷ حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ

کئے گئے جو جنات میں سے اور انسانوں میں سے اور پرندوں میں سے تھے، پھر انہیں روکا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں آئے

قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ ۖ

تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیاں! اپنے رہنے کی جگہوں میں گھس جاؤ! ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں کچل کے رکھ دیں

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۱۸ فَتَبَسَّ ضَاكِرًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ

اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ سو وہ چیونٹی کی بات سے مسکراتے ہوئے نہیں پڑے اور عرض کیا کہ اے میرے رب! آپ مجھے اسی پر رکھئے کہ میں آپ کی نعمت کا

نِعْمَتِكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي

شکر ادا کرتا رہوں جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جس سے آپ راضی ہوں، اور آپ مجھے اپنی رحمت سے

بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ۝۱۹

اپنے نیک بندوں میں داخل رکھئے۔

انسان ان کو سحر قرار دیکر انکار کر دے۔ وَعُلُوًّا (اور تکبر کی بنا پر)۔ ایمان سے اپنے کو بلند قرار دیتے ہوئے تکبر اختیار کیا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ (تم دیکھو تباہ کاروں کا انجام کیا ہوا)۔ دنیا میں غرق اور آخرت میں حرق۔

۱۵: وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا (اور ہم نے داؤد و سلیمان علیہما السلام کو یقیناً علم دیا)۔ یہاں آتینا اعطینا کے معنی میں ہے یعنی عطا کیا۔ علماً۔ نمبر ۱۔ کچھ علم۔ نمبر ۲۔ شاندار علم۔ اس سے مراد بہر صورت علم دین اور فیصلہ ہائے نبوت ہیں۔

وَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلْنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ (دونوں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں

جس نے اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر ہمیں فضیلت دی)۔ اور یہ آیت ہماری دلیل ہے معززہ کے خلاف اس صلح للعباد کو چھوڑنے میں۔ یہاں محذوف ہے تاکہ واؤ کا عطف صحیح ہو جائے۔ اگر محذوف نہ مائیں تو پھر فاء آنی چاہیے۔ جیسا کہ اس قول میں اعطیتہ فشکر۔ آیت میں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ آتینا ہما علماً فعملاً بہ وعلماہ و عرفا حق النعمة فیہ وقال الحمد لله الایۃ۔

ہم نے ان دونوں کو علم دیا پس انہوں نے عمل کیا اور اس کو سکھایا اور اللہ تعالیٰ کا حق اس میں جانا اور کہا الحمد للہ۔ الخ۔ کثیر سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کو علم نہیں ملا۔ نمبر ۲۔ وہ لوگ مراد ہیں جن کو علم تو ملا مگر ان جیسا نہیں ملا اور اس میں یہ بات ہے کہ ان کو بہت سے لوگوں پر فضیلت دی گئی اور بہت سوں کو ان پر فضیلت دی۔

مَنْبِتْلَہ: یہ آیت دلیل ہے کہ علم بڑے مرتبہ والی چیز ہے اور علم والے مقدم و معزز ہیں اور نعمت علم عظیم الشان انعام ہے اور جس کو یہ میسر ہو اس کو بہت سے بندوں پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف و منزلت میں اسی قرب کی وجہ سے ان کو وراثۃ الانبیاء قرار دیا ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام جو پیغام دیکر بھیجے گئے یہ اس کو قائم رکھنے والے ہیں۔

اعترافِ نعمت:

مسئلہ نمبر ۱: اس عظیم نعمت کا تقاضا ہے کہ وہ اس ملنے والے علم پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں اور عالم کے ذہن میں یہ بات ہو کہ اگر اس کو بہت سے بندوں پر فضیلت حاصل ہے تو اس پر بھی دوسروں کو فضیلت حاصل ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول اس سلسلہ میں کتنا شاندار ہے۔

کل الناس افقہ من عمر۔

۱۶: وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوُدَ (اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے)۔ دوسرے بیٹوں کی بجائے ان کو نبوت و بادشاہت ملی۔ داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے۔

قول علماء:

ان کو صرف والد کی طرح نبوت ملی تو گویا کہ یہ ان کے وارث بنے۔ ورنہ نبوت وراثت میں نہیں ملتی۔ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنَظِقَ الطَّيْرِ (سلیمان نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی)۔ اس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ذکر کر کے مشہور کیا۔ اور اس نعمت کے مرتبہ کا اعتراف کیا اور معجزہ کے تذکرہ سے لوگوں کو اس کی تصدیق کی طرف بلایا۔ یہ معجزہ پرندوں کی بولی ہے۔ المنطق۔ ہر وہ آواز جو مفرد یا مرکب مفید و غیر مفید نکالی جائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی اسی طرح سمجھتے جیسے پرندے ایک دوسرے کی سمجھتے ہیں۔

نمونہ گفتگو:

لطیفہ: روایت تفسیر یہ میں ہے کہ نمبر ۱۔ فاختہ بولی تو آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے۔ کاش یہ مخلوق پیدائش کی جاتی۔ نمبر ۲۔ مور نے آواز

دی۔ تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ نمبر ۳۔ ہد ہد نے آواز نکالی تو آپ نے فرمایا۔ یہ کہتا ہے۔ اے گناہ گار گناہوں کی معافی مانگو۔ نمبر ۴۔ ابانیل بولی آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے۔ بھلائی بھیجو اس کو پالو گے۔ نمبر ۵۔ کبوتری چیخی۔ آپ نے فرمایا یہ کہتی سبحان ربی الاعلیٰ اس کے آسمان بھر کر اور زمین بھر کر حق دار ہیں۔ نمبر ۶۔ قمری بولی تو آپ نے فرمایا۔ یہ کہتی سبحان ربی الاعلیٰ۔ نمبر ۷۔ چیل چیخی تو آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ نمبر ۸۔ کونج بول اٹھی تو آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے۔ جو خاموش رہا وہ بچ گیا۔ نمبر ۹۔ مرغ نے اذان دی تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے۔ اے غافل اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ نمبر ۱۰۔ گدھ چیخا تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے اے ابن آدم تو زندہ رہ لے جتنا رہنا ہے تیرا انجام موت ہے۔ نمبر ۱۱۔ عقاب بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے۔ لوگوں سے دوری میں مایوسی ہے۔ نمبر ۱۲۔ مینڈک ٹرایا تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے پاکیزگی والا میرا رب سبحان ہے۔

وَ اَوْتَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (اور ہمیں سب کچھ دیا گیا)۔ اس سے مراد ان چیزوں کی کثرت بیان کرنا ہے جو ان کو عنایت کی گئیں۔ جیسا کہتے ہیں۔ فلان يعلم کل شئی۔ اور اس کی مثل یہ ارشاد ہے۔ و اوتیت من کل شئی۔ النمل۔ ۲۳۔
اِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ (بیشک یہ البتہ کھلا ہوا فضل ہے)۔ یہ بات بطور شکر کہی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا سید ولد آدم ولا فخر۔ (رواہ الحاکم) یعنی میں یہ قول بطور شکر کہتا ہوں۔ بطور فخر نہیں کہتا۔ علمنا و اوتینا یہ نون واحد ہی کا ہے جو مطاوعت کے طور پر لایا گیا۔ آپ نے اپنے شاہانہ انداز میں اپنے اہل طاعت و رعایا کی حالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے۔ اس میں تکبر کا کوئی دخل نہیں۔

(مجبہول کے صیغے لا کر اشارہ کر دیا۔ دینے والے اور سکھانے والے کا کمال ہے۔ مترجم)

لشکر سلیمان علیہ السلام:

۱۔ وَحُشِرَ (اور جمع کیے گئے)۔ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ (سلیمان کے لشکر جن میں جن و انس و پرند شامل تھے)۔ روایت تفسیر یہ میں ہے۔ آپ کا معسکر و چھاوٹی ۱۰۰x۱۰۰ فرسخ تھا۔ ان میں ۲۵ فرسخ جنات کے لئے ۲۵ انسانوں اور ۲۵ پرندوں کے لئے تھے۔ جبکہ پچیس وحشی جانوروں کے لئے تھے۔ اور آپ کے لکڑی پر بنے ہوئے شیشے کے ایک ہزار مکانات تھے۔ ان میں تین سو آپ کے حرم اور سات سو لونڈیاں تھیں۔ اور جنات نے آپ کے لئے سونے اور ابریشم کا قالین ایک مربع فرسخ میں تیار کیا۔ آپ کا منبر درمیان میں رکھا جاتا۔ یہ منبر سونے چاندی کا بنا تھا۔ جب آپ تشریف فرما ہوتے۔ تو چھ ہزار کرسیاں سونے چاندی کی آپ کے ارد گرد رکھی جاتیں۔ انبیاء سنہری کرسیوں پر اور علماء فضی کرسیوں پر بیٹھتے تھے۔ اور ان کے گرد لوگوں کا مجمع ہوتا اور لوگوں کے گرد شیاطین و جنات بیٹھتے۔ اور پرندے اپنے پروں سے ان پر سایہ کرتے۔ تاکہ دھوپ نہ لگے۔ آپ تیز ہوا کو اس کے اٹھانے کا حکم دیتے اور نرم ہوا کو اس کے چلانے کا ارشاد فرماتے۔ جب آسمانوں و زمین کے مابین آپ چلے جا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں نے تمہاری مملکت میں اضافہ کر دیا۔ کوئی چیز جو کلام کرے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کو بذریعہ ہوا تمہارے پاس ڈال دے گا۔

حکایت میں ہے کہ: آپ کا گزر کسانوں کے پاس سے ہوا تو وہ کہنے لگے آل داؤد کو بہت بڑی مملکت ملی ہے۔ ہوانے یہ بات آپ کے کانوں میں پہنچائی۔ آپ تخت سے اتر کر کسانوں کی طرف چل دیے۔ اور فرمایا میں تمہارے پاس چل کر آیا تاکہ تم اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز نہ مانگ لو جس کی طاقت نہ ہو۔ پھر فرمایا۔ آل داؤد کو جو سلطنت ملی ہے۔ ایک بار اللہ تعالیٰ کی تسبیح جن کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اس سے افضل ہے۔

فَهُمْ يُوزَعُونَ (ان کو روکا جاتا تھا)۔ ان کے پہلوں کو پچھلوں کے ساتھ ملانے کے لئے روکا جاتا تھا۔ پس وہ مجتمع ہو کر چلتے اور یہ لشکر کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے۔

الوزع۔ وزع روکنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ مايزع السلطان اكثر مما يزع القرآن۔ جتنا بادشاہ لوگوں سے برائی روکتا ہے وہ اس سے زیادہ ہے جتنا لوگ قرآن سے رکتے ہیں۔

آیت ۱۸: حَتَّىٰ اِذَا اتَّوَا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ (یہاں تک کہ ان کا گزر ایک چیونٹیوں کی وادی سے ہوا)۔ یہ شام کی وادی ہے جہاں چیونٹیاں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اتنی کا فعل علی سے متعدی کیا گیا ہے کیونکہ آپ کا گزر تو تخت پر ہوا تھا۔ اسی لئے استعلاء کا حرف لایا گیا۔

چیونٹی کا واقعہ:

قَالَتْ نَمْلَةٌ (ایک چیونٹی نے کہا)۔ یہ لنگڑی تھی جس کا نام طاحیہ تھا یا منذرہ تھا۔ قول قتادہ: ادہ کوفہ میں داخل ہوئے تو ہر طرف سے لوگ ان کو لپٹ گئے۔ قتادہ نے کہا۔ جو چاہو سوال کرو۔ ابوحنیفہ نے جو جوان تھے سوال کیا کہ سلیمان کی چیونٹی مذکر تھی یا مؤنث۔ وہ لا جواب ہو گئے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ مؤنث تھی۔ ان سے پوچھا گیا تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا۔ تو انہوں نے کہا۔ اس ارشاد الہی سے۔ قَالَتْ نَمْلَةٌ۔ اگر مذکر ہوتی تو کہا جاتا قال نملۃ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے نملۃ کا لفظ حمامۃ کی طرح ہے۔ جس کا اطلاق مذکر و مؤنث ہر دو پر ہوتا ہے ان کے درمیان علامت سے فرق کیا جاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں حمامۃ ذکر حمامۃ انثی۔ نملۃ کا لفظ بھی اسی طرح ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسٰكِنُكُمْ (اے چیونٹیوں تم اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ)۔ یہاں ادخلن نہیں کہا کیونکہ جب چیونٹی کو قائلہ قرار دیا۔ اور چیونٹیوں کو مخاطب بنایا تو عقلاء کی طرح ان کا خطاب بھی قرار دیا گیا۔ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ (تمہیں نہ مٹا دیں)۔ توڑ دیں۔ الحطم۔ توڑنا یہ نہیں جملہ مستانفہ ہے۔ یہ ظاہر میں سلیمان علیہ السلام کو روندنے سے روکا ہے۔ مگر حقیقت میں ان کو رکنے اور باہر نکلنے کی ممانعت کی جا رہی ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ لَا اَرِيْكَ هٰلٰهٰنَا۔ یعنی تو اس جگہ مت آ۔ ایک قول یہ ہے۔ یہ جواب امر ہے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ نون تاکید اس کا انکار کر رہی ہے۔ کیونکہ یہ ضرورت شعر میں سے ہے۔ سَلِيْمٰنٌ وَجُنُوْدُهُ (سلیمان اور اس کا لشکر)۔ ایک قول یہ ہے۔ اس نے کہنا چاہا لَا يَحْطِمَنَّكُمْ جنود سلیمان۔ مگر اس سے زیادہ بلیغ جملہ وہ لائی۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو معلوم نہیں)۔ کہ تم یہاں رہتی ہو یعنی اگر وہ جان لیں تو ایسا نہ کریں۔ اس نے معذرت کے طور پر سلیمان اور ان کے لشکر کے عدل کی تعریف کی۔ سلیمان علیہ السلام نے اس کا یہ قول تین میل دور سے سن لیا۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهَدْهَدَ ۚ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهُ

اور سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی تو کہا کیا بات ہے جو میں بدھ کو نہیں دیکھ رہا ہوں، کیا وہ کہیں غائب ہے؟ میں اسے ضرور ضرور سخت سزا دوں

عَذَابًا شَدِيدًا ۚ أَوَّلًا أَذْبَحَنَّهُ ۖ أَوْ لِيَأْتِنِي بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ

گا یا ضرور ضرور اسے ذبح کر دوں گا، یا یہ بات ہو کہ وہ میرے سامنے کوئی صریح دلیل لیکر آئے، پھر تھوڑی ہی دیر گزری تھی

فَقَالَ أَحْطُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ ۖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَأٍ يَقِينٍ ﴿٢٢﴾ إِنِّي وَجَدْتُ

کہ بدھ نے کہا کہ میں ایسی چیز کی خبر لایا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں اور آپ کے پاس ملک سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں بے شک میں نے ایک عورت کو

امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾

پایا جو ان پر بادشاہت کرتی ہے اور اسے ہر چیز دیدی گئی ہے، اور اس کے لئے ایک بڑا تخت ہے،

۱۹: فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا (اس کی بات پر آپ نے تبسم کیا ہنستے ہوئے)۔ اس کی احتیاط پر تعجب کرتے ہوئے اور اپنی مصلحت کو صحیح جانچ لینے اور چیونٹیوں کو نصیحت کرنے پر متعجب ہوئے۔ نمبر ۲۔ ظہور عدل پر خوشی کا اظہار کیا۔ ضاحکاً۔ یہ تاکید کی حالت ہے کیونکہ تبسم ضحك کے معنی میں ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کا اکثر ضحك تبسم ہی ہوتا ہے۔ زجاج نے اسی طرح کہا ہے۔ دعائے سلیمانی:

وَقَالَ رَبِّ أَوْ زِعْنِي ۖ إِنَّ أَشْكُرَ نِعْمَتِكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ (اور کہا اے میرے رب تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جو آپ نے مجھ پر فرمائی ہیں)۔ او زعنی کا معنی مجھے الہام فرما۔ اور حقیقت میں اس کا معنی یہ ہے۔ تو مجھے ہر چیز سے روک دے سوائے اپنی نعمتوں پر شکریہ کے۔ انعمت علی سے نبوت بادشاہت علم مراد ہے۔ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ (اور میرے والدین پر) کیونکہ والدین پر انعام اولاد پر احسان ہے۔ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ (اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہوں)۔ اپنی بقیہ زندگی میں۔ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ (اور تو مجھے اپنی رحمت سے داخل فرما)۔ یعنی جنت میں داخل فرما۔ بِرَحْمَتِكَ کا لفظ لا کر بتلایا کہ محض اپنی رحمت سے نہ کہ میرے عمل صالح سے۔ اس لئے کہ کوئی رحمت الہی کے بغیر جنت میں نہیں جاسکتا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ (اپنے نیک بندوں میں)۔ اپنے انبیاء مرسلین کے زمرہ میں۔ نمبر ۲۔ اپنے صالح بندوں میں۔ روایت تفسیر یہ ہے کہ چیونٹی نے لشکروں کی آواز محسوس کی۔ اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ لشکر ہوا میں ہیں۔ سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو رکنے کا حکم دیا۔ تاکہ وہ خوف زدہ نہ ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مکانات میں داخل ہو گئیں۔ پھر آپ نے یہ دعا کی۔

واقعه بدید:

آیت ۲۰: وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ (اور آپ نے پرندوں کو طلب کیا)۔ پس فرمایا۔ مجھے بدھ دکھائی نہیں دیتا۔ قراءت: صَالِحِي مَنَىٰ

علیٰ عاصم نے نصب سے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے سکون یا ء سے پڑھا ہے۔ التفقد اس چیز کو ڈھونڈنا جو تم سے غائب ہو۔ لَا اَرَى الْهُدٰى هٰذَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغٰیْبِیْنَ (میں ہد کو نہیں دیکھتا یا وہ غائب ہونے والوں میں سے ہے)۔ ام۔ یہاں بل کے معنی میں ہے۔ آپ نے پرندوں کا معاینہ کیا تو ہد کو نہ پایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ مجھے کیوں نظر نہیں آ رہا۔ مطلب یہ ہے۔ وہ اس لئے نظر نہیں آ رہا کہ کسی روک نے اس کو چھپا ڈالا۔ نمبر ۲۔ یا کوئی دوسری صورت ہے۔ پھر آپ کو واضح ہو گیا کہ وہ واقعی غائب ہے۔ پس اس بات سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا بلکہ وہ تو غائب ہے۔ بیان کیا گیا کہ جب سلیمانؑ نے حج کیا۔ تو آپ یمن کی طرف سے نکلے۔ آپ کا گزر صنعاء کے زمانہ زوال میں ہوا۔ آپ صنعاء میں اتر کر نماز ادا فرمانے لگے۔ مگر انہوں نے پانی نہ پایا۔ ہد آپ کا کنواں انجیر تھا۔ وہ پانی زمین کے نیچے دیکھ پاتا ہے۔ جیسا کہ شیشے میں پانی نظر آتا ہے۔ شیاطین کھود کر جلد پانی نکال لیتے۔ آپ نے اسی لئے اسکو تلاش فرمایا۔

ایک تذکرہ:

ایک تذکرہ یہ بھی ہے کہ سلیمانؑ کے سر پر سورج کی ایک لپٹ پہنچی آپ نے دیکھا تو ہد کی جگہ خالی تھی۔ آپ نے پرندوں کے راہنما کو بلایا اور وہ گدھ تھا۔ اس سے پوچھا تو اس نے کہا مجھے علم نہیں۔ پھر پرندوں کے سردار کو کہا اور وہ شاہین ہے کہ اس کو میرے پاس لے آؤ وہ اڑا اور نگاہ ڈالی تو ہد آ رہا تھا۔ پس اس نے اس کو پکڑنے کا قصد کیا تو ہد نے اس کو اللہ تعالیٰ کی قسم دی جس کی وجہ سے باز اس سے باز رہا۔ جب سلیمان علیہ السلام کے قریب آیا تو اپنی دم جھکالی۔ اور دونوں بازوؤں کو زمین پر کھینچنے اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے پیغمبر: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کھڑے ہونے کو یاد کر۔ اس پر سلیمان علیہ السلام کانپ گئے اور اس کو معاف کر دیا۔

۲۱: لَا عَذٰبَ لَہٗ عَذَابًا شَدِیْدًا (میں اس کو عذاب دوں گا)۔ اس کے بال و پر نوچ ڈالے جائیں گے اور اس کو دھوپ میں ڈال دیا جائے گا۔ نمبر ۲۔ اس کے اور اس کے مالوفات کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ اس کو اپنے بھجولیوں کا خادم بنا دیا جائے گا اور سربراہی اس سے چھین لی جائے گی۔ نمبر ۳۔ اس کے مخالفین کے ساتھ جیل میں ڈال دیا جائے گا۔

بعض کا قول ہے۔ اضیق السجون معاشرۃ الاضداد۔ سب سے تنگ قیدی جو مخالفین کے زمرہ میں رہے۔

نمبر ۴۔ پنجرے میں ڈال دیا جائے گا۔ نمبر ۵۔ چیونٹیوں کے سامنے اس کو ڈال دیا جائے گا تا کہ وہ اس کو کھالیں۔

مَسْمٰلَہ: سلیمان علیہ السلام کو جائز تھا کہ وہ مصلحت کی بناء پر ہد کو سزا دیں۔ جیسا کہ کھانے کی غرض سے پرندوں کو کھانا جائز ہے۔ اسی طرح دیگر منافع حاصل کرنے کے لئے بھی ذبح جائز ہے۔ جب پرندے ان کے لئے مسخر کیے گئے تھے تو سیاست و تادیب کے لئے ان کو سزا دینا درست تھا اور نہ تسخیر ہی کامل نہ ہوتی۔

اَوْ لَا ذُبْحَنَ اَوْ لَیَاتِنِیْ (یا میں ضرور اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ ضرور میرے پاس لے آئے)۔

لیاتینی کی نون ثقیلہ ہے تا کہ اس میں اور لا عذبنہ میں مشاکلت پیدا ہو جائے۔ اور ایک نون کو تخفیف کیلئے حذف کیا گیا ہے۔

قرأت: مکی نے دونوں سے لیاتینی پڑھا۔ اول نون تاکید اور دوسری نون عداد ہے۔

بِسُلْطَنٍ مُّبِينٍ (واضح دلیل کے ساتھ)۔ اپنی غیر موجودگی کی ایسی دلیل جس میں اس کا عذر ظاہر ہو۔
ایک اشکال:

آپؐ نے تین باتوں میں سے ایک پر قسم اٹھائی۔ پہلی دو تو آپؐ نے کیوں اور اس میں بات کی گنجائش نہیں مگر تیسری تو ہد ہد کرنے کی اور یہی قابل اشکال ہے۔ کیونکہ ان کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ وہ دلیل پیش کر دے گا اور آپؐ نے یہاں تک فرما دیا۔ لیائینی بس سلطان؟
جواب: ان کے کلام کا معنی یہ ہے کہ ان میں سے ایک کام ضرور ہوگا۔ یعنی اگر دلیل لے آئے گا تو سزا نہ ہوگی۔ نہ ذبح اور اگر وہ نہ ہوئی تو پھر ان میں سے ایک ہوگی۔ عقلاً تو اس میں کوئی دعویٰ نہیں۔

آیت ۲۲: فَمَكَثَ (پس ٹھہرا)۔ ہد ہد سلیمان علیہ السلام کی پڑتال کے بعد۔ قراءت: عاصم، سہل، یعقوب کے علاوہ دیگر قراء نے کاف کا ضمہ پڑھا ہے۔ غَيْرَ بَعِيدٍ (تھوڑی دیر)۔ یعنی مکثا غیر طویل۔ زیادہ طویل ٹھہراؤ نہ تھا۔ نمبر ۲۔ غیر زمان بعید۔ دور زمانہ نہ تھا جیسا کہ کہتے: عن قریب۔

اس کے ٹھہرنے کو مدت قلیلہ سے بیان کیا کیونکہ خوف سلیمانی اس کے اسراع کی دلالت ہے۔ جب وہ لوٹ کر آیا آپؐ نے زمانہ غیبت کی تفصیل دریافت کی۔ فَقَالَ أَحْطُتُ (میں نے آپؐ کی اطراف سے کچھ معلومات کیں)۔ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ (جو آپؐ کو نہیں)۔ اس نے سلیمان علیہ السلام سے ان کے علم کی آزمائش کے لئے یہ بات کی باوجودیکہ سلیمان علیہ السلام کو نبوت کی فضیلت اور بیشمار علوم دیئے گئے تھے۔

مَسْنَدُهُ: اس میں روافض کے اس قول کی تردید ہے کہ امام پر کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی اور اسکے زمانہ میں اس سے بڑا علم والا کوئی نہیں ہوتا۔
وَجَنَّتْكَ مِنْ سَبِّا بَنِي يَقِينٍ (اور میں ملک سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں)۔ قراءت: ابو عمرو نے سباً کو غیر منصرف پڑھا۔ اور اس کو قبیلہ کا نام قرار دیا یا شہر کا نام۔ اور دیگر قراء نے تنوین سے پڑھا ہے اور اس کو خاندان کا نام یا باپ کا نام بتلایا ہے۔

النبا۔ عظیم الشان خبر۔ یہ الفاظ من سبا بنبا۔ خوبصورت ترین کلام ہے۔ اس کو بدیع کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ بھی عجیب و خوبصورت ہے۔ اور معنی کے لحاظ سے بھی۔ نمبر ۱۔ توجہ فرمائیں بنبا کی بجائے بخبر ہوتا تو معنی صحیح ہوتا۔ مگر بنبا تو اس کے بالمقابل اصح ہے اور وصف حالی میں اس کے مناسب ہے۔

۲۳: اِنِّي وَجَدْتُ امْرَاَةً (میں نے پائی ایک ایسی عورت جو سب پر حکمرانی کرتی ہے)۔

بلقیس کا سلسلہ نسب:

وہ بلقیس بنت سراحیل ہے۔ اس کا والد یمن کا بادشاہ تھا۔ اسکے چالیس آباء بادشاہ ہوئے۔ اس کا اپنا کوئی بیٹا نہ تھا۔ فقط یہی بیٹی تھی۔ یہ بادشاہت پر قابض ہو گئی۔ یہ اور اس کی قوم مجوسی سورج کے پجاری تھے۔ تَمْلِكُهُمْ (ان کی حکمرانی ہے)۔ سبا کی طرف تملکھم کی ضمیر بتاویل قوم ہے یا اہل المدینہ کی تاویل میں ہے۔ وَ اَوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (اور اس کو سب کچھ دیا گیا ہے)۔ مَحْجُوْر: اوتیت حال ہے۔ اور قد مقدرہ ہے۔ من کل شئی سے وہ اسباب دنیا مراد ہیں جو اسکے حال کے ساتھ مناسبت رکھتے تھے۔ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ (اس کا تخت بہت بڑا ہے)۔ عرش بمعنی تخت اور عظیم بڑا کے معنی میں ہیں۔

ایک قول: یہ اسی ہاتھ مربع تھا۔ اور اسی ہاتھ اونچا تھا۔ یہ سونے چاندی سے بنا تھا۔ قسم قسم کے جواہرات اس پر جڑاؤ کیے گئے تھے۔ اس کے پائے سرخ و سبز یا قوت اور موتی اور زمرہ کے بنے ہوئے تھے۔ اور اس پر سات کمرے تھے ہر کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے اس کی حالت کو سلیمان کی حالت کے مقابلہ میں چھوٹا قرار دیا اور اس کے تخت کو بہت بڑا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام سے مصلحت کی بناء پر مخفی رکھا۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام کی جائے رہائش یعقوب علیہ السلام پر مخفی رکھی۔

وَجَدْنَاهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ

میں نے اسے اور اس کی قوم کو اس حالت پر پایا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کر دیا ہے سو اس نے انہیں راہ سے

السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ۚ (۲۲) إِلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبَّ فِي السَّمَوَاتِ

بٹا دیا لہذا وہ ہدایت نہیں پاتے، وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو

وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۚ (۲۳) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ

نکالتا ہے اور وہ ان چیزوں کو جانتا ہے جنہیں تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو۔ اللہ ہے جس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا

الْعَظِيمِ ۚ (۲۴) قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۚ (۲۵) إِذْ هَبَّ بِكُنْتِي هَذَا

رب ہے، سلیمان نے کہا ہم مفتریب دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے، میرا یہ خط یحییٰ

فَالِقَهُ إِلَهُمُ ثُمَّ تَوَلَّى عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ۚ (۲۶) قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا إِلَيَّ أُلْقِيَ

اور اسے ان کے پاس ڈال دے پھر ہٹ جانا، پھر دیکھنا کہ وہ کیا بات چیت کرتے ہیں، کہنے لگی کہ اے دربار والو میرے پاس ایک خط ڈالا

إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ ۚ (۲۷) إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۚ (۲۸) أَلَّا تَعْلَمُوْا عَلَى

میرا ہے جو عزت والا خط ہے، شک نہ ہو سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ ہے کہ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمن ہے رحیم ہے۔ تم لوگ میرے مقابلہ میں پہلے نہ جھگڑو

وَأَتُونِيْ مُسْلِمِينَ ۚ (۲۹) قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا أَفْتُونِيْ فِيْ أَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا

اور میرے پاس فرماں بردار ہو کر آ جاؤ۔ کہنے لگی اے دربار والو اتم میرے معاملہ میں مجھے مشورہ دو میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی

حَتَّى تَشْهَدُوْا ۚ (۳۰) قَالُوا نَحْنُ أَوْلُوْا قُوَّةٍ وَأُولُوْا بَأْسٍ شَدِيْدٍ ۚ (۳۱) وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ

جب تک کہ تم میرے پاس موجود نہ ہو، وہ کہنے لگے کہ ہم طاقت والے ہیں اور سخت لڑائی والے ہیں اور تمہیں اختیار ہے

فَانْظُرِيْ مَاذَا تَأْمُرِينَ ۚ (۳۲) قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا

سو تم دیکھ لو کیا حکم کرتی ہو، کہنے لگی کہ بلا شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب کر دیتے ہیں،

وَجَعَلُوا أَعِزَّةً أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۚ وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۚ (۳۳) وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ

اور جو اس کے رہنے والے باعزت ہوتے ہیں انہیں ذلیل بنا دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے، اور میں ان کی طرف ایک ہدیہ بھیجتی ہوں

فَنُظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ۚ (۳۴) فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانُ قَالَ أَتِمِدُّوْا بِنِيٍّ فَمَا آتَيْنِيْ

پھر دیکھتی ہوں کہ بھیجے ہوئے لوگ کیا جواب لیکر واپس ہوتے ہیں۔ سو جب وہ قاصد سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو سو اللہ نے جو حکم

اللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا أَتَيْتُمْ بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ۚ (۳۵) ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ

مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ تم اپنے ہدیہ پر خوش ہوتے ہو، تو ان لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ ان پر ایسے لشکر بھیجتے ہیں

لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ ۚ (۳۶)

کہ وہ لوگ ان کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم انہیں وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے،

ہدایت سے عاری قوم:

۲۴: وَجَدْتَهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ (میں نے اس کو اور اس کی قوم کو سورج کے سامنے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سجدہ کرتے دیکھا اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے سامنے مزین کر کے ان کو راہ سے روک دیا)۔ السبیل سے راستہ توحید مراد ہے۔ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ (پس وہ ہدایت نہیں پاتے) راہ حق کی طرف۔ اور ہد سے یہ بعید نہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا راستہ پالیا۔ اور سجدہ کا وجوب اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اور سورج کے لئے سجدہ کی حرمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی گئی ہو جیسا کہ کئی دیگر پرندوں کو ایسی لطیف معرفتیں اس کی طرف سے الہام کی جاتی ہیں۔ جن کے متعلق بڑے عقلاء کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔

۲۵: إِلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ (کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے)۔ نَحْوُ: التَّشْدِيدِ کے ساتھ۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ لَنَلَا يَسْجُدُوا۔ اُن کے ساتھ حرف جار کو حذف کر کے نون کو لام میں ادغام کر دیا گیا۔ نمبر ۲۔ لَا زَائِدَ بھی ہو سکتا ہے۔ اور معنی یہ ہو فہم لَا يَهْتَدُونَ اِن يَسْجُدُوا۔ وہ سجدہ کی طرف راہ نہیں پاتے۔ نمبر ۳۔ اَلَا کو یزید و علی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اَلَا يَا هَؤُلَاءِ اسْجُدُوا۔ پس الاحرف تنبیہ اور یاء حرف نداء ہے اور اس کا منادی محذوف ہے۔ اور اس صورت میں فہم لَا يَهْتَدُونَ پر وقف ہوگا۔ اور جنہوں نے تشدید سے پڑھا۔ جیسا پہلی دو صورتوں میں ہے۔ انہوں نے العرش العظیم پر وقف کیا۔ اور تخفیف والوں نے فہم لَا يَهْتَدُونَ پر وقف کیا پھر ابتداء اَلَا اسْجُدُوا سے کی۔ سجدہ تلاوت ان دونوں قراءتوں میں واجب ہے۔ بخلاف زجاج کے وہ کہتے ہیں تشدید کے صورت میں سجدہ لازم نہیں۔ نمبر ۱۔ کیونکہ سجدہ کے مقامات پر یا تو سجدہ کا حکم دیا جاتا ہے۔ نمبر ۲۔ یا پھر سجدہ کرنے والے کی مدح و تعریف کی جاتی ہے۔ نمبر ۳۔ چھوڑنے والے کی مذمت کی جاتی ہے۔ اور دونوں میں سے ایک قراءت امر ہے اور دوسری چھوڑنے والے کے لئے مذمت ہے۔

الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبَاءَ (اس اللہ تعالیٰ کے لئے جو پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے)۔ الخبأ مصدر ہے۔ اسم مفعول کو مصدر سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (آسمانوں و زمین میں)۔ بقول قتادہ: آسمان کی مخفی چیز سے بارش اور زمین کی مخفی چیز سے نباتات مراد ہیں۔ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ (اور وہ جانتا ہے ان باتوں کو جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو)۔ قراءت: ان دونوں میں تا علی اور حفص کی قراءت ہے۔ جبکہ حمزہ نافع ابو عمرو وغیرہ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

۲۶: اَللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے)۔ ہد ہد نے بطور تعظیم کے عرش الہی کی تعظیم کے ساتھ صفت ذکر کی۔ اس عظیم سے مراد آسمان و زمین اور تمام مخلوقات کے مقابلہ میں عظیم ہونا مراد ہے۔ جبکہ ملکہ بلقیس کے تخت کی بھی تعظیم کے ساتھ صفت بیان کی مگر وہاں عظیم سے مراد اس کے ہم جنس بادشاہوں کے تختوں کے مقابلہ میں بڑا ہونا مراد ہے۔ یہاں تک ہد ہد کا کلام ہے۔

۲۷: جب وہ اپنی گفتگو سے فارغ ہوا تو قَالَ (سلیمان علیہ السلام نے ہد ہد کو فرمایا)۔ سَنَنْظُرُ (عنقریب ہم دیکھیں گے) یہ نظر بمعنی تامل کے لئے یعنی ہم غور کریں گے۔ أَصَدَقْتَ (کیا تم سچے ہو)۔ اس خبر میں جو تم نے دی ہے۔ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (یا تم

جھوٹوں میں سے ہو)۔ یہ کلام ام کذبت کی نسبت زیادہ فصیح ہے۔ نمبر ۱۔ کیونکہ جب وہ جھوٹوں کی فہرست میں شامل ہو جائے گا تو لامحالہ اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے گا اور جب وہ جھوٹا ہوگا تو جو وہ اطلاع دے گا اس پر جھوٹے ہونے کا احتمال ہوگا اور وہ قابل اعتماد شمار نہیں ہوگا۔

خطِ سلیمانی:

پھر سلیمان علیہ السلام نے اس انداز سے خط لکھا من عبد اللہ سلیمان بن داؤد الی بلقیس ملکہ سبا بسم اللہ الرحمن الرحیم السلام علی من اتبع الهدی اما بعد فلا تعلوا علی و اتونی مسلمین اور کستوری سے اس کو بند کر کے اس پر اپنی مہر لگائی اور ہد ہد کو کہا۔

۲۸: اِذْ هَبْ بَكِیْنِیْ هٰذَا فَالْقَهْ (میرا یہ خط لے جاؤ اور اس کو ڈال دو)۔

قرأت: القہ۔ ہاء کے سکون کے ساتھ بطور تخفیف ابو عمرو و عاصم اور حمزہ نے پڑھا اختلاس کسرہ کے ساتھ تاکہ یائے محذوفہ پر دلالت کرے یزید قالون اور یعقوب نے پڑھا ہے فَالْقَهْ یاء کے اثبات کے ساتھ دیگر قراء نے نمبر ۱۔ (فالقہی) پڑھا ہے۔ اِلَیْھِمْ (یعنی بلقیس اور قوم بلقیس کی طرف)۔ یہاں بھی ضمیر مذکر اور جمع کی لائی کیونکہ ہد ہد نے اپنے قول میں اسی طرح ذکر کیا و جدتها و قومها یسجدون للشمس۔ [نمل: ۲۴] اسی لئے خط میں خطاب کی بنیاد جمع کے لفظ کے ساتھ لائی گئی۔ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْھُمْ (پھر الگ ہو جاؤ تم ان سے)۔ کسی ایسے مقام میں جو بالکل قریب ہو کہ تم ان کو دیکھ سکو اور وہ تمہیں نہ دیکھ پائیں۔ تاکہ تم ان باتوں کو سن سکو جو وہ کہیں۔ فَانْظُرْ مَا ذَا یَرْجِعُوْنَ (پس دیکھ لو وہ کیا جواب دیتے ہیں)۔

ہد ہد کی پیغام رسانی:

۲۹: ہد ہد نے وہ خط لے کر اپنی چونچ میں سنبھالا اور ایک روشن دان سے اس کے پاس داخل ہوا اور خط کو اس کے سینے پر ڈال دیا جبکہ وہ سو رہی تھی اور روشن دان میں جا چھپا۔ وہ اچانک بیدار ہوئی یا وہ ہد ہد پہنچا۔ جبکہ لشکر اس ملکہ کے اطراف میں موجود تھے وہ کچھ دیر سست یا پھر خط اس کی گود میں ڈال دیا اور وہ پڑھی لکھی تھی جب اس نے مہر کو دیکھا تو اپنی قوم کو کہنے لگی یہ خط جھکا دینے والا اور ڈرا دینے والا ہے۔ قَالَتْ (تو کہنے لگی)۔ یَا یٰھَا الْمَلٰٓئِکَۃُ اِنِّیْ اَلْقِیْتُ اِلَیْ کِتٰبٍ کَرِیْمٍ (اے سردارو! بے شک میری طرف ایک معزز خط ڈالا گیا ہے)۔

کتاب کریم کا مضمون:

قرأت: انی کو مدنی نے یاء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اس خط کو کریم کہا گیا اس کے مضمون کی خوبی کی وجہ سے یا مہر کی وجہ سے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کرامۃ الکتب ختمہ۔ خط کی عظمت اس کی مہر میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جس نے کوئی خط لکھا اور اس نے مہر نہ لگائی تو اس نے اس کی توہین کی یا خط کو کریم اس لئے کہا کہ وہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع ہونے والا تھا یا اس لئے کہ وہ ایک معزز بادشاہ کا خط تھا۔

۳۰: اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٰنٍ وَّ اِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (کہ یہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور اس کا مضمون **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** سے شروع ہوتا ہے)۔ یہ درحقیقت جو خط اس کی طرف پہنچا تھا اس کی وضاحت ہے گویا کہ جب اس نے یہ کہا انی القی الی کتب کریم۔ تو اسے کہا گیا کہ وہ خط کس کی طرف سے ہے اور اس کا کیا مضمون ہے تو وہ کہنے لگی انہ من سلیمان و انہ کیت و کیت۔ یعنی وہ ایسے ہے۔

۳۱: اَلَا تَعْلَمُوْا عَلٰی (کہ تم بڑے مت بنو اور تکبر مت کرو)۔ جس طرح کہ بادشاہ کیا کرتے ہیں۔ ان یہاں مفسرہ ہے جیسا کہ اس قول میں و انطلق الملا منهم ان امشوا سورۃ ص آیت نمبر ۶۔ یعنی ای امشوا۔ و اتوئی مسلیمین (اور تم میرے پاس فرمانبردار ہو کر آ جاؤ) اور اطاعت گزاروں کے معنی میں ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے خطوط ایجاز و اختصار کا نمونہ ہوتے ہیں۔
۳۲: قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلٰٓئِكَةُ افْتُوْنِيْ فِیْ اَمْرِیْ (اس نے کہا اے سردارو! میرے معاملہ میں مجھے مشورہ دو)۔ یعنی اب پیش آنے والے معاملہ میں مشورہ دو۔

ملکہ کی مشاورت:

الفتویٰ: حادثے کے جواب کو کہا جاتا ہے۔ یہ الفتاء فی السن سے بطور استعارہ مشتق کیا گیا ہے اور یہاں فتویٰ سے مراد اپنی رائے سے مشورہ دینا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے تا کہ ان سے مشورہ لے کہ ان کے دل خوشی سے اس کی طرف مائل ہو جائیں اور وہ بھی اس کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں۔ مَا کُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا (اور میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی)۔ قاطعہ کا یہاں معنی فاصلہ ہے یا حکم دے ڈالنا حتیٰ تَشْهَدُوْنَ (جب تک کہ تم میرے پاس موجود نہ ہو)۔ قراءت۔ نون کے کسرہ کے ساتھ فتح پڑھنا اس میں لحن ہے کیونکہ نون مفتوح رفع کے مقام پر ہوتی ہے اور یہ مقام نصب ہے۔ یہ اصل میں تَشْهَدُوْنِیْ ہے۔ پہلی نون کو نصب کی وجہ سے حذف کیا اور یا کو اس لئے حذف کیا کہ کسرہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ یعقوب نے وصل و وقف میں یا کے ساتھ پڑھا ہے۔

معنی آیت کا یہ ہے کہ: یہاں تک کہ تم میرے پاس موجود نہ ہو یا مجھے مشورہ نہ دے دو اور اس بات کی درستی پر گواہ نہ بن جاؤ۔ مطلب یہ تھا میں تمہاری موجودگی کے بغیر کسی معاملے کو طے نہیں کرتی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کو مشورہ دینے والوں کی تعداد تین سو تیرہ آدمی تھے۔ جن میں سے ہر ایک دس ہزار پرنگران تھا۔

مشورہ جنگ:

۳۳: قَالُوْۤا (انہوں نے اس کے جواب میں کہا)۔ نَحْنُ اَوْلٰوُا قُوَّةٍ وَّ اَوْلٰوُا بَاسٍ شَدِيْدٍ (ہم بڑے طاقتور اور سخت جنگجو ہیں)۔ قوۃ سے ان کی مراد آلات اور اجسام کی قوت تھی۔ اور باس سے مراد لڑائی کے وقت آزمائش اور شدت شجاعت تھی۔ وَاَلَا مَرُّ اِلَيْكَ فَاَنْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ (اب اختیار تیرے ہاتھ میں ہے آپ خود ہی غور کر لیں۔ جو آپ حکم دیں)۔ یعنی حکم تمہارے سپرد ہے ہم تمہاری اطاعت کرنے والے ہیں۔ پس تم ہمیں حکم دو ہم اس کو مانیں گے تیری مخالفت ہرگز نہیں کریں گے گویا ان سب نے لڑائی کا مشورہ دیا۔ نمبر ۲۔ یا ان کی مراد یہ تھی کہ ہم جنگجو ہیں ہم مشورہ دینے والوں کی اولاد نہیں تو خود ذی رائے

اور ذی تدبیر ہے اس لئے تو غور کر لے تو کیا رائے دینا چاہتی ہے ہم تیری رائے کی اتباع کریں گے۔ جب ملکہ بلقیس نے ان کا میلان لڑائی کی طرف پایا تو وہ مصالحت کی طرف مائل ہوئی اور جواب کو ترتیب دیا۔ اس سے پہلے جو بات انہوں نے ذکر کی اس کو فضول قرار دیا اور ان کی غلطی اس میں یہ کہتے ہوئے واضح کی۔

مزاج شاہان:

۳۴: قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً (کہنے لگی کہ بادشاہ کسی بستی میں جب داخل ہوتے ہیں) یہاں داخلے سے زبردستی غلبے سے داخل ہونا مراد ہے۔ اَفْسَدُوْهَا (وہ اس کو اجاڑ دیتے ہیں)۔ وَجَعَلُوْا اَعِزَّةً اَهْلَهَا اَذَلَّةً (اور وہاں کے معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے ہیں یعنی معززین کو ذلیل کرتے ہیں اور شرفاء کی توہین کرتے ہیں اور ان کو قتل و قید میں ڈالتے ہیں)۔ پس اس نے لڑائی کے برے نتیجے کو ذکر کرتے ہوئے کہا۔ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (اور وہ اسی طرح کیا کرتے ہیں) اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ ان کی دوامی عادت ہے کہ جس میں تبدیلی نہیں۔ کیونکہ وہ پرانے بادشاہوں کے گھروں میں پلی تھی اور اس کے بارے میں بہت کچھ سنا اور دیکھا تھا اسی لئے اس نے اس خطرے کا احساس ان کو دلایا۔ پھر اس نے اپنی درست رائے کے مطابق ہدیے کا تذکرہ کیا۔ ایک اور قول: یہ اللہ کی طرف سے اس کے قول کی تصدیق ہے۔ ارشاد مفسر: اس زمین میں ایک فساد پیدا کرنے والے نے اس آیت سے استدلال کیا حالانکہ جس نے کسی حرام کو جائز کیا اس نے کفر کیا۔ اگر اس نے قرآن کو بطور تحریف کے دلیل بنایا ہے تو اس نے دو کفروں کو جمع کیا۔ نمبر ۱۔ تحریف قرآن نمبر ۲۔ اباحت حرام۔

ملکہ کی عاقلانہ رائے:

۳۵: وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِیَّةٍ (میں ان کو ایک ہدیہ بھیجوں گی) یعنی قاصدوں کو ہدیہ دیکر بھیجوں گی۔ فَنِظْرَةٌ (پھر دیکھوں گی)۔ پس انتظار کروں گی۔ مَحْجُوْرٌ: اصل میں ہما ہے کیونکہ حرف جر کے ساتھ ما استفہامیہ آئے تو الف حذف کر دیا جاتا ہے۔ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ (قاصد کیا جواب لے کر آتا ہے)۔ ان ہدیوں کی قبولیت کا یا واپس لوٹانے کا۔ کیونکہ وہ بادشاہوں کی عادت اور ہدایا کے اچھے مواقع سے واقف تھی۔ پس اگر وہ بادشاہ ہوگا تو ان کو قبول کر لے گا اور اگر وہ پیغمبر ہوگا تو ان کو رد کر دے گا اور ہم سے سوائے اتباع دین کے کسی چیز پر راضی نہ ہوگا۔ اس نے ہدایا میں پانچ سو غلام جن کو لڑکیوں کا لباس اور زیورات پہنا کر ایسے گھوڑوں پر سوار کیا جو ریشم سے ڈھپنے ہوئے تھے اور ان گھوڑوں کی لگا میں اور کاٹھیاں سونے اور جواہرات سے مزین تھیں اور پانچ لڑکیاں جو لڑکوں کے لباس میں گھوڑیوں پر سوار تھیں۔ اور ایک ہزار سونے چاندی کی اینٹیں اور موتی اور یاقوت کا جڑاؤ کیا ہوا تاج اور ایک ڈبیہ جس میں ایک نایاب موتی اور ایک ٹیڑھا کیا ہوا پوتھ رکھ کر بند کر دیا اور قاصد بھیجے اور ان کا نگران منذر بن عمرو کو بنایا۔ اس کی دلیل اس ارشاد میں ہے بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ۔ اور اس نے ایک خط لکھا جس میں سارے ہدایا کی تفصیل تھی اور یہ کہا گیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو لونڈیوں اور غلاموں میں امتیاز کر دیجئے اور یہ بھی اطلاع کر دیجئے کہ ڈبیہ میں کیا ہے اور موتی کے درمیان میں درست سوراخ کر دیا جائے اور پوتھ کے اندر دھاگہ ڈال دیا جائے پھر اس نے منذر کو یہ حکم دیا کہ اگر وہ تمہیں غضب ناک نگاہوں سے دیکھے تو سمجھ لینا کہ وہ بادشاہ ہے۔ ہرگز اس سے خوف زدہ نہ ہونا اور اگر تم ان کو ہشاش بشاش نرمی والا پاؤ تو وہ پیغمبر ہیں۔

ہدیہ کی آگاہی کی صورت:

ہدیہ حاضر ہوا اور سلیمان علیہ السلام کو اس ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا۔ کہ وہ سونے چاندی کی اینٹیں تیار کریں۔ اور سامنے کے میدان میں جس کی لمبائی سات فرسخ ہو اس کا فرش لگا دیں اور اس میدان کے ارد گرد دیوار بھی سونے چاندی کی اینٹوں کی کھینچ دیں پھر آپ نے حکم دیا کہ سمندر اور خشکی کے بہترین جانوروں کو اس میدان کے دائیں اور بائیں ان عمارتوں پر باندھ دیا جائے اور جنات کی اولاد کو حکم دیا کہ وہ اس میدان کے دائیں اور بائیں بیٹھ جائیں پھر آپ اپنے تخت پر تشریف فرما ہوئے تو تخت کے دونوں اطراف میں کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ شیاطین صفیں باندھے کئی فرسخ تک اور اسی طرح انسان صفیں باندھے کئی فرسخ تک اور وحشی جانور درندے اور پرندے اور کیڑے مکوڑے سب صف بستہ تھے۔ جب انہوں نے جانوروں کو سونے چاندی کی اینٹوں پر گوبر کرتے دیکھا تو ان کو اپنے ہدایا حقیر معلوم ہوئے۔ اس لئے ان کو وہیں پھینک دیا اور بڑھتے ہوئے سلیمان علیہ السلام کے جب سامنے آکھڑے ہوئے تو آپ نے ان سب کو ہنس مکھ چہرے سے دیکھا۔ انہوں نے ملکہ کا خط حاضر خدمت کیا آپ نے فرمایا موتی کہاں ہے پھر دیمک کو حکم دیا۔ تو اس نے ایک بال پکڑ کر اس موتی میں سوراخ کر دیا اور ایک سفید کیڑے نے اپنے منہ میں دھاگہ لے کر اس پوتھ میں دھاگہ ڈال دیا پھر آپ نے پانی منگوایا۔ رنڈیاں پانی کو پہلے ایک ہاتھ میں پکڑتی پھر دوسرے پر رکھتیں اور پھر اس کو اپنے منہ پر ڈالتیں اور لڑکے اس کو جونہی پکڑتے اپنے چہرے پر ڈال لیتے ان کے درمیان بھی امتیاز کر دیا پھر سارے ہدایا کو واپس کر دیا پھر منذر کو کہا جاؤ واپس لوٹ جاؤ۔

جواب سلیمان علیہ السلام تم دنیا پر اترانے والے ہو:

۳۶: فَلَمَّا جَاءَ (جب اس کا قاصد منذر بن عمرو آیا)۔ سَلِيمُنَ قَالَ اَتِمِدُوْنِي بِمَا لِي (سلیمان علیہ السلام کے پاس تو آپ نے فرمایا کیا تم مال سے میری مدد کر رہے ہو)۔ قراءت۔ تم دونوں اس میں دونوں اور وصل و وقف میں باء کا اثبات مکی اور مہل نے کیا ہے مدنی اور ابو عمرو نے وصل میں ان کی موافقت کی۔ اتمدونی حمزہ اور یعقوب نے دونوں حالتوں میں پڑھا ہے جبکہ دیگر تمام قراء نے وقف اور وصل دونوں حالتوں میں بغیر باء کے پڑھا ہے اور اس میں قاصدوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ فَمَا اَتَيْنِ اللّٰهُ (جو کچھ اللہ نے مجھے دیا ہے)۔ یعنی نبوت بادشاہی اور نعمت۔ قراءت: مے کے فتح کے ساتھ مدنی ابو عمرو نے اور حفص نے پڑھا ہے۔ خَيْرٌ مِّمَّا اَتَيْتُكُمْ (وہ اس سے بہت بہتر ہے جو اس نے تم کو دیا ہے)۔ یعنی دنیا کی ٹھاٹھ باٹھ کی چیزیں۔ بَلْ اَتَيْتُكُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ (بلکہ تم تو اپنے ہدیے پر اتراتے ہو)۔ الہدیۃ۔ ہدیہ میں پیش کی جانے والی چیز جیسے عطیہ ہدیہ میں دی جانے والی چیز۔ ہدیے کی اضافت ہدیہ دینے والی اور جس کو ہدیہ دیا جائے دونوں کی طرف درست ہے جیسے کہتے ہیں ہذہ ہدیۃ فلان۔ اس سے مراد وہ چیز ہے جو اس نے ہدیہ میں دی۔ یا یوں کہتے ہیں اھدیت الیہ مجھے یہ ہدیہ دیا گیا۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے بہت ہی اعلیٰ ہے جو تمہارے پاس ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ دین دیا کہ جس میں اعلیٰ نصیب اور وسیع مال داری ہے اور اس نے مجھے وہ دنیا دی ہے کہ جس پر اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کس طرح میرا ہمسر مجھے مالی امداد دے سکتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ ظاہری دنیا ہی کو جانتے ہو۔ اسی لئے جو تمہیں زور راہ یا ہدیہ دیا جائے

اس پر اترانے لگتے ہو۔ کیونکہ تمہاری ہمت اسی حد تک پہنچنے والی ہے مگر میری حالت تمہاری حالت سے مختلف ہے میں تمہاری کسی چیز پر خوش نہیں ہو سکتا سوائے ایمان کے اور اسی بات پر خوش ہو سکتا ہوں کہ تم مجوسیت کو چھوڑ دو۔

لغوی نکتہ:

اتمدنی بمال وانا اغنی منک اور اسی طرح اس کو فاء یا وادو کے ساتھ لانے میں فرق یہ ہے۔ کہ جب واؤ سے لاؤ گے تو مخاطبین میری مالداری سے واقف ہیں اور اس کے باوجود وہ مجھے مالی امداد دے رہے ہیں۔ اور اگر فاء کے ساتھ لائیں تو مخاطب میری مالدار کو نہیں جانتا پس میں اس کو اس وقت اطلاع دے رہا ہوں کہ مجھے تمہاری معاونت کی ضرورت نہیں۔ گویا میں اس کو اس طرح کہہ رہا ہوں۔ انکر علیک ما فعلت فانی غنی عنه۔ جو معاملہ تم نے کیا ہے میں اس کو عجیب سمجھتا ہوں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

پس فما اتانی اللہ میں فاء اسی بات کو ظاہر کر رہی ہے۔ ہل کولا کر آپ نے ان کی بات سے اعراض اختیار کیا۔ اس کی وجہ یہ ہیکہ جب آپ نے ان کی امداد کو انوکھا قرار دیا اور اپنے انکار کی علت بیان کی۔ اس سے اعراض کرتے ہوئے آپ نے اس سبب کو بیان کر دیا جو اس کا باعث بنا تھا اور وہ یہی تھا کہ وہ خوشی و ناراضی کے ہدیہ والے سبب سے واقفیت رکھتے ہیں۔ جو کہ محض دنیا ہے۔ وہ اس کے سوا اور کسی سبب سے واقفیت ہی نہیں رکھتے۔

یعنی ان کی نگاہ فقط دنیا تک ہے جو کہ کوتاہ نگاہی کی علامت ہے۔

۳۷: یَرْجِعُ (تو لوٹ جا)۔ یہ قاصد کو خطاب ہے۔ یا ہد کو فرمایا۔ اگر دوسرے خط کا احتمال تسلیم کیا جائے۔ اِلَیْہِمُ (ان کی طرف) بلقیس اور اس کی قوم کی طرف۔ فَلَنَّاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَہُمْ بِہَا (ہم ایسا لشکر لے کر ان پر جا پہنچیں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں)۔ القبل کی حقیقت مقابلہ و مقاومت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان کے مقابلہ پر قادر نہ ہونگے۔ وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْہَا اور (ہم ان کو ضرور سب سے نکال باہر کریں گے) اِذْلَہُ وَہُمْ صِغَرُوْنَ (بے عزت کر کے اور وہ ذلیل ہونگے)۔ الذل عزت ملک کا چلا جانا۔ الصغار۔ قید و غلامی میں مبتلا ہونا۔

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوا أَثْكُمُ يَا تَيْنِي بَعْرُشَهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُوْنِي مُسْلِمِيْنَ ۳۸ قَالَ عَفْرِتٌ

سلیمان نے کہا کہ اے دربار والو! کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ اس کا تخت اس سے پہلے میرے پاس لکڑیا جائے کہ وہ میرے پاس فرماں بردار ہو کر آئیں، جنات میں سے

مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اَتِيْكَ بِهِ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيْ اٰمِيْنٌ ۳۹

ایک دیو نے کہا کہ میں اسے اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنے مقام سے کھڑے ہوں اور بلاشبہ میں اس پر قدرت رکھتا ہوں امانت دار ہوں،

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اَتِيْكَ بِهِ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۴۰

اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ کی آنکھ جھپکے،

فَلَمَّا رَاَهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوْنِيْ ؕ اَشْكُرُ

سو جب اسے اپنے پاس دھرا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ میرے رب کا ایک فضل ہے تاکہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں

اَمْ اَكْفُرُ ۚ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ

یا ناشکری، اور جو شخص شکر کرتا ہے اپنی ہی جان کے لئے شکر کرتا ہے، اور جو شخص ناشکری کرے اس میں شک نہیں کہ میرا رب غنی ہے

كَرِيْمٌ ۴۱ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ۴۲

کریم ہے، سلیمان نے کہا کہ اس کے لئے اس کے تخت کو بدل دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ ہدایت پاتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہو جاتی ہے جو ہدایت نہیں پاتے

۳۸: جب ملکہ کی طرف اس کے قاصد اپنے ہدایا لے کر واپس آئے اور انہوں نے واقعات بیان کیے۔ تو بلقیس نے کہا وہ نبی ہیں ہمیں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ پھر اس نے اپنے تخت کو سات کمروں میں بند کر کے ان کے دروازے بند کر دیئے اور اس پر پہرہ دار مقرر کیے۔ جو حفاظت کریں اور سلیمان علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ میں خدمت میں حاضر ہو رہی ہوں تاکہ آپ کی دعوت پر غور کروں۔ اور بارہ ہزار سرداروں کی سربراہی میں روانہ ہوئی ہر سردار کے ماتحت بھی ہزاروں لوگ تھے۔ جب سلیمان علیہ السلام سے اس کا فاصلہ ایک فرسخ رہ گیا تو آپ نے فرمایا۔

اظہارِ معجزہ:

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوا أَثْكُمُ يَا تَيْنِي بَعْرُشَهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُوْنِي مُسْلِمِيْنَ (آپ نے فرمایا: اے سردارو! تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لے آئے گا۔ اس سے قبل کہ وہ فرمانبردار بن کر آئے)۔ نمبر ۱۔ آپ نے یہ چاہا کہ اس کو وہ عجائبات دکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے تھے۔ تاکہ نبوت سلیمان علیہ السلام کے لئے وہ شاہد کا کام دیں۔ اگر بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا کچھ علم تھا۔ نمبر ۲۔ آپ نے اس تخت کو اس کے اسلام لانے سے قبل لینا چاہا کیونکہ اسلام لانے کے بعد

اس کے مال کا لینا آپ کے لئے جائز نہ تھا۔ مگر یہ قول تحقیق کے خلاف اور غلط ہے۔ نمبر ۳۔ آپ نے اس کی عقل کا امتحان لینا چاہا۔ کہ آیا اس کو پہچانتی ہے یا نہیں اسی لئے اس کے جڑاؤ میں تبدیلی کرادی۔

۳۹: قَالَ عَفْرِتٌ مِّنَ الْجِنِّ (جنات میں سے ایک خبیث دیوئے کہا)۔ عفریت۔ خبیث سرکش کو کہتے ہیں۔ اس کا نام ذکوان تھا۔ اَنَا اَتِيكَ بِهِ (میں اس کو تمہارے پاس لاسکتا ہوں) قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ (اس سے قبل کہ آپ اپنی مجلس فیصلہ و قضاء سے اٹھیں) وَلَآتِيْ عَلَيْهِ (اور میں اس کو لانے پر) اٹھانے پر۔ لَقَوْنِيْ اَمِيْنٌ (طاقتور امانت دار ہوں) میں اس کو اسی طرح لے آؤں گا۔ اس سے کوئی چیز کم نہ کروں گا۔ اور نہ تبدیل کروں گا۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔

کرامت آصف خیار:

۴۰: قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ (کہا اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا)۔ نمبر ۱۔ وہ فرشتہ جو تقدیر کی کتاب لئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عفریت کی اس بات پر انا اتيك به قبل ان تقوم الایة۔ اس فرشتہ کو بھیجا۔ نمبر ۲۔ جبریل علیہ السلام اور کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ نمبر ۳۔ خضر علیہ السلام۔ نمبر ۴۔ آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ جو سلیمان علیہ السلام کے کاتب وحی تھے اور سب سے صحیح ترین قول یہی ہے اور جمہور کا یہی قول ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے تھے۔ جس سے جب دعا کی جائے تو فوراً قبول ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے یا حی یا قیوم یا ذا الجلال والاكرام۔ یا الهنا واله كل شئ الها واحدا۔ لا اله الا انت۔

ایک قول یہ ہے:

وہ الہام الہی سے غیب کے مقامات اجراء کو جان لیتے۔ اَنَا اَتِيكَ بِهِ (میں اس کو تیرے پاس لے آؤں گا)۔ بہ سے تخت مراد ہے۔ اتيك۔ دونوں مقام پر فعل بھی بن سکتا ہے۔ نمبر ۲۔ اسم فاعل بھی بن سکتا ہے۔ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ (اس سے قبل کہ تیری نگاہ تیری طرف لوٹ کر آئے)۔ تم اپنی نگاہ کوئی چیز دیکھنے کے لئے متوجہ کرو۔ اس کو اپنے طرف لوٹانے سے قبل تخت کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ مروی ہے کہ آصف نے سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا۔ آپ اپنی آنکھوں کو حد نگاہ تک دراز کریں۔ آپ نے اپنی دونوں آنکھوں کو سامنے متوجہ کیا پھر آپ نے دائیں جانب دیکھا ادھر آصف نے دعا کی تو تخت زمین کے نیچے سے حکم الہی کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کے سامنے نگاہ لوٹانے سے پہلے مجلس میں ظاہر ہو گیا۔ فَلَمَّا رَاَهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ (جب اس تخت کو سامنے رکھا دیکھا)۔ بلا اضطراب سامنے جما ہوا۔ قَالَ هٰذَا (تو سلیمان علیہ السلام نے کہا)۔ یعنی میرے مقصد کا حاصل ہو جانا ہے اور وہ تخت بلیقہ کا لانا ہے۔ جو پلک جھپک میں حاصل ہو گیا۔ مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ (یہ میرے رب کا فضل ہے)۔ جو مجھ پر ہے اور اس کا بلا استحقاق کے احسان مجھ پر ہے۔ بلکہ یہ فضل تو عوض سے بھی خالی ہے اور غرض سے مبرا ہے۔ لِيُبْلُوْنِيْ ءَاَشْكُرُ (تا کہ وہ میری جانچ کرے کہ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں)۔ یبلو کا معنی امتحان لینا ہے۔

شکر کا فائدہ:

نمبر ۱۔ اشکر سے انعام کا شکریہ مراد ہے۔ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ (یا ناشکری کرتا ہوں اور جو شکر کرے گا وہ اپنے فائدہ کے لئے شکر کرے گا)۔ کیونکہ وہ اس شکریہ کے ذریعے اپنے فرض کی ذمہ داری اپنے سے اتار رہا ہے اور ناشکری کے نشان سے نفس کو بچاتا ہے اور شکریہ سے مزید کو حاصل کرنے والا اور نعمت کو باقی رکھنے والا ہے۔ شکریہ موجود نعمت کا بندھن اور مفقود نعمت کو شکر کرنا ہے۔

بعض کا مقولہ ہے:

کفرانِ نعمت ہلاکت ہے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وحشی جانور کی رسی ڈھیلی کر دینے سے وہ اپنے مرکز پر واپس لوٹ آئے منتشر نعمتوں کو شکر سے پاس بلا اور اپنے عمدہ پڑوس سے سابقہ کو قائم رکھ اور یہ خوب سمجھ لو! کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری کا لٹکا ہوا پردہ اٹھ جائے گا اگر تم اس کی عظمت کا خیال نہ کرو گے۔ یعنی اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کرو گے۔ وَمَنْ كَفَرَ (جس نے ناشکری اختیار کی)۔ نعمتوں کا شکریہ ترک کر کے۔ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ (پس میرا رب بے نیاز ہے)۔ شکر بے سے کریم (کرم کرنے والا ہے) اور جو اس کی نعمتوں کی ناشکری ہے اس پر اپنی نعمتوں سے کرم کرنے والا ہے۔

واسطی کا قول ہے:

ہمارا شکریہ تو اپنے لئے ہوتا ہے اور اس کی طرف سے ملنے والی نعمت بھی ہمیں ہی پہنچتی ہے اور اس کا احسان و فضل ہم پر سایہ افکن ہے۔

۴۱: قَالَ نِكَرُوا لَهَا عَرْشَهَا (آپ نے فرمایا اس کا تخت تبدیل کر دو)۔ یعنی اس کے مقدم کو موخر اور اعلیٰ کو اسفل کر دو۔ فَنَظُرُ (ہم دیکھیں)۔ نَحْنُ: جزم کی صورت میں یہ جواب ہے۔ اَتَهْتَدِي (کیا اس کو صحیح پتہ چلتا ہے)۔ اپنے تخت کی پہچان کرنے میں موقعہ سوال پر درست جواب دینے میں۔ اَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ (یا اس کا شمار انہی لوگوں میں ہے جو ایسی باتوں کا پتہ نہیں لگا سکتے)۔

فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكَ ط قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۖ وَأُوتِينَا

سو جب وہ آگئی تو اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے کہنے لگی گویا یہ تو وہی ہے، اور ہمیں اس سے

الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ۚ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ ط

پہلے علم دیدیا گیا تھا اور ہم فرماں بردار ہو چکے ہیں، اور سلیمان نے اسے اس سے روک دیا جو وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتی تھی

إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ ۚ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً

بلاشبہ وہ کافر قوم میں سے تھی، اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جا سو جب اس نے اسے دیکھا تو خیال کیا کہ یہ گہرا پانی ہے

وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقِيهَا ط قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ ط قَالَتْ رَبِّ اِنِّي

اور اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں سلیمان نے کہا بلاشبہ یہ ایسا ایک محل ہے جسے شیثوں سے جوڑ کر بنایا گیا ہے وہ کہنے لگی کہ اے میرے پروردگار بلاشبہ میں

ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ

نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں نے سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرماں برداری قبول کر لی،

۴۲: فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكَ (اس کو کہا گیا۔ تیرا تخت اسی طرح کا ہے)۔ نَحْوُ: ہا حرف تنبیہ ہے اور کاف تنبیہ کے لئے ذال اسم اشارہ ہے۔

عجیب سوال و جواب:

آپ نے اھکذا عرشک فرمایا۔ اھذا عرشک۔ امثل هذا عرشک نہیں فرمایا۔ تاکہ تلقین نہ بنے۔

قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ (اس نے کہا۔ گویا یہ وہی ہے) اس نے بہترین جواب دیا اور اس نے ہو ہو یا لیس یہ نہیں کہا۔ یہی اس کی عقل مندی کی علامت تھی۔ کہ ایسی بات کہی جس میں دونوں باتوں کا احتمال تھا۔ یا جب انہوں نے اھکذا عرشک کہہ کر اس پر معاملے کو مشتبہ کیا تو اس نے بھی اپنے قول کائنہ ہُو سے ان پر بات کو مشتبہ کر دیا۔ باوجودیکہ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ اسی کا تخت ہے۔

ملکہ کا اعتراف:

وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا (اور ہمیں تو اس نشانی سے قبل ہی علم ہو گیا تھا)۔ یہ کلام بلقیس ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ کی صحت نبوت کا علم گزشتہ معجزات سے ہو چکا تھا۔ تحت منگوانے والے معجزہ کے ظہور سے پہلے یا اس حالت سے پہلے۔ وَكُنَّا مُسْلِمِينَ (اور ہم آپ کے فرمانبردار ہیں)۔ اور آپ کے حکم کو ماننے والے ہیں۔ نمبر ۲۔ یا یہ سلیمان علیہ السلام اور آپ کے

سرداروں کا کلام ہے اور اس کا عطف و او تینا العلم پر ہے۔ یعنی ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ذات و صفات اور اس کی طرف سے آنے والی وحی پر اس کے علم سے پہلے ہی علم ہے۔ نمبر ۳۔ ہمیں اس کا مسلمان ہونا معلوم ہو چکا تھا اور اس کی آمد سے قبل اس کا مسلمان ہو کر آنا معلوم ہو چکا تھا اور ہم اس کو وحدہ لا شریک ماننے والے اور اس کے سامنے جھکنے والے ہیں۔

اسے کس چیز نے روکا:

۴۳: وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ (اور سلیمان علیہ السلام نے اس کو ان معبودوں کی عبادت سے روک دیا جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتی تھی)۔ یہ سلیمان علیہ السلام کے کلام سے متصل ہے۔ یعنی سلیمان علیہ السلام نے اس کو روک دیا اس علم کی بنیاد پر جو ہم نے ان کو سکھایا تھا۔ یا اسلام کی طرف پیش قدمی کرنے نے اس کو سورج کی پوجا اور کفار کے مابین نشوونما سے روک دیا۔ پھر کفار کے درمیان اس کا پرورش پانا واضح فرمایا۔ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِيْنَ۔ یا یہ ابتدائی کلام ہے۔ اِی قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ صَدَّهَا قَبْلَ ذٰلِكَ عَمَّا دَخَلَتْ فِيْهِ ضَلٰلٰهَا عَنْ سِوَاءِ السَّبِيْلِ۔ نمبر ۳۔ صَدَّهَا اللّٰهُ۔ نمبر ۴۔ صَدَّهَا سَلِيْمَانُ عَمَّا كَانَتْ تَعْبُدُ۔ حرف جار کے حذف کو مقدر مان کر اور فعل کو ملا کر۔

۴۴: قِيلَ لَهَا اَدْخُلِي الصَّرْحَ (اس کو کہا گیا تو محل میں داخل ہو)۔ الصرح۔ محل نمبر ۲۔ گھر کا صحن۔ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً (جب اس کو دیکھا تو اس کو موجیں مارنے والا پانی گمان کیا)۔ لُجَّة۔ (بڑا پانی)۔ وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقِيْهَا (اور اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹایا)۔ قراءت: مکی نے ساقیہا ہمزہ سے پڑھا ہے۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کی آمد سے قبل حکم دیا کہ اس کے راستے پر سفید شیشے کا محل بنایا جائے اور اس کے نیچے پانی جاری کر دیا اور اس پانی میں مچھلیاں چھوڑ دیں اور اس کے درمیان میں اپنا تخت بچھا کر بیٹھ گئے اور پرندے اور جنات و انس آپ کے ساتھ رک گئے۔ یہ فعل آپ نے اپنے معاملے کی عظمت کو بٹھانے اور نبوت کی سچائی ثابت کرنے کیلئے کیا۔

ایک قول یہ ہے:

جنات اس سے شادی کرنا ناپسند کرتے تھے اپنے اسرار و رموز اس کے پاس رکھتے کیونکہ یہ جنیۃ کی بیٹی تھی۔

ایک قول یہ ہے:

ان کو خطرہ تھا کہ اس کا ایسا لڑکا پیدا نہ ہو جو جن و انس کی فطانت کا جامع ہو۔ وہ سلیمان کی بادشاہت سے نکل کر اس سے سخت بادشاہت میں نہ پھنس جائیں۔ وہ سلیمان علیہ السلام کو کہنے لگے اس کی عقل میں خرابی ہے اور اس کی پنڈلیوں پر بہت بال ہیں اور اس کے پاؤں گدھے کے کھروں کی طرح ہیں۔ آپ نے تخت کو تبدیل کر کے اس کی عقل کا امتحان لیا اور محل بنایا تا کہ پنڈلیوں اور پاؤں کا پتہ چل سکے۔ جب اس نے پانی سمجھ کر اس میں گھسنا چاہا تو اس کی پنڈلیاں اور پاؤں لوگوں میں خوبصورت ترین تھے۔ مگر ان پر بال تھے آپ نے اپنی نگاہ مبارک پھیر لی۔ پھر فرمایا۔ قَالَ (آپ نے اس کو فرمایا)۔ اِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ (بیشک یہ محل ہے بنا ہوا)۔ ملائم برابر اور امر د کا لفظ بے بال لڑکا اسی سے ہے۔ مِنْ قَوَارِيْرٍ (شیشے کا)۔ سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی کرنا چاہی

مگر اس کے بالوں کو ناپسند کیا۔ شیاطین نے نورہ تیار کیا جس سے بال جاتے رہے۔ پس سلیمان علیہ السلام نے اس سے نکاح کر لیا اور اس سے محبت کی اور اس کو اس کے ملک پر برقرار رکھا۔ مہینہ میں ایک مرتبہ اس کے ہاں جاتے اور تین روز قیام فرماتے۔ اس سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ (اس نے کہا اے میرے رب بیشک میں نے اپنے اوپر ظلم کیا)۔ سورج کی عبادت میں مصروف رہ کر۔ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اور سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لائی)۔

قول محققین:

کہ اس بات کا قطعاً احتمال بھی جائز نہیں کہ سلیمان علیہ السلام اس کی پنڈلیاں دیکھنے کے لئے یہ حیلہ کریں جبکہ وہ لاحقہ تھی۔ حاشا وکلا۔ اس لئے اس جیسی باتیں درست نہیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ

اور بلاشبہ ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو سو اچانک ان میں دو جماعتیں ہو گئیں

يَخْتَصِمُونَ ۝۴۵ قَالَ يَقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا

جو آپس میں جھگڑا کر رہے تھے، صالح نے کہا کہ اے میری قوم تم اچھی بات سے پہلے بری حالت کی کیوں جلدی کرتے ہو؟ تم کیوں

تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝۴۶ قَالُوا أَطِيرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ ط قَالَ

اللہ سے مغفرت طلب نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے، وہ کہنے لگے کہ تم اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہم بدشگونی لے رہے ہیں، صالح نے کہا

طِيرُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَفْتَنُونَ ۝۴۷ وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ

کہ تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو عذاب میں مبتلا ہونے والے ہو، اور ان کے شہر میں نو اشخاص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے

فِي الْأَرْضِ وَلَا يَصِلِحُونَ ۝۴۸ قَالُوا اتَّقُوا اللَّهَ لَنُبَيِّنَنَّ لَهُمْ إِنْ هُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۴۹

اور اصلاح نہیں کرتے تھے، وہ کہنے لگے کہ تم سب مل کر اس بات پر اللہ کی قسم کھا لو کہ ہم صالح کو اور اس کے گھروالوں کو راتوں رات ایسی حالت میں قتل کر دیں

مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝۵۰ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا

کہ ہم اس کے گھروالوں کی ہلاکت کے موقع پر حاضر نہیں تھے اور بلاشبہ ہم سچ کہہ رہے ہیں، اور انہوں نے خالص قسم کا مکر کیا اور ہم نے اس حال میں خالص تدبیر کی اور انہیں

يَشْعُرُونَ ۝۵۱ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَا دُمرْنَهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ۝۵۲

پتہ بھی نہیں چلا، سو دیکھ لیجئے مکر کا کیا انجام ہوا؟ بلاشبہ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو سب کو ہلاک کر دیا،

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةٌ بِمَا ظَلَمُوا إِنَّا فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝۵۳ وَأَنْجَيْنَا

سو یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے ظلم کی وجہ سے خالی پڑے ہیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو جانتے ہیں، اور ہم نے

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝۵۴

ان لوگوں کو نجات دیدی جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔

قوم ثمود کا ذکر:

۴۵: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا (تحقیق ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا)۔ اخاہم۔ نسبی بھائی۔

نَحْوُ: صالحاً یہ احاہم سے بدل ہے۔ اَنْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ (کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو)۔

قراءت: اَنْ کی نون کو وصل میں کسرہ سے عاصم حمزہ بصری قراء نے پڑھا اور دیگر قراء نے نون کو ضمہ سے باء کی اتباع میں پڑھا ہے۔ معنی یہ ہے تم اللہ کو وحدہ لا شریک مانو۔ فَاِذَا يَهْمُ مَفَاجَاتٍ کِلَیْے ہے۔ هُمْ فَرِیقُنِ یَخْتَصِمُوْنَ (اچانک دو فریق جھگڑنے لگے)۔ ہم مبتدا فریقان خبر ہے۔ یختصمون یہ صفت ہے اور یہی اذا میں عامل ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اچانک قوم صالح کے دو گروہ مؤمن و کافر بن کر جھگڑنے لگے۔ ہر فریق کہتا تھا کہ حق میرے ساتھ ہے۔ اس کی وضاحت اس آیت اعراف ۷۵-۷۶ میں موجود ہے۔ قال الملأ الذین استکبروا من قومہ للذین استضعفوا لمن امن منهم اتعلمون ان صالحاً مرسل من ربہ قالوا انا بما ارسل بہ مؤمنون۔ ۷۵ قال الذین استکبروا انا بالذی امنتم بہ [کافرون ۷۶]۔ اور کافر کہنے لگے۔ یصالح آتنا بما تعدنا ان کنت من المرسلین۔ [الاعراف ۷۷]

۳۶: قَالَ یَقُوْمُ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ (کہا! اے میری قوم تم برائی کو کیوں جلدی مانگتے ہو)۔ السیئۃ سے وہ عذاب مراد ہے جس کو ان سے نہ ماننے کی صورت میں وعدہ کیا جاتا تھا۔ قَبْلَ الْحَسَنَةِ (اچھائی سے پہلے)۔ توبہ سے قبل۔ لَوْ لَا (کیوں نہیں)۔ تَسْتَغْفِرُوْنَ (تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے)۔ کفر سے توبہ کر کے اور ایمان لا کر کیوں معافی نہیں مانگتے اس سے قبل کہ عذاب نازل ہو۔ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (تا کہ تم پر رحم کیا جائے)۔ تمہیں قبولیت عنایت فرما کر۔

۳۷: قَالُوا اَطِیْرُنَا بِکَ (ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں)۔ کیونکہ ان کی بعثت کے وقت تکذیب کی وجہ سے ان پر قحط مسلط کر دیا گیا تھا۔ کفار نے آپ کی آمد کی طرف اس کی نسبت کی اور اَطِیْرُنَا اصل میں تطیرنا ہے۔ اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ تاء کو طاء میں ادغام کر کے سکون طاء کو پڑھنے کے لئے الف کا اضافہ کر دیا۔ وَبِمَنْ مَّعَکَ (اور ان سے جو تیرے ساتھ ہیں)۔ ایمان لانے والے۔ قَالَ طَیْرُکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ (کہا تمہاری نحوست اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے)۔ یعنی وہ سبب جس سے تمہارے لئے خیر و شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ وہ اسی نے بنایا اور اسی کی ہی تقسیم ہے۔ نمبر ۲۔ تمہارا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا ہوا ہے۔ پھر جو کچھ اتر ا بطور سزا اور آزمائش وہ اسی کی طرف سے اتر اور اس آیت میں یہی مذکور ہے۔ وکل انسان الزمنا طائرہ فی عنقہ [الاسراء ۱۳]۔

تطائر کی اصل:

اہل جاہلیت کے ہاں یہ تھی۔ جب مسافر کسی پرندے کے پاس سے گزرتا اور اس کو وہ ڈانٹ پلاتا۔ پرندہ ڈر کر اگر اس کے دائیں طرف سے گزرتا تو وہ اس کو متبرک قرار دیتے اور اگر وہ بائیں طرف گزرتا تو وہ اس سے بدشگونی لیتا۔ جب خیر و شر کی نسبت انہوں نے طائر کی طرف کی تو استعارۃ اللہ تعالیٰ کی تدبیر و تقسیم کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ نمبر ۲۔ تمہاری قسمت بندے کے عمل سے ہے۔ وہ بندہ جو کہ رحمت و عذاب میں اصل سبب ہے۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ (بلکہ تم آزمائی ہوئی قوم ہو)۔ تمہارا امتحان لیا گیا ہے۔ نمبر ۲۔ تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں عذاب دیا جا رہا ہے۔

شمود کے مفسد:

۳۸: وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ (اور شہر میں)۔ شہر سے شمود کا شہر مراد ہے۔ جس کا نام الحجر تھا۔ تِسْعَةُ رَهْطٍ (نواشتخاص تھے) خَجُور: یہ جمع ہے جس کا واحد نہیں۔ اسی لئے یہ تسعة کی تمیز کے طور پر استعمال ہو گیا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا گیا۔ تسعة انفس۔ کیونکہ تین سے دس تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے۔

قول ابن درید رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا سربراہ قدار بن سالف تھا یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹنے میں دوڑ دھوپ کی تھی۔ یہ سب بڑے لوگوں کی اولاد تھے۔

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ (وہ زمین میں فساد مچاتے درستی نہ کرتے تھے)۔ یعنی ان کا کام خالص بگاڑ پھیلانا تھا جس میں اصلاح کا ذرہ بھی نہ ہو۔ جیسا کہ بعض مفسدین سے کبھی کبھی صلاح و درستی بھی دیکھنے میں آتی ہے۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ:

لوگوں کے عیب نکالتے اور ستر پوشی نہ کرتے۔

آیت ۳۹: قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ (انہوں نے کہا سب منکر آپس میں قسمیں اٹھاؤ)۔ خَجُور: نمبر ۱۔ یہ تقاسموا خبر ہے جو محل حال میں واقع ہے۔ اور قد مضمی ہے۔ اِی قَالُوا متقاسمین باللہ۔ نمبر ۲۔ یہ امر ہے۔ یعنی انہوں نے ایک دوسرے کو قسم کا کہا اور حکم دیا۔ تقاسموا کا معنی تحالفوا۔ باہمی حلف ہے۔ لَنْبِيتَنَّ (ہم اس پر شب خون ماریں گے)۔ راتوں رات اس کو ضرور قتل کر دیں گے۔ وَأَهْلَهُ (اور اس کے اہل کو)۔ اولاد و پیروکاروں کو نَمُ لَنْقُولَنَّ لَوْلِيَّهِ (پھر ہم اس کے اولیاء کو کہیں گے)۔ خون کے وارث۔ قراءت: حمزہ و علی کی قراءت میں لَنْبِيتَنَّ تائے اولیٰ اور تائے ثانیہ کے ضمہ سے۔ لَنْقُولَنَّ تاء اور ضمہ لام کے ساتھ آیا ہے۔ ماشہدنا، (ہم تو موجود ہی نہ تھے) مَهْلِكْ اَهْلَهُ (اس کے اہل کے ہلاک ہونے کی جگہ میں) قراءت، حفص نے مَهْلِكْ پڑھا اور ابو بکر حماد مفضل نے مَهْلِكْ پڑھا اور اصل هَلِكْ قرار دیا۔ اول کا معنی موضع ہلاکت اور دوسرا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہلاکت ہے۔ دیگر قراءت نے مَهْلِكْ پڑھا اور اَهْلِكْ کو اصل قرار دیا۔ نمبر ۱۔ اس کا معنی اہلاک (ہلاک کرنا) نمبر ۲۔ مکان اہلاک۔ ہلاک کرنے کی جگہ۔ حاصل معنی نمبر ۱۔ یہ ہے ہم نے اس کے اہل و عیال پر کوئی تعرض ہی نہیں کیا۔ پس ہم ان پر کیسے تعرض کر سکتے ہیں۔ نمبر ۲۔ ہم تو اس کی ہلاکت کے ٹھکانے پر موجود نہ تھے۔ ہم اس کی ہلاکت کے کیونکر ذمہ دار بنیں۔ وَأَنَا لَصَادِقُونَ (اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں) اس بات میں جو ہم نے کی ہے۔

وَمَكْرُؤًا مَكْرُؤًا وَمَكْرُؤًا مَكْرُؤًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (اور انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور اس تدبیر کی ان کو خبر بھی نہ تھی)۔ مکر ہم سے ان کی وہ تدبیر جو انہوں نے صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کے متعلق شیخون مارنے کی بنائی تھی۔ مکر اللہ سے مراد ان کا اس طور پر ہلاک کر دینا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

آیت میں: بطور استعارہ تدبیر کو ماکر کے مکر سے تشبیہ دی ہے۔

صالح علیہ السلام کے خلاف سازش قتل:

روایت میں ہے کہ گھائی میں صالح علیہ السلام کی مسجد تھی جس میں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے وہ کہنے لگے کہ صالح کا خیال یہ ہے کہ وہ ہم سے تین دن میں فارغ ہو جائے گا۔ ہم کیوں نہ اس سے اور اس کے اہل سے تین دن سے پہلے فارغ ہو جائیں۔ چنانچہ نو آدمی گھائی کی طرف نکل کر گئے۔ اور آپس میں کہنے لگے اگر وہ نماز ادا کرنے آئے گا تو ہم اس کو قتل کر دیں گے۔ پھر اس کے اہل پر حملہ آور ہو کر ان کو قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پتھر مسلسل بارش سے ان کی جانب بھیج دیا۔ وہ جلدی بھاگے تو پتھر اوپر سے آ کر ان پر گھائی میں فٹ ہو گیا۔ ان کی قوم کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گئے اور نہ ان کو معلوم ہوا کہ ان کی قوم کا کیا حشر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کو اسی جگہ سزا دی اور صالح علیہ السلام کو اور تمام ایمان والوں کو بچالیا۔

قوم کی ہلاکت:

۵۱: فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مُكْرِمِهِمْ اَنَا ذَمَّرْنَاهُمْ (غور کرو ان کی تدبیر کا انجام کیا ہوا بیشک ہم نے تمام کو تہس نہس کر دیا)۔ قراءت: کوئی وہل نے انا کو فتح سے پڑھا اور دیگر قراء نے انا پڑھا اور جملہ متنافہ قرار دیا۔

خجھو: جنہوں نے فتح دیا انہوں نے اس کو۔ نمبر ۱۔ العاقبہ کا بدل مان کر مرفوع قرار دیا۔ نمبر ۲۔ مبتدأ محذوف کی خبر مان لیا۔ تقدیر کلام یہ ہوئی وہی تدبیر ہم اور جنہوں نے نصب دیا۔ انہوں نے لَانَالَامُ کو محذوف مانا۔ نمبر ۲۔ یا اس کو کان کی خبر قرار دیا۔ تقدیر کلام کان عاقبہ مکرہم الدمار وَقَوْمُهُمْ اَجْمَعِينَ (اور ان کی ساری قوم کو)۔ چیخ کے ذریعہ

آیت ۵۲: فَبَلَّغْ بَيُّوتُهُمْ خَاوِيَةً (پس یہ ان کے مکانات گر پڑے ہیں)۔ منہدم گر پڑے ہیں۔ خاویۃ یہ خوی النجم سے بنا ہے۔ جب کہ وہ گرے۔ نمبر ۲۔ خالی پڑے ہیں۔ جبکہ الخواء سے لیا جائے۔

نحو: یہ حال ہے۔ جس پر تِلْكَ کا مدلول عامل ہے۔

بِمَا ظَلَمُوا (ان کے ظلم کی وجہ سے)۔ ان کے ظلم کے باعث۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں)۔ جو کچھ ثمود کے ساتھ ہوا۔ لَا اِيۡةٌ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ (جاننے والی قوم کے لئے نشانی ہے)۔ ہماری قدرت کی پس وہ اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

۵۳: وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو) صالح علیہ السلام پر ایمان لائے)۔ وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (اور وہ تقویٰ والے تھے)۔ وہ اس کے اوامر کو ترک کرنے سے بچنے والے تھے۔ ان کی تعداد چار ہزار تھی جنہوں نے صالح علیہ السلام کے ساتھ عذاب سے نجات پائی۔

وَلَوْ طَا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ اَيْنَكُمْ لَتَاْتُوْنَ

اور ہم نے لو ط کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کے کام کرتے ہو حالانکہ تم سمجھ بوجھ رکھتے ہو، کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت پوری کرنے کے لئے

الرِّجَالِ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ جَوَابَ

مردوں کے پاس آتے ہو، بلکہ بات یہ ہے کہ تم جہالت کے کام کر رہے ہو، سو ان کی قوم کا جواب

قَوْمِهِ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَخْرِجُوْا اِلْ لُّوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝

یہی تھا کہ آل لو ط کو اپنی بستی سے نکال دو بے شک بات یہ ہے کہ یہ لوگ پاک باز بنتے ہیں،

فَاَنْجَيْنَاهُ وَاَهْلَهُ اِلَّا امْرَاَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِيْنَ ۝ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

سو ہم نے لو ط کو اور اس کے گھر والوں کو نجات دیدی سوائے اس کی بیوی کے کہ ہم نے اسے ان لوگوں میں تجویز کر رکھا تھا جو عذاب میں رہ جانے والے تھے بلکہ ہم نے ان پر خاص

مَّطَرًا فِسَاءً مَّطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ

قسم کی بارش برساتی سو ان لوگوں کی بری بارش تھی جو ڈرائے گئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہو اللہ کے ان بندوں پر جنہیں

اصْطَفٰٓ اَللّٰهُ خَيْرًا مَّا يَشْرِكُوْنَ ۝

اس نے چن لیا، کیا اللہ بہتر ہے یا وہ لوگ جنہیں وہ شریک بناتے ہیں؟

مجالس میں بے حیائی:

۵۴: وَلَوْ طَا اِذْ قَالَ (اور لو ط علیہ السلام کا تذکرہ کرو جب انہوں نے کہا)۔ لوطا۔ اذ کر کی وجہ سے منصوب ہے اور اذ یہ لوطا سے بدل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے اذ کرو وقت قول لوط۔ (لوط کے قول کے وقت کو یاد کرو)۔ لِقَوْمِهِ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ (اپنی قوم سے کیا تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو)۔ لواطت فاحشہ مراد ہے۔ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (حالانکہ تم سمجھدار ہو)۔ تم جانتے ہو کہ وہ بے حیائی ہے تو کیوں اس کا ارتکاب کرتے ہو۔ تبصرون سے نمبر ۱۔ بصر قلب مراد ہے۔ نمبر ۲۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے۔ کیونکہ مجالس میں اعلانیہ اس کا ارتکاب کرتے ایک دوسرے سے چھپانے کے لئے پردہ نہ کرتے تھے۔ اس وجہ سے کہ وہ اس معصیت میں شدید منہمک تھے۔ اور مذاق و مخول کے طور پر کرتے تھے۔ نمبر ۳۔ تم اپنے سے قبل مجرموں کے آثار دیکھتے ہو۔ اور جو کچھ ان پر اترا وہ بھی تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ پھر اگلی آیات میں صراحۃً فرمایا۔

۵۵: اَيْنَكُمْ (کیا تم ہی)۔ قراءت: شامی، کوفی نے دو ہمزہ سے پڑھا۔ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ (کیا تم مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو)۔ شہوۃ ای لشہوۃ۔ شہوت پوری کرنے کے لئے۔ مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ (عورتوں کو چھوڑ کر)۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد

کے لئے بنایا ہے۔ مرد کو مرد کے لئے نہیں بنایا۔ اور نہ مؤنث کو مؤنث کے لئے بنایا گیا ہے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ٹکراتی ہے۔ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ (بلکہ تم جاہل لوگ ہو)۔ نمبر ۱۔ جاہلوں جیسے کام کرتے ہو اس لئے کہ اس کا بے حیائی ہونا تمہیں بخوبی معلوم ہے۔ نمبر ۲۔ جہل سے مراد حماقت اور وہ مخول جس پر وہ قائم تھے۔ اس جملہ میں خطاب و غائب دونوں جمع ہو گئے اور دوسری آیت: بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَفْتَنُونَ۔ [النمل: ۴۷] میں دونوں مخاطب ہیں۔ اس آیت میں خطاب کو غائب پر غلبہ دے دیا کیونکہ وہ قوت میں بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ اصل کلام تو دو موجود آدمیوں میں ہوتی ہے۔

۵۶: فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ (پس قوم کا جواب یہی تھا کہ کہنے لگے۔ آل لوط کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو بیشک یہ لوگ پاک بننے میں ہیں)۔ آل لوط سے یہاں لوط علیہ السلام اور ان کے پیروکار مراد ہیں۔ نَحْنُ: کان کی خبر جواب ہے اور ان قَالُوا اس کا اسم ہے۔ يتطهرون۔ وہ گندگیوں سے بڑے بچتے ہیں۔ وہ اس گندے عمل کو اوپر اقرار دیتے ہیں اور ہمیں ان کے انکار و تنقید سے بغض اور چڑ ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ استہزائی کلام ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ اِنَّكَ لَآتِ الْحَلِيمِ الرَّشِيدِ۔ [ہود: ۸۷] ۵۷: فَأَنْجَيْنَاهُ (ہم نے ان کو نجات دی)۔ قوم پر واقع ہونے والے عذاب سے بچالیا۔ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا مِنْ الْغَابِرِينَ (اور اس کے اہل کو مگر ان کی بیوی ہم نے تجویز کر رکھا تھا اس کے لئے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہے)۔ قراءت: حماد و ابو بکر کے علاوہ باقی نے قدرنا تشدید سے پڑھا ہے۔ اِی قدرنا کونہا۔ ہم نے مقدر کیا اس کا ہونا۔ الغابریں۔ عذاب میں باقی رہنے والے۔

۵۸: وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا (اور ہم نے ان پر بارش کی بارش کرنا)۔ پتھروں کی بارش جن پر اس کا نام لکھا تھا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ (ڈرائے ہوؤں کی بارش بہت بری تھی)۔ منذرین سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے انذار کو قبول نہ کیا۔ ۵۹: قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ (آپ کہہ دیں الحمد للہ اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جو چنے ہوئے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حمد و ستائش کا اولاً حکم فرمایا۔ پھر چنے ہوئے بندوں پر سلام کا حکم دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی توحید و وحدانیت پر بعد میں آنے والی دلالت کے لئے بطور تمہید حکم فرمایا۔

اس میں ہر اچھا عمل کرتے ہوئے ان دونوں سے تبرک حاصل کرنا چاہیے۔ اور دونوں کے وجود مرتبہ سے خوب پختگی حاصل کرے۔ نمبر ۲۔ یہ لوط علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ وہ اپنی قوم کی ہلاکت پر یہ دعا کیا کریں۔ کہ اے اللہ کفار کی ہلاکت اور پسندیدہ بندوں کے محفوظ رہنے پر تیرا شکر ہے اور اس ہلاکت سے ہمیں بچایا اور گناہوں سے معصوم بنایا۔ اَللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں)۔ قراءت: بصری عاصم نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

جن کو انہوں نے شریک ٹھہرایا ہے ان میں اس وقت کوئی خیر نہیں یہاں تک کہ ان کے اور اس ذات کے درمیان موازنہ نہ کیا جائے جو کہ ہر چیز کا خالق ہے۔ یہ درحقیقت ان کو الزام دیا جا رہا ہے اور ان کی حماقت و سبک سری کا اظہار ہے اور اس کی وجہ یہ تھی

کہ انہوں نے بتوں کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ترجیح دی ہے۔ اور کوئی عقل مند کسی چیز کو دوسری پر ترجیح دیتا ہے۔ تو اس کے لئے کوئی نہ کوئی داعیہ ضرور ہوتا ہے مثلاً اس میں خیر و بھلائی کی کثرت ہے اور منافع زیادہ ہیں۔ اس میں ان کو کہا جا رہا ہے۔ تم جانتے ہو کہ جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے بالمقابل ترجیح دی ہے ان میں خیر کا شائبہ بھی نہیں۔ اور انہوں نے ترجیح بھی زیادتی خیر کی وجہ سے نہیں دی ہے۔ بلکہ ہوائے نفسانی اور لغو محض ہے۔ کفار کو خطا مفراط پر متنبہ کرنا، حیران کن جہالت پر خبردار کرنا ہے۔ تاکہ وہ معلوم کر لیں کہ ترجیح کے لئے خیر کا زائد ہونا ضروری ہے۔

اور وہ ان کے معبودوں میں مفقود ہے۔

عمل نبوت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھتے تو آخر میں فرماتے: بل اللہ خیر و ابقى واجل و اکرم۔

(اخرجه الثعلبی)

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ

کیا وہ ذات جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ رونق والے

حَدَّائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ؕ إِيَّاهُ مَعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ

باغیچے لگائے، تم یہ نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے درختوں کو لگاؤ، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ

قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ۖ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا

اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں، کیا جس ذات نے زمین کو ٹھہرا ہوا بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لئے

رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ إِيَّاهُ مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۖ

پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان آڑ بنا دی کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے،

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ

کیا وہ جو بے چین آدمی کی دعا کو سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور بدحالی کو دور فرماتا ہے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بناتا ہے

إِيَّاهُ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۖ أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْ

کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ تم بہت کم دھیان دیتے ہو، کیا وہ جو تمہیں خشکی میں اور دریا کے اندھیروں میں راہ

الْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيْحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ؕ إِيَّاهُ مَعَ اللَّهِ

بناتا ہے اور جو ہواؤں کو بھیجتا ہے جو اس کی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟

تَعْلَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۖ أَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ

اللہ اس سے برتر ہے جو وہ شرک کرتے ہیں، کیا وہ جو مخلوق کو اول بار پیدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا فرمائے گا اور جو تمہیں آسمان سے اور زمین سے

مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ؕ إِيَّاهُ مَعَ اللَّهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۖ

رزق دیتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو،

۶۰: أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ نَبِیْہَا سَے اللہ تعالیٰ نے وہ خیرات و منافع ذکر فرمائے جو کہ اس کی رحمت و فضل کے آثار

ہیں۔ چنانچہ فرمایا: امن خلق السموت والارض۔ (کیا وہ ذات بہتر ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا)۔

فرق: اما یشرکون کے ام اور امن خلق السموت کے ام میں یہ ہے۔ اما یشرکون کا ام متصلہ ہے۔ اس لئے معنی یہ ہے۔

ان میں کون زیادہ بہتر ہے۔ اور یہ ام منقطعہ ہے جو کہ بل کے معنی میں ہے۔ اور ہمزہ سابقہ استفہام سے اعراض کے لئے ہے۔ کیونکہ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر خیر کا مبداء ہے۔ دوسرے معبودوں میں خیر کا نشان بھی نہیں۔ پھر استفہام کی صورت میں دونوں میں برابری کرنا اور سوال میں موازنہ کرنا کسی طرح زیبا نہیں اسی لئے سابق استفہام سے اعراض کیا اس صورت میں یہ استفہام تقریری برائے تاکید ہے۔ کہ جس نے آسمان بنائے وہی بہتر ہے۔

وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (اور اس نے اتارا تمہارے لئے آسمان سے پانی)۔ ماء سے مراد بارش ہے۔ فَأَنْبَتْنَا (پس ہم نے اُگائے)۔ کلام کا رخ غیبت سے متکلم کی طرف کر دیا۔ نمبر ۱۔ تاکہ اس بات کی تاکید کر دی جائے کہ یہ فعل اس کی ذات سے مختص ہے۔ نمبر ۲۔ اور مختلف قسم کے باغات جن کے رنگ ذائقے پر کشش شکلیں ایک ہی پانی سے پیدا کرنے پر صرف ایک وحدہ لاشریک ذات کو قدرت حاصل ہے۔ یہ (اس پانی کے ذریعہ) حَدَّآبٍ (باغات باغیچے) الحديقة (دیوار سے گھرا ہوا باغ)۔ یہ احداق سے بنا ہے وہ احاطہ کو کہا جاتا ہے۔ ذات یہاں ذوات کی بجائے ذات لایا گیا۔ کیونکہ معنی بہت سے حدائق ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ النساء ذہبت۔ بَهْجَةٍ (پر رونق)۔ حسین۔ کیونکہ دیکھنے والا ان سے سرور حاصل کرتا ہے۔ پھر خصوصیت کی طرف اس ارشاد سے اشارہ کیا۔ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا (تمہارے لئے ان کے درختوں کا اگانا ممکن نہیں تھا)۔ کینونت کا معنی یہاں انبغاء ہے۔ مراد یہ ہے کہ ایسا کرنا غیروں کے لئے محال ہے۔ ءَالِهَةٌ مَعَ اللَّهِ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معبود ہے)۔ کیا اس کے ساتھ اور کوئی ملایا جائے اور اس کا شریک بنایا جائے۔ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعِدُونَ (بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کو اس کے برابر قرار دیتے ہیں)۔ یا اللہ تعالیٰ کے حق تو حید سے اعراض کرتے ہیں۔ بل ہم کے الفاظ خطاب کے بعد ان کی رائے کی غلطی کے اظہار کے لئے بہت بلند ہیں۔

۶۱: آمَنْ جَعَلَ الْأَرْضَ (یا وہ ذات جس نے زمین کو بنایا)۔ اس کا مابعد ام من خلق سے بدل ہے۔ اور اس کا حکم وہی ہے کہ ام منقطعہ اور استفہام تقریری ہے۔ قَرَارًا (قرار گاہ)۔ زمین کو بچھایا اور اس کو قرار کے لئے درست کر دیا۔ وَجَعَلَ خِلَالَهَا (اور اس کے درمیان بنائے)۔ خللہا ظرف ہے۔ یعنی اس کے وسط میں۔ أَنْهَرًا (نہریں)۔ نَحْفًا: یہ اول مفعول ہے اور دوسرا خللہا ہے۔ اور بین البحرین بھی اسی کی مثل ہے۔ وَجَعَلَ لَهَا (اور اس کے لئے بنائے)۔ ہا کا مرجع الارض ہے۔ رَوَاسِي (پہاڑ) جو کہ حرکت سے اس کو روکنے والے تھے۔ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ (اور بنائے دو سمندروں کے درمیان)۔ بحرین سے میٹھا اور نمکین مراد ہے۔ حَاجِزًا (مل جانے سے روک)۔ ءَالِهَةٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معبود ہے بلکہ ان کی اکثریت بے علم ہے)۔ وہ تو حید کو جانتے ہیں پس نہیں مانیں گے۔

۶۲: آمَنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرُّ إِذَا دَعَاهُ (یا کون ہے ایسا کہ جب کوئی بے قرار اس کو پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے)۔ اضطرار۔ یہ ضرورت سے افعال کا باب ہے۔ اضطرار ایسی حالت کو کہتے ہیں جو پناہ کی طرف مجبور کر دے۔ کہا جاتا ہے۔ اضطرہ الی کذا۔ فاعل ومفعول دونوں صیغے مضطر ہیں۔ مضطر۔ اس شخص کو کہتے ہیں جس کو مرض یا فقر یا حوادث زمانہ نے پناہ کی طرف اور گڑ گڑانے پر مجبور کر دیا ہو۔ یا گناہ گار جب استغفار کرے یا مظلوم جب پکارے یا وہ آدمی جو اپنے ہاتھ اٹھائے اور اپنے پاس

سوائے توحید کے کوئی نیکی نہ پائے اور اس کو اس مصیبت سے خطرہ ہو۔ وَيَكْشِفُ السُّوءَ (اور وہ مصیبت کو دور کرتا ہے)۔ السُّوءِ سے تکلیف جسمانی یا ظلم مراد ہے۔ وَيَجْعَلْكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ (اور تمہیں زمین کا وارث بنایا)۔ یعنی زمین میں وارث بنایا۔ اس توارث سے اس میں رہائش اور صدیوں سے اس میں تصرف کرنا یا خلافت سے تسلط بادشاہی مراد ہے۔ ءَالِهَ مَعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے۔ مگر تم لوگ بہت کم یاد رکھتے ہو)۔

قراءت: ابو عمرو نے یذ کروں پڑھا اور حمزہ علی وحفص نے تخفیف سے پڑھا۔

ما زائدہ ہے۔ اے تذ کروں تذ کمرًا قلیلاً۔ (تم یاد کرتے ہو بہت کم یاد کرنا)۔

۶۳: اَمَّنْ يَهْدِيْكُمْ (یا وہ ذات جو تمہاری راہنمائی کرتا ہے)۔ ستاروں کے ساتھ راہنمائی۔ فِیْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (سمندر اور خشکی کے اندھیروں میں)۔ رات کو اور دن کے وقت زمین میں علامات کے ذریعہ۔ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيْحَ (اور جو ہوا میں بھیجتا ہے)۔

قراءت: یٰٰ علی حمزہ نے الریح پڑھا ہے۔

بُشْرًا (خوشخبری کے طور پر)۔ یہ بشارت سے ہے۔ یہ سورہ اعراف ۵۷ آیت میں گزرا ہے۔ بَيْنَ يَدَي رَحْمَتِهِ (بارش سے پہلے)۔ ءَالِهَ مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰی اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے) اللہ تعالیٰ ان شریکوں سے بلند تو ہیں جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں۔

۶۴: اَمَّنْ يَّبْدُوْا الْخَلْقَ (یا وہ) (بہتر ہے) جس نے مخلوق کی ابتداء کی)۔ وہ مخلوق کو نئے سرے سے پیدا کرنے والا ہے۔ ثُمَّ يُعِيْدُهُ (پھر وہی اعادہ کرے گا)۔ یہاں ثم یعیدہ کہا گیا حالانکہ وہ تو اعادہ کے سرے سے انکاری تھے۔ جواب یہ ہے کہ اعادہ خلق ناممکن نہیں نقلی دلائل سے اعادہ کا واجب ہونا ثابت ہے۔ نقلی دلائل کے واجب الیقین ہونے پر معجزات کی تائید کافی ہے۔ پس عذر کے لئے گنجائش ذرہ بھر بھی نہیں۔ وَمَنْ يُرْزُقْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ (آسمان سے کون تمہیں روزی دیتا ہے) رزق آسمان سے بارش مراد ہے۔ وَالْأَرْضِ (اور زمین سے)۔ اے ای من الارض یعنی زمین سے نباتات۔ ءَالِهَ مَعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ (کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے۔ کہہ دیں تم اپنی دلیل پیش کرو)۔ اپنے شرک کی دلیل۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (اگر تم سچے ہو)۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریکوں کے دعویٰ میں سچے ہو۔

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ

آپ فرمادیجئے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں جو بھی چیزیں موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی غیب کو نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے، اور یہ لوگ علم نہیں رکھتے

أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۶۵ بَلْ أَدْرَكَ عَلَيْهِمُ فِي الْآخِرَةِ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهَا ۖ

کہ کب زندہ کئے جائیں گے، بلکہ بات یہ ہے کہ آخرت کے بارے میں ان کا علم نیست و نابود ہو گیا، بلکہ یہ لوگ اس کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں،

بَلْ هُمْ مِنْهَا عَمُونَ ۶۶

بلکہ یہ اس کی طرف سے اندھے ہیں،

۶۵: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ (آپ کہہ دیں آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے کوئی غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں جانتا)۔ مَخْفُوفٌ: مَنْ يَعْلَمُ کا فاعل ہے۔ الغیب مفعول ہے۔ اللہ یہ مَنْ سے بدل ہے۔ الغیب۔ ہو مالم يقسم عليه دليل اطلع عليه مخلوق۔ وہ جس کے ثبوت پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور نہ اس کی اطلاع مخلوق کو ہو۔ مطلب یہ ہے۔ لا يعلم احد الغیب الا اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب کو نہیں جانتا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے۔ کہ وہ ان میں سے ہو جو آسمان و زمین میں ہیں۔ لیکن بنی تمیم کی لغت کے مطابق آیا ہے۔ کہ مستثنیٰ منقطع کو متصل کی جگہ لاتے ہیں اور مستثنیٰ منقطع میں نصب و بدل کو جائز قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ متصل میں ہوتا ہے اور وہ بولتے ہیں۔ مافی الدار احد الاحمار۔

فرمان عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

جس کا یہ گمان ہو کہ وہ کل کی بات جانتا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ۔

ایک قول یہ ہے:

یہ آیت ان مشرکین کے متعلق اتری جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا وقت دریافت کیا۔ وَمَا يَشْعُرُونَ (اور وہ نہیں جانتے)۔ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ کہ (ان کو کب اٹھایا جائے گا)۔

۶۶: بَلْ أَدْرَكَ (بلکہ پورا ہو گیا)۔ قراءت: أَدْرَكَ مکی بصری یزید و مفضل نے پڑھا ہے۔ اس کا معنی پورا ہوا اور مکمل ہوا لیا ہے اس صورت میں ادرکت الفا کھٹ سے لیا گیا ہے یعنی پک کر تیار ہو گیا۔ اِثْنِیْ نے بل ادرک بروزن اِثْعَلْ پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے بل ادرک پڑھا جس کا معنی اس کی اصل تدارک ہے۔ تاء کو دال میں ادغام کیا گیا اور الف وصل کو بڑھا دیا تاکہ پڑھ سکیں۔ عَلَيْهِمُ فِي الْآخِرَةِ (ان کا علم آخرت کے متعلق)۔ آخرت اور اس کے متعلقہ چیزوں کے متعلق۔ مطلب یہ ہے کہ

قیامت کے وقوع پر مستحکم و مضبوط دلائل قائم ہو چکے اور ان کے سامنے آچکے اور ان کی پہچان بھی ان کو میسر آچکی ہے مگر ان کا حال یہ ہے کہ یہ اس سے جہالت کا اظہار کرتے اور اس میں شک کرنے والے ہیں اور اس کا تذکرہ اس ارشاد میں فرمایا۔ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهَا بَلْ هُمْ مِنْهَا عَمُونَ (بلکہ وہ اس کے متعلق شک میں مبتلا ہیں بلکہ وہ اس کے متعلق اندھے ہو چکے ہیں) تین مرتبہ بل لا کر اضراب و اعراض ان کے احوال کے مطابق علی سبیل الترقی اور ان کے جہل کو اور زیادہ پختہ کرنے کے لئے ہے اولاً فرمایا۔ نمبر ۱۔ کہ ان کو بعثت کے وقت کا شعور نہیں۔ نمبر ۲۔ پھر فرمایا وہ نہیں جانتے کہ قیامت قائم ہونے والی ہے۔ نمبر ۳۔ پھر فرمایا وہ شک و ریب میں ٹانک ٹویاں مارنے والے ہیں۔ مگر اس کو زائل نہیں کرتے حالانکہ ازالہ ان کی طاقت میں ہے۔ پھر جو اس سے بدتر حالت (عمی) اندھا پن اس کو ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت کو ان کے اندھے پن کا مبداء و منشأ قرار دیا۔ اسی لئے تو عن کی بجائے من سے متعدی بنایا۔ کیونکہ تدبر و تفکر سے باز رہنے کا اصل سبب جزاء و انجام کا انکار ہے۔ اس آیت کے مضمون میں کفار کو ملامت کی گئی جس کی وجہ ماقبل کا مضمون ہے۔ کفار کو منکرین بعثت قرار دیا گیا باوجودیکہ علم کے اسباب مضبوط اور دلائل سے اس کی پہچان پختہ ہو چکی۔ اور وہ مضمون اللہ تعالیٰ کا علم غیب کے ساتھ مختص ہونا ہے۔ اور بندوں کو کچھ علم نہ ہونا۔ جب یہ بیان کر دیا کہ بندے غیب کو نہیں جانتے تو ان کی عاجزی کا اظہار ہے اور ان کے قصور علم کا بیان ہے۔ تو اس کے ساتھ ملا کر یہ بات کہہ دی گئی کہ ان کا عجز تو اس سے بہت ہی بڑھ کر ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ قطعی طور پر ہونے والی چیز کو جس کا واقع ہونا یقینی ہے اور وہی ان کے اعمال کی جزاء کا وقت ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ آئے گی نہیں۔ حالانکہ اس کے واقعہ ہونے کی پہچان کے پختہ اسباب ان کے ہاں موجود ہیں۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ ان کے علم کا استحکام، مکمل بطور استہزاء کے ہو جیسا کہ سب سے بڑے جاہل کو کہیں مَا اعْلَمُکَ۔ تو کتنا بڑا علامہ ہے اور اس تہکم کی وجہ ان کا قیامت کے متعلق شک اور اس کے اثبات سے اندھا پن اختیار کرنا ہے۔ جس کے لئے عمل کی شارع موجود ہے۔ اس کی بجائے وہ اس کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہیں جس کو جان لینے کا کوئی راستہ نہیں۔ نمبر ۳۔ اور ادراک انتہاء اور فناء کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے یہ ادراک الثمرة سے ہو۔ پھل فناء ہوا۔ کیونکہ اس کی وہ غایت ہے جس پر وہ معدوم کر دی جائے گی۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ادراک علمہم۔ اے اضمحل علمہم فی الاخرۃ آخرت کے متعلق ان کا علم مضمحل ہو چکا اور تدارک یہ تدارک بنو فلان سے ماخوذ ہے جبکہ وہ پے در پے ہلاک ہوں۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذَا كُنَّا تُرَابًا وَآبَاءُنَا إِنَّا الْمُخْرَجُونَ ۖ لَقَدْ

اور کافروں نے کہا کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا ہم ضرور نکالے جائیں گے، بلاشبہ

وَعِدْنَا هَذَا نَحْنُ وَآبَاءُنَا مِنْ قَبْلُ ۖ إِن هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۖ

بات یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم سے اور ہمارے باپ داداوں سے اس کا وعدہ کیا گیا ہے یہ پرانے لوگوں کی نقل کی ہوئی باتیں ہیں،

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۖ وَلَا تَحْزَنْ

آپ فرما دیجئے تم زمین میں چلو پھرو سو دیکھ لو مجرموں کا کیا انجام ہوا اور آپ ان پر

عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۖ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ

رہج نہ کیجئے اور یہ جو مکر کرتے ہیں اس کی وجہ سے تنگ دل نہ ہو جائیے، اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۖ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي

اگر تم سچے ہو، آپ فرما دیجئے کہ تم جس عذاب کی جلدی مچا رہے ہو عتاب اس کا بعض حصہ تم سے

تَسْتَعْجِلُونَ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا

آہی لگا ہے اور بلاشبہ آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ

يَشْكُرُونَ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۖ وَمَا

شکر نہیں کرتے اور بلاشبہ آپ کا رب ان باتوں کو ضرور جانتا ہے جنہیں ان کے سینے چھپاتے ہیں اور یہ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، اور

مِنْ غَايِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۖ

آسمان اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے جو کتاب مبین میں نہ ہو

۶۷: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذَا كُنَّا تُرَابًا وَآبَاءُنَا إِنَّا الْمُخْرَجُونَ (اور کافروں نے کہا۔ جب ہم خاک ہو گئے اور ہمارے

باپ دادا بھی تو کیا ہم برآمد کیے جائیں گے)۔ اپنی قبور سے زندہ کر کے؟

قراءت: عاصم حمزہ وخلف کی قراءت میں اذ اور ان میں حرف دوبارہ تکریر سے آیا ہے۔ یہ درحقیقت انکار کے بعد انکار ہے۔

شدید انکار کے بعد شدید انکار۔ اور یہ ان کے کفر کے مؤکد اور شدید ہونے کی دلیل ہے۔

نحو: اذ کا عامل وہ ہے جس پر لمخرجون دلالت کرتا ہے امے فخرج۔ کیونکہ اسم فاعل اور مفعول حمزہ استفہام کے بعد

ہیں۔ نمبر ۲۔ اسم فاعل و مفعول اِن کے بعد ہیں۔ نمبر ۳۔ لام ابتداء کے بعد ہے۔ ان تینوں صورتوں میں جب الگ ہونے کی حالت میں اسم فاعل و مفعول ماقبل میں عمل نہیں کرتے۔ تو پھر کیسے جب جمع ہو گئے تو عمل کریں گے۔ اس لئے نخرج نکالنا پڑا۔ اِنّا کی ضمیر کفار اور ان کے آباء کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ مٹی ہونے میں وہ اور ان کے آباء سب شامل ہیں لیکن حکایت کو غائب پر غلبہ دیا اور آباؤنا کا عطف کُنّا کی ضمیر پر ہے۔ کیونکہ مفعول تاکید کے قائم مقام آیا ہے۔

۶۸: لَقَدْ وَعِدْنَا هَذَا (بلاشبہ ہم سے اس کا وعدہ کیا گیا)۔ یعنی بعث بعد الموت کا۔ نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ (اور ہمارے آباء و اجداد سے اس سے پہلے) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل۔

نکتہ: اس آیت میں نحن و آباؤنا پر ہذا کو مقدم کیا گیا۔ جبکہ سورۃ المؤمنون میں نحن و آباؤنا کو ہذا پر مقدم کیا گیا۔ جواب یہ ہے کہ یہاں مقصود بعث بعد الموت کا تذکرہ ہے اس لئے ہذا اشارہ قریب کو مقدم لائے اور اس جگہ مبعوث کا تذکرہ مقصود ہے اس لئے نحن و آباؤنا کو مقدم کیا۔ اِنْ هَذَا اِلَّا اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِيْنَ (یہ تو گزرے لوگوں کی جھوٹی داستانیں ہیں)۔ اور جھوٹے قصے اور بناوٹی باتیں ہیں۔

۶۹: قُلْ سِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ (آپ کہہ دیں کہ ملک میں چل پھر کر دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیا ہوا؟) عاقبہ آخری معاملہ۔

لطیف نکتہ:

اس آیت میں مجرمین کا لفظ لا کر جرم کو ذکر کر کے مسلمانوں کو لطیف اشارہ کر دیا کہ جرائم کو چھوڑ دو۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: فَمَدُم عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهُ۔ [الشعر ۱۳]۔ مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ اغْرَقُوا وَاَدْخَلُوا نَارًا [نوح ۲۵]

۷۰: وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ (آپ ان پر غم مت کریں)۔ اس بناء پر کہ وہ آپ کی اتباع نہیں کر رہے اور نہ ہی بچنے اور سلامت رہنے کے لئے مسلمان ہو رہے ہیں۔ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ (اور نہ تنگدل ہوں)۔ قِمًّا يَمْكُرُوْنَ (ان کے مکر اور اپنے خلاف سازشوں سے)۔ بیشک اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرنے والے ہیں۔ عرب کہتے ہیں۔ ضَاق الشَّيْ ضَيْقًا۔ یہ دیگر قراء کی قراءت ہے جبکہ ابن کثیر کی قراءت کسرہ کے ساتھ ہے (ضَيْقٍ)

۷۱: وَيَقُولُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (اور وہ یہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہوگا)۔ الوعد سے وعدہ عذاب مراد ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ عذاب جھٹلانے والے کو پہنچے گا۔

آیت ۷۲: قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَدْفٌ لَّكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُوْنَ ہو سکتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آگیا ہو)۔ کفار نے عذاب موعود کو جلد طلب کیا تو انہیں یہ جواب دیا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے ہو اور وہ بدر کے دن کا عذاب مراد ہے۔ یہاں لام تاکید کے لئے اسی طرح لائی گئی ہے جیسا کہ باء اس آیت میں تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔ وَلَا تَلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ [البقرہ ۱۹۵]

نمبر ۲۔ فعل متعدی کے معنی کو متضمن ہے۔ جیسے کہتے ہیں دنالکم وازف لکم۔ پہلا فعل مجرد ہونے کے باوجود دوسرے

متعلق فعل کے معنی کو متضمن ہے۔ اب ردیف لکم کا معنی تبعکم ولحقکم۔ (تمہارے پیچھے اور تمہیں ملنے والا ہے)۔
قاعدہ: عسیٰ، لعل اور سوف شاہی وعدوں اور وعیدوں میں اس معاملے کی سچائی اور حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس مقام پر اسی قسم میں سے ہے۔

۷۳: وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ (اور بیشک آپ کا رب افضال والا ہے)۔ عَلٰی النَّاسِ (لوگوں پر) کہ جلد عذاب نہیں بھیجتا۔ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ (لیکن ان کی اکثریت شکر گزار نہیں ہے)۔ یعنی ان کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی نعمت کا حق نہیں پہچانتی اور نہ ہی شکر ادا کرنے والی ہے۔ بلکہ جہالت سے عذاب میں جلد بازی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

آیت ۷۴: وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ (اور بیشک آپ کا رب اس چیز کو جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں)۔ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (اور جو ظاہر کرتے ہیں)۔ تـکـن۔ کا معنی چھپانا ہے۔ یعلنون سے مراد زبان سے جس کا وہ اظہار کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ان سے عذاب کی تاخیر کچھ اس بناء پر نہیں ہے۔ کہ ہم پر ان کا کوئی حال مخفی ہے۔ لیکن اس کا ایک وقت مقرر ہے۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کفار عداوت رسول چھپاتے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں یعنی عداوت رسول اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو استحقاق کے مطابق سزا دے گا۔

قرأت: تـکـن پڑھا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کنت الشیء واکننتہ جبکہ تم اس کو چھپاؤ اور مخفی رکھو۔
۷۵: وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِی السَّمَاوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ (اور آسمان و زمین میں کوئی مخفی چیز ایسی نہیں کہ جولوح)۔ کـتـبـ مـبـیـن (محفوظ میں موجود نہ ہو)۔ غائبہ۔ اس چیز کو کہا جو غائب ہوتی اور چھپتی ہے اور خافیہ بھی اسی کو کہتے ہیں۔ ان دونوں کے آخر میں عاقبت اور عافیت کی طرح تاء آئے گی۔ اس کے نظائر الرمیۃ والذبیحۃ والنطیحۃ ہیں۔ یہ اسماء ہیں صفات نہیں ہیں۔

نمبر ۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ وہ دونوں صفت ہوں۔ اور ان کی تاء مبالغہ کے لئے ہے۔ جیسے کہ الراویۃ میں ہے گویا اس طرح فرمایا۔ وما من شیء شدید الغیوبۃ الا وقد علمہ اللہ واحاطہ بہ واتبعہ فی اللوح المحفوظ۔ کہ جو چیز بہت زیادہ چھپنے والی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور اس کا احاطہ کرنے والے ہیں۔ اور لوح محفوظ میں اس کا اندراج کرنے والے ہیں۔ المبین (ظاہر ہے)۔ اس کے لئے جو اس کو دیکھتے ہیں یعنی فرشتے۔

اِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقْصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ

بلاشبہ یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان چیزوں کو بیان کرتا ہے جن چیزوں میں وہ

يَخْتَلِفُوْنَ ۝۷۶ وَاِنَّهٗ لَهْدٰی وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝۷۷ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ

جھگڑے ہیں، اور بلاشبہ یہ قرآن مؤمنین کے لئے ہدایت ہے اور رحمت ہے، بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے

بَیْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ۝۷۸ فَتَوَكَّلْ عَلٰی اللّٰهِ اِنَّكَ

فیصلے فرمائے گا اور وہ عزیز ہے، علیم ہے، سو آپ اللہ پر بھروسہ کیجئے بلاشبہ آپ

عَلٰی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ ۝۷۹

صریح حق پر ہیں،

۷۶: اِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقْصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَآءِیْلَ (بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر وہ واقعات اکثر بیان کرتا ہے)۔ کھول کر بیان کرتا ہے۔ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں)۔ انہوں نے مسیح علیہ السلام کے متعلق اختلاف کیا۔ اور اس میں کئی گروہ بن گئے۔ ان کے مابین بہت سی اشیاء میں اختلاف ہوا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے۔ قرآن مجید نے اتر کر اس چیز کی وضاحت کر دی جس کو انہوں نے اختلاف کا نشانہ بنایا تھا۔ اگر وہ انصاف سے کام لیں۔ اور اس کو اختیار کر لیں۔ اور اسلام لے آئیں۔ بنی اسرائیل سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔

۷۷: وَاِنَّهٗ لَهْدٰی وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (اور بیشک یہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے)۔ ان لوگوں کے لئے باعث رحمت ہے جو بنی اسرائیل میں سے بالکل انصاف کرنے والے اور ایمان لانے والے ہیں یعنی بنی اسرائیل میں سے۔ نمبر ۲۔ ان میں سے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں میں سے۔

۷۸: اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ (بیشک آپ کا رب ان کے مابین فیصلہ فرمائے گا)۔ مؤمنوں اور کافروں کے درمیان۔ بِحُكْمِهٖ (اپنے حکم یعنی عدل سے) کیونکہ وہ فیصلہ ہی عدل سے فرماتے ہیں۔ پس یہاں محکوم یہ (فیصلہ) کو حکم فرمایا۔ نمبر ۲۔ اپنی حکمت سے فیصلہ فرماتے ہیں اور اس پر بِحُكْمِهٖ کی قراءت دلالت کرتی ہے۔ حکم جمع حکمت کی ہے۔ وَهُوَ الْعَزِیْزُ (وہ زبردست ہے)۔ اس کی تقدیر کو واپس نہیں کیا جاسکتا۔ الْعَلِیْمُ (وہ ان کو جانتا ہے) کہ کن کے حق میں فیصلہ دینا ہے اور کن کے خلاف دینا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ عزیز ہے یعنی باطل پرستوں سے انتقام لینے میں الْعَلِیْمُ حق پرستوں اور باطل پرستوں کے درمیان فیصلہ کرنے کو جانتے ہیں۔

۷۹: فَتَوَكَّلْ عَلٰی اللّٰهِ (پس تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو)۔ اس میں آپ ﷺ کو توکل علی اللہ کا حکم دیا گیا۔ اور اعدائے دین کی پرواہ نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اِنَّكَ عَلٰی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ (بیشک آپ صریح حق پر ہیں)۔ یہ التوکل کی علت بیان فرمائی۔ اس

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿۸۰﴾ وَمَا

بلاشبہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ آپ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں، اور

أَنْتَ بِهَدْيِ الْعُمَىٰ عَنْ ضَلَّتِهِمْ إِنْ تَسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا

نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر راستہ دکھا سکتے ہیں آپ تو انہیں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں

فَهُمْ مُّسْلِمُونَ ﴿۸۱﴾

سو وہ فرمانبردار ہیں،

لئے کہ آپ صریح حق پر ہیں۔ وہ صریح حق وہ دین ہے۔ جس سے شک کبھی متعلق ہو نہیں سکتا۔

نکتہ: اس میں وضاحت کر دی۔ کہ حق پرست کو اللہ تعالیٰ پر کامل وثوق و اعتماد اور اس کی مدد پر یقین ہونا چاہیے۔

آیت ۸۰: إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ (آپ یقیناً مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ ہی بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں)۔

۸۱: وَمَا أَنْتَ بِهَدِي الْعُمَىٰ عَنْ ضَلَّتِهِمْ (اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے سیدھا راستہ دکھا سکتے ہیں)۔ جب کفار مکہ جو سنتے اس کو یاد نہ رکھتے اور نہ سنتے اور نہ اس سے نفع اٹھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مردوں سے مشابہت دی حالانکہ وہ ظاہر میں زیادہ صحیح الحواس تھے اور ان بہروں سے تشبیہ دی جن کو پکارا جائے تو نہ سنتے ہوں اور ان اندھوں سے جو راستہ گم کر دیں۔ کوئی شخص اس بات کی قدرت نہیں رکھتا کہ ان سے یہ چیزیں ہٹا کر ان کو راستہ دیکھنے والا اور راستہ پر چلنے والا بنادے مگر اللہ جل شانہ (اور اسی کی طرف سے ہدایت ان کو ملنی نہیں کیونکہ انہوں نے گمراہی کو جان بوجھ کر اختیار کیا ہے) پھر بہرے کی حالت کو یہ کہہ کر اور موم کو کد کیا گیا ہے اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ کیونکہ بہرہ جب آواز دینے والے سے دور ہو اور اس کی طرف پشت کرنے والا بھی ہو تو وہ دائمی کی آواز کے اور اک سے بالکل ہی محروم رہے گا۔

قرأت: وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ مکی نے یہاں پڑھا اور سورہ روم میں بھی اسی طرح اور وَمَا أَنْتَ بِهَدِي الْعُمَىٰ یہاں پڑھا اور الروم میں بھی اسی طرح حمزہ نے پڑھا۔ إِنْ تَسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا (آپ تو صرف انہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں۔ جو ہماری آیات کا یقین رکھتے ہیں)۔ آپ کا سنانا فائدہ نہ دے گا مگر صرف ان لوگوں کو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ اس کی آیات پر ایمان لائیں گے یعنی ان آیات کی تصدیق کریں گے۔ فَهُمْ مُّسْلِمُونَ (اور وہ فرمانبردار ہیں) پھر وہ جانتے بھی ہیں اپنے قول میں مخلص ہیں جیسا اس ارشاد میں ہے: بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ۔ [البقرہ-۱۱۲]

اس کو صحیح سالم اور خالص اللہ کے لئے قرار دیا۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ

اور جب ان پر وعدہ پورا ہونے والا ہو گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکال دیں گے جو ان سے باتیں کرے گا کہ

النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ۝۸۲

لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں لاتے تھے۔

۸۲: وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ (جب ان پر قول واقع ہو جائے گا)۔ یہاں قول کے مقصد اور نتیجہ کو قول سے تعبیر فرمایا۔ اور وہ عذاب اور قیام ساعت کا وعدہ ہے۔ وقوعہ۔ کا معنی حصول ہے اور مراد قرب اور اس کی نشانیوں کا ظہور ہے اور وہ وقت جبکہ توبہ فائدہ مند نہ ہوگی۔ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (ہم ان کے لئے زمین سے ایک چوپایہ نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا)۔ یہ وہی ہے جس کو حدیث میں جساسہ سے تعبیر کیا گیا۔ اس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی، اس کو پکڑنے والا پکڑ نہ سکے گا اور بھاگنے والا اس سے فرار اختیار نہ کر سکے گا۔ اس کی چار ٹانگیں ہوگی۔

داڑھی، دوپیر اور اس کا سر نیل جیسا، آنکھیں خنزیر جیسی، کان ہاتھی جیسے، سینگ بارہ سینکھ جیسے، گردن شتر مرغ کی طرح، سینہ شیر کی مانند، رنگت چیتے جیسی، کوکھیں بلی نما، دم مینڈھے کی طرح، پاؤں اونٹ جیسے اور اس کے دو جوڑوں کے مابین دس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ وہ صفا سے نکل کر عربی زبان میں بات کرے گا اور کہے گا۔ اَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ (لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے)۔ یعنی میرے نکلنے پر۔ کیونکہ اس کا نکلنا بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اور وہ یہ کہے گا: اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی الظّٰلِمِیْنَ۔

نمبر ۲۔ ان سے تمام ادیان کے باطل ہونے اور فقط دین اسلام کے برحق ہونے کی بات کرے گا۔ نمبر ۳۔ اور یہ بات کرے گا کہ یہ شخص مؤمن اور یہ کافر ہے۔

قراءت: اَنَّ کوئی وہل نے مفتوح پڑھا اور جار کو حذف کر دیا۔ یعنی تکلمہم بَانَ۔ دیگر قراء نے کسرہ دیا کیونکہ کلام قول کے معنی میں ہے اور قول کے بعد اَن آتا ہے۔ یا قول مضمّر ہے۔ یعنی تقول الدابة ذلك۔ اب آیات سے آیات رہنا مراد ہوگی۔ یا نمبر ۲۔ اس وقت یہ اللہ تعالیٰ کے قول کی حکایت ہے۔ پھر قیامت کا تذکرہ فرمایا۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۸۳﴾

جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک جماعت ان لوگوں میں سے جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے پھر ان کی جماعت بندی کر دی جائے گی۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِطُوا بِهَا عِلْمًا أَمْ آذًا أَكُنْتُمْ

یہاں تک وہ جب حاضر ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہو گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا حالانکہ تم ان کو اپنے احاطہ علمی میں بھی نہ لائے، بلکہ تم اور کیا کیا

تَعْمَلُونَ ﴿۸۵﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿۸۵﴾ أَلَمْ

کام کرتے تھے، اور ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر وعدہ پورا ہو چکا ہے سو وہ بات نہ کریں گے کیا

يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لَيْسَكُنَّ فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّا فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو بنایا کہ وہ اس میں آرام کریں اور ہم نے دن کو بنایا جس میں دیکھیں بھالیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے

لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۸۶﴾

نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔

۸۳: وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا (اور اس دن کو یاد کرو جب ہم ہر امت میں سے ان لوگوں کا ایک گروہ جمع کریں گے)۔
نَحْشُرُ: من تبعيض کے لئے ہے۔ اسی اذکر یوم نجمع من کل امة من الامم زمرة۔ اس دن کو یاد کرو جب ہم ہر امت میں سے ایک گروہ جمع کریں گے۔ مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا (جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے رہے)۔ نَحْشُرُ: مَن تبيين کے لئے ہے۔ آیات سے وہ آیات مراد ہیں جو ہمارے انبیاء علیہم السلام پر اتاری گئیں۔ فَهُمْ يُوزَعُونَ (پھر ان کو روکا جائے گا)۔ اول کو روکیں گے تاکہ پچھلے ان کے ساتھ جمع ہو سکیں۔ پھر ان کو موضع حساب کی طرف لے جائیں گے۔ اس تعبیر سے مقصود کثرت تعداد کو بیان کرنا ہے اور الفوج سے بھی بہت بڑی جماعت مراد ہے۔

۸۴: حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ (یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے)۔ موقف حساب و سوال میں جمع ہو جائیں گے۔ قَالَ (تو اللہ تعالیٰ ان کو بطور تہدید فرمائیں گے)۔ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِطُوا بِهَا عِلْمًا (کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا بلا سوچے سمجھے سرسری رائے سے تکذیب کر دی اور اس کی حقیقت کے معلوم ہونے کے بغیر) کہ یہ واقعہ میں سچی حقیقت ہے یا جھوٹی بات۔ أَمْ آذًا أَكُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (یا پھر تم کیا عمل کرتے رہے۔ جبکہ تم نے ان میں غور ہی نہیں کیا۔ تمہیں بے کار تو نہیں بنایا گیا)۔

۸۵: وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ (اور ان پر بات انکے ظلم کرنے کی وجہ سے واقع ہو جائے گی۔ اسلئے وہ کوئی بات نہ کر سکیں گے)۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کا جو ظلم انہوں نے ڈھایا تھا اسکی وجہ سے موعودہ عذاب انکو ڈھانپ لے گا اور وہ ان کو معذرت و بات چیت سے مشغول کر دے گا جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔ هذا یوم لا ینتطقون۔ [المرسلات۔ ۳۵]

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَنُفِخَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا

اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں سب گھبرا جائیں گے سوائے اس کے

مَنْ شَاءَ اللّٰهُ وَكُلُّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝۸۷ وَتَرٰى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً

جسے اللہ چاہے، اور سب اس کے حضور میں عاجزی کے ساتھ حاضر ہو جائیں گے، اور تو پہاڑوں کو ایسی حالت میں دیکھ رہا ہے جس میں تجھ کو خیال ہوتا ہے کہ یہ یوں ہی جیسے ہوئے رہیں گے

وَهِيَ تَمْرُّ مَرَّ السَّحَابِ طُصْنَعُ اللّٰهِ الَّذِي اَتَقْنٰ كُلَّ شَيْءٍ ۝۸۸ اِنَّهٗ خَبِيْرٌ بِمَا

حالانکہ وہ بادلوں کی طرح گزریں گے یہ اللہ کی کاری گری ہے جس نے ہر چیز کو ٹھیک طرح بنایا ہے بلاشبہ وہ ان کاموں سے باخبر ہے

تَفْعَلُوْنَ ۝۸۹ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَ ذٰلِكَ اٰمِنُوْنَ ۝۹۰

جو تم کرتے ہو، جو شخص نیکی لیکر آئے گا اسے اس سے بہتر ملے گا اور ایسے لوگ اس دن گھبراہٹ سے پر امن ہوں گے

وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۱

اور جو شخص برائی لیکر آئے گا تو وہ لوگ اندھے منہ کر کے دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔

۸۶: اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ (کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں)۔
وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (اور دن بنایا جس میں دیکھیں)۔ مَحْجُوْرٌ: مبصر یہ حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کو دن کے لئے بنایا اور دن آنکھوں والوں کے لئے ہے۔ معنی کے اعتبار سے تقابل کی رعایت کی گئی کیونکہ مبصر کا معنی یہ ہے تاکہ وہ معاش میں آنے جانے کے راستے دیکھ لیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّٰمِنُوْنَ (بیشک اس میں البتہ ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں)۔ جو تصدیق کر کے ان سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

اس میں دلیل ہے کہ اٹھایا جانا درست ہے۔ کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیا انہیں معلوم نہیں کہ ہم نے رات اور دن کو بنایا ہے معاش کے دنیا میں برقرار رہنے کا ذریعہ تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو بیکار نہیں بنایا بلکہ آزمائش کے لئے ہے پس ثواب و عذاب کا ہونا یقینی و ضروری ہے۔ جب یہ ثواب و عذاب اس دنیا میں پیش نہیں آتے تو ایک اور گھر ثواب و عذاب کے لئے ہونا ضروری ہے۔

۸۷: وَيَوْمَ (اور اس دن کو یاد کرو)۔ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (جس دن صور میں پھونک مار دی جائے گی)۔ الصور جمع صورۃ کی ہے یا سینگ کو کہتے ہیں۔ صور پھونکنے والے اسرائیل علیہ السلام ہونگے۔ فَنُفِخَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (پس گھبرا جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں)۔ اس سے نفع اولیٰ والا فزع مراد ہے جب سب بے ہوش ہو جائیں گے۔

نکتہ: فزع ماضی لائے یفزع مضارع ذکر نہیں کیا۔ تاکہ فزع کا قطعی و یقینی وقوع ثابت کر دیا جائے۔ کہ وہ بہر صورت آئے

گی۔ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ (مگر جن کو چاہے اللہ تعالیٰ) مگر جن کے دل کو اللہ تعالیٰ ملائکہ میں سے مضبوط کر دیں گے۔ قول علماء۔ نمبر ۱۔ وہ جبرائیل میکائیل اسرافیل ملک الموت علیہم السلام مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ شہداء کی ارواح مراد ہیں۔ نمبر ۳۔ حوریں اور آگ کا داروغہ اور حملۃ العرش۔ نمبر ۴۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان میں سے موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ ان کو ایک مرتبہ بے ہوشی ہو چکی ہے۔ اور اسی طرح اس آیت میں ہے: وَ نَفَخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ [الزمر۔ ۶۸]

وَكُلُّ اَنْتَوٰهُ ذٰخِرِيْنَ (اور سب کے سب اس کے سامنے دبے جھکے رہیں گے)۔ قراءت: حمزہ، حفص، خلف نے اَنْتَوٰهُ پڑھا ہے دیگر قراء نے اَنْتَوٰہ پڑھا ہے۔ اور اس کی اصل آتیوہ ہے۔
تَحْجُو: داخرین یہ حال ہے۔ ای صاغرین ذلیل و عاجز ہو کر۔ الاتیان کا مطلب موقف میں حاضری ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع اور اس کے حکم کی اطاعت۔

۸۸: وَ تَرٰی الْجِبَالَ تَحْسِبُهَا (اور تم پہاڑوں کو دیکھو گے۔ تم خیال کرو گے کہ وہ) تَحْجُو: تحسبھا۔ ضمیر مخاطب سے حال ہے۔ قراءت: تَحْسِبُهَا۔ شامی، حمزہ، یزید، عاصم نے فتح سین سے پڑھا۔ جبکہ دیگر قراء نے کسرہ سین سے تَحْسِبُهَا پڑھا ہے۔ جَامِدَةً (اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں) کھڑے اور حرکت سے رکے ہوئے ہیں۔ یہ جمد فی مکانہ سے بنا ہے۔ جبکہ وہ اپنی جگہ سے نہ ٹلے۔ وَ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں) تَحْجُو: ہی تمر یہ تحسبہ کی ضمیر منصوب سے حال ہے۔

مر السحاب ای مرًا مثل مر السحاب۔ بادلوں جیسا چلنا۔ مطلب یہ ہے۔ جب تم فتح کے وقت پہاڑوں کو دیکھو تو تم ان کو اپنی جگہ جما ہوا محسوس کرو گے۔ کیونکہ وہ بڑی جسامت والے ہیں۔ مگر واقعہ میں وہ جمے ہوئے نہیں بلکہ بادل کی طرح تیزی سے چلے جا رہے ہوں گے۔ جبکہ ہوا ان کو دھکیل رہی ہو۔ بڑے اجسام جب حرکت کرتے ہیں تو ان کی حرکت معلوم نہیں ہوتی۔ جیسے نابغہذبیانی نے جیش کی تعریف میں کہا۔ بَارُ عَنْ مِثْلِ الطُّوْدِ وَ تَحْسَبُ اَنْهُمْ۔ وَقُوْفٌ لِّحَاجٍ وَ الرَّكَابُ تَهْمَلُجُ۔ صُنْعَ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے)۔ تَحْجُو: یہ مصدر ہے اس کا عامل وہی ہے جس پر تمر دلالت کر رہا ہے کیونکہ ان کا بادلوں کی طرح چلنا یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے صُنْعَ اللّٰهِ ذَلِكَ صُنْعًا۔ (اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا بنانا)۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اللہ ذکر کیا کیونکہ پہلے کلام میں مذکور نہیں۔ الَّذِيْ اَتَقَنَ كُلَّ شَيْءٍ (جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا)۔ اِنَّهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَفْعَلُوْنَ (وہ تمہارے اعمال سے خبردار ہیں)۔ قراءت: يفعلون کی اور بھری نے سوائے سہل اور یحییٰ کے پڑھا اور ابو بکر نے پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے تاء سے پڑھا۔ وہ جو کچھ بندے کرتے ہیں۔ ان اعمال سے واقف ہے۔ پس وہ ان کو اس کے مطابق بدلہ دیں گے۔

پھر اس کا خلاصہ ذکر فرمایا۔

۸۹: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ (جو شخص نیکی لایا)۔ حَسَنَةً سے جمہور نے لا الہ الا اللہ کا سچا اقرار مراد لیا ہے۔ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا (اس

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ

مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی ہے اور ہر چیز اس کی ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں اور یہ کہ

أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۙ وَأَنْ أَتْلُوا الْقُرْآنَ ۙ فَمِنْ أِهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدَىٰ لِنَفْسِهِ ۚ

قرآن کی تلاوت کروں، سو جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے سو وہ اپنے ہی لیے راہ ہدایت پر آتا ہے

وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ۙ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سِيرِكُمْ أَيْتِهِ

اور جو شخص گمراہی پر رہا آپ فرمادیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والوں سے ہوں، اور آپ یوں کہیے کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے وہ غمگین اپنی نشانیاں دکھا دے گا

فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۙ

سو تم ان کو پہچان لو گے اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔

۷۷

کے لئے اس سے بہت بہتر ملے گا) یعنی اس کو اس عمل حسنہ کی جانب سے اس سے بہتر بدلہ حاصل ہوگا۔ وہ جنت ہے اس صورت میں خیر افضل کے معنی میں نہ آئے گی۔ **يُخَوِّفُ**: منہایہ موضع رفع میں خیر کی صفت ہے۔ وہم من فزع (اور وہ گھبراہٹ سے)۔ قراءت: کوئی من فزع شدید جو بہت ہی زیادہ ہو۔ نمبرا۔ اور وہ آگ کا خوف ہے۔ نمبر ۲۔ یا ہر قسم کا خوف خواہ معمولی ہو۔ باقی قراء نے بلا تین پڑھا ہے۔ **يَوْمَئِذٍ** کوئی مدنی نے میم کے فتح سے جبکہ دیگر نے کسرہ میم سے یوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ **أَمِنُونَ** (وہ امن میں ہونگے)۔ **أَمِنَ** کا لفظ حرف جار کے ساتھ بھی متعدی ہوتا ہے اور اس کے بغیر بھی۔ جیسا کہ اس آیت میں **أَفَامِنُوا مَكْرَ اللَّهِ** [الاعراف: ۹۹]

۹۰: **وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ** (اور جو کوئی برائی لایا)۔ **السَّيِّئَةِ** سے شرک مراد ہے۔ **فَكُتِبَتْ** (پس ان کو اوندھے کیا جائے گا)۔ **الْقَيْتِ** (ڈالے جائیں گے) **وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ** (ان کے چہرے آگ میں)۔ کہا جاتا ہے کسبت الرجل امی القیتہ علی وجہہ۔ (میں نے اسے چہرے کے بل گرا دیا)۔

آیت میں تمام جسم کو وجہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سر اور گردن سے تعبیر کرتے ہیں۔ ای القوا فی النار۔ ان کو رلانے کے لئے اوندھا کر دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا۔ **هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ** (تمہیں نہیں بدلہ دیا جا رہا مگر اتنا ہی جو کچھ تم کرتے تھے)۔ یعنی دنیا میں رہتے ہوئے۔ مثلاً شرک اور دیگر معاصی۔

۹۱: **إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ** (مجھے حکم ملا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں)۔ **البلدة** سے مکہ مراد ہے۔ **الَّذِي حَرَّمَهَا** (جس کو اس نے حرمت والا بنایا)۔ امن والاحرم محترم بنایا۔ اس میں پناہ لینے والا محفوظ رہتا ہے۔ اسکے کانٹے کو کاٹنا نہ جائیگا اور نہ اسکی گھاس کو اکھاڑا جائیگا اور اسکے شکار کو بھگایا نہ جائے گا۔ **وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ** (اور چیز اسی ہی کی ہے)۔ اس شہر سمیت وہ دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ **وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ** (مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں اسکی فرمانبرداری کروں)۔

۹۲: وَأَنْ أَلْتُلُوا الْقُرْآنَ (اور یہ حکم ملا کہ میں قرآن کی تلاوت کروں)۔ اتلو اگراگر تلاوت مصدر سے بنا میں تو قرآن کی تلاوت کروں اور اگر اس کو التلوا سے لیا جائے جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ واتبع ما یوحی الیک من ربک۔ (الاحزاب)۔ ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا کہ آپ کہیں امرت ان اخص اللہ وحده بالعبادة مجھے حکم ملا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کو عبادت کے ساتھ خاص کروں۔ اور قریش کی طرح اس کا شریک نہ بناؤں۔

اور میں ہو جاؤں اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں میں سے اور ہو جاؤں ان میں سے جو ملت اسلام پر جنمے والے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کروں تاکہ حلال و حرام کا امتیاز کرسکوں۔ جن کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔

نکتہ: مکہ کو تمام شہروں میں خاص کیا اور اپنے اسم مبارک کی طرف اضافت فرمائی۔ کیونکہ مکہ مکرمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب اور زیادہ مرتبے والا ہے اور اس کی طرف اس قول سے اشارہ فرمایا۔ هذه البلدة۔ یہ ہذہ اسم اشارہ مکہ کی تعظیم کے لئے لایا گیا۔ اور اشارہ قریب اس بات پر دلالت کرنے کے لئے کہ یہ اس کے پیغمبر کا وطن و مولد اور مہبط وحی ہے اور اپنی ذات کی صفات کو الذی حرمہا سے تعبیر فرمایا۔ کیونکہ یہ خصوصی وصف مکہ مکرمہ کو ہی حاصل ہے۔ اور ہر چیز اس کی ربوبیت اور ملکوتیت کے ماتحت اسی طرح داخل ہے جیسا تابع اپنے متبوع کے ماتحت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی ربوبیت میں داخل ہیں۔ فَمَنْ اهْتَدَى (جو سیدھے راستے پر چلے گا)۔ خاص میری پیروی کرتے ہوئے ان باتوں میں جو میں بتلاتا ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور شرکاء کی نفی اور ملت حنیفیہ میں داخل ہونا اور میرے اوپر اترنے والی وحی میں میری اتباع کرنا۔ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ (وہ سیدھے راستے پر اپنے لئے چلے گا)۔ اس کی ہدایت کا فائدہ اسی کی طرف لوٹنے والا ہے نہ کہ میری طرف۔ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ (اور جو شخص گمراہ ہوا تو آپ اس کو فرمادیں بیشک میں تو ڈرانے والوں میں سے ہوں)۔ جو شخص گمراہ ہوا اور اس نے میری اتباع اختیار نہ کی اس کا مجھ پر الزام نہیں اس لئے کہ میں تو ڈرسانے والا رسول ہوں۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: وما علی

الرسول الا البلاغ المبین۔ [النور۔ ۵۴]

۹۳: وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سِيرَ يَكُمُ إِلَيْهِ (اور کہہ دیں) (الحمد للہ) تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں عنقریب فتعرفونہا وہ اپنی آیات دکھلائیں گے اس وقت تم ان کو پہچان لو گے)۔ پھر آپ کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت نبوت پر شکریہ ادا کریں جس کے برابر کوئی نعمت نہیں اور یہ بھی حکم دیا کہ اپنے دشمن کو دھمکائیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو آخرت میں اپنی آیات دکھائیں گے اس وقت ان کو یقین آجائے گا۔

ایک قول یہ ہے:

کہ اس سے مراد چاند کا پھٹنا، دھواں کا ظاہر ہونا۔ اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جو سزائیں ان پر اتریں۔ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو)۔ قراءت: تعملون کو تاء کے ساتھ مدنی شامی اور حفص، یعقوب نے پڑھا ہے۔ اس صورت میں اہل مکہ کو خطاب ہے۔ اور دیگر قراء نے یاء سے پڑھا ہے۔ یعنی ہر وہ عمل جو وہ کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں۔ غفلت و سہو و نسیان سے اس کی ذات وراء الوراق ہے۔

۱۔ الحمد للہ آج ۲۰ ذیقعد لیلة الجمعة ۱۴۲۳ھ بعد نماز عشاء ترجمہ سورہ نمل مکمل ہوا۔ ذلک من فضل اللہ علی

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ هِيَ ثَمَانُونَ آيَةً وَتَسْعُ رُكُوْعًا

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ هِيَ ثَمَانُونَ آيَةً وَتَسْعُ رُكُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طَسَمَ ۱ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ نَتْلُو عَلَيْكَ مِنْ نَّبَا مُوسَىٰ وَفِرْعَوْنَ

طَسَمَ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کی بعض خبریں حق کے ساتھ سناتے

بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۳ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيْعًا

ہیں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔ بلاشبہ فرعون زمین میں چڑھ گیا تھا۔ اور اس نے زمین والوں کی کئی قسمیں بنا رکھی تھیں۔

يَسْتَضِعُّ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَذْبَحُ أِبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ

ان میں ایک جماعت کو کمزور کر رکھا تھا۔ انکے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور انکی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بلاشبہ وہ فساد

الْمُفْسِدِينَ ۴ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

کرنیوالوں میں سے تھا۔ اور ہم نے چاہا کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور کیا ہوا ہے ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنادیں اور انہیں

أَيِّمَةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۵ وَنُفَصِّلُ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِي فِرْعَوْنَ

وارث بنا دیں اور زمین میں انہیں حکومت دیدیں۔ اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو

وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ ۶

ان مستضعفین کی جانب سے وہ واقعہ دکھلائیں جس سے وہ اپنا بچاؤ کرتے تھے۔

۱: طَسَمَ اللہ تعالیٰ ہی اس کی مراد کو جانتے ہیں۔

۲: تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ (یہ کتاب مبین کی آیات ہیں)۔ کہا جاتا ہے۔ بان الشئ و ابان۔ دونوں کا ایک معنی ظاہر ہونا۔ اور کہا جاتا ہے ابنتہ فابان۔ یہ لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ یعنی اس کی خیر و برکت ظاہر ہے۔ نمبر ۲۔ یہ حلال و حرام کو ظاہر کرنے والی اور وعدہ و وعید اور اخلاص و توحید کو ظاہر کرنے والی ہے۔

۳: نَتْلُو عَلَيْكَ (ہم تم پر پڑھتے ہیں)۔ یہاں نتلوا نقرأ علیک کے معنی میں ہے۔ یعنی ہمارے حکم سے جبرئیل پڑھیں گے۔

نٹلوا کا مفعول مِنْ نَبِیِّ مُوسٰی وَ فِرْعَوْنَ ہے۔ یعنی ہم تم پر ان کے بعض حالات پڑھیں گے۔ (موسیٰ و فرعون کی کچھ خبر) مَنْ تَبَعْنِیْہِ ہے۔ بِالْحَقِّ (حق کے ساتھ) ای ٹھہیں۔ پختگی کرنے والے ہیں۔ نَحْوُ: یہ حال ہے۔

لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (ایمان والے لوگوں کے لئے)۔ جن کے متعلق ہمارے علم میں یہ بات سبقت کر چکی کہ وہ ایمان لائیں گے۔ کیونکہ تلاوت الہی ان ہی کو فائدہ دے گی نہ کہ دوسروں کو۔

۴: اِنَّ فِرْعَوْنَ (بیشک فرعون)۔ نَحْوُ: یہ جملہ مستانفہ ہے مجمل کی تفسیر کی طرح ہے۔ گویا کوئی اس طرح کہہ رہا ہے۔ ان کی خبر کس طرح ہوگی۔ تو فرمایا بیشک فرعون نے تکبر کیا۔ عَلَا (سرکشی کی) اور ظلم میں انتہاء کو پہنچ گیا۔ نمبر ۲۔ تکبر کیا اور اپنے آپ پر فخر کرنے لگا۔ اور اپنی غلامی کو بھول گیا۔ فِی الْاَرْضِ (زمین میں) یعنی سر زمین مصر میں۔ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِیْعًا (اور اس کے رہنے والوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا)۔ ایک گروہ اس کے ارادوں میں اس کا ساتھ دینے والا اور اطاعت کرنے والا تھا۔ ان میں سے کسی کو اختیار نہ تھا کہ وہ اس کی گردن کو خلاف ارادہ موڑ دے۔ نمبر ۲۔ مختلف گروہوں میں بانٹ دیا۔ ایک گروہ پر مہربانی کرتا اور دوسرے کی تذلیل۔ قبلی گروہ کو عزت دی اور گروہ اسرائیل کو ذلت میں ڈال دیا۔ یَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ (ان میں سے ایک گروہ کو اس نے کمزور کر رکھا تھا)۔ طائفہ سے مراد بنو اسرائیل ہیں۔ یَذْبَحُ اَبْنَاءَہُمْ وَ یَسْتَحِیْ نِسَاءَہُمْ (وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑتا)۔ ان کی بیٹیوں کو خدمت کے لئے زندہ چھوڑتا۔

وجہ ذبح اطفال:

ایک قبلی کا بن نے فرعون کو کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جس کے ہاتھ تیرا ملک برباد ہوگا۔ اس میں فرعون کی حماقت نکلتی ہے۔ اس لئے کہ اگر کا بن نے سچ کہا تو اس کو قتل سے فائدہ نہ ہوگا اور اگر اس نے جھوٹ بولا تو قتل کا کیا مقصد؟ نَحْوُ: یَسْتَضْعِفُ یہ جعل کی ضمیر سے حال ہے۔ نمبر ۲۔ شیعاً کی صفت ہے۔ نمبر ۳۔ جملہ مستانفہ ہے اور اور یذبح یہ یَسْتَضْعِفُ کا بدل ہے۔

اِنَّہٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (بلاشبہ وہ مفسدین میں سے تھا)۔

مَنْ تَبَعْنِیْہِ: اس میں دلیل ہے کہ ظلماً قتل یہ مفسدین کا فعل ہے۔ کا بن نے سچ کہا یا جھوٹ اس کے تحت قتل فضول حرکت ہے۔

۵: وَ نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ (اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم احسان کریں)۔ ہم فضل و مہربانی کریں۔

یہ آیت مسئلہ اسلح میں دلیل ہے۔

نَحْوُ: یہ جملہ ان فرعون علا فی الارض پر معطوف ہے۔ کیونکہ نبی موسیٰ و فرعون کی تفسیر ہونے میں یہ اس کی نظیر ہے۔ اور اس کا بیان ہے۔ نمبر ۲۔ یَسْتَضْعِفُ سے حال ہے۔ یعنی فرعون نے ان کو کمزور بنا رکھا تھا اور ہم ان پر احسان کرنا چاہتے تھے۔

اور ارادۃ الہی تو بہر صورت واقع ہونے والا ہے۔ پس اس جملہ کو ان کے استضعاف کے ساتھ بطور مقارنت ذکر کیا۔

عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا فِي الْأَرْضِ وَنَجَعْلَهُمْ أَيْمَةً (ان لوگوں پر جن کو زمین میں کمزور کر دیا گیا تھا اور ہم ان کو پیشوا بنائیں)۔ نمبر ۱۔ ایسے قائد جن کی خیر میں اقتداء کی جاتی ہے۔ نمبر ۲۔ بھلائی کے داعی۔ نمبر ۳۔ والی اور بادشاہ۔

وَنَجَعْلَهُمُ الْوَارِثِينَ (اور ہم ان کو وارث بنائیں)۔ یعنی فرعون اور اس کی قوم کے ملک و اسباب کا ان کو وارث بنائیں۔

۶: وَنُمَكِّنَ (اور ہم ان کو حکومت دیں)۔ ممکن لہ کا معنی اس کے لئے ایسی جگہ بنادینا جس پر وہ بیٹھ سکے۔ نمبر ۲۔ یا سو سکے اور تمکین فی الارض کا مطلب ارض مصر و شام کو اس طرح کر دینا کہ وہاں ان کو کوئی روک ٹوک نہ ہو اور ان کو تسلط دے دیا جائے اور ان کا حکم چلے۔ لَّهُمْ فِي الْأَرْضِ (زمین میں)۔ ارض سے شام و مصر مراد ہے۔ وَنُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا (اور فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ بات دکھا دی)۔ قراءت: نری۔ نون کا ضمہ اور فرعون اور مابعد کا نصب۔ نمبر ۲۔ یاء کے ساتھ یری اور فرعون اور مابعد پر رفع علی و حمزہ نے پڑھا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ یرون منهم ما حذروه من ذهاب ملکهم و ہلاکهم علی ید مولود منهم۔ انہوں نے ان سے وہ دیکھ لیا جس کا خطرہ تھا یعنی ملک کا ہاتھ سے نکلنا اور انہی میں سے ایک بچے کے ہاتھ ان کا ہلاک ہونا۔ نمبر ۳۔ یری نصب کی صورت میں اس کا ماقبل منصوب پر عطف ہے جیسا کہ نون کی قراءت ہے۔ نمبر ۴۔ جملہ مستاتفہ ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ مِنْهُمْ سے مراد بنی اسرائیل۔ نَحْنُ: نری کے متعلق ہے۔ یحذرون کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ صلہ موصول سے مقدم نہیں آ سکتا۔ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ (وہ باتیں جن سے وہ ڈرتے اور اندیشہ کرتے تھے)۔ الحذر نقصان سے بچنا۔

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اِمْرٍ مُّوَسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا اخْفَتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا

اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کے دل میں ڈالا کہ تم اس کو دودھ پلاؤ۔ پھر جب تمہیں اسکی جان کا خطرہ ہو تو اسے سمندر میں ڈال دینا اور

تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكَ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷ فَاَلْتَقَطَهُ

نہ ڈرنا نہ غم کرنا۔ بلاشبہ ہم اُسے تیری طرف واپس کر دیں گے، اور اسے پیغمبروں میں سے بنا دیں گے۔ سوائے آل فرعون نے

اَلْ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا

اٹھا لیا تاکہ انکے لئے دشمن بن جائے اور غم کا باعث بنے۔ بلاشبہ فرعون اور ہامان اور اس کا لشکر

كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ۝۸ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرْتُ عَيْنِيْ لِیْ وَلَکْ لَا تَقْتُلُوْهُ ۝۹

خطا کرنے والوں میں سے تھے اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو،

عَسٰی اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذْهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اِمْرٍ

کچھ بعید نہیں کہ یہ ہمیں نفع پہنچا دے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں۔ اور ان کو خبر نہ تھی، اور موسیٰ کی ماں کا دل

مُوسٰى فَرِحًا اِنْ كَادَتْ لِتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَا اَنْ رَّبَّنَا عَلٰی قُلُوبِهَا لَتَكُوْنَ

بیقرار ہو گیا قریب تھا کہ وہ اس کا حال ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تاکہ وہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰ وَقَالَتِ لَاحْتِہٖ قُصِيْہٖ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ

یقین کر نیوالوں میں سے رہے اور موسیٰ کی والدہ نے اسکی بہن سے کہا کہ تو اُسکے پیچھے چلی جا۔ سو اس نے اسے دُور سے دیکھ لیا اور انہیں

لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۱ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدْلُکُمْ عَلٰی

خبر بھی نہ ہوئی اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں پر بندش کر رکھی تھی۔ سو موسیٰ کی بہن بولی کیا میں تمہیں ایسے گھرانے کا

اَهْلَ بَيْتٍ يَّکْفُلُوْنَہٗ لَکُمْ وَهُمْ لَہٗ نٰصِحُوْنَ ۝۱۲ فَرَدَدْنٰہٗ اِلٰی اُمِّہٖ کٰی تَقْرَعِیْنِہَا

پتہ بتا دوں جو تمہارے لئے اس کی پرورش کریں اور وہ اسکے خیر خواہ بھی ہوں سو ہم نے موسیٰ کو اس کی والدہ کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں

وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَنَّ اَنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَلٰکِنْ اَکْثَرُہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۱۳

اور غمگین نہ ہو اور تاکہ وہ اس بات کو جان لے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

۷: وَ اَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوسٰى (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں بات ڈال دی)۔ وحی سے۔ نمبر ۱۔ الہام سے۔ نمبر ۲۔ خواب سے۔ نمبر ۳۔ فرشتے کی اطلاع سے جیسا کہ مریم کیلئے ہوا۔ اس سے وحی رسالت مراد نہیں پس وہ رسول نہ تھیں۔ اَنْ اَرْضِعِيْهِ (تم دودھ پلاؤ)۔ مَخْجُوٌّ: یہ اُن۔ ای کے معنی میں ہے۔ نمبر ۲۔ ان مصدر یہ ہے۔ فَاِذَا خِفَتْ عَلَيْهِ (پس جب تمہیں اس کے متعلق خطرہ ہو)۔ قَتْلُكَ اس طرح کہ پڑوسی اس کی آواز سن کر چغلی لگا دیں۔ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ (پس اس کو دریا میں ڈال دو)۔ الیم سے نیل مصر مراد ہے۔ وَلَا تَخَافِیْ (اور تم نہ ڈرنا)۔ ڈوب جانے اور ضائع ہونے سے۔ وَلَا تَحْزَنْیْ (اور نہ غم کرنا)۔ اس کی جدائی کا۔ اِنَّا رَاٰوْهُ الْیَلِکَ (بیشک ہم اس کو تیرے ہاں لوٹانے والے ہیں)۔ ایک لطیف انداز سے تاکہ تو اس کی پرورش کرے۔ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (اور اس کو رسولوں میں سے بنانے والے ہیں)۔
دواہم باتیں:

اس آیت میں دواہم ہیں۔ اور دو نہیں ہیں۔ اور دو خبریں اور دو بشارتیں ہیں۔ خوف و حزن میں فرق یہ ہے۔ خوف ایسا غم جو انسان کو کسی متوقع معاملے میں لاحق ہو۔

الحزن۔ ایسا غم جو واقعہ پیش آنے کے بعد لاحق ہو اور وہ موسیٰ کی جدائی اور اس کے متعلق خطرات ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں سے منع کر دیا۔

بشارتیں:

موسیٰ علیہ السلام کو واپس لوٹائے جانے کی بشارت۔ نمبر ۲۔ رسالت ملنے کی بشارت۔

ایک روایت ہے:

کہ موسیٰ کی تلاش میں فرعون نے نوے ہزار بچے ذبح کر ڈالے۔

روایت میں ہے:

جب موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو ایک دائی کو بلایا یہ انہی عورتوں میں سے تھی جن کو فرعون نے بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کے لئے مقرر کیا تھا۔ وہ والدہ موسیٰ کی سہیلی تھی۔ دائی نے معاملہ شروع کیا جب موسیٰ پیدا ہو گئے تو دائی کو ایک نور نے ڈر دیا جو موسیٰ کی پیشانی سے نکل رہا تھا۔ موسیٰ کی محبت اس دائی کے دل میں سما گئی۔ کہنے لگی میں تیرے بچے کو قتل کرنے آئی تھی اور فرعون کو اطلاع پہنچانے آئی تھی لیکن مجھے تیرے بیٹے سے محبت ہو گئی ہے۔ جو میں نے کہیں نہیں دیکھی پس تو اس کی حفاظت کر۔ ادھر دائی نکلی تو فرعون کے جاسوس آ گئے۔ موسیٰ کی والدہ نے موسیٰ کو کپڑے میں لپیٹ کر چلتے تنور میں رکھ دیا۔ ڈر اور خوف سے اس کی عقل اس طرح اڑ گئی کہ اسے معلوم نہ ہوا۔ کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ جاسوسوں نے اندر گھس کر تلاشی لی تو کچھ بھی نہ ملا۔ وہ اپنے منہ نکل گئے۔ موسیٰ کی والدہ کو یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں نے موسیٰ کو کہاں رکھ دیا۔ اتنی دیر میں تنور سے رونے کی آواز سنی۔ تو اس کی طرف

چل دی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے آگ کو یرد سلام بنا دیا۔ جب فرعون نے بچوں کی تلاش میں تیزی پیدا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے دریا میں ڈالنے کا حکم فرمایا۔ تین ماہ دودھ پلانے کے بعد ان کو دریائے نیل میں ڈال دیا۔
۸: فَالْتَفَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ (فرعون کے لوگوں نے موسیٰ کو اٹھالیا) لے لیا۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

فرعون اصطر کار بنے والا فارسی تھا۔

لَيَكُونَنَّ لَهُمْ عَدُوًّا (تاکہ وہ ان کا دشمن بن جائے)۔ یعنی تاکہ معاملہ یہاں تک پہنچے۔ یہ مراد نہیں کہ انہوں نے اس مقصد کی خاطر اٹھالیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ للموت ماتلد الوالدة۔ ماں موت کے لئے جفتی ہے۔ حالانکہ ماں نے تو موت کے لئے نہیں جنا لیکن انجام تو موت ہی ہے۔

زجاج: نے اسی طرح کہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس لام کو لام عاقبت و صیرورت کے نام سے موسوم کیا ہے۔

صاحب کشاف رحمہ اللہ کا قول:

یہ لام گئی ہے جو تعلیل کا معنی دیتی ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ جنتک لشکر منی۔ میں تیرے پاس آیا تاکہ تو میرا اکرام کرے۔ مگر اس میں تعلیل کا معنی بطور مجاز وارد کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب ان کے اٹھانے کا یہ نتیجہ نکلا تو اس فعل کو داعی کے اس فعل سے تشبیہ دی۔ وہ داعی کہ فاعل اپنا فعل اس کی خاطر کر لے۔ اور وہ اکرام ہے جو کہ تشریف آوری کا ہی نتیجہ ہے۔ وَحَزَنًا (اور غم کا باعث)۔ علی و حمزہ نے حَزَنًا پڑھا ہے۔ دیگر نے حَزَنًا۔ یہ دونوں لغات ہیں۔ اس کی نظیر العُذْم اور العَدْم ہے۔ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خٰطِبِيْنَ (بیشک فرعون، ہامان اور ان کا لشکر غلطی کرنے والے تھے)۔ خاطنین تخفیف کے ساتھ ابو جعفر نے پڑھا۔ اسی کانوا مذنبین وہ گناہ گار تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی۔ کہ میرا رب ان کا دشمن تھا۔ اور وہ بھی جو ان کے سامنے ہلاک ہونے کا سبب بنے۔ نمبر ۲۔ وہ ہر چیز میں خطا کرنے والے تھے۔ اپنے دشمن کی تربیت کرنا یہ ان کی کوئی پہلی غلطی نہ تھی۔

۹: وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرْتُ عَيْنِي لِيْ وَلَكَ (فرعون کی بیوی نے کہا یہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے)۔ روایت میں ہے۔ کہ جب انہوں نے صندوق اٹھالیا۔ تو اس کو کھولنے کی کوشش کی مگر نہ کھلا۔ پھر توڑنا چاہا اس سے بھی عاجز رہے۔ آسیہ قریب ہوئیں تو انہوں نے صندوق کے درمیان میں نور دیکھا۔ پس اس نے کھولنے کی کوشش کی تو صندوق کھل گیا۔ اچانک بچے کو دیکھا جس کی جبین نور سے ٹٹمارہی تھی۔ ان سب کو دیکھتے ہی اس سے محبت ہو گئی۔ فرعون کی ایک بیٹی برص زدہ تھی۔ اس نے اس بچے کے چہرے پر نگاہ ڈالی تو اس کا برص جاتا رہا۔ فرعون کی قوم کے بعض گمراہ لوگوں نے کہا یہی وہ بچہ ہے جس سے آپ کو

خطرہ تھا ہمیں اس کے قتل کی اجازت دیں۔ فرعون نے ارادہ کر لیا مگر آسیہ نے کہا قوت عین لی و لك۔ یہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ فرعون نے کہا تیرے لئے نہ کہ میرے لئے۔ حدیث الفتون جس کی تخریج نسائی نے کی ہے۔ یہ ہے اگر وہ کہتا جیسا آسیہ نے کہا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتے جیسا اس کو ملی۔ اور یہ بطور قرض کے فرمایا۔ اگر اس کے دل پر سخت دلی کی مہر نہ لگی ہوتی تو وہ اسی طرح کہتا جیسا کہ اس نے کہا اور وہ اسلام لے آتا جیسا وہ اسلام لائی۔

خَجُو: ہو مبتداً محذوف ہے اور قُرۃ اس کی خبر ہے۔ اور لی و لك یہ دونوں قرۃ کی صفتیں ہیں۔

لَا تَقْتُلُوْهُ (اس کو قتل مت کرو)۔ اس کو بادشاہوں کی طرح عزت سے خطاب کیا۔ نمبر ۲۔ گمراہوں کو مخاطب کر کے اس نے عَسَى اَنْ يَنْفَعَنَا کہا۔ اس لئے کہ اس میں برکات چھپی ہیں۔ نفع کی دلائیں موجود ہیں اور وہ چہرے پر نورانیت اور برصاء لڑکی کا درست ہونا ہے۔ اَوْ نَتَّخِذْهُ وَلَدًا (یا اس کو بیٹا بنالیں)۔ یا اس کو متبئی بنالیں یہ بادشاہوں کا متبئی بننے کے قابل ہے۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو احساس بھی نہ تھا)۔

خَجُو: نمبر ۱۔ آل فرعون ذوالحال اور یہ اس کا حال ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ فالتقطه آل فرعون ليكون لهم عدوا وحزنا وقالت امرأة فرعون كذا وهم لا يشعرون انهم على خطأ عظیم فى التقاطه ورجاء النفع منه و تبنيه۔ نمبر ۲۔ ان فرعون یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔ اور ان کے خطا کے مفہوم کی تاکید ہے۔ اس کلام کا نظم معانی و بیان والوں کے ہاں کتنا ہی خوب ہے۔

۱۰: وَاَصْبَحَ یہ صار کے معنی میں ہے۔ (ہو گیا)۔ فُوَادُ امُّ مُوسَى فِرْعَاوَنَ (موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل خالی)۔ جب اس کو فرعون کے ہاتھ میں پڑنے کی اطلاع ملی تو شدید گھبراہٹ سے ان کو کچھ سوچھ نہ رہی۔ (اکثر مفسرین نے فرمایا کہ ان کا دل موسیٰ کی محبت کے علاوہ ہر چیز سے خالی ہو گیا) (مترجم) اِنْ كَاذَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ (قریب تھا کہ وہ اس کو ظاہر کر دیتی)۔ خَجُو: ۱۰ کی ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ مراد اس کا معاملہ اور واقعہ کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

جب اس نے صندوق کے ساتھ امواج نیل کو کھیلتے دیکھا تو قریب تھا کہ وہ چیخ کر یہ کہہ ڈالے یا بناہ! (قول مقاتل)

قول دیگر:

جب فرعون کے صندوق پکڑ لینے کی اطلاع ملی تو اس کو اس میں قطعاً شک نہ رہا کہ وہ اس کو قتل کر ڈالے گا تو قریب تھا کہ وہ شفقتاً کہہ ڈالے۔ وابناہ۔ خَجُو: ان یہ مخففہ من المثلہ ہے۔ اى انها كادت۔ لَوْلَا اَنْ رَبَطْنَا عَلَى قَلْبِهَا (اگر ہم اس کے دل کو نہ تھامتے)۔ الربط على القلب: الہام صبر سے دل کو تقویت دینا۔ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے)۔ یعنی ہمارے وعدے کو سچا جاننے والوں میں سے بن جائے۔ اور وہ وعدہ انا را د وہ الیک ہے۔

لولا کا جواب محذوف ہے۔ اِی لَا بُدَّ تَهْ۔ ضرور ظاہر کر دیتی۔ نمبر ۲۔ اس کا دل غم سے خالی ہو گیا جب اس نے سنا کہ فرعون نے اس کو مہینتی بنالیا ہے۔ قریب تھا کہ خوشی میں ظاہر کر بیٹھیں کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ کیونکہ اس خبر کو سن کر اس کو اپنے اوپر خوشی سے اختیار نہ رہا اگر ہم اس کے دل کو مطمئن نہ کرتے اور دل کے اضطراب کو پرسکون نہ بناتے جس کی وجہ سے انتہائی خوشی پیش آئی تھی۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر پختہ یقین کرنے والے لوگوں میں سے ہو جائے نہ کہ فرعون کے مہینتی بنانے پر۔

یوسف بن حسین نے کہا: موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دو باتیں کہی گئیں۔ اور دونوں باتوں سے منع کیا گیا اور دو بشارتیں دی گئیں۔ مگر اس کو ان سے فائدہ نہ ہوا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کر کے ان کے دل کو مضبوط نہ کر دیا۔

۱۱: وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ (اور اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا)۔ اخت کا نام مریم تھا۔ قَصِیْہ (اس کے پیچھے پیچھے چلی جاؤ)۔ تو اس کے پیچھے چلی جاتا کہ تو اس کے حالات معلوم کر سکے۔ فَبَصُرَتْ بِہ (پس اس نے دور سے دیکھا)۔ عَنْ جُنُبٍ جب یہاں دور کے معنی میں ہے۔ نَحْجُو: یہ بہ کی ضمیر سے حال ہے۔ یا بصرت کی ضمیر سے۔ وَهَمْ لَا يَشْعُرُونَ (اور ان کو خبر تک نہ تھی)۔ کہ یہ اس کی بہن ہے۔

۱۲: وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ (اور ہم نے روک دیا موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں کو)۔ حر منا۔ ممانعت کے معنی میں ہے۔ تحریم شرعی مراد نہیں یعنی ہم نے ان کو روک دیا کہ وہ اپنی ماں کے پستان کے علاوہ دوسرے پستان قبول کر لے۔ وہ کسی مرضعہ کا پستان قبول نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے ہاں یہ بات اہمیت پکڑ گئی۔

المراضع جمع مرضع۔ دودھ پلانے والی عورت۔ نمبر ۲۔ مرضع کی جمع ہے یعنی موضع الرضاع یعنی پستان۔ نمبر ۳۔ دودھ پلانا۔

مِنْ قَبْلُ (مریم کے اس کے پیچھے جانے سے پہلے)۔ نمبر ۲۔ والدہ کی طرف لوٹانے سے پہلے۔ فَقَالَتْ (اس نے کہا)۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا جب کہ وہ مرضع کے درمیان فرعونی محل میں داخل ہو گئی اور موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ پستان قبول نہیں کر رہا۔ هَلْ أَذِلُّكُمْ (کیا میں تمہیں بتلاؤں)۔ تمہاری راہنمائی کروں۔ عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ (ایسے گھر والوں کے متعلق جو اس کی کفالت کریں گے)۔ ہ کی ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ لَكُمْ وَهَمْ لَهُ نَصْحُونَ (جو تمہارے لئے اس کی خیر خواہی کرتے رہیں)۔ النصح۔ فساد و بگاڑ کی ملاوٹ سے عمل کا اخلاص۔

روایت میں ہے:

کہ جب مریم نے کہا وہم لہ ناصحون۔ تو ہامان نے کہا۔ یہ اس بچے کو پہچانتی ہے۔ اور اس کے گھر والوں کو پہچانتی ہے۔ اس کو پکڑ لو تاکہ اس لڑکے کے متعلق اطلاع دے۔ لڑکی کہنے لگی میری مراد یہ ہے کہ وہ بادشاہ کے خیر خواہ ہیں۔ پس وہ اپنی والدہ کی طرف ان کے حکم سے گئی اور والدہ کو لے کر آگئی۔ اس وقت بچہ فرعون کے ہاتھوں میں تھا وہ اس کو شفقت سے بہلا رہا تھا۔ اور بچہ دودھ کے لئے رورہا تھا۔ جونہی اس کی خوشبو محسوس کی تو بچہ مانوس ہو گیا۔ اور اس کے پستان سے چمٹ گیا فرعون نے دایہ کو کہا۔ تو

اس کی کیا لگتی ہے؟ اس نے ہر عورت کے پستان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر تیرے دودھ کو۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا میں ایک پاکیزہ ہوا والی عورت ہوں۔ دودھ بھی پاکیزہ رکھتی ہوں ہر بچہ مجھے قبول کر لیتا ہے۔ اس نے بچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے سپرد کر دیا اور اس کا وظیفہ جاری کر دیا۔ وہ اس کو لے کر اپنے گھر آ پہنچیں۔ اللہ تعالیٰ نے واپسی لوٹانے والا وعدہ پورا فرمایا۔ اس وقت والدہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ پختہ یقین ہو گیا۔ کہ وہ عنقریب پیغمبر ہونگے۔ اور اس ارشاد میں یہی فرمایا۔

۱۳: فَرَدَّ ذُنْهُ إِلَىٰ امِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا (پس ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں کی طرف لوٹایا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو)۔ اس کے ساتھ ٹھہرنے سے۔ وَلَا تَحْزَنْ (اور وہ اس کی جدائی سے غم زدہ نہ ہو)۔ وَلَتَعْلَمَنَّ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ (اور تاکہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے)۔ یعنی تاکہ اس کو مشاہدہ سے علم ہو جائے جیسا اطلاع سے علم ہوا۔

مَحْجُو: وَلَا تَحْزَنْ کا عطف تَقَرَّ پر ہے اور ان کی ماں کے لئے وہ دینا رحال ہو گیا جس کو وہ ہر روز لیتی تھیں جیسا کہ سدی نے فرمایا کیونکہ وہ حربی کا مال تھا نہ یہ کہ وہ ان کے دودھ پلانے کی اجرت تھی۔

وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی)۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے تحت داخل ہے۔ یعنی اور تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی کہ وہ سچا ہے پس وہ شک کرنے لگتے ہیں۔ یہ ارشاد اس پر تعریض کے مشابہ ہے جو گھبراہٹ اس پر طاری ہوئی جب اس نے موسیٰ کی خبر سنی۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤﴾

اور جب موسیٰ اپنی بھری جوانی کو پہنچے اور پوری طرح درست ہو گئے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور اچھا کام کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ ۖ

اور وہ ایسے وقت میں شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے لوگ غافل تھے سو اس میں دو مردوں کو پایا جو آپس لڑ رہے تھے،

هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي

ایک ان کی جماعت میں سے تھا اور ایک دشمن کی جماعت میں سے تھا۔ سو جو شخص ان کی جماعت میں سے تھا اس نے ان سے اس شخص کے مقابلہ میں مدد و طلب کی

مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ

جوان کے دشمنوں میں سے تھا۔ سو موسیٰ نے اس کو گھونسا مار دیا۔ سو اس کا کام تمام کر دیا۔ موسیٰ نے کہا یہ شیطانی حرکت ہے بلاشبہ وہ دشمن ہے

مُضِلٌّ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ

گمراہ کرنے والا ہے واضح طور پر، موسیٰ نے کہا اے میرے رب بلاشبہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ سو آپ میری مغفرت فرما دیجئے۔ سو اللہ نے ان کو بخش دیا۔ بلاشبہ وہ بخشنے والا ہے

الرَّحِيمُ ﴿١٦﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ﴿١٧﴾

مہربان ہے، موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں سب سے کہ آپ نے مجھ پر انعام فرمایا۔ سو میں ہرگز بھی مجرمین کی مدد کرنے والا نہیں بنوں گا۔

۱۴: وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ (جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا)۔ موسیٰ علیہ السلام طاقت کی انتہاء کو پہنچے اور تکمیل قوت عقلیہ ہو چکی۔ اشد۔ جمع شدہ کی ہے جیسا نِعْمَةٌ وَّ اَنْعَمَ۔ عند سبویہ۔ وَاِسْتَوَىٰ (اور درست ہو گئے)۔ اعتدال کو پہنچ گئے اور ان کا عقلی استحکام ہو چکا۔ یہ چالیس سال کی عمر ہے۔ روایت کیا جاتا ہے کہ ہر پینسیر کو چالیس سال کی انتہاء پر پینسیر بنایا گیا۔

آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا (اور ہم نے ان کو حکم و علم عنایت فرمایا)۔ حکم سے نبوت اور علم سے سمجھ یا مصالح دارین کا علم عنایت فرمایا۔ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (اور ہم اخلاص برتنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں)۔ جیسا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ہم مؤمنین کے ساتھ کرتے ہیں۔

قول زجاج مبدی:

اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت کو احسان پر بدلہ قرار دیا۔ کیونکہ یہ دونوں جنت کا ذریعہ ہیں۔ جو کہ محسنین کی جزاء ہے۔

العالم الحکیم سے وہ شخص مراد ہے جو اپنے علم پر عمل کر لے۔ کیونکہ ارشاد الہی ہے وَلِبَنسَ مَاشَرُوا بِهِ اَنْفُسَهُمْ

لو کانوا یعلمون۔ البقرہ۔ ۱۰۲۔ علم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان کو جاہل قرار دیا گیا۔

۱۵: وَذَخَلَ الْمَدِينَةَ وَه (مصر کے) شہر میں داخل ہوئے۔ عَلٰی حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا (جبکہ شہر والے بے خبر تھے)۔ نَحْوُ: یہ فاعل سے حال ہے۔ یعنی چھپ کر مغرب و عشاء کے درمیان یا قیلولہ کے وقت جبکہ نصف النہار کا وقت تھا۔ ایک قول یہ ہے۔ جب آپ جو ان ہوئے اور عقل پختہ ہوئی تو حق کی بات کہنے لگے اور غلط باتوں پر نکیر کرنے لگے۔ فرعونیوں نے ان کو ڈرایا۔ پس آپ شہر میں مخفی طور پر داخل ہوئے۔ فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَنِ هٰذَا مِنْ شِيعَةِ (پس اس میں دو آدمی پائے جو باہمی لڑ رہے تھے ایک ان کے گروہ کا تھا)۔ ان میں سے تھا جو بنی اسرائیل میں سے دین میں آپ کے ساتھ چلنے والے تھے۔ ایک قول: یہ سامری تھا۔

وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ (اور یہ اس کے دشمن میں سے) ان کے مخالفین اقباط میں سے۔ اس کا نام فاتون تھا۔ ان کے متعلق ہذا ہذا کہا گیا اگرچہ وہ غائب تھے۔ یہ علی سبیل الحکایت ہے۔ یعنی جب کوئی دیکھنے والا دیکھے تو کہے گا یہ اس کے گروہ میں سے ہے اور یہ اس کے دشمن گروہ سے۔ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيعَتِهِ عَلٰی الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسٰی (اس شخص نے جو موسیٰ علیہ السلام کے گروہ میں سے تھے مدد طلب کی اس کے خلاف جو آپ کے دشمنوں میں سے تھا)۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکہ مارا یا تھپڑ مارا۔ استغاثہ۔ مدد طلب کرنے کو کہتے ہیں۔ فَقَضٰی عَلَيْهِ (اس کا کام تمام ہو گیا)۔ وہ مر گیا۔ قَالَ هٰذَا (اس نے کہا) یہ۔ ہذا سے بلا قصد ہونے والے قتل کی طرف اشارہ کیا۔ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ (یہ شیطانی عمل ہے)۔ قتل کافر کو شیطان کا عمل قرار دیا اور اس کو اپنے نفس کے لئے ظلم قرار دیا اور اس سے استغفار کیا۔ کیونکہ آپ ان میں مستأمن تھے اور کافر حربی کا قتل جائز نہیں۔ نمبر ۲۔ اجازت قتل سے پہلے آپ نے اس کو قتل کر دیا۔

قول ابن جریج رحمہ اللہ:

امر کے بغیر کسی پیغمبر کو قتل کرنا جائز نہیں۔ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ (وہ کھلا غلطی میں ڈالنے والا دشمن ہے)۔ اس کی دشمنی ظاہر و باہر ہے۔

۱۶: قَالَ رَبِّ (موسیٰ نے کہا اے میرے رب)۔ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ (بے شک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا) ایسے فعل سے جو قتل پر منتج ہوا۔ فَاغْفِرْ لِّیْ (پس تو میری لغزش معاف فرما)۔ فَاغْفِرْ لَہٗ (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا)۔ اس کی لغزش کو۔ اِنَّہٗ هُوَ الْغٰفُوْرُ (بیشک وہ بخشنے والا ہے)۔ لغزشوں کا ازالہ کر کے۔ الرَّحِیْمُ (رحیم ہے) شرمندگی کا ازالہ فرما کر۔

۱۷: قَالَ رَبِّ بِمَا اَنْعَمْتَ عَلٰی فَلَئِنْ اُكُوْنُ ظٰهِیْرًا (کہا اے میرے رب اس لئے کہ آپ نے مجھ پر انعام فرمایا میں ہرگز پشت پناہ نہ بنوں گا)۔ ظہیر۔ معاون۔ لِلْمُجْرِمِیْنَ (مجرمین کے لئے)۔ کفار کے لئے بما انعمت علی۔ یہ قسم ہے۔ اس کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ میں تیرے انعام مغفرت کی قسم اٹھاتا ہوں میں تو بہ کرتا ہوں پس میں ہرگز کافروں کا پشت پناہ نہ ہوں گا۔ نمبر ۲۔ طلب مہربانی ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ اے میرے رب تو میری حفاظت فرما اس مغفرت والے

فَاصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِحُهُ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ

پھر اگلے دن شہر میں موسیٰ کوئی خوف کی حالت میں کہ اچانک وہی شخص جس نے کل گزشتہ میں ان سے مدد طلب کی تھی پھر ان سے مدد طلب کر رہا ہے موسیٰ نے کہا

إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ۱۸ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَهُمَا قَالَ

بلاشبہ تو تو صریح گمراہ ہے پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو پکڑیں جو ان دونوں کا دشمن تھا تو وہ اسرائیلی شخص بول اٹھا کہ

يُمُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَنِي بِالْأَمْسِ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ

اے موسیٰ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے قتل کر دو جیسا کہ کل تم نے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ بس تم یہی چاہتے ہو کہ زمین میں اپنا زور

جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمَصْلِحِينَ ۱۹ وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا

بھلاتے رہو اور اصلاح کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتے اور ایک شخص شہر کے دور والے کنارے سے

الْمَدِيْنَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يُمُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ

دور تھا ہوا آیا کہنے لگا کہ اے موسیٰ بلاشبہ بات یہ ہے کہ اہل دربار آپ کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں۔ لہذا آپ نکل جائیے بلاشبہ میں

مِنَ النَّاصِحِينَ ۲۰ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۲۱

آپ کی بھلائی چاہنے والوں میں سے ہوں سو وہاں سے ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے نکل گئے۔ کہنے لگے کہ اے میرے خدا درگاہ مجھے ظالم قوم سے نجات دیجئے۔

انعام کے حق سے جو آپ نے مجھ پر فرمایا۔ اگر آپ نے میری حفاظت فرمائی تو میں ہرگز مجرموں کا معاون نہ بنوں گا۔ مجرمین کی پشت پناہی سے مراد فرعون کے ساتھ رہنا اور تمام کے ساتھ انتظام کرنا اور اس کی جماعت میں اضافہ کرنا۔ اس طرح کہ اس کے سواروں کے ساتھ اس طرح سوار ہوتے جیسے بیٹا والد کے ساتھ ہوتا ہے۔

۱۸: فَاصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَائِفًا (آپ نے شہر میں خوف کی حالت میں صبح کی)۔ اپنے متعلق قتل قبلی کے سلسلہ میں خوف زدہ تھے کہ ان کو پکڑ لیا جائے۔ يَتَرَقَّبُ (انتظار کرتے)۔ نَحْجُو: یہ حال ہے۔ ناپسند چیز کی توقع کرتے اور وہ اندیشہ انتقام تھا۔ یا نمبر ۲۔ اطلاع قتل نمبر ۳۔ جو کچھ اس کے بارے میں کہا جا رہا تھا۔

قول ابن عطاء رحمہ اللہ:

اپنے نفس کے متعلق خطرہ تھا اپنے رب کی مدد کے منتظر تھے۔

مَسْتَلَّة: اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے ڈرنے میں حرج نہیں۔ بخلاف ان لوگوں کے جو اس کو درست قرار نہیں دیتے۔ فَإِذَا الَّذِي (اچانک وہ شخص جس نے)۔ نَحْجُو: اذا مفاجات کے لئے ہے اور اس کا مابعد مبتدأ ہے۔ اسْتَنْصَرَهُ



وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ۚ وَلَمَّا وَرَدَ

اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف توجہ کی تو یوں کہا کہ امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا راستہ چلا دے گا۔ اور جب مدین کے پانی پر

مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ۚ وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا امْرَأَتَيْنِ

پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو پانی پلا رہے تھے اور وہاں دو عورتوں کو دیکھا

تَذَوِّدَيْنِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ

جوان لوگوں سے روک رہی تھیں موسیٰ نے پوچھا تم دونوں کا کیا حال ہے؟ وہ دونوں کہنے لگیں کہ ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتے جب تک کہ چراگے واپس نہ لے جائیں اور ہمارے والد

كَبِيرٌ ۚ فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ

بہت بڑھ رہے ہیں، سو موسیٰ نے ان کے لئے پانی پلا دیا، پھر سایہ کی طرف ہٹ گئے، پھر یوں کہا کہ اے میرے رب آپ جو کچھ خیر میرے لئے نازل فرمائیں میں

فَقِيرٌ ۚ فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَىٰ اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ

اس کا محتاج ہوں، سو ان دو عورتوں میں سے ایک عورت موسیٰ کے پاس آئی جو چلتے ہوئے شرماتی تھی اس نے کہا کہ بلاشبہ میرے والد تم کو بلارہے ہیں تاکہ تمہیں

أَجْرًا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ

اس کا صلہ دیں جو تم نے ہمارے لئے پانی پلایا، پس جب موسیٰ انکے پاس آئے اور انکو واقعات سنائے تو انہوں نے کہا کہ خوف نہ کرو تم ظالم قوم سے

الظَّالِمِينَ ۚ قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَأْتِي اسْتَأْجِرُهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ

نجات پاگئے ہو، ان دونوں عورتوں میں سے ایک کہنے لگی کہ ہاں آپ اس شخص کو مزدوری پر رکھ لیجئے بیشک جس کی کو آپ مزدوری پر رکھیں ان میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قوی ہو

الْأَمِينُ ۚ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَتَزَوَّجَ مِنْ ابْنَتَيْ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَنِي

امانت دار ہو، شیخ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم سے اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کا نکاح کروں اس شرط پر کہ تم میرے پاس آٹھ سال نوکری کے طور پر

حَجَجٌ فَإِنْ أَتَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ۖ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ

عمل کرو۔ سو اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے ہوگا اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تم پر مشقت ڈالوں، انشاء اللہ تم مجھے

اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۚ قَالَ ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ

صالحین میں سے پاؤ گئے موسیٰ نے کہا یہ معاملہ ہے میرے اور آپ کے درمیان، میں دونوں مدتوں میں سے جوئی مدت پوری کروں تو مجھ پر کوئی

عَلَىٰ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۚ

زیادتی نہ ہوگی اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس پر وکیل ہے۔

۲۲: وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ (جب وہ مدین کی جانب چل دیئے)۔ تِلْقَاءَ۔ (جانب)۔ التوجه۔ (کسی چیز کی طرف پورے متوجہ ہونا)۔ مدین۔ یہ شعیب علیہ السلام کا شہر ہے۔ اس کا نام مدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا۔ یہ علاقہ سلطنت فرعون میں نہ تھا۔ اس کا مصر سے آٹھ دن رات کا پیدل سفر تھا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

موسیٰ علیہ السلام نکلے مگر ان کو راستہ کا علم نہیں تھا۔ فقط اپنے رب پر حسن ظن تھا۔ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي اَنْ يَّهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ (کہا امید ہے کہ میرا رب میری راہنمائی سیدھے راستہ کی طرف فرما دے گا)۔ سواء: وسط اور بڑے راستہ کو کہا جاتا ہے پس ایک فرشتہ آیا اور ان کو مدین لے گیا۔

۲۳: وَلَمَّا وَرَدَ (جب آپ پہنچے)۔ مَاءَ مَدْيَنَ (مدین کے پانی پر)۔ جس سے لوگ جانوروں کو پلاتے تھے۔ یہ کنواں تھا۔ وَجَدَ عَلَيْهِ (اس کنوئیں کے ایک جانب پایا)۔ اُمَّةً (بڑی جماعت کو) مِنْ النَّاسِ (مختلف انسانوں کی)۔ يَسْقُونَ (وہ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے)۔ وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ (اور آپ نے پایا ان سے نچلی جانب)۔ اَمْرَاتَيْنِ تَذُودُنِ (دو عورتیں وہ روکنے والی تھیں اپنی بکریوں کو پانی سے)۔ کیونکہ پانی پر ان سے قوی تر لوگ قابض تھے۔ وہ پلانے کی طاقت نہ رکھتی تھیں۔ نمبر ۲۔ یا اس لئے کہ ان کی بکریاں دوسروں میں نہ مل جائیں۔ الذود دور کرنا۔ ہانکنا۔ قَالَ مَا خَطْبُكُمْ؟ (آپ نے فرمایا تمہارا کیا معاملہ ہے)۔ یہ حقیقت میں اس طرح ہے ما مخطوبکم؟ تمہارا ان بکریوں کو روکے رکھنے کا کیا مقصد ہے؟ آپ نے مخطوب کو خطب سے تعبیر فرمایا۔ قَالَتَا لَا نَسْقِي (دونوں نے کہا ہم اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلاتی ہیں)۔ حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ (یہاں تک کہ چرواہے لوٹا لے جائیں اپنے مویشیوں کو)۔

قراءت: يُصْدِرُ۔ شامی، یزید ابو عمرو کی قراءت میں ہے۔ معنی یہ ہے: لوٹ جائیں۔ الرعاء جمع راع کی ہے۔ جیسا قائم کی جمع قیام ہے۔ وَاَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ (اور ہمارا والد بہت بوڑھا ہے)۔ اور بکریوں کو پانی پلانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ کبیر سے مراد وہ اپنی حالت میں بڑا ہے یا عمر میں بڑا ہے۔ بکریوں کو چرانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پانی پلانے کی ذمہ داری سنبھالنے کا عذر واضح کر دیا۔

۲۴: فَسَقَىٰ لَهُمَا (پس آپ نے ان کو پلا دیا)۔ ان کی بکریوں کو ان کی خاطر نیکی میں رغبت کرتے ہوئے اور مظلوم کی مدد کرتے ہوئے پانی پلا دیا۔

روایت میں ہے:

آپ نے لوگوں کو کنوئیں سے ہٹایا۔ اور ان سے ڈول لیا۔ انہوں نے ڈول دے دیا۔ اور کہنے لگے اس سے پانی پلاؤ۔ اس ڈول کو چالیس آدمی کھینچتے تھے۔ آپ نے اس ڈول سے پانی نکالا۔ اور اس کو حوض میں ڈال کر برکت کی دعا فرمائی۔

ترکِ مفعول:

یسقون اور تذودان اور لا نسقی اور فسقی میں مفعول کو ترک کر دیا گیا۔ کیونکہ اصل مقصد فعل ہے۔ مفعول نہیں۔ ذرا غور تو کریں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان پر رحم آیا۔ کیونکہ وہ بکریوں کو روکے کھڑی تھیں۔ اور لوگ پلا رہے تھے اور ان پر رحم نہ کھا رہے تھے۔ کیونکہ ان کی روکی ہوئی بکریاں ہوں گی اور پانی والے اونٹ۔ اسی طرح لا نسقی اور فسقی میں مقصود سقی ہے۔ پلانے والا نہیں اور ان کے جواب کی مطابقت کی وجہ موسیٰ علیہ السلام کا سوال تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے روکنے کا سبب دریافت کیا۔ تو دونوں نے عرض کیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہم عورتیں ہیں۔ جو کہ کمزور اور ضعیف ہیں۔ مردوں سے مزاحمت کی طاقت نہیں۔ اور اختلاط سے حیاء مانع ہے۔ اس لئے ہمارے حق میں ان کی فراغت تک تاخیر کرنا ضروری ہو گیا۔

شعیب علیہ السلام کا عمل:

شعیب علیہ السلام کا اپنی بیٹیوں کے حق میں جانوروں کے چرانے اور پانی پلانے کا کام سپرد کرنا فی نفسہ جائز ہے۔ دین اس کا انکار نہیں کرتا۔ البتہ مروت اور لوگوں کی عادات اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔ عرب کے حالات اس میں اہل عجم سے مختلف ہیں۔ شہری لوگوں کا راستہ اس میں دیہاتیوں سے جدا جدا ہے۔ خصوصاً جبکہ ضرورت ہو جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو۔ ثُمَّ تَوَلَّى إِلَى الظِّلِّ (پھر وہ سایے کی طرف لوٹ گئے)۔ کیکر کے درخت کا سایہ۔

مَنْبِتْلَهُ: دنیا میں استراحت کا جواز اس سے نکلتا ہے۔ اگرچہ شدت پسند صوفیوں کا مذہب اس کے خلاف ہے۔ جب آزمائش طویل ہو جائے تو مولیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرنا نقص نہیں۔

فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لَمَّا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ (کہا اے میرے رب جو کچھ آپ نعمت مجھے بھیج دیں بیشک میں اس کا)۔ خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔ موٹی ہو یا چھوٹی۔ فَقِيرٌ (محتاج ہوں)۔ فقیر لام سے متعدی بنایا گیا۔ کیونکہ یہ سائل و طالب کے معنی کو متضمن ہے۔

ایک قول یہ ہے:

انہوں نے سات روز سے کھانا چکھا تک نہیں تھا۔ آپ کی پشت سے پیٹ جا لگا تھا۔

ایک احتمال:

یہ ہے کہ یہ مراد لی جائے انی فقیر من الدنيا لاجل ما انزلت الی من خیر الدارين وهو النجاة میں دنیا میں محتاج ہوں اس لئے کہ آپ نے میری طرف دونوں جہان کی خیر یعنی نجات اتاری ہے۔ کیونکہ فرعون کے پاس رہتے ہوئے دولت و بادشاہت والے تھے۔ یہ بات آپ نے اللہ تعالیٰ کے روشن عدل پر خوش ہو کر شکریہ میں کہی۔ قول ابن عطاء: عبودیت کی نگاہ سے ربوبیت کو دیکھا اسی لئے محتاجی کی زبان سے بات کی اس لئے کہ اپنے اندروں انوار پائے۔

۲۵: فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي (پس ان میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی جو شرمائی

ہوئی تھی)۔ يَدْْعُوْكَ لِیَجْزِیْكَ اَجْرَ مَا سَقِیْتَ لَنَا (چلتی تھی اور کہنے لگی کہ میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ کو اس کا صلہ دیں جو آپ نے ہماری خاطر پانی پلایا ہے)۔ یَحْجُوْ: علی استحیاء یہ حال ہے تمشی کی ضمیر سے اے مستحیہ۔ یہ آیت اس عورت کے کمال ایمان کی دلیل ہے اور عفت و حیا کی گواہی ہے۔ کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو مہمانی کی دعوت دے رہی تھی آیا وہ یہ نہ جانتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس کو قبول کریں گے یا کہ نہیں۔ پس وہ ان کے پاس حیاء کے ساتھ اپنے کرتے کی آستین کو اوڑھنی بنائے ہوئے حاضر ہوئی۔

یَحْجُوْ: ماسقیت میں ما مصدر یہ ہے۔ ای جزاء سقیك۔ روایت میں ہے کہ جب وہ لوگوں سے پہلے اپنے والد کی طرف لوٹ کر گئیں اور ان کی بکریاں دودھ سے بھری تھیں۔ والد نے ان سے سوال کیا۔ آج تم جلد کیوں لوٹ آئیں۔ دونوں نے جواب دیا۔ ہم نے آج ایک نیک آدمی پایا جس نے ہم پر رحم کھا کر ہماری بکریوں کو پانی پلادیا۔ والد نے ان میں سے ایک سے کہا تم جا کر اس آدمی کو بلا لاؤ۔ وہ آئیں۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے چلے۔ ہوانے کپڑے کو اس کے جسم سے چمٹا دیا جس سے اس کے جسم کے کچھ حصہ کی کیفیت ظاہر ہوئی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا۔ تم میرے پیچھے چلو اور راستہ بتلاتی جاؤ۔ فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ (جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچ گئے اور اپنے واقعہ کو بیان کیا)۔ اپنا واقعہ اور فرعون کے ساتھ گزرنے والے حالات۔ القصص مصدر ہے۔ مقصوص کو قصہ کہا۔ قَالَ (اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا)۔ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ (تم ڈرو نہیں ظالم قوم سے تم نے نجات پالی ہے)۔ کیونکہ اس سرزمین میں فرعون کی حکومت نہیں۔

مسائل: نمبر ۱۔ اس میں دلیل ہے کہ خبر واحد پر عمل جائز ہے۔ اگرچہ خبر دینے والا غلام و عورت ہی کیوں نہ ہو۔ نمبر ۲۔ اس احتیاط و پاکبازی کے ساتھ احببہ کے ساتھ چلنا درست ہے۔ نمبر ۳۔ نیکی و احسان پر اجر و مزدوری لینے میں بعض نے ضرورت کے وقت جواز نقل کیا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت ضرورت تھی۔ نمبر ۴۔ اس کے باوجود مردی ہے کہ جب اس عورت نے کہا۔ لیجزیک تو آپ نے ناپسند کیا۔ مگر اس کی بات کو قبول کر لیا تاکہ اس کا مقصد آمد فوت نہ ہو۔ کیونکہ ایک عورت تھی۔ جب شعیب علیہ السلام نے کھانا رکھا تو آپ نے ہاتھ ہٹا لیا۔ شعیب علیہ السلام نے دریافت کیا۔ کیا تمہیں بھوک نہیں؟ آپ نے کہا کیوں نہیں! لیکن مجھے خطرہ ہے کہ یہ پانی پلانے کا بدلہ نہ بن جائے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب دیا۔ ہم لوگ اپنے دین کو دنیا کے بدلے فروخت نہیں کرتے اور نہ ہی نیکی پر قیمت وصول کرتے ہیں۔ یہ کھانے کی خدمت تو ہماری ہر آنے والے مہمان کے ساتھ ہے۔

۳۶: قَالَتْ اِحْدُهُمَا یَاْبَتِ اسْتَاْجِرْهُ (ان میں سے ایک نے کہا اے اباجی! اس کو اجیر بنا لیں)۔ اس کو بکریاں چرانے والا مزدور بنا لیں۔ اِنَّ خَیْرَ مَنْ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ (ان میں سے بہتر جس کو آپ مزدور بنا لیں جو امانت دار اور طاقتور ہو)۔ شعیب علیہ السلام نے کہا تمہیں اس کی امانت و قوت کا کیسے علم ہوا۔ اس نے ڈول والا واقعہ ذکر کر دیا اور پیچھے چلنے کا حکم دینے والے واقعہ کا۔

تکۃ: استأجرت ماضی کے لفظ سے لائے۔ تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ اس کی امانت وقوت دونوں قطعی چیزیں ہیں۔ اور لڑکی کا مقولہ ان خیر من استأجرت القوی الامین۔ یہ جامع کلام ہے۔ اس میں اس نے بتلادیا کہ جب اس ذمہ دار میں یہ دو خصلتیں جمع ہو جائیں۔ تو آپ کا دل خدشات سے خالی ہو جائے گا اور مقصود بھی حاصل ہو جائے گا۔

ایک قول:

القوی سے قوی فی الدین مراد ہے۔ الامین۔ امین ہمسائیگی میں۔ اس مثل کے قائم مقام کلام نے اس قسم کی باتوں سے بے نیاز کر دیا۔ استأجره لقوته و امانته۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

لوگوں میں فراست والے تین آدمی گزرے ہیں۔ نمبر ۱۔ شعیب علیہ السلام کی لڑکی جس نے یہ کہا۔ نمبر ۲۔ یوسف علیہ السلام کا صاحب جس نے عسی ان یتفعنا (یوسف۔ ۲۱) کہا۔ نمبر ۳۔ ابو بکر صدیق جنہوں نے عمر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بنایا۔

۲۷: قَالَ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکَحَکَ اِحْدٰی ابْنَتَیْ هٰتَیْنِ (شعیب علیہ السلام نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے کر دوں)۔ اُنْکَحَکَ کا معنی شادی کرنا ہے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ان کے علاوہ بیٹیاں بھی تھیں۔ یہ ان کی طرف سے وعدہ ہے۔ یہ عقد نکاح نہیں تھا۔ اگر عقد ہوتا تو اس طرح کہتے ہیں۔ قَدْ اُنْکَحْتُکَ عَلٰی اَنْ تَاجُرَ نِیْ (اس شرط پر کہ تو آٹھ سال میری ملازمت کر لے)۔ تاجر یہ اجرتہ سے ماخوذ ہے جب کسی کے ہاں مزدوری کی جائے۔ ثُمَّ نِیْ حَجَجَ (آٹھ سال)۔ یہ تاجر کا ظرف ہے۔ الحجة۔ سال کو کہتے ہیں اس کی جمع حج ہے۔

مَسْتَلَّةٌ: بکریاں چرانے پر شادی بالا جماع جائز ہے۔ کیونکہ یہ شادی کو قائم کرنے والے معاملات کی قسم سے ہے۔ اس لئے اس پر اعتراض نہیں۔ بخلاف تزوج علی الخدمۃ کے۔ فَإِنْ اَتَمَمْتَ عَشْرًا (اگر تم نے پورے دس سال کام کیا)۔ فَمِنْ عِنْدِکَ (تو یہ تیری جانب سے ہے)۔ یعنی یہ تیری مہربانی ہے۔ تم پر لازم نہیں یا اس کی تکمیل تیری طرف سے ہے۔ میں اس میں تم پر کوئی حتمی بات لازم نہیں کرتا۔ لیکن اگر تم کر دو تو یہ تمہاری طرف سے مہربانی اور تبرع شمار ہوگا۔ وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْکَ (اور میں تم پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا)۔ کہ دونوں مدتوں میں سے کامل ترین مدت ضرورت تم پوری کرو۔ اَشُقَّ علیہ کی حقیقت یہ ہے شققت علیہ و شق علیہ الامر۔ جبکہ وہ معاملہ گراں گزرے اور تمہارا گمان دو حصوں میں بٹ جائے۔ کبھی تم کہو کہ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور کبھی کہے میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (منقریب تم مجھے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا نیکوں میں سے پاؤ گے)۔ جو حسن معاملہ سے پیش آتے ہیں۔

شرط وعدہ:

ان شاء اللہ کے ساتھ اپنے وعدے کو مشروط کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق و معونت پر اعتماد اور بھروسہ ثابت ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو کوئی کام ہو سکتا ہے اور اگر نہ چاہے تو نہیں ہو سکتا۔

۲۸: قَالَ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا)۔ ذٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ (یہ میرے اور تیرے درمیان ہے)۔ نَحْوُ: ذٰلِكَ مَبْتَدَأُ اور بَيْنِي وَبَيْنَكَ خبر ہے۔ مراد یہ ہے جو تم نے کہا اور مجھ سے معاہدہ کیا اور اس پر شرائط مقرر کیں۔ وہ ہمارے درمیان طے ہو گیا۔ ہم میں سے کوئی اس سے نہ نکلے۔ نہ ہی میں ان شرائط کی خلاف ورزی کروں اور نہ آپ اپنی مقرر کردہ شرائط سے پھریں پھر کہا۔ اَيْمًا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ (دونوں میں سے جو مدت میں پوری کر دوں)۔ ان دونوں مدتوں میں سے۔ آٹھ ہوں یا دس۔ نَحْوُ: قَضَيْتُ کی وجہ سے ای منصوب ہے اور مانتا کید کے لئے زائد ہے۔ کیونکہ ای مبہم ہے۔ یہ ماحشرط کا معنی دے رہا ہے اور اس کا جواب فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ہے۔ یعنی اس پر اضافہ کرنے میں مجھ پر تعدی نہ کی جائے گی۔

قول مبرر علیہ:

موسیٰؑ نے معلوم کر لیا کہ تکمیل میں اگرچہ مجھ پر زیادتی نہ ہوگی۔ لیکن انہوں نے دونوں مدتوں کو جمع کر دیا تا کہ قلیل مدت وفا میں طے شدہ سمجھی جائے۔ اور جس طرح دس سال کی کامل مدت پر اضافہ ادھر سے عدوان بنتا تھا اسی طرح اقل مدت میں اور قلت کا مطالبہ تعدی تھی۔ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُولُ وَكِيلٌ (اور اللہ تعالیٰ اس پر جو ہم کہتے ہیں نگہبان ہیں)۔ وکیل کو وکل الیہ الامر جن کو معاملہ سپرد کیا جائے سے لیا گیا۔ اور علیٰ سے یہاں اس کو متعدی لایا گیا۔ کیونکہ یہاں یہ گواہ اور نگران کے معنی میں آیا ہے۔ روایت میں ہے کہ شعیب علیہ السلام کے پاس انبیاء علیہم السلام کی ایک لاٹھی چلتی آرہی تھی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو رات کے وقت کہا اس کمرے میں داخل ہو کر ان لاٹھیوں میں سے ایک لے لو۔ آپ نے وہ لاٹھی لے لی جس کو لے کر آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تھے۔ اور انبیاء علیہم السلام اس کے وارث چلے آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ شعیب علیہ السلام تک پہنچی۔ موسیٰ علیہ السلام جو لاٹھی اٹھا کر لائے شعیب علیہ السلام نے اس کو چھو تو باوجود تابینا ہونے کے وہ پہچان گئے۔ آپ نے فرمایا اور کوئی لاؤ۔ اسی طرح سات مرتبہ ہوا۔ یہی لاٹھی سات مرتبہ ان کے ہاتھ میں آئی۔ پس شعیب علیہ السلام نے جان لیا کہ اس کو عظیم الشان مرتبہ ملنے والا ہے۔ جب صبح ہوئی تو شعیب علیہ السلام نے کہا۔ جب تم چلتے چلتے چوراہے پر پہنچو تو دائیں جانب کے گھاس کو مت چرواؤ اگرچہ وہاں گھاس زیادہ ہے مگر وہاں سانپ ہے جس سے میں تمہارے اور بکریوں کے متعلق خطرہ محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے بکریوں کو لیا۔ مگر ان کو دائیں جانب سے نہ روک سکے۔ ان کے پیچھے چلتے گئے۔ اچانک اس جگہ عمدہ گھاس اور کھیت تھے جن جیسے کہیں نظر نہ پڑتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام سو گئے۔ تو سانپ کی آواز سنائی دی۔ لاٹھی نے اس سانپ کا مقابلہ کر کے اس کو ہلاک کر دیا۔ اور خون آلود موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آ گئی۔ جب موسیٰ علیہ السلام لکڑی کو خون سے آلودہ اور آواز کو بند پایا تو راحت محسوس کی۔ جب شعیب علیہ السلام کی طرف لوٹے تو بکریوں کے پیٹ بھرے تھے اور ان کے پستانوں سے دودھ اُدر رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کی اطلاع دی وہ بڑے خوش ہوئے ان کو معلوم ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور لاٹھی کو ایک عجیب شان حاصل ہے۔ پھر فرمایا۔ میں نے اپنی بکریوں کے بچوں میں سے جو ابلق پیدا ہو وہ دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب میں اشارہ ہوا کہ اپنی لاٹھی کو بکریوں کے پانی پینے کی جگہ میں مار دو انہوں نے ایسا کر دیا۔ جس بکری نے وہ پانی پیا اس نے ابلق بچہ جنا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی شرط کو پورا کر دیا۔

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ

پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے اہل کو لیکر روانہ ہوئے تو طور کی جانب سے آگ کو محسوس کیا۔ اپنے اہل سے کہا

امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ

کہ تم ٹھہر جاؤ بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ امید ہے کہ میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر لے آؤں یا آگ کا انکارہ لے آؤں تاکہ تم

تَصْطَلُونَّ ۚ فَلَمَّا آتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ

تاپ لو۔ سو جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو اس میدان کی داہنی جانب سے اس مبارک مقام میں ایک

مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يُمُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۚ ۛ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۚ

درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں رب العالمین ہوں اور یہ کہ تم اپنی لٹھی کو ڈال دو

فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدَبِّرًا لَّا يَعْقِبُ ۚ يُمُوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۚ

سو جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اس طرح حرکت کر رہی ہے کہ گویا وہ سانپ ہے تو پشت پھیر کر پلٹ گئے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اے موسیٰ آگے آؤ اور مت ڈرو

إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ ۚ ۛ أَسْلُكَ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ بَيْضًا مِنْ غَيْرِ

بیشک تم امن والوں میں سے ہو، اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کرو وہ بغیر کسی مرض کے سفید ہو کر

سَوْءٍ زَوَّضْمُ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذُنُوكَ بُرْهَانٍ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ

لکھے گا، اور اپنے ہاتھ کو بوجہ خوف کے اپنے بازو سے ملا لو۔ سو تمہارے رب کی طرف سے یہ دو دلیل ہیں۔ فرعون

فِرْعَوْنُ وَمَلَأِيهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ۚ ۛ قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ

اور اسکے سرداروں کی طرف، بلاشبہ وہ نافرمان لوگ ہیں موسیٰ نے کہا اے رب بیشک میں نے ان میں سے ایک جان کو قتل

نَفْسًا فَآخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۚ ۛ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسَلْهُ

کر دیا تھا سو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں اور میرے بھائی ہارون زبان کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ فصیح ہیں سو آپ انکو

مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي ۚ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ۚ ۛ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ

میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج دیجئے وہ میری تصدیق کریں گے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں۔ فرمایا ہم عنقریب تمہارا بازو تہاڑے بھائی کے ذریعہ

بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۚ بِآيَاتِنَا ۚ أَنْتُمَا

مضبوط کر دیں گے تم دونوں کو ایک خاص شوکت عطا کریں گے۔ جس سے وہ لوگ تم دونوں تک نہ پہنچ سکیں گے تم دونوں ہمارے معجزے لیکر جاؤ تم دونوں

وَمِنْ آتِبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ ۚ ۛ

اور جو تمہارا اتباع کریگا، غالب رہو گے۔

۲۹: فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ (جب موسیٰ علیہ السلام نے مدت کو پورا کیا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نے مدت کامل ترین پوری کی اور شادی ان دونوں میں سے چھوٹی سے کی۔ (یہ پیشی کی روایت ہے) مگر یہ گزشتہ روایت کے خلاف ہے۔ وَ سَارَ بِأَهْلِهِ (آپ اپنے گھر والوں کو لے کر چلے)۔ اہل سے مراد بیوی کو مصر کی طرف لے کر چلے۔

قول ابن عطاء عیسیٰ:

جب آپ نے مشقت کا زمانہ پورا کر لیا تو قرب کا زمانہ قریب آن لگا۔ انوار نبوت ظاہر ہونے لگے۔ اپنے گھر والوں کو لے کر مصر روانہ ہوئے تاکہ بیوی بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں میں شریک حال ہو۔ اَنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ (طور کی جانب آگ کو دیکھا۔ آپ نے اپنے گھر والوں کو کہا تم ٹھہرو میں آگ دیکھ رہا ہوں۔ شاید وہاں سے کوئی خبر لاؤں)۔ راستہ کے متعلق کیونکہ آپ راستہ بھول گئے تھے۔ أَوْ جَذُوعًا مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ (یا آگ کی جلتی لکڑی تاکہ تم تپ سکو۔ جب موسیٰ علیہ السلام آگ)۔ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ (پر پہنچے تو برکت والی وادی کے دائیں کنارے سے آواز دی گئی)۔ موسیٰ علیہ السلام کی نسبت دایاں۔ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ (مبارک بقعہ میں)۔ اس مقام میں شرف کلام بخشنے کے سبب۔ مِنَ الشَّجَرَةِ (درخت سے)۔ یہ درخت عناب یا عوج کا تھا۔ اَنْ يَّمُوسَى (کہ اے موسیٰ)۔ نَحْوَهُ: یہ ان مفسرہ ہے یا مخففہ من المثلہ ہے۔ اِنِّي اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (بلاشبہ میں ہی رب العالمین ہوں)۔

قول جعفر عیسیٰ:

انہوں نے آگ دیکھی جس نے ان کی انوار کی طرف راہنمائی کی اس لئے کہ انہوں نے نور کو نار کی شکل میں دیکھا۔ جب وہ اس کے قریب پہنچے تو ان کو انوار قدسیہ نے گھیرے میں لے لیا۔ اور موانست کی چادریں ان پر ڈال دی گئیں۔ انتہائی لطیف انداز سے ان کو خطاب کیا گیا۔ اور ان سے بہترین جواب دلایا گیا۔ پس اس طرح وہ اعلیٰ مرتبہ والے متکلم بن گئے۔ جو انہوں نے مانگا وہ مل گیا۔ خوف سے ان کو مطمئن کر دیا۔

قراءت: الجذوة۔ تینوں لغات سے پڑھا گیا ہے۔ عاصم نے فتح اور حمزہ وخلف نے ضمہ اور دیگر قراء نے کسرہ پڑھا ہے۔ اس موٹی لکڑی کو کہتے ہیں جس کے سرے پر خواہ آگ ہو یا نہ ہو۔

پہلا من اور دوسرا ابتدائے غایت کے لئے ہے۔ یعنی درخت کی جانب وادی کے کنارے سے ان کو آواز آئی۔ من الشجرة۔ یہ من شاطی الواد کا بدل الاشتمال ہے۔ کیونکہ درخت وادی کے کنارے پر اُگا ہوا تھا۔

۳۱: وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ (اور یہ کہ تم اپنی لاٹھی ڈال دو)۔ اور ان کو آواز دی گئی کہ اپنی لاٹھی ڈال دو انہوں نے ڈال دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو سانپ سے بدل دیا۔ فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَزُّ (جب موسیٰ علیہ السلام نے حرکت کرتے دیکھا)۔ تہتز کا معنی حرکت کرنا۔

كَانَهَا جَانًّا (گویا کہ وہ سانپ ہے)۔ دوڑنے میں چھوٹا سانپ اور جسامت میں بڑا سانپ۔ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ (پشت پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا)۔ لَمْ يُعَقِّبْ کا معنی نہ لوٹے۔ پس ان کو کہا گیا۔ يَمْوَسَّى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ (اے موسیٰ متوجہ ہو اور ڈرو نہیں بیشک تو امن والوں میں سے ہے)۔ یعنی تو اس سے امن میں ہے کہ سانپ کی طرف سے تجھے کوئی ناپسندیدہ چیز پیش آئے۔

۳۲: اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضًا (تم اپنا ہاتھ داخل کرو اپنے قمیص کے گریبان میں وہ سفید ہو کر نکلے گا کہ سورج کی طرح اس کی شعاعیں ہوں گی)۔ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ (بغیر کسی بیماری کے)۔ سوء سے مراد برص۔ وَاَضْمُمُ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ (اور خوف دور کرنے کے لئے تم اپنا بازو اپنی طرف ملا لینا)۔ قراءت: الرهب۔ حجازی و بصری قراء نے دونوں فتحوں کے ساتھ پڑھا اور حفص نے الرهب پڑھا۔ دیگر قراء نے الرهب پڑھا ہے۔ تمام کا معنی خوف ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ تم اپنا ہاتھ اپنے سینے کے ساتھ لگاؤ اس سے تمہارا خوف جاتا رہے گا۔ جو خوف سانپ کی وجہ سے ہوا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ہر ڈروالاجب اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لے تو اس کا خوف زائل ہو جاتا ہے۔

ایک قول:

ضم جناح کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے لائھی کو سانپ بنا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام گھبرائے اور اس کو ہاتھ سے دور کیا۔ جیسا کہ کسی چیز سے خوف زدہ اس کو ہٹاتا ہے۔ انہیں کہا گیا۔ تمہارا ہاتھ سے اس کو دور کرنے میں دشمنوں کے ہاں کمزوری خیال کی جائے گی۔ پس تم جب لائھی کو ڈال چکو اور یہ سانپ بن جائے۔ تو اپنا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے دباؤ بجائے اس کے کہ سانپ کو اس سے ہٹاؤ۔ پھر اس کو نکالو تو سفید ہو کر نکلے گا تا کہ تجھے اس سے بیک وقت دو چیزیں حاصل ہوں۔ نمبر ۱۔ جو چیز تمہاری کمزوری شمار ہو سکتی ہے اس سے بچت رہے گی اور ید بیضاء والا دوسرا معجزہ بھی ظاہر ہو جائے گا۔ الجناح سے مراد ید ہے۔ کیونکہ انسانی ہاتھ پرندے کے دو پروں کی طرح ہیں۔ جب دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں بازو کے نیچے داخل کر دیا تو گویا اس نے اپنا بازو اس سے ملا دیا۔

نمبر ۲۔ ضم جناحہ الیہ سے مراد مضبوطی اور عصا کے سانپ بننے کے وقت ضبط نفس ہے۔ تا کہ آپ مضطرب نہ ہوں اور نہ ڈریں۔ استعارۃً پرندے کے فعل سے تعبیر کیا۔ کیونکہ جب اسے خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ اپنے پروں کو پھیلاتا اور ڈھیلا کرتا ہے ورنہ اس کے پر تو ہر وقت اس کے ساتھ ملے ہوتے ہیں اور وہ پا پر کاب ہوتا ہے۔

مِنَ الرَّهْبِ کا مطلب خوف کی وجہ سے۔ یعنی جب تمہیں سانپ دیکھ کر خوف پہنچے تو اپنے بازو کو اپنے ساتھ ملا لو۔ ضم جناح کا جو حکم ان کو دیا گیا تھا اس کے لئے سبب و علت رہب کو قرار دیا گیا۔ اب وَاَضْمُمُ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ کا معنی اور اُسْلُكْ يَدَكَ

فی جیبک کا معنی ایک ہو جائے گا۔ لیکن دو عبارتوں سے تعبیر اغراض کے مختلف ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ کیونکہ ایک کی غرض ہاتھ کا سفید ہو کر نکلتا ہے۔ اور دوسرے میں غرض خوف کو ختم کرنا اور ہلکا کرنا ہے۔ اور اضمم یدک الی جناح کا معنی سورہ طہ میں یہ ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں کے نیچے داخل کرلو۔

قراءت: فَلَذٰلِكَ کا تثنیہ ہے تخفیف سے پڑھا گیا۔ مکی ابو عمرو نے تشدید سے پڑھا۔ اس صورت میں ذلک کا تثنیہ ہے۔ ایک نون دونوں میں سے لام محذوفہ کے بدلہ میں ہے۔ اور اس سے مراد ید بیضاء اور عصا ہے۔ بُرْهَانِ (یہ دو دلیلیں ہیں) یہ دو روشن دلیلیں ہیں حجت کو برہان روشن ہونے کی بناء پر کہا۔ جیسے کہتے ہیں۔ سفید عورت کو بُرْهَرَّةٌ۔ مِنْ رَبِّكَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاِیْہِ (تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا)۔ یہ دو نشانات دیکر اِنھُمْ گمانُوا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ (بلاشبہ وہ فاسق قوم تھے)۔ فاسق سے کافر مراد ہے۔

۳۳: قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْہُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ (کہا اے میرے رب! بیشک میں نے ان میں سے ایک جان کو قتل کیا۔) اَنْ یَّقْتُلُوْا (پس مجھے خطرہ ہے کہ وہ اس کی وجہ سے مجھے قتل کر دیں گے)۔ قراءت: یعقوب نے یاء سے پڑھا ہے۔

۳۴: وَاٰخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنْیْ لِسَانًا فَاَرْسَلْہُ مَعِیْ رِذْءًا (اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح ہے اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دیجئے)۔ قراءت: حفص نے معی پڑھا ہے۔ رِذْءًا مددگار معاون کہا جاتا ہے رِذْءُہُ اِیْ اعنتہ: میں نے اس کی مدد کی۔ قراءت: بلا ہمزہ مدنی نے پڑھا ہے۔ یُصَدِّقُنِیْ (جو میری تصدیق کرے گا)۔ قراءت: عاصم و حمزہ نے یصدقنی رِذْءًا کی صفت قرار دیا۔ اِیْ مصدقالی۔ ضمہ سے پڑھا۔ اور دیگر قراء نے جزم یصدقنی پڑھا اور اَرْسَلْہُ کا جواب قرار دیا۔

تصدیق کا مفہوم:

جھگڑے اور مناظرے کے مقامات میں ثبوت دعویٰ میں مزید وضاحت کی اگر ضرورت پیش آئے تو وضاحت کر کے دعویٰ کو مبرہن کر دے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی تقریر پر کہے صدقت۔ اس کی دلیل موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد ہو افسح منی لسانا فارسلہ معی سے ہو رہی ہے۔ فصاحت کا زائد ہونا بیان پختگی اور وضاحت کے لئے کام دے گا۔ صدقت کہنے کے لئے نہیں۔ کیونکہ صدقت کہنے میں تو حبان وائل خطیب عرب اور باقل جیسا عاجز الکلام دونوں برابر ہیں۔ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّکْذِبُوْنَ (مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے)۔

قراءت: یعقوب نے دونوں حالتوں میں یکذبون پڑھا ہے۔

۳۵: قَالَ سَنَسُدُّ عَصْدَکَ بِاٰخِیْکَ (فرمایا: ہم عنقریب تیرا بازو تیرے بھائی کے ساتھ مضبوط کر دیں گے)۔ اس کے ذریعہ تمہیں قوت دیں گے کیونکہ ہاتھ بازو کی مضبوطی سے مضبوط ہوتا ہے۔ کیونکہ ہاتھ کی طاقت وہی ہے اور تمام میں قوت ہاتھ کی مضبوطی کے باوجود معاملات کے تجربہ سے آتی ہے۔ وَنَجْعَلُ لَّکُمْ سُلْطٰنًا (اور ہم تمہارے لئے غلبہ مقرر کر دیں گے) سلطان غلبہ تسلط اور دشمنوں کے دلوں میں رعب کو کہا جاتا ہے۔ فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْکُمْ بِاٰیٰتِنَا (پس وہ تم تک پہنچ نہ سکیں گے)۔ ہایتنا یہ

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا يَبَيِّنَاتٍ قَالَ أَوْ مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا

پھر جب ان کے پاس موسیٰ ہماری واضح آیات کے ساتھ آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو محض ایک جادو ہے جو افتراء کیا گیا ہے اور ہم نے یہ بات

بِهَذَا فِي آيَاتِنَا الْأُولَىٰ ۚ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ

اپنے پہلے باپ دادوں میں نہیں سنی اور موسیٰ نے کہا کہ میرا رب اس شخص کو خوب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت

عِنْدِهِ وَمَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۚ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

لے کر آیا، اور اسے بھی خوب جانتا ہے جس کا وارث آخرت میں اچھا انجام ہوگا۔ بلاشبہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوتے، اور فرعون نے کہا

يَا أَيُّهَا الْمَلَأَ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرِي فَأَوْقِدْ لِي يَهَامُنُ عَلَى الطِّينِ

کہ اے میرے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے علاوہ کوئی معبود نہیں جانتا سوائے ہامان تو میرے لئے مٹی پر آگ جلا دے

فَاJْعَلْ لِّي صَرْحًا لَعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَى إِلَهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۚ

سو میرے لئے ایک محل بنا دے تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو دیکھوں، اور بلاشبہ میں اسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں

یصلون کے متعلق ہے۔ ای لا یصلون الیکما بسبب آیاتنا۔ نمبر ۱۔ وہ ہماری آیات و معجزات کے سبب تم تک نہیں پہنچ سکیں

گے۔ بات پوری ہوئی۔ نمبر ۲۔ تجعل کے متعلق کریں ای نسلطکما بایاتنا ہم اپنی آیات سے تمہیں مسلط کریں گے۔

نمبر ۳۔ محذوف کے متعلق ہے۔ ای اذہبا بایاتنا تم دونوں ہماری آیات کے ساتھ جاؤ۔

نمبر ۴۔ اس کو الغالبون کا بیان بنایا جائے نہ کہ صلہ۔

نمبر ۵۔ باء کو قسم کے لئے قرار دیں لا یصلون جواب قسم مقدم ہے۔ ہمیں اپنی آیات کی قسم ہے یہ تم تک نہ پہنچ سکیں گے۔

أَنْتُمْ وَمَنِ اتَّبَعَكُمْ الْغَلْبُونَ (تم دونوں اور جو تمہارے پیروکار ہیں غلبہ پانے والے ہونگے)۔

۳۶: فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا يَبَيِّنَاتٍ قَالَ أَوْ مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا

تو۔ مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى (من گھڑت جادو ہے)۔ بینات کا معنی واضح۔ سحر مفتوی کا مطلب یہ کہ وہ سحر پہلے تو خود

کرتا ہے۔ پھر اس کو جھوٹ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ ایسا جادو ہے جو تمام انواع سحر کی طرح افتراء کے ساتھ

موصوف ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا معجزہ نہیں ہے۔ وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آيَاتِنَا الْأُولَىٰ (اور ہم نے یہ اپنے پہلے

آباء و اجداد میں سنا تک نہیں)۔

يَحْجُو: فِي آيَاتِنَا يَحَالُ ہے اور ہذا کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای کائنا فی زمانہم۔ مطلب یہ ہے ہمیں تو نہیں بتلایا گیا کہ

یہ ان کے زمانہ میں پایا جاتا ہو۔

۳۷: وَقَالَ مُوسَى رَبِّيْ اَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ (اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ میرا رب ان کو خوب جانتا ہے۔ جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا اور کس کے لئے آخرت کا انجام ہے بیشک وہ کافروں کو کامیابی نہیں دیتا)۔ مطلب یہ ہے کہ میرا رب تم سے بڑھ کر واقف ہے۔ کہ کس کو اس نے عظیم فلاح کا اہل بنا کر نبوت سے سرفراز فرمانا اور ہدایت سے نوازنا ہے اور اس نے حسن عاقبت کا وعدہ کر لیا۔ یعنی میں موسیٰ اگر بقول تمہارے میں ساحر و مفتری ہوتا تو وہ مجھے نبوت کے اہل قرار نہ دیتے کیونکہ وہ بے نیاز اور حکمت والے ہیں جھوٹوں کو نبوت نہیں دیتے اور نہ ہی ساحرین نبوت کے لائق ہیں۔ بلکہ یہ تو ظالم ہیں اور ظالم اس کے ہاں کامیابی کا اہل ہی نہیں۔

عاقبۃ الدار کا مطلب حسن انجام ہے جیسا اس ارشاد میں فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَقٰبِی الدَّارِ جَنَّٰتِ عَدْنِ۔

[الرعد-۲۲-۲۳]

دار سے مراد دنیا ہے اور اس کے انجام کا مطلب یہ ہے کہ خاتمہ رحمت و رضوان سے ہو اور فرشتے مغفرت و بشارت سے ملیں۔ قال موسیٰ۔ مکی نے بغیر واؤ پڑھا۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔ نمبر ۱۔ کیونکہ موقعہ سوال و بحث ہے۔ جب ان لوگوں نے بڑی آیات کو سحر قرار دے کر ٹھکرا دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے جواباً یہ فرمایا۔ اس لئے واؤ کی حاجت نہیں۔

نمبر ۲۔ ان لوگوں نے یہ بات کہی کہ سحر مفتری ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ دیکھنے والا دونوں باتوں میں فرق کر سکتا ہے اور ایک کی خرابی جانچ لے گا اور دوسرے کی درستی۔

قراءت: رَبِّيْ اَعْلَمُ حِجَازِی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے اور حمزہ و علی نے ومن یكون پڑھا ہے۔

۳۸: وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلٰٓئِکَةُ مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ (فرعون نے کہا اے سردارو! مجھے اپنے سوا تمہارا کوئی معبود معلوم نہیں)۔ نمبر ۱۔ فرعون کا مقصد اپنے علاوہ کسی اور معبود کے متعلق علم کی نفی سے اس کے وجود کی نفی تھی۔ نمبر ۲۔ یہ اپنے ظاہر پر ہے۔ کہ میرے علم میں اپنے سوا معبود نا معلوم ہے۔ فَاَوْ قَدِیْلٰی یٰہٰمَنْ عَلٰی الطِّیْنِ (اے ہامان تم میرے لئے مٹی پر آگ جلاؤ) مکی اینٹیں تیار کر آؤ۔ اس نے یہ اس بنا نہیں کہا کہ پہلے اس سے کسی نے اینٹ بنائی نہ تھی۔ درحقیقت وہ اس کو اس تعبیر سے صنعت سکھا رہا تھا اور یہ جباروں کی گفتگو کے مناسب و مشابہ ہے۔ کیونکہ ہامان کو دوران مجلس نام لے کر یا ہامان کہہ کر آواز دینا اور اینٹیں پکانے کا کہنا یہ تکبر و بڑھائی کی علامت ہے۔ فَاَجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا (تم میرے لئے ایک محل بناؤ)۔ صرح بلند محل کو کہتے ہیں۔ لَعَلِّیْ اَطْلُعُ (تا کہ میں جھانکوں)۔ اطلع یہ چڑھنے کے معنی میں ہے الطلوع والاطلاع۔ دونوں کا معنی چڑھنا ہے۔ اِلٰی اِلٰہِ مُوسٰی (موسیٰ کے معبود کو)۔ اس نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی مکان میں ہے جیسا کہ وہ مکان میں ہے۔ وَ اِنِّیْ لَا ظَنُّۃَ (اور بیشک میں اس کو گمان کرتا ہوں)۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو۔ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ (جھوٹوں میں سے)۔ اپنے دعویٰ میں کہ اس کا ایک معبود ہے اور اسی نے اسے رسول بنا کر بھیجا۔ اس ذلیل نے ایک دوسری کے الٹ بات کہی۔ ایک طرف کہا: مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہِ

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُم إِلَيْنَا لَا

سو اس نے اور اسکے لشکروں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انھوں نے خیال کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں

يَرْجِعُونَ ۳۹ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

لوٹیں گے سو ہم نے اسے اور اسکے لشکروں کو پکڑ لیا سو انہیں سمندر میں پھینک دیا۔ سو اے مخاطب دیکھ لے ظالموں کا کیا

الظَّالِمِينَ ۴۰ وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

انجام ہوا۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا جو آگ کی طرف دعوت دیتے رہے اور قیامت کے دن انکی

لَا يُنصَرُونَ ۴۱ وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

مدد نہ کی جائے گی اور ہم نے اس دنیا میں انکے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن

هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ۴۲

قیامت والوں میں سے ہونگے

غیری۔ دوسری طرف ہامان کے سامنے اپنی حاجت پیش کی اور موسیٰ کے لئے ایک الہ کو ثابت کیا اور پھر کہا کہ اس کو اس کے جھوٹ پر یقین نہیں۔ گویا کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے حفاظت کے لئے اس نے یہ تلمیس کا جال پھیلایا۔ اور کہا۔

لعلی اطلع الی الہ موسیٰ روایت میں ہے کہ ہامان نے پچاس ہزار معمار جمع کیے۔ اور ایک محل تعمیر کیا۔ اس کی بلندی کسی ایک مخلوق تک بھی نہیں پہنچ سکی۔ جبریل علیہ السلام نے محل پر پر مارا اور اس کے تین ٹکڑے کر دیے۔ ایک ٹکڑا فرعونی لشکر پر جا گرا جس سے ایک لاکھ فرعونی مر گئے اور ایک ٹکڑا سمندر میں جا گرا اور ایک ٹکڑا مغرب میں جا گرا جس سے اس کا سارا عملہ ہلاک ہو گیا۔

۳۹: وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ (اس نے اور اس کے لشکر نے تکبر کیا)۔ اپنے آپ کو بڑا جانا۔ فی الارض (سرزمین مصر میں) بِغَيْرِ الْحَقِّ (ناحق) اس لئے کہ سچی بڑھائی اللہ تعالیٰ کے لائق ہے۔ حقیقی متکبر وہی ہے۔ یعنی شان کبریائی میں انتہاء کو پہنچا ہوا

ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے: ((الکبریاء ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی واحداً منهما القیتہ فی النار)) (احمد، مسلم، ابوداؤد) یعنی عظمت و کبریائی میرا ہی لباس ہے جو شخص بھی اس لباس کو کھینچ کر پہننا چاہے گا میں اس کو آگ میں پھینک دوں گا۔ تمام متکبر برابر ہیں ان کا استکبار ناحق ہی ہے۔

وَظَنُّوا أَنَّهُم إِلَيْنَا لَا يَرْجِعُونَ (اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری طرف لوٹائے نہ جائیں گے)۔

قراءت: یَرْجِعُونَ۔ نافع حمزہ علی خلف یعقوب نے پڑھا ہے۔

۴۰: فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ (ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا)۔ یہ جلال والی کلام ہے۔ جو اس کی عظمت شان کو ظاہر کرتی ہے۔ ان کی تعداد کو قلیل تعداد سے تشبیہ دی اگرچہ وہ جم غفیر تھا ان کنکریوں سے جن کو ایک ہی مٹھی میں پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا جائے۔ فَانْظُرْ (پس دیکھیں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ (ظالموں کا انجام کیسے ہوا)۔ اور آپ اپنی قوم کو ذرائع بلاشبہ آپ کو ان کے مقابلہ میں غلبہ دیا جائے گا۔

۴۱: وَجَعَلْنَاهُمْ اٰنَمَةً يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ (اور ہم نے ان کو گمراہوں کا پیشوا بنایا جو آگ کی طرف دعوت دینے والے تھے)۔ الی النار سے اہل دوزخ والے کام۔

قول ابن عطاء:

ان کے دل سے توفیق اور انوار تحقیق چھین لئے۔ وہ اپنے نفوس کے اندھیروں میں پڑے سیدھے راستے کی طرف راہ پانے والے نہیں ہیں۔ اس میں دلالت ہے کہ افعال عباد کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يَنْصُرُوْنَ (اور قیامت کے دن ان کی امداد نہ کی جائے گی)۔ عذاب سے بچنے کیلئے۔

۴۲: وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً (اور ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگا دی) رحمت سے دوری اور بعد میں ہم نے لازم کر دیا۔

ایک قول یہ ہے:

ان کے بعد جو لوگوں کی لعنت ان کو پہنچتی ہے۔ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ (قیامت کے دن وہ بد حال لوگوں میں سے ہونگے)۔ رحمت سے دور ہانکے ہوئے۔ نمبر ۲۔ یا ہلاک کیے ہوئے۔ نمبر ۳۔ چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیل گوئی سے بد صورت۔ مَحْجُوْر: یوم یہ مقبوحین کا ظرف ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ

اور اس کے بعد ہم نے اگلی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۸﴾ وَمَا كُنْتَ

جو لوگوں کے لئے بصیرتوں کا ذریعہ نھی اور سراپا ہدایت اور رحمت نھی تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ اور آپ مغربی

بِجَانِبِ الْغُرُبَىٰ إِذْ قُضِيَ إِلَيْنَا أَمْرُ مَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۳۹﴾ وَلَكِنَّا

جانب میں نہیں تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو احکام دیئے اور آپ مشاہدہ کرنے والے نہ تھے اور لیکن ہم نے

أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ﴿۴۰﴾ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو

بہت سی جماعتوں کو پیدا کیا پھر ان پر دراز زمانہ گزر گیا۔ اور آپ اہل مدین میں مقیم نہ تھے، آپ ان پر ہماری

عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿۴۱﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا

آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور لیکن ہم ہی رسول بنانے والے ہیں۔ اور آپ طور کی جانب نہ تھے جب ہم نے آواز دی۔

وَلَكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَتْهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۴۲﴾

اور لیکن آپ کے رب کی طرف سے آپ پر رحمت ہوئی تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

۳۸: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ (اور ہم نے موسیٰ کو تورات دی اس کے بعد کہ ہم نے پہلے زمانہ والوں کو ہلاک کیا)۔ پہلے زمانہ والوں سے قوم نوح، ہود، صالح، لوط علیہم السلام مراد ہیں۔

بَصَائِرَ لِلنَّاسِ (لوگوں کے لئے بصیرتیں بنا کر)۔ یہ کتاب سے حال ہے۔ بصیرۃ۔ دل کا وہ نور جس سے ہدایت و سعادت نظر آتی ہے۔ جیسا کہ بصر آنکھ کی اس روشنی کو کہتے ہیں جس سے نظر آتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ ہم نے دلوں کو روشن کرنے کے لئے تورات دی۔ کیونکہ وہ قوم اندھی تھی بصیرت نہیں رکھتی تھی اور نہ ہی حق و باطل کو پہچانتی تھی۔ وَهُدًى (اور رہنمائی)۔ کیونکہ وہ گمراہی میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والے تھے۔ وَرَحْمَةً (اور رحمت)۔ ان کے لئے جو اس کی اتباع کرے۔ کیونکہ جب وہ اس پر عمل کریں گے تو رحمت پانے کے حق دار ہو جائیں گے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (تاکہ وہ اس سے نصیحت حاصل کریں)۔

۳۹: وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغُرُبَىٰ (اور نہیں تھے آپ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ بِجَانِبِ الْغُرُبَىٰ (پہاڑ کی مغربی جانب)۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جو مغربی جانب واقع تھی اور وہ وہی جگہ ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وقت مقرر کیا گیا۔ إِذْ قُضِيَ إِلَيْنَا أَمْرُ

(جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو احکام دیئے) یعنی اس سے کلام کی جیسا کہ دوسری آیت میں ہے وقربناہ نجیاً۔ [سورۃ مریم آیت نمبر ۵۲]

وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ (اور نہ آپ ان لوگوں میں تھے جو موجود تھے) وحی کے لئے تاکہ آپ بطور مشاہدہ کے موسیٰ علیہ السلام کے اس معاملے کو جو اس موقع پر پیش آیا۔ مشاہدہ کرنے والوں میں سے ہوتے۔

۳۵: وَلَكِنَّا أَنْشَأْنَا (لیکن ہم نے پیدا کیا)۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد۔ قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ (بہت ساری نسلیں پھر ان پر زمانہ دراز گزرا) یعنی ان کی عمریں لمبی ہوئیں اور نبوت کا انقطاع رہا اور خبریں قریب تھا کہ بالکل چھپ جائیں علوم مٹ گئے اور ان میں بہت ساری تحریفات ہوئیں ہم نے ان خبروں کی تجدید کے لئے انبیاء بھیجے اور جو تحریفات واقع ہو چکی تھیں ان کی وضاحت کی۔ انبیاء کے حالات کا علم ہم نے دیا۔ اور قصہ موسیٰ علیہ السلام گویا کہ اس طرح فرمایا گیا۔ نہ آپ موسیٰ علیہ السلام کا مشاہدہ کرنے والے تھے اور نہ ہی ان واقعات کا جو ان پر گزرے۔ لیکن ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور یہ سارے واقعات بتلائے اس آیت میں وحی کا سبب انقطاع کے زمانے کی طوالت قرار دیا گیا۔ اور اس سے سبب پر اختصار کے ساتھ خود روشنی پڑ گئی۔ بس یہ لکنا کا استدراک بعد والے دونوں استدراکوں کی طرح ہے۔ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ (اور آپ اہل مدین میں مقیم نہیں تھے)۔ اہل مدین سے شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے مراد ہیں۔ تَتْلُوا عَلَيْهِمُ الْآيَاتِ (کہ ہماری آیات ان کو پڑھ پڑھ کے سنا رہے ہوں)۔ یعنی آپ وہاں کے حالات جان کر ان آیات کو پڑھ رہے ہوں۔ ان آیات سے مراد وہ ہیں جن میں شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ مذکور ہے۔ تَتْلُوا یہ موضع نصب میں کنت کی خبر ثانی ہے یا ثاویاً کی ضمیر سے حال ہے۔ وَلَكِنَّا مُرْسِلِينَ (بلکہ ہم ہی بھیجے والے ہیں)۔ لیکن ہم نے آپ کو بھیجا اور آپ کو ان واقعات کی اطلاع دی اور آپ کو ان کا علم دیا۔

۳۶: وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا (اور آپ طور کی جانب موجود نہ تھے جب کہ ہم نے موسیٰ کو پکارا)۔ کہ اس کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔ وَلَكِنْ (لیکن)۔ ہم نے آپ کو علم دیا اور آپ کو رسول بنایا۔ رَحْمَةً (رحمت کی وجہ سے)۔ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ (تیرے رب کی طرف سے تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ۔ جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا)۔ اس فترت کے زمانہ میں جو آپ اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان گذرا۔ اور اس کی مقدار پانچ سو پچاس سال ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (تاکہ وہ نصیحت کو قبول کریں)۔

وَلَوْلَا اَنْ تُصِيبَهُمْ مُّصِیْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فِیْقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ وَنَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا

اور ہم رسول نہ بھیجے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انکے اعمال کی وجہ سے ان پر مصیبت آجاتی تو یہ کہتے گتے

جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَا اُوْتِیَ مِثْلَ مَا اُوْتِیَ مُوْسٰی ؕ اَوَلَمْ یَكْفُرُوْا بِمَا اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٌ مُّزَاجٌ وَوَقَالُوْا اِنَّا بِکُلِّ

کہ اے ہمارے رب ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجتا کہ ہم آپکی آیتوں کا اتباع کر لیتے اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جاتے۔ سو جب

یَكْفُرُوْا بِمَا اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٌ مُّزَاجٌ وَوَقَالُوْا اِنَّا بِکُلِّ

ہماری طرف سے ان کے پاس حق آگیا تو کہنے لگے کہ اس شخص کو ایسی کتاب کیوں نہ ملی جیسی موسیٰ کو ملی تھی کیا اس سے پہلے لوگوں نے

کَفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاَتُوْا بِکِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰی مِنْهُمَا اَتَتَّبِعُهُ اِنْ کُنْتُمْ

اس چیز کے ساتھ کفر نہیں کیا جو موسیٰ کو دی گئی کہنے لگے یہ دونوں جادوگریں۔ دونوں نے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ کیا ہے۔ اور کہنے لگے کہ ہم تم دونوں میں سے

کسی کو نہیں مانتے۔ آپ فرما دیجئے کوئی کتاب لے آؤ جو اللہ کی طرف سے ہو جو ہدایت کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہو اگر تم

صٰدِقِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکَ فَاَعْلَمْ اَنَّہُمْ ایتَّبِعُوْنَ اَهْوَاءَہُمْ وَمَنْ اَضَلُّ

سچے ہو۔ سو وہ اگر آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ جان لیجئے کہ وہ اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر کون

مِمَّنْ اَتَّبَعَ هَوٰیہٗ بِغَیْرِ هُدٰی مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۰﴾

گمراہ ہوگا۔ جو اللہ کی طرف سے ملنے والی ہدایت کے بغیر اپنی نفسانی خواہشوں کا اتباع کرتا ہو۔ بلاشبہ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

۴۷: وَلَوْلَا اَنْ تُصِيبَهُمْ مُّصِیْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ (اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ان پر کوئی عذاب آ

پڑے گا)۔ یہاں مصیبت سے عذاب اور سزا مراد ہے اور بما قدمت ایدیہم سے کفر و ظلم۔

نکتہ: اکثر اعمال میں ہاتھ چلتے ہیں۔ اس لئے اعمال کی نسبت ایدی کی طرف کردی اگرچہ کچھ اعمال کا تعلق دل سے بھی ہے گویا

اکثر کو اقل پر غلبہ دیکر ایدی کا ذکر کر دیا۔ فِیْقُوْلُوْا (پس وہ کہیں گے)۔ عذاب کے وقت۔ رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا

فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ وَنَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (اے رب ہمارے تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہیں بھیجتا کہ ہم تیری آیات کی

اتباع کرتے اور مومنوں میں سے ہو جائے)۔ نَحْنُوْا: پہلا لولا امتناعیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے اور دوسرا لولا تخصیض

کے لئے ہے اور پہلی فاء عاطفہ ہے اور دوسری لولا کے جواب میں آئی ہے۔ کیونکہ وہ امر کے حکم میں ہے۔ کیونکہ امر کی حقیقت فعل پر

آمادہ کرنا ہے اور تخصیض بھی یہی ہے اور فاء جواب امر ہی میں آتی ہے اب مطلب یہ ہوگا اگر وہ یہ کہنے والے نہ ہوتے جبکہ ان کو عذاب دیا جاتا ان کی بد اعمالیوں یعنی شرک و معاصی کی وجہ سے ہلا ارسلت الینا رسولاً۔ آپ نے کیوں نہ ہماری طرف رسول بھیجا تا کہ وہ اس بات سے ہمارے خلاف حجت پیش کرتے۔ اسی لئے ہم نے ان کی طرف رسول بھیجا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ رسول کا موقع نہ رہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا لئلا یكون للناس على الله حجة بعد الرسل [النساء آیت: ۱۶۵]

سوال: یہ معنی کس طرح درست ہے جبکہ ارسال رسل کے لئے سبب عذاب کو قرار دیا گیا ہے نہ کہ قول کو کیونکہ لولا امتناعیہ اسی پر داخل ہے قول پر نہیں؟

جواب: قول ہی تو اصل میں مقصود ہے کہ وہ ارسال رسل کا سبب بن سکے۔ لیکن سزا جب قول کی وجہ سے ہوئی تو گویا قول کا وجود خود سزا کے وجود سے ثابت ہو گیا۔ اسی لئے سزا کو گویا سبب ارسال کے طور پر ذکر کر کے اس پر لولا کو داخل کر دیا گیا۔ اور قول کو اس پر عطف کر کے فاء سیبہ اس پر داخل کر دیا۔ قول کے ساتھ اس کا معنی اس طرح بنے گا۔ ولولا قولهم هذا اذا اصابتهم مصیبة لما ارسلنا۔ (یعنی مصیبت پہنچنے کے وقت اگر ان کا یہ کہنا نہ ہوتا تو ہم رسول نہ بھیجتے)۔

۲۸: فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا (جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر آ گیا)۔ حق سے مراد قرآن یا رسول جس کی تصدیق کتاب معجز سے کی گئی ہے۔ قَالُوا (وہ کہنے لگے)۔ یعنی کفار کہ لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَى (ان کو کیوں نہ دی گئی اسی کی مانند جو موسیٰ علیہ السلام دی گئی)۔ یعنی ایک ہی دفعہ اترنے والی کتاب۔ اَوَلَمْ يَكْفُرُوا (کیا انہوں نے انکار نہیں کیا)۔ یعنی انکے اباائے جنس جن کے مذہب سے انکا مذہب ہے اور جن کے عناد سے ان کا عناد ہے اور مراد وہ کافر ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ بِمَا أُوتِيَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ (جو موسیٰ علیہ السلام کو اس سے پہلے دیا گیا تھا)۔ یعنی اس قرآن سے پہلے۔ قَالُوا (انہوں نے کہا) موسیٰ اور ہارون کے بارے میں۔ سِحْرَانِ تَظَاهَرَا (یہ دو جادوگر ہیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں)۔

قراءت: سِحْرَانِ۔ یہ کوئی قراء کی قراءت ہے یعنی جادو والے۔ یا ان دونوں کو جادو کے ساتھ مبالغہ موصوف قرار دیا گیا۔ ابن عامر ابن کثیر اور نافع نے ساحران پڑھا ہے۔

وَقَالُوا اِنَّا بِكَ لَكٰفِرُوْنَ (اور وہ کہنے لگے ہم تو ان میں سے ہر ایک کے منکر ہیں)۔

ایک قول یہ ہے:

اہل مکہ نے جس طرح قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ انہوں نے موسیٰ اور تورات کا بھی انکار کیا ہے کہتے ہیں موسیٰ اور محمد یہ دو جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ نمبر ۲۔ تورات و قرآن یہ دو جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کر رہے ہیں۔ یہ اس موقع کی بات ہے۔ جب کفار مکہ نے ایک وفد یہود کے ہاں روانہ کیا۔ تاکہ ان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کریں۔ یہود نے ان کو اطلاع دی کہ یہ بات ان کی کتاب میں موجود ہے۔ وہ وفد قریش کے پاس یہود کی بات لے کر واپس ہوا تو قریش مکہ نے اس پر یہ گلفشانی کی کہ یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار و معاون ہیں۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ

اور ہم نے اس کلام کو ان لوگوں کے لئے مسلسل بھیجا تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں، جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی

مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾ وَإِذْ آتَيْنَاهُمْ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا

ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب انکے سامنے اکی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بلاشبہ یہ حق ہے ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے

إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿۶۰﴾ أُولَٰئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا

بیشک ہم پہلے ہی سے فرما نیردار تھے، یہ وہ لوگ ہیں جن کو صبر کرنے کی وجہ سے دہرا ثواب دیا جائے گا

وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۶۱﴾ وَإِذْ أَسْمِعُوا لِلْغَوَّ

اور یہ لوگ بھلائی کے ذریعہ برائی کو دفع کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب لغویات سنتے ہیں

أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ نَسْلَمُ عَلَيْكُمْ وَلَا نَبْتَغِي

تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، ہم تم کو سلام کرتے ہیں ہم جاہلوں سے

الْجَاهِلِينَ ﴿۶۲﴾

بات کرنا نہیں چاہتے۔

۴۹: قُلْ فَاتُوا بِي كِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا ۚ (کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی کتاب پیش کر دو جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو)۔ جو موسیٰ علیہ السلام پر اتری اور جو مجھ پر نازل ہوئی۔ اتبعہ (تاکہ میں اس پر چلوں)۔ محجور: یہ فاتوا کا جواب ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ وہ دونوں جادو ہیں۔

۵۰: فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنْهُمْ لَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَاءَهُمْ (پھر اگر وہ آپ کی بات کو پورا کر سکیں تو سمجھ لیں کہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشات کے پیرو ہیں)۔ پھر اگر وہ زیادہ ہدایت والی کتاب لانے کے مطالبے کو پورا نہ کر سکیں تو تم سمجھ لو کہ ان پر الزام پورا ہو گیا اور ان کے پاس کوئی دلیل سوائے اتباع خواہشات کے باقی نہیں۔ وَمَنْ اٰضَلُ مِمَّنِ اتَّبَعَ هٰوَاهُ بِغَيْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ (اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہشات پر چلنے والا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس ہو)۔ یعنی اس سے بڑا کوئی گمراہ نہیں جس نے دین کے سلسلہ میں اپنی خواہشات کی اتباع کی۔ محجور: بغیر ہدیٰ۔ یہ حال ہے۔ یعنی وہ مطیع ہونہ کہ خواہشات کا پیرو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کی راہنمائی کرنے والے نہیں)۔

آیت ۵۱: وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (تحقیق ہم نے کلام کو مسلسل ان پر اتارا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں)۔
التوصیل۔ (بہت زیادہ ملنا اور بار بار ملنا)۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید پے درپے اور مسلسل اتر رہا ہے۔ اس میں وعدہ وعید، قصص
و عبر اور مواظبت موجود ہیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کر کے کامیاب ہوں۔

۵۲: الَّذِينَ آمَنُوا مِنْ قَبْلِهِ (وہ لوگ جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی)۔ یہ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے۔
ہم یہ (وہ اس قرآن پر)۔ يُؤْمِنُونَ (ایمان لانے والے ہیں)۔ انْحَقُوا: ہم یہ۔ یہ الذین کی خبر ہے۔ یہ آیت اہل کتاب میں
سے جو لوگ ایمان لائے ان کے متعلق اتری۔

۵۳: وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ (اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے)۔ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ
مُسْلِمِينَ (وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے بیشک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے ہم تو اس سے پہلے ہی فرمانبرداری
کرنے والے ہیں)۔ قبلہ۔ یعنی قرآن مجید کے نزول سے پہلے۔ مسلمین کا مطلب دین اسلام پر تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم پر یقین رکھتے تھے۔ انہ۔ یہ ایمان کی علت ہے۔ کیونکہ اس کا حق ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور قرآن اس لائق ہے کہ
اس پر ایمان لایا جائے۔ انا کنا۔ یہ امان کا بیان ہے۔ کیونکہ قریبی زمانے یا دور زمانے کا ایمان ہر دو کا احتمال ہے۔ پس انہوں نے
خبر دی کہ ان کا ایمان قدیم اور پرانا ہے۔

۵۴: أُولَٰئِكَ يُوتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا (ان لوگوں کو ان کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا اس سبب سے کہ انہوں نے صبر
کیا)۔ اس سبب کہ وہ ایمان بالتورات اور ایمان بالقرآن پر جمے رہے۔ نمبر ۲۔ قرآن کے نزول سے پہلے وہ قرآن پر جو ایمان
لائے تھے اس کے نزول کے بعد وہ اس پر جمے رہے۔ نمبر ۳۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے مشرکین و یہود کی ایذاؤں پر صبر کیا۔
وَيَذَرُءُ وَنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ (اور وہ بھلائی سے برائی کو دفع کرتے ہیں)۔ طاعت کے ذریعہ معصیت کو دور کرتے ہیں۔
نمبر ۲۔ حلم و حوصلے کے ذریعہ ایذا برداشت کرتے ہیں۔ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (اور جو روزی ہم نے دی اس میں سے خرچ
کرتے ہیں)۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

۵۵: وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ (اور جب وہ لغوبات سنتے ہیں)۔ لغو: باطل، مشرکین کی طرف سے گالم گلوچ۔ اَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا
(تو وہ اس سے اعراض کرتے اور کہتے ہیں)۔ ان لوگوں کو جو لغو گو ہیں۔ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلِّمٌ عَلَيْكُمْ (ہمارے
اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے تم کو سلام ہو)۔ ہماری طرف سے تم مطمئن رہو کہ ہم تمہاری لغویات کا مقابلہ
اسی طرح کی لغویات سے نہیں کر سکتے۔ لَا تَبْتَغِ الْجَاهِلِينَ (اور نہ ہم جاہلوں کو چاہتے ہیں) یعنی جاہلوں سے میل جول اور ان
کی صحبت نہیں چاہئے۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ

بلاشبہ جسے آپ چاہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے اور لیکن اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانیوالوں کو

بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۵۶﴾

خوب جانتا ہے۔

۵۶: إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ (بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے) جس کو آپ پسند کریں۔ آپ اس بات کی قدرت نہیں رکھتے کہ جس کو اپنی قوم اور دیگر لوگوں میں چاہیں اسلام میں داخل کر دیں۔ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)۔ جس میں چاہے ہدایت دینے کا فعل پیدا کر دے۔ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (وہ ہدایت والوں کو خوب جانتے ہیں)۔ جو ہدایت کو پسند کرے اور اس کو قبول کرے اور دلائل و آیات سے نصیحت حاصل کرے۔

زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

نے فرمایا کہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ یہ ابوطالب کے متعلق اتریں اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے اپنی موت کے وقت کہا۔ یا معشر بنی ہاشم۔ صدقوا محمدًا تفلحوا۔ اے ہاشمیوں تم محمد کی تصدیق کرو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا عم! تأمرهم بالنصيحة لانفسهم وتدعها لنفسك! اے چچا! تم ان کو نصیحت کرتے ہو اور اپنے آپ کو چھوڑتے ہو! تو خواجہ ابوطالب نے کہا۔ اے بھتیجے تو کیا چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو لا الہ الا اللہ کہہ دے۔ تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرے متعلق گواہی دے سکوں۔ اس نے کہا اے بھتیجے۔ میں جانتا ہوں کہ تو سچا ہے لیکن میں ناپسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے۔ کہ موت کے وقت اس نے بزدلی اختیار کی۔

رد معزلہ:

یہ آیت معزلہ کے اس قول کی تردید کرتی ہے کہ ہدایت صرف بیان کو کہتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے بہت سے لوگوں کی راہنمائی فرمائی مگر وہ اپنے غلط انتخاب کی وجہ سے ایمان نہ لائے۔ پس اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بیان کے بعد وہ چیز ہے جس کو ہدایت کہتے ہیں اور وہ ہدایت کا پیدا کرنا اور اس کے لئے توفیق و قدرت کا عطاء کرنا ہے اور آیت میں اسی کی نفی ہے۔

وَقَالُوا إِنَّا تَتَّبِعُ الْهُدَىٰ مَعَكَ نَخْطِفُ مِنْ أََرْضِنَا أَوْ لَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا

اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کا اتباع کرنے لگیں تو ہم اپنی زمین سے اچک لئے جائیں گے، کیا ہم نے انہیں امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی

يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾

جہاں ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں جو ہمارے پاس سے کھانے کے لئے دیئے جاتے ہیں، اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطَرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاجِدُهُمْ لَمَّا تَسْكُنْ مِنْ

اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنے سامانِ معیش پر اترانے والی تھیں، سو یہ ان کے گھر ہیں جن میں ان کے بعد سکونت اختیار نہیں

بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ

کی گئی مگر تھوڑی سی اور بالآخر ہم ہی مالک ہیں اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں

حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَارِ سُوْلًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا

جب تک کہ انکی مرکزی بستی میں رسول نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہو اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں

وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿۵۹﴾ وَمَا أُوتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا

الّا یہ کہ ان کے رہنے والے ظالم ہوں، اور تمہیں جو بھی کوئی چیز دی گئی ہے۔ سو وہ دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور زینت ہے،

وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۶۰﴾

اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے سو وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔

۵۷: وَقَالُوا إِنَّا تَتَّبِعُ الْهُدَىٰ مَعَكَ نَخْطِفُ مِنْ أََرْضِنَا أَوْ لَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا (اور انہوں نے کہا اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت پر چلیں گے تو ہم زمین سے اچک لئے جائیں گے۔ کیا ہم نے ان کو امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی) قریش نے کہا ہم جانتے ہیں کہ تو حق پر ہے۔ لیکن ہمیں خطرہ یہ ہے کہ لوگ تمہاری اتباع کریں اور عرب کی مخالفت مول لیں تو وہ ہمیں اس زمین سے نکال باہر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دلیل کا جواب پتھر سے دیا کہ ہم نے اس حرم میں ان کو ٹھکانہ دیا جس کا امن بیت اللہ پر موقوف ہے اور وہاں کے بانیوں کا امن بیت اللہ کی حرمت کی وجہ سے ہے۔ ہر طرف سے پھل وہاں کھینچے چلے آتے ہیں جبکہ وہ حالت کفر میں ہیں۔

پھر یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو لوگوں کے اچکنے کے لئے چھوڑ دے اور ان کے امن کو بھی چھین لے جب وہ

حرمت بیت اللہ کے ساتھ حرمت اسلام کو جمع کر لیں۔ امن کی نسبت اہل حرم کی طرف حقیقی ہے اور حرم کی طرف مجازی۔
 يُجْبَىٰ إِلَيْهِ (کھینچے چلے آتے ہیں)۔ قراءت: مدنی، یعقوب و ہل نے نُجْبَىٰ پڑھا ہے۔ جمع کیے اور لائے جاتے ہیں۔
 ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ (ہر قسم کے پھل)۔ کل سے مراد کثرت ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں واو تیت من کل شئی۔ [النمل-۲۳]
 رِزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا (ہماری طرف سے بطور رزق)۔ رزقاً یہ مصدر ہے۔ کیونکہ یجبی الیہ کا معنی یوزق ہے۔ نمبر ۲۔ یہ مفعول
 لہ ہے۔ نمبر ۳۔ حال ہے ثمرات سے جبکہ اس کو بمعنی نرزق کے لیا جائے۔ تاکہ اس کو اضافت سے خاص کیا جائے۔ جیسا کہ نکرہ
 متخصصہ بالصفة کو منصوب کیا جاتا ہے۔ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی)۔ یہ من لدنا کے متعلق
 ہے۔ یعنی ان میں سے بہت کم تعداد ایسی ہے جو کہ اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے رزق ہے۔ ان کی
 اکثریت جاہلوں کی ہے۔ جو اس کو جانتے ہی نہیں۔ اگر ان کو علم ہو جاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو خوف و امن کو بھی اسی کی
 طرف سے سمجھتے اور ایمان لانے پر اچک لیے جانے کا خطرہ ظاہر نہ کرتے۔

۵۸: وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتُهَا (بہت سی ایسی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنے اسباب معیشت پر اتراتے
 تھے)۔ اس میں اہل مکہ کے لئے تحویف ہے۔ کہ اس قوم کے برے انجام سے بچو جن کی حالت اللہ تعالیٰ کے انعامات کے سلسلہ
 میں انہی جیسی تھی۔ پھر انہوں نے نعمتوں کا شکر یہ ادا نہ کیا بلکہ نعمتوں کا مقابلہ تکبر سے کیا جس کے نتیجے میں ان کو ہلاک کر دیا گیا۔
 اہلکنا کی وجہ سے کم منصوب ہے۔ معیشتہا منصوب ہے اس لئے کہ حرف جر حذف کر دیا گیا ہے ای فی معیشتہا۔
 البطر۔ مالداروں میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت نہ کرنا۔

فَتِلْكَ مَسْکِنُهُمْ (پس یہ ان کے مکانات ہیں)۔ ان کے مکانات کے بقیہ آثار جن کو سفروں میں آتے جاتے وہ دیکھتے
 ہیں۔ جیسا قوم ثمود قوم شعیب وغیرہم کے علاقے۔ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا (ان کے بعد ان کے گھروں میں آبادی
 نہیں ہوئی مگر بہت قلیل)۔ رہائش یعنی وہاں مسافر راستے سے گزرنے والا ایک دن یا ایک گھڑی ٹھہر جاتا ہے۔
 نَحْنُ: لَمْ تُسْكَنْ یہ حال ہے۔ اور اس میں عامل اسم اشارہ ہے۔

وَكَُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ (اور ہم ہی وارث ہوئے)۔ ان مکانات کے جوان کی رہائش کے تھے۔ یعنی ان میں ہمارے سوا کوئی
 تصرف نہیں کر سکتا۔

۵۹: وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ (اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں)۔ ہر زمانہ میں حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمَمٍ
 رَسُولًا (جب تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دے)۔

قراءت: اُمَمًا۔ میں ہمزہ کو کسرہ دیکر حمزہ علی نے پڑھا ہے۔ یعنی اس بستی میں جو اس کی جڑ و بنیاد ہے۔ یعنی اس کے اصل اور اعلیٰ
 حصہ میں ایک رسول بھیج دیا تاکہ حجت لازم ہو جائے اور معذرت منقطع ہو۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کے حکم اور سابقہ قضاء میں یہ بات نہ تھی
 کہ زمین میں وہ کسی بستی کو ہلاک کرے یہاں تک کہ ام القریٰ یعنی مکہ میں رسول بھیجے کیونکہ زمین کو وہیں سے پھیلایا گیا۔ رسول

سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا (جوان پر ہماری آیات پڑھے)۔ آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِی الْقُرْاٰی اِلَّا وَاَهْلُهَا ظَلَمُوْنَ (اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر اس وقت جبکہ وہاں کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں)۔ یعنی ہم نے ان کو انتقاماً ہلاک نہیں کیا۔ جب تک کہ وہاں کے رہنے والے اپنے ظلم کی وجہ سے عذاب کے مستحق نہیں بن گئے۔ ظلم سے مراد عناد اور کفر پر اصرار اور عذر نہ ہونے کے باوجود مکارہ ہے۔

۶۰: وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَّاعٌ الْحَیٰوَةِ الدُّنْیَا (اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا سامان) اور اس کی وَزِیْنَتُهَا (زینت ہے)۔ یعنی تمہارے پاس جتنے اسباب دنیا پائے جاتے ہیں۔ یہ صرف چند دن نفع اٹھانے اور زینت کرنے کے لئے ہے۔ اور وہ چند ایام اس فناء ہونے والی زندگی کی مدت ہے۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ (اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے)۔ وہ اس کا ثواب ہے۔ خَیْرٌ (وہ بہت بہتر ہے)۔ وہ ذاتی لحاظ سے اس سے بہت بہتر ہے۔ وَابْقٰی (اور وہ باقی رہنے والا ہے)۔ کیونکہ وہ دائمی ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو) کہ باقی فانی سے بہتر ہے۔

قراءت: ابو عمرو نے یاء اور تاء دونوں میں اختیار دیا ہے۔ اور باقی قراء نے تاء ہی کو پڑھا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا اور اس کے رہنے والوں کی تین اقسام کر دیں۔ نمبرا۔ مؤمن۔ نمبر ۲۔ منافق۔ نمبر ۳۔ کافر۔ پس مؤمن تو آخرت کا زاد راہ لیتا ہے اور کافر خوب عیش اڑاتا ہے اور منافق زیب و زینت کرتا ہے۔ پھر اس آیت کو دوبارہ لائے۔

أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ

سو جس شخص سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو پھر وہ اسے پائے والا ہو کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیا والی زندگی کا سامان دیدیا پھر

هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۝۱۱ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ

وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے لایا جائے گا۔ اور جس دن وہ انہیں پکارے گا سو فرمائے گا کہ میرے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کے بارے میں

كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝۱۲ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا

تم گمان کرتے تھے، جن لوگوں پر اللہ کا فرمودہ ثابت ہو چکا ہو گا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا

أَغْوَيْنَهُمْ كَمَا أَغْوَيْنَا تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ۝۱۳ وَقِيلَ ادْعُوا

ہم نے انکو یہاں ہی بہکایا جیسا کہ ہم خود بہکے تھے ہم آپ کے حضور ان سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے، اور کہا جائے گا کہ اپنے

شُرَكَاءَ كُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا

شرکاء کو بلاؤ، سو وہ انکو بلائیں گے پھر وہ انکی پکار کا جواب نہ دیں گے اور عذاب کو دیکھ لیں گے۔ اے کاش وہ ہدایت پائے ہوئے

يَهْتَدُونَ ۝۱۴ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ۝۱۵

ہوتے، اور جس دن انہیں آواز دے گا سو فرمائے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا

۶۱: أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا (کیا وہ شخص جس سے ہم نے پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے)۔ یعنی جنت۔ کیونکہ اس سے زیادہ

خوبصورت کوئی شئی نہیں اس لئے کہ وہ دائمی ہے۔ اسی لئے جنت کو احسنی فرمایا گیا۔ فَهُوَ لَاقِيهِ (پس وہ اس کو پانے والا ہے)۔

دیکھے گا پالے گا اس تک پہنچ جائے گا۔ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ (اس شخص

کی طرح ہو سکتا ہے جس کو دنیوی فوائد سے نوازا ہو۔ پھر قیامت کے دن وہ ان لوگوں میں سے ہو جن کو پکڑ کر حاضر کیا جائے گا) ان

لوگوں میں سے جن کو آگ پر حاضر کیا جائے گا اور دوسرے موقع پر فرمایا۔ فَكَذَّبُوهُ فَانْهَمُ لِمُحْضَرُونَ ﴿الصافات - ۱۲﴾

شان نزول: نمبر ۱۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جہل لعین کے متعلق اتری۔

نمبر ۲۔ علی و حمزہ اور ابو جہل کے سلسلہ میں۔

نمبر ۳۔ ہر مؤمن و کافر کے متعلق۔

فائے اول کا معنی یہ ہے۔ جب دنیا کی زندگی اور عقبی کی نعمتوں کا فرق ذکر کیا تو اس کے بعد افمن وعدناہ لائے۔ مطلب

یہ ہوا کہ اتنے بڑے واضح فرق کے بعد جو دنیا کے پرستاروں اور حق پرستوں میں پایا جاتا ہے۔ پھر کوئی شخص دونوں کو برابر قرار دے

سکتا ہے۔

فائے دوم سیبہ ہے۔ کیونکہ موعود کا ملنا یہ وعدے کا مسبب ہے۔ ثم تراخی کے لئے لائے کیونکہ احضار کی حالت تمتیع کی حالت نفع اندوزی سے متاخر ہے۔

قراءت: علی نے ثم ہو پڑھا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے عَصْدُ عَصْدُ ضَمِيرٌ مُنْفَصِلٌ كُوْتَصِلُ كَ مِثَابَہِ قَرَارِ دِیَا۔

۶۲: وَيَوْمَ يَنَادِيهِمْ (اور اس دن کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ ان کو پکار کر فرمائے گا)۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پکارنا کفار کو ندائے توبیخ ہوگی۔

نَحْوُ: نمبر ۱۔ اس کا عطف یوم القیامہ پر ہے۔ نمبر ۲۔ اذ کر محذوف سے منصوب ہے۔

فَيَقُولُ اَيْنَ شُرَكَاءِی (پس فرمائیں گے میرے وہ شریک کہاں ہیں)۔ جن کو تم اپنے گمان کے مطابق میرا شریک قرار دیتے تھے۔ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (جن کو تم خیال کرتے تھے)۔

نَحْوُ: تزعمون کے دونوں مفعول محذوف ہیں۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ کنتم تزعمونہم شرکائی۔ اور ظننت کے باب میں دونوں مفعولوں کا حذف تو جائز ہے۔ مگر ایک پر اکتفاء جائز نہیں۔

۶۳: قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ (اور وہ لوگ کہیں گے جن پر اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہو چکی ہوگی)۔ نمبر ۱۔ شیطین نمبر ۲۔

کافروں کے لیڈر۔ حق علیہم القول کا مطلب یہ ہے کہ قول کا مقتضی ان پر لازم ہو جائے گا اور وہ اس ارشاد میں ہے۔

لَا مُلَانَ جَهَنَّمَ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ [الجمہ ۱۳]

رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِیْنَ اَغْوَيْنَا (اے ہمارے رب یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکا دیا تھا)۔ یعنی ان کو شرک کی طرف بلایا۔ اور گمراہی کو ان کے لئے مزین کیا۔

نَحْوُ: الَّذِیْنَ اَغْوَيْنَا۔ یہ مبتدأ ہے۔ موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے اور اس کی خبر اَغْوَيْنَهُمْ ہے۔ کَمَا غَوَيْنَا کاف مصدر محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اَغْوَيْنَاهُمْ فَعُورًا غِيًّا مِثْلَ مَا غَوَيْنَا۔ ان کا مقصد یہ ہوگا کہ ہم نے بھی اپنے اختیار سے ان کو گمراہ کیا اور یہ اپنے اختیار سے گمراہ ہوئے کیونکہ ہمارا اغواء تو وسوسہ اندازی اور تسویل کی حد تک تھا پس ان کی اور ہماری گمراہی میں کوئی تفاوت نہیں ہے اور اگر ہماری تزئین و تسویل دعوت کی صورت میں تھی تو دوسری طرف اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی تو ایمان کی دعوت موجود تھی جس میں عقلی دلائل اور نقلی دلائل اور کتب منزلہ سب کچھ موجود تھیں اور یہ بالکل شیطان لعین کے اس اقرار کی طرح ہے۔ جو سورہ ابراہیم آیت ۲۲ میں گزرا۔

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لِمَا قَضَى الْاَمْرَانَ اللّٰهُ وَعَدَكُمْ وَعَدَ الْحَقُّ اِلٰی قَوْلِهِ وَلَوْ مَوَا اَنْفُسَكُمْ۔

تَبَرَّأْنَا اِلَيْكَ (ہم ان سے تیری بارگاہ میں بیزاری کا اظہار کرتے ہیں)۔ اس سے اور اس کفر سے جس کو انہوں نے اختیار کیا۔

مَا كَانُوا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ (وہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے) بلکہ اپنی خواہشات کے پیرو اور اپنی شہوات کے اطاعت گزار تھے۔

نَحْوُ: یہ دونوں جملے حرف عطف سے خالی ہیں کیونکہ یہ جملہ اولیٰ کے معنی کو پختہ کرنے کے لئے لائے گئے ہیں۔

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ

سو اس دن انکی خبریں گم ہو جائیں گی پھر وہ آپس میں پوچھ پانچھ نہ کریں گے سو جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾

اور نیک عمل کئے سو امید ہے کہ یہ لوگ فلاح پانوالوں میں سے ہوں گے۔

۶۴: وَقِيلَ (مشرکین کو کہا جائے گا)۔ اذْعُوا شُرَكَاءَ كُمْ (تم اپنے شرکاء کو پکارو!) اپنے اصنام کو پکارو تا کہ وہ تمہیں عذاب سے چھوڑائیں۔ فَذَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ (پس وہ ان کو پکاریں گے مگر وہ جواب نہ دیں گے)۔ لَمْ يَسْتَجِيبُوا بِمَعْنَى لَمْ يَجِيبُوا ہے۔ وَرَأَوْا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ (اور وہ عذاب کو دیکھیں گے اگر وہ ہدایت یاب ہو چکے ہوتے)۔ لو کا جواب محذوف ہے۔ اِی لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ۔ (اگر وہ ہدایت یافتہ ہوتے تو آج عذاب کو سامنے نہ دیکھتے)۔

۶۵: وَيَوْمَ يَنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ (اور اس دن کو یاد کرو جس دن ان کافروں سے پکار کر پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا)۔ وہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے۔ اولا اللہ تعالیٰ نے شرکاء بنانے پر توبیخ کی پھر شیاطین کا مقولہ نقل کیا۔ یا کفر کے مقتدر سرداروں کا مقولہ ان کی توبیخ کے وقت نقل کیا۔ کیونکہ جب ان کو معبودان باطلہ کی عبادت پر توبیخ کی جائے گی تو یہ معذرت پیش کریں گے کہ شیاطین نے ان کو اغواء کیا ہے۔ پھر ان کو معبودان باطلہ کے اغواء کرنے پر شامت کے انداز میں بات فرمائی۔ اور ان کی نصرت سے عاجزی کا تذکرہ کیا۔ پھر ارسال رسل اور وضاحت علل و اسباب کا احتجاج ان کے خلاف پیش کیا جائے گا۔ جس سے وہ لا جواب ہو جائیں۔

۶۶: فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ (ان پر خبریں اس دن گم ہو جائیں گی)۔ الانباء سے دلائل۔ نمبر ۲۔ اطلاعات مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

ان پر جواب مخفی ہو جائے گا۔ وہ نہ جانیں گے کہ کیا جواب دیں اس لئے کہ ان کے پاس جواب ہوگا ہی نہیں۔

فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ (پس وہ آپس میں ایک دوسرے سے کچھ پوچھ نہ سکیں گے) نہ دلیل اور نہ عذر کوئی چیز بھی پوچھ نہ سکیں گے۔ اس امید سے کہ اس کے پاس شاید عذر و حجت مل جائے۔ کیونکہ وہ تمام جواب کے سلسلہ میں عاجزی میں برابر ہونگے۔

۶۷: فَأَمَّا مَنْ تَابَ (پھر وہ شخص جس نے توبہ کر لی)۔ شرک سے۔ وَآمَنَ (اور وہ ایمان لے آیا)۔ اپنے رب پر اور جو کچھ اس کی طرف سے آیا۔ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ (اور نیک عمل کیے تو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والے لوگوں میں سے ہوگا)۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب ہوگا۔

مُخَوَّرٌ: عسلی کا لفظ معززین کی طرف سے ثبوت و وقوع کے لئے ہوتا ہے۔ اس میں ایمان والوں کے اسلام لانے پر عظیم

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا

اور آپ کا رب جسے چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ ان لوگوں کو چن لینے کا کوئی حق نہیں ہے، اللہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو یہ لوگ

يُشْرِكُونَ ۖ ۞ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۖ ۞ (٦٩) وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا

شرک کرتے ہیں اور آپ کا رب جانتا ہے جسے انکے سینے چھپاتے ہیں اور جسے یہ لوگ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ وہی ہے اس کے سوا

إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٧٠﴾ قُلْ

کوئی معبود نہیں اسی کے لئے سب تعریف ہے۔ دنیا میں اور آخرت میں، اور اسی کے لئے حکم ہے اور تم اسی کی طرف لوٹنا چاہو گے۔ آپ فرمادیجئے

أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ إِلَهُ غَيْرَ اللَّهِ

تم بتاؤ اگر اللہ قیامت کے دن تک تمہارے اوپر ہمیشہ کے لئے رات ہی کو موجود رکھے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے

يَا أَيُّكُمْ بِضِيَآءٍ ۖ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿٧١﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ

جو تمہارے پاس روشنی کو لے آئے، تو کیا تم نہیں سنو؟ اور آپ فرما دیجئے کہ تم یہ بتاؤ کہ اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ کے لئے تم پر دن ہی کو

سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ إِلَّا غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيَكُمْ بَلِيلٌ تَسْكُنُونَ فِيهِ أَفَلَا

موجود رکھے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہارے لئے رات کو لے آئے۔ اس میں تم آرام کرتے ہو۔ کیا

تُبْصِرُونَ ﴿٧٢﴾ وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا

تم نہیں دیکھتے؟ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے دن کو اور رات کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور تاکہ تم اس کا

مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾

فصل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

بشارت دی گئی ہے اور کافروں کو ایمان کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

۶۸: یہ لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم (الزخرف: ۳۱) جو ولید بن مغیرہ نے کہا تھا۔ رجل سے اپنی

ذات یا ابو مسعود ثقفی مراد لے رہا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ (اور آپ کا رب جس چیز کو وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے)۔

مسئلہ: اس میں دلالت ہے کہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

قراءت: ویختارُ پروقف ہے۔ یعنی اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور آپ کا رب جو چاہتا ہے چتا ہے۔ تقدیر کلام: وربک یخلق ما یشاء وربک یختار ما یشاء۔

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ (ان کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے)۔ یعنی ان کو کچھ بھی اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کو اختیار کریں۔ اور اس کو ہی ان پر اختیار حاصل ہے۔

عاطف ما کان لهم الخیرۃ میں داخل نہیں کیونکہ وہ ویختار کا بیان ہے۔ کیونکہ آیت کا معنی یہ ہے۔
ان الخیرۃ للہ۔ (کہ اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے)۔ وہ اپنے افعال میں حکمت کی جوانب سے خوب واقف ہے۔ فلیس لاحد من خلقہ ان یختار علیہ۔ اس کی مخلوق میں سے کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلاف کسی چیز کو اختیار کرے۔

اہم تنبیہ:

جنہوں نے ویختار میں وصل کیا ہے اور یہ معنی لیا۔ ویختار الذی لهم فیہ الخیرۃ۔ اور وہ اس کو چتا ہے جس میں ان کو اختیار ہے۔ اس نے حق سے بعید بات کہی۔ بلکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ ما تو مخلوق کے اختیار کی نفی کے لئے لایا گیا ہے۔

ایک اور غلطی کی تردید:

جنہوں نے اس کا معنی یہ کیا ویختار للعباد ما هو خیر لهم واصلح۔ اور وہ بندوں کے لئے وہ چتا ہے جو کہ ان کے لئے بہت بہتر اور اصلح ہوتا ہے۔ یہ معتزلہ کے قول کی ترجمانی ہے الخیرۃ کا لفظ یہ التخییر سے لیا گیا ہے۔ یہ مصدر کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور المتخییر کے معنی میں بھی آیا ہے۔ جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے۔ محمد خیرۃ اللہ من خلقہ۔ یہاں مفعول ہی کا معنی ہے۔ سُبْحَنَ اللّٰهِ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (اللہ تعالیٰ پاک اور بلند و برتر ہیں ان تمام شرکاء سے جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں)۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے بری ہے۔ وہ اس سے منزہ اور پاک ہے کہ کسی کو اس کے خلاف چناؤ کا اختیار حاصل ہو۔

۶۹: وَرَبُّكَ یَعْلَمُ مَا تَکُنُّ صُدُورُهُمْ (اور آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں)۔ تکن کا معنی چھپانا ہے۔ اور سینوں میں وہ چھپانے والی بات عداوت اور حسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

وَمَا یُعْلِنُونَ (اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں)۔ ان کے متعلق طعنہ زبیاں کہ ان کے علاوہ نبوت کے لئے اور کسی کو منتخب کیوں نہ کیا۔

۷۰: وَهُوَ اللّٰهُ (اور وہی اللہ تعالیٰ) الوہیت میں خاص اور سب پر قابل ترجیح ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی عبادت کے

لائق نہیں)۔ یہ ماقبل کی تقریر ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ الکعبة القبلة لا قبلہ الاہی۔ یہ پچھلا جملہ تاکید و تقریر ہے۔ لہ الحمد فی الارض (اور اسی ہی کیلئے تعریف ہے دنیا میں) وَالْآخِرَةِ (اور آخرت میں) اور وہ دوسرے مقام پر اس طرح مذکور ہے۔ الحمد للہ الذی اذهب عنا الحزن۔ [فاطر۔ ۳۳]

ایک اور مقام پر فرمایا۔ الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ۔ [الزمر۔ ۷۴]

ایک مقام پر ارشاد ہوا۔ وقیل الحمد للہ رب العالمین۔ [الزمر۔ ۷۵]

مَسْنَدُہ: جنت میں حمد و ثناء بطور لذت کے ہوگی بطور امر تکلفی کے نہ ہوگی۔ (جیسا کہ دنیا میں امر تکلفی ہے)۔

وَلَهُ الْحُكْمُ (اور فیصلہ اسی ہی کے لئے ہے)۔ بندوں کے مابین فیصلہ کرنا۔ وَآلِیْہ تَرْجَعُوْنَ (اور اسی ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے)۔ دوبارہ اٹھا کر کے۔

قراءت: یعقوب نے تَرْجَعُوْنَ پڑھا ہے۔

۷۱: قُلْ اَرَاۤءَ یُتَمِّمُ (کہہ دیں ذرا دیکھو تو سہی)۔

قراءت: علی نے حذف ہمزہ سے پڑھا ہے۔ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ الْاَیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ (اگر اللہ قیامت کے دن تک مسلسل رات ہی رات بنادے)۔ تو اللہ تعالیٰ مَنْ اِلَہْ غَیْرِ اللّٰهِ یَاتِیْکُمْ بِضِیَآءٍ اَفْلَا تَبْصُرُوْنَ (کے سوا کوئی معبود ہے۔ جو تمہارے لئے روشنی لے آئے گا کیا تم نہیں سنتے)۔

مَحْجُو: سَرْمَدًا یہ جعل کا مفعول ثانی ہے۔ معنی دائماً۔ ہمیشہ ہے یہ لفظ اسرد سے ماخوذ ہے۔ اور اس کا معنی مسلسل ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ الا شہر الحرم ثلاثہ اسرد و واحد فرد۔ یہ صیغہ مبالغہ ہے اور میم زائد ہے۔ اس کا وزن فَعْمَلٌ ہے۔ مَنْ اِلَہْ اِلَیْہ کا مطلب یہ ہے کہ مجھے بتلاؤ ذرا کون اس کی قدرت رکھتا ہے۔

۷۲: قُلْ اَرَاۤءَ یُتَمِّمُ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ النَّہَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ مَنْ اِلَہْ غَیْرِ اللّٰهِ یَاتِیْکُمْ بِلَیْلِ تَسْکُنُوْنَ فِیْہِ (آپ کہہ دیجئے! بلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ قیامت تک دن ہی دن کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ایسا معبود ہے۔ جو تم پر رات لے آئے جس میں تم آرام کر سکو)۔

نکتہ: آیت میں نہار (دن) کے ساتھ یہ نہیں فرمایا نہار تنصرفون فیہ (ایسا دن لائے جس میں کام کاج کر سکو) جیسا کہ پچھلی آیت میں لیل کے ساتھ فرمایا بلیل تسکونون فیہ۔ بلکہ اس کی بجائے سورج کی روشنی کا ذکر فرما دیا۔ کیونکہ سورج کی روشنی سے بے شمار منافع حیات متعلق ہیں صرف معاش اکیلا نہیں اور اس کے بالمقابل اندھیرا ایسا نہیں کہ جس سے اتنے کثیر منافع متعلق ہوں۔ اس لئے اہم ترین فائدہ کا ذکر فرما دیا اور یہی وجہ ہے کہ ضیاء کے ساتھ لفظ افلا تسمعون ملایا ہے۔ کیونکہ کان جس چیز کا ادراک کر لیتے ہیں جیسے تذکرہ منافع اور بیان فوائد آنکھ ان کے ادراک کی قوت نہیں رکھتی۔ اور رات کے ساتھ افلا تبصرون کو ملا کر لائے۔ افلا تبصرون (کیا تم لوگ نہیں دیکھتے) کیونکہ تیرے علاوہ اندھیرے کا وہ فائدہ دیکھتے ہیں جس کو تو

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا

اور جس دن وہ ان سے فرمائے گا کہ میرے شرکاء کہاں ہیں جنہیں تم شریک سمجھتے تھے، اور تم ہر امت میں سے

مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ

ایک ایک گواہ نکال کر لائیں گے۔ پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل پیش کرو۔ سوائے معلوم ہو جائے گا کہ سچی بات اللہ ہی کی ہے اور وہ جو کچھ

عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۷۵﴾

جھوٹی باتیں گھڑا کرتے تھے۔ وہ سب گم ہو جائیں گی۔

بھی سکون وغیرہ کی صورت میں دیکھتا ہے۔

۷۳: وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ (اور اللہ تعالیٰ کی اپنی رحمت سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے۔ تاکہ تم آرام پاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرو) تقدیر کلام اس طرح ہے: لَتَسْكُنُوا فِي اللَّيْلِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ فِي النَّهَارِ۔ (تاکہ تم رات کو سکون کرو اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو دن میں تلاش کرو)۔ پس یہ لف و نشر مرتب کی قسم میں سے ہوگا۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (اور تاکہ تم اس کا شکریہ ادا کرو)۔ اللہ تعالیٰ کا شکریہ اس کی نعمتوں پر۔

قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

اس کا یہ معنی بھی درست ہے۔ لَتَسْكُنُوا فِيهِمَا وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ فِيهِمَا۔ (تاکہ تم ان دونوں میں آرام کر سکو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی روزی دونوں میں تلاش کر سکو)۔

زجاج رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول آج کل کے زمانہ کی ترجمانی کر رہا ہے۔ (مترجم) دن رات کمانا جائز ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دن رات کا زمانہ و وقت بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اس کا فضل (رزق) اس وقت میں تلاش کرو۔

۷۴: وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ (اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ ان کو نداء دے کر فرمائے گا)۔ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ (کہاں ہیں میرے وہ شرکاء جن کو تم (سفارشی) خیال کرتے تھے۔ شریک بنانے پر۔ بار دیگر تو بیخ کی گئی تاکہ یہ اعلان کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو شرک سے بڑھ کر کوئی چیز دعوت دینے والی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مند یوں میں سب سے زیادہ توحید داخل کرنے والی ہے۔

۷۵: وَنَزَعْنَا (اور ہم نکال کر لائیں گے)۔ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا (ہر امت میں سے ایک گواہ) یعنی ان کا پیغمبر کیونکہ انبیاء علیہم

السلام اپنی اپنی امتوں پر گواہ ہیں۔ جو کہ ان کے متعلق ان اعتقادات کی گواہی دیں گے جن پر وہ تھے۔ فَقُلْنَا (پھر ہم امتوں کو کہیں گے)۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ (تم اپنی دلیل پیش کرو)۔ اس شرک پر جس پر تم قائم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر۔ فَعَلِمُوا (پس اس وقت وہ جان لیں گے)۔ اَنَّ الْحَقَّ (کہ توحید) لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ (اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے اور ان سے گم ہو جائیں گی) اور ان سے وہ تمام معبود اس طرح غائب ہو جائیں گے جس طرح کوئی ضائع ہونے والی چیز غائب ہوتی ہے۔ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ (وہ باتیں جو وہ گھڑا کرتے تھے)۔ یعنی غیر اللہ کی الوہیت اور ان کے لئے زبردستی شفاعت۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاَتَيْنَهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَا

بلاشبہ قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا سو وہ انکے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا اور ہم نے اسے خزانوں میں سے اس قدر

اِنَّ مَفَاتِيْحَهُ لَتَتَوَّأْبُ بِالْعُصْبَةِ اُولٰٓئِیْنَ الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ اِنَّ

دیا تھا کہ انکی چابیاں ایسی جماعت کو گراں بار کردیتی تھیں جو قوت والے لوگ تھے جبکہ انکی قوم نے اس سے کہا کہ تو مت اترا بلاشبہ

اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ۝۷۶ وَابْتَغِ فِیْمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ

اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا، اور اللہ نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس میں دار آخرت کی جستجو کرتا رہو اور دنیا میں سے

نَصِیْبِكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ فِی

اپنا حصہ فراموش مت کر اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اسی طرح تو بھی احسان کر، اور زمین میں فساد کو

الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۷۷ قَالَ اِنَّمَا اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ

تلاش مت کر، بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، وہ کہنے لگا کہ مجھے جو کچھ دیا گیا ہے یہ تو صرف میرے علم کی

عِنْدِیْ اَوْ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَکَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْہٗ

مجھ سے ہے جو میرے پاس ہے، کیا اس نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ نے اس سے پہلے مئی ہی جماعتوں کو ہلاک کر دیا جو قوت میں اس سے زیادہ

قُوَّةً وَّاَکْثَرُ جَمْعًا وَلَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۷۸ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِہٖ فِی

سخت تھیں۔ اور اس سے زیادہ جمعہ والی تھیں۔ اور مجرموں سے انکے گناہوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا۔ سو وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی ٹھانڈ بٹھانڈ میں

زَیْنَتِہٖۤ اَقَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا یَلِیْتُ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِیَ قَارُوْنَ ۙ

نکلا، جو لوگ دنیا والی زندگی کے طالب تھے وہ کہنے لگے کاش ہمارے لئے بھی ایسا ہی مال ہوتا جیسا قارون کو دیا گیا ہے

اِنَّہٗ لَذُوْ حِطّٰٓ عَظِیْمٍ ۝۷۹ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ وَیَلِکُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ

بلاشبہ وہ بڑے نصیب والا ہے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا، انہوں نے کہا تمہارے لئے ہلاکت ہے اللہ کا ثواب اس شخص کے لئے بہتر ہے

اٰمَنَ وَعَمِلَ صٰلِحًا وَّلَا یُلْقِہَا اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝۸۰ فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبَدَارَہُ الْاَرْضُ ۙ

جو ایمان لایا اور نیک عمل کئے اور یہ بات انہی کے دلوں میں ڈالی جاتی ہے جو مہم کرنے والے ہوں، سو ہم نے قارون کو اور اسکے گھر کو زمین میں دھنسا دیا،

فَمَا كَانَ لَہٗ مِنْ فِئۃٍ یَّنصُرُوْنَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنۢصَرِّیْنَ ۝۸۱

سو کوئی بھی جماعت نہ تھی جو انکی مدد کر کے اللہ سے بچا لیتی اور وہ خود بھی اپنی مدد کرنے والا نہ تھا

۷۶: اِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسٰى (بیشک قارون قوم موسیٰ میں سے تھا)۔

تَحْوِی: قارون یہ غیر منصرف ہے۔ کیونکہ عجمہ و معرفہ دو سبب موجود ہیں اگر اس کو فاعولا کے وزن پر مانیں تو یہ منصرف ہوگا۔ پھر یہ قرنت الشیء سے ماخوذ ہوگا۔

یہ اسرائیلی الاصل تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا ابن عم تھا۔ سلسلہ نسب قارون بن یصہر بن قاہٹ بن لاوی بن یعقوب اور موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ موسیٰ بن عمران بن قاہٹ اس کو خوبصورتی کی وجہ سے المنور کہا جاتا تھا۔ یہ بنی اسرائیل میں تورات کا بڑا قاری تھا۔ لیکن سامری کی طرح منافق تھا۔ فَبَغٰی عَلَیْهِمْ (پھر یہ قوم پر تکبر کرنے لگا)۔ یعنی یہ البغی سے نکلا ہے۔ جس کا معنی ظلم ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کو فرعون نے بنی اسرائیل پر حکمران بنایا یہ ان پر ظلم کرتا۔ نمبر ۲۔ یہ البغی بمعنی تکبر سے ہے۔ اس نے بنی اسرائیل پر کثرت مال و اولاد کی وجہ سے تکبر کیا۔ نمبر ۳۔ دوسروں سے ایک بالشت کپڑے بڑھائے (اور بطور تکبر ان کو لٹکا کر اور کھینچ کر چلتا تھا) بغوی، وَاٰتٰیْنَاهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَا اِنَّ مَفَاتِحَہٗ (اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی چابیاں)۔

ما۔ الذی کے معنی میں آیاتنا کی وجہ سے منصوب ہے اور اِنَّ اور اس کا اسم و خبر مل کر الذی کا صلہ بنتے ہیں اسی لئے اِنَّ مَكْسُوْر ہے۔ اور المفاتح جمع مفتاح کی ہے میم کے کسرہ کے ساتھ ہے جس کا معنی چابیاں۔ نمبر ۲۔ مَفْتَحُ فَتْحَہٗ کے ساتھ جس کا معنی خزانہ ہے اور زیادہ درست بات یہ ہے کہ چابیاں مراد ہیں۔

لَتَنْوُوْا بِالْعُصْبَةِ (بھاری کر دیتی تھی ایک جماعت کو) جماعت کو بوجھل کر دیتیں۔ الْعُصْبَةُ بڑی جماعت وہ اپنے خزانوں کی چابیاں سترنجروں پر لادتا تھا۔ بقاء تعدیہ کے لئے ہے جیسے کہتے ہیں ناء بہ الحمل اس کو بوجھ نے جھکا دیا۔ اس کے ہر خزانہ کی ایک چابی تھی۔ اور ہر چابی ایک انگشت کے برابر چمڑے کی بنی ہوئی تھی۔ اُولٰٓئِی الْقُوَّةِ (طاقتور و مضبوط)۔ اِذْ قَالَ لَہٗ قَوْمُہٗ (جب اس کو اس کی قوم نے کہا)۔ قوم سے یہاں مؤمن مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

تَحْوِی: اِذْ تَنْوُوْا کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔

لَا تَفْرَحْ (کثرت مال پر تکبر مت کرو)۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا اٰتٰکُمْ [الحید - ۲۳]

دنیا پر وہ شخص اتراتا ہے۔ جو دنیا پر راضی اور مطمئن ہو۔ باقی وہ شخص جس کا دل آخرت کی طرف لگا ہو اور وہ جانتا ہو کہ عنقریب اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ دنیا پر بالکل نہیں اتراتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ مال پر تکبر کرنے اور

اتر آنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

۷۷: وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ (اور اللہ تعالیٰ نے جو تجھے دیا ہے اس میں عالم آخرت کو تلاش کر)۔ یعنی جو غنی اور ثروت تمہیں دی ہے۔ الدَّارَ الْآخِرَةَ (آخرت والے گھر کو)۔ اس طرح کہ تم فقراء پر خیرت کرو اور صلہ رحمی کرو اور مقامات خیر میں اس کو صرف کرو۔ وَلَا تُنْسِنَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت) ہرگز نہ بھول)۔ وہ یہ ہے کہ بقدر کفایت اس میں سے لو جو تمہارے لئے بہتری والا ہو۔

ایک قول یہ ہے:

اپنی دنیا کے ذریعہ آخرت کو طلب کرو۔ پس یہی دنیا میں سے آخرت کا حصہ ہے۔

وَإِحْسِنْ (اور احسان کرو)۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ کَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ (جیسا اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے) یہ انعامات دیکرو وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ (اور زمین میں فساد مت مچا ظلم و تکبر کے ذریعہ) إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (بیشک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے)۔

۷۸: قَالَ إِنَّمَا أُوتِيَتْهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي (اس نے کہا مجھے جو کچھ ملا ہے۔ وہ مجھے میرے علم کی وجہ سے ملا ہے)۔ ہ سے مراد مال ہے۔ علی علم عندی کہہ کر اس نے اپنے علم کو سبب قرار دیکر استحقاق مال کا دعویٰ کیا ہے۔ جو علم تو رات ایسے لوگوں سے زیادہ ملا ہوا تھا۔ نمبر ۲۔ تجارت و زراعت سے کمائی کے طرق۔

خَفَوُ: عندی یہ علم کی صفت ہے۔

قول سہل رحمۃ اللہ علیہ:

کوئی ایسا شخص نہیں کہ جس نے اپنی طرف دیکھا ہو (تکبر کیا ہو) اور پھر وہ کامیاب ہوا ہو۔ خوش نصیب وہ ہے۔ جس نے اپنے افعال و اقوال سے اپنی نگاہ کو پھیر لیا اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے احسانات کو اپنے تمام افعال و اقوال دیکھنے کا دروازہ کھول لیا اور بد نصیب وہ ہے جس کے افعال، اقوال، احوال اس کی اپنی نگاہ میں مزین نظر آئیں۔ پھر وہ ان پر فخر کرنے لگا۔ اور ان کے بارے دعویٰ کیا کہ یہ اس کے اپنے ذاتی کمال والے افعال و اقوال ہیں۔ ایک دن اس کی بد بختی اس کو ہلاک کر دے گی۔ جیسا کہ قارون کو دھنسا دیا گیا جب اس نے اپنی ذات کے لئے فضیلتوں کا دعویٰ کیا۔

أَوَلَمْ يَعْلَمْ (کیا قارون کو معلوم نہیں)۔ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً (کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے زمانے والے ہلاک کر دیئے جو اس سے طاقت میں بڑھ کر تھے)۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے علم کو ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ ہلاک کر دیا ان سے پہلے زمانہ والوں کو جو کہ اس سے زیادہ طاقتور اور زیادہ مالدار تھے۔ کیونکہ وہ تورات میں پڑھ چکا تھا۔ گویا اس کو اس طرح کہا گیا۔ أَوَلَمْ يَعْلَمْ فِي جُمْلَةٍ مَا عِنْدَهُ مِنَ الْعِلْمِ هَذَا

حتیٰ لا یغتر بکثرة مالہ وقوتہ۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ جو کچھ اس کے پاس علم ہے یہ اس تمام علم میں سے ہے۔ تاکہ وہ اپنے مال کی کثرت وقوت پر دھوکا میں مبتلا نہ ہوتا۔ نمبر ۲۔ یا اس میں اس کے علم کی نفی ہے۔ کیونکہ جب اس نے یہ کہہ دیا۔ اوتیتہ علی علم عندی۔ تو اسے کہا گیا کہ کیا اس کے پاس اس علم کی مثل ہے جس کا اس نے دعویٰ کیا ہے اور جس کی وجہ سے اس نے ہر نعمت کو اپنے لئے لازم سمجھ لیا ہے۔ اس کو اس نفع بخش کا علم نہ ہوا کہ جس سے اپنے آپ کو ہالکین کے نتائج سے بچالے۔

وَأَكْثَرُ جَمْعًا (اور جماعت وجتہ کے اعتبار سے بڑھ کر تھے) مال میں۔ نمبر ۲۔ جماعت وتعداد میں۔ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ (اور مجرموں سے ان کے گناہوں سے متعلق) تحقیق ومعلومات کے لئے) نہ پوچھا جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق جانتے ہیں۔ بلکہ وہ تو بلا حساب دوزخ کا ایندھن ہونگے۔ نمبر ۲۔ بغیر سوال ہی مجرم گناہوں کا اعتراف کر لیں گے۔ نمبر ۳۔ وہ نشانات سے پہچان لیے جائیں گے اس لئے پوچھنے کی حاجت نہ ہوگی۔ نمبر ۴۔ ان سے معلومات کی غرض سے تو پوچھا نہ جائے گا البتہ تو بیخ کے لئے سوال ہوگا۔ نمبر ۵۔ گزشتہ لوگوں کے گناہوں کے بارے میں ان سے سوال نہ ہوگا۔ اس امت کے مجرمین سے۔

۹۷: فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ (وہ اپنی قوم کے سامنے بن سنور کر نکلا)۔ زرد اور سرخ کپڑے پہن کر۔

ایک قول یہ ہے:

وہ ہفتہ کے دن سفید خچر پر سوار ارغوانی لباس جس پر سنہری سورج بنے ہوئے تھے پہن کر نکلا۔ اس کے ساتھ چار ہزار آدمی اسی کے لباس زیب تن کیے ہوئے نکلے۔

ایک قول:

ان پر اور ان کے گھوڑوں پر سرخ پاکھریں تھیں اور اس کے دائیں جانب تین سو غلام اور بائیں طرف تین سولونڈیاں جن کی رنگت سفید اور زیورات وریشم میں بچی ہوئیں۔

مُخْجَوٍ: فی زینتہ یہ فاعل سے حال ہے اسی خرج متزیناً۔

قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (ان لوگوں نے کہا جو دنیا کی زندگی کو چاہنے والے تھے)۔

ایک قول:

یہ مسلمان تھے۔ انہوں نے یہ تمنا خوشحالی کی طرف عام انسانوں کی طرح رغبت رکھتے ہوئے کی تھی۔

اور ایک قول:

یہ کافر تھے۔ یَلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ (اے کاش آج ہمارے لئے اسی طرح ہوتا جس طرح قارون کو ملا ہے)۔ یہ بطور رشک کے کہا۔ الغابط۔ جو نعمت والے کی نعمت کو دیکھ کر اسی جیسی نعمت کی اپنے متعلق تمنا کر لے مگر اس کی نعمت کے زوال کی

خواہش دل میں پیدا نہ کرے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

الحاسد۔ جو نعمت والے کی نعمت دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کرے۔ اس کی مثال دوسری آیت میں ہے۔ وَلَا تَتَمَنُوا

مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ [النساء۔ ۳۲]

فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم:

کیا غبطہ نقصان دیتا ہے؟ فرمایا نہیں مگر اتنا جتنا کانٹے جھاڑی کو۔ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ (بیشک وہ بڑا نصیب ور ہے)۔

الحظ۔ نصیب، بخت و دولت کو کہتے ہیں۔

۸۰: وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (اور کہا ان لوگوں نے جن کو علم ملا)۔ ثَوَابٌ عَقَابٍ اور فنائے دنیا اور بقائے عقبیٰ کے متعلق انہوں نے قارون پر رشک کرنے والوں سے کہا۔ وَيَلْكُمُ (تم پر افسوس ہے)۔ اس کلمہ کی اصل ویلک ہے۔ یہ ہلاکت کی بددعا ہے۔ پھر ڈانٹ و ردع کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اور ایسی چیز پر آمادہ کرنے کے لئے جو ناپسند ہو۔

يَخْوِفُ: یہ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ اِی الزمکم اللہ ویلکم کذا فی التبیان فی اعراب القرآن۔

ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلْقِيهَا (اللہ تعالیٰ کا بدلہ بہت بہتر ہے اس شخص کے لئے جو ایمان لایا اور اس نے نیک اعمال کیے اور یہ انہی کو دیا جائے گا)۔ لا یلقى کا معنی اس کلمہ ثواب اللہ خیر کی تلقین دین پر ثابت قدم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ إِلَّا الصَّابِرُونَ (مگر صبر کرنے والے) مگر وہ لوگ جو طاعات پر جبرے رہنے والے اور شہوات سے باز رہنے والے اور اسی طرح دنیا کی زینت سے دور رہنے والے اور جو قلیل ان کی قسمت میں ہے اس پر صبر کرنے والے ہیں۔

۸۱: فَخَسَفْنَا بِهِ وَبَدَارِهِ الْأَرْضَ (پس ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا)۔ قارون موسیٰ علیہ السلام کو ہر وقت ایذا پہنچاتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اس قرابت نسبی کی وجہ سے مدارات فرماتے۔ یہاں تک کہ زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا۔ پس اس نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک ہزار دینار پر ایک دینار اور ہر ہزار درہم پر ایک درہم کی ادائیگی کا اقرار کر کے صلح کر لی۔ جب اس سے حساب نکالا تو اس کی مقدار بہت بڑھ گئی۔ اس کا نفس بخل پر آمادہ ہوا۔ اس نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام تو تمہارا مال لینا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا تم ہمارے بڑے ہو جو حکم دو۔ ہم وہ تسلیم کریں گے۔

اس نے کہا ہم فلاں فاحشہ عورت کو معاوضہ دیتے ہیں۔ تاکہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر اپنے ساتھ زنا کی تہمت لگائے۔ بنی اسرائیل نے اس بات میں شرکت سے انکار کر دیا۔ مگر اس نے اس عورت کو۔ نمبر ۱۔ ایک ہزار دینار پر آمادہ کر لیا۔ نمبر ۲۔ سونے کا ایک تھال۔ نمبر ۳۔ جس طرح اور جتنا وہ مانگے۔ جب عید کا دن آیا۔ موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر بنی اسرائیل کو وعظ فرمانے لگے۔ جو چوری کرے ہم اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے۔ جو افتراء باندھے ہم اس کو کوڑے لگائیں گے۔ جو زنا کرے اور وہ غیر شادی شدہ ہو۔ ہم اس کو کوڑے لگائیں گے اور اگر شادی شدہ ہو تو اس کو سنگسار کریں گے۔

قارون نے کھڑے ہو کر کہا۔ اگرچہ آپ ہی کیوں نہ ہو؟ آپ نے فرمایا خواہ میں ہی ہوں۔ اس نے کہا۔ بنی اسرائیل کا

خیال ہے کہ تم نے فلاں عورت سے (نعوذ باللہ) بے حیائی کی ہے۔ وہ عورت سامنے بلائی گئی۔ آپ نے اس کو اس ذات باری تعالیٰ کی قسم دی جس نے سمندر کو پہاڑ اور تورات کو نازل فرمایا کہ تم سچ سچ کہو۔ وہ عورت بولی۔ قارون نے تم پر تہمت لگانے کے بدلے میرے لئے اتنا انعام مقرر کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے۔ اور عرض کیا یا رب۔ اگر میں آپ کا رسول ہوں۔ تو آپ اس پر اس انتقام میں غضب نازل فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ تم زمین کو حکم دو وہ تمہاری تعمیل کرے گی۔ آپ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف اسی طرح بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف جو اس کا ساتھی ہے وہ اپنی جگہ رک جائے اور جو میرے ساتھ ہے۔ وہ اس سے علیحدگی اختیار کر لے۔ تمام مجمع سوائے دو آدمیوں کے اس سے الگ ہو گیا۔ پھر آپ نے زمین کو حکم دیا۔ ان کو پکڑ لو۔ ان کو زمین سے ایڑیوں تک پکڑ لیا۔ پھر آپ نے فرمایا اس کو پکڑ لو۔ زمین نے کمر تک ان کو دھنسا دیا۔ پھر فرمایا پکڑو۔ زمین نے گردن تک ان کو دھنسا دیا۔ قارون اور اس کے ساتھی موسیٰ علیہ السلام سے گڑگڑا کر کہتے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ اور رحم کا واسطہ دیتے۔ موسیٰ علیہ السلام شدت غضب کی وجہ سے ان کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔ پھر کہا۔ ان کو پکڑ لے۔ زمین نے ان کو دبوچ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ اس نے تم سے کئی مرتبہ فریاد کی مگر تو نے رحم نہ کیا۔ میری عزت کی قسم! اگر وہ مجھ سے ایک مرتبہ رحمت طلب کرتا تو میں اس پر رحم کر دیتا۔

بعض بنی اسرائیل نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس لئے ہلاک کیا تا کہ اس کے مال پر قبضہ کر لے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس کے گھر اور خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا۔

فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ (پس نہیں تھی کوئی جماعت اس کے لئے)۔ يَنْصُرُوْنَهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (جو اس کی مدد کرے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لئے)۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِيْنَ (اور نہ وہ ہوا بدلہ لینے والوں میں سے) جو موسیٰ علیہ السلام سے انتقام لیتے۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روکنے میں مدد کرتے۔

عرب کہتے ہیں: نصرہ من عدوہ فانتصر ای منعه منه فامتنع اس کو اس سے روکا پس وہ رگ گیا۔

وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيَكَانَ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

اور کل گزشتہ جو لوگ آرزو کر رہے تھے کہ ہم بھی اس جیسے ہو جاتے صبح ہونے پر کہنے لگے کہ ارے! بات یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا رزق

يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْ لَا أَنْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيَكَانَهُ

اپنے بندوں میں سے جسے چاہے زیادہ دیدے اور جس پر چاہے رزق تنگ کر دے اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ ارے!

لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٢﴾

بات یہ ہے کہ کافر لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔

۸۲: وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ (اور ہو گئے وہ لوگ جو تمنا کرتے تھے اس کے مرتبہ کی)۔ اصبح یہاں صار کے معنی میں ہے اور مکانہ سے مراد دنیا میں اس کا مقام و مرتبہ بِالْأَمْسِ (کل گزشتہ)۔ یہ تمنا کا ظرف ہے۔ اس سے مراد کل گزشتہ نہیں بلکہ قریب وقت سے کنایہ ہے۔ يَقُولُونَ وَيَكَانَ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (اور کہنے لگے ارے ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی روزی فراخ کرنا چاہتا ہے اپنے) وَيَقْدِرُ (بندوں میں سے وہ فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی پی تلی کرنا چاہتا ہے پی تلی کر دیتا ہے)۔

نَحْوُ: وَیُیِّ عِلْمَائِ بَصْرَہ کے ہاں تَکَانَ سے جدا ہے۔

سیبویہ کا قول:

وَيُیِّ یہ کلمہ خطا پر تنبیہ اور شرمندگی دلانے کے لئے آتا ہے۔ اس کو شرمندہ آدمی اظہار شرمندگی کے لئے لاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قوم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کہ ہم نے یالیت لنا مثل ما اوتی قارون والی تمنا غلط کی اور شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے۔ لَوْ لَا أَنْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا (اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ فرماتے)۔ اس تمنا کو پھیر کر جو ہم نے کل گزشتہ کی تھی تَوَلَّخَسَفَ بِنَا (تو وہ ہمیں بھی دھنسا دیتا)۔

قراءت: خَسَفَ۔ دونوں فتح کے ساتھ حفص، یعقوب و سہل نے پڑھا اور لَخَسَفَ۔ یہ حمزہ نسائی، ابو عمرو ابن کثیر کی قراءت ہے۔ اس میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوثی ہے۔ وَيَكَانَهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ (ارے کیا تم نہیں جانتے کہ کافر قلاح نہیں پاتے)۔ پھر کہنے لگے۔ ایسا لگتا ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہوتے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا

یہ آخرت کا گھر ہم اسے ان لوگوں کے لئے خاص کر دیں گے جو زمین میں بلندی اور فساد کا ارادہ نہیں

فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا وَمَنْ جَاءَ

کرتے، اور اچھا نتیجہ متقیوں کے لئے ہے، جو شخص نیکی لے کر آئے گا سو اس کے لئے اس سے بہتر بدلہ ملے گا۔ اور جو شخص

بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۴﴾

بدی لیکر آئے گا سو جن لوگوں نے برے عمل کئے انہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ لوگ کیا کرتے تھے۔

۸۳: تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ (یہ آخرت والا گھر ہم ان لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں بڑے بننے کے خواہاں نہیں ہوتے)۔

نَحْوُ: تِلْكَ یہ دار آخرت کی تعظیم کے لئے اشارہ بعید استعمال فرمایا گیا۔ مطلب یہ ہے۔ تِلْكَ الَّتِي سَمِعْتَ بِذِكْرِهَا وَ بَلَغَكَ وَ صَفَّهَا۔ وہ وہی تو ہے جس کا تذکرہ تم نے سنا اور اس کی تعریف معلوم ہوئی۔ یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر نَجْعَلُهَا ہے۔ اور الدار یہ مشارالیه صفت ہے۔

عُلُوًّا سے مراد بغاوت و سرکشی یہ ابن جبیر کا قول ہے۔ نمبر ۲۔ یا ضحاک نے ظلم سے تفسیر کی۔

وَلَا فَسَادًا (اور نہ فساد)۔ فساد سے معاصی پر عمل نمبر ۲۔ قتل نفس نمبر ۳۔ غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلانا۔

نکتہ: آیت میں آخرت والے وعدے کو علو و فساد کے ترک سے متعلق نہیں کیا بلکہ ان کے ارادہ کے ترک سے متعلق فرمایا اور ان کی طرف میلان کے ترک سے متعلق کیا گیا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا۔ [ہود۔ ۱۱۳] پس حاصل یہ ہوا کہ علو کی وعید کون اور جھکاؤ سے متعلق ہے۔

فرمان علی رضی اللہ عنہ:

آدمی کو کبھی پسند آتا ہے کہ اس کے جوتے کا تسمہ دوسرے ساتھی سے عمدہ ہو تو وہ بھی اس میں داخل ہو جائے گا۔

فرمان فضیل رحمۃ اللہ علیہ:

نے اس آیت کو پڑھا پھر کہنے لگے۔ تمنا میں یہاں دم توڑ گئیں۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ:

موت کے وقت اس کو اپنی زبان پر دھراتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی روح قبض ہو گئی۔

بعض علماء کا قول یہ ہے:

اس کا مطلب یہ ہے کہ فرعون اور قارون کی پیروی سے نفرت اختیار کی جائے اور اس ارشاد کو تھامے رہے۔ ان فرعون علا فی الارض القصص ۴۔ ولا تبغ الفساد فی الارض۔ القصص ۷۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (اور اچھا انجام متقین کا ہے)۔

۸۴: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا (جو شخص قیامت کے دن نیکی لائے گا۔ اس کو نیکی کی مقدار سے بہت زیادہ اچھا ملے گا)۔ یہ آیت سورۃ النمل ۸۹ میں گزر چکی۔

وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ (اور جو شخص برائی لایا ایسے لوگوں کو جو برے کام کرتے ہیں اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا)۔ ولا یجزی کا معنی فلا یجزون ہے۔ پس الذین عملوا السیئات ظاہر نائب فاعل کو ضمیر کی جگہ لائے۔ تاکہ برے اعمال کی اسناد ان کی طرف دوبارہ کر کے ان کی بد حالی اور تذلیل خوب ظاہر ہو اور سننے والوں کے دلوں میں برائی کی نفرت بڑھادی جائے۔ اِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (جتنا وہ کرتے تھے۔ مگر اسی کی مثل جو وہ کرتے رہے)۔

فضل اللہ العظیم:

اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ملاحظہ فرمائیں کہ برائی و گناہ کی سزا تو اس کی مثل سے دی اور نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا اور اس سے بڑھا کر سات سو گنا کر دیا۔ (اللهم متعنا بفضلک العظیم آمین)

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ

بلاشبہ جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ واپس پہنچا دے گا۔ آپ فرمادیجئے کہ میرا رب اس شخص کو

مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ

خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جانتا ہے جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔ اور آپ کو اسکی امید نہ تھی کہ آپکو

إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ﴿۸۶﴾

کتاب دی جائے گی مگر محض آپکے رب کی رحمت سے۔ سو آپ ہر گز کافروں کے مددگار نہ ہو جائیے۔

وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ

اور ہر گز یہ لوگ آپ کو اللہ کی آیات سے روک نہ دیں اسکے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل ہو چکی ہے۔ اور آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہئے

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

اور ہر گز مشرکین میں سے نہ ہو جائیے اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۸۸﴾

اسکی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ اسی کی حکومت ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۸۵: إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ (بیشک وہ ذات جس نے تم پر قرآن کو فرض کیا ہے)۔ اس کی تلاوت کو تم پر لازم کر دیا۔ اور اس کی تبلیغ اور عمل کو ضروری کر دیا۔ لَرَادُّكَ (وہ ضرور آپ کو لوٹانے والا ہے)۔ موت کے بعد الیٰ مَعَادٍ (لوٹنے کی جگہ کی طرف)۔ کیا خوب وہ لوٹنے کی جگہ ہے جو اور کسی فرد بشر کو آپ کے علاوہ حاصل نہیں۔ اسی تخیم کو ظاہر کرنے کے لئے نکرہ لائے۔ نمبر ۲۔ مکہ مراد ہے۔ آپ کا فتح کے دن لوٹنا کیونکہ اس دن لوٹنا ایک خاص شان و عظمت کے ساتھ ہوگا مکہ والے مغلوب و مقہور ہو جائیں گے اور اسلام اور اہل اسلام کی عزت ظاہر ہوگی۔ شرک اور اہل شرک ذلیل ہو جائیں گے۔

یہ سورت اگرچہ مکہ ہے۔ مگر یہ آیت جھگڑے کے مقام پر اتاری جو مکہ و مدینہ کے درمیان میں واقع ہے۔ اس وقت آپ کے قلب اطہر میں مکہ مکرمہ کا شوق موجزن تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معاد (مکہ) کا وعدہ فرمایا تو فرمایا۔

قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ (آپ کہہ دیں میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا ہے)۔ یعنی من سے مراد آپ کی ذات گرامی ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کو معاد میں کتنا بڑا ثواب ہے۔ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے)۔ مراد اس سے مشرکین مکہ ہیں۔ اور جو ان کو شرک کے نتیجہ میں آخرت میں سزا ملے گی۔

مَنْ مَّحَلُّ نَصَبٍ مِّسْ هِ اس کا فعل یعلم مضمَر ہے۔

۸۶: وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ (اور آپ کو تو کوئی امید بھی نہ تھی کہ آپ کو دی جائے گی)۔ یلقى کا معنی وحی کرنا۔ إِلَيْكَ الْكِتَابُ (کتاب یعنی قرآن مجید) إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ (مگر یہ تو محض آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے ہوا)۔ یہ اس معنی پر محمول ہے کہ آپ کی طرف قرآن کی وحی آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ نمبر ۲۔ الا کو لکن کے معنی میں لیا جائے۔ جو کہ استدراک کے لئے آتا ہے۔ یعنی لیکن تیرے رب کی رحمت کی وجہ سے آپ پر وحی کی گئی۔ لیکن تیرے رب کی رحمت کے لئے آپ پر وحی قرآن کی گئی ہے۔

فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِلْكَافِرِينَ (پس تم ہرگز کافروں کے مددگار و پشت پناہ مت بننا) ان کے دین میں ان کے مددگار ہرگز نہ بنیں۔

۸۷: وَلَا يَصُدُّنَكَ عَنْ آيَةِ اللَّهِ (اور وہ ہرگز نہ روکیں آپ کو اللہ کی آیات (پڑھنے یا عمل کرنے) سے) (مراد اس سے جمع ہے یعنی یہ لوگ ہرگز آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل سے نہ روکیں۔ آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ بَعْدَ إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ (بعد اس کے کہ وہ آپ کی طرف اتاری جا چکی ہیں) یعنی قرآن کے نزول کے بعد اور اذ کی طرف اسمائے زمان کی اضافت کی جاتی ہے مثلاً حینئذ یومئذ۔

وَأَذْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ (اور اپنے رب کی طرف بلا تے رہئے) یعنی اس کی توحید اور عبادت کی دعوت دیتے رہئے۔ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (اور مشرکین میں سے نہ ہو جائیے)

۸۸: وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (اور اللہ کے ساتھ کسی معبود کو مت پکاریے)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ خطاب بظاہر حضور ﷺ کو ہے اور مراد اس سے ہر وہ شخص ہے جس نے آپ ﷺ کے لئے ہوئے دین کو اختیار کر لیا ہے نیز گناہوں سے معصوم ہونا اس کا متقاضی نہیں کہ گناہوں سے روکا نہ جائے اور لفظ آخر پر وقف ضروری ہے کیونکہ ملا کر پڑھنے کی صورت میں لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ کا جملہ انماخر کی صفت بن جائے گا جس کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (اور اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاکت پذیر ہے)۔ وجہ سے اس کی ذات مراد ہے۔ وجہ سے تعبیر کی گئی ہے۔

قول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

الوجهہ سے مراد علماء کا علم ہے۔ جب اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی مقصود ہو۔ لَهُ الْحُكْمُ (اسی کے لئے حکم دینا خاص ہے)۔ یعنی اس کا حکم مخلوق میں جاری ہے۔ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (اور تم اسی ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے)۔ قراءت: یعقوب نے تَرْجَعُونَ پڑھا ہے۔

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ تَسْعُ وَثْنُونَ آيَةً وَسَبْعُ رُكُوْعًا

سورة العنكبوت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں انہتر آیات اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْم ۱ أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يَتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۖ وَلَقَدْ

الْم ۱ کیا لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ اتنا کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ اور بلا شبہ

فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۚ

ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے سو اللہ ضرور ضرور ان لوگوں کو جان لے گا جو سچے ہیں اور ضرور ضرور جھوٹوں کو بھی جان لے گا۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۚ

جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے چھوٹ کر کہیں بھاگ جائیں گے، برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

۱: اَلْم۔ اَحْسِبَ النَّاسُ اَنْ يَتْرَكُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔ اَلْم (کیا لوگوں نے خیال کر لیا ہے کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے، ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی)۔

الحسبان۔ یا ہی متناقض چیزوں میں سے ایک کا دوسرے کے مقابلہ میں قوت پکڑنا جیسا کہ ظن میں ہوتا ہے۔ الشک۔ دو متناقضین میں دونوں کے مابین ٹھہرنا۔ العلم۔ دو میں سے ایک کے متعلق قطعیت پیدا ہونا۔ ان دونوں کا اطلاق معانی مفردات پر نہیں آتا بلکہ مضامین جمل پر ہوتا ہے۔ اگر تم اس طرح کہو۔ حسبت زیذا وظننت الفرس۔ تو اس سے کچھ حاصل نہیں جب تک کہ تم اس طرح نہ کہو۔ حسبت زیذا عالما وظننت الفرس جو ادا۔ کیونکہ زید عالم اور الفرس جو ادیہ دونوں مضمون جملہ پر دلالت کرتے ہیں۔ جب تو ایسا مضمون جملہ جو تمہارے ہاں ثابت ہو بطور ظن کے خبر دینا چاہو تو جملے کے دو حصوں پر حسان کو داخل کر دو گے تو تمہاری غرض حاصل ہو جائے گی۔

اس موقع پر حسان کا تقاضا کرنے والا مضمون جملہ ان یترکوا ان یقولوا آمنا وہم لا یفتنون ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ احسبوا ترکہم غیر مفتونین لقولہم آمنا۔ (انہوں نے اپنے آپ کو بے امتحانی سمجھ لیا آمنا کہنے کی وجہ سے)۔ پس حسب کے دونوں مفعولوں میں سے اول کو ترک کر دیا ہے۔ اور آمنا خبر ہے۔ بلا آزمائش ہونے کو ترک کہا گیا کیونکہ یہ ترک وہ ہے جو تصحیر کے معنی میں آتا ہے۔ جیسا کہ عنترہ کا قول ہے۔ فترکتہ جزر السباع

یَنْشُئَةُ۔

ذرا غور تو کرو کہ حسان کے لانے سے قبل تم اس طرح کہہ سکتے ہو۔ تر گھم غیر مفتونین لقولہم امنا۔ (ان کو بلا آزمائش چھوڑ دیا ان کے صرف آما کہنے پر)۔ اس میں لام سے قبل حاصل و مستقر مقدر ہوگا۔ یہ استفہام تو بخ کے لئے ہے۔ الفتنة سے مراد سخت تکالیف جیسے وطن سے جدائی، دشمنوں سے جہاد، تمام مشکل طاعات، ترک شہوات، فقر، قحط، انفس و اموال میں قسم قسم کے مصائب، کفار کا ان کی ایذا دہی اور ان کے خلاف سازشوں پر جمنا وغیرہ مراد ہیں۔

روایت ہے:

کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کے متعلق نازل ہوئی جو مشرکین کی ایذاؤں پر گھبرا گئے یا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر تکالیف دی جاتی تھیں۔

۳: وَلَقَدْ فَتَنَّا (ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا)۔ امتحان لیا۔ یہ احسب سے متصل ہے۔ نمبر ۲۔ لا یفتنون سے متصل ہے۔ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (وہ لوگ جو ان سے قبل ہوئے)۔ مختلف قسم کی آزمائشوں کے ذریعہ ان کو آزمایا ان میں سے بعض کے سروں پر آرا رکھ کر دو حصوں میں چیر دیا گیا۔ مگر یہ بات بھی اس کو دین سے ہٹانہ سکی۔ اور بعض کو لوہے کی کنگھیوں سے چھیدا گیا مگر یہ چیز ان کو دین سے نہ پھیر سکی۔ فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ (پس اللہ تعالیٰ امتحان سے ضرور ظاہر کرے گا)۔ الَّذِیْنَ صَدَقُوا (ایمان میں سچے لوگوں کو) وَلْيَعْلَمَنَّ الْكَذٰبِیْنَ (اور ضرور بضرور ایمان میں جھوٹے لوگوں کو ظاہر کرے گا)۔

علم باری تعالیٰ:

کا مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے موجود کو اس کے وجود کے وقت اور وجود سے قبل بھی جانتے ہیں۔ کہ وہ ایجاد فرمائیں گے بالفعل ظاہر فرمائیں گے یعنی سچے اور جھوٹے کو بالفعل جدا کر دیں گے۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

بندے کا صدق و کذب تنگدستی اور خوشحالی میں جانا جاتا ہے۔ جو خوشحالی میں شکر کرے اور ایام مصیبت میں صبر کرے۔ وہ سچا ہے۔ اور جو خوشحالی کے ایام میں تکبر و خود ستائی میں مبتلا ہو اور مصیبت میں جزع و فزع کی وہ جھوٹا ہے۔

۴: اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاَتِ (کیا بدکاریاں کرنے والوں نے گمان کر لیا)۔ السینات سے شرک و گناہ مراد ہیں۔ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا (کہ وہ ہم سے سبقت کر جائیں گے)۔ وہ ہم سے نکل جائیں گے۔ یعنی سزا ان کو بہر صورت ملے گی۔

نحو: ان کا صلہ مسند اور مسند الیہ کو شامل ہونے کی وجہ سے دو مفعولوں کے قائم مقام ہو گیا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ [البقرہ ۲۱۳]

نمبر ۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ حَسِبَ میں قَدَّر کا معنی متضمن ہو۔ اور ام منقطعہ ہو اور اس میں اضراب کا معنی پایا جائے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

جو شخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے سو بلاشبہ اللہ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔ جو شخص

جَاهِدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا

مجاہدہ کرتا ہے سو وہ اپنے لیے ہی محنت کرتا ہے، بلاشبہ اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے، جو لوگ ایمان لائے اور

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا

نیک عمل کیے ضرور ضرور ہم ان کی برائیوں کا کفارہ کردیں گے اور ضرور ہم انہیں ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ

يَعْمَلُونَ ۝

دیں گے۔

اس طرح کہ یہ گمان تو پہلے گمان سے بھی زیادہ باطل تر ہے۔ کیونکہ وہ تو صرف یہ فرض کیا گیا کہ ایمان لانے پر اس کا امتحان نہ لیا جائے گا اور یہ گمان کر بیٹھا ہے کہ اس کی سیئات پر اس کو سزا نہ ملے گی۔

بعض کا قول:

یہ ہے کہ اول تو ایمان والوں کے متعلق ہے کہ مومنوں نے عدم آزمائش کا گمان کیا۔ اور دوسرا گمان کافروں سے متعلق ہے۔ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (وہ بہت برا فیصلہ کرتے ہیں)۔ ما موضع رفع میں ہے۔ معنی یہ ہے ساء الحكم حکمہم۔ ان کا فیصلہ بدترین فیصلہ ہے۔

ما موضع نصب میں ہے۔ معنی یہ ہے ساء حکما بحکمون۔ بہت برا ہے فیصلہ کے لحاظ سے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ مخصوص بالدم محذوف ہے ای بنس حکما بحکمونہ حکمہم ہذا۔ ان کا یہ حکم جو وہ کر رہے ہیں بہت برا حکم ہے۔

۵: مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ (جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہو)۔ نمبر ۱۔ یعنی اس کے ثواب کی امید رکھتا ہو۔ نمبر ۲۔ اس کے محاسبہ سے ڈرتا ہو۔ رجاء میں امید و خوف دونوں کا احتمال ہے۔ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ (پس بیشک اللہ تعالیٰ کا معین وقت ضرور آنے والا ہے)۔ اجل اللہ سے مراد وہ وقت جو ثواب و عقاب کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔ لَآتٍ (لا محالہ آنے والا ہے)۔ پس اس کو چاہیے کہ وہ اعمال صالحہ اختیار کرے جو اس کی امید کو سچا کر دکھائیں اور اس کی تمنا پوری ہو جائے۔ وَهُوَ السَّمِيعُ (اور وہی ہر بات کو سننے والا ہے)۔ جو اس کے بندے کہتے ہیں۔ الْعَلِيمُ (جاننے والا ہے) جو اس کے بندے کر رہے ہیں۔ اس کے علم سے کوئی چیز نکل جانے والی نہیں۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا

اور ہم نے انسان کو تاکید کی حکم دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کر اور اگر وہ تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہرا

لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ إِلَىٰ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

جس کی دلیل تیرے پاس نہیں ہے سو تو ان کی فرمانبرداری نہ کرنا۔ میری طرف تم لوگوں کو واپس ہونا ہے سو میں تمہیں ان کاموں سے باخبر کروں گا جو تم

تَعْمَلُونَ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ۙ

کیا کرتے تھے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے سو ہم ان کو ضرور ضرور نیک بندوں میں داخل کر دیں گے۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

من شرطیہ ہے ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور فان اجل الله جواب شرط ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ ان کان زید فی الدار فقد صدق الوعد۔ اگر زید گھر میں ہے تو اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

۶: وَمَنْ جَاهَدَ (جس نے اپنے نفس سے جہاد کیا)۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر نفس کو مضبوطی سے روک کر۔ نمبر ۲۔ وساوس کو دور کر کے شیطان سے جہاد کیا۔ نمبر ۳۔ کفار سے جہاد کیا۔ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ (پس بے شک وہ اپنے نفس کیلئے جہاد کرے گا) کیونکہ اس کا فائدہ اسے ہی ملے گا، إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (اللہ تعالیٰ تو جہاں والوں میں سب سے بے نیاز ہیں) ان کی اطاعت اور مجاہدات کی اسے ضرورت نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی یہ بندوں پر محض رحمت ہیں۔

۷: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے)۔ ہم ضرور بضرور ان کی سینات کو مٹا دیں گے۔ ایمان و توبہ کی برکت سے شرک و معاصی کو مٹا دیا جائے گا۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ (اور ضرور بضرور ہم ان کو بہترین بدلہ ان اعمال کا دیں گے جو وہ کرتے تھے)۔ یعنی اسلام میں کیے جانے والے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے۔

۸: وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا (اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی نصیحت کی) وصی اس نے حکم دیا۔ امر کا معنی اور استعمال بھی اسی معنی میں ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ وصیت زیداً بان یفعل خیراً۔ جیسا کہ کہتے ہیں امرت زیداً بان یفعل خیراً۔ اس ارشاد میں بھی یہی معنی ہے۔ ووصی بہا ابراہیم بنیہ۔ [البقرہ۔ ۱۳۳] ہم نے ان کو کلمہ توحید کی وصیت کی اور اس کا حکم دیا۔

باقی اس مقولہ کا مطلب وصیت زیداً بعمر و۔ میں نے اس کو وصیت کی کہ عمرو کا خیال و دھیان رکھے اور اس کی نگرانی کرے وغیرہ اور اسی طرح کا معنی اس ارشاد میں ہے۔ ووصینا الانسان بوالدیه حسناً اور ہم نے اس کو وصیت کی کہ وہ اپنے والدین

کو بھلائی پہنچائے۔

نمبر ۲۔ ہم نے اس کو وصیت کی کہ وہ اپنے والدین کو حسن و بھلائی کا والی بنائے۔ یعنی خوبی والے فعل کا والی بنائے یا وہ فعل جو اپنی ذات کے لحاظ سے خوب تر ہو اس لئے کہ اس میں خوبی بہت پائی گئی تو گویا وہ فعل مجسمہ حسن بن گیا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ [البقرہ ۸۳] لوگوں کو وہ بات کہو جو ذات کے اعتبار سے بہت خوب ہو۔

نمبر ۳۔ یہ بھی جائز ہے حسنًا کو اس کلام کے قبیلہ سے قرار دیں زیدًا ای اضرب زیدًا۔ جبکہ تم اس کو ضرب کے لئے تیاری کرتے ہوئے پاؤ تو کہو۔ زیدًا۔

پس حُسْنًا کا نصب اُولٰہِمَا فعل مضمَر کی وجہ سے ہے۔ ای اعطہما یا افعَل بہما حُسْنًا۔ کیونکہ وصیت اس پر دلالت کر رہی ہے۔ اور اس کا مابعد اس کے مطابق ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا ہے۔ قُلْنَا اُولٰہِمَا مَعْرُوفًا وَلَا تَطْعَمٰہِمَا فِی الشَّرْکِ اِذَا حَمَلَاکَ عَلَیْہِہِ اور ہم نے کہا تو ان کو بھلائی کا والی بنا اور شرک میں ان کی اطاعت نہ کر جبکہ وہ تمہیں اس پر آمادہ کریں۔ اس تفسیر کے مطابق اگر بوالدیہ پر وقف کریں اور حُسْنًا کو ابتدائی کلام قرار دیں تو یہ وقف خوب ہے۔ اور اگر تفسیر اول مراد لیں تو قال کو مضمَر ماننا ضروری ہے۔ ای و قُلْنَا۔

وَ اِنْ جَاهَدَاکَ (اور اگر وہ تمہیں مجبور کریں) اے انسان۔ لِتَشْرِکَ بَیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہِ عِلْمٌ (تاکہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تمہیں علم نہیں)۔ یعنی اس کی الوہیت کا تمہیں علم نہیں۔ مقصود نفی علم سے نفی معلوم ہے۔ گویا کہ کلام اس طرح ہے لِتَشْرِکَ بَی شَیْئَا لَا یَصِحُّ اَنْ یَّکُوْنَ اِلٰہًا۔ تاکہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا الہ ہونا درست نہیں۔ فَلَا تَطْعَمٰہِمَا (تو ان کی بات مت مان)۔ اس سلسلہ میں کیونکہ لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔ اِلٰی مَرْجِعُکُمْ (تم نے میرے ہاں لوٹ کر آنا ہے)۔ تمام کا مرجع خواہ وہ ایمان لایا یا شرک کیا۔ فَاَنْبِئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (میں تمہیں مطلع کروں گا ان اعمال کے متعلق جو تم کرتے رہے)۔ پھر ان پر صحیح صحیح بدلہ دوں گا یہاں مرجع اور وعید دونوں کو ذکر کر کے شرک میں ان کی متابعت سے ڈرانا مقصود ہے اور دین میں استقامت پر آمادہ کیا گیا ہے۔

روایت میں ہے:

کہ سعد بن ابی وقاصؓ جب مسلمان ہو گئے تو ان کی والدہ نے نذر مانی کہ وہ اس وقت تک نہ کھائے گی اور نہ پیئے گی جب تک سعد دین اسلام کو نہ چھوڑیں گے۔ سعد نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر کے استفتاء کیا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اور وہ آیت جو لقمان ۱۴۔ اور وہ آیت جو احقاف ۱۵ میں ہے۔

۹: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصَّٰلِحِیْنَ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ہم ضرور بضرور انہیں صالحین میں داخل فرمائیں گے)۔ منجملہ صالحین میں۔ الصلاح مؤمنین کی کامل ترین صفت ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا مطلوب ہے۔ سلیمان علیہ السلام کی دعا میں ہے وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین [النمل ۱۹]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ

اور بعض لوگ وہ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب انہیں اللہ کے بارے میں تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا رسانی کو

كَعَذَابِ اللّٰهِ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ أَوَلَيْسَ اللّٰهُ

اللہ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں۔ اور اگر ان کے پاس آپ کے رب کی طرف سے مدد آجائے تو ضرور ضرور کہیں گے کہ ہم تمہارے ساتھی تھے، کیا اللہ

بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعُلَمَاءِ ۚ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ

جہان والوں کے سینوں کی باتوں کو خوب اچھی طرح جاننے والا نہیں ہے؟ اور البتہ اللہ ایمان والوں کو ضرور جان لے گا اور ضرور ضرور منافقوں کو

الْمُنْفِقِينَ ۝۱۱

جان لے گا۔

دعائے یوسف علیہ السلام میں ہے۔ توفی مسلماً والحقنی بالصالحین [یوسف۔ ۱۰]

نمبر ۲۔ فی الصالحین سے صالحین کے داخل ہونے کی جگہ جنت مراد ہے۔

نشان نزول: یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی۔

۱۰. وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ فَإِذَا أُوذِيَ (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے)۔ فِی اللّٰهِ (جب ان کو اللہ کی راہ میں دکھ پہنچتا ہے)۔ اس سے مراد منافقین ہیں یعنی جب ان کو کفار کی طرف سے ایذا پہنچتی ہے۔

جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ (وہ آدمیوں کی طرف سے ملنے والی تکلیف کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح قرار دیتا ہے)۔ یعنی اس تکلیف پر اسی طرح جزع فزع کا اظہار کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب پر کیا جاتا ہے۔ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ (اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کیلئے کوئی مدد آجائے تو وہ ضرور کہنے لگتا ہے ہم بھی تو تمہارے ساتھ تھے)۔ جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کر کے ان کو مال غنیمت عنایت فرماتا ہے تو وہ معترض ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں بلاشبہ ہم تمہارے ساتھ تھے یعنی تمہارے دین میں تمہارے پیچھے لگنے والے اور تمہاری طرح اس پر ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ اس لئے ہمیں اس غنیمت میں سے حصہ دو۔ أَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعُلَمَاءِ (کیا اللہ تعالیٰ کو جہاں والوں کے سینوں کی باتوں کا علم نہیں)۔ یعنی اللہ تعالیٰ تو اچھی طرح جانتے ہیں۔ جو کچھ جہان والوں کے سینوں میں ہے اور اسی میں سے ان لوگوں کے سینوں کا نفاق بھی ہے۔ اور مومنوں کے دلوں کا اخلاص بھی ہے۔

پھر اگلی آیت میں ایمان والوں سے وعدہ اور منافقین کو دھمکی دی۔

۱۱. وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ (اور ضرور ضرور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ظاہر کریں گے) اور الْمُنْفِقِينَ (منافقین کو

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ وَمَاهُمْ

اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا کہ تم ہمارے راستے کا اتباع کر لو اور تمہارے گناہوں کو ہم اٹھائیں گے حالانکہ وہ

بِحَمِلَيْنَ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ^{۱۲} وَلِيَحْمِلْنَ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا

ان گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں ہیں، بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں۔ اور وہ لوگ ضرور ضرور اپنے بوجھوں کو اٹھائیں گے، اور اپنے بوجھوں کے ساتھ

مَعَ أَثْقَالِهِمْ وَلَيَسْئَلَنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ^{۱۳}

دوسروں کے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور قیامت کے دن ضرور ضرور ان باتوں کا سوال کیا جائے گا جو دنیا میں جھوٹ بناتے ہیں۔

بھی ظاہر کریں گے)۔ ان کا حال بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔ ان دونوں کی حالت اس کے سامنے ظاہر ہے۔ جو ان دونوں کو بدلہ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔

۱۲: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا (اور کافروں نے مؤمنوں کو کہا ہماری راہ پر چلو)۔ تو ہم تمہارے جرائم وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ (ضرور اپنے اوپر اٹھالیں گے)۔ کفار نے مسلمانوں کو اپنے کفریہ راستے پر چلنے کا امر کیا اور اپنے بارے میں ان کے گناہوں کی ذمہ داری قبول کر نیک حکم دیا۔ امر کا عطف امر پر کیا گیا۔ مقصد کفار کا یہ تھا کہ یہ دونوں امر حاصل ہونے چاہئیں۔ نمبر ۱۔ ہمارے راستے کی پیروی۔ نمبر ۲۔ تمہاری خطاؤں کو اپنے سر لینا۔ حاصل یہ ہوا کہ اگر تم ہمارے راستے کی اتباع کرو گے تو تب ہم تمہارے گناہوں کو اٹھالیں گے۔ کفار قریش یہی کہتے تھے۔ جو شخص ان میں سے اسلام قبول کرتا۔ ہم اور تم اٹھائے نہیں جائیں گے اگر اٹھائے بھی گئے تو ہم تمہارے گناہ اپنے سر لے لیں گے۔

وَمَا هُمْ بِحَمِلِينَ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (اور وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی نہ اٹھائیں گے۔ واقع میں وہ جھوٹے ہیں)۔ کیونکہ وہ بات زبانوں سے تو کہہ رہے ہیں مگر ان کے اپنے دل اس کو نہیں مانتے یہ ان جھوٹوں کی طرح ہیں جو کسی چیز کو شمار کرتے ہیں مگر ان کے دل میں نیت اس کے خلاف ہوتی ہے۔

۱۳: وَلِيَحْمِلْنَ أَثْقَالَهُمْ (اور یہ لوگ اپنے بوجھ اٹھائیں گے)۔ اپنے نفسوں کا بوجھ اٹھائیں گے۔ یعنی وہ بوجھ جو ان کے گناہوں کے سبب ہونگے۔ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ (اور اپنے اعمال کے بوجھ کے ساتھ کچھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے)۔ وہ اور بوجھ اٹھائیں گے جو ان کا ہوگا جن کی گمراہی کا یہ سبب بنے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ [النمل۔ ۲۵] یہ وہ بوجھ نہیں جن کی وہ مسلمانوں کو ضلالت دیتے تھے۔

وَلَيَسْئَلَنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ (اور ضرور ان سے قیامت کے دن ان کی افتراء پر دازیوں کی باز پرس ہو گی۔ جو جھوٹ اور باطل باتیں گھڑتے تھے)۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ

اور بلاشبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، سو وہ ان میں پچاس کم ہزار سال رہے سو ان لوگوں کو

الطُّوفَانَ وَهُمْ ظَالِمُونَ ۝۱۴ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ۝۱۵

طوفان نے پکڑ لیا اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے۔ پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دے دی اور اس واقعہ کو ہم نے تمام جہان والوں کیلئے عبرت بنادیا۔

۱۴: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ (اور ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا)۔ پس وہ ان میں اَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا (ساڑھے نو سو سال ٹھہرے)۔ ہدایت دینے میں مشغول رہے۔

نوح علیہ السلام:

کی عمر مبارک ایک ہزار پچاس سال تھی۔ چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔ اور اپنی قوم کو دعوت دینے میں نو سو پچاس سال صرف فرمائے۔ طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔

وہب رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

یہ ہے کہ ان کی عمر چودہ سو سال تھی ان کو ملک الموت نے کہا۔ اے انبیاء علیہم السلام میں سب سے زیادہ عمر والے! تم نے دنیا کو کیسا پایا۔ آپ نے فرمایا۔ جیسے ایک مکان ہو جس کے دو دروازے ہوں ایک میں سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جائے۔ آپ نے نو سو پچاس نہیں کہا۔ اگر اس طرح فرماتے تو اس عدد کا اطلاق اکثر پر ہوتا۔ اور یہ وہم کو زائل کرنے کے لئے فرمایا۔ گویا اس طرح فرمایا۔ نو سو پچاس سال پورے پورے مگر یہ انداز بیان مختصر اور لفظوں کے اعتبار سے لذیذ تر ہے اور فائدہ سے پر ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ نوح علیہ السلام کے ابتلاء کو بیان کرنے کے لئے آیا ہے۔ جو امت کی طرف سے پیش آیا اور طویل صبر والی زندگی گزاری۔ اس میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے۔ ایک ہزار کا ذکر تہم شان کے لئے ہے۔ اور غرض کو زیادہ واضح کرنے والا ہے۔ اولاً سنہ کو تمیز کے ساتھ لایا گیا پھر عاماً کو بطور تمیز لائے۔ کیونکہ ایک ہی لفظ کا تکرار قاعدہ بلاغت کے خلاف ہے۔ فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ (ان کو طوفان نے آ پکڑا)۔ طوفان وہ پانی جو چکر لگائے اور کثرت و غلبہ سے راستہ کو گھیر لے۔ نمبر ۲۔ رات کا اندھیرا۔ نمبر ۳۔ اسی طرح کی چیزیں۔ وَهُمْ ظَالِمُونَ (اس حال میں کہ وہ اپنے نفوس پر کفر کے سبب ظلم کرنے والے تھے)۔

۱۵: فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ (پس ہم نے ان کو اور کشتی والوں کو نجات دی)۔ ہ کی ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اصحاب کی تعداد اٹھتر نفوس پر مشتمل تھی۔ آدھے مرد اور نصف عورتیں تھیں۔ ان میں نوح علیہ السلام کے بیٹے سام، حام، یافث۔ اور ان کی عورتیں۔ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً (اور ہم نے کشتی کو بنادیا) یا واقعہ کو یا حادثہ غرق کو آیت (عبرت و نصیحت) لِلْعَالَمِينَ (جہان والوں کے

وَابْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اور ہم نے ابراہیم کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم

تَعْلَمُوْنَ ۝۱۶ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَتَخْلُقُوْنَ اِفْكَاط

جانتے ہو۔ اللہ کو چھوڑ کر تم بتوں ہی کی عبادت کرتے ہو اور جھوٹی باتیں تراشتے ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ

یہ تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے پاس رزق تلاش

الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۷ وَاِنْ تَكْذِبُوْا فَاَقْد

کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو

كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلٰی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۸

تم سے پہلی امتیں جھٹلا چکی ہیں، اور رسول کے ذمہ واضح طور پر پیغام پہنچانے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

لئے) وہ اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

۱۶: وَاِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (اور ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنایا۔ یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو)۔

بخجہ: ابراہیم اذکر محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اذ قال یہ اس کا بدل الاشتمال ہے۔ کیونکہ اوقات ان تمام چیزوں پر مشتمل ہوتے ہیں جو ان میں ہوتی ہیں۔ نمبر ۲۔ اس کا عطف نو حاً پر ہے ای وارسلنا ابراہیم اور اذ یہ وارسلنا کا ظرف ہے۔ یعنی وارسلناہ حین بلغ من السن یا بلغ من العلم مبلغاً صلح فیہ لان یعظ قومہ ویأمرہم بالعبادہ والتقوی۔

اور ہم نے اس وقت ان کو بھیجا جب ان کی عمر نبوت کی عمر تک پہنچ چکی۔ یا علم میں ایک مقام تک پہنچ چکے اور لوگوں کو نصیحت کرنے اور عبادت و تقویٰ کا حکم دینے کے لائق ہو گئے۔

قرأت: ابراہیم نخعی اور ابو حنیفہ رحمہما اللہ نے و ابراہیم رفع کے ساتھ اس معنی کی بناء پر پڑھا۔ ومن المرسلین ابراہیم۔ وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ (اور اس سے تقویٰ اختیار کرو۔ یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے)۔ کفر سے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم جانتے ہو) اگر تم میں وہ ہے جو تمہارے لئے بہت بہتر ہے اس کے مقابلہ میں جو کہ تمہارے لئے بہت بری ہے۔

۱۷: اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا (بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی عبادت کرتے ہو)۔ وَتَخْلُقُوْنَ (تم جھوٹ بولتے

ہو یا جھوٹ گھڑتے ہو)۔

قراءت: ابو حنیفہ اور سلمیٰ رحمہما اللہ نے تَخْلِقُوْنَ پڑھا ہے۔ یہ خلق سے لیا گیا۔ جس کے معنی: التکثیر فی الخلق یعنی جس کی خلق میں کثرت ہو۔

اِفْکًا (جھوٹ)۔ قراءت: یہ اِفْکًا پڑھا گیا ہے۔ یہ مصدر ہے جیسے کذب ولعب۔ الافک یہ کذب ولعب کی طرح مخفف ہے۔ اختلاف الافک۔ بتوں کو معبود قرار دینا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا (بیشک وہ جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں)۔ وہ تمہیں رزق کی ایک چیز کا ذرہ بھی نہیں دے سکتے۔ فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ (پس تم اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق تلاش کرو)۔ یعنی تمام رزق۔ اس لئے کہ وہی اکیلا رزاق ہے اس کے سوا اور کوئی رزق نہیں دے سکتا۔ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (تم اسی ہی کی عبادت کرو اور اسی ہی کا شکر یہ ادا کرو اسی ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے)۔ اس کی عبادت کر کے اس کی لقاء کی تیاری کرو اور اس کی نعمتوں پر شکر یہ ادا کرو۔

قراءت: یعقوب نے تَرْجَعُوْنَ پڑھا ہے۔

۱۸: وَاِنْ تَكْذِبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ (اور اگر تم میری تکذیب کرو تو تم سے پہلے بہت سی امتیں تکذیب کر چکیں)۔ وَمَا عَلٰی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (اور رسول پر تو کھول کر بیان کرنا ہے)۔ اگر تم میری تکذیب کرو گے تکذیب کے ساتھ تم مجھے کچھ نقصان نہ پہنچاؤ گے اس لئے کہ مجھ سے پہلے رسولوں کو ان کی قوموں نے جھٹلایا اور ان کا کوئی نقصان نہ کر سکے۔ بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا جبکہ تکذیب کی وجہ سے ان پر عذاب اترنا۔ باقی رسول کا فریضہ تو پورا ہو چکا اس لئے کہ انہوں نے کھول کر پیغام پہنچا دیا جس سے شک جاتا رہا اور وہ ان کی آیات و معجزات سمیت آنا تھا۔ مطلب یہ ہے اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو میرے لئے تمام انبیاء میں اسوہ حسنہ موجود ہے۔ جب ان کی تکذیب کی گئی اور رسول کے ذمہ تو بات کو پہنچانا ہے۔ ان کے ذمہ یہ نہیں کہ ان کی تصدیق کی جائے اور تکذیب نہ کی جائے۔

دو احتمال نمبر ۱: یہ آیت اور اس کے بعد والی آیات فہما کان جواب قومہ تک احتمال رکھتی ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو خطاب ہو۔ اور الامم سے مراد قوم شیت علیہ السلام اور ادریسؑ نوح وغیرہم انبیاء علیہم السلام کی قومیں مراد ہوں گی۔

نمبر ۲: یہ بھی احتمال ہے کہ جملہ معترضہ کے طور پر یہ آیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور قریش کی حالت کے متعلق ہوں۔ اور اول و آخر ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہو۔

سوال: اب اس پر ایک سوال ابھرتا ہے۔ کہ جملہ معترضہ کا ان کے ساتھ اتصال ضروری ہے۔ جن کے درمیان بطور اعتراض واقع ہو۔ اس طرح نہیں کہا جاسکتا۔ مکہ و زید قائم خیر بلاد اللہ؟

جواب: جی ہاں یہ بات درست ہے! اس کی تشریح اس طرح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ آپ کی تسلی و دلا سے کے لئے لایا گیا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا فرمایا ہے، پھر وہ اسے دوسری بار پیدا فرمائے گا، بلاشبہ یہ اللہ پر

يَسِيرٌ ۙ ۱۹ قُلْ سِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَا الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ

آسان ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ زمین میں چلو پھرو سو دیکھو اللہ نے پہلی بار کس طرح مخلوق کو پیدا فرمایا پھر دوسری مرتبہ بھی

يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْاٰخِرَةَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ ۲۰ يُعَذِّبُ مَنْ

اللہ پیدا فرما دے گا بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عذاب

يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ۙ ۲۱ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ

دیتا ہے اور جس پر چاہے گا رحم فرمائے گا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور تم زمین پر کسی کو عاجز کرنے والے نہیں ہو

وَلَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۙ ۲۲ وَالَّذِيْنَ

اور نہ آسمان میں، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی کارساز اور مددگار نہیں، اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَايَةِ اُولٰٓئِكَ يَسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

اللہ تعالیٰ کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا یہ لوگ میری رحمت سے نا امید ہو گئے اور ان کیلئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ ۲۳

وردناک عذاب ہے۔

کہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی قوم کی طرف سے شرک اور عبادت اصنام کے ابتلاء میں ڈالے گئے اس دوران جملہ معترضہ لائے۔ وان تکذبوا۔ (اگر تم جھٹلاؤ)۔ اے گروہ قریش! اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہو تو ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا۔ اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا۔ کیونکہ فقد کذب امم من قبلکم کا ارشاد ضروری ہے کہ امت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہو۔ اور یہ متصل جملہ معترضہ کی طرح ہے۔ پھر بقیہ آیات جو اس کے بعد آرہی ہیں وہ اس کے توابع میں سے ہیں۔ کیونکہ وہ توحید اور دلائل توحید اور انہدام شرک اور شرک کی بنیادوں کی تدبیر اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و سلطنت کی تعریف اور اللہ تعالیٰ کی دلیل و برہان کی خوب وضاحت کر رہی ہیں۔

۱۹: اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ (کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو کس طرح پہلی بار پیدا کرتا ہے)۔
قراءت: حفص کے علاوہ دیگر کوئی قراء نے تروا پڑھا ہے۔ اولم یروا کا مطلب یہ ہے انہوں نے یہ بات دیکھی اور جانی

ہے۔

ثُمَّ يُعِيدُهُ (پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا)۔ اس کا عطف بیدئی پر نہیں۔ اور نہ ہی اس پر رویت واقع ہونے والی ہے۔ بلکہ اس کا عطف اولم یروا کیف بیدئی الخلق پر ہے۔ اور بیدئی موت کے بعد اعادہ کے وقوع کی خبر ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں کیف بدأ الخلق ثم الله ينشئ النشأة الاخرة (العنكبوت: ۲۰) نظر بدء پر ہے انشاء پر نہیں۔
 اِنَّ ذٰلِكَ (پیشک یہ اعادہ) عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (اللہ تعالیٰ پر آسان ہے)۔

۲۰: قُلْ (کہہ دیجئے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر یہ کلام ابراہیم علیہ السلام کا بقیہ ہو تو تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ اوحینا الیہ ان قل سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانظُرُوْا کَیْفَ بَدَا الْخُلُقَ (تم زمین میں چلو پھر واپس دیکھو کس طرح اس نے مخلوق کی ابتداء کی)۔ ان کی کثرت تعداد اور کثرت احوال کے باوجود تا کہ تم فطرت الہی کو مشاہداتی رنگ میں دیکھ سکو۔ بدأ اور ابدأ دونوں کا ایک معنی ہے۔ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْءَ الْاٰخِرَةَ (پھر اللہ تعالیٰ دوسری نشأت میں اٹھائے گا)۔ اس سے مراد بعثت ہے۔

قرأت: ابو عمرو اور مکی نے جہاں بھی آئے نشأة کو مد کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نشأتیں دو ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک ابتداء اور اختراع اور عدم سے وجود دینا ہے۔ البتہ آخرت والی انشاء پہلی انشاء کی مثل ہے۔ اور پہلی انشاء اس طرح کی نہیں۔

قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ اس طرح کہا جائے۔ کیف بدأ اللہ الخلق ثم ينشئ النشأة الاخرة۔ کیونکہ ان کے ساتھ گفتگو اعادہ کے سلسلہ میں تھی۔ جب ابداء میں یہ بات پختہ کر دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تو ان کے خلاف اس طرح حجت پیش کی کہ اعادہ بھی اسی طرح انشاء ہے جیسا کہ ابداء جب اللہ ابداء سے عاجز نہ رہا تو لازمی ماننا پڑے گا کہ وہ اعادہ سے بھی عاجز نہیں۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ثم ذاك الذى انشاء النشأة الاولى هو الذى ينشئ النشأة الاخرة۔ پھر وہ وہی ہے جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا وہی دوسری مرتبہ اٹھا کھڑا کرے گا۔ اس معنی پر متنبہ کرنے کے لئے اس نے اپنا نام ظاہر کیا اور اس کو مبتدأ بنایا۔
 اِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے)۔

۲۱: يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ (وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے)۔ رسوائی و ذلت کے ساتھ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَاءُ (اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے)۔ ہدایت عنایت فرما کر۔ نمبر ۲۔ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے حرص میں مبتلا کر کے اور رحم کرتا ہے قناعت عنایت فرما کر۔ نمبر ۳۔ عذاب دیتا ہے بد اخلاقی کے ذریعہ اور رحم کرتا ہے حسن اخلاق میسر فرما کر۔ نمبر ۴۔ عذاب دیتا ہے یعنی اللہ سے وہ اعراض اختیار کرتا ہے۔ اور رحم کرتا ہے اس کی طرف توجہ فرما کر۔ نمبر ۵۔ بدعات کی پیروی کے ساتھ عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے اور متابعت سنت سے رحم فرماتا ہے۔

وَالِیْهِ تُقْلَبُوْنَ (اور تم اسی طرف پلٹے جاؤ گے)۔ لوٹائے جاؤ گے اور واپس کیے جاؤ گے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنْ

سو ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اس کو قتل کر ڈالو یا جلا ڈالو۔ سو اللہ نے ان کو آگ سے نجات

النَّارِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ^(۲۱) وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ

دے دی، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ اور ابراہیم نے کہا کہ تم نے جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود

أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم

بتا لیا ہے یہ تمہاری آپس کی دوستی کی وجہ سے ہے جو دنیا والی زندگی میں ہے، پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کے

بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ نَّصِيرِينَ^(۲۵)

مخالف ہو گئے اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کریں گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور تمہاری مدد کرنے والے بالکل نہ ہونگے،

فَأَمِّنْ لَهُ لَوْ طُوعَ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ^(۲۶)

سو لوط نے ابراہیم کی تصدیق کی اور ابراہیم نے کہا کہ بلاشبہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بلاشبہ وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

۲۲: وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ (اور تم اپنے رب کو عاجز بنادینے والے نہیں)۔ یعنی اگر تم اس کے حکم و قضاء سے بھاگنا چاہو تو اس کی گرفت سے نکل نہیں سکتے ہو۔ فِی الْأَرْضِ (زمین کی وسعتوں میں) وَلَا فِی السَّمَاوِیَّاتِ (اور نہ ہی آسمان میں) جو زمین سے وسیع تر ہے اور اس سے زیادہ پھیلاؤ والا ہے اگر تم اس میں ہوتے۔ وَمَالُكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ (اور تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست نہیں جو تمہارے امور کا ذمہ دار ہو)۔ وَلَا نَصِيرٌ (اور نہ مددگار) جو تمہیں میرے عذاب سے بچا سکے۔

۲۳: وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا)۔ آیات سے مراد وحدانیت کے دلائل اور کتب الہیہ اور معجزات اُولَئِكَ يَنْسُوا مِنْ رَّحْمَتِي (وہ میری رحمت سے ناامید ہو گئے)۔ رحمت سے جنت مراد ہے۔ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے)۔

۲۴: فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ (ان کی قوم کا جواب یہ تھا) کہ قوم ابراہیم علیہ السلام کا اس وقت یہ جواب تھا جب آپ نے ان کو ایمان کی طرف دعوت دی۔ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ (کہ کہنے لگے اس کو قتل کر دو یا اس کو جلا دو)۔ نمبر ۱۔ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے۔ یا نمبر ۲۔ ان میں سے ایک نے کہا اور باقی اس پر خوش تھے۔ تو وہ تمام ہی کہنے والوں کے حکم میں ہو گئے۔ سب نے ان کو جلائے پر اتفاق کیا۔ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ سے بچا لیا)۔ جبکہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا۔ إِنَّ فِیْ ذَلِكَ (بیشک اس میں)۔ جو کچھ کہ انہوں نے کہا اور ہم نے کیا۔ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

وقف لازم

(ایمان والوں کے لئے نشانیاں تھیں)۔

روایت میں ہے: کہ اس دن کوئی کافر آگ سے فائدہ نہ اٹھا سکا جس دن ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ کیونکہ اس کی حرارت جا چکی تھی۔

۲۵: وَقَالَ (اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا)۔ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ (بیشک تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس کے دنیوی تعلقات کی وجہ) فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا سے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے۔ قراءت: حمزہ وحفص نے مودۃ بینکم پڑھا اور مدنی، شامی، حماد، یحییٰ، خلف نے مودۃ بینکم مکی، بصری، علی نے مودۃ بینکم پڑھا اور شموٰنی، برجمی نے مودۃ بینکم پڑھا ہے۔

نحو: نصب کی دو وجہیں ہیں۔ نمبر ۱۔ تعلیل یعنی تاکہ تم آپس میں محبت کرو اور ان کی عبادت پر اجتماع و اتفاق کی وجہ سے آپس میں مواصلت پیدا کرو۔ جیسا کہ لوگ ایک مذہب پر متفق ہوتے ہیں تو یہی ان کی باہمی محبت کا سبب بن جاتا ہے۔

نمبر ۲۔ مفعول دوم بنے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے اتَّخَذَ اللّٰهُ هُوًّا۔ (الفرقان: ۴۳) ما کافہ ہے۔ مطلب یہ ہے۔ تم نے بتوں کو اپنے مابین محبت کا سبب ٹھہرایا ہے۔ اس صورت میں مضاف محذوف ہے ای سبب المودۃ۔ نمبر ۲۔ اتَّخَذْتُمُوْهَا مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ یعنی مودۃ بینکم تم نے ان کو اپنا محبوب بنایا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنَ اللّٰهِ دُوْنَ اِنْدَادٍ يَّحْبُوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ۔ [البقرہ آیت ۱۶۵]

رفع میں دو صورتیں: نمبر ۱۔ ان کی خبر ہے اور ما موصولہ۔

نمبر ۲۔ مبتدأ محذوف ہی کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بلاشبہ یہ بت تمہارے مابین محبوب ہیں یا سبب مودت ہیں۔ جنہوں نے المودۃ کو مضاف کیا تو انہوں نے بینکم کو اسم تسلیم کیا نہ کہ ظرف۔ جیسا کہ اس ارشاد میں شہادۃ بینکم۔ [المائدہ ۱۰۶] اور جنہوں نے تنوین دی اور بینکم کو منصوب مانا تو انہوں نے اسے ظرف قرار دیا۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ (پھر قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کا انکار کریں گے)۔ اصنام اپنے عابدین سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (اور ایک دوسرے کو لعنت کریں گے)۔ قیامت کے دن ان کے مابین تلاعت ہوگا اور پیر و کار اپنے لیڈروں کو لعنت کریں گے اور وہ ان کو۔ وَمَا وَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّصِيْرٍ (اور تمہارے لئے اس جگہ کوئی مددگار نہ ہوگا)۔

۲۶: فَاَمِّنْ لَّهِ (پس لوط علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی)۔ لُوطٌ لُّوْطٌ (لوط علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کے بھانجے ہیں۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ابراہیم کی تصدیق کی جبکہ وہ آگ سے صحیح سالم باہر آ گئے)۔ وَقَالَ (اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا)۔ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ (بیشک میں اپنے رب کے حکم پر ہجرت کرنے والا ہوں)۔ مقام کوٹی سے جو سواد کوفہ میں واقع تھا۔ حران کی جانب۔ پھر وہاں سے فلسطین کی سرزمین میں۔ یہ شام کا جنگلی علاقہ ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ نبی (ﷺ) نے ایک ہجرت کی مگر

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے ان کی ذریت (اولاد) میں نبوت اور کتاب کو قائم رکھا

وَاتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٢٧﴾

اور ہم نے ان کو دنیا میں اس کا اجر دیا، اور بلاشبہ وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے۔

ابراہیم علیہ السلام نے دو ہجرتیں فرمائیں۔ ہجرت میں حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ ساتھ تھیں۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کی پہلے سے بیوی تھیں۔ الی ربی کا مطلب یہ ہے الی حیث امرنی ربی بالہجرة الیہ۔ جس جگہ کی طرف میرے رب نے مجھے ہجرت کا حکم فرمایا۔ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ (بلاشبہ وہ زبردست ہے) مجھے میرے دشمنوں سے بچائے گا۔ الْحَكِيمُ (حکمت والا ہے) وہ مجھے وہی حکم فرمائے گا جس میں میرے لئے خیر ہوگی۔

۳۷: وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ (اور ہم نے ان کو اسحاق بیٹا عنایت کیا)۔ وَيَعْقُوبَ (اور یعقوب پوتا)۔ اور اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ معروف ہونے کی وجہ سے نہیں کیا۔ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ (اور ہم نے ذریت ابراہیم علیہ السلام میں نبوت کو قائم کر دیا) ابراہیم انبیاء علیہم السلام کیلئے درخت کی مانند ہیں۔ وَالْكِتَابَ (اور کتابیں)۔ مراد جنس کتاب ہے۔ تورات انجیل و زبور اور فرقان۔ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ (اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کا اجر ثنائے حسن کی صورت میں دیا)۔ اور اختتام زمانہ تک ان پر رحمت اور اہل مل میں مودت ڈال۔ نمبر ۲۔ ان کی قبر کے پاس ضیافت کا باقی رہنا جو اور کسی کی قبر کے پاس نہیں۔ فِي الدُّنْيَا (دنیا میں)۔ مَسْتَكِلَّةً: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بدلہ دنیا میں بھی عنایت فرما دیتے ہیں۔

وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ (اور بیشک وہ آخرت میں نیکوں میں سے ہونگے)۔ اہل جنت میں سے ہونگے یہ حسن بصری کا قول ہے۔

وَلَوْ طَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ

اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ تم بے حیائی کا کام کرتے ہو تم سے پہلے اس کام کو دنیا جہان والوں

أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ۚ ۲۸ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ ۚ وَ

میں سے کسی نے نہیں کیا، کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو اور راہزنی کرتے ہو

تَأْتُونَ فِي نَادِيكُمْ الْمُنْكَرُفَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ

اور اپنی مجلسوں میں برا کام کرتے ہو، سو ان کی قوم کا جواب یہی تھا کہ تو اللہ کا عذاب

اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۚ ۲۹ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ۚ ۳۰

لے آکر تو چوں میں سے ہے۔ لوط نے عرض کیا کہ اے میرے رب فساد کرنے والے لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلَ هَذِهِ

اور جب ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر ابراہیم کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ بلاشبہ ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے

الْقَرْيَةِ إِنْ أَهْلُهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ۚ ۳۱ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا قَالُوا نَحْنُ

میں بلاشبہ اس بستی کے لوگ ظالم ہیں۔ ابراہیم نے کہا یہ یقینی بات ہے کہ اس بستی میں لوط بھی ہے انہوں نے کہا کہ ہم جانتے ہیں

أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا ۖ لَنَنْجِيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۚ ۳۲

کہ اس بستی میں کون ہے۔ اور ہم لوط کو اور اس کے گھر والوں کو ضرور نجات دے دیں گے سوائے اس کی بیوی کے، وہ رو جانے والوں میں سے ہے۔

۲۸: وَلَوْ طَا یہ اذکر فعل محذوف کا مفعول ہے۔ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اِنَّكُمْ لَتَاْتُونَ الْفَاحِشَةَ (جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا۔ تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو)۔ الْفَاحِشَةُ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور وہ لواطت کا فعل تھا۔ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ (نہیں سبقت کی اس کی طرف جہان میں سے کسی نے تم سے پہلے) یہ جملہ مستأنفہ ہے۔ اس فعل کے فاحشہ ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ گویا کہنے والا اس طرح کہہ رہا ہے۔ کہ وہ بے حیائی کا ارتکاب کیوں کرتے تھے؟ تو جواب دیا گیا۔ کہ ان سے قبل یہ حرکت کسی نے بھی نہ کی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ قوم لوط سے قبل کوئی نہ کسی نہ جفتی نہ کرتا تھا۔

۲۹: اِنَّكُمْ لَتَاْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ (کیا تم مردوں سے بدکاری کرتے ہو اور راہزنی کرتے ہو)۔ قتل اور مال لوٹ کر جیسا کہ ڈاکو کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

وہ چلتے راستوں پر لوگوں کو پکڑ کر بد فعلی کرتے تھے۔

وَتَأْتُونَ فِي نَادِيَكُمُ الْمُنْكَرَ (اور تم اپنی مجالس میں بری حرکات کرتے ہو)۔ مجلس کو نادی اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ مجلس والے اس میں موجود رہیں۔ المنکر سے مراد آواز کے ساتھ ریاخ خارج کرنا۔ جماع کرنا۔ گالی گلوچ کرنا۔ فحش مذاق کرنا۔ کنکریاں مارنا۔ عک چباتے۔ انگلیاں چٹکاتے۔ لوگوں کے درمیان مساواک۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (قوم کے پاس ان کی بات کا کوئی جواب نہ تھا سوائے اس بات کے کہ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آ اگر تو سچا ہے)۔ جو تو ہمارے ساتھ نزول عذاب کا وعدہ کرتا ہے۔ قراءت: اِنَّكُمْ كُوْا بِكُمْ شَامِ حفص نے پڑھا ہے۔ اور مصحف عثمانی میں یہی موجود ہے۔ اور ہر ایک ان میں سے دو ہمزہ کے ساتھ کوئی قراءت نے سوائے حفص کے پڑھا ہے۔ اور ابو عمرو نے اِنَّكُمْ ہمزہ مددہ جس کے بعد یاء مکسورہ ہے پڑھا ہے۔ اور کی نے اِنَّكُمْ اور نافع نے بھی پڑھا ہے مگر قالون نے نہیں اور اسی طرح سہل و یعقوب نے تو پڑھا مگر زید نے نہیں۔

۳۰: قَالَ رَبِّ انصُرْنِیْ (کہا اے میرے رب تو میری انزال عذاب میں مدد فرما)۔ عَلٰی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ (اس مفسد قوم کے خلاف) جو کہ لوگوں کو معاصی و فواحش پر برا بیخیز کر کے فساد کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔

۳۱: وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهٖمَ بِالْبُشْرٰی (جب ہمارے قاصد ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لائے)۔ ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق کی خوشخبری اور یو تے یعقوب کی بشارت دینے آئے۔ قَالُوا اِنَّا مُهْلِكُوْا اَهْلَ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ (انہوں نے کہا بلاشبہ ہم ان بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں)۔

مُخَوِّ: مہلکوا کی اضافت سے تعریف کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ مضارع کے معنی میں ہے۔ القریۃ سے مراد سدوم ہے۔ جس کے بارے میں کہا گیا۔ اَجْوَرُ مِنْ قَاضِیْ سَدُومَ۔ (سدوم کے قاضی سے بڑھ کر ظالم)۔ ہذہ القریۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے قریبی علاقہ میں یہ بستیاں تھیں۔

اِنَّ اَهْلَهَا کَانُوْا ظٰلِمِیْنَ (بلاشبہ وہاں کے رہنے والے ظالمین تھے)۔ یعنی ظلم ان سے لگاتار چلتا آ رہا تھا۔ اور ظلم تو کفر ہی تھا اور دیگر قسم قسم کے معاصی۔

۳۲: قَالَ (ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) وہاں تو اِنِّ فِیْهَا لُوْطًا (لوٹ بھی رہتا ہے)۔ کیا تم ان کو اسی حالت میں ہلاک کر دو گے کہ وہاں تو لوٹ ہے جو کہ ظلم سے پاک اور بری ہے۔ قَالُوا (ملائکہ نے کہا)۔ نَحْنُ اَعْلَمُ (ہم آپ سے زیادہ واقف ہیں)۔ بِمَنْ فِیْهَا لَنُنَجِّیْنٰہُ (ان سے جو اس بستی میں ہیں ہم ضرور اس کو نجات دیں گے)۔ قراءت: لَنُنَجِّیْنٰہُ یعقوب و کوئی نے سوائے عاصم کے پڑھا ہے۔

وَاَهْلُہٗ اِلَّا امْرَاَتُہٗ کَانَتْ مِنَ الْغٰیْرِیْنَ (اور اس کے اہل کو مگر ان کی بیوی وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی)۔ جو عذاب

وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَقَالُوا

اور جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی وجہ سے رنجیدہ ہوئے اور تنگ دل ہوئے، اور قاصدوں نے کہا

لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۖ إِنَّا مُنْجُوْكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا أَمْرَاتَكَ كَانَتْ مِنَ

کہ آپ ڈریئے نہیں اور رنج نہ کیجئے، بلاشبہ ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دینے والے ہیں سوائے آپ کی بیوی کے وہ رہ جائے والوں

الْغَابِرِينَ ۚ إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا

میں سے ہے۔ بلاشبہ ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کے

كَانُوا يَفْسُقُونَ ۚ وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝۳۳

کام کرتے ہیں۔ اور البتہ تحقیق ہم نے اس بستی کے بعض نشان چھوڑ دیئے ہیں۔ جو ظاہر ہیں ان لوگوں کیلئے جو سمجھتے ہیں

میں گرفتار ہونے والے ہو گئے۔ پھر ملائکہ کے لوط علیہ السلام کے پاس جانے کی خبر آئندہ دی جا رہی ہے جبکہ وہ ابراہیم علیہ السلام سے رخصت لے کر چل دیئے۔

۳۳: وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ (جب ہمارے قاصد لوط کے پاس پہنچے تو لوط کو ان کی وجہ سے دکھ ہوا)۔ ان کا آنا ناپسند ہوا۔ ان یہ ایسا صلہ ہے جو دو فعلوں کے وجود کو پختہ کرتا ہے کہ جن میں سے ایک دوسرے پر مرتب ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ دونوں فعل ایک ہی جزء زمانہ میں پائے گئے ہیں۔ گویا عبارت اس طرح تھی کما احسن بمجینہم فاجاته المساءة من غیر ریث خیفۃ علیہم من قومہ ان یتناولوہم بالفجور۔ جو نہی ان کی آمد کو آپ نے محسوس کیا تو بغیر انتظار کے ناپسندیدگی ان کے ہاں آگئی۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ ان کی قوم ان کو اپنے فجور کا نشانہ نہ بنائیں۔ قراءت: سیئ بہم باشمام کسرة السین الضمة کے ساتھ مدنی، شامی، علی نے پڑھا ہے۔

وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا (اور ان کا دل تنگ ہوا)۔ ان کی حالت اور ان کے معاملہ میں اپنی تدبیر کے سبب ان کا دل تنگ ہوا یعنی طاقت عاجز ہوئی۔ محاورہ عرب میں ضیق الذراع والذراع اس جملہ کو فقہ طاقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ رعب الذراع۔ جبکہ طاقت والا ہو۔ اور اس میں اصل یہ ہے کہ جب آدمی کا بازو طویل ہو جاتا ہے۔ تو وہ چیز اس کے ذریعہ پکڑ سکتا ہے جو چھوٹے بازو والا پکڑ نہیں سکتا۔ اور اس کو عاجزی اور قدرت میں بطور مثال بیان کیا جاتا ہے۔

نحو: یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّا مُنْجُوْكَ (اور انہوں نے کہا)۔ مت ڈرو اور نہ غم کرو بیشک ہم تمہیں نجات دینے والے

ہیں)۔

قراءت: حفص کے علاوہ کوئی اور کی قراءت نے مُنْجُوکَ تَخْفِيف سے پڑھا ہے۔

وَأَهْلَكَ (اور اپنے اہل کو)۔ كَلَّ جریں ہے۔ اهلك فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای ننجی اهلك۔

إِلَّا أَمْرَاتِكَ كَانَتْ مِنَ الْغَيْرَيْنِ (مگر تیری بیوی کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی)۔

۳۴: إِنَّا مُنْزِلُونَ (بیشک ہم اتارنے والے ہیں)۔

قراءت: منزلون تشدید کے ساتھ شامی نے پڑھا ہے۔

عَلَى أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا (ان بستی والوں پر عذاب)۔ مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (آسمان سے اس سبب

سے کہ وہ فسق کرتے تھے)۔ یعنی ان کے فسق کے سبب اور ان کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکل جانے کی وجہ

سے۔

۳۵: وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا (اور ہم نے چھوڑ دیئے ان بستیوں سے)۔ آيَةً بَيِّنَةً (کھلے نشانات)۔ وہ ان کے برباد شدہ مکانات کے

کھنڈرات ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

سُحُزِ مِینِ پَر سیاه پانی۔

لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (عقل والوں کے لئے)۔ حَجَّوْا لِقَوْمٍ یہ ترکنا کے متعلق ہے۔ نمبر ۲۔ بینة کے متعلق ہے۔

وَالِی مَدَیْنٍ اَخَاهُمْ شُعَبًا فَقَالَ یَقُومِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْیَوْمَ

اور ہم نے مدین والوں کے پاس ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی

الْاٰخِرَ وَلَا تَعْتَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝۳۶ فَكَذَّبُوهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

توقع رکھو، اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔ سو ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا لہذا انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا

فَاَصْبَحُوا فِی دَارِهِمْ جَثِمِیْنَ ۝۳۷ وَعَادَا وَتَمُودَا وَقَدْ تَبَّیْنَا لَكُمْ مِّنْ مَّسٰکِنِهِمْ ۚ

اور صبح کے وقت اپنے گھروں میں لوندھے منہ گرے ہوئے رہ گئے۔ اور ہم نے عاد اور ثمود کو ہلاک کیا اور حال یہ ہے کہ تمہیں ان کے بننے کی جگہوں سے ان کا حال معلوم ہو چکا ہے

وَزَیْنٍ لَّهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمٰلَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِیْنَ ۝۳۸

اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے اچھا کر کے دکھایا سو اس نے انہیں راستہ سے روک دیا، اور وہ صاحب بصیرت تھے۔

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُّوْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی

اور ہم نے قارون کو اور فرعون کو اور ہامان کو ہلاک کیا، اور یہ واقعہ ہے کہ موسیٰ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے سو انہوں نے اپنے کو بڑا

الْاَرْضِ وَمَا كَانُوا سَبْقِیْنَ ۝۳۹ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذُنُبِهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ

سمجھا اور وہ آگے بڑھنے والے نہ تھے۔ سو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑ لیا۔ سو بعض پر ہم نے سخت ہوا بھیج

حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهٖ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ

دی اور بعض کو چیخ نے پکڑ لیا اور بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو

مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۴۰

غرق کر دیا۔ اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم فرماتا اور لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

۳۶: وَالِی مَدَیْنٍ (اور مدین کی طرف)۔ اور ہم نے مدین کی طرف بھیجا۔ اَخَاهُمْ شُعَبًا فَقَالَ یَقُومِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ (ان کے بھائی شعیب علیہ السلام پس انہوں نے کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی امید رکھو)۔ اور ایسے افعال کرو جس پر آخرت میں ثواب کے امیدوار بن سکو۔ نمبر ۲۔ اس سے ڈرو۔ وَلَا تَعْتَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (اور زمین میں فساد مچاتے مت پھرو)۔ فساد کا قصد کرتے ہوئے۔

۳۷: فَكَذَّبُوهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (پس انہوں نے اس کو جھٹلایا)۔ آخر ان کو سخت زلزلہ نے پکڑ لیا۔ الرَّجْفَةُ: سخت زلزلہ۔

نمبر ۲۔ جبریل علیہ السلام نے چیخ ماری۔ جس سے ان کے دل کانپ اٹھے۔ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ (انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی)۔ اپنے شہر اور سرزمین میں۔ نمبر ۲۔ گھروں میں۔ دار کو واحد لائے کیونکہ اس میں کوئی التباس و اشتباہ نہ تھا۔ جَنِيْمِيْنَ (زانو کے بل بیٹھے ہوئے مر گئے)۔

۳۸: وَعَادًا (اور عاد کو ہلاک کیا)۔ یہ اہل کنا مضر کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ فاخذتهم الرجفة اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ اہلاک کے ہم معنی ہے۔ وَثَمُوْدًا (اور ثمود کو)۔ قراءت: حمزہ، حفص اور سہل اور یعقوب نے پڑھا ہے۔ وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ (اور تمہارے لئے واضح ہو رہا ہے)۔ اس سے جو ان کا ہلاک کرنا بیان کیا۔ مِنْ مَّسْكِيْنِهِمْ (ان کے مقامات سے) سکونت کی جانب سے۔ جب کہ تم گزرتے ہوئے ان پر نگاہ ڈالو۔ اہل مکہ اپنے سفروں میں آتے جاتے ان کو دیکھتے تھے۔ وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ (اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے مزین کر دیئے)۔ اعمال سے کفر و معاصی مراد ہیں۔ فَصَدَّاهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ (پس اس نے ان کو راہ سے روک دیا تھا)۔ وہ راستہ جس پر چلنے کا ان کو حکم دیا گیا۔ وہ ایمان باللہ والرسل ہے۔ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِيْنَ (اور وہ ہوشیار تھے)۔ عقل اور غور و فکر کی قدرت اور حق کو باطل سے الگ کرنے کی قوت رکھتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔

۳۹: وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ (اور قارون فرعون اور ہامان کو) ہم نے ہلاک کر دیا۔ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُّوْسٰی بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ (تحقیق ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام دلائل لے کر آئے۔ پس انہوں نے زمین) وَمَا كَانُوْا سَابِقِيْنَ (میں تکبر کیا اور وہ ہم سے آگے بڑھنے والے نہ تھے) کہ گرفت سے نکل جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم عذاب نے ان کو آ لیا پس وہ بھاگ نہ سکے۔

۴۰: فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذُنْبِهِ (پس تم ہر ایک کو ہم نے ان کے گناہوں کے بدلے پکڑ لیا)۔ هَسْبُكَ اللّٰهُ: اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جنہوں نے بلا گناہ عذاب کو جائز قرار دیا۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا (ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر ہم نے پتھر برسانے والی ہوا بھیجی)۔ حاصب اس تیز ہوا کو کہتے ہیں جس میں کنکریاں ہوں۔ اس سے مراد قوم لوط ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ (اور ان میں سے بعض کو چیخ نے آ پکڑا)۔ یہ اصحاب مدین اور قوم ثمود ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَسَفْنَا بِهٖ الْاَرْضَ (اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا)۔ یعنی قارون۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا (اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن کو ہم نے ڈبو دیا)۔ یعنی قوم نوح علیہ السلام اور فرعون علیہ اللعنة۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِمَهُمْ (اور اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرنے والے نہ تھے)۔ کہ بغیر گناہ کے ان کو وہ سزا دے دیتے۔ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (اور لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے)۔ کفر و سرکشی کے سبب۔

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ ۖ اتَّخَذَتْ

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر کارساز بنا رکھے ہیں ان کی مکڑی جیسی مثال ہے کہ اس نے گھر

بیتاً ۚ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ إِنَّ اللَّهَ

بنایا اور بلاشبہ سب گھروں میں کمزور تر گھر مکڑی کا ہے اگر وہ جان لیتے تو ایسا نہ کرتے۔ بلاشبہ اللہ

يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ

جانتا ہے جس کسی کو بھی وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ زبردست ہے۔ حکمت والا ہے۔ اور ہم یہ

الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ اللَّهُ

مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، ان کو بس علم والے ہی سمجھتے ہیں۔ اللہ نے پیدا فرمایا

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٤﴾

آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ، بلاشبہ اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

۴۱: مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ (اور حالت ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے) یعنی معبود۔ مثال اس کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو ضعف اور سوء اختیار میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتاً (مکڑی جیسی مثال ہے۔ جس نے گھر بنایا)۔ یعنی اس میں جو وہ اپنے لئے گھر بناتی ہے۔ یہ گھر گرمی و سردی کو دور نہیں کر سکتا اور نہ اس سے ان چیزوں سے بچا جاسکتا ہے۔ جن چیزوں سے دوسرے گھروں کے ذریعہ بچا جاتا ہے۔ پس اسی طرح بت ان کو دنیا و آخرت میں فائدہ نہیں دے سکتے۔

منحجور: حاتم نے اتخذت کو حال قرار دیا ہے۔

وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ (اور بے شک گھروں میں سب سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے)۔ کوئی گھر اس کے گھر سے زیادہ کمزور نہیں۔ قول علی رضی اللہ عنہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اپنے گھروں کو مکڑی کے جالے سے پاک رکھو اس کا چھوڑنا فقر لاتا ہے۔ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (کاش کہ وہ جانتے ہوتے)۔ یہ ان کی مثال ہے۔ ان کے دین کا معاملہ کمزوری کی اس انتہاء کو پہنچنے والا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ آیت کا مطلب اس طرح ہے اس مشرک کی مثال جو بت کی پوجا کرتا ہے۔ اس مؤمن کے مقابلہ میں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ مکڑی جیسی ہے جو اپنا گھر بناتی ہے۔ اس آدمی کے بالمقابل جو اپنا گھر اینٹ اور چونے سے بناتا ہے۔ نمبر ۲۔ پتھروں سے کھود کر بناتا ہے۔ جیسا کہ تم ایک ایک گھر کا گھروں میں استقراء کرو تو سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہے۔ اسی طرح اگر تم سوچ و بچار کرو اور ایک ایک دین کا تقابلی مطالعہ کرو تو بتوں کی عبادت سب سے کمزور ترین نکلے گی۔
لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (کاش کہ وہ جان لیتے)۔

قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

ایک جماعت کے ساتھ ہے۔ کہ تقدیر آیت یہ ہے: مثل الذين اتخذوا من دون الله اولياء لو كانوا يعلمون كمثل العنكبوت۔ (مثال ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کارساز بنا لئے کاش کہ وہ جان لیں مکڑی جیسی مثال ہے)۔

آیت ۳۲: اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ جن کو وہ پکارتے ہیں)۔ قراءت: بصری وعاصم نے سوائے اثنی و برجمی کے یاء سے پڑھا ہے۔

نَجْوً: ما الذی کے معنی میں ہے۔ اور یہ يعلم کا مفعول ہے۔ اور يدعون کا مفعول مضمر ہے۔ ای يدعونه یعنی وہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ (اس کے سوا یعنی کوئی چیز بھی ہے)۔
نَجْوً: مِنْ یہ بیان ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (وہ زبردست حکمتوں والے ہیں)۔ وہ ایسا غالب ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ایسی حکمتوں والا ہے کہ جلد سزا نہیں دیتا۔

اس میں ان کی جہالت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس طرح کہ انہوں نے جماد کی عبادت کی جس کو کچھ علم نہیں اور نہ ہی قدرت ہے۔ اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والے زبردست کی عبادت کو چھوڑ دیا۔ الحکیم اس کو کہتے ہیں جو بلا حکمت و تدبیر کوئی کام نہ کرے۔

۳۳: وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ (یہ مثالیں)۔ نَضْرِبُهَا (ہم ان کو بیان کرتے ہیں)۔ لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرتے ہیں۔
نَجْوً: تِلْكَ الْأَمْثَالُ مبتدأ اور نضربها اس کی خبر ہے۔

لِلنَّاسِ (لوگوں کے لئے)۔ قریش کے سفہاء و جہلاء کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تو مکھی اور مچھر کی مثال بیان کرتا ہے۔ وہ ان مثالوں سے ہنستے۔ اسی لئے فرمایا۔ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ (اور ان کو وہ سمجھتے ہیں جو سمجھ والے ہیں)۔ ان مثالوں اور

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کو سمجھ والے سمجھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ ان کی صحت و خوبی کو جانتے اور اس کے فوائد سے سمجھ بوجھ والے واقف ہیں۔ کیونکہ امثال اور تشبیہات وہ تو مخفی معانی کی طرف جانے والے راستے ہیں۔ تاکہ وہ ظاہر ہو جائیں اور ان کا تصور فہموں میں آجائے جس طرح یہ مثال مشرک و موحد کی حالت کو جدا کر رہی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا: عالم وہ ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ پائی ہو اور اس کی اطاعت پر چلا اور اس کی ناراضگی سے پرہیز کیا۔ ذکرہ الجوزی فی الموضوعات۔

مَسْتَلَكُہُ: یہ آیت بتلا رہی ہے کہ علم عقل سے افضل ہے۔

آیت ۴۴: خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا)۔ حق کے لئے یعنی ان کو باطل نہیں بنایا بلکہ اس میں حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ زمین اس کے بندوں کا مسکن بنے اور عبرت والوں کے لئے عبرت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی دلیل ہو۔ کیا تم اس ارشاد کو نہیں دیکھتے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (بیشک اس میں البتہ ایمان والوں کے لئے نشانی ہے)۔ ایمان والوں کو خاص اس لئے کیا گیا کیونکہ وہی اس سے فائدہ اٹھانے والے ہیں۔

(مختار جلد ۱۰)